أَلَا إِنَّ أَوْلِيَاءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ

القرآن

اولیائی تحت قبائی لا یعلمهم غیری

(الحدیث القدسی)

جامع کرامات اولیاء (اردو)

جلد دوم

تالیف

الامام المحقق علامہ محمد یوسف نبہانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

ترجمہ

پروفیسر سید محمد ذاکر شاہ چشتی سیالوی

ضیاء القرآن پبلی کیشنز

لاہور - کراچی ○ پاکستان

نام کتاب	جامع کرامات اولیاء (جلد دوم)
تالیف	الامام المحقق علامہ محمد یوسف نبہانی رحمتہ اللہ علیہ
مترجم	پروفیسر سید محمد ذاکر شاہ چشتی سیالوی
اشاعت	جنوری 2013ء (بار دوم)
ناشر	محمد حفیظ البرکات شاہ
	ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور
تعداد	ایک ہزار
کمپیوٹر کوڈ	TF8 کامل سیٹ
قیمت	-/1500 روپے

ملنے کے پتے

ضیاء القرآن پبلی کیشنز

داتا گنج بخش روڈ، لاہور فون: 37221953 فیکس:۔ 042-37238010

9۔ الکریم مارکیٹ، اردو بازار، لاہور۔ فون: 37247350 فیکس: 042-37225085

14۔ انفال سنٹر، اردو بازار، کراچی فون: 021-32212011 فیکس: 021-32210212

خصوصی گزارش

کتاب ''جامع کرامات اولیاء'' مترجم اس سے پہلے مکتبہ حامدیہ، داتا گنج بخش روڈ، لاہور شائع کرتا رہا ہے۔ اب اس کتاب کے مترجم جناب پروفیسر سید محمد ذاکر شاہ صاحب نے ادارہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور کو جملہ حقوق برائے اشاعت دائمی منتقل کر دیئے ہیں۔ اب کوئی ادارہ یا پبلشر اس کتاب کو چھاپنے کا مجاز نہیں ہے۔

العارض

محمد حفیظ البرکات شاہ

فہرست

حرف باء

وہ اولیائے ملت جن کے ناموں کا حرف اول با ہے۔

حضرت بدر بن محمد حسینی قدسی رحمۃ اللہ علیہ

آپ قطب، عارف اور متمکن و متصرف تھے۔ اس زمانے کے اولیاء آپ کے تابع فرمان تھے عوام وخواص آپ کی طرف اڑے آتے تھے زائرین کی بھیڑ رہتی۔

درندے بھی سلام کرنے آتے ہیں

وحشی اور درندے بھی آپ کی زیارت کو آتے۔ شرفات کے قبرستان میں جہاں آپ کا اور آپ کی اولاد کے مزارات ہیں آج تک یہ سلسلۂ زیارت جاری ہے درندے اور وحشی بھی وہاں آتے اور آپ کے مزار کے سامنے اپنے چہرے رکھتے ہیں اہل حقائق کی زبانوں پر آپ کا کلام عالی جاری رہتا ہے آپ کی کرامات مشہور ہیں وصال ۶۵۰ھ میں ہوا قدس شریف کے مغربی کنارے وادی نور میں اپنے زاویہ میں مدفون ہوئے بیت المقدس سے یہ جگہ تین منزلیں ہیں مقصد زیارت میں اللہ تعالیٰ ان کے نفع سے نوازے (الانس الجلیل)

حضرت بدرالدین سیوفی حلبی کا ذکر ان کے نام حسن میں ہوگا۔

حضرت شیخ برق رحمۃ اللہ علیہ

ولی کی مار اور جج کا مشاہدہ

دمشق کے قاضی ایک دن ایک جگہ سے سوار ہو کر گزرے تو انہوں نے دیکھا کہ حضرت برق کھڑے ہیں ان کے سامنے ایک جبہ یا گدڑی پڑی ہے جو بہت غلیظ ہے اور آپ اسے ایک غلیظ لکڑی کے ساتھ لپیٹ رہے ہیں اور خون اس گدڑی سے اٹھ کر ہوا میں پھیلتا ہے اور حضرت کے اردگرد گرتا ہے اور حضرت مضطرب ہیں کبھی چلاتے ہیں کبھی چکر لگاتے ہیں اور کبھی مست ہو جاتے ہیں اللہ تعالیٰ نے جج صاحب کو ہدایت دی انہیں نور بصیرت سے نوازا وہ گھوڑے سے اتر آئے اور حضرت کے کام کو دیکھنے لگ گئے۔ کیونکہ آپ کے کئی احوال دواقعات وہ پہلے سن چکے تھے پھر حضرت اس عالم مستی سے عام حالت میں واپس آ گئے جج صاحب نے پوچھا حضرت کیا بات تھی؟ جواب میں فرمایا میں ابھی منصورہ کی جنگ میں تھا اور یہ سب ضربیں اور خون ریزیاں جو آپ دیکھ رہے ہیں اسی جنگ میں شمولیت کی علامات ہیں میں نے اللہ کریم کے حکم سے مومنوں کی مدد کی ہے اور کافروں کو رسوا کیا ہے اب آپ اسے اپنے پاس نوٹ کرلیں اگر میری بات سچی نہ ہوئی تو پھر میں فقرا اور فقرا سے بری الذمہ ہوں پھر اس کے بعد حق ظاہر ہوا قاضی صاحب ایسے لوگوں سے ملے جو جنگ میں حاضر تھے انہوں نے بتایا کہ انہوں نے ایک آدمی کو فضا میں ایک غلیظ لکڑی سے دشمنوں کے سر کاٹتے ہوئے دیکھا ہے اس کی شکل وصورت ایسی اور ایسی تھی، اب جج

صاحب کو ذرا برابر شک نہ رہا یہ ۶۴۵ھ کا واقعہ ہے۔ بقول علامہ سراج یہ حضرت برق عظیم ولی، محقق سردار اور چوٹی کے صفی و منتخب شخص ہیں ان کے لاتعداد احوال اور روشن کرامات ہیں میں آپ کی اولاد کے ایک فرد سے ملا اور ان کی زیارت سے لطف اندوز ہوا انہوں نے مجھے آپ کی بہت سی کرامات بتائیں۔

حضرت برکات مجذوب مصری رحمۃ اللہ علیہ

آپ لوگوں کے سامنے صرف گھاس ہی کھاتے تھے ایک فوجی نے تلوار سونت کر آپ سے کہا شیخ! تو کیسا ہے کہ گھاس کھاتا ہے؟ آپ نے فرمایا یہ گھاس نہیں ہے آپ نے وہ فوجی کو دی تو اس نے دیکھا کہ وہ گرما گرم ماموںی حلوہ ہے، آپ کی لاتعداد کرامات ہیں۔ وصال ۹۱۵ھ میں ہوا۔ (غزی)

حضرت برکات خیاط رحمۃ اللہ علیہ

تجھے معزول کرا کے دم لوں گا

امام شعرانی فرماتے ہیں مجھے حضرت افضل الدین رحمۃ اللہ علیہ نے بتایا کہ ہم ایک دن باب زویلہ سے باہر گورنر ہاؤس کے قریب تھے کہ ایک مغربی تاجر شخص کو ہم نے خچر پر سوار دیکھا حضرت برکات نے اسے روک لیا اور فرمایا اس نے میرے گھر میں چوری کی ہے لوگ اسے گورنر کے ہاں لے گئے آپ نے والی سے کہا جناب! آپ اسے کوڑے اور مختلف چیزیں ماریں اگر وہ مر گیا تو اس کی دیت میں ادا کروں گا جب گورنر اس کی سزا سے فارغ ہوا تو آپ نے تاجر کے چہرے کو دیکھ کر کہا میں نے غلطی کھائی ہے یہ تو وہ نہیں جس نے میرا سامان لوٹا ہے اب گورنر نے حضرت کو اسی لاٹھی سے مارا آپ وہاں سے نکل کر گورنر کے دروازے پر لیٹ گئے اور فرمایا اے مکار شکاری! قسم بخدا! میں تجھے معزول کرائے بغیر اس دروازے کی دہلیز کو نہیں چھوڑوں گا ادھر وہ اٹھے ادھر شاہ کی طرف سے فوری معطلی کا پیغام لے کر قاصد آ گیا۔ اگر آپ کے سامنے بھیڑ کا گوشت لاتے اور آپ کی خواہش کبوتر کے گوشت کی ہوتی تو وہ کبوتر کا گوشت بن جاتا۔

گوشت بدل جاتا ہے

امام شعرانی ہی کہتے ہیں کہ میں ان کی موت کے بعد ان کی زیارت کرنے گیا آپ کے خادم نے مجھے کھانا کھلایا جس میں آدمیوں کے اعضا بازو اور پاؤں تھے مجھے بڑی نفرت ہوئی خادم کہنے لگا یہ بھیڑ کا گوشت ہے حالانکہ میں تو لڑکے کے پاؤں کی پوری کنگھی انگلیاں، ہاتھ اور بازو دیکھ رہا تھا، میں نے یہ بات برادرم افضل الدین کو آ کر بتائی تو انہوں نے کہا زندگی میں بھی ان کا یہی حال تھا آپ ان کے ساتھ کبوتر تناول کر رہے تھے کہ وہ مچھلی پھر مرغی بن گیا ہے اور ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں لوگ بکری کا بچہ ذبح کر کے ان کے سامنے طشتری میں رکھ دیتے وہ کتا بن جاتا تو تب ان کے ساتھ کوئی اسے نہ کھاتا۔

نام کسی کا کام کسی کا

امام مناوی کہتے ہیں آپ کی ایک کرامت یہ ہے کہ اولیائے مصر اپنے مسائل اور مشکلات آپ سے حل کراتے تھے ان

میں حضرت علی مرصفی جیسے بزرگ بھی تھے شعرانی کہتے ہیں میں نے دیکھا کہ حضرت علی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو ابن کاتب کی مشکل اٹھوائی ابن عثمان اس غریب کو روم ساتھ لے جانا چاہتا تھا حضرت علی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا میں تو تصرف نہیں کرسکتا پھر آکر حضرت برکات کی عدم موجودگی میں پتھر ان کی دکان پر رکھ گئے جب آپ واپس آئے تو پتھر، اس کے رکھنے والے اور ساری بات کو پا گئے کہنے لگے نام تو کسی کا ہو اور کام کوئی اور کرے یہ لوگوں سے ہدیے لے کر کھاتے ہیں انہیں مرید بناتے ہیں جب مصیبتیں آتی ہیں تو برکات کے پاس پہنچ جاتے ہیں برکات نے کسی سے کیا کھایا کہ وہ ان کی مصیبتیں خود اٹھائے حضرت شیخ افضل الدین احمدی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا یہ (علی رحمۃ اللہ علیہ) بڑے آدمی ہیں خود کو رسوا کر کے آپ کے پاس آئے ہیں ان کے مرید (ابن کاتب) کا ان کے متعلق گمان ٹھیک رکھیں، آپ نے فرمایا بسم اللہ، پس پھر کیا تھا سلطان اور اس کی جماعت اسی وقت سے ابن کاتب کو بھول گئی۔ سفر میں باوجود نام لکھا ہونے کے ساتھ نہ جا سکے۔ امام نجم الدین غزی کہتے ہیں آپ نے مصر میں ابن عثمان کے آنے کا وقت بتا دیا تھا یہ ۹۲۲ھ کا آخری دن تھا پھر اسی طرح ہوا اس کے آنے کے بعد تیسرے مہینے میں آپ کا وصال ہو گیا۔

حضرت برہان الدین اعرج رحمۃ اللہ علیہ

آپ امام، عالم، بڑے زاہد، ورع پسند، خشوع والے، افراد عباد میں شامل تھے۔

ابن بطوطہ مشائخ سے ملتے ہیں

ابن بطوطہ نے اپنے مشہور سفرنامے میں لکھا ہے میں ایک دن آپ کے پاس گیا تو فرمایا میں دیکھتا ہوں کہ آپ شہروں کی سیاحت کے شائق ہیں میں نے کہا جی ہاں مجھے یہ بات پسند ہے اس وقت تک دور دراز کے علاقوں میں گھومنے پھرنے کا مجھے کوئی اشتیاق نہ تھا کبھی ہند و چین کا خیال بھی نہیں آیا تھا وہ فرمانے لگے ان شاء اللہ آپ ضرور میرے بھائی فرید الدین کی ہند میں اور برادرم رکن الدین رحمۃ اللہ علیہ کی سندھ میں اور برادرم برہان الدین کی چین میں زیارت کریں گے جب انہیں آپ ملیں تو میرا اسلام پہنچا دینا میں ان کی بات سے حیران ہوا اب میرے جی میں ان علاقوں میں جانے کا شوق پیدا ہوا میں گھومتے پھرتے ان تینوں حضرات سے بھی ملا اور آپ کا سلام انہیں پیش کیا میں آپ کو اسکندریہ میں ملا تھا۔

حضرت برہان الدین بن ابی شریف مقدسی مصری کا ذکر ان کے نام ابراہیم کے تحت آ چکا ہے۔

حضرت بشر بن حارث رحمۃ اللہ علیہ

احمد بن ہشیم مطیب کہتے ہیں مجھے حضرت بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا حضرت معروف کرخی سے کہنا جب آپ نماز پڑھیں گے تو میں آپ کے پاس آؤں گا میں نے پیغام حضرت کرخی کو پہنچا دیا ہم نے نماز ظہر پڑھی مگر آپ نہ آئے اسی طرح عصر، مغرب اور عشا کی نمازیں بھی ہم نے پڑھ ڈالیں میں نے جی میں کہا سبحان اللہ! حضرت بشر رحمۃ اللہ علیہ جیسا آدمی بھی بات کر کے اسے پورا نہیں کرتا؟ ایسا تو نہیں ہو سکتا کہ وہ یوں کریں میں مسجد کے اوپر بالا خانہ میں ان کا منتظر رہا رات کا ایک حصہ گزرنے

کے بعد آپ تشریف لائے آپ کے سر پر جائے نماز تھی وہ دجلہ کی طرف بڑھے اور پانی پر چل پڑے میں اب سطح مسجد سے اترا اور آپ کے ہاتھ پاؤں چوم لئے اور آپ سے دعا طلب کی اور فرمایا یہ بات کسی کو نہ بتانا میں نے آپ کی زندگی میں کسی سے بات نہ کی۔

امام قشیری رحمۃ اللہ علیہ آپ (بشر) سے روایت کرتے ہیں کہ میں گھر میں آیا تو ایک مرد کو پایا میں نے کہا آپ کون ہیں جو میرے گھر میں بغیر اجازت داخل ہو گئے ہیں؟ انہوں نے جواب دیا آپ کا بھائی خضر (علیہ السلام) ہوں، میں نے کہا میرے لئے دعا کریں انہوں نے فرمایا اللہ کریم آپ کے لئے اپنی اطاعت کو سہل بنا دے میں نے عرض کیا حضرت! کچھ مزید، تو فرمایا آپ کی اطاعت پر پردہ ڈالے۔ بقول امام یافعی آپ اس کھانے کی طرف ہاتھ نہ بڑھاتے جو حلال نہ ہوتا۔ بقول مناوی آپ اپنے زمانے کے عارف اولیا کے آقا تھے۔

امام شافعی اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہما کا مقام

''فتوحات مکیہ'' میں امام ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ ایک نیک شخص حضرت خضر علیہ السلام سے ملا اور ان سے پوچھا امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق ان کا کیا خیال ہے؟ انہوں نے جواب دیا وہ اوتاد میں شامل ہیں، تو سائل نے پوچھا حضرت احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا کیا مقام ہے؟ فرمایا وہ صدیق ہیں، اس نے پوچھا حضرت بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق کچھ فرمائیں؟ انہوں نے جواب دیا اپنے بعد کوئی مثال نہیں چھوڑ گئے۔ حضرت کا وصال ۲۲۷ھ میں بغداد میں ہوا۔ صبح ہوئی تو آپ کا جنازہ اٹھایا گیا (بھیڑ اتنی تھی) کہ رات کو جنازہ قبرستان میں پہنچا، آپ کو خواب میں دیکھ کر پوچھا گیا اللہ کریم نے آپ کے ساتھ کیا سلوک کیا ہے؟ فرمایا مجھے بھی بخش دیا ہے اور میرے ساتھ جنازے میں چلنے والوں اور قیامت تک مجھ سے محبت کرنے والوں کو بھی بخش دیا ہے۔ حافظ ذہبی نے ''العلوان'' میں آپ کا سن وصال ۲۲۹ھ لکھا ہے۔

حضرت بقا بن بطو رحمۃ اللہ علیہ

آپ عراق کے مشائخ کے قائد اور صدیقین کے عظما میں شامل ہیں۔

یہ کیسی قرأت ہے؟

تین فقہاء آپ سے ملنے گئے نماز آپ کے پیچھے پڑھی آپ نے جس طرح سورۂ فاتحہ پڑھی انہیں پسند نہ آئی انہیں بدگمانی ہوئی وہ رات انہوں نے آپ کے پاس بسر کی رات کو جنابت میں مبتلا ہو گئے آپ کے زاویہ کے دروازے پر پانی کی نہر تھی وہاں غسل کرنے نکلے رات بہت ٹھنڈی تھی دیکھا ان کے کپڑوں پر ایک خوفناک شیر بیٹھا ہوا ہے انہیں اب ہلاکت نظر آ رہی تھی، حضرت باہر تشریف لائے تو شیر آپ کے قدموں پر لوٹ پوٹ ہونے لگا آپ اسے اپنی آستین مار کر ہٹا رہے تھے اور فرما رہے تھے تو ہمارے مہمانوں کے سامنے کیوں آ گیا؟ اگرچہ ان کے گمان ہمارے متعلق اچھے نہیں ہیں۔ وہ چلا گیا سب پانی سے باہر آئے اور توبہ کی حضرت نے فرمایا آپ لوگوں نے صرف زبانوں کی اصلاح کی ہے اس لیے شیر سے ڈرنے لگ

گئے تھے ہم نے دلوں کی اصلاح کی ہے اس لیے شیر ہم سے ڈرتے ہیں۔

او نہر! بدکاروں کو پکڑ لے

ایک دن فوجی کشتی میں شاہی نہر سے گزر رہے تھے سرکشوں کی عادات کے مطابق ان کے پاس آلات گناہ شراب وغیرہ تھی حضرت بقا ساحل پر تھے زور سے پکارا او ملاح! اللہ تعالیٰ سے ڈر اور ساحل کی طرف آجا، ان لوگوں نے پرواتک نہ کی، آپ نے فرمایا اے مسخر نہر! ان بدکاروں کو پکڑ لے پانی چڑھ گیا ان کی طرف بڑھا وہ غرق ہونے لگے تو آپ کی مدد چاہی اور توبہ کا اعلان کیا آپ نے ان کی طرف توجہ فرمائی تو وہ بچ گئے اب وہ آپ کی زیارت کے لئے آتے جاتے رہتے تھے آپ شاہی نہر کے ایک گاؤں نانوی میں رہتے تھے وہیں ۵۵۲ھ میں آپ کا وصال اسی سال سے زائد عمر میں ہوا آپ کی قبر زیارت گاہ ہے۔ (سراج)۔ بقول تاذفی آپ کے گاؤں میں آگ لگ گئی ہر طرف گوشے گوشے میں پھیل گئی حضرت آگ اور اس جگہ کے درمیان کھڑے ہوگئے جہاں ابھی آگ نہیں پہنچی تھی اور فرمایا اے مبارکہ! تو یہاں تک آگئی ہے کہنے کی دیر تھی کہ آگ بجھ گئی۔

حضرت بقی الدین بن مخلد بن مزید ابو عبد الرحمٰن قرطبی رحمۃ اللہ علیہ

آپ اندلس کے ایک عظیم المرتبت عالم اور ولی کامل ہیں آپ کی دعائیں مقبول تھیں آپ نے فن حدیث میں ''المسند فی الحدیث'' لکھی جس میں تیرا سو اساتذہ کی روایات لیں (مسند ایسی کتاب کا نام ہوتا ہے جس میں ایک ایک شیخ کی روایات اکٹھی نقل کی جاتی ہیں۔ مترجم)

آپ کی مفسرانہ عظمت

حضرت ابن عساکر فرماتے ہیں آپ کی تفسیر قطعی طور پر سب تفاسیر سے مقدم ہے پوری اسلامی تاریخ میں اس کی کوئی مثال نہیں نہ تفسیر ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ اس کے ہم مرتبہ ہے اور نہ ہی کوئی اور تفسیر اس کے ہم پایہ ہے، علامہ ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ نے بھی آپ کی تفسیر کے متعلق ایسی ہی رائے دی ہے حضرت ابن عبد اللہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں حضرت کی کوئی ہمسری نہیں کر سکتا۔ (1)

پھر بیڑیاں ٹوٹ گئیں

آپ کی خدمت میں ایک عورت آ کر کہنے لگی میرا بیٹا قیدی ہے اسے آزاد کرانے کے لئے میرے پاس کوئی ذریعہ نہیں اگر آپ کسی کو اس کا فدیہ ادا کرنے کا ارشاد فرمادیں تو نوازش ہوگی میں اس کے لئے بے قرار ہوں آپ نے فرمایا آپ چلی جائیں ہم اس کے مسئلہ پر غور کریں گے آپ نے سر جھکایا اور ہونٹ ہلائے، کچھ عرصہ کے بعد وہ عورت اپنے لڑکے کو لے کر آئی

1۔ دور حاضر کی عظیم تفسیر ضیاء القرآن میں مصنف علامہ حضرت جسٹس سیدی پیر کرم شاہ صاحب سیالوی بھیروی سجادہ نشین بھیرہ نے اپنی کتاب سے بہت استفادہ فرمایا ہے اور اپنی تفسیر میں جابجا اس عظیم تفسیر سے حوالے نقل فرمائے ہیں۔ ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ اور ابن عبد البر رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ دور حاضر کے اس عظیم مفسر نے بھی امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ کی علمی عظمتوں کو سلام کیا ہے (مترجم)

لڑکے نے بتایا میں ایک رومی بادشاہ کی قید میں تھا میں کام کررہا تھا کہ میری بیڑی کٹ کر گر گئی اس نے دن اور وقت بیان کیا بالکل وہی تھا جس دن اس کی ماں کے سامنے آپ نے دعا فرمائی تھی۔ بیڑی کٹی دیکھ کر نگران بگڑا پھر جا کر لوہار کو لے آیا اور مجھے بیڑی پہنا دی جب لوہار فارغ ہوا اور میں چلا تو پھر بیڑیاں ٹوٹ کر گر گئیں وہ مبہوت ہو گئے دہشت زدگی میں اپنے پادری کو بلایا پادریوں نے کہا اسے جانے دو اس کی قید کا تمہیں کوئی فائدہ نہیں ان لوگوں نے زاد راہ دیا اور چھوڑ دیا۔ بقول مناوی آپ کا وصال ۶۷۳ھ میں ہوا۔

حضرت بکار بن عمران رحیبی رحمۃ اللہ علیہ

آپ کی ولادت دمشق میں ہوئی، آپ ننگے رہتے تھے اور ہمیشہ استغراق رہتا آپ کا حال بڑا صاف اور کشف نہ ٹلنے والا بالکل صریح تھا۔ آپ کے ہمعصر آپ کے تصرف دولایت پر متفق تھے کرامات بہت تھیں۔ ایک معتبر شخص نے عارف ربانی محمد قشاشی نزیل مکہ مکرمہ سے یہ واقعہ نقل کیا کہ ہم ذوالحجہ ۱۰۵۳ھ کی سات تاریخ کو مکہ میں حضرت قشاشی کے پاس تھے آپ نے فرمایا آج ہی شیخ بکار ہمارے پاس آئے اور بتایا کہ وزیر اعظم قرہ مصطفیٰ پاشا قتل ہو گیا ہے اور مہر وزارت نائب شام محمد پاشا ولد رستم پاشا کے پاس آ گئی ہے مجھے (قشاشی) یہ سن کر کچھ شک ہوا جب میں شام گیا تو تحقیق حال کی مجھے معلوم ہوا کہ مہر وزارت اسی دن شام پہنچی تھی جس دن کی آپ نے اطلاع دی تھی، میں نے لوگوں سے پوچھا کیا حضرت بکار رحمۃ اللہ علیہ ان دنوں شام سے کہیں باہر بھی گئے ہیں؟ لوگوں نے بتایا وہ طویل عرصے سے کہیں بھی نہیں گئے یہاں ہی مقیم ہیں (یعنی شام میں تھے اور پیغام حضرت قشاشی کو مکہ مکرمہ میں دے آئے۔ مترجم)۔ اکثر حاجی آپ کو عرفات کے موقف میں ٹھہرا ہوا دیکھتے تھے۔ آپ کا یہ واقعہ بھی مشہور ہے کہ جب مولی محمود المعروف بقرہ جلبی زادہ مکہ مکرمہ کے جج بن کر دمشق میں پہنچے تو حضرت بکار اس جگہ انہیں جا کر ملے جہاں وہ ٹھہرے ہوئے تھے آپ نے صوف کا لباس پہن رکھا تھا تکیہ آپ کے لئے لگایا گیا آپ نے قاضی صاحب کو سو جانے کے لئے کہا اور خود ایسے کلمات کہنے لگے جن کا مطلب تھا کہ قاضی صاحب دمشق کے جج بن رہے ہیں اور مکہ مکرمہ نہیں جائیں گے پھر قاضی صاحب کو اسی دن دمشق جج بننے کا حکم مل گیا اور مکہ مکرمہ نہ جا سکے۔ آپ کا وصال ۱۰۶۷ھ میں ہوا۔ فرادیس کے مقبرہ میں دفن ہوئے جسے عموماً تربۃ الغربا کہا جاتا ہے دمشق کے قریب ایک گاؤں رحیبہ نامی ہے جو منزلہ القطیفہ کے قریب ہے اسی کی نسبت سے آپ کو رحیبی کہتے ہیں۔ (محبی)

حضرت ابوالسجاد بکر بن عمر یحییٰ فرسانی تغلبی رحمۃ اللہ علیہ

آپ بہت بڑے فقیہ، عارف، متقی اور زاہد تھے علم وعمل میں مشہور اکابر میں آپ کا شمار ہوتا تھا، آپ کی ظاہری کرامات میں سے ایک یہ ہے کہ مکہ مکرمہ کا راستہ آپ نے حج کے لئے کھولا تھا اس عرصہ میں صحرا کا راستہ معدوم ہو جانے کی وجہ سے حج رک گیا تھا راستہ جاننے والا کوئی نہیں تھا کئی سالوں تک آپ قافلوں کے ساتھ جاتے رہے اور راستہ اس طرح کھل گیا کوئی عرب وغیرہ آپ کی برکت سے ان قافلوں سے تعرض نہیں کر سکتا تھا۔

آپ کو اسم اعظم عطا ہوا تھا آپ کو ایک خصوصیت بھی اللہ کریم نے عطا فرمائی تھی جب آپ رفع حاجت کے لئے جاتے تو زمین پھٹ جاتی اور آپ کے جسم سے نکلنے والے مادہ کو نگل لیتی۔ وصال ۷۰۰ھ میں ہوا۔ بقول شرجی آپ کا مزار یمانی گاؤں میں زیارت گاہ عوام و خواص ہے۔

حضرت بکر مجذوب رحمۃ اللہ علیہ

آپ اولیائے ملت میں سے ایک ہیں جو اصحاب کشف و کرامات ہیں، یافہ کے قریب علاقہ نابلس کے بنی صعب کے دیہاتوں میں سے ایک گاؤں طیر کے آپ رہنے والے تھے آپ سے لاتعداد کرامات کا ظہور ہوا۔ ہمیں اپنے دوست فاضل محترم شیخ رشید آفندی فاخوری بیروتی نے بتایا کہ میں نے وہاں حضرت بکر مذکور کی بہت سے لوگوں سے بہت سی کرامات سنیں سب لوگ آپ کی کرامات پر متفق ہیں میں جس مکان میں بطور کرایہ دار رہ رہا تھا وہ اس میں تشریف لائے اور اس کے باورچی خانے والی طرف دیکھا اور فرمایا یہ گھر گر جائے گا آپ چلے گئے اسی ہفتے اسی سمت سے گھر گر گیا جدھر کا آپ نے ارشاد فرمایا تھا گھر والے ملبے کے نیچے آ گئے میں گھر سے باہر تھا اسی دوران حضرت بکر گھر کے دروازے پر آئے اور کہا وہ تو بچ گئی ہے بچ گئی ہے یہ کہہ کر نکل گئے میں جب لوگوں کو لے کر وہاں پہنچا تو ہم نے خاتون خانہ کو ملبے کے نیچے سے نکالا اسے کوئی ضرر نہیں پہنچا تھا۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝۔ آپ نے اپنی موت کی خبر تین دن پہلے دے دی تھی اور خود حرم گاؤں میں چلے گئے تھے جہاں مشہور ولی سیدنا علی بن علیم رحمۃ اللہ علیہ مدفون ہیں جو یافہ کے قریب ساحل سمندر پر ہے خود اپنی قبر وہاں کھودی اور تین دنوں کے بعد وہیں فوت ہو کر دفن ہوئے تقریباً ۱۳۱۰ھ کا واقعہ ہے۔

حضرت بلال خواص رضی اللہ عنہ

ماں کی دعا اور خضر علیہ السلام سے ملاقات

خود فرماتے ہیں میں صحرائے بنی اسرائیل میں تھا کہ ایک آدمی میرے ساتھ چلنے لگ گیا میں حیران ہوا پھر الہام ہوا کہ وہ حضرت خضر علیہ السلام ہیں میں نے انہیں کہا میں آپ کو حق تعالیٰ کے حق کی قسم دیتا ہوں ارشاد فرمائیں آپ کون ہیں؟ انہوں نے جواب دیا آپ کا بھائی خضر (علیہ السلام) ہوں، میں نے کہا میں آپ سے کچھ پوچھنا چاہتا ہوں، فرمانے لگے پوچھئے۔ میں نے کہا امام شافعی کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے؟ فرمانے لگے وہ اوتاد میں شامل ہیں، میں نے کہا آپ کا ارشاد امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق کیا ہے؟ ارشاد ہوا وہ صدیق ہیں، میں نے کہا آپ کی رائے حضرت بشر بن حارث حافی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق کیا ہے؟ فرمایا وہ اپنے پیچھے اپنے جیسا کوئی نہیں چھوڑ گئے۔ (یہ واقعہ حضرت حافی کے ذکر میں بھی گزر چکا ہے) میں نے عرض کیا میں نے کس وسیلے سے آپ کی ملاقات کی ہے؟ آپ نے فرمایا یہ تمہاری ماں کی دعا کی برکت تھی۔ (امام یافعی)

حضرت ابو البیان بنا ابن محمد بن محفوظ قرشی دمشقی رحمۃ اللہ علیہ

آپ کا ذکر حضرت جلال الدین بصری رحمۃ اللہ علیہ نے "تحفة الأنام في فضائل الشام" میں اور علامہ ابن حورانی رحمۃ اللہ علیہ نے

''الإشارات فی أماکن الزیارات فی دمشق'' میں کیا ہے۔علامہ بصری کے الفاظ یہ ہیں ''شیخ ابوالبیان بیانیہ سلسلہ کے قائد ہیں یہ سلسلہ دمشق میں آپ سے ہی منسوب ہے آپ امام، عالم، زاہد اور متقی تھے، لغت، نحو اور فقہ کے عالم تھے مناقب کثیر اور فضائل شہیر ہیں، برکات معروف ہیں۔

خضر علیہ السلام کا سلام

حضرت بطائحی کہتے ہیں میں نے حضرت ابوالبیان اور حضرت رسلان کو جامع مسجد دمشق میں اکٹھا دیکھا میں نے اللہ کریم سے دعا کی کہ وہ مجھے دیکھ نہ سکیں میں ان کے پیچھے چل پڑا وہ مغارہ دم بالا میں جا پہنچے اور باتیں کرنے لگ گئے اچانک ایک شخص پرندے کی طرح ہوا میں اڑتا ہوا آیا مریدوں کی طرح ہم لوگ اس کے سامنے بیٹھ گئے وہ دونوں اس سے مختلف باتیں پوچھتے رہے ایک سوال یہ تھا کیا سطح ارضی پر کوئی ایسا شہر بھی ہے جو آپ نے نہیں دیکھا؟ انہوں نے جواب دیا ایسا کوئی شہر نہیں ہے وہ دوران گفتگو انہیں یا ابا العباس! کہہ کر خطاب کرتے میں سمجھ گیا یہ خضر علیہ السلام ہیں۔

امام ذہبی نے اپنی کتاب ''العلو'' میں آپ کا تذکرہ یوں فرمایا ہے وہ شیخ امام، قائد ابوالبیان بنا بن محمد بن محفوظ سلمی حورانی دمشقی شافعی ہیں، آپ لغت کے ماہر ہیں بیانی اولیا کے مرشد ہیں آپ کا سن وصال ۵۵۱ھ ہے انہیں سلمی کیوں کہتے ہیں یہ حافظ ذہبی کی کتاب سے دیکھ لیں اسی طرح قرشی کہلانے کا سبب اجروی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب سے دیکھ لیں۔

حضرت بنا حمال بن محمد بن احمد بن سعید واسطی مصری رحمۃ اللہ علیہ

آپ مشہور ولی ہیں حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ کے مصاحب رہے صاحب خوارق وکرامات ہیں۔ایک جج نے ابن طولون کو آپ کے خلاف بھڑکایا اس نے حکم دیا کہ انہیں درندے (شیر) کے سامنے ڈال دیا جائے۔شیر آپ کو سونگھنے لگ گیا اور کوئی ضرر نہیں دیا۔آپ سے پوچھا گیا کہ شیر نے سونگھا تھا تو آپ کے دل میں کیا تھا؟ فرمانے لگے میں سوچ رہا تھا کیا شیر کا تھوک پاک ہے یا نہیں؟ ایک مصری جج کے سامنے آپ کی چغلی کھائی گئی اس نے سات چوٹیں لگائیں آپ نے بددعا دی کہ وہ سات سال قید میں رہے وہ پھر سات سال قید ہو گیا۔ایک مریض نے تکلیف کی شکایت کی فرمایا قبلہ کی طرف سے مٹی لے کر اس سے شفا حاصل کرو اس نے ایسا کیا فوراً ٹھیک ہو گیا مصر میں ۳۱۶ھ میں وصال ہوا مسجد محمود کے ساتھ بطن مقطم میں قرافہ کے قبرستان میں دفن ہوئے۔(مناوی)

حضرت بونی اپنے نام احمد بن علی رحمۃ اللہ علیہ میں مذکور ہوئے اسی طرح حضرت بہاؤالدین نقشبند کا ذکر ان کے نام محمد کے ذیل میں ہو چکا ہے۔

حضرت بہاءالدین مجذوب قادری رحمۃ اللہ علیہ

آپ اکابر عارفین میں شامل ہیں آپ کا کشف کبھی خطا نہ کرتا آپ باب شعریہ کے قریب اپنے خلوت کدے میں ہی مدفون ہیں۔

مٹکا نہ ٹوٹا

امام شعرانی فرماتے ہیں: ہم ایک دن ولیمہ میں آپ کے ساتھ حاضر ہوئے رات کو آپ نے فقہا کو دیکھ کر انہیں خوفزدہ کر کے فرمایا تم نے کلام اللہ کے ساتھ کفر کیا ہے پھر آپ نے پانی کا مٹکا اٹھا کر ان کی طرف پھینک دیا مٹکا چھت کی طرف چڑھا پھر نیچے اترا ایک فقیہ بولا آپ نے تو مٹکا توڑ دیا فرمایا جھوٹ کہتے ہو مٹکا صحیح سلامت زمین پر آ گیا پندرہ سالوں کے بعد وہی فقیہ آپ سے ملا تو آپ نے فرمایا اس جھوٹے گواہ کو خوش آمدید جو کہتا تھا کہ مٹکا ٹوٹ گیا ہے۔ حضرت زیتون حضرت بہاء الدین کے خادم نے مجھے بتایا کہ جب آپ پر جذب طاری ہوا تو سات سال تک آپ کی بیوی نے آپ کے تندرست ہونے کا انتظار کیا مگر آپ ٹھیک نہ ہوئے اس نے علماء سے فتویٰ مانگا علماء نے اسے شادی کی اجازت دے دی جس دن دوسرا خاوند اس کے ہاں آیا آپ اس کے پاس جا پہنچے دونوں کو نیزہ سے مار دیا۔ آپ کو جج نے کوڑا مارا تو اندھا اور اپاہج ہو کر مرا۔ (شعرانی: المنن)

جذب کی وجہ

بقول مناوی آپ کے جذب کی وجہ یہ تھی کہ آپ قمح کے میدان کی جامع مسجد کے خطیب تھے آپ ایک نکاح میں گئے آپ نے ایک آدمی کو زور زور سے یہ کہتے سنا آگ لے آؤ، گواہ لے آؤ، آپ یہ سن کر چیخے اور تین دن تک جدھر منہ آیا پہاڑ میں گھومتے رہے اس حال کا بوجھ آپ پر پڑ گیا پانچ سال پھر آپ نے نہ کھایا نہ پیا اور نہ سوئے آپ اس جذب و مستی سے پہلے شاذابی کلام یاد کرتے تھے اب اس کے شعر پڑھتے رہتے تھے یہ اصولی بات ہے کہ جذب و مستی کے آغاز سے پہلے آدمی جو کام کرتا ہوتا ہے جذب و مستی میں وہی کرتا رہتا ہے جسے قبض و بسط کے حال میں جذب ہوتا ہے وہ اسی حال میں باقی رہتا ہے مجذوب دربار خداوندی میں اگر ہزار سال گزار دے تو اسے یوں محسوس ہوتا ہے صرف ایک لمحہ گزارا ہے اسے زمانے کے گزرنے کا احساس ہی نہیں ہوتا۔ حضرت بجائی جب جذب میں پڑے اور بحر ہند تک کا درک و فہم آپ کو مل گیا تو بھی آپ یہ کہتے رہتے تھے: باب النکرة کل أمر شائع فی جنسه لا یختص به واحد دون واحد (نکرہ وہ ہے جو اپنی جنس کے سب افراد کو عام ہو اور کوئی ایک اس کے ساتھ خاص نہ ہو) یہ صرف اس لئے کہتے تھے کیونکہ جب جذب کا آغاز ہوا تو آپ علم نحو پڑھ رہے تھے اور ابن الکانی جذب میں کہتے تھے لا حق ولا استحقاق (کیونکہ وہ فقہ پڑھ رہے تھے)۔

حضرت بہاء الدین مذکور جب کسی امیر سے کہتے ہم نے تمہیں معزول کر دیا ہے یا والی بنا دیا ہے تو جلدی یہ بات پوری ہو جاتی جس بات کی خبر دیتے وہ ضرور سامنے آ جاتی ایسا کبھی نہیں ہوا کہ اس میں ذرا بھی خطا ہو جائے وصال ۹۲۲ھ میں ہوا باب شعریہ کے قریب اپنے زاویہ میں دفن ہوئے۔

حضرت پیر الیاس اماسی رحمۃ اللہ علیہ

صدر الدین کے پاس جاؤ

حضرت سلطان محمد بن بایزید خاں کی سلطنت میں ایک عارف شیخ تھے اور شیخ عارف ربانی صدر الدین شیروانی رضی اللہ عنہ

کے دوست تھے ان کے ساتھ خلوت اربعینیہ (چالیس روزہ خلوت) میں مجاہدات وریاضت فرماتے رہے تھے حضرت شیخ صدر الدین ان پڑھ تھے لہٰذا حضرت مذکور کو کئی دفعہ فترت (عمل میں رکاوٹ) آجاتی تھی اور اسی بنا پر آخر کار آپ شروان سے اپنے وطن واپس آگئے اور بارہ سال تک وہاں مجاہدات وریاضات میں مشغول رہے جب آپ کو زین الغافی خراسانی کی شہرت پہنچی تو آپ نے وہاں جانے کا ارادہ کرلیا پھر حضور امام الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خواب میں دیکھا آپ نے ارشاد فرمایا اے الیاس! صدر الدین کے پاس جاؤ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا حکم پا کر آپ ان کی طرف چلے جب قریب گئے تو انہوں نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا آج مولیٰ الیاس رحمۃ اللہ علیہ آرہے ہیں تم لوگ ان کا استقبال کرو جب آپ وہاں پہنچے تو حضرت کے ہاتھ چوم لئے حضرت صدر الدین نے فرمایا اے مولیٰ! بہت سے لوگوں کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام خود رشد و ہدایت کا پیغام نہیں دیتے آپ حضرت کی خدمت میں بہت مدت ٹھہرے رہے مجاہدات وریاضات کا سلسلہ جاری رہا پھر صلہ رحمی کے لئے حضرت کے حکم سے آپ وطن واپس آئے جب حضرت صدر الدین کی وفات کی خبر ملی تو آپ اپنے گاؤں اماسیہ میں اپنے باغ میں محفل ارشاد لگا کر بیٹھ گئے۔ یہ مشہور بات ہے کہ موت کے بعد نہلانے والے نے آپ کو پھٹے پر رکھا تو ایک چبوترے پر وہ پھٹا پڑا تھا چبوترے کی ایک سمت گرگئی حضرت نے پھٹے کی ایک سمت کو اپنے ہاتھوں سے پکڑ لیا تاکہ وہ گر نہ سکے۔ سوادیہ کے مقام پر آپ دفن ہوئے۔ (شقائق نعمانیہ)

پیر جمال الامام جمال الدین شیرازی عجمی شافعی رحمۃ اللہ علیہ

آپ سالک عارفوں کے اکابر میں شامل ہیں آپ کی بہت سی کرامات ہیں۔ سید علی بن عفیف شیرازی رحمۃ اللہ علیہ آپ کے مخالف ومقابل تھے آپ نے انہیں بددعا دی ان کے پہلو میں پھوڑا نکلا جو جان لیوا ثابت ہوا آپ کا وصال ۸۸۰ھ کے بعد ہوا۔ (مناوی)

حرف تاء

حضرت تاج الدین بن رفاعی رحمۃ اللہ علیہ

''نفاح الارواح'' میں علامہ سراج لکھتے ہیں ہمیں پتہ چلا کہ محمد بن ورشانہ نامی ایک شخص قلعہ کیفا کی وقف زمین پر بطور فقرا کے امین کے متعین تھا وہ فقیروں کے ساتھ آیا حضرت نے اسے فرمایا اے فلاں شخص! فقیر اکثر تیری شکایات کرتے رہتے تھے، اس نے کہا آپ کو پتہ ہے وہ جھوٹے ہیں اگر سچے ہیں تب بھی آپ کو پتہ ہے ابھی حضرت نے جواباً پوری بات بھی نہیں فرمائی تھی کہ ابن ورشانہ پیٹھ کے بل زمین پر گر کر مر گیا اس دن بے شمار لوگ وہاں موجود تھے۔

ہڈیاں جڑ گئیں مرغی زندہ ہوگئی

ہمیں یہ روایت بھی ملی ہے کہ حضرت تاج الدین ایک گاؤں سے گزرے جہاں کے کچھ لوگ اولیاء کے مخالف تھے آپ نے ایک مشہور بخیل آدمی سے مرغی مانگی اور صرف خود کھائی لوگوں نے بتایا اس کے تو چھوٹے چھوٹے چوزے ہیں حضرت نے اس برتن کی طرف اشارہ فرمایا جس میں اس کی ہڈیاں تھیں جب برتن کھولا گیا تو مرغی صحیح وسلامت اس میں موجود تھی وہ اپنے چوزوں کے پاس بھیج دی گئی حاضرین پر اس بات کا بے حد اثر ہوا اور لوگ آپ کے بے حد معترف ہوئے مگر آپ اسی وقت وہاں سے کوچ کر گئے۔

پھر گر کر مر گیا

حضرت تاج الدین ام عبید میں ہر سال منعقد ہونے والی محفل میں حسب عادت تشریف لے گئے آپ پانچ راتیں وہاں عمل فرماتے اور عجیب حالات آپ پر طاری ہوتے ایک شخص کہنے لگا حضور والا! لوگ کہتے ہیں کہ مردہ وزندہ مشائخ اس رات یہاں آتے ہیں اگر بات سچ ہے تو میرے مرشد کہاں ہیں؟ آپ سیڑھیاں چڑھ رہے تھے آپ نے اسے مرشد دکھائے جب اس نے اچھی طرح اپنے مرشد کو پہچان لیا تو گرا اور مر گیا۔ ایسا ہی ایک واقعہ ان کے والد حضرت شیخ شمس الدین مستعجل سے بھی ہمیں پہنچا ہے کہ سائل نے دیکھا تو دیگر مشائخ کے ساتھ اس کے مرشد بھی حاضرین کے سروں پر موجود تھے سب نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھا رکھے تھے یہ دیکھ کر وہ گرا اور مر گیا دونوں روایتیں صحیح ہیں۔

خدام کو سزا مل گئی

حضرت تاج الدین رحمۃ اللہ علیہ حضرت شیخ قطب جاکیر مشہور ولی کی تربت کے قریب سے گزرے آپ نے دو دلفگار غلاموں کو بھیجا کہ وہ تربت کے خدام کو جا کر بتائیں کہ حضرت آرہے ہیں ان خدام نے بہت سی کھانے کی چیزیں دونوں کے سامنے پیش کیں وہ سب کچھ کھا گئے اور پھر بھوک کی شدت سے مزید طلب کرنے لگے تربت کے خدام کہنے لگے یہ دو اتنا کھا گئے ہیں سارا مجمع کتنا کھائے گا؟ انہوں نے دروازے بند کر لئے حضرت تاج الدین تشریف لائے ان کی ہوا پر چلنے والی چکی کو اشارہ فرمایا تو وہ معطل ہوگئی فرمایا اب نہ چلے گی وہ آج تک نہیں چلی، آپ کے ایک جاں نثار غلام نے کنوئیں میں تھوک دیا جس کا

پانی آج تک کھاری ہے وہاں کی ایک زمین بہت زرخیز تھی۔ حضرت نے اسے بھی معطل کرنا چاہا لوگوں نے بے حد سفارش کی اور عرض کیا اس میں بہت ثواب اور لوگوں کا نفع ہے لوگوں کی منت وسماجت کے بعد آپ نے اسے معطل نہ فرمایا اب تربت کے خدام بہت نادم ہوئے مگر اب ندامت کا فائدہ نہ تھا۔

فتح ونصرت اور خلوت کدے کی خوشخبری

ایک رفاعی شخص جس کا نام حسن کردی تھا اسے حضرت نے فرمایا شام محروسہ جاؤ کیونکہ فلاں تاریخ کو بہسنی سرحد عظیم بادشاہ خلیل بن ملک منصور سیف الدین قلاون صالحی کے ہاتھوں فتح ہوگی اور ارمنوں کے ہاتھوں سے وہ اس سرزمین کو نکال لیں گے یہ مبارک سرحد ہے جہاں حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ساتھ ہر جمعہ کی رات کو روحانی طور پر نماز پڑھتے تھے اور گزشتہ تیس سال سے جب سے ارمنوں نے یہ جگہ لی ہے حضور کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم وہاں تشریف نہیں لائے ہیں ان میں حضرت حسن کے شیخ صالح محمد بن شوا بھی مل گئے وہ مشہور الحال انسان تھے وہ فرمانے لگے ہم شیخ حسن بہسناوی رحمۃ اللہ علیہ کو خوش آمدید کہتے ہیں جنہیں سیدی تاج الدین نے فرمایا ہے کہ بہسنی کو فلاں شخص فتح کرے گا اور ان کا وہاں زاویہ ہوگا حضرت نے ساری بات دہرادی ابھی تھوڑا ہی عرصہ گزرا تھا کہ یہ علاقہ فتح ہوگیا اور حضرت حسن نے وہاں زاویہ بنایا اور ہم نے آپ کو وہاں پایا یہ فتح بغیر کسی محاصرہ وتکلیف کے ۶۹۲ھ میں ملک اشرف صلاح الدین خلیل نے کی۔

علماء امتحان لیتے ہیں

حضرت تاج الدین رحمۃ اللہ علیہ روم کے شہر سے گزرے فقہا کو پتہ چلا وہ اکٹھے ہوگئے اور مختلف شہروں سے آپ کی خدمت میں آئے رومی علاقہ میں نائب السلطنت بھی آیا سب کہنے لگے حضور! آپ ایک بڑے گھرانے اور عظیم شہرت والے پھیلے ہوئے مرتبے والے اور بہت قبولیت والے ہیں آپ کے پاس تو علم وفضل اور اصل وفروع کا ہونا ضروری ہے ہم چاہتے ہیں کہ آپ سے استفادہ اور آپ سے تبرکاً کچھ نقل کریں آپ سمجھ گئے کہ یہ لوگ امتحان لینا چاہتے ہیں اور اگر آپ ان کا جواب دیتے ہیں تو کہہ دیں گے یہ تو کسی فاضل کی شاگردی اور ان کیساتھ علم میں مصروف رہنے کی وجہ سے حاصل ہوا ہے لہٰذا یہ عظیم آدمی نہیں ہیں۔ آپ نے ان کی بات سن کر ایک نوجوان کی طرف اشارہ کیا جو آپ کے ساتھیوں میں سب سے کم عمر اور کم مرتبہ تھا فرمایا یہ آپ لوگوں کو جواب دے گا۔ حضرت نے سر جھکا لیا ان لوگوں نے ہر مشکل مسئلہ اس لڑکے کے سامنے پیش کیا لڑکے نے وہ جواب دیئے جو عظیم اکابر وعلماء بھی نہ دے سکتے تھے سب مبہوت ہوگئے اور ذلیل ورسوا ہو کر واپس چلے گئے۔ بقول علامہ سراج جواب دینے والے ابراہیم بن مسینہ نامی جوان نے بتایا کہ آپ غیب سے مجھ پر جواب ڈالتے جارہے تھے اور میں کہتا جارہا تھا۔

کیا شان ہے سبحان اللہ!

ہمیں یہ بھی اطلاع ملی کہ شاہ تارتار ہلاکو خاں نے نصرانیوں کو اپنے پاس سے فرمان نامہ دے دیا ہے انہوں نے مساجد و

مدارس کو تباہ کر دیا اذان اور اسلامی شعائر کی ممانعت کر دی۔ علما فقراء اور دوسرے لوگوں کو مارنا شروع کر دیا۔ پانچ سو علماء حضرت سیدنا شمس الدین مستعجل بن رفاعی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مسلمانوں کو جن بلاؤں نے گھیر رکھا تھا ان میں آپ سے مدد چاہی آپ سے انہوں نے سوال کیا کہ اسلام کے حال پر نگاہ ڈالیں، عرض کرنے لگے حضور! یہ وقت حال نہیں ہے اے صاحب حال! اب مدد کا وقت ہے حضرت نے علماء کے ساتھ اپنے صاحبزادے سیدی تاج الدین کو بھیجا اور قابل اعتماد وصیتیں فرمائیں۔ صاحبزادہ صاحب نے علماء کے ساتھ جانے کی تیاری فرمائی اور جاں نثاروں کا ایک بڑا گروہ بھی آپ کے ساتھ تھا جب یہ لوگ ہلاکو کے پاس پہنچے تو ان کے حال نے اس پر گہرا اثر ڈالا، ان سب لوگوں نے اس کو سوچنے پر مجبور کر دیا۔ اس نے حضرت تاج الدین رحمۃ اللہ علیہ سے کہا جو اس وقت بالکل نوعمر تھے ہم کیا حکم لکھیں؟ آپ نے فرمایا آپ نے ان نصاریٰ سے اثر لے کر فرمان لکھ دیا ہے حالانکہ یہ لوگ باطل پرست اور گمراہ ہیں اور آپ کو بھی چونکہ علم نہ تھا اور نہ یہ علماء آپ سے سوال کرتے اب یہی صورت فیصلہ باقی ہے کہ آپ مختلف معدنیات جو آپ کی عظمت و شاہی کے مناسب ہوں کو ملا کر آگ جلائیں اور پھر ہم اور یہ نصاریٰ اس میں داخل ہو جائیں، جو سچا ہوگا بچ جائے گا اور جو جھوٹا ہوگا تباہ ہو جائے گا۔ ہلاکو بولا بالکل ٹھیک ہے ایسا ہی کریں گے اس نے فوج کو حکم دیا ایک بہت بڑا گڑھا کھودا گیا پھر اسے لکڑی لوہے تانبے اور سکے وغیرہ سے بھر دیا گیا شاہ نے کہا اب اسے خوب پھونکو وہ شدید آگ کی صورت اختیار کر گئی اتنے زور کی تپش تھی کہ ایک ساعت کی مسافت سے گرمی محسوس ہوتی تھی پھر فوج نے علماء، فقراء اور نصرانیوں کو گھیرے میں لے لیا پھر حضرت تاج الدین ان غلاموں سے چند قدم آگے بڑھ کر دو رکعت نماز پڑھتے ہیں انہیں اشارہ فرماتے ہیں آؤ تب وہ اس جگہ جا سکے جہاں جہاں آپ نے نماز پڑھی تھی پھر آپ چند قدم آگے نماز پڑھ کر ارشاد فرماتے تو وہ لوگ وہاں پہنچ جاتے اسی طرح کرتے انہیں گڑھے کے کنارے تک لے گئے پھر حضرت صاحب اور سب فقیر بہت روئے۔ پھر آپ نے اپنے کریم ہاتھوں سے فقیروں کی طرف اشارہ فرمایا کہ اتر جاؤ۔ سب فقیر اتر گئے ہر ایک کے ہاتھ میں ایک نصرانی کا ہاتھ تھا آگ میں گھس گئے اور دوسرے گوشے سے جا نکلے انہیں آگ نے کچھ نہ کہا ہر فقیر کے ہاتھ میں نصرانی کا کچھ ٹکڑا تھا جو اس نے پکڑ رکھا تھا، ہاتھ تھا، پاؤں تھا یا سر تھا باقی حصے آگ میں پگھل گئے تھے۔ کئی فقیروں کے ہاتھ میں لوہے، تانبے یا سکے کے ٹکڑے تھے جن میں کچھ تو منجمد اور ٹھوس تھے اور کچھ پگھل کر بہہ رہے تھے اور وہ ٹکڑا پگھل کر عیسائی کے چہرے، آنکھ، منہ اور باقی جسم پر پڑ رہا تھا جو نصرانی باہر کھڑے تھے وہ تھوڑی تعداد میں تھے انہوں نے بادشاہ کی پناہ لی اور اپنی جانیں بہت سا مال دے کر بچائیں بادشاہ یہ منظر دیکھ کر ہکا بکا رہ گیا اس کی حکومت کے سب ارکان مبہوت ہو گئے فقیروں کے سامنے سرنگوں ہوئے عاجزی اختیار کر لی جب نبوت محمدیہ کا یہ عظیم معجزہ دیکھا تو ان کی عقلیں دنگ ہو گئیں کیونکہ ان اولیاء کی یہ کرامت یقیناً حضور نبی مکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا معجزہ تھا پھر شاہ نے فقیروں پر بے حد انعام واکرام کیا عزت، جاہ اور قبولیت کا انہیں سامان دیا، اب نصرانیوں میں شدید عذاب اترا سابقہ فرامین کو منسوخ کر کے نئے احکام نافذ ہوئے۔ علماء، فقراء اور اسلامی عبادت گاہوں کی حشمت و تقدس بحال ہوا بادشاہ کے سامنے اسلام کی شوکت اور دلیل کی پائیداری واضح ہو گئی۔

ایک اور سند سے یوں روایت ہے کہ حضرت شمس الدین مستعجل رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے بھائی ابوبکر رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے والد تاج الدین رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ بھیجا آپ جب آگ کی طرف بڑھے تو اس پر اپنا ازار بند ڈال دیا اس طرح اس کے شعلے کم ہو گئے آپ نے سخت زہر بھی لیا حالانکہ نگران اسے پینے سے عاجز آ گئے تھے، جب آپ کو پسینہ آیا تو زہر کی وجہ سے آپ کا ازار بند پھٹ گیا۔

شیروں اور سانپوں کے چابک لے کر سوار ہوئے

حضرت سیدی تاج الدین رحمۃ اللہ علیہ ایک دفعہ کسی پیش آمدہ مسئلے میں جان نثار محبت کار ساتھیوں کی معیت میں شیروں پر سوار ہاتھوں میں سانپوں کے چابک پکڑے ہلاکو کے پاس تشریف لائے، مغلوں کے گھوڑے بدکے ہلاکو نے شور سنا تو اپنے خیمے سے غیر معروف انداز سے نکلا حضرت تاج الدین رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے شیروں کو دعوت پیش کرو کیونکہ وقت پرسکون ہے ہر شیر کو انہوں نے گھوڑے کا خوراک والا توبرا دیا شیر نے کھا کر گھوڑے کی جگہ سنبھال لی (گھوڑے بن گئے) پھر حضرت تاج الدین ہلاکو کو ملے اور فرمایا تم نے اسلام کے والہ وشیدا لوگوں کا حال دیکھا اب ہم تمہیں ایک اور بات بتاتے ہیں تمہارے پاس جو زہر ہے اس کا ایک ٹکڑا ہمیں دے دو، اس نے وہ برتن منگایا جس میں ایسا زہر تھا جس سے فوری موت واقع ہوتی ہے آپ نے فرمایا جتنا زہر چاہو ہمیں تشتری میں رکھ دو تاکہ ہم اسے پانی میں حل کر لیں اور سب فقراء اسے پی لیں، اس نے کچھ زہر رکھ دیا حضرت نے فرمایا یہ تو کافی نہیں ہے۔ ہلاکو بولا یہ بہت ہے اس نے روٹی کے ٹکڑے پر زہر کا ایک قطرہ ڈالا اور کتے کی طرف پھینک دیا کتا کھاتا گیا اور مرتا گیا وہ کہنے لگا یاد رکھنا تمہارے خون میری گردن پر نہیں ہوں گے (کیونکہ تم خود زہر پی رہے ہو) فقیروں نے زہر پی کر بہت اچھی قوالی شروع کر دی اور کسی کو کچھ بھی نہ ہوا ہلاکو بولا آپ لوگوں کی جو بھی ضرورتیں ہوں مجھے آرڈر دو میں بسر و چشم پوری کروں گا انہوں نے ضرورتیں پیش کیں اور اس نے پوری کر دیں، علامہ سراج فرماتے ہیں جو ساقی زہر کا برتن لایا تھا اس کا نام الحاج ابراہیم تھا وہ اصلاً حلب کا رہنے والا تھا اور ہلاکو کا ساقی بن گیا تھا۔

آگ سے پھل اور خوشبوئیں لے کر نکلے

ایک دفعہ حضرت تاج الدین رحمۃ اللہ علیہ ہلاکو کے بیٹے کے پاس گئے جو مسلمان ہو گیا تھا اور نام سلطان احمد تھا اس کی اور اس کی حکومت کے ارکان کی موجودگی میں فقیروں نے عظیم محفل سماع منعقد کی حکومت کے کارندوں نے کہا ہم اسی قسم کا آگ کا تماشا دیکھنا چاہیں گے جیسا ہلاکو کے دور میں تم نے دکھایا تھا، فقیروں نے کہا بسم اللہ ہم حاضر ہیں، جب حکمران طبقہ نے اپنی مرضی کے مطابق آگ جلائی تو فقراء اس میں گھس گئے، آنکھوں سے اوجھل ہو گئے حضرت تاج الدین نے ایک چھوٹا سا بچہ شاہ احمد کی گود سے اچک لیا وہ اس کا بیٹا تھا یا بھائی تھا۔ اسے لے کر آگ میں داخل ہو گئے پھر باقی فقیر تو نکل آئے آگ بھی بجھ گئی مگر حضرت تشریف نہ لائے کچھ تاتاری کافر بولے اگر وہ بچے کو لے کر صحیح وسلامت نہ نکلے تو ہم نہ صرف فقیروں کو بلکہ سب مسلمانوں کو مار ڈالیں گے۔ دشمنان دین خوش تھے کہ سلطان احمد اس چھوٹے بچے کی وجہ سے مسلمانوں پر غضبناک ہو جائے گا دو ساعتوں کے بعد آپ نکل آئے بچہ بہت اچھے حال میں ان کے ساتھ تھا دونوں کے پاس طرح طرح کے پھل اور وہ سب خوشبوئیں تھیں جو ان علاقوں میں موجود نہ تھیں دونوں شاداب وخوش تھے، بچے سے انہوں نے پوچھا تو وہ بولا ہم باغات، پھل

انہار اور خوشبوؤں میں گھومتے رہے ہمیں نہ تو آگ دکھائی دی اور نہ کوئی اور تکلیف دہ بات ہوئی لوگ بہت حیران ہوئے اور فقراء کو بے حد وحساب اکرام واحترام ملا۔

ایک اور امتحان

حضرت تاج الدین رحمۃ اللہ علیہ کچھ مطلوب مشائخ کی اولاد کے ساتھ اپنے اپنے اسلاف کی خانقاہوں سے نکلے کیونکہ ان کے خلاف ایک کیس تھا کہ یہ لوگ اپنے اسلاف کے نام پر نذرانے اور اوقاف تو کھا رہے ہیں لیکن ان میں فقراء کے اوصاف نہیں ہیں یہ کیس جب سلطان محمود غازان کے سامنے پیش ہوا تو سب اصحاب سجادہ بولے اب ہمارا سہارا صرف حضرت تاج الدین ہی ہیں وہ آپ کے پاس آئے تو آپ نے کہا حرج کی بات نہیں ہم سب ایک ہی عضو ہیں آپ محمود غازان سے ملے اور فرمایا آپ کو فقراء پر اعتراض کرنے کی ضرورت نہیں ہے اس گروہ کے مسلمان اور کافر دشمنوں کی باتوں سے آپ کو دھوکہ نہیں کھانا چاہئے (لیکن اگر آپ امتحان ہی لینا چاہتے ہیں) تو فوری مار دینے والا زہر منگالیں ہم سب پی لیں گے اگر ہم سلامت رہے تو ہم حق پر ہیں اور اگر مر گئے تو زمین ہمارے وجود سے راحت پالے گی۔ اس نے امتحان کے لئے بہت سا زہر منگایا اسی طرح ایک طشت میں اسے گھولا گیا جس طرح ہلاکو کے دور میں گھولا تھا انہوں نے سب زہر پی لیا مگر انہیں تو کچھ بھی نہ ہوا محمود غازان نے ان کی طرف رجوع کر لیا اور ان کے دوستوں کا احترام کیا اور دشمنوں کو رسوا کیا اور ان کے لئے عزت واحترام کا فرمان نامہ لکھا اور حکم دیا کہ زمانہ گزرنے کے ساتھ ان کی دشمنی اور تعرض سے بچا جائے۔

ایک شخص حضرت تاج الدین رحمۃ اللہ علیہ کو تکلیف دیا کرتا تھا آپ صبر کرتے اور اسے روکتے کہ ظلم نہ کرو مگر وہ باز نہ آتا وہ دمشق چلا گیا کھجلی کی وجہ سے ایک طبیب کو ملا اس نے کھجلی پر کچھ لگایا تو خون بہہ نکلا اسی سے اس کی موت واقع ہو گئی وہ دمشق میں تھا اور عراق کے شہر ام عبیدہ میں اس وقت حضرت اس کی موت کی خبر دے رہے تھے کہ ہم نے اسے اس وقت دور کر دیا ہے خون بہہ رہا ہے نہیں تھمتا ہم نے اس دن کی تاریخ یاد کر لی بالکل اسی طرح ہوا جس طرح آپ نے ذکر کیا تھا فرمایا ہم نے حق کی بنا پر اسے گرفت میں لیا ہے۔ (یہ سب واقعات نفاح الارواح میں علامہ سراج رحمۃ اللہ علیہ نے نقل فرمائے ہیں)

حضرت تاج الدین بن زکریا بن سلطان عثمانی نقشبندی ہندی رحمۃ اللہ علیہ

آپ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے پیر طریقت ہیں آپ اکابر صوفیہ اور سلسلہ نقشبندیہ کے آئمہ میں شامل ہیں آپ نے سلسلہ میں بہت سی مفید کتابیں لکھی ہیں۔ آپ نے حضرت اللہ بخش وغیرہ سے فیض پایا ہے آپ کے مرید حضرت محمود بن اشرف حسنی نے ایک مستقل کتاب بنام "تحفۃ السالکین فی ذکر تاج العارفین" لکھی اس میں وہ لکھتے ہیں کہ آپ کے مرشد اللہ بخش نے آپ کو فرمایا کہ اے شیخ تاج! درحقیقت ہمارا طریقہ یہ ہے کہ ہم اس وقت تک کسی کو ذکر کی تلقین نہیں کرتے جب تک وہ لکڑیاں اور پانی لانے کی خدمت سرانجام نہ دے لہٰذا تم بھی تین ماہ تک لنگر خانے میں پانی لاؤ۔ آپ پانی لانے لگ گئے مگر طاقت سے زیادہ پانی اٹھاتے تھے اور ان دنوں میں آپ سے بھی کرامات ظاہر ہوتی تھیں اس شہر کے لوگ کہتے تھے کہ حضرت جب اپنے

سر پر گھڑا لاتے تو ہم دیکھتے کہ گھڑا آپ کے سر سے ایک ہاتھ اوپر ہوتا جب تین ماہ گزر گئے تو حضرت اللہ بخش رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا آج تمہارا مسئلہ پورا ہو گیا ہے اب بسم اللہ کرو اور ذکر کا آغاز کر دو، یہ جو مذکورہ خدمت کا حکم دیا اس کا تعلق باطن سے تھا اور یہ کلام جواب فرمائی اس کا تعلق ظاہر سے تھا حضرت نے پھر آپ کو ذکر عشقیہ کی تلقین فرمائی آپ اس میں مشغول ہو گئے اور کمال و تکمیل تک حضرت کی خدمت میں رہے۔

درخت باعث شفا بن گیا

مذکورہ بالا کتاب میں آپ کے شاگرد مزید لکھتے ہیں کہ میں نے حضرت کے بہت سے لوگوں سے سنا ہے کہ شیخ ہمارے شہر امروہہ میں ایک دن مراقبہ میں بیٹھے تھے آپ نے مراقبہ سے سر اٹھایا تو ایک نور سا نکلا اور انار کے درخت پر پڑا اس کے بعد اس انار کے درخت کا پھل، پتے اور لکڑیاں لوگوں کے لئے مجرب تریاق بن گئیں جن سے انہیں شفا ملتی تھی یہ کرامت ظاہر تھی اور درخت کے خاتمے تک جاری رہی۔

وضو کا پانی شفا ہے

مزید لکھتے ہیں میں نے لوگوں سے سنا کہ حضرت قیلولہ کے وقت ایک گھر میں داخل ہوئے آپ چار پائی پر سو گئے ساتھی باہر نکل گئے جب واپس آئے تو حضرت کو اپنی جگہ پر نہ پا کر حیران ہو گئے پھر اچانک حضرت چار پائی پر اپنی جگہ ہی سامنے آئے اٹھے اور نماز میں مصروف ہو گئے کوئی آپ سے سبب پوچھنے کی جرأت نہ کر سکا حضرت کی ایک چھوٹی سی صاحبزادی تھی حضرت وضو فرما رہے تھے کہ بچی کے دل میں اللہ کریم نے یہ بات ڈالی کہ اگر ان کے پاؤں کے وضو کا پانی پی لو گی تو شفا پاؤ گی اس نے پانی پیا اور شفا پائی۔

میں نے اپنے ایک پیر بھائی سے یہ بات سنی ہے کہ حضرت ایک دن ایک مکان میں تشریف فرما ہوئے اور معارف و حقائق آپ کی زبان پر تھے اس علمی گفتگو کے دوران میں آپ ہنسی مذاق بھی فرما رہے تھے ایک آدمی کے دل میں خیال آیا کہ مقام ولایت کے لئے مزاح تو مناسب نہیں ہے آپ اس کے دل پر مطلع ہوئے اور فرمایا مزاح بھی سرکار سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت ہے حضور کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام صحابہ کرام سے مزاح فرماتے تھے مگر زبان اقدس پر صرف حق ہی آتا تھا آپ نے حضرت ابن ام کلثوم کے رضی اللہ عنہ گرنے اور صحابہ کی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی موجودگی میں ہنسی کا ذکر فرمایا۔ (واقعہ یوں تھا کہ حضرت ابن ام کلثوم رضی اللہ عنہ نابینا تھے وضو کی جگہ پر گر گئے اور کچھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بے ساختہ ہنسی آ گئی۔ مترجم) ایک صاحب کشف نے حضرت کے ایک ساتھی کو کچھ چیزوں کی بشارت دی وہ حضرت کے ساتھ مکہ مکرمہ میں چلا گیا۔ اسے خیال آیا جن باتوں کی صاحب کشف نے خبر دی تھی ابھی تک ان کے اسباب پیدا نہیں ہوئے ہیں جی میں خیال آ رہا تھا کہ دراصل اس صاحب کشف کی بات ہی مہمل تھی ورنہ یہ حال نہ ہوتا پھر وہ حضرت کی طرف متوجہ ہوا اس کے بولنے سے پہلے حضرت نے فرمایا اگر اولیائے ربانی میں سے کوئی شخص کسی کو کسی بات کی بشارت دے تو وہ ضرور پوری ہو گی خواہ اس کے بارہ سالوں کے بعد ہو، وہ سمجھ گیا اور اسے سکون نصیب ہوا۔

جن کو خلافت

میں نے خود حضرت سے سنا کہ آپ ایک سفر کے لئے نکلے ایک شہر میں پہنچ کر ساتھیوں سمیت مراقبہ کیا، محفل میں ایک ناواقف شخص آ گیا قریب آ کر اس نے حضرت کا ہاتھ اور پاؤں چوما اور کہا میں جن ہوں ہم یہاں رہ رہے ہیں ہم نے جب آپ کا سلسلہ وطریقہ دیکھا تو ہمیں پسند آیا میں آپ سے اس سلسلہ کا حصول چاہتا ہوں آپ نے اسے سلسلہ نقشبندیہ کی تلقین فرمائی وہ حلقہ میں آپ کے پاس آتا تھا آپ کو نظر آتا کوئی اور اسے نہ دیکھ سکتا آپ سے اس نے عرض کیا جب آپ مجھے بلانا چاہیں میرا نام کاغذ پر لکھ کر اپنے پاؤں کے نیچے رکھ دیں میں فوراً حاضر ہو جاؤں گا۔ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ جب آپ نے کشمیر کا سفر اختیار فرمایا تو ایک جن آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور درس طریقت لیا وہ حضرت کے سامنے بوٹیوں کے خواص بیان کرنا چاہتا تھا مگر آپ نے اس کی یہ بات قبول نہ فرمائی۔ میں نے سنا ہے کہ حضرت شہر امروہہ میں تھے مشرقی طرف کی ایک عورت بیمار ہو گئی وہ آپ کی معتقد تھی آپ سے اس نے التجا کی تو حضرت اسے پوچھنے تشریف لے گئے جب اس کے حال زار کو دیکھا آپ کو شفقت ورحمت نے آلیا وہ مر رہی تھی آپ نے اسے اپنے ضمن میں لے لیا وہ ٹھیک ہو گئی گویا اسے کچھ ہوا ہی نہیں تھا، یہ ضمن میں لینا حضرات نقشبندیہ کے ہاں ایک مسلمہ امر ہے مگر یہ ملک الموت کی آمد سے پہلے بالکل نہیں کیا جا سکتا اور ملک الموت علیہ السلام کی آمد کے بعد کوئی بدل ضروری ہے (جسے وہ موت طاری ہو جو مریض پر آئی ہوئی ہے) آپ کا وصال مکہ مکرمہ میں ۱۰۸۰ھ میں ہوا اور قعیقعان پہاڑ کے دامن میں اسی قبر میں دفن ہوئے جو خود اپنے لئے تیار کر رکھی تھی آپ کا مزار زیارت گاہ ہے۔ (محبی) یہ سب واقعات ''تحفۃ السالکین'' مولفہ سید محمود سے منقول ہیں۔

حضرت تاج الدین بن شعبان رحمۃ اللہ علیہ

حضرت امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ ''المنن'' میں لکھتے ہیں اللہ کریم جل مجدہٗ نے مجھ پر جو احسان فرمائے ہیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ مجھے کچھ ایسے لوگوں کی صحبت میسر آئی ہے جن کے پاس جناب جبریل اور جناب ملک الموت علیہما السلام آتے رہتے ہیں ان حضرات نے مجھے یہ بات چھپانے کا اگر حکم نہ دیا ہوتا تو میں اپنے راہ سلوک کے بھائیوں کے سامنے ان کے نام بیان کر دیتا۔

تمہاری سفارش جبریل سے کروں گا

حضرت عبدالغفار قوصی نے اپنی کتاب ''الوحید'' میں لکھا ہے کہ حضرت شیخ تاج الدین بن شعبان رحمۃ اللہ علیہ جو حضرت ابراہیم قنادی (رحمۃ اللہ علیہ) کے ہمعصر تھے اپنے سوال کرنے والے عقیدت مندوں سے فرمایا کرتے تھے ذرا صبر کریں جناب جبریل علیہ السلام آئیں گے تو میں انہیں تمہاری بات کی وصیت کروں گا۔ ایک شخص آپ کی خدمت میں آیا اس کا بچہ موت کے پنجے میں تھا وہ آپ کی توجہ چاہتا تھا آپ نے فرمایا صبر کرو میں عزرائیل علیہ السلام کو تمہارے بچے کے بارے میں سفارش و وصیت کروں گا۔ حضرت کے مزاج میں بے حد تیزی اور گرمی تھی آپ سے سوال ہوا یہ گرمی اور تیزی کہاں سے لی ہے؟ فرمایا یہ صحبت جبرائیل علیہ السلام کا اثر ہے، آپ اکثر حضرت ملک الموت علیہ السلام کو جب وہ آتے تو فرماتے ابھی آپ اپنا اور راستہ لیں اس کی عمر ابھی

اتنی باقی ہے وہ آدمی سچ مچ اتنی عمر گزار کر مرتا۔

ملاقات جبریل علیہ السلام کی تشریح

حضرت شیخ عبد الغفار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کچھ اولیائے امت کا یہ کہنا کہ مجھے جبریل نے یوں فرمایا ہے اور میں نے جبریل کو یوں کہا ہے محال و ممتنع نہیں ہے اس کا انکار صرف وہی لوگ کرتے ہیں جن کے دل عالم ملکوت سے دور ہیں اب رہی بات اولیائے امت کی تو ان کے دل عالم ملکوت میں گھومتے رہتے ہیں یہ دل ملکوت کی علامات سے مانوس اور وہاں کے ملائکہ سے ہم کلام ہوتے ہیں کیونکہ عالم ملکوت میں ان کی روحیں ملائکہ کی روحوں کے ساتھ رہتی ہیں بلکہ بسا اوقات ان حضرات کی روحیں عالم ملکوت سے بھی آگے نکل جاتی ہیں اللہ کریم کا جو یہ ارشاد ہے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَیْهِمُ الْمَلٰٓىِٕكَةُ (حم السجدہ:30)

''بے شک وہ لوگ جنہوں نے کہا ہمارا رب اللہ ہے پھر اس پر قائم رہے ان پر ملائکہ کا نزول ہوتا ہو''۔

نیز یہ ارشاد پاک ہے:

لَهُمُ الْبُشْرٰى فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَ فِی الْاٰخِرَةِ لَا تَبْدِیْلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ (یونس:64)

''انہیں خوشخبری ہے دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں اللہ کی باتیں بدل نہیں سکتیں''۔

تو ان ارشادات میں ہماری اس بات کی طرف اشارہ موجود ہے اور پھر یہ بات محال بھی نہیں اور اس کا جواز بھی موجود ہے اس کے خلاف حضور کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا یہ ارشاد پیش نہیں کیا جا سکتا کہ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ (میرے بعد کوئی نبی نہیں) کیونکہ حضرت جبریل علیہ السلام کے ساتھ بات کرنا نہ تو نبوت ہے نہ وحی ہے اور نہ پیغام ربانی ہے (جب یہ نہیں تو پھر کسی سے ملنے میں حرج نہیں۔ مترجم) بسا اوقات ولی جناب جبریل علیہ السلام سے مصافحہ کرتے بطور کشف انہیں پہچان لیتے ہیں۔ حدیث میں یہ بھی تو آتا ہے کہ فرشتے طالب علم کے لئے اپنے پر بچھاتے ہیں (ان الملائکۃ لتضع أجنحتها لطالب علم) اگر علم کے طالب کے لئے پر بچھتے ہیں تو پھر اس کا مقام کیا ہوگا جو خود طالب خدائے قدوس جل مجدہ ہے یہ بھی تو منقول ہے کہ فرشتے اور جبریل (علیہ السلام) لیلۃ القدر میں قیام کرنے والوں سے مصافحہ کرتے ہیں اور ان کی دعائیوں پر آمین کہتے ہیں یہ سلسلہ صبح تک جاری رہتا ہے (ان الملائکۃ و جبریل یصافحون من قام لیلۃ القدر و یؤمنون علی دعائهم حتی یطلع الفجر) حضرت عبد الغفار رحمۃ اللہ علیہ مزید فرماتے ہیں یہ تو معلوم ہے کہ اولیائے کرام عادل وثقہ (معتبر) ہیں اور ایسے واقعات انہوں نے خود ایک دوسرے سے نقل کئے ہیں ایسے عظیم اولیاء نے یہ باتیں فرمائی ہیں جن پر کسی قسم کا نہ کوئی الزام لگ سکتا ہے نہ اعتراض ہو سکتا ہے پھر ان باتوں کے تسلیم کرنے سے وہی شخص پہلو تہی کر سکتا ہے جسے بغض اولیاء لگا ہوا ہے، سب تعریفیں عالمین کے پروردگار مولا کریم کے لئے ہیں (جس نے اولیائے کرام کو یہ عظمتیں عطا فرمائی ہیں)۔

امام نبہانی رحمۃ اللہ علیہ کی تصدیق

جامع کتاب (امام) یوسف نبہانی عفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: کہ ۱۲۹۹ھ میں شیخ جلیل عارف ربانی سیدی شیخ ابو خلیل رباطہ

صیداوی خلوتی سے قسطنطنیہ میں میری ملاقات ہوئی آپ ان اکابر میں شامل ہیں جنہوں نے دو شہرہ آفاق اولیاء حضرت شیخ محمد جسر اور حضرت شیخ محمود رافعی طرابلسی شامی سے فیض پایا ہے حضرت نے اپنے الفاظ میں مجھے یوں فرمایا آپ مصر پر انگریزوں کے تسلط کے بعد یہاں تشریف لائے تھے۔ فرمانے لگے "میرا سینہ تنگ ہوا تو میں قسطنطنیہ آیا تا کہ وہ کھل جائے مگر تا حال نہیں کھلا میں اسکندریہ سے ابھی نہیں نکلا تھا کہ جبریل علیہ السلام ابو خلیل (یعنی میرا) سینہ کھولنے تشریف لائے مگر سینہ کی بندش دور نہ ہوئی" یہ حضرت کے اپنے الفاظ ہیں میں اس سلسلہ میں انہیں سچا سمجھتا ہوں اور میرا ایمان ہے کہ جناب جبریل علیہ السلام کا تشریف لانا ان کی کرامت کے طور پر ہے کیونکہ آپ اللہ کریم کے عظیم المرتبت اولیاء میں شامل ہیں میں نے ان کا ذکر لفظ محمد کے تحت کیا ہے ان کا نام محمد اور کنیت ابو خلیل ہے۔ تاج العارفین ابوالوفاء کا ذکر بھی لفظ محمد کے تحت آ چکا ہے (1)۔

حضرت تقی الدین ابوالعز بن ابی عبد اللہ محمد بن احمد مصری شافعی رحمۃ اللہ علیہ

آپ بہت بڑے عالم تھے آپ کا ایک پڑوسی صحرا میں تجارت کرتا تھا مٹھائی کا ایک ڈبہ آپ کو ہدیۃً بھیجا آپ نے گھر والوں سے کہا تم کھاؤ میں نہیں کھاؤں گا انہوں نے کھا لیا جب رات ہوئی تو آپ نے زاری کی اور اس کے لئے دعا فرمائی، صبح ہوئی تو ان کا پڑوسی روتا ہوا آیا آپ نے پوچھا کیوں رو رہے ہو؟ اس نے عرض کیا حضور! رات خواب میں ایک آدمی کہہ رہا تھا تجھے خوشخبری ہو کہ ابھی تیرے پڑوسی نے تیرے لئے دعا کی ہے اور تو بخشا گیا ہے یہ کہہ کر اس نے کچھ خرچہ نکال کر آپ کو پیش کیا آپ نے فرمایا مٹھائی (حلوہ) تو ہم نے منظور کر لی تھی مگر یہ ہم نہیں قبول کر سکتے ہم ریا کاری سے ڈرتے ہیں آپ جب بحث فرماتے تو یوں محسوس ہوتا شیر بول رہا ہے۔ (سخاوی) (ریا سے خالی پیٹ تھا اس کا حلوہ نہیں کھایا تھا تبھی دعا فوراً قبول ہوئی۔ مترجم)۔

حضرت تقی الدین ابوبکر حصنی دمشقی حسینی شافعی رحمۃ اللہ علیہ

آپ امام، عالم، متقی، زاہد، محقق، اہل حسب و نسب والے ایک عظیم ولی اور رفیع المرتبت صوفی تھے۔

نرالا انوکھا جہاد

جب مسلمان قبرص جزیرہ کے جہاد کے لئے نکلے اور معرکہ کارزار گرم ہوا تو فوج کے ایک گروہ نے حضرت تقی الدین رحمۃ اللہ علیہ کو مسلمانوں کے آگے آگے جہاد کرتے پایا اور اللہ کریم نے مسلمانوں کو فتح دی فوجی واپس آئے تو انہوں نے بتایا کہ حضرت فوج کے سامنے جنگ لڑ رہے تھے مگر حضرت کے غلاموں اور دوسرے لوگوں نے بتایا کہ حضرت تو یہاں سے کہیں نہیں گئے تھے اور ایک دن بھی غائب نہیں ہوئے تھے۔

1۔ نوٹ: ان توضیحات سے پتہ چلا کہ جناب جبریل علیہ السلام اب کسی کو پیغام ربانی سنانے، وحی پہنچانے اور تاج نبوت پیش کرنے کے لئے کبھی کسی کے پاس نہیں جائیں گے۔ ارواح اولیاء انہیں عالم ملکوت میں ملتی ہیں اور وہ کبھی کسی عظیم روحانی شخصیت کو زمین پر اپنے انداز سے مل لیتے ہیں یہ عقلاً اور نقلاً جائز ہے بحال و ممتنع نہیں۔ (مترجم)

ٹین میں سانپ تھا

ایک سال حاجیوں کے ایک گروہ نے حضرت کو مدینہ منورہ پھر مکہ مکرمہ پھر عرفات میں دیکھا اچھی طرح پہچان لیا جب وہ حج سے واپس آئے تو ان سب مقدس جگہوں پر آپ کے جانے کا تذکرہ کیا حالانکہ آپ دمشق میں اپنے دوستوں سے ایک دن بھی الگ نہیں ہوئے تھے۔ ایک شخص کے پاس دودھ کا ڈبہ تھا اس نے ایک اور شخص کو بیچا قلی لے کر خریدار کے گھر چلا گیا ٹین اٹھا کر حضرت کے پاس سے گزرا تو آپ نے لے کر راستے میں پھینک دیا اس نے ٹین کو دیکھا تو اس میں سانپ تھا جو دودھ میں گر پڑا تھا اور دودھ خراب ہو گیا تھا کیونکہ سانپ مر چکا تھا۔ حضرت کو اللہ کریم نے اطلاع فرمادی تو آپ نے اسے راستے میں بہادیا۔ ''تحفہ الانام'' میں بصری رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ آپ چھوٹوں بڑوں کو بے موسم تازہ کھجوریں کھلاتے حالانکہ پورے دمشق میں ایک تازہ کھجور بھی نہ ہوتی۔

امام شعرانی ''المنن'' میں لکھتے ہیں کہ آپ کی ایک کرامت یہ تھی کہ نائب شام نے جو عمارت قضاء و وکالت تعمیر کرا کے اس کی دیوار مسلمانوں کے راستے میں تعمیر کرادی تھی آپ نے اسے گرادیا شام کے نائب (گورنر) نے آپ کو قتل کرنے کے لئے آدمی بھیجے جب قاتل آیا تو ہاتھی جتنا بڑا شیر حضرت کے کندھے کے پاس کھڑا پایا وہ ڈر کر نائب شام کے پاس واپس گیا اور آپکے خلاف کچھ نہ کر سکا۔ وصال ۸۲۹ھ میں ہوا دمشق کے راستے کے کنارے قبیبات میں دفن ہوئے آپ کی قبر ظاہر و متبرک ہے آپ کی کرامات و مناقب لاتعداد ہیں، آپ کی تصانیف میں ''شرح المنہاج شرح مسلم، شرح اسماء اللہ الحسنیٰ، سیر السالک (تین جلدیں) قمع النفوس اور الکفایہ شرح ابن قاسم الغزی جیسی عظیم تالیفات شامل ہیں۔ یہ سب کچھ ''الاشارات إلی أماکن الزیارات'' میں علامہ ابن حواری نے لکھا ہے۔

حرف ثاء

حضرت ثابت بنانی رحمۃ اللہ علیہ

یہ انداز دلربائی کتنے لطیف ہیں

شیخ حافظ ابوالقاسم ہبۃ اللہ بن حسین طبری نے ''کرامات'' میں اپنی سند کے ساتھ حضرت حماد بن سلمہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی ہے کہ انہوں (حماد بن سلمہ) نے فرمایا حضرت ثابت بنانی کو اپنی قبر سے اٹھالیا گیا ہمیں ان کی کوئی نشانی نہ مل سکی حضرت ثابت دعا کیا کرتے تھے اے اللہ! اگر آپ نے اپنے بندوں میں سے کچھ کو اٹھانا ہے تو مجھے بھی ان میں شامل کرنا۔

حضرت ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب ''سلوۃ الأحزان'' میں لکھتے ہیں کہ حضرت ثابت کے ایک ساتھی نے بتایا اس ذات پاک کی قسم! جس کے بغیر کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے میں نے حضرت ثابت کو لحد میں اتارا تھا اور فلاں صاحب بھی ساتھ تھے جب ہم اوپر کچی اینٹیں لگا چکے تو ایک اینٹ نیچے گر گئی ہم نے اینٹ اٹھانا چاہی تو دیکھا حضرت اپنی قبر میں کھڑے نماز پڑھ رہے ہیں آپ اکثر دعا مانگا کرتے تھے میرے پروردگار! اگر آپ کسی کو قبر میں نماز پڑھنے کی اجازت مرحمت فرمائیں تو مجھے بھی یہ نعمت عطا فرمانا۔ امام ثعالبی رحمۃ اللہ علیہ نے ''العلوم الفاخرۃ'' میں لکھا ہے کہ جو لوگ قبرستانوں میں چونا وغیرہ لاتے ہیں انہوں نے بتایا جب ہم حضرت ثابت رضی اللہ عنہ کی قبر کے پہلوؤں سے گزرتے تو قرآن کی قرأت سنتے۔

سیدی مصطفیٰ البکری نے اپنی کتاب ''السیوف الحداد فی أعناق أهل الزندقة والإلحاد'' میں امام شعرانی کی کتاب ''الجواهر والدرر'' کے حوالہ سے نقل فرماتے ہیں اور شعرانی کی یہ کتاب ان کے مرشد سیدی علی الخواص رحمۃ اللہ علیہ کی ''کبریت احمر'' کے فوائد سے ماخوذ ہے۔ شعرانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں نے اپنے مرشد سے پوچھا کہ جس طرح ''طبقات الاولیاء'' میں مذکور ہے کہ حضرت ثابت بنانی رحمۃ اللہ علیہ نے قبر میں نماز پڑھی تھی کیا اس نماز کا اسی طرح ثواب ہوگا جس طرح زندگی میں ان کو نماز کا ثواب ہوتا تھا؟ حضرت نے جواب دیا جی ہاں، لیکن یہ بطور کرامت اور خرق عادت کے ہوگا کیونکہ سرکار سید الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد عالی ہے جب آدمی مرجاتا ہے تو اس کے اعمال ختم ہو جاتے ہیں۔ (اذا مات ابن ادم انقطع عمله) (الحدیث) (اب سب کے لئے وہاں عادۃً عبادت نہ کرنا ہے جو عبادت کرے گا وہ خلاف عادت کرے گا اور یہی خرق عادت و کرامت ہے۔ مترجم) برزخ اس شخص کے لئے عالم تکلیف ہی شمار ہوگا کچھ حضرات کا تو یہ خیال ہے کہ شرعی تکالیف (نماز، روزہ وغیرہ احکام) اس وقت تک باقی ہیں جب تک اعراف والے لوگ وہ سجدہ نہ کرلیں جس سے ان کی نیکیوں کے ترازو کا پلڑا بھاری ہو جائے اور وہ جنت میں داخل ہو جائیں اگر یہ سجدہ ان کے لئے باعث تکلیف (شرعی طور پر لازم) نہ ہوتا تو اس کا کوئی فائدہ نہ ہوتا (اور اس سجدے سے ان کا پلڑا وزنی نہ ہوتا اور وہ جنت میں نہ جاسکتے) واللہ اعلم۔ میں نے حضرت سے یہ سوال بھی کیا اگر کسی کو اس دنیا میں ولایت کا کوئی مقام بھی نہ ملا تو کیا آخرت میں اسے وہ مقام مل جائے گا؟ حضرت نے فرمایا اگر اللہ کریم کے احسان کے پیش نظر سوال ہو تو جواب ہے جی ہاں اسے اللہ کریم یہ عطا فرما سکتے ہیں۔ لیکن اگر بدلے اور

جزا کا سوال ہوتو پھر جواب ہے جی نہیں، کیونکہ آخرت میں ترقی صرف ان اعمال میں ہوتی ہے جو اس مکلف شرع نے یہاں حاصل کئے ہوتے ہیں خواہ وہ اعمال برزخ ہوں جیسا کہ حضرت ثابت رضی اللہ عنہ کا قبر میں نماز پڑھنا مذکور ہوا ہے۔ میں نے آپ سے پھر یہ سوال کیا اگر کسی چیز کے متعلق کسی بندے کی نیت سچی ہو اور اسے حاصل کرنے کی وہ پوری کوشش کر رہا ہو (اور اسے وہ دنیا میں نہ مل سکے) تو کیا آخرت میں اسے وہ چیز مل جائے گی؟ آپ نے فرمایا ان شاء اللہ ملے گی اس کی مثال یوں سمجھیں کہ ایک مجاہد فتح سے پہلے ہی راستے میں فوت ہو جاتا ہے تو اسے اس کی ہمت وارادہ کے مطابق مقام آخرت میں مل جاتا ہے۔

برزخی احوال اور مدد اولیاء پر نفیس بحث

ایک دوسرے مقام پر امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ نے یوں ارشاد فرمایا ہے کہ ہم نے اپنے مرشد سے ایک شخص کے متعلق پوچھا جو قبر میں نماز ادا کرتا ہے جیسا کہ حضرت ثابت بنانی رحمۃ اللہ علیہ نے نماز ادا فرمائی تو کیا مدت برزخ میں اس کا ثواب لکھا جاتا ہے یا نہیں؟ کیا اہل جنت کی طرح اس کے عمل کا بھی کوئی ثواب نہیں؟ میں نے مزید عرض کیا میں مثال دے کر سمجھتا ہوں کہ جنت میں اعمال تو ہیں مگر ان کا ثواب نہیں ہے۔ حدیث میں آتا ہے یقیناً جنتی وہاں کھاتے پیتے ہیں مگر نہ تو انہیں جوئیں ستاتی ہیں، نہ وہ پیشاب کرتے ہیں نہ بول و براز کا اندیشہ ہوتا ہے نہ ناک سے گندگی نکلتی ہے ان کا کھانا صرف ڈکار کا انداز پالیتا ہے اس سے یوں مہک آتی ہے جیسے کستوری کی مہک ہوتی ہے جس طرح تم سالن لیتے ہو اس طرح وہ تسبیح وتحمید کرتے ہیں'' (رواہ مسلم، احمد و ابوداؤد عن جابر رضی اللہ عنہ) میرا یہ سوال سن کر حضرت نے فرمایا جسے کشف ملتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے عمل کا ثواب اس وقت تک عطا فرماتے رہتے ہیں جب تک وہ برزخ سے نکل جاتا ہے، میں نے عرض کیا کیا وہ لوگ نماز کے لئے اپنی قبروں میں وضو بھی کرتے ہیں؟ آپ نے جواباً فرمایا انہیں وضو کی اس لئے ضرورت نہیں ہوتی کیونکہ بے وضو ہونا ان کی طرف سے نہیں ہوتا۔ میں نے مزید پوچھا کیا وہ اذان اور اقامت کہتے ہیں؟ آپ نے فرمایا ہاں یہ تو ہوتا ہے جیسا کہ انبیائے کرام علیہم السلام کے حق میں منقول ہے میں نے عرض کیا جب کوئی صاحب قبر اپنی قبر سے نکل کر لوگوں کی حاجات پوری کرے تو اسے ثواب ملتا ہے؟ فرمانے لگے جی ہاں اس بات کا انہیں بالکل اسی طرح جواب ملتا ہے جس طرح برزخ میں نماز پڑھنے کا ملتا ہے، میں نے مزید پوچھا کیا وہ قبروں سے فرشتوں کی صورت میں باہر آتے ہیں یا ان کی اپنی مرضی وہمت کے مطابق صورت ہوتی ہے جو صاحب حاجت کے اعتقاد کے مطابق ہوتی ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا یہ سب ہی ہوتا ہے کبھی تو اللہ کریم اس ولی کی قبر پر فرشتے کو متعین فرما دیتا ہے جو لوگوں کی ضرورتیں پوری کرتا رہتا ہے جیسا کہ حضرت امام شافعی، سیدی احمد بدری اور سیدہ نفیسہ (رضی اللہ عنہم) کی قبروں پر متعین ہیں اور کبھی ولی خود قبر سے نکل کر حاجت پوری کر دیتا ہے کیونکہ اولیائے گرامی کو برزخ میں آزادی ہوتی ہے اور ان کی روحیں آزاد ہوتی ہیں۔ میں نے عرض کیا، کیا انبیائے کرام علیہم السلام کا بھی یہی انداز ہے؟ فرمایا بالکل یہی، لیکن اگر کسی کو نبی کی قبر سے خطاب آئے تو بالکل نبی کی اپنی آواز ہوتی ہے اس کی مثال کوئی اور آواز نہیں ہوتی لیکن اگر نبی کا خطاب قبر سے نہیں کسی اور جگہ سے سنا جا رہا ہو تو وہ مثال ہے حقیقت نہیں کیونکہ نبی کی ذات اپنی عظمت کی وجہ سے کہیں آنے اور گھومنے سے منزہ ہے (یعنی کم مرتبہ لوگوں کے لئے نبی تشریف لائے یہ اس کی عظمت کے خلاف ہے ان کی سرکار میں تو خود سائل بھاگے آتے

ہیں۔مترجم)

حضرت ثوبان بن ابراہیم ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ

کچھ لوگوں نے آپ کا نام فیض بن ابراہیم لکھا ہے آپ کے والد سوڈانی تھے آپ شان ولایت میں بہت فائق، اپنے وقت کے بے مثل عالم تھے، زہد حال اور ادب میں یکتائے روزگار تھے، حضرت احمد بن محمد سلمی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں حضرت ذوالنون کے پاس ایک دن گیا تو آپ کے سامنے سونے کی ایک طشتری دیکھی اس کے اردگرد عود اور عنبہ سلگ رہے تھے آپ نے فرمایا تو شاہوں کے پاس ان کی کشائش کے حال میں داخل ہوتا ہے پھر مجھے ایک درہم دیا اور وہی مجھے بلخ تک کے سفر کے لئے کافی ہو گیا۔

امام قشیری اپنی سند (ابوعبدالرحمٰن سلمی، ابوبکر رازی، یوسف بن حسین) سے حضرت ذوالنون سے ان کی توبہ کی اصیت یوں بیان کرتے ہیں کہ میں (ذوالنون) مصر سے ایک گاؤں کی طرف نکلا میں راستے میں سو گیا پھر جاگا اور آنکھ کھولی تو کیا دیکھتا ہوں کہ میں نابینا قنبرہ(1) پرندہ ہوں درخت سے زمین پر گرا زمین پھٹ گئی اس سے دو تھال نکلے ایک سونے کا تھا اور دوسرا چاندی کا، ایک میں سمسم (2) رکھی تھی اور دوسرے میں گلاب کا عرق تھا۔ایک سے میں نے کھایا اور دوسرے سے عرق پیا، میں نے کہا بس یہی کافی ہے میں نے توبہ کر لی۔اللہ کریم کے دروازے سے اس وقت تک چمٹا رہا جب تک اس نے مجھے قبول نہ فرما لیا۔

ٹوٹے دانت جوڑ دیے

امام قشیری رحمۃ اللہ علیہ اپنی سند (حمزہ بن یوسف) سے ابوالحسن اسماعیل بن عمرو بن کامل مصری، ابومحمد نعمان بن موسیٰ حیری) سے بیان کرتے ہیں کہ میں (ابومحمد نعمان) نے ذوالنون کو دیکھا دو آدمی باہم لڑ رہے تھے ایک بادشاہ کا ساتھی تھا اور دوسرا عام رعیت کا ایک فرد تھا، رعیت والے آدمی نے فوجی پر زیادتی کر کے اس کے سامنے کے دو دانت توڑ دیئے فوجی اسے چمٹ گیا اور کہا اب ہمارا فیصلہ سلطان ہی کرے گا وہ سب لوگ ذوالنون رحمۃ اللہ علیہ کے پاس سے گزرے لوگوں نے انہیں کہا کہ حضرت کے پاس چلو، وہ آپ کے پاس آئے اور ساری بات بتائی آپ نے دونوں دانت لئے اپنے تھوک سے انہیں تر کر کے اس شخص کے منہ میں رکھ دیئے اپنے ہونٹ ہلائے (کچھ پڑھا) دانت اللہ تعالیٰ کے حکم سے لگ گئے وہ شخص اپنے منہ میں دانتوں کو جانچنے لگا تو سب دانت بالکل برابر پائے۔(قشیری)

چیزیں اولیاء کی بات مانتی ہیں

امام یافعی رحمۃ اللہ علیہ ابوجعفر سے روایت کرتے تھے کہ میں (ابوجعفر) حضرت ذوالنون مصری کے پاس تھا ہم باتیں کر رہے تھے کہ مختلف چیزیں اولیائے کرام کی طاعت کرتی ہیں ذوالنون رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا یہ بھی طاعت ہی ہے کہ میں اس چارپائی کو کہہ دوں

1۔ چڑیا کی قسم کا ایک پرندہ۔ 2۔ ایک قسم کی درندی سے بنی غذا۔

کہ گھر کے چاروں گوشوں میں گھوم کر پھر اپنی جگہ پر آ جائے تو وہ ایسا کرے گی، بس زبان پر یہ بات لانے کی دیر تھی کہ چارپائی گھر کے چاروں گوشوں میں گھوم کر واپس اپنی جگہ پر آ گئی۔ ایک جوان وہاں بیٹھا تھا وہ رونے لگ گیا اور پھر اسی وقت مر گیا۔

ذوالنون مکان کی تعریف فرماتے ہیں

امام سخاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں محمد بن اسماعیل المعروف صاحب الدار نے ایک خوبصورت گھر بنایا بڑی پختہ بنیادیں رکھیں جب عمارت بن گئی تو اس کے دروازے پر آ کر بیٹھا حضرت ذوالنون رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے تو فرمایا: او دھوکہ خوردہ اور بقاو سرور کے گھر سے بے خبر؟ تو اپنے مولا کا گھر دارالامان میں کیوں تعمیر نہیں کرتا؟ وہاں تو ایسا گھر ہوتا ہے جس کے لئے جگہ تنگ نہیں ہوتی وہاں رہنے والے تنگ دل اور کبیدہ نہیں ہوتے اور نہ ہی زمانے کے حادثات اس گھر کو خراب کرتے ہیں، وہ بنیاد دو پختگی کا محتاج نہیں ہوتا، وہ تو اس حدود اربعہ میں محدود ہوتا ہے پہلی حد امیدواران درگاہ کے گھروں تک پہنچتی ہے دوسری حد کی انتہا حزن وخوف والے لوگوں کے گھروں تک ہے، تیسری حد کی انتہا محبت کرنے والوں کی منازل ہیں چوتھی حد صبر کرنے والوں کے گھروں تک ہے اس گھر تک وہ سڑک جاتی ہے جو لگے ہوئے خیموں سے گزرتی ہے اور جنت کی نہروں کے کنارے بنے ہوئے قبوں سے ہوتی جاتی ہے یہ وسیع میدان ہیں جو چمک دمک رہے ہیں اور بالاخانے ہیں جو بہت بلند ہیں، وہاں پلنگ بچھے ہیں اور بستر لگے ہیں، وہاں نہریں ہیں اور کستوری وزعفران کے ٹیلے ہیں، حسین وجمیل منبع خیر و برکت حسیناؤں کا معانقہ ہے، اس گھر کے اشٹامپ کی تحریر کچھ یوں ہے یہ مغموم بندے نے مہربان رب سے خریدا ہے بندے نے مولا کریم سے طاعت کی غیرت لے کر اور نافرمانی کی ذلت چھوڑ کر خریدا ہے مشتری پر کوئی ذمہ داری عائد نہیں ہوتی سوائے اس کے کہ وہ عہد نہ توڑے اور معبود جل مجدہٗ سے غفلت نہ برتے، اس بیان کی شہادت وہ ہے جو شاہ دیان جل جلالہ نے قرآن میں ان الفاظ سے دی ہے:

اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَ اَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ (التوبہ: 111)

''بے شک اللہ نے مسلمانوں سے ان کے مال اور جان خرید لئے ہیں اس بدلے پر کہ ان کے لئے جنت ہے''۔

جب محمد بن اسماعیل نے یہ ارشاد سنا تو اس کے دل پر بے حد اثر ہوا بنا ہوا مکان بیچ دیا اس کی قیمت فقیروں اور محتاجوں پر خرچ کر دی تا کہ وہ گھر مل سکے جس کی تعریف ذوالنون رحمۃ اللہ علیہ نے فرمائی تھی، پھر محمد نے ایک تحریر لکھی اور وصیت کی کہ قبر میں اس کے سینے پر یہ رکھ دی جائے لوگوں نے ایسا ہی کیا کچھ عرصہ بعد ان کی قبر کھولی تو اس تحریر پر یہ الفاظ لکھے پائے، جس چیز کی ضمانت ہمارے بندے ذوالنون نے دی تھی ہم نے پوری کر دی۔

ہر مچھلی کے پاس موتی تھا

حضرت ذوالنون رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں ایک کشتی میں سوار تھا اس سے ایک موتی چوری ہو گیا ایک نوجوان کو انہوں نے الزام دیا میں نے کہا کوشش کرتا ہوں اس سے نرمی برتتا ہوں شائد یہ نکال دے اس نوجوان نے اپنی گدڑی سے سر باہر نکالا میں نے بڑی نرمی سے اس سلسلے میں اس سے بات کی اس نے آسمان کی طرف سر اٹھا کر کہا اللہ! میں آپ کو قسم دے کر عرض

کرتا ہوں کہ سب مچھلیوں کو حکم فرمائیے کہ سب ایک ایک ایسا ہی موتی لے آئیں میں نے سطح سمندر پر مچھلیاں دیکھیں ہر ایک کے منہ میں موتی تھا (یہ واقعات امام یافعی رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کئے ہیں)

امام مناوی رحمۃ اللہ علیہ نقل فرماتے ہیں کہ حضرت ذوالنون رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا میں نے کعبے کے پاس ایک جوان دیکھا جو بہت رکوع و سجود کر رہا تھا میں نے اس بارے میں اس سے بات کی وہ بولا میں اللہ کریم سے واپسی کی اجازت مانگ رہا ہوں پھر اس کے پاس ایک کاغذ گرا جس میں لکھا تھا: ''عزیز و غفور رب کی طرف سے اپنے سچے بندے کے نام، واپس چلے جاؤ تمہاری مغفرت ہوگئی ہے۔''

عالم خیال حقیقت بن گیا

حضرت ذوالنون رحمۃ اللہ علیہ مصری سے جوہری کی زبانی یہ واقعہ نقل کیا ہے کہ وہ اپنے گھر سے حالت جنابت میں گوندھا ہوا آٹا لے کر تنور کی طرف پکوانے کے لئے گیا مصر کے دریائے نیل کے کنارے آیا غسل کے لئے پانی میں اترا پانی میں ہی اس نے خواب دیکھنے والے کی طرح دیکھا گویا وہ بغداد میں ہے وہاں شادی کی ہے چھ سال عورت کے ساتھ رہا ہے اس سے اولاد ہوئی ہے پھر یہ خیال ختم ہوا تو وہ پانی میں موجود تھا وہ پانی سے نکلا کپڑے پہنے تنور سے اپنی روٹی لی گھر آیا تو انہیں بتایا جو کچھ وہ دیکھ چکا تھا، چند مہینے بعد وہ عورت آئی جس سے اس نے عالم خیال میں شادی رچائی تھی وہ اس کا گھر پوچھ رہی تھی جب جوہری نے اسے دیکھا تو پہچان لیا اور بچوں کو بھی پہچان لیا جب اس عورت سے پوچھا گیا اس نے کب تم سے شادی کی تھی؟ کہنے لگی چھ سال ہو گئے ہیں اور میرے یہ بچے اسی کے ہیں، عالم حسیات میں وہ پورا ہوا جو عالم خیال میں تھا۔ علامہ ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہ واقعہ بھی حضرت ذوالنون رحمۃ اللہ علیہ کے ان چھ واقعات میں شامل ہیں جنہیں عقل محال سمجھتی ہے اللہ کریم کے تخلیقی احکام مختلف ہیں عام عقلیں کچھ اور سوچتی ہیں بصر و سمع کے احکام کچھ اور ہوتے ہیں اور اللہ کریم کی قوتیں کسی اور انداز کی ہوتی ہیں اللہ کریم اپنے اولیا کو خاص فرما لیتا ہے اور ایسی باتیں ان سے ظہور پانے لگتی ہیں یہ اللہ کریم کی قدرت کی رفعتیں ہیں جن سے جاہل ہی انکار کرسکتا ہے ایسی باتیں وہی سمجھ سکتا ہے جو عالم طبعی میں خیال کے اطوار کو اللہ تعالیٰ کی قدرت کے مطابق سمجھ لے ایسے بہت سے امور ہے جو ایک سانس اور پلک جھپکنے میں ہوتے ہیں اور قدرت خداوندی کا سمجھنے والا ہی انہیں سمجھ سکتا ہے۔ پھر خیال میں آنے والی باتیں حسیات کی شکل پا لیتی ہیں اور دنیوی زندگی کے لمحات پھر کئی سالوں پر پھیل جاتے ہیں۔ (مناوی)

حضرت کے شاگرد یوسف بن حسین رازی آپ کے پاس آئے تو آپ نے پوچھا لوگ میرے متعلق کیا کہتے ہیں؟ انہوں نے کہا وہ زندیق (بے دین) کہتے ہیں آپ نے فرمایا پھر تو آسان سی بات کہہ رہے ہیں یہودی تو نہیں کہا ہے کیونکہ لوگوں کو نفرت یہودیوں سے زیادہ ہے یوسف باہر آئے تو دیکھا لوگ آپ کو یہودی کہہ رہے ہیں وہ واپس آئے آپ کو بتا کر پھر باہر نکلے تو اخمیم شہر کے فقہاء کو بڑے تعصب میں پایا وہ ایک کشتی میں سوار سلطان مصر کے پاس جا رہے تھے تا کہ وہاں حضرت کا کفر ثابت کرسکیں کشتی الٹ گئی اور سب لوگ غرق ہو گئے آپ سے پوچھا گیا ملاح کا کیا قصور تھا؟ فرمایا فاسقوں کو اٹھا کے لے جا رہا تھا۔

جان کے بدلے جان

آپ کا ایک غلام بغداد گیا قوال کی قوالی سن کر چیخا اور مر گیا جب آپ خود بغداد تشریف لائے تو قوال کے متعلق پوچھا جب وہ مل گیا تو فرمایا کچھ سناؤ جب وہ سنانے لگا تو آپ زور سے چلائے قوال گرا اور مر گیا آپ وہاں سے یہ کہتے ہوئے نکل آئے کہ "جان کے بدلے جان"

ابن طحان نے تاریخ مصر کے تحت ذوالکفل رحمۃ اللہ علیہ کے تعارف و ترجمہ میں لکھا ہے (یہ صاحب ذوالنون رحمۃ اللہ علیہ کے بھائی تھے) کہ دو آدمیوں میں تین سو اردب (1) گندم میں جھگڑا ہوا ایک نے سچی بات کا اعتراف کر لیا مگر کہا میں ادائیگی سے عاجز ہوں حضرت ذوالنون رحمۃ اللہ علیہ نے اسے نصائح فرمائے مگر وہ بضد رہا کہ میں کچھ دے نہیں سکتا، قرض خواہ کو آپ نے فرمایا تم اس سے ایک سو اردب پر صلح کر لو؟ وہ راضی ہو گیا آپ نے اپنے بھائی ذوالکفل رحمۃ اللہ علیہ کو فرمایا اسے اس گھر سے ماپ کر دے دو ایک ایسے گھر کی طرف اشارہ کیا جو خالی پڑا تھا اس میں صرف مٹی تھی جب آپ کے بھائی نے اسے کھولا تو اس کی دراڑوں سے گندم بہنے لگی ایک سو ماپ کر دے دیئے آپ نے فرمایا دروازہ بند کر دو جب دروازہ بند کیا تو وہ پھر مٹی سے پہلے کی طرح بھر گیا۔

کیکر سے کھجوریں کھائیں

بکر بن عبدالرحمٰن کہتے ہیں، میں صحرا میں آپ کے ساتھ تھا ہم کیکر کے درخت کے نیچے بیٹھ گئے میں نے کہا کتنی پیاری جگہ ہے کاش! یہاں تازہ کھجوریں بھی ہوتیں۔ آپ نے درخت کو ہلا کر فرمایا میں تجھے اس ذات پاک کی قسم دیتا ہوں جس نے تیری ابتدا فرمائی پھر تجھے درخت بنایا کہ ہم پر تازہ کھجوریں ڈال دے۔ درخت سے تازہ کھجوریں گریں اور ہم نے سیر ہو کر کھائیں پھر میں سو گیا جب بیدار ہوا تو میں نے درخت کو ہلایا مگر اب تو صرف کانٹے ہی گرے۔ حضرت ذوالنون رحمۃ اللہ علیہ ۲۴۵ھ میں وصال پا گئے اور قرافہ (مصر) میں حضرت عقبہ بن عامر جہنی رضی اللہ عنہ کی قبر کے پاس مدفون ہوئے۔ کچھ لوگوں نے تو کہا ہے کہ حضرت ذوالنون رحمۃ اللہ علیہ، حضرت عقبہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ ایک ہی قبر میں ہے۔

الحمدللہ! عربی جلد اول کا ترجمہ سوموار ۱۸ ربیع الثانی ۱۴۰۴ھ مطابق ۲۳ جنوری ۱۹۸۴ء کو ختم ہوا۔

فقیر محمد ذاکر شاہ سیالوی

1۔ ایک ماپ کا نام ہے جو چوبیس صاع کا ہوتا ہے اور صاع ہمارے اوزان کے مطابق قریباً چار سیر کا ہوتا ہے (پونے چار کلو)۔

حرف جیم

وہ اولیائے امت جن کے اسم گرامی لفظ ج سے شروع ہوتے ہیں۔

حضرت جابر رحبی رحمۃ اللہ علیہ

درندے پر سواری

علامہ قشیری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں نے جناب محمد بن عبد اللہ صوفی رحمۃ اللہ علیہ سے سنا، فرمایا کہ میں نے محمد بن فرحان کو فرماتے سنا کہ میں نے حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ سے سنا۔ فرمایا کہ میں نے جناب ابوجعفر خصاف رحمۃ اللہ علیہ سے سنا، انہوں نے فرمایا کہ مجھے جناب جابر الرحبی رحمۃ اللہ علیہ نے بتایا کہ رحبہ کے باشندوں نے جب کرامات اولیاء کے بارے میں میرے سامنے بار بار انکار کیا۔ (اور کہا کہ ہم اولیاء کرام کی کرامات کو نہیں مانتے یہ محض کہاوتیں ہیں) تو میں ایک دن ایک درندے پر سوار ہو کر رحبہ میں داخل ہوا اور میں نے اعلان کیا کہ کہاں ہیں وہ لوگ جو اولیاء اللہ (کی کرامات) کو جھٹلاتے ہیں! (آئیں اور کرامات اولیاء کا آنکھوں سے نظارہ کریں) جناب جابر الرحبی نے فرمایا کہ اس واقعہ کے بعد وہ لوگ میرے سامنے انکار کرنے سے باز آ گئے۔

حضرت جاکیر کردی رحمۃ اللہ علیہ

ولی کی بصیرت

جناب سراج رحمۃ اللہ علیہ نے بیان فرمایا کہ ہمیں جو روایات سنائی گئیں، ان میں سے ایک روایت یہ بھی ہے کہ ایک مرتبہ شیخ جاکیر کردی رحمۃ اللہ علیہ کے قریب سے چند گائیں گزر رہی تھیں۔ آپ نے ان میں سے ایک گائے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ اس کے پیٹ میں ایک سرخ رنگ کا بچھڑا ہے۔ جس کا ماتھا سفید رنگ کا ہے اس میں یہ یہ خوبی ہے۔ آپ نے اس بچھڑے کی پیدائش کا دن بھی معین فرما دیا اور یہ بھی فرمایا کہ یہ بچھڑا میری نذر (نیاز) کیا جائے گا اور فقیروں میں سے اس کو ذبح کرنے والا کا معین نام بھی ارشاد فرمایا اور یہ بھی بتلا دیا کہ اس کے (گوشت) کو کون کون کھائے گا۔ پھر ایک اور گائے کے بارے میں اشارہ کر کے فرمایا یہ سب باتیں اس کے بارے میں بھی بیان فرمائیں اور مزید فرمایا کہ اس کے پیٹ میں بچھڑی ہے اور سرخ کتا اس کے جسم کا کچھ حصہ لے بھاگے گا تو جیسے آپ نے بتایا ویسا ہی ہوا۔ (اسے ذبح کر کے جب گوشت بنایا گیا تو) ایک سرخ کتا کونے سے داخل ہوا اور اس بچھڑی کے گوشت کا ایک ٹکڑا لے بھاگا۔

مشکل میں مدد کرنا

بحر ہند میں دوران سفر ایک واسطی شخص نے حضرت جاکیر رحمۃ اللہ علیہ سے تجارت کی اجازت مانگی۔ آپ نے اسے فرمایا کہ جب تو کسی مشکل اور پریشانی میں گھر جائے تو میرا نام لے کر مجھے آواز دینا۔ پھر چھ ماہ گزرنے کے بعد شیخ جاکیر رحمۃ اللہ علیہ یکا یک چھلانگ لگا کر اٹھ کھڑے ہوئے اور ایک ہاتھ دوسرے پر مارا اور پڑھا: سُبْحٰنَ الَّذِیْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَ مَا كُنَّا لَهٗ

مُقۡرِنِيۡنَ ۝ (الزخرف) اور دائیں بائیں چند قدم چلے۔ پھر بیٹھ گئے۔ اس پر حاضرین میں سے کسی نے اس کی وجہ دریافت کی تو آپ نے فرمایا کہ فلاں واسطی ڈوبا جارہا تھا اگر اسے خدا نہ بچاتا تو وہ ڈوب جاتا۔ حاضرین کی جماعت نے یہ دن اور تاریخ نوٹ کر لی۔ پھر سات ماہ بعد وہ واسطی شخص پہنچا۔ آتے ہی وہ جناب جاکیر رحمۃ اللہ علیہ کے پاؤں پر گر پڑا اور انہیں چومنے لگا اور کہتا جارہا تھا: حضور! اگر آپ نہ ہوتے تو ہم ڈوب چکے ہوتے۔ پھر علیحدگی میں لوگوں نے اس واسطی شخص سے حقیقت حال دریافت کی تو اس نے بیان فرمایا کہ ہم بحر محیط کے گہرے پانی میں داخل ہوئے تا کہ ہم چین پہنچ جائیں۔ ہم کچھ غافل ہو گئے۔ جس سے ہم نے اپنی ہلاکت اور بربادی سامنے دیکھی۔ پھر جب اس کیفیت میں فلاں فلاں وقت آیا۔ جس کی ہم نے مقررہ تاریخ بھی لکھ رکھی تو شمال سے تیز ہوا چل پڑی اور موجیں تھپیڑے کھانے لگیں اور ہم نے سمجھ لیا کہ اب ہمارے ڈوبنے کا وقت آ گیا ہے۔ اچانک مجھے شیخ کی بات یاد آ گئی۔ لہٰذا میں کھڑا ہوا اور عراق کی طرف منہ کر کے ''یا شیخ جاکیرا اَدۡرِکۡنَا'' باآواز بلند کہا۔ ابھی میرے یہ الفاظ بھی پورے ادا نہیں ہونے پائے تھے کہ ہم نے شیخ کو اپنے سامنے کشتی میں موجود پایا۔ انہوں نے اپنی آستین سے شمال کی طرف اشارہ فرمایا تو ادھر سے آنے والی تیز ہوا تھم گئی۔ پھر انہوں نے چھلانگ لگائی اور سمندر کی سطح پر کھڑے ہو کر ہاتھ پر ہاتھ مارا اور پڑھا: سُبۡحٰنَ الَّذِيۡ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقۡرِنِيۡنَ ۝ اس کے بعد چند قدم دائیں بائیں چلے تو سمندر کا پانی ٹھہر گیا۔ پھر انہوں نے جنوب کی طرف اپنی آستین سے اشارہ کیا تو ادھر سے بڑی پاکیزہ اور موافق ہوا چل پڑی۔ جس کی وجہ سے ہم امن وسلامتی کے راستہ پر ہو گئے اور شیخ پانی پر چلتے گئے یہاں تک کہ وہ ہماری نظروں سے اوجھل ہو گئے اور ان کی برکت کی وجہ سے ہم نے اس مصیبت سے نجات پائی۔ یہ واقعہ سن کر حاضرین نے قسمیہ کہا کہ شیخ تو ہمارے پاس ہی تھے اور ایک لمحہ کے لئے بھی ہم سے غائب نہیں ہوئے تھے۔

پاؤں سے آگ کا کام لیا

آپ کے ہاں دعوت کے لئے ایک مرتبہ بہت سے لوگ جمع ہو گئے اور خادمین نے ان کی ضرورت کی تمام اشیاء اکٹھی کر لیں صرف ایندھن لانا بھول گئے۔ آپ کو ایک خادم نے اطلاع دی کہ بہت سے لوگ آ چکے ہیں اور اب مزید کسی چیز کے رکھنے کی گنجائش نہیں تو ان کے لئے کھانا تیار کرنے کے لئے ایندھن کہاں سے لائیں؟ یہ سن کر شیخ باورچی خانہ میں تشریف لائے اور خادم سے فرمایا: دروازہ بند کر دو۔ اس نے دروازہ بند کر دیا۔ پھر اس خادم نے چوری چھپے اندر دیکھا کیا دیکھتا ہے کہ جناب شیخ اپنے دونوں پاؤں صرف ایک مرتبہ دیگ کے نیچے رکھتے ہیں تو چولہا آگ ہی آگ ہو جاتا ہے۔ حتیٰ کہ آپ نے دو سو سے زائد دیگوں کے چولہوں کو گرم کیا اور اس کی برکت سے کھانا بہت جلد پک کر تیار ہو گیا۔ یہ کرامت جناب سراج نے بیان فرمائی۔

لوح محفوظ است پیش اولیاء

حضرت امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ شیخ جاکیر رحمۃ اللہ علیہ اکابر مشائخ اور عارفین میں بلند درجہ کے عارف تھے تاج العارفین حضرت ابوالوفا رحمۃ اللہ علیہ ان کی بہت تعریف کیا کرتے تھے اور ان کا ذکر بڑے فخر سے کیا کرتے تھے اور فرمایا کرتے

کہ میں نے اللہ رب العزت سے سوال کیا کہ اے اللہ! جاکیر کردی کو تو میرا مرید بنا دے تو اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ عطا فرما دیا۔ شیخ جاکیر رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے میں کسی مرید کو بیعت میں اس وقت تک نہیں لیتا جب تک لوح محفوظ میں اس کا نام لکھا ہوا نہ دیکھ لیتا اور وہ ہماری اولاد میں سے نہ ہوتا۔ شیخ موصوف رحمۃ اللہ علیہ نے ۵۵۰ھ میں انتقال فرمایا۔ سامرہ (ایک جگہ کا نام ہے) سے ایک دن کے سفر کے فاصلہ پر واقعہ قنطرۃ الرصاص کے قریب عراقی صحرا میں سکونت پذیر رہے اور وہیں وصال بھی فرمایا۔ اور آپ کی قبر انور کے قریب لوگوں نے مکانات تعمیر کر کے بستی بسائی تاکہ آپ کی برکت سے فیض یاب ہوا جا سکے۔

''دلائل الخیرات'' کے مصنف حضرت جزولی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کی کرامات پچھلے جزو میں ان حضرات کے اسماء گرامی میں گزر چکی ہیں جن کے اسماء مبارکہ محمد تھے۔

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ

مستجیب الدعوات

خاندان سادات کے مشہور امام ہیں اور آل بیت کے بہت بڑے بزرگ ہیں۔ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کو جب کسی چیز کی ضرورت پڑتی تو پروردگار عالم کے حضور عرض کرتے: ''یا ربنا انا محتاج الی کذا'' اے رب! مجھے فلاں چیز کی ضرورت ہے (لہٰذا مجھے عطا فرمائی جائے) ابھی آپ کی دعا پوری نہ ہونے پاتی کہ مطلوبہ چیز آپ کے پہلو میں رکھ دی گئی ہوتی۔ یہ امام شعرانی نے بیان کیا ہے۔

چغلخور جگہ پر ہی مر گیا

علامہ مناوی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی کرامات میں سے ایک کرامت یہ بھی ہے کہ خلیفہ منصور کے ہاں کسی نے آپ کی چغلی کھائی۔ جب خلیفہ منصور حج کر چکا تو اس نے چغلخور اور امام جعفر صادق دونوں کو حاضر کرنے کا حکم دیا۔ چنانچہ دونوں آ گئے۔ منصور نے چغلخور کو کہا: کیا تو قسم اٹھائے گا؟ اس نے کہا: ہاں۔ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ بول پڑے، فرمایا اے منصور! اسے کہو کہ جس طرح میں کہتا ہوں ان الفاظ سے قسم اٹھائے۔ منصور نے کہا آپ خود اس سے وہ الفاظ کہلوائیں۔ آپ نے فرمایا۔ یوں کہو: ''برئت من حول اللہ و قوتہ و التجات الی حولی و قوتی لقد فعل جعفر کذا و کذا'' میں اللہ تعالیٰ کی طاقت و قوت سے بری ہوں اور اپنی قوت و طاقت کی پناہ میں آتا ہوں۔ جعفر نے یوں یوں کیا۔ اس شخص نے ایسا کہنے سے انکار کر دیا۔ پھر قسم اٹھائی۔ ابھی اس نے اپنی بات مکمل بھی نہ کی تھی کہ اسی جگہ مر گیا۔

ولی کی بددعا سے موت

آپ کی کرامات میں سے ایک کرامت یہ بھی مذکور ہے کہ کسی باغی نے آپ کے غلام کو قتل کر دیا۔ آپ رات بھر نماز (یاد خدا) میں مصروف رہے۔ پھر سحری کے وقت اس باغی کے لئے بددعا فرمائی۔ اس کے ساتھ ہی اس کی موت کا شور و غوغا سنائی دیا۔ ایسی ہی کرامات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ جب امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے اپنے چچا جناب زید رضی اللہ عنہ کے بارے میں حکم

بن عباس کلبی کا یہ شعر سنا:

صلبنا لکم زیداً علی جذع نخلة　　ولم نر مهدیا علی الجذع یصلب

''ہم نے تمہاری آرزو پوری کرتے ہوئے زید کو کھجور کے تنے پر پھانسی چڑھا دیا اور ہم نے کسی مہدی کو کھجور کے تنے پر سولی لٹکا نہیں دیکھا''۔

تو آپ نے کہا: اے اللہ! اپنے کتوں میں سے کسی کتے کو اس پر مسلط کر دے پھر ایک شیر نے حکم بن عباس کو چیر پھاڑ ڈالا۔

بادشاہت کی پیش گوئی

امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ سیدنا امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی جملہ کرامات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ بنی ہاشم نے جب حسن مثنیٰ کے صاحبزادے جناب عبد اللہ المحض رضی اللہ عنہ کے صاحبزادگان جناب محمد اور ابراہیم کی بیعت کرنے کا ارادہ کیا۔ یہ واقعہ بنو مروان کی حکومت کے آخری زمانہ میں ہوا۔ جب ان کی حکومت نہایت کمزور ہو چکی تھی۔ بنی ہاشم نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے پاس ایک شخص بھیج کر آپ کو بلوایا۔ جب آپ تشریف لائے تو حاضرین نے اپنے اکٹھا ہونے کا سبب بیان کیا۔ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے ان کے ارادہ کا انکار کر دیا۔ پھر انہوں نے عرض کیا کہ آپ اپنا دست اقدس بڑھائیں۔ ہم آپ کی بیعت کر لیتے ہیں۔ آپ نے اس سے بھی انکار کر دیا اور فرمانے لگے: خدا کی قسم! بیعت لینے کا نہ ان دونوں کو اور نہ ہی مجھ کو حق پہنچتا ہے۔ یہ حق زرد قبا والے کا ہے۔ خدا کی قسم! اس قبا کے ساتھ بچے اور غلام کھیلیں گے۔ پھر آپ اٹھے اور واپس تشریف لے گئے۔ منصور عباسی اس دن وہاں موجود تھا اور اس کے جسم پر زرد قبا تھی۔ حضرت جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی باتیں اس کا راستہ بناتی رہیں حتیٰ کہ بنی ہاشم نے اسے بادشاہ بنا لیا۔

بے موسم میوہ اور خدائی خلعت

جناب لیث بن سعد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے ۱۱۳ھ میں حج کیا۔ دوران حج ایک دن نماز عصر ادا کرنے کے بعد کوہ ابوقبیس پر چڑھا۔ اچانک وہاں میں نے ایک شخص بیٹھا ہوا دعا مانگتا دیکھا۔ اس نے عرض کی ''یا رب!'' یہاں تک کہ اس نے اپنا سانس منقطع کیا۔ پھر کہا ''اللھم یا حی یا حی!'' پھر سانس منقطع کر لیا۔ پھر عرض کیا: اے اللہ! مجھے انگوروں کی طلب ہے۔ لہٰذا مجھے کھانے کے لئے انگور عنایت فرما۔ اے اللہ! میری دونوں چادریں بوسیدہ ہو چکی ہیں لہٰذا مجھے لباس عطا فرما۔ لیث بن سعد فرماتے ہیں: خدا کی قسم! ابھی اس شخص کی گفتگو مکمل نہ ہونے پائی تھی کہ میں نے ایک ٹوکرا (کریٹ) انگوروں سے بھرا ہوا دیکھا۔ حالانکہ ان دنوں روئے زمین پر کہیں انگور نہ ملتے تھے اور اچانک مجھے ایسی دو چادریں ایک طرف رکھی نظر آئیں کہ ان جیسی میں نے کہیں نہ دیکھیں۔ پھر جب اس شخص نے انگور کھانے کا ارادہ کیا تو میں نے کہا کہ حضرت! میں بھی آپ کا ساتھی ہوں کیونکہ آپ نے دعا فرمائی تھی اور میں نے آمین کہی تھی۔ فرمایا: آگے آ جاؤ اور کھاؤ۔ میں نے دو انگور کھائے۔ ایسے انگور کبھی کھائے ہی نہ تھے۔ ان میں کوئی بیج نہ تھا۔ ہم دونوں نے سیر ہو کر کھائے۔ لیکن کریٹ میں کوئی کمی نہ آئی۔ پھر اس شخص نے فرمایا: دیکھو ذخیرہ نہ کرنا اور نہ ہی ان میں سے کوئی چھپانا اس کے بعد اس نے دو چادروں میں سے ایک چادر خود لی اور

دوسری مجھے دے دی۔ میں نے عرض کیا: حضور! مجھے اللہ نے بہت کچھ دیا ہے اس کی مجھے ضرورت نہیں ہے۔ انہوں نے ایک چادر کا تہبند بنالیا اور دوسری اوڑھ لی۔ پھر اپنی بوسیدہ دونوں چادریں اٹھائیں جو پہلے پہنی ہوئی تھیں اور چل دیئے۔ سعی کی جگہ پر انہیں ایک شخص ملا۔ اس نے کہا: اے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی کے لخت جگر! اللہ نے تمہیں جو پہنایا ہے، اس میں سے مجھے بھی پہنایئے۔ اس شخص نے وہ دونوں اسے دے دیں۔ میں نے اس شخص سے دریافت کیا جسے دونوں چادریں دی گئیں، یہ کون ہے؟ کہنے لگا: یہ جعفر بن محمد رضی اللہ عنہ ہیں۔ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے ۱۴۸ھ میں مدینہ منورہ میں وصال فرمایا اور اہلبیت کرام کے قصبہ میں جنت البقیع میں دفن کئے گئے۔ اللہ تعالیٰ ان حضرات کی اور تمام مسلمانوں کی برکات سے ہمیں مستفیض فرمائے۔ آمین

جعفر بن محمد نصیر خواص رحمۃ اللہ علیہ

آپ حضرات صوفیائے کرام کے امام تھے اور اکابر اولیاء کرام میں آپ کا شمار ہوتا ہے آپ کی کرامت میں سے ایک کرامت وہ ہے جسے آپ کے شاگرد جناب ابوالحسن علوی نے بیان کیا، فرمایا:

ولی کے دل کا پاس رکھنا ضروری ہے

ہم نے اپنے گھر میں ایک پرندے کو ذبح کر کے تنور میں بھونا۔ میں اس پرندہ پر فریفتہ تھا اور اس کے کھانے کی انتہائی خواہش تھی ادھر شیخ موصوف نے مجھے فرمایا کہ آج کی رات ہمارے پاس بسر کرو۔ میں جان بوجھ کر بیمار بن گیا اور گھر لوٹ آیا۔ گھر والوں نے وہ بھنا ہوا پرندہ میرے سامنے رکھ دیا (تا کہ میں اسے کھاؤں) اچانک ایک کتا اندر آیا۔ اس نے اس بھنے ہوئے پرندے کو دبوچا اور بھاگ نکلا۔ میں نے روٹی بھنے ہوئے پرندے کے بغیر ہی کھائی۔ میرا دل بہت پریشان ہوا اور ڈرنے لگا خدا خدا کر کے صبح ہوئی۔ میں صبح ہوتے ہی اپنے شیخ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ جونہی ان کی نگاہ مجھ پر پڑی۔ فرمایا: جو شخص حضرات مشائخ کرام کے دلوں کی پاسداری نہیں کرتا اللہ تعالیٰ اس پر کتے کو مسلط کر دیتا ہے جو اسے دکھ دیتا ہے۔

تصوف میں داخل ہونے کا واقعہ ان کے ساتھ یہ پیش آیا کہ انہوں نے عباس دوری سے مختلف علوم کا سماع فرمایا۔ پھر ان سے فارغ ہو کر کہیں اور چل دیئے۔ راستہ میں کسی مرد کامل سے ملاقات ہوگئی۔ اس نے پوچھا تمہارے پاس یہ کیا ہے؟ ریزہ ریزہ ہونے والا علم پھینک دو۔ ورق کا علم حاصل کرو۔ ان اوراق کو پھاڑ ڈالو۔ اس مرد کامل کی یہ گفتگو ان کے دل میں گھر کر گئی اور اوراق کو پھاڑ دیا۔

چھ ہزار لوگوں کی سوانح حیات

حضرت جعفر بن محمد خواص رحمۃ اللہ علیہ ابتدائی منازل تصوف طے کرتے وقت ایک مرتبہ سو رہے تھے کہ ہاتف کی آواز سنائی دی۔ کہہ رہا تھا اٹھو اور فلاں جگہ جاؤ۔ تمہیں وہاں کوئی عجیب چیز ملے گی۔ یہ اٹھے اور وہاں پہنچ گئے۔ کیا دیکھتے ہیں کہ ایک صندوق پڑا ہوا ہے۔ اس میں بہت سے رجسٹر پڑے ہوئے ہیں۔ جن میں چھ ہزار مشائخ کرام کے اسماء گرامی تحریر تھے جو

تمام کے تمام صاحبان حق، برگزیدہ شخصیات اور اولیاء کاملین تھے۔ یہ چھ ہزار وہ تھے جو حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر موصوف کے زمانہ تک کے بزرگ تھے۔ ان دفاتر میں ان بزرگوں کی خوبیاں، کمالات اور ان کے اقوال زریں بھی درج تھے۔ موصوف انہیں پڑھا کرتے تھے۔ پھر ان دفاتر کو زمین میں دفن کر دیا جس کے بعد کسی کو وہ نظر نہ آئے۔

دو آدمیوں کے وصل کا وظیفہ

فرمایا! میں نے ایک حج کے دوران مزین صوفی رحمۃ اللہ علیہ سے الوداعی ملاقات کی۔ اور عرض کیا کہ مجھے کچھ زاد راہ عنایت فرمایئے۔ انہوں نے فرمایا اگر تیری کوئی چیز ضائع ہو جائے اور ڈھونڈے سے بھی نہ ملے یا تو چاہتا ہو کہ تیرے اور کسی دوسرے انسان کے درمیان ناچاقی ختم ہو کر بھائی چارہ اور دوستی قائم ہو جائے۔ تو یہ وظیفہ پڑھ لیا کر: یَا جَامِعَ النَّاسِ لِیَوْمٍ لَّا رَیْبَ فِیْهِ اِنَّ اللّٰهَ لَا یُخْلِفُ الْمِیْعَادَ اِجْمَعْ بَیْنِیْ وَ بَیْنَ کَذَا۔ (اے لوگوں کو اس دن جمع کرنے والے! جس دن میں کوئی شک نہیں۔ بے شک اللہ تعالیٰ وعدہ کے خلاف نہیں کرتا)۔ میرے اور فلاں کے مابین اتحاد و اتفاق قائم فرما دے۔ اللہ تعالیٰ تیرے اور اس کے درمیان محبت و اتفاق پیدا فرما دے گا۔ خطیب بغدادی نے اپنی تاریخ میں ان کی بابت لکھا ہے۔ آپ صوفیائے کرام کے شیخ تھے۔ ۳۴۸ھ میں بغداد میں انتقال فرمایا۔ علامہ مناوی نے یہی بیان کیا ہے۔

ابو عبد اللہ جعفر بن عبد الرحیم مخائی رحمۃ اللہ علیہ

آپ بہت بڑے عارف اور محقق تھے۔ فقہ میں بہت سی تصانیف کے مصنف ہیں جو ان کی وسعت علمی پر دلالت کرتی ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ آپ عابد و زاہد بھی تھے۔ اور صلاح و تقویٰ میں بھی مشہور تھے۔ ان سے بہت سے نامی گرامی حضرات نے علم فقہ حاصل کیا۔ امام ابو اسحاق صرذنی بھی ان میں سے ایک تھے۔ جو 'الکافی فی الفرائض' کے مصنف ہیں۔ آپ (ابو عبد اللہ جعفر) کی سکونت جند نامی شہر کے قریب ایک بستی میں تھی۔ ان کی بہت سی ظاہری کرامات ہیں۔ جن میں ایک مندرجہ ذیل ہے۔

تلواریں جسم ولی کا کچھ نہ بگاڑ سکیں

ایک مرتبہ کچھ لوگوں نے ان پر تلواروں کے بہت سے وار کئے۔ لیکن تلواریں ان کے جسم کو بالکل زخمی نہ کر سکیں۔ واقعہ یوں ہے کہ صلیحی نامی حاکم ایک مرتبہ جب شہر جند میں آیا تو یہاں کے علماء کے بارے میں اس نے پوچھ گچھ کی۔ اسے بتایا گیا کہ یہاں کے علماء کرام میں سب سے بڑے عالم فقیہ جعفر ہیں۔ تمام علماء کی آراء ان پر ختم ہوتی ہیں یعنی ان کی رائے ہی کو تسلیم ہوتی ہے۔ چنانچہ اس حاکم نے آپ کو بلوایا۔ آپ تشریف لائے۔ پھر حاکم نے کہا: اے فقیہ! عہدۂ قضا آپ کے لئے مقرر کیا جاتا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ قضا کا عہدہ، نہ میں اس کے مناسب ہوں اور نہ وہ میرے مناسب ہے۔ اس پر حاکم نے غصہ کھایا اور منہ پھیر لیا۔ پھر وہ کسی دوسرے آدمی سے محو گفتگو ہوا۔ تو فقیہ موصوف اس سے اجازت لئے بغیر جلدی سے نکل کھڑے ہوئے۔ اور اپنے گاؤں کا راستہ لیا۔ پھر جب صلیحی نے ان کے بارے میں پوچھا اور انہیں شہر بھر میں تلاش کیا گیا لیکن کہیں

سے بھی ان کا اتہ پتہ معلوم نہ ہو سکا تو حاکم صلیحی نے چند آدمیوں کی جماعت کو حکم دیا کہ ان کا پیچھا کر کے گرفتار کرو اور دھوکہ دہی کے جرم میں انہیں قتل کر دو۔ وہ جماعت ان کی تلاش میں نکل کھڑی ہوئی اور تلاش کرتے کرتے ان کے گاؤں کے قریب انہیں آلیا۔ پھر ان پر ان لوگوں نے تلواروں سے خوب وار کئے لیکن تلواریں ان کو خراش تک نہ پہنچا سکیں۔ وہ بے ہوش کر گر پڑے اور ان لوگوں نے سمجھا کہ فوت ہو گئے ہیں۔ لہٰذا وہ جلدی سے واپس لوٹے کہ کہیں بستی کا کوئی باشندہ انہیں دیکھ نہ پائے۔ جاتے ہوئے وہ شیخ موصوف کے کپڑے بھی لے گئے۔ جب یہ لوگ حاکم صلیحی کے پاس پہنچے تو یہ تمام واقعہ سنایا۔ اور یہ بھی کہ ہماری تلواروں نے ان کے جسم میں کوئی زخم نہیں کیا پھر کسی راہ گزر نے دیکھا کہ جناب فقیہ موصوف وہاں پڑے ہوئے ہیں اور ان کی حالت دگرگوں دیکھی تو اس راہ گزر نے بستی والوں کے چند افراد کو بلوایا۔ وہ آئے اور فقیہ موصوف کو اٹھا کر ان کے گھر لے گئے۔ انہیں کچھ لمحہ بعد افاقہ ہوا اور حاضرین سے گزرا ہوا واقعہ آپ نے بیان کیا۔

آپ سے پوچھا گیا کہ تلواروں نے آپ کے جسم کو کیوں نہ کاٹا؟ فرمایا کہ میں سورۂ یٰس کی تلاوت میں مصروف تھا اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپ نے فرمایا میں نے نماز ادا کرنے کیلئے تکبیر تحریمہ کہہ کر نماز شروع کر دی تھی۔ مجھے ان کے حملہ کرنے اور تلواریں مارنے کا احساس تک نہ ہوا۔ حاکم صلیحی اس واقعہ کے بعد فقیہ موصوف کی بہت تعظیم کرتا رہا اور ان کی سفارش کو قبول کرتا۔ اور ان کے ساتھیوں کا احترام بجالاتا رہا اور ان کی زمینوں کا خراج وغیرہ انہیں معاف کر دیا۔

شیخ موصوف رحمۃ اللہ علیہ نے ۶۰۴ھ کے ابتدائی ایام میں اس دار فانی سے رحلت فرمائی۔ علامہ شرجی نے یہ بیان فرمایا۔

جعفر بن علی بن عبداللہ بن شیخ عیدروس رحمۃ اللہ علیہ

سعی کے لئے بتائی گئی تاریخ درست نکلی

شیخ موصوف رحمۃ اللہ علیہ عامل علماء کرام میں سے مشہور شخصیت تھے اور اولیائے عارفین میں جانی پہچانی شخصیت تھے۔ امام شلی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ان کی بہت سی کرامات تھیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ مجھے مکہ مکرمہ کے ایک باوثوق شخص نے بتایا کہ میں نے جب اپنے وطن مکہ مشرفہ آنے کا ارادہ کیا اور عزم سفر باندھا تو میں ان حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا تا کہ ان سے الوداعی ملاقات ہو جائے اور ان سے دعا کراؤں کہ میں بخیر و عافیت مکہ شریف پہنچ جاؤں۔

انہوں نے مجھ سے فرمایا کہ تو آج سے ٹھیک اکتسویں دن صفا اور مروہ کے درمیان سعی کر رہا ہو گا۔ بیان کرتے ہیں کہ میں جب مکہ معظمہ پہنچ گیا اور میں سعی میں مشغول تھا تو دوران سعی اچانک ایک شخص نے مجھ سے شیخ موصوف کے بارے میں پوچھا تو فوراً مجھے شیخ موصوف کی بات یاد آ گئی۔ میں نے ان سے الوداع ہونے سے آج تک کے دن شمار کئے تو اتنے ہی ہوئے تھے۔ جتنے شیخ موصوف نے بتلائے تھے۔ آپ کا انتقال ۱۰۶۴ھ میں ہندوستان میں بندر قلعہ میں ہوا۔

سید جعفر مکی رحمۃ اللہ علیہ

سید موصوف رحمۃ اللہ علیہ شیخ محمد ولیدی کے ہم عصر ہیں۔ یہ دونوں حضرات خاندان سادات کے اکابر اولیاء کرام میں سے

ہیں۔ دونوں ہی علوم و معارف اور کرامات والے تھے شیخ عبد الکریم شراباتی رحمۃ اللہ علیہ نے ان دونوں حضرات کا اپنی تصانیف میں ذکر فرمایا ہے۔ اور ان کی بعض کرامات بھی نقل فرمائی ہیں۔

کچھ باتیں میں نے شیخ عبد ولیدی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات و واقعات میں ذکر کی ہیں جن کا تعلق شیخ محمد ولیدی سے تھا۔ یہاں میں کچھ باتیں ایسی ذکر کروں گا جو صرف سید جعفر رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق ہیں۔ شیر ربانی رحمۃ اللہ علیہ، شیخ محمد ولیدی رحمۃ اللہ علیہ کی کرامات کا تذکرہ کرنے کے لئے لکھتے ہیں کہ مولانا سید جعفر رحمۃ اللہ علیہ وہ شخصیت ہیں کہ ان کی کرامات اس قدر مشہور ہیں کہ انہیں بیان کرنے کی ضرورت نہیں اور اتنی وافر تعداد میں ہیں کہ گنتی کرنا مشکل ہے۔

ولی کی بات پر عمل نہ کرنے سے جانی نقصان کا خطرہ

آپ کی من جملہ کرامات میں ایک کرامت وہ ہے جو مجھے (عبد الکریم شراباتی رحمۃ اللہ علیہ) الحاج اسماعیل آغا کے چچازاد بھائی الحاج عثمان حلبی میری نے بتائی۔ جو ایک دیانتدار اور سچے تاجر تھے۔ فرماتے ہیں کہ میں جب غائب تھا تو اس وقت مکہ مکرمہ میں تھا۔ میں نے ایک قافلہ کی رفاقت میں مدینہ منورہ جانے کا پختہ ارادہ کیا تو میں نے مولانا سید جعفر موصوف سے اس بارے میں اجازت مانگی۔ انہوں نے اس کی اجازت نہ دی۔ دوبارہ اجازت طلب کرنے پر بھی انکار کر دیا۔ پھر بغیر اجازت لئے ہی نکل کھڑا ہوا۔

پھر جب مدینہ منورہ سے واپس آیا اور مدینہ منورہ اور مکہ مکرمہ کے درمیان پہنچا۔ دشمنوں نے آدھمکایا اور قتل کر دینے کا ارادہ کیا اور سارا مال و اسباب چھین لیا۔ تو اس آڑے وقت میں مجھے سید جعفر موصوف کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے نجات دی۔ وہ اس طرح کہ شیخ موصوف رحمۃ اللہ علیہ میرے اور میرے دشمنوں کے درمیان رکاوٹ بن گئے اور اس وقت وہ یہ کہہ رہے تھے: ''اَلَمْ اَقُلْ لَکَ لَا تَخْرُجْ'' کیا میں نے تجھے کہا نہیں تھا کہ نہ جانا حالانکہ سید مذکور مکہ مکرمہ میں ہی مقیم تھے اور وہاں سے لحہ بھر کے لئے بھی ادھر ادھر نہ گئے۔

بیٹھے بٹھائے کعبۃ اللہ میں موجودگی

آپ کی کرامات میں وہ بھی ہیں جو مختلف علاقوں کے لوگ بیان کرتے ہیں ان میں سے ایک ہمارے شہری سید ابراہیم حافظ حلبی بھی ہیں۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ مکہ شریف کے کسی بڑے آدمی نے سید مذکور کو قتل کرنے کا ارادہ کیا۔ جب اس بڑے سے کہا گیا کہ شیخ موصوف کو ہم نے اپنے ساتھ حرم کعبہ میں چند جمعہ گزرے نماز پڑھتے نہیں دیکھا (یعنی وہ کئی دنوں سے نہیں آ رہے) اس بڑے نے اپنے ساتھ سپاہیوں کی ایک جماعت لی اور سید مذکور کے مکان کی طرف چل پڑا یہ واقعہ جمعہ کے دن کا ہے۔ وہاں پہنچ کر شیخ مذکور کے پاس بیٹھ گیا اور کچھ دیر باتیں کرتا رہا۔ اس کے دل میں آیا کہ جمعہ کا وقت ہوا چاہتا ہے تو اسے سید موصوف نے کہا:

کیا ہم حرم کعبہ میں نہیں؟ اور کیا یہ منبر اور یہ بیت اللہ نہیں؟ اس بڑے نے دیکھا تو اچانک اپنے آپ کو اور اپنے ساتھیوں کو حرم شریف کے اندر منبر کے قریب موجود پایا اسے اس پر بہت تعجب ہوا اور دہشت و حیرت میں پڑ گیا۔ اللہ تعالیٰ شیخ

موصوف پر اپنی وسیع رحمت نازل فرمائے اور اپنی بخشش کے بادلوں کی ان پر موسلادھار بارش نازل فرمائے۔ آپ یقیناً اہل ظاہر و باطن حضرات میں سے تھے۔

غیب سے خرچہ ملنا

جو اولیاء کرام غیب سے خرچہ چلاتے تھے ان میں سے ایک شیخ موصوف بھی ہیں۔ مجھ سے میرے مرحوم بھائی شیخ محمد کتبی نے بیان کیا کہ میں نے جب حضرت موصوف کے ساتھ حج کی سعادت حاصل کی اور میں واپس قدس شریف آیا تو ہم شیخ موصوف کے لئے بستر اور مصلیٰ بچھایا کرتے تھے۔ جب وہ ان پر تشریف فرما ہوتے اور کسی چیز کی خریداری کی ضرورت محسوس کرتے تو اپنا ہاتھ بڑھا کر ان کے نیچے سے رقم نکال کر ہمیں دے دیتے۔ جس سے ہم مطلوبہ چیز خرید لاتے اور آپ کی ضرورت میں صرف کرتے۔ حالانکہ آپ کے لئے بچھائے جانے والے بستر اور مصلیٰ کے نیچے بچھاتے وقت کچھ بھی نہ ہوتا۔

یہ واقعات جناب شراباتی نے تحریر کئے۔ لیکن جناب مرادی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تصنیف کردہ تاریخ ''سلک الدرر'' میں شیخ سید جعفر کا تذکرہ نہیں کیا۔ ہاں ان کے ہم عصر جناب سید محمد ولیدی کی تاریخ لکھی اور ذکر کیا کہ انہوں نے ۱۱۳۴ھ میں وفات پائی۔

سید جعیدی رحمۃ اللہ علیہ

آپ ان اولیائے کرام میں سے ہیں جو اپنے آپ کو پوشیدہ رکھنے کے لئے مختلف روپ دھار لیتے تھے۔ بازاروں میں گھومتے پھرتے ہیں۔ ڈھول باجے بجاتے ہیں اور مختلف شعراء کے اشعار گنگناتے ہیں جن میں بعض اشعار مزاحیہ اور بعض اور قسم کے ہوتے ہیں اس طریقہ کو اپنا کر دراصل وہ لوگوں سے نقدی وغیرہ وصول کرتے ہیں تاکہ اپنی ضروریات زندگی مہیا کر سکیں۔

ہاں اتنی بات ضرور ہے کہ سید جعیدی موصوف کے بارے میں نے بیروت کے بہت سے باشندوں سے کہ جنہوں نے ان سے ملاقات کی اور انہیں دیکھنے کا اتفاق ہوا، سنا کہ ان کے اشعار زیادہ تر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح والے ہوتے ان سے بہت سی کرامات اور خوارق عادت کا ظہور ہوتا جو ان کی ولایت پر دلالت کرتی ہیں۔ پاکیزہ شخصیت تھے اور تمام لوگوں میں مقبول تھے۔

اپنی موت کا علم

آپ کی ایک کرامت وہ ہے جو مجھے شیخ ابوالحسن کتبی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان فرمائی۔ وہ یہ کہ شیخ موصوف اپنی وفات سے ایک دن پہلے بالکل ٹھیک حالت میں تھے۔ بیماری کا نام ونشان نہ تھا۔ لوگوں سے ملتے اور ان سے کہتے میں تمہارے پاس اسی لئے آیا ہوں تاکہ تم سے الوداعی ملاقات کرلوں۔ کیونکہ میں سفر کرنے کا ارادہ رکھتا ہوں۔ موصوف نے یہ دن اسی طرح لوگوں سے الوداعی ملاقات کرنے میں گزارا۔ سبھی کا یہی خیال تھا کہ آپ حقیقتاً اس جگہ سے کسی دوسری جگہ جانے کے لئے سفر کا ارادہ رکھتے ہیں۔ پھر جب دوسرا دن آیا تو شیخ موصوف رحمۃ اللہ علیہ نے رحمت باری تعالیٰ کی طرف سفر فرمایا۔ یعنی انتقال فرما گئے۔ ہمیں اب پتہ چلا کہ سفر سے ان کی مراد موت تھی۔ یہ واقعہ تیرہویں صدی کے آخر کا ہے۔

شیخ جلال الدین تبریزی رحمۃ اللہ علیہ

آپ بڑے اولیاء کرام میں سے ایک تھے اور مردان خدا میں سے اپنے دور کے یکتا فرد تھے۔ بہت سی کرامات مشہورہ ان سے واقع ہوئیں۔ عظیم خوبیوں کے مالک اور زیادہ عمر پانے والے حضرات میں سے تھے۔

معمولی خوراک پر کئی کئی دن بسر کرنا

ابن بطوطہ نے بیان کیا ہے کہ مجھے شیخ موصوف رحمۃ اللہ علیہ نے بتایا کہ میں نے عباسی خلیفہ معتصم باللہ کو بغداد میں دوران خلافت دیکھا اور اس کے قتل کے وقت بھی میں وہاں موجود تھا۔ ابن بطوطہ نے مزید بیان کیا کہ مجھے شیخ موصوف کے ہم نشینوں نے مذکورہ مدت کے گزرنے کے بعد بتایا کہ شیخ موصوف نے ڈیڑھ سو (۱۵۰) سال کی عمر میں انتقال فرمایا۔ آپ نے متواتر چالیس سال روزے رکھے اور دس دن روزہ رکھنے کے بعد افطار فرماتے۔ ان کی ایک گائے تھی جس کے دودھ سے افطار فرمایا کرتے تھے ساری رات یاد خدا میں کھڑے کھڑے گزار دیتے۔ دبلے پتلے جسم والے تھے۔ قد لمبا اور ہلکے رخساروں والے تھے۔

ان کے دست اقدس پر ان پہاڑوں کے باشندوں نے اسلام قبول کیا۔ اسی لئے آپ ان میں قیام پذیر رہے۔ یعنی کامر کے پہاڑوں اور چین سے متصل پہاڑوں کے رہنے والے لوگ۔

قبر اور کفن کا عنداللہ انتظام

ابن بطوطہ نے بیان کیا کہ مجھے شیخ موصوف کے بعض ہم نشینوں نے بتایا کہ حضرت نے انہیں اپنی وفات سے صرف ایک دن پہلے بلوایا اور پھر انہیں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنے کی وصیت فرمائی اور فرمایا کہ میں ان شاء اللہ کل یہاں سے سفر کر جاؤں گا اور تم پر میرا خلیفہ خدا ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔

پھر جب آپ نے دوسرے دن کی نماز ظہر ادا فرمائی تو اللہ تعالیٰ نے آخری سجدہ کے دوران ان کی روح قبض فرمالی۔ لوگوں نے اس غار کی ایک طرف کھودی ہوئی قبر موجود پائی جس غار میں آپ رہائش پذیر تھے۔ قبر کے باہر کفن اور حنوط بھی پڑے ہوئے تھے۔ پھر لوگوں نے انہیں غسل دیا۔ کفن پہنایا اور نماز جنازہ پڑھا کر دفن کر دیا۔

زیارت کے لئے آنے والے کی پیشگی اطلاع دینا

ابن بطوطہ نے کہا کہ میں نے جب شیخ موصوف کی زیارت کرنے کا ارادہ کیا تو مجھے حضرت کے پاس بیٹھنے والوں میں سے چار حضرات شیخ کی رہائش گاہ سے دو دن کی دوری پر ملے۔ انہوں نے مجھے بتایا کہ شیخ نے اپنے پاس بیٹھے فقراء سے فرمایا تمہارے پاس مغرب کا ایک سیاح آرہا ہے۔ اس کا استقبال کرو۔ لہٰذا ہم اپنے شیخ کے حکم کے مطابق آپ کے استقبال کے لئے آئے ہیں۔ حالانکہ شیخ موصوف کو میرے بارے میں قطعاً کوئی معلومات نہ تھیں۔

یہ سب کچھ انہیں کشف سے معلوم ہوا۔ میں ان چار حضرات کے ساتھ شیخ موصوف کی طرف چل پڑا۔ میں ان کی عبادت گاہ پر پہنچا جو غار کے باہر تھی وہاں کوئی عمارت نہ تھی علاقہ کے مختلف شہروں کے باسی آپ کی زیارت کرنے آتے۔ ان

میں مسلمان بھی ہوتے اور غیر مسلم بھی ہوتے اور آپ کی خدمت میں ہدیے اور تحفے لاتے۔ جن سے فقراء بھی کھاتے اور آنے والے مہمان بھی کھاتے۔ خود شیخ موصوف صرف اپنی گائے کے دودھ پر گزارا فرماتے۔ وہ بھی دس دن کے بعد نوش فرماتے۔ جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے۔

جب میں آپ کے در دولت پر حاضر ہوا تو اٹھے اور مجھ سے معانقہ فرمایا اور میرے شہر اور سفر کی روداد پوچھی۔ میں نے سب کچھ عرض کیا۔ اس پر انہوں نے مجھے ''مسافر العرب'' کا لقب عطا فرمایا۔

آپ کے ساتھیوں میں سے ایک نے عرض کیا۔ کیا یہ صرف عرب کا مسافر ہے یا عجم کا بھی؟ آپ نے فرمایا عجم کا بھی ہے۔ پھر آپ کے جانشینوں نے تعظیم بجالائی اور مجھے مہمان خانے لے گئے۔ جہاں تین دن تک انہوں نے میری خاطر تواضع کی۔

دل کے ارادوں پر اطلاع

ابن بطوطہ نے ہی بیان کیا جس دن میں شیخ موصوف سے ملاقات کی خاطر ان کے ہاں حاضر ہوا تو میں نے انہیں ریشمی اور عمدہ قسم کی قمیص پہنے دیکھا۔ مجھے وہ بڑا عجیب لگا اور میں نے دل میں کہا: کاش! شیخ صاحب یہ مجھے عنایت فرمادیں۔ پھر جب کچھ دنوں بعد میں ان سے الوداعی ملاقات کرنے کے لئے حاضر ہوا تو آپ غار کے ایک طرف سے میرے لئے اٹھے اور وہ عمدہ قمیص اتار کر مجھے پہنادی۔ علاوہ ازیں شیخ موصوف نے مجھے اپنے سر سے ٹوپی اتار کر بھی پہنادی اور پیوند لگا کر دیگر لباس بھی عنایت فرمایا۔ مجھے وہاں کے فقیروں نے بتایا کہ شیخ موصوف کی یہ عادت نہ تھی کہ وہ مذکورہ قمیص ہر وقت پہنے رکھتے۔ صرف میرے آنے پر انہوں نے اسے زیب تن فرمایا اور شیخ نے موجود فقرا سے کہا کہ اس نرم قمیص کا مغربی (ابن بطوطہ) مطالبہ کرے گا۔ پھر اس مغربی سے ایک کافر بادشاہ لے گا اور کافر بادشاہ اس قمیص کو لے کر ہمارے بھائی برہان الدین صاغرجی کو دے دے گا۔ اور یہ اسی کا قمیص ہے اور اس کی من پسند ہے۔ پس جب فقرا نے مجھے یہ سب کچھ بتایا تو میں نے انہیں کہا کہ شیخ موصوف کے پہنا دینے سے مجھے شیخ کی برکت حاصل ہوگئی ہے اور میں اس قمیص کو پہن کر کسی مسلمان یا کافر بادشاہ کے ہاں نہیں جاؤں گا۔

میں اس کے بعد شیخ موصوف سے رخصت ہوگیا۔ پھر کافی مدت گزر جانے کے بعد مجھے چینی شہروں میں جانے کا اتفاق ہوا۔ میں چلتے چلتے مدینۃ الخنساء پہنچا۔ وہاں میرے ساتھی اژدھام کی وجہ سے مجھ سے بچھڑ گئے۔ مذکورہ قمیص میں نے پہن رکھی تھی میں ایک راستہ پر چل رہا تھا کہ اس دوران اچانک ایک وزیر بہت بڑی سواری پر سوار میرے سامنے آگیا۔ اس کی مجھ پر نظر پڑی۔ مجھے اپنے پاس آنے کو کہا۔ میں گیا تو اس نے میرا ہاتھ تھام کر پوچھا کہاں سے آئے ہو؟ کس جگہ کے باشندے ہو؟ اس نے مجھے نہ چھوڑا ہم دونوں چلتے چلتے بادشاہ کے گھر کے قریب آگئے۔ میں نے چاہا کہ میں اس سے الگ ہو جاؤں اور بادشاہ کے گھر داخل نہ ہوں۔ لیکن اس نے مجھے منع کیا اور روک رکھا۔ اور مجھے اپنے ساتھ لئے بادشاہ کے گھر داخل ہوگیا۔ بادشاہ نے مجھ سے مسلمان بادشاہوں کے متعلق کچھ سوالات کئے جن کے میں نے اسے جوابات دیئے۔

اس نے قمیص کو دیکھا اور خوب سراہا۔ اسے وہ بہت اچھی لگی۔ پھر وزیر نے مجھے کہا اسے اتار دو۔ مجھے انکار کرنے کی

ہمت نہ تھی لہٰذا میں نے اتار دیا۔ وہ قمیص اس بادشاہ نے لے لی اور میرے لئے حکم دیا کہ اسے دس جوڑے، سامان سے لدا ایک گھوڑا اور کھانے پینے کے لئے خرچہ دے دو۔ اس بات سے میرے دل پر بہت اثر ہوا۔ میری حالت دگرگوں ہوگئی۔ پھر مجھے شیخ موصوف کا قول یاد آیا کہ یہ قمیص کافر بادشاہ لے لے گا۔ اس پر میں کافی دیر تعجب میں پڑا رہا۔

جب اگلا سال آیا تو میں چین کے بادشاہ کے گھر گیا اور پھر میں نے شیخ برہان الدین صاغرجی کے عبادت خانہ میں جانے کا ارادہ کیا۔ جب میں وہاں پہنچا تو دیکھا کہ شیخ برہان الدین قرآن کریم پڑھ رہے ہیں اور انہوں نے بعینہ وہی قمیص پہن رکھی ہے (جو مجھ سے کافر بادشاہ نے لے لی تھی۔ مجھے یہ دیکھ کر نہایت تعجب ہوا۔ میں نے اس قمیص کو ہاتھوں سے الٹ پلٹ کیا تو شیخ موصوف نے مجھ سے پوچھا کیوں اسے الٹ پلٹ کر رہے ہو؟ اور کیا تم اسے جانتے پہچانتے ہو؟

میں نے عرض کیا۔ ہاں میں اسے جانتا پہچانتا ہوں۔ یہ وہی قمیص ہے جو مجھ سے سلطان الخنساء نے لی تھی۔ شیخ مجھے فرمانے لگے: یہ قمیص میرے بھائی جلال الدین نے میری فرمائش اور پسند پر بنوائی تھی اور مجھے یہ رقعہ بھیجا کہ قمیص فلاں آدمی لے کر تمہارے پاس آئے گا۔ یہ کہہ کر شیخ موصوف نے رقعہ نکالا۔ مجھے دیا۔ میں نے اسے پڑھا اور میں شیخ کے سچے یقین پر تعجب میں پڑ گیا۔

میں نے انہیں پہلے کی تمام روداد سنائی۔ اس حکایت کو سن کر شیخ فرمانے لگے میرے بھائی جلال الدین کا مقام اس سے کہیں بلند و بالا ہے وہ کون میں تصرف کرنے والے ہیں۔ ان کا انتقال ہو چکا ہے۔ پھر شیخ نے مجھ سے کہا کہ مجھے ان (جلال الدین) کے بارے میں باوثوق حضرات کی وساطت سے یہ بات پہنچی کہ وہ ہر دن صبح کی نماز مکہ مکرمہ میں ادا فرمایا کرتے تھے اور ہر سال حج کیا کرتے تھے کیونکہ وہ دو دن لوگوں سے غائب رہتے تھے۔ یوم عرفہ اور یوم عید یعنی نو اور دس ذوالحجہ۔ کسی کو پتہ نہ ہوتا کہ آپ کہاں تشریف لے گئے۔

جمال الدین برلسی رحمۃ اللہ علیہ

آپ قلندری سلسلہ کے اولیائے کرام کے پیشوا ہوئے ہیں۔ ابن بطوطہ نے اپنے سفرنامہ میں لکھا ہے کہ شیخ جمال الدین رحمۃ اللہ علیہ کی یہ کرامت بیان کی جاتی ہے۔

ایک لمحہ میں داڑھی کا اگنا، سیاہ پھر سفید ہو جانا

شیخ جمال الدین برلسی نے دمیاط شہر میں جانے کا قصد فرمایا تو وہاں پہنچ کر شہر قبرستان میں سکونت اختیار فرمائی۔ اس شہر کا قاضی ابن عمید کے نام سے معروف و مشہور تھا۔ ایک دن قاضی شہر کسی اہم شخصیت کے جنازہ میں شرکت کے لئے قبرستان آیا تو اس کی نظر شیخ جمال الدین پر پڑی جو قبرستان میں قیام پذیر تھے۔ دیکھ کر انہیں کہنے لگے تم بدعتی شیخ ہو۔ اس کے جواب میں شیخ موصوف نے قاضی کو کہا تم ایک جاہل قاضی ہو اور سواری پر بیٹھے قبروں کے درمیان چل رہے ہو اور تم جانتے ہو کہ مردہ انسان کی حرمت و عزت اسی طرح ہوتی ہے جیسے زندہ انسان کی عزت و حرمت ہوتی ہے اس پر قاضی نے انہیں کہا میرے اس گناہ سے

تیرا داڑھی منڈا ہونا بڑا گناہ ہے۔ شیخ نے کہا تمہارا مطلب یہ ہے کہ میں بڑا گنہگار ہوں یہ کہہ کر شیخ نے چیخ ماری۔ پھر اپنا سر اٹھایا تو فوراً آپ کے چہرے پر سیاہ مکمل داڑھی تھی۔ قاضی اور اس کے ساتھی تعجب کرنے لگے۔ قاضی اپنی خچر سے اتر کر شیخ کے پاس آ گیا۔ شیخ نے پھر چیخ ماری اس مرتبہ ان کے چہرے پر خوبصورت سفید داڑھی تھی پھر تیسری مرتبہ چیخ ماری اور سر اٹھایا تو اب کے چہرہ بالکل صاف تھا جیسا پہلے تھا۔ قاضی نے آپ کے ہاتھ کو چوما اور ان کی شاگردی اختیار کر لی اور ان کے لئے خوبصورت عبادت خانہ بنوایا۔ شیخ کی زندگی تک ان کی صحبت میں رہا۔ پھر جب شیخ کا انتقال ہوا تو اسی عبادت خانہ میں مدفون ہوئے۔

حضرت جمعہ حموی رحمۃ اللہ علیہ

آپ شیخ شکاس حموی رحمۃ اللہ علیہ کے مؤذن تھے۔ اکابر متقین میں سے تھے اور صاحب کرامات تھے۔ آپ کی ایک کرامت یہ ہے۔

آواز کی بلندی سے پہاڑوں کا ریزہ ریزہ ہو جانا

شیخ رحمۃ اللہ علیہ عمر رسیدہ شخصیت تھے۔ ایک مرتبہ اذان دے کر نیچے اترے مسجد کے قریب گارا بنانے والا ایک نصرانی رہتا تھا۔ اس نے شیخ کو کہا حضرت! تم مسلمانوں کی مسجدیں بہت جلد بوسیدہ ہو جاتی ہیں اور ان کی عمارت منہدم ہو جاتی ہے اور ہمارے گرجے کئی صدیوں تک جوں کے توں رہتے ہیں۔ اس کی کیا وجہ ہے؟ شیخ نے فرمایا:

تمہاری بات درست ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ جب ہم میں کوئی مسلمان ''اللہ اکبر'' کہتا ہے۔ شیخ نے اللہ اکبر کہتے وقت اپنی آواز بلند کی تو پہاڑ کانپ کر زمین کے ساتھ ہموار ہو گئے۔ نصرانی کو اسی وقت بخار چڑھ گیا اور تین دن بعد مر گیا۔

شیخ موصوف دسویں صدی کے دوسرے نصف میں فوت ہوئے۔ یہ سب کچھ علامہ مناوی نے ''طبقات الصغریٰ'' میں لکھا ہے۔

شیخ جمعہ رحمۃ اللہ علیہ

یہ وہ بزرگ ہیں جو عکا میں کافی مدت رہائش پذیر رہے پھر حیفا میں کافی عرصہ مقیم رہنے کے بعد وہاں سے کہیں اور سفر کر گئے۔ مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ حضرت موصوف کا ۱۳۰۶ھ کے بعد انتقال ہوا۔ میں نے انہیں عکا میں بھی اور حیفا میں بھی دیکھا۔ آپ صاحب احوال تھے۔ آپ اپنے حواس سے کبھی غائب اور کبھی موجود ہوتے۔ آپ کی متعدد کرامات منقول ہیں۔ ان میں ایک مندرجہ ذیل ہے۔

گستاخ کی باتوں کے دوران حاضر ہو جانا

شیخ اسعد بن شیخ محمد شقیر رحمۃ اللہ علیہ نے جو خود عکا کے باشندے تھے، مجھے بتایا کہ میں ایک مرتبہ اپنے گھر میں بہت سے آدمیوں کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ حاضرین میں سے ایک شخص کانا (ایک آنکھ سے محروم) بھی تھا۔ اس کانے شخص نے شیخ جمعہ رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق باتیں شروع کر دیں اور ان پر بعض اعتراضات کئے۔ ابھی اس کانے کی گفتگو مکمل نہ ہونے پائی تھی کہ شیخ

موصوف وہاں تشریف لے آئے آپ انتہائی غصہ میں تھے۔ انہوں نے روئے سخن خاص کر اس کانے آدمی کی طرف کیا جو آپ پر اعتراض کر رہا تھا۔ آپ کی گفتگو تند و تیز تھی اور اسے کہا:

اے کانے! اگر میرے ہاتھ میں تلوار ہوتی تو میں تیرا کام تمام کر دیتا۔ یا اسی سے ملتی جلتی گفتگو کی۔ پھر وہ کانا شخص اپنی محتاج اولاد کو عکا میں ہی چھوڑ کر خود کوچ کر گیا اور تقریباً بیس سال تک ادھر آنے کا نام تک نہ لیا۔ میں اس کانے کو بخوبی جانتا ہوں۔ شیخ موصوف کی اور بھی بہت سی کرامات مروی ہیں۔ آپ کی تاریخ وفات نہیں جان سکا۔

حضرت ابو القاسم جنید رحمۃ اللہ علیہ

آپ علی الاطلاق صوفیائے کرام کے شیخ اور بالاتفاق ان کے امام ہیں۔

درہم جوں کا توں رہا اور ضرورتیں پوری ہوتی رہیں

امام قشیری رحمۃ اللہ علیہ بیان فرماتے ہیں، میں نے جناب عبد اللہ شیرازی کو یہ کہتے سنا کہ میں نے ابو احمد کبیر رحمۃ اللہ علیہ سے سنا فرمایا، میں نے ابو عبد اللہ بن حفیف رحمۃ اللہ علیہ سے سنا، انہوں نے فرمایا، میں نے ابو عمروز جاجی رحمۃ اللہ علیہ کی زبانی سنا، فرمایا کہ میں حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں حاضر ہوا۔ میرا ارادہ تھا کہ میں حج کرنے جاؤں۔ حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے ایک صحیح (کھرا) درہم عطا فرمایا۔ میں نے لیا اور اسے اپنے تہبند میں باندھ کر محفوظ کر لیا۔ پھر میں حج کے لئے چل پڑا۔ دوران سفر جب بھی کسی منزل و مکان میں داخل ہوتا وہاں مجھے بہت سے ساتھی مل جاتے۔ مجھے اس درہم کے خرچ کرنے کی ضرورت ہی نہ پڑی۔

جب میں حج سے فارغ ہو گیا اور بغداد واپس آیا تو میں حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں حاضری کے لئے گیا۔ آپ نے میری طرف ہاتھ بڑھا کر فرمایا: لاؤ وہ درہم کہاں ہے؟ چنانچہ میں نے آپ کو وہ درہم پکڑا دیا۔ فرمانے لگے اس کی مہر کہاں گئی؟ میں نے عرض کیا وہ مٹ گئی ہے۔

مومن اللہ کے نور سے دیکھتا ہے

حضرت امام یافعی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تصنیف ''روض الریاحین'' میں حضرت ابو القاسم جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ سے ایک واقعہ نقل فرماتے ہیں: وہ یہ کہ حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: مجھے حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ لوگوں سے خطاب کیا کرو لیکن میرے دل میں لوگوں کو خطاب کرنے سے کچھ ڈر سا جما ہوا تھا یعنی جھجک محسوس کرتا تھا اور میں اس بارے میں اپنے دل کو کوستا رہتا کہ تو اس جھجک اور حیا کا حقدار نہیں۔ پھر میں جمعہ کی شب سرکار ابد قرار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خواب میں زیارت سے مشرف ہوا۔ آپ نے ارشاد فرمایا: لوگوں کو خطاب کرو۔

میں بیدار ہوا اور حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ کے در دولت پر حاضر ہوا۔ ابھی صبح نہیں ہوئی تھی۔ میں نے ان کے دروازے پر دستک دی۔ آپ تشریف لائے اور فرمانے لگے، تو نے ہماری بات نہ مانی حتیٰ کہ تجھے بڑی بارگاہ سے یہ حکم ملا۔ پھر حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ لوگوں کو خطاب کرنے صبح جامع مسجد میں منبر پر تشریف لائے۔ لوگوں میں اس بات کا چرچا ہو گیا کہ حضرت

جنید رحمۃ اللہ علیہ بیٹھے لوگوں کو خطاب فرما رہے ہیں۔ دوران تقریر ایک اجنبی نصرانی غلام مجمع میں سے اٹھا اور کہنے لگا: یا شیخ! رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول مبارک کا کیا معنی ہے؟ ''اتقوا فراسة المومن فانه ینظر بنور اللہ و تعالیٰ'' مومن کی فراست سے ڈرو، کہ وہ اللہ تعالیٰ کے نور سے دیکھتا ہے)۔

حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ نے کچھ دیر کے لئے اپنا سر جھکایا۔ پھر اوپر اٹھایا اور فرمایا: ''اے غلام! اسلام قبول کر لے کیونکہ اسلام لانے کا وقت آگیا ہے''۔ غلام مسلمان ہو گیا اور زنار کاٹ ڈالا۔

فضا سے ہاتھ کے ذریعے مختلف اشیاء لانا

سیدنا جنید رحمۃ اللہ علیہ نے اپنا ایک واقعہ بیان کیا کہ میں ایک مرتبہ ایک مرد ابدال کی ایک عورت ابدال سے شادی کی تقریب میں گیا۔ حاضرین میں سے ہر ایک باراتی نے اپنا ہاتھ ہوا میں بلند کر کے کچھ پکڑا۔ جب پکڑی ہوئی چیز زمین پر رکھی تو کسی نے موتی، کسی نے یاقوت اور کسی نے اس جیسی اور اعلیٰ چیزیں دیں۔ حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے بھی اپنا ہاتھ ہوا میں مارا اور زعفران پکڑ کر دوستوں کے سامنے رکھا۔ اس پر مجھے حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا: اس پوری بارات میں کوئی ایک بھی تمہارے سوا ایسا نہیں جو شادی کے مصارف وضروریات کے لئے تم سے بڑھ کر اچھا تحفہ وہدیہ پیش کر سکا ہو۔

علامہ مناوی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا، حضرت جنید ابو القاسم بن محمد بغدادی رحمۃ اللہ علیہ بالاتفاق اور علی الاطلاق حضرت صوفیہ کرام کے شیخ ہیں۔ جب لفظ ''سید الطائفہ'' لکھنے بولنے میں آئے تو اس سے مراد انہی کی شخصیت ہوتی ہے۔ آپ نے روحانی تعلیم اپنے ماموں جناب سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کی۔

فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ کھیل کود میں مصروف تھا۔ جناب سری سقطی وہاں موجود تھے اس وقت میری عمر سات برس کی تھی اور کہا کہ کچھ لوگ شکر کے بارے میں گفتگو کر رہے تھے۔ جناب سری سقطی نے فرمایا: اے بیٹے! تم بتاؤ شکر کسے کہتے ہیں؟ میں نے عرض کیا شکر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نعمت کے ذریعہ اس کی نافرمانی نہ کی جائے۔ اس پر انہوں نے فرمایا: مجھے ڈر لگتا ہے کہ کہیں تیری زبان ہی اللہ تعالیٰ سے تیرے لئے برا حصہ نہ بن جائے۔ (یعنی اللہ تعالیٰ سے دوری کا سبب بن جائے) میں ان کی اس بات پر ہر وقت روتا رہتا۔

توجہ سے کسی کو اپنے پاس بلانا

حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ بیان فرماتے ہیں کہ ایک رات مجھے نیند نہ آئی تو میں اٹھ بیٹھا تا کہ اپنا ورد وظیفہ پڑھ لوں۔ لیکن آج مجھے وظیفہ پڑھنے کے دوران میں حلاوت اور سکون نہ محسوس ہوا جو روزانہ ہوا کرتا تھا۔ میں نے پھر سو جانے کا ارادہ کیا۔ لیکن یہ بھی نہ کر سکا۔ (یعنی نیند نہ آئی) میں نے پھر اٹھ کر بیٹھے رہنے کا ارادہ کیا لیکن بیٹھنے میں بھی دل نہ لگا۔ پھر دیکھا کہ میرا گھر لرز رہا ہے گویا ابھی گر جائے گا تو میں گھر سے باہر آ گیا۔

باہر آتے ہی مجھے اچانک ایک شخص دکھائی دیا جو چادر میں لپٹا ہوا تھا۔ کیونکہ بہت سردی تھی اور وہ شخص راستہ میں پڑا ہوا تھا۔ اس نے سر اٹھایا اور کہنے لگا: اے ابو القاسم! اس وقت آپ میری طرف تشریف لائیے۔ میں نے کہا اے آقا! بغیر کسی

عہد و پیمان اور واقفیت کے۔ اس شخص نے کہا ہاں۔ میں نے دلوں کو حرکت دینے والے (اللہ تعالیٰ) سے سوال کیا تھا کہ وہ تیرے دل کو میری طرف متحرک کر دے تاکہ تو میری طرف آ جائے۔ اچھا آپ بتائیں کہ نفس کی بیماری کب اس کی دوا بنتی ہے؟ میں نے کہا جب تو نفس کی خواہشات کی مخالفت کر دے۔

پھر اس نے اپنے نفس کو مخاطب کرتے ہوئے کہا اے میرے نفس! سن، میں نے تجھے یہی جواب سات مرتبہ دیا لیکن تو نے ہر مرتبہ انکار کیا اور اصرار کیا کہ میں یہ جواب تب تسلیم کروں گا جب جناب جنید سے خود نہ سن لوں۔ یہ کہہ کر وہ مرد خدا وہاں سے چل دیا۔ میں اس کو پہچان نہ سکا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت جنید کو قاضی مقرر فرمانا

جناب خانی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ علی بن ابی منصور دینوری رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا کہ میں نے ایک مرتبہ بغداد شریف جانے کا قصد کیا۔ میرے پاس کچھ دینوی ساز و سامان و دیگر اشیاء تھیں۔ یہ ارادہ تھا کہ بغداد شریف پہنچ کر یہ تمام چیزیں حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ کے ہم نشینوں اور فقیروں میں بانٹ دوں گا۔ ہم بغداد پہنچ گئے اور ایک مکان میں ٹھہرے۔ میں نے حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات کرنے کا ارادہ کیا تاکہ آپ کی خدمت بجالاؤں۔

میں آپ کے در دولت پر حاضر ہوا۔ آپ بہت خوش ہوئے اور اپنی گفتگو سے مجھے قرب بخشا اور خوب ملاقات ہوئی۔ میں بسا اوقات آپ کے ہاں حاضر ہوتا رہتا اور آپ سے گفتگو کی سعادت پاتا۔ حتیٰ کہ ایک رات ایسی آئی میں نے خواب دیکھا کہ گویا خلیفہ وقت آیا ہے اور مجھے اپنے ہاں اس نے مہمان نوازی کی دعوت دی ہے۔ میں خواب سے بیدار ہوا اور اپنے ساتھی سے اس کا تذکرہ کیا جو میں نے خواب میں دیکھا۔ ساتھی کہنے لگا ہم انتظار کرتے ہیں کہ تمہارے اس خواب کی تعبیر کیا نکلتی ہے پھر جب صبح ہوئی تو اچانک کسی نے دروازے پر دستک دی۔ میں نے اٹھ کر دروازہ کھولا تو حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ کو کھڑے پایا۔ ہم آپ کے استقبال کے لئے کھڑے ہو گئے اور آپ کی تشریف آوری پر بہت خوش ہوئے آپ نے ہمیں سلام کیا اور تشریف فرما ہوئے۔ کچھ وقت کے لئے آپ نے ہم سے مختلف باتیں کیں اور علمی تذکرہ ہوا اور پھر آپ نے مجھے اپنے گھر دعوت پر آنے کا فرمایا۔ علی بن منصور کہتے ہیں کہ میں نے اپنے ساتھی کو دیکھا اور مسکرا دیا۔ حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کیوں ہنستے ہو؟ میں نے آپ کو وہ خواب بیان کیا جو میں نے دیکھا تھا اور کہا کہ میں بیٹھا انتظار کر رہا تھا کہ دیکھوں میرے خواب کی کیا تعبیر نکلتی ہے۔ اسی دوران آپ نے دروازہ کھٹکھٹایا پھر آپ اندر تشریف لائے اور گفتگو کرنے کے بعد آپ نے جب مجھے اپنے ہاں دعوت کے لئے مدعو کیا تو مجھے ہنسی آئی۔ حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ فرمانے لگے میں گزشتہ رات خواب میں سرکار ابد قرار صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آپ کے دائیں، حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بائیں اور علی المرتضیٰ آپ کے سامنے حاضر تھے۔ میں بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بیٹھ گیا۔ اتنے میں دو آدمی اور نظر آئے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بیٹھے ہوئے تھے۔ ان میں سے ایک نے دوسرے کے خلاف اپنے حق میں مطالبہ کا دعویٰ کیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے میری طرف نظر التفات فرمائی اور ارشاد فرمایا:

اے ابوالقاسم! ان دونوں میں فیصلہ کرو میں آپ ﷺ کی عظمت اور صحابہ کرام کی حشمت کے پیش نظر خاموش رہا۔ آپ نے دوسری تیسری بار پھر وہی ارشاد فرمایا میں ہر مرتبہ آپ کی ہیبت، بزرگی اور جلالت شان کی وجہ سے خاموش رہا۔ پھر آپ نے چوتھی مرتبہ مجھے فرمایا: ان کے درمیان فیصلہ کرو۔ میں نے تمہیں لوگوں کے لئے حاکم و قاضی کا منصب عطا فرما دیا ہے۔ یہ سب کچھ دیکھا پھر میں خواب سے بیدار ہو گیا اور میں سخت خوفزدہ تھا۔ لہٰذا میں تمہارے پاس آ گیا تاکہ خوف جاتا رہے اور تسلی ہو۔

خطرات دل پر آگاہی

حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ کی کرامات میں سے ایک کرامت یہ ہے کہ جسے خیر النساج رحمۃ اللہ علیہ نے بیان فرمایا، فرماتے ہیں کہ میں اپنے گھر میں بیٹھا ہوا تھا۔ اچانک میرے دل میں آیا کہ ابوالقاسم حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ باہر دروازہ پر تشریف فرما ہیں مجھے ان کی طرف جانا چاہئے۔ میں نے پھر اس خیال کی خود ہی تردید کر دی اور کہا کہ یہ وسوسہ ہے۔ آپ باہر تشریف فرما نہیں میرے دل میں دوسری مرتبہ بھی یہی خیال آیا۔ میں نے پھر اس کی تردید کر دی اور کوئی دھیان نہ دیا۔ جب تیسری مرتبہ خیال آیا تو میں نے کہا کہ یہ خیال وسوسہ نہیں بلکہ سچا خیال ہے۔ میں اٹھا اور دروازہ کھولا تو دیکھا حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ قیام فرما ہیں۔ آپ نے مجھے سلام کیا اور فرمایا: اے اچھے آدمی! پہلا ہی خیال آنے پر باہر کیوں نہ نکلے؟

گناہ کہیں اس کے لئے استغفار کہیں اور

ایک کرامت جناب ابن علوان رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کی، فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ رحبہ بازار میں کسی کام کی خاطر گیا۔ میں نے ایک جنازہ دیکھا تو اس کے ساتھ ہو گیا تاکہ نماز جنازہ پڑھوں۔ نماز جنازہ پڑھ کر فارغ ہونے پر میں وہاں کھڑا رہا۔ حتیٰ کہ میت کو دفن کر دیا گیا۔ اس دوران بلا ارادہ میری نظر ایک کھلے چہرے والی عورت پر پڑی میں چند لمحے اس کو دیکھتا رہا۔ پھر میں نے اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّاۤ اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَ (البقرہ) پڑھا اور اللہ تعالیٰ سے معافی مانگی اور گھر واپس لوٹ آیا۔ مجھے ایک بڑھیا نے کہا کیا ہوا میں تمہارا چہرہ سیاہ دیکھ رہی ہوں؟ میں نے شیشہ دیکھا تو واقعی میرا چہرہ سیاہ تھا۔

میں حضرت سری رحمۃ اللہ علیہ کے پاس حاضر ہوا تاکہ معلوم کر سکوں کہ کس وجہ سے چہرہ سیاہ ہو گیا ہے۔ انہوں نے فرمایا بری نظر کی وجہ سے۔ میں نے یہ سن کر ایک جگہ تنہائی میں جا کر اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کی اور اس سے اس جرم کی تلافی کا چالیس دن تک سوال کرتا رہا۔ پھر میرے دل میں خیال آیا کہ میں اپنے شیخ حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں حاضری دوں تو میں بغداد شریف کی طرف نکل پڑا۔ جب میں آپ کے در دولت پر حاضر ہوا اور دروازہ کھٹکھٹایا تو آپ نے فرمایا۔ اے ابو عمر! اندر آ جاؤ۔ تم نے رحبہ بازار میں گناہ کیا اور ہم بغداد میں تمہارے لئے استغفار کر رہے ہیں۔

دل سے بھی غیبت ہوتی ہے اور ولی اسے جان لیتا ہے

ایک کرامت حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ نے خود بیان فرمائی۔ فرماتے ہیں کہ میں مسجد شونیزیہ میں کھڑا ایک جنازہ کا انتظار کر رہا

تھا تا کہ اس کی نماز جنازہ ادا کر سکوں۔ وہاں اور بھی بہت سے لوگ جنازہ کا انتظار کر رہے تھے۔ میں نے ایک فقیر کو دیکھا جس پر درویشی کی کچھ علامات تھیں۔ وہ لوگوں سے مانگ رہا تھا میں نے دل میں کہا کاش! یہ فقیر کوئی کام کرتا جس سے یہ اپنی عزت بچا لیتا تو کتنا بہتر ہوتا۔

میں جب واپس اپنے گھر آیا۔ میں رات کے وقت مختلف اوراد پڑھا کرتا تھا۔ آج رات جب میں نے ان اوراد کو پڑھنا چاہا تو اپنے اندر ہمت نہ پائی۔ میں بیٹھا جاگتا رہا اور سوچتا رہا کہ اس بے ہمتی کا کیا سبب ہوا؟ اس دوران مجھے اونگھ آ گئی کیا دیکھتا ہوں کہ وہی فقیر ایک بچھے ہوئے دستر خوان پر بیٹھا ہوا ہے۔ لوگوں نے مجھے کہا تم اس فقیر کا گوشت کھاؤ کیونکہ تم نے اس کی غیبت کی ہے۔ مجھ پر حالت منکشف ہوئی تو میں نے کہا کہ میں نے تو اس فقیر کی غیبت نہیں کی۔ میں نے تو صرف دل میں ایک بات کہی تھی۔ لوگوں نے کہا یہی غیبت ہے۔ ہم اسی وجہ سے تم سے ناراض ہیں۔ جا اور جا کر اس کا کچھ بندوبست کر۔ پھر جب صبح ہوئی تو میں نے اسی جگہ کا کئی مرتبہ چکر لگایا۔ جہاں فقیر کو دیکھا تھا بالآخر مجھے وہ فقیر ایک نہر کے کنارے پر مل گیا۔ وہ نہر کے کنارے سے سبزیوں کے گرے پتے چن رہا تھا۔ میں نے آگے بڑھ کر سلام کیا۔ اس نے سلام کا جواب دیا اور مجھ سے کہا: اے ابوالقاسم! کیا پھر ویسے ہی کرے گا؟ میں نے کہا نہیں کروں گا۔ پھر کہا اچھا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمہیں معاف فرمادے۔

دور کی باتیں سننا

حضرت شیخ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا میں نے ابلیس ملعون کو خواب میں برہنہ دیکھا تو کہا اے ملعون! کیا تجھے لوگوں سے شرم نہیں آتی؟ کہنے لگا اے ابوالقاسم! یہاں چند آدمی باقی ہیں جن کے علاوہ اور کوئی ایسا نہیں جس سے لوگ شرم کرتے ہیں وہ مسجد شونیزیہ میں ہیں۔ انہوں نے میرا جسم لاغر کر دیا اور میرا جگر جلا دیا۔ شیخ فرماتے ہیں جب میں بیدار ہوا تو مسجد میں گیا وہاں کچھ حضرات تشریف فرما تھے جن میں جناب نوری، دقاق اور حریری بھی تھے۔ ان حضرات نے اپنے سر اپنے گھٹنوں پر رکھے ہوئے تھے جب انہوں نے مجھے دیکھا کہ ان کی طرف آیا ہوں تو انہوں نے سر اٹھا کر مجھے فرمایا: اے ابو القاسم! اس خبیث کی باتوں سے دھوکہ میں نہ آنا۔ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے بغداد میں ۲۹۷ھ میں انتقال فرمایا۔

حضرت جوہر بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ

پرندے بھی ولی اللہ کو جانتے پہچانتے ہیں

مروی ہے کہ جس شخص کا نام جوہر مشہور ہے وہ وہ ہیں جنہیں عدن میں دفن کیا گیا ہے وہ آزاد شدہ غلام بخارا میں خرید و فروخت کیا کرتے تھے اور فقرا کی مجلسوں میں حاضر ہوتے اور ان کے عقیدت مند تھے اور بالکل ان پڑھ تھے۔ جب شیخ کبیر جناب سعد الحداد رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کا وقت قریب آیا جو عدن میں مدفون ہیں تو ان سے فقرا نے عرض کیا حضرت آپ کے بعد شیخ کون ہوگا؟ فرمایا وہ ہوگا جس کے سر پر میرے انتقال کے تیسرے دن بعد سبز پرندہ بیٹھے گا۔ اس وقت بہت سے فقرا موجود ہوں گے پھر جب شیخ موصوف کا انتقال ہو گیا تو ان کی قبر کے نزدیک تین دن تک فقرا کا اجتماع رہا۔ جب تیسرا دن آیا اور تمام

فقرا قرأت و ذکر سے فارغ ہو گئے تو سبھی اس انتظار میں بیٹھے تھے کہ شیخ مرحوم کا وعدہ کیسے پورا ہوتا ہے۔ اچانک ایک سبز پرندہ ان کے قریب آ کر بیٹھ گیا۔ اب تمام بڑے بڑے فقرا اس انتظار میں بیٹھے ہیں اور ہر ایک تمنا رکھتا ہے کہ پرندہ میرے سر پر بیٹھے اور اس دوران وہ شیخ موصوف کے کریمانہ وعدہ اور اس میں پوشیدہ رب العزت کی تقدیر کا عملی مظاہرہ دیکھے۔

اچانک وہ پرندہ اڑا اور جناب جوہر کے سر پر آ بیٹھا انہیں اس بات کا علم بھی نہ تھا نہ ہی دل میں یہ خیال آیا اور نہ ہی کسی دوسرے فقیر کو اس کا پتہ تھا۔ یہ دیکھ کر تمام فقرا ان کی خدمت میں حاضر ہوئے تا کہ شیخ مرحوم کی عبادت گاہ اور مسند ان کے سپرد کریں اور شیخیت کے منصب پر بٹھائیں۔

جناب جوہر رحمۃ اللہ علیہ رو پڑے اور فرمانے لگے، میں شیخیت کے کیسے لائق ہوں کیونکہ میں بازاری آدمی ہوں اور بالکل ان پڑھ بھی ہوں۔ میں فقرا کے طریقہ کو جانتا بھی نہیں اور نہ ہی ان کے آداب سے واقف ہوں۔ علاوہ ازیں مجھ پر بہت تاوان اور ڈنڈ ہیں اور میرے اور دوسرے لوگوں کے درمیان بہت سے معاملات ہیں۔ فقرا کرام نے جواباً کہا: حضرت! یہ آسمانی فیصلہ ہے جو ہو گیا ہے اور آپ کو یہ ضرور سر انجام دینا پڑے گا اور اللہ تعالیٰ آپ کی تعلیم اور مدد کا والی و وارث ہے۔ صالحین کا وہ والی و وارث ہے حضرت نے فرمایا مجھے ذرا مہلت دو تا کہ میں بازار جاؤں اور مخلوق کے حقوق سے بری الذمہ ہو سکوں۔

فقراء نے انہیں مہلت دے دی۔ آپ اپنی دکان پر تشریف لے گئے اور حق والے کا حق پورا پورا ادا کر دیا۔ پھر بازار کو خیر باد کہہ کر عبادت گاہ میں ڈیرہ جما لیا اور فقراء نے آپ کی خدمت شروع کر دی۔ بالآخر آپ اپنے نام کی طرح ایک عمدہ موتی بن گئے۔ آپ کے بہت سے فضائل اور کرامات ہیں جن کے لئے کافی اوراق چاہئیں۔ پاکی ہے اللہ تعالیٰ کے لئے جو بہت احسان فرمانے والا ہے۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ۭ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ۝ (الحدید) یہ باتیں امام یافعی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان فرمائیں۔

ایک شعر سے دنیا بدل گئی

علامہ مناوی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے کہ جناب شیخ موصوف کی کرامات میں سے ایک یہ ہے کہ کسی نے ان کی طرف تحریر بھیجی۔ جس میں اس نے انہیں برا بھلا کہا جب یہ تحریر انہوں نے ملاحظہ فرمائی تو فرمایا: اس نے سچ کہا۔ میں ویسا ہی ہوں جیسا اس نے لکھا اور کہا ہے پھر رو پڑے۔ اور اس کی طرف یہ شعر بھیجا:

إِذَا سَعِدُوْا أَصْحَابُنَا وَشَقِيْنَا صَبَرْنَا عَلٰى حُكْمِ الْقَضَاءِ وَرَضِيْنَا

جب ہمارے ساتھی نیک اور اچھی قسمت والے ہیں اور ہم برے اور بد بخت ٹھہرے تو ہم نے قضا کے فیصلے پر صبر کیا اور راضی ہو گئے۔

جب آپ کی طرف سے یہ جواب اسے موصول ہوا تو وہ اپنے شہر سے کوچ کر گیا۔ رویا اور استغفار کیا اور اپنا حال درست کر لیا۔ انہوں نے مذکورہ واقعہ "طبقات الخواص" سے لیا جو علامہ شرجی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف ہے۔ انہوں نے اتنا واقعہ تحریر فرمانے کے بعد مزید لکھا کہ شیخ موصوف کی بہت سی کرامات مروی ہیں۔ آپ کی قبر شریف عدن میں ہے اور ان مقابر میں سے مشہور قبر

ہے جن کی لوگ زیارت کرنے جاتے ہیں اور حصول برکت مقصود ہوتا ہے اور جس نے شیخ موصوف کی پناہ لی اسے کسی قسم کی کوئی شخص تکلیف نہیں پہنچا سکتا اور جو زیادتی کا مرتکب ہوتا ہے اسے فی الفور سخت ترین سزا مل جاتی ہے۔اس کا بارہا تجربہ کیا گیا ہے۔فرمایا: میں ان کی تاریخ وفات کی تحقیق نہ کر سکا۔

حضرت شیخ جہلان کردی رحمۃ اللہ علیہ

آپ حضرت شیخ یونس قنی ماردینی رحمۃ اللہ علیہ کے اصحاب میں سے تھے۔سراج نے کہا ہمیں بتایا گیا کہ شیخ یونس قنی رحمۃ اللہ علیہ کے ہم نشینوں میں ایک شخص جہلان نامی تھا۔اس سے بہت سی کرامات کا صدور ہوا۔جن میں سے ایک درج ذیل ہے۔

پھونکنے کی چکی کا پتھر تیر بن کر اڑ گیا

آپ ایک دن موصل شہر میں آٹا پیسنے والی چکی پر گئے وہاں ایک خوبصورت عورت موجود تھی آٹا پیسنے والا اس عورت سے بدنیت ہونے کی وجہ سے اس کو آٹا پیس کر دینے میں تاخیر سے کام لے رہا تھا (یعنی دوسرے لوگوں کو فارغ کرتا جا رہا تھا اور اسے کہتا تم ٹھہرو ابھی فارغ کرتا ہوں) حتیٰ کہ سبھی آٹا پسوا کر چلے گئے۔صرف مذکورہ عورت اور شیخ جہلان باقی رہ گئے۔چکی والے نے جناب جہلان کو کہا آپ اپنی گندم لائیے تاکہ میں پیس دوں۔

جناب جہلان نے کہا یہ عورت مجھ سے پہلے آئی ہے۔اس لئے پہلے اس کی گندم پیس دے۔اس نے شیخ موصوف سے اختلاف کیا۔اور دونوں میں تو تکار تک نوبت آ گئی۔پھر شیخ غصہ میں آ کر باہر نکل آئے اور کہا تم دونوں جس قدر جلدی ہو نکل جاؤ۔پھر شیخ موصوف نے اپنا پاؤں اٹھا کر پھونک ماری چکی کا پتھر تیر کی طرح نکلا اور دیوار پھاڑتا ہوا قریبی پہاڑ کی طرف چلا گیا۔پہاڑ کو اس نے پھاڑا اور اس میں داخل ہو گیا۔جس طرح دیوار میں کیل چلی جاتی ہے۔شیخ نے چکی کو تہ و بالا کر دیا اور اسی پر اکتفا نہ کیا بلکہ دعا کی اور کہا:

اللہ تعالیٰ کی عزت کی قسم! میں اسے ہمیشہ کے لئے تعمیر کے قابل نہیں چھوڑوں گا چکی کے مالک نے بہت کوشش کی اور اسے کئی مرتبہ تعمیر کیا۔لیکن وہ پھر کھنڈر بن جاتی۔تنگ آ کر اور غصہ کھا کر اس نے اس کی تعمیر کو ترک کر دیا۔

شیخ موصوف کی تاریخ انتقال مذکور نہیں۔اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو۔

حرف حاء

وہ اولیائے امت جن کے اسم گرامی لفظ ح سے شروع ہوتے ہیں۔

حضرت سید حاتم بن احمد اہدل رحمۃ اللہ علیہ

جناب محبی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ سید موصوف رحمۃ اللہ علیہ کا مورخین کی ایک جماعت نے تذکرہ کیا ہے اور ان کی اس قدر تعریف و ثنا کی کہ اس سے زیادہ تعریف نہیں ہو سکتی۔ ''محبی'' رحمۃ اللہ علیہ نے مزید بتایا کہ موصوف علوم و معارف کی تمام اقسام میں یکتائے زمانہ تھے۔ حرمین شریفین میں ایک مدت تک قیام پذیر رہے پھر یمن کے غیر معروف مقامات کو اپنا وطن بنا لیا اور انہیں عظیم شان ملی۔ آپ کی یہ کیفیت تھی کہ جسے جی بھر کے دیکھ لیتے اس کی بری عادات، صفات محمودہ میں تبدیل ہو جاتیں۔

حکایت بیان کی گئی ہے کہ آپ نے کہا کہ مجھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس علاقے میں اس ولایت کا ولی مقرر فرمایا ہے۔

چار سال بعد ہونے والے واقعہ کی صحیح اطلاع

آپ کی کرامات میں سے ایک یہ مذکور ہے کہ انہوں نے اپنے ہم نشینوں کو ایک واقعہ کے بارے میں بتایا کہ ٹھیک چار سال بعد یہ ہوگا تو مذکورہ عرصہ گزرنے پر وہ واقعہ اسی طرح من و عن دیکھنے میں آیا۔

فلاں کی موت کس طرح ہوگی

شیخ موصوف نے ایک بزرگ جناب شیخ الصدیق الخاص کے ساتھ رونما ہونے والے سبب موت کی خبر دی کہ انہیں قتل کیا جائے گا تو شیخ موصوف کی پیشگوئی کے مطابق خود ان کے انتقال کرنے کے کئی سال بعد شیخ موصوف کو قتل کر دیا گیا۔

ولی کو ولی کی پہچان ہوتی ہے

بیان کیا گیا ہے کہ سید حاتم رحمۃ اللہ علیہ حرم مکی میں بیٹھے تھے اور آپ کے قریب آپ کے مریدوں میں سے ایک مرید بیٹھا تھا۔ اس کے دل میں آیا کہ وقت کا قطب اس وقت ہے تو مکہ مکرمہ میں، لیکن وہ اب کس مخصوص جگہ ہوگا؟ اس کے بعد شیخ حضرت سید حاتم رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی طرف دیکھا اور فرمایا: وہ اب منبر پر جلوہ فرما ہیں۔ یہ سن کر مرید اٹھا۔ منبر کی طرف گیا، دیکھا تو ایک ترکی شخص لمبی لمبی مونچھوں والا فوجی وردی میں ملبوس منبر پر بیٹھا ہوا تھا۔

دیکھ کر واپس آ گیا اور آ کر اپنے شیخ کو جو کچھ دیکھا بتایا۔ شیخ موصوف نے فرمایا کیا تم یہ چاہتے ہو کہ وہ اپنی صحیح شکل و صورت کے ساتھ تمہارے پاس آئے اور آ کر تم سے کہے کہ میں قطب ہوں مرید پھر منبر کی طرف گیا لیکن اب وہاں کچھ بھی نہ تھا۔

بستر کے نیچے سے چیز نکال دینا

ایک کرامت یہ بھی بیان کی گئی ہے کہ آپ نے ایک رات قصہ کہانیاں سننے کا پروگرام بنایا اور حکم دیا کہ بخورا (دھونی

دینے کی چیز) اور پانی لایا جائے۔ لائے جانے پر آپ نے واپس کر دیئے۔ اس پر کسی نے عرض کی حضور! کوشش کر کے عود (دھونی دینے کی چیز) کہیں سے مہیا کی جائے۔ تو آپ نے اپنے بستر کے نیچے سے عمدہ قسم کی عود نکال کر دی۔ یہ دیکھ کر آپ کے ایک شاگرد علی جازانی نے کہا یہ عود تو میرے معدن کی ہے (یہاں کیسے آ گئی؟)

رومال میں سے بقدر ضرورت رقم برآمد ہوئی

آپ کے خادم نے ایک مرتبہ عرض کیا۔ حضرت! ہمارے پاس غذا خریدنے کے لئے ایک پیسہ بھی نہیں۔ یہ سن کر شیخ نے رومال سے چند درہم نکالے اور خادم کو دے دیئے۔ خادم بولا پھر تو رومال نے ہمیں اس فکر سے فارغ کر دیا (آئندہ جب بھی ضرورت پڑی اس سے نکال لیا کریں گے) شیخ موصوف نے فرمایا کہ ہمیں تصرف کرنے کی اجازت اور رخصت اسی قدر ہے جس قدر ضرورت درپیش ہو اور یہ بھی ان حالات میں ہے جن میں ہمیں پیسہ خرچ کرنا مباح ہو (ہر وقت اور ہر کام کے لئے اس کو تصرف میں نہیں لا سکتے)۔

چغلخور کی زبان کو سانپ نے ڈس لیا

شیخ موصوف کے کسی دوست اور محبوب کے ہاں ایک چغلخور نے شیخ کی چغلی کھائی۔ جب شیخ کو اس کا علم ہوا تو شیخ نے اس کے بارے میں اشعار میں کہا: جو موشح کہلاتے ہیں (موشح اشعار کی ایک قسم ہے جن میں ایک قافیہ کی پابندی نہیں ہوتی) شعر کہنے کا یہ طریقہ یمنی لوگوں کا ایجاد کردہ ہے۔ ان کا مفہوم یہ ہے:

''اے کمینے! اے ذلیل اور خسیس لوگوں کی خوشی! تجھے وعدہ خلافی کس نے سکھائی؟ سانپ سے تیری آزمائش کی جائے گی۔ وہ تیری زبان کو ڈسے گا۔ اس کا زہر تجھے قبر میں پہنچا کر ہی دم لے گا''۔

اسی رات ایک سانپ اس چغلخور کی زبان پر لپکا۔ اسے ڈسا اور اس کے منہ میں زہر ڈال دیا۔ پھر وہ مر گیا۔

پرانا سکہ نئے میں تبدیل ہو گیا

حکایت ہے کہ بادشاہ نے ایک سال اپنے ملک کا سکہ تبدیل کر دیا۔ ایک سیدزادہ جو زبید کا باشندہ تھا اس کا تمام مال پرانے درہم تھے، سکہ تبدیل ہونے کی وجہ سے اسے بہت رنج ہوا۔ اس سیدزادے نے اپنی حالت سید حاتم رحمۃ اللہ علیہ کو بتائی سید موصوف نے زبید میں رہائش پذیر کسی ولی اللہ کی طرف بھیج دیا۔ چنانچہ وہ سیدزادہ اس کے پاس پہنچ گیا تو اس ولی اللہ نے جواب دیا کہ سید حاتم تیری ضرورت اور حاجت پوری کرنے کی مجھ سے زیادہ طاقت اور اہمیت رکھتے ہیں لیکن یوں کرو کہ فلاں مسجد میں جاؤ تمہیں وہاں ایک شخص ملے گا جو تیری صحیح رہنمائی کرے گا۔ چنانچہ وہ سیدزادہ اس مسجد میں گیا۔ وہاں اسے ایک شخص مل گیا اس نے کہا فلاں جگہ اندر چلے جاؤ۔ تمہیں وہاں ایک موچی ملے گا جو پرانی جوتیاں گانٹھتا ہے۔ وہ آیا تو ایسا ہی ایک آدمی موجود پایا۔ اس کے پاس ایک برتن پڑا تھا۔ جس میں بدبودار پانی تھا۔ پرانی جوتیوں کو اس میں ڈال کر بھگونے سے اس میں بدبو پیدا ہو چکی تھی۔ اس نے جوتیوں کو برتن میں ڈالنا شروع کر دیا اور زور سے انہیں بھگوتا تا کہ پانی لگنے سے وہ نرم ہو جائیں۔

اس سیدزادے نے بھی پانی میں ہاتھ ڈال کر اپنے جسم پر چھینٹے مارنے شروع کر دیئے۔ جس سے جوتیاں بنانے والے نے سمجھا کہ اس کو کوئی ضروری کام ہے اور وہ مجبوری کے عالم میں ہے لہٰذا اس نے درہموں کی وہ تھیلی لی۔ اس پر چند سکے بیٹھا رہا پھر وہ تھیلی سیدزادے کو دے دی۔ جب وہ تھیلی سیدزادے نے کھول کر دیکھی تو حیران ہو گیا کہ اس میں موجود تمام درہم نئے سکے میں تبدیل ہو چکے تھے۔

پھر جوتیاں بنانے والے نے سیدزادے سے کہا، وہ شخص جسے تم مسجد میں ملے تھے وہ حضرت خضر علیہ السلام تھے اور پھر یہ کہنا شروع کر دیا، ان لوگوں نے مجھے رسوا کر دیا ہے اور میرا پردہ چاک کر دیا ہے۔ اس واقعہ کے تین دن بعد ان کا انتقال ہو گیا۔ سید حاتم رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال بندر مخا میں ۱۰۱۳ھ میں انتقال ہوا اور اپنے گھر ہی میں ان کو دفن کیا گیا۔

حضرت حارث بن اسد محاسبی رحمۃ اللہ علیہ

آپ بصرہ کے رہنے والے تھے۔ مشہور عارفین میں سے ایک تھے اور عامل علماء کرام میں یکتائے روزگار تھے۔ حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے ہم عصر تھے۔ لیکن ان دونوں حضرات میں اجنبیت تھی (باہم میل میلاپ نہ تھا) امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ علم منطق و کلام سے گفتگو کرنے والے کو سخت الفاظ سے یاد کرتے تھے اور ایسے شخص پر تنقید شدید کرتے تھے اور حارث موصوف منطقی اور کلامی گفتگو کرتے تھے۔ اسی بنا پر امام احمد بن حنبل نے انہیں اور انہوں نے امام احمد بن حنبل کو اپنے آپ سے دور رکھا اور ایک دوسرے سے اجنبی بن کے رہے۔

ایک دفعہ اتفاق سے امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ہم نشینوں میں سے ایک کو فرمایا کہ مجھے تم کسی ایسی جگہ بٹھاؤ جہاں میں حارث موصوف کی گفتگو سن سکوں لیکن وہ مجھے دیکھ نہ پائیں۔ تو ایک ساتھی نے یہ اہتمام کر دیا۔ جناب حارث نے علم کلام کے کسی مسئلہ پر گفتگو شروع فرمائی۔ ان کے ساتھی ان کی تقریر سن رہے تھے۔ اور ان کی کیفیت یہ تھی کہ گویا ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہیں (یعنی بڑے انہماک اور وارفتگی سے آپ کا کلام سن رہے تھے)۔

ان میں سے بعض رو رہے تھے اور کچھ دوسرے چیخیں مار رہے تھے یہ دیکھ کر امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ بھی رو پڑے۔ حتیٰ کہ آپ بے ہوش گئے۔ ہوش میں آنے پر اپنے ساتھی سے فرمایا: میں نے ان جیسے حضرت آج تک نہیں دیکھے۔ اور حقائق سے لبریز کلام کسی سے سننے کا اتفاق نہیں ہوا۔ لیکن اس کے باوجود تجھے اس کے پاس بیٹھنے کے میں حق میں نہیں ہوں۔ امام سبکی نے کہا کہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ساتھی سے یہ اس لئے فرمایا کیونکہ وہ شخص ان حضرات کے مقام تک رسائی سے قاصر تھا۔ وہ تنگ و تاریک مقام میں تھے جسے ہر کوئی طے نہیں کر سکتا۔ حضرت محاسبی رحمۃ اللہ علیہ بغداد میں ہی ۲۴۳ھ میں فوت ہوئے۔ یہ امام مناوی نے بیان کیا ہے۔

حضرت ابو محمد حبیب فارسی المعروف عجمی رحمۃ اللہ علیہ

بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت حبیب عجمی رحمۃ اللہ علیہ یوم الترویہ (آٹھ ذوالحج) کو بغداد میں دیکھے جاتے اور یوم عرفہ (۹ ذوالحج)

کو میدان عرفات میں تشریف فرما ہوتے۔ یہ امام قشیری نے بیان فرمایا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے خزانہ غیبت سے امید سے زیادہ دیا

امام یافعی رحمۃ اللہ علیہ بیان فرماتے ہیں کہ حضرت حبیب عجمی رحمۃ اللہ علیہ کی بیوی بد خلق عورت تھی۔ ایک دن آپ سے کہنے لگی جب اللہ تعالیٰ نے تم پر کسی چیز کا دروازہ نہیں کھولا (یعنی کوئی ذریعہ معاش نہیں دیا) تو جاؤ اور کسی کے ہاں مزدوری کرو۔

آپ یہ سن کر صحرا کو نکل گئے اور عشا تک وہاں نماز میں مصروف رہے پھر ڈرتے ڈرتے گھر تشریف لائے اور بیوی کی ڈانٹ سے شرمندہ تھے۔ دل اس کی شرارت سے مغموم تھا۔ بیوی نے دیکھتے ہی کہا تمہاری مزدوری کہاں ہے؟ (لاؤ مجھے دو) آپ نے بیوی سے کہا جس نے مجھ سے مزدوری لی ہے وہ بڑا سخی وکریم ہے۔ اس سے جلد مزدوری مانگنے پر مجھے شرم آئی۔

کئی دن ایسے ہی گزر گئے۔ آپ صحرا میں جاتے۔ رات تک وہاں نماز میں مصروف رہتے اور آپ کی بیوی روزانہ پوچھتی مزدوری کہاں ہے؟ آپ ہر مرتبہ یہی جواب دیتے میں نے ایک کریم کے ہاں مزدوری کی ہے۔ مجھے اس سے مزدوری جلدی مانگنے سے حیا آتی ہے۔ جب آپ کی بیوی پر یہ حالت طویل ہوگئی تو کہنے لگی، اس سے مزدوری مانگ یا پھر کسی اور کے ہاں مزدوری کرلو۔ آپ نے اس سے وعدہ کیا کہ میں آج مزدوری مانگوں گا۔ پھر اپنی عادت کے موافق گھر سے باہر صحرا کی طرف تشریف لے گئے۔ جب رات کا اندھیرا چھا گیا تو واپس گھر تشریف لائے۔ حال یہ تھا کہ بیوی سے ڈر میں تھے آپ جب گھر تشریف لائے تو گھر سے دھواں اٹھتا دکھائی دیا اور دستر خوان بچھا ہوا پایا اور بیوی بہت خوش وخرم تھی۔

آپ کو دیکھ کر کہنے لگی۔ آپ جس کے ہاں مزدوری کرتے رہے اس نے واقعی کریم لوگوں کی طرح مزدوری بھیجی ہے۔ اس کے ایلچی نے مجھے کہا: جب حبیب (تمہارے خاوند) آئیں تو کہنا کہ کام اور محنت سے کریں اور یہ بھی کہہ دینا کہ ہم نے ان کی مزدوری میں کنجوسی یا نہ ہونے کی وجہ سے دیر نہیں کی۔ وہ آنکھیں ٹھنڈی اور دل کو ستھرا رکھیں۔ یہ کہہ کر بیوی نے چند تھیلیاں دکھائیں جو دیناروں سے بھری پڑی تھیں۔ یہ سب کچھ دیکھ کر حضرت حبیب عجمی رحمۃ اللہ علیہ رو دیئے اور اپنی بیوی سے فرمایا: یہ اجرت اس کریم کی طرف سے آئی ہے جس کے قبضۂ قدرت میں آسمانوں اور زمین کے خزانے ہیں جب بیوی نے یہ سنا تو اللہ تعالیٰ کی طرف توبہ لائی اور قسم اٹھائی کہ میں آئندہ کے لئے ان باتوں کا اعادہ نہیں کروں گی جو آج تک کرتی رہی ہوں۔

تھیلیوں میں درہم آجانا

حضرت امام یافعی رحمۃ اللہ علیہ بیان فرماتے ہیں کہ آپ کی ایک کرامت یہ ہے کہ بصرہ میں ایک مرتبہ لوگ سخت بھوک میں گرفتار ہوئے۔ کھانے کے لئے کچھ نہ رہا۔ حبیب عجمی رحمۃ اللہ علیہ نے کہیں سے کچھ کھانا خریدا۔ پھر وہ مسکینوں میں تقسیم کر دیا۔ پھر آپ نے تھیلیوں کے منہ دھاگے سے باندھ کر انہیں اپنے سرہانے رکھ دیا۔ پھر اللہ تعالیٰ سے دعا کی۔ پھر وہ لوگ آگئے جن سے آپ نے کھانا خریدا تھا۔ وہ آپ سے قیمت کا تقاضا کر رہے تھے۔ آپ نے وہ تھیلیاں سرہانے کے نیچے سے نکالیں۔ دیکھیں تو وہ دیناروں سے بھری پڑی تھیں آپ نے ان کو تولا تو ان کا وزن تقاضا کرنے والوں کے حقوق کے برابر نکلا۔ پھر آپ نے ہر ایک کو اس کے حصہ کی قیمت ادا کر دی۔

جھوٹ سے روپیہ مانگنے والا فالج زدہ ہو گیا

آپ کو ایک شخص نے کہا میں نے آپ سے تین سو (درہم) لینے ہیں۔ آپ نے اس سے پوچھا وہ کیسے؟ کہنے لگا میرا آپ کے ذمہ قرض ہے۔ فرمایا، جاؤ کل آ جانا۔ پھر آپ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی۔

اے اللہ! اگر یہ شخص سچا ہے تو اس کے قرض کا بندوبست فرما دے اور اگر وہ جھوٹا ہے تو اس کے بدن کو کسی مصیبت میں گرفتار کر دے۔ دوسرے دن اسے اٹھا کر لایا گیا کیونکہ اس پر فالج حملہ آور ہو گیا تھا۔ عرض کرنے لگا میری توبہ۔ آپ نے اللہ تعالیٰ کے حضور عرض کیا:

اے اللہ! اگر یہ سچی توبہ کر رہا ہے تو اسے معاف کر دے۔ بس آپ کے ان دعائیہ کلمات کا فوراً اثر ہوا اور یوں جلدی سے اٹھ بیٹھا جس طرح اونٹ کے گھٹنے سے رسی کھول دی جاتی ہے۔

ولی کو تکلیف دینے والے کی اسی وقت موت آ گئی

آپ کو ایک شخص نے اذیت پہنچائی اور آپ پر سختی کی۔ تو آپ نے اپنے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف بلند فرمائے اور دعا کی:

اے اللہ! اس شخص نے مجھے تیری یاد سے غافل کر دیا تو ہمیں اس سے نجات فرما۔ شیخ کا یہ کہنا تھا کہ وہ مر کر گر پڑا۔

ولی کی دعا سے غیب سے رقم آ گئی

جناب خانی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے آپ کی خدمت میں آ کر اپنے پر قرض کی شکایت کی۔ آپ نے فرمایا: جاؤ میری ضمانت پر کسی سے قرض لے لو۔ وہ ایک شخص کے پاس آیا اور اس سے پانچ سو درہم بطور قرض مانگے اور اس رقم کا ضامن جناب ابو محمد حبیب عجمی رحمۃ اللہ علیہ کو بتایا۔ جب قرض دینے والے کی مدت قرض مکمل ہوئی تو اس نے شیخ موصوف سے اپنے حق کا مطالبہ کر دیا۔ آپ نے قرض دینے والے سے کہا: ان شاء اللہ کل تجھ تک تیری رقم پہنچ جائے گی۔ آپ نے پھر وضو فرمایا اور مسجد میں تشریف لے گئے اور اللہ تعالیٰ سے دعا کی۔

ادھر وہ آدمی جس نے قرضہ لیا تھا، آ گیا۔ جناب حبیب عجمی نے اسے فرمایا جاؤ اگر تمہیں مسجد میں کوئی چیز پڑی ملے تو اسے اٹھا لینا۔ وہ گیا تو دیکھا کہ مسجد میں ایک تھیلی پڑی ہے۔ اس میں پانچ سو درہم تھے۔ اس نے ان درہموں کا وزن کیا تو وزن زیادہ ہو گیا اس کی خبر اس شخص نے جناب حبیب عجمی کو دی۔ آپ نے فرمایا جاؤ جو زائد ہے وہ تمہارا ہے۔

اللہ نے گٹھڑی بھر کر رقم دے دی

شیخ موصوف کا معمول تھا کہ تاجر حضرات سے ساز و سامان خرید کر صدقہ و خیرات کیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ نے سامان تو لے لیا لیکن اس کی قیمت ادا کرنے کے لئے کچھ نہ تھا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا کی:

اے اللہ! لوگوں کا میرے بارے میں حسن ظن ہے اور تو نے یہ جو کچھ میرے ساتھ کیا وہ ایک راز ہے۔ لہٰذا لوگوں کے حسن ظن کو میرے بارے میں قائم رکھ اور مجھے ان کے سامنے شرمسار ہونے سے بچا لے۔ پھر شیخ موصوف اپنے گھر آئے۔

اچانک اون کی اتنی بڑی گٹھڑی نظر آئی جو زمین سے گھر کی چھت تک تھی اور درہموں سے بھری پڑی تھی۔ یہ دیکھ کر عرض کی: اے پروردگار! میں نے اس قدر زیادہ تو نہ مانگا تھا۔ آپ نے اس میں سے اپنی ضرورت کے مطابق درہم لے لئے اور باقی گٹھڑی میں رہنے دیے۔

جنت میں مکان کا سودا کرنا اور اللہ تعالیٰ کا اسے تسلیم کر لینا

خراسان کا ایک باشندہ وہاں سے اپنا سب کچھ بیچ کر بصرہ میں مستقل رہنے کے لئے آیا۔ جب وہ بصرہ پہنچا تو اس کے پاس دس ہزار درہم تھے۔ یہاں سے اس نے مکہ جانے کا ارادہ کیا۔ اس کی بیوی بھی اس کے ساتھ تھی۔ لوگوں سے دریافت کیا کہ میں اپنے دس ہزار درہم یہاں بصرہ میں کس کے سپرد کروں۔ کون امین ہے جو یہ رقم بطور امانت رکھے؟ اسے بتایا گیا کہ ابو محمد حبیب عجمی ایسے شخص ہیں جو قابل اعتماد ہیں چنانچہ وہ شخص آپ کے پاس آیا اور عرض کرنے لگا میں نے اور میری بیوی نے مکہ شریف جانے کا ارادہ کیا ہے۔ ان دس ہزار درہم سے میں بصرہ میں کوئی مکان خریدنا چاہتا ہوں اگر آپ کو کوئی مکان مل جائے اور آپ ہمارے لئے اسے خرید کر اپنا بوجھ ہلکا کرنا چاہیں تو خرید لینا۔ پھر وہ شخص جانب مکہ روانہ ہو گیا۔

ادھر بصرہ میں بھوک نے لوگوں کو آ گھیرا۔ جناب حبیب عجمی نے اپنے ساتھیوں سے مشورہ کیا کہ ان دس ہزار درہموں سے آٹا اور روٹیاں خریدی جائیں اور لوگوں کو بطور صدقہ و خیرات بانٹ دی جائیں۔

ساتھیوں نے کہا: اس شخص نے آپ کے پاس یہ رقم مکان خریدنے کے لئے بطور امانت رکھی۔ اور آپ اسے صدقہ کرنا چاہتے ہیں۔ آپ نے فرمایا میں اس کی اشیاء خرید کر صدقہ کروں گا اور اس رقم کے بدلہ جنت میں اپنے رب سے اس شخص کو مکان خرید کر دوں گا اگر وہ راضی ہوا تو ٹھیک ورنہ اس کی رقم واپس کر دوں گا۔ آپ نے ان درہموں کا آٹا اور روٹیاں خرید کر صدقہ کر ڈالیں۔ پھر جب خراسانی مکہ شریف سے جناب حبیب کے پاس آیا تو کہنے لگا اے میرے آقا! آپ اس رقم کا ہمیں مکان خرید دیں یا واپس کر دیں تاکہ میں خود ان سے کوئی مکان خرید لوں۔ آپ نے فرمایا: میں نے تیرے لئے ایک بہت بڑا مکان خرید لیا ہے جس میں بہت سے محلات ہیں، درخت ہیں، پھلدار پودے ہیں اور نہریں جاری ہیں۔ یہ سن کر وہ اپنی بیوی کے پاس آیا اور بہت خوش تھا۔ بیوی سے کہنے لگا حبیب نے ہمارے لئے بہت بڑا مکان خریدا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ وہ کسی بادشاہ کا تھا۔ کیونکہ وہ بہت بڑا اور خوبصورت ہے اور اس میں بہت سے درخت، پھلدار پودے اور نہریں ہیں۔ خراسانی دو یا تین دن رکنے کے بعد پھر جناب حبیب کے پاس حاضر ہوا اور عرض کرنے لگا اے حبیب! وہ مکان کہاں ہے جو آپ نے ہمارے لئے خریدا ہے۔

انہوں نے فرمایا: میں نے اپنے رب سے تمہارے لئے جنت میں ایک مکان خریدا ہے۔ اس کے محلات، درخت، پھلدار پودے اور نہریں بھی خریداری میں شامل ہیں۔ خراسانی پھر اپنی بیوی کی طرف لوٹ آیا۔ اب پہلے سے بھی زیادہ خوش تھا اور بیوی سے کہنے لگا کہ حبیب نے ہمارے لئے اپنے رب سے جنت میں گھر خریدا ہے۔ بیوی یہ سن کر بولی: اے فلاں! میں خیال کرتی ہوں۔ ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جناب حبیب کو ہمارے متعلق یہ بتا دیا ہو کہ جب تک ہم

دونوں زندہ رہیں گے اور ہمیں رہائش کی ضرورت درپیش ہوگی وہ اللہ تعالیٰ پورا کر دے گا۔ اس لئے تم جناب حبیب کے پاس واپس جاؤ اوران سے اپنے نام کی رجسٹری تحریر کراؤ۔ جس میں مذکورہ جنتی مکان کو ہمارے سپرد کرنے کی ذمہ داری اٹھائیں۔

خراسانی شخص جناب حبیب کے ہاں حاضر ہوا اور یہ مطالبہ کیا تو آپ نے اس کی حامی بھر لی۔ پھر آپ نے کاتب کو بلوایا تاکہ وہ ان کو تحریر لکھ دے۔ کاتب آیا اور اسے یہ مضمون لکھوایا:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

یہ اس مکان کی دستاویز ہے جو ابو محمد حبیب نے اپنے رب عزوجل سے فلاں خراسانی کے لئے خریدا۔ میں نے اس کے لئے جنت میں ایک بہت بڑا مکان، اس کے محلات، درخت، پھلدار پودے اور نہروں سمیت خریدا۔ جس کی قیمت دس ہزار درہم ادا کر دیئے ہیں لہٰذا اللہ تعالیٰ اس خراسانی کو مذکورہ مکان عطا فرمادے اور حبیب کو اس کی ذمہ داری سے بری فرمادے"۔

خراسانی نے یہ دستاویز لی اور اپنی رہائش گاہ کی طرف چل دیا۔ گھر پہنچ کر یہ دستاویز اپنی بیوی کو دے دی۔ خراسانی اس کے بعد چالیس دن تک زندہ رہ کر چل بسا۔ مرتے وقت اس نے اپنی بیوی کو وصیت کی جب تم مجھے غسل دے کر کفن پہنا چکو تو یہ دستاویز میرے کفن میں رکھ دینا۔ وصیت کے مطابق لوگوں نے دستاویز اس کے کفن میں رکھ دی۔ جب لوگ اس شخص کو دفن کر چکے تو اس کی قبر کی پشت پر ایک رقعہ لپٹا ہوا ملا۔ اس کی تحریر دنیا کی تحریروں سے قطعاً مختلف تھی۔ لوگوں نے اسے کھولا تو دیکھا کہ اس میں یہ تحریر تھی:

"حبیب ابو محمد کے لئے یہ تحریر لکھی گئی ہے کہ وہ اس مکان کی سپرد داری سے بری الذمہ ہیں، جو انہوں نے فلاں خراسانی کے لئے خریدا تھا جس کی قیمت دس ہزار درہم تھی۔ اللہ تعالیٰ نے وہ مکان خراسانی کو دے دیا ہے۔ جیسا کہ حبیب نے اس کے لئے دینے کی ذمہ داری اٹھائی تھی اور اسے اس ذمہ داری سے سبکدوش کر دیا گیا ہے"۔

یہ تحریر جب جناب حبیب کو دی گئی تو وہ اسے بار بار پڑھتے اور چومتے تھے اور ساتھ ساتھ روتے بھی تھے اور اپنے ساتھیوں کے پاس خوشی سے آتے جاتے اور کہتے یہ میرے رب کی طرف سے میرے بری الذمہ ہونے کی تحریر ہے۔

پاؤں کا درد کافور ہو گیا

آپ کے پاس ایک شخص آیا اور اس نے اپنے پاؤں میں درد کی شکایت کی اور آپ سے دعا فرمانے کی درخواست کی۔ وہ شخص آپ کی مجلس میں بیٹھا رہا جب لوگ چلے گئے۔ جناب حبیب نے قرآن کریم ہاتھ میں لیا پھر اسے گردن میں لٹکایا اور دعا کی:

"اے اللہ! حبیب کا منہ سیاہ نہ کرنا"۔ پھر عرض کیا! اسے معافی دے دے۔ آرام فرمادے۔ ایسا آرام کہ جب وہ واپس جائے تو اسے یہ بھی یاد نہ رہے کہ کس پاؤں میں درد تھا۔ اس دعا کا اثر یہ ہوا کہ اس شخص کو اسی وقت آرام آ گیا۔ پھر لوگوں نے اس سے پوچھا تمہارے کس پاؤں میں درد تھا؟ وہ کہنے لگا مجھے کچھ یاد نہیں کہ کون سے پاؤں میں درد تھا۔ آپ ۱۲۵ھ میں فوت ہوئے اور وہیں دفن کئے گئے۔

حضرت حبیب مجذوب رحمۃ اللہ علیہ

امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ سیدی حبیب مجذوب رحمۃ اللہ علیہ کی کرامات ایسی ہیں جن سے لوگوں کو اذیت اور تکلیف ہی ہوئی۔ لہٰذا ہم ان کی کرامات میں سے کوئی بھی بیان نہیں کریں گے۔ آپ جب بھی میری طرف دیکھتے جبکہ میں ان کے قریب سے گزرتا تو مجھے سخت گھٹن ہو جاتی اور وہ تمام دن پریشانی اور مکدر حالت میں گزرتا۔ جب ان کا وصال ہوا تو میرے آقا جناب علی خواص رحمۃ اللہ علیہ نے کہا الحمد للہ علی ذٰلک انہیں باب الشعریہ کے قریب الفرغ تالاب کے نزدیک کوم میں دفن کیا گیا۔

حضرت شمس الدین حبیب اللہ جان جاناں مظہر رحمۃ اللہ علیہ

سلسلہ نقشبندیہ کے مشہور پیشوا ہیں انہوں نے سید نور محمد بدوانی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ سے کسب فیض پایا۔ ان کی بکثرت کرامات ہیں۔ جنہیں ان ہی کے سب سے بڑے خلیفہ عارف باللہ سیدی عبداللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مخصوص کتاب میں جمع فرمایا۔

دعا سے بادل ادھر ادھر پھیل گیا

آپ کی ایک کرامت یہ ہے کہ آپ ایک مرتبہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ سفر پر روانہ ہوئے لیکن اپنے ساتھ زادراہ اور سواری کا کوئی انتظام نہ تھا۔ پھر ہوا یہ کہ جب کسی مقام پر پڑاؤ ڈالتے تو غیب سے ان کے لئے کھانے پینے کی اشیاء آ جاتیں۔ ایک دن سخت زور کی بارش ہوئی اور تند و تیز ہوا بھی ساتھ تھی۔ سردی کا موسم تھا۔ جس سے ان حضرات کو تکلیف ہوئی۔ یہ دیکھ کر شیخ موصوف قدس سرہ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی:

اے اللہ! ہم سے اس بارش اور طوفان کو دائیں بائیں جانے کا حکم دے دے اور ہم پر اس کا برسنا بند ہو جائے۔

اس دعا کا مانگنا تھا کہ بادل ان کے اوپر سے چھٹ گئے اور ان کے دائیں بائیں اطراف میں ان کی دعا سے بارش برسنا شروع ہو گئی۔

جن کے رتبے ہیں بلند ان کو بڑی آفت ہے

شیخ قدس سرہ نے فرمایا: میں ایک مرتبہ سیدی شیخ حافظ محمد بن محسن قدس سرہ کی قبر انور پر ان کی زیارت کے لئے حاضر ہوا۔ مجھے ان کے حالات کا انکشاف ہوا۔ میں نے دیکھا کہ شیخ موصوف کا جسم مبارک بالکل اپنی حالت پر ہے اور آپ کے کفن کے کپڑے بھی ایسے کہ مٹی کا ان پر قطعاً اثر نہ تھا۔ صرف کفن کا وہ حصہ جو آپ کے پاؤں کے نیچے تھا، اس پر کچھ غبار نظر آیا۔

میں نے حضرت سے اس بارے میں پوچھا فرمانے لگے، میں ایک مرتبہ ایک دوست کے رکھے ہوئے پتھر کے قریب آیا اور اس سے اجازت لئے بغیر میں نے اسے وضو کرنے کے لئے اپنے پاؤں تلے رکھا۔ میری نیت یہ تھی کہ جونہی اس کا مالک آ جائے گا میں اس پتھر کو اس کی پہلی جگہ پر رکھ دوں گا۔ میں نے وضو کرتے وقت اپنے قدم اس پر رکھے تو مٹی اور غبار کا یہ اثر میرے کفن میں بھی آ گیا ہے، یہ صرف اس عمل میں بے احتیاطی کا نتیجہ ہے۔ یہ واقعہ بیان کرنے کے بعد آپ نے فرمایا: سچی بات یہ ہے کہ جس قدر تقویٰ کا قدم بلند و بالا ہوتا ہے اسی قدر ولایت میں ترقی و بلندی آئے گی۔

غصہ کی وجہ سے ایک شخص کا انتقال ہو گیا

شیخ قدس سرہ کو ایک مرتبہ ایک شخص پر غصہ آیا۔ فرمایا میں نے دیکھا کہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ذات عالیہ کی طرف نسبت رکھنے والے ہر شیخ نے اس شخص سے منہ موڑ لیا ہے۔ اس کے بعد مذکور شخص تیسرے دن فوت ہو گیا۔

قید ہونے سے بچ گیا

آپ کا ایک ساتھی آپ کے پاس آیا اور کہا اے میرے آقا! میرا بھائی فلاں شہر میں قید کر لیا گیا ہے آپ اس کی رہائی کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے۔ فرمایا تیرا بھائی قید میں نہیں۔ اس نے کسی سے جھگڑا کیا تھا اب اسے چھوڑ دیا گیا ہے۔ اس نے تیری طرف رقعہ لکھا ہے جو تمہیں مل جائے گا۔ چنانچہ اسی طرح ہوا جیسے حضرت نے فرمایا تھا۔

دعا سے مردے کا عذاب ختم ہو گیا

ایک شخص نے خواب میں اپنے کسی مرے ہوئے عزیز کو دیکھا کہ اسے قبر میں عذاب دیا جا رہا ہے۔ اس نے شیخ موصوف سے عرض کی کہ اس کی مغفرت کے لئے دعا فرمائیے۔ آپ نے دعا فرمائی اور اسے خوشخبری دی کہ اللہ تعالیٰ نے اس مردے کو بخش دیا ہے۔ اسی شخص نے اپنے اس مرے ہوئے عزیز کو دوبارہ خواب میں دیکھا۔ تو مردہ اسے کہنے لگا مرزا مظہر جان جاناں کی دعا کی برکت سے میں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے چھوٹ گیا ہوں۔

منکرین کرامت کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جلوہ دکھا دیا

جناب مرزا مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ اپنے ساتھیوں کو بکثرت بڑی بڑی خوشخبریاں دیا کرتے تھے۔ چنانچہ بعض نادانوں اور منکروں نے اس کا انکار کیا۔ آپ کو ان کے انکار پر کشف ہوا تو ایسے لوگوں کو فرمایا: اگر تم مجھے سچا تسلیم نہیں کرتے تو پہلے اولیاء کرام میں سے کسی ایک کو ثالث مقرر کر لو۔ وہ تشریف لا کر میری تصدیق کر دیں (تو مان لینا ورنہ نہ ماننا)۔ منکرین کہنے لگے سب سے بڑے ثالث رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

آپ نے یہ سن کر فرمایا مرحبا! چنانچہ سب ادھر متوجہ ہو گئے۔ مرزا صاحب قدس سرہ نے سورۂ فاتحہ پڑھی اور اس کے بعد آپ اور منکرین بھی مراقبہ میں چلے گئے۔ چنانچہ ان سب منکرین نے دوران مراقبہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ ارشاد فرما رہے تھے۔ مظہر کی بشارتیں صحیح ہیں اور منکرین کو آپ نے اس پر ڈانٹ بھی پلائی۔

قریب المرگ شفایاب ہو گیا

آپ کا ایک ہمسایہ آپ سے بڑی محبت کرتا تھا۔ اس کی موت کا وقت آ پہنچا تو آپ کی شفقت جوش میں آئی اور اللہ تعالیٰ سے دعا کی:

اے پروردگار! مجھے اس کی جدائی برداشت کرنے کی ہمت نہیں۔ اسے فی الفور شفا عطا فرما دے۔

چنانچہ وہ اسی وقت تندرست ہو گیا۔ یوں اٹھ بیٹھا جیسے اونٹ کہ اس کی گھٹنے پر بندھی رسی کاٹ دی جائے۔ جناب مرزا

صاحب نے ۱۱۹۵ھ میں انتقال فرمایا۔ خانی نے یہ بیان کیا ہے۔

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ

۱۱۰ھ میں آپ کا بصرہ میں وصال ہوا۔ تب رجب کا چاند نیا نکلا تھا۔ آپ کے جنازہ میں فرشتے بھی حاضر ہوئے۔ جناب حمید الطویل کہتے ہیں کہ امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ جمعرات شام کے وقت فوت ہوئے۔ جمعہ کے دن صبح کے بعد ہم ان کی تجہیز و تکفین سے فارغ ہوئے۔ آپ کی میت نماز جمعہ کے بعد اٹھائی گئی اور نماز جنازہ ادا کر کے آپ کو دفن کر دیا گیا۔ تمام لوگ آپ کے جنازہ کے پیچھے پیچھے چلے اور اسی میں مصروف و مشغول رہے جس کی وجہ سے جامع مسجد میں نماز عصر کی جماعت نہ ہو سکی۔ میں نہیں جانتا کہ اسلام آ جانے کے بعد کبھی یہ مسجد نماز سے خالی رہی ہو۔ موت کے وقت جناب حسن بصری پر غشی طاری ہو گئی۔ پھر افاقہ ہوا تو فرمانے لگے:

بے شک تم مجھے جنتوں، چشموں اور مقام کریم کی آگاہی دیتے ہو۔ علامہ خانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جس رات آپ نے انتقال فرمایا تو کسی ولی نے دیکھا کہ آسمان کے دروازے کھلے ہوئے ہیں اور گویا کوئی منادی کرنے والا منادی کر رہا ہے۔ سنو! حسن بصری اللہ کے پاس آ گئے ہیں اور اللہ ان سے راضی ہے۔

حجاج کا ان کی دعا سے کام تمام ہو گیا

''نسمات الاسحار'' میں شیخ علوان حموی رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرمایا کہ جب امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کو حجاج کے بارے میں یہ خبر ملی کہ اس نے حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا ہے۔ تو آپ نے اس کے لئے اللہ تعالیٰ سے یوں دعا کی: اللھم یا قاصد الجابرۃ اقصم الحجاج (اے اللہ! اے سرکشوں اور جابر لوگوں کی کمر توڑنے والے! حجاج کی کمر توڑ دے)۔ اس دعا کے بعد صرف تین دن حجاج زندہ رہا۔ پھر اس کے پیٹ میں جسم کو کھانے والی بیماری لگی اور کیڑے پڑ گئے اور وہ مر گیا۔ یہ امام حسن بصری کی کرامات میں سے ایک ہے۔ ایسے امام سے اس قسم کی کرامات کا صدور کوئی بڑی بات نہیں۔ آپ زاہدوں، عالموں اور فصاحت و بلاغت والے حضرات کے سردار تھے۔ جیسا کہ ہمارے شیخ بازلی رحمۃ اللہ علیہ صاحب ''غایۃ المرام'' نے فرمایا ہے۔

پانچوں نمازیں مکہ شریف میں

امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کی جملہ کرامات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ آپ ان حضرات میں سے ایک تھے جو پانچوں نمازیں مکہ شریف میں ادا فرماتے تھے حالانکہ آپ بصرہ میں تشریف فرما ہوتے تھے۔ آپ کے لئے زمین کی طنابیں کھینچ دی جاتیں۔ لہٰذا آپ چند قدموں میں تمام زمین طے کرنے والے اولیاء میں سے تھے۔

حضرت حسن عسکری رضی اللہ عنہ

سادات کرام اور اہل بیت عظام میں سے ایک جلیل القدر امام ہیں، علامہ شبراوی رحمۃ اللہ علیہ نے ''الاتحاف بحب الاشراف'' میں ان کا ذکر کیا ہے لیکن بہت مختصر اور ان کی کرامات کا تذکرہ نہیں کیا۔ میں نے اپنی آنکھوں سے ان کی کرامات دیکھیں وہ یہ

کہ میں نے ۱۲۹۶ھ میں بغداد کی جانب سفر کیا۔

میرے سفر کی ابتدا کوی سنجق شہر سے ہوئی جو کردوں کے مشہور شہروں میں سے ایک بنیادی شہر ہے میں وہاں قاضی مقرر تھا۔ میرے عہدہ قضا کی مقررہ مدت سے پہلے ہی میں نے یہاں سے عزم سفر کر لیا کیونکہ اس سال عراق کے عام شہروں میں غلہ کی کمیابی اور قحط کی سی صورت پیدا ہو چکی تھی۔ میں نے کلک میں سفر کیا کلک ایک قسم کی عراقی کشتی تھی جو چند برتنوں کو ایک دوسرے سے جوڑ کر اور باندھ کر بنائی جاتی تھی پھر ان برتنوں کے اوپر لکڑیاں باندھی جاتی تھیں۔ مسافر ان برتنوں پر بیٹھ کر سفر کیا کرتے تھے۔ جب کلک سامرہ شہر کے مقابل پہنچی۔ یہ شہر خلفائے بنی عباس کی رہائشگاہ تھا۔ تو ہم نے چاہا کہ امام حسن عسکری رحمۃ اللہ علیہ کی قبر کی زیارت کریں کیونکہ آپ اس شہر میں مدفون تھے چنانچہ کلک وہاں کھڑی ہوئی اور ہم آپ کی زیارت کے لئے باہر نکل کر آپ کی قبر انور کی طرف چل پڑے۔

میں یونہی آپ کی قبر انور کے قبہ میں داخل ہوا تو اس وقت مجھ پر ایسی روحانی کیفیت طاری ہوئی کہ ایسی کیفیت حضرت یونس علیہ السلام کے روضہ مقدسہ پر حاضری کے سوا کہیں اور طاری نہ ہوئی تھی۔ سیدنا یونس علیہ السلام کی قبر انور موصل میں ہے۔ بعینہ یہی حالت و کیفیت مجھے امام حسن عسکری کے مزار پر حاصل ہوئی۔ یہ ان کی کرامت تھی۔

پھر میں نے جس قدر ہو سکا قرآن کریم کی تلاوت کی اور جو دعائیں ذہن میں آئیں مانگیں۔ پھر وہاں سے باہر آ گیا اور جماعت کے ساتھ اس غار میں داخل ہوا کہ جس کے متعلق شیعوں کا خیال ہے کہ یہاں امام عسکری کے صاحبزادے ابوالقاسم محمد مہدی منتظر داخل ہوئے اور چھپ گئے۔ ان کا یہ عقیدہ ہے کہ وہ آخری زمانہ میں یہاں سے باہر آئیں گے اور ہم نے وہاں ایک شخص دیکھا جو شیعوں میں سے تھا وہ اس غار کے دروازے پر بیٹھا ہوا تھا وہ صاحب غار کو آواز دیتا اور انہیں باہر آنے پر ابھارتا اور ایسے الفاظ بولتا کہ جنہیں گمشدہ بچے والی عورت بھی سن کر ہنس پڑتی۔

مجھے یہ بتایا گیا کہ ان شیعوں میں ہمیشہ یہی وطیرہ رہا ہے۔ بہاء العاملی کا اپنے تصنیف کردہ قصیدے ''کشکول'' میں ایک ''طنانہ'' نامی قصیدہ ہے۔ جس میں اس نے اس غار والے کی بڑی تعریف کی ہے اور اسے باہر آنے کے لئے دعوت دی ہے اور شیخ حسن عراقی کہ جن کا تذکرہ آگے آ رہا ہے۔ فرماتے ہیں کہ میں نے جناب مہدی علیہ السلام سے ملاقات کا شرف حاصل کیا۔ امام شعرانی نے بھی ان سے نقل کیا ہے۔ واللہ اعلم۔ امام حسن عسکری رحمۃ اللہ علیہ ۲۶۰ھ میں فوت ہوئے۔

حضرت حسن بن بشری جوہری رحمۃ اللہ علیہ

تعداد میں کثرت نہیں بلکہ یقین کی پختگی اصل چیز ہے

آپ کی کرامت بیان کی گئی کہ آپ کا ایک ساتھی بیاری نامی نے اپنے بچوں میں رات بسر کی۔ اس نے دل میں کہا کہ فلاں شخص سو رکعت نفل پڑھتا ہے اور فلاں اس سے بھی زیادہ پڑھتا ہے تو میں ان لوگوں کی طرح کیوں نہیں بنتا؟ پھر دوسری رات اس نے نماز پڑھنے میں گزاری پل بھر بھی آرام نہ کیا۔ پھر صبح کے بعد جناب حسن بن بشری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر

ہوا۔ جب ان کی نظر اس پر پڑی تو مسکرائے اور فرمایا: تعداد کی کثرت میں کوئی شان نہیں۔ شان اگر ہے تو یقین کامل میں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا (ملک:2) تاکہ تمہیں آزمائے کہ تم میں اچھے عمل والا کون ہے؟ یہ نہیں فرمایا کہ اکثر عمل والا کون ہے؟ (یعنی تعداد کا زیادہ ہونا اس سے بہتر ہے کہ تھوڑا ہو لیکن یقین و اخلاص سے ہو)۔

بالا خانہ سے باہر نکلتے ہی وہ گر گیا

آپ اپنے ساتھیوں کے ساتھ ایک مرتبہ نماز جنازہ ادا کرنے کے لئے باہر نکلے ایک بالا خانے میں بیٹھے جنازہ کا انتظار کرنے لگے۔ آپ نے فرمایا: ہمارے ساتھ کھڑے ہو جاؤ۔ چنانچہ آپ ان حاضرین سمیت وہاں سے باہر آ گئے۔ باہر نکلتے ہی اچانک وہ بالا خانہ گر پڑا۔

گم شدہ سرکاری رجسٹر مل گیا

آپ کے پاس ایک شخص نقصان کی وجہ سے غمگین حالت میں حاضر ہوا اور عرض کرنے لگا، میں منشی ہوں اور مجھ سے حساب کا دفتر کھو گیا ہے۔ میری نوکری ایک ظالم امیر کے ہاں ہے۔ لوگوں نے مجھے آپ کی طرف رہنمائی کی ہے لہٰذا آپ میری پریشانی کا کوئی حل تجویز فرمائیں۔ آپ نے فرمایا، جاؤ اور جا کر ایک درہم کا حلوہ خرید کر میرے پاس آ جاؤ۔ وہ چلا گیا اور حلوہ خریدنے کے لئے حلوائی کو درہم دیا۔ حلوائی نے ایک کاغذ لیا تاکہ اس میں حلوہ ڈال کر اسے پکڑائے۔ اس شخص کی نظر پڑی تو دیکھا کہ وہ بعینہ اسی کا کھویا ہوا رجسٹر ہے۔ حلوائی سے پوچھا، یہ کاغذ تمہیں کہاں سے ملا ہے؟ کہنے لگا ابھی ابھی تمہارے آنے سے پہلے میں نے خریدا ہے۔ چنانچہ اس نے حلوائی سے وہ کاغذ حلوہ سمیت لے لیا اور شیخ کے پاس واپس آ گیا۔ شیخ نے اسے کہا: اپنا حلوہ کھا لو۔ ہمیں اس کی ضرورت نہیں۔ پانچویں صدی کے آخر میں شیخ کا انتقال ہوا اور امام مناوی کے بقول یہ اپنے والد کے پاس گھر میں ہی دفن کیے گئے۔

حضرت حسن قضیب البان موصلی رحمۃ اللہ علیہ

ولی کو مختلف حالات میں دیکھنے والا اندھا ہو گیا

جناب سراج رحمۃ اللہ علیہ نے شیخ عارف ابو الحسن علی قرشی رحمۃ اللہ علیہ سے یہ روایت کیا۔ انہوں نے بیان کیا کہ میں ایک مرتبہ شیخ حسن قضیب البان کے گھر واقع موصل میں ان سے ملنے گیا۔ جب میں اجازت لے کر ان کے کمرے میں داخل ہوا تو کیا دیکھتا ہوں کہ شیخ کا جسم اس قدر بڑا ہے کہ پورا گھر اس سے بھر گیا۔ یہ دیکھ کر مجھے ڈر لگا کہ آپ کا اس قدر جسم بڑا خلاف عادت نظر آیا۔

میں کمرے سے باہر نکل آیا۔ دوبارہ اندر گیا تو دیکھا کہ اس گھر کے ایک کونے میں چڑیا کی مانند آپ کا جسم ہے۔ میں پھر باہر نکل آیا۔ میں تیسری مرتبہ جب اندر گیا تو آپ کو آپ کے اصلی قد و قامت میں دیکھا۔

میں نے عرض کیا یا سیدی! مجھے بتایئے کہ پہلی اور دوسری حالت کیا تھی؟ آپ نے پوچھا: کیا تم نے مذکورہ دونوں حالتیں

دیکھی ہیں؟ میں نے عرض کیا ہاں۔ تب حضور نے فرمایا: تجھے لازماً اندھا ہو جانا چاہیے۔ جناب قرشی رحمۃ اللہ علیہ اپنی موت سے کچھ عرصہ قبل اندھے ہو گئے تھے۔

چند قدم چلنے سے چھ ماہ کی مسافت طے کر لی

جناب سراج رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ شیخ عبداللہ ماوردی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں جناب شیخ امام کمال الدین بن یونس کے ہاں ان کے مدرسہ میں واقعہ موصل میں تھا۔ وہاں لوگوں نے قضیب البان کے بارے میں گفتگو شروع کر دی اور ان کے کچھ نقائص بیان کئے اور غیبت کی اور ان لوگوں کے ساتھ شیخ کمال الدین نے بھی موافقت کی۔ یہ لوگ ابھی اسی موضوع پر غور و خوض کر رہے تھے کہ اچانک جناب قضیب البان اندر آ گئے۔

یہ دیکھ کر سب حیران و ششدر رہ گئے پھر انہوں نے کہا اے ابن یونس! کیا تو وہ سب کچھ جانتا ہے جو اللہ جانتا ہے؟ انہوں نے عرض کیا: نہیں۔ فرمایا: میں اس علم میں سے ہوں جس کو تو نہیں جانتا۔ یہ سن کر ابن یونس پریشان و حیران رہ گئے۔ پھر میں نے کہا کہ میں لازماً ان کے ساتھ ایک دن رات رہوں گا۔ پھر دیکھوں گا کہ یہ کیا کرتے ہیں؟ عشا کے وقت انہوں نے سات مشکیزے جلائے اور ان میں سے سات ٹکڑے لے لئے۔ دروازہ پر دستک کی تو ایک بوڑھی عورت نکلی۔ کہنے لگی تم نے ہمارے پاس آنے میں بہت دیر کر دی۔ آپ نے اس بڑھیا کو دو ٹکڑے دے دیئے اور خود موصل کے دروازے پر آ گئے۔ وہ بند ہو چکا تھا۔ ان کی خاطر اسے کھول دیا گیا۔ پھر ہم وہاں سے باہر نکلے اور کچھ دیر چلے تو اچانک ہمیں اپنے سامنے ایک ہزار درخت دکھائی دیئے۔ آپ نے پہلے سے پہنے پرانے اور بوسیدہ کپڑے اتار دیئے۔ غسل کیا اور درخت پر لٹکے ہوئے کپڑے اتار کر پہن لئے۔ اور صبح تک نماز پڑھنے میں مصروف رہے۔

ادھر مجھے نیند آ گئی۔ سورج کی تپش نے مجھے جگایا۔ میں جاگ کر کیا دیکھتا ہوں کہ میں ایک بے آب و گیاہ صحرا میں ہوں۔ وہاں دور دور تک کوئی عمارت نظر نہیں آتی تھی۔ میں اپنے بارے میں بڑا حیران ہوا۔ پھر میرے قریب سے کچھ سوار گزرے۔ میں نے ان سے کہا:

بھائیو! میں موصل شہر سے عشا کے وقت نکلا تھا (اب میں کس جگہ ہوں) انہوں نے اس پر تعجب کیا۔ پوچھنے لگے موصل کہاں ہے؟ ان میں سے ایک بزرگ عمر رسیدہ شخص ذرا آگے بڑھا اور پوچھنے لگا مسافر! تمہارا قصہ کیا ہے؟ میں نے یوں یوں بیان کیا۔ اس نے میری باتیں سن کر کہا تجھے واپس وہی پہنچا سکتا ہے جس کے ساتھ تم آئے اور جو تمہیں یہاں تک لایا ہے۔ میرے بھائی! تو اس وقت مغرب (افریقہ) میں ہے۔ تیرے اور موصل کے درمیان چھ ماہ کے سفر کا فاصلہ ہے۔ یہیں ٹھہر۔ شائد وہ شخص واپس آئے جو تجھے یہاں لایا۔ پھر جب رات ہوئی تو اچانک شیخ موصوف تشریف لائے اور جو پہلے کیا وہی پھر کیا (یعنی غسل کر کے کپڑے تبدیل کئے) جب صبح طلوع ہوئی تو درخت پر سے اتار کر پہنے ہوئے کپڑے اب جسم سے اتار دیئے اور اپنے وہی بوسیدہ اور پرانے کپڑے پہن لئے اور چل پڑے۔ میں ان کے پیچھے پیچھے تھا۔ کچھ ہی دیر کے بعد ہم موصل پہنچ گئے۔ پھر انہوں نے میری طرف دیکھا اور میرے کان مروڑ کر فرمانے لگے: آئندہ ایسا نہ کرنا اور راز کو افشا کرنے سے بچنا۔

پھر ہم نے موصل کے لوگوں کے ساتھ صبح کی نماز ادا کی۔

ایک لفظ سے تمام معلومات یکسر ملتبس ہو گئیں

جناب سراج رحمۃ اللہ علیہ نے بیان فرمایا کہ ہمیں کئی ایک حضرت نے متصل سند سے شیخ کمال الدین بن یونس موصلی رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ بیان فرمایا کہ ان (شیخ کمال الدین موصلی) کا ایک دن جناب قضیب البان رحمۃ اللہ علیہ کے قریب سے گزر ہوا۔ جب وہ درس و تدریس کی طرف جا رہے تھے۔ اس وقت شیخ موصوف اپنے بوسیدہ پرانے کپڑوں کو پیوند لگا رہے تھے۔ شیخ موصوف نے کہا اے ابن یونس! ہم نے اسے سی دیا ہے۔ اس کا معنی اور مفہوم شیخ کمال الدین نہ جان سکے۔ کیونکہ آپ اس کی پیچیدگی سے لاعلم تھے اگرچہ علم ظاہر میں بڑے فاضل اور کامل تھے۔ (یعنی اس کا معنی تو آتا تھا لیکن شیخ نے اس سے کیا مراد لیا؟ وہ سمجھ میں نہ آیا) پھر جب مسند تدریس پر تشریف فرما ہوئے تاکہ طلبہ کو درس دیں تو تمام معلومات گھل مل گئیں (کوئی پتہ نہ چلتا کہ یہ کس علم کا مسئلہ ہے اور فلاں کا تعلق کس علم سے آیا) کچھ شاگرد عجم سے بھی آپ کے ہاں درس و تدریس کے لئے آتے تھے۔ شیخ کمال الدین کو اس قدر نسیان طاری ہو گیا کہ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ تک بھول گئے۔ پھر جب یہ کیفیت کافی دیر تک رہی اور غور و فکر کیا تو شیخ قضیب البان کے ارشاد ''ہم نے اسے سی دیا ہے'' کا مطلب سمجھ آ گیا (یعنی میری معلومات کو سی دیا ہے)

فرمانے لگے: شاگردو! ٹھہرو (میں ابھی واپس آ رہا ہوں) پھر سوار ہوئے جا کر جناب قضیب البان رحمۃ اللہ علیہ کے پاس حاضر ہو کر استغفار کیا۔ جب ان کے قریب ہوئے تو قضیب البان رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: کوئی ضرورت نہیں۔ ہم نے اسے ادھیڑ دیا ہے اور کھول دیا ہے۔ جاؤ اور جا کر درس دو۔ وہ واپس لوٹے اور علم و عرفان کا سمندر پہلے کی طرح بلکہ اس سے بھی زائد ہو گیا تھا۔

ولی کی مختلف صورتوں میں ظہور

جناب سراج الدین رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا کہ موصل کا ایک قاضی خود اپنا واقعہ مجھ سے بیان کرتا ہے کہ میں قضیب البان رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں سوئے ظن رکھتا تھا۔ حالانکہ میں ان کی مشہور کرامات سے باخبر تھا۔ میں نے دل میں یہ سوچ چھپا رکھی تھی کہ میں ان کو بادشاہ کے ذریعہ موصل سے نکلوا کر رہوں گا۔

ایک مرتبہ میں گلی میں سے کہیں جا رہا تھا۔ اچانک میں نے شیخ موصوف کو اپنے سامنے کی طرف سے آتے دیکھا۔ اس وقت میرے اور ان کے علاوہ کوئی تیسرا شخص نہ تھا۔ میں نے کہا اگر کوئی تیسرا آدمی وہاں ہوتا تو میں اسے کہتا کہ اسے روک رکھو۔ اس کے بعد شیخ موصوف چند قدم چلے تو دیکھا کہ وہ ایک کردی شخص کی شکل و صورت میں جا رہے تھے پھر چند قدم اور چلنے کے بعد انہوں نے ایک بدوی کا روپ دھار لیا۔ پھر ایک اور روپ دھارا جس میں وہ فقیہ نظر آ رہے تھے۔ پھر فرمانے لگے: اے قاضی! یہ چار صورتیں جو تمہیں نظر آئیں۔ ان میں سے قضیب البان کون ہے کہ تم اسے بادشاہ کے ذریعہ موصل سے نکال باہر کرنا چاہتے ہو۔ قاضی صاحب بیان کرتے ہیں کہ یہ دیکھ اور سن کر مجھ میں اپنے اوپر گرفت نہ رہی۔ مگر یہی کہ میں سواری سے اتروں اور شیخ موصوف کے ہاتھ پاؤں چوموں اور معافی مانگوں۔ یہ واقعہ جناب سراج دمشقی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا۔

تمہارا بیٹا فوت نہیں ہوا بلکہ خچر نے دولتی ماری تھی اور بے ہوش ہو گیا تھا

جناب تاذفی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا کہ شیخ عبداللہ یونس بیطار دنیسری رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے اپنا واقعہ سنایا۔ وہ یہ کہ میں شروع شروع میں دنیسری قصبہ میں جانوروں کا معالج اور انہیں کھریاں لگانے کا کام کیا کرتا تھا۔ میں نے ایک مرتبہ ایک خچر کو کھری لگانا چاہی تو اس نے اپنا کھر میرے سر پر مار دیا جس سے میں بے ہوش ہو گیا۔ لوگوں نے میرے فوت ہو جانے کی باتیں کرنا شروع کر دیں۔ یہ خبر میری والدہ کو پہنچی جو اس وقت موصل میں تھیں۔ وہ فوراً شیخ موصوف کے ہاں حاضر ہوئیں اور عرض کی: حضرت! میرے بیٹے کے فوت ہو جانے کی مجھے خبر ملی ہے۔ یہ سن کر شیخ موصوف نے فرمایا وہ مرا نہیں بلکہ خچر نے اس کے سر پر کھر مارا تھا اور وہ بے ہوش ہو گیا تھا۔ چنانچہ شیخ موصوف نے جس طرح فرمایا، ہوا ویسے ہی تھا۔

ولی کی نگاہ سے کچھ بھی پوشیدہ نہیں ہوتا

علامہ مناوی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان فرمایا کہ جناب ابوالنجا مغربی رحمۃ اللہ علیہ مشرق کی طرف جانے کے لئے باہر تشریف لائے۔ اس وقت ان کے ساتھ چالیس اولیائے کرام کی جماعت بھی تھی۔ راستہ میں جو شہر آتا وہاں کے تمام مردان خدا کو جمع فرماتے۔ اسی طرح چلتے چلتے موصل پہنچے تو موصل کے بزرگ حضرات بھی ان کی زیارت کے لئے حاضر ہوئے۔ اچانک جناب ابان رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے۔ بوسیدہ پرانے کپڑے پہنے ہوئے اور بال بکھرے ہوئے۔ آ کر حاضرین سے پوچھا: شیخ کہاں ہے؟ انہوں نے کہا باہر تشریف لے گئے ہیں۔ فرمانے لگے گیا ہے شیطانی کام کرنے؟ یہ سن کر وہ سب غصہ سے بھر گئے۔ ان میں سے ایک بولا کہنے لگا تمہارے شیطان نے جھوٹ بولا ہے۔ آپ کو اس پر غصہ آیا اور اپنے پرانے بوسیدہ کپڑے اتار پھینکے اور برہنہ ایک تالاب میں کھڑے ہو گئے اور ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ پر پانی ڈالتے جاتے۔ اتنے میں شیخ آ گیا۔ حاضرین نے انہیں سب کچھ بتایا۔ شیخ نے کہا۔ اس نے سچ کہا میں موصل کے امام کے ہاں تھا۔ وہ مجھے اور میں اسے نفاق میں غرق کر رہے تھے۔ پھر جناب قضیب البان رحمۃ اللہ علیہ نے کہا۔ مجھے ان تمام بزرگوں اور مردان خدا کے بارے میں ان کے نام لے کر بتاؤ جو تم نے مختلف شہروں میں دیکھے۔ شیخ نے ان کے نام بیان کرنے شروع کر دیئے۔ جب کسی ایک کا نام لیتے تو قضیب البان فرماتے کہ اس کا وزن اتنا ہے (یعنی وہ کس مقام و مرتبہ کا شخص ہے) کسی کے بارے میں فرمایا کہ وہ چوتھائی مرد ہے۔ کسی کو آدھا مرد کہا اور کسی کو کامل الوزن اور کسی کو وزنی کہا اور ایک کے بارے میں فرمایا کہ اس کی شہرت اگرچہ مشرق و مغرب میں پھیلی ہوئی ہے لیکن اللہ تعالیٰ کے حضور وہ مچھر کے پر کی حیثیت بھی نہیں رکھتا۔

سرکار غوث پاک کا ہر سجدہ باب کعبہ کے نزدیک ہوتا تھا

جناب قضیب البان رحمۃ اللہ علیہ سے شیخ سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں پوچھا گیا۔ فرمانے لگے وہ ولی مقرب تھے اللہ تعالیٰ کے ساتھ صاحب حال تھے اور اللہ تعالیٰ کے ہاں صادق مکان کے مکین تھے۔ آپ سے کہا گیا کہ جناب شیخ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ کو ہم نے نماز پڑھتے نہیں دیکھا (تو بے نمازی کا یہ مقام کیسے؟) جناب قضیب البان نے فرمایا:

وہ اس مقام پر نماز ادا فرمایا کرتے تھے جہاں تم انہیں دیکھ نہیں پاتے۔ میں نے انہیں دیکھا کہ وہ موصل یا کسی اور شہر میں جب نماز پڑھتے خواہ وہ زمین کے کسی کونہ میں ہوں۔ وہاں نماز پڑھتے۔ ان کا سجدہ کعبۃ اللہ کے دروازے کے قریب ہوتا تھا۔

علامہ مناوی رحمۃ اللہ علیہ نے مذکورہ باتیں ذکر کرنے کے بعد فرمایا: اس میں کوئی مانع نہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے ولیوں میں سے کسی ولی کو جس کو وہ چاہے دو بدنوں یا اس سے زیادہ میں تصرف دے۔ اس ولی کا جسم اول اپنے حال پر بغیر تغیر و تبدل قائم رہے اور اس کی ایک ملتی جلتی شکل اور بن جائے اور اس ولی کی روح ایک ہی وقت میں دونوں بدنوں میں یکساں تصرف کرے (یعنی یہ بات واقع اور مشاہد ہے) شیخ قضیب البان رحمۃ اللہ علیہ نے ۵۷۰ھ میں موصول میں ہی انتقال فرمایا اور ان کی قبر شریف کی لوگ زیارت کرنے آتے ہیں۔ میں نے یہ فیصلہ کیا کہ اس موضوع پر مکمل نفع حاصل کرنے اور منکرین کے اعتراضات کو رد کرنے کے لئے شیخ قضیب البان رحمۃ اللہ علیہ کی کرامات کے ساتھ ساتھ علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک رسالہ بھی مکمل طور پر نقل کر دوں جو ان کی مشہور کتاب ''الحاوی فی الفتاوی'' سے میں نے نقل کیا ہے۔ علامہ سیوطی نے اس رسالہ کا نام ''المنجلی فی تطور الولی'' رکھا ہے۔

رسالہ کا مضمون یہ ہے:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ سب تعریف اللہ تعالیٰ کے لئے جو تمام جہان والوں کا پالنے والا ہے اور اس کے برگزیدہ تمام بندوں پر سلامتی نازل ہو۔ مجھے ایک سوال روانہ کیا گیا کہ ایک شخص نے قسم اٹھائی کہ اگر ولی اللہ شیخ عبدالقادر دشطوطی رحمۃ اللہ علیہ نے فلاں رات میرے گھر نہ گزاری تو میری بیوی کو طلاق ہو جائے۔ ایک دوسرے شخص نے قسم اٹھائی کہ بعینہ وہی رات اگر شیخ موصوف نے میرے ہاں بسر نہ فرمائی ہو تو میری بیوی کو طلاق۔ کیا ان دونوں میں سے کسی کی بیوی کو طلاق ہو جائے گی یا نہیں؟

میں نے اپنے قاصد کو شیخ عبدالقادر کے پاس بھیجا۔ اس نے جا کر شیخ سے اس سوال کے بارے میں پوچھا۔ شیخ نے فرمایا: اگر چار آدمی کہیں کہ میں نے ہر ایک کے ہاں معین رات گزاری تو وہ سب سچے ہیں لہٰذا ثابت ہوا کہ ان دونوں میں سے کوئی بھی اپنی قسم میں جھوٹا نہیں۔

اس مسئلہ کی فقہ کے اعتبار سے تقریر یہ ہے کہ صورت حال اس سے خالی نہیں کہ ان دونوں میں سے ہر ایک اپنے گھر میں مقیم ہوگا یا ان دونوں میں سے کوئی بھی اپنے گھر میں مقیم نہ ہوگا یا ان دونوں میں ایک اپنے گھر میں مقیم ہوگا اور دوسرا مقیم نہ ہوگا۔ پہلی دونوں حالتوں میں دونوں کی قسم نہیں ٹوٹے گی۔ یہ بالکل واضح ہے ان دونوں میں سے کوئی بھی دوسرے کے ساتھ تنازع کرنے والا نہیں تھا۔ کیونکہ اکٹھی دونوں کی قسم ٹوٹ جانے کا امکان نہیں۔ جیسا کہ ظاہر ہے اور نہ ہی ان دونوں میں کوئی ایک معین شخص حانث ہوگا کیونکہ اگر ایسا حکم لگایا جائے تو یہ سراسر زیادتی اور زبردستی ہوگی اور بغیر کسی وجہ ترجیح کے ایک کو دوسرے پر ترجیح دینا لازم آئے گا اور فقہائے کرام نے پرندے کے بارے میں جو فرمایا ہے: تم اس سے باخبر ہو (پرندے کا مسئلہ آگے آئے گا) رہی تیسری حالت و صورت تو اس میں جھگڑا وہ کرے گا جس کو یہ وہم ہو کہ ایک شخص کا وجود ایک وقت میں دو جگہوں پر ہونا ناممکن ہے بلکہ محال ہے حالانکہ اس وہم کے کرنے والے نے جو وہم کیا۔ بات اس طرح نہیں

کہ صورت مذکورہ محال ہے کیونکہ بڑے بڑے جید علماء کرام نے دوٹوک الفاظ میں اس صورت کو جائز و ممکن بتایا ہے۔ جب یہ ممکن ہوا تو ظاہر ہے کہ ان میں سے کوئی حانث نہ ہوگا کیونکہ جب کوئی شخص کسی ایک چیز کے بارے میں اپنے ہاں ہونے کی قسم اٹھائے۔ جس کا اس کے پاس ہونا ممکن اور جائز ہے تو اس قسم میں اس کے حانث ہونے کا حکم نہیں لگے گا کیونکہ ممکن ہے کہ وہ اپنے قول میں سچا ہو اور طلاق ظاہر مسلک میں شک پر واقع نہیں ہوتی۔

یہ ایک ایسا مسئلہ ہے جس کی تقریر کی ضرورت نہیں۔ ضرورت اس کی ہے کہ وہ کام جسے ممکن کہا گیا اور جس پر قسم کھائی گئی، اس کا ممکن ہونا ثابت کیا جائے (یعنی ایک شخص کا ایک وقت میں دو مختلف جگہوں پر ہونا ممکن ہے اس کا ثبوت ہونا چاہئے) یہ مسئلہ قدیم دور سے واقع ہو رہا ہے اور حضرات علمائے کرام اس صورت میں قسم نہ ٹوٹنے کا فتویٰ دیتے رہے جیسا کہ میں نے فتویٰ دیا ہے اور ان حضرات کا صورت مذکورہ کو ممکن کہنا کوئی محال نہیں۔ لہٰذا میں کہتا ہوں اس صورت میں امکان پر بڑے بڑے جید علمائے کرام نے دوٹوک ارشاد فرمائے۔ ان آئمہ و علماء حضرات میں سے علامہ علاؤ الدین قونوی رحمۃ اللہ علیہ ہیں جنہوں نے ''الحاوی'' کی شرح فرمائی اور شیخ تاج الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ ہیں، شیخ الخانقاہ الصلاحیہ سعید السعداء، جناب کریم الدین آملی، صفی الدین بن ابی المنصور، عبدالغفار بن نوح القوصی صاحب ''الوحید''، عفیف یافعی، شیخ تاج الدین ابن عطاء اللہ، سراج بن الملقن، برہان الانباسی، شیخ عبداللہ المنوفی، ان کے شاگرد شیخ خلیل مالکی صاحب ''المختصر''، ابوالفضل محمد بن ابراہیم تلمسانی مالکی اور ان کے علاوہ بہت سے دوسرے علمائے کرام ہیں۔

ان حضرات نے صورت مذکورہ کی توجیہ میں جو کچھ فرمایا وہ تین امور ہیں: ان میں ایک توجیہ یہ ہے کہ صورت مذکورہ متعدد صورتوں میں کسی کا نظر آنا اس طرح کہ ایک صورت کی مثل اور ہم شکل بہت سی صورتیں بن جائیں۔ جیسا کہ جنات کے لئے یہ امر تسلیم شدہ ہے۔ دوسری توجیہ یہ ہے کہ یہ معاملہ شکل و صورت کے متعدد ہونے کی وجہ سے نہیں بلکہ دور دراز کی مسافت لمحے بھر میں طے کرنا اور زمین کے سمٹ جانے کے قبیل سے ہے (یعنی ایک ہی شخص و صورت دور دراز جگہوں میں بیک وقت دکھائی دی کیونکہ ان جگہوں کے درمیانی فاصلہ کو صاحب صورت نے لمحے بھر میں طے کرلیا ہوگا یا زمین کی لمبائی کو سکیڑ دیا ہوگا) تو اس طریقہ سے ہر انسان اس صورت والے کو اپنے اپنے گھر میں دیکھ رہا ہو۔ حالانکہ وہ صورت والا شخص صرف ایک ہی جگہ پر موجود ہو۔ اس صورت میں اللہ تعالیٰ نے زمین کو لپیٹ دیا ہوگا اور نظر آنے والی صورتیں متعدد نہ ہوئی ہوں گی اور یہ احتمال بہت ہے۔ اس پر ہی وہ حدیث پاک محمول کی گئی۔ جس میں بیت المقدس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے لا کھڑا کرنے کا قصہ آتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ مکرمہ میں موجود ہوتے ہوئے بیت المقدس کو دیکھا۔ جب قریش نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارے میں دریافت کیا یہ شب معراج کی صبح کا واقعہ تھا۔

تیسرا احتمال یہ ہے کہ ولی کے جسم کو بہت بڑا کر دیا گیا ہو۔ اس قدر کہ تمام روئے زمین پر پھیل گیا ہو۔ پس ہر ایک نے اپنے اپنے مکان اور جگہ پر رہتے ہوئے ولی کو یوں دیکھا ہو کہ وہ اسی کے گھر میں تشریف فرما ہیں۔ جیسا کہ ملک الموت اور منکر نکیر کے بارے میں یہ تقریر کی گئی ہے۔ ملک الموت ایک ہی وقت میں مشرق میں مرنے والے اور مغرب میں مرنے

والے کی روح قبض کرتا ہے۔ اور اسی طرح مشرق و مغرب میں مرنے والے کی قبر میں ایک ہی وقت میں منکر نکیر سوال کرتے ہیں۔ یہ جواب تین جوابوں میں بہت اچھا اور خوب ہے اور اس صورت میں یہ نہیں کہا جا سکتا کہ ایسے ولی کی عام حالت میں شکل و صورت باقی نہیں رہتی اور اسے اصلی صورت میں اس دوران دیکھنا مشکل ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کسی ایک دیکھنے والے کو ولی کا بہت بڑا جسم دکھاتا ہے تو اسے اصلی جسم سے زائد اضافہ بھی دکھاتا ہے۔ اس طرح کہ کسی دوسرے کو زائد جسم نہ دکھائے بلکہ اس کی نظروں سے زائد کو اوجھل کر کے اصلی جسم و صورت دکھا دے تو یہ سب ممکن ہے یا یوں بھی ہو سکتا ہے کہ زائد جسم کو ایک دوسرے میں ڈھال دیا جائے اور دیکھنے والے کو وہ ڈھلا ہوا جسم دکھائی دے۔ جیسا کہ جبرئیل امین علیہ السلام کے بارے میں یہ دونوں باتیں علماء نے ذکر فرمائیں۔ اس وقت جب وہ حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کی شکل میں دکھائی دیئے۔ حالانکہ جبرئیل امین کی اصلی خلقت اس سے کہیں بڑی ہے جو دحیہ کلبی کی صورت میں متشکل ہوتے وقت تھی۔ وہ اس قدر بڑی ہے کہ ان کے بہت سے پروں میں سے صرف دو پر مشرق و مغرب تک پھیلے ہوئے ہیں۔

اب میں بعض آئمہ کرام کا اس بارے میں کلام ذکر کرتا ہوں۔ علامہ علاؤ الدین قونوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تصنیف ''الاعلام'' میں واضح طور پر لکھا ہے کہ یہ بات ممکنات میں سے ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے کسی مخصوص بندے کو اس کی حیات دینوی میں اپنی خصوصیت عطا فرما دے جو قدسی فرشتوں کی ہوتی ہے اور ایسی قوت عطا فرما دے جس کے ساتھ وہ اپنے معہود بدن کے علاوہ دوسرے مثالی بدن میں بھی تصرف کر سکتا ہو اور اپنے مخصوص و عادی بدن میں بھی اس کے ساتھ ساتھ اس کا تصرف بدستور قائم ہو۔ ابدال کے بارے میں کہا گیا ہے کہ ان حضرات کا نام ابدال اس لئے رکھا گیا کہ وہ ایک جگہ سے دوسری جگہ تشریف لے جاتے ہیں تو اپنی پہلی جگہ پر اپنی ہی ایک مثالی شکل و صورت کو قائم کر دیتے ہیں جو ان کی اصلی صورت و جسم سے بالکل ملتی جلتی ہے وہ اس کا بدل ہوتی ہے۔ جب جنات میں کسی جن کے لئے یہ جائز ہے کہ وہ مختلف صورتوں میں ڈھل سکتا ہے تو حضرات انبیاء کرام، فرشتوں اور اولیائے عظام کے لئے اس کا جواز بطریقہ اولیٰ ہوگا۔

حضرات صوفیہ کرام نے عالم اجساد اور عالم ارواح کے درمیان ایک تیسرا عالم بھی ثابت مانا ہے۔ جس کا نام انہوں نے عالم مثال رکھا ہے۔ ان حضرات نے کہا ہے کہ عالم مثال عالم اجساد سے بھی زیادہ لطیف ہے اور عالم ارواح کی بہ نسبت کثیف ہے۔ پھر صوفیہ کرام نے اپنے اسی نقطہ نظر کے تحت یہ بیان کیا کہ روحیں جسم کا روپ دھار لیتی ہیں اور عالم مثال کی مختلف صورتوں میں ظاہر ہوتی ہیں اور اس کی بہترین مثال اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سے دی جاتی ہے۔ فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا۝ (مریم) جبرئیل امین مریم کے سامنے ایک کامل بشر کی صورت میں ڈھل کر آئے۔ جب عالم ارواح کی کوئی روح جسم مثالی میں بھی ظاہر ہو تو بیک وقت وہ ایک روح جیسا کہ جبرئیل علیہ السلام کی روح مثلاً اپنے اصل اور اپنی مثل دونوں میں تصرف و تدبیر کرتی ہے۔ ہماری اس تقریر سے ایک مشہور اعتراض کا حل بھی سامنے آ جاتا ہے۔

وہ مشہور اعتراض جن علماء نے نقل کیا ہے کہ کسی نے ایک بہت بڑے عالم سے پوچھا کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام جب دحیہ کلبی کی صورت میں بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے، اس وقت ان کی صورت اصلیہ اور جسم اصلی کدھر تھا جو اس قدر بڑا ہے کہ

اس کے پر مشرق و مغرب کے آخری کنارے تک پھیلے ہوئے تھے جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اس کی اصلی شکل میں دیکھا؟ اس سوال کے جواب میں بعض حضرات نے یہ تکلف برتا ہے کہ ایسا ہونا جائز ہے کہ جبرئیل علیہ السلام کے جسم اصلی اور صورت اصلیہ کے اجزا ایک دوسرے میں بڑی مضبوطی سے گڑ گئے ہوں اور ایک دوسرے میں گھس گئے ہوں۔ جس کی وجہ سے جسم چھوٹا ہو گیا اور حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کے جسم کے برابر ہو گیا۔

جب واپس ہوئے تو پھر اجزا کے کھلنے اور اپنی اپنی کیفیت میں آجانے پر ان کی شکل و صورت پہلے کی طرح بڑی ہو گئی ہو۔ اس تکلف کی کوئی ضرورت نہیں بلکہ جو اس بارے میں حضرات صوفیہ کرام نے کہا وہ بہت خوبصورت جواب ہے وہ یہ کہ جبرائیل علیہ السلام کا اپنا جسم اصلی اور جسم اول اپنے حال پر ہی ہو۔ اس میں کسی قسم کی تبدیلی نہ ہوئی ہو اور اللہ تعالیٰ نے ان کی ایک اور مثل بنا دی ہو اور روح جبرئیل ایک ہی وقت میں دونوں اجسام (اصل اور مثلی) میں تصرف کر رہی ہو۔ یونہی حضرات انبیاء کرام کا معاملہ بھی سمجھ لیا جائے اور ایسا ہونے میں کوئی خلاف عقل یا بعید از عقل بات نہیں ہے کیونکہ جب حضرات انبیاء کرام کے لئے مردوں کا زندہ کرنا اور لاٹھی کو اژدھا میں تبدیل کرنا جائز اور ثابت ہے اور یہ بھی کہ اللہ تعالیٰ انہیں ایسی قدرت عطا فرما دے جو خلاف عادت ہو کہ جس سے دور دراز کی مسافت جیسا کہ زمین و آسمان کی درمیانی مسافت ایک ہی لحظہ میں طے کر لیں۔ اس کے علاوہ اور بہت سے خلاف عادت کام ان سے واقع ہونا۔

جب یہ چیزیں ان کے لئے مسلم ہیں تو پھر ان حضرات کو خصوصی طور پر یہ کمال عطا فرمانا کہ دو بدنوں یا اس سے زیادہ میں بیک وقت تصرف فرمائیں، کب ممتنع ہے؟ اس ضابطہ اور اصل سے بہت سے مسائل کا حل نکل آتا ہے اور بہت سے اشکالات کا جواب بہت آسان ہو جاتا ہے۔ مثلاً اللہ تعالیٰ نے جنت کی چوڑائی (عرض) قرآن کریم میں ان الفاظ میں بیان فرمائی **جَنَّةٍ عَرْضُهَا كَعَرْضِ السَّمَآءِ وَ الْاَرْضِ** (الحدید: 21) ایسی جنت کہ جس کی چوڑائی آسمانوں اور زمین کے برابر ہے۔ حالانکہ جنت تمام آسمانوں اور زمین سے اوپر ہے اور اس کی چھت عرش باری تعالیٰ ہے۔ اتنی بڑی جنت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک دیوار کی چوڑائی برابر دکھلائی گئی۔ حتیٰ کہ آپ دوران نماز اس کی طرف بڑھے تاکہ اس کے پھلوں کا گچھا توڑ لیں۔ جیسا کہ اس کی صراحت احادیث مبارکہ میں وارد ہے۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ جنت ایک مثالی صورت میں متمثل کر کے آپ کو دکھائی گئی اور اسی کی مثال وہ واقعہ بھی ہے جو شیخ قضیب البان رحمۃ اللہ علیہ موصلی کا بیان کیا گیا۔ آپ ابدال میں سے تھے۔ آپ پر ہر کسی نے تہمت دھری۔ جس نے آپ کو نماز پڑھتے نہ دیکھا۔ کہا یہ شخص بے نمازی ہے اور ان کو بہت سخت الفاظ سے اس نے کوسا۔ جناب قضیب البان رحمۃ اللہ علیہ فوراً کئی صورتوں اور شکلوں میں اس کے سامنے نمودار ہوئے۔ پھر تہمت لگانے والے سے پوچھا۔ تم نے میری ان صورتوں میں کون سی صورت میں بے نمازی دیکھی؟ موصوف کی ایسی بہت سی کرامات و حکایات ہیں۔ جن کا دارومدار مذکورہ قاعدہ پر ہے اور یہ قانون دراصل حضرات صوفیہ اور اولیائے کرام کے ہاں بہت سے قواعد کی اصل اور بنیاد ہے۔ واللہ اعلم۔

علامہ تاج الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ نے "الطبقات الکبریٰ" میں ابو العباس ملثم کے حالات زندگی تحریر کرتے ہوئے لکھا کہ

موصوف ان حضرات میں سے تھے جو صاحب کرامت اور صاحب حال ہوتے ہیں۔ ان کی صحبت میں رہنے والے حضرات میں مخصوص شخصیت ان کے ایک شاگرد شیخ صالح عبدالغفار بن نوح کی ہے۔ جن کی ایک تصنیف ''الوحید فی علم التوحید'' ہے۔

موصوف نے اپنی مذکورہ تصنیف میں شیخ موصوف کی بہت سی کرامات کا ذکر کیا ہے۔ جن میں سے ایک یہ ہے ہم کچھ عقیدت مند شیخ موصوف کے ہاں تھے۔ آپ ہمارے ساتھ گفتگو میں مشغول تھے۔ آپ کی باتیں کانوں میں رس گھولتی تھیں۔ اس دوران کہ ہم باتوں میں مصروف تھے اور ایک غلام وضو کررہا تھا۔ اسے شیخ نے فرمایا:

اے مبارک! کدھر جانے کا پروگرام ہے؟ عرض کرنے لگا کہ جامع مسجد میں جا کر نماز ادا کرنا چاہتا ہوں۔ فرمایا: زندگی کی قسم! میں نے نماز پڑھ لی ہے۔ غلام وہاں سے نکلا اور مسجد میں آیا تو دیکھا کہ لوگ مسجد سے باہر آرہے ہیں۔ عبدالغفار (تلمیذ خاص) بیان کرتے ہیں۔ میں باہر نکلا تا کہ لوگوں سے پوچھوں تو لوگوں نے میرے پوچھنے پر بتایا کہ شیخ ابو العباس جامع مسجد میں تھے اور لوگ انہیں سلام کررہے تھے۔ میں یہ سن کر واپس آیا اور شیخ موصوف سے پوچھا (کہ آپ یہاں بھی گفتگو میں مصروف رہے اور مسجد میں بھی تھے یہ کیا ماجرا ہے؟) فرمانے لگے۔ مجھے جسم تبدیل کرنے کی صلاحیت عطا کی گئی ہے۔

علامہ سبکی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ شیخ ابوالعباس رحمۃ اللہ علیہ کا یہ فرمانا ''مجھے اپنی زندگی کی قسم! میں نے نماز پڑھ لی ہے، یہ ان کی صفات سے تعلق رکھتا ہے جن میں اللہ تعالیٰ نے ان کو تبدیل ہونے کی قدرت فرمائی تھی کیونکہ ایسے حضرات خود کسی جگہ ہوتے ہیں اور ان کی صورت مثالی دوسری جگہ ہوتی ہے۔ مزید فرمایا کہ کبھی کبھار یہ صفت کشف صوری بن جاتی ہے۔ جس میں دونوں صورتوں کے درمیان حائل تمام دیواریں اٹھ جاتی ہیں اور دیکھنے والا بالمشافہ دیکھ رہا ہوتا ہے۔ پھر وہ شخص جیسے چاہے نماز ادا کرے اور درمیان میں کوئی رکاوٹ آڑے نہیں آتی۔

امام صفی الدین بن ابی منصور رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے رسالہ میں تحریر فرمایا کہ شیخ مفرج رحمۃ اللہ علیہ کا اپنے ہی شہر میں اپنے ساتھیوں سے ایک واقعہ رونما ہوا۔ ان میں سے ایک بزرگ نے کہا جو کسی دوسرے کی طرف سے حج کر کے آیا تھا کہ میں نے شیخ مفرج کو میدان عرفات میں دیکھا تھا۔ اس سے ایک آدمی جھگڑا کہ شیخ موصوف دمامین سے باہر نہیں نکلے اور نہ ہی کسی اور شہر کی طرف کوچ کیا۔ ان دونوں میں سے ہر ایک نے طلاق کی قسم اٹھائی۔ جس نے حج کیا تھا اس نے قسم اٹھائی کہ میں نے شیخ کو میدان عرفات میں دیکھا تھا۔ اگر میں جھوٹا ہوا تو میری بیوی کو طلاق۔ دوسرے نے قسم اٹھائی کہ شیخ موصوف عرفہ کے دن دمامین سے بالکل غائب نہیں ہوئے۔ اگر ان کا اس دن دمامین باہر گئے ہوئے ہونا ثابت ہو جائے تو میری بیوی کو طلاق ہے۔

ان دونوں نے اپنا جھگڑا شیخ موصوف کے سامنے پیش کیا اور اپنی اپنی قسم کا بھی بتایا تو شیخ نے ان دونوں کی بات کو صحیح فرمایا اور ان کا اپنی اپنی بیوی سے نکاح بدستور قائم رکھا۔ میں نے ان دونوں کے بارے حکم دریافت کیا اور ان میں سے ایک کا سچا ہونا دوسرے کی قسم کے ٹوٹنے کو لازم کرتا ہے۔

حاضرین نے کہا کہ ہمیں شیخ کی طرف سے اجازت ہے کہ ہم اس فیصلہ اور حکم کے راز کے متعلق گفتگو کریں۔ پھر ہر ایک

نے اپنی اپنی توجیہ بیان کی۔ لیکن وہ ناکافی تھی اور وہ مسئلہ مجھ پر منکشف ہو گیا تھا۔ میں اس کی وضاحت کر سکتا تھا۔ شیخ نے مجھے ارشاد فرمایا کہ تم اس مسئلہ پر روشنی ڈالو۔ میں نے کہا: ولی جب اپنی ولایت میں پختہ ہو جاتا ہے تو اسے متعدد صورتوں میں ڈھلنا ممکن ہو جاتا ہے اور اپنی روحانیت کی وجہ سے ایک ہی وقت میں مختلف اور متعدد جہات واطراف میں ظاہر ہو سکتا ہے۔ کیونکہ اسے مختلف اشکال وصورتوں میں متشکل ہونا عطا کیا جاتا ہے۔ اور اپنے ارادہ کے مطابق مختلف صورتوں میں ڈھلنا اس کے بس میں ہوتا ہے۔ لہٰذا شیخ موصوف کی صورت میں جو اس شخص کو نظر آئی جبکہ وہ عرفہ میں تھا، وہ بھی اپنے دعویٰ میں سچا ہے اور وہ واقعی شیخ ہی کی صورت تھی اور جو شکل وصورت دوسرے شخص نے دمامین میں دیکھی۔ جس کے بارے میں یہ وہ دعویٰ کرتا ہے کہ آپ دمامین سے باہر نہیں گئے وہ بھی حق ہے اور دونوں میں سے ہر ایک اپنی اپنی قسم میں بھی سچا ہے۔ میری یہ وضاحت سن کر شیخ موصوف نے فرمایا۔ یہی صحیح ہے۔

اسی مضمون کو امام یافعی رحمۃ اللہ علیہ نے ''کفایۃ المعتقد'' میں بیان کرتے ہوئے فرمایا: اگر تو کہے کہ یہ مشکل ہے اور فقیہ اسے تسلیم نہیں کرے گا اور نہ ہی اس کی عقل میں یہ بات کبھی آئے گی اور نہ ہی فقیہ کے نزدیک یہ حکم صحیح ہوگا کہ دونوں میں سے کوئی بھی ہرگز قسم میں جھوٹا نہیں، کیونکہ ایک ہی وقت میں ایک شخص کا دو مختلف جگہوں میں وجود از روئے عقل محال ہے۔ اسی اشکال واعتراض کا جواب وہی ہے جو شیخ صفی الدین رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا۔ یہ محال بھی نہیں کیونکہ اس میں روحانی صورتوں کا متعدد ہونا ثابت کرنا ہے اور یہ ایک صورت کے ساتھ نہیں کہ اس سے محال لازم آئے۔ امام یافعی رحمۃ اللہ علیہ نے پھر ایک اور سوال ذکر فرمایا۔ اگر تم اس جواب پر یہ اعتراض کرو کہ ابھی اشکال باقی ہے۔ وہ یہ کہ شخص ایک ہے اور اس کی صورتیں متعدد ہیں (ایک شخص کی متعدد صورتیں کیسے ممکن ہیں؟) اس کا جواب یہ ہے کہ یہ بات واقع ہوئی ہے اور اس کا مشاہدہ بھی ہوا۔ لہٰذا اس کا انکار ممکن نہیں۔ اگرچہ عقل اس بارے میں حیران و پریشان ہے۔ اس قبیل سے وہ مشہور واقعہ ہے جو فقہائے کرام وغیرہ سے تصدیق شدہ ہے وہ یہ کہ کعبہ معظمہ کا مشاہدہ کیا گیا کہ اس نے اولیائے کرام کی ایک جماعت کا طواف کیا۔ یہ مختلف اوقات میں ہوا۔ حالانکہ کعبہ شریف اپنی جگہ پر ہی قائم رہا۔ وہاں سے ان اوقات میں قطعاً جدا نہیں ہوا۔ اسی قسم سے جناب قضیب البان رحمۃ اللہ علیہ کا قصہ کا تعلق ہے۔

بعض اکابر سے ہمیں یہ روایت پہنچی۔ انہوں نے کہا کہ ہوا میں اڑنا کوئی کمال نہیں۔ کمال یہ ہے کہ دو آدمی ایسے ہیں کہ ان میں سے ایک مشرق اور دوسرا مغرب میں رہتا ہو۔ ان میں سے ہر ایک دوسرے سے ملاقات کا انتہائی مشتاق ہو۔ پھر وہ دونوں اکٹھے ہوتے ہیں۔ آپس میں گفتگو کرتے ہیں اور پھر واپس اپنے اپنے مقام پر چلے جاتے ہیں اور لوگ مشاہدہ کرتے ہیں کہ وہ دونوں اپنی اپنی جگہ سے ہرگز ادھر ادھر نہیں گئے۔

امام یافعی رحمۃ اللہ علیہ نے ''روض الریاحین'' میں لکھا ہے۔ حضرت سہل بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ کے کسی ساتھی نے ذکر کیا کہ ایک سال ایک شخص نے حج کیا۔ جب وہ حج سے فارغ ہوا اور واپس آیا تو اپنے بھائی سے کہا کہ میں نے جناب سہل بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ کو میدان عرفات میں وقوف کرتے دیکھا۔ یہ سن کر اس کا بھائی بولا: ہم یوم الترویہ کو ان کے پاس ان کے مکان

واقع باب تستر میں تھے۔ آپ بھی وہاں اس وقت موجود تھے۔ اس کے بھائی نے طلاق کی قسم اٹھالی کہ اگر میں نے شیخ موصوف کو عرفات میں وقوف کی جگہ نہ دیکھا ہو تو میری بیوی کو طلاق ہو جائے۔ یہ سن کر بھائی بولا۔ چلو ہم ان سے جا کر اس بارے میں پوچھتے ہیں۔ وہ دونوں بھائی اٹھے اور شیخ کے پاس آگئے اور دونوں نے اپنے درمیان ہونے والی گفتگو بیان کی اور پوچھنے لگے کہ طلاق کی قسم کا کیا حکم ہے؟ جناب سہل رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: تمہیں اس معاملہ کی چھان بین کرنے کی ضرورت نہیں۔ اللہ تعالیٰ سے رابطہ رکھو اور شیخ موصوف نے قسم اٹھانے والے سے فرمایا: تو اپنی بیوی کو اپنے پاس ہی بیوی کی حیثیت سے رہنے دے اور دیکھو! اس بات کی کسی اور کو خبر نہ دینا۔

شیخ خلیل مالکی رحمۃ اللہ علیہ جو مشہور کتاب ''المختصر'' کے مصنف ہیں، نے اپنی تالیف کردہ کتاب میں دوٹوک الفاظ میں لکھا جو انہوں نے اپنے شیخ الشیخ عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ منوفی کے مناقب میں تحریر کی۔ چھٹا باب اس بارے میں ہے کہ شیخ عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ کے وہ واقعات کہ جن میں آپ کے لئے زمین سمٹ اور سکڑ گئی حالانکہ آپ نے اپنے مقام سے قطعاً حرکت نہیں کی۔

ایک واقعہ یہ ہوا کہ ایک شخص حجاز سے آیا اور شیخ موصوف کے بارے میں پوچھا اور ان سے کہا کہ میں نے شیخ موصوف کو عرفات میں کھڑے دیکھا تھا۔ لوگوں نے اسے بتایا کہ شیخ تو اپنے گھر سے ادھر ادھر کہیں گئے ہی نہیں۔ اس نے اپنی بات پر قسم اٹھالی پھر جناب شیخ کے پاس گیا اور چاہا کہ ان سے اس بارے میں گفتگو کرے۔ تو شیخ نے اسے چپ رہنے کا اشارہ فرمایا۔ اس شخص نے اسی قسم کے دوسرے واقعات بیان کرنے شروع کر دیئے جن سے اسے واسطہ پڑا تھا۔ اس کے بعد شیخ خلیل مالکی نے لکھا کہ اگر تو اعتراض کرے کہ یہ کس طرح ممکن ہے کہ ایک شخص دو مختلف مکانات میں بیک وقت موجود نظر آئے؟ میں اس کے جواب میں یہ کہوں گا کہ ولی جب اپنی ولایت میں پختہ ہو جاتا ہے تو وہ اپنی روحانیت میں مختلف صورتوں کی قدرت حاصل کر لیتا ہے اور اپنی تصویر کو مختلف صورتوں میں ڈھالنے کی قدرت پالیتا ہے اور یہ بات محال نہیں ہے کیونکہ اس مسئلہ میں تعدد روحانی صورت میں آیا ہے اور عارفین کے ہاں یہ کافی مشہور ہے جیسا کہ جناب قضیب البان رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ بیان کیا گیا وہ یہ کہ جب ایک فقیہ نے آپ پر اعتراض کیا کہ وہ شخص نماز باجماعت نہیں پڑھتا۔ پھر ایک مرتبہ یہ فقیہ اور شیخ موصوف اکٹھے ہوئے تو شیخ موصوف نے اس کی موجودگی میں آٹھ رکعت نماز ادا کی۔ اس طرح کہ ہر دو رکعت ادا کرنے کے بعد آپ کی شکل وصورت تبدیل ہو جاتی۔ یعنی آپ نے چار مختلف شکلوں میں آٹھ رکعتیں ادا کیں۔ پھر اس فقیہ کو کہا: ان میں سے کس صورت والے نے تمہارے ساتھ نماز باجماعت ادا نہیں کی؟ یہ دیکھ اور سن کر فقیہ نے شیخ کی دست بوسی کی اور توبہ کرلی۔

اسی طرح کی ایک اور مثال ہے جو شیخ العباس مرسی رحمۃ اللہ علیہ سے حکایت کی گئی وہ یہ ہے کہ ایک شخص نے آپ سے درخواست کی کہ جمعہ کے دن فلاں کام کی خاطر نماز جمعہ کے بعد میرے ہاں تشریف فرما ہوں۔ آپ نے اس سے آنے کا وعدہ کرلیا۔ اس کے بعد چار آدمی اور آئے۔ جن میں سے ہر ایک نے ایسا ہی مطالبہ کیا۔ آپ نے ان چاروں سے بھی آنے کا وعدہ فرمالیا۔ پھر شیخ نے نماز جمعہ باجماعت ادا فرمائی۔ فراغت پانے پر فقہاء کرام کے درمیان تشریف فرما ہو گئے اور ان اشخاص میں سے کسی کے گھر بھی نہ گئے۔ کچھ وقت گزرنے کے بعد پانچوں آدمی آئے اور شیخ کا اپنے اپنے گھر تشریف لانے کا شکریہ ادا

کرنے لگے۔

بہت سے لوگوں نے یہ بات بیان کی کہ کعبہ معظمہ کو دیکھا گیا کہ وہ بعض اولیائے کرام کا طواف کر رہا ہے (یعنی اپنی جگہ پر قائم رہتے ہوئے دوسرے مقام پر بھی لوگوں نے کعبہ کو دیکھا) یہ کلام جناب شیخ خلیل رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔ جن کی امامت اور بزرگی مسلم ہے۔

میں نے شیخ تاج الدین بن عطاء رحمۃ اللہ علیہ کے مناقب میں یہ لکھا دیکھا جو ان کے کسی شاگرد نے تحریر کئے کہ شیخ موصوف کی جماعت کے ایک شخص نے فریضۂ حج ادا کیا۔ اس نے بیان کیا کہ میں نے شیخ موصوف کو مطاف (طواف کرنے کی جگہ) میں دیکھا۔ مقام ابراہیم کے پیچھے دیکھا اور صفا و مروہ کے درمیان سعی کرتے دیکھا اور عرفات میں بھی دیکھا۔ میں جب حج سے فارغ ہو کر واپس آیا تو شیخ موصوف سے میں نے اس بارے میں پوچھا۔ مجھے فرمانے لگے: بہت اچھا۔ میں نے لوگوں سے پوچھا: کیا شیخ سفر پر گئے تھے یا اپنے شہر سے باہر نہیں نکلے تھے؟ مجھے بتایا گیا نہیں۔ میں پھر شیخ کی بارگاہ میں حاضر ہوا سلام کیا۔ پس شیخ نے مجھ سے پوچھا: تم نے اپنے سفر حج میں کن کن آدمیوں کو دیکھا؟ میں نے عرض کیا:

اے میرے آقا! میں نے آپ کو ہی دیکھا۔ اس پر انہوں نے تبسم فرمایا اور کہنے لگے بڑا مرد کائنات کو بھر دیتا ہے یعنی دنیا میں پھیل جاتا ہے اور ساری زمین اس کے جسم سے بھر جاتی ہے اور اگر پتھر میں سے قطب کو آواز دے تو وہ اس کی آواز کا فوراً جواب دے۔

کتاب ''الوحید'' کے مصنف نے کہا کہ خدائی خصائص پر کوئی رکاوٹ نہیں ڈالی گئی جناب عزرائیل علیہ السلام کو ہی دیکھ لیں۔ ہر لمحے تمام جہانوں کی مخلوقات میں سے اس قدر جانداروں کی روحیں قبض کرتا ہے جنہیں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا اور ان سب کے سامنے عزرائیل علیہ السلام ان کے اعمال کے مناسب صورتوں میں مختلف مقامات پر ظاہر ہوتے ہیں۔ ان میں سے ہر ایک مرنے والا انہیں مختلف صورتوں میں دیکھتا اور مشاہدہ کرتا ہے۔

شیخ سراج الدین بن ملقن رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ان کی اپنی تحریر سے میں نے ''طبقات اولیاء'' سے نقل کیا کہ الشیخ قضیب البان موصلی رحمۃ اللہ علیہ عظیم المرتبت صاحب حال شخصیت تھے اور بکثرت کرامات ان سے سرزد ہوئیں۔ موصل میں رہائش پذیر تھے اور اسے ہی مستقل وطن بنالیا تھا۔ ۵۷۰ھ کے قریب انتقال فرمایا۔ جناب کمال بن یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے دوران گفتگو ان کی غیبت کی اور اپنے پاس بیٹھے ایک اور شخص کی موافقت میں شیخ موصوف پر اعتراض کیا۔ یہ لوگ ابھی ایسی باتوں میں مصروف تھے کہ اچانک شیخ قضیب البان رحمۃ اللہ علیہ تشریف لے آئے۔ یہ دیکھ کر وہ سب حیران ہو گئے۔ شیخ موصوف نے کہا: اے ابن یونس! کیا تو وہ سب کچھ جانتا ہے جو اللہ تعالیٰ جانتا ہے؟ کہا نہیں، فرمایا: میں اس علم میں سے ہوں جسے تو نہیں جانتا۔ یہ سن کر ابن یونس کو اس کے جواب میں کہنے کے لئے کچھ نہ سوجھا۔

جناب قضیب البان رحمۃ اللہ علیہ سے سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق پوچھا گیا۔ فرمانے لگے: آپ ولیٔ کامل، مقرب بارگاہ خداوندی اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ مخصوص حالت والے بزرگ تھے اور خدا کے ہاں ان کا مقام نہایت سچا تھا۔ شیخ

موصوف سے پوچھا گیا۔ آپ ان کی یہ تعریف کر رہے ہیں اور ہمیں تو وہ کبھی نماز پڑھتے نظر نہیں آئے۔

فرمایا! وہ اس جگہ نماز ادا کرتے ہیں جہاں سے تمہیں نظر نہیں آتے۔ میں نے انہیں دیکھا ہے کہ جب وہ موصل یا دنیا کے کسی کنارے اور شہر میں نماز پڑھ رہے ہوں تو ان کا سجدہ کعبہ شریف کے دروازے کے قریب ہوتا ہے۔

جناب ابوالحسن قشیری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے جناب قضیب البان رحمۃ اللہ علیہ کو ان ہی کے گھر واقع موصل میں دیکھا کہ مکمل گھر ان کے جسم سے بھرا ہوا ہے اور ان کا جسم خلاف عادت بہت بڑا ہو گیا ہے۔ میں فوراً باہر آ گیا اور اس منظر نے مجھ پر دہشت ڈال دی۔ میں دوبارہ اندر گیا تو اس مرتبہ انہیں گھر کے ایک کونے میں دیکھا اور ان کا جسم اس قدر چھوٹا ہو گیا کہ چڑیوں کے برابر نظر آیا۔ میں باہر آ گیا۔ پھر تیسری مرتبہ انہیں ان کی عام عادت کے مطابق جسم والا پایا۔ ''طبقات اولیاء'' میں اس قسم کے بہت سے واقعات مذکور ہیں۔

الشیخ برہان الدین الانباسی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تصنیف ''تلخیص الکوکب المنیر فی مناقب الشیخ ابی العباس البصیر'' میں شیخ مذکور کی کرامات کے تحت لکھا کہ شیخ ابوالعباس رحمۃ اللہ علیہ جب مکہ معظمہ تشریف لائے تو الشیخ ابوالحجاج قصری سے ملاقات ہوئی۔ دونوں حضرات حرم شریف میں بیٹھ گئے۔ جناب ابوالعباس بولے کہ اللہ تعالیٰ کے کچھ بندے ایسے بھی ہیں جن کا بیت اللہ طواف کرتا ہے۔ یہ کہا ہی تھا کہ دیکھا کہ کعبہ شریف ان دونوں کے اردگرد پھر رہا تھا۔ جناب الانباسی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اس امر کا انکار نہیں کیا جا سکتا۔ کیونکہ حضرات اولیاء کی اس قسم کی بہت سی باتیں اور کرامات زبان زد خواص و عوام ہیں۔

علامہ شمس الدین بن قیم نے اپنی کتاب ''الروح'' میں لکھا ہے کہ روح کی شان اور حالت بدن سے مختلف ہے روح رفیق اعلیٰ میں ہوتی ہے اور میت کے بدن سے اس کا اتصال بھی ہوتا ہے۔ ایسا قرب و اتصال کہ جب کوئی شخص اس مرنے والے کو سلام کرتا ہے تو روح جواب دیتی ہے حالانکہ وہ اپنے مقام یعنی رفیق اعلیٰ میں ہی ہوتی ہے۔ ادھر جبریئل علیہ السلام کو دیکھو کہ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں دیکھا کہ ان کے چھ سو پر ہیں۔ ان میں سے دو پروں نے مشرق و مغرب کو بھر دیا ہے اور پھر یہی جبریئل ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ہوتے ہیں۔ حتیٰ کہ اپنے دونوں گھٹنے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گھٹنوں سے ملاتے ہیں اور اپنے دونوں ہاتھ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی دونوں رانوں پر رکھتے ہیں۔ بات یہ ہے کہ صاحبان اخلاص کے دل اس بات پر ایمان لانے میں بہت وسعت رکھتے ہیں کہ حضرت جبریئل علیہ السلام اتنے قریب ہوتے ہوئے بھی اپنے اصلی اور سماوی ٹھکانے میں ہی ہوتے ہیں۔

''الوحید'' نامی کتاب کے مصنف فرماتے ہیں: لوگوں میں سے کچھ حضرات ایسے بھی ہوتے ہیں جو اپنے جسم سے الگ ہو جاتے ہیں اور صرف ٹھیکرے یا پکی ہوئی مٹی ہو جاتے ہیں۔ جس میں کوئی روح نہیں ہوتی۔ جیسا کہ ہمیں جناب عیسیٰ بن مظفر رحمۃ اللہ علیہ نے شیخ شمس الدین الاصبہانی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ سے یہ واقعہ بتایا۔ شیخ شمس الدین رحمۃ اللہ علیہ بہت بڑے عالم، مدرس اور شہر قوص کے حاکم تھے۔ واقعہ یہ بتایا کہ ایک شخص نے اپنی روح کو اپنے جسم سے تین دن تک علیحدہ کئے رکھا۔ پھر اسی حالت میں آ گیا جو پہلے تھی۔

میں کہتا ہوں کہ علامہ اصبہانی مذکور یعنی علامہ شمس الدین رحمۃ اللہ علیہ جو "شرح المحصول" وغیرہ کے مصنف ہیں، علامہ ابن سبکی نے "طبقات" میں شیخ تاج الدین الفرکاح سے نقل کیا کہ انہوں نے کہا کہ علامہ شمس الدین کے دور میں علم اصول کا ان جیسا عالم اور کوئی نہ تھا۔

ابن سبکی نے "الطبقات الکبریٰ" میں کہا کہ کرامات کی مختلف اقسام ہیں۔ گفتگو کرتے کرتے یہاں تک فرمایا: اٹھائیسویں قسم یہ ہے کہ ایک شخص مختلف شکل وصورت میں نظر آئے یہ کرامات کی وہ قسم ہے جسے حضرات صوفیہ کرام نے "عالم مثال" کا نام دیا ہے۔ اسی قسم پر ان تمام کرامات کی بنیاد ہے جس میں ایک شخص کی روح عالم مثال میں مختلف صورتوں اور مختلف اجسام میں نظر آتی ہے اور اس قسم پر دلیل حضرات صوفیہ کرام نے پیش کی ہے۔ فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا۝ (مریم) حضرت جبرائیل علیہ السلام مریم کے سامنے کامل انسانی شکل میں آئے اور اسی قسم سے قضیب البان رحمۃ اللہ علیہ کے قصہ کا تعلق ہے۔ اس کے بعد علامہ "ابن سبکی" نے اور بھی بہت سے واقعات کا ذکر کیا۔

میں کہتا ہوں کہ ہم جس موضوع پر گفتگو کر رہے ہیں اس کے شواہد میں ایک وہ حدیث ہے جسے امام احمد اور نسائی نے صحیح سند کے ساتھ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔ بیان فرماتے ہیں کہ جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب مجھے شب معراج لے جایا گیا تو میں نے مکہ میں صبح کی مجھے اس بات کا احساس ہوا کہ میرے اس واقعہ کو سن کر لوگ میری تکذیب کریں گے۔ اس کے بعد حدیث مکمل ذکر کی گئی۔ یہاں تک کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا کہ لوگوں نے مجھ سے کہا کہ آپ مسجد اقصیٰ کے اوصاف بیان کر سکتے ہیں اور کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ کن کن لوگوں نے اس کی طرف سفر کیا ہے؟ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کے جواب میں میں اقصیٰ کے اوصاف اور اس کے متعلق بہت سی باتیں بتا رہا تھا حتی کہ چھ باتیں اور اوصاف مجھ پر خلط ملط ہو گئے۔ پس مسجد کو میرے سامنے لایا گیا۔ میں اسے اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا تھا کہ اسے عقیل کے گھر یا عقال کے قریب لا کر رکھ دیا گیا ہو۔ میں اسے دیکھ دیکھ کر اس کے بارے میں سوالات کا جواب دے رہا تھا۔ یہ واقعہ (کہ مسجد اقصیٰ کو مکہ شریف میں لایا گیا) یا تو تمثیل کے ضمن میں آتا ہے یعنی مسجد اقصیٰ کی مثالی صورت سامنے لائی گئی ہو جیسا کہ جنت اور دوزخ کو دیوار کی چوڑائی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا لکھنا تھا یا پھر یہ واقعہ دور دراز کی مسافت کو سمیٹ دینے کے قبیل میں سے ہے۔ میرے نزدیک یہ دوسرا احتمال احسن ہے یہ بات یقینی تھی کہ بیت المقدس کے رہنے والوں نے بیت المقدس کو کچھ وقت کے لئے وہاں سے گم نہ پایا۔ یعنی اس مخصوص وقت میں اسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے لا کر رکھا گیا۔

انہی شواہد میں سے ایک روایت یہ بھی ہے جسے ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابن المنذر نے اپنی اپنی تفسیروں میں ذکر کیا اور حاکم نے المستدرک میں درج کیا اور اس کی تصحیح کی۔ وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: لَوْلَآ اَنْ رَّاٰ بُرْهَانَ رَبِّهٖ (یوسف: 24) حضرت یوسف علیہ السلام زلیخا کی طرف مائل ہو جاتے اگر اپنے رب کی برہان نہ دیکھتے۔ ان حضرات نے فرمایا کہ بُرْهَانَ رَبِّهٖ سے مراد حضرت یعقوب علیہ السلام کی مثالی شکل وصورت تھی۔

ابن جریر نے ایسی ہی روایت حضرت سعید بن جبیر، حمید بن عبدالرحمٰن، مجاہد، قاسم، ابن ابی برزہ، عکرمہ، محمد بن سیرین،

قتادہ، ابو صالح، سمر بن عطیہ اور ضحاک عن الحسن سے بیان کی۔ فرمایا کہ اس گھر کی چھت میں سوراخ ہو گیا (جس میں یوسف علیہ السلام اور زلیخا تھے) تو حضرت یوسف نے جناب یعقوب علیہ السلام کو دیکھا۔ جناب حسن بصری کے دوسرے الفاظ یہ ہیں، فرمایا کہ حضرت یوسف نے جناب یعقوب علیہ السلام کی تمثال (مثالی صورت) دیکھی۔ ان سلف صالحین حضرات کا یہ قول "مثالی صورت" کے اثبات کی دلیل ہے یا دور دراز کی مسافت اور فاصلہ کو سمیٹ دینے کی دلیل ہے اور یہ واقعہ اور دلیل ہمارے زیر بحث مسئلہ کا عظیم شاہد ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے مصر میں قیام پذیر ہوتے ہوئے اپنے والد گرامی کو دیکھا جبکہ وہ اس وقت ارض شام میں تھے۔ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کو ایک وقت میں دو مختلف مقامات پر دیکھا گیا۔ یہ دیکھا جانا مذکورہ دو عدد ضابطوں اور قوانین کی بنیاد پر ہی ہو سکتا ہے۔ واللہ اعلم۔ علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کے رسالہ کا اختتام ہوا۔

حضرت حسن بن عتیق قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ

اکابر علمائے کاملین و عاملین میں سے تھے اور اولیائے صالحین کے مرکز تھے۔ مستجاب الدعوات تھے۔ منقول ہے کہ آپ ایک مرتبہ چند لوگوں کے ساتھ نمکین سمندر میں کشتی پر سوار تھے۔ دوران سفر کسی جزیرہ میں ایک کالے رنگ کی عورت کو انہوں نے دیکھا جو اچھی طرح نماز ادا نہیں کر رہی تھی بلکہ وہ نماز میں قیام کے دوران انسانوں والی گفتگو کرتی۔ پھر رکوع اور سجود بجالاتی۔ کشتی والوں نے اسے کہا نماز کے پڑھنے اور ادا کرنے کا طریقہ یہ نہیں جو تو نے اپنایا ہوا ہے۔

کہنے لگی پھر مجھے نماز پڑھنا سکھادو۔ چنانچہ کشتی پر سوار لوگوں نے اسے سورۂ فاتحہ سکھائی اور رکوع و سجود کا طریقہ سکھایا۔ پھر جب کشتی روانہ ہوئی تو وہ عورت کشتی کے ساتھ ساتھ پانی کی سطح پر یوں چلتی تھی جس طرح انسان زمین پر چلتا ہے اور وہ چیختی اور کہہ رہی تھی مجھے نماز پڑھنا سکھادو میں واقعی بھول گئی ہوں۔ کشتی والوں نے اسے کہا جاؤ واپس چلی جاؤ۔ اور اسی طرح ادا کرتی رہو جس طرح پہلے ادا کرتی تھی۔ شیخ حسن بن عتیق رحمۃ اللہ علیہ "قرافہ" میں فوت ہوئے یہ ۵۷۸ھ کا واقعہ ہے۔ یہ علامہ مناوی نے بیان کیا۔

حضرت ابن شیخ علی حریری رحمۃ اللہ علیہ

فقرا کا خواہشات پر آگاہ ہونا

جناب سراج رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: دمشق کے چار معتبر اور عادل اشخاص نے ہمیں بتایا کہ ایک مرتبہ ہم نے قاضی زرع کے ہاں حوران میں ایک دستاویز کی خاطر جانے کا ارادہ کیا۔ سبب اس دستاویز کے حصول کا یہ بنا کہ عرب کے ایک بادشاہ عساف بن حجر اور ایک نصرانی کی تحریر کا مقدمہ تھا۔ ہم نے سوچا کہ چلو لگتے ہاتھ شیخ حسن بن شیخ علی حریری کی بسر نامی بستی کی زیارت بھی کر آئیں گے تاکہ ان کی برکت سے فائدہ مند ہوں۔ پس ہم میں سے ہر ایک نے اپنی اپنی خواہش اور پسند کی چیز ذہن میں رکھی (یعنی شیخ موصوف کی خانقاہ میں جا کر ہمیں فلاں فلاں چیز کھانے کے لئے ملنی چاہیے) اور شیخ عزالدین بن عبدالحق جو دمشق میں بادشاہ کا کاتب تھا، نے کہا، میں کمزور ہوں اور میری خواہش و پسند چوزے ہیں۔ ساتھ انار کے دانے

ہوں۔ دھو کر خوب صاف ہوں اور شکر ڈالی گئی ہو۔

جب ہم شیخ موصوف کے عبادت خانہ میں داخل ہوئے اور بیٹھے تو شیخ نے اپنے خادموں سے فرمایا: اسی وقت جوان حضرات کے لئے تیار ہو لاؤ۔ پھر ہم میں سے ہر ایک کے سامنے بعینہ وہ چیز رکھ دی گئی جس کی ہم نے خواہش کی اور جو ہماری پسند تھی۔

پھر شیخ نے کہا: شیخ عزالدین کی خواہش اور پسند تو شہری لوگوں کی سی ہے۔ لیکن فقیروں کی برکت سے وہ بھی اپنی پسند پائے گا۔ اے خادم! ان کی پسند بھی لاؤ۔ ہم نے اس کا اندازہ لگایا کہ شیخ کے حکم دینے اور خادم کے حاضر کرنے میں کتنا وقت لگا تو ہمارے اندازے کے مطابق ایک ساعت (منٹ) سے بھی کم وقت میں خادم لے آیا۔ ہمیں اس پر بڑا تعجب ہوا اور ہم نے یہ جان لیا کہ اس نے ہماری خواہشات کی اشیاء کی تیاری یا تو ہماری طلب سے پہلے ہی کی ہوئی تھی یا طلب کے بعد تیار کیں اور وہ بھی اتنے کم وقت میں کہ اگر عام عادت کے مطابق وہ تیار کی جاتیں تو تین گناہ زیادہ وقت صرف ہوتا۔ لیکن ہم نے یہ دیکھ کر اس بات سے توبہ کی کہ آئندہ ہم فقرا کا امتحان نہیں لیں گے۔

ولی کی برکت سے عجیب وغریب واردات کا مشاہدہ

ثقہ لوگوں کی ایک جماعت نے ہمیں بتایا کہ دمشق کے کچھ لوگوں نے دارفلوس میں جو پرانے دمشق کی چاردیواری پر واقع ہے، شیخ موصوف کی خدمات سرانجام دیں۔ لوگوں کو اس دوران شیخ کی بزرگی اور روشن ضمیری دیکھنے کا موقع میسر آیا۔ قریب تھا کہ ان کی نورانیت ان کی آنکھوں کی روشنی کو ختم کر دیتی۔ آخرالامر وہ لوگ جو شیخ کے اردگرد بیٹھے تھے، ان پر کچھ واردات کا نزول ہوا۔ جن سے ان کی حالت دگرگوں ہو گئی اور انہیں ان کے لائق جنبش دی۔ پھر انہوں نے ان حاضرین کو دیکھا جنہیں ان واردات میں سے کچھ بھی دیکھنا نصیب نہ ہوا تھا۔ تو انہوں نے ان تمام کو حرکت کرتے دیکھا۔ گویا زبردستی کوئی انہیں حرکت دے رہا ہے اور ہر ایک پر کچھ ایسی کیفیت وارد ہوئی جس کا اس سے قبل نہ علم نہ تھا اور نہ ہی عادۃً کبھی اتفاق ہوا۔ اس کے بعد ان میں سے ہر ایک نے یا اکثر نے قسم اٹھائی کہ آج رات ہمیں سخت جھنجھوڑا گیا اور ہم پر کچھ ایسی کیفیت آئی جو اس سے قبل کبھی نہ آئی اور ہم نے عظیم خوشبو محسوس کی اور باطنی خلعت سے ہمیں نوازا گیا۔ جس کو ہم بالکل نہ جانتے تھے اور ہمیں یہ بھی معلوم نہ تھا کہ اس معاملہ کا سبب کیا ہے۔ پھر جب ان سے تمام ماجرا بیان کیا گیا تو پھر انہیں معلوم ہو گیا۔

جناب سراج رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ شیخ حسن بن علی حریری رحمۃ اللہ علیہ اکابر اولیائے کرام میں سے تھے اور اصفیا میں سے ممتاز شخصیت تھے۔ ان کے احوال بہت مشہور اور ان کی کرامات جانی پہچانی ہیں۔ مزید فرمایا کہ شیخ موصوف کی بزرگی اور عظمت کی دلیل کے طور پر ہمارے شیخ زین الدین عارفی شیخ الوقت کا یہ قول کافی ہے:

میں نے اپنی پوری عمر میں صرف دو آدمی دیکھے۔ ان میں سے ایک شیخ حسن حریری ہیں۔ شیخ حسن رحمۃ اللہ علیہ کا ۶۹۷ھ میں انتقال ہوا اور اپنے پیچھے ایک لڑکا چھوڑا جس کا نام ابوبکر تھا۔ یہ بھی بہت خوبیوں کا مالک تھا۔

حضرت حسن قطنانی رحمۃ اللہ علیہ

پاؤں رگڑنے سے چراغ روشن ہونا

جناب سراج دمشقی رحمۃ اللہ علیہ بیان فرماتے ہیں کہ ہمیں بعض حضرات نے یہ واقعہ سنایا کہ ایک مرتبہ شیخ حسن مذکور اور شیخ ابوبکر یعفوری رحمۃ اللہ علیہ کہیں اکٹھے ہوئے دونوں میں سلسلۂ گفتگو چل نکلا۔ تقاضائے حال کے مطابق شیخ ابوبکر نے جناب حسن قطنانی سے کہا: تمہارے لئے ضروری ہے کہ کوئی ایسا کام دکھاؤ جس سے فقر کا مقام و مرتبہ ظاہر ہو جائے۔ شیخ حسن نے کہا: میں آپ کا بیٹا ہوں اور میں ایسا صرف اس لئے کرتا ہوں کہ آپ کے حکم کی تعمیل ہو جائے۔ کہا کہ گھر میں چھ قندیلیں روشن کی جائیں اور میں یہیں اس کونے میں بیٹھ کر پھونک ماروں گا وہ سب بجھ جائیں گی۔ چنانچہ چھ قندیلیں رکھی گئیں تو شیخ نے ایک کونے میں بیٹھے پھونک مار کر سب کو بجھا دیا۔ پھر شیخ حسن نے کسی کو اپنے گھر کی ایک عورت کی طرف پیغام بھیجا کہ تم مکان کی چھت پر چڑھو اور جہاں جہاں قندیلیں رکھی گئی ہیں بالکل ان کی متوازی جگہ پر اپنے پاؤں رگڑو۔ چنانچہ اس عورت نے ایسا ہی کیا تو ان چھ قندیلوں کی روشنی دوبارہ لوٹ آئی باذن اللہ تعالیٰ۔

قوت باطنی سے سب گاؤں والے حاضر کر لئے

جناب سراج دمشقی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا کہ کچھ حضرات نے ہمیں یہ واقعہ بتایا کہ شیخ ابوبکر یعفوری نے ایک مرتبہ شیخ حسن سے کہا یہ فلانی بستی وادی بردا میں جو واقع ہے اور دمشق سے آدھے دن کی مسافت پر واقع ہے، یہ میرے نام ہے۔ لہٰذا تم اس میں داخل نہ ہونا۔ انہوں نے کہا ٹھیک ہے میں نہیں داخل ہوں گا۔ اس بستی کے لوگ جناب حسن قطنانی سے بڑی محبت رکھتے تھے۔ ان کی طرف سے شیخ رحمۃ اللہ علیہ کو خبر پہنچی کہ لوگ آپ کی زیارت کے مشتاق ہیں۔ آپ اس بستی کے قریب والی بستی میں تشریف لائے اور ایک مکان کی چھت پر اپنے گھٹنوں کے بل بیٹھ گئے۔ منہ بستی کی طرف کیا اور اپنے ہاتھوں کو کنوئیں کے چرخ کی طرح گھمانا شروع کر دیا تو اس بستی والوں کو اس وقت اپنے بارے میں پتہ چلا کہ وہ سب کے سب شیخ کے سامنے حاضر ہیں۔ کسی کے ہاتھ میں گارا ہے۔ کسی نے کلہاڑا پکڑا ہوا ہے۔ کسی کے ہاتھ میں گدھے کا ڈانٹا ہے اور عورتوں میں سے کسی کے ہاتھ پر گندھا ہوا آٹا۔ کسی کے ہاتھ میں سینے کے لئے کپڑا اور کسی کے ہاتھ میں کاتنے کا سوت ہے۔

اس بستی کے تمام باشندے اسی حالت میں شیخ کے سامنے حاضر ہو گئے جس حالت میں وہ بستی میں تھے۔ انہیں اپنی حالت تبدیل کرنے کی ہمت نہ پڑی کیونکہ کسی باطنی حرکت دینے والے کی ان پر دہشت پڑی ہوئی تھی۔ بستی والوں نے پوچھا یا سیدی! یہ کیا ماجرا ہے؟ آپ نے انہیں بتایا میں نے لازماً تمہارے پاس آنے کی تیاری کی تھی۔ چنانچہ میں آ گیا ہوں تا کہ تم میری زیارت کر لو۔

آگ بھی ولی کا حکم مانتی ہے

جناب سراج دمشقی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا کہ ہم سے کچھ لوگوں نے روایت کی کہ ایک امیر شخص قطنا بستی کا کرتا دھرتا تھا اور

شراب وغیرہ منکرات کے پینے پلانے میں معاون تھا۔ شیخ نے اسے اپنے گاؤں قطنا میں اس کام سے کئی مرتبہ منع کیا۔ چند دن اس نے یہ کام اپنے بالا خانہ میں کیا تو ایک شخص نے اسے کہا کیا شیخ حسن نے تمہیں اس کام سے منع نہیں کیا؟ اس نے اس کے جواب میں ایسی باتیں کیں جن کا ذکر کرنا مناسب نہیں اور کہنے لگا اگر ان کی کوئی حالت اور مرتبہ ہے تو آج وہ بھی ظاہر ہو جائے گا۔ اس قسم کی بڑی لمبی چوڑی باتیں کیں۔ حتیٰ کہ کہنے لگا یہ (فقرا) لوگ دعویٰ کرتے ہیں کہ آگ پر ہمارا حکم چلتا ہے میں تو ان کو سچا نہیں سمجھتا اور میں تو فلاں معروف عالم کے مذہب کا آدمی ہوں جو اولیاء اور علماء کا شروع سے ہی منکر ہے۔

شیخ حسن رحمۃ اللہ علیہ کو اس بات کی خبر ہوئی تو فرمایا: اسے کہو کہ آگ جلائے اور ہمارا امتحان لے لے اور ہم اسے اس عالم کے عقیدہ پر مطلع کریں گے جس کی وہ تقلید کرتا ہے۔ یہ بات امیر کو پہنچی تو اس نے از روئے امتحان آگ جلائی۔ جب فقرا آئے تو اس میں داخل ہو گئے اور آگ نے ان میں سے کسی کو بھی اذیت نہ دی اور اللہ تعالیٰ کے امر کا غلبہ ہوا کہ وہ وقت عظیم وقت ہو گیا اور بالا خانہ زور سے حرکت کرنے لگا اور اس کی امیدوں پر پانی پھر گیا۔ امیر چلایا اور وہ لوگ جو ان کے ہاں تھے وہ بھی چلائے اور الامان الامان پکارنے لگے۔ یہ عید کا دن تھا۔

شیخ حسن قطنانی رحمۃ اللہ علیہ جلیل القدر آدمی تھے۔ صاحب حال اور واضح تصرف کرنے والی شخصیت تھے۔ دمشق کے قریب واقع بستی قطنا کے رہنے والے تھے۔ سید شمس الدین مستعجل نے انہیں خواب میں دیکھا تو انہیں بہت بڑا صاحب حال کر دیا پھر ان دونوں کے درمیان پیغامات کا تبادلہ ہوتا رہا۔

حضرت ابو محمد حسن بن عمر حمیری رحمۃ اللہ علیہ

ایک سال مکمل عشا کے وضو سے نماز صبح ادا کی

شیخ ابو محمد حسن رحمۃ اللہ علیہ بہت بڑے فقیہ، عارف اور محقق تھے۔ لب شہر کے باشندے تھے۔ علم کی طلب میں بہت محنتی تھے حکایت بیان کی گئی ہے کہ انہوں نے ایک سال متواتر عشا کے وضو سے صبح کی نماز ادا فرمائی۔ کیونکہ آپ کی ساری رات مطالعہ کرتے گزر جاتی۔ مطالعہ کے دوران نہ کھانا طلب کرتے، نہ پانی وغیرہ مانگتے اور نہ ہی اہل وعیال میں مشغول ہوتے۔

جنات میں بھی فقیہ ہوتے ہیں

شیخ موصوف سے یہ واقعہ بیان کیا گیا ہے کہ شیخ موصوف نے فقیہ محمد ہرل فخری کے ہاں ان کے شہر میں جانے کا ارادہ کیا۔ وہاں پہنچ کر ان سے علم حاصل کیا۔ فراغت پانے پر ابن ہرل نے کہا کہ میں آپ سے علم البیان پڑھنا چاہتا ہوں۔ انہوں نے یہ درخواست قبول کر لی۔ جب یہ ابن ہرل کو پڑھاتے تو وہ ذراہٹ کر بیٹھ جاتا اور جب وہ آپ سے پڑھتا تو آپ ذراہٹ کر بیٹھتے۔

علم البیان پڑھنے کے دوران ایک دن اتفاق یہ ہوا کہ فقیہ حسن نے اپنا سر چھت کی طرف اٹھایا تو ایک سانپ کی سی شکل کی کوئی چیز نظر آئی۔ اس نے چھت سے سر نکالا ہوا ہے جیسا کہ کچھ سن رہا ہے۔ قرأت سے فارغ ہونے تک وہ اسی طرح

موجود رہا۔ پھر فقیہ محمد نے جو کچھ دیکھا تھا وہ بتایا۔ انہیں کہا کہ یہ شخص جنات میں سے ہے۔ فقیہ جن ہے مجھ سے اس نے ''التنبیہ'' اور ''المہذب'' پڑھی ہے اور اسی نے مجھ سے سوال کیا تھا اور درخواست کی تھی کہ تجھے علم البیان پڑھاؤں تا کہ وہ اس کا سماع کرے۔

علم دین کے حصول میں محنت سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوگئی

حضرت جندی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا مجھے ایک باوثوق شخص نے بتایا کہ فقیہ حسن رحمۃ اللہ علیہ نے حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی صحابہ کرام کی ایک جماعت کے ساتھ خواب میں زیارت کی۔ ان کے ساتھ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ بھی تھے۔ شیخ حسن کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم اس زیارت کا میں کس سبب سے حقدار ہوا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: علم میں تیری محنت شاقہ اس کا سبب بنی۔ ۷۰۶ھ میں انتقال ہوا اور بقول شرجی ان کے آخری الفاظ جو انتقال سے قبل سنے گئے، وہ شہادتین کے الفاظ تھے۔

حضرت ابو محمد حسن بن عبد اللہ بن ابی سرور رحمۃ اللہ علیہ

بہت بڑے مرتبہ کے شیخ ہوئے اور ان کا چرچا بہت تھا۔ صاحب علوم و مکاشفات تھے۔ بیان کیا گیا کہ قطبیت کے رتبہ پر فائز تھے۔

مقام قطبیت پر فائز ہونا

شیخ طلحہ ہتار رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے فرمایا: اولیائے کرام کے مراتب مجھ پر منکشف ہوئے تو میں نے دیکھا کہ مرتبہ قطبیت خالی ہے۔ میں نے دل میں کہا سبحان اللہ! اس قسم کا مقام و مرتبہ خالی پڑا ہے؟ پھر میں نے دو شخص دیکھے جو اس مقام کی طرف چلے آرہے تھے حتیٰ کہ وہ دونوں وہاں پہنچ گئے اور کچھ وقت ایک دوسرے کو پیچھے ہٹاتے رہے۔ پھر ان دونوں میں سے ایک اس مقام پر بیٹھ گیا۔ وہ دونوں حضرات شیخ عبد اللہ بن اسعد یافعی اور شیخ حسن بن ابی سرور تھے اور جو بیٹھ گئے وہ یافعی رحمۃ اللہ علیہ تھے۔

تلاش قطب میں کئی سال نہ کھایا نہ پیا

شیخ موصوف کے واقعات میں سے ایک واقعہ یہ بھی ہے جو شیخ فقیہ حسن کے قرابت داروں میں سے کسی نے بیان کیا۔ کہا کہ ہمارے ہاں ایک مسافر شخص آیا اور مسجد میں کئی دن اس نے قیام کیا۔ وہ نہ کھاتا نہ پیتا اور نہ گفتگو کرتا تھا۔ ہر وقت مسجد میں چکر لگاتا رہتا اور آہیں بھرتا۔ مجھے اس کی حالت پر تعجب ہوا۔ میں ایک دن اس کے پاس گیا۔ اس وقت مسجد میں اور کوئی نہ تھا۔

میں نے اس مسافر سے کہا: یا سیدی! میں دیکھتا ہوں کہ آپ نہ کھاتے ہیں نہ پیتے ہیں اور کچھ پریشان دکھائی دیتے ہیں۔ کہنے لگے: اس بارے میں نہ پوچھو۔ میں ان کے پیچھے پڑ گیا اور انہیں قسم دے دی۔ پھر وہ بولے، لا قوۃ الا باللہ میرے بھائی! مجھے آٹھ سال ہو گئے زمین کا چپہ چپہ چھان مارا۔ تا کہ قطب وقت سے کہیں ملاقات ہو جائے۔ لیکن آج تک اس مقصد میں کامیاب نہیں ہو سکا۔

پس میری یہ حالت جو تم دیکھ رہے ہو اسی افسوس کی وجہ سے ہے کہ مجھے قطب وقت کی صحبت میسر نہ آسکی۔ میں نے ان سے کہا یا سیدی! مردان خدا کو جو انعامات دیئے جاتے ہیں آپ کو ان سے کیا دیا گیا؟ کہنے لگے: مجھے دو چیزیں عطا کی گئی ہیں، ایک ان میں سے یہ کہ ایک ہی قدم سے تمام زمین طے کر لیتا ہوں اور دوسری یہ کہ جب چاہوں لوگوں کی نظروں میں چھپ جاتا ہوں۔

روایت بیان کرنے والا کہتا ہے کہ یہ شخص ننگے سر اور ننگے پاؤں تھا۔ میں نے کہا یا سیدی! میں آپ کو کپڑا دیتا ہوں اس سے سر ڈھانپ لیں اور جوتیاں دیتا ہوں وہ پہن لیں۔ وہ کہنے لگا میں نے قسم اٹھا رکھی ہے کہ میں اس وقت تک نہ ڈھانپوں گا نہ پہنوں گا جب تک قطب سے میری ملاقات نہیں ہوتی۔ پھر اس نے مجھ سے کہا کہ میرے اور شیخ حسن کے درمیان ملاقات کا بندوبست کرو اور ہمارے علاوہ وہاں اور کوئی نہ ہو۔ ہم ان دونوں شیخ سے تعلیم حاصل کرتے تھے۔ جب ہم آپ کے پاس آئے تو میں نے شیخ موصوف کو اس بارے میں عرض کیا تو انہوں نے اجازت دے دی۔

جب شیخ موصوف اور وہ مسافر دونوں اکٹھے ہوئے تو مسافر نے آپ سے پوچھا کہ قطب وقت کون ہے؟ انہوں نے فرمایا: اے میرے بیٹے! کہاں ملے گا؟ پھر ہم باہر آ گئے۔ جب دوسرا دن آیا۔ ہم پڑھنے حاضر ہوئے تو شیخ نے ہم سے عذر کیا اور پڑھانے سے معذرت کی۔ میرے ساتھی چلے گئے لیکن میں کافی دیر وہاں بیٹھا رہا۔ اچانک دیکھا کہ وہی مسافر آدمی شیخ موصوف کے پاس سے باہر نکلا اور اس کا چہرہ خوشی کے مارے چمک رہا تھا۔ اس نے قمیص پہن رکھی تھی۔ اس کے سر پر کپڑا اور پاؤں میں جوتیاں تھیں۔ میں اس کے ساتھ مسجد تک آیا اور میں نے کہا شاید آپ کی حاجت اور طلب پوری ہو گئی ہے؟ کہنے لگا: ہاں۔ الحمدللہ رب العالمین۔ میں نے اس بزرگ سے دعا کی التجا کی اور فی سبیل اللہ اخوت کا سوال کیا۔ چنانچہ اس نے میرے لئے دعا بھی کی اور بھائی بھی بنا لیا پھر اسی وقت وہ میری نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ میں نے پھر اسے نہ دیکھا۔

شیخ حسن رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ۷۷۰ھ کے قریب ہوا۔ ان کی قبر مذکورہ بستی میں مشہور ہے۔ لوگ زیارت کرنے اور برکت حاصل کرنے کے قصد سے وہاں جاتے ہیں۔ اس جگہ آج کل جو شخص منتظم ہے اسے شیخ عبدالقاہر کہتے ہیں۔ بہت نیک اور صالح آدمی ہے لیکن وہ شیخ حسن رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد میں سے نہیں ہے بلکہ وہ شیخ ابوالسرور کبیر کی اولاد میں سے ہے۔ مختصر یہ کہ یہ گھرانہ نیک اور صالح لوگوں کا گھرانہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی برکت سے ہمیں نوازے اور نفع دے۔ یہ جناب شرجی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا۔

حضرت حسن معلم بن اسعد اللہ رحمۃ اللہ علیہ

حضرت حسن بن معلم رحمۃ اللہ علیہ بہت بڑے عبادت گزار، زاہد اور مشہور اولیائے کرام میں سے تھے۔ ان کی بہت سی کرامات تھیں جن میں ایک درج ذیل ہے۔

ولی کی دعا سے برف نہ گری

آپ کو ایک دفعہ مسجد میں چلتے دیکھا گیا۔ اس وقت ان پر تھکاوٹ کے آثار تھے اور گڑگڑا کر دعا کر رہے تھے۔ ان کے

ایک ساتھی نے انہیں پوچھا اور بہت اصرار کیا۔ آپ خاموش رہے اور کچھ نہ بتایا۔ پھر ٹھہر کر فرمایا یہ بادل تمام کا تمام برف اور اولوں سے بھرا پڑا تھا اور اسے اس بستی والوں کی طرف بھیجا گیا تھا۔ میں لگاتار اللہ تعالیٰ سے دعا میں مصروف رہا تا کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کے شر سے محفوظ رکھے۔ حتیٰ کہ ہم اس کی شرارت سے محفوظ ہو گئے۔ اور وہ دور کسی اور جگہ جا برسا اور مسلمان اس سے سلامتی میں رہے۔ ۷۷۵ھ میں مقام تریم میں فوت ہوئے اور بقول شلی زنبل کے قبرستان میں مدفون ہوئے۔

حضرت ابو محمد حسن بن عمر بیسی رحمۃ اللہ علیہ

آپ بہت بڑے فقیہ، عالم، عابد اور زاہد تھے۔ تنہائی پسند اور گوشہ نشین تھے۔ ان کے بہت سے خواب بیان کئے جاتے ہیں جو بالکل صحیح ہوئے تھے۔ خواب میں انہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی تھی اور آپ انہیں بعض ہونے والے واقعات اور غیب کی خبریں دیا کرتے تھے۔ جن کا تعلق چوری وغیرہ سے ہوتا۔ (یعنی فلاں کی چوری شدہ چیز فلاں جگہ ہے) اور اس بارے میں شیخ موصوف کے بہت سے واقعات مشہور ہیں جو ان کے سچے ہونے اور ولی ہونے کی تصدیق کرتے ہیں۔ ۷۸۱ھ میں انتقال ہوا۔ اس وقت ان کی عمر سو سال کے قریب تھی۔ (قالہ الشرجی)

حضرت حسن بن عبد الرحمٰن مفسر یمنی رحمۃ اللہ علیہ

جناب شرجی رحمۃ اللہ علیہ نے ابو محمد صالح بن احمد ابن ابی خل کی سوانح میں لکھا کہ ابوالخل کی اولاد میں ایک مرد تھا۔ جس کا نام حسن بن عبد الرحمٰن تھا جو مفسر کے نام سے معروف تھا۔ کہا گیا کہ یہ حضرت واحدی کی ''الوسیط'' دیکھے بغیر نقل کرتے تھے اور آپ صاحب کرامات تھے۔ ایک قبر کھودنے والا (گورکن) بیان کرتا ہے کہ اس نے ان کی قبر کے پہلو میں قبر کھودی تو وہ ان پر گر پڑی تو اس نے دیکھا شیخ موصوف جوں کے توں ہی ہیں۔ زمین نے آپ کی کوئی چیز نہ کھائی اور نہ ہی کفن خراب ہوا اور اس نے ان سے عمدہ قسم کی خوشبو سونگھی۔ یہ واقعہ فقیہ حسین اہدال نے اپنی تاریخ میں ذکر کیا ہے۔

حضرت حسن بن علی بن محمد مولی دویلہ رحمۃ اللہ علیہ

آپ کامل عارفین میں سے ہوئے اور عالم باعمل تھے۔ آپ کی بہت سی کرامات ہیں۔ ایک یہ ہے۔

ولی کی دعا سے فوراً قحط سالی ختم ہو گئی

آپ ایک مرتبہ اپنے گاؤں تشریف لائے اور وہاں پانی نہ ملا۔ آپ نے پانی کی قلت کا سبب پوچھا تو بتایا گیا کہ بارش نہیں ہوئی اور زمین خشک ہو گئی ہے۔ آپ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ اے اللہ! بستی والوں کو سیراب فرما اور بارش نازل فرما۔ بہت دیر تک دعا کرتے رہے حتیٰ کہ بادل اٹھا اور آسمان سے خوب بارش ہوئی۔ ۷۸۹ھ میں تریم میں فوت ہوئے اور زنبل قبرستان میں مدفون ہوئے۔

حضرت حسن تستری رحمۃ اللہ علیہ

جناب شیخ یوسف عجمی کے رفیق اور شاگرد تھے۔ بڑی شان کے مالک تھے۔ شیخ عجمی کے بعد طریقت کی ریاست ان پر ختم ہوگئی۔

ولی نے تمام جسمانی سوراخ بند کر دیئے

آپ کی بہت سی خارق عادت کرامات ہیں۔ جن میں سے ایک یہ ہے۔ فوج نے آ کر آپ کی ماتحتی قبول کر لی۔ حتیٰ کہ ان کی اطاعت بادشاہ کی اطاعت سے مقدم ہوگئی۔ بادشاہ کو اس سے قلق اور پریشانی ہوئی۔ اس نے شیخ کو ملک بدر کرنے کا حکم دیا۔ آپ اس وقت دیگر فقرا کے ہمراہ مطریہ کی طرف نکلے ہوئے تھے وزیر وہاں آیا تا کہ آپ کو گرفتار کرے۔ لیکن آپ اسے نہ مل سکے۔ پھر آپ اپنے عبادت خانہ میں تشریف لے آئے۔ جب وزیر واپس آیا تو دروازہ بند پایا۔ اس پر آپ نے فرمایا: ہم اس کے بدن کے تمام سوراخ بند کرتے ہیں۔ آپ کا یہ کہنا تھا کہ وزیر کی شرمگاہ بند ہوگئی، اندھا ہوگیا، گونگا ہوگیا، اس کا پیشاب بند ہوگیا اور سانس بند ہوگیا اور فوراً مر گیا۔ پھر بادشاہ آیا اور اس نے آپ کو راضی کیا۔

نصرانی سنار مشکل حل ہونے پر مسلمان ہوگیا

ان کے پاس ایک مرتبہ ایک نصرانی زرگر آیا اور کہنے لگا بادشاہ نے میری طرف ایک نگینہ بھیجا ہے جو بہت زیادہ قیمتی تھا۔ تا کہ میں اسے بادشاہ کی بیوی کی انگوٹھی میں جڑوں۔ میں نے اسے پھینکا تو وہ دو ٹکڑے ہوگیا۔ اب مجھے خوف ہے کہ بادشاہ مجھے قتل کر دے گا۔ میرے دل میں یہ ارادہ ہے کہ میں اس کی قیمت کے برابر سونا دے دوں اگرچہ دس ہزار ہی کیوں نہ دینے پڑیں اور بادشاہ سے میرا پیچھا آپ کے سوا کوئی نہیں چھڑا سکتا۔

یہ سن کر شیخ تنہائی میں چلے گئے اور بادشاہ کا دل اس کی طرف پھیر دیا کہ وہ خود زرگر سے نگینہ کو دو حصوں میں بٹا ہوا واپس لے لے۔ اس کی وجہ یہ بنی کہ بادشاہ کی محظیہ محبوبہ نے بادشاہ سے یہ نگینہ مانگا تھا۔ بادشاہ نے اسے تمام نگینے دیئے لیکن وہ راضی نہ ہوئی۔ لہٰذا بادشاہ نے کہا وہ نگینہ تیرے اور میری بیوی کے درمیان آدھا آدھا ہوگا۔ بادشاہ نے زرگر کے پاس اپنا قاصد بھیجا اور اس کے ہاتھ یہ پیغام بھیجا کہ نگینہ کے دو ٹکڑے کر کے اس قاصد کے ہاتھ مجھے بھجوا دو۔

جب قاصد زرگر کے ہاں پہنچا تو اس کے پڑوسیوں نے زرگر کے ساتھ پیش آنے والا واقعہ اسے بتایا اور کہنے لگے وہ اس وقت شیخ حسن تستری کے ہاں ہے۔ قاصد یہ سن کر شیخ موصوف کے پاس آیا اور زرگر کو اپنے آنے کی وجہ بتائی۔ زرگر اسی وقت مسلمان ہوگیا اور وفات کے بعد شیخ کی عبادت خانہ میں ایک طرف دفن کر دیا گیا۔

ولی کو منتقل کرنے والا خود انتقال کر گیا

ابن ابی الفرج نے اپنی نشست گاہ اور مخصوص بیٹھک کو چوکور کرنے کا ارادہ کیا تو چوکور کرنے والے کو حکم دیا کہ شیخ موصوف کے عبادت خانہ کو اس میں شامل کر دو۔ ابن ابی الفرج کے خادم نے کہا میں شیخ کو کسی اور جگہ منتقل کر دیتا ہوں اور میں

مذکورہ تعمیر خود سر انجام دوں گا۔ چنانچہ خادم نے اس کام کا پختہ ارادہ کر لیا۔ شیخ موصوف اسے خواب میں ملے اور کہنے لگے کہ ابن ابی الفرج کو کہہ دینا کہ ہمیں منتقل نہ کرے۔ ہم اسے منتقل کر دیتے ہیں۔ بیدار ہو کر خادم نے اسے یہ خواب بتایا۔

وہ کہنے لگا کہ یہ محض خیالات ہیں جن کی کوئی حقیقت نہیں اور شیخ کے منتقل کرنے میں شروع ہو گیا۔ اچانک اس کے پہلو میں تکلیف ہوئی اور اسی وقت اس کی روح نکل گئی۔ شیخ موصوف رحمۃ اللہ علیہ کا ۷۹۷ھ میں انتقال ہوا۔ قدیم مصر میں خلیج حاکمی کے پاس قنطرہ موسکی میں ایک عبادت گاہ میں دفن کیا گیا۔ یہ مناوی نے بیان کیا ہے۔

حضرت حسن بن عبدالرحمٰن سقاف رحمۃ اللہ علیہ

آپ سے بکثرت کرامات کا صدور ہوا جو زبان زد خواص و عوام ہیں۔

لمحے بھر میں پھل آ گیا

آپ کی ایک کرامت یہ ہے کہ ایک دفعہ آپ چند لوگوں کے ساتھ شکار کے لئے گئے جبکہ آپ ابھی چھوٹی عمر کے ہی تھے آپ کے شکاری ساتھیوں کا سامان خورد و نوش ختم ہو گیا اور وہ پریشان ہو گئے۔ آپ لمحے بھر کیلئے ان سے غائب ہوئے اور پھل لے کر آئے۔

آئندہ کی خبر دی

آپ کی من جملہ کرامات میں سے ایک یہ ہے کہ ان کے شاگرد اور چچازاد بھائی محمد نے ان سے اندر آنے کی اجازت مانگی تو آپ نے اپنی بیوی سے کہا: اپنے خاوند کے لئے کھانا تیار کرو اور لگاؤ۔ وہ بولی: آپ کے سوا میرا اور کون خاوند ہے؟ آپ نے فرمایا یہ آنے والا میرا چچازاد بھائی میرے مرنے کے بعد تجھ سے شادی کرے گا۔ تو جیسا انہوں نے فرمایا بعد میں ویسا ہی ہوا۔

پانچ درہم آٹھ کے برابر ہو گئے

ایک شخص کے ان کے ذمہ آٹھ درہم قرض تھے۔ اس نے مطالبہ کیا کہ میرا قرض واپس کرو۔ اس وقت ان کے پاس صرف پانچ درہم تھے جو انہوں نے اپنی ہمشیرہ زینب کے پاس بطور امانت رکھے ہوئے تھے۔ وہ اس سے لئے اور انہیں الٹ پلٹ کیا اور قرضہ لینے والے کو وزن کر کے دینے لگے تو ان پانچ درہموں کا وزن آٹھ کے برابر ہو گیا۔

خفیہ کاموں پر اطلاع اور مصلّٰی پر اڑ کر حج کرنا

آپ کے ایک شاگرد شیخ عبدالرحمٰن خطیب بیان کرتے ہیں کہ میں نے شیخ موصوف کو کسی چیز کے ساتھ ویسے ہی کھیلتے دیکھا۔ یہ اس وقت کا واقعہ ہے جب میں نیا نیا ان کی صحبت میں رہنے لگا تھا۔ آپ کو فضول کھیلتے دیکھ کر میرے دل میں اس کے متعلق کچھ غلط سا خیال آیا۔ پھر میں نے ان سے کہا کہ آپ جب مجھ سے کوئی بات دیکھا کریں تو مجھے اس سے باخبر کر دیا کریں۔ آپ نے فرمایا: تو نے مجھے بیکار اور فضول کھیلتے دیکھا تو تو نے دل میں ایسا ایسا خیال کیا تھا۔

مزید بیان کرتے ہیں کہ شیخ موصوف میرے ان کاموں اور میری باتوں کی بھی مجھے خبر دے دیا کرتے تھے جو میں اپنے گھر پر ان سے پوشیدہ ہو کر کرتا تھا۔ مجھے ایک دن فرمانے لگے۔ کیا تو اس شخص کو جانتا اور پہچانتا ہے کہ جس نے اپنا مصلی بچھایا تھا کہ اسے فوراً حج کرنے کا خیال آیا تو مصلی اسے لے کر مکہ کی طرف پرواز کر گیا اور اس نے عام لوگوں کے ساتھ حج کیا۔ پھر اسے مصلی اپنی بستی تریم میں لے آیا اس پر میں نے ان حضرات کے باری باری نام لینے شروع کر دیئے جو نیک اور بزرگ تھے۔ ہر ایک کے نام کے بعد شیخ فرماتے: یہ نہیں تھے، یہ نہیں تھے۔ میں نے بالآخر ان سے پوچھا کہ آپ ہی بتایئے وہ کون تھا؟ تو فرمانے لگے: تمہارا ساتھی۔

صاحب قبر نور کی صورت میں باہر آیا

ایک کرامت ان کی یہ بھی بیان کی گئی کہ ایک مرتبہ آپ شیخ محمد بن حکم رحمۃ اللہ علیہ کی قبر پر بہ نیت زیارت تشریف لے گئے۔ آپ کے ساتھ آپ کا شاگرد عبداللہ بن محمد باشعیب بھی تھا۔ شاگرد نے آپ سے درخواست کی کہ شیخ محمد بن حاکم رحمۃ اللہ علیہ کی قبر میرے لئے کھل جائے اور میں شیخ کی زیارت کر لوں۔ آپ نے شاگرد کی درخواست پر قبر کو کھول دیا تو اس سے سورج جیسا نور نکلا جس سے شاگرد کی عقل گم ہو گئی اور بے ہوش ہو گیا۔ اسے اٹھا کر اس کے گھر لایا گیا۔ تین دن یہی کیفیت رہی حتی کہ سید حسن رحمۃ اللہ علیہ اس کے گھر تشریف لائے اور کچھ پڑھا اور اس کے لئے دعا کی تو اسے آرام آ گیا۔

سخت گرمی کا احساس جاتا رہا

آپ کے ایک شاگرد علی بن سعید رخیلہ ایک مرتبہ ان کے پیچھے پیچھے چل پڑے۔ آپ اس وقت زیارت قبور کے لئے باہر تشریف لائے۔ پھر جب واپس آئے تو دن کی گرمی نے اسے نڈھال کر دیا۔ جب شیخ نے اسے اس حالت میں دیکھا تو فرمایا: اپنے قدم میرے قدموں کی جگہ پر رکھو تو شاگرد نے ایسا ہی کیا۔ جس سے اسے دن کی گرمی محسوس نہ ہوئی۔ جناب شلی کہتے ہیں کہ شیخ موصوف نے تریم شہر میں ۸۱۳ھ کو انتقال فرمایا۔

حضرت حسن ابن شیخ علاؤ الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ

شاہ نقشبند خواجہ بہاؤ الدین رضی اللہ عنہ کے پوتے ہیں۔ اپنے والد گرامی کی طرح اکابر اولیائے کرام اور اعیان صوفیہ کرام میں سے تھے اور طریقہ نقشبندیہ کے بہت بڑے خلیفہ تھے۔ آپ اس درجہ کے صاحب کمال تھے کہ آپ کی نظر کرم جب کسی طالب پر پہلی مرتبہ پڑتی تو اسے غیب اور رفقاء کا مقام حاصل ہو جاتا۔ یہ دونوں مقام بہت زیادہ ریاضت اور سخت مجاہدات کے بعد حاصل ہوتے ہیں اور آپ مختلف بیماریوں کو اپنے اوپر مسلط کرتے رہتے اور ان میں مبتلا رہتے تھے جیسا کہ سادات اولیائے کرام کی عادت ہوتی ہے۔ آپ نے حج کا ارادہ کیا۔ جب شیراز پہنچے تو آپ نے وہاں ایک نیا مرید دیکھا جو کسی مرض میں گرفتار تھا۔ آپ نے اس کی بیماری اپنے اوپر ڈال لی وہ تندرست ہو گیا اور شیخ بیمار ہو گئے اور اسی بیماری میں وہیں انتقال فرما گئے۔ یہ ۸۲۶ھ کا واقعہ ہے۔ جناب خانی کہتے ہیں کہ پھر آپ کو وہاں سے جغانیاں لایا گیا۔ اور ان کے والد گرامی کی قبر

کے مقابل دفن کئے گئے۔

حضرت حسن خباز رحمۃ اللہ علیہ

قرافہ میں شاذلیہ قبرستان میں مدفون ہیں۔ انہیں جب میرے آقا محمد شمس الدین حنفی نے دیکھا جبکہ یہ ابھی بچے تھے تو فرمانے لگے: مصر میں یہ برخوردار عظیم الشان ہوگا۔ (قالہ الشعرانی)

حضرت حسن مطراوی رحمۃ اللہ علیہ

آپ صاحب کرامات اور خوارق عادات تھے۔ جامع قرافہ میں مقیم تھے اور لوگ آپ کی زیارت کے ارادہ سے ان کے پاس آیا کرتے تھے۔ آپ عمر رسیدہ تھے سو سال کے قریب عمر تھی۔ اس کے باوجود رات بھر روزانہ کھڑے ہو کر عبادت کیا کرتے تھے۔

وضو کے لئے پانی مرد غیب لے کر آیا

حضرت عبدالوہاب شعرانی کہتے ہیں کہ شیخ موصوف نے مجھے بتایا کہ ایک مرتبہ ایک رات ان کے وضو کرنے کا پانی گم ہو گیا تو اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوئے۔ اچانک ایک صاحب حال شخص ہوا میں اڑتا ہوا آیا اور اس کی گردن میں دریائے نیل کے پانی سے بھری ایک مشک تھی۔ وہ ان کے پاس نیچے آیا اور پانی جمع ہونے کی جگہ میں انڈیل دیا اور پھر فضا میں بلند ہو گیا۔ جناب عبدالوہاب بیان کرتے ہیں کہ شیخ موصوف نے مجھے فرمایا: اے میرے بیٹے! جس کا اللہ تعالیٰ کے ساتھ معاملہ سچا ہوتا ہے اللہ تعالیٰ وجود کو اس کے تابع اور مسخر کر دیتا ہے۔ میں بخوبی جانتا ہوں اگر میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ رات بھر قیام کرنے میں سچا نہ ہوتا اور میرا قیام کرنا کسی اور علت وسبب کی خاطر ہوتا تو میرے لئے اللہ تعالیٰ اپنے ولیوں میں سے کسی کو مسخر نہ فرماتا۔ ۹۱۶ھ میں شیخ نے انتقال فرمایا یہ نجم غزی نے بیان کیا ہے۔

حضرت حسن خلبوصی رحمۃ اللہ علیہ

ولی کو بلاتے ہوئے وہ دور دراز سے حاضر ہو جاتا ہے

امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا شیخ یوسف حریثی رحمۃ اللہ علیہ نے واقعہ بیان فرمایا۔ جب میں نے حج کیا تو ایک رات حرم شریف میں مقام ابراہیم کے پیچھے میں نے جاگتے ہوئے رات بسر کی۔ اس رات خوب چاندنی تھی۔ جب رات ڈھل گئی اور اندھیرا ہو گیا تو حرم کعبہ میں ایک جماعت آئی۔ ان پر نور کی بارش ہو رہی تھی۔ انہوں نے طواف کیا اور مقام ابراہیم کے پیچھے نماز ادا کی اور کچھ دیر بیٹھے پھر ان کے پاس ایک شخص آیا اور کہنے لگا کہ تمہارے سردار شیخ علی رحمۃ اللہ علیہ زندگی گزار چکے ہیں۔ کہا، اس کی جگہ کون ہوگا؟

کہنے لگے: حسن خلبوصی جو افریقہ میں زفتا نامی جگہ میں رہائش پذیر ہیں۔ اس نے کہا میں انہیں آواز دوں۔ انہوں نے

کہا آواز دو۔ تو اس نے آواز دی۔ یا حسن! تو اسی وقت وہ ان کے سروں پر کھڑے تھے۔ ان پر زرد رنگ کے کپڑے اور ان کے چہرے پر آٹا لگا ہوا تھا اور ان کے کندھے پر کوزا تھا۔

حاضرین نے ان سے کہا آپ شیخ علی کی جگہ سنبھال لیں۔ پس انہوں نے کہا میرے سر آنکھوں پر۔ اور یہ کہہ کر چلے گئے۔ پھر جب میں اپنے شہر واپس آیا تو میں نے خان بنات الخطاء میں ان کی زیارت کا ارادہ کیا تو میں جب ان کے پاس گیا تو میں نے ایک عورت دیکھی جوان کی گردن پر بیٹھی تھی اور اس نے دونوں ہاتھوں اور دونوں پاؤں مہندی سے رنگے ہوئے تھے اور وہ ان کی گردن پر یا گدی پر تھپڑ مار رہی تھی اور شیخ اسے کہہ رہے تھے: ذرا آہستہ۔ میری دونوں آنکھیں دکھتی ہیں۔ پس جونہی میں ان کے سامنے آیا تو جلدی سے مجھے فرمایا: اے فلاں! تیری آنکھ نے تجھے دھوکہ دیا ہے اور چاند نے تجھے فریب دیا۔ وہ میں نہ تھا۔ میں نے پہچان لیا کہ یہ وہی ہیں اور مجھے حکم دیا کہ اس بات کا چرچا نہ کرنا۔ یہ امام شعرانی نے ''العہود'' میں لکھا ہے۔

حضرت حسن بن علی بدر الدین سیوفی رحمۃ اللہ علیہ

آپ حلب کے رہنے والے تھے۔ بہت بڑے عالم اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے مقلد علمائے کرام میں سے حلب میں آخری عالم تھے۔ انہوں نے جناب کمال بن ابی شریف وغیرہ سے علم حاصل کیا اور ان سے بہت سے علماء نے اکتساب علم کیا۔ ۹۲۵ھ میں حلب میں فوت ہوئے اور حجاج کے قبرستان میں دفن کئے گئے۔

قبر کی اینٹ گرنے کی خواب میں اطلاع کرنا

ان کے صاحبزادے نے خواب میں دیکھا کہ آپ شکایت کر رہے ہیں کہ میری قبر کی اینٹ میری پسلیوں پر گری ہوئی ہے۔ آپ کا صاحبزادہ اس طرف متوجہ ہوا اور اس کے ساتھ الحاج ابوبکر حجار المعروف ابن حصنیہ بھی تھے۔ دونوں کی قبر پر سے مٹی ہٹائی تو دیکھا کہ واقعی اینٹ گری پڑی تھی۔

ابوبکر نے کہا جب ہم نے ان کی قبر کھولی تو ہم نے دیکھا کہ نہ ان میں کوئی تبدیلی ہوئی اور نہ ہی کسی قسم کی بدبو آئی۔ کندھے کے قریب سے تھوڑا سا کفن ہٹا ہوا تھا۔ جناب غزی نے محی الدین عبدالقادر بن لطف اللہ حموی کی سوانح میں لکھا ہے کہ حلب میں رئیس القراءٔ کے لقب سے مشہور شخصیت ابن محوجب تھے۔ ابن حنبلی نے کہا کہ جناب شیخ محی الدین ہمیں یہ واقعہ بدر سیوفی کی موت کے بعد بیان کیا کرتے تھے کہ ان کے گلے میں کچھ خرابی ہوگئی۔ (یعنی رئیس القراءٔ ابن محوجب) جس کی وجہ سے آپ تلاوت کے حسن سے محروم ہو گئے۔ انہوں نے شیخ حسن بن علی کی قبر کی طرف توجہ کی اور ان کو وسیلہ بنایا تو ان کی قبر سے واپس نہ ہوئے تھے کہ وہ خرابی دور ہوگئی۔ یہ غزی نے یہ بیان کیا ہے۔

حضرت حسن حنفی رحمۃ اللہ علیہ

ایک ہزار آدمیوں کو دور دراز پہنچا دیا

ان کی ایک کرامت یہ بیان کی گئی کہ ایک مرتبہ انہوں نے مجلس ذکر منعقد کی۔ جس میں چند ہزار آدمی شریک تھے۔ آپ

اپنی عادت کے مطابق ان کے ساتھ تشریف فرما تھے۔ پھر آپ نے ان حاضرین کو خاموش رہنے کا ارشاد فرمایا تو انہوں نے اس کی پروانہ کی اور خاموش نہ ہوئے۔ آپ نے اپنا قدم دائرے کے درمیان رکھا اور زور سے زمین پر مارا۔ اس کے بعد ان ہزاروں کو صرف یہی معلوم ہوا کہ ان میں سے ہر ایک دور دراز مکان میں موجود ہے۔

ولی سے نور نکلتا اور اس کی آواز رعد کی طرح ہوتی

ایک کرامت ان کی یہ بھی تھی کہ جب ان پر حال غالب ہو جاتا اور سانس لیتے تو ان سے نور نکلتا۔ اس کی آواز رعد کی آواز کے مشابہ ہوتی اور وہ نور ستون کی طرح یکے بعد دیگرے نکلتا۔ یہاں تک کہ ہر ستون بلندی میں بہت بڑے مینار کی طرح ہو جاتا۔

ولی کی نگاہ وہ کچھ دیکھتی ہے جو دوسرے نہیں دیکھ پاتے

آپ کی ایک کرامت یہ تھی کہ جناب کاشف غنیم آپ کی زیارت کے لئے گئے تو انہوں نے حضور نبی کریم ﷺ کی زیارت کی اور آپ نے انہیں فرمایا کہ اپنے مریدوں میں یہ اعلان کر دو کہ ان میں سے کوئی بھی لوگوں کی کاشت کردہ اشیاء میں سے گری پڑی کوئی چیز نہ کھائیں۔ ان کے قریب سے جناب کاشف غنیم کا گزر ا ہوا۔ حتیٰ کہ وہ غنیم حضرت حسن حنفی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آ گئے۔ ان کی جماعت میں سے ایک آدمی پر حالت وجد طاری تھی تو جناب حسن حنفی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: یہ شخص جدو جہد کر رہا ہے۔ اس نے تمہارے حکم کی خلاف ورزی کی ہے اور تمام راستہ میں لوگوں کی کاشت کردہ اشیاء میں سے گری پڑی کھاتا ہوا آیا ہے۔ اس پر حاضرین نے اس کی تلاشی لی تو اس کے پاس سے چند اشیاء برآمد ہوئیں اور اس نے اس غلطی کا اعتراف بھی کر لیا۔

ولی نے جو کہا پورا ہو گیا

آپ ہی کی یہ کرامت بھی بیان کی گئی ہے کہ آپ جب اپنے ایک پاؤں سے دوسرے پاؤں کو کھجایا کرتے تھے تو پاؤں سے چنگ یا سارنگی کی سی آواز سنائی دیتی۔ اہل طریق میں آپ کا نام مشاعلی الخبر پڑ گیا تھا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ آپ جب کسی شخص پر غصے ہوتے تو اس کا بلند آواز میں نام لے کر عام سڑکوں اور راستوں میں کہتے۔

لوگو! فلاں قتل کر دیا گیا ہے یا اسے پھانسی دے دی گئی ہے یا اس کو یوں یوں ہو گیا تو جیسے آپ نے کہا ہوتا ویسا ہی فوراً ہو جاتا۔ آپ کے پاس ایک شخص حسن نامی تھا۔ اس پر غصہ آ گیا تو بلند آواز سے کہا: لوگو! ہم نے حسن کی کھال اتارنے کا حکم دے دیا ہے۔ وہ شخص بھاگا اور ایک تنہا جگہ کے اندر آ گیا اور دروازہ بند کر دیا (تا کہ کوئی میری کھال نہ اتارے) تو اس کی اسی وقت کھال گر گئی۔ یہ امام مناوی نے کرامات بیان کی ہیں۔

حسن العراقی رحمۃ اللہ علیہ

امام شعرانی کہتے ہیں کہ مجھے شیخ موصوف نے کہا میں چاہتا ہوں کہ تمہیں اپنا ایک واقعہ سناؤں جو میرے ابتدائی حالات سے تعلق رکھتا ہے تو گویا بچپن سے ہی میرا ساتھی ہے۔ میں نے کہا سنایئے۔ کہنے لگے:

میں دمشق میں نوجوان کاریگر تھا اور ہم چند ساتھی جمعہ کے دن لہو ولعب کے لئے اکٹھے ہوتے اور شراب بھی پیتے تو ایک دن اللہ تعالیٰ کی طرف سے مجھے تنبیہ کی گئی۔ آواز آئی: کیا تو اس کے لئے پیدا کیا گیا ہے؟ میں نے وہ تمام کام چھوڑ دیئے۔ جن میں دوست مصروف تھے اور میں وہاں سے بھاگ کھڑا ہوا۔ وہ میرے پیچھے آئے لیکن مجھے نہ پا سکے۔ میں جامع مسجد بنوامیہ میں داخل ہوا۔ میں نے وہاں ایک شخص کو کرسی پر بیٹھے گفتگو کرتے دیکھا جو امام مہدی کی شان اور ان کی باتیں کر رہا تھا۔ مجھے یہ سن کر امام مہدی سے ملاقات کرنے کا شوق پیدا ہوا۔ پھر میری یہ حالت ہوگئی کہ میں جب بھی سجدہ کرتا تو دعا مانگتا:

اے اللہ! مجھے امام مہدی سے ملا دے۔ ان کی زیارت عطا فرما دے۔ ایک مرتبہ میں مغرب کے تین فرض پڑھنے کے لئے دو سنتیں پڑھ رہا تھا تو اچانک ایک شخص میرے پیچھے بیٹھ گیا اور میرے کندھے کو معمولی سی حرکت دی اور مجھ سے کہا:

اے بیٹے! اللہ تعالیٰ نے تمہاری دعا قبول کر لی ہے۔ دیکھو! میں مہدی ہوں۔ میں نے کہا کیا آپ میرے ساتھ میرے گھر چلیں گے؟ کہنے لگے ہاں۔ پھر وہ میرے ساتھ چل پڑے اور پھر فرمایا کہ میرے لئے ایک مکان کا بندوبست کر و جس میں میرے سوا کوئی اور نہ رہے۔ میں نے ان کے لیے ایک مکان خالی کرا دیا تو آپ اس مکان میں سات دن رات قیام پذیر رہے اور مجھے ذکر کی تلقین فرمائی۔ فرمایا میں تمہیں ایک اور وظیفہ سکھاتا ہوں تو ان شاء اللہ اسے ہمیشہ ادا کرتا رہے گا۔ وہ یہ کہ ایک دن روزہ رکھا کر اور ایک دن افطار کیا کر اور ہر رات پانچ سو رکعت پڑھا کر۔ کیا ایسا کرے گا؟ میں نے کہا جی ہاں تو میں ان کے پیچھے ہر رات پانچ سو رکعت پڑھتا رہا۔ میں پورا جوان تھا اور داڑھی آرہی تھی اور میری شکل بھی بہت اچھی تھی۔ آپ نے مجھے فرمایا کہ تم جب بھی بیٹھو میرے پیچھے بیٹھنا۔ (سامنے نہ بیٹھنا) میں اس پر عمل کرتا رہا۔ ان کا عمامہ عجمیوں کے عمامہ جیسا تھا اور ان پر اونٹ کی اون (بیری) کا بنا جبہ تھا۔

جب میں نے اسی حالت میں سات سال پورے کئے تو آپ اس مکان سے باہر آگئے اور مجھ سے رخصت ہو گئے اور جاتے ہوئے فرما گئے: اے حسن! میرے ساتھ ایک واقعہ واتفاق کسی کے ساتھ پیش نہیں آیا جو واقعہ واتفاق تیرے ساتھ پیش آیا۔ اپنے وظیفہ کو لگاتار پڑھتے رہنا اور کمزور ہونے تک اس پر عمل پیرا رہنا۔ تیری ان شاء اللہ عمر کافی لمبی ہوگی۔

شیخ حسن عراقی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ اس وقت میری عمر ایک سو ستائیس (۱۲۷) برس ہے۔ فرمایا جب مہدی علیہ السلام مجھ سے جدا ہوئے تو میں سیاح کے طور پر وہاں سے نکل کھڑا ہوا۔ میں ہندوستان، سندھ اور چین کی سرزمین کی طرف مڑا اور عجم کے شہروں، روم اور افریقہ میں گھوما پھرا۔ پچاس سال کی سیاحت کے بعد میں مصر واپس آ گیا۔ جب میں نے مصر میں داخل ہونے کا ارادہ کیا تو مصریوں نے مجھے داخل ہونے سے منع کر دیا۔ مصر میں سیدی ابراہیم متبولی رحمۃ اللہ علیہ جانی پہچانی شخصیت تھے۔ انہوں نے مجھے پیغام بھیجا کہ تم قرافہ میں قیام کرو۔ میں وہاں ایک غیر آباد گنبد کے نیچے دس سال رہا۔ دنیا ایک بڑھیا کی شکل میں میری خدمت کرتی رہی۔ روزانہ وہ دو روٹیاں میرے پاس لے کر آتی اور ایک برتن بھی ساتھ ہوتا جس میں طعام ہوتا۔ اس دوران نہ اس نے مجھ سے گفتگو کی اور نہ ہی میں نے اسے بلایا۔

دس سال بعد میں نے پھر مصر میں داخل ہونے کی اجازت مانگی تو انہوں نے مجھے اجازت دے دی لیکن کہا کہ تم برکت

القرع میں ہی رہو گے۔ میں نے کئی سال آرام سے بسر کئے۔ پھر ایک دن شیخ عبدالقادر دشطوطی رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے۔ ان کا ارادہ یہ تھا کہ وہاں ایک جامع مسجد تعمیر کریں۔ وہ مجھ سے گتھم گتھا ہو گئے اور کہنے لگے اس زمین سے نکل جاؤ۔ میں نے انہیں ایک دن کہا: میرا اور تمہارا کیا جھگڑا ہے۔ میں وہ ہوں کہ امیروں اور غیر امیروں میں سے کوئی بھی میرا معتقد نہیں۔ پھر میرا اور تیرا کیا مقابلہ؟ وہ لگا تار مجھے یہی کہتے کہ تم یہاں سے چلے جاؤ۔ حتیٰ کہ میں وہاں سے نکل کر اس ٹیلہ پر آ گیا۔ یہاں مجھے ٹھہرے ہوئے سات سال ہو گئے ہیں۔ میں ایک دن یہاں بیٹھا ہوا تھا کہ اچانک میرے پاس شیخ دشطوطی تشریف لائے اور کہنے لگے: اس ٹیلہ سے اتر جا۔ میں نے کہا: میں نہیں اتروں گا۔ پھر مجھ سے اور ان سے غصہ بھرا سانس نکلنے لگا تو انہوں نے میرے لئے بد دعا کی کہ اس کے ہاتھ پاؤں بے حس و حرکت ہو جائیں تو میرے ہاتھ پاؤں بے حس و حرکت ہو گئے پھر میں نے ان کو اندھا ہونے کی بد دعا دی۔ وہ اندھے ہو گئے۔ وہ اس وقت پکی اینٹ کی طرح اور میں ایک پھینکی ہوئی چیز کی طرح اس مقام پر پڑا ہوں۔

اے عبدالوہاب! میں تجھے وصیت کرتا ہوں کہ اپنے نفس کی خاطر کسی سے ہرگز ٹکر نہ لینا اگر تجھے تیرا مقابل صدمہ پہنچائے تو پھر بھی اس سے نہ تصادم کرنا اور نہ جوابی کارروائی کرنا۔ اور اگر تجھے وہ کہے کہ اپنی عبادت گاہ سے باہر نکل اور کہیں اور چلا جا یا تجھے تیرا گھر چھوڑنے کا حکم دے تو عبادت خانہ سے نکل جانا اور گھر چھوڑ دینا۔ تمہارا اجر اللہ پر ہو گا۔ نو سو تیس (۹۳۰) سے کچھ اوپر ہجری میں ان کا انتقال ہوا اور باب الشعریہ سے باہر اونچے ٹیلوں میں ایک گنبد میں دفن کئے گئے جو برکہ طل کے قریب ہے اور ایک طرف جامع بشیری ہے۔

حضرت حسن رومی رحمۃ اللہ علیہ

حسن رومی خلوتی رحمۃ اللہ علیہ جناب شیخ دمرداش رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ ہیں۔ بہت بڑے ولی ہیں اور کرامات کثیرہ ان سے سرزد ہوئیں۔

ولی کی بات نہ ماننے پر نقصان اٹھانا پڑا

ان کی ایک کرامت یہ بیان کی گئی ہے کہ جب انہوں نے مصر سے رومی شہروں کی طرف سفر کیا ان کی بیوی نے ان سے ناراضگی کا اظہار کیا۔ انہوں نے اسے خرچہ پانی دینا بند کر دیا۔ پھر ان کی بیوی نے ان کی عدم موجودگی میں کسی فوجی سے شادی کر لی۔ جب شیخ واپس مصر آئے اور دیکھا کہ ان کی بیوی نے دوسرا خاوند کر لیا ہے آپ اس کے خاوند کے پاس گئے اور کہا: اسے طلاق دے دو تا کہ وہ پھر سے میرے ہاں آ جائے۔ اس نے مکمل انکار کر دیا۔ آپ یہ سن کر واپس آ گئے۔

اس نئے خاوند کے پاس چار گھوڑے تھے جب صبح ہوئی تو کیا دیکھتا ہے کہ چاروں کے چاروں مردہ پڑے ہیں۔ یہ دیکھ کر اس نے اپنی بیوی کو فوراً طلاق دے دی۔ ۹۵۵ھ میں بقول مناوی انہوں نے مصر میں انتقال فرمایا۔

حضرت حسن دنجاوی رحمۃ اللہ علیہ

جناب غزی نے ان کے بارے میں کہا کہ علامہ شعرانی نے ان کا تذکرہ کیا ہے اور اس طرف اشارہ کیا کہ شیخ موصوف

صاحب تصرف اور مالدار تھے۔ ان کا انتقال ۹۶۱ھ میں ہوا۔

جناب حسن مجذوب دیر عطائی رحمۃ اللہ علیہ

آپ دیر عطیہ بستی کے رہنے والے تھے جو دمشق کی ایک بستی ہے اور نبک کے قریب ہے۔ آپ دمشق میں تشریف لائے اور جامع اموی کے مجاور بنے رہے۔ آپ مخصوص آدمیوں کے علاوہ کسی اور سے قطعاً کوئی چیز قبول نہ فرماتے۔ ان کے قبول نہ کرنے میں اکثر کوئی نہ کوئی حکمت ہوتی تھی۔ ان کے بہت سے کشفی واقعات ظاہر باہر تھے۔

شکست وفتح کی پیشگی خبر

ان سے ایک واقعہ امام حجت جناب شہاب احمد بن ابی الوفاء مفلحی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا۔ وہ یہ کہ ان سے میں نے اپنے کانوں سے ابن جانبولاذ کا واقعہ وقوع پذیر ہونے سے پہلے سنا تھا۔ آپ نے فرمایا تھا ''ان ظالموں نے ظلم کی حد کر دی۔ ان ظالموں نے ظلم کی حد کر دی۔ میں نے ان سے پوچھا آپ کن لوگوں کے بارے میں فرما رہے ہیں۔

آپ نے شامی فوج کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا۔ تم بہت جلد دیکھو گے کہ ابن جانبولاذ کو ان پر کیسے مسلط کر دیا جاتا ہے۔ جب شامی فوج کا علی بن جانبولاذ سے مقابلہ ہوا تو ان کے پاؤں نہ جم سکے۔ حتیٰ کہ یہ تتر بتر ہو گئے اور شکست کھا گئے اور مختلف شہروں میں چھپ گئے۔ شیخ موصوف رحمۃ اللہ علیہ کے اور بھی بہت سے واقعات ہیں۔ شعبان المعظم کی ۹ بروز ہفتہ ۱۰۲۸ھ میں انتقال فرمایا اور محبی کے بقول فرادیس نامی مقبرہ میں دفن کئے گئے۔

حضرت حسن بن احمد رومی رحمۃ اللہ علیہ

آپ سنان زادہ قسطنطینی خلوتی کے نام سے مشہور تھے۔ صاحب برکت شیخ اور زیارت گاہ خواص وعوام تھے۔ معارف الٰہیہ میں اپنے دور کے یکتا بزرگ تھے اور رومیوں کا ان کے بارے میں عظیم اعتقاد تھا۔ آپ کی کرامات کی وجہ اور محل بھی یہی تھی۔

سریلی آواز نکلنا بند ہو گئی

ایک شخص شیخ زادہ کے نام سے مشہور تھا۔ سریلی آواز غضب کی پائی تھی۔ موسیقی کے بارے میں بہت ماہر، گانے کی اقسام سے واقف اور سروں کو خوب جاننے والا تھا۔ اس کی آواز اور گانوں کو سننے کے لئے لوگ مرتے تھے۔ اس نے ارادہ کیا کہ شیخ موصوف کا مرید بنے اور آپ کے طریقہ پر چلے لیکن مرید ہونے سے پہلے اس نے شیخ کو ایک شرط پیش کی کہ میں آپ کے سلسلہ طریقت میں داخل تب ہوں گا کہ آپ میرے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ وہ میری خوبصورت آواز واپس لے لے تاکہ میں گانے بجانے سے چھوٹ جاؤں۔ شیخ موصوف نے دعا کی۔ پندرہ سال تک لگاتار اس کی آواز بند رہی۔ پھر جب وہ اپنی منزل تک پہنچ گیا تو شیخ موصوف نے اس کے لئے پھر دعا فرمائی تو اسی وقت اس کی آواز کھل گئی۔

مرید کے حالات پر نگرانی کرنا

محبی کہتے ہیں کہ شیخ کے ہی مریدوں میں سے کسی نے بیان کیا جو واقعی سچا آدمی تھا کہ اس کو شیخ کی شاگردی کرنے کے

ابتدائی دنوں میں ایک لڑکے سے عشق تھا اور اس نے چاہا کہ اس لڑکے سے بدفعلی کرے۔ جب اس ارادہ سے اس کے قریب جانے لگا تو کیا دیکھتا ہے کہ شیخ موصوف اس کے سامنے کھڑے ہیں اور اسے ڈانٹ پلا رہے ہیں۔ ملامت کر رہے ہیں۔ یہ دیکھ کر اس نے ارادہ بدل لیا اور اس کے بعد ہمیشہ کے لئے ایسی بات کا اعادہ نہ کیا۔

بادشاہ بھی رعب برداشت نہ کرسکا

ان کی ایک کرامت یہ بیان کی گئی کہ اس وقت کے بادشاہ سلطان محمد نے ان سے درخواست کی کہ آپ میرے ہاں تشریف لائیں تا کہ میں بھی آپ کی صحبت سے مستفید ہوسکوں۔ آپ تشریف لے آئے۔ جب بادشاہ کی نظر ان کے چہرے پر پڑی تو اس نے فوراً حکم دیا کہ مجھے فوراً قسطنطنیہ پہنچا دیا جائے۔ لوگ شیخ موصوف کی باتیں اور ان کا تذکرہ کرنے سے گھبراتے تھے۔ چہ جائیکہ ان کے چہرے کو دیکھنا اور ان کا سامنا کرنا، یہ تو بہت مشکل تھا۔

شیخ موصوف کی کرامات میں سے یہ بھی (ان کا رعب وداب) ان کی کرامات میں شامل کیا گیا ہے۔ محبی نے کہا کہ شیخ موصوف نے ۱۰۸۸ھ ذی الحجہ میں انتقال فرمایا۔

حضرت شیخ حسن سکر دمشقی رحمۃ اللہ علیہ

انہوں نے الشیخ زید جعفری رحمۃ اللہ علیہ سے طریقت حاصل کی۔ شیخ زید جعفری رحمۃ اللہ علیہ ولایت اور علم میں مشہور تھے۔ بیروت میں مقیم ایک بزرگ الحاج احمد حموی دمشقی نے مجھے بتایا جو ایک نیک تاجر تھے کہ انہوں نے شیخ حسن سکر رحمۃ اللہ علیہ سے کئی کرامات کا مشاہدہ کیا اور بہت سی کرامات ان لوگوں سے میں نے سنیں جنہوں نے وہ اپنی آنکھوں سے دیکھی تھیں۔

چاندی کے کھوٹے سکے کھا کر سونے کے سکے نکالنا

ان کرامات میں سے جو الحاج احمد حموی رحمۃ اللہ علیہ نے لوگوں سے سنیں۔ ان لوگوں میں محی الدین ابولبدہ اور شیخ محسن حلبی بھی ہیں۔ ان حضرات نے اپنا مشاہدہ کیا کہ انہیں شیخ حسن مذکورہ رحمۃ اللہ علیہ پر کچھ اعتراضات تھے۔ شیخ موصوف رحمۃ اللہ علیہ کو ان لوگوں نے ایک بارونق جگہ بلایا تا کہ ان کی آزمائش کریں۔ آپ ان کے ساتھ چل پڑے۔ جب سب بیٹھ گئے تو محی الدین ابولبدہ نے ان سے کہا: آپ لازماً ہمیں کوئی کرامت دکھائیں۔ شیخ نے فرمایا: میرے پاس سومتالیک لاؤ۔ (متالیک چاندی کا ایک چھوٹا سا مگر کھوٹا سکہ ہوتا ہے)۔

یہ لوگ آپ کے پاس سومتالیک لے آئے۔ آپ نے انہیں ہاتھ میں لیا اور منہ میں ڈال کر نگل گئے اور اسی وقت اس طرح بیٹھ گئے جس طرح کوئی شخص پاخانہ کرنے کے لئے بیٹھتا ہے۔ آپ نے نیچے سے ان کی جگہ سونے کے دینار نکالے۔ پھر ان لوگوں نے ان دیناروں کو قبضہ میں لے لیا۔ ابولبدہ مذکور کے غنی اور مالدار ہونے کا سبب یہی دینار تھے کیونکہ اس نے ان سے کاروبار کیا اور بہت نفع اٹھایا جس کی وجہ سے وہ بہت غنی ہوگیا۔

مرا ہوا بچہ زندہ ہو گیا

الحاج احمد حموی مذکور نے کہا کہ عرصہ تیس سال سے میں شیخ کی جو کرامات دیکھ رہا ہوں ان میں عجیب تر کرامت یہ دیکھی کہ میرا ایک چھوٹا بچہ فوت ہو گیا۔ اس کی ماں کی اس بڑی مصیبت کی وجہ سے چیخیں نکل آئیں۔ بچے کا دودھ پینے والا برتن اس کی پشت پر تھا اور میں سخت پریشان تھا۔ شیخ حسن سکر رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی والدہ کے بارے میں جب سنا تو تشریف لائے اور واقعہ پوچھا تو ہم نے انہیں بچے کے فوت ہو جانے کے بارے میں بتایا۔

آپ نے یہ سن کر فرمایا وہ فوت نہیں ہوا۔ اس بچے کے پاس آئے اور اپنا پاؤں اس کے دائیں بائیں پھیر کر تین مرتبہ رگڑا تو اچانک بچے نے چیخ ماری اور اللہ تعالیٰ نے اسے زندہ کر دیا۔ الحمدللہ رب العالمین۔ پھر وہ بچہ تقریباً دس سال زندہ رہا۔ حتی کہ شیخ حسن رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ہو گیا تو پھر ان کے بعد بچہ بھی فوت ہو گیا۔

ہاتھ بڑھا کر دیوار سے روپے حاصل کرنا

الحاج احمد حموی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے آپ کی ایک اور کرامت کا مشاہدہ کیا جو یہ ہے کہ آپ مجھے درہم دیا کرتے تھے تاکہ میں ان کی ضروریات خرید لاؤں تو درہم دینے سے قبل آپ اپنا ہاتھ قریبی دیوار کی طرف بڑھاتے اور وہاں سے مجیدی ریال پکڑ کر مجھے دے دیتے۔ میں ان سے ان کی فرمائش کے مطابق مختلف اشیاء خرید لاتا۔ میں نے یہ بات بارہا دیکھی۔ آپ ۱۳۰۷ھ میں دمشق الشام میں فوت ہوئے اور دحداح نامی مقبرے میں دفن کئے گئے۔

حضرت شیخ حسن ابو حلاوہ غزی رحمۃ اللہ علیہ

آپ قدس میں مقیم تھے۔ میں نے ۱۳۰۵ھ میں ان سے بہت مرتبہ ملاقات کا شرف حاصل کیا جب میں قدس کے مقامی محکمہ کا رئیس تھا۔ میں نے اپنی کتاب "افضل الصلوات" کے آخر میں جو یہ لکھا ہے کہ میں شیخ موصوف سے ۱۲۹۶ھ میں ملتا رہا یہ مجھ سے سہواً لکھا گیا۔ شیخ موصوف ٹانگوں سے معذور تھے۔ مسجد اقصیٰ کے پڑوس میں ایک مدرسہ کے حجرہ میں رہائش پذیر تھے۔ لکڑی کے ایک تخت پر پڑے رہتے تھے۔ وہاں اشارہ سے نمازیں ادا کرتے تھے۔ کیونکہ آپ رکوع، سجود اور قیام کی قدرت نہ رکھتے تھے۔ مجھے شیخ موصوف رحمۃ اللہ علیہ نے بتایا اللہ ان سے راضی ہو۔ سات سال اسی حالت میں میرے بسر ہو گئے۔ یعنی ٹانگوں سے معذور ہوئے اب تک سات سال کا عرصہ گزر چکا ہے۔ مجھے اس حالت کا سبب صرف ایک ہی معلوم ہوتا ہے۔ وہ یہ کہ ایک شخص جو اولیائے کرام میں سے تھا میرے پاس آیا اور یہاں کچھ دیر ٹھہرا اور حجرے کے دروازے کی طرف اشارہ کر کے اس نے مجھے کہا: بیٹھ جاؤ اس حجرہ سے باہر نہ نکلنا۔ میں بیٹھ گیا اور اب تک اسی طرح بیٹھا ہوں۔

یہ بات شک وشبہ سے بالاتر ہے کہ بعض اولیائے کرام دوسرے ولیوں میں مختلف قسم کے تصرفات کر گزرتے ہیں۔ ان کے تصرفات کے اسباب وہی بہتر طور پر جانتے ہیں کہ انہوں نے کسی ولی کو اس حالت میں کر دیا ہے۔ شیخ حسن رحمۃ اللہ علیہ ان مقدس اور پاکیزہ اولیائے کرام میں سے تھے۔ جن کی ولایت پر یہاں کے تمام لوگ متفق تھے اور ان کی کرامات کی کثرت پر

بھی لوگوں کا اتفاق تھا۔

ان کا حجرہ زیارت کرنے والوں سے کبھی خالی نہ ہوتا۔ ہر آنے والا اپنی مراد اور اپنی پریشانی کی ان سے شکایت کرتا اور لوگ ان سے دنیا و آخرت کے مختلف کاموں کے سوال کرتے۔ آپ انہیں ان کے ایسے جوابات دیتے جن کا فائدہ واضح اور ظاہر ہوتا اور وہ انجام کے اعتبار سے صحیح ہوتا۔ خواہ مریض کی شفا کا سوال ہوتا۔ مسافر کے گھر لوٹنے کا مسئلہ ہو یا کسی سخت مصیبت اور ضرورت کے پورا کرنے کا معاملہ ہو جو ضرورت مند کو کسی طرح حل ہوتی نظر نہ آتی ہو یا اس قسم کے اور بہت سے سوالات آپ سے عرض کئے جاتے۔ شیخ موصوف رحمۃ اللہ علیہ میرے ساتھ خصوصی کرم فرماتے اور میرا بہت زیادہ خیال رکھتے۔ اکثر نظر کرم مجھ پر فرماتے رہتے اور عام لوگوں سے کہیں زیادہ مجھ سے محبت و رعایت فرماتے۔ میں نے ان سے ایک مرتبہ روحانی گھٹن کی شکایت کی کیونکہ قدس شہر میں حکومتی عہدہ پر خوش نہ تھا اور میں وہاں سے کہیں اور منتقل ہونا چاہتا تھا تو حضرت نے مجھے خوشخبری دی کہ تم اس عہدہ اور منصب سے کہیں بڑے عہدے پر مقرر کر دیئے جاؤ گے اور مجھے فرمایا کہ آج رات سونے سے قبل ''یَا نُوْرُ یَا نُوْرُ'' پڑھنا اور اس وقت پڑھتے رہنا جب تک نیند نہ آجائے پھر دیکھنا کہ خواب میں تجھے کیا دکھائی دیتا ہے۔ میں نے ایسا ہی کیا اور میں نے خواب دیکھا کہ میرے سر پر اس پگڑی سے بڑی پگڑی رکھی گئی ہے جو اس وقت میرے سر پر ہوتی ہے ابھی چند ماہ کا ہی عرصہ گزرا تھا کہ حکومت نے مجھے بیروت میں اعلیٰ عہدہ پر مقرر کر دیا۔ جس کا نہ مجھے علم تھا اور نہ ہی میری طرف سے اس کے حصول کے لئے کوشش تھی کہ میں اس کے لئے محکمہ حقوق میں درخواست گزارتا۔ اس وقت سے آج اٹھارہ سال ہو گئے کہ میں اسی عہدہ پر کام کر رہا ہوں۔ مستقبل کا حال اللہ بہتر جانتا ہے اور میں اللہ تعالیٰ سے بجاہ نبیہ صلی اللہ علیہ وسلم دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ مجھے اپنے حبیب و محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے جوار رحمت میں مدینہ منورہ کے اندر بہترین احوال کے ساتھ مقیم ہونے کی سعادت عطا فرمائے اور اسی میں میرا خاتمہ بالخیر فرمائے۔

شیخ موصوف رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے اجازت عطا فرمائی کہ پریشانیوں اور دکھوں کے مداوا کے لئے یہ وظیفہ پڑھ لیا کرو۔ میں نے بارہا اس کا تجربہ کیا تو مجھے اس کی صحت پر یقین کامل ہو گیا۔ وہ وظیفہ یہ ہے۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدِ الْحَبِیْبِ الْمَحْبُوْبِ، شَافِی الْعِلَلِ وَ مُفَرِّجِ الْکُرُوْبِ۔ اسے بار بار پڑھا جائے اور شیخ حسن رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے طریقہ عالیہ قادریہ کی بھی اجازت عطا فرمائی۔ میرے مشائخ کرام میں سے ایک آپ بھی ہیں۔ آپ کا وصال قدس میں ہوا جبکہ میں وہاں سے جا چکا تھا۔ میرے جانے کے چند سال بعد ۱۳۱۰ھ سے کچھ پہلے ان کا انتقال ہوا۔

حضرت حسین بن منصور حلاج رحمۃ اللہ علیہ

عجیب وغریب جوابات

علامہ شعرانی رحمۃ اللہ علیہ نے ''المنن'' میں لکھا ہے کہ جناب منصور حلاج رحمۃ اللہ علیہ کی ایک کرامت یہ ہے کہ ان سے ملنے کے لئے ابن خفیف آئے۔ ملاقات پر ان سے پوچھنے لگے۔ تم اپنے آپ کو کیسے پاتے ہو؟ انہوں نے کہا اللہ تعالیٰ کی نعمتیں ظاہراً و باطناً

میرے شامل حال ہیں۔ پھر ابن خفیف نے ان سے کہا میں آپ سے تین مسئلے دریافت کرنا چاہتا ہوں۔

فرمایا: پوچھو۔ پہلا سوال، یہ کہ صبر کیا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ تو ان زنجیروں یا ہتھکڑیوں کو دیکھو وہ تیرے دیکھتے ہی الگ الگ ہو جائیں گی۔ ابن خفیف کہتے ہیں: یہ کہہ کر منصور حلاج نے ان کی طرف دیکھا تو وہ فوراً الگ الگ ہو گئیں اور دیوار پھٹ گئی اور ہم اچانک دریائے دجلہ کے کنارے پر موجود تھے۔ فرمایا: یہ ہے صبر۔

میں نے دوسرا سوال کیا کہ فقر کیا ہے؟ تو آپ نے وہاں پڑے ایک پتھر پر نظر ڈالی تو وہ فوراً سونا بن گیا۔ فرمایا: یہ ہے فقر۔ اور میں اس کے باوجود چند پیسوں کا محتاج ہوں تاکہ میں ان سے تیل خریدوں، پھر میں نے ان سے تیسرا سوال کیا کہ جوانمردی کیا ہے؟ فرمایا: کل تم دیکھ لو گے۔ ابن خفیف کہتے ہیں: جب رات ہوئی میں نے دیکھا گویا قیامت قائم ہو چکی ہے اور پکارنے والا پکار رہا ہے حسین بن منصور حلاج کہاں ہیں؟ پھر انہیں اللہ تعالیٰ کے حضور کھڑا کیا گیا۔ اس سے کہا گیا کہ جو تم سے محبت کرے گا وہ جنت میں جائے گا اور جو تم سے ناراض ہو گا دوزخ میں جائے گا۔ حلاج نے عرض کیا: اے پروردگار! تمام کو بخش دے۔ پھر منصور حلاج نے مڑ کر میری طرف دیکھا اور مجھے کہا: جوانمردی یہ ہے۔

حلاج کی وجہ تسمیہ

علامہ مناوی کہتے ہیں کہ حسین بن منصور حلاج بیضاوی ثم واسطی مشہور صوفی ہوئے۔ جنید بغدادی اور نوری وغیرہ کی سنگت پائی۔ ان کو حلاج کہنے کی وجہ یہ بنی کہ ایک مرتبہ روئی دھن کر اس سے بنولے نکالنے والے شخص کی دکان پر بیٹھے ہوئے تھے وہاں روئی کی بڑی بڑی گٹھڑیاں تھیں۔ جن سے ابھی بنولے نہیں نکالے گئے تھے۔ دکاندار کسی ضرورت کی خاطر دکان سے کہیں باہر گیا۔ پھر جب وہ واپس آیا تو دیکھا کہ تمام روئی سے بنولے الگ کر دیئے گئے۔ اس کے بعد آپ کا نام حلاج پڑ گیا۔ (حلاج کا معنی ہے: روئی دھن کر بنولے نکالنے والا)۔

قدرتی میوہ جات اور دراہم

آپ کی ایک کرامت یہ تھی کہ لوگوں کے لئے آپ گرمیوں کے پھل سردیوں میں اور سردیوں کے پھل گرمیوں میں نکالا کرتے تھے اور آپ اپنا ہاتھ ہوا میں پھیلاتے تو واپس لاتے وقت وہ ایسے درہموں سے بھرا ہوتا تھا جن پر قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۝ لکھا ہوتا تھا۔ آپ ان کو "قدرت کے درہم" کے نام سے یاد کرتے تھے۔

کھایا پیا اور دل میں چھپے خیالات سب بتا دیتے

منصور حلاج کی ایک کرامت یہ بھی تھی کہ آپ لوگوں کو وہ سب کچھ بتا دیا کرتے جو وہ کھا چکے ہوتے اور جو وہ اپنے اپنے گھروں میں کام کاج کرتے اور جو ان کے دلوں میں ہوتا وہ بھی بتا دیا کرتے تھے۔

چالیس ہاتھ کی دوری سے کپڑا پکڑ لیا

ابن خفیف نے بیان کیا کہ میں ایک مرتبہ قید خانہ میں منصور حلاج کے پاس گیا۔ میں نے انہیں سلام کیا۔ انہوں نے

سلام کا جواب دیا اور پوچھا: میرے بارے میں خلیفہ کیا کہتا ہے؟ میں نے کہا وہ کہتا ہے کہ کل ہم منصور حلاج کو قتل کر دیں گے۔ یہ سن کر آپ مسکرا دیئے اور کہنے لگے: پندرہ دن تک میرا معاملہ یوں یوں ہوگا۔ پھر اٹھے اور وضو فرمایا۔ قید خانہ میں ایک رسی باندھی ہوئی تھی اور اس پر ایک پرانا کپڑا پڑا ہوا تھا۔ میں نے وہ کپڑا ان کے ہاتھوں میں دیکھا۔ آپ اس سے اپنا چہرہ پونچھ رہے تھے۔ ان کے اور کپڑے کے درمیان تقریباً چالیس ہاتھ کا فاصلہ تھا۔ میں نہیں جان سکا کہ کپڑا اڑ کر ان کے پاس آ گیا تھا یا انہوں نے اپنا ہاتھ لمبا کر کے اسے پکڑا۔ پھر انہوں نے اپنے ہاتھ سے دیوار کی طرف اشارہ کیا تو اس میں سوراخ ہو گیا۔ میں نے دیکھا کہ سامنے دجلہ ہے اور لوگ اس کی ایک جانب کھڑے ہیں۔ انہیں بغداد میں ۳۰۹ھ میں قتل کر دیا گیا۔

حضرت ابو عبد اللہ حسین بن علی بن عمر حمیری یمنی رحمۃ اللہ علیہ

درہم بچھو بن گئے

آپ بہت بڑے فقیہ، عارف اور عالم باعمل تھے۔ اپنے والد اور دوسرے اساتذہ سے دینی علوم حاصل کئے۔ پھر ان پر عبادت اور درویشی کا غلبہ ہو گیا۔ علم دین اور فقہ کی تعلیم کے دوران ایک مدرسہ سے انہیں وظیفہ ملتا تھا۔ ایک مرتبہ اتفاق سے انہوں نے اپنی تنخواہ یا وظیفہ کی اشیاء کو چند دراہم کے عوض بیچا اور درہموں کو اپنے گھر میں باندھ لیا۔ پھر انہیں ان میں سے چند درہم کی حاجت پڑی تا کہ ان سے اپنی ضرورت پوری کر سکیں۔ انہوں نے کپڑے میں بندھے درہم کھولے تو وہ تمام کے تمام بچھو بن چکے تھے۔ آپ ان سے خوفزدہ ہو گئے اور انہیں پھینک دیا۔ اس کے بعد مدرسہ واپس نہیں پلٹے۔ ان کی وفات ۶۸۰ھ میں ہوئی۔ ان کے پیچھے ان کی اولاد میں بہت مبارک افراد ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سب پر رحم فرمائے۔ یو شرجی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے۔

حضرت ابو عبد اللہ حسنی بن ابی بکر بن حسین سوری رحمۃ اللہ علیہ

آپ بہت بڑے فقیہ، عالم اور صالح تھے۔ صاحب فضیلت و کرامات تھے شروع میں علوم دینیہ شرعیہ پڑھے۔ پھر درویشی، عبادت گزاری اور طریقت کا راستہ چلنا غالب آ گیا۔ لہٰذا طریقت کے راستے پر چل نکلے۔

اڑ کر عرفات میں اور تمام زمین سمٹ کر ولی کے سامنے آجائے

جناب فقیہ عمر بن علی سوری رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے۔ آپ نے فرمایا: اس دوران کہ ہم بیٹھے ہوئے تھے۔ یعنی میں اور فقیہ حسین اور شریف محمد بن عنیف۔ فقیہ حسین بولے: اے شریف! کیا تم صالحین کی کرامات کی تصدیق کرتے ہو؟ شریف بولے: کون سی کرامات؟ فقیہ حسین نے کہا کہ بعض صالحین وہ ہیں جو ہوا میں اڑتے ہیں اور جا کر عرفات میں وقوف کرتے ہیں اور کچھ ایسے بھی ہیں جو ایک ہی قدم میں یہ مسافت طے کر لیتے ہیں۔ یہ درجہ اڑ کر جانے والے سے اعلیٰ و ارفع ہے اور کچھ بزرگ ایسے ہیں جو کسی جگہ جانے کا ارادہ کرتے ہیں تو اسی وقت اس جگہ موجود ہوتے ہیں اور جہاں کا ارادہ کیا ہوتا ہے اور یہ مقام ایک ہی قدم میں دور دراز کی مسافت طے کرنے سے بلند و بالا ہے اور ان حضرات میں سے بعض وہ ہیں کہ جن کے لئے

اللہ تعالیٰ تمام زمین سکیڑ دیتا ہے اور وہ ان کے سامنے آ جاتی ہے۔ یہ درجہ پہلے تمام درجات سے اعلیٰ ہے۔ یہ سن کر جناب شریف بولے: شافعی المسلک حضرات میں سے ان کی آپ کے سوا کوئی اور تصدیق نہیں کرے گا۔ اس پر جناب فقیہ بولے: میں اس شخص کی گواہی دیتا ہوں جو اس حالت پر ہے۔

اس پر جناب شریف بولے: میں اسے تب قبول کروں گا کہ اس حالت و مقام والے آپ ہوں۔ جناب فقیہ بولے: بعض علماء سے پوچھا گیا کہ قبیح جھوٹ کون سا ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا: وہ یہ کہ آدمی خود اپنی تعریف کرے۔ شیخ فقیہ حسین رحمۃ اللہ علیہ کی کرامات اور مکاشفات مشہور ہیں۔ بقول شرجی ان کا انتقال سات سو سے کچھ اوپر ہجری میں ہوا۔

حضرت ابوعبداللہ حسین بن محمد بن حسین بن ابراہیم حولی رحمۃ اللہ علیہ

آپ بہت بڑے فقیہ، عالم اور صالح تھے۔ عبادت گزار اور درویش منش انسان تھے۔ آپ کے بارے میں مشہور تھا کہ ان کی تمام دعائیں قبول ہوتی ہیں۔

ولی کی دعا سے قرض کا بندوبست ہو گیا

روایت کی گئی ہے کہ فقہائے کرام میں سے ایک فقیہ جن کا تعلق شیخ کے علاقہ سے تھا، بہت زیادہ مقروض ہو گئے اور اس کی ادائیگی کے بارے میں بہت پریشان تھے۔ انہوں نے فقیہ حسین مذکور کے پاس جانے کا ارادہ کیا۔ جب ان کے ہاں پہنچے تو کہا:

حضرت! میرے لئے دعا فرمائیں کہ قرض ادا کرنے کی کوئی صورت نکل آئے۔ انہوں نے دعا کی: اے اللہ! ان کا قرض ادا کرنے کا بندوست فرما دے اور ان کی پریشانی دور فرما دے۔ جب یہ فقیہ ان کے ہاں سے واپس آئے اور اپنے گھر پہنچے تو دیکھا کہ شیخ علوان کے قاصد انہیں لینے کے لئے آئے ہوئے ہیں۔ فقیہ موصوف ان کے ساتھ ہو لئے شیخ علوان ان دنوں وہاں کے شہروں کا شیخ اور حاکم تھا۔ جب فقیہ موصوف اور شیخ علوان کی ملاقات ہوئی تو شیخ علوان نے کہا:

اے فقیہ! آج رات میرے دل میں خیال آیا کہ میں ایک مدرسہ بناؤں اور اس میں تمہیں مدرس کے طور پر رکھ لوں۔ اسی پروگرام کے پیش نظر میں نے تمہاری طرف قاصد بھیجا۔ ان کے جانے کے بعد میرا ارادہ کمزور ہو گیا یعنی میں نے مدرسہ بنانے کا ارادہ ملتوی کر دیا اور کہا کہ میرے تحت جو شہر ہیں، وہ مدارس کے لئے موزوں نہیں ہیں۔

تمہیں خدا کی قسم! بتاؤ کہ گزشتہ رات تمہارا کیا معاملہ تھا؟ میں نے شیخ علوان کو بتایا کہ میں حضرت فقیہ حسین کی زیارت کے لئے گیا تھا اور انہوں نے میرے لئے میرے قرض کی ادائیگی کی دعا کی۔ شیخ علوان نے پوچھا: تم نے کتنا قرض دینا ہے؟ میں نے کہا اتنا اتنا، کہنے لگے گھبراؤ نہیں۔ اپنے گھر تشریف لے جاؤ۔ جب میں گھر واپس آیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ وہاں گندم اور کشمش وغیرہ کی بوریاں موجود ہیں اور ایک تھیلی بھی ہے جس میں میرے قرض کے برابر زر ہم بھی ہیں بلکہ اس سے دگنے ہیں۔ گھر والوں نے بتایا یہ سب کچھ شیخ علوان نے بھیجا ہے تو پتہ چلا کہ یہ سب کچھ دراصل فقیہ حسین کی دعا کی برکت ہے۔ اللہ تعالیٰ

ان سے سب کو نفع دے۔

فقیہ حسین رحمۃ اللہ علیہ کی ایسی ہی بہت سی کرامات ہیں جو ان کے مستجاب الدعوات ہونے پر دلالت کرتی ہیں۔ آپ کا انتقال وادیٔ سحول میں واقع گاؤں عرابد میں ہوا۔ یہ وادی بڑی برکتوں والی اور بہترین زرعی علاقہ ہے۔ جس میں بہت سی بستیاں اور گاؤں آباد ہیں۔ ان سے بہت سے علماء اور صالحین حضرات پیدا ہوئے۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تین کپڑوں میں کفن دیا گیا جو سفید رنگ کے اور سحول کے بنے ہوئے تھے۔ سحول اس موضع کو کہتے ہیں اور اس سے نسبت کے وقت سحولی کہا جاتا ہے۔ فقیہ حسین رحمۃ اللہ علیہ کی قبر شریف اسی بستی میں ہے بہت مشہور ہے۔ اور بقول شرجی رحمۃ اللہ علیہ لوگ ان کی قبر کی زیارت کو جاتے ہیں اور اس سے برکت حاصل کرتے ہیں۔

حضرت قطب الدین حسین بن شیخ محمد بن محمود بن علی رجا اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ

دل کی مراد پوری کردی

ابن بطوطہ نے بیان کیا۔ میرے پاس ایک دن جناب جنید رحمۃ اللہ علیہ کا ایک شاگرد آیا۔ میں اس وقت شیخ موصوف کے عبادت خانہ سے ذرا نچلی جگہ بیٹھا ہوا تھا۔ یہ جگہ ایسی تھی کہ یہاں سے شیخ موصوف کا باغ صاف دکھائی دیتا تھا۔ اس دن شیخ کے کپڑے دھو کر باغ میں خشک ہونے کے لئے ڈالے گئے تھے۔ میں نے ان کپڑوں میں ایک سفید رنگ کا جبہ دیکھا۔ جس کے اندر بھی کپڑا لگا ہوا تھا۔ وہ مجھے بہت عجیب لگا اور میں نے دل میں کہا اس قسم کا جبہ میں بھی تلاش کرتا رہا ہوں (لیکن آج تک نہ مل سکا) پھر جب شیخ میرے پاس تشریف لائے اور باغ کی طرف نگاہ کی تو اپنے ایک خادم کو فرمایا: میرے پاس فلاں کپڑا لے آؤ۔ یعنی وہی جبہ۔ چنانچہ آپ کے پاس لایا گیا تو آپ نے وہ مجھے پہنا دیا۔ میں فوراً ان کے قدموں میں گر گیا اور انہیں چومنا شروع کر دیا۔

حضرت حسین ابو علی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت حسین ابو علی رضی اللہ عنہ عارفین کاملین بلکہ اکملین میں سے تھے اور دائرہ کبریٰ کے مالک تھے اور بہت زیادہ شکلیں تبدیل کرنے والے بزرگ تھے۔ تم ایک مرتبہ ان کے پاس جاؤ گے تو تمہیں فوجی وردی میں ملبوس نظر آئیں گے۔ دوسری مرتبہ جاؤ گے تو کسی درندے کی شکل میں متشکل ہوں گے۔ تیسری مرتبہ جاؤ گے تو ہاتھی پر بیٹھا دیکھو گے۔ چوتھی مرتبہ جاؤ گے تو بچہ کی صورت بنائی ہوگی۔

آپ زمین سے مٹی کی مٹھی بھرتے اور لوگوں کو دیتے تو وہ سونا اور چاندی بن گئی ہوتی جو لوگ فقرا کے احوال سے واقف تھے وہ انہیں کیمیا گر کہتے تھے۔

قتل کئے جانے کے بعد پھر زندہ ہو گیا

امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا کہ جب ابن قنیش برلسی نے ان کا عبادت خانہ تعمیر کرنا شروع کیا تو اسے ان کے بد

خواہوں اور دشمنوں نے کہا اس تعمیر پر اس قدر زیادہ خرچہ یہ شیخ حسین کی کیمیا گری سے ہے۔ ان بدخواہوں نے چند بدمعاشوں کو بھاری رشوت دی تاکہ وہ شیخ کو قتل کر دیں۔ چنانچہ وہ لوگ شیخ کے پاس آئے اور شیخ کے تلواروں سے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے اور انہیں ایک ٹیلے پر پھینک آئے اور ان کے قتل کرنے پر ایک ہزار دینار لئے پھر جب یہ اکٹھے ہوئے تو شیخ حسین بخیریت کو وہاں بیٹھے ہوئے پایا۔ پھر آپ نے ان سے کہا تمہیں چاند نے دھوکہ دیا ہے۔

چالیس سال کھائے پیئے بغیر گزار دیے

علامہ مناوی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ شیخ موصوف غیط نامی جگہ میں جو باب البحر سے خارج ہے چالیس سال تک خلوت گزیں رہے۔ اس دوران نہ کھاتے اور نہ پیتے تھے۔ خلوت گاہ کا دروازہ بھی بند تھا۔ صرف اس میں ایک طاق تھا جس سے ہوا داخل ہوتی ہے۔ لوگوں نے کہنا شروع کر دیا کہ شیخ کیمیا اور سیمیا کرتے ہیں۔ آپ چالیس سال بعد وہاں سے باہر آئے اور کرامات اور عادت کے خلاف بہت سے کام دکھلائے۔ آپ کی یہ حالت تھی کہ جب بھی کوئی شخص آپ سے کوئی چیز طلب کرتا تو آپ ہوا میں سے پکڑ کر اسے اس کی طلب کردہ چیز عطا کر دیتے۔ سات سو نوے سے کچھ اوپر ہجری میں انتقال فرمایا اور اپنی عبادت گاہ میں ہی دفن کئے گئے جو مصر میں نیل کے ساحل پر بولاق نامی آبادی میں واقع ہے۔

حضرت حسین آدمی رحمۃ اللہ علیہ

آپ میرے آقا احمد زاہد کے مشائخ میں سے ہیں۔ حسینیہ میں مقیم تھے جو مصر میں ایک محلہ ہے۔ سیدی احمد زاہد فرماتے ہیں کہ ان کا اصل وطن افریقہ کی سرزمین میں مراکش تھا۔ جس میں کھیتی باڑی کیا کرتے تھے اور اس میں اپنی بکریاں چرایا کرتے تھے۔ پھر جب مصر تشریف لے آئے تو آپ روزانہ اپنی بکریاں نقیب کے ساتھ مراکش بھیجا کرتے تاکہ وہاں اسے چرالائے اور رات وہ مصر میں گزارتی تھیں۔ یہ امام شعرانی کا قول ہے۔

بارش کا برسنا اور بند ہو جانا

علامہ مناوی کہتے ہیں کہ شیخ موصوف حسینیہ میں جوتیاں سیا کرتے تھے۔ ان کے پاس ایک نصرانی آیا اور شیخ احمد زاہد اس وقت شیخ کے پاس بیٹھے تھے۔ اس نصرانی نے اپنا پاؤں شیخ حسین کی طرف بڑھایا اور کہا: میرے لئے یہ چمڑہ کاٹ دیجئے۔ اس پر شیخ زاہد نے اسے جھاڑ پلا دی تو شیخ نے انہیں اس سے روکا۔ پھر چمڑہ کاٹا۔ پس نصرانی نے چیخ مارتے ہوئے شہادتین پڑھ لیا۔ پھر شیخ نے کہا: اے احمد! جب تو شیخ بن جائے تو ایسے کر لینا۔ آپ بارش کو فرمایا کرتے، برس! تو برس پڑتی اور فرماتے: اللہ کے حکم سے تھم جا! تو تھم جاتی۔ ۸۱۱ھ میں وصال کر گئے۔

حضرت حسین بن احمد بن حسین رحمۃ اللہ علیہ

آپ موصل کے رہنے والے تھے۔ عزازی، حلبی اور شافعی تھے۔

خالی سبیل پانی سے بھر گئی

ابن حنبلی کہتے ہیں: شیخ موصوف کی شان کا ایک واقعہ مجھے ایک پانی بھرنے والے شخص نے سنایا جو مکہ میں تھا اور اسے لوگ عزرائیل کہہ کر بلاتے تھے۔ اس نے بتایا کہ جب شیخ موصوف کا مکہ میں انتقال ہوا تو انہوں نے اپنے غسل کے لئے مجھ سے پانی مانگا جو سبیل جوخی سے لایا گیا ہو۔ کیونکہ ان دنوں مکہ شریف میں پانی کی قلت تھی۔ مجھے یاد آیا کہ میں تو ابھی اس جگہ سے گزر کر آیا ہوں۔ وہاں پانی کا نام ونشان نہ تھا۔ لوگوں نے مجھے جانے پر مجبور کیا تو میں نے سوچا۔ چلتے ہیں اور کسی اور جگہ سے پانی لے آئیں گے۔ جب وہاں گیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ وہ پانی سے بھرا ہوا ہے۔ میں نے اپنی مشک وہاں سے بھری اور واپس آ گیا۔ یہ آپ کی کرامات میں سے ایک واقعہ تھا۔ بقول غزی ۹۱۲ھ میں آپ کا انتقال ہوا۔

حضرت حسین بن عبد اللہ عیدروس رحمۃ اللہ علیہ

بہت بڑے امام تھے۔ شریعت اور طریقت میں اپنے دور کے یکتا فرد تھے اور علم حقیقت میں یگانۂ روزگار تھے۔ آپ کی بہت سی کرامات تھیں۔

مقتدی کی حالت کا کشف

آپ کی ایک کرامت یہ ہے جو آپ کے شاگرد شیخ عبدالرحمٰن بن علی خطیب نے بیان کی۔ کہا کہ ایک مرتبہ میں نے جمعۃ المبارک کے دن کی نماز صبح شیخ حسین کے پیچھے ادا کی۔ انہوں نے سنت کے مطابق پہلی رکعت میں آلم السجدۃ پڑھی۔ مجھے نماز میں ہی سخت پیٹ درد شروع ہو گیا۔ جس نے مجھے بے بس کر دیا حتیٰ کہ میں نے دوسری رکعت میں شامل نہ ہونے کا ارادہ کر لیا۔ جب شیخ حسن دوسری رکعت کے لئے کھڑے ہوئے تو الفاتحہ کے بعد انہوں نے قُلْ هُوَاللّٰهُ اَحَدٌ ○ پڑھا۔ مجھے اس پر بڑا تعجب ہوا اور میں نے کہا شاید شیخ کو بھی میری طرح کسی تکلیف نے آلیا ہے۔ جب نماز سے شیخ فارغ ہوئے اور اپنی جگہ بیٹھ گئے۔ حتیٰ کہ سورج نکل آیا اور آپ بالکل اپنی صحیح حالت وعادت پر تھے۔ تو میں نے جان لیا کہ آپ کا دوسری رکعت میں مختصر قرأت کرنا میری حالت کے منکشف ہونے کی وجہ سے تھا۔

میں (علامہ نبہانی) کہتا ہوں کہ اس میں کرامت کی توجیہ یہ ہے کہ شیخ نے سورۂ آلم السجدۃ دوسری رکعت میں مکمل کرنی تھی اگر مقتدی کی ضرورت کا انکشاف نہ ہوتا اور اسے کوئی مجبوری پیش نہ ہوتی تو آپ دوسری رکعت میں قُلْ هُوَاللّٰهُ اَحَدٌ تلاوت نہ کرتے۔

تھوڑا سا کھانا پورا سال چلتا رہا

آپ کی ایک کرامت یہ بھی تھی کہ آپ کے ایک ساتھی نے مال کی کمی اور اہل وعیال کی کثرت کی شکایت کی۔ آپ نے اسے قرآن کریم کی چند آیات اس کھانے اور کھجوروں پر پڑھنے کا حکم دیا جو تھوڑی بہت مقدار میں اس وقت اس کے گھر میں موجود تھا۔ اس نے اس قلیل مقدار پر قرآنی آیات کی تلاوت کی تو اللہ تعالیٰ نے ایسی برکت ڈال دی کہ پورا سال وہ طعام اور

کھجوریں اس کے لئے کافی ہو گئیں۔

پکارنے والے قیدی کو چھڑا دیا

آپ کے داماد یا بہنوئی محمد بن علی عامری ساجی کو شبام شہر میں قید کر دیا گیا تو اس نے آپ سے فریاد کی اور مدد طلب کی کہ مجھے رہا کرا دو شبام کے بعض آدمیوں نے آپ کو خواب میں دیکھا کہ آپ شبام میں تشریف فرما ہیں۔ پوچھا آپ کا یہاں تشریف لانا کیسے ہوا؟ فرمایا: میں اس آدمی (اپنے داماد یا بہنوئی) کو قید سے نکالنے کے لئے آیا ہوں۔ جب صبح ہوئی تو یہ شخص قید سے باہر آ گیا۔ صاحب ''المشرع الروی'' کہتے ہیں کہ انہوں نے ۹۹۷ھ میں تریم میں انتقال فرمایا۔

حضرت حسین مجذوب رحمۃ اللہ علیہ

آپ مصر کے باشندے تھے۔ بحر توحید میں ڈوبے رہتے تھے۔ مدہوش اور پریشان حال رہتے تھے۔ اولیائے کرام میں ''الصائم'' کے نام سے مشہور تھے۔

پانی کو حکم دیا تو وہ کنوئیں کی منڈیر تک آ گیا

آپ کو جب پیاس لگتی تو کنوئیں کے پاس تشریف لاتے اور اسے کہتے ''یا بئر حسین عطشان'' اے کنوئیں! حسین پیاسا ہے۔ یہ سنتے ہی کنوئیں کا پانی بلند ہو جاتا۔ یہاں تک کہ ان کے منہ کے برابر آ جاتا۔ آپ اپنے منہ کے ساتھ اس سے پانی پیتے۔ پھر پانی واپس اپنی پہلی حالت پر چلا جاتا۔

ولی کی دعا سے بانجھ عورت کے ہاں بچہ پیدا ہو گیا

آپ کی ایک کرامت یہ بیان کی گئی ہے کہ آپ کے گاؤں میں ایک شخص جس کا نام ابو قورہ تھا، وہ آٹا پیسنے کا کام کرتا تھا۔ اس کی بیوی تھی جس کا نام جانم تھا اور وہ بانجھ تھی۔ اس شخص کی کوئی اولاد نہ تھی۔ لیکن مال و دولت بکثرت تھی۔ ایک دن اس کی بیوی نے آپ سے عرض کیا:

اے حسین! اگر میرے ہاں اولاد پیدا ہو جائے تو میں آپ کے مولود کا اہتمام کروں گی خدا کی قدرت وہ عورت اسی رات حاملہ ہو گئی۔ پھر اپنے وقت پر بچہ جنا۔ لیکن مولود نہ کیا۔ ایک دن بیٹھی اپنے خاوند کے ساتھ مرغی کا گوشت کھانے لگی۔ اچانک ایک کانی بلی آئی اور مرغی چھین کر لے گئی۔ شیخ حسین مجذوب بھی ایک ہی آنکھ سے ہی دیکھتے تھے جب صبح اٹھی تو شیخ کے پاس آئی۔ آپ نے کہا میں نے مرغی چھینی تھی۔ اگر تو نے مولد نہ کیا تو بچہ چھین لوں گا۔

اپنی موت کا سبب اور وقت بتا دیا

آپ اپنے سسرال میں سے کسی کے پاس تشریف لے گئے اور اسے فرمانے لگے: میری موت ایک فقیر کے ہاتھوں واقع ہونی ہے جو باب زویلہ پر موجود ہے۔ لہٰذا تم میرے لئے گدھی لاؤ تاکہ مجھے اس پر سوار کر دو۔ اس سسرالی رشتہ دار نے آپ کو اور ایک گدھی کو ساتھ لیا۔ شیخ بالکل صحیح حالت میں اپنے پاؤں پر چلتے جا رہے تھے کسی قسم کی کوئی بیماری ان میں نہ تھی۔

باب الفتوح سے چل کر باب زویلہ تک آئے تو وہاں ایک فقیر زمین پر بیٹھا دیکھا جو لوگوں سے روٹی مانگ رہا تھا۔ فقیر اٹھا اور اس نے شیخ کو اس زور سے ہاتھ مارا کہ ہتھیلی اور انگلیاں شیخ کے پہلو میں دھنس گئیں اور شیخ گر پڑے۔ اس نے انہیں گدھی پر سوار کیا تو شیخ نے کہا: اب مجھے واپس لے چلو۔ واپسی کے دوران انتقال کر گئے۔ بقول مناوی یہ واقعہ ۹۲۰ھ کے لگ بھگ کا ہے۔

حضرت حسین بن احمد قسم رحمۃ اللہ علیہ

علمائے عارفین میں سے ایک ممتاز شخصیت تھے اور برگزیدہ ثابت قدم شیخ تھے۔ ہمارے سردار آل باعلوی میں سے تھے۔

پست آواز بھی سن لی اور پل بھر میں آ بھی گئے

آپ کی بہت سی کرامات بیان کی گئی ہیں ان میں ایک وہ ہے جسے ان کے بھائی شیخ عبداللہ بن شیخ عیدروس نے ''النور السافر'' میں بیان کیا ہے کہتے ہیں کہ میرے والد صاحب نے ان کی طرف بھیجا لیکن وہ اس وقت گھر میں نہیں تھے آپ کی بیوی نے آپ کو نہایت پست آواز سے بلایا۔ آپ اس وقت مسجد میں تشریف فرما تھے۔ ہم نے سوچا کہ مسجد سے جتنی دیر میں آدمی یہاں پہنچتا ہے اتنی دیر انہیں بھی لگ جائے گی۔ کیونکہ ان کے اور مسجد کے درمیان کافی فاصلہ تھا۔ لیکن بلانے کے ساتھ ہی ہم نے دیکھا کہ آپ ہمارے پاس کھڑے ہیں اور پوچھا تم نے مجھے کیوں آواز دی؟ گھر والوں نے وجہ بتائی۔ آپ قسم شہر میں قیام پذیر رہے۔ ''صاحب المشرع الروی'' کے بقول آپ نے اسی شہر میں انتقال فرمایا۔ یہ ۹۵۰ھ کا واقعہ ہے۔

حضرت حسین مطوعی رحمۃ اللہ علیہ

آپ مجذوب ولی تھے۔ شروع میں آپ جامع الحاکم میں مقیم رہے پھر وہاں سے چلے گئے اور غیط لعدہ کے قریب محل میں مستقل رہائش اختیار کی۔

ولی کو دور کی خبر ہوتی ہے

آپ کی ایک کرامت یہ ہے کہ جسے شیخ علامہ سلیمان بابلی رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے بتائی کہ وہ منشیہ گئے وہاں کے باشندوں میں سے کسی نے ان کی طرف کوئی توجہ نہ کی۔ اسی طرح کافی عرصہ وہاں قیام رہا۔ ایک دن اسی شہر کی ایک مسجد جامع البحری میں بیٹھے ہوئے تھے اور دل میں یہ بات بیٹھ چکی تھی کہ میں جناب حسین مطوعی کے ارادتمندوں اور معتقدوں میں سے کیسے ہوسکتا ہوں حالانکہ لوگوں میں میرا جو مقام و مرتبہ ہے وہ سب کو معلوم ہے اور میری ضرورت بھی پوری نہیں ہوئی۔

بیان کرتے ہیں کہ آج کا دن ابھی گزرنے بھی نہ پایا تھا کہ شہر کے امیر نے ان کے لئے گھوڑا روانہ کیا۔ وہ اس پر سوار ہو کر امیر کے پاس گئے اور ملاقات ہوئی۔ امیر نے ان کی ضرورت بھی پوری کر دی اور عذر بھی پیش کیا۔ گویا وہ شہر میں ابھی داخل ہوئے ہوں۔ جب وہ مصر واپس آئے تو حسین مطوعی کی زیارت کے لئے گئے تو انہوں نے ان سے کہا تو کیا چاہتا ہے؟ گھوڑے پر تو سوار ہوا اور شہر کے قریب آبادی کا خراج وصول کیا۔ یہ مناوی نے بیان کیا۔

حضرت حسین بن محمد المعروف ابن فرفره دمشقی رحمۃ اللہ علیہ

آپ ایک صالح مجذوب تھے اور صاحب کشف تھے۔ محبی کہتے ہیں کہ آپ شروع میں شامی فوج کے ایک عام سپاہی تھے۔ ایک مرتبہ ان کی تقرری دمشق میں قاضی القضاۃ کے دروازے پر لگی۔ اور ان کو ایسے افراد کے بلانے کے لئے بھیجی جا تا تھا جن کی کسی مقدمہ میں حاضری مطلوب ہوتی۔

ایک مرتبہ اتفاق سے عین ترما بستی میں بھیجنے کے لئے ان کو متعین کیا گیا۔ متعین کرنے والے بعض سرکاری آدمی تھے۔ یہ بستی دمشق کے قرب و جوار کی ایک بستی تھی تا کہ وہاں کے ایک شخص کو لا کر عدالت میں پیش کریں چنانچہ آپ بستی کی طرف روانہ ہو گئے اور اس کے قریب پہنچ گئے اور اس بستی کی حد بندی میں کچھ عرصہ گھومتے رہے اور اس دوران ان میں سے کئی انہونی باتیں دیکھنے میں آئیں پھر ان کی حالت سنبھل گئی۔

شہر چھڑوا دیا

حضرت علامہ عبدالرحمٰن عمادی مفتی دمشق رحمۃ اللہ علیہ سے ایک باوثوق اور معتبر شخص نے یہ واقعہ بیان کیا کہ جب شیخ یوسف بن ابی الفتح رحمۃ اللہ علیہ سلطان عثمان کی وفات کے بعد دمشق تشریف لائے اور دمشق کے سردار بن گئے۔ مجھے ان کی طرف سے بعض ناپسندیدہ باتوں کی خبر ملی۔ میں نے اس کا ذکر سید محمد بن علی المعروف منیر سے کیا۔ جناب منیر عمر رسیدہ صالحین میں سے تھے۔ مجھے فرمانے لگے، یہ معاملہ حسین بن فرفره کا ہے۔ تم اسے جا کر بتاؤ۔ پھر یہ شکایت ابن فرفره سے کی گئی حسین بن محمد فرفره دو دن بعد جامع اموی میں میرے مذکور درس میں تشریف لائے اور فتحی (شیخ یوسف بن ابی الفتح) قاضی عیاض کی ''الشفا'' کا درس دے رہا تھا۔ ان کے ساتھ شراب یا جامع کے کوزا کرکٹ سے دودھ کا برتن بھرا ہوا تھا۔ جناب ابن فرفره اندر آئے اور دوران درس برتن سے شراب یا دودھ کو انڈیل دیا اور باہر نکل گئے۔

ایک مہینہ کے بعد سرکاری پروانہ لے کر قاصد آیا جو سلطان مراد کی امامت کیلئے انہیں بلانے آیا تھا۔ سلطان مراد کا پہلا امام المعروف ''منلا اولیاء'' روان شہر میں انتقال کر گیا تھا۔ شاہی خادموں میں سے کسی نے ابن ابی الفتح کا نام لیا اور یہ اس وقت بادشاہ کے امام تھے تو انہیں دمشق سے مکمل احترام کے ساتھ لایا گیا۔ اس کے بعد عمادی (مفتی دمشق) مذکور نے شیخ منیر سے کہا فتحی چلا گیا۔ لیکن اس کا رعب و داب ختم نہیں ہوا تو انہوں نے کہا مقصد یہ تھا کہ اسے اس شہر سے بہر صورت چلے جانا چاہئے اس کی ان مقدس شہروں سے دوری ہمیشہ کے لئے ہے اور پھر ہوا بھی ایسے ہی۔ کیونکہ فتحی اس کے بعد دمشق نہ آیا اور روم میں فوت ہوا۔

ولی نے کہا چپ ہو جا تو چھ سال تک زبان بند رہی

جناب ابن فرفره دمشقی رحمۃ اللہ علیہ سے بہت سی کرامات کا صدور ہوا۔ ان میں سے ایک مشہور کرامت یہ ہے کہ آپ مفتی شافعیہ جناب غزی کے حلقہ درس میں تشریف لائے جو شام کے اپنے دور میں محدث علی الاطلاق تھے۔ مفتی صاحب موصوف

جامع بنی امیہ میں قبۃ النسر کے نیچے صحیح البخاری کی درس و تدریس فرما رہے تھے۔ دوران درس انہوں (ابن فرفرہ دمشقی) نے ایسی گفتگو کرنی شروع کر دی جو بے تکی تھی اور مقصود کے بارے غیر متعلق سوالات کرنے شروع کر دیئے۔ اس پر مفتی نجم صاحب نے کہا خاموش ہو جاؤ۔ آپ نے مفتی صاحب سے کہا بلکہ تم چپ ہو جاؤ۔ یہ کہہ کر حلقہ درس سے غصہ کی حالت میں اٹھے اور چلے گئے۔ اتفاقاً مفتی نجم صاحب چند دنوں بعد بیمار پڑ گئے اور فالج نے ان پر حملہ کر دیا۔ جس نے انہیں بولنے سے محروم کر دیا۔ چھ سال درس میں آتے رہے اور بالکل خاموش رہے پھر شیخ ابن فرفرہ رحمۃ اللہ علیہ کے دل کو خوش کیا تو اس کے بعد ان کی زبان نے بولنا شروع کر دیا۔ اس کے بعد مفتی نجم صاحب شیخ موصوف جناب حسین کے ہاتھوں کو چومتے تھے اور اپنا عذر پیش کیا کرتے تھے اور ان سے دلی محبت کرتے تھے۔

مختصر یہ کہ ابن فرفرہ رحمۃ اللہ علیہ صاحب دل اور صاحب حال تھے وہ اپنی حالت پر بدستور قائم و دائم رہے۔ کسی بھی طور ان میں تغیر و تبدل نہ ہوا۔ حتیٰ کہ آپ حج کرنے تشریف لے گئے اور راستہ میں اللہ تعالیٰ کو پیارے ہو گئے۔ آپ کو تبوک کے مقام پر دفن کیا گیا اور ان کی قبر جانی پہچانی اور حجاج کرام کی زیارت گاہ ہے اور اس سے برکت حاصل کرتے تھے۔ بقول محبی ان کی وفات ۱۰۶۷ھ میں ہوئی۔

حضرت حسین حموی رحمۃ اللہ علیہ

آپ دمشق میں رہائش پذیر ہوئے۔ ولی، صالح اور صاحب خشوع و خضوع تھے اور کشف و کرامات والے تھے۔

دودھ کے برتن میں سانپ کا بچہ

آپ کی ایک کرامت یہ بیان کی گئی ہے کہ آپ نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ دودھ سے بھرا ہوا ایک برتن اٹھائے ہوئے ہے۔ آپ نے اسے آواز دی پھر اس سے دودھ کا برتن لے کر کتوں کے سامنے بہا دیا۔ اس شخص نے دیکھا تو اچانک اسے اس میں سانپ کا بچہ نظر آیا۔

چھپے چور کو ڈھونڈ کر باہر نکال دیا

ایک چور کسی گھر میں جا گھسا جس میں مستورات کے سوا اس وقت کوئی (مرد) نہ تھا اور انہیں چور کے اندر آنے کا پتہ نہ چلا۔ شیخ موصوف اس گھر گئے اور دروازہ کھٹکھٹایا۔ عورتوں نے دروازہ کھولا تو آپ اندر چلے گئے۔ عورتوں نے آپ کو روکنے کی کوشش کی اور آپ سے کہا یا شیخ حسین! ہم گھر میں صرف عورتیں ہیں۔ کوئی مرد گھر میں نہیں (لہٰذا آپ تشریف لے جائیں) آپ نے انہیں کوئی جواب نہ دیا۔ حتیٰ کہ آپ اس جگہ پہنچے جہاں چور چھپا بیٹھا تھا۔ آپ نے اسے کہا باہر نکل۔ وہ نکلا اور آپ اس کے پیچھے پیچھے چل پڑے۔

ایک چوغہ پر ایک سال کی حکومت

ایک کرامت یہ تھی کہ آل عثمان کے وزیروں میں سے ایک وزیر کو دمشق کی حکومت سپرد کی گئی۔ جب اس نے اپنا

منصب سنبھالا اور دمشق میں کچھ دن بسر کیے تو اسے شیخ حسین حموی کے بارے میں لوگوں نے بتایا کہ آپ بہت بڑے بزرگ ہیں۔ اس نے اپنے معاونین میں سے ایک کو چھ جبے دے کر شیخ موصوف کے پاس بھیجا۔ جب وہ ان کے پاس آیا۔ ان کے ہاتھوں کو چوما اور کہنے لگا آپ کے لئے یہ فلاں وزیر صاحب نے بھیجے ہیں اور انہوں نے آپ سے دعا کی درخواست کی ہے۔ میں ان کی طرف سے آپ کے ہاتھوں کو بوسہ بھی دے چکا ہوں ان جبوں کو آپ زیب تن فرمائیں۔

شیخ موصوف نے جواباً فرمایا میں اس کی طرف سے کچھ بھی قبول نہیں کروں گا۔ یہ کہتے ہوئے شیخ نے ماتھے پر تیوڑی چڑھائی۔ وہ شخص آپ کے سامنے گر پڑا اور عرض کرنے لگا۔ میں انہیں وزیر صاحب کے خوف سے واپس لینے کی ہمت نہیں کر سکتا اور نہ ہی انہیں جا کر واپس دینے کی ہمت مجھ میں پڑتی ہے۔ بالآخر شیخ نے وہ جبے قبول فرما لئے اور فرمایا: ہم نے اسے دمشق کا منصب ولایت چھ سال کے لئے دے دیا ہے۔ ہر جبہ کے بدلے ایک سال کی حکومت اسے دی جاتی ہے۔ آپ نے جیسے فرمایا ویسے ہی ہوا۔

تمام سیلاب ولی نے پی کر پاؤں سے نکالا

ایک کرامت جسے فاضل عبدالرحمن مہنداری نے بیان کی۔ فاضل موصوف حضرت علامہ احمد مہنداری حنبی کے صاحبزادے ہیں جو دمشق میں مفتی تھے۔ فاضل عبدالرحمن مذکور کو شیخ سے بہت زیادہ عقیدت تھی۔ ان کی بکثرت آمد و رفت شیخ کے ہاں رہتی تھی۔ بیان کرتے ہیں:

میں جب اپنی حویلی کے قریب واقع کھلی جگہ منتقل ہوا۔ وہاں ایک رات میں نے خواب دیکھا کہ لوگ صالحیہ کی طرف بھاگ رہے ہیں اور کہتے جاتے ہیں کہ پانی کے بڑے سیلاب کی وجہ سے شام ڈوب گیا۔ میں بھی ان کے ساتھ ہو لیا اور ہم سب قاسیون پہاڑ پر چڑھ گئے۔ پس اچانک نظر آیا کہ شام واقعی ڈوب رہا ہے جیسا کہ لوگ کہہ رہے تھے اور پانی پہاڑ پر چڑھ رہا ہے۔ ہم اس سے بھاگ رہے تھے اور موت ہمارے سامنے نظر آ رہی تھی۔ ہم اس سخت پریشانی اور بہت بڑے صدمہ میں تھے کہ اچانک شیخ حسن مذکور کو دیکھا کہ آپ تشریف لائے اور صفوں کو پھاڑا اور گھٹنوں پر بیٹھ گئے اور سیلاب کا پانی پینا شروع کر دیا۔ میں نے دیکھا کہ پانی تھوڑا سا کم ہو گیا ہے۔ آپ نے پھر پینا شروع کر دیا اور پانی آہستہ آہستہ اترنے لگا۔ پانی جدھر جاتا آپ اس کے پیچھے جاتے۔

فاضل عبدالرحمن کہتے ہیں کہ مجھے یقین آ گیا کہ شیخ موصوف نے شامیوں پر اترنے والی بہت بڑی مصیبت اپنے اوپر ڈال لی ہے۔ اس کے بعد شیخ موصوف کو ملنے گیا تو دیکھا کہ آپ کا پیٹ بھرا ہوا ہے اور پاؤں پر ورم ہے جیسا کہ پل ہے میں نے پوچھا یہ کیا ہوا ہے؟ کہنے لگے: تیری ماں اور تیرے باپ کا خدا بھلا کرے۔ یہ وہ پانی ہے جو میں نے پی لیا تھا۔ میرے پاؤں میں منتقل ہو گیا ہے۔ اس کے بعد نماز پڑھنے چلا گیا اور جب واپس آیا تو دیکھتا ہوں کہ آپ کے پاؤں کے نیچے سے پانی بہہ رہا ہے اور اس میدان کے دروازے کی طرف پھیل گیا جہاں میں رہائش پذیر تھا۔ وہاں سے پانی نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ اسی وقت مجھے چین آ گیا۔ اور آرام و راحت مل گئی۔ شیخ موصوف کی اور بہت سی کرامات مشہور ہیں۔ دمشق میں ۱۱۰۶ھ

میں انتقال فرمایا "مرج الدحداح" کے قبرستان میں دفن کئے گئے اور ان کی نماز جنازہ استاد عارف باللہ سیدی عبدالغنی نابلسی رحمۃ اللہ علیہ نے پڑھائی۔ یہ مرادی نے "سلک الدرر" میں بیان کیا۔

حضرت شیخ حسین دجانی رحمۃ اللہ علیہ

آپ یافا کے مفتی تھے اور عارف باللہ، شیخ طریقت، حقیقت شریعت، بہت بڑے ولی، مشہور صاحب کرامات اور مناقب تھے۔ آپ میرے شیخ الشیخ عبدالقادر بن رباح دجانی رحمۃ اللہ علیہ کے شیخ تھے اور ان کے چچازاد بھائی بھی تھے۔ اللہ تعالیٰ دونوں پر اپنی رحمتیں نازل فرمائے اور ان کی برکات سے ہمیں نفع بخشے۔

ہاتف کی آواز آئی کہ ایک ولی سے ملاقات کرو

جناب حسین دجانی رحمۃ اللہ علیہ کی کرامات میں سے ایک یہ ہے جسے ان کے صاحبزادے عالم، فاضل، مفتی کامل شیخ محمد ابو اسعادات نے مجھے بیان کی جو اس وقت شام میں دمشق شہر میں مقیم تھے، بتایا کہ میری والدہ سیدہ مریم بنت سید سعید بزری رحمۃ اللہ علیہ مفتی صید الحسنیہ نے بتایا کہ ان کے والد نے جب مجھ سے شادی کر لی تو ایک دن میرے ہاں یافا میں سو رہے تھے۔ نماز فجر کے بعد انہوں نے مجھے بتایا کہ میں نے ہاتف کی آواز سنی۔ وہ کہہ رہا تھا: یا حسین! اٹھو اور اولیاء اللہ میں سے ایک ولی کی ملاقات کرنے چلو۔ ہمیں وہ حکم دے گا کہ کھانا وغیرہ تیار کرو اور بیٹھنے کے لئے کمرہ تیار کرو۔ ہم ان کے حکم کے مطابق اپنے کام میں مشغول ہو گئے اور خود ولی اللہ کی ملاقات کے لئے نکل پڑے۔ لیکن جانتے نہ تھے کہ وہ ولی کون ہے۔ راستہ میں جب کوئی شخص ملتا اور ان سے پوچھتا: حضرت! کدھر جا رہے ہیں؟ تو فرماتے کہ میں ایک ولی اللہ کی ملاقات کو جا رہا ہوں۔

آپ لگاتار چلتے رہے۔ یافا سے شمال کی طرف دریا کے کنارے کنارے چلتے جا رہے ہیں۔ راستہ میں ایک شاگرد شیخ سعید غبرا سے ملاقات ہوئی جو دمشق (شام) کے علماء میں سے تھے آپ تیز تیز چل رہے تھے۔ اس شاگرد نے آپ کو خبر دی کہ سید امیر عبدالقادر جزائری ابھی آپ سے ملاقات کے لئے آ رہے ہیں اور آپ کے ہاں مہمان بنیں گے۔ میں جلدی اس لئے آیا تا کہ آپ کو ان کی آمد کی خبر دوں اور آپ ان کی مہمان نوازی کے لئے تیاری فرمائیں۔

یہ سن کر شیخ حسین نے اپنا سفر جاری رکھا۔ یہاں تک کہ جناب امیر عبدالقادر سے ملاقات ہوگئی۔ آپ ان کے ساتھ ان کے گھر واپس آئے اور ان کے ساتھ شام کے نامی گرامی حضرات کی ایک جماعت بھی تھی۔ ان میں سے ایک عالم، فاضل، شیخ سید اسطوانی رحمۃ اللہ علیہ بھی تھے۔ یہ واقعہ ۱۲۷۳ھ کا ہے۔ پھر انہوں نے ان کے ساتھ ان تمام ساتھیوں کو بھیجا کہ جاؤ اور بیت المقدس اور دیگر مقامات مقدسہ کی زیارت کراؤ۔ پھر یہ حضرات نابلس کے راستہ شام واپس آئے۔ شیخ کے مذکور صاحبزادے نے مزید فرمایا۔ میں نے والدہ محترمہ سے اسی قسم کا ایک اور واقعہ بھی سنا کہ ہاتف نے آواز دی، ولی اللہ کی ملاقات کرنے نکلو۔ وہ ولی اللہ استاد شیخ محمود رافعی طرابلسی رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ آپ ان کی ملاقات کے لئے گھر سے نکل پڑے۔ آپ کو اپنے گھر لے آئے اور پورے احترام واکرام سے پیش آئے۔

عزیز واقارب کی سفر پر روانگی کی اطلاع

آپ کے مذکورہ فرزند نے ہی بیان کیا کہ میرے والد گرامی کی کرامات میں سے ایک کرامت یہ بھی تھی کہ ان کے یار دوستوں میں سے کسی کو دریائی یا خشکی سفر درپیش ہوتا آپ کی طرف سے دو آدمی اس کے پاس جاتے اور ان سے کہتے کہ تم رک جاؤ۔ حالانکہ ان کے دوستوں یاروں کو ان کی کوئی اطلاع نہ ہوتی۔ وہ رو کے رکھتے حتیٰ کہ آپ انہیں جا کر ملتے۔ ایسا کئی مرتبہ ہوا اور میں نے خود بھی اس کا مشاہدہ کیا اور آپ کے شاگردوں میں سے کثیر شاگردوں نے مجھ سے ایسے بہت سے واقعات بیان کئے جو انہوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھے ہوتے۔

شیخ حسین دجانی رحمۃ اللہ علیہ نے جامع ازہر میں بہت سے علمائے کرام سے علم حاصل کیا۔ ان میں سے ہی شیخ الاسلام، ہمارے مشائخ کے شیخ الشیخ ابراہیم باجوری شافعی رحمۃ اللہ علیہ بھی ہیں اور حنفی علما میں سے علامہ سید محمد بن حسین کتبی رحمۃ اللہ علیہ ہیں جو فقہ حنفی کے بیت اللہ الحرام میں مفتی تھے اور ولی کبیر شیخ محمد جسر طرابلسی کے شیخ تھے۔ شیخ حسین دجانی امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب کی تقلید کیا کرتے تھے اور فتویٰ دونوں مذاہب (حنفی، شافعی) کے مطابق دیا کرتے تھے۔ سید شریف حسینی جو سید بدری اولاد میں سے تھے اور بلاد القدس میں وادیٔ نسور میں مدفون ہیں اور ان کے اجداد کے اکابر میں سے ایک عارف ربانی سید احمد دجانی رحمۃ اللہ علیہ ہیں جو بیت القدس میں مدفون ہیں حضرت داؤد علیہ السلام کے خدمت گزار ہیں۔ شیخ حسین دجانی نے طریقہ خلوتیہ (تنہائی میں رہ کر اللہ تعالیٰ سے لو لگانا) جامع ازہر میں اپنے شیخ استاذ، مشہور ولی، بہت بڑے عارف شیخ احمد صاوی رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کیا۔ پھر علامہ صاوی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ شیخ محمد فتح اللہ یافا تشریف لائے۔ یہ ۱۲۴۰ھ کی بات ہے تاکہ بیت المقدس کی زیارت کریں۔ تو انہوں نے شیخ دجانی کو خلافت اور بیعت کرنے کی اجازت دی۔ جیسا کہ انہیں (خلیفہ شیخ فتح اللہ) خود ابوالارشاد شیخ صاوی رحمۃ اللہ علیہ نے اجازت دی تھی اور طریقت کے تمام مشائخ کرام سے کسب فیض کیا۔ ان کی مختلف علوم میں بہت سی تصانیف ہیں۔ پھر لوگوں کو عام نفع پہنچانے کے لئے سفر حج اختیار کیا اور بیت اللہ الحرام کی ہمسائیگی میں انتقال فرمایا اور سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے قریب دفن کئے گئے یہ ۱۲۷۴ھ کا واقعہ ہے۔

حضرت شیخ حدیدوا رحمۃ اللہ علیہ

آپ کبھی حیفا میں اور کبھی عکا میں قیام فرماتے تھے۔ ۱۳۰۷ھ میں میں حیفا میں ان سے ملا۔ آپ بہت بڑے صاحب حال بزرگ تھے۔ اصل وطن آپ کا خراسان تھا۔ آپ سے لوگوں نے بہت سی کرامات دیکھیں۔

شہر سے ایسا نکالا کہ واپس نہ آیا

ایک جاہل، احمق آدمی نے آپ کے منہ پر اپنے ہاتھ سے شدید ضرب ماری۔ چوٹ اتنی سخت تھی کہ آپ کے دانت گر گئے۔ آپ نے اسے فرمایا۔ چلا جا۔ وہ آپ کو ڈراتا دھمکاتا رہا۔ پھر چلا گیا اور حیفا کی کسی بستی کی طرف کوچ کر گیا۔ وہ وہیں کا آدمی تھا۔ حیفا واپس آنا نصیب نہ ہوا اور بری موت مرگیا۔ یہ واقعہ مجھے حیفا کے خطیب شیخ عبدالواحد آفندی نے سنایا۔ آپ

ئ اس کے علاوہ اور بھی بہت سی کرامات تھیں۔ آپ نے انتقال فرمایا۔ مجھے ان کی تاریخ وفات نہ مل سکی اور نہ اس کا علم ہو سکا کہ کس شہر میں مدفون ہیں۔

حضرت حریفیش رحمۃ اللہ علیہ

آپ سلیمان اشیطی کے شیخ ہیں ایک دن ان کے پاس شیخ اشیطی گئے۔ اپنی آستین میں منطق کی مشہور کتاب ''الشمسیہ فی المنطق'' لے رکھی تھی اور آپ سے علم منطق کے بارے میں مشورہ طلب کرنا چاہتے تھے۔ جب انہیں دیکھا تو شیخ حریفیش نے فوراً کہا اللہ تعالیٰ نے ہم پر احسان فرمایا کہ اس نے ہمیں کتاب عزیز (قرآن کریم) فقہ،نحو اور اصول فقہ ایسے علوم وکتب عطا فرمائیں۔ ہمیں ان کے ہوتے ہوئے منطق سے کیا کام؟ آپ نے یہ بات تکرار سے کہی۔ چنانچہ شیخ اشیطی واپس آ گئے اور اسے آپ کی کرامت شمار کیا۔ مناوی نے یہ کہا ہے اور میں (علامہ نبہانی) نہیں جانتا کہ کیا آپ وہی شیخ حریفیش ہیں جو ''الروض الفائق فی المواعظ والرقائق'' نامی کتاب کے مصنف ہوئے یا کوئی دوسرے اسی نام کے بزرگ ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی ان پر رحمتیں نازل ہوں۔

حضرت شیخ حفنی اور حکیم ترمذی کا تذکرہ محمد نامی حضرات میں گزر چکا ہے۔

ان حضرات میں ان کا ذکر ہو چکا ہے جن کے نام محمد سے شروع ہوتے ہیں۔

حضرت حکیم رحمۃ اللہ علیہ

آپ شیخ احمد یسوی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ ہیں جو شیخ یوسف ہمدانی نقشبندی کے خلیفہ ہیں۔ گندمی رنگ والے تھے۔ ایک دن ان کی بیوی عنبرا تا نے دل میں کہا اگر یہ سیاہی مائل رنگ والے نہ ہوتے تو بہت اچھا ہوتا۔ آپ کو اس بات کا کشف ہو گیا۔ آپ نے اپنی بیوی سے فرمایا: بہت جلد تو اس سے بھی زیادہ کالا دیکھے گی۔ جب جناب حکیم کا انتقال ہو گیا تو خلیفہ زنگی آتا نے اس سے شادی کر لی۔ لفظ آتا کے ترکی زبان میں معنی والد ہیں۔ یہ خانی نے کہا۔

حضرت حماد بن سلمہ رحمۃ اللہ علیہ

''نسمات الاسحار'' میں شیخ ملوان رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ جناب حماد بن سلمہ رحمۃ اللہ علیہ ابدال وقت تھے اور مردان خدا کے سرخیل تھے۔ زہد اور عبادت میں عظیم شخصیت تھے۔ نیکیوں کے حصول اور معرفت الٰہیہ میں ترقی کے حصول کے لئے دنیا سے مکمل طور پر علیحدگی اختیار کئے ہوئے تھے۔

کثیر مال کو قبول نہ کیا

جناب حماد بن سلمہ رحمۃ اللہ علیہ کے شیخ، محمد بازی کردی حموی شافعی متوفی ۹۲۵ھ نے اپنی تصنیف ''غایۃ المرام'' میں جناب مقاتل بن صالح خراسانی سے نقل کرتے ہوئے ایک دفعہ درج کیا۔ کہا کہ میں ایک مرتبہ جناب حماد بن سلمہ کے گھر حاضر ہوا تو دیکھا کہ ان کے گھر میں ایک تخت پڑا ہے جس پر وہ بیٹھے ہوئے تھے اور قرآن کریم کی تلاوت کر رہے تھے۔ ایک چمڑے کا

برتن ہے کہ جس میں ان کی علمی تحریرات ہیں۔ ایک وضو کرنے کے لئے لوٹا ہے۔ میں آپ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ اچانک دروازہ کھٹکا۔ آپ نے فرمایا:

بیٹی! ذرا دیکھو کون ہے؟ اس نے کہا: محمد بن سلیمان کا قاصد ہے۔ فرمایا: اسے کہو۔ اکیلا اندر آجائے۔ وہ اندر آیا اور ایک رقعہ دیا۔ جس پر تحریر تھا: بسم الله من محمد بن سلیمان إلی حماد۔ اللہ کے نام سے یہ تحریر محمد بن سلیمان کی طرف سے حماد بن سلمہ کو لکھی گئی۔ امابعد! اللہ تعالیٰ آپ کو وہ قرب عطا فرمائے جو اس نے اپنے ولیوں کو عطا فرمایا۔ ایک مسئلہ درپیش ہے آپ تشریف لائیے تاکہ ہم اس کے بارے میں آپ سے کچھ معلومات حاصل کر سکیں۔ آپ نے بیٹی سے فرمایا: بیٹی دوات لاؤ۔ پھر آپ نے وہی رقعہ الٹایا اور اس کی دوسری طرف لکھا: امابعد! تمہیں بھی اللہ تعالیٰ ایسا قرب عطا فرمائے جو اس نے اپنے ولیوں کو عطا فرمایا۔ ہم نے بہت سے علمائے کرام کی زیارت کی اور دیکھا کہ وہ کسی کے ہاں نہیں جایا کرتے۔ اگر آپ کو کوئی مسئلہ درپیش ہے تو آپ تشریف لائیے۔ پھر ہم سے جو پوچھنا ہے پوچھئے۔ اگر آنا چاہیں تو تنہا آنا۔ نہ آپ کے ساتھ گھوڑ سوار ہوں اور نہ کوئی پیدل ساتھ ہو۔

ہم بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں محمد بن سلیمان اکیلا آ گیا۔ اندر آیا اور سلام کیا اور جناب حماد بن سلمہ کے سامنے بیٹھ گیا اور کہنے لگا میں نہیں جان سکا کہ اس کی کیا وجہ ہے کہ جب بھی میں آپ کی طرف دیکھتا ہوں تو مرعوب ہو جاتا ہوں جناب حماد بن سلمہ نے فرمایا: میں نے جناب ثابت کو یہ کہتے سنا ہے کہ میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا فرمایا کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا: ''عالم جب اپنے علم سے اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی کا طالب ہوتا ہے تو اس سے ہر چیز ہیبت کھاتی ہے اور جب علم سے یہ ارادہ کرلے کہ میں اس کے ذریعہ مال و دولت کے خزانے حاصل کروں پھر وہ ہر چیز سے ڈرتا ہے'' پھر محمد بن سلیمان نے پوچھا اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے! آپ اس بارے میں کیا فرماتے ہیں کہ ایک شخص کے دو بیٹے ہیں اور وہ دونوں میں سے ایک سے بہت خوش ہے۔ اس نے ارادہ کیا ہے کہ اپنی زندگی میں ہی اسے اپنی کل جائیداد کے دو تہائی حصہ کا مالک بنا دے؟ جناب حماد نے فرمایا: اسے ایسا نہیں کرنا چاہئے۔ کیونکہ میں نے جناب ثابت سے یہ سنا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا کہ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ جب کسی بندے کو اس کے مال کے سبب عذاب دینے کا ارادہ کرتا ہے اسے موت کے وقت ظالمانہ وصیت کرنے کی راہ پر لگا دیتا ہے۔'' یہ سن کر محمد بن سلیمان نے کہا کہ اس کی آپ کو ضرورت ہے۔ فرمایا: ٹھیک ہے جب کہ اس سے دین میں احسان جتلانے کا دخل نہ ہو۔ محمد سلیمان نے کہا چالیس ہزار درہم آپ لے لیں اور اپنی حالت کو سنوارنے اور سنبھالنے کے لئے انہیں صرف فرمائیں۔ فرمایا: مجھے اس کی کوئی ضرورت نہیں مجھ سے انہیں دور رکھیں، اللہ تعالیٰ تم سے تمہارے بوجھ دور کردے۔ محمد بن سلیمان نے پھر پوچھا کہ اس کے علاوہ اور کسی چیز کی فرمائش کریں۔ آپ نے فرمایا: دے دو لیکن دین میں احسان جتلانے کا اس میں دخل نہیں ہونا چاہئے۔ کہنے لگا: آپ چالیس ہزار درہم لے لیں اور خود استعمال نہ فرمانا بلکہ انہیں تقسیم فرما دیں۔ آپ نے فرمایا: میں انہیں لوگوں میں بانٹ دوں اور تقسیم میں عدل و انصاف کو بروئے کار

جاؤں۔ لیکن ہو سکتا ہے کہ کوئی ایسا شخص جسے ان میں سے ایک درہم بھی نہ ملا وہ کہتا پھرے کہ حماد بن سلمہ نے تقسیم کرتے وقت عدل وانصاف نہیں کیا اور وہ اس گفتگو سے گنہگار ہو جائے۔ جاؤ یہ رقم مجھ سے دور کرو۔ اللہ تعالیٰ تم سے تمہاری مشکلات اور بوجھ دور فرمائے۔

حضرت حماد بن مسلم دیاس رحمۃ اللہ علیہ

آپ عارف کامل اور شیخ وقت تھے اور بغداد کے مشائخ کرام میں عظیم المرتبہ شخصیت تھے۔ حضرت شیخ نجیب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے، آپ نے فرمایا: مشائخ بغداد میں جن حضرات سے میری ملاقات ہوئی، جناب حماد بن مسلم رحمۃ اللہ علیہ ان میں سے جلیل القدر شیخ تھے۔ ان کے مٹھائی والے کمرے یا باورچی خانہ میں مکھی اور بھڑ داخل نہیں ہوتی تھی۔

ولی کی بات نہ ماننے پر برص ہو گیا

خلیفہ مسترشد کا ایک غلام ان کی زیارت کے لئے آیا جایا کرتا تھا۔ آپ نے ایک دن اسے فرمایا: میں تیری قسمت میں اللہ تعالیٰ کا قرب دیکھ رہا ہوں جو بہت بلند ہے لہٰذا تو دنیا کو ترک کر دے اور اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو جا۔ اس نے آپ کی بات قبول نہ کی۔ خلیفہ کے ہاں اس کا اعلیٰ مقام ومرتبہ تھا۔ ایک دن یہ غلام آپ کے ہاں آیا۔ اتفاق سے میں (علامہ نبہانی) بھی موجود تھا۔ جناب حماد بن مسلم نے اسے پھر وہ بات ارشاد فرمائی۔ اس نے شیخ کی بات سے موافقت کرنے سے پھر انکار کر دیا۔ اس پر شیخ بولے، بے شک اللہ تعالیٰ نے مجھے تیرے بارے میں حاکم مقرر کر دیا ہے تاکہ میں جو چاہوں اس طرف تجھے کھینچ کر لے جاؤں۔ میں برص کو حکم دیتا ہوں کہ وہ تجھے مکمل طور پر ڈھانپ لے۔

جناب نجیب اللہ سہروردی فرماتے ہیں خدا کی قسم! شیخ موصوف کی ابھی بات مکمل نہ ہونے پائی تھی کہ اس غلام کے تمام بدن پر برص پھیل گیا۔ غلام اٹھا اور خلیفہ کے پاس چلا گیا خلیفہ نے بہت سے نامی گرامی طبیب بلوائے۔ ان سب نے بالاتفاق یہ فیصلہ کیا کہ اس مرض کی کوئی دوا نہیں۔ اس پر حکومت کے بعض مخصوص اور اہم اراکین نے اشارہ کیا کہ اسے شاہی محل سے نکال دیا جائے۔ چنانچہ اسے نکال دیا گیا۔ یہ سیدھا شیخ موصوف کے پاس آیا اور ان سے اپنی بدحالی کی شکایت کی اور اقرار کیا جو آپ فرمائیں گے میں اسی طرح عمل بجالاؤں گا۔ آپ اٹھے اور اس کا قمیص اتارا جو اس کے جسم سے چپکا ہوا تھا اور کہا: ''اذهب أيها البرص من حيث جئت'' (اے برص! جہاں سے تو آیا وہیں چلا جا)۔ یہ کہنا ہی تھا کہ غلام کا جسم سفید چاندی کی مانند ہو گیا۔ غلام کے دل میں آیا کہ کل مجھے پھر سے خلیفہ کی خدمت میں چلے جانا چاہئے۔ پھر شیخ حماد نے اس کے چہرے پر زور سے ہاتھ مارا اور اس کی پیشانی پر ایک لکیر پڑ گئی۔ دیکھا تو وہ لکیر برص کی تھی اور شیخ نے فرمایا، یہ لکیر تمہیں خلیفہ کے پاس جانے سے روکے گی اور مرتے دم تک وہ غلام شیخ موصوف کی خدمت میں ہی رہا۔

ولی نے گھوڑے کو حکم دیا کہ اسے دور لے جا

روایت کی گئی کہ شیخ حماد رحمۃ اللہ علیہ کا بغداد کی کسی بستی سے گزر ہوا۔ آپ نے حکومت مستظہریہ کے ایک بڑے امیر کو دیکھا

کہ وہ حالت نشہ میں سوار ہو کر جا رہا ہے۔ آپ نے اسے منع کیا اور اسے روکا۔ اس پر اس امیر نے شیخ موصوف پر حملہ کر کے شکست دینے کی کوشش کی۔ شیخ موصوف نے فرمایا: اے اللہ کے گھوڑے! اسے پکڑ لو۔ یہ کہنا تھا کہ اس کا گھوڑا بجلی کی کوندی طرح پلٹا جو نظر سے بھی زیادہ تیز تھا اسے لے بھاگا۔ یہ معلوم نہ ہو سکا کہ وہ کدھر گیا ہے۔ خلیفہ نے اس کی تلاش میں گھوڑ سوار بھیجے تا کہ اس کے بارے میں پتہ چلایا جا سکے۔ لیکن کسی کو اس کا نشان تک نہ ملا۔ تاج الدین ابوالوفا رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: قسم اس کی عزت کی جس کے لئے عزت ہے، اس کا گھوڑا نہ کسی خشکی پر رکا نہ کسی پانی پر ٹھہرا نہ ہموار زمین پر اور نہ کسی پہاڑ پر اس نے قیام کیا۔ یہاں تک کہ وہ اس امیر کو کوہ قاف کے پیچھے لے گیا۔

شیخ حماد رحمۃ اللہ علیہ شام کی سرزمین کے اصل باشندے تھے۔ وہاں سے بغداد کوچ کر گئے اور وہیں سکونت اختیار فرمائی۔ بیان کیا گیا ہے کہ آپ کا ۵۲۵ھ میں بغداد ہی میں وصال ہوا اور شونیزی مقبرہ میں دفن کئے گئے اور باب الصغیر کے قریب کھلی جگہ میں ایک قبر ہے جو شیخ حماد کی قبر کے نام سے مشہور ہے۔ لیکن مشہور و متواتر یہ ہے کہ آپ کی قبر دمشق میں ہے اور سلف و خلف صالحین سے منقول ہے کہ ان کی قبر شریف کے پاس کی گئی دعا قبول ہوتی ہے۔ "تحفۃ الانام" میں تاج الدین ابوالوفاء نے یہ قول کیا ہے۔

حضرت حمدویہ معلم کا تذکرہ محمد نامی حضرات میں ہو چکا ہے۔

حضرت حمید مکی رحمۃ اللہ علیہ

امام مالک کو خواب میں دکھا دیا

آپ مصر کے رہنے والے اور فقیہ تھے۔ بیان کیا گیا ہے کہ آپ کا ایک مالکی المذہب شخص سے کسی مسئلہ میں مناظرہ ہوا تو آپ کا مقابل کہنے لگا:

اے فقیہ! تم نے خطا کھائی ہے۔ آپ نے اسے جواب دیا۔ امام مالک نے یونہی فرمایا ہے۔ معترض مناظر نے کہا ایسے نہ امام مالک نے کہا اور نہ کسی اور نے۔ پھر جب رات ہوئی تو اس شخص نے اپنے خواب میں امام مالک کو دیکھا۔ وہ فرما رہے تھے: خدا کی قسم! میں نے بھی اور دوسرے حضرات نے بھی یہ بات کہی ہے۔ جب صبح کو وہ بیدار ہوا تو شیخ حمید مکی کے پاس آیا۔ آپ نے اسے آتے دیکھ کر فرمایا: اے بیٹے! ہم نے سچ بولا تھا۔ اس لئے ان حضرات نے ہماری تصدیق کر دی۔ شیخ موصوف خیر و صلاح میں بہت مشہور تھے۔ ان کی قبر عبداللہ محالی شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی قبر کے پاس ہے۔ امام سخاوی نے یہی کہا ہے۔

حضرت حمید جنانی علوانی حموی رحمۃ اللہ علیہ

آپ نے شیخ علوان حموی سے طریقت و معرفت کا درس لیا اور آپ کی بہت سی کرامات ہیں۔

مشکیزے کا تیل جذب ہو جانا

آپ کی ایک کرامت یہ بیان کی گئی ہے کہ آپ ایک مرتبہ حلب کے سرکاری کارندے کے زیر اثر ایک گاؤں میں

تشریف لے گئے۔ وہ بیمار تھا۔ آپ نے سود کی حرمت اور سود لینے والے پر گناہ کے بارے میں گفتگو فرمائی۔ آپ کی اس گفتگو سے ایک تاجر کو غصہ آ گیا۔ اس نے آپ کو مسجد سے باہر نکال دیا۔ پھر وہ شخص گیا تا کہ مشکیزے سے تیل نکال لائے جو اس کے پاس تھا تو اس نے دیکھا کہ تمام تیل جذب ہو چکا ہے۔ آپ دسویں صدی کے پچھلے نصف میں فوت ہوئے۔ مناوی نے ''طبقات الصغریٰ'' میں یہ لکھا ہے۔

حضرت قطب حنفی کا ذکر پہلے محمد نامی حضرات میں گزر چکا ہے۔

حضرت حیات بن قیس حرانی رحمۃ اللہ علیہ

جناب سراج دمشقی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ ہم سے شیخ حیات بن قیس حرانی رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے شیخ اصیل ابوحفص رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا کہ ایک مرتبہ شیخ زغیب رحمۃ اللہ علیہ رحبہ سے میرے والد گرامی کی زیارت کے لئے حران آئے۔ صبح ان کی والد گرامی سے ان کے دروازے پر ملاقات ہوئی۔ اس وقت ان کے سامنے ان کی ایک بکری تھی شیخ زغیب نے سلام کیا اور ان کے سامنے دوسری طرف بیٹھ گئے۔ آپ (والد گرامی) نے ان سے کوئی بات نہ کی تو اس پر شیخ زغیب بولے:

دیکھو! میں رحبہ سے حاضر ہوا اور آپ میری پروا کئے بغیر اپنی بکری کی طرف متوجہ ہیں۔ اس پر میرے والد صاحب نے ان کی طرف دیکھا اور فرمایا: مجھے حکم دیا گیا ہے کہ تیرے اعتراض کی وجہ سے میں تجھے کسی نقصان سے دوچار کروں۔ لہٰذا اب تم بتاؤ کہ تیرے ظاہر یا تیرے باطن کس میں نقصان پہنچاؤں؟ شیخ زغیب بولے: یا سیدی! میرے ظاہر میں نقصان کر دیجئے۔ پھر میرے والد گرامی نے تھوڑی سی انگلی بڑھائی۔ فوراً زغیب کی آنکھیں ان کے رخسار پر بہہ گئیں۔ انہوں نے زمین بوسی کی اور واپس رحبہ آ گئے۔ میں کئی سال بعد ان سے مکہ مکرمہ میں ملا۔ دیکھا ان کی آنکھیں بالکل ٹھیک تھیں۔ میں نے ان سے پوچھا یہ کیسے ٹھیک ہوئیں؟ کہنے لگے میں محفل سماع میں شریک تھا۔ حاضرین میں سے ایک شخص آپ کے والد گرامی کے مرید تھے۔ انہوں نے اپنا ہاتھ میری آنکھوں پر رکھا تو وہ دوبارہ صحیح ہو گئیں۔ جب آپ کے والد گرامی نے اشارہ کیا تھا اور میری آنکھیں بہہ گئی تھیں تو میرے دل میں اک آنکھ کھل گئی تھی۔ جس سے میں اسرار تقدیر اور اللہ تعالیٰ کی عجیب نشانیاں دیکھا کرتا تھا۔

جس فقیر نے شیخ زغیب کی آنکھیں واپس کیں، ان کا نام وثاب تھا اور یہ شیخ حیات بن قیس رحمۃ اللہ علیہ کے بھانجے تھے۔ جب شیخ زغیب رحمۃ اللہ علیہ کی آنکھیں صحیح ہو گئیں تو آپ رو پڑے۔ کسی نے پوچھا کیوں روتے ہو؟ کہنے لگے: آنکھوں کی بینائی کے عوض میں جو چیز ملی تھی اس کے گم ہو جانے پر روتا ہوں۔

دور دراز کا سفر لمحوں میں طے ہو گیا

جناب سراج دمشقی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ شیخ صالح غانم بن یعلیٰ تکریتی تاجر رحمۃ اللہ علیہ نے ہم سے بیان کیا کہ میں ایک مرتبہ یمن سے تمین پانی والے سمندر میں سفر کے لئے گیا۔ جب ہم بحر ہند کے درمیان پہنچے تو ہم غفلت میں پڑ گئے اور ہر طرف سے تیز ہواؤں اور موجوں نے ہم پر غلبہ کر لیا۔ کشتی ٹوٹ پھوٹ گئی۔ میں کشتی کے ایک پھٹے پر بیٹھ کر ایک غیر آباد جزیرہ

میں جا نکلا۔ میں وہاں ادھر ادھر خوب پھرا۔ دیکھا کہ وہ جزیرہ بہت زیادہ بارونق ہے۔ اس میں ایک مسجد دیکھی۔ میں اس میں داخل ہوا تو مجھے اس میں چار آدمی بیٹھے نظر آئے میں نے قریب جا کر انہیں سلام کیا۔ انہوں نے میرے سلام کا جواب دیا اور مجھ سے پوچھا کہ کہاں سے آئے ہو، کون ہو؟ میں ان کے پاس ہی بیٹھ گیا تو میں نے دیکھا کہ ان حضرات کی اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ اور ان کا اس کی طرف حسن اقبال عظیم ہے۔

جب عشا ہوئی تو شیخ حیات حرانی رحمۃ اللہ علیہ ان کے پاس تشریف لائے۔ ان سب نے آگے بڑھ کر ان کا استقبال کیا۔ انہیں سلام کیا اور پھر انہوں نے انہیں نماز عشا پڑھائی پھر عشا کے بعد صبح تک نماز میں ہی مشغول رہے۔ میں نے سنا کہ شیخ حیات رحمۃ اللہ علیہ اللہ تعالیٰ سے مناجات کر رہے تھے۔ آپ کی مناجات میں سے یہ الفاظ بھی تھے۔

''اے میرے اللہ! میں اپنے لئے تیرے سوا کوئی امید گاہ نہیں پاتا اور نہ ہی میرے لئے کوئی دوسرا کھانے پینے کا سہارا ہے۔ میں نے تیرے دروازے پر اپنی امیدوں کی سواری بٹھا دی ہے۔ تیرے پردوں پر میری نظر ہے تو کب مجھ سے میری پریشانی اور میری تکلیف دور فرمائے گا۔ تاکہ میں بھی تیرے قرب کی مجلسوں میں جا سکوں۔ میں نے اپنے آپ کو سرور اور خوشی کے وقت تیرے لئے وقف کیا اور اپنی نشانی تیری یاد کو بنایا اور میرے لئے ان میں خوشیوں کے پوشیدہ گچھے ہیں۔ جن کی طرف میرے شوق کی بچی کھچی باتیں آرام پاتی ہیں اور میرے لئے آپ کے ساتھ احوال ہیں۔ جنہیں عنقریب ملاقات کھول دے گی اور اے توبہ کرنے والوں کے حبیب! اے عارفین کے سردار! اے عبادت گزاروں کی آنکھوں کی ٹھنڈک! اے تبہ لوگوں کے دوست! اے پناہ حاصل کرنے والوں کی پناہ گاہ! اے ٹوٹے ہوئے لوگوں کے پشت پناہ! اے وہ ذات کہ جس کی طرف صدیقین کے دل روتے ہیں! اور اے وہ کہ محبین کے دل جس سے انس حاصل کرتے ہیں اور اے وہ ذات کہ ڈرنے والوں کی ہمتیں جس سے معلق ہیں''۔

اس کے بعد شیخ موصوف رو پڑے۔ میں نے دیکھا کہ انوار و تجلیات نے انہیں چاروں طرف سے ڈھانپ لیا ہے اور جس مکان میں آپ تشریف فرما تھے وہ یوں روشن ہو گیا جس طرح چودھویں رات کا چاند ہوتا ہے۔ پھر اس مسجد سے آپ یہ کہتے ہوئے تشریف لے گئے:

سیر المحبین للمحبوب إعجال　　والقلب فیه من الأحوال بلبال

أطوی المهامه من قفر علی قدم　　إلیك ید فعنی سهل أجبال

(محبوب کے لئے اس کے چاہنے والوں کا سفر کرنا نہایت عجلت سے ہوتا ہے اور دل محبوب کے لئے مختلف احوال کی بنا پر مغموم و پریشان ہوتا ہے۔ وہ بے آب و گیاہ بڑے وسیع بیابانوں کو ایک ہی قدم سے طے کر لیتا ہے۔ مجھے تیری طرف ہی ہموار زمین اور پہاڑ دھکیلتے ہیں)۔

ان چار آدمیوں نے جو مسجد میں تھے مجھے کہا کہ شیخ کے پیچھے پیچھے چل پڑو۔ میں ان کے پیچھے پیچھے چل پڑا۔ میں یہ دیکھتا ہوں کہ ہموار زمین، پہاڑ، خشکی اور دریا ہمارے قدموں میں سکڑے جا رہے ہیں۔ شیخ جب قدم اٹھاتے تو کہتے: اے

حیات کے رب! حیات کا ہو جا۔ اچانک ہم حران پہنچ گئے۔ نماز صبح پڑھنے میں جس قدر وقت صرف ہوتا ہے اس سے بھی کم وقت میں ہم پہنچ گئے۔

کعبہ دکھا دیا

جناب سراج دمشقی بیان کرتے ہیں کہ ہمیں شیخ ابو صالح ابو طالب عبد اللطیف بن محمد بن علی حرانی المعروف ابن غبیطی رحمۃ اللہ علیہ نے بتایا کہ انہوں نے حران میں ایک مسجد کی تعمیر شروع کی اور شیخ حیات تشریف لائے تا کہ محراب کی نشاندہی کر دیں۔ آپ نے سمت کعبہ بتائی لیکن انجینئر کہنے لگا قبلہ فلاں طرف ہے۔ اس نے شیخ حیات کی بتائی سمت کعبہ کی مخالفت کی تو آپ نے فرمایا: دیکھو وہ سامنے کعبہ نظر آ رہا ہے۔ اس انجینئر نے دیکھا تو اس کی آنکھوں کے بالکل سامنے بغیر کسی پردہ اور رکاوٹ کے کعبہ موجود تھا۔ وہ بے ہوش کر گر پڑا۔

جناب سراج دمشقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جناب شیخ حیات ان مشائخ کرام میں سے تھے جو انتقال فرمانے کے بعد بھی اسی طرح تصرف کرتے ہیں اور پریشانیوں اور دکھوں سے نجات پانے کے لئے لوگ ان کی پناہ من اللہ طلب کیا کرتے تھے۔

کیکر کے درخت سے تازہ کھجوریں گریں

شیخ نجیب الدین عبد المنعم حرانی صقلی رحمۃ اللہ علیہ بیان فرماتے ہیں۔ ایک سال کچھ لوگ شیخ حیات رحمۃ اللہ علیہ کی معیت میں سفر پر روانہ ہوئے۔ دوران سفر ایک جگہ پڑاؤ ڈالا۔ شیخ اور آپ کے ساتھی ایک کیکر کے گھنے درخت کے سایہ میں بیٹھے تھے۔ آپ کے خادم نے عرض کیا:

یا سیدی! مجھے کھجوریں کھانے کا شوق ہوا ہے۔ شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اس درخت کو زور سے ہلاؤ۔ خادم عرض کرنے لگا، اے میرے آقا! یہ درخت تو کیکر کا ہے۔ اس کے جواب میں شیخ موصوف نے اسے فرمایا، تمہیں کہا ہے نا کہ اسے زور سے ہلاؤ۔ چنانچہ اس نے اسے ہلایا تو فوراً اس درخت سے تازہ کھجوریں اس پر گریں۔ فرمایا: تم سب کھاؤ۔ چنانچہ تمام آدمیوں نے خوب سیر ہو کر کھائیں اور کھانے سے منہ موڑ لئے۔ علامہ مناوی نے یہ واقعات بیان کیے ہیں۔ شیخ موصوف حران نامی شہر میں سکونت پذیر رہے اور ۵۸۱ھ میں یہیں انتقال فرمایا۔ ان کی قبر زیارت گاہ عوام و خواص ہے۔

حرف خاء

ان اولیائے کرام کی کرامات جن کا نام حرف ''خ'' سے شروع ہوتا ہے۔

حضرت خالد بن معدان رحمۃ اللہ علیہ

مرنے کے بعد ہاتھ کی انگلیاں تسبیح کے لئے حرکت کرتی رہیں

ابونعیم نے ''حلیۃ الاولیاء'' میں ذکر کیا ہے کہ حضرت خالد بن معدان رحمۃ اللہ علیہ روزانہ چالیس ہزار مرتبہ تسبیح کہتے تھے یہ تعداد ان تسبیحات کے علاوہ تھی جو قرآن کریم کی تلاوت کے دوران آتیں۔ جب ان کا انتقال ہوا اور غسل کے لئے انہیں تختہ پر رکھا گیا تو ان کے ہاتھ کی انگلیاں حرکت کرنے لگیں۔ یعنی تسبیح کہتے وقت جس طرح حرکت کرتی تھیں۔ آپ کا انتقال روزہ کی حالت میں ہوا۔ امام ثعالبی نے یونہی بیان کیا ہے۔

حضرت مولانا شیخ خالد نقشبندی ابوالبہاء ضیاء الدین رحمۃ اللہ علیہ

سلسلۂ نقشبندیہ کے مجدد ہوئے اور علماء وصوفیہ کے بہت بڑے امام ہوئے۔

نظر ڈالی اور مسلمان کر دیا

آپ کی ایک کرامت یہ بیان کی گئی ہے کہ ایک دفعہ ایک عیسائی پر آپ کی نظر پڑی۔ وہ اس وقت کسی طرف جا رہا تھا۔ نظر پڑنے کے بعد اس نے زوردار چیخ ماری اور شیخ موصوف کے پیچھے ان کے عبادت خانہ کی طرف چل پڑا اور وہاں پہنچ کر اسلام لے آیا اور سلسلہ نقشبندیہ سے اپنے آپ کو منسلک کر لیا اور شیخ کی برکت سے وہ اہل حضور میں سے ہو گیا۔

مذاق اڑانے والا پاگل ہو گیا پھر دعا سے تندرست ہو گیا

بغداد میں شیخ موصوف کے مخالفین اور منکرین میں سے ایک شخص نے چند کمینوں اور کم عقل لوگوں کو جمع کیا اور انہیں ایک دائرے میں بیٹھنے کو کہا جیسا کہ حلقۂ ذکر ہوتا ہے۔ یہ پروگرام اس نے شیخ خالد نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ کا مذاق اڑانے کیلئے بنایا تھا۔ پھر جب وہ شخص آیا تا کہ ان بیوقوفوں کو توجہ دے اور توجہ کا مذاق اڑائے تو اسی وقت پاگل ہو گیا۔ کپڑے پھاڑ دیئے۔ اور بے بسی کی حالت میں برہنہ ہی صحرا کی طرف چلا گیا۔ ننگا ایسا کہ جیسے ماں نے ابھی جنا ہو۔ شیخ موصوف اس وقت بغداد کے صحراؤں میں کچھ وقت گزارنے تشریف لے گئے تا کہ اس دوران اپنے خلفاء کے ساتھ سیر وتفریح سے دل بہلائیں۔

اس پاگل کے رشتہ دار آپ کے پاس حاضر ہوئے۔ منت سماجت کرنے لگے۔ اور رو رو کر عرض کرنے لگے کہ اسے معاف کر دیا جائے۔ آپ نے فرمایا: اسے حاضر کرو جب وہ لایا گیا تو آپ نے اپنے خلفاء میں سے ایک کو فرمایا: جاؤ اور اسے توجہ دو اور اس کے تندرست ہونے میں تمہیں شک نہیں کرنا چاہئے۔ آپ کے دل پر یہ بات منکشف ہو گئی تھی کہ خلیفہ نے یہ خیال کیا ہے چنانچہ آپ کے وہ قدموں کو چومنے لگا۔ پھر مجنوں کے پاس خلیفہ آیا اور اسے توجہ دی تو اسی وقت اسے آرام آ گیا

اور اس نے اللہ تعالیٰ سے اپنی اس جرأت پر استغفار کیا۔

قتل کرنے کا ارادہ کرنے والے بے بس ہو گئے

آپ کی ایک کرامت یہ بیان کی گئی ہے کہ سلیمانیہ شہر کے بڑے بڑے لوگوں میں سے آپ کے چند مخالفین نے اس پر اتفاق کیا کہ شیخ موصوف کو قتل کر دیا جائے اور باہم مشورہ کر کے یہ طے کیا کہ قتل کے لئے جمعہ کا دن ہونا چاہئے اور قاتلانہ حملہ مسجد کے دروازے پر ہو۔ جب جمعہ کا دن آیا تو آپ اپنے خلفاء کے ہمراہ مسجد میں تشریف لائے۔ جب نماز جمعہ ہو چکی تو آپ کے خلفاء باہر نکلے کہ دو سو (۲۰۰) کے قریب آپ کے دشمن مسلح کھڑے ہیں۔ یہ لوگ آپ کے انتظار میں کھڑے تھے۔ یہاں تک کہ شیخ موصوف سب سے آخر میں باہر تشریف لائے اور پورے وقار اور اطمینان سے نکلے۔ آپ نے ان دشمنوں کی طرف جلال کی نظر سے دیکھا تو ان میں سے کچھ اسی وقت زمین پر گر گئے۔ کچھ بھاگ نکلے۔ بعض نے چیخ ماری اور بے سکت ہو گئے اور پھر وہاں سے ایک جماعت کے ساتھ چل پڑے حتیٰ کہ اپنے عبادت خانہ میں پہنچ گئے۔ لیکن ان دشمنوں میں سے کسی نے بھی آپ کو ہاتھ اور نہ زبان سے کچھ گزند پہنچایا۔

ولی کو اپنے ہاں آنے کی بے مائیگی کا علم ہوتا ہے

ایک کرامت یہ بھی تھی کہ فاضل ادیب عبدالباقی عمری موصلی رحمۃ اللہ علیہ بغداد آئے یہاں انہیں کوئی کام تھا لیکن کام میں تاخیر ہو گئی۔ یہاں تک کہ تمام سرمایہ اور سامان خورد و نوش ختم ہو گیا۔ ایک رات بڑے غم اور پریشانی میں گزاری کہ دینار اور روپیہ پیسہ ختم ہو گیا۔ اب کیا ہو گا؟ سوچتے سوچتے نیند آ گئی۔ جب جاگے تو احتلام بھی ہو گیا تھا۔ اس وجہ سے اور بھی پریشان اور دکھی ہو گئے اور خادم سے کہا کہ آج کی صبح میں نے نہ نماز پڑھی اور نہ ہی میرے پاس کوئی رقم ہے۔ خادم نے کہا میں نے آپ کو شیخ خالد قدس سرہ کے ہاں آتے جاتے دیکھا ہے اگر وہ حقیقت میں شیخ ہے تو ان کو کشف کے ذریعے معلوم ہو جائے گا کہ آپ کی اس وقت حالت بڑی پتلی ہے اور تنگی کا وقت ہے۔ بیان کرتے ہیں:

ابھی تھوڑا سا ہی وقت گزرا ہو گا کہ میرے پاس شیخ موصوف کا ایک خادم آیا۔ اس نے سفید رنگ کا رومال ہاتھ میں لیا ہوا تھا جس میں بہت سے دینار تھے۔ میں جلدی اٹھا اور حمام میں جا کر غسل کیا۔ پھر شیخ موصوف کے ہاں حاضر ہوا۔ میں نے ان کی قدم بوسی کی۔ انہوں نے مجھے بیٹھ جانے کا حکم دیا۔ میں ان کے سامنے بیٹھ گیا۔ پھر میں نے اس مجلس میں ایک شعر پڑھا۔ جس کا ظاہری معنی عورتوں کی خوبصورتی اور ان سے دل لگی پر مشتمل تھا اور اس کا باطنی معنی ایک پہیلی اور ملحہ تھا۔ ''افسنتین'' کے لفظ میں۔ افسنتین پہاڑ میں موجود ایک بوٹی کو کہا جاتا ہے میں نے کہا:

بان لام العذار من ألف القد　فتم　الوصال　فی　عامین

پھر اس سے قبل کہ میں اس شعر کو مکمل کرتا۔ شیخ نے مجھے فرمایا: اے عبدالباقی! ''افسنتین'' عمادیہ پہاڑوں میں بکثرت پائی جاتی ہے جب میں نے یہ سنا تو اٹھ کر شیخ کے دوسری مرتبہ قدم چوم لئے اور میں نے جان لیا کہ اتنی جلدی سمجھنا صرف اور صرف علم لدنی کی وجہ سے ہی ہو سکتا ہے جو ضمیر (قلب و روح) میں روشن ہوتا ہے۔

اپنے فوت ہونے کی پہلے ہی خبر دے دی

آپ کی ایک کرامت یہ بھی ہے کہ آپ نے اپنی وفات سے کئی دن پہلے فرمادیا کہ میں جمعہ کی رات فوت ہوں گا۔ پھر ویسے ہی ہوا جیسا آپ نے پیش گوئی کی تھی۔

قبر پر مسجد اور تکیہ بننے کی پیشگوئی

آپ جب اپنے والد گرامی شیخ عبدالرحمن رحمۃ اللہ علیہ کے جنازہ کے ساتھ پہاڑ کی سمت چلے تو حکم دیا کہ ان کی قبر فلاں جگہ بنائی جائے اور آپ نے یہ پیشگوئی فرمائی کہ ان کا کوئی چاہنے والا عنقریب یہاں فقراء کے لئے تکیہ تعمیر کرے گا جو ان کی قبر انور کے ساتھ ہوگا۔ پھر ایسے ہی ہوا جیسا آپ نے فرمایا تھا۔ سلطان عبدالمجید خان نے ان کی قبر انور پر بہت بڑا گنبد اور تکیہ بنانے کا حکم دیا۔ جس میں مسجد بھی ہو اور بڑے عمدہ حجرے بھی ہوں۔

چغلخور کو اس کے مناسب سزا دلوائی

آپ تک جب یہ بات پہنچی کہ مشہور مولوی آفندی جو طریقہ مولویہ کی طرف نسبت رکھتے ہیں، نے سلطان محمود خاں کے ہاں ان کی چغلی کھائی۔ آپ نے فرمایا: میں اس کے معاملہ کو اس کے امام قطب العارفین مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ کے سپرد کرتا ہوں کہ وہ اسے اپنی بارگاہ عالیہ میں بلاکر جو اس کے لائق سزا ہے، وہ دے دیں۔ آپ کی اس گفتگو کا چند دن کے بعد راز ظاہر ہوا۔ وہ یہ کہ سلطان محمود خان کو اس آفندی بہتان طراز پر غصہ آیا اور اسے قونیہ میں شہر بدر کر دیا۔ جہاں حضرت مولانا جلال الدین رحمۃ اللہ علیہ کا مقام ہے پھر انہوں نے اس کو حکم دیا تو وہ وہیں فوت ہو گیا۔ شیخ خالد رحمۃ اللہ علیہ دمشق الشام میں فوت ہوئے اور طاعون کی حالت میں ۱۲۴۲ھ میں بقول خانی واصل باللہ ہوئے۔

سیدہ خدیجہ بنت حافظ جمال الدین بکری والدہ سیدی ابی الحسن بکری رحمۃ اللہ علیہا

ولی کی پیدائش پر خلاف عادت واقعات

محترمہ سیدہ کے صاحبزادے سیدی محمد بکری کبیر نے بیان کیا کہ میری دادی جان خدیجہ بنت حافظ جمال الدین بکری رحمۃ اللہ علیہا بہت نیک عورت تھیں۔ انہوں نے حرمین شریفین کی طرف ہجرت کی اور ان مقدس مقامات میں تقریباً تیس سال قیام فرمایا حتیٰ کہ ان کی وفات بھی مدینہ منورہ میں ہی ہوئی۔ اتفاق کی بات یہ ہے کہ شیخ بکری رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت اسی سال ہوئی جب ان کے والد گرامی حج کے لئے تشریف لے گئے تھے۔ جب وہ مکہ مکرمہ پہنچے تو ان کی والدہ (خدیجہ بنت جمال الدین) مقام رکوۃ میں انہیں ملیں۔ یہ ان کی ہر حج میں عادت تھی (کہ ان کی ملاقات مقام رکوۃ میں ہوتی تھی) آپ نے اپنی والدہ محترمہ کے دست اقدس سے پانی پیا۔ پھر ان کے ہاتھوں کو چوما۔ اس کے بعد والدہ محترمہ نے پوچھا: اے ابوالحسن! امۃ القادر نے کوئی بچی بچہ جنا ہے؟ (یعنی ان کی بیوی نے) عرض کیا جی۔ پوچھا پھر تم نے نومولود کا کیا نام رکھا ہے؟ عرض کی: محمد۔ پھر پوچھا اس کی کنیت کیا رکھی؟ عرض کی: ابوبکر۔ فرمانے لگیں: اے ابوالحسن! کیا نومولود فلاں رات کو پیدا نہیں ہوا تھا؟ انہوں نے کہا جی ہاں

اسی رات کو پیدا ہوا تھا۔ کہنے لگیں: خدا کی قسم! جب تیرے بچے نے جنم لیا تو اسے فرشتے مکہ کی طرف اٹھا کر لے گئے تھے اور مجھ سے کہنے لگے یہ آپ کا پوتا یعنی ابوالحسن کا فرزند ہے۔ یہ واقعہ اس سے پہلے کا ہے کہ اس کی والدہ جننے کے بعد اسے کپڑے پہناتی۔ میں نے فرشتوں سے اسے اپنے ہاتھ میں لیا اور اپنی چادر میں چھپا لیا جو یہ میرے پاس ہے۔ پھر اسے زمزم کی طرف لے گئی۔ اس کے پانی سے اسے نہلایا اور اسے اس کا پانی بھی پلایا۔ پھر میں نے اسے ساتھ لے کر سات مرتبہ کعبہ کا طواف کیا۔ پھر ملتزم پر لے آئی اور کعبہ کے پردوں کے نیچے زمین پر رکھا۔ اس دوران میں نے ایک آواز سنی کہ اس بچے کی کنیت ''ابوالمکارم'' رکھو اس کے بعد فرشتوں نے اسے پھر مجھ سے لے لیا اور اس کی والدہ کے پاس لے گئے۔

صاحب ''عمدۃ التحقیق'' نے لکھا کہ سیدہ کے واقعات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ انہوں نے اٹھارہ برس متواتر اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی خلوت میں عبادت کی۔ ان کا خلوت خانہ جامع ابیض کی چھت پر بنایا گیا تھا کیونکہ تھوک وغیرہ سے جامع مسجد کی بے حرمتی کا خطرہ تھا۔ میں نے سیدہ موصوفہ رحمۃ اللہ علیہا کا کچھ ذکر ان کے صاحبزادے سیدی ابوالحسن اور ان کے پوتے سید محمد بکری کبیر کے حالات میں بھی کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان کی برکتوں سے مستفید فرمائے۔ آمین

حضرت خضر بن ابی بکر ہمذانی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت خضر بن ابی بکر ہمذانی کردی رحمۃ اللہ علیہ ظاہر بیبرس کے شیخ تھے سلطان ان کی زیارت کے لئے آیا کرتا تھا۔ آپ اسے اسرار و رموز پر مطلع فرمایا کرتے تھے۔

بادشاہ بننے کی بشارت

آپ نے بادشاہ کو بادشاہ بننے سے پہلے دیکھا کہ وہ ایک فقیرانہ رنگ میں دمشق کی مسجد کے اندر اپنی عبا میں لپٹا ہوا ہے تو آپ نے فرمایا: یہ بادشاہ بنے گا۔ مناوی بیان کرتے ہیں کہ پھر ایسے ہی ہوا۔

بادشاہ ولی اللہ سے فتح کا دن دریافت کر کے حملہ آور ہوتا

علامہ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ بیان فرماتے ہیں کہ بادشاہ ایک مہینہ میں کئی مرتبہ آپ کی زیارت کے لئے آیا کرتا تھا۔ آپ سے مختلف موضوعات پر باتیں ہوتیں اور آپ کو بعض دفعہ سفر میں اپنے ساتھ لے جایا کرتا تھا اور آپ سے پوچھا کرتا تھا کہ فتح کب ہوگی؟ آپ اسے کسی مقررہ دن تاریخ کی نشاندہی فرما دیتے کہ فلاں دن فتح ہوگی تو آپ کے بتائے ہوئے دن کے موافق میں فتح ہو جاتی۔ فتح کرک میں بھی ایسے ہی ہوا تھا۔ آپ نے سلطان کو کرک جانے سے روکا تھا لیکن وہ نہ رکا۔ جس کی وجہ سے گر کر اس کا پاؤں ٹوٹ گیا تھا۔ آپ نے سلطان کو قلعہ اکراد کے چالیس دن میں فتح ہو جانے کی بشارت دی۔ چنانچہ ایسے ہی ہوا۔ جیسے آپ نے کہا تھا۔

آپ سے بکثرت خلاف عادت اور عجیب و غریب واقعات دیکھنے میں آتے تھے۔ ایک دن آپ نے چیخ ماری اور کہا: اے سلطان! میری موت تیری موت کے قریب ہے۔ سلطان کو غصہ آ گیا اور اس نے آپ کو قید میں ڈال دیا۔ آپ چار سال قید

میں ہی پڑے رہے اور محرم ۶۷۶ھ میں مصر کے اندر قلعہ میں انتقال فرمایا اور اپنی عبادت گاہ میں دفن کیے گئے۔ جو ملک ظاہر نے وہاں تعمیر کی تھی۔ آپ کے انتقال کے بعد ملک ظاہر تقریباً بیس دن زندہ رہا اور جب مر گیا تو دمشق میں اسے دفن کیا گیا۔

حضرت خلاد بن کثیر بن مسلم رحمۃ اللہ علیہ

جناب ابوعبداللہ بن نعمان رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "مصباح الظلام" میں لکھا کہ جناب خلاد بن کثیر بن مسلم رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں ہمیں بتایا گیا کہ جب آپ پر حالت نزع طاری ہوئی تو لوگوں نے آپ کے سرہانے ایک لکھا ہوا رقعہ پایا جس پر تحریر تھا: "هذه براءة من النار لخلاد بن كثير"۔ دوزخ کی آگ سے خلاد بن کثیر کے چھٹکارے کی یہ دستاویز ہے۔ لوگوں نے ان کے گھر والوں سے پوچھا کہ موصوف کے کیا معمولات تھے؟ انہوں نے بیان کیا کہ آپ ہر جمعۃ المبارک کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک ہزار مرتبہ یہ درود پڑھا کرتے تھے:

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ مُحَمَّدٍ

"الباقیات الصالحات" میں سید محمود کردی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت خلاد بن کثیر کی حکایت معمولی سے اختلاف کے ساتھ نقل کرنے کے بعد لکھا کہ ان کی والدہ نے انہیں بتایا کہ ان کے والد جناب محمد رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے یہ وصیت کی تھی: "جب میں فوت ہو جاؤں اور لوگ مجھے غسل دے لیں گے تو پھر چھت پر میرے کفن پر ایک سبز رنگ کا رقعہ گرے گا۔ جس پر تحریر ہوگا: "هذه براءة محمد العامل بعلمه من النار" (یہ رہائی کی دستاویز ہے کہ محمد جو اپنے علم پر عامل تھا، وہ جہنم کی آگ سے بچ گیا)۔ انہوں نے مجھے وصیت کرتے ہوئے مزید فرمایا کہ اس رقعہ کو میرے کفن میں لپیٹ دینا۔ چنانچہ وصیت کے مطابق میں نے وہ رقعہ ان کے سینہ پر رکھ دیا۔ لوگوں نے وہ رقعہ سینے پر رکھنے سے پہلے پڑھا۔ اس کی تحریر دونوں طرف سے برابر درست پڑھی جا سکتی تھی۔ میں نے اپنی والدہ سے پوچھا کہ میرے ابا جان کے کیا اعمال تھے؟ فرمانے لگے، ان کا بکثرت عمل یہ تھا کہ وہ ذکر میں مشغول رہتے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ عالیہ میں بکثرت صلوٰۃ بھیجا کرتے تھے۔

حضرت حافظ خلعی رحمۃ اللہ علیہ "الخلیعات فی الحدیث" رحمۃ اللہ علیہ کا نام علی ہے۔ اس لئے ان کا تذکرہ اسی نام کے تحت ہوگا۔

حضرت خلف بن عبداللہ عرفندی رحمۃ اللہ علیہ

آپ مصر کے رہنے والے تھے اور بہترین علماء میں سے تھے۔ طویل عمر پائی۔ بیان کیا گیا ہے کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی قبر انور کے نزدیک دیوار تعمیر کرنے کے ارادہ پر کچھ لوگوں نے ان موصوف کو دوسری جگہ منتقل کرنے کا ارادہ کیا۔ جیسا کہ اور لوگوں نے بھی یہ واقعہ نقل کیا ہے تو حضرت خلف بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ کی قبر کی طرف سے کسی کہنے والے نے کہا اور سننے والے نے سنا: "أتخرجون رجلا يقول ربي الله"۔ (کیا تم ایسے شخص کو نکالنا چاہتے ہو جو کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے)؟ یہ امام سخاوی نے بیان کیا ہے۔

حضرت شیخ خلیفہ بن موسیٰ نہر ملکی رحمۃ اللہ علیہ

عراق کی سرزمین میں موجود نہر الملک کی طرف ان کی نسبت ہے۔ آپ جلیل القدر بزرگ اور مشائخ میں سے بلند مرتبہ شیخ تھے۔ طریقت کی تعلیم انہوں نے حضرت ابو سعید قلیوبی رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کی۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے استغفار سکھائی

حضرت شیخ ابو السعود حریمی رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ شیخ خلیفہ بکثرت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دیدار سے مشرف ہونے والی شخصیت تھے۔ حتی کہ ایک رات انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سترہ مرتبہ زیارت کی۔ آپ نے انہیں فرمایا: اے خلیفہ! بے قرار و بے چین نہ ہو۔ بہت سے اولیاء میرے دیدار کی حسرت لئے فوت ہو گئے۔
اے خلیفہ! کیا میں تجھے استغفار نہ سکھاؤں، جس سے تو اللہ تعالیٰ سے دعا کیا کرے؟ انہوں نے عرض کی۔ جی حضور! آپ نے فرمایا کہو:

اَللّٰهُمَّ اِنَّ حَسَنَاتِيْ مِنْ عَطَايَاكَ، وَ سَيِّئَاتِيْ مِنْ قَضَايَاكَ، فَجُدْ بِمَا اَنْعَمْتَ عَلٰى مَا قَضَيْتَ، وَامْحُ ذَالِكَ بِذٰلِكَ جَلَّيْتَ، اِنْ تُطَاعُ اِلَّا بِاِذْنِكَ ، اَوْ تُعْصٰى اِلَّا بِعِلْمِكَ، اَللّٰهُمَّ مَا عَصَيْتُكَ حِيْنَ عَصَيْتُكَ اِسْتِخْفَافًا بِحَقِّكَ، وَلَا اِسْتِهَانَةً بِعَذَابِكَ، لٰكِنْ بِسَابِقَةٍ سَبَقَ بِهَا عِلْمُكَ ۔ فَالتَّوْبَةُ اِلَيْكَ، وَالْمَعْذِرَةُ لَدَيْكَ۔

''اے اللہ! میری نیکیاں تیری عطاؤں میں سے ہیں اور میرے گناہ تیرے فیصلوں میں سے ہیں۔ پس مجھے ان نعمتوں سے خوش فرما جو تو نے میرے بارے میں فیصلہ کر دی ہیں اور تو میرے گناہوں کو مٹا دے تو صاحب جلال ہے۔ تیری اطاعت بجز تیرے حکم سے نہیں اور اگر تیری کوئی نافرمانی کرتا ہے تو وہ تیرے علم میں ہے۔
اے اللہ! میں نے جب کبھی تیری نافرمانی کی تو تیرے حق کو ہلکا جانتے ہوئے نہیں کی اور نہ ہی تیرے عذاب کی توہین کے ارادے سے کی۔ لیکن اس نافرمانی کے بارے میں تیرا علم پہلے سے ہی تھا لہٰذا تیری طرف توبہ ہے اور تیرے ہاں عذر عرض ہے''۔

ولی کو دور کی خبر ہوتی ہے

بغداد کے ایک صالح شخص نے ذکر کیا کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے صبح سحری کے وقت یہ عہد کیا کہ میں جامع رصافہ میں متوکل ہو کر لوگوں کی نظر سے چھپ کر بیٹھا رہوں گا۔ میں نے اسی وقت اس عہد کے مطابق مسجد میں علیحدگی اختیار کر لی اور تین دن وہاں گزارے۔ اس دوران میں نے کسی کو نہ دیکھا۔ لیکن بھوک کی شدت کی وجہ سے مجھے خطرہ ہوا کہ میں مر جاؤں گا۔ اس کے باوجود میں نے اپنے نفس کی خاطر وہاں سے باہر نکلنا پسند نہ کیا۔ میری چاہت تھی کہ مجھے بھونا ہوا گرم گرم گوشت ملے اور چھنے ہوئے آٹے سے پکی روٹی اور تازہ پکی ہوئی کھجوریں ملیں۔ میں اسی سوچ میں تھا کہ اچانک محراب والی دیوار پھٹی

اور اس سے حبشیوں کی طرح ایک سیاہ رنگ کا آدمی نکلا۔ اس کے ہاتھ میں تہبند تھا۔ اس نے وہ رکھا اور کہنے لگا تمہیں شیخ خلیفہ نے کہا ہے کہ اپنی پسند کی اشیاء کھالو اور یہاں سے نکل جاؤ۔ کیونکہ تم توکل کے مقام والے لوگوں میں سے نہیں ہو یہ کہہ کر وہ آدمی غائب ہو گیا۔ میں نے اس تہبند کو کھول کر دیکھا تو اس میں میری پسند کی اشیاء موجود تھیں۔ میں نے وہ کھائیں اور اس کے بعد وہاں سے نکل کر شیخ خلیفہ کے پاس نہر الملک میں آیا تا کہ آپ سے ملاقات کروں۔

انہوں نے مجھے دیکھتے ہی یہ الفاظ کہے: اے شخص! کسی شخص کے لئے متوکل بن کر بیٹھنا اس وقت تک نہیں اختیار کرنا چاہئے جب تک کہ توکل کے درمیان آنے والی رکاوٹیں دور کرنے کی بنیاد مضبوط نہیں کر لیتا۔ خواہ وہ باطنی ہوں یا ظاہری اور ایسا بھی نہ ہو کہ وہ اسباب کو چھوڑنے کی بنا پر گنہگار ہو جائے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جاگتے اور سوتے دیکھنا

آپ کی بہت بڑی کرامت یہ تھی کہ آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جاگتے ہوئے بھی اور سوتے ہوئے بھی دیکھا کرتے تھے۔ آپ ایک گاؤں کے رہنے والے تھے جو قریۃ الاعراب کہلاتا تھا اور نہر الملک کے علاقہ میں واقعہ تھا۔ بغداد سے جانب مغرب میں ایک پڑاؤ دور تھا۔

جب شیخ موصوف رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کا وقت قریب آیا۔ اس وقت آپ کی زبان پر تشہد اور لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کا ورد جاری تھا اور فرمانے لگے یہ دیکھو، میرے سامنے جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب تشریف فرما ہیں۔ مجھے اللہ تعالیٰ کی رضوان کی خوشخبری دے رہے ہیں اور اس کی رحمتوں کا مجھ پر نزول ہو رہا ہے اور ادھر دیکھو یہ فرشتے موجود ہیں۔ انہیں میرے بارے میں بہت جلدی ہے کہ وہ مجھے لے کر "کریم" (اللہ تعالیٰ) کے پاس جائیں۔

جب شیخ موصوف کو نماز جنازہ کے لئے رکھا گیا تو چاروں طرف سے بہت بلند آواز سے ایک آواز سنائی دی۔ آواز دینے والا دکھائی نہیں دیتا تھا، آواز یہ تھی:

مَعَاشِرَ الْمُسْلِمِيْنَ الصَّلٰوةُ عَلَى الْحَبِيْبِ الْقَرِيْبِ

مسلمانو! اللہ تعالیٰ کے دوست کی نماز جنازہ بہت جلد ادا کی جانے والی ہے۔ وہ دن ایسا تھا کہ فرشتے بھی نماز کے لئے موجود تھے نماز جنازہ ادا کرنے کے بعد انہیں نہر الملک میں دفن کیا گیا۔ سراج نے ایسے ہی کہا ہے۔

حضرت شیخ خلیفہ رحمۃ اللہ علیہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ولی کو اپنے ہاں بلوا کر اسے کھلایا پلایا

آپ امام وقت، عالم، زاہد، عاجزی کرنے والے اور بڑے پرہیز گار تھے اور مکاشفات کا آپ سے بہت زیادہ صدور ہوا۔ ابن بطوطہ نے اپنے مشہور سفرنامے میں لکھا ہے کہ مجھے شیخ موصوف کے ایک ثقہ ساتھی نے بتایا کہ شیخ خلیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت ہوئی۔ آپ نے فرمایا:

اے خلیفہ! ہماری زیارت کرنے آؤ۔ چنانچہ خلیفہ رحمۃ اللہ علیہ مدینہ منورہ روانہ ہو گئے۔ جب مسجد نبوی میں پہنچے تو باب السلام سے داخل ہوئے اور مسجد کو خوش آمدید کہا۔ پھر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سلام عرض کیا اور مسجد نبوی کے ایک ستون کے ساتھ ٹیک لگا کر اس طرح بیٹھ گئے کہ اپنا سر اپنے گھٹنوں پر رکھا۔ اس بیٹھک کو صوفیہ کرام کی اصطلاح میں ''ترفیق'' کہتے ہیں۔ کچھ دیر بعد جب زانوں سے سر اٹھایا تو دیکھا کہ چار روٹیاں، ایک برتن دودھ سے بھرا ہوا اور ایک تھال جس میں کھجوریں موجود تھیں۔ آپ اور آپ کے ساتھیوں نے یہ چیزیں کھائیں اور پھر واپس اسکندریہ کی طرف آ گئے۔ اس سال انہوں نے حج نہ کیا۔ مجھ (ابن بطوطہ) سے یہ واقعہ بیان کرنے والے شخص ان حضرات میں سے ایک تھے جنہوں نے شیخ موصوف سے اسکندریہ میں ملاقات کی تھی۔

حضرت خلیفہ بن مسعود مغربی جابری رحمۃ اللہ علیہ

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اپنے غلام کو سلام بھیجنا

خلیفہ موصوف رحمۃ اللہ علیہ بنو جابر سے تعلق رکھنے والے عالم، صالح، پیشوا اور صاحب کرامات شخصیت تھے۔ مکی نسبت بھی تھی۔ سیر و سیاحت کرتے بیت المقدس تشریف لائے اور بیت اللہ شریف کا حج کیا۔ پھر واپس تشریف لے گئے۔ ان کے بہت سے مکاشفات دیکھنے میں آئے۔ حضرت قاضی شہاب الدین ابن عوجان مالکی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ جب میں نے حج کیا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی (قبر انور کی) زیارت کی تو میں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھا۔ آپ نے مجھے فرمایا: ''خفیر ایلیا'' کو میرا سلام دے دینا جب تم وہاں واپس پہنچو۔

میں نے عرض کیا: یہ کون شخص ہے یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا: ''خلیفہ'' اس کے بعد ان کا معاملہ مشہور ہو گیا۔ آپ رنگ کے کالے لیکن چمک دمک والے تھے۔ ۸۳۳ھ میں بمقام مالا انتقال فرما گئے اور بروایت ''الانس الجلیل'' آپ کی قبر زیارت گاہ عام و خاص ہے۔

حضرت خلیل بن عبداللہ رضی الدین رحمۃ اللہ علیہ

آپ صوفی، فقیہ اور جلیل القدر امام تھے۔ مکی نسبت تھی۔ آپ نامی گرامی احوال والے اور بلند و بالا کرامات کے حامل تھے۔

ولی کی پیدائش پر ہاتف کی آواز

علامہ مناوی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا کہ شیخ خلیل بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ کی کرامات میں سے ایک کرامت کہ جس پر میں واقف ہوا وہ شیخ الاسلام ولی العراقی کے دست اقدس سے لکھی تحریر تھی، انہوں نے فرمایا کہ مجھے شیخ شرف الدین محمد بن ابی بکر مقدسی رحمۃ اللہ علیہ نے خبر دی کہ مجھے شیخ شہاب الدین ابن عبداللہ بن خلیل مکی رحمۃ اللہ علیہ نے بتایا کہ ان کے والد گرامی شیخ رضا اللہ یمن میں تھے۔ اور ان کے ساتھ ان کی بیوی بھی تھی وہ اس وقت ان کے بھائی سے حاملہ تھی۔ جب حج کا وقت آیا تو انہوں نے سفر کی تیاری کی اور ان کی بیوی بھی ان کے ساتھ چل پڑی۔ اسے دردِ زہ نے آ ستایا۔ رات سخت اندھیری تھی اور وہ وادی بہت زیادہ

خوفناک تھی۔ خوف ہر طرف تھا۔

بیوی نے ان سے کہا مجھے اس وقت شدید درد زہ ہو رہا ہے۔ لہٰذا مجھے سواری سے نیچے اتار دو۔ ان کے خاوند نے کہا اس جگہ کیسے اتاروں جو انتہائی خوفناک ہے اور رات سخت کالی ہے؟ بیوی نے کہا کہ اس کے بغیر کوئی چارہ نہیں۔ کہنے لگے اچھا تو اونٹ کی نکیل پکڑ تا کہ میں سلطان اور سواروں کے امیر سے اجازت لے آؤں اور میں ان سے درخواست کروں کہ کچھ دیر کے لئے سواریاں بٹھاؤ (تا کہ بیوی فارغ ہو جائے) یمن کا سلطان اس سال ان لوگوں کے ساتھ حج پر جا رہا تھا۔

اتنے میں ایک ہاتف نے آواز دی۔ کیا سواروں میں تمہارے علاوہ اور کوئی امیر ہے؟ پھر اس نے اپنا اونٹ بٹھایا۔ جس کو دیکھ کر سواروں نے اپنے اپنے اونٹ بٹھا دیئے۔ پھر خاوند نے اپنی بیوی سے کہا جلدی سے اپنا کام مکمل کر لو۔ کیونکہ تمام لوگ تیرے انتظار میں رکے ہوئے ہیں۔ اس نے بچہ جنا اسے لپیٹا اور اپنے ساتھ ہودج میں رکھا۔ پھر اونٹنی چل پڑی اور اسے دیکھ کر تمام سواروں کی سواریاں بھی چل پڑیں۔ لوگوں نے آپس میں کہنا شروع کر دیا کہ سلطان کو یہاں اترنے پر کس نے مجبور کیا؟ جبکہ رات انتہائی کالی ہے اور جگہ بھی تکلیف دہ ہے۔ ادھر سلطان یہ کہہ رہا تھا لوگوں کو کس چیز نے اندھیری رات اور خطرناک جگہ پر اترنے پر مجبور کیا؟ ان میں سے کوئی بھی نہ جانتا تھا کہ اصل سبب اور وجہ کیا ہے۔

حضرت خلیل مجذوب رحمۃ اللہ علیہ

امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جناب خلیل مجذوب رحمۃ اللہ علیہ دراصل ایک گاؤں کے رہنے والے تھے۔ جس کو میتنین کہا جاتا ہے جو ملیج کے قریب واقع ہے۔ آپ برہنہ رہا کرتے تھے۔ بہت عرصہ آپ میتنین میں قیام پذیر رہے۔ حتیٰ کہ ۹۴۰ھ آ گیا تو آپ یہاں سے شبین شہر میں منتقل ہو گئے۔ امام شعرانی فرماتے ہیں کہ جب ہم نے شبین جانے کے لئے سفر شروع کیا تا کہ وہاں ایک جامع کی تعمیر بروئے کار لائی جائے تو ہم نے انہیں (خلیل مجذوب) اس جگہ مقیم پایا جہاں ہمارا جامع بنانے کا پروگرام تھا۔

ہمیں شبین کے رہنے والوں نے بتایا کہ ایک سال ہوا کہ حضرت نے یہاں ایک گڑھا کھودا اور ''الجامع، الجامع'' کہتے تھے۔ لوگ ان کی اس بات کا مفہوم نہ سمجھتے تھے یہاں تک کہ ہم نے اس جگہ جامع کی تعمیر کی۔ جب ہم کشتی پر سوار دریا کے ساحل پر پہنچے تو آپ شبین سے نکلے اور ہم سے ملاقات کی۔ وہ اس وقت ہنس رہے تھے اور خوشی کا اظہار کر رہے تھے۔ پھر جامع کی تعمیر مکمل ہونے تک ہمارے اردگرد ہی رہے ان کی بہت سی خلاف عادت کرامات دیکھنے میں آئیں اور سچے کشف ہم نے ملاحظہ کئے۔

ایک پھٹی پرانی چادر رات دن آپ گردن میں ڈالے رکھتے۔ شہر میں سارا دن گھومتے پھرتے نظر آتے۔ کبھی چیختے اور کبھی خاموش ہو جاتے۔ میں نے انہیں ایک مرتبہ دور سے دیکھا آپ اس وقت شہر کے ایک اونچے مقام پر چڑھ رہے تھے۔ میں نے دل میں کہا وہ جو تم دیکھ رہے ہو پتہ نہیں وہ احمدی ہے یا برہامی؟ انہوں نے چیخ ماری اور کہا اے دائم! وہ اشارہ کر رہے تھے کہ وہ برہامی ہیں۔

ہوا میں اڑتے ہوئے آنا جانا

علامہ مناوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا آپ مصر کے ایک شہر قلیوب میں ٹھہرے ہوئے تھے۔ آپ کی ایک کرامت جسے آپ کے

بیٹے یعنی سیدی زین العابدین نے بیان کیا وہ یہ کہ وہ (آپ کا بیٹا) جامع قلیوب کبیر کے اندر بیٹھا ہوا تھا۔ اچانک جناب خلیل مجذوب تشریف لائے اور ہوا میں چلنے لگے۔ جامع کا ہوا میں اڑتے اڑتے چکر لگایا۔ پھر پہلی سی کیفیت میں آ گئے۔

حضرت خمیس بدوی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ وقت، صالح، مجذوب اور دمشق میں صاحب جلال و تمکین شخصیت تھے اور یہ بات مشہور ہوگئی تھی کہ انہوں نے ہی شیخ حسن، شیخ سعد الدین جباوی کو شام میں داخل کرایا تھا۔ ان سے ہی وہاں دمشق میں سلسلہ سعدیہ کے پھیلنے کا موقع میسر آیا۔

شیخ موسیٰ کناوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے ان کی زیارت نہیں کی۔ ان سے ان کے ساتھی ایسی حکایت بیان کرتے ہیں جو ان کے صاحب تصرف اور وسیع الحال ہونے پر دلالت کرتی ہے۔ ان کے ساتھیوں میں سے ایک سیدی محمد بن قیصر قبیباتی رحمۃ اللہ علیہ بھی تھے۔

سمندر میں گرا جوتا واپس لوٹا دیا

جناب غزی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ ان سے مشہور حکایات میں سے ایک یہ ہے کہ ان کی جماعت کا ایک آدمی غالباً ابن قیصر شیخ سیدی علی بن میمون کے ہاں صالحیہ میں آیا جایا کرتا تھا اور ابن میمون سے اکثر ایسی گفتگو سننے میں آتی تھی جس سے شیخ خمیس بدوی رحمۃ اللہ علیہ کی بزرگی اور ولایت کا انکار ٹپکتا تھا۔ جب اس کا تذکرہ شیخ خمیس کے پاس کیا گیا تو آپ نے اس شخص سے کہا جو علی بن میمون کے پاس اکثر جایا کرتا تھا، ابن میمون سے پوچھنا جب تیری جوتی سمندر میں گر پڑی تھی اور تو کشتی میں سوار تھا اور فلاں دن تھا وہ جوتی کس نے تمہیں واپس نکال کر دی تھی؟ ہاں وہ ایک شام کا رہنے والا ہی تھا۔ جب یہ بات ابن میمون کے سامنے ذکر کی گئی تو اس نے اس کا اعتراف کیا اور اس واقعہ کے بعد وہ شیخ خمیس رحمۃ اللہ علیہ کا ادب و احترام کرنے والا ہو گیا۔ شیخ موصوف کا ۹۱۸ھ میں انتقال ہوا اور بقول غزی انہیں قبیبات کے مقبرہ میں دفن کیا گیا۔

حضرت خوبج مسری رحمۃ اللہ علیہ

آپ سرزمین یمن میں زبید نامی جگہ میں مدفون ہیں آپ صاحب کرامات اور عجیب و غریب کام سرانجام دینے والی شخصیت تھے۔ آپ کی ایک کرامت یہ تھی کہ چھوٹے سے برتن کے کھانے سے ایک سو آدمیوں کو سیر ہو کر کھانا کھلا دیا کرتے تھے۔

چمڑے کے تھیلے سے ہر خوردنی چیز برآمد ہوتی

آپ کی ایک کرامت یہ بیان کی گئی ہے کہ آپ اپنے ساتھ جنگلات اور میدان میں سفر کے دوران چمڑے کا ایک تھیلا رکھا کرتے تھے۔ پھر اس سے حسب ضرورت دودھ، شہد، گھی وغیرہ نکالتے۔ آٹھویں صدی میں انتقال فرمایا۔ علامہ مناوی نے یہ قول کیا ہے۔

حضرت خیر النساج رحمۃ اللہ علیہ کا تذکرہ محمد بن اسماعیل کے نام کے ساتھ محمد نام کے تحت ذکر ہوگا۔

حرف دال

ایسے چند اولیائے کرام کی چند کرامات جن کے اسمائے گرامی کا پہلا حرف دال ہے۔

حضرت داؤد طائی رحمۃ اللہ علیہ

مشہور ولی ہوئے ہیں اور امام اعظم امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے اصحاب میں سے ایک اہم شخصیت ہیں۔

قبر میں صاحب قبر کو دیکھنا اور اس سے گفتگو کرنا

حضرت داؤد طائی رحمۃ اللہ علیہ بیان فرماتے ہیں کہ میرے ہمسایہ میں ایک عورت فوت ہوئی۔ جس کی کوئی بڑی اور اہم عبادت نہ تھی (یعنی عابدہ زاہدہ نہ تھی) ان سے عرض کیا گیا۔

اے داؤد! اس کی قبر میں ذرا جھانک کر دیکھ اور اس کی کیفیت سے ہمیں مطلع فرما۔ فرماتے ہیں: میں نے دیکھا تو مجھے قبر میں عظیم نور، بچھا ہوا فرش اور بلند و بالا تخت پڑے ہوئے نظر آئے۔ میں نے اس قبر والی عورت سے پوچھا کس سبب سے تو اس انعام کی حقدار ٹھہری؟ مجھے آواز سنائی دی: بتانے والا بتا رہا تھا کہ اس نے اپنے سجدے کے دوران ہم سے لگاؤ لگایا تو اس کے صلہ میں ہم نے اس کی تنہائی میں اس سے محبت کا اظہار کیا۔ علامہ مناوی کے بقول آپ نے ۱۶۲ھ میں انتقال فرمایا۔

خواب میں شیخ داؤد طائی کی طرف جانے کا حکم

خانی نے کہا کہ امام ابو سلیمان داؤد بن نصیر طائی کوفی نے خواب میں کسی کو یہ کہتے ہوئے سنا: ''مَنْ یَحْضُرُ مَنْ یَحْضُرُ''؟ (کون آئے گا، کون حاضر ہوگا؟) کہتے ہیں کہ میں اس آواز دینے والے کے پاس چلا گیا۔ اس نے مجھ سے پوچھا کیا چاہتے ہو؟ میں نے کہا: میں نے تمہاری آواز سنی کہ تم ''من یحضر من یحضر'' کہہ رہے تھے۔ میں اس لئے آیا ہوں تاکہ تمہارے اس کلام کا معنی دریافت کروں۔ تو اس نے مجھے کہا کیا تو نے کھڑے ہو کر خطاب کرنے والے اس شخص کو نہیں دیکھا ہے جو لوگوں کو خطاب کے دوران اولیائے کرام کے اعلیٰ مراتب سے آگاہ کر رہا ہے؟ جاؤ اور اس کی مجلس وعظ میں بیٹھو۔ شاید تم اسے مل سکو اور اس کے خطاب مکمل کرنے سے پہلے اس کی کچھ باتیں سن سکو۔ میں وہاں گیا۔ دیکھا کہ لوگوں کا ان کے اردگرد جمگھٹ ہے۔ اور وہ فرما رہے ہیں:

مَا نَالَ عَبْدٌ مِنَ الرَّحْمٰنِ مَنْزِلَةً   أَعْلٰى مِنَ الشَّوْقِ اِنَّ الشَّوْقَ مَحْمُوْدُ

(کسی بندۂ خدا نے اللہ تعالیٰ سے شوق سے بڑھ کر زیادہ مرتبہ والی بات نہیں پائی۔ یقیناً شوق بہت ہی سراہا گیا ہے)۔

فرماتے ہیں کہ اس شخصیت نے سلام کیا اور منبر سے نیچے اتر آئے۔ میں نے اپنے پہلو میں کھڑے شخص سے پوچھا یہ کون ہیں؟ کہنے لگا کیا تم انہیں نہیں جانتے؟ میں نے کہا نہیں۔ کہا یہ داؤد طائی ہیں۔ مجھے اپنے خواب پر تعجب ہوا اور اس پر بھی جو میں نے ان سے دیکھا۔

حضرت داؤد بن اعزب رحمۃ اللہ علیہ

مشہور صوفی ہوئے۔ ان کی ولادت سے بہت پہلے ابوالحجاج اقصری رحمۃ اللہ علیہ نے ان کی بشارت دی تھی۔ کہا تھا "لیظھرن داؤد الأعزب یکون قطب الأرض والقائم بالوقت"۔ (یقیناً داؤد اعزب پیدا ہوگا اور وہ روئے زمین کا قطب اور اپنے وقت کا قائم ہوگا)۔ جب یہ مصر تشریف لائے اور جعبری سے ملاقات ہوئی تو کسی نے جعبری سے سوال کیا کہ یہ کیسے ہیں؟ اس نے کہا: "میں ایسے درندے کے بارے میں کیا کہوں جو ادب سے ناآشنا ہو۔ کیا وہ لوگوں کو پھاڑ نہیں کھائے گا؟ میں جب اس سے ملا تو مجھے تمام علم و معلومات بھول گئی تھیں۔

ذبح شدہ دوسرے کی بکری کو قبول نہ کیا

آپ کی ایک کرامت یہ بیان کی گئی ہے کہ ایک شخص نے آپ کی مہمانی کی اور مہمان نوازی کے لئے ایک بکری ذبح کر کے اس کو آپ کی خدمت میں لے آیا۔ آپ نے فرمایا اسے اٹھالو اور اسے لے جاؤ۔ چنانچہ معلوم ہوا کہ وہ ذبح شدہ بکری اس کی بکریوں میں سے نہ تھی بلکہ کسی دوسرے کی تھی۔

چبوترے کے ایک پائے سے پانی ابل پڑا

ایک عورت نے آپ کی مہمانی کی۔ آپ اس عورت کے گھر میں ایک چبوترے پر سو گئے تو اس کے ایک پائے سے پانی کا چشمہ پھوٹ پڑا حتیٰ کہ پانی کے تالاب کی مانند ہو گیا۔

ہڈیوں کو جمع کر کے پھر سے زندہ بکری بنا دیا

آپ کے لئے ایک شخص نے کھانا پکایا اور اپنی ایک بکری کو ذبح کر کے اس کا گوشت تیار کیا۔ چنانچہ آپ نے مع دوسرے ساتھیوں کے کھانا تناول فرمایا اور گوشت کھایا۔ جب اس شخص کے باپ کو علم ہوا کہ اس نے بکری ذبح کر کے کھلائی ہے تو وہ بہت غصے ہوا۔ آپ نے اپنے ساتھیوں کو حکم دیا کہ اس کی تمام ہڈیاں جمع کرو اور ان میں سے کسی ہڈی کو مت توڑنا۔ اس کے بعد کیا ہوا؟ انہیں اس کا علم نہ ہو سکا۔ ہاں اتنا پتہ چلا کہ وہ بکری دوسری بکریوں کے ساتھ چر رہی تھی۔

نظر سے حمل ضائع کر دیا

ایک واقعہ ہوا کہ ایک دوشیزہ سے زبردستی زنا کیا گیا جس سے وہ حاملہ ہو گئی۔ پھر اس کے باپ نے اس کی کسی سے شادی کر دی۔ اس کی ماں کو بہت برا لگا کہ کہیں خاوند کو اس بارے میں اطلاع نہ ہو جائے۔ چنانچہ وہ اپنی بچی کو شیخ موصوف کے پاس لے کر گئی۔ آپ نے جب اس لڑکی کی طرف دیکھا تو جو اس کے پیٹ میں تھا فوراً گر گیا اور وہ دوبارہ کنواری ہو گئی جس طرح پہلے تھی۔

ٹیڑھے ہاتھ پاؤں والے کو ٹھیک کر دیا

آپ کے پاس ایک عورت اپنا ایک بچہ لے کر آئی۔ جس کے ہاتھ اور پاؤں ٹیڑھے تھے اور کہنے لگی کہ اس کا باپ اسے

اپنا بچہ ماننے سے انکاری ہے کیونکہ اس کے ہاتھ پاؤں ٹیڑھے ہیں۔ آپ کا اس کے بارے میں کیا ارشاد ہے؟ آپ نے اس بچے کے باپ کو بلوایا۔ جب وہ آیا تو آپ نے پوچھا میں اسے تندرست کئے دیتا ہوں کیا تم اسے اپنا بیٹا تسلیم کر کے اپنے ساتھ رکھو گے؟ کہنے لگا جی حضور! آپ نے اپنا ہاتھ اس پر رکھا تو وہ صحیح سالم اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

آپ فرمایا کرتے تھے کہ عارف کی نشانی یہ ہے کہ وہ ہوا میں اڑتا ہو، پانی پر چلتا ہو، غیب سے خرچ کرتا ہو اور دنیا اس کے سامنے ایک پیالے کی مانند ہو کہ اس میں جیسے چاہے تصرف کرے اور اس کے ظاہر سے اس کا باطن دیکھتا ہو جیسا کہ قندیل۔

فرماتے ہیں کہ میں نے ایک دن اپنے پاؤں پسارے تو مجھے آواز دی گئی، بادشاہوں کی مجلس میں بے ادبی نہیں کی جاتی۔ یہ مناوی نے کہا ہے۔

حضرت داؤد عجمی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت امام یافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب حضرت داؤد عجمی رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ہوا اور آپ کو دفن کرنے کے لئے قبر کی طرف اٹھا کر لایا گیا تو دفنانے والوں نے دیکھا کہ قبر میں ریحان کا فرش بچھا ہوا ہے۔ چنانچہ دفن کرنے والے ایک شخص نے وہاں سے ریحان کی سات شاخیں اٹھا لیں اور گھر لے آیا۔ لوگ ان شاخوں کو ستر دن تک تعجب سے دیکھتے رہے۔ اتنے دن گزر جانے کے باوجود ان میں کوئی تبدیلی نہ آئی حتیٰ کہ ان شاخوں کو اس شخص سے امیر نے لے لیا۔ پھر وہ ایسی گم ہو گئیں پتہ نہ چل سکا کہ کہاں اور کدھر چلی گئیں۔

حضرت داؤد بن سید بدر حسینی رحمۃ اللہ علیہ

اکابر اولیائے کرام میں سے ہوئے ہیں اور صاحب کرامات بھی تھے۔

عیسائی اپنے گھر چھوڑنے پر مجبور ہو گئے

شیخ صاحب کا گاؤں شرفات جو بیت المقدس کی حد بندی میں شامل تھا، اس میں کچھ عیسائی آباد تھے جو اپنی زمینوں پر کاشت کیا کرتے تھے۔ اس پوری بستی میں آپ کے سوا اور کوئی مسلمان آباد نہ تھا یا آپ کے اہل و عیال اور خدمت گزار چند افراد تھے۔ آپ پوشیدہ اور خفیہ طور پر عبادت کیا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو غلبہ عطا فرمایا۔ آپ کے غالب ہونے کے اسباب میں سے پہلا سبب یہ بنا کہ عیسائی مذکورہ گاؤں میں شراب بنایا کرتے تھے۔ فاسق مسلمانوں اور غیر مسلموں میں بیچا کرتے تھے۔

سید داؤد رحمۃ اللہ علیہ پر یہ بات نہایت شاق گزری تھی۔ آپ ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی تمنا پوری فرما دی۔ اب جب بھی وہ انگور وغیرہ کے کشید کردہ رس سے شراب بناتے تو وہ شراب سرکہ بن جاتی یا پانی میں تبدیل ہو جاتی۔ اس پر عیسائی بولے، یہ شخص جادوگر ہے۔ لہٰذا یہاں سے ہمیں کوچ کر جانا چاہیے۔ ان کا یہ فیصلہ اس بستی کے ایک مالک پر بڑا گراں گزرا۔

سید داؤد رحمۃ اللہ علیہ کو اس کی خبر ہوئی۔ آپ نے اس بستی والے کی طرف ایک آدمی بھیجا اور اس سے اس بستی کی زمین اجرت پر لے لی۔ آپ نے اس میں ایک عبادت خانہ بنایا اور ایک گنبد بنایا جو آپ کا اور آپ کی اولاد کا مدفن ہے۔ اتفاق کی بات ہے کہ جب گنبد تعمیر کیا جانے لگا اور مکمل ہو گیا تو ایک آدمی ہوا میں اڑتا ہوا آیا تو اس نے اس گنبد کی طرف ہاتھ سے اشارہ کیا اور وہ گر گیا۔ تعمیر کرنے والے نے دیکھا کہ وہ پھر اڑ کر غائب ہو گیا۔

اس بات کو سید داؤد رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے بیان کیا گیا تو آپ سن کر خاموش رہے۔ آپ نے پھر دوبارہ گنبد بنانے کا حکم دیا۔ جب وہ مکمل ہو گیا تو پھر اڑنے والا آیا اور وہ گنبد دوبارہ گر گیا۔ اس مرتبہ پھر سید داؤد رحمۃ اللہ علیہ کو اس کی خبر دی گئی۔ آپ نے تیسری مرتبہ بنانے کا حکم دیا۔ جب وہ مکمل ہو گیا تو سید صاحب موصوف تشریف لائے اتنے میں وہ پھر اڑنے والا آیا۔ اب سید داؤد رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی طرف ہاتھ سے اشارہ کیا تو وہ گرتے ہی مر گیا اور اس کی میت عبادت خانہ کے قریب ایک مکان میں گری۔ آپ نے اسے حاضر کرنے کا حکم دیا۔ چنانچہ جب اسے ان کے سامنے لایا گیا تو وہ ایک مکمل انسان تھا۔ اس کا چہرہ روشن تھا اور اس کے سر کے بال لٹکے ہوئے تھے اور کافی لمبے تھے۔ اس کو غسل دیا گیا۔ کفن پہنایا گیا اور نماز جنازہ پڑھ کر اسے مذکورہ گنبد میں دفن کر دیا گیا۔

پھر سید داؤد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے اسے یہاں مرنے کے لئے بھیجا تھا کیونکہ اس کی موت کی جگہ نہ تھی۔ آپ سے پوچھا گیا کیا آپ پہچانتے ہیں؟ فرمایا ہاں، یہ میرا چچا زاد بھائی ہے اور اس کا نام احمد ہے۔ اڑنے کی وجہ سے اس کی ہمت ہماری ہمت سے مات کھا گئی اور اس نے ارادہ کیا تھا کہ گنبد کے گر جانے سے اس کی شہرت ختم ہو جائے لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کی شہرت کا ارادہ فرمایا تھا اور اللہ تعالیٰ نے اسے اس گنبد میں سب سے پہلے دفن ہونے والا کر دیا۔ سید داؤد رحمۃ اللہ علیہ ۷۰۱ھ میں فوت ہوئے۔ یہ "انس جلیل" میں لکھا ہے۔

حضرت ابو سلیمان داؤد بن ابراہیم زیلعی رحمۃ اللہ علیہ

آپ بہت بڑے فقیہ، عارف، زاہد، متقی اور عمدہ انسان تھے جبلہ اور اس کے اردگرد کے فقہائے کرام سے دینی سوجھ بوجھ حاصل کی اور تعز نامی شہر میں رہائش بنائی۔ پھر اس میں مدرسہ شمسیہ کے اندر پڑھاتے رہے۔ طلبہ نے ان سے مکمل نفع اٹھایا اور ان سے پڑھنے کے لئے طلبہ کا ہر وقت جمگھٹا لگا رہتا۔ آپ بڑی برکت والے مدرس تھے۔ آپ نے جسے بھی پڑھایا اسی نے اس سے نفع اٹھایا۔ علم میں کامل و مکمل ہونے کے ساتھ ساتھ آپ صالحیت اور مستجاب الدعا بھی مشہور تھے اور شکوک و شبہات سے بہت زیادہ اجتناب برتتے تھے۔ جب کبھی کھانا حاضر کیا جاتا جس میں شبہ ہوتا تو فوراً آپ اس کی علامت ظاہر فرما دیتے جو اس سے مشتبہ ہونے پر دلالت کرتی تھی۔ آپ اسے پھر چھوڑ دیتے۔

اس بارے میں آپ کی بہت سی حکایات مشہور ہیں اور آپ کے سچ اور سچ کی حمایت کرنے پر دلالت کرتی ہیں۔ لوگوں کے درمیان آپ بڑے صاحب جلال اور بارعب شخصیت تھے۔ لوگ آپ سے دعا طلب کرتے اور آپ کی برکت کی امید رکھتے تھے۔ ۷۰۹ھ بقول شرجی آپ نے انتقال فرمایا۔

حضرت داؤد بن شیخ مسلم صمادی بطراوی رحمۃ اللہ علیہ

گھر بیٹھے لڑ کر فتح حاصل کی

آپ بزرگ شخصیات میں سے ایک تھے اور مشہور ولی تھے صماد حوران کی ایک بستی کا نام ہے۔ سراج نے کہا کہ ہمیں یہ بتایا گیا کہ شیخ داؤد رحمۃ اللہ علیہ نے جس وقت عکا کو فتح کیا تو اس وقت اپنے خادم سے کہا میرے ہاتھوں پر پانی ڈالو تا کہ میں انہیں دھوؤں۔ جب خادم نے آپ کے ہاتھوں کو دیکھا تو وہ کہنیوں تک خون سے آلود تھے۔ اس نے پوچھا حضرت یہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا:

اے میرے بچے! ابھی ہم نے عکا فتح کیا ہے۔ پھر وہی تاریخ عکا کے فتح کی نکلی جو آپ نے ہاتھ دھوتے وقت بیان فرمائی تھی۔

دشمنوں سے گھر بیٹھے لڑائی

بیان کیا گیا ہے کہ شیخ داؤد صمادی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مرتبہ اپنے ساتھیوں سے کہا: آج رات ہمیں جنگ کرنا ہے۔ یعنی مردوں کے ساتھ لڑائی ہوگی۔ کیونکہ یہ میرے رب کا فیصلہ ہے لہٰذا تم میرے لئے لڑائی کے سامان کا بندوبست کرو۔ پھر جب آپ سماع خانہ میں تشریف لائے تو وہاں جم غفیر کے جنگی ہتھیاروں کی آپس میں ٹکرانے کی آوازیں سنیں اور ہتھیاروں کی جھنکار بھی۔ جب وہ بیٹھ گئے تو دیکھا کہ شیخ کے پہنے ہوئے کپڑے ضربات کی بنا پر پھٹے ہوئے ہیں۔

گانے والے نے توبہ کی اور شیخ کی اسے دی گئی مسواک کے کمالات

سراج رحمۃ اللہ علیہ نے بیان فرمایا کہ شیخ داؤد صمادی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ پر ایک گانے والے نے توبہ کی جسے سرزمین بصری اور اس کے قریب کے لوگ طبال کہا کرتے تھے۔ آپ نے اسے بطور تبرک مسواک عطا فرمائی۔ پھر کچھ دنوں بعد وہ تائب گویا تاجروں کی ایک جماعت کے ہمراہ بصرہ سے ابوسلامہ کے عبادت خانہ میں واقع خرصہ کی طرف نکلا جو بصری سے ذرا باہر ہے تو تاجروں نے اس کے پاس مسواک دیکھی۔ ان میں سے ایک نے کہا جو گھوڑے پر سوار تھا کہ میری طرف بھی مسواک پھینکو۔ اس نے پکڑی اور اس کا کچھ حصہ اپنی دبر (پاخانہ کی جگہ) میں ازراہ مذاق داخل کیا۔ دوسرا بولا جو اپنی سواری پر بیٹھا تھا کہ میری طرف بھی مسواک پھینکو، اس کی طرف پھینکی گئی لیکن وہ اس تک نہ پہنچ سکی۔ ان میں جس کے پاس مسواک نہ پہنچ سکی تھی وہ تو مرض استسقا میں مبتلا ہو کر مر گیا اور پہلے شخص کا پیٹ بڑا ہو گیا۔ لیکن اس مصیبت کی وجہ نہ جان سکا۔ حتیٰ کہ اسی حالت میں عورتوں کی مدت حمل یعنی نو ماہ کا وقت مکمل ہو گیا۔ اسے دردزہ نے آلیا۔ تین دن تک متواتر اس درد میں مبتلا رہا۔ ادھر اس کے دونوں پستانوں سے دودھ بھی بہنا شروع ہو گیا۔ جس سے اس کا درد گرد تر ہو گیا اس کے بعد اس کی دبر سے ایک حیوان پیدا ہوا جو شکل میں آدمی تھا چہرہ بغیر بالوں کے اور باقی بدن پر بال تھے۔ دانت بھی تھے۔ بلی کے چھنگلیا کے برابر دم بھی تھی۔ لوگوں نے اسے ایک چینی برتن میں ڈال کر اوپر سے ڈھانک دیا۔

پھر والی نے اس پر سے کپڑا ہٹا کر اسے توکدار چیز چبھوئی تو اس کی کچلیاں نکال لیں اور پھونک بھی ماری۔ پھر نوادرات اور عجیب وغریب اشیاء خریدنے والے آئے جنہوں نے تین سو درہم دے کر یہ بچہ خرید لیا۔ وہ اسے شہر بشہر لے کر جانا چاہتے تھے کیونکہ بہت بڑا عجوبہ تھا۔

پھر اس بچہ کو جننے والے تاجر کی بیٹی آئی جو اس کی اولاد میں سب سے بڑی تھی۔ اس نے چینی برتن کو نرمی سے صاف کیا۔ اس کے بعد وہ تاجر مر گیا اور مرتے دم تک کسی نے اس سے ایک لفظ بھی نہ سنا اور اس کا قصہ بہت مشہور ہو گیا اور ہم اس واقعہ کو ایسے شخص سے روایت کر رہے ہیں جو عادل تھا اور موقع پر موجود تھا۔ اس نے آنکھوں سے دیکھا واقعہ ہمیں سنایا۔

حضرت داؤد بن باخلا رحمۃ اللہ علیہ

آپ سکندری، امی، محمدی اور شاذلی تھے۔ بڑے بڑے اولیائے کرام میں سے ایک اور مشہور صوفیائے کرام میں سے تھے۔ باطن کے کشف کے معاملہ میں انہیں بہت بلند مقام عطا ہوا تھا۔ اسکندریہ کے والی کے دروازے پر سپاہی مقرر تھے۔ والی کے بالکل سامنے بیٹھے جب کسی ملزم کو لایا جاتا تو آپ اگر اس کی داڑھی پکڑ کر ذرا اوپر کی طرف اٹھا دیتے (یعنی داڑھی کو) تو وہ بری ہوتا اور اگر داڑھی اس کے سینہ کی طرف نیچے کر دیتے تو وہ مجرم ہوتا آپ سیدی وفا رحمۃ اللہ علیہ کے شیخ تھے۔ (قالہ المناوی)

حضرت داؤد رومی رحمۃ اللہ علیہ

بہت بڑے عارف اور مشہور صوفی تھے۔

گونگا بول پڑا

ان کی ایک کرامت جو علامہ مناوی رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر فرمائی، وہ یہ ہے کہ ان کے کسی ساتھی کا بچہ سن بلوغت کو پہنچ گیا لیکن بول نہیں سکتا تھا۔ اس نے اس بچے کو شیخ موصوف کی خدمت میں حاضر کیا اور درخواست کی کہ اس کے لئے دعا فرمائیں۔ انہوں نے اس کے لئے دعا کی اور اپنے منہ کا لعاب لیا اور اس کے منہ میں ڈال دیا تو اس نے اسی وقت بولنا شروع کر دیا۔

حضرت ابو التقی دحمل بن عبد اللہ صبہانی رحمۃ اللہ علیہ

آپ شیخ صالح، بہت بڑے عبادت گزار اور ولایت میں مشہور شخصیت تھے۔ آپ پر اللہ تعالیٰ کا خوف اور اس سے محبت بہت غالب تھی لیکن یہ غلبہ زیادہ تر لڑائی تک نوبت لے آتا تھا۔ آپ جامع مسجد میں خطیب صاحب کے خطبہ کے دوران منبر کے قریب آ جاتے اور منبر پر اپنا عصا مار کر کہتے: یا حمار الکذابین (اے جھوٹوں کے گدھے!)

بیان کیا گیا ہے کہ آپ ایک مرتبہ عرشان کے قاضیوں کے ہاں کسی کی سفارش کے سلسلہ میں تشریف لے گئے لیکن انہوں نے ان کی سفارش نہ مانی۔ آپ وہاں سے غصہ میں بھرے باہر نکل آئے کیونکہ آپ نے ان میں خود پسندی اور دنیا داری دیکھی۔ جب شہر کی حدود سے نکل گئے تو اس کی طرف منہ موڑ کر کہا:

اے شہر! عرشان کے قاضیوں کو گرفت میں لے لے۔ اس کے بعد وہ وہاں زیادہ دیر نہ رہے تھے کہ ان کی حالت

دگرگوں ہوگئی اور دنیا ختم ہوگئی۔

اللہ نے ولی کے کہنے پر بادشاہ کو گرفت میں لے لیا

آپ کی ایک کرامت یہ بیان کی گئی ہے کہ جب سلطان الخطکین بن ایوب نے اہل یمن کی زمین خریدنے کا ارادہ کیا اور یہ چاہا کہ اس تمام زمین کو دیوان کی ملکیت بنالیا جائے تو لوگوں کو اس سے سخت صدمہ ہوا اور یہ فیصلہ انہیں بہت برا لگا۔

اس پر شیخ دحمل رحمۃ اللہ علیہ اور صالحین کی ایک جماعت کسی مسجد میں جمع ہوئے۔ وہاں ان حضرات نے تین دن اعتکاف کیا۔ دن کو روزہ رکھتے اور رات بھر اللہ تعالیٰ کی عبادت میں بسر کرتے۔ جب تیسری رات آئی تو شیخ دحمل رحمۃ اللہ علیہ مسجد سے باہر نکلے اور بلند آواز سے اللہ تعالیٰ کی محبت میں ڈوب کر پکارنے لگے: ''یا سلطان السماء أکف المسلمین حال سلطان الارض'' (اے آسمانوں کے بادشاہ! مسلمانوں کو زمین کے سلطان کے حال سے بچالے)۔

اس پر ان کے ساتھیوں نے انہیں کہا حضرت! خاموش ہو جائیے۔ فرمانے لگے معبود کے حق کی قسم! حاجت وضرورت پوری کر دی گئی اور میں نے ایک پڑھنے والے کو یہ پڑھتے سنا: ''قضی الأمر الذی فیہ تستفتیان'' جس کام کے بارے میں ان دو (یوسف علیہ السلام کے قیدی ساتھیوں) نے دریافت کیا اس بارے میں فیصلہ اٹل ہو گیا اور بیان کیا گیا ہے کہ آپ نے کہا: میں دیکھ رہا ہوں کہ سلطان ظاہر ہوا اور ہر طرف سے اس پر نیزوں کی بارش ہو رہی ہے۔ یہاں تک کہ وہ مر کر گر گیا۔ جب تیسرے دن کی ظہر ہوئی تو سلطان مذکور فوت ہو گیا اور لوگوں کو ان حضرات کی دعاؤں اور برکات سے اللہ تعالیٰ نے سلطان کے شر سے بچالیا۔ اللہ تعالیٰ ان سے ہمیں بھی نفع بخشے۔ آمین

آپ کی وفات چھٹی صدی کے بعد ہوئی اور صبہانی نسبت صبہان کی طرف ہے جو ایک کھلی جگہ ہے اور جبلۃ الیمن شہر سے متصل ہے۔

حضرت دلف بن جحدر ابوبکر شبلی بغدادی رحمۃ اللہ علیہ

سیدنا حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے اصحاب میں سے ہوئے ہیں۔ بیک وقت آپ صاحب حال، صاحب ظرف اور بہت بڑے عالم تھے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے مقلد تھے۔ ستاسی سال عمر پائی۔ فرماتے ہیں میں نے ایک دفعہ عہد کیا کہ صرف حلال ہی کھاؤں گا۔ پھر میں جنگلات میں پھرتا رہا۔ وہاں مجھے انجیر کا ایک درخت نظر آیا۔ میں نے اس کا پھل اتارنے اور کھانے کے لئے اس کی طرف ہاتھ بڑھایا تو درخت نے مجھے آواز دی۔ اپنا عہد نبھاؤ۔ اس کی حفاظت کرو۔ میرا پھل نہ کھانا کیونکہ میں ایک یہودی کی ملکیت ہوں۔ یہ واقعہ جناب قشیری رحمۃ اللہ علیہ نے بیان فرمایا ہے۔

اپنی موت اور غسل دینے والے کا پہلے سے علم

حضرت امام یافعی رحمۃ اللہ علیہ نے ''روض الریاحین'' میں لکھا ہے کہ حضرت شبلی کے ایک ساتھی جناب بکیر روایت کرتے ہیں کہ حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ نے جمعہ کے دن اپنے جسم میں موجود درد سے کچھ افاقہ پایا تو آپ جامع مسجد کی طرف چل پڑے۔ آپ

نے میرے ہاتھوں پر ٹیک لگائی۔ چلتے چلتے ہم کاغذ بنانے اور بیچنے والوں کے پاس پہنچے۔ وہاں ہمیں رصافہ سے آیا ہوا ایک شخص ملا۔ جناب شبلی نے فرمایا: کل ان شاء اللہ میرے ساتھ اس آدمی کا کوئی انوکھا معاملہ ہوگا۔ پھر جب رات ہوئی تو جناب شبلی رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ہو گیا۔ مجھے کہا گیا کہ پانی پلانے والے کے بڑے دروازے کے اندر ایک نیک بزرگ رہتے ہیں جو مردوں کو غسل دیتا ہے۔ میں وہاں گیا تو لوگوں نے مجھے ان کا اتہ پتہ بتایا۔ میں ان کے دروازے پر پہنچا اور آہستہ سے اسے کھٹکھٹایا اور کہا: السلام علیکم! اس بزرگ نے جواب سلام کے بعد فوراً مجھ سے پوچھا۔

کیا شبلی کا انتقال ہو گیا ہے؟ میں نے کہا جی۔ پھر وہ باہر تشریف لائے۔ میں نے جب غور سے دیکھا تو یہ وہی بزرگ تھے جن کی طرف جناب شبلی نے اشارہ فرمایا تھا۔ میں نے اس پر تعجب کرتے ہوئے لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہا تو اس بزرگ نے بھی لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ پڑھ کر مجھ سے پوچھا۔ تم کس بات پر تعجب کر رہے ہو؟ میں نے کہا کہ جناب شبلی رحمۃ اللہ علیہ نے گزشتہ دن جب آپ سے ہماری ملاقات ہوئی تھی فرمایا تھا کہ ان شاء اللہ کل اس آدمی کا میرے ساتھ انوکھا معاملہ ہوگا۔

تمہیں تمہارے معبود برحق کی قسم! تمہیں کہاں سے اطلاع ملی کہ شبلی کا انتقال ہو گیا ہے؟ وہ کہنے لگے اے بے وقوف! تم بتاؤ کہ شبلی کو یہ کہاں سے معلوم ہوا تھا کہ اسے آج میرے ساتھ ایک عجیب معاملہ درپیش ہوگا۔

عیسائی کا اسلام قبول کرنا

امام یافعی رحمۃ اللہ علیہ بیان فرماتے ہیں کہ جناب شبلی رحمۃ اللہ علیہ کی یہ کرامت بیان کی گئی ہے کہ آپ ایک مرتبہ چالیس مردوں کے ہمراہ بغداد سے باہر نکلے۔ آپ نے ان ساتھیوں سے فرمایا:

اے قوم! اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی روزی کی کفالت اٹھائی ہوئی ہے

وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا ۝ وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ ؕ وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ (الطلاق)

(جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لئے نکلنے کی کوئی سبیل بنا دیتا ہے اور وہاں سے اسے رزق عطا فرماتا ہے جہاں سے ملنے کا وہم و گمان نہیں ہوتا اور جو اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرتا ہے تو وہی اس کے لئے کافی ہے)۔

لہٰذا ساتھیو! تم بھی اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرو اور اسی کی طرف متوجہ رہو۔ اس کے علاوہ کسی اور کی طرف متوجہ نہ ہونا۔

یہ کہہ کر انہیں وہیں چھوڑ کر چلے گئے۔ یہ لوگ تین دن تک انتظار میں رہے۔ لیکن کسی طرف سے کچھ بھی نہ ملا۔ جب چوتھا دن آیا تو شیخ شبلی رحمۃ اللہ علیہ ان کے پاس تشریف لائے اور فرمانے لگے:

اے قوم! اللہ تعالیٰ نے بندوں کے لئے اسباب کو بروئے کار لانا مباح اور جائز قرار دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: هُوَ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ ذَلُوْلًا فَامْشُوْا فِيْ مَنَاكِبِهَا وَكُلُوْا مِنْ رِّزْقِهٖ (الملک: 15)

''اللہ وہ ہے جس نے تمہارے لئے زمین کو نرم بنایا لہٰذا تم اس کے راستوں میں چلو پھرو اور اس کے رزق میں سے کھاؤ''۔

لہٰذا تم اپنے میں سے زیادہ صدق نیت والے کو باہر بھیجو تا کہ تمہارے لئے کچھ خوراک لائے۔ وہ گیا لیکن اسے بھی کچھ نہ ملا۔ پھر انہوں نے اپنے میں سے ایک فقیر کو چنا۔ تا کہ وہ مانگ تانگ کر کھانے کے لئے کچھ لے آئے۔ چنانچہ وہ بغداد میں ہر طرف پھرا لیکن اسے بھی کھانے کے لئے کچھ میسر نہ آیا۔ اسے سخت بھوک لگ گئی اور چلنے پھرنے سے بھی گیا۔ تھک کر ایک عیسائی طبیب کی دکان کے پاس بیٹھ گیا۔ اس طبیب کے ہاں لوگوں کی بھیڑ تھی اور وہ انہیں دوائیاں لکھ کر دے رہا تھا۔ اس نے اس فقیر کی طرف دیکھا اور اس سے پوچھا تجھے کیا ہوا اور تجھے کیا بیماری ہے؟ تو فقیر نے اس کے سامنے اپنی بھوک کی شکایت کرنا اچھا نہ جانا۔

پھر طبیب نے ہاتھ بڑھا کر اس کا مرض معلوم کیا اور کہا کہ میں تمہاری بیماری بھی جان گیا ہوں اور اس کا علاج اور دوا بھی جانتا ہوں۔ پھر طبیب نے اپنے غلام کی طرف دیکھا اور اسے کہا بازار جاؤ اور ایک رطل کی روٹیاں، ایک رطل کا بھنا ہوا گوشت اور ایک رطل کا حلوہ لے آؤ۔ غلام نے بازار جا کر یہ اشیاء خریدیں اور واپس آ گیا۔ عیسائی طبیب نے ان چیزوں کو اس غلام سے لے کر فقیر کو دے دیں اور کہا تیری بیماری کی میرے پاس یہ دوا ہے۔

فقیر نے اسے کہا کہ اگر تم اپنی حکمت میں سچے ہو تو پھر یہی بیماری چالیس آدمیوں کو ہے۔ نصرانی طبیب نے پھر غلام سے کہا جلدی بازار جاؤ اور چالیس چالیس رطل کی مذکورہ اشیاء لے آؤ جو اس کے لئے لائے ہو۔ غلام جلدی سے بازار گیا اور تمام اشیاء لے آیا۔ طبیب نے وہ تمام اشیاء فقیر کو دیں اور ایک بوجھ اٹھانے والے کو حکم دیا کہ اس کے ساتھ یہ اشیاء اٹھا کر جاؤ اور اس کے ٹھکانے پر پہنچا دو اور فقیر سے کہا تم یہ تمام چیزیں ان چالیس فقیروں کے پاس لے جاؤ جن کی تم نے بات کی ہے۔ فقیر نے اپنے ساتھ بوجھ اٹھانے والے کو لیا اور چل پڑے حتیٰ کہ وہ اپنے ساتھیوں کے پاس آ گیا۔

ادھر نصرانی طبیب بھی ان کے پیچھے آ رہا تھا تا کہ فقیر کی سچائی کا امتحان لے۔ جب فقیر اس حلقہ میں داخل ہوا۔ جہاں اس کے فقیر ساتھی تھے تو نصرانی طبیب ایک طاق کے پیچھے دروازے سے باہر ہی کھڑا رہا۔ فقیر نے کھانا چنا اور ان سب کو پھر شیخ ابوبکر شبلی رحمۃ اللہ علیہ کو آواز دی۔ آپ تشریف لائے۔ انہوں نے ان کے سامنے کھانا رکھا۔ آپ نے اپنا ہاتھ کھانے سے کھینچ لیا اور فرمایا: اے فقرا! اس کھانے میں عجیب راز ہے۔ پھر آپ اس فقیر کی طرف متوجہ ہوئے جو یہ کھانا لے کر آیا تھا اور فرمایا: مجھے اس کھانے کے بارے میں سارا قصہ بیان کرو۔ فقیر نے تمام قصہ بیان کر دیا تو ان فقرا کو جناب شبلی نے فرمایا:

کیا تم نصرانی کا بھیجا ہوا کھانا تناول کرنا پسند کرتے ہو جو تم تک پہنچ چکا ہے؟ لیکن تم نے اسے کوئی صلہ اور بدلہ نہیں دیا؟ سب عرض کرنے لگے اے ہمارے سردار! اس کا بدلہ اور صلہ کیا ہو سکتا ہے؟ فرمایا: اس کا بھیجا ہوا کھانا کھانے سے پہلے اس کے لئے دعا کرو۔ ان سب نے دعا کی اور نصرانی سب کچھ سن رہا تھا۔ جب نصرانی طبیب نے دیکھا کہ باوجود سخت بھوکے ہونے کے وہ کھانا نہیں کھا رہے اور اس نے وہ بات بھی سنی جو شیخ شبلی نے ان سے کہی تھی تو اس نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ جب انہوں نے دروازہ کھولا تو اس نے اندر آتے ہی اپنا زنار توڑ ڈالا اور عرض کرنے لگا: اے شیخ! اپنا دست اقدس بڑھائیے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ جناب محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں۔ وہ مسلمان ہو

گیا اور بہترین اسلام لایا اور شیخ شبلی رحمۃ اللہ علیہ کے اصحاب میں شامل ہو گیا (یہ قصہ پہلے بھی ذکر ہو چکا ہے)۔

علامہ مناوی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا حضرت ابوبکر شبلی بغدادی خراسانی رحمۃ اللہ علیہ مشہور صوفیائے کرام میں سے ایک عظیم امام تھے۔ علم وحال میں یکتائے روزگار تھے۔ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ سے کسب فیض کیا۔ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی فقہ کے پابند یعنی مقلد تھے۔ بہت سی احادیث تحریر کیں۔ پھر عنایت نے درایت سے اپنی طرف مشغول کر لیا۔ یعنی درس وتدریس کو چھوڑ کر روحانیت وطریقت کی طرف متوجہ ہو گئے۔ آپ کی کرامات میں سے یہ بھی تھی کہ آپ عشق الٰہی اور خوف خدا سے مغلوب ہو جاتے اور اپنے آپ سے بے خبر ہو جاتے۔ لیکن نماز کے اوقات میں دوبارہ احساسات زندہ ہو جاتے اور باہوش ہو جاتے۔ حتیٰ کہ احکام الٰہی میں سے کوئی بھی فوت نہ ہوتا جو ان پر لاگو ہوتے۔ جیسا کہ عقلمند آدمی سے احکام شرعیہ اٹھتے نہیں اسی طرح آپ بھی ان کو بجالاتے تھے۔ جب نماز سے فارغ ہو جاتے تو عشق ومحبت الٰہی پھر غالب آ جاتی اور عقل وحواس سے باہر ہو جاتے۔

سماع (قوالی) کے دوران ایک دن چیخ ماری تو آپ سے اس بارے میں قیل وقال کی گئی اس پر آپ نے فرمایا:

لَوْ يَسْمَعُوْنَ كَمَا سَمِعْتُ كَلَامَهَا خَرُّوْا لِعِزَّةِ رُكَّعًا وَّ سُجُوْدًا

(اگر یہ لوگ اس کلام کو ایسے سنتے جیسا میں نے سنا تو اس کے مقام ومرتبہ کے پیش نظر رکوع وسجدہ میں گر جاتے)۔

آپ نے ۳۳۴ھ میں بغداد میں انتقال فرمایا۔ اس وقت آپ کی عمر ستاسی (۸۷) برس تھی اور خیزران کے مقبرہ میں دفن کیے گئے۔

حضرت دمرداش محمدی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت دمرداش محمدی جرکشی مصری خلوتی اکابر اولیائے عارفین میں سے تھے۔ آپ اصل میں سلطان قایتبای کے آزاد کردہ غلاموں میں سے تھے۔ آپ کے سلوک طریقت کا سبب یہ بنا کہ سلطان نے آپ کو دیناروں کی ایک تھیلی دے کر شیخ احمد بن عقبہ حضرمی کی طرف بھیجا۔ شیخ نے یہ دینار لینے سے انکار کر دیا۔ دمرداش رحمۃ اللہ علیہ نے انہیں دینار قبول کرنے پر بڑا زور دیا۔ اس پر شیخ موصوف نے وہ دینار لے کر انہیں نچوڑا تو وہ سب کے سب تازہ خون بن کر بہہ نکلے۔ فرمایا: یہ ہے تمہارا سونا۔ یہ دیکھ کر دمرداش سب کچھ بھول گئے اور ان کی عقل جاتی رہی اور توبہ کی۔

پھر سلطان کے پاس واپس تشریف لائے اور سلطان سے درخواست کی کہ وہ انہیں غلامی سے آزاد کر دے۔ اس پر بہت اصرار کیا۔ جس کے نتیجہ میں سلطان نے آپ کو آزاد کر دیا۔ آپ واپس شیخ موصوف کے پاس آ گئے۔ ان سے طریقت کا اکتساب کیا اور ان کے مرنے تک ان کا ساتھ نہ چھوڑا۔ پھر شیخ کی وفات کے بعد وہاں سے چلے گئے اور عارف عمر روشنی سے کسب فیض کیا۔ جناب مناوی کہتے ہیں کہ جب ان پر حال کا غلبہ ہوتا تو من کے قریب چاول کھا جاتے۔

پانچ سو آدمیوں کا کھانا کھا لیا

جناب نجم غزی نے کہا کہ ایک مرتبہ امیر قیردی دوادار نے وسیع دسترخوان کا انتظام کیا۔ پھر ایک آدمی کو شیخ دمرداش

رحمۃ اللہ علیہ کی طرف بھیجا اور پیغام دیا کہ اپنے تمام ساتھیوں کو ہمراہ لے آؤ اور کھانا کھاؤ۔ آپ کے ساتھ کوئی بھی نہ آیا۔ اکیلے ہی دسترخوان پر بیٹھ گئے۔ بیان کیا گیا ہے کہ دسترخوان پر لگا کھانا پانچ سو آدمیوں کے لئے کافی تھا۔ امیر نے کہا کیا آپ جماعت کا انتظار نہیں کریں گے؟ آپ نے فرمایا میں شیخ ہوں ان کی کمی پوری کر دوں گا۔ یہ کہہ کر آپ نے برتنوں میں سے کھانا شروع کر دیا۔ ختم ہونے پر برتن کو چاٹ کر صاف کر دیتے یہاں تک کہ آپ نے دسترخوان پر لگے تمام کھانے کھا لئے اور فرمایا میں ابھی سیر نہیں ہوا انہوں نے خشک خوراک پیش کی اور بقیہ پکا کھانا بھی لائے جو اس نے اپنے اہل وعیال اور مخصوص افراد کے لئے رکھ چھوڑا تھا آپ نے وہ بھی کھا لیا۔

یہ دیکھ کر امیر نے استغفار کی اور شیخ سے عذر خواہی کی۔ شیخ دمرداش رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے پوچھا آپ نے وہ تمام کھانا کس طرح کھا لیا تھا؟ فرمایا: میں نے اسے مشتبہ جانا۔ پھر میں نے جنات کا ایک گروہ بلایا اور وہ تمام کھانا چٹ کر گئے اور میں نے فقراء کو اس کھانے سے بچا لیا۔ جناب علائی نے کہا کہ ان کا انتقال ۲۹۲ھ میں ہوا تھا۔

حضرت دنکر مجذوب رحمۃ اللہ علیہ

مصر کے رہنے والے تھے اور ہر وقت بحر توحید میں ڈوبے رہتے تھے۔ اپنی داڑھی منڈوا دیا کرتے تھے۔

ٹہنی پر بیٹھ کر مشرق ومغرب کی سیر کرنا

علامہ مناوی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا آپ ٹہنی پر سوار ہو جاتے پھر ایک لحظہ میں مشرق سے مغرب تک پھر آتے اور ہر انسان کو وہ تمام افعال وغیرہ بتا دیتے جو وہ اپنے گھر میں تنہائی میں کرتا۔

حضرت دینار عابد رحمۃ اللہ علیہ

آپ بہت بڑے عابد اور زاہد تھے آپ کے بارے میں یہ مشہور تھا کہ آپ کے پاس جب ایسا کھانا لایا جاتا جس میں شبہ ہوتا تو اس میں انہیں بہت بڑا سانپ (اژدھا) دکھائی دیتا جو بہت جلد انہیں کاٹنے دوڑتا۔ آپ اس کھانے کو چھوڑ دیتے اور اس میں سے کچھ بھی نہ کھاتے۔ آپ مصر میں فوت ہوئے اور وہیں ابوالحسن بن قضاعی رحمۃ اللہ علیہ کی قبر کے نزدیک دفن کئے گئے۔ نقعہ میں بنوکندہ کے مقبرہ کی ایک جانب ہے۔ قالہ السخاوی

حرف ذال

ایسے اولیائے کرام کی چند کرامات جن کے اسمائے گرامی حرف ذال سے شروع ہوتے ہیں۔

حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ

ثوبان بن ابراہیم کے نام سے ان کا ذکر ہو چکا ہے۔

حضرت ذوالنون بن نجا عدل اخمینی رحمۃ اللہ علیہ

مصر کے بہت بڑے عابد ہیں لیکن یہ مشہور ذوالنون مصری نہیں ہیں۔ ایک مہینہ میں صرف ایک درہم کی خوراک کھاتے اور کہا کرتے تھے: اپنے نفس کو بھوک پر راضی کر لے، تجھ پر مقامات کشف ظاہر ہوں گے۔

لوگوں سے پوشیدہ رہنے کے لئے روپ دھار لیا

شیخ موصوف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک راہب کو گرجا میں دیکھا کہ کثرت عبادت کی وجہ سے مشک کی طرح سوکھ گیا تھا۔ میں نے دل میں کہا یہ خدمت اور یہ مشرک؟ اس نے سر اٹھا کر میری طرف دیکھا اور کہنے لگا تیرے دل میں جو خیال آیا ہے اس کی اللہ تعالیٰ سے معافی مانگو۔ میں نے اس کی عبادت اس وقت کی جب اس نے مجھے اس کی معرفت عطا کر دی۔ میں نے پھر پوچھا ان کپڑوں میں؟ کہنے لگا کہ میں نے یہ لباس اس لئے پہن رکھا ہے تا کہ لوگوں سے مخفی رہوں اور ان پر میری حالت نہ کھلے۔ کہتے ہیں کہ میں نے پھر اس سے پوچھا: اسلام کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے؟ کہنے لگا وہ سراسر امن وسلامتی ہے۔ اس سے مجھے معلوم ہو گیا کہ وہ مسلمان ہے۔ میں نے پھر اسے کہا: میرے لئے دعا کریں تو انہوں نے یوں دعا کی: "اَرْشَدَكَ اللهُ اِلَى الطَّرِيْقِ اِلَيْهِ"۔ (اللہ تعالیٰ تجھے اپنی طرف راستے کی رہنمائی فرمائے)۔ کہتے ہیں پھر میں نے اسے وہیں چھوڑا اور خود وہاں سے چلا گیا۔

شیخ موصوف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں چالیس علمائے کرام کو مل چکا ہوں۔ سب کے سب یہی کہتے ہیں کہ ہم ولایت کے درجہ پر تنہائی کی بدولت پہنچے۔ آپ کا مصر میں انتقال ہوا اور ان کی قبر شیخ حسن بن علی صائغ کی قبر کے پاس ہے۔ یہ علامہ مناوی نے کہا ہے۔

باب را

ان اولیائے کرام کی چند کرامات جن کے اسمائے گرامی را سے شروع ہوتے ہیں۔

حضرت سیدہ رابعہ عدویہ، قیسیہ بصریہ رحمۃ اللہ علیہا

اللہ تعالیٰ کی معرفت رکھنے والی عورتوں میں سے سب سے مشہور خاتون رابعہ بصریہ ہیں۔ ایک دن شیبان راعی کے پاس سے گزریں تو اسے کہا: میں حج کا ارادہ رکھتی ہوں تو شیبان راعی نے اپنی جیب سے کچھ سونا نکال کر دینا چاہا تا کہ بوقت ضرورت اسے خرچ کر سکیں۔ یہ دیکھ کر حضرت رابعہ بصریہ نے ہوا کی طرف ہاتھ بڑھایا تو وہ سونے سے بھر گیا اور کہنے لگیں۔ تو نے جیب سے سونا پکڑا میں نے غیب سے پکڑا۔ اس کے بعد شیبان راعی رحمۃ اللہ علیہ حضرت رابعہ بصریہ کے ساتھ پھر اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرتے ہوئے چل پڑے۔ یہ علامہ سخاوی نے بیان کیا ہے۔

چور کو باہر نکلنے کا راستہ نظر نہ آیا

علامہ مناوی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ سیدہ رابعہ بصریہ کی ایک کرامت یہ بھی تھی کہ ایک چور ان کے حجرہ میں گھس آیا۔ آپ اس وقت سو رہی تھیں۔ اس چور نے کپڑے اٹھائے اور باہر نکلنے لگا تو دروازہ تلاش کرنے کے باوجود اسے نہ مل سکا۔ جب اس نے کپڑے رکھ دیئے تو دروازہ نظر آ گیا۔ اس نے پھر کپڑے اٹھائے۔ دروازہ پھر گم ہو گیا اس نے ایسا کئی دفعہ کیا۔ لیکن ہر بار یہی ہوتا۔ آخر ہاتف نے آواز دی۔ کپڑے یہیں چھوڑ دے۔ تو انہیں نہیں لے جا سکتا۔ کیونکہ یہ ہماری حفاظت میں ہیں اور ہم ان کپڑوں کو تیرے لئے نہیں چھوڑ سکتے۔ اگرچہ ان کی مالکہ سو رہی ہے۔

علامہ بونی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہ واقعہ اس پر پختہ یقین کا نتیجہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں بیان فرمایا ہے: لَهٗ مُعَقِّبٰتٌ مِّنْۢ بَیْنِ یَدَیْهِ وَ مِنْ خَلْفِهٖ یَحْفَظُوْنَهٗ (الرعد: 11)

(آدمی کے لئے ادل بدل کر آنے والے فرشتے مقرر ہیں جو اس کے آگے اور پیچھے رہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے اس کی حفاظت کرتے ہیں)۔

ٹڈی دل خود بخود بھاگ گیا

آپ نے کچھ کاشت کیا جب وہ زمین سے پھوٹا تو ٹڈی دل نے اس پر حملہ کر دیا۔ سیدہ نے اللہ تعالیٰ سے عرض کی: اے اللہ! میرے رزق کا تو ہی کفیل ہے اگر تو چاہے تو اسے اپنے دشمنوں کو کھلا دے اور چاہے تو اپنے دوستوں (ولیوں) کو کھلا دے۔ یہ عرض کیا ہی تھا کہ ٹڈی دل وہاں سے اڑ گیا۔ گویا یہاں آیا ہی نہ تھا۔

اونٹ زندہ کر دیا

آپ اونٹ پر سوار ہو کر حج کرنے تشریف لے گئیں۔ حج سے فارغ ہو کر واپس اپنی منزل کی طرف روانہ ہوئیں تو گھر

پہنچنے سے قبل ہی اونٹ مر گیا۔ آپ نے اللہ تعالیٰ سے سوال کیا: اے اللہ! اسے زندہ کر دے تو وہ زندہ ہو گیا۔ آپ اس پر سوار ہوئیں۔ جب اپنے مکان کے دروازے کے قریب پہنچیں تو اونٹ پھر مر کر گر پڑا۔

حضرت رابعہ بنت اسماعیل رحمۃ اللہ علیہا

آپ کا اسم گرامی اگرچہ رابعہ ہی ہے لیکن آپ رابعہ بصریہ عدویہ نہیں۔ امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ رابعہ بنت اسماعیل شروع رات سے آخر رات تک قیام فرماتیں اور روزانہ بلاناغہ روزہ رکھتیں۔ آپ فرمایا کرتیں تھیں: میں نے بہت مرتبہ جنات کو آتے جاتے دیکھا اور بہت مرتبہ "حور عین" کو دیکھا کہ وہ اپنی آستینوں سے مجھ سے چھپتی ہیں، پردہ کرتی ہیں۔

علامہ مناوی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ رابعہ بنت اسماعیل رحمۃ اللہ علیہا احمد بن ابی حواری کی بیوی تھیں۔ آپ کی کرامت یہ بھی بیان کی گئی ہے کہ انہوں نے کہا کہ یہ تھال مجھ سے دور کر دو۔ اس پر لکھا ہوا تھا کہ ہارون رشید کا انتقال ہو گیا ہے۔ لوگوں نے معلوم کیا تو واقعی اس کا اسی دن انتقال ہوا تھا۔ ۱۳۵ھ میں انتقال فرمایا۔ بیت المقدس میں رائس زیتا میں دفن ہوئیں۔ بیان کیا جاتا ہے کہ یہاں دفن ہونے والی رابعہ بصریہ عدویہ ہیں۔

حضرت راشد بن سلیمان رحمۃ اللہ علیہ

جنات کا شاگردی اختیار کرنا

جناب ضحاک بن مزاحم بیان کرتے ہیں کہ میں ایک چاندنی رات کو گھر سے نکلا تاکہ جامع مسجد کوفہ پہنچوں۔ جمعہ کی شب تھی۔ مسجد میں ایک کھلی جگہ پر ایک نوجوان کو دیکھا کہ وہ سجدہ میں پڑا ہوا ہے اور پھوٹ پھوٹ کر رو رہا ہے۔ مجھے اس کے ولی ہونے پر کوئی شبہ و تردد نہ ہوا۔ میں اس کے قریب گیا اور سلام کیا۔ اس نے سلام کا جواب دیا۔ میں نے اسے کہا اللہ تعالیٰ تیرے لئے تیری رات کو بابرکت بنائے اور تجھے بھی برکتوں سے نوازے تم کون ہو؟ خدا تم پر رحم فرمائے۔

نوجوان نے جواب دیا: مجھے راشد بن سلیمان کہتے ہیں۔ میں نے ان کے بارے میں جو سن رکھا تھا وہ میں نے ان میں پا کر انہیں پہچان لیا۔ میں ان سے ملاقات کی دیرینہ تمنا رکھتا تھا۔ مجھے اس کی کوئی صورت نظر نہ آتی تھی آج اللہ تعالیٰ نے اس کا سبب بنا دیا۔ میں نے اس نوجوان سے کہا: کیا آپ میرے ساتھی رہ سکتے ہیں؟ کہنے لگا افسوس بہت افسوس! کیا وہ شخص جسے رب العالمین کے ساتھ مناجات حاصل کرنے کی لذت حاصل ہوتی ہو وہ اسے چھوڑ کر مخلوق سے پیار کرے گا؟

خدا کی قسم! اگر ہمارے دور کے لوگوں کے سامنے ان مشائخ کرام میں سے کوئی ایک صاحب نیت صحیحہ تشریف لے آئے جو پہلے گزر چکے ہیں تو ہمیں دیکھ کر وہ یہی کہیں گے کہ یہ لوگ وہ ہیں جو یوم الحساب پر ایمان نہیں رکھتے۔ یہ کہہ کر وہ میری نظروں سے اوجھل ہو گئے۔ مجھے پتہ نہ چلا کہ وہ آسمان پر چڑھ گئے یا زمین میں کہیں دور چلے گئے۔ مجھے ان کی جدائی نے بہت مغموم کیا۔ میں نے اللہ تعالیٰ سے پھر دعا کی کہ وہ دوسری مرتبہ پھر ہم دونوں کی ملاقات کا اہتمام فرما دے اس سے پہلے کہ موت آ جائے۔ چنانچہ کافی عرصہ بعد ایک سال میں بیت اللہ شریف کا حج کرنے کی نیت سے چلا۔ جب کعبہ شریف پہنچا تو کیا

دیکھتا ہوں کہ وہی نوجوان کعبہ کے سایہ میں بیٹھا ہوا ہے۔ میں بھی سایہ میں پہنچ گیا۔ ایک جماعت کو دیکھا وہ ان سے سورۃ انعام پڑھ رہی تھی۔ جب انہوں نے میری طرف دیکھا تو مسکرا دیئے اور فرمانے لگے یہ علماء کا لطف ہے اور وہ اولیاء کی تواضع تھی۔ پھر اٹھے اور مجھ سے بغلگیر ہوئے۔ مصافحہ کیا اور کہنے لگے کیا تو نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تھی کہ وہ مرنے سے پہلے ہم دونوں کی ملاقات کرادے۔ میں نے کہا جی۔ کہنے لگے: الحمد للہ رب العالمین علی ذالک۔ اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر و حمد جو تمام جہان والوں کا پالنے والا ہے۔

پھر میں نے ان سے پوچھا کہ یہ طالب علموں کی جماعت کون لوگ ہیں جو آپ کے اردگرد بیٹھے تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ فرمایا: یہ جنات کا گروہ ہے۔ ان کا مجھے بہت پاس ہے کیونکہ یہ میرے پرانے ساتھی ہیں۔ وہ مجھ سے قرآن کریم پڑھتے ہیں اور ہر سال میرے ساتھ حج بھی کرتے ہیں۔ یہ کہہ کر انہوں نے مجھ سے الوداعی ملاقات کی اور کہنے لگے:

اے بھائی! اللہ تعالیٰ مجھے اور تجھے اب جنت میں اکٹھا کرے گا۔ وہاں ہماری ملاقات ہوگی۔ جہاں پھر بچھڑنا نہیں۔ نہ پریشانی، تھکاوٹ، غم اور دکھ ہیں۔ پھر میری آنکھوں سے اوجھل ہو گئے۔ اور میں نے انہیں دوبارہ نہ دیکھا۔ یہ امام یافعی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے۔

حضرت امام رافعی شافعی رحمۃ اللہ علیہ

ان کا اسم گرامی عبدالکریم ہے۔ ان کا تذکرہ اسی نام والے حضرات میں ان شاء اللہ آئے گا۔

حضرت ربیع بن خراش رحمۃ اللہ علیہ

آپ تابعین کرام میں سے ہیں۔ امام ثعالبی نے اپنی تصنیف ''العلوم الفاخرۃ فی امور الآخرۃ'' میں لکھا ہے کہ سہیلی نے حضرت زید بن خارجہ انصاری رضی اللہ عنہ کا قصہ ذکر کرنے اور وفات کے بعد ان کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کرنے پر دلالت کرنے والے کلام کے بعد لکھا کہ ایسا ہی واقعہ اور اسی قسم کا قصہ حضرت ربیع بن خراش رضی اللہ عنہ کا ہے جو ربعی بن خراش کے بھائی ہیں۔

ربعی بیان کرتے ہیں جب ہمارا بھائی (ربیع) فوت ہو گیا۔ پھر ہم نے انہیں دفن کر کے قبر بنائی تو ہم وہاں کچھ دیر کے لئے بیٹھ گئے۔ ہم نے اس دوران عجیب وغریب واقعہ دیکھا کہ میرے بھائی کا چہرہ اچانک کھل گیا اور اس نے ''السلام علیکم'' کہا۔ میں نے کہا سبحان اللہ! مر جانے کے بعد یہ سلام؟ انہوں نے جواباً کہا میری اپنے رب سے ملاقات ہوئی تو اس نے خوشبوؤں کے ساتھ خوش آمدید کہا وہ قطعاً غصے میں نہ تھا اس نے مجھے سبز ریشم اور استبرق کے کپڑے پہنائے۔ تم مجھے جلدی سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں لے چلو۔ کیونکہ آپ نے قسم کھائی ہے کہ میرے حاضر ہونے تک آپ ادھر ادھر نہیں جائیں گے اور دیکھو جدھر تم جا رہے ہو اس سے یہ امر بہت آسان ہے۔ لہٰذا تم مت اتراؤ۔ اس کے بعد وہ فوت ہو گیا۔

حضرت رستم خلیفہ برسوی رحمۃ اللہ علیہ

معوذتین سے آنکھ دکھنے کا علاج

شیخ عارف باللہ حضرت رستم رحمۃ اللہ علیہ اکابر اولیائے کرام میں سے تھے اور صاحب کرامات کثیرہ تھے۔ آپ عابد اور زاہد تھے۔ شیخ عارف باللہ حاجی خلیفہ کی طرف نسبت رکھتے تھے۔ ان کے مشرب سے پتہ چلتا ہے کہ آپ اویسی تھے۔ آپ کے محبین میں سے ایک محب بیان کرتے ہیں، ایک وقت متواتر کئی دن میری آنکھیں دکھیں۔ یہ مرض کافی لمبا ہو گیا شیخ مذکور نے مجھے کہا کہ میری بھی کچھ عرصہ قبل آنکھیں دکھی تھیں اور کئی دن گزر جانے کے باوجود آرام نہ ہوا اور نہ ہی کوئی دوا کارگر ہوئی۔ میں ایک دن ایک نوجوان سے ملا۔ اس نے مجھے کہا:

اے بیٹا! سنت مؤکدہ کی آخری دو رکعتوں میں معوذتین (قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ۝ اور قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ۝) پڑھا کرو۔ میں نے لگاتار اس پر عمل کیا تو اللہ تعالیٰ نے مجھے اس مرض سے شفا بخش دی۔ یہی محب (بیان کرنے والے) کہتے ہیں کہ میں نے ان سے پوچھا کہ وہ نوجوان کون تھا؟ کہنے لگے وہ مشہور شخصیت تھے۔ مجھے معلوم ہو گیا کہ وہ نوجوان حضرت خضر علیہ السلام تھے۔ پھر میں نے بھی وہی عمل شروع کر دیا جو شیخ خلیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے کیا تھا۔ تو میری آنکھیں بھی تندرست ہو گئیں۔ شیخ رستم خلیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا بروسا شہر میں ۹۱۷ھ کو انتقال ہوا۔ وہیں آپ کو دفن کیا گیا "شقائق النعمانیہ" میں ایسے ہی مذکور ہے۔

ڈاکوؤں کو شہر میں آنے سے روک دیا

جناب غزی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ شیخ رستم خلیفہ رحمۃ اللہ علیہ اناضول صوبہ کے قونیک نامی گاؤں کے اصل باشندہ تھے۔ آپ کی بہت سی خلاف عادت باتیں دیکھنے میں آئیں۔ جن میں سے ایک یہ بھی ہے۔ بے دینوں کی ایک جماعت نے بروسا پر خروج کیا۔ یہ ۹۱۷ھ کا واقعہ ہے تو یہاں کے لوگوں میں سخت بے چینی پھیل گئی۔ حتیٰ کہ انہوں نے یہاں سے کہیں اور بھاگ جانے کا ارادہ کر لیا۔ پھر انہوں نے شیخ رستم خلیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے مدد طلب کی۔ آپ نے انہیں فرمایا: ان بے دین مرتدین کی جماعت اس شہر میں داخل نہیں ہو سکے گی اور نہ ہی یہاں کے باشندوں کو ان کی طرف سے کوئی نقصان پہنچے گا۔ یہ سن کر سب لوگ اپنے اپنے گھر ٹھہر گئے۔ پھر ویسے ہی ہوا جیسا شیخ نے فرمایا تھا۔

حضرت رسل قدوری رحمۃ اللہ علیہ

علامہ قرشی نے انہیں فقہا کے طبقہ میں شمار کیا ہے۔ آپ "صاحب الحفاء" کے نام سے مشہور تھے۔ حنفاء ایک نیک عورت کا نام تھا۔ جو مستجاب الدعوات تھی۔ بیان کیا گیا ہے کہ جناب رسل قدوری رحمۃ اللہ علیہ خالی ہنڈیاں فروخت کیا کرتے تھے۔ آپ کے پاس ایک شخص آیا اور اس نے آپ کو ایک درہم دیا اور ایک ہنڈیا خریدی۔ ہنڈیا لے کر وہ آدمی گھر آیا اور اسے آگ پر (چولہے پر) رکھا تو دیکھا کہ وہ ٹوٹی ہوئی ہے پھر وہ واپس ہنڈیا لے کر جناب سہل رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آیا اور آ کر ہنڈیا کے ٹوٹنے کی شکایت کی۔ شیخ نے اسے فرمایا: ذرا اپنے اس درہم کو تو دیکھو جو اس کے بدلہ میں دے گئے تھے۔ جب اس نے دیکھا تو وہ

بے کار نکلا۔ اس نے وہ درہم اپنے پاس رکھا اور اس کے بدلہ میں کھرا اور تازہ درہم شیخ موصوف کو دے دیا۔ اب کے شیخ نے فرمایا: اپنی وہی ہنڈیا اٹھالو۔ اس نے ہنڈیا اٹھائی اور اپنے گھر آ گیا۔ پھر اس نے ہنڈیا آگ پر رکھی تو دیکھا کہ وہ بالکل ٹھیک ہے۔ امام سخاوی رحمۃ اللہ علیہ بیان فرماتے ہیں کہ یہ حکایت مشائخ زیارت کے ہاں مشہور و معروف ہے اور ایسی کرامت صالحین سے کوئی اچنبھے کی بات نہیں۔

حضرت رسلان دمشقی رحمۃ اللہ علیہ

مردوں میں کامل مرد، امام العارفین، اولیائے کرام میں خاص اور صوفیائے کرام میں سے برگزیدہ شخصیت تھے۔

ولی کی مختلف حالت میں اڑان

جناب سراج رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ شیخ عارف احمد بن محمد کردی شیبانی رحمۃ اللہ علیہ نے ہم سے بیان کیا کہ میں نے شیخ رسلان دمشقی رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا کہ ایک مرتبہ وہ ہوا میں چل رہے تھے اور پھر معاً ہوا میں ہی چار زانوں ہو کر چل رہے تھے۔ پھر دوسرے ہی لمحہ ہوا میں تیر کی طرح تیز چلے تھے۔ بارہا میں نے انہیں پانی پر چلتے دیکھا ہے۔

حج بھی کیا اور اپنی جگہ سے غائب بھی نہ ہوئے

شیخ احمد بن محمد کردی رحمۃ اللہ علیہ ہی بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں دوران حج شیخ ارسلان سے میدان عرفات میں ملا اور میں نے انہیں جامع مشعر الحرام میں بھی دیکھا۔ پھر کہیں روپوش ہو گئے۔ پھر جب میں حج سے فارغ ہو کر واپس دمشق پہنچا تو انہیں یہاں دیکھا کہ ان پر سفر کے قطعاً آثار نہ تھے۔ میں نے ان کے بارے میں اہل دمشق سے پوچھا تو انہوں نے مجھے بتایا:

خدا کی قسم! آپ یہاں سے ہرگز ایک مکمل دن غائب نہ ہوئے۔ بلکہ نویں ذوالحجہ کو کچھ وقت کے لئے اور قربانی کے دن تھوڑے سے وقت کے لئے اور ایام تشریف میں کچھ وقت کے لئے نظر نہیں آئے۔

شیر کا قدموں پر لوٹنا

جناب شیخ احمد مذکور رحمۃ اللہ علیہ ہی یہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے شیخ ارسلان کو دیکھا کہ شیر ان کے قدموں پر لوٹ رہا ہے اور آپ استغراق کی وجہ سے کسی کی طرف توجہ نہیں کر رہے تھے۔

کنکریوں سے فرنگیوں پر حملہ کر دیا

شیخ احمد رحمۃ اللہ علیہ یہ واقعہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے شیخ ارسلان کو دمشق کے باہر ایک مرتبہ دیکھا کہ آپ اپنے سامنے پڑی کنکریوں کو اٹھا کر پھینک رہے تھے۔ میں نے آپ سے پوچھا یہ کیا ہو رہا ہے؟ فرمانے لگے یہ فرنگیوں پر تیر پھینکے جا رہے ہیں۔ اس وقت فرنگیوں نے نکل کر یہ ارادہ کیا تھا کہ شامیوں پر حملہ کیا جائے اور مسلمان ان کے پیچھے تھے۔ مسلمانوں نے بیان کیا کہ ہم یہ منظر دیکھ رہے تھے کہ آسمان سے کنکریاں نیچے آتیں اور فرنگیوں کے سر پر پڑتی ہیں۔ پھر گھوڑ سوار مع گھوڑوں کے ہلاک ہو گئے اور وہاں بہت سے لوگ مارے گئے۔

ہوا میں اڑے اور انجیر کا سوکھا درخت فوراً پھل لے آیا

شیخ ابو الفراج عبد الرحمٰن بن شیخ ابو العلاء نجم بن شرف الاسلام ابی البرکات عبد الوہاب خزرجی المعروف ابن حنبلی رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد گرامی سے یہ واقعہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ شیخ ارسلان رحمۃ اللہ علیہ دمشق شہر میں ایک مکان کے اندر منعقد محفل سماع میں حاضر تھے۔ آپ کے علاوہ وہاں مشائخ کرام اور علماء کا بھی اجتماع تھا۔ قوال نے چند اشعار پڑھے جن میں یہ اشعار بھی تھے:

و کنا سلکنا فی صعود من الهوی　　فلما توافینا صددت و صدت

فان سأل الواشون فیم هجرتها　　فقل نفس حر سلیت فتسلت

هنیئا مریئا غیرداء مخامر　　لعزة من أعراضنا ما استحلت

(ہم بلندیوں کی طرف محبت وعشق کی بدولت رواں دواں ہیں۔ جب ہم نے اپنا مقصد پالیا تو محبت سخت ہوگئی اور اس نے روک دیا۔ اگر چغلی کھانے والے پوچھیں کہ کس کیفیت میں تم نے اسے چھوڑا ہے تو کہہ دینا کہ آزاد روح نے آرام مانگا تو اسے آرام مل گیا۔ ہنسی خوشی بغیر کسی مہلک بیماری کے عزت کی خاطر ہماری عزتوں سے وہ نہیں کھیلی)۔

شیخ ابو العلاء فرماتے ہیں کہ ان اشعار پر شیخ ارسلان ہوا میں اچھلے اور وہاں چکر لگانے لگے۔ پھر کچھ دیر کے لئے نیچے اترے۔ انہوں نے یہ کام تمام حاضرین کی موجودگی میں کیا۔ جب انہیں سکون وقرار آیا تو ایک انجیر کے درخت کے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھ گئے جو اس گھر میں اگا ہوا تھا۔ وہ سوکھا ہوا تھا اور کافی عرصہ سے پھل نہیں دے رہا تھا اسی وقت وہ ہرا ہو گیا، پتے لگ گئے اور پھل سے لد گیا۔ حضرت جلال الدین بصروی رحمۃ اللہ علیہ نے ''تحفۃ الانام'' میں لکھا ہے۔ ارسلان بن یوسف بن عبد الرحمٰن بن عبد اللہ دمشقی رحمۃ اللہ علیہ کی کرامات میں سے ایک یہ ہے۔

پانچ روٹیاں پندرہ آدمیوں کے لئے کافی عرصہ تک کام آتی رہیں

حضرت ابو الخیر حمصی رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے فرمایا: شیخ ارسلان کے ہاں پندرہ آدمی آئے۔ آپ نے ان کی مہمان نوازی کے لئے پانچ روٹیاں دیں۔ بڑی مشکل سے یہ پانچ روٹیاں دستیاب ہوئی تھیں۔ آپ نے ان کو فرمایا:

كُلُوْا بِسْمِ اللهِ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيْمَا رَزَقْتَنَا وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ

(اللہ کا نام لے کر کھاؤ۔ اے اللہ! جو تو نے ہمیں رزق دیا ہے اس میں ہمارے لئے برکت رکھ دے اور تو سب سے بہتر رزق دینے والا ہے)۔

انہوں نے کھانا شروع کیا۔ خوب پیٹ بھر کر کھایا اور کچھ خوراک بچ بھی گئی۔ آپ نے بچی ہوئی روٹی سب میں برابر تقسیم کر دی۔ ان میں سے ہر ایک کو بہت بھوک لگی ہوئی تھی۔ پھر بغداد جانے کے لئے ان حضرات نے رخت سفر باندھا۔ انہوں نے بتایا کہ ہم ان ٹکڑوں کو جب بھوک لگتی کھاتے تھے۔ حتیٰ کہ ہم بغداد آ گئے۔ اور ہم میں سے ہر ایک کے پاس وہ ٹکڑے مکمل طور پر موجود تھے۔

ہاتھ کے اشارے سے دیواریں سونے چاندی کی بنادیں

ایک کرامت جناب شرف حصری نے بیان کی کہ نور الدین مشہور نے شیخ ارسلان کی خدمت میں ایک ہزار دینار ایک غلام کے ہاتھ بھیجے اور غلام سے کہا کہ اگر شیخ نے یہ دینار لے لئے تو تو بوجہ اللہ آزاد ہو گا۔ غلام دینار لے کر شیخ کے ہاں آیا اور وہ اس وقت عبادت خانہ میں کچھ تعمیر میں مصروف تھے۔ آپ نے غلام کو فرمایا: محمود کو شرم نہیں آئی اس نے یہ دینار بھیجے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ کے کچھ بندے ایسے بھی ہیں اگر وہ اپنے اردگرد ہاتھ کا اشارہ کریں تو سب کچھ سونا چاندی بن جائے۔ پھر جب غلام نے دیکھا تو اسے تمام دیواریں سونے چاندی کی بنی ہوئی نظر آئیں۔ وہ حیران ہو گیا اور عرض کی:

میرے آقا! میرے مالک نے میری آزادی کو ان دیناروں کی قبولیت سے معلق کیا ہے یعنی اگر آپ انہیں قبول فرمائیں گے تو میں آزاد ہو جاؤں گا۔ اس درخواست پر شیخ ارسلان نے وہ دینار لے لئے اور اسی وقت انہیں فقرا، مساکین، بیواؤں، یتیموں میں بانٹ دیے اور غلام کی موجودگی میں ان دیناروں کو تقسیم کر دیا۔

اسی طرح کی ایک اور کرامت یہ ہے کہ جسے شیخ داؤد بن یحییٰ بن داؤد حریری رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا۔ آپ ایک سچے انسان تھے فرماتے ہیں کہ ایک جماعت نے بتایا کہ شیخ ارسلان نے جب مسجد کی تعمیر شروع کی تو ان کی خدمت میں ابولبیان نے اپنے چند ساتھیوں کے ہمراہ کچھ سونا چاندی بھیجا تا کہ شیخ موصوف اسے مسجد کی تعمیر میں خرچ کر لیں۔ جب لانے والا آپ کے پاس آیا اور آپ کو سونے چاندی والی تھیلی پیش کی تو شیخ ارسلان نے کہا تمہارے شیخ کو شرم نہیں آئی کہ اس نے میرے لئے یہ بھیجا ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ کے بندوں میں کچھ ایسے بھی ہوتے ہیں جو اردگرد اشارہ کریں تو سب کچھ سونا چاندی بن جائے آپ نے اپنے ہاتھ سے اشارہ فرمایا تو قاصد نے دیکھا کہ اردگرد کی تمام مٹی سونا چاندی بن گئی ہے۔ فرمایا: اسے واپس لے جاؤ۔ قاصد نے عرض کی: خدا کی قسم! میں اب واپس جانے والا نہیں بلکہ موت تک آپ کی خدمت میں ہی رہوں گا اور پہلے شیخ سے منقطع ہو گیا۔

عرفات میں بھی موجود اور شام سے بھی غائب نہ ہوئے

شیخ محمود کردی شیبانی نے بیان کیا ہے کہ میں نے شیخ ارسلان کو ایک مرتبہ عرفات اور مشاعر میں دیکھا۔ جب میں شام واپس آیا اور لوگوں سے شیخ موصوف کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا وہ یہاں سے غائب نہیں ہوئے۔ میں نے انہیں استغراق کی حالت میں بیٹھا ہوا دیکھا اور شیران کے قدموں پر لوٹ رہے تھے۔

ہدیہ کی کھجور کو باز بن کر کھانا

جناب داؤد حریری رحمۃ اللہ علیہ سے ہی یہ کرامت روایت کی گئی ہے۔ کہتے ہیں کہ شیخ احمد بن رفاعی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کھجوروں کے درختوں پر پھرتے ہوئے ایک درخت کو معین کر کے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ جب یہ مکمل کھجور کا درخت بن جائے اور پھل لائے تو ہم شیخ ارسلان کے ہاں اس کا پھل بطور ہدیہ پیش کریں گے۔ اس درخت کے قریب سے کافی عرصہ بعد شیخ احمد رفاعی کا

گزرہوا تو دیکھا کہ اس کا اکثر پھل (کھجوریں) غائب ہیں۔ ساتھیوں سے انہوں نے پوچھا کہ پھل کدھر گیا؟ انہوں نے کہا ہم میں سے کسی کو اس کے بارے میں کوئی اطلاع نہیں۔ لیکن اتنا پتہ ہے کہ ایک اشہب باز روزانہ یہاں آتا ہے اور اس کی کھجوروں میں سے کچھ کھا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ اور کوئی اس درخت کے قریب تک نہیں آتا۔ پھر وہ باز اڑ جاتا ہے۔ شیخ احمد بن رفائی نے ساتھیوں کو بتایا "باز اشہب" دراصل شیخ ارسلان ہیں۔ اسی لئے آپ کو "باز اشہب" کہا جاتا ہے۔

چار ٹہنیوں کا چار موسموں میں تبدیل ہونا اور پرندوں کی تسبیحات

شیخ ابراہیم بن محمود بعلی مقری رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں کہ ہم شیخ ارسلان کے ساتھ دمشق کے باغات میں سے ایک باغ میں تھے۔ اور ہمارے ساتھ اصحاب کی ایک جماعت بھی تھی۔ ان میں سے بعض نے کہا کہ اس ولی کی کیا علامت ونشانی ہے جو احکام تمکین کے مقام پر فائز ہو۔ شیخ ارسلان نے فرمایا: احکام تمکین پر فائز وہ شخص (ولی) ہوتا ہے جو وجود میں تصرف کرنے کی لگام ہاتھ میں تھامے ہوئے ہو۔ کسی نے پوچھا تصرف کی لگام ہاتھ میں لینے والے کی علامات کیا ہیں؟

اس پر شیخ ارسلان نے چار کٹی ہوئی شاخیں لیں پھر ان میں سے ایک کو الگ کیا اور کہا یہ گرمی کے لئے ہے۔ فوراً سخت گرمی ہوگئی۔ پھر اس ٹہنی کو آپ نے پھینک دیا۔ اور دوسری ٹہنی پکڑلی اور فرمایا یہ موسم بہار کے لئے ہے۔ وہ فوراً سبز ہوگئی اور باغ کے تمام درخت بھی سرسبز ہوگئے ان میں سے نئی ٹہنیاں اگنے لگیں اور ان سے خوشبوئیں اور کونپلیں پھوٹنے لگیں پھر اسے پھینک کر تیسری ٹہنی پکڑی اور کہا یہ پت جھڑ کے لئے ہے۔ فوراً پت جھڑ موسم کے اوصاف دیکھنے میں آئے۔ پھر اسے پھینک کر چوتھی ٹہنی پکڑی اور کہا کہ یہ سردی کے لئے ہے۔ اسے زور سے ہلایا تو فوراً سرد ہوا چل پڑی اور ہمیں سخت سردی کا سامنا کرنا پڑا۔ باغ کے درختوں کے پتے خشک ہوگئے۔ اس کے بعد شیخ ارسلان نے باغ کے درختوں پر بیٹھے ہوئے پرندوں کی طرف دیکھا۔ کھڑے ہوکر پرندوں میں سے ایک کی طرف اشارہ کیا اور حکم دیا: "اپنے خالق کی تسبیح کر" اس پرندے نے سریلی آواز سے بولنا شروع کیا۔ ایسی غمگین آواز نکالی کہ سننے والے خوش ہوگئے۔ پھر ایک اور پرندے کی طرف اشارہ کیا۔ اس نے بھی آپ کا حکم تسلیم کیا حتیٰ کہ تمام پرندوں کے پاس باری باری آئے۔ آپ نے ایک پرندے کی طرف اشارہ کر کے فرمایا: "اپنے خالق کی بزرگی بیان کر" وہ نہ بولا۔ آپ نے فرمایا۔ چپ ہو جا تو زندہ نہ رہے اس کے ساتھ ہی وہ مر کر گر گیا۔ ہم نے ان تمام امور میں عجیب وغریب باتوں کا مشاہدہ کیا اور ہم سب نے اکٹھا کہا:

"امنا باللہ وبکرامات الأولیاء وانھا حق لا ریب فیھا"۔

"ہم اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اور اولیائے کرام کی کرامات کو ہم نے مانا اور اسے تسلیم کیا کہ کرامات بلاشک وشبہ حق ہیں"۔

گوشت کو آگ نہ پکا سکی

علامہ مناوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ شیخ ارسلان کہا کرتے تھے جو میرے عبادت خانہ میں داخل ہوگا اس کے گوشت کو آگ نہیں جلائے گی۔ ایک شخص وہاں نماز ادا کرنے کے لئے گیا۔ اس کے پاس گوشت کچا بھی تھا۔ پھر اس نے اس گوشت کو آگ

پر پکانا شروع کیا لیکن وہ نہ پکا۔ شیخ موصوف دمشق میں قیام پذیر رہے اور یہیں ۵۶۰ھ میں انتقال فرمایا۔

حضرت شیخ رسلان رحمۃ اللہ علیہ

ابوعبدالرحمٰن شیخ رسلان مصری رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ رسلان دمشقی رحمۃ اللہ علیہ دو الگ الگ شخصیات ہیں۔

پانی شہد بن گیا

آپ کی ایک کرامت یہ بیان کی گئی ہے کہ ایک شخص آپ سے ملنے آیا اور اس نے اپنے ساتھ دودھ کا بھرا ہوا گھڑا لیا ہوا تھا آپ سے عرض کرنے لگا یا سیدی! میں ریف کا باشندہ ہوں اور آپ کے ہاں دودھ سے بھرا ہوا گھڑا بطور ہدیہ پیش کرنے آیا ہوں۔ آپ نے وہ لے لیا۔ خود نوش فرمایا اور اپنے ساتھیوں کو بھی دیا۔ جب صبح ہوئی تو یہی آدمی آپ کے پاس الوداعی ملاقات کے لئے حاضر ہوا اور سفر کا ارادہ کیا تو شیخ موصوف نے اس کے خالی گھڑے کو پانی سے بھر دیا اور اسے کہا یہ گھڑا اپنے اہل وعیال کے لئے لے جاؤ۔ اسے راستہ میں نہ کھولنا۔ چنانچہ اس نے گھڑا اٹھایا اور چل پڑا۔ جب وہ اپنے گھر کے پاس پہنچا تو اسے کھول کر دیکھا، وہ شہد سے بھرا ہوا تھا۔

شیخ موصوف رحمۃ اللہ علیہ کے بہت سے مناقب ہیں۔ مصر میں ہی ۵۷۱ھ میں انتقال فرمایا۔ آپ مستجاب الدعوات بھی تھے۔ ان کی قبر مبارک وہاں مشہور و معروف ہے اور مسجد بھی جانی پہچانی ہے۔ یہ امام سخاوی رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کیا ہے۔

حضرت رضاء الدین صدیق جبرتی رحمۃ اللہ علیہ

ابن الولی الکبیر الشہیر اسماعیل جبرتی یمنی وخلیفہ حضرت شیخ رضاء الدین رحمۃ اللہ علیہ اکابر اولیائے کرام میں سے تھے اور مشہور صوفی بزرگ تھے۔ آپ اپنے والد گرامی کے ظاہری اور باطنی وارث تھے۔ آپ سے ایسی بہت سی کرامات صادر ہوئیں جن سے اس پر دلیل لائی جا سکتی ہے۔

تعزیت کی بجائے مبارکباد دی

ان کے والد گرامی ان کی بہت تعریف کیا کرتے تھے اور کامل و تام ولایت کا ان کی طرف اشارہ فرمایا کرتے تھے۔ جب ان کے والد گرامی نے انتقال فرمایا تو ان کی طرف فقیہ اجل صالح محمد بن ابی بکر بن ابی حربہ المعروف مجوب نے ان کے والد کے انتقال پر تعزیت نامہ لکھ کر بھیجنے کا ارادہ کیا تو خود فقیہ محمد مذکور بیان کرتے ہیں۔ میں نے جب لکھنے کے لئے قلم ہاتھ میں لیا اور ان کی طرف تعزیتی پیغام تحریر کرنے کا ارادہ کیا تو مجھے کہا گیا صرف مبارکباد لکھنا (تعزیت نہیں) کیونکہ ان کے والد گرامی کا راز اور اسرار ان کی طرف (ان کے انتقال کے بعد) منتقل ہو گئے ہیں۔ تو میں نے ان کی طرف تہنیت ہی لکھی۔ یہ علامہ زبیدی نے بیان کیا ہے۔

حضرت رضی الدین ابو الفضل غزی، محمد بن محمد رحمۃ اللہ علیہ کا تذکرہ محمدین کے تحت ہوگا۔

سیدہ رقیہ بنت شیخ داؤد صمادی رحمۃ اللہ علیہا

بچھونے کو ہوا میں تھامے رکھا

جناب سراج رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ ہمیں باوثوق حضرات نے روایت سنائی کہ شیخ داؤد رحمۃ اللہ علیہ کی ایک بیٹی الست رقیہ نامی تھی۔ یہ حضرات پاکیزہ سماع کے لئے اس لڑکی کے گھر حاضر ہوئے اور وہ دروازے پر کھڑی ان حضرات کے لئے وقت کی حفاظت کر رہی تھی۔ جب رات ختم ہوئی تو کہنے لگی:

اے فقراء کی جماعت! جلدی جلدی باہر نکل جاؤ۔ جب وہ باہر نکل آئے تو صرف بچھونا نیچے گرا۔ حالانکہ ان کے نیچے بڑے بڑے سخت پتھروں کی چھت تھی جو اس بچھونے کی چوڑائی پر بنائی گئی تھی۔ ایسی چھت ان علاقوں میں بطور عادت بنائی جاتی تھی۔ وہ لڑکی ان حضرات سے کہنے لگی کچھ لوگ آئے تھے تاکہ میرے وقت کو خراب و برباد کریں تو میں نے ان کو ہر طرف سے روکے رکھا اور میں اس چھت سے غافل ہوگئی جو تمہارے پاؤں تلے تھی۔ لہٰذا انہوں نے اسے گرادیا اور وہ گر گئی۔ تو میں نے تمہارے لئے بچھونے کو ہوا میں روکے رکھا۔ تم اس پر رقص کرتے رہے۔ صبح ہونے تک میں نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے دی ہوئی قوت سے اسے ہوا میں تھامے رکھا اور یہ میرے پہلے بزرگوں کی بھی برکت تھی۔

حضرت رمضان اشعث رحمۃ اللہ علیہ

آپ بلند درجہ فقراء کے شیخ ہوئے اور عادت کے خلاف امور ان سے سرزد ہوئے ان کی کرامات میں سے ایک درج ذیل ہے:

سفارش نہ ماننے پر گردن میں غدود ابھر آیا اور مر گیا

آپ جب کبھی ارادہ فرماتے کہ کسی سرکاری مخبر کو سفارش کرنی ہے تو اس کی طرف مظلوم کے ہاتھ اپنا ڈنڈا بھیجتے۔ جس کے ایک طرف پھل لگے ہوتے اسے دیکھ کر وہ مخبر اس کا مقصد اور ضرورت پوری کر دیتا۔ ایک مرتبہ کسی مخبر نے آپ کی سفارش کو رد کر دیا تو اس کی گردن میں غدود ظاہر ہوگیا۔ وہ بڑا ہوگیا، حتیٰ کہ خربوزے کی مقدار کے برابر ہوگیا اور وہ اسی وقت مر گیا۔ شیخ موصوف نے آٹھویں صدی میں انتقال فرمایا۔ اور بقول مناوی آپ کو مینہ شہر میں دفن کیا گیا۔

حضرت شیخ رمضان رحمۃ اللہ علیہ

آپ شیخ الحاج بیرم رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب طریقہ بیرامیہ کے مشہور مشائخ میں سے تھے اور معارف الٰہیہ میں ٹھاٹھیں مارتا سمندر تھے۔ آپ مستجاب الدعوات بھی تھے۔

ولی کی دعا سے بارش ہوگئی

سلطان بایزید خان کے دور سلطنت میں بارش کا سلسلہ رک گیا اور ادرنہ شہر بالکل خشک ہوگیا۔ لوگوں نے استقا

(بارش کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا) کی لیکن کوئی فائدہ نہ ہوا۔ حتیٰ کہ اس شہر کے باشندوں نے شیخ رمضان رحمۃ اللہ علیہ سے مدد طلب کی۔ آپ عیدگاہ تشریف لائے اور منبر پر چڑھ کر اللہ تعالیٰ سے بکمال تضرع وگریہ زاری دعا کی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا قبول فرمائی۔ آپ ابھی دعا سے فارغ ہو کر منبر سے نیچے بھی نہیں اترے تھے کہ بارش برسنا شروع ہو گئی۔ لوگ بہت خوش ہوئے اور ان شہروں میں آسودگی ہی آسودگی نظر آنے لگی۔ آپ ادرنہ شہر میں رہائش پذیر تھے اور سلطان بایزید خاں کے دور میں وہیں انتقال فرمایا۔ ''شقائق النعمانیہ'' میں یہی لکھا ہے۔

حضرت شیخ روز بہار رحمۃ اللہ علیہ

آپ سیدی یوسف عجمی کی قبر کے قریب قرافہ میں مدفون ہیں۔

محبت کو غیر کی طرف پھیر دیا

آپ کی ایک کرامت امام شعرانی نے بیان فرمائی۔ وہ یہ کہ آپ اللہ تعالیٰ کی محبت میں اس زور سے چیخ مارا کرتے تھے کہ حاملہ کا اس چیخ کی وجہ سے حمل ضائع ہو جاتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی محبت اپنی ذات سے پھیر کر ایک بدکار عورت کی طرف لوٹا دی۔ اس کے بعد آپ صوفیائے کرام کی جماعت کے پاس آئے اور ان کی طرف خرقہ پھینک کر کہا میں طریقت میں جھوٹ بولنا پسند نہیں کرتا۔ میری محبت اب فلاں عورت کی طرف پلٹ گئی ہے۔ (اللہ تعالیٰ سے اب مجھے محبت نہیں رہی)۔ اس کے بعد اس عورت کے لئے اونٹوں پر بوجھ لادتے، سوار ہوتے اور اس کی خدمت میں مصروف رہے۔ حتیٰ کہ محبت پھر سے اللہ تعالیٰ کی طرف منتقل ہو گئی۔ ایسا دس مہینے کے بعد ہوا۔ آپ پھر حضرات صوفیائے کرام کے پاس آئے اور ان سے کہنے لگے مجھے صوفیانہ لباس (خرقہ) پہنا دو۔ کیونکہ فلاں عورت سے میری محبت ختم ہو کر اللہ کی طرف لوٹ آئی ہے۔ جب اس کی خبر اس عورت کو ہوئی تو اس نے توبہ کی اور مرتے دم تک شیخ موصوف کی خدمت گزاری کرتی رہی۔

میں (علامہ یوسف نبہانی رحمۃ اللہ علیہ) کہتا ہوں کہ شیخ روز بہار کے بارے میں ایک عظیم کتاب ''الکاشفات'' پڑھنے کا مجھے اتفاق ہوا۔ اس میں شیخ موصوف رحمۃ اللہ علیہ کے ایسے مکاشفات کا ذکر کیا گیا تھا جن کا تعلق شان باری تعالیٰ اور شان سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم شان انبیائے سابقین اور شان ملائکہ سے تھا۔ ایسے مکاشفات کہ عقل انہیں پڑھ کر مدہوش ہو جاتی ہے اور یہ اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ شیخ موصوف رضی اللہ عنہ اکابر عارفین میں سے اور خلاصۃ المقربین تھے۔ ذکر کیا گیا کہ یہ حالت آپ کی ابتدائی عمر میں ہی تھی جبکہ آپ ابھی چار برس کے تھے۔ ''ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء''

مذکورہ کتاب میری چار دیواری میں محفوظ تھی۔ اس کے ساتھ ہی ایک جلد میں علامہ ہروی کی کتاب ''منازل السائرین'' اور ''آداب المریدین'' بھی تھی جو شیخ شہاب الدین سہروردی صاحب عوارف المعارف کی تصنیف ہے۔ تینوں ایک ساتھ جمع تھیں ایک بہت بڑے دنیا دار نے یہ مجموعہ مجھ سے چند دنوں کے لئے مانگ کر لیا پھر اس کو گمان ہوا کہ مجموعہ کہیں گم ہو گیا ہے بہر حال اس نے مجھے واپس نہ لوٹایا۔

حضرت رویم بن احمد رحمۃ اللہ علیہ

آپ اکابر صوفیہ میں سے ہیں اور صالحین کے امام اور عارفین میں جانی پہچانی شخصیت تھے۔

بیس سال تک کھانے کا خیال تک نہ آیا

آپ کی ایک کرامت یہ ہے جو آپ سے ہی مروی ہے۔ فرماتے ہیں کہ عرصہ بیس سال ہو گئے میرے دل میں کھانے کا خیال تک نہیں آیا حتیٰ کہ اسے لایا جاتا۔ بقول مناوی رحمۃ اللہ علیہ آپ کا ۳۰۴ھ میں بغداد میں ہی انتقال ہوا۔

حضرت ریحان بن عبداللہ عدنی رحمۃ اللہ علیہ

ہوا میں اپنے ساتھ اڑا لیا

امام یافعی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے کسی نے بتایا کہ ایک باوثوق شخصیت نے مجھ سے بیان کیا کہ میں رمضان المبارک میں مغرب اور عشا کے درمیان بازار میں گیا تاکہ گھر والوں کے لئے کچھ خرید لاؤں۔ اتفاقاً شیخ ریحان سے میری ملاقات ہوگئی۔ انہوں نے مجھے اپنی طرف کھینچا اور مجھے اپنے ساتھ لے کر ہوا میں بلند ہو گئے اور بہت اونچے چلے گئے۔ میں رو پڑا۔ مجھے کہنے لگے: کیا ہوا؟ میں نے عرض کیا مجھے واپس زمین پر اتار دیجئے۔ تو انہوں نے مجھے زمین پر اتار دیا اور فرمانے لگے میرا ارادہ یہ تھا کہ تیرا غم دور کر دوں لیکن تو نے انکار کر دیا ہے۔

کھجوریں فلاں کے گھر میں ہیں، جاؤ خرید لاؤ

امام یافعی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ ایک مبارک شخص نے بتایا۔ ہمیں ہمارے شیخ نے عدن کے ایک بازار میں بھیجا تاکہ ہم ان کے لئے کھجوریں خرید لائیں۔ ہم گئے۔ لیکن ہمیں پورے بازار میں ایک کھجور بھی نہ ملی لہٰذا ہم خالی ہاتھ اپنے شیخ کے پاس واپس آنے لگے۔ واپسی میں ہماری ملاقات شیخ ریحان سے ہوگئی۔

انہوں نے ہمیں دیکھتے ہی فرمایا: ان خوبصورت کارندوں کو دیکھو۔ انہیں ان کے شیخ نے اپنی ایک پسند خریدنے کے لئے بھیجا لیکن یہ ان کی طرف خالی ہاتھ جا رہے ہیں جاؤ اور فلاں آدمی کے مکان واقعہ فلاں جگہ تمہیں اپنے شیخ کی پسند مل جائے گی۔ ہم ان کی نشاندہی پر اس شخص کے مکان پر گئے تو ہمیں وہاں کھجوریں مل گئیں۔ ہم نے ان میں سے اپنے شیخ کے لئے خریدیں اور لے کر شیخ کے پاس حاضر ہو گئے اور ہم نے اپنے شیخ کو شیخ ریحان کی گفتگو سنائی۔ سن کر وہ ہنس پڑے اور فرمانے لگے میری خواہش تھی کہ کسی طرح شیخ ریحان کو دیکھ پاؤں۔ لہٰذا ہمیں ان کے بارے میں خود ان سے ہی پتہ چل گیا ان کے پاس اس مسجد میں آیا تھا۔ جس میں وہ موجود تھے۔ اس سے تنہائی میں ملاقات کی اور کچھ دیر باتیں کیں۔ پھر جب شیخ ریحان باہر آگئے تو شیخ نے ان امور پر تعجب کیا جو انہوں نے شیخ سے دیکھے۔ اس پر ان کی تعریف کی اور ان کی عظمت کی تعریف کی۔

امام یافعی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں یہ شیخ ہمارے شیوخ کے شیخ جناب عارف باللہ ابو محمد عبداللہ بن ابی بکر رحمۃ اللہ علیہ کے شیخ ہیں۔ جو مقام مورع میں مدفون ہیں۔ انہوں نے ابو الذبیح اسماعیل بن محمد حضرمی یمنی سے طریقت اخذ کی۔

ہریسہ بھی غیب سے آگیا اور پانی گھی بن گیا

ایک نہایت نیک آدمی نے بیان کیا کہ ایک شخص عدن کے سمندر کے ساحل پر تھا۔ وہ عدن شہر میں آنا چاہتا تھا لیکن اس کے آنے سے پہلے یہ دروازہ بند کر دیا گیا۔ لہٰذا اب اسے اندر جانے کی قدرت نہ تھی۔ رات ساحل پر ہی گزارنے کا پروگرام بنایا لیکن رات کا کھانا موجود نہ تھا۔ اس نے ساحل پر شیخ ریحان کو دیکھا تو ان کی طرف آگیا اور کہنے لگا یا سیدی! دروازے کے پہرے داروں نے دروازہ بند کر دیا ہے اور مجھے اندر نہیں جانے دیا۔ میرے پاس رات کا کھانا بھی نہیں۔ میں آپ سے خواہش رکھتا ہوں کہ آپ مجھے ہریسہ کھلائیں شیخ ریحان نے اسے کہا دیکھو اس آدمی کی طرف کہ مجھ سے رات کا کھانا مانگتا ہے اور کہتا ہے کہ ہونا بھی ہریسہ چاہئے گویا میں ہریسہ بنانے والا اور تیار کرنے والا ہوں کہ ابھی اسے تیار کر دوں گا۔ اس نے شیخ سے پھر کہا: یا سیدی! آپ کو لازماً مجھے ہریسہ کھلانا چاہئے۔ یہ شخص بیان کرتا ہے کہ مجھے پتہ بھی نہ چلا کہ ہریسہ وہاں موجود ہو گیا اور گرم گرم تھا۔ میں نے شیخ سے پھر عرض کیا یا سیدی گھی باقی ہے وہ نہیں آیا۔ یہ سن کر شیخ بولے اس رات کے مہمان کو دیکھو۔ پہلے تو ہریسہ کے بغیر کچھ اور کھانا پسند نہ کیا۔ جب ہریسہ آگیا تو اب کہتا ہے کہ ہریسہ کے ساتھ گھی ہوگا تو پھر کھاؤں گا۔ میں گھی والا ہوں کہ گھی بیچتا ہوں؟ میں نے عرض کیا یا سیدی! میں بغیر گھی نہیں کھاؤں گا۔

فرمانے لگے یہ چمڑے کا تھیلا لے جاؤ اور دریا یا سمندر پر جا کر اس میں پانی بھر لاؤ تا کہ میں وضو بناؤں۔ چنانچہ میں چلا گیا۔ دریا پر پہنچ کر میں نے اس میں پانی بھرا اور آپ کے پاس لے آیا۔ آپ نے وہ برتن مجھ سے لے لیا۔ پس اس میں سے ہریسہ پر گھی انڈیلا۔ میں نے اس ہریسہ میں سے کھایا۔ اس جیسا ذائقہ مجھے کبھی نہیں آیا۔

صدمات کی پہلے سے اطلاع ہونا

امام یافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: مجھے کسی صالح نے خبر دی۔ کہا کہ میں نے شیخ ریحان رحمۃ اللہ علیہ سے کہا حضور! آپ کی تدبیر میرا ساتھی ہے یعنی میں آپ کی رہنمائی میں رہنا چاہتا ہوں۔ یہ سن کر انہوں نے فرمایا: جب تک یہ سر صحیح ہے تو خوف نہ کر اور اپنے سر کی طرف اشارہ کیا۔

راوی کہتا ہے کہ میں ان کے ان الفاظ سے یہ سمجھا کہ میں جب تک زندہ ہوں تمہیں کوئی خوف نہیں۔ مجھے آپ کے اس ارشاد کی صحیح مراد اس وقت ظاہر ہوئی جب آپ کا انتقال ہوا۔ ہوا یوں کہ اس بات کے کافی عرصہ گزر جانے کے بعد آپ پہاڑ کی کھائی میں گر پڑے اور آپ کا سر پھٹ گیا اور انتقال فرما گئے۔

علامہ مناوی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا کہ آپ کی کرامات میں سے ایک کرامت یہ بھی ہے جسے امام یافعی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک ثقہ آدمی کے حوالہ سے بیان کیا۔ وہ یہ کہ عدن کا ایک باشندہ جس نے آپ سے کوئی منکر ہوتے دیکھا اور اسے برا جانا اور کہنے لگا یہ ہے وہ شخص جو صلاح کا دعویدار ہے اور کام اس قسم کے گندے کرتا ہے۔ اس شخص کا اسی رات تمام گھر آگ سے جل گیا۔ امام مناوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ شیخ ریحان رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال سات سو ہجری سے قبل ہوا تھا۔

حرف زا

اولیائے کرام جن کے اسمائے گرامی حرف ''زا'' سے شروع ہوتے ہیں ان کی چند کرامات۔

حضرت ابو محمد زریع بن محمد حداد یمنی رحمۃ اللہ علیہ

آپ شیخ عارف، عابد، مجتہد اور صاحب کرامات تھے۔

تپتا لوہا ہاتھ میں پکڑ لیتے

آپ لوہے کا ٹکڑا ہاتھ میں پکڑ لیا کرتے تھے جبکہ اس سے آگ کے شعلے نکل رہے ہوتے اس سے آپ کے ہاتھ کو کوئی نقصان نہ پہنچتا۔ اس کا سبب یہ ہوا کہ آپ جوانی کے دور میں بستی کی ایک خوبصورت عورت کا دل پھسلانا چاہتے تھے۔ وہ انتہائی حسین و جمیل عورت تھی لیکن وہ نہ مانی۔ اس نے اسے برا جانا۔ پھر کچھ مدت گزرنے پر اس عورت کو ایک ضرورت پڑی تو اس نے ایک شیخ کو ان کی طرف بھیجا تا کہ وہ ان سے وہ مال لے آئے جو وہ اس سے قبل خرچ کرنا چاہتے تھے۔ آپ نے اس عورت کے کہنے کے موافق کیا اور مال لے آئے۔ جب اس کے قریب گئے تو دیکھا گویا وہ پھوڑے پھنسی سے بھری پڑی ہے اور تیز آندھی میں کھڑی ہے پوچھا تمہارا یہ کیا حال ہوا؟ کہنے لگی یہ ایسی بات ہے کہ نہ تو میں اسے پہچان سکی ہوں اور نہ ہی میں اس کی اہمیت رکھتی ہوں۔ ضرورت نے مجھے اس طرف آمادہ کیا۔ یہ بات سن کر آپ نے اس عورت کو وہیں چھوڑا اور وہاں سے باہر نکل آئے اور مال اسے ہبہ کر دیا اور اللہ تعالیٰ سے توبہ کی۔ اس پر وہ عورت بولی اللہ تجھے آگ سے دور رکھے جیسا تو نے مجھے آگ سے دور رکھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی دعا قبول فرمائی۔ یہ ابو زریع رحمۃ اللہ علیہ کی سچی توبہ کی برکت تھی۔ آپ کو آگ نقصان نہ پہنچایا کرتی تھی۔ اس کے بعد آپ صالحین کے ہم نشین بن گئے اور عبادت کے راستہ پر گامزن ہو گئے۔ آپ سے پھر بہت سی کرامات کا ظہور ہوا۔ آپ کی وفات چھ سو ساٹھ سے کچھ اوپر صدی ہجری میں ہوئی۔ (قالہ الشرجی)

حضرت زعفرانی رحمۃ اللہ علیہ

امام شافعی رحمہ اللہ کے اصحاب میں سے ایک تھے۔ ان کا اسم گرامی محمد بن حسین ہے اور ان کا تذکرہ بھی اسی نام کے تحت ہوگا۔

حضرت زکریا انصاری خزرجی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ الاسلام اور علمائے عاملین کے امام ہوئے اور اولیائے عارفین کے پیشوا۔ فقہ اور تصوف کے بانیوں میں سے ہوئے ہیں۔ حضرت امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب بھی میرے دل میں کوئی خیال آتا تو فرماتے جو تیرے پاس ہے کہہ ڈال! اور میرے فارغ ہونے تک تالیف کو باطل کر دیتے۔ اور مجھے جب ان کے لئے مطالعہ کے دوران درد سر ہو جاتا تو فرماتے علم سے شفا کی نیت کرو۔ میں یہ نیت کرتا تو اسی وقت درد سر کافور ہو جاتا۔

کھوئی ہوئی نظر واپس آ جانا

آپ کی ایک کرامت یہ تھی۔ آپ نے خود مجھے فرمایا کہ ایک مرتبہ میں رمضان شریف کے آخری دس دنوں میں جامعہ ازہر کی چھت پر اعتکاف میں بیٹھا ہوا تھا۔ ایک شامی تاجر آیا اور مجھے کہنے لگا میری نظر ختم ہوگئی ہے اور لوگوں نے مجھے آپ کا پتہ بتایا ہے۔ آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ وہ میری نظر دوبارہ لوٹا دے۔ میری دعا کی قبولیت کی کوئی نہ کوئی علامت ہوتی تھی۔ میں نے اس تاجر کے لئے دعا کی:

''اے اللہ! اس کی بینائی اسے لوٹا دے''۔ اللہ تعالیٰ نے میری دعا قبول فرمائی لیکن دس دن بعد (یعنی آج سے دس دن بعد اس کی بینائی واپس آجائے گی) میں نے اس تاجر سے کہا تیری حاجت حل کر دی گئی ہے لیکن تم اس شہر سے سفر کر جاؤ۔ وہ کہنے لگا یہ دن سفر سے واپسی کے نہیں ہیں۔ میں نے اس تاجر کو پھر کہا اگر تو چاہتا ہے کہ تیری آنکھیں اللہ تجھے لوٹا دے تو پھر سفر کر جا۔ یہ میں نے اسے اس لئے کہا تھا کہ اگر یہ دس دن یہاں سے نہ گیا تو اس کی آنکھیں ٹھیک ہو جائیں گی اور شہر بھر میں لوگوں کے درمیان میری پردہ دری کرتا پھرے گا۔ بہر حال اس نے سفر کیا تو اللہ تعالیٰ نے مقررہ دنوں کے بعد اس کی نظر لوٹا دی۔ اس نے اپنے ہاتھ سے لکھا خط میری طرف ارسال کیا۔ اس کے جواب میں میں نے اسے خط لکھ بھیجا۔ جب تیرا مصر میں آنا ہو تو اپنی نظر کو روک رکھنا یا اگر تو مصر میں دوبارہ آیا تو تیری نظر پھر ختم ہو جائے گی۔ وہ شخص مرنے تک قدس میں ہی رہا اور بصیر ہوتے ہوئے فوت ہوا۔

خواب اور اس کی تعبیر ولی کے پیش نظر ہوتی ہے

میں ایک دن بخاری شریف کی شرح کے مطالعہ میں مصروف تھا تو شیخ نے مجھے فرمایا: ٹھہر جاؤ! مجھے آج رات کا اپنا خواب سناؤ۔ میں نے خواب دیکھا تھا کہ میں جناب شیخ کے ساتھ ایک سواری پر ہوں۔ جس کی زین اور رسیاں ریشمی تھیں اور اس کا بچھونا سبز سندس کا تھا۔ اس میں ریشمی تکیے لگے ہوئے تھے۔ امام یافعی رحمۃ اللہ علیہ اس میں تشریف فرما تھے اور شیخ زکریا ان کے بائیں جانب تھے۔ میں نے امام یافعی رحمۃ اللہ علیہ کی دست بوسی کی۔ وہ سواری ہمیں لئے اڑتی رہی۔ حتیٰ کہ میٹھے پانی والے سمندر کے درمیان ایک جزیرہ کی زرعی زمین پر ہمیں لے آئی۔ دیکھا تو اس جزیرہ کے درختوں کے پھل سمندر کی سطح تک لٹکے ہوئے ہیں۔ میں نے سواری سے جھانک کر دیکھا تو مجھے زعفران کا ایک باغ دکھائی دیا۔ اس کی ہر ایک کلی ایک بڑے درخت کے برابر تھی اور اس میں خوبصورت عورتیں تھیں جو پھلوں کو چن رہی تھیں۔ میں نے جب اپنا خواب شیخ موصوف کو سنایا فرمانے لگے اگر تیرا خواب سچا ہوا تو میں حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے قریب دفن کیا جاؤں گا۔

جب شیخ موصوف کا انتقال ہوا تو حاضرین نے کچھ لوگوں کو بھیجا کہ جاؤ اور باب النصر میں شیخ کی قبر کا اہتمام کرو۔ یہ سن کر شیخ جمال الدین اور شیخ ابوبکر ظاہری زور سے بولے کہ اے فلاں آدمی! تیرا خواب سچا نہیں تھا۔ ہم ابھی اسی شش و پنج میں تھے کہ اچانک امیر خیری بک کا ایک قاصد آیا۔ امیر خیری بک مصر میں سلطنت کا نائب تھا۔ قاصد نے پیغام دیا کہ جناب ملک الامراء ضعیف ہیں۔ یہاں تک کہ سوار ہو کر آنے کی ان میں ہمت نہیں ہے۔ اس لئے انہوں نے حکم دیا ہے کہ شیخ کی میت کو

تابوت میں رکھ کر اونٹ یا گھوڑے وغیرہ پر باندھ کر ان کے پاس لایا جائے تا کہ وہ بھی دوسرے مسلمانوں کی طرح رملیہ میں ان کی نماز جنازہ ادا کر سکیں۔ پھر لوگوں نے شیخ کی میت کو اٹھایا اور وہاں جا کر سب نے نماز جنازہ ادا کی۔ نماز سے فراغت کے بعد امیر نے کہا انہیں قرافہ میں دفن کر دو تو لوگوں نے شیخ موصوف کو شیخ نجم الدین جنوشانی رحمۃ اللہ علیہ کے قریب اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے چہرہ کے مقابل دفن کر دیا۔

اشارہ سے علم طریقت چھپا دیا

امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ شیخ نے خود اپنے بارے میں فرمایا۔ میں مستجاب الدعوات ہوں جب بھی کسی کے بارے میں دعا یا بددعا کی اللہ تعالیٰ نے اسے قبولیت بخشی۔ آپ نے کسی ولی کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ فقہ کے ذریعہ اپنے آپ کو چھپائے رکھو اور فرمایا طریقت کو چھپاؤ۔ کیونکہ آج اس کا زمانہ نہیں رہا۔ اس دعا کے بعد آج تک میں اس ولی کے کسی حال پر مطلع نہیں ہو سکا۔

بھوک پیاس کا غائبانہ انتظام اور اندھا ہو جانے کی پیشگوئی

حضرت امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا کہ ایک شیخ زکریا رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے اپنا تمام حال اس وقت سے لے کر آج تک سنایا۔ جب آپ مصر تشریف لائے۔ فرمانے لگے میں تمہیں اپنے ابتدائی دور سے اب تک اپنا معاملہ سناتا ہوں تا کہ تجھے میرے بارے میں مکمل معلومات حاصل ہو جائیں۔ اور تم ایسے ہو جاؤ جیسا کہ تم شروع سے میرے ساتھ اکٹھے رہ رہے ہو؟ میں نے عرض کیا ضرور سنائیے۔ پس فرمانے لگے میں دوسرے شہر سے آیا جبکہ میں نوجوان تھا۔ میں نے کسی مخلوق کے سامنے گھٹنے ٹیکے اور نہ میں نے کسی کے ساتھ دل لگایا۔ میں یہاں جامع مسجد میں بکثرت بھوکا رہتا تھا۔ پھر میں رات کے اندھیرے میں باہر نکلتا اور خربوزے کے چھلکے اٹھا لیتا جو وضو خانہ وغیرہ کے قریب پڑے ہوتے۔ انہیں دھو کر صاف کر کے کھا لیا کرتا تھا۔ یہ سلسلہ اس وقت تک جاری رہا جب تک اس کا متبادل انتظام اللہ نے نہ فرمایا۔ پھر ایسا ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ایک شخص کو میرے لئے مقرر فرما دیا۔ جس کی حکومت کی طرف سے ادھر ادھر پھرنے والوں پر نظر رکھنے کی ذمہ داری تھی۔ وہ میری خبر گیری رکھتا۔ کتابیں اور لباس وغیرہ جس کی بھی مجھے ضرورت ہوتی وہ میرے لئے خرید لاتا اور کہا کرتا:

اے زکریا! کسی سے ہرگز کوئی چیز نہ مانگنا۔ تمہیں جب بھی ضرورت پڑے گی میں آ جایا کروں گا۔ کئی سال اسی طرح کام چلتا رہا۔ پھر ایک رات جبکہ لوگ سو رہے تھے۔ وہ میرے پاس آیا اور کہنے لگے اٹھیے۔ میں اٹھ کر اس کے ساتھ ہو گیا۔ پھر اس نے مجھے ایک لمبی سیڑھی کے قریب کھڑا کر کے کہا اس پر چڑھ جاؤ۔ میں اس کے آخر تک چڑھ گیا۔ پھر مجھے کہا: تم اس وقت بھی زندہ رہو گے جب تمہارے تمام ساتھی اور ہم عمر لوگ انتقال کر چکے ہوں گے اور مصر میں موجود تمام علماء میں سے بلند مرتبہ پاؤ گے اور تمہارے شاگرد تمہاری زندگی میں ہی شیخ الاسلام ہوں گے۔ یہ تمہاری نظر ختم ہونے سے قبل ہوگا۔ میں نے اس شخص سے کہا کیا میرے لئے اندھا ہونا ضروری ہے؟ کہنے لگا یہ حتمی تقدیر ہے۔ اس کے بعد وہ مجھ سے الگ ہو کر کہیں چلا گیا اس وقت سے آج تک مجھے نظر نہیں آیا۔

زنجیر کو چھوٹے سے رسالے کے ساتھ کاٹ ڈالا

غزی نے کہا مجھے میرے والد گرامی نے بتایا کہ غوری کو ایک مرتبہ حادثہ پیش آیا جس میں اس نے زخموں پر پٹی باندھ رکھی تھی۔ غوری سے ملنے کے لیے شیخ زکریا تشریف لائے۔ جب غوری کو ان کی آمد کی اطلاع ہوئی تو اس نے دربانوں کو حکم دے دیا کہ دروازے پر زنجیر باندھ دو تا کہ شیخ اندر نہ آنے پائیں۔ شیخ زکریا اپنی خچر پر بیٹھ کر تشریف لائے۔ آپ نے اپنے رسالے (چھوٹی سی کتاب) سے زنجیر کاٹی جو آپ کے ہاتھ میں تھا۔ آپ کو قطعاً کسی کی پروانہ تھی۔ پھر آپ اندر آ گئے اور بہت سے لوگ بھی اندر آ گئے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے خواب میں گفتگو کرنا

جناب غزی ہی بیان کرتے ہیں کہ شیخ عمر بن شماع حلبی نے کہا مجھ سے شیخ زکریا رحمۃ اللہ علیہ نے اپنا دیکھا خواب بیان فرمایا۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ انہوں نے خواب میں سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی زیارت کی۔ آپ کا اس وقت قد کافی لمبا تھا۔ کہتے ہیں کہ میں نے فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے عرض کیا:

یا حضرت! مجھے آپ اپنے سینہ میں یا دل میں بسالیں۔ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یَا زَکَرِیَّا اَنْتَ عَیْنُ الْوُجُوْد۔ (اے زکریا! تو تو میرا ہی وجود ہے)۔ شیخ نے پھر کہا کہ میں اس کے بعد بیدار ہو گیا اور اس حکم (بات) کی لذت لگاتار مجھے محسوس ہوتی رہی۔

ولی کی ولایت کا تحریری ثبوت

ابن الشماع حلبی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ شیخ زکریا رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے بتایا کہ ایک مرتبہ شیخ شرف الدین عمر بن فارض رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں امرائے دولت کے دو آدمیوں میں جھگڑا ہو گیا۔ ان میں سے ایک کا کہنا تھا کہ شیخ شرف الدین ولی اللہ ہیں۔ دوسرا کہتا تھا کہ وہ کافر ہے۔

کافر کہنے والے نے کفر کو ثابت کرنے کے لئے ایک مسئلہ کی صورت تحریر کی اور اس بارے میں شیخ زکریا رحمۃ اللہ علیہ سے اس کے کفر پر فتویٰ مانگا۔ شیخ الاسلام حضرت زکریا رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا اور عذر یہ پیش کیا کہ کسی مسلمان کے بارے میں کفر کا قول کرنے میں بہت خطرہ ہے۔ جب یہ بات دوسرے شخص تک پہنچی جو اس شخص کے ولی اللہ ہونے کا قائل تھا تو اس نے خواہش کی کہ مجھے اپنے مؤقف کے بارے میں شیخ سے فتویٰ لینا چاہئے۔ چنانچہ اس نے بھی مسئلہ کی ایک صورت لکھی اور شیخ سے شخص مذکور کی ولایت کی تصدیق بذریعہ تحریر مانگی۔ فرماتے ہیں میں نے اسے بھی انکار کر دیا اور عذر یہ پیش کیا کہ کسی ایسے شخص کی ولایت کا یقین کر لینا جس کی ولایت محقق اور ثابت شدہ نہ ہو، اس میں بھی خطرہ ہے۔ اس نے میرے جواب نہ دینے اور عذر پیش کرنے کو کافی نہ جانا بلکہ مجھ سے تحریری جواب طلب کیا اور سوال میرے پاس ہی چھوڑ دیا۔ میں نماز جمعہ کے بعد جامع ازہر گیا تا کہ وہاں ایک شخص کی زیارت کروں جس کا میں معتقد تھا اور اس سے ولایت کی تحریر

کے بارے میں مشورہ طلب کروں۔ جب اس نے مجھے دیکھا تو میرے بولنے سے پہلے ہی وہ بول پڑا اور کہنے لگا کیا ہم مسلمان ہیں یا نہیں؟ میں نے اسے کہا بلکہ آپ تو مسلمانوں میں سے بہترین مسلمان ہیں۔ اس نے پھر کہا تمہیں کس نے لکھ کر دینے سے روک رکھا ہے؟ میں نے کہا میں اجازت کا انتظار کر رہا تھا۔ کہتے ہیں کہ اس کے بعد شخص مذکور نے مجھے اس شخص کی ولایت کے بارے میں عظیم تحریر لکھوائی۔ ابن الشماع کہتے ہیں جو کچھ میں نے بیان کیا ہے یہ ان سے سنے گئے الفاظ کا خلاصہ ہے۔ ۹۲۶ھ میں ایک سو تین سال کی عمر میں انہوں نے انتقال فرمایا۔

اس کتاب کے جامع اور مصنف شیخ یوسف نبہانی فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے مجھ پر احسانات میں سے ایک احسان یہ بھی ہوا کہ کئی سال پہلے میں نے اپنے خواب میں شیخ الاسلام زکریا انصاری رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا۔ میں اس وقت بیروت میں تھا۔ دیکھا کہ شیخ مذکور جامع ازہر میں شیخ عبدالقادر رافعی شیخ رواق الشوام کے ستون کے قریب شمال کی سمت کھڑے ہیں۔ آپ دبلے پتلے درمیانہ قد کے ہیں جو ذرا لمبا ہے۔ آپ نے مجھ پر شفقت فرمائی اور میں نے آپ سے راستہ (طریقت کا واضح راستہ) کی اجازت طلب کی۔ آپ نے اس کا کوئی جواب نہ دیا اور میری درخواست قبول نہ فرمائی۔ مجھے فرمایا۔ میں تم سے محبت رکھتا ہوں۔ پھر آپ نے مجھے اپنا فائدہ (وظیفہ) عطا فرمایا۔ ایسا وظیفہ جو اسے پڑھے گا وہ کبھی بوڑھا نہیں ہوگا۔ اس کے بال سیاہ کے سیاہ ہی رہیں گے۔ یہ اور بات ہے کہ میں اس وظیفہ کو یاد نہ کر پایا۔ کیونکہ وہ عربی زبان میں تھا شائد کہ سریانی زبان میں تھا کیونکہ وہ روحوں کی بولی تھی بہر حال میں اس خواب سے بہت خوش ہوا کیونکہ آپ نے دوٹوک انداز میں مجھ سے محبت کا اظہار فرمایا تھا اور طریقت کے راستہ کی اجازت نہ دینے پر مجھے افسوس بھی ہوا۔ لیکن میں نے اجازت نہ دینے کو اس بات پر محمول کیا کہ مجھ میں اہلیت نہ تھی۔ میں نے اپنا یہ خواب مختصر طور پر ''سعادت دارین'' میں اپنے دیگر خوابوں اور بشارتوں کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ وہاں میں نے غلطی سے شیخ زکریا رحمۃ اللہ علیہ کا سن انتقال ۹۲۵ھ لکھ دیا تھا۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور تمام مسلمانوں کو آپ کی برکات سے نفع عطا فرمائے۔ آمین

سیدہ زہراء والہہ رحمۃ اللہ علیہا

آپ اللہ تعالیٰ سے محبت کرنے والوں میں سے بے خود لیکن عقلمند عورت تھیں اور معرفت الٰہیہ سے سرشار عورتوں میں سے سب سے بڑی عورت تھیں۔

بتائے بغیر نام لے لیا

حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ بیان فرماتے ہیں: بیت المقدس کے بعض نالوں میں میں پھر رہا تھا کہ کسی کے بولنے کی آواز سنائی دی۔ وہ کہہ رہا تھا: ''اے انعامات والے! جس کے انعامات گنتی سے باہر ہیں، اے سخی اور بقا کے مالک! میرے دل کی آنکھ کو اپنے جبروت کے باغوں میں آنے جانے کا نفع بخش دے۔ اے لطیف! میری ہمت کو اپنے لطف کے جود سے متصل فرما دے۔ اے رؤف! اپنے جلال اور اپنی روشنی کے صدقے مجھے سرکش لوگوں کے راستہ سے پناہ میں رکھ۔ مجھے تو

اپنے لئے حالات کا خادم اور طالب بنا۔ اے میرے دل کو منور کرنے والے اور میرے انتہائے مقصود! تو میرا ہو جا''۔

میں آواز کے پیچھے پیچھے ہولیا۔ اچانک مجھے ایک عورت دکھائی دی۔ جیسا کہ جلی ہوئی لکڑی ہو۔ اس نے اون کی چادر اوڑھ رکھی تھی اور سیاہ بالوں سے بنا دوپٹہ۔ مشقت نے اسے بہت لاغر کر دیا تھا اور رنج و غم نے اسے ہلاک کر ڈالا تھا اور محبت نے اسے پگھلا ڈالا تھا۔ میں نے اسے سلام کیا۔ اس نے وعلیک السلام یا ذوالنون! کہا۔ میں نے پوچھا تمہیں میرا نام کیسے معلوم ہے حالانکہ آج تک تو نے مجھے دیکھا نہیں؟ کہنے لگی: حبیب نے میرے سر کو واضح کر دیا۔ پس میرے دل سے اس نے اندھے پن کے تمام پردے اٹھا دیئے جس کی وجہ سے میں نے تمہارا نام جان لیا۔

میں نے کہا اپنی مناجات کو پھر شروع کرو۔ وہ بولی: اے روشنیوں کے مالک! تو مجھ سے اس شر کو دور فرما دے جو میں موجود پاتی ہوں۔ میں اب زندگی سے بہت گھبرا گئی ہوں۔ اس کے ساتھ ہی وہ گری اور فوت ہو گئی۔ میں وہاں حیران و پریشان کھڑا تھا۔ اچانک ایک بڑھیا اس عورت کی شکل و صورت سے ملتی جلتی اس کی طرف بڑھی اسے دیکھا اور کہنے لگی ''الحمد للہ الذی أکرمھا'' اس اللہ کی تعریف و شکر یہ جس نے اسے عزت بخشی۔ میں نے اس بڑھیا سے پوچھا، یہ عورت کون ہے؟ کہنے لگی میری بیٹی زہرہ والہہ ہے۔ بیس سال سے لوگوں کا اس بارے میں خیال تھا کہ یہ پگلی ہے لیکن اسے تو اس کے رب کے شوق نے قتل کیا تھا۔ (قالہ المناوی)

حضرت امام زید بن علی زین العابدین بن حسین رضی اللہ عنہ

اہل بیت میں سے ہدایت کے امام، مشہور بطل (اللہ تعالیٰ کے راستہ پر چلنے والے بہت بہادر) اور یکتائے روزگار تھے۔

سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ نعمان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت زید بن علی رضی اللہ عنہ کا ایسے ہی مشاہدہ کیا جیسے ان کے گھر والوں نے کیا۔ میں نے ان کے دور میں ان سے بڑھ کر فقیہ اور عالم نہ دیکھا اور نہ ہی ان سے زیادہ جلد سوالات کے جوابات دینے والا مجھے اور کوئی نظر آیا اور نہ ہی گفتگو اور کلام میں ان سے بڑھ کر اور کوئی صاحب بیان دیکھا۔ آپ اپنے دور کے تمام علماء، فقہاء، متکلمین اور خطباء کے سرخیل تھے۔ یہ امام سخاوی نے بیان کیا۔

مرنے کے وقت اپنی ستر پوشی کی اور قبلہ رخ ہو جانے

آپ کی کرامات میں سے ایک یہ ہے کہ جب آپ کو سولی پر چڑھایا گیا تو ظالموں نے آپ کے تمام کپڑے اتار لئے اور شرمگاہ تک کھول دی۔ مکڑی نے فوراً جالا تن کر آپ کا ستر عورت کر دیا۔

علامہ صبان نے ''اسعاف الراغبین'' میں لکھا ہے کہ آپ کی طرف نسبت کی وجہ سے ایک شیعہ گروہ اپنے آپ کو ''زیدیہ'' کہتا ہے۔ ان شیعہ زیدیہ کا تو شریعت مطہرہ سے کوئی تعلق نہیں۔ یہ شریعت سے باہر ہو گئے اور سیدنا زید بن علی رضی اللہ عنہ ان سے بیزار ہیں اور بےزار تھے آپ امام اور مجتہد تھے۔ ننگے جسم آپ کو سولی دی گئی آپ کے ستر کو قائم رکھنے کے لئے مکڑی

نے جالا تنا۔ یہ بھی بیان کیا گیا کہ آپ کا پیٹ مبارک ڈھلک کر آپ کی شرمگاہ پر آ گیا جس سے شرمگاہ چھپ گئی۔ مکڑی نے جالا تنا ہو یا پیٹ ڈھلک گیا ہو ان دونوں باتوں کے تسلیم کرنے اور وقوع میں کوئی مانع اور رکاوٹ نہیں۔ جب آپ کو سولی چڑھایا گیا تو ظالموں نے آپ کا چہرہ قبلہ سے ہٹا کر اور طرف کر دیا لیکن خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ سولی کی لکڑی پھر گئی اور وہاں آ کر رکی جہاں آپ کا چہرہ قبلہ کی طرف ہو گیا۔

آپ کو سولی چڑھائے جانے کا سبب یہ تھا کہ آپ نے ہشام بن عبدالملک کے خلاف خروج کیا تھا (یعنی اس کی خلافت اور بیعت تسلیم نہ کی تھی) ہشام بن عبدالملک کے بہت سے ساتھیوں نے جو کوفہ میں رہائش پذیر تھے آپ کو ذلیل و رسوا کیا۔ کیونکہ ان لوگوں نے حضرت زید سے مطالبہ کیا تھا کہ ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما سے بے زاری کا اعلان کرو۔ پھر ہم تمہاری مدد کریں گے۔ آپ نے لوگوں کو سے فرمایا: ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا بلکہ میں تو ان دونوں سے بے پناہ محبت کرتا ہوں۔ اس پر وہ بولے: اب ہم پھر آپ سے الگ ہوتے ہیں اور آپ سے قطع تعلق کر لیتے ہیں۔

آپ نے فرمایا۔ جاؤ چلے جاؤ تم رافضہ ہو۔ اس وقت سے ان کا نام رافضہ پڑ گیا۔ پھر لوگوں کی ایک اور جماعت حضرت زید کے پاس آئی اور کہنے لگی ہم بھی شیخین (ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما) سے محبت کرتے ہیں اور جو ان سے بیزار ہے ہم بھی اس سے بیزار ہیں۔ آپ نے اس جماعت کو قبول فرمالیا۔ پھر ان لوگوں نے آپ کی معیت میں مخالفین کے ساتھ لڑائی لڑی۔ انہوں نے اپنا نام ''زیدیہ'' رکھا تعجب بر تعجب یہ ہے کہ وہ لوگ جو آج کل اپنے مذہب کو زیدیہ کا نام دیتے ہیں وہ شیخین سے بیزاری بھی کرتے ہیں اور انہیں اچھا بھی نہیں جانتے۔

علامہ مناوی رحمۃ اللہ علیہ نے ''طبقات'' میں لکھا ہے کہ پرانے مصر شہر کے قریب مجراۃ القلعہ کے نزدیک جو مشہد واقع ہے وہ حضرت زید بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہما کے سر انور پر تعمیر کیا گیا۔ آپ کا سر انور ۱۲۳ھ میں لایا گیا اور اس پر یہ مشہد تعمیر کیا گیا۔ بعض حضرات نے کہا ہے کہ حضرت زید بن علی رضی اللہ عنہ کے مشہد پر کی گئی دعا قبول ہوتی ہے اور انوار و تجلیات کا نزول وہاں دیکھنے میں آتا ہے۔

حضرت زید ابو عبدالرحمٰن بن حارث یمامی رحمۃ اللہ علیہ

آپ بہت رعب دار، خدا ترس، متوکل اور صابر شخصیت تھے۔

غیب سے پانی آیا اور وضو کیا

آپ کی ایک کرامت یہ ہے کہ جب آپ حج پر تشریف لے گئے تو ایک جگہ وضو کی ضرورت پڑی اس جگہ پانی کا نام و نشان نہ تھا۔ آپ اپنی سواری سے ذرا دور ہوئے اور قضائے حاجت سے فارغ ہو کر پاک پانی سے وضو کیا اور واپس ساتھیوں میں آ کر اس بات کی خبر دی۔ وہ سب اس جگہ کی طرف چلے۔ جب واپس پہنچے تو پانی نظر نہ آیا۔ مناوی نے ''طبقات صغریٰ'' میں لکھا ہے کہ آپ نے ۱۲۲ھ میں انتقال فرمایا۔

حضرت زید یمنی ابواسامہ بن عبداللہ بن جعفر یفاعی رحمۃ اللہ علیہ

یفائی دراصل ایک بستی (گاؤں) یفاعہ کی طرف منسوب ہے۔ آپ نے الجند شہر میں علم دین حاصل کیا۔ پھر وہاں سے مکہ شریف چلے گئے اور وہاں کچھ حضرات سے علم حاصل کیا۔ پھر واپس الجند تشریف لے آئے اور لوگوں نے آپ سے خوب نفع اٹھایا۔ آپ کی شہرت ہوگئی اور لوگوں نے آپ کے پاس آنا شروع کر دیا۔ حتیٰ کہ آپ کے پیروؤں کی تعداد تین سو کے قریب ہوگئی جو صرف فقیہ حضرات تھے (عام لوگوں کی تعداد کہیں زیادہ تھی) آپ نے اس کے بعد لوگوں سے علیحدگی اختیار کر لی اور شہرت پر گمنامی کو ترجیح دی۔ آپ سے بہت سی کرامات کا ظہور ہوا۔

دروازہ خودبخود کھل گیا

آپ کی ایک کرامت یہ تھی جسے بعض حضرات نے ذکر کیا۔ راوی کہتا ہے کہ میں نے شیخ موصوف کو دیکھا کہ وہ رات کے وقت باہر جانے لگے چنانچہ میں بھی آپ کے پیچھے پیچھے ہولیا۔ جب شہر کے دروازے کے قریب پہنچے تو دروازہ آپ کے لئے کھل گیا۔ پھر رات کو آپ چلتے چلتے اس جگہ پہنچے جہاں اب آپ کی قبر ہے۔ جہاں آپ کو دفن کیا گیا۔ وہاں نماز ادا کرنے کے بعد تکبیر تحریمہ کہی اور صبح تک وہیں رہے پھر واپس تشریف لائے۔ جب واپسی پر دروازے کے قریب پہنچے تو اس مرتبہ بھی دروازہ خودبخود آپ کے لئے کھل گیا اور آپ اپنی مسجد میں تشریف لے آئے وہاں آپ نے صبح کی نماز ادا فرمائی اور بیٹھے ذکر خدا میں مصروف رہے۔

میں نے آپ کی دست بوسی کی اور مجھے فرمایا اگر تو نے میرے ساتھ رہنا پسند کر ہی لیا ہے تو جو کچھ تو نے دیکھا اسے کسی سے مت بیان کرنا۔ آپ نے ۵۱۴ھ میں انتقال فرمایا اور الجند شہر کے قبرستان میں دفنائے گئے۔ آپ کی قبر جانی پہچانی اور لوگوں کی حاجات برآری کے لئے مشہور ہے۔ بہت کم ایسا دیکھنے سننے میں آیا ہے کہ کوئی شخص کسی مقصد کے حصول کے لئے وہاں گیا ہو اور حاجت پوری ہوئے بغیر واپس آ گیا ہو۔ یہ مناوی نے ''طبقات صغریٰ'' میں لکھا ہے۔

حضرت ابواحمد زید بن علی شاذری یمنی رحمۃ اللہ علیہ

فقیہ احمد کے آپ والد بزرگوار ہیں۔ خود بہت بڑے فقیہ، عالم، متقی اور زاہد تھے۔ آپ سے بہت سے علماء حضرات نے علم دین پڑھا۔ جن میں آپ کے صاحبزادے احمد وغیرہ بھی تھے آپ صلاح میں مشہور اور صاحب کرامات تھے۔

پاک وناپاک کا کشف

آپ کی ایک کرامت یہ تھی کہ جب بھی کوئی جنبی شخص آپ کے پاس آتا تو آپ اسے ڈانٹ پلاتے اور اس کی حالت آپ پر منکشف ہو جاتی اور جب بھی کوئی آپ کے پاس بطور نذرانہ درہم لاتا تو آپ ان کے درمیان حلال وحرام کا امتیاز فرما دیتے۔ یہاں تک ان کو لانے والا آپ کی بات تسلیم کر لیتا۔ آپ سے یہ باتیں بار ہا دیکھنے میں آئیں۔ ۷۸۴ھ بقول شرجی آپ نے انتقال فرمایا۔

حضرت زین العابدین بکری رحمۃ اللہ علیہ

ان کا تذکرہ ان تین حضرات میں کیا جائے گا جو محمد سے شروع ہوتے ہیں۔

حضرت زین العابدین بن عبد الرؤف مناوی رحمۃ اللہ علیہ

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے مقلد ہیں۔ مصر میں رہائش پذیر بہت بڑے استاد اور امام مناوی کے صاحبزادے ہیں۔ ''طبقات'' کے مصنف اور ''جامع الصغیر'' کے شارح ہیں یہ زین العابدین اکابر اولیائے کرام میں سے ہوئے اور حضرات صوفیائے کرام میں جانی پہچانی شخصیت تھے۔ صرف سات سال کی عمر میں قرآن کریم حفظ کر لیا تھا پھر علم دین میں مشغول ہو گئے۔ علم دین کے حصول کے بعد طریقت کے حصول کی طرف متوجہ ہو گئے۔ تنہائی کو لازم پکڑا اور عبادت میں مصروف ہو گئے۔ حتیٰ کہ آپ کو اگر کوئی دیکھتا تو نماز ادا کرتے یا ذکر میں مشغول دیکھتا۔ رات بھر یاد خدا میں بسر کرتے۔ حتیٰ کہ آپ سے بہت سے ایسے امور سرزد ہوئے جو عادت کے خلاف تھے۔ اور ایسے احوال ان سے ظاہر ہوئے جو بالکل واضح تھے۔ آپ دوران درود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوا کرتے تھے۔

ابتدائی مرحلہ میں آپ کو آپ کے والد گرامی نے کسی مصلحت کے لئے بھیجا۔ اس وقت آپ قریب البلوغ تھے۔ آپ کا گزر ابن القطمہ کے پاس سے ہوا۔ آپ انہیں نہیں پہچانتے تھے۔ انہوں نے انہیں آواز دی۔ یا زین العابدین! آپ آواز سن کر ان کے پاس آئے۔ انہوں نے ان کے منہ میں ایک سبزی (جس کا نام خس ہے)، کا بیج رکھا اور فرمایا: جاؤ ہم نے تمہیں اپنا خاص آدمی بنا لیا ہے۔ روحیں ان سے محبت کرتی تھیں اور اولیائے کرام انہیں پہچانتے تھے اور رات کے وقت ان کے پاس روشندان اور کھڑکی کے سوراخوں میں سے داخل ہوتے تھے۔ ان کے پاس بیٹھے رہتے اور ایسی ایسی خبریں بتاتے جو کبھی غلط نہ نکلتیں۔ قطب وقت بھی کئی مرتبہ ان کے پاس آیا۔ اور دونوں کئی مرتبہ اکٹھے ہوئے۔

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا قبر سے خطاب فرمانا اور ہاتھ نکال کر کچھ عطا فرمانا

آپ کی کرامات میں سے ایک کرامت یہ تھی کہ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ آپ کے ساتھ قبر سے ہمکلام ہوا کرتے تھے اور بعض اوقات آپ قبر سے اپنا ہاتھ نکال کر ان کے ہاتھ میں کوئی چیز رکھ دیا کرتے تھے۔ فرمایا کہ میں نے جس دن بھی ان کی زیارت کی اس دن مجھے ان کے قبہ (قبر انور کا گنبد) کے نزدیک دو نہریں بہتی نظر آئیں۔ ایک نہر پر سفید رنگ کی کبوتری اور دوسرے پر سبز رنگ کی کبوتری بیٹھی ہوئی تھی۔ آپ اپنے جد امجد حضرت یحییٰ مناوی رحمۃ اللہ علیہ کو ان کی قبر میں بیٹھے دیکھا کرتے۔ آپ نے سیاہ کپڑے پہن رکھے تھے۔ وہ آپ سے گفتگو بھی کرتے اور خوش طبعی بھی فرماتے اور ان کے لئے دعا بھی کرتے۔

انسان نور کی مثل یا نور انسان کی مانند

جناب حمصانی رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کیا (حمصانی) مشائخ عارفین میں سے ہوئے ہیں۔ فرماتے ہیں: میں نے حضرت طلیمہ صعیدی مصری رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا۔ آپ (طلیمہ مصری) علم ارواح میں بہت بڑے ولی ہو گزرے ہیں۔ ان کے سامنے ایک انسان

نور کی مانند یا نور انسان کی مثل موجود ہے۔ میں نے پوچھا یہ کون ہے؟ فرمانے لگے: یہ زین العابدین مناوی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ اہل برزخ میں انہیں محافظ مقرر کیا گیا ہے۔

بیمار کا علاج اور شفاء فلاں کے پاس ہے

جناب محبی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت شیخ عبد القادر فیومی رحمۃ اللہ علیہ کے تذکرہ میں لکھا ہے کہ ان کا بیٹا ایک مرتبہ بیمار پڑ گیا تو انہوں نے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار اقدس کی زیارت کی۔ وہاں اتفاق سے حضرت زین العابدین مناوی رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات ہوگئی۔ ان سے عرض کیا میرے بیٹے کی بیماری کے لئے کچھ کریں۔ فرمانے لگے: تیرا کام فلاں آدمی کے بس میں ہے۔ یہ کہتے ہوئے مسجد کے طاق میں بیٹھے ایک شخص کی طرف اشارہ فرمایا۔ چنانچہ میں اس آدمی کے پاس چلا گیا۔ دیکھا تو وہ شیخ زین العابدین موصوف کے ہی ایک ساتھی عالم دین تھے۔ ان سے اپنا مدعا بیان کیا چنانچہ ان کی دعا سے بچہ اسی وقت تندرست ہو گیا۔

دیوار گر گئی لیکن فانوس کو کوئی نقصان نہ پہنچا

آپ کی ایک کرامت یہ تھی کہ ان کی قبر پر ایک خیمہ تھا۔ جس پر ایک طرف کی دیوار گر گئی۔ جس نے خیمہ کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے۔ اس میں ایک فانوس بھی معلق تھا۔ جب خیمہ کے ٹکڑے ادھر ادھر کئے گئے تو وہ فانوس خیمہ کے نیچے سے بالکل سالم پایا گیا۔ یہ مشاہدہ کی بات ہے۔

مرنے کا علم تھا لیکن مرنے والے کے والد کو نہ بتایا

آپ کے ہم نشینوں میں سے ایک شخص آپ کو ملنے آیا۔ آپ اس وقت ہمارے پاس تشریف فرما تھے۔ اس نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ آپ باہر نکلے اس سے کچھ باتیں کیں۔ پھر واپس اندر آگئے۔ میں نے آپ سے پوچھا باہر کون آیا تھا؟ فرمایا فلاں آدمی تھا۔ میں نے عرض کیا اسے کیا کام تھا؟ فرمایا کہ وہ کہتا ہے کہ اس کا ایک بیٹا ریف میں تھا۔ وہاں کے کچھ لوگوں نے میرے پاس قاصد بھیجا تا کہ مجھے اپنے بیٹے کے بیمار ہونے کی خبر دے۔ جب قاصد نے اس لڑکے کی بیماری کا بتایا تو وہ سخت پریشان ہو گیا۔ پھر سیدھا میرے پاس آیا کہ میں اسے کوئی تحریر لکھ دوں۔ میں اسے کیا لکھ کر دوں؟ اس کا بیٹا تو آج فوت ہو گیا ہے۔ میں نے آپ سے کہا کہ اس کا تذکرہ اس سے نہ کرنا اور جو وہ کہتا ہے وہ لکھ دو۔ کئی دنوں کے بعد خبر آئی کہ وہ لڑکا بعینہ اسی دن فوت ہو گیا تھا۔

سپاہی کی تلوار کا وار کچھ نہ بگاڑ سکا

ایک سپاہی (فوجی) نے برکۃ الحاج کے راستہ میں آپ سے زیادتی کی اور تلوار سے وار کیا۔ لیکن تلوار آپ کا بال بھی نہ کاٹ سکی۔ پھر وہ فوجی ریف کے علاقہ کی طرف چلا گیا۔ اس نے اپنی بندوق سے گولی چلائی لیکن وہ گولی واپس اس کی طرف لوٹی اور اس کا ہاتھ چیر دیا۔ وہ فوجی اب تک اسی حالت میں ہے۔

مارنے والے کو کسی نے مار ڈالا

آپ ایک دفعہ ایک کھیت میں گئے تا کہ وہاں سے اپنے والد گرامی کے لئے اس کی پیداوار کا حصہ لے آئیں۔ کسی عرب نے آپ پر زیادتی کی اور چھوٹی برچھی یا نیزے سے اس نے آپ پر وار کیا۔ لیکن آپ کا بال بھی بیکا نہ ہوا۔ اسی عرب کے قریب سے عمر بن عمر کا گزر ہوا اور اس نے اس عرب کی گردن اڑا دی لیکن اس گردن زدنی کا نہ کوئی سبب تھا اور نہ شک کی وجہ سے اسے مارا گیا۔

ولی کو گالی دینے والا بے عزت ہو گیا

آپ ایک بڑے آدمی کے پاس آئے تا کہ اس سے اپنے والد گرامی کی نشانی لے آئیں۔ اس شخص نے آپ کو گالیاں دیں۔ مارا اور بے عزت بھی کیا۔ ابھی وہ دن بھی نہ گزرا تھا کہ اس کے ہاں سے ایک فسادی (چور، ڈاکو وغیرہ) چھپا پکڑا گیا۔ چنانچہ شہر کے والی نے اسے گرفتار کروا دیا اور بہت زیادہ جرمانہ ڈالا۔

چوبیس گھنٹے ایک وضو

آپ ایک وضو سے رات دن (چوبیس گھنٹے) گزار لیا کرتے تھے۔

اپنے پاس بیٹھنے والے کی ہر حالت معلوم ہوتی

آپ فرمایا کرتے تھے کہ میرے پاس جو انسان بھی بیٹھا ہوتا ہے، مجھے اس کے تمام حالات کا علم ہوتا ہے۔ اگر مجھے اللہ تعالیٰ کا خوف نہ ہوتا تو میں دشمنوں کی اکثر پردہ کی باتیں ظاہر کر دیتا۔ ۱۰۲۲ھ میں انتقال فرمایا اور دو اولیائے کرام کے درمیان مدفون ہوئے۔

ایک شیخ احمد زاہد اور دوسرے شیخ مدین اشمونی رحمۃ اللہ علیہما، ان کے والد گرامی کا انتقال ان کے وصال کے بعد ہوا اور ''طبقات'' میں انہوں نے ان کی (اپنے بیٹے کی) تعریف کی ہے۔

حضرت زین العابدین ابن شیخ عبید بلقینی رحمۃ اللہ علیہ

آپ اولیائے عارفین میں سے تھے اور اہل کشف تھے۔ جنات کی اطاعت میں انہیں ید طولیٰ حاصل تھا لیکن جنات کا ان کی اطاعت کرنا بغیر کسی عزیمت اور ورد و وظیفہ کے تھا اور نہ ہی کسی قسم کے تحت تھا بلکہ صرف اور صرف ان کے کمال دینی کی وجہ سے وہ ان کے مطیع تھے۔

بظاہر نیزہ ستون میں لگا لیکن نصرانی قتل ہو گیا

آپ کی ایک کرامت علامہ شعرانی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان فرمائی۔ وہ یہ کہ فرماتے ہیں کہ میں نے شیخ تاج الدین ذاکر کی جامع طولون میں ان کے ہمراہ زیارت کی۔ لیکن واپسی پر آپ باہر تشریف نہ لائے۔ ہمیں چھوڑ کر ایک نصرانی کے ساتھ دل لگی کرتے رہے۔ شیخ زین نے ان کی بائیں ران میں نیزہ مارا۔ وہ اس کے بدن میں اس کے مرنے تک چبھا رہا حالانکہ بظاہر

نیزہ ایک ستون پر جالگا تھا جو جامع مسجد کا ہی ایک ستون تھا۔ آپ کا نیزہ مارنا کیفیت حال میں تھا۔

علامہ مناوی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: یہ واقعہ مطعون (جس کو نیزہ مارا گیا یعنی نصرانی) میں نہ تو نقص ظاہر کرتا ہے اور نہ ہی اس کی بے عزتی پر دلالت کرتا ہے اور نہ ہی یہ واقعہ شیخ زین کی ولایت کے منافی ہے کیونکہ ایسے بہت سے واقعات حضرات مصنفین نے اپنی اپنی تصانیف میں درج کیے ہیں کہ بہت سے اولیائے کرام نے بہت سے لوگوں کو کیفیت حال میں قتل کر دیا۔ ایک بزرگ کا یہ واقعہ بھی مذکور ہے کہ کسی نے ان کے حلقہ ذکر میں مزاحمت کی تو انہوں نے اس مزاحمت کرنے والے کے پیٹ میں اپنی انگلی ماری۔ پھر وہ انگلی اس کی پشت سے جا نکلی اور وہ مر گیا۔

حضرت زین العابدین بن منادیلی رحمۃ اللہ علیہ

مصر کے رہنے والے مجذوب ولی تھے اور ہر وقت تجلیات الٰہیہ میں مستغرق رہتے۔ ان کا کشف قریباً غلط نہ ہوتا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں آگاہی

آپ کی ایک کرامت جناب حشیش حمصانی رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر فرمائی۔ وہ یہ کہ ایک رات انہیں (حمصانی رحمۃ اللہ علیہ) حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مل بیٹھنا نصیب ہوا۔ پھر جب صبح ہوئی تو انہوں نے دیکھا کہ حضرت زین العابدین بن منادیلی رحمۃ اللہ علیہ مؤیدیہ کے قریب تشریف فرما ہیں۔ تو انہوں نے انہیں دیکھتے ہی فرمایا جو شخص آج رات اپنے حبیب (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ اکٹھا بیٹھا تھا اسے کوئی گناہ اور بیماری نہیں چھوئے گی اور وہ بہترین ملاقات تھی۔

حرف سین

چند ایسے اولیائے کرام کی کرامات جن کے اسم گرامی کا پہلا حرف سین ہے۔

حضرت سالم بن محمد بن سالم عامری رحمۃ اللہ علیہ

پیاس بجھانے کا ایک عمل

آپ کی کرامات میں سے ایک یہ ہے۔ آپ نے ذکر فرمایا کہ جسے پیاس سے خطرہ ہو، اسے صبح کے وقت سات مرتبہ سورۂ فاتحہ پڑھنی چاہئے۔ سات مرتبہ پڑھنے کے بعد اپنے ہاتھ پر تھوک کے چھینٹے ڈال کر انہیں آپس میں مل کر اپنے چہرہ پر مل لے۔ یہ عمل تھوک پر ہونا چاہئے ایسا کرنے سے اس دن اسے پیاس نہیں ستائے گی۔ علامہ مناوی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں یہ بات تو فوائد اور خواص کے زمرے میں آتی ہے۔ کرامت نہیں بن سکتی اور میں نے اسے علامہ مناوی کی اقتدا میں ذکر کر دیا ہے اور اس لئے بھی تاکہ اس عمل کی برکت اور یہ فائدہ حاصل کیا جائے۔

حضرت سالم بن علی رحمۃ اللہ علیہ

ولی کی دعا سے بارش ہوگئی

شیخ عارف عتیق رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہم کچھ لوگ سواریوں پر حج کرنے جا رہے تھے کہ لوگوں کو سخت پیاس نے آگھیرا اور ان کے پاس جو پانی تھا وہ بہت تھوڑا تھا۔ سواروں کی ایک جماعت نے شیخ ابوالنجا سالم بن علی رحمۃ اللہ علیہ سے گڑگڑا کر درخواست کی کہ ہمارے لئے پانی کا کوئی بندوبست فرما دیں۔ آپ ان سے جدا ہو گئے اور اللہ تعالیٰ سے دعا کی اور اس کی بارگاہ میں نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی سفارش اور وسیلہ پیش کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان پر بارش برسائی۔ یہاں تک کہ تمام سواروں کے لئے کافی ہوگئی۔ یہ کرامت ''حجۃ اللہ علی العالمین'' سے لی گئی ہے۔

حضرت سالم عفیف رحمۃ اللہ علیہ

آپ خیر و صلاح اور مستجاب الدعوات میں مشہور زمانہ شخصیت تھے۔

سرکاری فائل تلاش کر دی

آپ کے پاس ایک پریشان حال آدمی آیا۔ شیخ موصوف نے اس سے پوچھا تمہیں کیا ہوا ہے؟ وہ کہنے لگا مجھ سے حساب کتاب کی فائل (رجسٹر) گم ہو گیا ہے۔ میں ایک ظالم افسر کے ہاں ملازمت کرتا ہوں (وہ مجھے اپنے ظلم کا نشانہ بنائے گا) لوگوں نے مجھے آپ کا پتہ بتایا ہے کہ آپ سے دعا کراؤں۔ لہٰذا آپ میرے لئے دعا فرمائیں۔ شائد مجھے وہ رجسٹر مل جائے شیخ موصوف نے اسے کہا حلوائیوں کے بازار میں جاؤ۔ اور ایک رطل کا حلوہ خرید کر میرے پاس لے آؤ تاکہ میں تمہارے لئے دعا کروں۔ پھر وہ آدمی ایک حلوائی کے پاس گیا اور اسے کہنے لگا مجھے ایک رطل کا حلوہ دے دو۔ اس نے حلوہ کا

وزن کیا اور ایک کاغذ لیا تا کہ اس میں لپیٹ کر اسے دے۔ چنانچہ کاغذ میں لپٹا حلوہ اس نے پکڑا۔ جب اس شخص نے اس کاغذ کو غور سے دیکھا تو اسے اپنی فائل کا دکھائی دیا۔ یہ دیکھ کر حلوائی سے پوچھنے لگا یہ کاغذ آپ کے پاس کہاں سے آیا ہے؟ حلوائی کہنے لگا ابھی تمہارے آنے سے کچھ ہی دیر پہلے میں نے یہ خریدا تھا۔ آدمی نے حلوائی سے کہا یہ مجھے دے دیں اس نے دے دیا اور اس شخص نے اسے وہ قیمت بھی دے دی جس کے عوض میں اس نے یہ رجسٹر خریدا تھا۔

اسے لے کر یہ شخص شیخ موصوف کے پاس آیا اور عرض کرنے لگا یا سیدی! مجھے رجسٹر مل گیا ہے اور سارا قصہ بیان کر دیا۔ پھر شیخ موصوف کو اس نے حلوہ دیا۔ شیخ نے فرمایا اپنا حلوہ لے لو مجھے اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ میں نے تو تمہاری حاجت پوری کرنے کا ارادہ کیا تھا۔ شیخ رحمۃ اللہ علیہ کا مصر میں انتقال ہوا اور ان کی قبر جامع مصر میں امشاطی مؤذن کے احاطہ میں ہے۔ یہ سخاوی نے بیان فرمایا ہے۔ یہ کرامت اس سے پہلے بھی بیان ہو چکی ہے۔

حضرت سالم بن حسن شبشیری رحمۃ اللہ علیہ

مصر میں رہائش اختیار کی۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے مقلد، امام، حجت اور اپنے وقت کے شیخ اور اہل زمانہ میں سب سے بڑے عالم تھے۔ حضرت شمس رملی رحمۃ اللہ علیہ سے فقہ پڑھی اور حضرت نور زیادی رحمۃ اللہ علیہ سے تکمیل کی۔ آپ فقیہ ہونے کے ساتھ ساتھ اکابر اولیائے کرام میں سے تھے اور آپ کی کرامات اور احوال ظاہر باہر تھے۔

مطالعہ کی اطلاع دے دی

آپ کی ایک کرامت یہ بیان کی گئی جسے نور شبراملسی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان فرمایا۔ وہ یہ کہ انہوں (نور شبراملسی) نے امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف ''احیاء العلوم'' سے ''کتاب الغرور'' کا مطالعہ کیا۔ جب اس کے پڑھنے سے مجھے وہ معلوم ہوا جو امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے دور کے علماء کے بارے میں لکھا اور ان کے غرور کے متعلق لکھا۔ حالانکہ ان کے دور کے علماء آج کے دور کے علماء سے کہیں بہتر تھے تو میں نے دل میں یہ خیال پوشیدہ رکھا کہ میں اب پڑھنا پڑھانا چھوڑ دوں گا اور عبادت، روزہ اور قرآن کی پڑھائی کے لئے وقف ہو جاؤں گا اور یہ کہ شیوخ کرام کے پاس پڑھنا بھی ترک کر دوں گا اور دین حاصل کرنے میں کوشش بھی چھوڑ دوں گا۔ کیونکہ جس قدر میں نے پڑھ لیا ہے وہ میرے دین و دنیا کے درست کرنے کے لئے کافی ہے۔

نور شبراملسی کہتے ہیں کہ میں اس وقت (جب یہ خیال آیا) حضرت شیخ سالم مذکور رحمۃ اللہ علیہ کے درس میں حاضر ہوا کرتا تھا۔ میں روزانہ کی طرح اس دن بھی درس کے لئے آیا۔ لیکن بغیر مطالعہ کے اور دوران درس دل ہی دل میں آہستہ آہستہ قران کریم کی تلاوت کرتا رہا جو حاضرین میں سے کسی کو سنائی نہ دیتی تھی اور نہ ہی میں نے ان میں سے کسی کو اپنے خفیہ پروگرام کے بارے میں کچھ بتایا تھا۔ میں شیخ موصوف کے حلقہ درس میں صرف اس لئے آیا تھا تا کہ آپ کے دل کو میرے بارے تسلی رہے کیونکہ میں نہیں چاہتا تھا کہ نہ آنے کی صورت میں آپ میرے بارے میں ساتھیوں سے پوچھ گچھ کریں یا خود میرے ہاں تشریف نہ لے آئیں۔ دوران درس شیخ سالم رحمۃ اللہ علیہ نے بالمشافہ مجھے کہا:

علی! تجھے کیا ہوا کہ تو آج خاموش ہے؟ میں نے آپ سے عرض کیا یا سیدی! مجھے کوئی پتہ نہیں۔ آپ نے مجھے فرمایا: اے علی! کیا غزالی نے "المستصفیٰ" تصنیف نہیں کی؟ "الوجیز" نہیں لکھی؟ فلاں فلاں کتاب کے وہ مصنف نہیں ہیں؟ آپ نے امام غزالی کی چند اور تصانیف کے نام لئے۔ میں نے عرض کیا، جی حضور! یہ ان کی تصانیف ہی ہیں۔ پھر فرمانے لگے معلوم ہوتا ہے کہ تو "احیاء العلوم" میں سے "کتاب الغرور" پڑھ کر پھولا سماتا ہے۔ خدا تجھے باقی رکھے۔ ایسا مت سوچ۔ طالب علم بنو اور اپنی ہمت کے مطابق خدا سے ڈرو۔ عنقریب تجھے اللہ تعالیٰ اپنے مخلص بندوں میں سے کر دے گا۔

جناب شبراملسی فرماتے ہیں جب آپ نے بذریعہ کشف میرے ارادہ پر اطلاع پا کر مجھے بتا دیا تو میں نے اپنا ارادہ تبدیل کر دیا اور پھر سے علم کی طلب اور اس میں مشغولیت کو اپنا لیا اور میں نے اپنے تمام اوقات مطالعہ میں صرف کرنے کا ارادہ کر لیا اور جو کچھ میں نے دل میں پوشیدہ پروگرام بنایا تھا اور شیخ نے مجھے اس کے بارے میں آگاہ کر دیا تھا۔ میں نے اسے چھوڑ دیا۔ حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ کا امر اور تقدیر جو تھی وہ پوری ہوگئی۔ سب تعریفیں اللہ واحد کیلئے ہیں۔ شیخ سالم کا مصر میں ۱۰۱۹ھ میں انتقال ہوا اور بقول محبی شیخ نور زیادی نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی۔

حضرت ابو محمد سبا بن سلیمان رحمۃ اللہ علیہ

آپ یمن کے رہنے والے ہیں۔ فقیہ، عارف اور فن تجوید و قرأت کے استاد و ماہر تھے۔ آپ کی عبادت، پرہیزگاری اور ریاضت کا غلبہ تھا۔ حتیٰ کہ آپ صاحب کرامات و مکاشفات ہو گئے۔

حلال و حرام کھانا کھانے میں حفاظت

حکایت بیان کی گئی ہے کہ آپ نے اور فقیہ ابراہیم مازنی رحمۃ اللہ علیہ نے عرشان کے قاضیوں کے ہاں رات بسر کی۔ قاضی حضرات نے ان کی بہت تعظیم و تکریم کی اور ان کی مہمان نوازی بھی کی۔ جب صبح ہوئی تو فقیہ ابراہیم نے ارادہ کیا کہ وہ صبح کے ناشتے تک وہیں ٹھہرے گا۔ لیکن فقیہ سبا نے اسے پسند نہ کیا اور انہیں وہاں سے چلے جانے پر بے قرار کیا۔ اور وہاں سے چلے جانے کا پختہ ارادہ کر لیا۔ پھر فقیہ ابراہیم نے ان کا کہا مان لیا۔ جب وہاں سے چلے اور ظفر قلعہ کے قریب سے گزرے تو اس کا مالک شیخ عبدالوہاب ان سے ملنے باہر آیا۔ انہیں خوش آمدید کہا اور انہیں اپنے گھر لے آیا اور کچھ کھانا حاضر کیا۔ فقیہ سبا نے اسے کھانا پسند نہ کیا۔ شیخ عبدالوہاب نے بہت اصرار کیا لیکن انہوں نے نہ کھایا جب رات ہوئی اور سب کافی دیر تک سوئے۔ اچانک عبدالوہاب پھر ان کے پاس کھانا لے کر حاضر ہوا۔ کیونکہ اس کی عادت تھی کہ مہمان کی رات کو دیکھ بھال کرتا تھا۔ اب کہ فقیہ سبا نے خوب سیر ہو کر کھانا کھایا۔

فقیہ ابراہیم نے ان سے کہا تعجب ہے کہ صبح کا ناشتہ قاضیوں کے ساتھ کرنے سے انکار کر دیا۔ پھر شروع رات اس شخص کا کھانا کھانے سے بھی تم نے انکار کر دیا تھا۔ پھر اب رات ڈھلے اسی کا کھانا کھا لیا؟ یہ سن کر شیخ سبا نے کہا جب ہم نے قاضیوں کے ہاں رات بسر کی تھی تو میں نے خواب میں اپنے سامنے آنے والے شخص کو دیکھا۔ اس نے میرا پاؤں کھینچا اور مجھے ایک

کنواں دکھایا جس سے آگ کے شعلے نکل رہے تھے اور وہ شخص کہہ رہا تھا یہ آگ تجھے جلا ڈالے گی۔ اگر تو نے قاضیوں کا کھانا دوبارہ کھایا اور میں کہتا تھا کہ میں دوبارہ نہیں کھاؤں گا۔ اس پر اس شخص نے مجھے چھوڑ دیا۔ جب میں بیدار ہوا تو تم نے مجھے دیکھا کہ میں قاضیوں کے کھانے کو پسند نہیں کرتا تھا۔ اس کی وجہ یہ تھی۔ پھر جب ہم اس شیخ کے ہاں آئے تو میں نے دل میں کہا کہ جب قاضی صاحبان کی یہ حالت ہے حالانکہ وہ حلال وحرام کو خوب پہچانتے ہیں تو اس شخص کے کھانے کا کیا حال ہو گا جو جاہل ہے؟ لہٰذا میں یہ سوچ کر اس شیخ کے کھانے سے رک گیا۔ جب رات ہوئی اور میں سو گیا تو میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی۔ آپ مجھے فرما رہے تھے عبدالوہاب کا کھانا کھا لو۔ وہ ہمارا ہے۔ یہ بات تھی جس نے مجھے اب کھانے پر ابھارا ہے۔

یہ واقعہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ شیخ سبا مبارک اور محفوظ شخصیت تھے اور اللہ تعالیٰ کی ان پر خاص عنایت تھی اور یہ بھی ثابت ہوا کہ شیخ عبدالوہاب بھی بہترین انسان تھے۔ آپ سخی اور صاحب کرم تھے۔ بھلائی کثرت سے کرتے تھے اور لوگوں کو کھانا بھی کھلایا کرتے تھے اور ظفر نامی قلعہ کے مالک بھی تھے اور اس طرف کے علاقہ کے ذمہ دار فرد تھے۔ یہ علامہ شرجی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ لیکن انہوں نے آپ کی تاریخ وفات کا ذکر نہیں کیا۔

محترمہ ست الملوک رحمۃ اللہ علیہا

شیخ صفی الدین بن ابی منصور رحمۃ اللہ علیہ نے کہا میں نے ایک بہت بڑی شان والی عورت دیکھی۔ جس کی اولیائے کرام اور علمائے عظام تعظیم و توقیر کیا کرتے تھے۔ افریقہ کی رہنے والی تھی۔ ''ست الملوک'' اس کا نام تھا۔ بیت المقدس اس وقت گئیں جب وہاں شیخ کبیر الشان جناب علی بن علیس یمانی موجود تھے۔ شیخ علی مذکور نے بتایا کہ میں بیت المقدس میں تھا اس وقت میں نے نور کا ایک رسہ آسمان سے گنبد کی طرف لٹکا ہوا دیکھا جو مسجد کا گنبد تھا۔ میں گنبد کی جانب چل پڑا۔ جب اس جگہ پہنچا تو اس گنبد میں یہ عورت ''ست الملوک'' موجود تھی اور وہ نور کہ جس کا میں نے مشاہدہ کیا وہ اس کے ساتھ متصل تھا۔ میں نے اس عورت سے درخواست کی کہ مجھے اپنا بھائی بنا لو۔ تو اس نے میری درخواست منظور کر لی۔ یہ امام یافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے۔

حضرت سراج الدین عبادی رحمۃ اللہ علیہ ان کے اسم گرامی عمر کے تحت ان کی چند کرامات کا تذکرہ ہو گا۔

حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ

جناب قشیری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ میں نے ابو حاتم سجستانی رحمۃ اللہ علیہ کو کہتے سنا کہ میں نے ابونصر سراج رحمۃ اللہ علیہ کو کہتے سنا کہ مجھے جعفر بن محمد نے خبر دی کہا کہ مجھے حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ نے بتایا کہ میں ایک دن جناب سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں گیا تو آپ نے مجھے فرمایا کہ ایک چڑیا روزانہ آتی تھی۔ میں اپنے ناخنوں سے چھوٹے چھوٹے روٹی کے ٹکڑے کاٹ کر اسے کھلاتا۔ وہ میرے ہاتھ پر بیٹھ کر کھاتی تھی۔ پھر ایک وقت وہ اڑتی ہوئی آئی۔ لیکن میرے ہاتھ پر نہ بیٹھی۔ یہ دیکھ کر میں نے جی میں سوچا کہ اس کا سبب کیا ہو سکتا ہے؟ تو مجھے یاد آ گیا کہ میں نے بے احتیاطی سے نمک کھا لیا ہے۔ پھر میں نے دل میں کہا کہ اس کے بعد نہیں کھاؤں گا اور توبہ کرتا ہوں تو وہ میرے ہاتھ پر آ بیٹھی اور کھایا۔

دنیا بڑھیا بن کر خدمت کرتی رہی

بیان کیا گیا ہے کہ جب حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ نے تجارت کو خیر باد کہہ دیا تو آپ کی ہمشیرہ اپنے کاتے ہوئے سوت کی قیمت سے آپ کو کھانے پینے کے لئے دیا کرتی تھی۔ ایک دن اسے دیر ہو گئی۔ جب اس سے جناب سری سقطی نے دیر کرنے کی وجہ پوچھی تو اس نے کہا کہ میرا کاتا ہوا سوت کسی نے نہ خریدا اور خریداروں نے کہا کہ اس میں ملاوٹ ہے۔ اس کے بعد جناب سری نے اس کا کھانا چھوڑ دیا۔

اس کے بعد کسی دن جب آپ کی ہمشیرہ آپ کے ہاں آتی تو دیکھا کہ ایک بڑھیا آپ کے گھر کو جھاڑو دے رہی ہے اور روزانہ آپ کے پاس دو روٹیاں لے کر آتی ہے۔ اس پر آپ کی ہمشیرہ کو دکھ ہوا اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے اس کی شکایت کی۔ حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے جناب سری سے ان کی ہمشیرہ کے بارے میں گفتگو کی تو انہوں نے فرمایا: جب سے میں نے ہمشیرہ کا کھانا بند کر دیا ہے تو اللہ تعالیٰ نے دنیا کو میرا پابند کر دیا ہے تاکہ وہ مجھ پر خرچ بھی کرے اور میری خدمت بھی کرے۔

تو اللہ کے نزدیک کامیاب ہے

جناب قشیری فرماتے ہیں کہ میں نے ابو عبداللہ شیرازی سے سنا۔ وہ فرماتے تھے کہ میں نے ابو عبداللہ بن مفلح سے سنا وہ فرماتے تھے کہ میں نے مغازلی کو یہ کہتے سنا کہ حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا میرے پاس چار درہم تھے۔ میں سری سقطی کے ہاں گیا اور عرض کیا کہ یہ چار درہم میں آپ کی خدمت کے لئے لایا ہوں۔ انہوں نے فرمایا: بیٹا! خوش رہو۔ تم کامیاب ہو۔ مجھے چار درہم کی ضرورت ہے۔ میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تھی۔ اے اللہ! چار درہم ایسے شخص کے ہاتھ بھیج جو تیرے نزدیک کامیاب ہو۔

ولی کی دعا سے بچہ چھوٹ گیا

خانی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جناب مظفر بن سہل نے علان خیاط سے حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ کے مناقب کے بارے میں باہم گفتگو کرتے وقت سنا کہ میں ایک دن سری کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ ایک عورت آئی اور کہنے گی اے ابو الحسن! میں آپ کے پڑوس میں رہتی ہوں اور میرے بیٹے کو چوکیدار پکڑ کر لے گیا ہے۔ مجھے خطرہ ہے کہ وہ اسے اذیت پہنچائے گا۔ اس لئے آپ اگر ارادہ فرمائیں تو میرے ساتھ تشریف لے چلیں یا پھر کسی کو چوکیدار کی طرف بھیج دیں۔

جناب علان خیاط کہتے ہیں کہ میں نے خیال کیا کہ جناب سری رحمۃ اللہ علیہ چوکیدار کے پاس کسی کو بھیج دیں گے لیکن اس کی بجائے آپ کھڑے ہوئے۔ تکبیر تحریمہ پڑھی اور طویل نماز ادا فرمائی۔ عورت بولی حضرت ابو الحسن! خدا واسطے میرے بارے میں کچھ کرو مجھے سخت خطرہ ہے کہ چوکیدار میرے بچے کو تکلیف پہنچائے گا۔ آپ نے نماز سے سلام پھیرا اور عورت سے فرمایا: میں تیری ہی حاجت میں مصروف ہوں۔ اسی کا کوئی حل تلاش کرنے میں لگا ہوا ہوں۔ ابھی کچھ ہی وقت گزرا تھا کہ ایک اور عورت وہاں آئی اور کہنے لگی اس نے تیرے بچے کی خلاصی کر دی ہے۔ اس کے پاس چلی جاؤ۔ وہاں موجود ایک شخص نے آپ

کی اس قدر جلد دعا کی مقبولیت پر تعجب کا اظہار کیا۔ اسے علان خیاط نے کہا تو کس بات پر تعجب کر رہا ہے؟ اس دعا کرنے والے (سری سقطی) نے بادام کی ایک بوری ساٹھ دینار میں خریدی تھی اور اس گٹھڑی پر جس میں یہ بادام تھے، اس نے لکھا تھا اس کا نفع تین دینار ہیں۔ چنانچہ باداموں کا بھاؤ چڑھتا گیا۔ حتیٰ کہ بوری نوے (۹۰) دینار تک پہنچ گئی۔

ایک دلال آیا اور کہنے لگا میں باداموں کی بوری کا خریدار ہوں۔ کہا لے لو۔ پوچھا قیمت کتنی؟ کہا تریسٹھ دینار۔ اس نے کہا کہ اب ان باداموں بھری بوری کی قیمت نوے دینار تک چڑھ گئی ہے۔ اس نے کہا کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے پختہ وعدہ کر رکھا ہے جسے میں نہیں توڑوں گا۔ وہ یہ کہ میں اس بوری کو تریسٹھ دینار کی بیچوں گا۔ دلال نے کہا میں نے بھی اپنے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان ایک عہد کیا ہوا ہے کہ میں کسی مسلمان سے دھوکہ نہیں کروں گا۔ میں تم سے نوے دینار کی ہی خریدوں گا۔ آخر کار نہ دلال نے تریسٹھ کی خریدی اور نہ مالک نے نوے کی بیچی تو جو شخص ایسے کردار کا مالک ہو اس کی دعا کیونکر قبول نہ ہو گی۔

نفس کی مخالفت کے بغیر وصول الی اللہ ناممکن ہے

جناب احمد بن خلف رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن میں حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں حاضر ہوا تو میں نے ان کے کمرے میں ایک نیا کوزہ ٹوٹا ہوا دیکھا۔ آپ نے اس کے متعلق فرمایا میں نے نئے کوزے میں ٹھنڈا پانی پینے کا ارادہ کیا تھا۔ پانی کا بھر کر میں نے اسے برآمدے میں رکھا اور خود سو گیا۔ خواب میں دیکھتا ہوں کہ ایک شہری عورت (دوشیزہ) نے مجھے کہا اے سری! مجھ جیسی سے ٹھنڈے پانی کے عوض کون نکاح کرے گا؟ یہ کہہ کر اس نے پاؤں سے ٹھوکر مار کر اسے دور پھینک دیا۔ میں جب بیدار ہوا تو دیکھا کہ وہ کوزہ دور پھینکا ہوا اور ٹوٹا پڑا ہے۔ جنید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں نے بھی وہ کوزے کے ٹوٹے ہوئے ٹکڑے دیکھے۔ جناب سری نے انہیں ہاتھ تک نہ لگایا اور نہ ہی وہاں سے اٹھوائے حتیٰ کہ ان پر گرد و غبار جم گیا اور میں نے جان لیا کہ نفس کی مخالفت، شہوات کا قلع قمع اور لذت کو خیر باد کہنا وصول الی اللہ کے اسباب میں سے ہے اور مشاہدہ کی دولت کے حصول کے لئے بنیادی باتیں ہیں۔

ولی کی دعا سے چالیس حج نصیب ہوئے

آپ کی ایک کرامت یہ بھی بیان کی گئی ہے علی بن عبد الحمید غضابری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ کا دروازہ کھٹکھٹایا تو میں نے پردہ کے پیچھے سے سنا۔ آپ یہ دعا فرما رہے تھے:

اے اللہ! جس نے مجھے تجھ سے تیرے لئے کام میں مصروف کیا تو بھی اسے مصروف رکھ۔'' آپ کی دعا کی برکت تھی کہ میں نے حلب سے پیدل چل کر چالیس حج کئے اور پیدل ہی واپس بھی آیا۔ حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ کا بغداد میں چھ رمضان المبارک ۲۳۵ھ بروز منگل انتقال ہوا۔ مقبرہ شونیزہ میں دفن کئے گئے۔ آپ کی قبر انور معروف و مشہور ہے اور ان کے پہلو میں حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ کی قبر ہے۔

حضرت سعد الدین جباوی رحمۃ اللہ علیہ

آپ اولیائے کرام کے بہت بڑے امام اور صوفیائے کرام میں سے معروف ومشہور شخصیت تھے۔ آپ صوفیائے کرام میں سے ایک مخصوص سلسلہ کے بانی مبانی ہیں۔ جن کی طرف سلسلۂ عالیہ سعدیہ منصوب ہے۔ شام کے علاوہ دیگر شہروں میں سے آپ کی برکات سے متواتر عوام وخواص مستفید ہو رہے ہیں اور یہ برکات آپ کی اولاد میں بھی جاری وساری ہے۔ جناب نجم غزی نے حسن بن محمد جباوی دمشقی کے حالات زندگی لکھتے ہوئے لکھا ہے کہ ان کے طریقہ میں جو بات سب سے زیادہ مشہور ہے۔ وہ یہ ہے کہ حضرات اللہ تعالیٰ کے حکم سے مرض جنون کا دم کر کے مریض کو شفایاب کر دیا کرتے ہیں۔ دم کرتے وقت خواہ کسی طرف سے پھونک ماریں اللہ تعالیٰ شفا عطا کر دیتا ہے۔ اگر کوئی دم شدہ پانی وغیرہ پی لیتا تو ہر موذی جاندار سے اسے امن حاصل ہو جاتا۔ دم شدہ پانی وغیرہ لینے کے بعد مریض کے لئے تعویذ لکھ دیتے۔ بہر حال اکثر ایسا ہوتا کہ ان سے بیمار کو شفا حاصل ہو جاتی۔

جناب نجم غزی ہی بیان کرتے ہیں کہ مجھے شیخ موصوف کے معتقدین میں ایک صاحب صدق وصلاح نے بتایا کہ یہ حضرت تعویذ لکھتے وقت اور دم کرتے وقت بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ پڑھتے اور لکھتے تھے اور کتابت کے دوران وہ بسم اللہ کا تلفظ بھی ادا کیا کرتے تھے۔ اس خاصیت کی اصل یہ ہے کہ ان کے دادا حضرت سعد الدین رحمۃ اللہ علیہ پر جب اللہ تعالیٰ نے اپنی معرفت کے دروازے کھولے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم، ابو بکر وعلی رضی اللہ عنہما کی حالت کشف میں زیارت کی۔ آپ اس سے قبل بہت بڑے ڈاکو تھے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا: اسے کھانا کھلاؤ۔ حضرت علی المرتضیٰ نے انہیں (سعد الدین) کھجوریں کھلائیں۔ تو شیخ سعد الدین پر غشی طاری ہوگئی جو کئی دن جاری رہی۔ جب افاقہ ہوا تو اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول کر لی اور معرفت کے دروازے کھول دیئے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان پر بہت بڑے جن کو مکشوف فرمایا تو اس نے آپ سے اس بارے میں عہد لیا۔

ولی کی دعا سے ڈاکو ولی اللہ بن گیا

جناب محبی فرماتے ہیں میں نے بعض اوراق پر لکھا دیکھا کہ شیخ سعد الدین رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد گرامی جناب شیخ یونس شیبانی رحمۃ اللہ علیہ کے نافرمان ہو گئے اور لہو ولعب اور گمراہی کی زندگی بسر کرنا شروع کر دی۔ اور حوران کی سرزمین کی طرف نکل گئے۔ وہاں ایک عرصہ تک ڈاکو بن کر لوگوں کو لوٹتے رہے۔ جب آپ کے والد جناب شیخ یونس رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے کے کرتوت سنے تو اس کے بارے میں اہتمام کیا اور اللہ تعالیٰ سے دو باتوں میں سے ایک کے قبول کرنے کی دعا کی یا تو اس کی اصلاح فرما دے یا اسی وقت اس کا کام تمام کر دے اور موت دے دے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی اصلاح کی دعا قبول فرمائی۔

پھر یہ صاحبزادہ جبکہ اپنے ہی حال پر تھا، اس نے اچانک تین آدمیوں کی ایک جماعت دیکھی تو ان کی طرف لپکا تاکہ ان کا ساز وسامان لوٹ لے۔ جب ان کے پاس پہنچا تو ان میں سے ایک نے اس کی طرف دیکھا اور اسے مخاطب کرتے ہوئے

یہ آیت پڑھی:

اَلَمْ یَاْنِ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ (الحدید:16)

''کیا ایمان والوں کے لئے ایسا وقت نہیں آپہنچا کہ ان کے دل اللہ تعالیٰ کے ذکر کے لئے کانپ اٹھیں''۔

اس کے سنتے ہی ان پر وجد طاری ہو گیا۔ جذب کی کیفیت، رونا اور آہ و بکا شروع کر دیا حتیٰ کہ اپنے گھوڑے سے گر پڑے۔ اوندھے منہ پڑے تھے اور صرف سانس آجا رہا تھا پھر ان تین آدمیوں میں سے ایک آیا اور اس نے اپنا ہاتھ ان کے سینہ پر مارا اور انہیں کہا اللہ تعالیٰ سے گناہوں کی معافی مانگو۔ تو انہوں نے اپنے گزشتہ تمام گناہوں کی معافی مانگی جب بے ہوشی سے افاقہ ہوا، شراب محبت سے سیراب ہوئے اور نفس پریشانی اور تحریک سے چھوٹا تو ان میں سے ایک نے کہا جبکہ اس نے اپنی جیب سے چند کھجوریں نکالیں اور وہ کھجوریں اس نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور اللہ کے غیب کے امین صلی اللہ علیہ وسلم کو دیں اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسے یہ کھجوریں کھلا دیجئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر تھوک کے چھینٹے مارے اور اسے پکڑا دیں۔ شیخ سعد الدین نے انہیں لیا اور اپنے پاس رکھا۔ حضور نبی معظم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ لے لو۔ یہ تمہارے لئے اور تمہاری اولاد کے لئے ہیں۔ شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے قبول کیا اور ان کی تعظیم کی اور واپس آ گئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے ظاہر و باطن کی تعمیر فرمائی اور انہیں اپنے مولیٰ کی طرف لگا دیا اور نوازشات سے کامیاب فرمایا۔

جناب محبی کہتے ہیں کہ شیخ سعد الدین رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد شام میں صلاح سے مشہور حضرات ہیں آپ آٹھویں صدی کے بزرگ تھے۔

حضرت سعد الدین کاشغری رحمۃ اللہ علیہ

آپ شیخ علاؤ الدین عطار نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ جناب شیخ نظام الدین خاموش رحمۃ اللہ علیہ کے اکابر اصحاب میں سے ایک تھے۔

دنیوی محبت زائل ہو گئی

شیخ سعد الدین کاشغری رحمۃ اللہ علیہ کی نسل میں سے ایک بزرگ جناب شیخ کلان رحمۃ اللہ علیہ ان کی ایک کرامت بیان فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد کے ساتھ تجارت کی غرض سے ایک مرتبہ سفر کیا۔ ہمارے ساتھ سواری میں ایک خوبصورت لڑکا بھی تھا جو میرا ہم عمر تھا۔ مجھے محبت نے اس کی طرف پھسلا دیا۔ میں پڑاؤ میں اپنی سواری سے اترا اور رات اس کے ساتھ ایک ہی کمرے میں سویا ہم دونوں کا بستر بھی ایک ہی تھا۔ جب روشنی بجھا دی گئی اور لوگ سو گئے تو میرے دل میں خیال آیا کہ اس کا ہاتھ پکڑ لوں اور اسے اپنی آنکھوں پر رکھوں۔ اس سے پہلے کہ میں ایسا کرتا میں نے گھر کی دیوار کی طرف دیکھا کہ وہ پھٹ گئی ہے اور اس میں سے ایک بارعب اور ہیبت والا آدمی اندر آیا۔ اس کے ہاتھ میں شمع تھی۔ پھر اس نے میری طرف غضب آلود نگاہوں سے دیکھا اور آہستہ آہستہ چلا۔ پھر دوسری دیوار پھٹی اور اس سے باہر نکل گیا اور نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ مجھے نیند آ گئی

اور میں نے توبہ کی اور اس لڑکے کی محبت مجھ سے زائل ہو گئی۔

ولی کا ابرو دیکھنے سے روحانی مشکل دور ہو گئی

آپ کی ایک کرامت یہ بیان کی گئی ہے۔ جسے شیخ شمس الدین کوسوی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا۔ آپ شیخ سعد الدین مذکور کے پاس بکثرت بیٹھا کرتے تھے۔ بیان فرماتے ہیں کہ مجھے حقائق میں بعض مشکلات کا سامنا ہوا۔ میں نے ان کے حل کے لئے سفر پر جانے کا ارادہ کیا۔ تو شیخ موصوف نے مجھے فرمایا: کل میرے پاس مشکلات کے حل کی نیت کر کے آؤ۔ اکثر حل ہو جاتی ہیں۔ میں صبح ہی آپ کی مجلس میں حاضر ہوا۔ جب میں نے آپ کا چہرہ دیکھا تو میں کافی وقت بے ہوشی کے عالم میں گرا پڑا رہا۔ جب مجھے ہوش آیا تو میں نے آپ کو یہ شعر کہتے ہوئے سنا:

مرآك حقائق جواب السؤال و حل أشكالي و ما ثم قال

(آپ کا دیدار بالتحقیق میرے سوال کا جواب! میرے اشکال کا حل اور میری گفتگو بد کا بہترین حل ہے)۔

میں نے سفر پر جانے کا ارادہ ترک کر دیا۔ پھر مجھے میرے بعض دوستوں نے پوچھا کہ اس دن کیا واقع ہوا تھا؟ میں نے کہا میری نظر شیخ موصوف کے دائیں ابرو پر پڑی تو میری مشکل حل ہو گئی اور جب بائیں ابرو پر نظر پڑی تو ایک اور مشکل حل ہو گئی۔ اس کی لذت کی وجہ سے میرا شعور جواب دے گیا اور میں بے ہوش ہو کر گر پڑا۔

ولی نے قتل ہونے سے بچا لیا

شیخ غیاث الدین حافظ رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا۔ آپ سلطان کے مقرب علمائے کرام میں سے جلیل القدر عالم تھے۔ فرماتے ہیں کہ ایک دن میں شیخ سعد الدین کاشغری کی مجلس میں حاضر ہوا۔ اس وقت آپ کے ہاں ایک کوہستانی آدمی مجلس کے بالکل آخر میں بیٹھا ہوا تھا اور شیخ موصوف خاموش تھے۔ انہوں نے اپنا سر اٹھایا اور کوہستانی کو آواز دی۔ اس کا ہاتھ پکڑا اور مجھے فرمایا یہ تیرے پاس امانت ہے لہٰذا تم پر اس کی حمایت اور بوقت ضرورت اس کی مدد کرنا ضروری ہے۔ میں نے قبول کیا لیکن نہ میں اور نہ ہی دوسرے حاضرین نے آپ کے کلام کا اور آپ کی وصیت کا راز سمجھا۔

پندرہ سال گزرنے کے بعد شیخ موصوف رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ہو گیا۔ پھر سلطان کے عہد میں ایک شخص ابو سعید ظاہر ہوا۔ جو لوگوں پر بادشاہ کے سامنے یہودیت کا الزام و اتہام لگاتا تاکہ اس کی تہمت کے ذریعہ وہ لوگوں سے روپیہ پیسہ بٹورے۔ چنانچہ اس کوہستانی پر بھی اس نے یہودی ہونے کی تہمت دھری۔ ایک دن میں سلطان کی مجلس سے واپس آ رہا تھا۔ میں نے باب العراق کے نزدیک لوگوں کی بھیڑ دیکھی۔ میں نے اس کے متعلق پوچھا تو بتایا گیا کہ ایک مسلمان آدمی پر یہودی ہونے کی تہمت دھری گئی ہے۔ اب اسے قتل کرنا چاہتے ہیں۔ میں اس آدمی کے پاس پہنچا۔ جونہی اس نے مجھے دیکھا تو پہچان لیا اور کہنے لگا اے میرے آقا! میں وہی کوہستانی ہوں جسے مولانا سعد الدین نے جامع مسجد میں آپ کے سپرد کیا تھا۔ میں نے بھی اسے پہچان لیا اور اس کی خلاصی کرا دی۔ بادشاہ سے میں نے اس کا تذکرہ کیا تو سلطان نے اس ظالم کو قتل کرنے کا حکم صادر فرمایا۔ بقول خانی شیخ سعد الدین نے ۸۶۰ھ میں انتقال فرمایا۔

حضرت سعدون مجنوں رحمۃ اللہ علیہ

خدا کی محبت نے دیوانہ بنادیا ہے

حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ بیان فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں بصرہ کے صحرا میں گیا تو اچانک مجھے جناب سعدون مل گئے میں نے ان سے پوچھا آپ کا کیا حال ہے اور آپ کیسے ہیں؟ کہنے لگے:

اے مالک! جو شخص دور دراز کا سفر صبح و شام کرنے کا ارادہ کرتا ہو اور اس کے پاس نہ زادراہ ہو اور نہ تیاری، اس کا کیا حال ہوگا؟ اور وہ بندوں کے درمیان عدل وانصاف کرنے والے حاکم کی طرف جارہا ہو۔ یہ کہہ کر آپ بہت روئے۔ میں نے پوچھا آپ کو کس بات نے رلایا؟ فرمانے لگے: خدا کی قسم! میں دنیا کا لالچ کر کے نہیں رویا اور نہ ہی موت اور بلا کے غم سے رویا ہوں۔ لیکن مجھے رونا اس پر آیا ہے کہ میری عمر کا ایک ایک دن گزر گیا اور میں اس میں کوئی اچھا عمل نہ کر سکا۔ خدا کی قسم! مجھے زادراہ کی قلت، جنگل وصحرا کی طوالت اور مشکل گھاٹیوں نے رلایا ہے۔ اس کے بعد میں نہیں جانتا کہ کیا میں جنت میں جاؤں گا یا دوزخ کی طرف۔ میں نے جب ان سے حکمت بھرا کلام سنا تو میں نے ان سے کہا کہ لوگ تو آپ کو مجنوں گمان کرتے ہیں۔

فرمانے لگے تم بھی اسی دھوکہ اور فریب میں پڑ گئے ہو جس میں دنیادار پڑ گئے۔ لوگوں کا میرے بارے میں خیال ہے کہ میں مجنوں ہوں حالانکہ مجھے کوئی جنون نہیں۔ لیکن میرے مولا کی محبت میرے دل میں گھر کر چکی ہے اور میری انتڑیوں میں سرایت کر چکی ہے اور میرے گوشت، خون اور ہڈیوں میں گھس گئی ہے۔ میں خدا کی قسم! اس کی محبت میں سرگرداں اور فریفتہ ہوں۔

ولی کی دعا سے بارش نازل ہوگئی

جناب محمد بن صباح رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ ہم بصرہ میں بارش کے لئے دعا مانگنے کی غرض سے باہر نکلے۔ جب ہم صحرا میں پہنچے تو اچانک راستہ میں بیٹھے جناب سعدون مجنوں ملے جب انہوں نے مجھے دیکھا تو کھڑے ہو گئے اور کہنے لگے: کدھر جانے کا پروگرام ہے؟ میں نے کہا بارش کے لئے دعا مانگنے جارہے ہیں۔ پوچھا آسمانی دلوں کے ساتھ یا زمینی دلوں کے ساتھ؟ میں نے کہا آسمانی دلوں کے ساتھ۔ کہنے لگے پھر یہیں بیٹھ کر بارش کی دعا کرو۔ ہم بیٹھ گئے حتیٰ کہ دن چڑھ آیا اور آسمان پر گرمی اور دھوپ کے سوا اور کچھ نہ بڑھا آپ نے ہماری طرف دیکھا اور کہا:

اے جھوٹے لوگو! اگر تمہارے دل آسمانی ہوتے تو تمہیں بارش دے دی جاتی پھر آپ نے وضو کیا اور دو رکعت پڑھیں اور آسمان کی طرف آنکھ کے کنارے سے دیکھا پھر کچھ گفتگو کی۔ جسے میں نہ سمجھ سکا۔ خدا کی قسم! ابھی آپ کا کلام مکمل نہ ہوا تھا کہ آسمان پر بادل گرجنے کی آواز سنائی دی۔ بجلی کوندی اور خوب بارش برسی۔ پھر میں نے آپ سے اس کلام کا معنی پوچھا۔ جو آپ نے کیا تھا۔ فرمانے لگے تم مجھ سے دور ہو جاؤ۔ یہ دل ہیں جو روئے۔ پھر خوب روئے۔ پھر انہوں نے معائنہ کیا۔ پھر

انہیں علم ہوا اور عمل کیا۔ اپنے رب پر بھروسہ کیا۔ اس کے بعد انہوں نے یہ شعر پڑھے:۔

اَعْرِضْ عَنِ الْهِجْرَانِ وَالتَّمَادِيْ وَارْحَلْ لِمَوْلٰى مُنْعِمٍ جَوَّادِ

مَا الْعَيْشُ اِلَّا فِيْ جِوَارِ سَادَةٍ قَدْ شَرِبُوْا مِنْ خَالِصِ الْوِدَادِ

(جدائی اور سرکشی سے منہ موڑے اور نعمتیں عطا کرنے والے سخی مولا کی طرف کوچ کر۔ زندگی وہی زندگی ہے جو ایسے سرداروں کے قرب میں بسر ہو جنہوں نے خالص محبت کے جام نوش کئے ہوں)۔

یہ امام یافعی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان فرمایا ہے۔

حضرت سعود مصری مجذوب صاحی رحمۃ اللہ علیہ

آپ کشف تام رکھنے والے اولیائے کرام میں سے ایک تھے اور آپ سے عجیب وغریب کرامات سرزد ہوئیں۔

پوری دنیا کے واقعات کی اطلاع

آپ کی ایک کرامت یہ بیان کی گئی ہے کہ آپ تمام حکومتوں کے واقعات کی پیشگی خبر دے دیا کرتے تھے۔ فرمایا کرتے آج فلاں حاکم معزول کر دیا گیا۔ فلاں مر گیا اور فلاں کو والی بنایا گیا۔ ان واقعات میں سے کسی ایک میں بھی غلطی نہ ہوتی۔ علامہ مناوی کے بقول آپ نے ۹۴۱ھ میں انتقال کیا اور ان کو ان کی عبادت گاہ میں ہی دفن کیا گیا جو سلیمان پاشا نے ان کے لئے بنوائی تھی۔

حضرت سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ

آپ کی کرامات میں سے ایک یہ ہے کہ آپ موسم گرما میں اپنے کانوں سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر انور سے اوقات نماز میں اذان سنا کرتے تھے۔ آپ ہر رات سورۂ ص کی تلاوت فرمایا کرتے تھے۔ آپ سے جب اس بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے بتایا کہ ایک انصاری نے ایک درخت کے قریب سورۂ ص کی تلاوت کی۔ جب آیت سجدہ پر پہنچے تو سجدہ بجالائے۔ ان کے ساتھ درخت بھی سجدہ میں گر گیا۔ انہوں نے سنا کہ درخت سے یہ دعائیہ کلمات نکل رہے ہیں:

اللّٰهم أعطني بهذه السجدة أجرا وضع عني بها وزرا وارزقني بها شكرا و تقبلها مني كما تقبلتها من عبدك داؤد

''اے اللہ! اس سجدہ کے سبب مجھے اجر عطا فرما اور میرا بوجھ مجھ سے اتار ڈال اور مجھے شکر بجالانے کی توفیق دے اور مجھ سے یہ سجدہ اس طرح قبول فرما جس طرح تو نے اپنے بندے حضرت داؤد علیہ السلام سے قبول فرمایا''۔

آپ چوراسی (۸۴) برس کی عمر میں ۹۳ھ میں وصال فرما گئے۔

حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ

''نسمات الاسحار'' میں شیخ علوان حموی نے لکھا ہے کہ شمس الدین بن ازکی شافعی متوفی ۸۰۳ھ نے اپنی تصنیف ''روض

الافکار فی غرر الحکایات والاذکار" میں ابوشداد عبدی سے روایت کیا ہے کہ حجاج نے شامیوں میں سے ایک لیڈر حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا۔ جسے متلبس بن اخوص کہتے تھے اور اس کے ساتھ بیس شامی بھی تھے۔ یہ لوگ آپ کی تلاش میں بھیجے گئے تھے۔ تلاش کرتے کرتے جب یہ گرجا میں ایک پادری کے پاس پہنچے تو اس سے حضرت سعید بن جبیر کے بارے میں پوچھا۔

راہب نے کہا ذرا ان کا حلیہ اور چہرہ مہرہ بیان کرو۔ انہوں نے بیان کیا تو راہب نے ان کی نشاندہی کی۔ مقررہ جگہ پر جب پہنچے تو دیکھا کہ آپ سجدہ میں پڑے اپنے رب سے مناجات کر رہے ہیں۔ انہوں نے آپ کو سلام کہا۔ آپ نے سجدہ سے سر اٹھایا۔ بقیہ نماز پوری کی اور سلام پھیرنے کے بعد ان کے سلام کا جواب دیا۔ ان لوگوں نے کہا کہ حجاج کی بات مان لو۔ آپ نے پوچھا کیا ان کا ماننا ضروری ہے؟ کہنے لگے ہاں ضروری ہے۔ پھر آپ نے اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کہی اور اس کے نبی محترم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود وسلام بھیجا۔ اور ان کے ساتھ ہو لیے۔ چلتے چلتے اسی راہب کی عبادت گاہ پر پہنچے۔ راہب نے دیکھ کر کہا:
اے گھڑ سوار! کیا تمہیں تمہارے ساتھی مل گئے؟ کہنے لگے ہاں مل گئے ہیں۔ راہب نے کہا کہ عبادت خانہ کی عمارت پر چڑھ جاؤ کیونکہ ایک شیر اور چیتا ادھر آ رہے ہیں اور وہ اس گرجا کے اردگرد آن پہنچے ہیں چنانچہ یہ لوگ گرجا کے اندر چھپ گئے اور حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ نے اندر آنے سے انکار کر دیا۔ انہوں نے آپ سے پوچھا کیا تمہارا ارادہ بھاگ جانے کا ہے؟ فرمایا: نہیں۔ لیکن میں ایک مشرک کے مکان میں ہرگز داخل نہیں ہوں گا۔ کہنے لگے اگر ہم نے تمہیں باہر ہی رہنے دیا تو تجھے درندے پھاڑ کھائیں گے: فرمانے لگے۔ مجھے اس کی پروا نہیں۔ بے شک میرے ساتھ میرا رب ہے اور وہ مجھے ان سے بچائے رکھے گا۔

انہوں نے پوچھا کیا تم نبی ہو؟ فرمایا نہیں۔ لیکن میں ایک گنہگار بندۂ خدا ہوں۔ راہب بولا کہ مجھے کوئی ایسی دلیل بتاؤ جو مجھے مطمئن کر دے کہ آپ واقعی ان درندوں سے نہیں گھبراتے۔ ان شامیوں نے حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ راہب کو مطمئن کر دو۔ آپ نے فرمایا کہ مجھے اس عظیم ذات نے کہ جس کا کوئی شریک نہیں، یہ عطا فرمایا ہے کہ میں اس جگہ سے صبح ہونے تک ادھر ادھر نہ ہوں گا۔ اس پر راہب راضی ہو گیا اور کہنے لگا:

"شامیو! تم ذرا اپنی کمانوں کو مضبوطی سے تھام کر ان درندوں کو اس نیک بندے سے دور رکھنے کی کوشش کرو"۔

جب شام ہو گئی تو دیکھا کہ چیتا آگے بڑھا اور حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ کے قریب گیا۔ آپ سے اپنا جسم ملایا اور چھوا اور پھر گھٹنوں کے بل آپ کے سامنے بیٹھ گیا۔ یونہی شیر نے بھی کیا۔ جب راہب نے یہ دیکھا اور صبح اٹھا تو آپ کے پاس آیا اور آپ سے اسلام کے متعلق بنیادی باتیں پوچھنے لگا اور دین کی سنتیں اور طریقے دریافت کرنے لگا۔ آپ نے اسے وضاحت کے ساتھ یہ چیزیں بتائیں۔ راہب مسلمان ہو گیا اور خوب مسلمان ہوا اور لوگ حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور معذرت کرنے لگے اور آپ کے پاؤں چومنے شروع کر دیئے اور کہتے تھے کہ درار غدے نے ہم سے قسم لی تھی کہ اگر ہم آپ کو دیکھ کر پھر اس کے پاس نہ لے جائیں تو ہماری بیویوں کو طلاق اور ہمارے تمام غلام آزاد ہیں۔ لہٰذا اب آپ ہمیں ارشاد فرمائیں

کہ آپ کا کیا پروگرام ہے؟ فرمایا: تم اپنا کام کرو۔ مجھے لے چلو۔ میں اپنے خالق کی پناہ ڈھونڈتا ہوں۔ اس کی قضا کو رد کرنے والا کوئی نہیں۔

جب یہ لوگ آپ کو لئے واسط پہنچے۔ آپ نے انہیں فرمایا: میں شک سے نہیں بلکہ یقین سے کہہ رہا ہوں کہ میری موت کا وقت بہت قریب آ گیا ہے۔ لہٰذا تم مجھے آج کی رات اکیلا چھوڑ دو تا کہ میں موت کی تیاری کرلوں اور منکر نکیر کے سوالات کے جوابات دینے میں تیار ہو جاؤں۔ پھر جب تم صبح کو اٹھو تو پھر ہمارے درمیان پختہ وعدہ کا وقت وہ جگہ ہوگی جہاں تم مجھے لے جانا چاہتے ہو۔ ان میں سے بعض بولے کہ تم اپنی مرادوں کو عنقریب پانے والے ہو اور اپنے اپنے انعامات بہت جلد تمہیں ملنے والے ہیں لہٰذا تم انہیں نہ چھوڑنا۔ بعض دوسرے بولے تمہیں وہ مل گیا جو راہب کو ملا ہے۔ تم پر افسوس کہ تمہاری مرادیں اب بھی تمہیں بھلی لگتی ہیں۔ تمہیں شیر اور چیتے سے عبرت حاصل نہ ہوئی؟ کچھ اور بولے کہ ہم مقررہ انعام کے سوا اور کچھ نہیں مانگیں گے۔ ایک بولا کہ مجھ پر چھوڑ دو۔ میں انشاء اللہ انہیں تمہارے سپرد کردوں گا۔ پھر جب ان لوگوں نے حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ کی طرف دیکھا تو آپ کی آنکھیں آنسو بہا رہی تھیں۔ آپ اس دن سے نہیں ہنسے تھے جس دن ان کی آپ سے ملاقات ہوئی تھی اور انہیں اپنے ساتھ لیا تھا۔ پھر بولے اے اہل زمین میں سے بہترین انسان! کاش ہم آپ کو نہ پہچانتے۔ ہمارے لئے لمبی بلا کت ہے۔ ہم آپ کے بارے میں کیسے امتحان اور کیسی آزمائش میں پڑ گئے۔ ہمارے خالق کے ہاں ہمارا عذر پیش کر دینا۔

حضرت سعید نے فرمایا مجھے تمہارے عذر اور مجبوری کا بخوبی علم ہے۔ میں اس پر راضی ہوں کیونکہ اللہ تعالیٰ کا علم ازلی میرے بارے میں فیصلہ کر چکا ہے۔ پھر آپ سے آپ کے کفیل نے درخواست کی: اے سعید! اللہ کے نام سے آپ سے میرا سوال ہے کہ آپ ہمیں اپنی دعا سے زاد آخرت عطا فرمائیں کیونکہ آپ جیسی شخصیت سے ہم آئندہ ہرگز ہرگز ملاقات نہیں کر سکیں گے۔ آپ نے اس کا مطالبہ پورا فرمایا اور انہوں نے آپ کا راستہ چھوڑ دیا۔ پھر جب صبح صادق ہوئی حضرت سعید ان کے ہاں آئے اور دستک دی۔ آپ کی دستک کی آواز سن کر سب آپ کے پاس آ گئے اور کافی عرصہ تک زار و قطار روتے رہے۔ پھر یہ سب حجاج کے پاس گئے۔ حجاج نے انہیں دیکھتے ہی پوچھا کیا تم سعید بن جبیر کو میرے پاس لے کر آئے ہو؟ انہوں نے کہا جی۔ اور ہم نے ان سے عجیب و غریب باتوں کا مشاہدہ بھی کیا ہے۔ یہ سن کر حجاج نے ان لوگوں سے منہ موڑ لیا اور ان سے کہا اسے میرے پاس لاؤ۔ چنانچہ آپ کو لایا گیا۔ اس نے آپ سے پوچھا تمہارا نام کیا ہے؟ فرمایا: سعید بن جبیر۔ پوچھا: کیا تو "شقی بن کسیر" ہے؟ فرمایا: بلکہ میری والدہ میرا نام تجھ سے بہتر جانتی ہیں۔

کہنے لگا تو بھی شقی اور تیری ماں بھی بد بخت ہے۔ آپ نے فرمایا: غیب جاننے والا تیرے سوا کوئی اور ہے۔ کہنے لگا ہم تیرے لئے دنیا کو شعلے اگلتی آگ میں تبدیل کریں گے۔ آپ نے فرمایا: اگر میں یہ جانتا کہ یہ تیرے اختیار میں ہے تو میں تجھے معبود بنا لیتا۔ اس نے پوچھا پھر تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں کیا کہتے ہو؟ فرمایا: آپ نبی رحمت اور ہدایت کے امام ہیں۔ کہنے لگا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں تمہارا کیا قول ہے کہ وہ جنت میں ہیں کہ دوزخ میں؟ آپ نے فرمایا: جب میں ان میں داخل ہوں گا اور ان میں جانے والوں کو دیکھوں اور پہچانوں گا تو بتا سکوں گا اور جان لوں گا کہ وہ کن میں ہیں۔ پوچھنے لگا خلفاء

کے بارے میں کیا کہتے ہو؟ فرمانے لگے: میں ان پر نگہبان بنا کر نہیں بھیجا گیا۔ اس نے پوچھا کہ پھر ان میں سے زیادہ عجیب شخصیت تمہارے نزدیک کون تھی؟ فرمایا: جو اپنے خالق کا سب سے زیادہ پسندیدہ تھا۔ پوچھا: خالق کا سب سے زیادہ پسندیدہ کون تھا؟ اس کا علم اللہ تعالیٰ کو ہے۔ وہ ان کے ظاہر و باطن کو خوب جانتا ہے۔ پوچھا کہ تم میری تصدیق کرنے سے انکار کرتے ہو؟ فرمایا: اس لئے کہ میں پسند نہیں کرتا کہ تجھے جھٹلاؤں۔ پوچھا: پھر تم ہنستے کیوں نہیں ہو؟ فرمایا: وہ مخلوق کیسے ہنسے جسے مٹی سے بنایا گیا اور مٹی بھی وہ کہ جسے آگ کھائے۔ ہم ہنسنے والوں کا پھر کیا حال ہے؟ فرمایا: سب دل ایک جیسے نہیں ہوتے۔

پھر حجاج نے حکم دیا کہ زبرجد، لؤلؤ اور یاقوت جمع کئے جائیں اور سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ کے سامنے ڈھیر لگا دیا جائے۔ اس کے بعد حجاج نے آپ کو کہا اگر آپ ان کو جمع کر لیں اور قیامت کے دن کی گھبراہٹ سے فدیہ دے کر بچ جائیں تو ان پر صلح کر لے۔ ورنہ ایک ہی گھبراہٹ اور پریشانی ایسی آ رہی ہے جس سے ہر دودھ پلانے والی اپنے دودھ پیتے کو بھول جائے گی اور پاکیزہ و ستھری چیز کے سوا دنیا کی کسی چیز میں کوئی خیر و بھلائی نہیں۔ یہ کہہ کر حجاج نے سارنگی اور بانسری منگوائی۔ جب سارنگی کو بجایا اور بانسری میں پھونکا گیا تو حضرت سعید رو پڑے۔

حجاج نے پوچھا تمہیں کس نے رلایا ہے؟ کیا لہو و لعب کی وجہ سے روئے ہو؟ فرمایا: نہیں۔ بلکہ حزن اور خوف کی وجہ سے رو یا ہوں۔ مجھے وہ دن یاد آ گیا جب صور پھونکا جائے گا۔ حجاج نے کہا اب تم اپنے لئے پسند کر کے بتاؤ کہ کس آلہ قتل سے قتل ہونا چاہتے ہو تا کہ میں تمہیں اس سے قتل کر دوں؟ آپ نے فرمایا: تمہاری پسند ہے۔ خدا کی قسم! تو جس آلہ قتل سے مجھے قتل کرے گا کل قیامت کو اسی سے تجھے قتل کیا جائے گا۔ اس نے پوچھا کیا تو چاہتا ہے کہ میں تجھے معاف کر دوں؟ فرمایا: اگر معافی ہے تو وہ بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے لیکن تجھ سے معافی نہیں مانگوں گا۔ کہنے لگا: اسے لے جاؤ اور قتل کر دو۔ جب آپ دروازے سے باہر نکلے تو مسکرا دیئے اس کی خبر حجاج کو دی گئی۔ اس نے آپ کو واپس بلوا کر پوچھا کس بات نے تمہیں ہنسایا تھا؟

فرمانے لگے: اللہ تعالیٰ کے سامنے تیری دیدہ دلیری اور خداوند قدوس کی بردباری پر مجھے ہنسی آئی جو اس نے تیرے ساتھ کی۔ پھر حجاج نے وہ چمڑا بچھانے کا حکم دیا جس پر مجرم کو قتل کیا جاتا تھا، وہ بچھا دیا گیا اور حکم دیا اسے قتل کر دو۔ حضرت سعید بن جبیر نے پڑھا:

اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَاۤ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ ﴿۷۹﴾ (الانعام)

''میں نے اپنا چہرہ اس کی طرف متوجہ کیا، جس نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا۔ یکسو ہو کر اور میں مشرک نہیں ہوں''۔

کہنے لگا اس کا منہ قبلہ سے پھیر دو۔ آپ نے پڑھا:

فَاَیْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ (البقرہ:115)

''جدھر بھی تم پھیرو ادھر ہی اللہ تعالیٰ کی ذات ہے''۔

کہنے لگا انہیں چہرے کے بل اوندھا کر دو۔ آپ نے پڑھا:

مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ وَ فِيْهَا نُعِيْدُكُمْ وَ مِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰى ﴿۵۵﴾ (طٰہٰ)

''مٹی سے ہم نے تمہیں پیدا کیا اور اسی میں تمہیں لوٹائیں گے اور اسی سے ہم تمہیں دوسری مرتبہ نکالیں گے''۔

کہنے لگا اسے ذبح کر دو۔ آپ نے کہا بہر حال میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ اکیلا ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں اور اس بات کی بھی گواہی دیتا ہوں کہ جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے خاص بندے اور اس کے رسول ہیں۔ میری زندگی ختم کر دو۔ کل قیامت کے دن تو مجھ سے ملے گا۔ پھر حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ نے یہ دعا کی:

اللهم لا تسلطه على أحد بعدي يقتله

''اے اللہ! اسے میرے بعد کسی پر مسلط نہ فرمانا کہ یہ اسے قتل کر دے''۔

پھر آپ کو اس چمڑے پر ذبح کر دیا گیا۔

حجاج اس واقعہ کے بعد چند دن ہی زندہ رہا۔ تین، پانچ یا پندرہ دن بیان کیا جاتا ہے۔ بعض نے کچھ زیادہ دن بھی لکھے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے حجاج پر سردی مسلط کر دی۔ حتیٰ کہ وہ ہوتا اور اس کے اردگرد آگ ہوتی۔ دہکتے کوئلوں پر ہاتھ رکھتا تو چمڑا جل جاتا لیکن گرمی محسوس نہ ہوتی۔ اس کے جسم میں بیماری پھیل گئی اور کیڑے پڑ گئے۔ کسی کو اس نے امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے پاس بھیجا۔ آپ نے فرمایا کیا میں نے تجھے کہا نہیں تھا کہ علماء کے پیچھے نہ پڑ؟ تو نے حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ کو قتل کیا۔ کہنے لگا کہ میں نے آپ کو اس لئے نہیں بلوایا کہ آپ میرے لئے دعا کریں۔ لیکن اس لئے کہ اللہ تعالیٰ مجھے اس بیماری اور تکلیف سے راحت دے جس میں میں گرفتار ہوں۔ پھر وہ مر گیا۔ حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ کو شہید کرنے کے بعد بقیہ زندگی حجاج یہی کہتا رہا: ہائے میں اور سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ۔

بیان کیا جاتا ہے کہ حجاج بیماری کے دوران جب کبھی سوتا تو حضرت سعید رضی اللہ عنہ نظر آ جاتے اور اسے کپڑے باندھنے کی جگہ سے پکڑ کر کہتے: اے اللہ کے دشمن! کس جرم کی پاداش میں تو نے مجھے قتل کیا؟ وہ ڈرتے ہوئے اور سہمے ہوئے اٹھ بیٹھتا اور کہتا: مالی ولسعید بن جبیر سب پاکی اللہ تعالیٰ کے لئے ہے جو غالب حکمت والا ہے۔ کریم ظالم کی رسی ڈھیلی کر دیتا ہے اور جب اسے پکڑتا ہے تو خوب پکڑتا ہے۔

وَ مَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۳۲﴾ (الانعام): وَ لَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظّٰلِمُوْنَ
(ابراہیم:42)

مرغ نے اذان دینا بند کر دی

شیخ علوان رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ ہمارے شیخ یعنی شیخ بازلی رحمۃ اللہ علیہ نے ''غایۃ المرام'' میں لکھا ہے۔ یہ کتاب صحیح بخاری کے راویوں کے حالات پر مبنی ہے کہ حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ کا ایک مرغ تھا آپ اس کی اذان پر صبح اٹھا کرتے تھے۔ ایک رات صبح ہو گئی لیکن اس نے اذان نہ دی۔ جس کی وجہ سے آپ کو دیر ہو گئی۔ اس رات آپ نماز (تہجد) ادا نہ کر سکے۔ آپ پر یہ بہت گراں گزرا۔ آپ نے مرغ کو مخاطب کر کے فرمایا: ''قطع اللہ صوتک'' (اللہ تیری آواز کو ختم کر دے)۔ اس کے بعد

اس کی اذان کی آواز سنائی نہ دی۔

امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بعض علماء کے بقول حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ تمام تابعین میں سب سے افضل ہیں۔ جب حجاج نے آپ کا سر کاٹنے کا حکم دیا تو آپ نے دو مرتبہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ پڑھا۔ تیسری دفعہ مکمل نہ کر سکے اور کہا: اے اللہ! میرے بعد حجاج کو کسی پر مسلط نہ کرنا۔ حجاج آپ کے قتل کے بعد پندرہ دن زندہ رہا۔ اس کے پیٹ میں کیڑے پڑ گئے بقیہ زندگی یہی کہتا رہا: ''مالی ولسعید بن جبیر'' میں جب بھی سونے کا ارادہ کرتا ہوں تو سعید بن جبیر مجھے پاؤں سے پکڑ کر خوب جھنجھوڑتے ہیں۔ ۹۵ھ میں آپ کو شہید کیا گیا۔

حضرت سعید بن یزید بنیاجی رحمۃ اللہ علیہ

آپ اکابر صوفیائے کرام میں سے ہوئے اور اولیائے عارفین میں سے مشہور ولی تھے۔ حافظ ابونعیم کہتے ہیں کہ ان کی کرامات اور علامات ظاہر و باہر تھیں۔

مری ہوئی اونٹنی زندہ ہوگئی

آپ کی ایک کرامت جسے علامہ مناوی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا، وہ یہ کہ ایک نظر بد والے شخص نے آپ کی اونٹنی کو نظر لگائی اور وہ پھڑک کر گر گئی۔ آپ اس وقت موجود نہ تھے۔ جب تشریف لائے تو نظر بد لگانے والے کے پاس کھڑے ہو گئے اور کہا: بِسْمِ اللّٰهِ حَبْسٌ حَابِسٌ وَ حِجْرٌ يَابِسٌ وَ شِهَابٌ قَابِسٌ رُدَّتْ عَيْنُ الْعَائِنِ عَلَيْهِ وعَلٰى اَحَبِّ النَّاسِ اِلَيْهِ فِي كُلْوَتَيْهِ رَشِيْقٌ وَّفِيْ مَالِهٖ يَلِيْقُ ، فَارْجِعِ الْبَصَرَ هَلْ تَرٰى مِنْ فُطُوْرٍ ۔ ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ كَرَّتَيْنِ يَنْقَلِبْ اِلَيْكَ الْبَصَرُ خَاسِئًا وَّ هُوَ حَسِيْرٌ۔ یہ کہتے ہی نظر بد والے کی آنکھ کی دونوں پتلیاں ختم ہو گئیں اور اونٹنی اٹھ کھڑی ہوئی۔

حضرت سعید بن اسماعیل ابوعثمان حیری رحمۃ اللہ علیہ

آپ شیخ الجماعہ اور اولیائے کرام کی جماعت کے پیشرو تھے اور حضرات صوفیائے کرام میں بہت بڑے امام تھے۔ آپ کے سرہانے آپ کا ہی ایک شاگرد ابوزکریا بخشی کھڑا تھا۔ اس شاگرد اور ایک عورت کے درمیان کچھ تعلق تھا۔ جب انہیں توبہ نصیب نہ ہوئی تھی شاگرد اس عورت کے خیالات میں ڈوبا ہوا تھا تو ابوعثمان رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی طرف سر اٹھایا اور فرمایا: کیا تمہیں شرم نہیں آتی؟ بقول مناوی آپ نے ۲۹۸ھ میں انتقال فرمایا۔

حضرت ابومحمد سعید بن منصور بن علی بن عبداللہ بن مسکین یمنی رحمۃ اللہ علیہ

آپ بہت بڑے فقیہ، عارف، عابد اور زاہد تھے۔ زہد و ورع میں بہت آگے بڑھے ہوئے اور عبادت بکثرت کرنے والے تھے۔ اس کے ساتھ ساتھ علم میں بھی مشغولیت تھی۔

زمین کا سکڑ جانا یا ولی کا اڑنا سب اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ ہے

آپ خلاف عادت کرامات والے ولی تھے۔ ایک کرامت یہ ہے کہ ان کے اور شیخ زریع حداد رحمۃ اللہ علیہ کے درمیان پکی

دوستی اور یاری تھی۔ ایک دن شیخ حداد انہیں ملنے آئے۔ اس وقت ان کے پاس بہت سے لوگ بیٹھے تھے۔ یہ واقعہ عید قربان کے بعد کا ہے۔

شیخ حداد نے کہا یا سیدی! اس سال کس قدر خوبصورت حج میں نے دیکھا۔ ایسا کبھی نہ ہوا۔ یہ سن کر فقیہ ابو محمد سعید نے ان کی طرف انوکھی طرح دیکھا جس سے شیخ سمجھ گئے کہ انہیں میری بات ناپسند آئی ہے۔ لہٰذا وہ خاموش ہو گئے۔ پھر جناب فقیہ ان سے حیلے بہانے کرتے رہے اور حاضرین سے گفتگو کرنے میں مشغول ہو گئے۔ تاکہ یہ بات آئی گئی ہو جائے۔ جب حاضرین چلے گئے تو شیخ زریع نے آپ سے کہا:

یا سیدی! سبحان اللہ! ہم آپ کے ساتھی ہیں اور آپ سے محبت کرنے والے ہیں۔ آپ کو اتنا بڑا نصیب حاصل ہوا لیکن ہمیں آپ اس میں شریک نہیں کرنا چاہتے یہ سن کر جناب فقیہ نے پھر ادھر ادھر کی باتیں شروع کر دیں۔ لیکن اس مرتبہ شیخ زریع نے اسے قبول نہ کیا اور کہا اللہ کے نام کا واسطہ دے کر آپ سے پوچھتا ہوں۔ کیا آپ مجھے نہیں بتائیں گے کہ تم کیسے یہ کام کرتے ہو۔ کیا یہ ہوا میں اڑنا ہے یا زمین کو سکیڑ دینا کہ تمہارے ایک قدم اٹھے اور وہاں پہنچ جاؤ یا وہ کیا کیفیت ہے؟ یہ سن کر فقیہ نے کہا یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت سے ایک چیز ہے۔ میں اس کی کیفیت بیان نہیں کر سکتا۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے اسے اس کے ساتھ مخصوص فرما دیتا ہے۔

حضرت فقیہ سعید مذکور اور فقیہ کبیر عمر بن سعید صاحب زی عقیب رحمۃ اللہ علیہ کے درمیان پکی صحبت اور مثالی بھائی چارہ تھا اور دونوں نے باہم یہ معاہدہ کر رکھا تھا کہ ہم میں سے جو بھی پہلے فوت ہو دوسرا اسے غسل دے گا اور اس کی نماز جنازہ پڑھائے گا۔ تقدیر کے فیصلہ کے مطابق فقیہ سعید رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال پہلے ہوا۔ تو بموجب معاہدہ جناب فقیہ عمر رحمۃ اللہ علیہ نے انہیں غسل بھی دیا اور نماز جنازہ بھی ادا کی۔ آپ کی وفات ۷۶۰ھ میں ہوئی۔ اس وقت آپ کی عمر اسی (۸۰) برس تھی۔ یہ بقول جندی تقریبی تاریخ ہے۔

ولی مرنے کے بعد بھی مدد کرتا ہے

آپ کی وہ کرامات جو آپ کے انتقال کے بعد مشاہدہ میں آئیں، ان میں ایک یہ تھی کہ ایک شخص جو آپ کے ساتھیوں میں سے تھا اسے شیخ فضل بن عورض رحمۃ اللہ علیہ کے کسی نائب سے اذیت اور ضرر پہنچا۔ شیخ فضل موصوف مشائخ جبال میں سے تھے چنانچہ وہ شخص حضرت فقیہ شیخ سعید رحمۃ اللہ علیہ کی قبر پر گیا اور وہاں خوب رویا اور عرض کیا:

اے فقیہ! فضل اور اس کے ساتھیوں نے ہم پر ظلم کیا ہے اور ہمیں ستایا ہے۔ پھر ایک ایک کر کے اس نے ان کے مظالم اور ان کی زیادتیاں بیان کیں۔ جناب فضل ان دنوں تعز نامی شہر میں ملک مظفر کے ہاں مقیم تھے۔ سلطان ان کی بہت تعظیم و تکریم کرتا تھا۔ اس نے حکم دیا کہ ان کے لئے ایک فہرست تیار کی جائے جن میں ان کی منفعت کی چیزیں تحریر ہوں۔

جب وہ رات آئی (جس رات قبر پر جا کر اس شخص نے گریہ وزاری کی تھی) اور فضل سو کر اٹھے تو اپنے غلاموں کو حکم دیا کہ جلدی یہاں سے چل پڑو۔ انہوں نے عرض کیا صبح تک تو انتظار کر لیں تاکہ سلطان کی طرف سے وہ تحریر آ جائے جو اس نے آپ کے لئے لکھوائی ہے۔ جناب فضل نے کہا مجھے اس کی کوئی ضرورت نہیں اور یہ کہہ کر انہیں جلدی چلنے کے لئے ڈانٹ

پلائی۔ اس پر آپ کے ایک خاص آدمی نے کہا آپ کو اتنی جلدی کیوں ہے؟ فرمایا: میں نے ابھی ابھی فقیہ سعید بن منصور کو دیکھا کہ وہ مجھ سے چمٹ گئے اور مجھے ذبح کر دیا۔ لہٰذا میں لازماً مرنے والا ہوں پھر تیزی سے سفر پر روانہ ہو گئے۔ لیکن اپنے گھر پہنچنے سے قبل ہی ان کا انتقال ہو گیا۔ اس مخصوص آدمی نے کہ جسے آپ نے اپنا خواب بتایا تھا پوچھا کہ کیا شیخ کے غلاموں اور خادموں میں سے کسی کی فقیہ سعید مرحوم کے ساتھیوں سے کوئی زیادتی تو نہیں ہوئی تھی؟ اسے بتایا گیا کہ ہاں ایسا ہوا تھا۔ شیخ کے فلاں نائب نے جناب فقیہ کے فلاں ساتھی کے ساتھ یہ یہ کیا تھا۔ اس نے کہا تم سچ کہتے ہو۔ لیکن فقیہ موصوف کا ارادہ صرف شیخ فضل سے انصاف دلوانے کا تھا۔ کسی اور سے نہیں۔ یہ قصہ اور کرامت جناب شرجی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کی۔

حضرت ابو عیسیٰ سعید بن عیسیٰ عموری حضرمی رحمۃ اللہ علیہ

آپ حضر موت کے بڑے بڑے مشائخ کرام میں سے ایک تھے ولایت کاملہ اور متعدد کرامات سے مشہور تھے۔ تصوف میں ان کا ہاتھ شیخ ابو مدین مغربی کے ہاتھ میں تھا۔ ان کے اور شیخ مغربی کے درمیان صرف دو آدمیوں کا واسطہ تھا۔ آپ بہت بڑے شیخ اور مربی کامل تھے۔ ان کی کرامات بیان کرنے والوں میں بڑے بڑے صالح لوگوں کی ایک جماعت ہے۔ جیسا کہ شیخ ابو معبد وغیرہ۔ شیخ احمد بن جعد رحمۃ اللہ علیہ کے تذکرہ میں جن کا قصہ مذکور ہوا، وہ یہی (ابو معبد) شخصیت تھے۔ وہ قصہ ایسا ہے جو جناب سعید کی کرامت، تصرف اور کمال ولایت پر دلالت کرتا ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے:

یہ دونوں شخصیات (ابو عیسیٰ سعید اور ابو معبد) اپنے بہت سے ساتھیوں کے ہمراہ حضرت داؤد علیہ السلام کی قبر پاک کی زیارت کرنے نکلے۔ جب راستہ میں ایک مقام پر پہنچے تو جناب سعید پر یہ بات ظاہر ہوئی کہ وہ واپس آ جائیں۔ چنانچہ آپ واپس آ گئے۔ لیکن شیخ احمد رحمۃ اللہ علیہ چلتے رہے پھر کچھ عرصہ بعد دونوں حضرات اسی طرح اپنے ساتھیوں سمیت حضرت داؤد علیہ السلام کی قبر کی زیارت کرنے نکلے۔ دونوں جب تھک گئے تو شیخ احمد نے شیخ سعید سے کہا اٹھو اور اپنے نفس سے انصاف کرو۔ شیخ سعید اٹھے اور کہنے لگے جس نے ہمیں یہاں کھڑا کیا ہم نے اسے بٹھا دیا۔ پھر شیخ احمد بولے جس نے ہمیں بٹھایا ہم نے اسے آزمائش میں ڈال دیا۔

اس کے بعد دونوں حضرات کو اس چیز سے واسطہ پڑا جو انہوں نے ایک دوسرے کے لئے کہی تھی۔ شیخ سعید کا انتقال ۶۷۲ھ میں ہوا۔ بقول شرجی ان کی قبر مشہور قبروں میں سے ایک ہے۔ جس کی زیارت اور جس سے برکت حاصل کرنے کے لئے لوگ آتے جاتے ہیں۔

حضرت سعید بن عبداللہ مغربی رحمۃ اللہ علیہ

آپ مجذوب ولی تھے اور جامع ازہر کے مجاور، عابد، زاہد اور پختہ عقیدہ کے مالک تھے۔

سونا چاندی بکثرت تھا لیکن اسے چھو کوئی نہیں سکا

آپ کے بہت بلند حالات اور مشہور کرامات تھیں۔ ان میں سے ایک یہ تھی کہ آپ کے پاس وافر مقدار میں سونا، چاندی

اور روپیہ پیسہ ہوتا تھا۔ اسے ہر شخص دیکھتا جو آپ سے ملاقات کرنے جاتا۔ آپ لوگوں کے لئے کئی زنبیلیں سونے چاندی کی نکالتے اور انہیں اپنے اردگرد رکھ دیتے۔ پھر کسی کو طاقت نہ ہوتی کہ ان میں سے کسی کو اٹھائے اور جو شخص ان میں سے کسی چیز کو اٹھاتا اس کے بدن میں وہ گھس جاتی۔ اس لئے کوئی بھی ان کے قریب نہ جاتا۔

اولیائے کرام علم بھی اور مال بھی عطا کرتے ہیں

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ بیان فرماتے ہیں کہ ہمیں آپ کی یہ کرامت پہنچی ہے کہ علامہ بسطامی رحمۃ اللہ علیہ ایک مرتبہ ضرورت مند ہو گئے اور حضرت سعید بن عبداللہ مغربی رحمۃ اللہ علیہ کے پیچھے پیچھے چل پڑے۔ ان کے پاس مال تھا جو ٹوکری میں تھا۔ آپ اسے ادھر ادھر بانٹ رہے تھے۔ ان کے پیچھے اس امید سے جا رہے تھے کہ شائد انہیں بھی کچھ عطا کر دیں۔ قریب تھا کہ دن ڈھل جاتا اور ٹوکری ساری خالی ہو گئی۔ یہ دیکھ کر علامہ بسطامی کو رنج ہوا۔ آپ نے ان کی طرف مڑ کر دیکھا اور انہیں فرمایا:
محمد! علم یا مال؟ آپ کبھی نظروں سے اوجھل ہو جاتے تو کبھی سامنے آ جاتے۔ آپ کی زیارت کرنے کے لیے حکومت کے بڑے بڑے ذمہ دار لوگ حاضر ہوتے۔ حتیٰ کہ سلطان بھی گاہے بگاہے آتا لیکن آپ نہ ان کی طرف التفات فرماتے اور نہ ہی ان کی پروا کرتے۔ آٹھ سو پچاس ہجری کے لگ بھگ فوت ہوئے۔ (قالہ السناوی)

حضرت سلیمان بن عبدالناصر صدر اشیطی رحمۃ اللہ علیہ

قاہرہ کی طرف نسبت کی وجہ سے قاہری کہلاتے تھے اور فقہ میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے مقلد تھے۔ اکابر اولیاء میں سے تھے۔

ولی کا خچر بھی جانتا ہے

آپ شیخونیہ میں درس کے لئے تشریف لاتے۔ آپ اپنے خچر سے نیچے اتر جاتے اور اسے چھوڑ دیتے۔ اس کے ساتھ کوئی بھی نہ ہوتا۔ وہ ریتلے میدان کی طرف چلے جاتا اور بلندی پر جا کر بیٹھ جاتا۔ جہاں سے اسے شیخ سلیمان نظر آتے۔ پھر جب آپ درس سے فارغ ہو جاتے تو فوراً بروقت حاضر ہو جاتا۔ نہ جلدی اور نہ دیر کرتا۔ آپ نے ۸۸۷ھ میں انتقال فرمایا۔
(ذکرہ السناوی)

حضرت سفیان بن سعید ثوری رحمۃ اللہ علیہ

آپ اکابر آئمہ مجتہدین میں سے ایک تھے اور عبادت گزاروں میں منفرد تھے اور زاہد حضرات میں یکتا تھے۔

حضرت امام یافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: بیان کیا گیا ہے کہ حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ساتھیوں سے ایک مرتبہ گفتگو کی۔ کہنے لگے یا شیخ! اگر آپ اس قدر زیادہ مجاہدہ میں کچھ کمی کر دیں جو ہم دیکھتے ہیں تو ان شاء اللہ آپ پھر بھی اپنی مراد پا لیں گے۔ آپ نے انہیں فرمایا میں مکمل جدوجہد کیوں اور کیسے نہ کروں حالانکہ مجھے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ جنتی حضرات اپنی اپنی منزل میں ہوں گے۔ ان کے سامنے ایک عظیم نور چمکے گا۔ جس کی چمک دمک سے آٹھوں جنت روشن ہو جائیں گی۔ جنتی حضرات خیال کریں گے کہ یہ نور اللہ سبحانہ کی طرف سے ہے لہٰذا وہ سجدہ میں گر جائیں گے پھر ایک آواز دینے والا آواز دے گا

سر اٹھالو۔ یہ وہ نور نہیں جو تم نے خیال کیا بلکہ یہ ایک حور کی روشنی ہے جس نے اپنے خاوند کے ساتھ تبسم کیا تو اس کے مسکرانے سے یہ نور ظاہر ہوا ہے۔ تو میرے دوستو اور بھائیو! وہ شخص ملامت کئے جانے کا حقدار نہیں جو خوبصورت حوروں کے طلب کرنے میں کوشش کرتا ہے۔ لہٰذا جو شخص اپنے مولیٰ رحمٰن کا طالب ہو اور اس کی طلب میں جدوجہد کرے وہ ملامت کا کب مستحق ہوگا۔

امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ آپ کو ''امیر المومنین فی الحدیث'' کا نام دیا کرتے تھے۔ آپ کی ایک کرامت یہ تھی کہ ابو جعفر امیر المومنین نے پھانسی کی لکڑیاں دے کر کچھ لوگوں کو آپ کی طرف بھیجا۔ جب وہ مکہ شریف کی طرف جانے لگا اور حکم دیا جب تم سفیان ثوری کو دیکھو تو انہیں سولی چڑھا دینا۔ جب وہ مکہ شریف پہنچ گئے تو سولی چڑھانے کے لئے لکڑیاں گاڑیں اور آپ کے پاس آئے تو دیکھا کہ آپ سو رہے ہیں۔ آپ کا سر حضرت فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ کی گود میں اور دونوں پاؤں حضرت سفیان بن عینیہ کی گود میں تھے۔ دیکھ کر کہنے لگے:

اے ابو عبد اللہ! خدا سے ڈرو اور دشمنوں کے لئے ہمیں گالی نہ بناؤ۔ آپ کعبہ شریف کے پردوں کی طرف بڑھے۔ انہیں پکڑ کر کہا اگر ابو جعفر یہاں آ گیا تو میں تم سے بری ہوں گا۔ ابو جعفر مکہ میں داخل ہونے سے پہلے ہی مر گیا۔ علامہ مناوی کہتے ہیں کہ ابن مہدی نے کہا جب فضیل بن عیاض فوت ہوئے تو میں اور یحییٰ بن سعید نے ان کو غسل دیا۔ ہم نے آپ کے جسم پر یہ لکھا ہوا پایا:

فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللّٰهُ ۚ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ۝ (البقرہ)

''آپ حکام اور ظالموں کے لئے نہایت سخت تھے''۔

حضرت ابو محمد سفیان بن عبد اللہ ابینی یمنی رحمۃ اللہ علیہ

ایک واقعہ جو مجموعہ کرامات ہے

آپ مشہور اولیائے کرام میں سے ایک ہوئے۔ امام یافعی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں، مجھے یہ واقعہ پہنچا کہ شیخ کبیر عارف باللہ حضرت سفیان یمنی رحمۃ اللہ علیہ ایک وقت عدن تشریف لائے تو آپ سے عرض کیا گیا یہاں ایک یہودی کو سلطان نے کبیر المناصب الطراف کا والی مقرر کر دیا ہے جس کی وجہ سے اسے بلند مرتبہ اور بہت بڑا منصب مل گیا ہے معاملہ یہ ہو گیا ہے کہ مسلمان پیدل اس کی رکاب کے نیچے چلتے ہیں اور جب وہ بیٹھتا ہے تو اس کے سرہانے کھڑے ہوتے ہیں۔ یہ سن کر حضرت سفیان یمنی اس کی طرف تشریف لے گئے۔ آپ اس وقت ریاضت اور تجرد میں تھے اور فقیرانہ لباس پہن رکھا تھا۔ آپ نے دیکھا کہ وہ کرسی پر بیٹھا ہوا ہے اور مسلمان اس سے نچلی زمین پر کھڑے ہیں اور اس کی خدمت سرانجام دے رہے ہیں۔ جب آپ اس کے پاس پہنچے تو آپ نے اسے کہا: ''اشھد أن لا الہ الا اللہ و أشھد أن محمد اعبدہ و رسولہ'' یہ سن کر یہودی چیخا اور اپنی فوج سے مدد طلب کی کہ انہیں پکڑو۔ لیکن وہ کچھ بھی نہ کر سکے۔ آپ نے دوبارہ، سہ بارہ شہادت مذکورہ پڑھنے کا

کہا۔ وہ ہر مرتبہ چیختا اور فوج کو مدد کے لئے پکارتا۔ لیکن وہ بے بس تھے۔ پھر تیسری مرتبہ کہنے کے بعد آپ نے یہودی کے سر کی چٹیا پکڑی یا اس کی مینڈھیاں بائیں ہاتھ سے پکڑیں اور چھوٹی سی ایک چھری جو آپ کے پاس تھی، دائیں ہاتھ میں لی اور کہا: ''بسم اللہ واللہ اکبر'' اس یہودی کے ذبح کرتے وقت آپ نے اللہ تعالیٰ کے تقرب کی نیت کی۔ قتل کرنے کے بعد آپ اپنے گھر تشریف لے آئے۔ آپ جامع مسجد میں بیٹھا کرتے تھے۔

جب یہودی کے قتل ہونے کی خبر امیر کو پہنچی تو اس نے اسے سچا نہ پایا اور اسے بہت مشکل کام سمجھا کیونکہ قتل کئے جانے والا سلطان کے خاص آدمیوں میں سے تھا اور سلطان کا مخصوص آدمی تھا۔ خاص کر اس لئے بھی کہ جس قاتل کا لوگوں نے ذکر کیا وہ مسکین وفقیر ہے۔ پھر یہ خبر لگاتار آتی رہی۔ بالآخر امیر نے اپنے غلاموں سے کہا اس قاتل کو میرے پاس لاؤ چنانچہ آپ کو لانے کے لئے جامع مسجد آئے۔ لیکن آپ تک پہنچنے کی ہمت نہ ہوئی۔ واپس امیر کے پاس آگئے۔ اب امیر خود لشکر کے ہمراہ سوار ہو کر چلا۔ حتیٰ کہ جامع مسجد کے قریب پہنچا۔ لیکن ان میں سے کوئی بھی مسجد کے اندر جانے کی ہمت نہ کر سکا۔ چہ جائیکہ آپ کی طرف زیادتی کا ہاتھ دراز کرتا۔ اس سے امیر کو معلوم ہو گیا کہ یہ شخص اللہ تعالیٰ کا حمایت یافتہ ہے وہ واپس آگیا اور اپنے بارے میں اسے خطرہ لاحق ہوا کہ سلطان مجھ پر سختی کرے گا۔ کیونکہ یہ شہر میرے زیر تصرف ہے۔ اس لئے امیر نے اہل عقل ورائے سے مشورہ کیا کہ کیا کیا جائے؟ ایک اللہ کے ولی نے کہا اولیائے کرام جو ہوتے ہیں ایک دوسرے کی بات مانتے ہیں۔ وادی کے کنارے ایک ولی اللہ رہتے ہیں، جنہیں عابدی کہتے ہیں۔ ان کی طرف کسی کو بھیجو تا کہ انہیں تمہارے پاس اپنے ساتھ لے آئے۔ جب آئیں تو اپنی حالت کی ان سے شکایت کرنا۔ چنانچہ امیر نے انہیں بلانے کے لئے کسی کو بھیجا آپ آئے اور امیر نے شکایت سنائی اور آپ کا دامن پکڑ لیا اور کہنے لگا میں چاہتا ہوں کہ قاتل اس شہر سے باہر نہ جانے پائے۔ حتیٰ کہ میں سلطان کو بتاؤں اور اس کی طرف سے جواب نہ آجائے یہ سن کر اس ولی اللہ نے کہا ٹھیک ہے ان شاء اللہ ایسے ہی ہو گا۔ پھر جناب عابدی امیر کے پاس سے نکلے اور حضرت سفیان یمنی کے پاس آگئے۔ ان دونوں کے درمیان بڑی محبت اور بھائی چارہ تھا۔ عابدی نے آپ کے قتل کرنے پر شکریہ ادا کیا اور کہا کہ آپ نے مسلمانوں کے راستہ سے ایک بڑا پتھر ہٹا دیا ہے۔ پھر آپ سے کہا چلئے ہم باہر چلتے ہیں۔ پھر وہ دونوں نکل پڑے۔ چلتے چلتے دونوں قید خانہ کے دروازہ کے پاس پہنچے۔

عابدی نے قید خانہ کے نگران سے کہا تیرے لئے لازم ہے کہ اس شخص کو قید کر اور بند کر دے۔ اس پر حضرت سفیان نے اپنے دونوں پاؤں قید کرنے کے لئے آگے کر دیئے اور فرمایا جو تم نے کہا میں نے قبول کیا۔ ہنسی خوشی قید ہوتا ہوں۔ چنانچہ اس نے آپ کو قید کر دیا اور کئی دن آپ قید و بند میں رہے۔ آپ جب چاہتے تو زنجیریں کھل جاتیں اور اگر چاہتے تو پاؤں زنجیروں میں جکڑے رہتے۔ چاہتے تو زنجیر کو پھینک دیتے۔ پھر جب جمعہ کا دن آیا اور نماز کا وقت ہوا۔ آپ قید سے باہر تشریف لائے اور جامع مسجد آگئے۔ دیکھا کہ مسجد لوگوں سے بھری پڑی ہے۔ آپ اندر داخل ہوئے حتیٰ کہ امیر کے پاس پہنچے پھر آپ نے لوگوں کی طرف دیکھا اور فرمایا:

''میں ان چار مردوں پر چار تکبیر نماز جنازہ پڑھتا ہوں، اللہ اکبر'' پھر باہر نکلے اور قید خانہ میں واپس آگئے۔ پھر کئی دن

یہاں رہے۔حتیٰ کہ سلطان کا جواب آ گیا۔اس نے لکھا تھا کہ انہیں چھوڑ دو۔ہم ان سے سلامتی کے طالب ہیں۔اس سے پہلے اس نے دعویٰ کر رکھا تھا کہ یہ شہر اس کے شہر ہیں اور حکومت اس کی ہے ہماری نہیں۔آپ پھر قید خانہ سے باہر آ گئے۔ سلطان اور امیر کسی کو بھی آپ پر دسترس حاصل نہ ہو سکی۔

سلطان کے ساتھ بھی آپ کا ایک واقعہ سننے میں آیا وہ یہ کہ آپ ایک دن سلطان کے پاس آئے اور اسے کہا ''اُخْرُجْ مِنْ بِلَادِیْ'' (میرے علاقہ سے نکل جاؤ)۔یہ قصہ اَبین شہر کا ہے۔یہ وہ شہر ہے کہ جس کے اور عدن کے درمیان دو مرحلے کی مسافت ہے۔سلطان وہاں سے ڈرتا ہوا چلا گیا۔یہ امام یافعی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے۔

قلم تراشا اور یہودی کا سر قلم ہو گیا

امام یافعی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا مجھے آپ کا یہ قصہ بھی پہنچا کہ آپ نے ایک یہودی کو تعز میں قتل کر دیا تھا جبکہ آپ حال میں تھے۔قصہ یوں ہے کہ آپ نے یہودی سے کہا کہ یوں یوں کرو۔ورنہ میں اس قلم کا سر کاٹ ڈالوں گا۔آپ کے ہاتھ میں قلم تھا اور چھری یا چاقو بھی پکڑ رکھا تھا۔یہودی کہنے لگا قلم کاٹ دو۔اس کے کاٹنے سے مجھے کیا پروا۔وہ قلم کا سر ہی تو ہے۔آپ نے قلم تراشا تو اچانک یہودی کا سر کٹ کر زمین پر لوٹ پوٹ ہونے لگا۔

بھل صفائی کرو بارش ہو جائے گی

آپ کی بہت سی کرامات میں سے ایک یہ ہے جسے ''المشرع الروی'' میں لکھا ہے،وہ یہ کہ جب شیخ سفیان یمنی رحمۃ اللہ علیہ حضر موت تشریف لائے اور تریم شہر میں ٹھہرے تو لوگوں نے آپ سے بارش ہونے کی دعا کرنے کو کہا۔آپ نے فرمایا بھل صفائی کرو۔لوگوں نے ایسے ہی کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان پر کافی بارش برسائی۔

بارش برس گئی

آپ کی ایک کرامت یہ بیان ہوئی ہے کہ آپ ایک مرتبہ مخادر بستی میں تشریف لے گئے۔جب آپ کی آمد کا علم بستی والوں کو ہوا تو سبھی لوگ آپ کو خوش آمدید کہنے کے لئے باہر نکل آئے۔ان دنوں فقیہ علی بن ابی بکر تبائی اس بستی کی بہت بڑی علمی شخصیت تھے اور نیکی میں بھی بہت مشہور تھے۔لیکن یہ خوش آمدید کہنے والوں کے ساتھ بستی سے باہر نہ نکلے۔جب فقیہ سفیان یمنی رحمۃ اللہ علیہ اور گاؤں کے لوگ مل بیٹھے تو آپ نے ان سے فقیہ علی کے بارے میں پوچھا۔لوگوں نے کہا کہ انہیں آپ کے بارے میں یہ خبر پہنچی تھی کہ آپ صوفیہ کرام کے ساتھ قوالی سنتے ہیں اور وہ قوالی کو اچھا نہیں جانتے۔اس لئے وہ استقبال کے لئے باہر نہیں نکلے۔

آپ نے فرمایا: ان کے پاس جاؤ اور دو باتوں میں سے ایک کے کرنے کا اختیار دو،اول یہ کہ اگر وہ ہم سے ملنے آتے ہیں تو پھر بارش کا حصول ہمارے ذمہ ہو گا۔دوم یہ کہ ہم ان کے ہاں چلے جاتے ہیں لیکن بارش کا حصول پھر ان کے ذمہ ہو گا۔ لوگ ان دنوں بارش کے بہت محتاج تھے۔

جب قاصد جناب فقیہ علی کے پاس پہنچا اور شیخ سفیان کی پیشکش سنی تو اس پر رو دیئے اور کہنے لگے خدا کی قسم! میں اس کا اہل نہیں ہوں اور جلدی سے آپ کی طرف تشریف لے آئے۔ جب دونوں نے سلام و جواب کیا اور زیادہ وقت نہ گزرا تھا کہ بارش برسنا شروع ہو گئی۔ لوگ بستی میں بھیگتے ہوئے داخل ہوئے۔

اجنبی عورت کے قریب جانے والے مرد کے منہ پر طمانچہ لگا

آپ کا ایک مرید ایک اجنبی عورت کے قریب ہوا۔ اچانک اس کی آنکھ پر طمانچہ پڑا۔ جس سے وہ اندھا ہو گیا پھر وہ روتے ہوئے آپ کے پاس آیا۔ آپ نے پوچھا کیا تم توبہ کرتے ہو؟ کہنے لگا جی، فرمایا: تیری نظر واپس کر دی جاتی ہے لیکن تیری موت اندھے ہو کر ہو گی۔ بہر حال اس کی نظر لوٹ آئی۔ پھر مرنے سے چند دن پہلے اندھا ہو گیا تھا۔ بقول امام مناوی ساتویں صدی ہجری کے آخر میں شیخ فوت ہوئے۔

حضرت سلتق ترکی رحمۃ اللہ علیہ

مسلمان سپاہیوں کی جنگ میں مدد کرنا

جناب سراج رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ ہمیں باوثوق حضرات جن میں سے ایک سید بہرام شاہ حیدری بھی تھے، نے بتایا کہ شیخ سلتق رحمۃ اللہ علیہ نے اس شہر سے جس میں آپ رہائش پذیر تھے، ایک ہزار سے کم لوگوں کی جماعت کو کفار پر حملہ کرنے کے لئے روانہ کیا۔ جب انہیں گئے ہوئے کئی دن گزر گئے تو اچانک ایک دن اٹھے اور اپنے سب کپڑے اتار دیئے اور برہنہ ہی کھڑے ہو کر ایسی حرکات کرنا شروع کر دیں جو دشمن کے ساتھ لڑتے وقت کی جاتی ہیں۔ خون آپ کے بدن سے نیچے گر رہا تھا اور فقراء اسے باری باری صاف کرتے تھے۔ دن کے چوتھائی حصہ میں تین گھنٹے تک یہ معاملہ رہا۔ اس کے بعد آپ بیٹھ گئے اور حرکات بند کر دیں۔

آپ کے ساتھیوں نے جن میں سید بہرام شاہ مذکور بھی تھے، پوچھا جیسا کہ ان حضرات کی دیرینہ عادت تھی کہ ایسی باتوں کے اسباب پوچھا کرتے تھے۔ آپ نے فرمایا وہ جماعت جو کفار کی طرف گئی تھی جب ان کا اور کفار کا آمنا سامنا ہوا۔ کافر تیس ہزار کے لگ بھگ مقابلہ میں آئے۔ جب میں نے بالیقین دیکھا کہ مسلمانوں کی جماعت کمزور پڑ چکی ہے تو میں ان کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی قوت سے مل گیا۔ میں نے ان کے دشمن سے جنگ لڑی۔ انہیں خلاصی دلائی اور انہیں کامیابی و کامرانی عطا کی۔ ان میں سے بہت کم تعداد میں شہید ہوئے تقریباً تین۔ لیکن یہ تین بھی اس لئے شہید ہوئے کہ انہوں نے میرا معین کردہ راستہ چھوڑ دیا تھا۔ ان مسلمان فاتحین میں سے ایک ہفتہ بعد سب سے پہلا شخص تمہارے درمیان ہوگا۔

آپ کے ساتھی کہتے ہیں کہ ہم نے یہ تاریخ نوٹ کر لی۔ جب ساتواں دن گزرا تو ان میں سے پہلا شخص شیخ کے عبادت خانہ کی طرف سیدھا آیا۔ اپنے گھر نہیں گیا چنانچہ سب یہیں سیدھے آئے۔ پھر انہوں نے شیخ موصوف کے سامنے روتے ہوئے اپنے آپ کو گرایا۔ جیسا کہ وہ عورت روتی ہے جس کا بچہ گم ہو گیا ہو۔ وہ شیخ کے سامنے تواضع و انکساری کرتے اور کہتے تھے:

اے اللہ کے ولی! کافی عرصہ سے آپ کی قدر و منزلت اور آپ کا معاملہ ہم پر مخفی ہے پھر دوسرے لوگوں نے ان سے پوچھا کہ کیا ہوا؟ کہنے لگے ہم ایک ہزار سے کم تعداد میں تھے اور ہم پر حملہ کرنے کے لئے تیس ہزار کے لگ بھگ کافر نکل کھڑے ہوئے۔ جب ہمیں اپنی ہلاکت کا یقین ہو گیا تو یہ شیخ سلتق رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے اور کفار سے جنگ کی۔ ہم انہیں دیکھ رہے تھے۔ انہوں نے ہم سے ان کفار کو دور کر دیا اور ہم صحیح سالم بچ گئے۔ پھر دس دن بعد ان مسلمانوں کا آخری آدمی بھی آ گیا۔ ان سب نے یہی بتایا۔ ان میں سے صرف وہی چند (تین) آدمی واپس نہ آئے جو شیخ موصوف کے بتائے ہوئے راستہ سے ہٹ گئے تھے۔

مچھلیاں بھی ولی کو پہنچانتی ہیں

جناب سراج رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ شیخ سلتق رحمۃ اللہ علیہ کے اصحاب میں سے ایک نے مجھے بتایا کہ حضرت ابراہیم ادھم رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں سنی گئی ایک کرامت کے متعلق میرے دل میں خیال آیا کہ کیا ایسے ہو سکتا ہے؟ ان کی کرامت یہ تھی کہ انہوں نے مچھلیوں کو حکم دیا تو وہ آپ کی گمشدہ سوئی بعینہ پانی سے نکال لائیں۔ جیسا کہ مشہور ہے، میرے شیخ سلتق رحمۃ اللہ علیہ نے صبح ہوتے ہی فرمایا اٹھو اور ہمارے ساتھ چلو۔ کیونکہ آج ہمارا دل مچھلی کھانے کو چاہ رہا ہے۔ چنانچہ ہم سمندر پر آ گئے۔ آپ نے پانی کو حکم دیا: "یَا مَاءُ ارْجِعْ اِلٰی وَرَاءِ" (اے پانی! واپس لوٹ جا)۔ آپ کا یہ حکم سن کر پانی اتنا پیچھے ہٹ گیا جتنا تیر پھینکا جاتا ہے وہاں رک گیا۔ اب پانی والی جگہ پر بہت سی مچھلیاں باقی رہ گئیں۔ فقرا نے بقدر ضرورت ان سے پکڑیں۔ پھر دن ڈھلے آپ نے فرمایا: اے پانی! اپنی جگہ واپس آ جا۔ چنانچہ وہ واپس آ گیا۔ پھر آپ نے میری طرف دیکھ کر فرمایا: اے فلاں! یہ تمام چیزیں اور ایسے کام فقرا کے لئے معمولی حیثیت رکھتے ہیں۔ میں نے عرض کیا یا سیدی! میں اللہ تعالیٰ سے گناہوں کی معافی چاہتا ہوں۔

زمین کے دفینے ولی کے علم میں ہوتے ہیں

جناب سراج رحمۃ اللہ علیہ ہی بیان کرتے ہیں کہ ہمیں جو کرامت بطور روایت ملی ہے وہ یہ ہے کہ آپ نے اپنے اصحاب سے ایک مرتبہ فرمایا کہ فلاں جگہ خشکی میں ایک بہت بڑا مٹکا دبا ہوا ہے جو سونے چاندی اور قیمتی اشیاء سے بھرا ہوا ہے۔ ساتھیوں نے عرض کیا:

حضور! آپ اس کی مکمل نشاندہی فرما دیں۔ ہم اسے نکال لاتے ہیں۔ آپ نے نشاندہی کر دی۔ چنانچہ انہوں نے وہاں گڑھا کھودنا شروع کر دیا۔ جب چند گز گہرا کھودا تو مٹکا نظر آ گیا۔ جب اسے باہر نکال کر اس میں سے قیمتی اشیاء نکال کر دیکھیں تو بہت بڑھیا قسم کی چیزیں تھیں تو ان میں سے ہر ایک کے نفس نے دوسرے سے لڑنے کی تمنا کی تاکہ وہ اسے حاصل نہ کر سکے اور میں اس کو لے لوں۔ ادھر شیخ اپنے خاص ساتھیوں کے ہمراہ ان کے قریب ہی کھڑے تھے۔ جب شیخ نے دیکھا کہ وہ ہتھیار تیز کر رہے ہیں اور ایک دوسرے پر حملہ کرنے کی ٹھان رہے ہیں تو آپ ان کے پاس آ گئے۔ یہ وہاں سے پیچھے ہٹ گئے کیونکہ آپ کے رعب اور داب سے ڈرتے تھے اور ان کا نظریہ تھا کہ آپ ان قیمتی اشیاء کو ہم میں تقسیم فرمانے آئے ہیں۔ جب آپ نے ان اشیاء کو دیکھا تو ان پر تھوک ڈالا۔ فوراً وہ اشیاء مٹی ہو گئیں۔ اب وہ بولے یا سیدی! یہ کیا ہے؟ فرمایا: ایسا کرنا ضروری تھا۔

ہم تمہارے نفع کا ارادہ کیا تھا اور تم نے آپس میں لڑنے کا پروگرام بنایا تھا۔ تمہیں نہ میری شرم آئی اور نہ خدا سے شرم آئی۔

باز بن کر دشمن کا سر قلم کر دیا

جناب سراج رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: ہم سے بیان کیا گیا کہ ایک نصرانی نے آپ سے عرض کی یا سیدی! ایک فرنگ نے میرے بھائی کو سرمایہ سمیت قید کر دیا ہے حالانکہ ہم بھی اور وہ بھی نصرانی ہیں لیکن نصرانیوں کی بھی کئی اقسام ہیں۔ یہ سن کر شیخ نے فرمایا، اگر میں تیرے بھائی کو اس کی قید سے چھڑا لاؤں تو تم مسلمان ہو جاؤ گے؟ کہنے لگا:

جی! مسلمان ہو جاؤں گا۔ شیخ چند لمحوں کے لئے گھٹنوں کے بل بیٹھے۔ پھر آپ نے اپنی آستین یا اپنے دامن کے نیچے سے قید کرنے والے کا سر نکالا جس سے خون بہہ رہا تھا۔ کچھ دنوں بعد قید کیا گیا آدمی اپنے سرمایہ سمیت آ گیا اور آ کر بیان کیا کہ فلاں دن ہم بیٹھے ہوئے تھے کہ مجھے قید کرنے والے کے سر پر ایک خوفناک باز آ بیٹھا۔ جس نے اس کا سر کاٹ ڈالا۔ اور وہ باز بولا کہ میں شیخ سلعق ہوں۔ جب دوسرے لوگوں نے یہ معاملہ دیکھا تو انہوں نے مجھے بھی چھوڑ دیا اور میرے دوسرے ساتھیوں کو بھی رہا کر دیا۔ پھر یہ تمام بھائی مسلمان ہو گئے اور ان کے اہل و عیال اور بہت سے لوگ اسے دیکھ کر مشرف باسلام ہو گئے۔

سات سال بعد کے واقعات کی اطلاع

جناب سراج رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: ہمیں بتایا گیا کہ جناب شیخ موصوف کی ایک تسبیح تھی۔ جس کے دو سو دانے تھے۔ آپ نے اپنے ساتھیوں سے اپنے مرنے سے قبل کہا اسے ایک حق کے بارے میں محفوظ کر لو اس کی حفاظت کرنا۔ میرے مرنے کے سات سال بعد فلاں بادشاہ اپنے لشکر سمیت آئے گا۔ اس کے ساتھ اس کے دو سو امیر بھی ہوں گے۔ وہ اس تسبیح کا مطالبہ کرے گا۔ تم اسے کہنا اگر تم اسے لو گے تو تمہارے درمیان قتل و غارت، فساد، قحط وغیرہ واقع ہو جائیں گے اور اگر وہ واپس نہ جائیں اور تسبیح لینے کی ضد کریں تو دے دینا۔ جب شیخ کے انتقال کو سات سال گزر گئے تو وہی بادشاہ آیا انہوں نے اسے تسبیح کے بارے میں سب کچھ بتا دیا۔ وہ کہنے لگا میں اسے ضرور حاصل کروں گا۔ چنانچہ اس نے تسبیح لے لی اور اس کے دانے اپنے امرا میں بانٹ دیئے۔ اس کے بعد کچھ ہی دن گزرے ہوں گے کہ وہ سب کچھ رونما ہونا شروع ہو گیا جس کی شیخ نے پیشگوئی فرمائی تھی لیکن اب ندامت نے کوئی نفع اور فائدہ نہ دیا۔

ولی اللہ سے مذاق کرنے والا

جناب سراج رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں۔ ہمیں بتایا گیا کہ شیخ سلعق رحمۃ اللہ علیہ جب سجادہ پر بیٹھے اور آپ نے پہاڑوں کی منزل طے کر لی اور حال میں متفرد ہو گئے تو ایک شخص آپ کے پاس آیا۔ شیخ نے اسے کہا تم ذرا یاد کرو جب فلاں پہاڑ میں میرے پاس آئے تھے جبکہ میرا حال وارفتگی کا تھا اور تو نے مجھے گندم کی روٹی کھلائی تھی۔ حالانکہ وہ گائے بیل کا گوبر تھا کہنے لگا یاد آ گیا ہے۔ فرمایا تو اللہ تعالیٰ کے ولیوں کا مذاق اڑانے والا ہے؟ اب تیرے ساتھ مجھے کوئی ایسا کام کرنا پڑے گا جس سے تیرے جیسے گستاخ سنور جائیں۔ اور وہ ..... ابھی شیخ نے اپنے کام کی نوعیت بھی بیان نہ فرمائی تھی۔ صرف ''اور وہ'' تک ہی گفتگو کی تو

اس جاہل آدمی کا پیٹ بہت زیادہ پھٹ گیا۔ دراصل یہی کام تھا جو آپ کہنا چاہتے تھے۔

جناب سراج فرماتے ہیں کہ شیخ سلتق رحمۃ اللہ علیہ اکابر اولیائے کرام، اللہ تعالیٰ کے کامل مرد اور طریقت کے سردار تھے۔ آپ کی جانی پہچانی کرامات تھیں اور آپ کی حالت عظیم تھی۔ شیخ محمود رفاعی رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت میں رہے اور شیخ محمود رحمۃ اللہ علیہ نے شیخ شمس الدین مستعجل سے کسب فیض کیا۔ شیخ سلتق ایک چھوٹے سے قصبے میں رہتے تھے جس کا نام صحی تھا جو قطجا قیہ میں تھا۔ آپ سے فقراء نے اس قصبہ میں پانی ظاہر ہونے کا سوال کیا تو آپ نے اپنا ہاتھ ایک چٹان پر مارا تو اسی وقت پانی کا چشمہ پھوٹ کر بہنے لگا۔ شیخ موصوف کی قبر صحی گاؤں سے تین گھنٹے کی مسافت پر ہے۔ ۶۹۷ھ میں فوت ہوئے۔

حضرت سلمان بن طرخان قیسی بصری تابعی رضی اللہ عنہ

ولی پر اٹھنے والا ہاتھ سوکھ گیا

آپ کی ایک کرامت یہ بیان کی گئی ہے کہ آپ کے اور کسی دوسرے شخص کے درمیان کسی چیز کے بارے میں تنازع تھا تو اس نے آپ کے پیٹ پر گھونسا مارنا چاہا یا مار دیا تو اس کا ہاتھ ہی سوکھ گیا۔ بقول علامہ مناوی آپ کا ۱۴۳ھ میں انتقال ہوا۔

حضرت سلمان حانوتی رحمۃ اللہ علیہ

آپ مصر کے رہنے والے تھے۔ صالح، متقی، زاہد اور عابد تھے۔ تقریباً سینتیس (۳۷) برس تک زمین پر پہلو نہ رکھا (یعنی لیٹے نہیں) جیسا کہ آپ نے خود تحدیث نعمت کے طور پر اس کا ذکر فرمایا۔

آئندہ پیش آنے والے واقعات ایک ایک کر کے بتائے

امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ شیخ موصوف رحمۃ اللہ علیہ رات کے میرے تمام واقعات مجھے ایک ایک کر کے بتایا کرتے تھے۔ میں یوں محسوس کرتا کہ آپ ساری رات میرے ساتھ ہی رہے ہیں۔ نو سو سے کچھ اوپر ہجری میں انتقال فرمایا۔

حضرت ابو الربیع سلیمان زبادی مصری رحمۃ اللہ علیہ

ولی کے جسم سے خوشبو آتی

آپ کی کرامات میں سے ایک یہ تھی جسے امام سخاوی نے بیان کیا کہ جب آپ کا لوگوں سے گزر ہوتا تو آپ سے زباد کی خوشبو محسوس کرتے (زباد ایک خوشبو ہے جو بلی کی طرح کے ایک جانور سے نکلتی ہے) لوگوں نے آپ سے کہا کہ ہم آپ سے زباد کی خوشبو سونگھتے ہیں فرمایا مجھے پسند ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے مجھ سے اس کو ظاہر کر دیا ہے۔

حضرت سلیمان ابو الربیع حالقی رحمۃ اللہ علیہ

ولی را ولی می شناسد

آپ نے اپنے داماد کو فرمایا، جن کو عینان کہا جاتا ہے، مقطم پہاڑ کی طرف جاؤ کہ تمہیں وہاں ایک مرد ملے گا جس پر

پریشانی کے آثار ہوں گے تو اسے یہ جبہ دے دینا اور کہنا کہ ابوالربیع نے تمہیں سلام دیا ہے۔ جب آپ کا داماد وہاں پہنچا تو شخص مذکور نے پوچھا، وہ جبہ کہاں ہے جو تم لے کر آئے ہو؟ کہتے ہیں: میں نے کہا یہ ہے میرے آقا! آپ نے جبہ پکڑا اور پہن لیا۔ اور اسے فرمایا: شیخ کو میری طرف سے سلام دے دینا وہ شیخ کے پاس واپس آ گیا۔ اور سارا ماجرا سنایا تو شیخ موصوف نے فرمایا تمہیں مبارک ہو کہ تمہاری نظر کبھی بھی معصیت پر نہیں پڑے گی اور یہ بھی بتا دیا کہ وہ شخص زمین میں غوث ہے۔

سینہ پھاڑ کر دل نکالا اور اس میں علم ڈال دیا

خود اپنا واقعہ بیان فرماتے ہیں کہ ایک رات میں نے اپنے احوال میں سے ایک حال میں خود کو گم پایا۔ جس کی طرف میرا سر مشغول ہو گیا۔ پھر میں نے ایک رات ہدہد دیکھا۔ میرے سامنے بیٹھا مجھ سے گفتگو کر رہا ہے میں اس کو نہ سمجھ سکا۔ پھر اڑ گیا اور میرے بائیں کندھے پر آ بیٹھا اور مجھ سے پھر باتیں کیں۔ میں وہ بھی نہ سمجھ سکا پھر اڑا اور میرے دائیں کندھے پر بیٹھ گیا اور اس نے اپنی چونچ میرے منہ میں رکھی اور مجھے چوگا دینے لگا تو میں نے پھونک ماری۔ پھر میں نے اپنے سینہ میں کھسر پھسر سنی۔ اس سے مجھے خیال آیا اور مجھے معلوم ہو گیا کہ ہدہد مجھ سے کوئی کام چاہتا ہے۔ پھر میرے سامنے دو شخص نمودار ہوئے ان میں سے ایک آگے بڑھا اور میرا سینہ پھاڑا۔ میرا دل نکالا اور اسے ایک تھال میں رکھا میں نے ان میں سے ایک کو دوسرے سے یہ کہتے سنا: ''شجرۃ العلم'' کی حفاظت کر۔ پھر اس نے دل کو دھو کر دائیں جانب رکھ دیا۔ پھر دل کے شق کو سی دیا۔ میں نے اس وقت اپنے جسم سے کوئی چیز نکلتے ہوئے نہ دیکھی۔ میں نے ہوش سنبھالا تو ایک آواز سنائی دی: ''سَلْ یَا سُلَیْمَان'' اے سلیمان! مانگ لے جو کچھ مانگتا ہے۔

میں نے کہا ''اَسْأَلُ رِضَاکَ رِضَاکَ'' (میں تیری رضا تیری رضا کا سائل ہوں)۔ جواب آیا۔ میں راضی ہوں میں راضی ہوں۔ پس اس دن سے مجھ پر فہم قرآن اور رویت قلبی کے دروازے کھول دیئے گئے لہٰذا اپنے دل سے دیکھتا ہوں اور اپنی دائیں جانب سے قرآن پڑھنے کی آواز سنتا ہوں۔

ولی اللہ سے پرندے کا باتیں کرنا

شیخ سلیمان مذکور فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ سیاحت میں اکیلا تھا تو اللہ تعالیٰ نے ایک پرندے کی میرے ساتھ ڈیوٹی لگا دی۔ جب رات پڑتی تو وہ میرے قریب آ کر بیٹھ جاتا۔ رات بھر مجھ سے قصے بیان کرتا رہتا۔ میں رات اس سے یہ الفاظ بھی سنتا تھا: ''یا قدوس یا قدوس'' جب صبح ہوتی تو وہ اپنے پر پھڑ پھڑاتا اور کہتا: سبحان الرزاق۔ یہ امام یافعی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان فرمایا ہے۔

حضرت سلیم بن عبد الرحمٰن عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ

قاہری اور ازہری آپ کی نسبت ہے۔ عرفان کثیر کے مالک اور شان عظیم کے حامل تھے۔ سلطان اشرف آپ کو ایک پہلو میں بٹھاتا اور آپ کا کلام غور سے سنا کرتا تھا۔

موت کی خبر پھیلا دی

آپ کی کرامت میں سے ایک یہ تھی کہ آپ ایک مرتبہ رواق الریافہ سے جامع مسجد کے صحن میں چل پڑے۔ لوگوں کی بہت بھیڑ تھی۔ آپ نماز جمعہ ادا کرنے چلے تھے ہاتھ میں عصا تھا اور اسے زمین پر مارتے جاتے اور کہتے جاتے تھے "نصرانیہ کے بیٹے کی نماز جنازہ پڑھو" آپ نے بار بار یہ الفاظ کہے اور "نصرانیہ کے بیٹے" سے آپ کی مراد سعد الدین بن کاتب الحکم تھی۔ اسی ہفتہ یہ بیمار ہو کر فوت ہو گیا۔ شیخ موصوف نے ۸۴۰ھ میں مصر میں انتقال فرمایا اور جامع طاشتمر کے پیچھے صحرا میں دفن کئے گئے۔ بقول مناوی رحمۃ اللہ علیہ آپ کی قبر زیارت گاہ عام و خاص ہے۔

حضرت شیخ سلیم مسوتی دمشقی حنفی خلوتی رحمۃ اللہ علیہ

آپ میرے (علامہ نبہانی) شیخ، استاد اور میری برکت تھے اور بلاشک و ریب آپ ولی اللہ تھے۔ عالم، علامہ اور عارف باللہ تھے۔ آپ صاحب کرامات و اسرار و انوار تھے۔ میں آپ کے بارے میں مختلف حضرات سے باتیں سنتا رہتا تھا لیکن ۱۳۲۳ھ ربیع الثانی کی انتیس (۲۹) تاریخ تک آپ سے ملاقات کا اتفاق نہ ہو سکا۔ دریں اثنا بیروت میں اپنے گھر بیٹھا ہوا تھا اور مذکورہ تاریخ دوپہر کا وقت تھا دن ہفتہ تھا کہ اچانک شیخ موصوف مجھ غریب سے ملنے تشریف لائے۔ اس وقت آپ کے ساتھ ایک اور آدمی بھی تھا میں نے آپ کے چہرہ پرنور دیکھا اور ولایت و صلاح کی علامات دیکھیں۔ یہ سب اللہ تعالیٰ کے اس فضل و کرم اور عطا کی بدولت ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے مومن کے دل میں فراست رکھی ہوئی ہے تو میں نے بھی فراست سے جان لیا کہ آپ عامل علماء میں سے بہترین اور عارف اولیائے کرام میں سے بزرگ شخصیت ہیں۔ میں نے آپ کے مبارک ہاتھوں کا کئی مرتبہ بوسہ لیا اور آپ سے اجازت طلب کی۔ پس آپ نے مجھے ہر اس طریقت و شریعت کی بات کی اجازت عطا فرمادی جن کے آپ حامل و وارث تھے اور جو بھی آپ نے اپنے مشائخ کرام سے معقول و منقول حاصل کیا اس کی بھی اجازت دے دی اور جو اسرار و انوار آپ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بلا واسطہ حاصل فرمائے، ان کی بھی اجازت عطا فرمادی۔ آپ نے ان امور کی ایک ہی مرتبہ نہیں بلکہ بار بار اجازت مرحمت فرمائی اور آپ نے مجھے اس کی بھی اجازت دی کہ میں سورہ یٰس کو ہر دنیوی اور اخروی بھلائی کے لئے جس کا ارادہ کروں پڑھا کروں اور دنیا و آخرت کے شر کو دور کرنے کے لئے اس کی قرأت کیا کروں۔ آپ نے مجھے بتایا کہ انہیں اس سورت کے ذریعہ تصرف کا معاملہ عطا کر دیا گیا ہے اور یہ کہ آپ اسے اپنے ہر ارادہ کے حصول کے لئے پڑھتے ہیں اور وہ حاصل ہو جاتا ہے اور بیماریوں سے شفا کے لئے بھی اس کی قرأت تیر بہدف ہے۔ ہاں اگر مریض ایسا ہے کہ اس کی موت آ پہنچی ہے تو موت تو نہیں ٹل سکتی۔ لیکن اس کی تلاوت سے اس کی موت کی سختی دور ہو جاتی ہے۔

سورہ یٰس کی تلاوت سے قریب الموت کا فائدہ

فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ مجھے دمشق بلایا گیا کیونکہ وہاں میرا ایک بیمار رہتا تھا اور اس کے گھر والے اس کی زندگی سے ہاتھ دھو

بیٹھے تھے چنانچہ میں وہاں گیا۔ اس وقت اس پر نزع کی سی کیفیت طاری تھی۔ سانس اکھڑا ہوا تھا اور ظاہری دیکھنے میں زندگی کی امید ختم ہو چکی تھی۔ میں نے سورۂ یٰس کی تلاوت کی جب مکمل کر چکا تو مجھے غیبوبت حاصل ہوئی۔ یعنی اپنے آپ سے بے خبر ہو کر کہیں اور چلے جانا۔ میں خود اپنے آپ سے غائب ہو گیا تو میں نے اس کیفیت میں تین اقطاب دیکھے۔ سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی، سیدنا شیخ احمد رفاعی اور سیدنا احمد بدوی رحمۃ اللہ علیہم۔ پھر میں اپنے آپ میں آ گیا۔ بیٹے کو دیکھا تو اس کی بیماری کا نام و نشان تک نہ تھا اور وہ سب کیفیت جس میں وہ مبتلا تھا، یکدم کافور ہو گئی۔ والحمد للہ رب العالمین

پریشانیوں کو دور کرنے والا وظیفہ

آپ نے مجھے پریشانیوں کو دور کرنے اور حاجات کی بر آری کے لئے یہ دعا پڑھنے کی اجازت عطا فرمائی۔

اَللّٰهُمَّ يَا مَنْ لَطَفْتَ بِخَلْقِ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضِ وَ لَطَفْتَ بِالْاَجِنَّةِ فِي بُطُوْنِ اُمَّهَاتِهَا اُلْطُفْ بِيْ فِيْ قَضَائِكَ وَقَدَرِكَ لُطْفًا يَلِيْقُ بِكَرَمِكَ وَبِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ آمِيْنَ يَا لَطِيْفُ يَا لَطِيْفُ

یہ اسم باری تعالیٰ (یا لطیف) ایک ہزار مرتبہ پڑھا جائے۔ (اللہ تعالیٰ اس دعا کی برکت سے جملہ مشکلات دور فرما دے گا۔)

آپ نے اپنے دست اقدس سے میری کتاب ''ہادی المرید الی طرف الاسانید'' کی پشت پر تحریر فرمایا کہ اس کتاب میں مذکور روایات کی مجھے بھی اجازت دو۔ میری یہ کتاب وہ ہے جس میں میں نے اپنی مرویات محفوظ کی تھیں آپ کا طلب اجازت فرمانا از روئے تواضع اور انکساری تھا۔ میں نے انکار کر دیا۔ آپ نے مجھ سے باصرار اجازت مانگی تو میں نے تعمیل حکم کے پیش نظر اور خیر و برکت کے حصول کو سامنے رکھتے ہوئے اجازت دے دی۔ آپ نے ہی مجھے بتایا کہ ۱۲۴۸ھ میں دمشق میں میری ولادت ہوئی تھی اور آپ نے علوم عقلیہ اور نقلیہ اپنے دور کے مشہور ائمہ حضرات سے حاصل کئے۔ جن میں سے چند حضرات کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔

الشیخ عبدالغنی میدانی حنفی شاگرد رشید جناب سید محمد عابدین رحمۃ اللہ علیہ۔ شیخ عبداللہ حلبی جنہوں نے اپنے والد گرامی شیخ سعید حلبی رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھا تھا اور جو ابن عابدین مذکور کے شیخ تھے۔ شیخ سلیم عطار، شیخ الحجاز وغیرہم۔ طریقہ خلوتیہ آپ نے شیخ سعدی خلوتی رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کیا تھا اور طریقہ شاذلیہ شیخ ابوالمحاسن القاوقجی طرابلسی رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کیا اور آپ نے ہی مجھے بتایا کہ شیخ قاوقجی بہت بڑے ولی اور صاحب کشف تھے۔

مصنف فرماتے ہیں کہ جو مجھے معلوم ہوا وہ یہ کہ میرے شیخ سلیم مسوتی ولایت، عرفان اور کثرت اسرار و انوار کے اعتبار سے اپنے تمام مشائخ میں زیادہ قدر و منزلت والے تھے۔ آپ علوم عقلیہ و نقلیہ کے اکابر علماء میں سے تھے اور علوم حقیقت و معارف ربانیہ میں اولیاء کرام کے سردار تھے۔ آپ نے ہی مجھے بتایا اور سچ بتایا کہ ان کے علمی اسباق و درس میں فرشتے اور جنات کی جماعتیں حاضر ہوتی تھیں۔ انسانوں کا تو اندازہ ہی نہ تھا۔

آپ نے بخاری شریف وغیرہ کی تدریس کی ابتدا ۱۲۶۵ھ میں کی۔ اس وقت آپ کی عمر سترہ برس تھی اور آپ اس وقت

سے تادم تحریر تدریس کے فرائض سرانجام دے رہے ہیں۔ آپ کا ذریعہ معاش بھی کوئی معین و معلوم نہیں اور اس کے ساتھ ساتھ آپ نے چار شادیاں کر رکھی ہیں اور چار بیویوں کو نان ونفقہ بدستور دے رہے ہیں اور ہر ایک بیوی اپنے بچوں کے ساتھ علیحدہ مکان میں رہائش پذیر ہے۔ آپ کے پوتے نواسے بکثرت ہیں اور آپ کے گھر کے افراد تقریباً ستر ہیں جن کی خوراک و پوشاک کا اہتمام آپ فرماتے ہیں۔ حالانکہ نہ آپ کی جائیداد اور نہ زمین کچھ بھی ذریعہ آمدنی نہیں۔ اور بلاشک یہ بہت بڑی کرامت ہے اور خارق عادت بات ہے۔ ادھر آپ کی بیویاں حق زوجیت سے بھی خوش ہیں حالانکہ آپ کی اس وقت عمر پچھتر (۷۵) سال کی ہے۔

انہوں نے مجھے اس بارے میں بتلایا کہ یہ آپ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وراثت سے ملا ہے۔ حدیث پاک میں وارد ہے۔ ''تمہاری دنیا سے مجھے عورت اور خوشبو محبوب ہیں اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے'' اور آپ نے مجھے بتایا کہ میری عظیم مدد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ہے اور مخصوص مدد سیدنا نوح علیہ السلام اور سیدنا یحییٰ علیہ السلام کی طرف سے بھی ہے اور آپ نے مجھے یہ بھی بتایا کہ میں نے دنیا اور آخرت میں بہت زہد اختیار کیا۔ ایسا کہ ان دونوں کی کسی چیز سے مجھے کوئی سروکار نہیں اور نہ ہی مجھے اپنے اعمال واحوال پر بھروسہ ہے۔ آپ نے میرے لئے اور میری اولاد کے لئے صالح دعائیں کیں۔ مجھے امید ہے کہ ان دعاؤں کی برکات مجھے اور میری اولاد کو دنیا و آخرت میں ضرور حاصل ہوں گی اور مجھے خوشخبری دی کہ میری تمام تصانیف و تالیفات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں مقبول ہیں اور آپ اللہ تعالیٰ کی طرف عظیم واسطہ ہیں۔ اور کسی کو بھی دنیا و آخرت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطہ کے بغیر خیر و بھلائی ہرگز حاصل نہیں ہو سکتی اور مجھے جو سب بھلائی حاصل ہوئی اور تالیفات میں جو برکت ہوئی، وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی میرے لئے خاص مدد ہے۔

خواب اور اس کی تعبیر

میں نے ربیع الثانی کی اٹھائیسویں رات کو جو جمعہ کی رات تھی میں نے سحری کے وقت ایک خواب دیکھا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ کوئی شیخ ہیں جو مجھے میری مرضی اور اختیار سے ذبح کرنا چاہتے ہیں۔ ان کے ہاتھ میں چھری ہے جسے انہوں نے بہت تیز کیا اور وہ چھری خود بھی بڑی عمدہ، نئی اور کافی چوڑی ہے۔ اسے بار بار تیز کرنے کے بعد صرف مجھے ذبح کرنا باقی رہ گیا تھا تو میں نیند سے اٹھ بیٹھا۔ مجھے خوف لگا کہ یہ خواب کہیں شیطان کی طرف سے نہ ہو۔ میں دائیں پہلو پر سویا ہوا تھا پھر میں نے بائیں کروٹ بدلی اور اللہ تعالیٰ کی شیطان مردود سے پناہ طلب کی اور اللہ تعالیٰ سے سوال کیا کہ مجھ سے اس خواب کا شر دور فرما دے۔ صبح ہونے کے بعد میں سیدی شیخ عبدالغنی نابلسی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس اس خواب کی تعبیر دریافت کرنے حاضر ہوا تو مجھے اس میں بھلائی معلوم ہوئی لیکن اس کے باوجود میرے دل میں اس خواب سے متعلق کچھ خدشہ تھا پھر میں جب سیدی شیخ سلیم مسوتی مذکور سے ملا۔ آپ اپنے مدرسہ سے میری طرف تشریف لائے۔ آپ مجھے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے قبولیت کی بشارتیں دینے لگے اور میں خود اپنے نفس کے بارے میں خوب جانتا ہوں کہ باطن کے اعتبار سے اس کا حال بہت ضعیف ہے۔ میرے اور عام مسلمانوں کے درمیان اسرار باطنیہ کے اعتبار سے کوئی فرق نہیں ہے۔ میں یہ از روئے تواضع

نہیں کہہ رہا بلکہ یہ میری حقیقت حال ہے اور اللہ تعالیٰ میرے قول پر نگہبان ہے۔ اس کے باوجود مجھے شیخ موصوف کی بشارتوں نے بہت خوش کیا اور سرور عظیم حاصل ہوا اور جب میں نے شیخ موصوف کو یہ خواب سنایا تو مجھے فرمانے لگے۔ میں ہی وہ شیخ ہوں جسے تم نے خواب میں دیکھا تھا۔ میرا ارادہ تھا کہ تیرے نفس کو ذبح کر دوں تاکہ تو اللہ تعالیٰ کے لئے خاص ہو جائے اور دنیا و آخرت میں تیرے لئے کوئی علاقہ باقی نہ رہے۔ آپ کے اس ارشاد عالی سے مجھے عظیم مسرت حاصل ہوئی۔ الحمد للہ رب العالمین اس کے بعد میں آپ سے دو مرتبہ پھر ملا اور وہ بھی اپنے گھر میں ملاقات ہوئی اور ایک مہینہ سے متواتر شیخ کی زیارت ایک تاجر کے ہاں کرنے کا شرف حاصل ہے۔ جس کا نام مصطفیٰ آنند حلبی ہے۔ آپ اس تاجر کے ہاں بطور مہمان قیام پذیر تھے۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور تمام مسلمانوں کو شیخ موصوف کی برکات سے مستفیض و مستفید فرمائے۔ دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی نفع بخشے۔

حضرت سمنون بن حمزہ خواص رحمۃ اللہ علیہ

آپ اکابر صوفیائے کرام اور امام العارفین میں سے تھے۔ بصرہ کی طرف نسبت تھی اور بغداد میں سکونت پذیر تھے۔ حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ سے کسب فیض کیا۔ آپ نہایت عظیم الشان شخصیت تھے۔

محبت کی گفتگو سے قندیلیں وجد میں آ گئیں

آپ کی ایک کرامت جسے ''فواتح الجمال'' میں ذکر کیا گیا۔ وہ یہ ہے کہ آپ جب محبت میں گفتگو فرماتے تو شونیزیہ کی قندیلیں شمال و جنوب کی طرف آتی جاتیں۔ اور الروض میں لکھا ہے کہ آپ جب محبت میں گفتگو فرماتے تو مسجد کی تمام قندیلیں وجد میں آ کر ٹوٹ جاتیں۔ آپ سے کہا گیا محبت میں گفتگو فرمائیے۔ تو فرمایا: روئے زمین پر مجھے کوئی نظر نہیں آتا جو اس کلام کا متحمل اور اہل ہو۔ آپ کے سامنے ایک پرندہ آ بیٹھا۔ فرمایا: اگر چہ یہ بھی سنے گا تو برداشت نہ کر سکے گا۔ آپ نے محبت میں گفتگو کرنا شروع کر دیا۔ اور پرندہ نے اپنی چونچ زمین پر مارنی شروع کر دی حتیٰ کہ اس سے خون بہہ نکلا وہ پھڑکا اور مر گیا۔ شیخ موصوف نے بقول مناوی ۲۹۸ھ میں نیشاپور انتقال کیا۔

حضرت شیخ سنان رومی رحمۃ اللہ علیہ، ان کا ذکر ان کے اسم گرامی حسن کے ساتھ ہو چکا ہے۔

حضرت سنبل سنان رومی رحمۃ اللہ علیہ

آپ قسطنطنیہ میں مدفون ہیں۔ اکابر اولیائے عارفین اور صاحب حال بزرگ تھے۔ آپ سے بہت سی کرامات واقع ہوئیں۔

سماع کے وقت گنبد کا ہوا میں بلند ہو جانا

جناب محبی فرماتے ہیں: ''ذیل الشقائق'' میں ابن نوعی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے اور بہت ہی ان کی تعریف لکھی ہے۔ ان کا ایک رسالہ ہے جس میں مذکور ہے کہ ان کے والد نے اپنے والد شیخ اجل یعقوب سے حکایت کرتے ہیں کہ شیخ اجل سنبل سنان

رحمۃ اللہ علیہ قوالی سنا کرتے تھے اور آپ جب محفل سماع میں شرکت کے لئے جامع مسجد میں تشریف لاتے تو جامع مسجد کا گنبد ہوا میں بلند ہو جاتا۔ حتیٰ کہ فرشتوں کا آنا جانا دیکھا جا سکتا تھا۔

میرا جنازہ تم ہی پڑھاؤ گے

آپ کے مناقب میں سے ایک منقبت یہ بھی مروی ہے کہ آپ کے اور مولی ابو السعود عمادی صاحب التفسیر کے مابین ایک مسئلہ میں اختلاف ہو گیا۔ جس کی وجہ سے مولی ابو السعود ان سے سخت ناراض ہو گئے اور قسم اٹھالی کہ اگر مجھ سے پہلے شیخ سنبل کا انتقال ہو گیا، تو میں ان کی نماز جنازہ میں حاضر نہیں ہوں گا۔ جب شیخ سنبل نے یہ سنا تو انہیں فرمایا: ذرا اپنے آپ پر نرمی کرو۔ میری نماز جنازہ تمہارے بغیر کوئی اور امام نہیں پڑھائے گا اور دیکھو! تمہیں اس سے بھاگنے کا کوئی راستہ بھی نہیں ملے گا۔ پھر اتفاق سے جس دن شیخ سنبل کا انتقال ہوا اسی دن سلطان سلیمان کی بیٹی بھی فوت ہو گئی۔ اس کی میت جامع مسجد لائی گئی اور ابو السعود کو بلایا گیا کہ ان دو میتوں کی نماز جنازہ پڑھاؤ۔ آپ کو شیخ کے انتقال کی خبر نہ تھی آپ دونوں کی اکٹھی نماز جنازہ پڑھانے کے لئے آگے بڑھے۔ جب نماز جنازہ ادا کر چکے تو لوگوں سے پوچھا کہ دوسرا جنازہ کس کا ہے؟ آپ کو بتایا گیا کہ یہ شیخ سنبل سنان ہیں اور اس پر آپ نے اپنی قسم کا کفارہ ادا کر دیا۔

حضرت ابو محمد سود بن کمیت رحمۃ اللہ علیہ

آپ مشائخ کبار میں سے تھے اور صاحب کشف و کرامات تھے۔

آپ کے حالات تبدیل ہونے کا سبب

آپ سے ہی مروی ہے کہ میں ایک رات کے آخری حصہ میں ایک رات باہر نکلا جبکہ میں ایک بچہ ہی تھا نکلا اس لئے کہ اپنی والدہ گرامی کے لئے کنوئیں سے پانی کا گھڑا بھر لاؤں۔ اس دوران کہ میں کنوئیں سے پانی کھینچ رہا تھا۔ اچانک تین آدمی آ گئے۔ ان میں سے دو میرے قریب آ گئے۔ ان میں سے ایک نے دوسرے کو زمین پر دے مارا جسے زمین پر گرایا گیا اس نے کہا۔

آہ آہ! مجھے پانی پلاؤ۔ اس دوسرے نے اسے پانی پلانے سے انکار کر دیا۔ اس پر میں نے اسے کہا اے آدمی! اسے پانی پلا دو۔ اس نے مجھے جواب دیا میں اسے پانی نہیں پلاؤں گا۔ میں نے پھر زمین پر گرے شخص سے کہا تم کون ہو؟ وہ بولا: میں ابو جعفر ریکی ہوں۔ میں نے اسے کہا کیا ریکی کو مرے کئی سال نہیں ہو گئے؟ وہ بولا ہاں ہاں میں ہی وہ ہوں۔ میں اپنی قوم پر والی مقرر ہوا تھا اور میں تھا نافرمان گنہگار۔ جب میں مر گیا تو اللہ تعالیٰ نے مجھ پر دو فرشتے مقرر کر دیئے ہیں جو مجھے مشرق و مغرب اور مغرب سے مشرق کی طرف دھکیلتے ہیں۔ مجھ پر پیاس نے غلبہ کیا لیکن وہ مجھے پانی نہیں پلاتے۔ شیخ سعود فرماتے ہیں یہ سن کر مجھ پر کچھ دیر کے لئے غشی طاری ہو گئی۔ جب مجھ پر افاقہ ہوا تو میں نے ان کے نشانات تلاش کئے تو مجھے صرف اس ایک کے نشانات ملے جسے زمین پر گرایا گیا تھا۔

شیخ کا دنیا کو ترک کر دینے کا یہ سبب بنا تھا اور ان کا اس طرف مشغول ہونا جس سے انہیں علم و عمل کا نفع ہوا اس کی وجہ بھی یہی واقعہ بنا۔ حتیٰ کہ پھر جو ہوا وہ ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ پر بہت فتوحات کا دروازہ کھولا۔ آپ ایک بستی میں رہتے تھے جسے فاشق کہا جاتا ہے کیونکہ یہاں ایک بڑا پتھر آپ کے لئے پھٹ گیا تھا۔ یہ آپ کی کرامت تھی۔ آپ کے اس گاؤں میں بہت سے ساتھی اور ایک مسجد بھی تھی۔ دنیا (یعنی کھانے پینے کا سامان) آپ کے پاس بغیر قصد آتی تھی۔ آپ اس سے کنارہ کش رہتے اور اس کی پرواتک نہ کرتے۔ آپ جب بھی کچھ کھاتے تو اپنے اصحاب کے ساتھ کھاتے اور کھانا سونا مسجد میں ہوتا۔ آپ کے قبضہ وملک میں تقریباً دس ہزار مربع زمین تھی۔ جس سے ہر سال اندازاً ستر (۷۰) ایندھن کے گٹھے حاصل ہوتے جو کھیتی باڑی کے اناج سے حاصل ہوتے۔ آپ اس زمین کی تمام پیداوار کو صدقہ کر دیتے اور فی سبیل اللہ خرچ کر دیتے۔ نیکی کے کاموں میں اسے خرچ کرتے۔ خود اپنے لئے کچھ بھی بچا کر نہ رکھتے۔ یہ زمین دیوان کی مساحت وغیرہ سے باہر تھی اور زمین آج کل آپ کے ورثا کے پاس ہے۔ اس زمین میں جب بھی کسی والی نے تغیر و تبدل کرنے کا ارادہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے اسے اس سے باز رہنے کا انتظام کر دیا۔

بعض امراء اور والیوں نے جب اس کی پیائش لینے کا ارادہ کیا تو شیر ان پر لپکا اور انہیں وہاں سے بھاگنے پر مجبور کر دیا۔ ایک مرتبہ ایسے ہی والیوں پر بہت بڑے سانپ نے حملہ کر دیا۔ جس سے وہ بھاگ اٹھے۔ شیخ موصوف کی اولاد وہاں صاحب جلال اور محترم ہیں۔ بنوسود کے نام سے معروف و مشہور تھے۔ بقول شرجی شیخ نے ۴۳۶ھ میں انتقال فرمایا۔ ان حضرات میں سے فقیہ حسین سودی اور فقہا بنوجربہ کا تذکرہ ہو چکا ہے۔

حضرت سوندک رحمۃ اللہ علیہ

مشائخ روم میں سے ایک مشہور اللہ تعالیٰ کے عارف ہوئے۔ آپ کو تونجی دہ دہ کہا جاتا تھا۔

ذکر میں وجد کی مخالفت کرنے والا خود وجد میں آ گیا

بیان کیا گیا ہے کہ شیخ موصوف مفتی روم شیخ مولا حمید الدین بن افضل الدین کے ہاں قیام پذیر تھے۔ ایک دن قسطنطنیہ کے قاضی مولی کرماستی ان کے ہاں تشریف لائے۔ ان (مولی کرماستی) سے اس دور کے بنے بنائے صوفیوں نے شکایت کی کہ یہ لوگ (شیخ سوندک اور ان کے ساتھی) ذکر کے وقت رقص کرتے ہیں۔ اور چیختے چلاتے ہیں اور یہ بات شرع شریعت کے مخالف ہے اس پر مولا حمید الدین (مفتی روم) نے کرماستی (مفتی قسطنطنیہ) سے کہا کہ ان لوگوں کا سردار یہ شخص ہے۔ یعنی اس نے شیخ سوندک کی طرف اشارہ کیا اور کہا کہ اگر آپ اسے ٹھیک کر دیں گے تو سارے ٹھیک ہو جائیں گے۔

پھر مولی کرماستی اٹھے اور ان کے ساتھ شیخ سوندک اپنے گھر کی طرف چل پڑے وہاں پہنچ کر شیخ نے اپنے مریدوں کو حاضر ہونے کا حکم دیا اور ان کے لئے کھانے کا اہتمام بھی کیا چنانچہ سب کو کھانا کھلایا۔ پھر ان سے کہا بیٹھو اور بڑے ادب و وقار اور سکون سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو۔ سب نے کہا ہم ایسے ہی کرتے ہیں۔ جب وہ ذکر الٰہی میں مصروف ہوئے تو شیخ نے مولی

کرماستی کے کان میں زور سے چیخ ماری۔ حتیٰ کہ کھڑے ہو گئے۔ ان کی پگڑی ان کے سر سے گر پڑی اور کندھوں سے چادر بھی گر پڑی اور چیخنے چلانے شروع ہو گئے۔ حتیٰ کہ دن کا تہائی حصہ گزر گیا۔ پھر جب ان کی پریشانی اور اضطراب ختم ہوا تو شیخ نے ان سے پوچھا:

اے مولیٰ! کس وجہ سے آپ تڑپ رہے تھے اور آپ کیوں پریشان ہو گئے تھے؟ آپ نے ہی تو کہا تھا کہ ایسا کرنا درست نہیں۔ اس کے جواب میں مولیٰ کرماستی نے کہا: میں اللہ تعالیٰ سے اس انکار اور نادرست کہنے پر توبہ کرتا ہوں اور آئندہ کے لئے ایسی بات اس بارے میں نہ کہوں گا۔ شیخ سوندک رحمۃ اللہ علیہ نے قسطنطنیہ میں انتقال فرمایا۔ یہ دسویں صدی کے ابتدائی سالوں کی بات ہے۔ یہ نجم غزی نے بیان کیا۔

حضرت سوید سنجاری رحمۃ اللہ علیہ

اولیائے کرام کے گستاخ کی زبان کلمہ شہادت نہ ادا کر سکی

جناب سراج رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ سنجار کے جانے پہچانے یعنی مشہور و معروف لوگوں میں سے ایک مریض مرنے کے قریب پہنچ گیا۔ جس کی زبان صرف کلمہ شہادت ادا کرنے سے رک گئی تھی۔ باقی باتیں کر لیتا تھا۔ جب اس سے اس کی وجہ پوچھی گئی تو کہنے لگا مجھے کلمہ شہادت کہنے کی اجازت نہیں دی جاتی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ حضرت سلف صالحین کے متعلق برے خیالات کا اظہار کرتا تھا اور ان کی شان پر ناروا حملے کرتا تھا لوگوں پر اس کی حالت گراں گزری چنانچہ کچھ لوگ جناب شیخ سوید سنجاری رحمۃ اللہ علیہ کے پاس حاضر ہوئے۔ آپ ان کے ساتھ اس مریض کے پاس تشریف لائے اور آ کر بیٹھ گئے اور کافی دیر گردن جھکائے بیٹھے رہے۔ پھر آپ نے اسے کلمہ شہادت پڑھنے کا کہا۔ اس نے کلمہ شہادت پڑھا اور آپ نے بار بار پڑھوایا۔

اس کے بعد آپ نے فرمایا: چونکہ یہ شخص پہلے بزرگوں پر ناروا حملے کیا کرتا تھا اور ان کی گستاخی کا مرتکب تھا اس لئے بطور سزا اس کو کلمہ شہادت سے روک دیا گیا تھا۔ میں نے اس کی سفارش کی تو مجھے کہا گیا آپ کی اس کے بارے میں سفارش اس وقت قبول کی جائے گی جب گزرے ہوئے اولیائے کرام راضی ہو جائیں گے۔

اس کے بعد میں ان حضرات کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور حضرت معروف کرخی، سری سقطی، جنید بغدادی اور شیخ شبلی رحمۃ اللہ علیہم سے میں نے درخواست کی کہ اس کا گناہ مجھے دے دیا جائے اور اسے معافی دی جائے۔ چنانچہ انہوں نے مہربانی فرمائی اور راضی ہو گئے۔ اس کے بعد اس مریض کی زبان نے کلمہ شہادت پڑھا۔ جب اس مریض سے اس بارے میں پوچھا گیا تو کہنے لگا میں جب بھی کلمہ شہادت پڑھنے کا ارادہ کرتا تو ایک سیاہ چیز کود کر میری زبان کو گرفت میں لے لیتی۔ اور کہتی میں ہوں وہ ناروا حملہ اور نازیبا الفاظ جو تو حضرات اولیائے کرام کے بارے میں کہا کرتا تھا پھر ایک نور چمکتا ہوا آیا تو اس نے اس سیاہ چیز کو دور پھینک دیا اور نور کہنے لگا میں اولیائے کرام کی رضامندی ہوں جو تم سے راضی ہوئے اور دیکھو کہ میں اب آسمان اور زمین کے درمیان نور کے گھوڑے دیکھ رہا ہوں جنہوں نے تمام فضا کو بھر دیا ہے اور ان پر سوار بھی نوری ہیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی

ہیبت سے اپنے اپنے سر جھکائے ہوئے ہیں اور پڑھ رہے ہیں: سبوح قدوس رب الملائکة و الروح پھر وہ کلمہ شہادت پڑھتے پڑھتے فوت ہو گیا۔

ولی کی بددعا سے نابینا ہو گیا اور پھر دعا سے بینائی لوٹ آئی

جناب سراج رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ ہمیں جناب شیخ صالح ابو عمرو عثمان بن عاشور سنجاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ کرامت سنائی۔ انہوں نے بیان کیا کہ ایک مرتبہ اپنے شیخ جناب شیخ سنجاری کے ہمراہ سنجار کی ایک سڑک پر سے گزرے تو شیخ موصوف نے ایک شخص کو ایک رعب داَب والی عورت کی طرف بری نظر سے دیکھتے ہوئے دیکھ لیا۔ آپ نے اسے منع فرمایا، لیکن وہ باز نہ آیا۔ اس پر آپ نے دعا کی: اللھم خذ بصرہ (اے اللہ! اس کی آنکھ لے لے)۔ چنانچہ وہ اندھا ہو گیا۔ پھر سات دن گزرنے کے بعد اس نے شیخ موصوف سے اندھے پن کی شکایت کی اور آپ کو یقین دلایا کہ میں توبہ کرتا ہوں۔ اس پر آپ نے ہاتھ پھیلائے اور اللہ تعالیٰ سے عرض کیا: ''اللھم رد بصرہ الانفی معاصیك فعاد'' (اے اللہ! اس کی بینائی واپس دے دے ہاں اگر کسی غلط کام کی طرف دیکھے تو پھر واپس لے لینا۔ چنانچہ اس کی نگاہ واپس آ گئی اور اس کے بعد جب کسی حرام کی طرف نظر اٹھاتا تو نگاہ ختم ہو جاتی۔

جناب سراج رحمۃ اللہ علیہ نے ہی فرمایا کہ شیخ سوید رحمۃ اللہ علیہ ان اولیائے کرام میں سے تھے جو آفت رسیدہ لوگوں کی آفات دور کر دیا کرتے تھے۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ آپ کی اکثر تعریف کیا کرتے تھے۔ شیخ موصوف سنجار میں سکونت پذیر رہے اور بڑی عمر میں وہیں انتقال فرمایا اور آپ کی قبر جانی پہچانی ہے۔ لوگ اس کی زیارت کرنے جاتے ہیں۔

حضرت امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ شیخ موصوف مشائخ مشرق میں سے مشہور شخصیت تھے اور عارفین کے سرخیل اور بہت بڑے محقق تھے۔ علم شریعت اور علم طریقت کا اللہ تعالیٰ نے انہیں جامع بنایا تھا اور مریدوں کی تربیت کا کام ان پر ختم ہے۔ نیز امام شعرانی نے یہ بھی کہا کہ آپ کے پاس ایک اندھا آیا اور عرض کی میں بال بچے دار ہوں اور محنت مزدوری نہیں کر سکتا۔ لہٰذا عطا فرمائیے۔ آپ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی:

اللھم نور علیه بصرہ۔ (اے اللہ! اس کی آنکھ کو نور والی بنا دے)۔

چنانچہ جب وہ مسجد سے باہر نکلا تو انکھیارا تھا۔ بیس سال بعد فوت ہوا اور فوتیدگی تک بینا رہا۔

کٹی ہوئی ناک دعا سے جوڑ دی

جناب تاذفی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ شیخ عارف مستجاب الدعوات ابوزمعہ بن سلامہ مفروقی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ایک شخص کی ناک کٹ گئی۔ جب شیخ سوید سنجاری کو اس کا علم ہوا تو آپ نے اس کی ناک کا وہ حصہ جو علیحدہ ہو گیا اسے ہاتھ میں پکڑ کر اس کی جگہ پر رکھا اور پڑھا: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ فوراً اس کی ناک صحیح اپنی پہلی حالت پر ہو گئی۔

جذام میں گرفتار تندرست ہو گیا

امام شعرانی فرماتے ہیں کہ آپ کا ایک دن ایک جذام والے شخص سے گزر ہوا جس کے جسم سے کیڑے گر رہے تھے اور

اس سے خون اور پیپ بہہ رہی تھی۔ اس حالت میں اسے کئی سال گزر گئے تھے لیکن تندرست نہ ہوا تھا۔ یہ دیکھ کر شیخ نے دعا کی:

یا مولای إنك غني عن عذابه فعافه مما هو فيه

(اے میرے مولیٰ! تو اس کے عذاب سے بے پرواہ ہے۔ اسے اس کی بیماری سے عافیت عطا فرما دے)۔

وہ اسی وقت اللہ تعالیٰ کے حکم سے تندرست ہو گیا اور اسے معافی مل گئی۔

حضرت سوید مجذوب بحلب رحمۃ اللہ علیہ

جناب غزی رحمۃ اللہ علیہ نے جناب حنبلی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ خیری بک جرکسی حلب کا داروغہ شیخ سوید مجذوب کا معتقد تھا۔ کبھی کبھار ان کے پاس جاتا اور ان کے ساتھ بیٹھ کر کھاتا پیتا۔ اسے ان کے کپڑوں کی میل یا بد بو بری نہ لگتی۔ اس کو بتایا گیا کہ شیخ موصوف گھاس کھاتے ہیں تو اس نے ایک دیانتدار شخص کو ان کے تعاقب میں بھیجا جب کہ یہ باہر گئے تھے۔ دیکھا کہ آپ نے گھاس توڑی اور اسے اپنی زنبیل میں رکھ لیا۔ پھر حلب کے داروغہ نے انہیں بلوایا اور اس شخص نے اسے بتا دیا کہ ان کی زنبیل میں گھاس ہے۔ خیری بک نے ان سے کھانا کھلانے کی درخواست کی اور وہ بھی وہ جو ان کی زنبیل میں تھا، آپ نے انکار کر دیا۔ جب اس نے ضد کی تو آپ نے زنبیل میں سے مٹھائی نکال کر اسے دی۔ پھر اس نے زنبیل کی خود تلاشی لی۔ لیکن اس میں گھاس برآمد نہ ہوئی۔ اس سے خیری بک کا اعتقاد اور مضبوط ہو گیا۔

حضرت سویدان مجذوب الصاحی رحمۃ اللہ علیہ

آپ صاحب کرامات و مکاشفات تھے۔ بولاق میں زینبیہ کے مقام پر سکونت پذیر تھے۔ کبھی آپ کو مکہ میں اور کبھی بصرہ میں دیکھا جاتا۔

والدہ کی موت کی خبر دی اور اس کے لئے کفن روانہ کر دیا

آپ کی ایک کرامت یہ بیان کی گئی ہے کہ آپ نے اپنی والدہ کی موت کی خبر مکہ سے دی۔ جبکہ آپ کی والدہ مصر میں تھیں۔ آپ نے والدہ کے لئے کفن لیا اسے زم زم کے پانی سے دھویا اور یہیں مکہ سے مصر والوں کی طرف پھینکا۔ اس وقت کچھ عورتیں آپ کی والدہ کو غسل دے رہی تھیں تو تر بتر کفن ان کے پاس پہنچ گیا۔ لیکن یہ کسی کو معلوم نہ ہو سکا کہ کفن کس نے پھینکا ہے یہاں تک کہ مکہ شریف سے خبر آئی کہ ان کے بیٹے سویدان نے مکہ سے پھینکا تھا۔ آپ بہت زیادہ شکلیں تبدیل کرنے والے بزرگ تھے۔ لوگ آپ کے پاس جاتے تو کبھی آپ درندہ نظر آتے دوسری مرتبہ جاتے تو ہاتھی دکھائی دیتے کبھی فقیر اور کبھی امیر بنے نظر آتے۔ ۹۱۹ھ میں انتقال فرمایا اور بقول مناوی شہر سے باہر اپنی خانقاہ کے کونے میں دفن کئے گئے۔

حضرت سہل بن عبداللہ فرحان رحمۃ اللہ علیہ

اصبہان کے رہنے والے اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے مقلد تھے۔ اکابر اولیائے کرام میں سے تھے اور امام العلماء ہونے کے ساتھ ساتھ مستجاب الدعوات بھی تھے۔

دعا سے حمام جانے کی ضرورت باقی نہ رہی

آپ کی بہت سی کرامات میں سے ایک یہ بیان کی گئی ہے کہ آپ ایک دفعہ حمام گئے تاکہ پاکی حاصل کریں۔ آپ نے ستر کے بعض مقام بے پردہ دیکھے تو اپنے رب سے دعا کی:

''اے اللہ! مجھے حمام میں آنے اور پاکی کے حصول سے چھٹکارا عطا فرما دے''۔ (اس دعا کے نتیجہ میں آپ کے موئے زیر ناف فوراً گر گئے اور پھر اگنے بند ہو گئے)۔

درخت سوکھ گیا

آپ کا ایک اخروٹ کا درخت تھا جو ہر سال بکثرت پھل لاتا۔ ایک مرتبہ اس سے ایک آدمی گر گیا (اور مر گیا یا زخمی ہو گیا) آپ نے یہ دیکھ کر اللہ تعالیٰ سے عرض کی: ''اللّٰھم ایبسھا'' اے اللہ! اسے خشک کر دے۔ وہ فوراً خشک ہو گیا۔ بقول مناوی آپ نے ۲۷۶ھ میں انتقال فرمایا۔

حضرت سہل بن عبداللہ تستری رحمۃ اللہ علیہ

درندے کھاتے اور چلے جاتے

علامہ قشیری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں نے ابو حاتم سجستانی رحمۃ اللہ علیہ کو کہتے سنا کہ میں نے جناب ابو نصر سراج رحمۃ اللہ علیہ سے سنا۔ آپ نے فرمایا: ہم تستر گئے تو حضرت سہل بن عبداللہ تستری رحمۃ اللہ علیہ کے مکان میں ایک کمرہ ہم نے دیکھا جسے لوگ ''بیت السباع'' کہتے تھے (درندوں کا گھر) ہم نے لوگوں سے اس کی وجہ تسمیہ پوچھی تو انہوں نے بتایا کہ حضرت سہل کے پاس درندے آتے ہیں۔ آپ انہیں اس کمرہ میں داخل کرتے، ان کی مہمان نوازی کے طور پر انہیں گوشت کھلاتے ہیں۔ پھر وہ چلے جاتے ہیں۔ جناب ابو نصر کہتے ہیں کہ میں نے تستر کے تمام باشندوں کو اس بات پر متفق پایا۔ ان میں سے کسی کو بھی اس بات سے انکار نہ تھا۔

ستر دن تک ایک ہی مرتبہ کھانے پر اکتفا

جناب قشیری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: میں نے محمد بن احمد تمیمی سے سنا۔ انہوں نے عبداللہ بن علی سے اور انہوں نے طلحہ قصائری سے اور انہوں نے سہل بن عبداللہ کے ایک ساتھی جناب مفتاح کو یہ کہتے سنا کہ حضرت سہل بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ ایک مرتبہ کھا کر ستر دن تک صبر کر لیتے تھے اور آپ جب کھانا کھاتے تو کمزور ہو جاتے اور جب بھوکے رہتے تو قوی دکھائی دیتے۔

بوقت نماز ہاتھ پاؤں جڑے ہوئے کھل جاتے

جناب قشیری رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ ہمیں محمد بن عبداللہ صوفی نے بتایا کہ ہمیں ابو الحسن غلام شعوانہ نے حضرت علی بن سالم سے یہ روایت سنائی۔ فرمایا کہ حضرت سہل بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ کے آخری عمر میں ہاتھ پاؤں جڑ گئے تھے۔ جب نماز کا وقت ہو جاتا، آپ نماز پڑھنے کے لئے تیار ہوتے تو آپ کے پاؤں کھل جاتے۔ پھر جب فرض ادا کر لیتے تو پہلی کیفیت لوٹ آتی۔

بیمار کو ہاتھ لگایا تو تندرست ہو گیا

جناب قشیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے شیخ ابوعبدالرحمٰن سلمی سے انہوں نے محمد بن حسن بغدادی سے اور انہوں نے ابوعلی بن وصیف مؤدب سے سنا، فرمایا کہ ایک دن حضرت سہیل بن عبداللہ نے ذکر کے بارے میں گفتگو کی۔ فرمایا: بے شک اللہ کا ذاکر حقیقت کے مقام پر ہوتا ہے۔ اگر ارادہ کرے کہ مردہ زندہ ہو جائے تو ایسا کر سکتا ہے۔ پھر انہوں نے اپنے سامنے بیٹھے ایک بیمار پر ہاتھ پھیرا تو وہ اسی وقت تندرست ہو کر اٹھ کھڑا ہوا۔

پردہ فاش ہونے پر ولی اللہ جگہ چھوڑ گیا

امام یافعی رحمۃ اللہ علیہ نے جناب سہل کے ایک ساتھی کے حوالہ سے یہ واقعہ بیان کیا کہ میں حضرت سہل بن عبداللہ کی خدمت میں تیس سال رہا۔ اس دوران میں نے آپ کو بستر پر پہلو لگاتے نہ دن کو دیکھا اور نہ رات کو۔ آپ صبح کی نماز عشا کے وضو سے ادا فرمایا کرتے تھے۔ پھر آپ عبادان اور بصرہ کے درمیان ایک جزیرہ کی طرف بھاگ گئے۔ آپ لوگوں سے اس لئے بھاگ گئے تھے کہ ایک شخص نے ایک سال حج کیا۔ جب وہ واپس آیا تو اپنے بھائی سے کہنے لگا میں نے سہل بن عبداللہ کو میدان عرفات میں وقوف کرتے دیکھا تھا۔ یہ سن کر اس کا بھائی کہنے لگا ہم باب بشر حافی میں ان کی عبادت گاہ میں خود ان کی حاضری میں یوم الترویہ (آٹھویں ذوالحج) کو موجود تھے۔ چنانچہ حاجی بھائی نے قسم اٹھالی کہا اگر میں نے ان کو 9 ذی الحجہ کو عرفات میں نہ دیکھا ہو تو میری بیوی کو طلاق۔

اس پر اس کا بھائی بولا، اٹھو اور ہم ان سے جا کر پوچھتے ہیں۔ دونوں اٹھے اور آپ کے پاس آ گئے اور آپ کے سامنے دونوں نے اپنا اپنا موقف بیان کیا اور پوچھا کہ آپ اصل حقیقت بیان فرمائیں۔ نیز اس قسم کے بارے میں ارشاد ہو جائے جو اس کے بھائی نے اٹھائی ہے۔ جناب سہل نے فرمایا تمہیں اس قسم کی گفتگو سے کیا سروکار۔ تم اللہ تعالیٰ کی طرف دھیان لگاؤ۔ پھر آپ نے حاجی کو کہا اپنی بیوی کو اپنے پاس ہی رکھو۔ اسے کوئی طلاق نہیں ہوئی۔ لیکن اس واقعہ کی کسی کو اطلاع نہ دینا۔

ولی اللہ کا جنازہ دیکھ کر یہودی مسلمان ہو گیا

بیان کیا گیا ہے کہ حضرت سہل بن عبداللہ تستری رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ہوا تو لوگ آپ کی میت کی زیارت کے لئے ٹوٹ پڑے۔ شہر میں ایک ستر سال سے زائد عمر کا یہودی رہتا تھا۔ اس نے شور و غوغا سنا۔ وہ گھر سے باہر نکلا تا کہ معلوم کر سکے کیا واقعہ ہوا ہے۔ جب اس نے آپ کی میت چارپائی پر پڑی دیکھی تو کہنے لگا:

لوگو! کیا تمہیں وہ کچھ نظر آ رہا ہے جو میں دیکھ رہا ہوں؟ لوگوں نے پوچھا: تمہیں کیا دکھائی دے رہا ہے؟ کہنے لگا میں دیکھ رہا ہوں کہ بہت سی جماعتیں آسمان سے اتر رہی ہیں اور آپ کے جنازے سے برکت حاصل کر رہی ہیں۔ اس کے بعد وہ اسلام لے آیا اور خوب مسلمان ہوا۔

کبوتر کا بے حس ہونا کسی کے مرنے کی خبر تھا

علامہ مناوی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا۔ ابونعیم نے اس واقعہ کو ذکر کیا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت سہل بن عبداللہ تشریف فرما تھے۔ اچانک ایک کبوتر گرا اور بے حس و حرکت ہو گیا۔ آپ نے اپنی جماعت کے کسی آدمی کو فرمایا اسے کھلاؤ پلاؤ۔ پھر وہ اڑ گیا اس کے بعد آپ نے فرمایا: کرمان میں میرا بھائی شاہ کرمانی انتقال کر گیا ہے اور یہ کبوتر میرے پاس ان کی تعزیت کرنے آیا تھا۔ آپ ابدال وقت تھے۔ اس دن کی تاریخ نوٹ کی گئی تو جس وقت کبوتر گرا تھا بعینہ اسی وقت شاہ کرمانی کی روح پرواز کر گئی تھی۔

ریچھ پانی کا گھڑا کھینچ لایا

آپ کی ایک کرامت یہ بھی بیان کی گئی ہے کہ دوران سیاحت ایک مرتبہ پانی نہ ہونے کی وجہ سے وضو کے معاملہ میں آپ پریشان ہوئے۔ اتنے میں ایک ریچھ سبز رنگ کا گھڑا کھینچتا ہوا آیا جو پانی سے بھرا ہوا تھا آپ کے سامنے رکھ کر چلا گیا۔

ہاتھ پکڑ کر ایک دن کی مسافت طے کر لی

ایک کرامت یہ بھی تھی کہ ایک شخص آپ سے ملنے آیا۔ جمعہ کا دن تھا اور ابھی نماز جمعہ نہیں ہوئی تھی تو اس نے دیکھا کہ آپ کے گھر میں ایک بہت بڑا سانپ موجود ہے وہ ڈر کر وہیں کھڑا ہو گیا۔ آپ نے اسے فرمایا اندر آ جاؤ۔ ''کوئی بندہ جب ایمان کی حقیقت کو پہنچ جاتا ہے تو روئے زمین کی کوئی چیز اسے ڈرا نہیں سکتی۔'' اس کے بعد آپ نے اس سے پوچھا کیا نماز جمعہ ادا کرو گے؟ وہ کہنے لگا ہمارے اور جامع مسجد کے درمیان ایک دن کی مسافت کا فاصلہ ہے لہٰذا جمعہ کیسے ادا کیا جا سکتا ہے؟ پس آپ نے اس کا ہاتھ تھاما اور فوراً جامع مسجد میں داخل کر دیا۔ پھر ہم نے نماز جمعہ ادا کی پھر وہ باہر نکل کر کھڑے ہو گئے اور نماز پڑھ کر نکلنے والوں کو دیکھ کر فرمایا:

اَهْلُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ كَثِيْرٌ وَالْمُخْلِصُوْنَ مِنْهُمْ قَلِيْلٌ

(لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہنے والے تو بہت ہیں اور ان میں مخلص لوگ بہت تھوڑے ہیں)۔

وضو کا گرنے والا پانی سونا چاندی بن گیا

آپ سے ایک مرتبہ آپ کے شاگرد عبدالرحمٰن بن احمد نے پوچھا یا سیدی! کبھی کبھار ایسا ہوتا ہے کہ میں جب وضو کرتا ہوں تو وہ پانی جو میرے اعضائے وضو سے گرتا ہے تو اس سے سونے چاندی کی کٹی ہوئی شاخیں بن جاتی ہیں۔ آپ نے اسے فرمایا کیا تجھے معلوم ہے کہ بچے جب روتے ہیں تو انہیں پوست کا پودا دیا جاتا ہے تا کہ وہ اس سے کھیلیں اور چپ ہو جائیں۔

چادر کے نیچے آ جانے سے جگہ تبدیل ہو گئی

شیخ موصوف خود اپنی آپ بیتی سناتے ہیں کہ ابتدائی حالات میں میں نے جمعہ کے لئے وضو بنایا اور جامع مسجد میں گیا تا کہ نماز جمعہ ادا کروں تو دیکھا کہ مسجد لوگوں سے کچھا کچھ بھری ہوئی ہے اور خطیب صاحب خطبہ ارشاد فرما رہے ہیں۔ میں لوگوں کی گردنیں پھلانگتا ہوا پہلی صف میں جا بیٹھا۔ کچھ دیر بعد مجھے پیشاب کی ضرورت محسوس ہوئی۔ اس نے مجھے سخت پریشان کیا۔ ادھر

جمعہ کی جماعت کھڑی ہوا چاہتی تھی۔ میرے پہلو میں ایک نوجوان بیٹھا تھا جسے میں پہچانتا نہ تھا۔ اس نے میری طرف دیکھ کر پوچھا: اے سہل! تمہیں پیشاب نے ستا رکھا ہے۔ پھر اس نے اپنے کندھے سے اپنی چادر اتار کر مجھ پر ڈال دی۔ میں اس میں چھپ گیا اور مجھے آواز دے کر کہا: اپنا کام پورا کرلو اور جلدی سے نماز کی تیاری کرو۔ میں نے آنکھیں کھولیں تو کیا دیکھتا ہوں کہ ایک کھلا ہوا دروازہ ہے میں اس میں داخل ہوا۔ پھر مجھے ایک محل نظر آیا اور اس کے ایک طرف کھجور کا درخت اور ساتھ ہی پانی سے بھرا ہوا لوٹا پڑا ہوا ہے۔ میں نے پیشاب سے فراغت پائی۔ پھر پانی گرا کر وضو بنایا تو اس نوجوان نے مجھ سے اپنی چادر کھینچ لی۔ میں کیا دیکھتا ہوں کہ پھر اسی جگہ بیٹھا ہوں جہاں پہلے تھا اور کسی کو میرے بارے میں کچھ بھی پتہ نہ چلا۔

کنکریاں موتی بن گئیں

خراسان کا امیر بیمار پڑ گیا تو اسے کہا گیا شیخ کے پاس چلو۔ تو وہ تمہارے بارے میں دعا کریں۔ چنانچہ وہ آیا اور دعا کی درخواست کی۔ آپ نے فرمایا: تیرے لئے دعا کیونکر قبول ہوگی جبکہ تو بدستور ظلم پر قائم ہے۔ اس نے توبہ کی اور تمام زیادتیوں کو واپس کر دیا۔ پھر شیخ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی۔

''اے اللہ! جیسا تو نے اسے گناہوں کی ذلت دکھائی ایسے ہی اسے بندگی کی عزت بھی دکھا دے''۔ وہ اسی وقت اٹھ بیٹھا جیسے اونٹ کا بندھا پاؤں کھول دیا جائے۔ پھر اس نے شیخ موصوف کو بہت سے درہم پیش کئے۔ حاضرین نے اس پر امیر کو ملامت کی اور کہا کاش! تو ان کو فقراء میں بانٹ دیتا، ان پر صدقہ کر دیتا۔ شیخ نے کنکریوں پر نگاہ ڈالی تو وہ اسی وقت موتی بن گئیں۔ آپ نے فرمایا: تمہیں جو کچھ لینا ہے ان میں سے لے لو۔ جسے یہ چیز عطا کر دی گئی ہو وہ ان دراہم جیسی اشیاء کا محتاج ہوگا؟ بقول مناوی آپ نے ۲۸۳ھ میں بعمر تراسی (۸۳) برس انتقال فرمایا۔

حضرت ابو محمد سید بن علی فخار رحمۃ اللہ علیہ

غیب سے شہد آیا

شیخ ابو الربیع مالقی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے۔ فرمایا میں ایک رات مسجد میں شیخ ابو محمد سید بن علی فخار کے ساتھ تھا۔ آپ کے ادب کے پیش نظر میرا یہ معمول تھا کہ جب تک آپ اپنے ورد و وظائف کے لئے کھڑے نہ ہوتے میں نہ اٹھتا۔ آپ ایک رات اٹھے۔ وضو بنایا اور میں اپنے بستر میں جاگ رہا تھا۔ آپ قبلہ رخ ہو گئے اور کہا بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ پھر آپ ورد یعنی قرآن کریم کی تلاوت میں مصروف ہو گئے۔ میں نے دیکھا کہ دیوار پھٹی اور اس میں سے ایک شخص نمودار ہوا۔ جس کے ہاتھ میں سفید شہد سے بھرا ہوا ایک دھات کا چمکتا برتن تھا۔ آپ جب منہ کھولتے تو وہ آپ کے منہ میں لقمہ لقمہ کر کے وہ شہد ڈالتا۔ میں یہ دیکھ کر بہت حیران ہوا۔ پھر میں اس سے توجہ ہٹا کر اپنے ورد میں مشغول ہو گیا۔ جب صبح ہوئی تو میں نے عرض کیا:

یا سیدی! میں نے ایسے ایسے دیکھا۔ یہ سن کر آپ کی آنکھیں ڈبڈبانے لگیں اور مجھ سے فرمایا: اے ابو سلیمان! یہ قرآن کریم کی مٹھاس ہے۔ اسے امام یافعی رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر فرمایا۔

بابِ شین

حرف ''شین'' سے شروع ہونے والے اولیائے کرام کی چند کرامات۔

حضرت شاہ بن شجاع کرمانی رحمۃ اللہ علیہ

آپ دراصل شہزادے تھے پھر بزرگوں کا طریقہ اپنا لیا اور عارفین کے امام بن گئے اور مقرب صوفیہ میں بلند مرتبہ شخصیت ہو گئے۔ آپ نے جناب بخشی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ کی صحبت پائی۔ آپ کی توبہ کا اصل واقعہ یہ ہے:

علامہ مناوی رحمۃ اللہ علیہ بیان فرماتے ہیں کہ آپ ایک مرتبہ جنگل میں شکار کرنے نکلے۔ وہاں اچانک ایک نوجوان سے ملاقات ہو گئی جو شیر پر سوار تھا اور اس کے اردگرد بہت سے درندے تھے۔ اس نوجوان کی طرف جلدی سے گئے تو نوجوان نے ڈانٹ پلا دی۔

پھر نوجوان نے کہا یہ کیسی غفلت ہے اپنی آخرت کو بھلا کر اور چھوڑ کر اپنی خواہشات میں تم مشغول ہو گئے ہو اور اپنے مولی کی خدمت سے منہ موڑ کر اپنی لذات میں مگن ہو گئے ہو۔ تجھے اللہ تعالیٰ نے دنیا اس لئے بخشی تا کہ اس کی مدد سے تو اللہ تعالیٰ کی خدمت کرے لیکن تو نے اسے اس سے منہ موڑنے کا ذریعہ بنا رکھا ہے۔ اس گفتگو کے بعد ایک بڑھیا نمودار ہوئی جس کے ہاتھ میں ٹھنڈا پانی تھا۔ اس سے لے کر پیا اور پھر مجھے پکڑا دیا تو میں نے آپ سے سوال کیا۔ یہ کون تھی؟ فرمایا: یہ دنیا تھی۔ جسے میری خدمت سپرد کی گئی ہے۔ کیا تجھے یہ بات نہیں پہنچی کہ اللہ تعالیٰ نے جب دنیا کو پیدا کیا تھا تو اسے کہا تھا جو میری خدمت کرے گا تو اس کی نوکر بن جانا۔ اور جو تیرا خادم بنے گا تو اس سے خوب خدمت لینا۔ یہ سن کر آپ نے دنیا کو ترک کر دیا اور طریقت کے راستے پر چل پڑے اور عبادت میں مشغول ہو گئے۔ یہاں تک ایک مہینہ کامل کھڑے رہے، سوئے نہیں۔ جب نیند کا غلبہ ہوا تو اللہ تعالیٰ کو نیند میں دیکھا۔ اس کے بعد تکلیف سے نیند لایا کرتے اور کہا کرتے تھے:

رَأَیْتُ سُرُوْرَ قَلْبِیْ فِیْ مَنَامِیْ فَأَحْبَبْتُ التَّنَعُّسَ وَالْمَنَامَا

(میں نے دل کی مسرت اپنی نیند میں دیکھی۔ لہٰذا میں نے اونگھنا اور سونا پسند کر لیا)۔

شیخ موصوف اور یحییٰ بن معاذ رحمۃ اللہ علیہما کے درمیان سچی محبت تھی۔ دونوں حضرات ایک ہی شہر میں سکونت پذیر تھے۔ لیکن شاہ موصوف ان کی مجلس میں تشریف نہ لاتے تھے آپ سے جب اس بارے میں پوچھا گیا تو فرمانے لگے یہی بہتر اور صواب ہے۔ لوگ آپ سے لگاتار اصرار کرتے رہے کہ آپ جناب یحییٰ موصوف کی مجلس میں تشریف لے چلیں۔ حتیٰ کہ آپ کو آنا پڑا اور آ کر ایک کونہ میں ایسی جگہ بیٹھ گئے جہاں سے موصوف انہیں نہ دیکھ سکتے تھے۔ جناب یحییٰ گفتگو فرمانے لگے تو جناب شاہ موصوف نے ان پر سکوت اور خاموشی ڈال دی۔ جس کی وجہ سے وہ نہ بول سکے۔ پھر انہوں نے صرف اتنا کہا کہ یہاں ایک ایسا آدمی بھی ہے جو گفتگو میں مجھ سے اولیٰ ہے۔ پھر ان پر کلام کرنا مشکل ہو گیا۔ اس پر شیخ شاہ موصوف نے فرمایا: میں نے تمہیں کہا تھا کہ میرا نہ جانا بہتر ہے لیکن تم نے نہ مانا۔ جناب سہل تستری رحمۃ اللہ علیہ نے ان کے ابدال ہونے کی گواہی دی۔ بقول

مناوی آپ نے ۲۷۰ھ میں انتقال فرمایا۔

حضرت شبل مروزی رحمۃ اللہ علیہ

ولی کے ہاتھ سے چیل نے گوشت چھینا اور ان کے گھر گر گیا

بیان کیا گیا ہے کہ جناب شبل مروزی کو گوشت کھانے کی خواہش ہوئی تو انہوں نے نصف درہم کا گوشت خریدا۔ راستے میں آتے ہوئے چیل جھپٹی اور گوشت لے اڑی۔ پھر جناب شبل رحمۃ اللہ علیہ مسجد میں گئے تا کہ نماز ادا کریں۔ جب واپس گھر تشریف لائے تو آپ کی بیوی نے آپ کے سامنے کھانے کے لئے گوشت رکھا۔

آپ نے پوچھا یہ کہاں سے آیا ہے؟ کہنے لگیں: دو چیلیں آپس میں گتھم گتھا ہوئیں۔ ان سے یہ گوشت گر اتھا۔ جناب شبل نے کہا سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے، جس نے شبل کو نہ بھلایا۔ اگرچہ شبل بکثرت اسے بھول جاتا ہے۔ یہ علامہ قشیری نے بیان فرمایا۔

حضرت شبیب فراتی رحمۃ اللہ علیہ

ولی کی محبت اور اس کی دل میں یاد کام بنا دیتی ہے

جناب سراج رحمۃ اللہ علیہ نے کہا۔ ہمیں بتایا گیا کہ حلب کے بنونحاس سے ایک شخص جناب شیخ شبیب فراتی رحمۃ اللہ علیہ سے محبت رکھتا تھا اور ان سے دوستی کرتا تھا۔ ایک مرتبہ بغداد کی طرف تجارت کی غرض سے جانے لگا تو شیخ سے عرض کرنے لگا میں جا رہا ہوں مگر آپ کی محبت میرے دل میں رہے گی۔

آپ نے فرمایا کہ اللہ اور اس کے رسول اور ہماری محبت تمہاری حفاظت کرے گی۔ اتفاق سے ڈاکوؤں نے تمام قافلہ کو پکڑ لیا۔ پھر ان کے لیڈر نے کہا یہ نوجوان اور اس کے پاس جو کچھ ہے اسے کوئی نہ چھیڑے۔ جب یہ لوگ گرفتار شدہ بغداد پہنچے۔ انہوں نے اپنا مقدمہ والیان حکومت کے سامنے پیش کیا۔ یہاں تک کہ خلیفہ بھی آ گیا۔ ڈاکوؤں نے کہا یہ سب اس نوجوان کیساتھ ہیں اور یہ نوجوان وہ ہے جس نے ہمیں ان کے پکڑنے پر ابھارا۔ پھر انہوں نے نوجوان کو زمین پر گھسیٹنا شروع کر دیا اور اس پر سختی کرنا شروع کر دی تو اس نے اپنے شیخ سے مدد طلب کی۔ پھر خلیفہ نے خواب میں دیکھا کہ شیخ شبیب اسے کہہ رہے ہیں: میں فلاں ہوں اور فلاں بستی کا رہنے والا ہوں اور اس نوجوان کا میرے ساتھ ایسے ایسے معاملہ ہے۔

خلیفہ نے نوجوان کو طلب کیا۔ اس کی بڑی عزت کی اور اچھی جگہ دی اور کچھ ڈانٹا کہ تم نے اپنے حال سے مجھے بے خبر کیوں رکھا۔ نوجوان نے کہا۔ تب آپ تک پہنچ ہی نہیں سکا تو حال کیسے بتاتا۔ پھر جب یہ نوجوان واپس شیخ شبیب کے پاس آیا تو شیخ نے ابتدا سے وہ سب باتیں بتا دیں جو اس کے ساتھ واقع ہوئی تھیں۔ پھر نوجوان بولا کہ اب مجھے سرمایہ اور تجارت میں کوئی رغبت نہیں رہی۔ اگر میری خواہش ہے تو وہ فقط شیخ موصوف کی خدمت ہے۔ چنانچہ وہ تمام عمر ان کی خدمت میں رہا۔

جمعہ کی رات ولی کی قبر کو نور ڈھانپ لیتا ہے

ایک باوثوق جماعت نے ہم سے بیان کیا کہ شیخ شبیب رحمۃ اللہ علیہ کی قبر انور اکثر جمعہ کی رات بہت بڑے نور میں گھر جاتی ہے اور اسے دور سے دیکھنے والا بھی دیکھ سکتا ہے۔ جو ان کے حالات اور ان کی ولایت سے بے خبر ہو اور وہ دیکھ کر کہتا ہے کہ شیخ کی قبر لازماً آگ میں جل گئی ہے۔

ولی کی میت والا صندوق چل پڑا

ہمیں بیان کرنے والوں نے بیان کیا کہ شیخ شبیب رحمۃ اللہ علیہ جمارین نامی بستی میں قیام پذیر تھے۔ جو نوبلس کے مشرق میں اندازاً تین گھنٹوں کی مسافت پر واقع ہے آپ وہاں سے نوبلس منتقل ہو گئے۔ یہاں کافی مدت مقیم رہے اور آپ جمارین ملنے جاتے۔ پھر جب انتقال فرما گئے تو اس کے باشندوں نے آپ کے دفن کئے جانے کے معاملہ میں آپس میں لڑنے کا ارادہ کر لیا۔ آپ کے خادم نے کہا شیخ موصوف کا تابوت رکھ دو۔ چنانچہ تابوت رکھا گیا اور خادم نے عرض کیا:

اے شیخ! یہ لوگ آپ کے دفن کرنے کے معاملہ میں آپس میں لڑنے پر تلے بیٹھے ہیں۔ آپ کا کہاں دفن ہونے کا ارادہ ہے؟ یہ سن کر تابوت نوبلس کی جانب چل پڑا۔ بیس قدم چلا جو ایک سو قدم کے برابر مسافت میں تھے۔ یہ دیکھ کر جمارین کے باشندے خاموش ہو گئے۔ یہ دن فرشتوں کی بھی حاضری کا دن تھا اور جن لوگوں نے یہ روایت کیا وہ تقریباً پچاس آدمیوں کی جماعت تھی جس میں عادل اور غیر عادل بھی تھے۔ ان لوگوں نے اپنے اپنے باپ سے یہ روایت کیا جو اس دن حاضر تھے۔

حضرت ابو عبداللہ شبیکنہ بن عبداللہ صوفی رحمۃ اللہ علیہ

نصف دن کی مسافت سے چیز دیکھ لینا

آپ اللہ تعالیٰ کے بڑے بڑے نیک بندوں میں سے ایک تھے۔ صاحب کرامات و مکاشفات تھے۔ انہیں شیخ محمد بن ابی بکر حکمی نے شیخ مقرر فرمایا تھا جبکہ ان کا کامل ہونا متحقق ہو چکا تھا۔ اس کا واقعہ یہ ہے کہ جب شیخ ابو الزبیر رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ہو گیا تو ان کے تیجے پر شیخ محمد تشریف لائے تو ایک جماعت نے ان سے درخواست کی:

اے آقا! ان (شیخ ابو الزبیر) کے عوض کس کو مقرر کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: میں اسی کو مقرر کروں گا جو وہ دیکھ سکے جو مجھے نظر آ رہا ہے۔ یہ سن کر شیخ شبیکنہ بولے جو اس وقت حاضرین میں موجود تھے، کیا تم لوگ وہ دیکھ سکتے ہو اور پہچان سکتے ہو جسے شیخ دیکھ اور پہچان سکتے ہیں؟ سب نے کہا نہیں۔ کہنے لگے وہ ایک لنگڑی بکری دیکھ رہے ہیں جو عواجہ کی آباد زمین میں چر رہی ہے۔

یہ واقعہ گاؤں میں پیش آیا جسے اسحاقیہ کہا جاتا ہے اور اس کے اور عواجہ کے درمیان آدھے دن کی مسافت کا فاصلہ یمن کی طرف سے تھا۔ جب شیخ شبیکنہ نے یہ بتایا تو شیخ محمد نے انہیں اسی وقت شیخ مقرر فرما دیا۔ اس کے بعد ان سے بہت سی کرامات کا ظہور ہوا۔ ان کی اولاد نیک اور صالح لوگوں پر مشتمل ہے۔ جنہیں بنو شبیکنی کہا جاتا ہے۔ یہ نسبت شیخ کے نام کی طرف سے ہے۔ اسے شرجی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا۔ مجھے آپ کی تاریخ وفات کی تحقیق نہ ہو سکی۔ صرف اتنا معلوم ہوا کہ آپ شیخ محمد حکمی رحمۃ اللہ علیہ

کے ہم عصر تھے۔

حضرت شاہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کا اسم گرامی اور کچھ کرامات اسم محمد کے باب میں بیان ہو چکی ہیں۔

حضرت شجاع کرمانی رضی اللہ عنہ

ٹھیکریاں اور لید وغیرہ مٹھائی بن گئیں

جناب سراج رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ ایک جماعت نے ہمیں بتایا کہ شیخ معروف شجاع من جملہ شیخ ابوبکر یعفوری رحمۃ اللہ علیہ کے شاگردوں میں سے ایک تھے۔ مجمع عام کی ایک رات اناس میں واقعہ قلعہ صبیبہ کی مسجد میں تشریف لائے، جسے مسجد شیخ محمد سلطی رحمۃ اللہ علیہ کہا جاتا تھا۔ موجود لوگوں نے عرض کی ہم دمشقی حلوہ کھانا چاہتے ہیں۔ آپ نے بورے اور کدال بیلچے لئے اور ایک جماعت کو ساتھ لے کر باہر روڑی پر لے گئے جس میں کھاد، گوبر، لید، ٹھیکریاں اور پتھر وغیرہ پڑے تھے۔ ان لوگوں نے وہاں سے بورے بھر لئے اور مسجد میں واپس آ گئے اور وہ ہنس رہے تھے۔ آپ نے ان کے سامنے بوروں میں سے سب کچھ باہر زمین پر ڈال دیا۔ تو دیکھنے والے حیران رہ گئے کہ وہ اشیاء مٹھائی کی عمدہ عمدہ اقسام ہیں۔ انہوں نے کھائیں اور اس سے ان کے یقین میں اور اضافہ ہو گیا۔ روایت کرنے والے حضرات میں سے ایک بڑے قاضی صاحب بھی تھے۔

ولی کو درندے بھی جانتے ہیں

امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ نے "المنن" میں لکھا ہے کہ شیخ شجاع رحمۃ اللہ علیہ جنگل میں جایا کرتے تھے۔ وہاں جا کر دن چڑھے تک درندوں کے درمیان سو جایا کرتے تھے تاکہ اپنے یقین کا امتحان لیں۔ درندے آپ کے پاس آ کر آپ کو سونگھتے اور ارد گرد پھرتے لیکن کوئی ضرر نہ پہنچاتے۔ آپ فرمایا کرتے تھے: میری وہ رات جو درندوں کے درمیان گزرتی ہے اس کی مثال صرف ایک رات ہو سکتی ہے۔ وہ وہ رات ہے جو میں نے شادی کی رات اپنی بیوی کے ساتھ بسر کی۔

حضرت شجاع الدین بن الیاس رومی خلوتی رحمۃ اللہ علیہ

ایک ماہ قبل اپنی موت کی خبر دے دی

آپ بچپن میں ہی خلوتی طریقہ میں مشغول ہو گئے تھے۔ آپ کی ایک کرامت یہ بیان کی گئی ہے کہ آپ نے اپنی موت کے بارے میں ایک ماہ پہلے ہی آگاہ کر دیا تھا۔ آپ نے پھر اپنے ساتھیوں سے الوداعی ملاقات کی اور اللہ تعالیٰ سے ملاقات کا شوق غالب آیا۔ پھر وہی ہوا جو آپ نے پیشگوئی فرمائی تھی۔ بقول مناوی آپ نے ۹۵۶ھ میں انتقال فرمایا۔

حضرت شرف الدین کردی اردبیلی رحمۃ اللہ علیہ

مصر میں حسینیہ میں مدفون ہیں۔ کرامات ظاہرہ اور مناقب باہرہ والی شخصیت تھے۔ برہان متبولی کہتے ہیں: امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور نفیسہ کے بعد مصر میں لوگوں کی حاجات کے جلدی پوری ہونے میں ان سے بڑھ کر اور کوئی نہیں تھا۔ ساتویں

صدی کے بعد انتقال فرمایا۔

حضرت شرف الدین صعیدی رحمۃ اللہ علیہ

آپ بہت زیادہ روزہ رکھنے والے اور اللہ تعالیٰ کی عبادت میں تادیر قیام فرمانے والی شخصیت تھے۔ صاحب کشف و خوارق تھے۔ چالیس دن بلکہ اس سے بھی زیادہ عرصہ بغیر کھائے پیئے گزار دیا کرتے تھے۔ غوری نے ایک مرتبہ آپ کا امتحان لینا چاہا تو انہیں ایک مکان میں بند کر دیا۔ چالیس دن بعد دروازہ کھولا تو دیکھا کہ آپ کھڑے نماز ادا فرما رہے ہیں۔ دسویں صدی میں انتقال فرمایا۔ بقول مناوی آپ کو امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی قبر انور کے قریب شرف الدین صغیر کے احاطہ میں دفن کیا گیا۔

حضرت السید الشریف عیسیٰ رحمۃ اللہ علیہ

آپ بہت بڑے صالح، صاحب کشف اور پختہ کار بزرگ تھے۔ دمشق آپ کا اصل وطن تھا۔ یمن تشریف لائے تاکہ شیخ ابوالغیث بن جمیل اور فقیہ سفیان ابینی رحمۃ اللہ علیہما سے ملاقات کریں کیونکہ ان دونوں حضرات کی بڑی فضیلت سنی تھی۔ ان کے ساتھ رہے اور ان کی صحبت سے نفع اٹھایا۔ یمن میں کافی عرصہ سکونت پذیر رہے اور پھر اپنے شہر واپس تشریف لے گئے۔ کچھ عرصہ بعد پھر یمن آ گئے اور اپنے اہل و عیال کو بھی یہیں منتقل کر لیا۔ عدن شہر میں مستقل سکونت اختیار کر لی۔ آپ دعاؤں کی قبولیت اور غیب کی خبریں دینے میں شہرت رکھتے تھے۔

بزرگ کی دعا نے فتح دلوا دی

جب ملک مظفر عدن آیا تو جناب کافور نا بلسی سے ملاقات کی اور ان سے پوچھا:

اے بیٹے! ہمیں کسی صالح مرد کی نشاندہی کرو۔ تاکہ ہم اس سے ملیں اور بعض حاجات پوری ہونے تک اس کو نہ چھوڑیں تو کافور نے ان (سید شریف) کی طرف رہنمائی کی۔ ملک مظفر کہنے لگا ان کے ساتھ ملاقات اور ان کی زیارت کے لئے کوشش کرو۔ ان (کافور) کی شیخ موصوف سے جان پہچان اور ان کی صحبت تھی۔ لہٰذا کافور جناب شیخ کے ہاں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ سلطان کے خدام میں سے ایک جماعت جو ہمارے اصحاب پر مشتمل ہے آپ کی زیارت کرنا چاہتے ہیں آپ مہربانی فرمائیں اور انہیں اپنے ہاں حاضری کی اجازت بخشیں۔ آپ نے فرمایا: آ جائیں کوئی حرج نہیں۔ جب رات ہوئی تو کافور خود اور سلطان چار خادموں سمیت آپ کی زیارت کے لئے چل پڑے۔ جب شیخ شریف کے ہاں پہنچیں تو سب سے پہلے جس کا ہاتھ شیخ کے ہاتھ پر پڑا وہ سلطان کا ہاتھ تھا۔ شیخ نے جھنجھوڑا اور فرمایا: ''تو سلطان ہے زمین والوں پر رحم کر تجھ پر وہ رحم کرے گا جو آسمان میں ہے اور تیرے دل میں جو حاجت ہے وہ ان شاء اللہ تجھے حاصل ہو جائے گی۔''

بات یہ تھی کہ دملوہ کا قلعہ اس وقت دردسر بنا ہوا تھا۔ فتح نہیں ہو رہا تھا اور سلطان اس کے حصول کے لئے دلی طور پر پریشان تھا۔ جب شیخ نے بن بتائے یہ کہا تو سلطان کو علم ہو گیا کہ یہ کشف کی برکت ہے۔ پھر آپ سے دعا کی درخواست کی۔

چنانچہ کچھ ہی مدت بعد مذکورہ قلعہ اس کے تصرف میں آ گیا۔

ولی کی توجہ سے چور بھاگ گئے اور سامان چھوڑ گئے

شیخ شریف رحمۃ اللہ علیہ کے مکاشفات میں سے ایک یہ بھی مذکور ہے کہ قزاقوں نے کافور کے دو بیڑے دریا میں گھیر لئے۔ جب کافور کو اس کا علم ہوا تو ان دنوں کافور کی ان کے ساتھ بہت زبردست لڑائی ہو رہی تھی تو فوراً کافور شیخ شریف کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس کی آپ کو اطلاع کی۔ آپ کچھ دیر کے لئے سر کو نیچے کئے بیٹھے رہے پھر سر اٹھا کر فرمایا۔

اے کافور! خطرے کی کوئی بات نہیں۔ قزاق شکست کھا گئے اور بھاگ گئے ہیں۔ اور تیرے دونوں بیڑے دوڑتے گھوڑوں کی طرح تیری طرف آ رہے ہیں اور کل ان شاء اللہ خوشخبری دینے والا نماز جمعہ سے قبل تیرے پاس آ جائے گا۔ پس جیسے شیخ نے فرمایا ویسے ہی ہوا۔ شیخ شریف رحمۃ اللہ علیہ پھر خود مع اہل و عیال مکہ شریف منتقل ہو گئے اور بقول شرجی وہیں آپ کا انتقال ہوا۔

حضرت شعبان مجذوب رحمۃ اللہ علیہ

پورے سال کے واقعات سے آگاہی

امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ مجھے سیدی علی خواص رحمۃ اللہ علیہ نے بتایا کہ اللہ تعالیٰ شیخ شعبان کو ہر سال واقع ہونے والے واقعات پر مطلع کر دیا کرتا تھا۔ جب سال کا نیا چاند نکلتا آپ جب نئے سال کا چاند دیکھتے تو آپ کو وہ سب کچھ معلوم ہو جاتا جو اس سال بندوں کے بارے میں فیصلہ کیا جاتا۔

آپ جب کسی چار پائے اور حیوان کی موت پر مطلع ہوتے تو اس رات کی صبح کو آپ اسی چار پائے کی کھال پہن لیتے۔ بکری، گائے، بیل وغیرہ کی موت پر ان کی کھال زیب تن کرتے اور اگر کسی ساربان اور اونٹوں کے مالک کی حکومت کی طرف سے مسخر کرنے کا فیصلہ ہوتا تو کھجور کے پتوں سے بنی شال پہن لیا کرتے تھے۔ پھر ہوتا ویسے ہی جیسا آپ کا ارادہ ظاہر ہوتا تھا۔

میرے سردار جناب علی خواص رحمۃ اللہ علیہ پر جب کوئی مشکل آ پڑتی تو آپ کسی کو ان کے ہاں بھیج دیتے تا کہ ان سے اس بارے میں پوچھا جائے اور حضرت علی خواص رحمۃ اللہ علیہ مجھے بھی بھیجا کرتے تھے تا کہ آپ سے مجھے ان کے لئے رات میں نظر آنے والے واقعات کی خبر دیا کریں۔

غائب شدہ آدمی کے حالات سے بے خبری

امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ ریف سے ایک مرتبہ ایک عورت میرے پاس آئی۔ اس کا مسئلہ یہ تھا کہ اس کی بیٹی کا خاوند عرصہ دراز سے غائب تھا اور وہ اپنی بیٹی کا نکاح فسخ کرانا چاہتی تھی۔ چنانچہ اس عورت نے میرے گھر رات بسر کی اور مجھے اپنے ارادے کے بارے میں قطعاً اطلاع نہ دی۔ پس شیخ موصوف رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے نقیب کو میری طرف علی الصبح بھیجا تا کہ وہ مجھے کہے کہ جناب شیخ موصوف فرماتے ہیں: دو شخصوں کے درمیان حلال معاملہ میں جدائی نہ ڈالنا۔ اس سے مجھے معلوم ہو گیا

کہ اس کا خاوند بہت جلد آ جائے گا۔ میں نے اس عورت کو بتایا تو وہ اپنے ارادے سے ٹل گئی اور پھر ویسے ہی ہوا جیسا شیخ موصوف نے کہا تھا۔

بات یاد رکھنے کی یہ ہے کہ اس عورت نے مجھ سے قطعاً اس بارے میں کوئی بات چیت نہ کی تھی۔ یہ ارادہ اس کے دل میں ہی پوشیدہ تھا اور وہ چاہتی تھی کہ یہ واقعہ مجھے دن چڑھے بتائے۔ لیکن شیخ موصوف رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے دل کا خیال بن بتائے معلوم کر لیا لوگوں کا شیخ کے بارے میں بہت زیادہ اعتقاد تھا۔ میں نے کسی سے بھی کوئی ایسی بات نہ سنی جو شیخ کے خلاف ہو بلکہ لوگ تو آپ کی زیارت کو اپنے لئے عید سمجھتے تھے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو جو مقام و مرتبہ عطا فرمایا تھا لوگوں کو اس کے بارے دیکھنے کا موقع ملا۔ آپ نویں صدی کے کچھ سال گزرنے پر فوت ہوئے۔

حضرت شعبان بن دمرداشی رحمۃ اللہ علیہ

آپ مصر کے باشندے تھے اور غزہ ہاشم المعروف ابو القرون میں ٹھہرے ہوئے تھے۔ آپ کے والد جراکسہ کے امرا میں سے تھے جو مصر میں رہتے تھے اور آپ اس کی فوج کے سب سے اول درجہ کے فوجی بنے۔ اس کے بعد آپ نے جناب شیخ احمد جراکسی رحمۃ اللہ علیہ سے طریقت احمدیہ حاصل کی جو حضرت شیخ سیدی احمد بدوی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ تھے۔ آپ علوم ظاہری اور باطنی میں کامل ہوئے۔ پھر دمشق تشریف لے آئے۔ آپ کی بعض کرامات، احوال اور کشف کے واقعات کا اظہار ہوا۔ پھر حج کا ارادہ فرمایا اور بتایا کہ واپسی پر مجھے غزہ ہاشم جانے کا حکم ہوگا۔ کیونکہ اس کا باطنی حکم انتقال کر چکا ہے اور ان کے قائم مقام بنا کر مجھے بھیجا جائے گا۔

آپ فرمایا کرتے تھے کہ غزہ ہاشم کی باطنی حکومت کا بہت بلند رتبہ ہے اور اہل باطن اسے خوب جانتے ہیں کیونکہ یہ آخری مقدس شہر ہے۔ آپ جب حج سے واپس تشریف لائے تو پھر وہی ہوا، جو فرما گئے تھے۔ آپ غزہ ہاشم چلے گئے اور اپنی بقیہ زندگی وہیں قیام فرمایا۔

آپ کے حالات بڑے تعجب خیز تھے۔ ان میں سے ایک حال یہ تھا کہ بعض زہریلے کیڑے مکوڑے آپ کے تابع تھے اور جو آپ انہیں حکم دیتے وہ مانتے تھے۔ مجھے ایک معتمد آدمی نے بتایا کہ میں نے بہت سے ان لوگوں سے سنا جنہوں نے شیخ موصوف سے کئی مرتبہ ملاقات کا شرف حاصل کیا وہ یہ کہ آپ کے ہاں ایک بہت بڑا سانپ رہتا تھا جو آپ سے محبت کرتا تھا آپ نے اس کا نام رکھا ہوا تھا۔ جب اسے بلانا مقصود ہوتا تو اس کا نام لے کر آواز دیتے تو وہ فوراً حاضر ہو جاتا اور گھٹنوں کے بل بیٹھنے والے شخص کی طرح بیٹھ جاتا۔ پھر جب اس کے چلے جانے کا ارادہ فرماتے تو اس کا نام لے کر فرماتے جاؤ چلے جاؤ تو وہ چلا جاتا۔ آپ ۱۰۸۶ھ میں فوت ہوئے اور بقول مجی غزہ ہاشم میں دفن کیے گئے۔

محترمہ شعوانہ رحمۃ اللہ علیہا

بیان کیا گیا کہ ایک صالحہ عورت جس کا نام شعوانہ رحمۃ اللہ علیہا تھا، کو اللہ تعالیٰ نے بچہ عطا فرمایا۔ اس نے اس کی بہت اچھی

طرح تربیت کی۔ جب وہ ذرا بڑا ہوا تو اس نے اپنی والدہ سے عرض کیا:

اے امی! میں اللہ تعالیٰ کے نام سے آپ سے پوچھتا ہوں کہ آپ مجھے اللہ تعالیٰ کے سپرد نہیں کر دیتیں؟ والدہ بولیں:

میرے پیارے بیٹے! بادشاہوں اور امرا کو تحفہ میں دینے کے لئے ایسے لوگ ہونے چاہئیں جو باادب اور پرہیزگار ہوں اور تم ابھی انجان ہو۔ نہیں جانتی کہ تمہارے بارے میں کیا ارادہ کیا گیا ہے۔ ابھی اس پر عمل کرنے کا وقت نہیں آیا؟ یہ سن کر بیٹا اپنے خیال سے باہر نکل آیا اور اپنی والدہ کی بات تسلیم کر کے خاموش ہو گیا۔ پھر ایک دن یہ لڑکا پہاڑ کی طرف نکلا تا کہ وہاں سے ایندھن اکٹھا کر کے لائے۔ اس کے ساتھ اس کی سواری بھی تھی۔ (غالباً گھوڑا یا یا گدھا) جب چلتے چلتے پہاڑ کے درمیان پہنچا تو گھوڑے سے نیچے اتر آیا اور ایندھن جمع کرنا شروع کر دیا۔ اسے ایک رسی میں باندھتا جا رہا تھا کہ وہ پورا گٹھا بن گیا اور اسے رسی سے کس کر باندھ دیا۔ اب اپنی سواری کی جگہ آیا تا کہ اس پر ایندھن لاد کر گھر واپس آئے تو دیکھا کہ درندے نے اسے پھاڑ کھایا ہے۔ اس نے درندے کی گردن پر ہاتھ ڈالا اور اسے کہا:

اے اللہ کے کتے! مجھے اپنے آقا کے حق کی قسم! میں تجھ پر لازماً ایندھن لادوں گا۔ جیسا کہ تو نے میری سواری کے ساتھ ظلم کیا۔ پھر اس کی پشت پر ایندھن لاد دا اور اسے ہانکنا شروع کر دیا۔ وہ اس بچے کا ہر حکم مانتا تھا۔ چلتے چلاتے اپنی والدہ کے گھر تک آ گیا۔ دروازہ کھٹکھٹایا۔ اندر سے والدہ نے پوچھا کون ہے؟ آپ کا بیٹا اور اللہ رب الارباب کی رحمت کا منگتا۔ ماں نے دروازہ کھولا۔ جب اس نے دیکھا کہ درندے کی پشت پر ایندھن لادا ہوا ہے تو پوچھا بیٹا! یہ کیا ہے؟ بچے نے سارا واقعہ کہہ سنایا۔ وہ سن کر بہت خوش ہوئی اور اسے پتہ چل گیا کہ اللہ تعالیٰ نے اسے اپنی خدمت کے لئے منتخب کر لیا ہے اور یہ واقعہ اس کی نشاندہی کرتا ہے۔ اب والدہ نے اسے کہا:

بیٹا! اب تم بادشاہوں کی خدمت کے لائق ہو گئے ہو۔ جاؤ! میں نے تمہیں اللہ تعالیٰ کے سپرد کیا اور تم اس کے پاس میری امانت ہو۔ یہ کہہ کر الوداع کیا اور اس کے حق میں دعا کی۔ یہ امام یافعی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے۔

حضرت شعیب ابو مدین مغربی رحمۃ اللہ علیہ

خنزیروں کی شکل میں فرنگیوں کو قتل کیا

آپ طریقت کی عظیم شخصیات میں سے ایک بڑی شخصیت اور امام تھے۔ آپ کی جلالت اور ولایت کبری پر سب کا اتفاق ہے۔ جناب سراج رحمۃ اللہ علیہ بیان فرماتے ہیں کہ فقیہ ابو العباس احمد بن قریش خزرجی تلمسانی رحمۃ اللہ علیہ نے ہمیں بتایا کہ میں نے اپنے شیخ ابو محمد صالح دکالی رحمۃ اللہ علیہ سے سنا۔

فرمایا کہ ایک مرتبہ افریقہ میں فرنگیوں اور مسلمانوں کے درمیان جنگ چھڑ گئی۔ غلبہ فرنگیوں کو ملتا نظر آتا تھا۔ ہمارے شیخ ابو مدین رحمۃ اللہ علیہ نے تلوار اٹھائی اور صحرا کی طرف نکل کھڑے ہوئے۔ آپ کے ساتھ کچھ ہم نشین بھی تھے۔ وہاں جا کر ریت کے ایک ٹیلے پر بیٹھ گئے۔

اچانک آپ کے سامنے خنزیروں کا ایک غول آیا جس سے صحرا بن گیا۔ آپ نے وہاں سے چھلانگ لگائی اور ان کے درمیان چلے گئے اور ان کے سر کاٹ کر ہوا میں بلند کرنے شروع کر دیئے۔ حتیٰ کہ آپ نے ان کی بہت بڑی کثرت کو تلوار سے قلم کر دیا اور وہ دم دبا کر بھاگ نکلے۔ ہم نے آپ سے پوچھا یہ کیا ماجرا ہے؟

فرمانے لگے یہ فرنگی تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں ذلیل و رسوا کر دیا ہے۔ ہم نے تاریخ اور وقت نوٹ کر لیا۔ جب افریقہ کی لڑائی کی خبر پہنچی تو بالکل وہی دن اور وقت تھا۔ جب وہاں فرنگیوں کو شکست ہوئی۔ وہاں لڑنے والے مجاہد واپس آئے اور آتے ہی آپ کے ہاتھ پاؤں چومنے لگے اور انہوں نے حلفاً کہا کہ اگر دونوں طرف کی فوج کے درمیان شیخ نہ ہوتے تو ہم ہلاک ہو گئے ہوتے۔ انہوں نے بتایا کہ ہم دیکھتے تھے آپ اپنی تلوار اٹھاتے۔ فرنگی پر وار کرتے اور اس کا سر قلم کر کے ہوا میں لہرا دیتے تھے۔ وہ اور اس کا گھوڑا دونوں زمین میں ڈھیر ہو جاتے۔ آپ نے ان سے بہت بڑی جنگ لڑی۔ بالآخر وہ بھاگ گئے۔ ہم نے جنگ ختم ہونے کے بعد شیخ کو وہاں نہ دیکھا۔ حالانکہ شیخ موصوف اور جنگ کی جگہ کے درمیان ایک مہینہ سے زیادہ مسافت کا فاصلہ تھا۔

ولی کی دعا سے درخت روشنی دینے لگا

جناب سراج رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا کہ ایک مرتبہ آپ نے چند لوگوں کے ہمراہ سفر کیا اور کسی صحرا میں پڑاؤ ڈالا۔ رات ہوئی تو لوگوں نے ڈراؤنی آواز سنی جس سے یہ خوفزدہ ہو گئے کہ کہیں ہمیں کوئی موذی تکلیف نہ پہنچائے۔ ان کی خواہش ہوئی کہ روشنی کا کوئی بندوبست ہو جائے تاکہ سخت اندھیرے میں کچھ سکون و تسلی ہو جائے۔ آپ نے ایک درخت کے نیچے دو رکعت نماز ادا کی اور دعا کی تو درخت روشن ہو گیا حتیٰ کہ وہ تمام جگہ چمک اٹھی۔ جہاں قافلہ اترا ہوا تھا اور صبح تک روشنی میں وہ لوگ امن سے رہے۔

قرآن کریم کی تلاوت کے وقت جنتی پانی پیا

جناب سراج رحمۃ اللہ علیہ ہی نے بیان کیا ہے۔ ہمیں بتایا گیا کہ شیخ موصوف نے ایک مرتبہ نماز میں یہ آیت کریمہ تلاوت کی: وَ يُسْقَوْنَ فِيْهَا كَاْسًا كَانَ مِزَاجُهَا زَنْجَبِيْلًا ۝ (الدہر) (جنتیوں کو جنت میں پیالے بھر بھر کے پلائے جائیں گے جن کا مزاج زنجبیل کا سا ہو گا)۔ آپ نے اپنے دونوں ہونٹوں کو چوسا۔ جب فارغ ہوئے تو فرمانے لگے جب میں نے آیت کریمہ پڑھی تو مجھے پیالے سے پلایا گیا تھا۔

پکا ہوا گوشت حلال تھا یا حرام

حضرت امام یافعی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا۔ بیان کیا گیا ہے کہ افریقہ کے امیر المومنین جن کا نام یعقوب تھا، انہوں نے ایک منظر دیکھا اور مریدوں کے احوال میں سے چند احوال دیکھے۔ سبب اس کا یہ ہوا کہ انہوں نے اپنے بھائی کو شاہی غیرت کی وجہ سے قتل کر دیا تھا۔ پھر اس قتل پر پشیمان ہوئے ایسی پشیمانی کہ جس نے انہیں سچی توبہ کا راستہ دکھایا اور ان کے باطن میں احوال

حسنہ کا ذریعہ بن گئی اور توبہ کے نتیجہ سے ان کے دل ودماغ میں وہ تبدیلی آئی جس کا ذہن تصور نہیں کر سکتا۔ اس کے بعد کوئی گناہ ان سے سرزد نہ ہوا۔ آپ نے اپنے دل کی بات ایک مریدنی سے کی جو ان کے محل میں آیا جایا کرتی تھی۔ اس نے کہا یہ مریدوں کے احوال ہیں۔ پھر پوچھا میں اپنے ساتھ کیا کروں۔ کون مجھے پہچانتا ہے اور کون میرا علاج کرے گا؟ اس عورت نے کہا اس کا مداوا اس دور کے اولیاء کرام کے سردار شیخ ابو مدین رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ہے۔ یہ سن کر یعقوب امیر نے ان شیخ کی طرف کسی کو بھیجا اور انہیں بہت جلد اپنے ہاں آنے کی درخواست کی۔ جب قاصد نے پیغام دیا تو شیخ ابو مدین نے ان کے پاس جانا منظور کر لیا اور کہنے لگے اٹھو کہ ہم اللہ تعالیٰ کے حکم کو مانیں گے کیونکہ اس نے اپنے امیر کی اطاعت کا کہا ہے۔ میں تو اس تک نہیں پہنچ سکوں گا کیونکہ میں تلمسان پہنچ کر فوت ہو جاؤں گا۔ شیخ اس وقت بجایہ میں تھے وہ چلتے چلتے تلمسان پہنچے تو انہوں نے یعقوب امیر کے قاصدوں سے کہا اپنے صاحب کو میرا اسلام کہنا اور پیغام دینا کہ تمہاری شفا ابو العباس مرینی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ میں ہے۔ پھر شیخ ابو مدین کا انتقال ہو گیا۔ پھر قاصد امیر یعقوب کی طرف روانہ ہو گئے۔ جب پہنچے تو یعقوب امیر کو شیخ ابو مدین کا پیغام دیا تو امیر یعقوب نے شیخ ابو العباس مرینی کو جلد طلب کرنے کا حکم دیا اور لوگوں کو مختلف اطراف میں انہیں تلاش کرنے کے لئے دوڑایا۔ چنانچہ انہیں کامیابی ملی اور شیخ ابو العباس مرینی کو انہوں نے بتایا کہ تمہیں لے جانے آئے ہیں۔ کیونکہ امیر یعقوب نے آپ کو جلد لانے کے لئے ہمیں حکم دیا ہے۔ آپ نے اللہ تعالیٰ سے ان کی اجازت پائی۔ حکم ہوا کہ جاؤ اور امیر یعقوب سے ملو۔ آپ اس کی طرف چل پڑے۔ ملاقات ہوئی امیر یعقوب کو اس سے بہت خوشی ہوئی۔ پھر اس نے ایک مرغی ذبح کرنے کا حکم دیا اور دوسری کا گلا گھونٹ کر مارنے کا کہا اور حکم دیا کہ دونوں مرغیوں کو الگ الگ ہنڈیا میں پکایا جائے۔ جب پک کر تیار ہو گئیں تو شیخ ابو العباس مرینی کے سامنے لانے کو کہا چنانچہ پکی ہوئی دونوں مرغیاں الگ الگ برتن میں ڈال کر آپ کے سامنے رکھی گئیں تا کہ آپ تناول فرمائیں۔ آپ نے خادم سے کہا: اس مرغی کے گوشت کو میرے سامنے سے اٹھا لو۔ کیونکہ یہ مردار ہے اور دوسری کا گوشت آپ نے تناول فرما لیا۔ یہ دیکھ کر امیر یعقوب نے اپنے آپ کو ان کے سپرد کر دیا اور اپنے آپ کو ان کے خادم کا روپ دے دیا۔ ان کے ہاتھوں امیر یعقوب کا معاملہ حل ہو گیا اور روحانی فتوحات کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ حکومت اور بادشاہت چھوڑ دی۔ وہ اپنے بیٹے کے سپرد کر دی۔ خود شیخ کے ساتھ مشغول ہو گئے اور شیخ ابو العباس مرینی کی برکت اور شیخ ابو مدین کے اشارہ کی برکت سے ان کے قدم ولایت میں ثابت رہے۔

سرکار غوث پاک کے قدم کے تلے ہونے کا اعلان

علامہ مناوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ آپ کی ایک کرامت یہ تھی کہ ایک دن آپ نے اپنے سر کے بالوں میں مہندی لگائی۔ اس وقت آپ اپنے اصحاب کے درمیان تشریف فرما تھے۔ اچانک بولے: ''میں بھی ان میں سے ہوں۔ اے اللہ! میں تجھے گواہ بناتا ہوں اور تیرے فرشتوں کو گواہ بناتا ہوں کہ میں نے سنا اور مانا'' آپ سے پوچھا گیا یہ کیا بات تھی؟ فرمانے لگے: سیدنا شیخ عبدالقادر گیلانی رضی اللہ عنہ نے ابھی ابھی بغداد میں اعلان فرمایا تھا: ''قدمی ھذہ علی رقبۃ کل ولی اللہ'' (میرا یہ قدم اللہ کے تمام ولیوں کی گردن پر ہے)۔ تو میں نے اپنی گردن جھکا دی تھی حالانکہ آپ اس وقت افریقہ میں تھے بعد میں معلوم ہوا

کہ واقعہ یہی ہوا ہے۔

باہر نکلنے پر چڑیاں مرگئیں

علامہ مناوی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ آپ اپنے گھر میں سال بھر اندر ہی رہے۔ صرف جمعہ کے لئے باہر تشریف لاتے لوگ آپ کے دروازے پر اکٹھے ہو گئے اور درخواست کی کہ آپ باہر تشریف لا کر ہم سے بات چیت کریں۔ لوگوں نے اس کا بہت اصرار کیا اور آپ کو نکلنے پر مجبور کر دیا۔ چنانچہ آپ باہر تشریف لائے باہر نکلے ہی تھے کہ آپ کے گھر میں موجود بیری کے درخت پر بیٹھی چڑیاں اڑ گئیں۔ آپ پھر اندر چلے گئے اور فرمایا اگر میں تمہارے ساتھ گفتگو کرنے کی صلاحیت رکھتا تو مجھے دیکھ کر چڑیاں اور وحشی جانور نہ بھاگتے۔

آپ ایک سال پھر گھر بیٹھے رہے۔ سال گزرنے کے بعد لوگ پھر دروازے پر آ جمع ہوئے اور باہر تشریف لانے پر مجبور کیا چنانچہ اب جب آپ باہر تشریف لائے تو کوئی پرندہ نہ اڑا اور نہ ہی کوئی وحشی بھاگا۔ آپ نے لوگوں سے بات چیت کی۔ ادھر پرندے اپنے پر پھڑ پھڑاتے رہے اور چیختے چلاتے رہے۔ حتیٰ کہ ان میں سے بہت سے مر گئے اور حاضرین میں سے ایک آدمی بھی مر گیا۔

جیب میں بھولے سے ایک درہم رہ جانے پر ہرنی نے نفرت کی

اتفاق سے ایک مرتبہ آپ اپنی جیب میں ایک دینار بھول گئے۔ وہ جیب میں ہی پڑا رہا۔ آپ کی عادت کریمہ یہ تھی کہ اکثر جبل الکواکب کی طرف نکل جایا کرتے تھے اور لوگوں سے الگ تھلگ ہو جایا کرتے تھے وہاں آپ کے پاس ایک ہرنی آتی تھی جو آپ کو اپنا دودھ دیتی۔ یہ آپ کی خوراک ہوتی۔ اب جب پہاڑ کی طرف تشریف لائے تو ہرنی عادت کے مطابق حاضر ہوئی۔ اس وقت آپ کو بھی کھانے کی اشد ضرورت تھی۔ آپ حسب عادت اس کا دودھ دوہنے کے لئے آگے بڑھے تو اس نے آپ سے نفرت کا اظہار کیا اور لگاتار سینگوں سے آپ کو پیچھے ہٹاتی رہی۔ آپ جب اس کی طرف دودھ دوہنے کے لئے ہاتھ بڑھاتے تو وہ نفرت کا اظہار کرتی۔ آپ اس کا سبب سوچنے پر متفکر ہو گئے۔ آپ کو یاد آ گیا کہ ایک دینار بھولے سے میری جیب میں رہ گیا ہے آپ نے اسے نکالا اور پھینک دیا اس کے بعد ہرنی آئی اور آپ سے مانوس ہوئی اور آپ کو دودھ دیا۔

ایک ہی کھانے کے مختلف رنگ ذائقے

آپ کی سیاحت کے دوران ایک واقعہ پیش آیا۔ وہ یہ کہ آپ ایک غار میں ایک بڑھیا کے پاس گئے اور وہاں اس کے پاس ٹھہر گئے۔ پھر اس بڑھیا کا بیٹا آیا۔ دن ڈھل چکا تھا۔ اس نے اندر آتے ہی سلام کیا پھر بڑھیا نے دستر خوان بچھایا۔ جس پر روٹی اور پیالہ پر کچھ سالن وغیرہ چنا گیا۔ شیخ بھی بیٹھ گئے اور بڑھیا کا بیٹا بھی۔ دونوں نے کھانا شروع کیا تو بیٹا بولا میری تمنا ہے کہ فلاں فلاں کھانا بھی دستر خوان پر ہوتا۔ شیخ نے جواب دیا: اللہ کا نام لے کر کھاؤ اور جو تمہاری تمنا ہے وہی کھاؤ۔ بیٹا ہر لمحے نئی تمنا لاتا اور شیخ اسے وہی پہلے والی بات دہراتے۔ ایک ہی رنگ کا سالن مختلف رنگوں میں تبدیل ہوتا رہا اور لڑکے نے

حسب تمنا ہر کھانے کا ذائقہ پایا۔

گدھے کی جگہ درندے کو ماتحت کر دیا

وحشی جانور آپ کے سامنے سرخم کر دیتے جب آپ کو دیکھتے تو آپ کی ہیبت سے ان پر کپکپی طاری ہو جاتی۔ آپ کا ایک دفعہ ایک گدھے کے قریب سے گزر ہوا جسے درندے نے نصف کے قریب کھا لیا تھا۔ گدھے کا مالک دور کھڑا دیکھ رہا تھا۔ پس آپ گدھے کے مالک کو شیر کے پاس لے گئے اور فرمایا: اسے کانوں سے پکڑ واور اپنے گدھے کی جگہ اس سے کام لو۔ یہاں تک کہ شیر مر جائے۔ چنانچہ وہ شخص اس شیر پر سوار ہوا اور کئی سال اس سے کام لیتا رہا حتیٰ کہ وہ شیر مر گیا۔

دل کی بات کا جواب کپڑے پر لکھا ہوا مل جاتا

کسی ولی نے ابلیس لعین کو دیکھا اور اس سے پوچھا ابو مدین کے ساتھ تیرا کیا حال ہے؟ کہنے لگا میں جو وسوسہ وغیرہ ان کے دل میں ڈالتا ہوں اس کی مثال میں دے سکتا ہوں کہ ایک شخص جو بحر محیط میں پیشاب کر دے۔ شیطان سے پوچھا گیا۔ پھر تو اس میں کیوں پیشاب کرتا ہے؟ کہنے لگا میں چاہتا ہوں کہ وہ نجس و ناپاک ہو جائے لیکن اس کی بجائے وہاں طہارت ہی طہارت رہتی ہے کیا اس سے بڑا جاہل کوئی اور دیکھو گے؟ یہی میری مثال ہے اور ابو مدین کا دل تو ایسا ہے کہ میں جب بھی اس میں کوئی وسوسہ ڈالتا ہوں تو اس کی آنکھ کھل جاتی ہے۔ حضرت ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ہمارے شیخ ابو مدین ایسے تھے کہ جب بھی ان کے دل میں کوئی خیال آتا تو اس کا جواب آپ کو اپنے پہنے ہوئے کپڑے پر لکھا ہوا مل جاتا۔ ایک دن آپ کے دل میں آیا کہ وہ اپنی بیوی کو طلاق دے دیں۔ یہ خیال آپ کو عارف ابو العباس خشاب کی موجودگی میں آیا تو انہوں نے شیخ کے کپڑے پر لکھا ہوا دیکھا: اَمْسِكْ عَلَيْكَ زَوْجَكَ (بیوی کو اپنے پاس ہی رہنے دو)۔

اعتراض کی خاطر آنے والا حق کا طالب ہو گیا

علامہ مناوی رحمۃ اللہ علیہ نے "نفح الطیب" میں لکھا ہے کہ شیخ موصوف مشائخ اولیائے کبار کے شیخ تھے اور علمائے اخیار کے امام تھے دنیا میں ہر سو ان کا چرچا تھا اور ان کی جلالت و ولایت پر سب کا اتفاق تھا۔ ان کے جلیل القدر مشائخ کرام میں سیدی شیخ عبد القادر جیلانی اور سیدی ابو یعزی مغربی رحمۃ اللہ علیہما مشہور شخصیات شامل ہیں۔ علامہ تاولی وغیرہ نے ذکر کیا کہ ایک شخص شیخ ابو مدین کے پاس ان پر اعتراض کرنے کی خاطر آیا اور آپ کے حلقہ میں آ کر بیٹھ گیا۔ آپ نے اس کی طرف دیکھا اور اسے پوچھا کیسے آنا ہوا؟ کہنے لگا اس لئے تاکہ آپ کے نور سے کچھ اقتباس کروں۔

آپ نے پوچھا تیری آستین میں کیا ہے؟ کہنے لگا قرآن کریم فرمایا: ذرا کھول اور جہاں سے کھلتا ہے اس صفحہ کی پہلی سطر کی تلاوت تو کرو؟ اس نے کھولا اور پہلی سطر پڑھی جو یہ تھی: اَلَّذِیْنَ كَذَّبُوْا شُعَیْبًا ... هُمُ الْخٰسِرِیْنَ ﴿۹۲﴾ (الاعراف) آپ نے اسے فرمایا: کیا تمہارے لئے یہی کافی نہیں ہے۔ چنانچہ اس شخص نے اعتراف کر لیا اور توبہ کی اور اپنی حالت سنوار لی۔

ولی کو قیدی بنانے والوں کی کشتی دریا میں رک گئی

آپ ایک مرتبہ ساحل پر پیدل چل رہے تھے تو دشمن نے آپ کو پکڑ کر قیدی بنالیا اور کشتی میں ڈال دیا۔ جہاں اور بھی بہت سے قیدی تھے جو مسلمان تھے۔ جب آپ تسلی سے کشتی میں بیٹھ گئے تو کشتی نے چلنا بند کر دیا اور طاقتور ہوا چلنے کے باوجود کشتی تھم گئی اور کوشش کے باوجود ملاح کو کامیابی نہ ہوئی۔ رومیوں نے یقین کرلیا کہ اب کشتی نہیں چلے گی۔

ان میں سے ایک نے دوسرے سے کہا اس مسلمان ابومدین کو اتار دو۔ یہ راہب ہے اور ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس کا راز و نیاز کا معاملہ ہو۔ چنانچہ انہوں نے آپ کی طرف اشارہ کیا کہ آپ اتر جائیں۔ آپ نے فرمایا: میں اس وقت تک نہیں اتروں گا جب تک کشتی میں موجود تمام قیدیوں کی تم خلاصی نہیں کر دیتے۔ جب انہیں معلوم ہوگیا کہ شیخ موصوف کا مطالبہ مانے بغیر کوئی چارہ نہیں تو انہوں نے تمام قیدیوں کو کشتی سے نیچے اتار دیا۔ ان کے اترنے کے ساتھ ہی کشتی بھی چل پڑی۔

دریافت کئے بغیر سوال کا جواب

آپ کی ایک کرامت یہ بیان کی گئی ہے کہ ایک مرتبہ بجایہ کے طلبہ میں ایک حدیث پاک میں اختلاف ہوگیا "إذا مات المومن أعطي نصف الجنة" (جب مومن مرجاتا ہے تو اسے نصف جنت عطا کر دی جاتی ہے)۔ طلبہ اس اشکال میں پڑے ہوئے تھے کہ حدیث پاک کے ظاہری مفہوم کے اعتبار سے پوری جنت کا استحقاق دو مومن مردوں کے مرنے پر ہوگا کیونکہ ایک کے مرنے پر نصف کا حقدار ہوتا ہے۔ بہر حال طلبہ آپ کے ہاں آئے۔ آپ اس وقت "رسالہ قشیریہ" پر گفتگو فرمارہے تھے۔ آپ پر ان طلبہ کی حالت کشف کے ذریعہ کھل گئی۔ پوچھنے کی نوبت ہی نہ آئی۔ آپ نے انہیں فرمایا: حدیث پاک کی مراد یہ ہے کہ مومن کے مرنے کے بعد اسے نصف جنت دے دی جاتی ہے۔ اس کی قبر میں آدھی جنت کو سامنے کر دیا جاتا ہے تاکہ وہ اس سے لذت حاصل کر سکے اور آنکھوں کی ٹھنڈک اسے میسر آجائے۔ پھر قیامت کے دن بقیہ نصف اس کو عطا کر دی جائے گی۔

اس وقت کے اولیائے کرام مختلف شہروں سے آپ کے پاس حاضر ہوتے تھے۔ تاکہ پیش آمدہ مسائل میں آپ سے رہنمائی حاصل کرسکیں۔

نماز صبح بغداد اور مکہ میں اور ظہر مکہ میں بھی اور بیت المقدس میں بھی

آپ کے ایک شاگرد سیدی عبدالخالق تونسی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ سے ہی آپ کا ایک واقعہ بیان کیا۔ وہ یہ کہ آپ نے فرمایا: میں نے ایک شخص کے بارے میں سنا تھا جس کو موسیٰ طیار کہا جاتا تھا کہ وہ ہوا میں اڑتا اور پانی پر چلتا ہے۔ میرے پاس ایک شخص صبح سویرے آیا کرتا تھا اور مجھ سے کچھ مسائل پوچھا کرتا تھا جنہیں لوگ نہیں سمجھ سکتے تھے۔ ایک رات میرے دل میں آیا کہ ہونہ ہو یہ روزانہ مسئلے پوچھنے والا موسیٰ طیار ہو۔ جس کے بارے میں میں نے سن رکھا ہے۔ آج کی رات میں نے بہت انتظار کیا لیکن پہلے کی طرح وہ نہ آیا۔ پھر جب فجر ہوئی تو کسی نے دروازے پر دستک دی۔ میں دروازے پر گیا کھولا تو کیا دیکھتا ہوں کہ وہی رات کو مسائل پوچھنے والا ہی شخص کھڑا ہے۔ میں نے اس سے پوچھا کیا تم موسیٰ طیار ہو؟ کہنے لگا ہاں پھر اس نے

مجھ سے کچھ مسائل پوچھے اور چلا گیا۔

پھر کچھ دیر بعد ایک اور آدمی کو ساتھ لے آیا اور آ کر مجھ سے کہا کہ ہم نے صبح کی نماز بغداد میں ادا کی اور پھر ہم مکہ شریف کی طرف گئے تو ہم نے وہاں لوگوں کو صبح کی نماز پڑھتے پایا تو ہم نے ان کے ساتھ صبح کی نماز کا اعادہ کیا اور ظہر تک ہم وہاں ہی بیٹھے رہے پھر ظہر ادا کی اور اس کے بعد بیت المقدس چلے گئے تو ہم نے وہاں لوگوں کو نماز ظہر پڑھتے دیکھا یہ دیکھ کر میرے اس ساتھی نے مجھ سے کہا ہم ان کے ساتھ ظہر کی نماز لوٹا لیتے ہیں۔ میں نے کہا نہیں۔ اس نے مجھ سے کہا کہ کیا ہم نے نماز صبح مکہ میں نہیں لوٹائی تھی؟ (حالانکہ ہم بغداد میں ادا کر چکے تھے۔ اسی طرح مکہ میں نماز ظہر ادا کر لی تو اب قدس میں اس کے اعادہ کی اجازت کیوں نہیں؟) میں نے اسے کہا کہ ہمارے شیخ یونہی کیا کرتے تھے اور ایسے ہی کرنے کا ہمیں بھی حکم دیا ہے۔ اب ہم دونوں میں اختلاف ہو گیا اور آپ کے پاس اس لئے آئے تا کہ آپ اس کا جواب عطا فرمائیں۔ یہ سن کر میں (ابو مدین) نے کہا کہ نماز صبح بغداد میں ادا کئے جانے کے باوجود پھر مکہ میں اس کا اعادہ اس لئے تھا کہ یہاں یعنی مکہ شریف میں نماز ادا کرنا عین الیقین کے درجہ میں ہے اور بغداد میں علم الیقین کے درجہ سے ادا کی گئی ہے اور عین الیقین بہر حال علم الیقین سے اولیٰ ہوتا ہے اور ظہر کی نماز مکہ میں ادا کرنا جو ام القریٰ ہے تو ام القریٰ میں ادا کی گئی نماز کسی اور جگہ لوٹائی نہیں جاتی۔ موسیٰ طیار نے یہ سوال و جواب بیان کر کے فرمایا کہ شیخ ابو مدین کے اس جواب پر ہی میں نے قناعت کی اور ہم چلے گئے۔

حاکم وقت کے امتحان لینے سے قبل ہی خالق کو پیارے ہو گئے

آپ نے بجایہ کو وطن بنا لیا تھا اور فرمایا کرتے تھے کہ یہ جگہ حلال کی تلاش کے لئے بڑی مددگار ہے۔ اور وہاں کافی عرصہ رہے اور جوں جوں وقت گزرتا آپ کی شہرت میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ مختلف اطراف سے وفد آتے اور دور دراز سے ضرورت مند حاضر ہوتے اور وہ آپ کو مختلف واقعات کی خبریں بھی دیتے اور ان دیکھی باتیں بھی عرض کرتے۔ حتیٰ کہ بعض علمائے ظاہر نے آپ کی یعقوب منصور کے پاس چغلی کھائی اور کہا کہ ہمیں شیخ ابو مدین سے تمہاری حکومت کے بارے میں خطرہ محسوس ہوتا ہے۔ یہ امام مہدی سے ملتی جلتی شخصیت ہے۔ ان کے چاہنے والے اور اتباع کرنے والے بکثرت ہیں اور ہر شہر میں ہیں۔

ایسی باتیں سن کر یعقوب منصور کے دل میں یہ خیال بیٹھ گیا کہ آپ واقعی میری حکومت کے لئے خطرہ ہیں۔ لہٰذا اس نے آپ کے بارے میں فیصلہ کیا کہ انہیں بلا کر آزمایا جائے۔ چنانچہ اس نے کسی کو ان کی طرف بھیج کر پیغام دیا کہ مجھے ملنے آؤ تا کہ میں آپ کے سچے جھوٹے ہونے کا امتحان لوں۔ بجایہ کے والی کو اس نے اس کی وصیت بھی لکھ دی اور اس کی اہمیت بھی واضح کر دی اور یہ بھی لکھا کہ ان کے مقام و مرتبہ کا خاص خیال رکھا جائے اور اس کے مطابق ان سے پیش آیا جائے۔

بہر حال بجایہ کے والی نے حاکم یعقوب منصور کا پیغام سن کر انہیں کہا کہ آپ مکہ تشریف لے چلیں۔ چنانچہ آپ نے جب سفر کا ارادہ فرمایا تو آپ کے ساتھیوں کو یہ ناگوار گزرا۔ وہ بپھر گئے اور انہوں نے اس بارے میں اپنے اپنے خیالات کا اظہار بھی کیا۔ آپ نے انہیں خاموش رہنے کا حکم دیا اور فرمایا: میرا آخری وقت قریب آ گیا ہے اور میری موت یہاں کی بجائے کسی اور جگہ مقدر ہے۔ مجھے وہاں لازماً جانا ہے۔ میری حالت یہ ہے کہ میں بہت بوڑھا ہو چکا ہوں۔ کمزور ہوں۔ آنے

جانے کی ہمت بھی نہیں رہی۔ ادھر اللہ تعالیٰ نے میرے حال پر رحم فرما کر بندوبست کر دیا کہ مجھے میرے مرنے کی جگہ پر لے جانے کے لئے ایسے آدمی کو روانہ کر دیا ہے جو بڑے آرام کے ساتھ مجھے وہاں پہنچا دے گا اور میرا سفر بھی نہایت آرام دہ ہو گا۔ رہا بادشاہ کا معاملہ تو وہ یوں ہے کہ نہ وہ مجھے دیکھ سکے گا اور نہ میں ہی اسے دیکھ سکوں گا۔ یہ سن کر حاضرین کے دل جھوم اٹھے اور ان کی پریشانی کافور ہو گئی اور انہیں معلوم ہو گیا کہ یہ بھی شیخ موصوف کی کرامت ہے چنانچہ آپ کو لے کر بڑے آرام و سکون کے ساتھ وہ چل دیئے۔

چلتے چلتے حوز تلمستان سے جب گزرے تو رابطۃ العباد دکھائی دیا۔ یہ ایک جگہ کا نام ہے۔ آپ نے اپنے اصحاب سے فرمایا یہ جگہ سونے کے لئے اچھی نہیں ہے۔ آپ شدید بیمار ہو گئے۔ پھر جب وادی نسر پہنچے تو بیماری اور بڑھ گئی اور یہاں پڑاؤ ڈال دیا۔ آپ کا آخری کلام یہ تھا: ''اللہ الحق'' آپ نے ۵۸۰ھ میں انتقال فرمایا۔ وہاں سے آپ کو عباد اٹھا کر لایا گیا جو اولیائے کرام اور اوتاد عظام کا مدفن ہے۔ تلمستان کے رہنے والوں کو آپ کی نماز جنازہ کا علم ہو گیا۔ آپ کی نماز جنازہ پر عظیم اجتماع ہوا اور بعد میں محافل کریمہ منعقد ہوتی رہیں۔ ادھر اللہ تعالیٰ نے بادشاہ کو گرفت میں لے لیا اور وہ شیخ موصوف کے انتقال کے ایک سال بعد یا اس سے کم عرصہ میں فوت ہو گیا۔ شیخ موصوف کے حالات بیان کرنے والے حضرات کا کہنا ہے کہ شیخ کی قبر کے پاس مانگی گئی دعا قبول ہوتی ہے جس کا بہت سی جماعتوں نے تجربہ بھی کیا ہے۔ میں نے شیخ کی سوانح ایک الگ مستقل تالیف میں بھی جمع کر دی ہے۔

حضرت شعیب رحمۃ اللہ علیہ

آپ باب البحر کے قریب مدفون ہیں۔ عجیب و غریب افعال ان سے سرزد ہوئے۔ بہت سی کرامات میں سے ایک یہ بیان کی گئی ہے۔

کھجور کا درخت بہت بڑا اژدھا بن گیا

ایک ظالم نے آپ کے عبادت خانہ میں موجود کھجور کے درخت کو کاٹنے کا پروگرام بنایا۔ جب اسے کاٹنے کے لئے لوگ آئے تو انہوں نے کھجور کے درخت کو بہت بڑے اژدھے میں تبدیل شدہ پایا۔ وہ واپس ہو گئے۔ وہ درخت اب بھی ٹیڑھی شکل میں وہاں موجود ہے۔ بقول مناوی آپ نے آٹھویں صدی میں انتقال فرمایا۔

حضرت ابومدین شعیب عیاشی یمانی رحمۃ اللہ علیہ محمد نام والے اولیائے کرام میں مذکور ہو چکے ہیں۔

حضرت شقران بن عبداللہ مغربی رحمۃ اللہ علیہ

ولی کے رقعہ نے مشکلات دور کر دیں

آپ صوفیہ کرام کے امام تھے اور حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ کے شیخ تھے۔ بیان کیا گیا ہے کہ جب حضرت ذوالنون مصری کو جناب شقران رحمۃ اللہ علیہ کی خبر افریقہ میں ملی تو آپ مصر سے ان کے ہاں حاضر ہوئے اور ان کے بارے میں لوگوں سے

دریافت کیا۔ آپ کو بتایا گیا کہ وہ ابھی اپنے خلوت کدہ میں داخل ہوئے ہیں اور اپنے گھر سے آٹھ دن بعد صرف جمعہ کو باہر تشریف لاتے ہیں اور کسی سے چالیس دن تک بات چیت نہیں کرتے۔ حضرت ذوالنون مصری ان کے دروازے کے قریب چالیس دن تک قیام پذیر ہو گئے۔ جب وہ باہر تشریف لائے تو ان سے پوچھا تمہیں کس بات نے ہمارے علاقہ میں آنے پر مجبور کیا۔ جناب ذوالنون بولے کہ میں نے انہیں جواب دیا میں آپ کی طلب میں نکلا ہوں۔ یہ سن کر انہوں نے میرے ہاتھ میں رقعہ دیا جو دینار برابر تھا۔ اس میں یہ تحریر تھا:

اے آہستہ آہستہ رہنے والے! اے نباتات کے پیدا کرنے والے! اے آوازوں کو سننے والے! اے دعاؤں کو قبول کرنے والے!

جناب ذوالنون بیان کرتے ہیں خدا کی قسم! یہ رقعہ میرے سفر کی خوشحالی تھا۔ میں نے جب بھی اللہ تعالیٰ سے کوئی حاجت طلب کی تو اس نے مجھے عطا فرما دی۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے ولی کو برائی سے بچالیا

آپ انتہائی خوبصورت انسان تھے ایک مرتبہ ایک عورت دیکھتے ہی آپ پر فریفتہ ہو گئی۔ اس عاشقہ عورت نے اپنا قصہ اور اپنی حالت ایک بڑھیا سے بیان کی۔ بڑھیا بولی میں تم دونوں کی ملاقات کا کوئی طریقہ نکالتی ہوں۔ چنانچہ وہ بڑھیا جناب شقران رحمۃ اللہ علیہ کے پاس گئی اور انہیں کہنے لگی میرا ایک لڑکا ہے اس کا خط آیا ہے اور وہ اور اس کی ایک ہمشیرہ اس کا خط سننا چاہتی ہے۔ اگر آپ تشریف لے چلیں اور دروازے پر کھڑے کھڑے خط پڑھ کر سنا ئیں تو آپ کی مہربانی۔ آپ کے اس کرم فرمانے سے ایک دکھی کو سکون مل جائے گا۔ آپ یہ سن کر اس کے دروازے تک آئے۔ بڑھیا بولی اندر تشریف لائیں تاکہ لوگوں کی نظروں سے آپ اوجھل ہو جائیں۔ آپ اندر چلے گئے۔ اس بڑھیا نے دروازہ کھولا ہی تھا کہ وہ خوبصورت عشق عورت آ گئی اور حضرت شقران کے ایک پہلو سے چمٹ گئی۔ آپ نے مڑ کر ادھر دیکھا وہ بولی، میں آپ کی مشتاق تھی۔ آپ نے اس سے پوچھا پانی کہاں ہے میں وضو کرنا چاہتا ہوں وہ پانی لائی۔ آپ نے اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کی:

اللهم أنت خلقتني لما شئت وقد خشيت الفتنة وأنا أسألك أن تصرف شرها عني و تغير خلقتي۔

(اے اللہ! تو نے جس کام کے لئے چاہا مجھے پیدا فرمایا اور میں یقینا فتنہ میں پڑنے کا خوف کھاتا ہوں اور میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ اس عورت کی شرارت سے مجھ بچالے اور میری شکل وصورت تبدیل کر دے)۔

اس دعا کے فوراً بعد آپ کی خوبصورتی، بدصورتی میں تبدیل ہو گئی۔ جب اس حسین عورت نے آپ کو دیکھا تو آپ کے سینہ پر زور سے ہاتھ مار کر دھکا دے کر کہنے لگی نکل جاؤ یہاں سے۔ آپ باہر تشریف لے آئے اور کہہ رہے تھے: الحمد للہ رب العالمین۔ آپ کا حسن وجمال پھر لوٹ آیا۔ یہ علامہ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ نے کرامت بیان فرمائی ہے۔

غیب سے پانی آیا اور گرم بھی ہو گیا

علامہ مناوی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں ایک کرامت آپ کی یہ تھی کہ ایک رات آپ نے غسل کرنے کا ارادہ فرمایا تو پانی نہ پایا پھر آپ نے آسمان کی طرف نظر اٹھائی اور عرض کیا:

اے اللہ! میں پانی سے عاجز ہو چکا ہوں اور میری امید صرف تو ہی ہے۔ لہٰذا مجھ پر مہربانی فرما اور میرا حیلہ وسیلہ بنا دے۔ یہ عرض کیا ہی تھا کہ انہیں پانی کے برتن میں پڑنے کی آواز سنائی دی۔ آپ اٹھے دیکھا تو برتن میں پانی تھا۔ جب اسے استعمال کرنے لگے تو اسے نہایت ٹھنڈا پایا۔ آپ نے برتن کے دونوں کناروں کو ہلایا تو پانی اسی وقت گرم ہو گیا۔ آپ نے مصر میں ہی انتقال فرمایا اور قرافہ میں دفن کئے گئے۔ آپ کی قبر حضرت عقبہ بن عامر جہنی رضی اللہ عنہ صحابی کی قبر کے قریب ہے۔

حضرت شقیق بن ابراہیم بلخی ازدی رحمۃ اللہ علیہ

آپ بہت بڑے زاہد اور تصوف کے ایک اہم شیخ ہوئے ہیں۔ حضرت ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھی تھے۔

یہ بچہ مردان خدا میں سے ہوگا

علامہ مناوی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ آپ کا بسطام سے گزر ہوا۔ جب آپ حج کے لئے تشریف لے جا رہے تھے۔ آپ نے بسطام کی ایک مسجد میں مجلس منعقد فرمائی۔ وہاں مسجد کے قریب بچے کھیل رہے تھے اور بایزید بسطامی بھی ان میں تھے وہ مسجد کے دروازے تک آتے اور جناب شقیق کی گفتگو سنتے۔ پھر چلے جاتے۔ ان پر حضرت شقیق رحمۃ اللہ علیہ کی نظر پڑی تو فرمایا: عنقریب یہ بچہ مردان خدا میں سے ایک مرد کامل ہوگا۔ پھر ایسے ہی ہوا جیسے آپ نے فرمایا تھا۔ ۱۹۴ھ میں انتقال فرمایا۔

حضرت شکاس رحمۃ اللہ علیہ

آپ ولی کامل اور صالح مرد تھے۔ تدمر شہر میں آپ شیخ علوان حموی کے خلیفہ کے فرائض سرانجام دیتے تھے۔ صوفی، فاضل، سالک کامل، جلیل القدر اور جمیل الآثار تھے۔ بلند ہمت، رعب و داب والے اور صاحب وقار تھے۔ دھاگے سے بنا آپ کا مصلیٰ (سجادہ) تھا جسے آپ نے گرہ در گرہ بنایا ہوا تھا۔ آپ ہر سال تدمر شہر سے اپنے شیخ کی قبر کی زیارت کے لئے حاضر ہوتے اور آپ جب گفتگو فرماتے تو آواز پست کر لیتے اور اپنے پاس بیٹھے لوگوں کو بھی حکم دیتے کہ آواز پست رکھو اور فرمایا کرتے تھے کہ پست آوازی ادب میں شامل ہے۔

خالی برتن پانی سے بھر گیا

آپ کی ایک کرامت یہ بیان کی گئی ہے کہ آپ تدمر شہر میں ایک مرتبہ ایک کھجور کے درخت کے نیچے تشریف فرما تھے تو وہاں سے ایک قافلہ گزرا جو بہت پیاسا تھا۔ ان میں سے ایک شخص آپ کے پاس آیا اور پوچھا کیا آپ کے پاس پانی ہے؟ آپ نے کہا جاؤ وہ لوٹا لے آؤ۔ اس لوٹے میں پانی کا نام و نشان تک نہ تھا۔ جب اس نے وہ لوٹا اٹھایا تو وہ پانی سے بھرا ہوا تھا۔ اس نے پیا۔ پھر دوسرا مسافر آیا۔ اس نے پیا۔ پھر تیسرا چوتھا آیا۔ ہر ایک جب آتا تو لوٹا پہلے کی طرح پورا پانی سے بھرا

ہوا ہوتا۔ ایک ایک کر کے ستر (۷۰) آدمیوں نے اس سے پانی پیا۔ آپ دسویں صدی کے دوسرے نصف میں فوت ہوئے۔
''صغریٰ السناوی''

حضرت شکرا ابلم رحمۃ اللہ علیہ

آپ مصر کے رہنے والے مجذوب لیکن عقل مند تھے۔ آپ کی کرامات اور اشارات مشہور تھے۔

پانی میں ڈوبنے کے باوجود کنارے پر موجود رہے

بیان کیا گیا ہے کہ جب مصر میں آگ لگی اور سارا شہر جل گیا۔ لوگ وہاں سے جزیرہ کی طرف دوڑنے لگے۔ چنانچہ وہ ایک بڑی کشتی پر سوار ہو گئے اور شیخ شکرا ابلم بھی ان کے ساتھ تھے۔ کشتی دریائے نیل کے عین درمیان غرق ہو گئی اور اس کے تمام سوار بچ گئے۔ جب وہ باہر کسی طرح کنارے پر پہنچے تو دیکھا کہ شیخ کنارے پر کھڑے ہیں اور ان کے کپڑوں میں کوئی نمی یا پانی کا چھینٹا تک نظر نہیں آیا اور نہ ہی انہیں کوئی خراش آئی اور آپ مسکرا رہے ہیں۔ یہ علامہ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ نے کرامت بیان کی ہے۔

حضرت شمس الدین دیروطی رحمۃ اللہ علیہ

آپ کی ایک نسبت دمیاط کی طرف بھی ہے۔ جس کی وجہ سے دمیاطی بھی کہلاتے ہیں۔ آپ اپنے گھر وغیرہ میں جب چاہتے لوگوں کی نظروں سے اوجھل ہو جاتے آپ کی والدہ ذکر کرتی ہیں کہ میں ان کے کھانے پینے کی اشیاء ان کے پاس رکھتی آپ کھاتے اور پیتے لیکن مجھے نظر نہ آتے۔ میں صرف ان کی باتیں سن سکتی۔

ڈاکوؤں کی کشتی پانی میں جم گئی

آپ بہت بہادر اور ہر مشکل و اہم کام میں کود جانے والے شخص تھے۔ ایک مرتبہ ڈاکوؤں نے انہیں لوٹنا چاہا۔ آپ اس وقت بحر دمیاط میں سفر کر رہے تھے یہ دیکھ کر کشتی میں سوار اور لوگ گھبرا گئے۔ آپ نے انہیں فرمایا: ڈرو مت۔ پھر آپ نے کشتی کی طرف اشارہ کیا اور وہ پانی ہی میں لنگر انداز ہو گئی۔ جیسا کسی نے کیل سے باندھ دیا ہو ڈاکوؤں نے اسے ہلانے کے لیے سرتوڑ کوشش کی لیکن کامیاب نہ ہو سکے۔ چنانچہ انہوں نے استغفار کی اور تائب ہو گئے۔ انہوں نے قوم کے سردار سے پوچھا تمہارے ساتھ کون ہے؟ کہنے لگا شیخ شمس الدین دیروطی ہیں۔ ڈاکوؤں نے کہا آپ انہیں خبر دیں کہ ہم نے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کر لیا ہے۔ آپ نے انہیں فرمایا جاؤ خشکی کی جانب پلٹ جاؤ تم آزاد ہو۔ چنانچہ وہ خشکی کی جانب چل پڑے اور خلاصی پا گئے۔

موت کا قبل از وقت علم

آپ نے اپنی بیوی کو بتایا کہ اس کا بیٹا حمزہ قتل ہو گا اور شہید ہو گا۔ اسے توپ کا گولہ آ کر لگے گا۔ جس سے اس کا سر اڑ جائے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ آپ نے یہ بھی خبر دی کہ ان کا بیٹا سری صالح زندگی بسر کرے گا اور اسی پر اس کی موت ہو گی۔ جب اس کی موت کا وقت قریب آیا تو آپ نے اپنی والدہ کو بتایا کہ یہ اسی میں انتقال کر جائے گا۔ آپ کی بیوی نے آپ سے

پوچھا آپ کو اس کا علم کہاں سے آ گیا؟ فرمانے لگے مجھے حضرت خضر علیہ السلام اس بارے میں خبر دے گئے ہیں۔ پھر ویسے ہی ہوا جیسے آپ نے بتایا تھا۔ ۹۲۱ھ میں آپ نے انتقال فرمایا اور اپنی عبادت گاہ واقع دمیاط میں مدفون ہوئے اور بقول شعرانی آپ کے قریب شیخ ابو العباس حریثی رحمۃ اللہ علیہ کو دفن کیا گیا۔

حضرت شہاب الدین مروی رحمۃ اللہ علیہ

جناب شیخ مدین اشمونی رحمۃ اللہ علیہ کے آپ شیخ تھے۔ بہترین اولیائے کرام میں سے تھے اور صاحب کرامات بھی تھے۔

ولی کی دی گئی چیزوں کی اہمیت

آپ کی ایک کرامت یہ بیان کی گئی ہے کہ ایک مرتبہ آپ سے ملنے ابو البقا بن جیعان اور ناظر خاص آئے۔ آپ نے ان کی تواضع کے لئے ہڈی سمیت گوشت وغیرہ پیش کیا تو ان دونوں نے اس سے ناک بھوں چڑھایا اور کہنے لگے ہمیں کھانے پینے کی ضرورت نہیں پھر فارغ ہو کر وہ اپنی اپنی سواری پر سوار ہوئے تو انہیں ایک دم قولنج کی بیماری نے آدبوچا جس سے یہ دونوں زمین پر گر گئے اور درد کی شدت کی وجہ سے چیخیں مارنے لگے۔ پھر ان دونوں نے شیخ شہاب الدین کے پاس کسی کو بھیجا کہ آپ ہم پر مہربانی فرمائیں۔ آپ نے جواب دیا انہیں وہی ہڈی سمیت گوشت اٹھا کر کھلاؤ جس کے کھانے سے انہیں نفرت ہوئی تھی۔ ان دونوں نے وہ گوشت کھایا اور بہت جلد شفایاب ہو گئے حالانکہ وہ قریب الہلاک ہو چکے تھے۔ شیخ شہاب الدین موصوف سے بہت سے حضرات نے کسب فیض کیا۔ جن میں جناب جارحی، حصری اور تونسی وغیرہ بھی ہیں۔ یہ علامہ مناوی نے بیان کیا ہے۔

حضرت شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کا تذکرہ ان کے اسم گرامی عمر میں ہوگا۔

حضرت شہاب الدین بن میلق رحمۃ اللہ علیہ

قلم کو ایک مرتبہ سیاہی لگا کر دس ورق تحریر کر لیتے

آپ سیدی محمد حنفی مصری کے شیخ ہیں آپ ایک مرتبہ قلم کو دوات میں ڈبو کر ایک مکمل کراس لکھ لیا کرتے تھے یعنی دس ورقے۔ جب لوگوں نے اس کا چرچا سنا تو انہوں نے اس پر تعجب کیا اور ایسا ہو جانا ناقابل یقین جانا تو آپ نے اپنے ایک مرید کو فرمایا قلم لو اور رقم لکھو۔ چنانچہ لوگ دیکھ رہے ہیں اور مرید صاحب لکھ رہے ہیں اور انہوں نے ایک مرتبہ ڈبو کر قلم سے بیس ورق تحریر کر دیئے۔ (قالہ الشعرانی)۔

حضرت شہاب الدین رحمۃ اللہ علیہ

آپ ہمارے شیخ عبد الوہاب شعراوی کے والد گرامی کے دادا ہیں۔ آپ کی ایک کرامت یہ تھی کہ آپ جب اپنی کھیتی باڑی کے لیے زمین پر تشریف لے جاتے تو اپنے ساتھ ایک لوٹا پانی سے بھرا ہوا لے لیتے۔ لوگ آپ کو اس سے غافل پا کر

پانی پی جاتے اور اس کا منہ پہلے کی طرح ڈھک جاتے۔ آپ جب وضو کا ارادہ فرماتے اور لوٹے کو ٹیڑھا کرتے تو اسے پانی سے بھرا ہوا پاتے تھے۔ جیسا وہ لاتے وقت ہوتا۔ بقول مناوی آپ نے ۸۲۸ھ میں انتقال فرمایا۔

حضرت شہاب الدین نشیلی رحمۃ اللہ علیہ

امام شعرانی بیان کرتے ہیں کہ میں ان سے جب پہلی مرتبہ ملا تو میں چڑھتی جوانی میں تھا۔ آپ نے مجھے کہا: أهلا يا ابن الشوني ايش حالك وحال ابيك؟

اے ابن شونی! خوش آمدید! تمہارا اور تمہارے باپ کا کیا حال ہے؟ میں شونی نام سے ہرگز آشنا نہ تھا پھر اس بات کے دس سال بعد مجھے حضرت شونی رحمۃ اللہ علیہ سے ملنے کا اتفاق ہوا تو میں نے انہیں شیخ شہاب الدین نشیلی رحمۃ اللہ علیہ کی بات بتائی۔ فرمانے لگے اس نے سچ کہا تھا تو میرا بیٹا ہے اور ان شاء اللہ ہمارے ہاتھ سے تجھے بہت سی خیر ملے گی۔ آپ نوبہ کے حکمرانوں کی طرف سے مصر میں سات سال تک سرکاری خدمات سرانجام دیتے رہے۔ پھر معزول ہو گئے۔

ناپاک آدمی کو بغیر پوچھے جان لیا

آپ سے ایک مرتبہ ایک اجنبی کی ملاقات ہوئی جو جامع عمری کی طرف جا رہا تھا آپ نے اس کے چہرے پر زور سے تھپڑ رسید کیا اور فرمایا جا اور جا کر غسل فرما۔

ایک شخص آپ کے پاس آیا جس نے اپنے غلام سے بدفعلی کی تھی، آیا اس لئے تاکہ آپ سے دعا کرائے۔ آپ نے لاٹھی اٹھائی اور اسے سو لاٹھیاں لگائیں۔ پھر فرمایا:

اے کتے! تو غلام کے ساتھ بدفعلی کرتا ہے؟ یہ سن کر وہ سخت ذلیل ہوا۔ شیخ موصوف ۹۴۰ھ میں فوت ہوئے اور اپنی عبادت گاہ واقع مصر میں مدفون ہوئے۔

حضرت شیبان راعی محمد بن عبد اللہ رحمۃ اللہ علیہ ان کے احوال کا ذکر اسم محمد باب میں ہو چکا ہے۔

حضرت شیخ بن علی بن محمد مولیٰ دویلہ رحمۃ اللہ علیہ

آپ زاہد علمائے کرام کے امام اور کامل اولیاء کے پیشوا تھے۔ بہت سی کرامات آپ سے دیکھنے میں آئیں۔

آنکھ جھپکنے میں طویل سفر طے کر لیا

آپ کی ایک کرامت یہ ہے کہ ایک مرتبہ محرقہ نامی جگہ میں تھے اور آپ کے ساتھ آپ کا ایک شاگرد عبداللہ بن محمد باز غیفان بھی تھا۔ آپ سے اس نے کہا ہم یہاں نماز ادا کر لیتے ہیں پھر سفر پر روانہ ہو جائیں گے۔ اس پر آپ نے فرمایا: ہم تو تریم میں نماز مغرب ادا کریں گے۔ ادھر سورج بالکل غروب ہونے والا تھا۔ یہ دیکھ کر شاگرد بولا ایسا ہونا بعید ہے یعنی مشکل ہے۔ آپ نے اسے کہا ذرا اپنی آنکھیں بند کرو۔ اس نے بند کیں فرمایا اب کھول لو۔ جب کھولیں تو کیا دیکھتا ہے کہ وہ تریم کے نیچے ہیں اور سورج ابھی غروب نہیں ہوا۔ حالانکہ تریم اور محرقہ کے درمیان تین مراحل کا سفر تھا۔ آپ نے ۸۱۳ھ میں انتقال

فرمایا۔ موت کے وقت آپ انتہائی ثابت قدم نظر آئے۔ اور بہت زیادہ نور آپ کو حاصل ہوا۔ جب اس کی خبر آپ کے چچا سقاف کو پہنچی تو کہنے لگے یہ صوفیاء کی موت ہے۔ زنبل مقبرہ میں آپ دفن کیے گئے۔ یہ المشرع الروی میں بیان ہوا ہے۔

حضرت شیخ بن عبدالرحمٰن سقاف رحمۃ اللہ علیہ

آپ شریعت و طریقت کے جامع ولی تھے اور طریقت کے راستوں کو اجاگر کرنے والی شخصیت تھے۔ صاحب کرامات کثیرہ تھے۔

سردی کے موسم میں کھجوریں توڑنا

آپ کی ایک کرامت سید حسین بن ابی بکر باعلوی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کی۔ وہ یہ کہ آپ سردیوں کے موسم میں کھجور کے درخت سے تازہ پکی ہوئی کھجوریں توڑا کرتے تھے۔ کھجور کا یہ درخت مسجد سقاف میں تھا۔

چوری کی پوری پوری نشاندہی کردی

آپ کی ایک کرامت یہ بیان کی گئی کہ آپ کے والد گرامی کی مسجد کے خادم نے ایک مرتبہ آپ سے مسجد کے کنوئیں کے ڈول چوری ہو جانے کی شکایت کی۔ آپ نے فرمایا صبر کرو۔ آج کا دن گزرنے دو شائد واپس کر جائے۔ دن گزر گیا اور دوسرا دن آیا۔ خادم نے پھر عرض کیا:

حضور! چور نے ابھی تک ڈول واپس نہیں کیا۔ فرمایا: فلاں جگہ چلے جاؤ اور جا کر بیٹھ جاؤ۔ سب سے پہلا شخص جو وہاں سے گزرے گا اسے کہنا ڈول واپس کر دو۔ چنانچہ وہاں سے ایک آدمی کا سب سے پہلے جب گزر ہوا تو غلام کھڑا ہو گیا اور گزرنے والے کو کہا ڈول نکالو۔ کدھر ہے؟ چور حیران رہ گیا اور کہنے لگا اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کو اس کا علم نہ تھا۔ بہر حال اس نے غلاموں کو ڈول دے دیا۔

اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے پاس بلانے کی درخواست قبول فرمالی

آپ کی ایک کرامت یہ تھی کہ آپ نے ایک مرتبہ ایک شخص کو برائی سے روکا لیکن اس نے آپ کا کہنا نہ مانا۔ آپ کو غصہ آیا اور کہنے لگے اس دنیا سے سفر کر جانا ہی اچھا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ

''اے اللہ! مجھے اپنے پاس بلالے'' اور اپنے گھر والوں کو فرمایا میں اس مہینہ کی چودہ تاریخ کو سفر کر رہا ہوں۔ پس آپ چودہ تاریخ کو اللہ تعالیٰ کی رحمت کی طرف منتقل ہو گئے۔ جمادی الاولیٰ کا مہینہ اور ۸۲۹ھ تھا۔ مقبرہ زنبل میں مدفون ہوئے۔

عارف باللہ جناب علی بن سعید المعروف رحیلہ نے ان کے بھائی عبداللہ سے کہا اپنے بھائی شیخ کو آج رات اکیلا نہ چھوڑنا اور اس سے دور نہ رہنا۔ کیونکہ میں دیکھ رہا ہوں کہ اولیائے کرام ان کی زیارت کو آ جا رہے ہیں اور میں سمجھتا ہوں کہ وہ دنیا چھوڑے جا رہے ہیں۔ جب ان کا آخری وقت آیا تو چراغ بجھا دیا۔ اچانک ایسا نور ہوا کہ آنکھیں چندھیا گئیں۔ یہ آپ کی روح شریف کے نکلنے کی حالت تھی۔ ''المشرع الروی'' میں یوں ہی لکھا ہے۔

حضرت شیخ بن عبداللہ بن علی رحمۃ اللہ علیہ

بے موسمی اشیاء لانا

آپ کی کرامت یہ تھی کہ کسی چیز (پھل، میوہ وغیرہ) کے موسم سے قبل ہی اسے پیش کر دیا کرتے تھے اور بعض ایسی اشیاء موجود کر دیا کرتے تھے جو بہت دور دراز شہروں میں ملتی ہوں۔

''المشرع الروی'' میں ہے کہ آپ نے اپنے ساتھی کو سردیوں کے دنوں میں گرمیوں کے پھل کھلائے اور بعض کو آپ نے ''قات'' کھلایا جو یمن میں مشہور ہے۔ قات ایک قسم کا دانہ ہے جسے کوٹ کر لوگ کھاتے ہیں۔

حرف صاد

حرف ''صاد'' سے شروع ہونے والے بعض اولیائے کرام کی چند کرامات۔

حضرت ابوالنجاء صالح بن حسین بن عبداللہ حنبلی رحمۃ اللہ علیہ

ولی کی لاٹھی سے خطرہ ٹل گیا

آپ کا ایک ہم نشین روزانہ ایک تالاب پر جاتا تھا اور وہاں سے بچی کھچی سبزیاں جمع کر لاتا۔ یہ سبزیاں ان لوگوں کی بچی ہوئی ہوتی تھیں جو سبزیوں کو تالاب کے پانی سے دھوتے اور صاف کرتے تھے پھر وہ ساتھی ان سبزیوں میں نمک ڈال کر کوٹتا۔ یہ سبزیاں شیخ موصوف کی غذا تھیں۔ ایک دن حسب معمول واپس آیا لیکن اس دفعہ ہاتھ خالی تھا۔ شیخ نے اس سے پوچھا تجھے کیا ہوا ہے آج خالی ہاتھ آ گیا؟ عرض کرنے لگا یا سیدی! میں نے سوڈانی لوگوں کو باہم لڑتے دیکھا ہے۔ ان کے خطرہ کے سبب وہاں نہیں گیا۔

فرمایا: میری یہ لاٹھی پکڑو اور ان کی طرف چلے جاؤ۔ تمہیں ان سے کوئی خطرہ نہیں رہے گا۔ چنانچہ اس ساتھی نے لاٹھی پکڑی اور روانہ ہو گیا۔ وہ سب مڑ گئے اور ان میں سے ایک بھی کھڑا نہ رہ سکا۔

شیخ موصوف عظیم شان والے تھے۔ بیان کیا گیا ہے کہ آپ ایک دن جامع ازہر میں قرأت کے لئے تشریف فرما تھے۔ آپ نے طلبہ کو دیکھا کہ وہ ہنسی مذاق کر رہے ہیں۔ یہ دیکھ کر فرمانے لگے: لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ لوگ خراب ہو گئے حتیٰ کہ اہل علم بھی خراب ہو گئے۔ ہم علم کے حلقوں میں آتے جاتے تھے تو ہم میں سے کوئی شخص جب اٹھتا تو وہ یا تو روتا ہوتا یا متفکر ہوتا یا پھر عاجز ہوتا تھا۔ اب یہ کیفیت ہو گئی ہے جو کل میں نے طلبہ میں دیکھی۔ اٹھے اور لوگوں سے الگ چلے گئے اور ابن اصبغ کے محل میں تنہائی اختیار کر لی۔ روز و شب عبادت میں بسر ہونے لگے۔

پھر زہد میں اس مقام پر پہنچے کہ لوگوں کی بچی کھچی سبزیاں کھا کر گزارہ کرتے۔ آپ نمکین حسن والے اور خوبصورت سڈول جسم کے مالک تھے۔ عورتیں جب محل سے گزرتیں تو ان کی طرف دیکھتیں۔ آپ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ وہ کسی امتحان میں ڈال دے۔ پھر ایسا ہو گیا کہ جب کوئی عورت وہاں سے گزرتی تو وہ اپنا منہ پھیر کر گزر جاتی۔ آپ یہ دیکھ کر فرماتے: میں نے یہی چاہا تھا۔ کافی عمر پائی اور بقول امام سخاوی آپ نے چار صد چالیس (۴۴۰) ہجری کے بعد انتقال فرمایا۔

حضرت صالح عدوی رحمۃ اللہ علیہ

اندلس کے رہنے والے اور اشبیلی نسبت رکھتے تھے۔ سیدی محی الدین بن عربی رحمۃ اللہ علیہ کے مشائخ میں سے ایک آپ بھی ہیں۔ ابن عربی نے آپ کے بارے میں کہا ہے ''ان کی حالت حضرت اویس قرنی کی حالت سے ملتی جلتی تھی۔ میں کئی برس ان کی صحبت میں رہا۔ آپ نے مجھے میرے بارے میں کئی باتوں سے آگاہ فرمایا جن باتوں کا تعلق میرے مستقبل کے ساتھ تھا تو

میں نے وہ تمام باتیں ایک ایک کر کے سچی پائیں۔ ایک سال آپ عید الاضحیٰ کے قریب اپنے شہر سے گم ہو گئے۔ مجھے شہر کے قابل اعتبار لوگوں میں سے ایک نے بتایا کہ آپ حج کے وقت عرفات میں حاضر تھے۔ اس کی مجھے اس شخص نے خبر دی جو خود وہاں موجود تھا"۔ یہ "روح القدس" میں ابن عربی نے لکھا ہے۔

حضرت ابو محمد صالح بن ابراہیم بن صالح عثری رحمۃ اللہ علیہ

میں جنت میں پہلے جاؤں گا

آپ بہت بڑے فقیہ، عالم، عامل، صالح اور کامل انسان تھے۔ آپ سے مروی ہے کہ ایک رات آپ سوئے ہوئے تھے۔ اچانک پاس موجود ایک عورت نے آپ کو سوتے ہوئے یہ کہتے سنا: "أنا أسبق أنا أسبق" پہلے میں جاؤں گا پہلے میں جاؤں گا)۔ جب آپ بیدار ہوئے تو اس عورت نے پوچھا: کیا ماجرا تھا؟ آپ نے ادھر ادھر کی باتیں کر کے اسے ٹالنے کی کوشش کی۔ لیکن وہ نہ ٹلی۔ آپ سے باصرار پوچھنے لگی۔ بالآخر آپ نے اسے بتایا میں نے دیکھا تھا کہ میں فقیہ عمرو تباعی اور شیخ عیسیٰ بن حجاج جنت کی طرف دوڑ لگا رہے ہیں۔ میں نے کہا کہ میں تم دونوں سے آگے بڑھ جاؤں گا۔ سو میں ان دونوں سے آگے نکل گیا۔ پھر ہوا یہ کہ یہ تینوں حضرات آپ کے اس خواب کے بعد اندازاً دو ماہ زندہ رہے اور پھر ایک ہی وقت میں تینوں نے انتقال فرمایا۔ ان میں سے پہلے انتقال فرمانے والے فقیہ صالح تھے۔ یہ ان کے خواب کی تصدیق تھی۔ یہ واقعہ ۶۶۵ ھ کا ہے۔ یہ فقیہ صالح کی ظاہر کرامت ہے اور اس کی وجہ سے میں نے ان کا تذکرہ اپنی کتاب میں کیا ہے۔ (قالہ الشرجی)

حضرت ابو محمد صالح بن احمد بن محمد بن ابی الخل رحمۃ اللہ علیہ

ہزار رکعت چوبیس گھنٹوں میں

آپ بہت بڑے فقیہ، فاضل، عالم، عامل اور بکثرت نماز روزہ اور عبادات بجالانے والی شخصیت تھے۔ درس لینے والے حضرت کو فرمایا کرتے تھے کہ تم پڑھنے کے لئے صرف ان اوقات میں آیا کرو جن میں نماز پڑھنا مکروہ ہوتا ہے۔ یہ آپ اس لئے فرمایا کرتے تھے کہ آپ کا وظیفہ یہ تھا کہ رات دن چوبیس گھنٹوں میں آپ ایک ہزار رکعت نفل ادا فرمایا کرتے تھے۔ یونہی آپ لگاتار روزہ رکھا کرتے تھے حتیٰ کہ صرف ان دنوں افطار کرتے جن میں روزہ رکھنا مکروہ ہوتا ہے آپ اپنی عمر کے آخر میں اندھے پن سے آزمائے گئے۔ اندھے ہو جانے کے باوجود آپ اپنے ہاں آنے والے ہر شخص کو پہچان جایا کرتے تھے اس سے قبل کہ وہ گفتگو کرتا۔ آپ کی تدریس نہایت مہذب تھی۔ جب پڑھنے والا آپ کو مغالطہ میں ڈالنے کے لئے لفظ فصل کو چھوڑ جاتا اور اس سے اگلا پچھلا کلام ملا کر پڑھنا چاہتا تو آپ فرماتے: لفظ فصل کہہ۔ بقول شرجی آپ نے ۷۰۷ ھ میں انتقال فرمایا۔

حضرت ابو عبد اللہ صالح بن عمر بن ابی بکر بن اسماعیل بریہی رحمۃ اللہ علیہ

قبر سے نور نکلتا نظر آتا

آپ بہت بڑے فقیہ، فاضل، امام، عارف اور سخت محنت کرنے والے بزرگ تھے۔ آپ نے بہت سے نامور اور اکابر

حضرات کی جماعت سے علم دین سیکھا۔ آپ کے شاگردوں میں بھی جانی پہچانی شخصیات تھیں۔ آپ علم و عمل کے جامع تھے۔
شریف النفس اور عالی ہمت تھے کسی نے کھانے کو دیا تو کھالیا ورنہ فاقہ رہتا۔

جناب جندی ان کے بارے میں فرماتے ہیں: ہر رات ان کی قبر سے ایک نور دیکھا جاتا جو آسمانوں کی طرف چڑھتا تھا۔ جاہل اسے دیکھ کر سمجھتا کہ وہاں آگ بھڑک اٹھی ہے۔ اس کی خبر ایسے شخص نے دی جس نے بارہا اس کا مشاہدہ کیا۔

شرجی کہتے ہیں کہ اس بزرگی کی وجہ سے میں نے ان کا تذکرہ کیا ہے۔ ۷۱۴ھ میں انتقال فرمایا۔ بنو بریہی وہ خاندان ہے جو علم و صلاح کا گھرانہ کہلاتا ہے۔

حضرت صالح بن محمد بن موسیٰ الحسینی رحمۃ اللہ علیہ

ریاحی، مغربی، مالکی جوزواری کی نسبت سے مشہور ہیں۔ مصر کے اکابر علماء سے علم حاصل کیا۔ جیسے ولی العراقی اور ابن حجر۔ پھر تصوف کی طرف مائل ہو گئے اور جذب کا حصول ہو گیا جس سے ان کے احوال ظاہر ہونے لگے اور ان کی کرامات نے شہرت پائی۔

درختوں سے ہمکلامی

آپ کی ایک کرامت یہ بیان کی گئی ہے کہ آپ کھجور کے درخت کی تسبیح سنا کرتے تھے جب اس پر کھجوریں پکی ہوتی تھیں۔ آپ نے ایک مرتبہ درخت سے کلام کرتے ہوئے کہا: اے صالح! مجھ سے کچھ کھالو۔

ایک مرتبہ اتفاق سے آپ نے حرم میں رہتے ہوئے ایک لکڑہارے سے لکڑیوں کا گٹھا خریدا۔ اس سے پوچھا یہ ایندھن حل کا ہے یا حرم کا؟ آپ کا خیال تھا کہ یہ حل کا ہے جب آپ نے ایندھن جلانا چاہا تو اس نے چیخ کر کہا:
اے صالح! میں حرم کا ایندھن ہوں۔ آپ نے اسے بجھا دیا اور پھر جب تک مکہ میں رہے آپ نے لکڑی نہیں جلائی۔

آپ ایک مرتبہ بڑی کشتی میں اور لوگوں کے ساتھ سوار تھے تو سخت آندھی چل پڑی اور کشتی بالکل ڈوبنے کے قریب پہنچ گئی۔ آپ اٹھے اور ہاتھوں کو دعا کے لئے بلند کیا اور عرض کیا: ''قد أمسك الملك الموكل بالريح'' (ہوا پر مقرر کئے گئے فرشتے نے ہوا کو روک دیا ہے)۔ یہ کہنا تھا کہ ہوا رک گئی اور سب سواروں نے نجات پائی۔

اونٹنی سے گفتگو

آپ کے لئے لوگوں نے ایک اونٹنی خریدی تاکہ اس پر سوار ہو کر حج ادا کریں۔ آپ اس سے یہ بات سنا کرتے تھے:
اے صالح! تو نے میری پشت تھکا دی ہے لہٰذا نیچے اتر جاؤ اور پیدل چلو۔ آپ پیدل چل پڑتے۔ کچھ دیر چلنے کے بعد اونٹنی پھر بولتی اور کہتی:
اے صالح! میں آرام کر چکی ہوں لہٰذا میری پشت پر سوار ہو جائیں۔ اس قسم کے بہت سے عجیب و غریب واقعات آپ سے منقول ہیں۔ ۸۳۵ھ میں مصر میں انتقال فرمایا اور باب برقوقیہ کے باہر جناب ولی الدین عراقی کے پڑوس میں دفن

کئے گئے۔ آپ ارباب دولت کے ہاں بہت وجیہہ شخصیت تھے۔ بقول مناوی کسی صاحب دولت کو آپ کی سفارش رد کرنے کی ہمت نہ تھی۔

حضرت صبغۃ اللہ بن روح اللہ بن جمال اللہ بروجی رحمۃ اللہ علیہ

سلسلۂ نقشبندیہ سے تعلق رکھنے والے امام حسین رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے نہایت شریف انسان ہیں۔ مدینہ منورہ میں قیام پذیر تھے۔ بہت بڑے استاذ اور عارف باللہ تھے۔ معارف الٰہیہ میں اپنے دور کے یکتا تھے۔ ۱۰۰۵ھ میں آپ نے مدینہ منورہ رحلت فرمائی۔ حج کیا اور مدینہ منورہ میں ہی قیام پذیر ہو گئے۔ علوم کا درس دیتے اور مریدوں کی تربیت فرماتے تھے۔ ولایت کے باب میں آپ کے عجیب وغریب احوال اور خوارق عادت مروی ہیں جن میں ایک درج ذیل ہے:

مصلیٰ نے مدینہ منورہ سے ہندوستان دکھادیا اور پہنچادیا

آپ کے ایک شاگرد ملا نظام الدین فرماتے ہیں کہ جب میں آپ کی خدمت بابرکت میں تھا۔ ایک رات مجھے اپنے وطن اور گھر بار یاد آیا اور میں اس سے رودیا اور جدائی پر آہیں بھرنے لگا۔ استاد محترم سمجھ گئے۔ مجھ سے پوچھنے لگے تجھے کس نے رلایا ہے؟ میں نے عرض کیا حضور! گھر بہت دور ہو گیا ہے۔ وطن اور گھر بار کا شوق ستا رہا ہے۔ یہ بات چیت نماز عشاء کے کچھ دیر بعد ہوئی۔ آپ نے فرمایا میرے قریب آؤ۔ میں آپ کے مصلیٰ پر ہو گیا جس پر آپ تشریف فرما تھے۔ آپ نے مصلیٰ اٹھایا اس کے اٹھنے نے مجھے میرا شہر اور میرا گاؤں دکھادیا۔ پھر مجھے کچھ معلوم نہ ہو سکا مگر اس قدر کہ میں اپنے گاؤں میں آ چکا ہوں اور گاؤں کے لوگ نماز عشاء ادا کر کے مسجد سے باہر نکل رہے ہیں۔ میں نے سلام کیا اور اپنے گھر داخل ہو گیا۔ اپنے گھر والوں کے ساتھ وہ رات بسر کی۔ میں نماز صبح تک ان کے پاس ٹھہرا رہا۔ پھر میں نے اور گھر والوں نے صبح کی نماز ادا کی۔ پھر میں نے اپنے آپ کو اپنے استاذ محترم کے سامنے مدینہ منورہ میں موجود پایا۔ موصوف نے سولہویں جمادی الاولیٰ ۱۰۱۵ھ کو انتقال فرمایا اور بقیع غرقد میں دفن کئے گئے۔ سب آپ کی قبر کو جانتے ہیں، زیارت کو آتے ہیں اور برکت حاصل کرتے ہیں۔ اسے محبی نے ذکر کیا ہے۔

حضرت صبغۃ اللہ بن معصوم نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ کا تذکرہ محمد نام والے اولیائے کرام میں ہو چکا ہے۔

حضرت صدرالدین قونوی محمد بن اسحاق رومی رحمۃ اللہ علیہ کا تذکرہ بھی محمدین میں ہو چکا ہے۔

حضرت صدر بکری، محمد رحمۃ اللہ علیہ کا بھی تذکرہ محمد نامی بزرگوں میں گزر چکا ہے۔

حضرت ابوناصر الدین صدقہ، سواد العین بغدادی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ موصوف رحمۃ اللہ علیہ کچھ ایسی گفتگو کیا کرتے تھے جو طریق شرعی کے خلاف ہوتی تھی۔ اس بنا پر خلیفہ نے آپ کی پیشی کا حکم دیا اور تعزیر کا کہا۔ جب آپ کو لایا گیا اور تعزیر لگانے کے لئے آپ کے سر پر سے کپڑا اتارا گیا تو آپ کا ایک شاگرد چلایا: ہائے شیخ! اس کے ساتھ ہی اس شخص کے ہاتھ شل ہو گئے جس نے آپ کو مارنے کا ارادہ کیا تھا اور اللہ تعالیٰ نے وزیر کے

دل میں ان کا رعب ڈال دیا۔ خلیفہ کو اس کی اطلاع ملی تو اس نے چھوڑ دیا۔

امام سخاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں آپ کی یہ کرامت بہت مشہور ہے کہ آپ پانچوں نمازیں مکہ مشرفہ میں ادا کیا کرتے تھے۔ اس کرامت کی خبر دینے والوں میں مکہ مکرمہ کا امیر شریف رمثہ بھی ہے۔ جب مصر میں آپ کو اس کی کرامت کی خبر سنائی گئی تو آپ انتقال کر گئے اور حسینیہ میں دفن کئے گئے جو بازار کے بڑے دروازے کے اندر واقع ہے۔

حضرت شیخ صدیق ملقب بہ بیرش رحمۃ اللہ علیہ

آپ مجذوب تھے ہر وقت مقید رہے کیونکہ ایک تو عقل تبدیل ہو چکی تھی اور دوسرا لوگوں پر بڑے سخت گیر تھے۔ بہت زیادہ کشف والے تھے۔ بہت کم ایسا ہوا ہو گا کہ کوئی شخص آپ سے ملنے آیا ہو اور آپ نے اس کے تمام حالات اس کے سامنے نہ رکھ دیئے ہوں اور اس کے آنے کا سبب بیان نہ کر دیا ہو۔ اس بنا پر زبید کے باشندے آپ سے بہت عقیدت رکھتے تھے۔

امام شرجی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے شیخ موصوف کی بارہا زیارت کی اللہ تعالیٰ ان سے ہر ایک کو نفع بخشے۔ ۸۳۰ھ میں آپ نے انتقال فرمایا۔ میں اس وقت صرف آٹھ سال کا تھا جس دن آپ کو دفن کیا گیا۔ لوگوں کا بہت بڑا ہجوم تھا۔ شہر کے باسیوں میں سے کوئی ایک بھی پیچھے گھر میں نہ رہا تھا۔ سبھی نماز جنازہ پڑھنے آئے تھے۔ باب سہام کے مقبرہ میں آپ کی قبر مشہور ہے اور لوگ زیارت و تبرک کے لئے حاضر ہوتے ہیں۔ جس پر کھجور کے پتوں سے بنا مکان ہے۔ جب وہ منہدم ہو جاتا ہے تو اس کے عوض نیا بن جاتا ہے آپ کی قبر جانب شام شیخ احمد صیاد رحمۃ اللہ علیہ کے قریب ہے۔

حضرت صرفندی رحمۃ اللہ علیہ

امام مناوی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کا تذکرہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے تذکرہ کے آخر میں کیا ہے۔ لکھا ہے: ان کی قبر شرقی پرانی دیوار کے قریب ہے۔ آپ صالح اور مستجاب الدعوات بزرگ تھے۔ ان کی قبر پر مانگی جانے والی دعا بھی قبول ہو جاتی ہے۔ ان کے پاؤں کی طرف ان کے شیخ کی قبر ہے۔ جناب صرفندی رحمۃ اللہ علیہ کو کسی نے خواب میں دیکھا کہ آپ کہہ رہے ہیں: ''میرے شیخ کی زیارت کرو میں جو کچھ ہوں ان کی برکت کی وجہ سے ہوں۔''

حضرت صفی الدین برادر شیخ مانع بن اسماعیل حموی رحمۃ اللہ علیہ

ولی کی دعا سے ریل پیل ہو گئی

جناب صفی الدین رحمۃ اللہ علیہ شیخ مانع بن اسماعیل کے حقیقی بھائی ہیں اور عمر میں ان سے بڑے ہیں۔ ان کا بصرہ میں ایک ہمسایہ تھا جو سوت کاتنے کا کام کیا کرتا تھا۔ یہ بہت غریب تھا۔ اور انتہائی ضرورت مند بھی تھا۔ ان کی حالت یہ تھی کہ صرف ایک کپڑا تھا جو یہ خود اور ان کی بیوی باری باری پہنتے۔ جب آپ گھر پر ہوتے تو بیٹھے سوت کاتتے رہتے اور بیوی وہ کپڑا پہن کر گھر کا کام کاج کرتی۔ جب باہر کسی ضرورت وحاجت کی خاطر جانا ہوتا تو وہ کپڑا خود پہن لیتے اور بیوی سوت میں چھپی بیٹھی رہتی۔ جب ان کے چھوٹے بھائی شیخ مانع کو اس کا علم ہوا تو ایک دن ان کے ہاں آئے۔ اور آ کر بیٹھ گئے اور کہنے لگے دروازے کے

باہر کھڑے شخص سے ذرا بات چیت کرو جو تمہیں بلا رہا ہے۔ یہ باہر آئے تو دیکھا کہ ایک درہم پڑا ہوا ہے۔ اسے اٹھا لیا۔ پھر دوسرا ملا وہ بھی اٹھا لیا۔ چلتے جاتے تھے اور درہم اٹھا اٹھا کر اپنی جھولی میں ڈالتے جاتے تھے۔ حتیٰ کہ شیخ کو جب معلوم ہو گیا کہ اب اتنے درہم بھر چکے ہیں کہ جب یہ اٹھائے گی تو اس کا بندھن ٹوٹ جائے گا تو آواز دی آ جاؤ۔ جب وہ اٹھے تو بندھن ٹوٹ گیا۔ اندر آئے اور تمام درہم شیخ کے سامنے ڈھیر کر دیئے اور خوشی کی انتہا نہ تھی۔ شیخ نے ان کے تین حصے کئے اور کہا یہ حصہ تمہاری بیوی کا ہے۔ اس سے وہ اپنے گھر کے حالات درست کرے۔ یہ تمہارا حصہ ہے۔ اسے اپنا رأس المال سمجھو اور یہ تیسرا حصہ اس لئے ہے کہ یہاں کے فقرا کی دیکھ بھال اور ان کے حالات کی اصلاح میں صرف کرو۔ یہ واقعہ عجیب ہے۔ لوگوں میں اس کا خوب چرچا ہوا۔ شیخ صفی الدین اللہ تعالیٰ کے مخصوص بندے اور بہت بڑے ولی ہونے کے ساتھ ساتھ جماعت صوفیہ کے سردار تھے آپ شیخ احمد صیاد رحمۃ اللہ علیہ کے پسندیدہ بزرگ تھے۔ بصرہ میں جند دمشق میں مقیم تھے اور بقول سراج آپ نے تقریباً ۶۹۳ھ میں انتقال فرمایا۔

حضرت صقر بن عمر نیفاوی رحمۃ اللہ علیہ

آپ کی کرامات میں سے ایک کرامت یہ تھی کہ جب آپ کے سامنے قرآن کریم کی تلاوت کی جاتی تو آپ نہایت خشوع وخضوع سے سنتے اور بالکل خاموش ہو جاتے اور جب لوگوں کا کلام سنایا جاتا تو آپ حیران اور دردمند ہو جاتے اور سکون نہ آتا۔

علامہ مناوی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں مجھے بھی آپ سے کئی عجیب وغریب امور دیکھنے کا موقع ملا۔ میں نے آپ کو قرآن کریم ترتیل و تجوید کے ساتھ پڑھتے پایا۔ حالانکہ آپ نہ قاری تھے اور نہ ہی کسی حافظ، اور نہ قرآن پڑھنے والے کے پاس حاضر ہوئے۔

آپ کی ایک کرامت یہ تھی کہ آپ نے ایک مرتبہ دودھ سے بھرے گھڑے میں پیشاب کر دیا۔ جب اسے بہایا گیا تو اس میں سے ایک سانپ نکلا۔ علامہ مناوی بیان کرتے ہیں کہ ان کے بیٹے سیدی زین العابدین بیان کرتے ہیں مجھے یا کسی اور کو جب بھی کوئی خوشی وغیرہ حاصل ہوتی تو آپ اس سے پہلے خوشی کی خوشخبری اور پریشانی سے ڈرانے کے لئے تشریف لاتے۔ ۱۰۲۸ھ میں انتقال فرمایا اور اپنی عبادت گاہ میں مدفون ہوئے۔

حضرت صلہ بن اشیم عدوی رحمۃ اللہ علیہ

مردہ گھوڑا زندہ ہو گیا

آپ کی ایک کرامت یہ بیان کی گئی ہے کہ آپ کا گھوڑا مر گیا جبکہ آپ کسی جنگ میں شریک تھے۔ آپ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی: ''اللھم لا تجعل لمخلوق علی منۃ'' (اے اللہ! مخلوق کا مجھ پر احسان نہ رکھنا)۔

اللہ تعالیٰ سے دعا کی برکت سے گھوڑا زندہ ہو گیا۔ جب اس پر سوار ہو کر اپنی منزل پر پہنچ گئے تو اپنے فرزند سے کہا گھوڑے پر سے زین اتار لو۔ کیونکہ یہ ادھار میں لیا ہوا ہے۔ صاحبزادے نے زین اتاری ہی تھی کہ گھوڑا پھر مر گیا۔

غیب سے کھانا آ گیا

آپ کو ایک مرتبہ اھواز میں سخت بھوک نے ستایا۔ آپ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تو فوراً کھجوروں سے بھرا ایک ٹوکرا سامنے آ گرا جو ریشمی کپڑے میں لپٹا ہوا تھا۔ آپ نے کھجوریں کھائیں اور ریشمی کپڑا آپ کی بیوی کے پاس کافی عرصہ رہا۔

درندہ خدمت بجالاتا

جب رات خوب اندھیری ہو جاتی تو آپ شیر کی کچھار یا بہت زیادہ درختوں والی جگہ کی طرف نکل جاتے تا کہ وہاں جا کر اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں۔ ایک شخص نے آپ کا کھوج لگا لیا۔ چنانچہ وہ بھی وہاں ادھر ادھر چھپ کر کھڑا ہو گیا تا کہ آپ کی عبادت دیکھ سکے۔ کیا دیکھتا ہے کہ ایک درندہ آیا اس نے سلام کیا اور آپ کے پاس بیٹھ گیا۔

آپ نے اسے فرمایا: اے درندے! اٹھ اور روزی تلاش کر۔ وہ اٹھا اور انگڑائی لی اور چلتا بنا۔ اس کی آواز اور دھاڑ اس قدر خوفناک تھی کہ قریب تھا کہ پہاڑ ہل جاتا۔ آپ پھر عبادت میں مصروف ہو گئے۔ جب سحری ہوئی تو آپ نے اللہ تعالیٰ سے یوں دعا کی:

اللھم إن صلة لیس بأھل أن یسألك الجنة لکن ساترا من النار۔

(اے اللہ! صلہ اس قابل نہیں کہ تجھ سے جنت کا سوال کرے لیکن دوزخ کی آگ سے پردہ کے لئے یہ سوال کر رہا ہے)۔

آپ کا ایک مرتبہ ایک قافلے کے قریب سے گزر ہوا۔ جس کو شیر نے روک رکھا تھا آپ کو دیکھ کر شیر آپ کے پاس آیا۔ آپ نے اس کے منہ پر ہاتھ رکھا۔ پھر اس کی گردن پر اپنا پاؤں رکھا اور کہا:

''تو اللہ تعالیٰ کے کتوں میں سے ایک کتا ہے اور میں حیا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور سے ڈروں'' آپ یہی کلمات لگاتار کہتے رہے۔ یہاں تک کہ قافلہ سالم گزر گیا۔

آپ نے دعا مانگی کہ اللہ تعالیٰ آپ کے لئے سردیوں میں طہارت کے حصول کو آسان کر دے تو اس دعا کی قبولیت کے نتیجہ میں آپ کو پانی ملتا۔ جس سے گرم ہونے کی وجہ سے بخارات اٹھتے نظر آتے تھے۔

آپ نے یہ دعا بھی مانگی کہ اللہ تعالیٰ میرے دل کو شیطان کے داؤ و مکر سے دوران نماز محفوظ رکھے۔ جس کی وجہ سے شیطان کو ان پر یہ قدرت نہ تھی۔ (قالہ المناوی)

حضرت شیخ صیاد یمنی رحمۃ اللہ علیہ کا پورا نام ابو العباس احمد بن ابی الخیر ہے۔ ان کے نام میں ان کا تذکرہ ہو چکا ہے۔

باب طا

چند ایسے اولیائے کرام کی کرامات جن کے اسمائے گرامی حرف "ط" سے شروع ہوتے ہیں۔

حضرت ابو عبد الرحمٰن طاؤس بن کیسان یمانی تابعی رضی اللہ عنہ

آپ ایران کے اصل باشندے تھے اور آپ کی والدہ حمیر قبیلہ کے کسی فرد کی آزاد کردہ لونڈی تھیں۔ آپ کا مسکن جند شہر تھا اور صنعاء کی طرف گاہے بگاہے آنا جانا رہتا۔ آپ تابعین میں سے بہت بڑی شخصیت تھے۔ تقریباً پچاس اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوئے۔

بیان کیا گیا ہے کہ جب آپ کے انتقال کا وقت قریب آیا تو آپ نے اپنے صاحبزادے سے فرمایا: جب تو مجھے لحد میں رکھ دے اور مجھ پر مٹی برابر کرنا شروع کر دے اور ابھی تھوڑی سی مٹی برابر کرنا رہ جائے تو مجھے دیکھنا۔ اگر میں موجود ہوں تو اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّاۤ اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَ اور اگر تو مجھے نہ پائے تو اللہ تعالیٰ کی حمد بجالانا۔ چنانچہ آپ کے صاحبزادے نے ایسے ہی کیا تو اسے آپ کی حالت کے بارے میں سوائے چہرہ کی نورانیت کے کچھ دکھائی نہ دیا۔ آپ کے صاحبزادے کا اسم گرامی عبداللہ تھا جو بہت نیک اور پرہیزگار شخصیت تھے۔ ۱۰۶ھ میں آپ نے انتقال فرمایا۔ مکہ شریف میں آٹھویں ذی الحجہ کو نوے سال سے کچھ اوپر عمر میں واصل باللہ ہوئے۔ یہ علامہ شرجی نے لکھا ہے۔

حضرت طاہر بالبشاذ النحوی رحمۃ اللہ علیہ

مرنے کی خبر دے دی

آپ صاحب حال اور کرامات شخصیت تھے۔ ایک کرامت یہ تھی کہ آپ کے پاس ایک شخص آیا اور عرض کرنے لگا میں فلاں خطیب صاحب کے پاس سے حاضر ہوا ہوں۔ آپ نے فرمایا جاؤ اور جا کر اس خطیب کی قبر کھودو۔ وہ واپس آیا تو دیکھا کہ خطیب صاحب فوت ہو چکے ہیں۔

ایک دن آپ دستر خوان پر بیٹھے تھے اور آپ کے ساتھ آپ کی صاحبزادی بھی بیٹھی تھی جس کی عمر سات سال تھی۔ آپ مصر میں تھے اور آپ کا بھائی مکہ شریف میں تھا۔ بیٹی بولی کیا میرا چچا عبدالرحمٰن فوت ہو گیا ہے؟ آپ نے کہا: ہاں فوت ہو چکا ہے۔ اس واقعہ کے بعد حاجی صاحبان واپس آئے اور انہوں نے اسی دن بعینہ اس کے مرنے کی خبر دی۔

خود شیخ طاہر موصوف حج سے واپسی پر ایلہ کی گھاٹی کے قریب انتقال فرما گئے۔ یہ ۴۸۸ھ کا واقعہ ہے۔ وہاں سے انہیں مصر لایا گیا اور قرافہ میں دفن کئے گئے۔ آپ کی یہاں قبر مشہور ہے۔ لوگ اس کی زیارت کو آتے ہیں اور بقول مناوی ان کے سرہانے سنگ مرمر کی ایک تختی ہے جو شاب تائب کی قبر کے قریب ہے۔

حضرت طیمہ صعیدی رحمۃ اللہ علیہ

آپ بہت بڑے صوفی اور مشہور ولی ہوئے ہیں۔ شافعی المذہب عالم تھے اور اشمون میں بچوں کی تربیت و تادیب کے لئے مقرر کئے گئے۔

کھاتے پیتے لیکن بول و براز نہ کرتے

آپ کی ایک کرامت یہ تھی جسے بعض حضرات نے بیان کیا ہے آپ ہر رات نماز تہجد میں پورا قرآن پڑھا کرتے تھے اور کئی کئی دن بول و براز کئے بغیر گزار دیا کرتے تھے حالانکہ آپ عام حالات کے مطابق کھاتے پیتے بھی تھے۔ ۱۰۰۵ھ میں شہادت کی موت مرے یوں ہوا کہ آپ قدس کی زیارت کے لئے جا رہے تھے کہ کسی صاحب حال نے آپ کو حال کے دوران قتل کر دیا۔ (قالہ المناوی)

حضرت ابو محمد طلحہ بن عیسیٰ بن ابراہیم ہتاز یمنی رحمۃ اللہ علیہ

آپ بہت بڑے ولی اور عارف باللہ تھے۔ صاحب کرامات خارقہ اور سچے خیالات و واقعات کے حامل تھے۔ ابتدا میں آپ دینی علوم کے حصول میں مشغول رہے۔ پھر غیب سے تنبیہ پائی اور ربانی جذب میسر آ گیا اور الٰہی تعلق قائم ہو گیا۔ لہٰذا عبادت کی طرف متوجہ ہو گئے آپ قرآن کریم دن میں ایک بار مکمل پڑھا کرتے تھے اور رات میں دوسرا مکمل کرتے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بہت سی فتوحات سے نوازا اور آپ سے کرامات کا ظہور اور مکشوفات کثیرہ کا اظہار ہوا۔ مروی ہے کہ آپ نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے خواب میں خرقہ پہنا تھا جنہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کو اسم اعظم کی معرفت عطا فرمائی تھی آپ فرمایا کرتے تھے خدا کی قسم! مجھے اسم اعظم کسی نے سکھایا نہیں بلکہ میں نے اسے نور سے حروف مقطعات کی شکل میں ہوا کے اندر لکھا ہوا دیکھا تھا۔ آپ یہ بھی فرمایا کرتے تھے میں جس ولی کی قبر پر بھی بیٹھا اللہ تعالیٰ نے اس کی روحانیت کا مجھے مشاہدہ کرا دیا۔

مروی ہے کہ ایک مرتبہ ان کے پاس شیخ عبداللہ یافعی رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد میں سے ایک شخص آیا اور ان سے سوال کیا کہ مجھے تحکیم عنایت کی جائے۔ آپ نے فرمایا تحکیم تو نہیں ہے۔ البتہ تیرے لئے صحبت کا ہاتھ ہم کئے دیتے ہیں۔ آپ سے پوچھا گیا آپ نے اسے تحکیم سے کیوں جواب دے دیا تھا؟

فرمانے لگے جب اس نے مجھ سے تحکیم کا سوال کیا تھا تو میں نے اسی لمحے اس کے والد کو دیکھا اور ان سے میں نے کہا آپ کا بیٹا تحکیم کا مطالبہ کرتا ہے۔ تو انہوں نے مجھے فرمایا وہ میرا بیٹا ہے اور میرے مشاغل کو اٹھانے والا ہے انہوں نے اپنے ہاتھ سے اپنی گردن کی طرف اشارہ کیا۔

یونہی ایک اور مرتبہ آپ شیخ عبداللہ یافعی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک اور لڑکے سے ملے یہ ملاقات مکہ مکرمہ میں ہوئی۔ فرماتے ہیں کہ جب وہ ابھی میرے پاس بیٹھا ہی تھا اور مجھ سے دعا کی درخواست ہی کی تھی تو میں نے اس کے والد کو ایک نورانی شخص کے طور

پر دیکھا۔ مجھے کہنے لگے یا سیدی! اس بچے کے ساتھ اپنے دلی فیوض و برکات کو ہمراہ کر دو۔ میں نے پھر اس بچے کو کہا اے میرے بیٹے! شیخ کا سر ہر وقت تمہاری رعایت کرتا ہے یعنی اپنی تمام اولاد کے ہر حال و واقعہ میں شیخ کی رہنمائی ساتھ ہوتی ہے۔ آپ فرمایا کرتے تھے: خدا کی قسم! شیخ یافعی رحمۃ اللہ علیہ سے بڑھ کر کسی دوسرے شیخ کو میں نے اپنی اولاد کے بارے میں رعایت کرنے والا نہیں دیکھا۔

اسی قسم کا ایک واقعہ یہ بھی ہے کہ آپ ایک مرتبہ حج کرنے گئے اور راستہ میں فقیہ احمد بن عمر زیلعی رحمۃ اللہ علیہ کی قبر سے گزرے۔ آپ اصحاب اللحتہ کے جد اعلیٰ ہیں آپ نے ذکر فرمایا کہ میں نے انہیں دیکھا کہ ان کے سر پر ہیرے جواہر کا تاج ہے۔ انہوں نے مجھ سے گفتگو کی اور سوال و جواب ہوئے۔

بیٹھے بٹھائے اولیائے کرام کی ملاقات

آپ کی ایک کرامت یہ بیان کی گئی ہے کہ ایک مرتبہ آپ اپنے ساتھیوں میں بیٹھے باہم گفتگو میں مصروف تھے۔ اچانک آپ کو اپنے دو ساتھیوں کی یاد آ گئی۔ ان میں سے ایک بغداد میں تھے جو سرکار غوث پاک شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد میں سے تھے اور دوسرے مصر میں تھے۔

آپ نے کہا کاش! کہ میں ان کے حالات سے آگاہ ہوتا کہ وہ کیسے ہیں؟ پھر اس کے بعد فرمانے لگے میں نے ان دونوں کو دیکھ لیا۔ بغداد والے کو دیکھا کہ وہ قبلہ رخ کھڑا ہے اور اس کا چہرہ کعبہ کے رکن شرقی کی طرف ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کر رہا ہے دوسرے کو دیکھا کہ وہ مصر میں ہی ہے اور اس کے اردگرد فقراء کی جماعت بیٹھی ہے اور وہ ان سے گفتگو میں مصروف ہے۔ یہ دیکھ کر میرے دل کو قرار آ گیا اور میں نے جان لیا کہ وہ دونوں اچھی حالت میں ہیں۔

ولی نے مشکل حل کرا دی

آپ کی ایک کرامت آپ کے ایک بھانجے نے بیان کی جن کا نام شیخ ہبۃ اللہ بن سجاف رحمۃ اللہ علیہ ہے۔ بیان کرتے ہیں کہ میری بیوی کا مجھ پر ایک حق تھا۔ وہ یہ کہ میں نے اسے پوشاک دینے کا وعدہ کیا تھا۔ اس نے بارہا اس کا مجھ سے مطالبہ کیا لیکن میرے پاس کوئی چیز بھی نہ تھی کہ میں اسے خرید کر دیتا۔ بالآخر میں شیخ موصوف کی قبر پر آیا اور اپنی حالت کی ان سے شکایت کی اور میں ان کی قبر پر تنگ کر بیٹھ گیا کہ جب تک میرا معاملہ حل نہ ہوگا نہ جاؤں گا۔ پھر مجھے اونگھ آ گئی۔ میں قبر کے قریب ہی بیٹھا تھا۔ میں نے شیخ کو دیکھا کہ وہ مجھے فرما رہے ہیں: فلاں چرواہے کے پاس جاؤ جو فلاں بستی میں رہتا ہے اور اسے کہنا کہ شیخ تمہیں سلام کہتے ہیں اور حکم دیتے ہیں کہ مجھے چالیس دینار دے دو۔ ان کے اس پیغام اور ملاقات کی نشانی یہ ہے کہ تمہارے پاس پانچ برتن درہموں سے بھرے ہوئے ہیں۔ ان میں ایک فلاں جگہ دوسرا فلاں جگہ تیسرا فلاں جگہ اور چوتھا فلاں جگہ پڑا ہوا ہے اور پانچواں فلاں درخت کے نیچے ہے۔ جب تم اسے جا کر یہ باتیں بتاؤ گے تو وہ تمہیں چالیس دینار دے گا تو ان سے اپنی پوشاک و لباس خرید لینا۔

بیان کرتے ہیں کہ میں نیند سے بیدار ہوا اور اٹھ کر اس آدمی کی طرف چل پڑا۔ ملاقات ہوئی اور میں نے اسے اپنی پہچان کرائی اور شیخ کی ساری باتیں سنائیں۔ وہ کہنے لگا شیخ نے سچ کہا ہے۔ تیرا آنا مبارک اور مبارک وہ جس نے تجھے بھیجا۔ خدا کی قسم! میری ان چیزوں کی صرف اللہ تعالیٰ کو اطلاع تھی۔ اس نے میری بہت تعظیم کی اور چالیس دینار دیئے۔ جیسا کہ شیخ نے فرمایا تھا اور مجھے کہا ہمارے اور تمہارے درمیان اب دوستی ہوگئی ہے۔ جب بھی تمہیں کوئی ضرورت و حاجت پڑے تو پہنچ جانا ہم ان شاء اللہ تجھے عطا کر دیا کریں گے۔ بیان کرتے ہیں کہ میں اس کے بعد بھی اس کے پاس آتا جاتا رہا اور وہ میری ضروریات اپنے مرنے تک پوری کرتا رہا۔ پھر بوقت وفات اپنی اولاد کو وصیت کر دی کہ جب تمہارے پاس فلاں آدمی آئے اور اپنی حاجت بیان کرے تو اسے پورا کرنا۔

شیخ موصوف کی کرامات ایک ناپیدا کنار سمندر ہیں۔ آپ کے کسی ساتھی نے اس بارے میں مستقل کتاب بھی لکھی ہے۔ آپ کو علوم و حقائق میں معرفت تامہ حاصل تھی۔ آپ کے بارے میں مشہور تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت بحالت بیداری آپ کو حاصل تھی۔ ایک شخص قاضی احمد تہامی کے پاس آیا۔ قاضی صاحب ان دنوں زبید میں حاکم مقرر تھے۔ اس نے قاضی صاحب سے اس مسئلہ میں گفتگو کی۔ چنانچہ قاضی صاحب نے کہا ہم دونوں شیخ کے پاس جاتے ہیں اور ان کے کلام کو سنتے ہیں۔ روایت کرنے والا بیان کرتا ہے (راوی خود وہ شخص ہے جو قاضی صاحب کے پاس اس مسئلہ کی گفتگو کر چکا ہے) جب ہم شیخ کے ہاں حاضر ہوئے اور جونہی شیخ کی نظر ہم پر پڑی تو فرمانے لگے دیکھو! فلاں فقیہ کے ساتھی، قاضی صاحب یہ تسلیم نہیں کرتے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بیداری کی حالت میں دیکھا جا سکتا ہے۔ کہتے ہیں کہ یہ سن کر ہم نے استغفار کی شیخ کا سر چوما اور واپس آ گئے۔

ایک روایت میں ہے کہ قاضی صاحب کچھ دیر کے لئے شیخ موصوف کے پاس بیٹھے رہے لیکن کوئی بات چیت نہ کی۔ انہیں ایک شخص نے پوچھا آپ شیخ صاحب سے سوال کیوں نہیں کرتے؟ کہنے لگے خدا کی قسم! میں جس وقت شیخ موصوف کے پاس بیٹھا۔ اس وقت میں نے سرکار ابد قرار صلی اللہ علیہ وسلم کو شیخ کے نزدیک جلوہ فرما دیکھا۔ قاضی صاحب بھی صالح شخص تھے۔ اسی وجہ سے آپ پر یہ بات منکشف ہوگئی۔ زبید کے رہنے والے لوگوں کی شیخ موصوف کے بارے میں نہایت عقیدت تھی اور حسن ظن تھا۔

مروی ہے کہ ایک مرتبہ زبید شہر میں خبر پھیل گئی کہ شہر عنقریب سیلاب کی لپیٹ میں آ رہا ہے۔ سلطان بھی اس وجہ سے شہر سے باہر آ گیا۔ لوگوں میں تشویش پھیل گئی۔ انہوں نے اپنے اموال اور قیمتی اشیاء دفن کرنا شروع کر دیں۔ چنانچہ شیخ موصوف کا ایک ساتھی آپ کی بیمار پرسی کے لئے آپ کے ہاں حاضر ہوا اور اس بات کی خبر دی۔ شیخ نے فرمایا:
خدا کی قسم! لوگوں پر کوئی مصیبت نہیں آنے والی، چچڑ ہیں جلد مر جائیں گے۔ آپ اس بیماری میں فوت ہو گئے۔ ۷۸۰ھ میں انتقال فرمایا اور باب سہام کے مشرقی مقبرہ میں دفن ہوئے۔ ان کی قبر پر بہت بڑا گنبد بنایا گیا۔ آپ کی قبر وہاں مشہور ترین قبر ہے۔ بکثرت لوگ زیارت و تبرک کے لئے حاضر ہوتے ہیں۔ آپ کی قبر کا پڑوسی بھی پریشانی میں مبتلا نہیں ہوتا۔

حضرت طیب بن اسماعیل ذہلی رحمۃ اللہ علیہ

آپ ابن حمدوک کے نام سے مشہور ہیں۔ عامل علمائے کرام میں سے بہت بڑے شخص ہو گزرے ہیں اور اولیائے عارفین میں سے جانی پہچانی شخصیت تھے۔

دعا سے اندھاپن جاتا رہا

آپ کی ایک کرامت یہ بیان کی گئی ہے کہ آپ نابینا تھے۔ آپ کو آپ کا خادم مسجد کی طرف لے جایا کرتا تھا۔ ایک دن خادم نے عرض کیا:

استاذ! جوتیاں اتار دیجئے۔ پوچھا کیوں؟ کہنے لگا ان میں گندگی لگی ہوئی ہے اس سے آپ کو نہایت غم ہوا۔ اور ہاتھ اٹھ کر اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی پھر ہاتھوں کو منہ پر پھیرا۔ بس پھیرتے ہی بینائی لوٹ آئی۔

ایک رات آپ نے نماز پڑھتے ایک حرف کا دوسرے میں ادغام کر دیا تو آپ نے ایک نور دیکھا جو آپ سے چمٹا ہوا ہے اور وہ کہہ رہا ہے: میرے اور تیرے درمیان اللہ ہے۔ آپ نے اس سے پوچھا تو کون ہے؟ کہنے لگا میں وہ حرف ہوں جسے تو نے ادغام کیا۔ آپ نے کہا آئندہ کبھی بھی ایسا نہ کروں گا۔ اسے مناوی نے ذکر کیا ہے۔

حضرت طیفور بن عیسیٰ بن آدم بن سروشان، ابو یزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ

جناب امام قشیری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: میں نے محمد بن حسین سے انہوں نے عبدالرحمٰن بن صوفی سے اور انہوں نے اپنے چچا ابسامی سے سنا۔ کہتے تھے کہ ہم ایک مرتبہ ابو یزید بسطامی کی مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے تو آپ نے فرمایا اٹھو: کہ ہم اللہ تعالیٰ کے ایک ولی کا استقبال کرنے جا رہے ہیں۔ ہم کھڑے ہو گئے۔ پھر چل پڑے۔ چلتے چلتے جب گلی کے کشادہ دروازے کے پاس پہنچے تو اچانک ہمیں ابراہیم بن شیبہ ہروی سامنے سے آتے دکھائی دیئے۔ ابو یزید بسطامی نے انہیں کہا میرے دل میں خیال آیا تھا کہ میں آپ کا استقبال کروں اور اپنے رب کے ہاں تمہیں سفارشی بناؤں۔ یہ سن کر ابراہیم بن شیبہ بولے اگر میں تمہیں تمام مخلوق کے لئے سفارشی بناؤں تو یہ زیادہ نہ ہوگا۔ کیونکہ لوگ تمام مٹی کا ایک ٹکڑا ہیں۔ اس جواب سے ابو یزید بسطامی حیران رہ گئے۔

ولی کو دل کے ارادے کی اطلاع ہوتی ہے

امام یافعی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں۔ کسی نے ذکر کیا کہ میں نے عبدالرحمٰن بن یحییٰ رحمۃ اللہ علیہ سے توکل کے بارے میں پوچھا۔ انہوں نے فرمایا اگر تو اپنا ہاتھ اژدھا کے منہ میں ڈال دے۔ حتیٰ کہ کلائی تک ہاتھ اس کے منہ میں چلا جائے پھر بھی تو اللہ تعالیٰ کے غیر کا خوف نہ کھائے تو یہ توکل ہے۔ فرماتے ہیں کہ میں ان سے جواب پا کر پھر ابو یزید بسطامی کے پاس آیا تا کہ آپ سے توکل کے بارے میں پوچھوں۔ میں نے دروازہ کھٹکھٹایا تو اندر سے ہی بولے کیا عبدالرحمٰن کے جواب کو تم کافی نہیں سمجھتے؟ میں نے عرض کیا:

حضور! دروازہ تو کھولیے۔ فرمانے لگے تم زیارت کے لئے تو آئے نہیں صرف سوال کا جواب دریافت کرنے آئے تھے وہ تمہیں مل گیا ہے لہذا چلے جاؤ۔ آپ نے دروازہ نہ کھولا اور میں واپس آ گیا۔ ایک سال گزرا۔ میں نے اب ارادہ کیا کہ ابو یزید بسطامی سے ملنا چاہئے چنانچہ میں آپ کے گھر آیا۔ آپ نے دروازہ کھولا۔ مجھے فرمانے لگے خوش آمدید! اب تم زیارت کی نیت سے آئے ہو لہذا آ جاؤ۔ میں نے ایک مہینہ آپ کے ہاں قیام کیا۔ اس دوران میرے دل میں جو بات کھٹکتی جو خیال آتا آپ اس کے متعلق مجھے آگاہ فرما دیا کرتے تھے۔

ولی کی فرمائش ٹھکرانے پر گرفت

مروی ہے کہ جناب شقیق بلخی اور ابو تراب نخشبی رحمۃ اللہ علیہ ایک مرتبہ حضرت ابو یزید بسطامی سے ملنے آئے۔ آپ کے ہاں ان کے لئے دستر خوان چنا گیا۔ ایک نوجوان ابو یزید کا خادم تھا اسے شیخ بلخی نے کہا:

بیٹا نوجوان! ہمارے ساتھ بیٹھو اور کھاؤ۔ وہ کہنے لگا میں روزہ سے ہوں۔ پھر ابو تراب بولے کھالو تمہیں ایک مہینہ کے روزوں کا ثواب ملے گا۔ اس نے انکار کر دیا۔ پھر جناب شقیق نے کہا کھالو تمہیں سال بھر کے روزوں کا ثواب ملے گا۔ اس نے پھر انکار کر دیا۔ اس پر ابو یزید بسطامی نے کہا۔ اسے چھوڑو جو اللہ تعالیٰ کی نگاہ سے گر چکا ہے چنانچہ نوجوان بعد میں چوری کی عادت میں پڑ گیا اور ایک سال بعد ہی چوری کرنے کی سزا میں اس کا ہاتھ کاٹ دیا گیا۔

امام مناوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابو یزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ عارفین کے اماموں کے بھی امام تھے اور محققین صوفیہ کرام کے مشائخ کے شیخ تھے۔ تمہارے لئے ان کے بارے میں جناب خانی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول ہی کافی ہے کہ آپ انہیں سلطان العارفین کہا کرتے تھے اور ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ انہیں ابو یزید اکبر کہا کرتے تھے اور انہوں نے ذکر کیا ہے کہ آپ اپنے زمانہ کے قطب غوث تھے۔ ابن عربی کی اصل عبارت یہ ہے:

''کچھ اقطاب ایسے ہوتے ہیں جو ظاہری حکومت والے ہوتے ہیں۔ خلافت ظاہری ان کے سپرد ہوتی ہے جیسا کہ ان کے مقام لحاظ سے انہیں خلافت باطنی بھی سپرد ہوتی ہے ایسے حضرات میں ابوبکر صدیق، عمر بن خطاب، عثمان غنی، علی المرتضیٰ اور عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہم ہیں اور کچھ اقطاب ایسے ہوتے ہیں جن کے پاس صرف باطنی خلافت ہوتی ہے ظاہر میں حکم اور خلافت نہیں ہوتی۔ ان کی ایک مثال ابو یزید ہیں۔''

ایک اور جگہ ابن عربی لکھتے ہیں: ابو یزید کا مقام قلب اسرافیل پر ہے۔ حکم دنیا اور حکم کے الٹ کا فرمان کرنا دونوں طرفیں ان میں جمع تھیں اور یہ منصب زمانے میں صرف ایک کے پاس ہی ہوتا ہے۔

نماز پڑھتے وقت مکان دن کی طرح روشن ہو گیا

آپ کی ایک کرامت یہ بیان کی گئی ہے کہ ایک رات آپ نے نماز ادا فرمائی تو وہ گھر جس میں آپ نے نماز ادا فرمائی اس قدر روشن ہو گیا گویا دن نکل آیا ہے۔ یہ دیکھ کر آپ نے کہا: اگر تو شیطان ہے تو میں تجھے اپنے بارے میں امید لگانے سے منع کرتا ہوں یعنی میں تیرے قابو میں نہیں آ سکتا۔ اور اگر یہ روشنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے تو میں اے اللہ! تجھ سے سوال

کرتا ہوں کہ اسے اس گھر کے لئے موخر فرمادے جو کرامت کا گھر ہے اور اس دار خدمت سے اسے اٹھا لے۔

ہوا میں اڑنے کی دلیل

آپ سے ایک شخص نے کہا کہ مجھے آپ کے بارے میں اطلاع ملی ہے کہ آپ ہوا میں اڑتے ہیں فرمایا: اس میں تعجب کی کون سی بات ہے۔ پرندہ جو مردار کھاتا ہے وہ بھی ہوا میں اڑتا ہے اور مومن پرندے سے اشرف ہے (اور حلال کھاتا ہے تو وہ کیوں نہیں اڑسکتا؟) مزید فرمایا کہ مجھے تیس سال متواتر گزرے ہیں کہ میں نے جب بھی اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے کا ارادہ کیا تو اس کی بزرگی اور بڑائی کی وجہ سے ہر مرتبہ منہ اور زبان کو دھولیتا ہوں۔

پاؤں پسارنے پر غیبی آواز آئی

جناب خانی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو یزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ نے بتایا کہ ایک مرتبہ میں نے اندھیری رات میں اپنے عبادت خانہ میں پاؤں پسارے تو ہاتف سے آواز آئی: ''بادشاہوں کی مجلس میں جو بیٹھتا ہے وہ باادب بیٹھتا ہے۔''

جناب ابن معاذ بیان کرتے ہیں کہ میں نے بعض مشاہدات میں آپ کو دیکھا جیسا کہ کوئی ڈوبتا شخص ہو اور وہ اپنی ٹھوڑی اپنے سینہ پر مارتا ہو اور اس کی آنکھیں اوپر اٹھی ہوئی ہوں۔ یہ کیفیت عشا سے صبح تک رہی۔ پھر آپ نے بوقت سحر سجدہ کیا اور کافی لمبا سجدہ کیا۔ پھر بیٹھ کر اللہ تعالیٰ سے یہ عرض کیا:

''اے اللہ! لوگوں نے تجھ سے مانگا تو نے انہیں عطا کر دیا۔ کسی پر زمین سکیڑ دی کسی کو پانی پر چلنے کی کرامت عطا فرما دی۔ کسی کو ہوا پر سوار ہونے کی بزرگی بخشی۔ کسی کو مختلف اشیاء کو مختلف شکلوں اور چیزوں میں تبدیل کرنے کا مقام عطا فرما دیا۔ لیکن میں ان تمام باتوں سے تیری پناہ میں آتا ہوں''۔ پھر آپ نے مڑ کر دیکھا تو میں نظر آیا۔ میں نے عرض کیا:

یا سیدی! مجھے بھی کچھ بتائیے فرمانے لگے میں تجھے ایسی بات بتاتا ہوں جو تیری اصلاح کرے گی اور تیرے کام آئے گی۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے نچلے فلک میں داخل فرمایا پھر مجھے ملکوت سفل پر پھرایا گیا۔ میں نے انہیں دیکھا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے مجھے علوی فلک میں داخل فرمایا۔ اور تمام آسمانوں کا مجھے چکر لگوایا۔ میں نے ان میں تمام اشیاء جنتیں اور عرش تک دیکھیں پھر اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنے سامنے کھڑا کر دیا اور فرمایا تم نے جو چیزیں دیکھی ہیں ان میں سے جو چاہو مانگ لو میں عطا کرتا ہوں۔ میں نے عرض کیا میں نے کوئی بھی خوبصورت چیز نہیں دیکھی جو آپ سے مانگوں۔ پس اللہ تعالیٰ نے فرمایا تو میرا سچا عبد ہے جو صرف اور صرف میرے لئے میری عبادت کرتا ہے میں لازماً تیرے ساتھ یہ کروں گا۔ آپ نے یہاں چند اشیاء کا ذکر فرمایا۔

ابن معاذ کہتے ہیں مجھے اس سے گھبراہٹ محسوس ہوئی اور میں نے عرض کیا آپ نے اللہ تعالیٰ سے معرفت کیوں نہ مانگ لی۔ فرمانے لگے یہ اس کی غیرت کا معاملہ ہے اس لئے میں نہیں پسند کرتا کہ اسے اس کے سوا کوئی اور پہچانے۔ آپ نے ۲۶۱ھ میں بعمر تہتر (۷۳) سال رحلت فرمائی۔

باب عین

حرف ''عین'' سے شروع ہونے والے چند اولیائے کرام کی چند کرامات۔

محترمہ عائشہ بنت ابی عثمان نیساپوری رحمۃ اللہ علیہا

مستجاب الدعوات

موصوفہ بہت بڑی عابدہ، پرہیزگار عورت تھیں اور مال و دولت کے اعتبار سے صاحب کمال تھیں۔ آپ کی ایک کرامت یہ تھی کہ آپ کی ہر دعا قبول ہوتی تھی۔ آپ کے کلام میں سے چند جملے یہ ہیں: لا تفرح بانسان۔ ولا تجزع من ذاھب بل افرح باللہ و اجزع من سقوطك من عینه۔ (کسی انسان کے آنے کی خوشی نہ کرو اور کسی کے جانے پر اظہار غم نہ کر۔ بلکہ اللہ تعالیٰ سے خوش رہ اور اس کی آنکھوں سے گر جانے پر غم کھا)۔ بقول مناوی ۳۴۶ھ میں انتقال فرمایا۔

محترمہ عائشہ بنت عبداللہ بکریہ رحمۃ اللہ علیہا

جبر الطیر کے نام سے آپ معروف و مشہور تھیں۔ بیان کیا گیا ہے کہ جب کسی پرندے کو کوئی دکھ اور مصیبت، درد چھوتا اور ان کی قبر پر آتا تو اللہ تعالیٰ اسے شفا عطا فرما دیتا۔ یہ امام سخاوی نے بیان کیا ہے۔

حضرت سید عابدین دمشقی مجذوب رحمۃ اللہ علیہ

آپ صاحب ''حاشیہ الدر'' امام علامہ سید محمد عابدین رحمۃ اللہ علیہ کے خاندان سے تعلق رکھتے ہیں۔ اس وقت (علامہ نبہانی کے دور میں) آپ بنفس نفیس دمشق شام میں مجذوبانہ حالت میں موجود ہیں۔ آپ یہاں کے تمام لوگوں کی عقیدت کا مرکز ہیں۔ آپ سے کچھ ایسے الفاظ سرزد ہوتے ہیں جو آپ کی ظاہری حالت کے خلاف ہوتے ہیں۔ میں نے ان کے ایک عقیدت مند سے سنا جو ان کی ولایت کا معتقد تھا کہ لوگ ان کو ولی تسلیم کرتے ہیں۔ اور ان کی ولایت کے گواہ ہیں مجھے اور بھی بہت سے باوثوق حضرات نے بتایا کہ ہم نے ان سے کرامات دیکھی ہیں وہ ہمارے دلوں کی باتیں ہمیں بتا دیا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو۔ اور ہمیں ان کی برکات سے مستفید فرمائے اور ان کے پاکیزہ اور طیب اسلاف کی برکات سے بھی نفع بخشے۔ (رضی اللہ عنہ و عنہم اجمعین)۔

حضرت عارف دیکرانی رحمۃ اللہ علیہ

سیلاب پلٹ گیا

آپ شیخ سید امیر کلال رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ ہیں۔ ایک دن ان کی بستی کلال میں بہت بڑا سیلاب آیا۔ جس سے یہاں کے باشندوں کو ڈوب جانے کا خطرہ لاحق ہوگیا۔ چنانچہ بستی والے ان کے پاس فریاد لے کر گئے۔ آپ بستی سے باہر تشریف لائے اور جدھر سے سیلابی ریلا آتا تھا وہاں بیٹھ گئے۔ جب ریلا آیا تو اسے فرمایا: ان کان لك قوۃ فاحملنی (اگر تجھے طاقت ہے تو

مجھے یہاں سے اٹھا کر دیکھ)۔ یہ سن کر سیلاب پلٹ گیا اور سکون ہو گیا۔

جب ہمارے آقا نقشبند رحمۃ اللہ علیہ حجاز سے واپس تشریف لائے اور مرو کو اپنا وطن بنا لیا تو لوگوں نے ہر سمت سے ان کے ہاں آنا شروع کر دیا۔ اور ان کے حلقہ ارادت میں شامل ہوتے رہے حتیٰ کہ آپ کے ہاں مریدوں کی بہت بڑی جماعت اکٹھی ہو گئی۔ جب تشریف لائے تھے تو کچھ ہی دیر بعد مولانا عارف موصوف نے ایک ایلچی ان کی طرف بھیجا جسے کہا گیا کہ تم جا کر شاہ نقشبند کو میرے ہاں تشریف لانے پر زور دو چنانچہ ایلچی آیا اور آپ اس کے ساتھ چپ چاپ چل پڑے۔ جب آپ مولانا عارف کے ہاں تشریف لے آئے تو مولانا موصوف نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ مجھے ان سے تنہائی میں گفتگو کرنا ہے تو ذرا ادھر ادھر ہو جاؤ۔ جب ساتھی ادھر ادھر ہو گئے تو مولانا نے جناب نقشبند سے کہا: میرا آخری وقت قریب ہے صرف دو یا تین دن باقی رہ گئے ہیں۔ میں نے اپنے ساتھیوں اور تمہارے ساتھیوں میں خوب نظر دوڑائی لیکن ان میں سے آپ کے ایک مرید شیخ محمد پارسا کے علاوہ کوئی بھی قابلیت والا نظر نہیں آیا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے جو کچھ مجھے بطور امانت دے رکھا ہے میں وہ سب کچھ اسے ودیعت کر رہا ہوں۔ لہٰذا تم اس کی تربیت میں کمی نہ کرنا۔ کیونکہ وہ تمہارا خاص ساتھی ہے۔ پھر انہوں نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ ان کا کہا ماننا۔ پھر ان کو وصیت کی کہ میں جب مر جاؤں تو اپنے ہاتھ سے غسل والا برتن دھونا اور التحیات پڑھتے وقت بیٹھنے کی شکل میں گرم پانی کے قریب بیٹھ کر مجھے غسل دینا اور کفن و دفن کر دینا۔ تین دن بعد واپس مرو چلے جانا۔ چنانچہ جناب نقشبند نے بموجب وصیت تمام کام سرانجام دیئے مولانا عارف رحمۃ اللہ علیہ کا مزار دیکران میں مقام ہزارہ کے راستے پر شہر سے باہر واقع ہے۔

حضرت عارف اولیاء خلیفہ شیخ عبدالخالق غجدوانی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ

آپ کا اصلی وطن بخاری تھا شروع شروع میں آپ علوم ظاہریہ میں ہمہ تن مصروف رہا کرتے تھے ایک مرتبہ شیخ عبدالخالق رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات ہوئی۔ آپ نے اس وقت بازار میں سے گوشت خریدا ہوا تھا اور اسے اٹھائے اپنے گھر تشریف لے جا رہے تھے۔ ان سے عرض کیا یہ گوشت اٹھا لیتا ہوں مجھے دیجئے۔ آپ نے گوشت انہیں دے دیا۔ جب ان کے گھر پہنچے تو شیخ نے ان کی طرف دیکھ کر فرمایا: کچھ دیر ٹھہر کر ہمارے گھر آنا۔ میں تمہارے ساتھ مل کر کھانا چاہتا ہوں جب وہ واپس لوٹے تو ان کے دل میں علم ظاہری کی محبت ختم ہو چکی تھی۔ بلکہ اس کی جگہ شیخ کی خدمت کا جذبہ موجزن ہو گیا۔ چنانچہ اسی وقت واپس پلٹ آئے آپ نے انہیں چوم کر فرمایا تم میرے بیٹے ہو۔ انہیں طریقت کی تعلیم دی پھر یہ طریقت میں مشغول ہوئے اور اپنے استاذ صاحب کے پاس جانا ترک کر دیا۔ پھر جب کوئی استاذ صاحب انہیں دیکھتے تو انہیں علم کے ترک پر برا بھلا کہتے اور مدرسہ میں حاضر ہونے کا حکم دیتے لیکن آپ ان کی بات نہ قبول کرتے اور نہ ہی کچھ جواب دیتے۔ پھر اتفاق ہوا کہ ان کے علوم ظاہرہ کے استاذ سے ایک رات ایک کبیرہ گناہ ہو گیا۔ اس کے بعد جب استاذ شاگرد کا آمنا سامنا ہوا تو استاذ صاحب نے معمول کے مطابق کافی دیر انہیں برا بھلا کہا۔ اب ان کے جواب میں بولے! اے میرے آقا! آپ رات فلاں فلاں گناہ میں مصروف رہے۔ اور اب مجھے حق کے راستے سے روکتے ہیں؟ یہ سن کر استاذ صاحب شرمندہ ہو گئے۔ اور صوفیہ کرام کے بلند

مراتب کا انہیں علم ہوا۔ اور شیخ عبدالخالق کے ہاں اسی وقت حاضر ہوئے اور توبہ کی اور ان سے طریقت سیکھی اور ان کے مقبولین میں سے ہو گئے۔ عارف اولیاء نے بخاری میں ہی انتقال فرمایا اور برج العیار کے قریب زیر حصار ٹیلہ میں دفن ہوئے۔

حضرت عامر بن عبداللہ المعروف ابن عبد قیس عنبری رحمۃ اللہ علیہ

آپ بصرہ کے رہنے والے اور تابعی ہیں۔ ابو سلیمان درانی نے بیان کیا کہ جناب شیخ موصوف شام کی طرف نکلے آپ کے پاس ایک چھاگل تھی۔ جب دل کرتا اس سے پانی نکال کر وضو فرماتے۔ اور جب چاہتے دودھ نکال کر نوش فرماتے۔

آپ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ میرے دل سے عورتوں کی شہوت کھینچ لے۔ پھر آپ کو عورتوں کی طرف سے کسی بات کا خطرہ نہ رہا۔

آپ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ شیطان کو میرے دل سے دور کر دے۔ جب میں نماز ادا کر رہا ہوں لیکن اسے قبول نہ کیا گیا۔ (قالہ القشیری)

علامہ مناوی بیان کرتے ہیں کہ ان کی ایک کرامت یہ تھی کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تھی کہ وہ سردیوں میں طہارت کو ان پر آسان فرمادے تو اس کے نتیجہ میں یہ ہوتا کہ جب وضو کے لئے آپ کو پانی دیا جاتا تو اس میں سے بخارات اٹھتے دکھائی دیتے تھے۔

آپ سے کہا گیا کہ آپ کے گھر آگ بھڑکنے والی ہے۔ فرمایا: وہ حکم کی پابند ہے۔ یہ کہہ کر آپ نماز میں مصروف ہو گئے۔ جب آگ آپ کے گھر کے قریب آئی تو وہاں سے دوسری طرف مڑ گئی۔

آپ ایک قافلہ میں جا رہے تھے جسے راستے میں شیر نے روک لیا۔ آپ نے قافلہ والوں سے پوچھا کیا ہوا؟ کہنے لگے شیر نے راستہ روک رکھا ہے۔ آپ اس کی طرف گئے اور اپنا ہاتھ اس کے منہ پر رکھا حتیٰ کہ قافلہ گزر گیا۔

آپ نے رومی فوج کے ایک خچر کے ساتھ مقابلہ کیا اور واپس صحیح سالم تشریف لے آئے۔

آپ ہدیہ اور نذرانہ لے کر اپنے کپڑے کے کونہ میں باندھ دیتے جب راستہ میں کسی سے ملاقات ہوتی تو اسے دے دیتے۔ جب گھر تشریف لاتے تو نذرانہ گھر والوں کے سامنے ڈال دیتے۔ وہ اسے گنتے اور شمار کرتے تو ایک چیز بھی کم نہ ہوتی۔

آپ کی چغلی کھائی گئی تو آپ کو شام کی طرف اونٹ کے پالان پر بیٹھ کر نکل جانے کو کہا گیا۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے آپ کو ایک سرسبز مقام پر ٹھہرایا۔ ایک خادمہ ان کے پاس بھیجی اور اسے حکم دیا کہ مجھے ان کی حالت سے آگاہ رکھنا۔ آپ رات بھر قیام میں بسر فرماتے اور سحری کے وقت نکل جاتے۔ پھر رات ڈھلے واپس تشریف لاتے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بھیجے گئے کھانے سے تناول نہ فرماتے۔ اس کی شکایت حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے کی اور ان کی حالت کی اطلاع بھی دی تو حضرت عثمان نے حکم دیا ان کے قریب رہو اور ان سے تعلقات جوڑے رکھنا۔ اس کے جواب میں آپ نے فرمایا مجھے تمہاری کوئی ضرورت نہیں ہے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں بیت المقدس میں آپ کا انتقال ہوا۔

حضرت عامر تیجوری مجذوب رحمۃ اللہ علیہ

تیر سانپ بن گئے

آپ کی ایک کرامت یہ ہے کہ آپ کی خلوت گاہ تیروں سے بھری ہوئی تھی۔ ایک شخص آیا جو جلیبیاں نکالا کرتا تھا۔ نیت یہ تھی کہ میں تیر یہاں سے لے بھاگوں گا۔ جب وہ اندر آیا تو کیا دیکھتا ہے کہ وہاں چھوٹے بڑے بہت سے سانپ ہیں۔ شیخ موصوف کا اکثر منف میں قیام ہوتا۔ اور آپ مختلف شہروں میں پھرا کرتے تھے۔ کھانا اس وقت کھاتے جب کوئی آپ کے لئے کھانا تیار کراتا۔ اگرچہ مہینہ بھر ویسے ہی گزر جائے۔ بقول مناوی آپ نے تیجور میں ہی ۶۵۶ھ میں انتقال فرمایا۔

امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ آپ کا ایک عمامہ مثل قنطار تھا۔ کسی کو اپنے سر پر اسے رکھنے کی ہمت نہ پڑتی۔

حضرت عامر شافعی نابلسی مقدسی رحمۃ اللہ علیہ

آپ بہت بڑے شیخ، عالم، فاضل، متقی، محدث، مرشد، صالح اور فقیہ تھے۔ آپ ہر وقت عبادت اور لوگوں کو فائدہ پہنچانے میں مصروف رہے۔ آپ کی ایک کرامت یہ ذکر کی گئی ہے کہ آپ کا ایک شاگرد آپ کے حجرے میں داخل ہوا تو اسے وہاں صرف آپ کا لباس نظر آیا وہ واپس آ گیا۔ اور دروازہ پر کھڑا ہو گیا۔ پھر یکدم آواز سنائی دی جو شیخ کے سانس لینے کی تھی۔ اس نے مڑ کر اندر دیکھا تو اس جگہ شیخ تشریف فرما تھے۔ اس نے یہ دیکھ کر آپ کا مقام و مرتبہ جان لیا۔ آپ خاموش طبع تھے اور آپ لمبی عمر پانے والے حضرات میں سے ہوئے۔ قدس میں آپ نے ۱۱۴۰ھ میں انتقال فرمایا اور باب الرحمت کے احاطہ میں دفن کئے گئے۔ اسے مرادی نے ذکر کیا ہے۔

حضرت عباس مہتدی رحمۃ اللہ علیہ

علامہ قشیری رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے محمد بن عبداللہ صوفی سے سنا۔ وہ کہتے تھے کہ میں نے احمد بن محمد بن عبداللہ عرفانی کو کہتے سنا کہ عباس بن مہتدی نے ایک عورت سے شادی کی۔ پھر جب ملاقات کی رات آئی تو آپ پشیمان ہو گئے۔ جب آپ اس عورت کے قریب گئے تو آپ کو ڈانٹ پلائی گئی۔ لہٰذا آپ اس کے ساتھ ہم بستری کرنے سے رک گئے اور باہر آ گئے۔ پھر تین دن بعد معلوم ہوا کہ اس کا خاوند پہلے سے موجود ہے۔

حضرت عبدالجبار ابن الفارس رحمۃ اللہ علیہ

آپ جلیل القدر زاہد اور عابد تھے اور امیر مصر ابن طغج آپ کی زیارت کے لئے پیدل چل کر آیا کرتا تھا۔

بیان کیا گیا ہے کہ آپ نے ایک شخص کو پولیس کے ایک افسر کے پاس بھیجا تا کہ وہ آپ کی طرف سے کسی کے بارے میں سفارش قبول کرے۔ اس نے آپ کی سفارش قبول نہ کی۔ آپ نے اس کی طرف پیغام بھجوایا کہ آج آدھی رات تجھے معزول کر دیا جائے گا۔ جب پولیس افسر کو اس بات کا علم ہوا تو کہنے لگا خدا کی قسم! اگر ایسا نہ ہوا تو میں ان پر ان کا مکان گرا کر

مروا دوں گا۔ جب وقت مقررہ آیا جو شیخ نے بتایا تھا تو بغداد سے ایک جماعت آئی۔ جسے خلیفہ نے حکم دیا تھا کہ فلاں پولیس افسر کو جا کر قتل کر دو۔ تو انہوں نے اسی معین وقت پر اس پولیس افسر کو قتل کر دیا۔ اس کے بعد لوگوں کو شیخ کا مقام و مرتبہ معلوم ہو گیا۔ اور پھر ان کے کسی حکم کی مخالفت نہ کرتے۔ یہ امام سخاوی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے۔

حضرت عبد الجلیل ارناوطی رحمۃ اللہ علیہ

انہیں شیخ جلیلو بھی کہا جاتا تھا۔ میں نے شیخ موصوف کو بیروت میں ارناوط کے لباس میں دیکھا اور گفتگو عربی میں کرتے تھے کیونکہ وہ ان شہروں میں سرکاری فوج کے فرد کے طور پر موجود تھے۔ پھر انہیں جذب نے آ لیا جس کی بنا پر حکومت کی خدمت چھوڑ دی۔ آپ کے عجیب کاموں میں سے ایک کام یہ تھا کہ آپ لوگوں سے روپیہ پیسہ جمع کرتے اور اسے ان عمر رسیدہ عورتوں پر خرچ کرتے جو جوانی میں بدکاری کا پیشہ کرتی تھیں۔ بڑھاپے کی وجہ سے ان کی یہ حالت تھی کہ کوئی بدکار شخص ان کی طرف نہ آتا تھا۔ آپ کے اس سلوک کی وجہ سے ایسی عورتیں آپ کے حجرے میں جمع ہو جاتیں اور جو کچھ آپ نے جمع کیا ہوتا ان پر خرچ کر دیتے۔ ایسی عورتیں یہاں پناہ لیتیں اور یہیں سو جاتیں اور آپ کی خدمت گزاری بھی کرتیں۔

آپ کی کرامات مجھے روایت کی گئیں۔ لیکن ان میں سے اس وقت میرے ذہن میں کوئی کرامت حاضر نہیں۔ صرف اتنی بات یاد رہی ہے کہ آپ جذب کے ہوتے ہوئے فرض نماز ترک نہیں کیا کرتے تھے۔ آپ سے مل کر کوئی شخص بوجھ محسوس نہ کرتا یعنی آپ کی ملاقات سے دل میں نفرت نہ ہوتی اور نہ ہی لوگ آپ کے ساتھ مل بیٹھنے میں ناک منہ چڑھاتے۔ بلکہ آپ سے محبت کرتے اور آپ سے نیک برتاؤ کرتے اور آپ سے ہنسی مذاق کرتے۔ یونہی آپ مختلف محکموں کے افسروں سے ملنے جاتے تو وہ آپ کو اعلیٰ جگہ پر بٹھاتے حالانکہ آپ کے کپڑے بظاہر میلے کچیلے ہوتے تھے۔ حتیٰ کہ مسلمانوں کے علاوہ غیر مسلم بھی آپ کا احترام کرتے اور ان سے حسن سلوک سے پیش آتے تھے۔ آپ کی یہ تسخیر یقیناً بہت بڑی کرامت ہے۔ ۱۳۰۱ھ کے بعد انتقال فرمایا اور بیروت میں ہی مدفون ہوئے۔

حضرت عبد الحلیم بن مصلح منزلاوی رحمۃ اللہ علیہ

آپ اکابر عارفین میں سے ایک اہم شخصیت تھے اور طریقت کے امام تھے۔

ولی کی ملاقات سے دنیا بدل گئی

آپ کی کرامت یہ بیان کی گئی ہے کہ آپ سے ایک صاحب احوال شخصیت کی ملاقات ہوئی جو کرامات میں مشہور تھے۔ انہوں نے آپ سے کہا اے عبد الحلیم! تو مسکین ہے مجھے گمان نہ تھا کہ تو اتنی شہرت کے باوجود ایسا عاجز ہے پھر اس مرد خدا نے ہوا میں سے درہم پکڑے اور شیخ عبد الحلیم کو عطا کر دیئے یہ دیکھ کر سیدی عبد الحلیم میں انقلاب آ گیا۔ اس مرد خدا نے پھر کہا اے عبد الحلیم! اللہ تعالیٰ کے ساتھ مشغول ہو جاؤ حتیٰ کہ تمام دنیا تیری اطاعت میں ہو جائے جیسا کہ ابھی تم نے درہم کا واقعہ دیکھا۔ یہ سن کر شیخ عبد الحلیم خلوت گزیں ہو گئے نو مہینے متواتر تنہائی میں اس طرح بسر کیے کہ پورا قرآن ایک مرتبہ دن

میں اور ایک مرتبہ رات میں پڑھا کرتے۔ پھر آپ گوشہ نشینی سے باہر نکلے۔ آپ کو غیب سے خرچہ ملتا تھا۔ حتی کہ آپ نے انتقال فرمایا۔

انگوٹھے کی گرہ کے برابر تھیلی سے ضرورت کی ہر چیز مہیا ہوتی

امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں آپ کے پاس آپ کی عبادت گاہ میں تقریباً ستاون (۵۷) دن رہا۔ میں نے یہی دیکھا کہ فقرا کو جب بھی کسی چیز کی ضرورت پڑتی تو آپ ایک چھوٹی سی تھیلی سے وہ نکال کر انہیں دے دیتے جو انگوٹھے کی گرہ کے برابر تھی ان کا ہر مطالبہ اس سے پورا کر دیتے۔ میں نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ آپ نے ایک چھوٹی سی تھیلی سے پچاس دینار کے لگ بھگ رقم نکالی جو دمیاط میں خریدے گئے ایندھن کی بنتی تھی۔

امام مناوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ آپ بچوں کی تعلیم و تربیت کیا کرتے تھے لیکن اس کا کوئی معاوضہ نہ لیتے۔

اندھا پن دور کر دیا

آپ کی ایک کرامت یہ تھی کہ آپ ایک مرتبہ مشائخ کرام کی جماعت کے ہمراہ ایک شخص کے ہاں بطور مہمان تشریف لے گئے۔ اس آدمی کے گھر میں ایک نابینا عورت بھی تھی۔ آپ نے اس آدمی کو کہا کہ پانی لاؤ۔ پانی لایا گیا۔ آپ نے اس پر کچھ پڑھ کر دم کیا پھر دم کردہ پانی کے اس نابینا عورت کے منہ پر چھینٹے مارے تو وہ فی الفور بینا ہوگئی۔ آپ نے نو سو تیس (۹۳۰) سے کچھ اوپر میں انتقال فرمایا۔

حضرت شیخ عبدالحمید بن شیخ نجیب نوبانی رحمۃ اللہ علیہ

آپ ظاہری ولایت والے بزرگ ہیں اور صاحب کرامات مشہور ہیں۔ اس وقت آپ بنفس نفیس قدس شریف میں تشریف فرما ہیں۔ آپ شمالی قدس میں موجود مشہور نوبانی خاندان کے چشم و چراغ ہیں۔ یہ خاندان مزارع بستی میں رہتا ہے۔ یہ بستی شمال قدس کے تحت ہے۔ ان دونوں کے درمیان کافی دوری ہے۔ میں (یوسف نبہانی) ۱۳۰۵ھ میں ان سے قدس میں ملا۔ ان دنوں میں وہاں حقوق دلوانے والے محکمہ کا رئیس تھا۔ میں ان کا معتقد ہو گیا۔ اور میں نے بہت سے لوگوں کو بھی آپ کا عقیدت مند پایا۔ ان میں سے کسی کو آپ کی ولایت کے بارے میں شک نہ تھا۔ میں ایک مرتبہ ان لوگوں میں سے کسی آدمی کے ساتھ قدس سے باہر ایک غیر آباد مکان کے قریب سے گزرا تو اس ساتھی نے مجھے بتایا کہ یہ بدر آفندی خالدی کا گھر ہے اس نے شیخ عبدالحمید نوبانی کو ستایا تھا جب وہ قدس میں محکمہ شرعیہ کے لکھاریوں کا رئیس تھا۔ اور قدس کے بڑے بڑے لوگوں، مشہور شخصیات اور گورنمنٹ کے ذمہ داروں میں سے ایک تھا جب اس نے آپ کو تنگ کیا تو آپ اس گھر کی طرف منہ کر کے کھڑے ہو گئے سامنے کھڑے ہو کر اسے مخاطب کر کے فرمایا: ''خراب یا دار خراب یا دار''۔ (اے گھر! غیر آباد ہو اے گھر! غیر آباد ہو)۔ آپ کے کلام کے ہوئے ابھی ایک سال بھی نہ گزرا تھا کہ بدر آفندی کی عقل میں خلل آ گیا اور مر گیا۔ پھر گھر غیر آباد ہو گیا اور اس کی یہ حالت ہو گئی جو اب نظر آ رہی ہے اس بدر آفندی کے مرنے کے بعد یہی دماغی خلل اس کی اولاد

کے بعض افراد میں بھی پایا جاتا ہے اب بھی کچھ لوگ دماغی خلل والے موجود ہیں بدر آفندی کے خاندان والے آپ کی بہت تعظیم کرتے ہیں اور آپ سے برکت حاصل کرنے کے خواہش مند ہیں اور چاہتے ہیں کہ آپ ان کے لئے دعا فرمائیں اور دماغی خلل کے اسباب کو اپنے سے دور کرنے کی درخواست کرتے ہیں۔ ان دنوں قدس میں آپ کے قریب بیٹھنے والے حضرات میں سے ان کو خاص مقام حاصل ہے اور آپ کی زیادہ تعظیم کرنے والے یہی لوگ ہیں۔

گھر میں چھپی اشیاء کا ولی کو علم ہوتا ہے

آپ کی ایک کرامت یہ بھی تھی کہ میں جب بیروت سے واپس آ گیا۔ کیونکہ یہاں مجھے محکمہ حقوق کے رئیس کی ذمہ داریاں سونپی گئیں جن کو میں اب تک سرانجام دے رہا ہوں۔ یہ واقعہ ۱۳۲۴ھ کا ہے اور پچھلا واقعہ ۱۳۰۵ھ کا ہے۔ میں محکمہ القدس الجزئیہ کے رئیس کے طور پر تقریباً اٹھارہ ماہ قدس میں رہا تھا۔ جب بیروت واپس آیا تو شیخ عبدالحمید مذکور بیروت میں دو مرتبہ تشریف لائے میں نے پہلی مرتبہ ان کی آمد پر ان کی دعوت کی اور رات کا کھانا اپنے ہاں کھانے کی انہیں زحمت دی۔ میں نے دعوت میں کھلانے کے لئے ساگ اور گوشت کا بندوبست کیا تھا۔ اور ایک خاص قسم کی سبزی جسے بازلیہ کہا جاتا تھا جو لوبیا اور چنے سے ملتی جلتی ہے اور لوبیا کی طرح اس کی شاخیں ہوتی ہیں جب میرے ہاں شیخ عبدالحمید تشریف لائے تو میں نے ان سے عرض کیا کہ میں چاہتا ہوں کہ آج رات آپ کے ساتھ کھانا کھاؤں۔ آپ نے اسے قبول کر لیا۔ میں نے عرض کیا۔ ذرا اندازہ لگا کر بتائیں کہ آپ آج رات کے کھانے میں کیا کھائیں گے تو فوراً بولے ساگ۔ میں نے عرض کیا: ربیع (بہار) موسم میں تو یہ چیزیں سب کو معلوم ہوتی ہیں کہ یہی پکائی جاتی ہیں۔ ان کے علاوہ کسی چیز کا نام بتائیں۔ فرمانے لگے گوشت۔ میں نے عرض کیا یہ بھی ان دنوں کی جانی پہچانی چیز ہے اس کے علاوہ کوئی اور چیز تخمینہ سے بتایئے۔ فرمانے لگے: ایک سبزی ہے جو لوبیا اور چنے سے ملتی جلتی ہے۔ لیکن مجھے اس کا نام نہیں آتا۔ بازلیہ نامی یہ سبزی بازار میں بہت کم ملتی تھی۔ اور ان علاقوں کے لوگ اس کی بہت ہی کم کاشت کرتے تھے۔ یہ فرنگ سے لائی جاتی تھی۔ بہر حال آپ نے اپنی بصیرت سے اسے دیکھ تو لیا لیکن اس کا نام اس لئے نہ بتا سکے کہ یہ ان شہروں میں موجود نہیں ہوتی تھی۔ اس کشف صریح صحیح کو غور سے پڑھو۔

تحفہ اور بھیجنے والے کا معلوم ہونا

آپ کی ایک کرامت یہ دیکھی کہ آپ ایک مرتبہ میرے پاس تشریف لائے جبکہ میں سرکاری ڈیوٹی پر تھا۔ آپ نے اس وقت لمبی نوکدار ٹوپی پہن رکھی تھی۔ میں نے دل میں ہی یہ خیال کیا کہ یہاں میرے پاس کچھ عیسائی بیٹھے ہیں جو بڑی تنقید اور اعتراض کرنے والے ہیں اور عام مسلمان بھی ہیں۔ ان کی موجودگی میں آپ کو اپنے پاس بٹھانا کوئی اچھا نہیں ہوگا۔ آپ ایک دن میں کئی بار چکر لگایا کرتے تھے۔ بہر حال میرے چہرے پر اس دن آپ کے اندر آنے کی وجہ سے کچھ ناپسندیدگی کے آثار ظاہر ہوئے۔ اسی وجہ سے میں نے آپ کی آمد پر مکمل طور پر استقبال نہ کیا اور نہ ہی مکمل خوش آمدید کہا۔ آپ نے جب یہ دیکھا کہ آپ بیٹھ چکے تھے تو فوراً اٹھے اور باہر نکلنے کے لئے چل پڑے اور فرماتے جاتے تھے: تم اب میری بجائے احمد محمد کو مالٹوں کا تحفہ بھیجنے میں مشغول ہو۔ لہٰذا ہم چلتے ہیں۔ میں نے جب آپ سے یہ گفتگو سنی تو وہ تمام کیفیت ختم ہوگئی اور وہ گھٹن

دور ہوگئی بلکہ اس کی جگہ خوشی اور فراخی آگئی۔ میں آپ کے ساتھ اس کے بعد ہنسنے لگا اور مذاق کرنے لگا۔ اور میں نے آپ کو واپس بلوا کر بٹھایا اور حالات کے مطابق میں نے آپ کی تعظیم وتکریم بجالائی اور مجھے آپ کے قیافہ اور حالت کے دیکھنے کے بعد اعتراض کرنے والوں کے اعتراضات کی کوئی پروانہ رہی۔ آپ کی یہ بھی ایک بہت بڑی کرامت تھی۔ واقعی میں اس دن مالٹوں کا نذرانہ دو آدمیوں کی طرف روانہ کرنا چاہتا تھا۔ جن میں ایک کا نام احمد اور دوسرے کا محمد تھا اور وہ قسطنطنیہ میں رہتے تھے۔ اس کا علم صرف ایک شخص کو تھا جسے میں نے یہ تحفے پہنچانے کی ذمہ داری سونپی تھی یہ احتمال بھی نہیں ہو سکتا کہ شیخ عبدالحمید اس سے ملے ہوں اور اس وقت وہ آدمی یہاں ہماری مجلس میں موجود نہ تھا۔ بلکہ وہ تو مذکورہ اشیاء بھیجنے میں مصروف تھا اور انہیں اس کی پہچان نہ تھی۔

کئی سال پہلے کا واقعہ بیان کردیا

آپ کی ایک کرامت یہ تھی کہ آپ نے ایک مرتبہ مجھے کہا نوبہ کے رہنے والے اولیائے کرام تمہیں پسند کرتے تھے اور تمہارے کاموں میں تمہاری مدد کرتے ہیں۔ ان میں سے دو ولیوں سے میری ملاقات ہوئی ہے۔ یہ ملاقات حضرت یحییٰ پیغمبر علیہ السلام کی مسجد جامع کبیر میں ہوئی جو بیروت میں ہے ان دونوں نے مجھے سارا واقعہ بھی سنایا۔ مزید فرمایا کہ نوبہ والوں نے اس وقت بھی تمہاری مدد کی تھی جب تم لاذقیہ میں محکمہ جزاء کے رئیس تھے۔ اور ایک مشہور مسئلہ تمہیں درپیش آیا تھا۔ جب تم نے نوبہ کے اولیاء سے مدد مانگی تھی اور انہوں نے تمہاری مدد بھی کی تھی۔ جب شیخ عبدالحمید موصوف نے مجھے یہ بتایا تو میں ان کی گفتگو سے ڈر گیا۔ مجھ پر دہشت چھاگئی اور اس سے بھی کہ آپ کو میرے ایک ایسے واقعہ کی اطلاع ہے جو کئی سال پہلے کا ہے حالانکہ میں نے اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سے کسی سے اس کا ذکر تک نہیں کیا۔

واقعہ یہ تھا کہ میں جب لاذقیہ میں محکمہ جزاء کا رئیس مقرر تھا تو اس شہر کی جہت مرقب کے ملحقات میں ایک نصرانی شخص قتل ہوگیا اس مقتول کے تمام رشتہ دار اور بستی کے تمام نصاریٰ اس پر متفق ہوگئے کہ وہ ایک مسلمان شخص پر اس کے قتل کرنے کا جھوٹا دعویٰ کریں گے جو اسی بستی کا رہنے والا تھا اور جانی پہچانی شخصیت تھی۔ یہ منصوبہ انہوں نے اس لئے بنایا کہ وہ اس سے جان چھڑانا چاہتے تھے۔ خواہ اسے طویل قید ہو جائے یا اسے بدلہ میں قتل کیا جائے لہٰذا انہوں نے قتل کرنے کا دعویٰ صرف اسی ایک مسلمان پر کیا اور یہ کہ اس نے خود اپنے ہاتھ سے قتل کیا ہے اور اس کی انہوں نے حکومت کے والی کو بھی بذریعہ تار خبر کردی اور لاذقیہ میں ان کا پادری بھی اس کے حق میں کھڑا ہوگیا اور اس نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ اس مقدمہ کا بہت اہتمام کیا۔ انہوں نے اس کے لئے بہت سے گواہوں کو بھی تیار کرلیا تھا جو قتل کرنے کی گواہی دیں گے۔ اور یہ کہ انہوں نے اپنی آنکھوں سے اس مسلمان کو شیشہ مار کر قتل کرتے دیکھا۔ جب یہ مقدمہ ہمارے محکمہ میں لایا گیا تاکہ اس مسلمان ملزم کے بارے میں فیصلہ کیا جاسکے اس سے قبل کئی ماہ سے وہ مسلمان قید میں ڈال دیا گیا تھا اور کسی نے بھی اس کی طرف سے میرے پاس کوئی درخواست وغیرہ نہیں دی تھی۔ ہاں اتنی بات ضرور تھی کہ عام لوگوں کو اس کا خفیہ علم تھا کہ یہ سراسر اس پر بہتان باندھا جارہا ہے۔ میرے گھر پادری بھی آیا۔ اور اس مسلمان کے بارے میں مجھے جوش دلایا اور کہا کہ گواہ دس سے بھی زیادہ ہیں ان میں سے ہر

ایک گواہ ایسا ہے جس نے اپنی آنکھوں سے قتل کرتے دیکھا۔ادھر لاذقیہ کے بہت سے مشہور مسلمان بھی اس کی موافقت کرتے ہیں۔حتیٰ کہ لاذقیہ کے مفتی صاحب بھی مدد کر رہے ہیں۔پادری کی ان باتوں کے بعد میں نے اسے کہا میں ایک مسلمان کے مسئلے میں خوب چھان بین کروں گا تا کہ حق ظاہر ہو جائے میں نے اسی قدر پادری کو جواب دیا اور مفتی صاحب کو جنہیں مجبور کیا تھا انہوں نے مجھ سے اس مسلمان کے بارے میں ایک لفظ تک نہ کہا اور نہ ہی کسی دوسرے اہم شخص نے کوئی ایسی بات مجھ سے کی۔لیکن میں از خود سمجھتا تھا کہ جب یہ مسئلہ اور واقع ہوا ہے اور اس کی خبریں آ جا رہی ہیں یقیناً وہ مسلمان بے قصور ہے اور اس پر محض بہتان باندھا جا رہا ہے۔لیکن اس کی رہائی خاصی مشکل تھی کیونکہ بہت سے نصاریٰ گواہ تھے جو اس کے خلاف گواہی دینے پر تلے ہوئے تھے اور قانون ایسے مسئلہ میں گواہوں کے درمیان تفریق نہیں کرتا۔خواہ وہ عیسائی ہوں یا مسلمان سب کی گواہی معتبر ہوتی ہے لہٰذا اس وجہ سے میری تشویش اور بھی بڑھی کہ میں ان گواہوں کی موجودگی میں اسے قید سے ہرگز نہیں نکال سکوں گا۔کیونکہ میرے ساتھ چار اور جج حضرات بھی اس مقدمہ کی سماعت کے لئے موجود تھے۔اگر ان میں سے تین کوئی متفقہ فیصلہ کر دیتے ہیں تو اکثریت کا فیصلہ ہونے کی بنا پر وہ قابل عمل ہوگا۔اگرچہ میں اور ایک میرا اور ساتھی اس کی مخالفت بھی کریں تب بھی بات نہیں بنے گی اور اس مقدمہ کا فیصلہ یہ تھا کہ اگر جرم ثابت ہو گیا تو مسلمان کو قتل کر دیا جائے گا۔

یہ مقدمہ ایک عظیم مقدمہ تھا جو میرے محکمہ میں دائر ہوا۔کیونکہ اس کے فیصلہ سے ایک بے قصور مسلمان کو قتل کیا جانا نظر آ رہا تھا۔حالانکہ میں اس بات کو پوری طرح جانتا تھا کہ مسلمان بے گناہ ہے لہٰذا میں نے اس مقدمہ کی تحقیق کے لئے اپنی ہمت وطاقت کے مطابق اسباب بروئے کار لائے۔تا کہ فیصلہ سب کے سامنے روز روشن کی طرح واضح ہو جائے اور مسلمان کی رہائی کے حکم کے بارے میں اور اس کے خلاف فیصلہ کرنے میں لوگ مجھے حق پر سمجھیں اور اس لئے بھی کہ محکمہ کے دوسرے مسلمان اور عیسائی جو میرے ساتھ اس فیصلہ میں جج تھے، وہ بھی مخالفت نہ کریں۔جب میں نے گواہوں سے جرم کے بارے میں پوچھنا شروع کیا۔ان سے ایسے سوالات کئے جو تمام گواہوں کو معلوم ہونا مشکل تھے اور ان کا ایک ہی جواب پر متفق ہونا بہت مشکل تھا۔میں نے پوچھا یہ جرم کس وقت ہوا، کس طرح ہوا کون سے ہتھیار سے کیا گیا، کون کون اس وقت موجود تھا وغیرہ؟ جب میں نے اس طریقہ سے پوچھنا شروع کیا تو ہر ایک گواہ ایسی باتیں کہنے لگا جو دوسرے گواہ کی باتوں سے نہ ملتی تھیں۔ان کے بیانات میں بہت زیادہ اختلافات تھے۔طریقہ یہ اپنایا کہ ہر ایک گواہ کو بلا کر اس سے دریافت طلب امور پوچھے جاتے اور اس کے جوابات نوٹ کر لئے جاتے پھر اسے وہیں روک دیا جاتا اور باہر سے دوسرے گواہ کو بلایا جاتا۔اس کا بیان ہوتا جو گواہی دے دیتا اسے باہر اپنے ساتھیوں کے پاس جانے کی اجازت نہ ہوتی اس طرح تمام گواہوں کو یکے بعد دیگرے بلا کر بیان لئے گئے۔مزے کی بات یہ ہوئی کہ ان گواہوں کے زبانی بیانات تو باہم مخالف تھے ہی لیکن اس کے ساتھ ساتھ ان کے وہ بیانات بھی خود ان کی زبانی بیانات کے خلاف تھے جو وقوعہ پر حکومت کے آدمیوں نے ان سے تحریری لئے تھے۔اس طرح تمام گواہوں کا جھوٹا ہونا ظاہر ہو گیا اور بالکل واضح ہو گیا کہ ہر سننے والا حاکم ان کے جھوٹے ہونے میں قطعاً شک نہ کرتا تھا اور عام مسلمان جو مقدمہ کی کارروائی سننے آتے وہ بھی اور عیسائی بھی بایقین جان گئے کہ گواہ من گھڑت اور جھوٹے ہیں۔میں نے

کارروائی ختم کی اور اپنے ساتھی ججوں سے گفتگو کی۔ہم نے بالاتفاق یہ طے کیا کہ مسلمان قیدی بے قصور ہے اس کو رہا کر دینا چاہئے کیونکہ وہ مظلوم ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اس کے اسباب آسان فرما دیئے۔ حالانکہ یہ مقدمہ ان کے نزدیک اہم اور مشکل ترین مقدمہ تھا اور شیخ نے جس بات کی طرف اشارہ فرمایا تھا کہ نوبہ کے اولیاء نے تمہاری مدد کی ہے وہ یہی مقدمہ تھا اور اس مقدمہ میں انہوں نے میری اعانت فرمائی تھی۔ کیونکہ میں اس مقدمہ کے بارے میں بہت متفکر تھا۔ اور ہر وقت تشویش میں مبتلا رہتا حتیٰ کہ میں اپنے گھر سے اس مقدمہ کی سماعت کے لئے جس دن باہر نکلا اور اس کا فیصلہ ہوا مسلمان مظلوم کی رہائی اور بری الذمہ ہونے کا فیصلہ کیا گیا تو میں نے راستے میں پیدل چلتے ہوئے نوبہ کے اولیائے کرام سے مدد طلب کی تھی کہ وہ اس کے اسباب پیدا کرنے میں میری اعانت فرمائیں اور مسلمان مظلوم کی رہائی کے لئے کوئی مناسب رہنمائی فرمائیں۔ کیونکہ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اس بارے میں وسیلہ ہیں۔ وہ باطنی تصرف کے مالک ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے حکم و اجازت سے تصرف فرماتے ہیں۔ میں نے ان حضرات سے صرف اپنی زبان سے ہی درخواست اعانت کی تھی۔ کسی نے میری آواز سنی ہی نہ تھی۔ میں نے عرض کیا تھا: اے میرے آقاؤ! اے اہل نوبہ! اپنی نظر اس مرد کی طرف مبذول فرماؤ۔ جس کا مقدمہ نہایت مشکل ہے تا کہ اللہ تعالیٰ اسے آسان فرما دے اور یہ اچھے طریقے سے قید سے رہائی پا جائے جو خدا کو بھی پسند ہو بغیر اس کے کہ اسے کوئی سزا یا جرمانہ بھرنا پڑے جس کی وجہ سے وہ بالآخر پریشان ہو۔ اسی قسم کی عرض و معروض تھی جو میں نے نوبہ کے اولیائے کرام سے کی میں نے اس کا کسی کے سامنے نہ اظہار کیا اور نہ آج تک کسی کو اس کی اطلاع دی۔ آج مجھے شیخ عبدالحمید رحمۃ اللہ علیہ نے بیروت میں اس کی خبر دی۔ لہٰذا یہ خبر دینا آپ کی واضح کرامت کے لئے بہت بڑا ثبوت ہے۔

ولی کی دی گئی نشانی ولی ہی جانتا ہے

آپ کی ایک کرامت یہ تھی کہ جب آپ ۱۳۱۱ھ میں بیروت تشریف لائے اور آپ کی نظر مبارک مجھ پر پڑی۔ میرا ماتھا دیکھا اور فرمایا تم پر شیخ علی عمری کی لگائی گئی ایک علامت ہے یہ بات آپ کی اور شیخ علی عمری رحمۃ اللہ علیہ دونوں کی کرامت ہے جن کا آئندہ ذکر آ رہا ہے۔ ہوا یوں کہ حضرت علی عمری رحمۃ اللہ علیہ اس سے پہلے جب بیروت تشریف لائے تو انہوں نے اپنے دانتوں سے میرے ماتھے کو کاٹا تھا اور فرمایا تھا یہ میری طرف سے تمہیں علامت دی گئی ہے میں نے یہ علامت اس لئے لگائی تا کہ تمہیں اس علامت سے اولیائے کرام پہچان لیں اور تم سے کوئی ان میں سے زیادتی نہ کر پائے۔ اس وقت میں نے اسے یہی خیال کیا کہ آپ مجھ سے مذاق کر رہے ہیں اور بچہ سمجھ کر ایسا کہہ رہے ہیں اب جبکہ شیخ عبدالحمید نوبانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس مرتبہ اس خاص چیز کے بارے میں ارشاد فرمایا تو مجھے معلوم ہوا کہ یہ شیخ علی عمری رحمۃ اللہ علیہ کا مجھ سے مذاق نہ تھا۔ بلکہ درحقیقت یہ نشانی ہی تھی۔ اسے وہی جان سکتا ہے اور اس نشانی کو وہی پہچان سکتا ہے جو اللہ کا ولی ہو اور صاحب کشف ہو۔ جیسا کہ اسے شیخ عبدالحمید نے پہچان لیا میں نے اس کا کبھی کسی سے تذکرہ نہ کیا تھا۔ اور جب شیخ علی عمری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ نشانی لگائی اس وقت وہاں اور کوئی موجود نہ تھا۔ لہٰذا یہ بات بتلانا اور اسے نشان قرار دینا دونوں حضرات کی کرامت ٹھہرا۔

ولی کا تجویز کردہ نام نہ رکھنے سے بچہ جلد فوت ہو گیا

ایک کرامت آپ کی یہ تھی کہ ایک مرتبہ میں آپ کے ساتھ تھا کہ ہمارے ایک ساتھی فاضل، ادیب جناب محمد علی آفندی انس آئے جو ہمارے محکمہ کے رئیس تھے۔ ان کے والد گرامی کا نام شیخ صالح تقی نقی شیخ حسن سجعان تھا جو میری بیوی صفیہ شفیق کے چچا تھے۔ میری بیوی کے والد کا نام محمد بیگ تھا۔ محمد علی آفندی مذکور نے ہمیں بتایا کہ اس کی بیوی دردزہ میں مبتلا ہے یہ سن کر شیخ عبدالحمید نے کہا عنقریب وہ بچہ جنے گی اس کا نام اپنے باپ کے نام پر حسن رکھنا۔ پھر ایک یا دو دن بعد میری ملاقات محمد علی آفندی مذکور سے ہوئی۔ ہم نے اس سے بچہ کی پیدائش کے بارے میں پوچھا۔ وہ کہنے لگا واقعی لڑکا ہوا ہے۔ شیخ عبدالحمید نے پوچھا تم نے مولود کا کیا نام رکھا ہے؟ کہنے لگا بدر الدین۔ یہ سن کر شیخ کو یہ نام پسند نہ آیا۔ کیونکہ ان کے بتائے گئے نام حسن رکھنے کی مخالفت کی گئی تھی۔ جبکہ آپ نے ولادت سے قبل اس کی خوشخبری بھی دی تھی۔ شیخ عبدالحمید میری طرف جھکے اور میرے کان میں آہستہ سے فرمایا کب تک یہ زندہ رہے گا؟ یعنی یہ زیادہ دیر زندہ نہ رہے گا۔ میں نے یہ بات اس کے باپ محمد علی آفندی سے چھپائے رکھی۔ حتیٰ کہ بچہ مر گیا اور اللہ تعالیٰ نے اس کے عوض انہیں بہترین اولاد عطا فرمائی۔

کاروبار میں نفع نہیں ہو گا

آپ کی کرامات میں سے یہ بھی ہے کہ میں بھی آپ کے پاس ایک جماعت کے ہمراہ بیٹھا ہوا تھا حاضرین نے اپنے ایک قریبی شخص کا تذکرہ کیا جو قسطنطنیہ گیا تھا۔ بات یہ ہوئی تھی کہ چونکہ اس شخص کے فائدے اور کاروبار میں نفع کے اور ضرورت کے پورا ہونے کے ظاہری اسباب کو اگر دیکھا جائے تو اسے لازماً کامیابی ہو گی۔ ان حاضرین میں سے سب سے بڑا کہنے لگا میں نے اسے کہا تھا تو چلا جا چلا جا۔ اور وہ اپنی بات کو اس انداز سے فخریہ ذکر کرتا تھا۔ جیسا کہ اس کے جانے میں کامیابی اور کاروبار میں نفع یقینی ہے۔ اتفاق سے یہ بڑا آدمی جو اپنے بارے میں کہہ رہا تھا کہ میں نے ہی اسے کہا تھا جاؤ جاؤ ایک صالح آدمی تھا۔ اور جو لوگ اس کی بات سن رہے تھے ان کا خیال تھا کہ یہ اپنے کشف کے ذریعہ اس قدر پختہ بات کر رہا ہے اور اسے حقیقۃً معلوم ہو چکا ہے کہ فائدہ لازماً ہو گا۔ جب اس نے بار بار یہ بات کہی تو مجھ سے شیخ عبدالحمید نے میرے کان میں آہستہ سے کہا: خدا کی قسم! یہ آدمی ہرگز کامیاب نہ ہو گا۔ اور نہ ہی فائدہ پائے گا اور نہ ہی اس کی ضروریات پوری ہوں گی اور جیسا گیا ویسا پریشان واپس آ جائے گا۔ پھر شخص مذکور قسطنطنیہ میں سال کے قریب رہا اور خالی ہاتھ شرمندہ لوٹ آیا۔

مختصراً یہ کہ شیخ عبدالحمید نوبانی رحمۃ اللہ علیہ کی ولایت اور کثرت کرامات میں کوئی شک نہیں۔ آپ اس وقت بنفس نفیس قدس میں موجود ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان کی اور ان کے اسلاف کی برکتوں سے نفع حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

حضرت عبدالخالق بن شیخ عبدالحمید غجدوانی رحمۃ اللہ علیہ

سلسلہ نقشبندیہ کے بہت بڑے بزرگ ہوئے۔ شیخ یوسف ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ سے طریقت سیکھی۔ غجدوان ایک بڑا گاؤں ہے جو بخارہ سے تقریباً چھ فرسخ پر واقع ہے۔ آپ کا نسب نامہ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے ملتا ہے ذکر کرتے ہیں کہ آپ قرآن

کریم کی تفسیر شیخ صدر الدین رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھ رہے تھے جب پڑھتے پڑھتے اس آیت پر پہنچے: اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّ خُفْيَةً ۚ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ ۝ (الاعراف) (اپنے رب کو گڑ گڑا کر اور آہستہ سے پکارو۔ وہ تجاوز کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا)۔ تو اپنے شیخ واستاذ محترم سے پوچھا ذکر خفی کی حقیقت کیا ہے اور اس کا کیا طریقہ ہے؟ کیونکہ بندہ جب ذکر جہر کرتا ہے اور اس کے بجالانے کے لئے جسم کے بعض حصوں کو حرکت دیتا ہے (زبان، ہونٹ وغیرہ) تو لوگوں کو پتہ چل جاتا ہے کہ فلاں آدمی بلند آواز سے ذکر کر رہا ہے۔ اور اگر دل سے ذکر کیا جائے تو شیطان کو اس کا پتہ چل جاتا ہے۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا قول مبارک ہے: ''إن الشیطان لیجری من ابن ادم مجری الدم فی العروق'' (شیطان آدمی میں گھس جاتا اور اس کے جسم میں یوں دوڑتا ہے جس طرح خون کا دوڑنا) یہ سن کر شیخ نے فرمایا: یہ علم لدنی کی بات ہے۔ ان شاء اللہ تمہیں اللہ تعالیٰ اپنے کسی ولی کے ساتھ ملاقات کرائے گا جو تمہیں ذکر خفی کی تلقین کرے گا۔ خواجہ قدس اللہ سرہ ان کا انتظار کر رہے تھے کہ یہ بشارت کب پوری ہوتی ہے حتیٰ کہ آپ سے ملنے خضر علیہ السلام تشریف لائے اور ان سے فرمایا تم میرے بیٹے ہو۔ پھر انہوں نے آپ کو وقوف عددی کی تلقین فرمائی اور ذکر خفی کی تعلیم دی وہ یوں کہ خضر علیہ السلام نے آپ کو حکم دیا کہ پانی میں غوطہ لگا کر دل سے یہ ذکر کرو: لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ آپ نے بموجب حکم کیا اور پھر لگاتار ایسا ہی کرتے رہے جس کی برکت سے ان کو فتح عظیم اور جذب قیومی حاصل ہو گیا پھر ذکر خفی کی برکت سے یہ جذب خاندان نقشبندیہ میں تسلسل سے چل پڑا۔ اسے خانی نے ذکر کیا ہے۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عطیہ ابوسلیمان دارانی رحمۃ اللہ علیہ

سلف صالحین میں سے طریقت کے امام ہو گزرے ہیں حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ سے اکتساب فیض کیا اور ان سے آگے جناب ابن الحواری نے حاصل کیا۔

جلتی آگ نے نقصان نہ پہنچایا

آپ کی ایک کرامت ''تجلیات'' میں مذکور ہے کہ آپ نے اپنے ایک شاگرد کو حکم دیا۔ اپنے آپ کو تنور میں گرا دو۔ جبکہ وہ خوب گرم اور تپ رہا تھا۔ شاگرد تعمیل حکم کرتے ہوئے تندور میں کود گیا۔ وہی تپتا تنور اس کے لئے ٹھنڈا اور سلامتی والا بن گیا۔

ایک ہاتھ سے دعا مانگنا ترک کر دیا

فرماتے ہیں کہ میں ایک رات مسجد کے حجرہ میں تھا کہ مجھے سخت سردی نے پریشان کر دیا۔ میں نے اپنا ایک ہاتھ کپڑے میں چھپا لیا اور دوسرا پھیلائے رکھا۔ اس دوران میری آنکھ لگ گئی تو مجھ سے کسی کہنے والے نے کہا ہم نے اس کھلے ہاتھ میں جو آ سکتا تھا وہ رکھ دیا ہے۔ اگر دوسرا ہاتھ بھی کھلا ہوتا تو اس میں بھی رکھ دیتے اس کے بعد میں نے قسم کھالی کہ جب بھی دعا کروں گا تو لازماً دونوں ہاتھوں کو باہر نکال کر ہی کروں گا۔

علامہ مناوی نے ''بستان'' میں لکھا ہے کہ آپ بہت بڑے عارف تھے اور صاحب کرامات ظاہرہ کے ساتھ ساتھ واضح

احوال اور غالب احکام کے مالک تھے دمشق کے علاقوں اور اس کے ارد گرد بستیوں میں قابل شخصیت تھے۔ ۲۸۵ء اور ایک قول کے مطابق ۲۱۵ء میں آپ نے انتقال فرمایا اور داریہ بستی میں دفن کیے گئے یہ دمشق کی مشہور بستی ہے۔

حضرت عبد الرحمٰن بن موسیٰ رضی رحمۃ اللہ علیہ

سیڑھی کو دیکھا تو وہ گر پڑی

آپ کی کرامت یہ ہے کہ آپ ایک دن مقیاس کی زیارت کے لئے باہر نکلے۔ جب اس کی زیارت سے واپس لوٹے تو جامع کے قریب بنی سیڑھی کے نزدیک کھڑے ہو گئے۔ دیکھا کہ ایک شخص سیڑھی پر کھڑا غلط کام کر رہا ہے آپ نے سیڑھی کی طرف دیکھا اور اس سے مخاطب ہو کر فرمایا: تیری طرف سے ہمیں تکلیف پہنچی ہے۔ یہ کہتے ہی فوراً سیڑھی گر پڑی اس کے بعد لوگوں نے وہاں اس قسم کے غلط کام کرنے بند کر دیئے۔ آپ نے مصر میں انتقال فرمایا اور تاج الدین بن عبد اللہ کے صحن میں دفن کئے گئے۔ اسے امام سخاوی رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کیا ہے۔

حضرت عبد الرحمٰن بن خفیف رحمۃ اللہ علیہ

کنوواں کا پانی اوپر آ جاتا

سادات صوفیائے کرام میں سے مشہور امام ہوئے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ میں حج کے ارادہ سے چلتے چلتے بغداد میں داخل ہوا اس وقت میرے سر میں صوفیت کا غرور تھا۔ یعنی ارادہ کی تیزی، مجاہدہ کی شدت اور ماسوا اللہ سے بے زاری کی سوچ تھی۔ فرماتے ہیں میں نے چالیس دن متواتر کچھ نہ کھایا اور نہ ہی وہاں حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ کی ملاقات کو گیا۔ میں بغداد سے باہر نکلا پانی وغیرہ نہیں پیا تھا اور باوضو تھا۔ باہر جا کر مجھے ایک ہرن نظر پڑا۔ جنگل میں وہ ایک کنوئیں کی منڈیر پر کھڑا پانی پی رہا تھا۔ میں بھی پیاسا تھا جب میں کنوئیں کے قریب گیا تو ہرن وہاں سے چلا گیا اور کنوئیں کا پانی نیچے چلا گیا لہٰذا میں وہاں سے چلا آیا۔ اور میں نے کہا اے میرے آقا! کیا تیرے ہاں میرا مقام اس ہرن جیسا بھی نہیں؟ میں نے کسی کہنے والے کو کہتے سنا: ہم نے تیرے ساتھ ہرن کے معاملہ کے خلاف کر کے تجھے آزمایا ہے۔ لیکن تو نے صبر نہ کیا واپس جاؤ اور پانی پیو۔ دیکھو ہرن کے پاس نہ رسی تھی نہ ڈول تھا۔ اور تمہارے پاس رسی اور ڈول دونوں ہیں میں واپس پلٹا تو دیکھا کہ کنواں لبالب بھرا ہوا ہے۔ میں نے ڈول بھرا۔ پھر میں اسی ڈول کے پانی سے پیتا رہا اور مدینہ منورہ تک اسی سے طہارت حاصل کرتا رہا۔ پانی پھر بھی ختم نہ ہوا۔ جب حج سے فارغ ہو کر واپس آیا اور جامع میں داخل ہوا اور حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ کی جونہی مجھ پر نظر پڑی۔ فرمانے لگے اگر تو کچھ دیر صبر کرتا تو پانی تیرے قدموں کے نیچے سے پھوٹ پڑتا۔ یہ امام یافعی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان فرمایا۔

اس سے قبل ہرن کا قصہ جناب محمد بن خفیف شیرازی کے تذکرہ میں بھی گزر چکا ہے مجھے چونکہ اس کی نسبت کا کوئی ادراک نہ ہو سکا کہ یہ دونوں حضرات کی کرامت ہے یا کسی ایک کی۔ اس لئے میں نے جیسے دیکھا ویسے دونوں حضرات کے تذکرہ میں اس کرامت کو ذکر کر دیا۔

حضرت عبدالرحمٰن بن احمد رحمۃ اللہ علیہ

وضو کا بہتا پانی سونے چاندی کی شاخیں بن جاتا

امام قشیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے محمد بن احمد بن محمد تمیمی سے سنا۔ فرماتے تھے کہ میں نے عبداللہ بن علی صوفی سے اور انہوں نے ابن سالم کو یہ بیان کرتے سنا کہ میں نے اپنے والد گرامی سے سنا کہ ایک شخص تھا جسے لوگ عبدالرحمٰن بن احمد کہتے تھے۔ یہ شخص حضرت سہیل بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت میں رہا کرتا تھا۔ ایک دن اس نے جناب سہل سے کہا بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ میں نماز کے لئے وضو کرتا ہوں تو وضو کا پانی بہتے ہوئے میرے سامنے سونے اور چاندی کی سلاخیں بن جاتا ہے یہ سن کر جناب سہیل نے فرمایا کیا تمہیں علم نہیں کہ بچے جب روتے ہیں تو انہیں پوست کا پودا دیا جاتا ہے تاکہ وہ اس سے دل بہلائیں۔

حضرت عبدالرحمٰن طفسونجی رحمۃ اللہ علیہ

آپ بہت بڑے ولی اور سید العارفین تھے۔ بلند کرسی (چبوترے) پر بیٹھ کر طفسونج میں شریعت و طریقت کے علوم پر گفتگو فرمایا کرتے تھے۔ کسی صالح مرد نے جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی۔ اور آپ سے عرض کیا کہ حضور! یہ شخص کیسا ہے؟ آپ نے فرمایا: حظیرہ قدس (یعنی جنت) کے متکلمین میں سے ہے۔

ولی کی تسبیح و تہلیل پر جانوروں پرندوں کا جمع ہونا

آپ کے ساتھیوں سے ایک حکایت کرتا ہے کہ عراق کے ایک صحرا میں آپ کے ساتھ میں بھی تھا۔ آپ نے یہ الفاظ کہے: ''سبحان من سبحتہ الوحوش فی القفار''۔ (وہ ذات پاک ہے جس کی پاکی تمام وحشی جانور بے آب و گیاہ میدانوں میں بیان کرتے ہیں)۔ یہ کہتے ہی آپ کے سامنے اس قدر وحشی جانور جمع ہو گئے کہ تمام وادی ان سے بھر گئی وہ اپنی اپنی سریلی بولی اور خوش آوازی میں بول رہے تھے وہاں شیر اور ہرن اور خرگوش سبھی ایک جگہ جمع تھے۔ ان میں سے بعض آپ کے قدموں پر لوٹتے تھے۔ آپ نے کچھ دیر بعد کہا: ''سبحان من سبحتہ الطیور فی اوکارھا''۔ (وہ ذات پاک ہے جس کی پاکی تمام پرندے اپنے اپنے گھونسلوں میں بیان کرتے ہیں)۔ اچانک ہوا میں پرندے آ نمودار ہوئے کہ تمام فضا ان سے اٹ گئی۔ ہر جنس کا پرندہ ترنم سے چہچہاتا اور اپنی اپنی آواز میں گنگناتا۔ پرندے قریب آتے اور آ کر آپ کے سر پر جھک کر سلام کرتے گزر جاتے اور بعض بیٹھ بھی جاتے۔ اس کے کچھ عرصہ بعد آپ نے یہ الفاظ کہے۔ ''سبحان من سبحتہ الریاح العواصف''۔ (وہ ذات پاک ہے جس کی پاکی تمام تیز ہوائیں بیان کرتی ہیں)۔

یہ کہتے ہی بہت سی ہوائیں چلنے لگیں۔ کوئی دائیں طرف سے، کوئی بائیں اور آگے اور پیچھے سے چل رہی ہیں۔ میں نے ان جیسی نرم باد نسیم نہ دیکھی اور نہ چلنے میں ان جیسی کوئی ہوا دیکھی۔ اس کے بعد آپ نے یہ الفاظ کہے۔ ''سبحان من سبحتہ الجبال الشوامخ''۔ (وہ ذات پاک ہے جس کی پاکی تمام بلند پہاڑ کرتے ہیں)۔

اس کے سنتے ہی وہ پہاڑ جس پر ہم کھڑے تھے، کانپنے لگا اور اس سے چٹانیں گرنے لگیں۔

شیخ عبدالرحمٰن مذکور نے ایک شخص کو ترنم سے شعر پڑھتے سنا جب کہ اذان ہو رہی تھی۔ آپ نے اسے منع کیا لیکن وہ باز نہ آیا۔ اس پر اسے کہا خاموش ہو جا۔ میری اجازت کے بغیر تو بات چیت نہیں کرے گا۔ وہ شخص تین دن تک گونگا رہا۔ پھر ان سے معافی مانگی۔ آپ نے فرمایا وضو بنا۔ وضو بنایا تو بولنے لگا۔

ایک سلائی ڈالنے سے صاحب کشف بنا دیا

آپ کے ہاتھ میں سرمہ دانی اور سرمہ لگانے کی سلائی تھی جس سے آپ سرمہ ڈالا کرتے تھے کسی صالح مرد نے آپ سے درخواست کی کہ ایک سلائی مجھے بھی ڈالی جائے۔ آپ نے اس کی درخواست قبول کرتے ہوئے ایک سلائی اسے ڈالی تو اس پر عجیب و غریب امور کا کشف ہوا اور فرش سے عرش تک نظر آ گیا۔

شیر قدموں میں لوٹ گیا

شیخ عبدالرحمٰن کے لئے وقف کئے گئے مکان میں ایک مرتبہ محفل سماع ہو رہی تھی جو طفسونج میں تھا۔ قوال یہ شعر پڑھ رہے تھے:

حاضر فی القلب یعمرہ　لست أنساہ فأذکرہ
إن یملنی کنت فی دعۃ　أو جفانی ما أغیرہ
فھو مولای أدل بہ　و کما أرجوہ أحذرہ

وہ دل میں موجود ہے۔ دل اسی سے آباد ہے۔ میں اسے بھولا نہیں کہ یاد کروں۔ اگر چہ وہ مجھے ملتا ہے میں پھر بھی بلانے میں مصروف ہوں اور اگر مجھ پر زیادتی کرتا ہے تو میں ہرگز تبدیل نہیں ہوں گا۔ یہ میرا آقا ہے اسی سے مجھے راستہ ملے گا جیسے اس سے مجھ کو امید ہے ویسے اس سے خوف و ڈر رہتا ہے۔

اس پر حاضرین خوب خوش ہوئے اور وجد میں آ گئے ان کے پاس شیر آیا اور ان سے گھل مل گیا اور حاضرین میں سے ایک شخص کا انتقال بھی ہو گیا۔

بقول سراج رحمۃ اللہ علیہ شیخ طفسونجی رحمۃ اللہ علیہ سرزمین عراق میں سکونت پذیر تھے اور یہیں ان کا انتقال ہوا اس وقت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ بقید حیات تھے۔ شیخ موصوف کی قبر جانی پہچانی اور زیارت گاہ خواص و عام ہے۔

جناب تاذفی بیان کرتے ہیں کہ شیخ اجل ابو جعفر عمر رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا۔ آپ شیخ عبدالرحمٰن مذکور کے صاحبزادے ہیں۔ میرے والد گرامی ایک دن سفر کے ارادہ سے باہر تشریف لائے اور سوار ہونے کے لئے رکاب میں پاؤں رکھا۔ پھر نکال لیا اور اندر گھر واپس آ گئے۔ میں نے آپ سے اس کے متعلق پوچھا تو فرمانے لگے:

بیٹا! زمین میں مجھے کوئی ایسی جگہ نظر نہیں آئی جہاں میرے قدم سما سکیں۔ اس کے بعد آپ طفسونج سے اپنی موت تک باہر نہ آئے۔

حضرت عبدالرحمٰن بن علی دمشقی رحمۃ اللہ علیہ

خرقی، سلمی، شافعی، صوفی۔ آپ ایک ہی نشست میں پورا قرآن کریم پڑھا کرتے تھے اور آخری عمر میں اٹھنے سے معذور ہو گئے تھے۔

غیب سے روشنی کا انتظام ہو گیا

آپ کی ایک کرامت یہ بیان کی گئی ہے کہ آپ کو ایک رات وضو بنانے کی ضرورت پڑی لیکن اس وقت آپ کے گھر میں ایسی کوئی چیز نہ تھی جس سے گھر روشن کیا جاتا۔ آپ اسی سوچ و بچار میں تھے کہ اچانک آسمان سے ایک نور آپ کے گھر میں داخل ہوا۔ آپ نے پانی دیکھ لیا اور وضو فرمایا، بقول مناوی آپ کا ۸۵۷ھ میں انتقال ہوا۔

حضرت ابوالقاسم عبدالرحمٰن بن ابی الخیر بن جبیر یمنی رحمۃ اللہ علیہ

آپ بہت بڑے فقیہ، عالم باعمل تھے اور امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی فقہی کتابوں کے خاص کر بہت بڑے عارف تھے آپ کو فارس الوسیط اور رائض البسیط کہا جاتا تھا۔ بہت زیادہ عبادت کیا کرتے تھے۔ مروی ہے کہ آپ ہر رات دو رکعت میں مکمل قرآن کریم پڑھا کرتے تھے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بلاواسطہ مسئلہ دریافت کیا

آپ سے یہ حکایت کیا گیا ہے۔ فرمایا کہ میں قصہ بیان کرنے والوں سے سنا کرتا تھا کہ موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تھی: ''اے میرے رب! مجھے جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا امتی بنا دے۔'' میں نے اس بات کا دل میں انکار کیا تھا اور کہا کرتا تھا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اِنِّی اصْطَفَیْتُکَ عَلَی النَّاسِ بِرِسٰلٰتِیْ وَ بِکَلَامِیْ (الاعراف:144)

''میں نے تجھے اے موسیٰ! لوگوں میں سے اپنے کلام اور پیغام کے لیے چن لیا ہے''۔

ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَ کَلَّمَ اللّٰهُ مُوْسٰى تَكْلِيْمًا (النساء)

''اور اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے خوب کلام کیا''۔

(اس مقام و مرتبہ کے ہوتے ہوئے امت محمدیہ میں سے ہونے کا سوال چہ معنی دارد؟) پھر میں خواب میں سرکار ابد قرار صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوا۔ آپ کے ساتھ حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی تشریف فرما تھے۔

میں نے عرض کیا: یا موسیٰ! آپ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تھی کہ اے اللہ! مجھے اپنے محبوب کا امتی بنا دے۔ پھر میں نے دل میں کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں اس سوال کی ان سے کیسے جرأت کر سکتا ہوں۔ پھر میں نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا:

یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) کیا موسیٰ علیہ السلام نے یہ دعا کی تھی کہ اے میرے رب! مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا امتی بنادے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہے میں نے سوال دہرایا۔ آپ پھر خاموش رہے۔ میں نے جب تیسری مرتبہ سوال دہرایا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نعم نعم۔ ہاں ہاں۔ اس خواب کے بعد میں نے اس بات کا کبھی انکار نہ کیا۔ (قالہ الشرجی)

علامہ مناوی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں جب شیخ موصوف کا آخری وقت آیا تو ان کے پاس شیخ احمد بن جعد آئے اور کہنے لگے یہ تمہارے سفر کا وقت ہے اور تم عام علوی کی طرف جا رہے ہو۔ میں تم سے سنگت چاہتا ہوں پھر دونوں اکٹھے انتقال کر گئے۔ یہ چھ سو چالیس ۶۴۰ھ سے کچھ اوپر کا واقعہ ہے۔

حضرت عبدالرحمٰن بن استاذ اعظم رحمۃ اللہ علیہ

آل باعلوی کے ایک فرزند ارجمند ہیں۔ بہت بڑے عالم باعمل اور ولی عارف ہو گزرے ہیں۔

کھانے میں شبہ کی اطلاع پرندے نے دی

آپ کی ایک کرامت یہ بیان کی گئی ہے کہ آپ نے جب حضرت ہود علیہ السلام کی قبر انور کی زیارت کی تو آپ کے کسی ساتھی نے آپ کی ضیافت کی۔ جب کھانا آپ کے سامنے چنا گیا تو آپ نے کھانے سے انکار کر دیا۔ کھانے کھلانے والا بولا: حضرت! میں نے تو صرف آپ کے لئے کھانا تیار کیا تھا اور آپ کھا نہیں رہے۔ فرمانے لگے یہ سبز پرندہ مجھے بتا رہا ہے کہ کھانے میں شبہ ہے۔ چنانچہ اس نے اس کی تحقیق و تفتیش کی تو معاملہ ایسا ہی نکلا جیسا آپ نے فرمایا تھا۔

ٹوٹی قندیل اور اس کی قیمت غیب سے آئی

مسجد بنی علوی میں کسی فوت شدہ ولی کی ایک قندیل تھی جو ہر رات روشن کی جاتی تھی۔ وہ قندیل ٹوٹ گئی۔ جس سے لوگوں نے اسے روشن کرنا ترک کر دیا۔ اس کا مالک کسی کو پہچانتا نہ تھا۔ سید عبدالرحمٰن مذکور نے قندیل کے مالک کو دیکھا اور وہ یہ کہہ رہا تھا۔ میں قندیل کا مالک ہوں اور تم نے مجھے روشن کئے بغیر چھوڑ دیا ہے۔ آپ نے اسے کہا آپ کی قندیل کیا ٹوٹ گئی ہے؟ کہنے لگا ہاں۔ آپ نے فرمایا: اس سوراخ میں درہم ہیں یہ کہتے ہوئے اس کے گھر کی دیوار میں موجود ایک سوراخ کی طرف اشارہ کیا۔

جب وہ صبح کو اٹھا تو اس گھر میں آیا اور سوراخ کو دیکھا تو اس میں سے درہم پائے۔ وہاں سے درہم لے کر قندیل فروش کے پاس آیا اور اس سے قندیل مانگی۔ وہ کہنے لگا سب ختم ہو گئی ہیں ایک بھی باقی نہیں ہے۔ سید عبدالرحمٰن نے کہا اس ٹوکری کے پیچھے دیکھو۔ وہاں قندیل پڑی ہوئی ہے چنانچہ اس نے جب دیکھا تو واقعی قندیل پڑی ہوئی تھی۔ اور وہ بھی ایسی کہ اس جیسی پہلے کبھی نہ دیکھی تھی۔

پھر آپ حرمین شریفین کی طرف کوچ کر گئے۔ جب آپ نے تریم شہر سے کوچ کا قصد کیا تو آپ نے یہاں کے باشندوں سے الوداعی ملاقات فرمائی اور اپنے اہل و عیال اور ساتھیوں سے الوداعی ملاقات کی اور فرمایا اس شہر میں یہ میرا

آخری پھیرا تھا۔ پھر سفر پر روانہ ہو گئے۔ اسلامی حج کیا۔ اسلامی عمرہ ادا فرمایا۔ پھر حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے لئے متوجہ ہوئے۔ آپ کے ساتھ شاہی سواری تھی لیکن حرمین شریفین کے درمیان پہنچ کر ایسی جگہ انتقال کر گئے جہاں پانی نام تک کا نہ تھا۔ ساتھیوں نے لوگوں سے پانی والی کسی قریبی جگہ کا پتہ پوچھا تا کہ وہاں چلے جائیں تو ان سے کہا گیا کہ تمہارا وہاں پہنچنا ناممکن ہے۔ اس پر حاضرین نے ارادہ کیا کہ آپ کی میت کو غسل کی بجائے تیمم کرایا جائے۔ جس کے لئے وہ ایک کونہ میں الگ ہو گئے تا کہ آپ تجہیز و تکفین کا اہتمام کریں۔ وہاں انہیں پانی مل گیا۔ جس سے انہوں نے آپ کو غسل دیا۔ پھر قافلہ کے امیر نے کوچ کا ارادہ کیا۔ اچانک آپ کی سواری والا اونٹ بھاگ نکلا کہ پھر نہ مل سکا۔ جب یہ لوگ پتہ چلنے پر پہنچے تو اس وقت آپ کو دفن کر دیا گیا تھا۔ یہ کرامت ''المشرع الروی'' میں لکھی ہے۔

حضرت عبدالرحمٰن وغلیس رحمۃ اللہ علیہ

فوت شدہ اولیاء کا مجمع دیکھا

ولی صالح علمی نے بیان کیا کہ میں ایک دن بجایہ سے باہر گیا ہوا تھا۔ واپس شہر کی طرف رات کے وقت آیا تو باب فصیل کو بند پایا۔ میں وہاں موجود ایک مسجد میں واپس چلا گیا جو ''راس الساقیہ'' کے قریب تھی اور شیخ عالم ربانی سیدی عبدالرحمن وغلیس رحمۃ اللہ علیہ کے مقبرہ کے بالکل نزدیک تھی۔ میں نے رات اس مسجد میں بسر کی۔ جب رات کا کچھ حصہ گزر گیا۔ میں وضو کے لئے اٹھا۔ میں نے شیخ موصوف کے مقبرہ کی طرف دیکھا تو کیا دیکھتا ہوں کہ شیخ عبدالرحمٰن وغلیس اور آپ کے بہت سے پردہ کرنے والے ساتھی بیٹھے علمی باتیں کر رہے ہیں جیسا کہ وہ دنیا میں بقید حیات ظاہری کیا کرتے تھے۔ یہ واقعہ اور کرامت امام ثعالبی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کی ہے۔

عبدالرحمٰن نویری رحمۃ اللہ علیہ

قتل کئے جانے کے بعد آنکھیں کھول کر بول پڑے

آپ بہت بڑے فقیہ، عالم، ولی اور عارف باللہ شخصیت تھے۔ امام یافعی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ آپ دمیاط کی لڑائی میں موجود تھے اور جام شہادت نوش فرمایا۔ جس فرنگی نے آپ کو شہید کیا تھا وہ کہنے لگا: ''میں نے ان کی گردن اڑائی پھر ان کے مر جانے کے بعد ان سے کہا:

اے مسلمانوں کے پیشوا! تم اپنے قرآن میں پڑھتے ہو: وَ لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ قُتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ؕ بَلْ اَحْیَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ یُرْزَقُوْنَ ۝ (آل عمران) (اللہ تعالیٰ کی راہ میں قتل کئے گئے لوگوں کو مردہ گمان نہ کرو بلکہ وہ زندہ ہیں۔ وہ اپنے رب کے ہاں روزی پاتے ہیں)۔ میں نے یہ بات ان کو از روئے تہکم اور مذاق کہی تھی۔ یہ سن کر آپ نے آنکھیں کھولیں اور سر اٹھایا اور زوردار آواز سے فرمانے لگے:

ہاں! ہم زندہ ہیں اور اپنے رب کے ہاں ہمیں روزی دی جاتی ہے۔ یہ کہہ کر آپ خاموش ہو گئے۔ جب میں نے یہ منظر

دیکھا اور سنا جو سنا تو دل سے کفر کو نکالا اور ان کے دست اقدس پر اسلام قبول کر لیا اور میں امید کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان کی برکت سے مجھے معاف فرمادے گا اور ان کے ہاتھ پر قبول کیا گیا اسلام میرے گناہوں کی معافی کا سبب بنے گا۔ شیخ موصوف کو اس واقعہ کے بعد شہید ناطق کہہ کر یاد کیا جاتا ہے۔

حضرت ابو محمد عبدالرحمٰن بن عمر بن سلمہ حبیشی یمنی رحمۃ اللہ علیہ

آپ بہت بڑے فقیہ، عالم، مجود، محقق اور بکثرت روزہ رکھنے والے اور قیام فرمانے والے ولی ہیں۔ قرآن کریم کی بکثرت تلاوت کرتے اور طلبہ کی مدد کیا کرتے تھے۔ آپ سے بہت سے لوگوں نے نفع اٹھایا۔ آپ کی بہت سی تصنیفات بھی ہیں جو مفید ہونے کے ساتھ ساتھ مختلف فنون پر لکھی گئی ہیں۔ ان میں سے ایک ''نظم التنبیہ'' بھی ہے۔ دس ہزار ابیات پر مشتمل ایک ضخیم جلد ہے۔ صلاح اور عبادت میں کامل قدم والے بزرگ تھے۔ آپ نے منصب قضا پر بھی ہر جہت میں ذمہ داریاں سرانجام دیں اور خوب نبھائیں۔ جس کی وجہ سے لوگ آپ کی سیرت کی تعریف کرتے ہیں۔ حق کا غلبہ ان کا مشن تھا اور حق کے ہی افسر تھے۔ حکومت کے کرتا دھرتا لوگوں کو نیکی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا جذبہ جہاد کے ساتھ یہ فریضہ ادا کیا کرتے تھے۔ اس بارے میں کسی کی ملامت وغیرہ کی قطعاً پروانہ کرتے تھے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منصب قضا پر کام کرنے کا حکم

امام شرجی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ شیخ موصوف کی خواب میں دیکھی گئی باتیں درست ہوتی تھیں اور ان کا ہر خواب صالح خواب ہوتا۔ ایک صالح خواب کی خود روایت کرتے ہیں کہ سال میں حج کے لئے سفر پر روانہ ہوا۔ میں نے دل میں پختہ عہد کیا اور خفیہ پروگرام بنایا کہ آئندہ کے لئے محکمہ قضا کو ہمیشہ کے لئے خیر باد کہہ دوں گا۔ پھر جب میں حرم شریف میں تھا تو اسی عہد کو دوبارہ پختہ کیا۔ میں اس عہد پر قائم رہا اور تقریباً آٹھ ماہ کسی بھی دو آدمیوں کے مقدمہ کے بارے میں یا جھگڑے کے معاملہ میں میں نے فیصلہ نہ دیا۔ ایک رات خواب میں مجھے سرکار ابد قرار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت ہوئی۔ آپ اسی مقام پر جلوہ فرما تھے۔ جہاں بیٹھ کر میں فیصلے کیا کرتا تھا۔ آپ کے ساتھ حضرت صحابہ کرام کی ایک جماعت بھی ہے۔ میں نے ان میں سے سیدنا ابوبکر صدیق کو پہچانا۔ چنانچہ میں بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قریب بیٹھ گیا۔ مجھے چند مسائل میں سخت پریشانی تھی اور مشکلات کا سامنا تھا۔ میں نے دل ہی دل میں کہا: یہ ہیں نبی محترم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، مشکلات حل فرماتے ہیں۔ چنانچہ میں ان مسائل کے بارے میں پوچھنا شروع ہو گیا اور آپ نے ان کے جوابات میں لب کشائی فرمائی۔ جب ایک ایک مسئلہ کا کافی وشافی جواب پا چکا تو میں آپ کے سامنے گھٹنے کے بل بیٹھا اور اپنا سر جھکا لیا۔ کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرے سوالات کے بارے میں بڑی کرم نوازی فرمائی تھی۔ اسی دوران دو آدمی میری طرف بڑھے۔ ان میں سے ایک نے دوسرے پر دعویٰ کرنے کا ارادہ کیا تو میں نے ان دونوں سے کہا:

میں نے عرصہ سے فیصلہ کرنے کرانے کا کام ترک کر دیا ہے اور اس کے علاوہ ادھر دیکھو۔ یہ وہ شخصیت ہیں کہ جن پر آ کر تمام معاملہ ختم ہو جاتا ہے ان کے ہوتے ہوئے کون فیصلہ کے لئے آگے بڑھے گا۔ میں نے ان دونوں کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی

طرف سے اشارہ کر کے کہا اس پر سرکار دو عالم ﷺ نے مجھے ارشاد فرمایا ''ان دونوں کے درمیان فیصلہ کرو'' یہ مجھے بہت مشکل نظر آیا۔ لیکن میرے لئے اطاعت کے بغیر کوئی چارہ کار نہ تھا۔ میں نے ان دونوں میں فیصلہ کیا اور میری آنکھ کھل گئی۔

آپ ہی بیان فرماتے ہیں کہ میں نے خواب میں ہی دیکھا کہ میں فقہائے کرام کی ایک جماعت کے ساتھ ایک جگہ کھڑا ہوں۔ اچانک وہاں میرے ساتھ حضور ﷺ کی تحریر مبارک پہنچی جو کھلی تھی۔ لانے والے نے مجھے دی۔ میں کیا دیکھتا ہوں کہ اس میں پانچ سطریں تحریر تھیں اور اس میں عہدہ قضا و فیصلہ کی تقریر اور نئے سرے سے شروع کرنے اور لگا تار شروع رکھنے کا ذکر کیا اور میں گویا سرکار دو عالم ﷺ کو اپنے قریب ہی جگہ پر تشریف فرما دیکھ رہا ہوں۔

آپ کو ایک مرتبہ خواب میں ہی اپنے انتقال کا وقت بتا دیا گیا اور یہ خواب انتقال سے کئی سال پہلے کا ہے۔ آپ کی وفات ۷۸۰ ھ میں ہوئی۔ آپ کی موت کے وقت حاضرین میں سے ایک کا بیان ہے کہ ہم نے ان کے انتقال کے وقت ایسے انوار دیکھے اور ایسی علامات دیکھیں جو خیر و بھلائی پر دلالت کرتی ہیں۔

حضرت ابو محمد عبد الرحمٰن بن محمد بن عبد اللہ بن زکریا رحمۃ اللہ علیہ

ہاتھ میں پکڑی مٹی درہم و دینار بن جاتی

آپ بہت بڑے فقیہ، عالم اور فقہ و تفسیر کے عارف تھے اور دل کو نرم کر دینے والی کتب جیسا کہ احیاء علوم الدین کے مطالعہ میں ہر وقت مشغول رہتے۔ زہد اور ورع میں بہت بڑا حصہ پایا۔ باوجود اس کے کہ ان کے گھر کے افراد بہت تھے پھر بھی دنیاوی کوئی چیز روک کر نہ رکھتے اور بیان کیا جاتا ہے کہ آپ غیب سے خرچ کیا کرتے تھے۔ بسا اوقات مٹی اٹھاتے تو آپ کے ہاتھ سے اس قدر درہم دینار نکلتے جتنی ضرورت ہوتی تھی۔

غیب سے اشیائے خوردنی پانا

آپ ہی سے آپ کے ایک پوتے جناب فقیہ محمد المعروف طری بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنے دادا جان کی زیارت کی جبکہ میں ابھی چھوٹا تھا اور قرآن کریم کی تعلیم حاصل کرتا تھا۔ آپ مجھے روزانہ گندم کے خمیر کا ایک ٹکڑا عطا فرمایا کرتے تھے حالانکہ ہمارے شہر میں خمیر کا کام کرنے والا کوئی بھی نہ تھا۔ آپ اسے پتھریلی زمین کے اجزاء سے پکڑا کرتے تھے۔

مزید بیان فرمایا کہ مجھے آپ نے ایک بار چھت میں سے مٹھائی کا ایک ٹکڑا نکال کر دیا۔ آپ کی مذکورہ کرامات کے علاوہ اور بھی بہت سی کرامات مشہور ہیں اور یہ بات بھی آپ کے بارے میں مشہور تھی کہ دنیا سے چلے گئے لوگ آپ سے باتیں کرتے اور آپ ان سے گفتگو فرمایا کرتے تھے۔ آپ ''نقاد الاولیاء'' کے لقب سے مشہور و معروف ہیں۔ آپ کو قوم کی معرفت کا مکمل ادراک تھا۔ یعنی حضرات اولیائے کرام کی پہچان میں کامل معرفت تھی۔ حضرت شیخ اسماعیل جبرتی، حضرت شیخ ابوبکر بن حسان اور آپ کے درمیان پکی دوستی اور پیار تھا۔ بقول امام شرجی رحمۃ اللہ علیہ آپ نے ۷۸۱ ھ میں انتقال فرمایا۔

حضرت ابوالقاسم عبدالرحمٰن بن محمد بن رسلان رحمۃ اللہ علیہ

آپ بہت بڑے فقیہ، عالم اور محدث تھے اور ایک مشہور و معروف مسجد اپنے نام سے منسوب تعمیر فرمائی۔ جب مکمل ہونے پہ آئی تو آپ کے ساتھیوں نے عرض کیا۔ ایک مشکل باقی رہ گئی ہے وہ یہ کہ کنواں مکمل نہیں ہوا اور ہمارے پاس اس کے اخراجات کے لئے دمڑی بھی نہیں۔ آپ نے جب صبح کی نماز ادا فرمائی تو مصلیٰ کے نیچے سے ایک تھیلی ملی جس میں پچیس دینار تھے۔ جس پر لکھا ہوا تھا کہ یہ رقم کنوئیں کی تعمیر کے لئے ہے۔ یہ معلوم نہ ہو سکا کہ وہ تھیلی کوئی جن رکھ گیا یا کسی انسان کی طرف سے آئی تھی۔

آپ کا مصر میں ہی انتقال ہوا اور اپنے والد، دادا صاحبان کی قبر کے قریب شیخ رسلان کے احاطہ میں دفن کئے گئے۔

حضرت عبدالرحمٰن بن محمد سقاف مولی دویلہ رحمۃ اللہ علیہ

آپ اولیائے کرام اور متفق علیہ علماء کے پیشوا ہوئے۔ آپ کے فضائل کا چرچا ہر سو تھا۔

روحانی حج

آپ کی ایک کرامت یہ بیان کی گئی ہے کہ آپ کو کئی سال حج کے مقامات میں دیکھا جاتا رہا۔ ایک خاص مرید نے آپ سے دریافت کیا: کیا آپ نے حج کیا ہے؟ فرمایا بظاہر نہیں۔ آپ سے یہ بھی مروی ہے کہ آپ کو ایک لحہ میں کئی جگہوں پر بیک وقت دیکھا گیا اور ایسا بھی کئی مرتبہ ہوا کہ آپ کی قمیص دیکھنے والوں نے صرف قمیص دیکھی۔ جس میں آپ کا جسم نہ تھا پھر کچھ ہی دیر بعد قمیص میں آپ کا جسم آجاتا اور یہ بھی کہ کسی کے دل میں جب بھی کوئی خیال آتا تو آپ کو بذریعہ کشف معلوم ہو جاتا۔

آپ کے فقراء میں سے ایک کا بیان ہے کہ میرے دل میں خیال آیا کہ مجھے یہاں شیخ کی خدمت میں رہتے ہوئے عرصہ گزر گیا ہے لیکن ابھی تک مجھ پر فتح نہیں ہوئی۔ اس پر شیخ نے فرمایا کہ شیخ فقیر کی رعایت وہاں سے کرتا ہے جہاں سے فقیر کو کوئی علم نہیں ہوتا۔

آپ ہی کے ایک شاگرد شیخ عبدالرحیم بن علی خطیب بیان کرتے ہیں کہ میرے دل میں جب بھی کوئی خیال وخطرہ آیا تو اسے شیخ عبدالرحمٰن نے باحسن طریقہ کر دکھایا۔ ایک جماعت کے مطالبات اور خواہشات کے بارے میں دعا فرمائی تو ان کو وہ مل گئیں۔ اگر کسی کے لئے اعمال صالحہ کی دعا مانگی تو اسے اعمال صالح کی توفیق مل گئی۔ اگر کسی بانجھ عورت کے لئے اولاد مانگی تو وہ اولاد والی ہو گئی۔ اگر کسی مرد کے لئے شادی کی دعا کی جو اس کی طاقت سے باہر ہوتی تو اس کی شادی ہو جاتی۔ کسی بن بیاہی عورت کے لئے دعا کرتے تو وہ خاوند والی ہو جاتی۔ اگر کسی فقیر کے لئے غنی ہونے کی دعا کرتے تو وہ غنی ہو جاتا اور اگر گناہوں میں حد سے بڑھنے والوں کے لئے توبہ کی دعا کرتے تو وہ تائب ہو جاتے اور بہترین توبہ کر لیتے۔ اگر جاہلوں کی جماعت کے لئے علم کی دعا مانگی تو بھی عالم ہو گئے بسا اوقات آپ کے ہاں سردیوں میں کھجوریں تازہ پڑی ملتی تھیں۔

آپ کا ہی ایک ساتھی بیان کرتا ہے کہ میں نے آپ کے ساتھ غربستی سے سفر کیا۔ جب ہم کلان پہنچے تو آپ نماز چاشت ادا فرمانے کے لئے سواری سے اترے۔ میں قضائے حاجت کے لئے چلا گیا۔ جب واپس آیا تو وہاں تر و تازہ کھجوریں پڑی

دیکھیں۔ جن کا موسم نہ تھا میں نے آپ سے ان کے بارے میں پوچھا تو فرمانے لگے کھاؤ، پوچھو نہیں۔ میں نے پھر ان کھجوروں کی گٹھلیوں کی تسبیح بنالی۔ پھر ایک مرتبہ کسی بچہ نے وہ تسبیح آگ میں پھینک دی جس سے ڈوری تو جل گئی لیکن تسبیح کے دانے بالکل محفوظ رہے۔

غیب سے کھانا آ گیا

آپ کے ایک شاگرد عارف باللہ محمد بن حسین جمل اللیل بیان کرتے ہیں کہ ہم اپنے شیخ عبدالرحمن رحمۃ اللہ علیہ کی مسجد میں تھے اور آپ اس کی چھت پر تھے۔ جب سخت بھوک لگی، آپ نے مجھے بلایا میں جب حاضر ہوا تو آپ کے پاس نفیس کھانا رکھا دیکھا۔ میں یہ دیکھ کر حیران ہوا اور پوچھا یہ کون دے گیا ہے؟ فرمایا: ایک عورت لائی تھی لیکن میں نے تو کسی فرد کو مسجد میں داخل ہوتے نہ دیکھا تھا۔ پھر میں نے مسجد کی خوب تلاشی لی لیکن کوئی آدمی نظر نہ آیا۔

مرید کو تنگ کرنے والا حافظ نہ رہا

آپ کے ساتھ ایک غلام احسن العبید ہر وقت رہتا تھا۔ ایک مرتبہ اس کے اور ایک حافظ قرآن کے درمیان جھگڑا ہو گیا تو اس غلام نے شیخ موصوف سے اس کی شکایت کر ڈالی۔ شیخ نے فرمایا تو چاہتا ہے کہ ہم اس سے قرآن چھین لیں؟ کہنے لگا: جی حضور! چنانچہ وہ شخص قرآن بھول گیا۔ پھر اس نے غلام کی دعوت کی اور آٹے میں گھی ڈال کر ایک قسم کا کھانا اس کے لئے تیار کرایا۔ یوں اسے راضی کر لیا۔ پھر راضی ہونے کے بعد غلام شیخ موصوف کے پاس گیا اور عرض کی فلاں کا قرآن واپس کر دیجئے چنانچہ اس کا حافظہ پھر سے بحال ہو گیا۔

سورج کو تھام رکھا

آپ کی ایک کرامت یہ بھی ہے کہ آپ نے سورج کو غروب ہونے سے روک لیا۔ شیخ عبدالرحیم بن علی خطیب بیان کرتے ہیں کہ ہم شیخ موصوف کے ساتھ حضرت ہود علیہ السلام کی قبر کی زیارت کر کے واپس آئے۔ اس وقت سورج غروب ہونے کے قریب جا چکا تھا اور اس کی روشنی میں پیلا پن آ گیا تھا۔

آپ نے فرمایا کہ ہم نماز مغرب ریغ میں جا کر فرط میں ادا کریں گے۔ ہمیں آپ کی اس بات پر بڑا تعجب ہوا۔ کیونکہ مسافت کافی تھی۔ آپ نے اس کے بعد ہمیں ذکر کرنے کا حکم دیا۔ پھر ہم چل پڑے۔ سورج رک گیا حتیٰ کہ ہم فرط پہنچ گئے۔ تب وہ غروب ہوا۔ یہ دیکھ کر ہم ایک دوسرے سے باتیں کرنے لگے اور کہنے لگے کہ آج شیخ نے ویسے ہی کیا جیسا شیخ اسماعیل حضرمی نے کیا تھا۔

بچہ پیدا ہو گا اور فلاں دن مر جائے گا

غیب کے متعلق اور مستقبل کے بارے میں آپ نے جو باتیں بتائیں، ان میں سے ایک یہ ہے کہ آپ نے اپنی بیوی سے کہا جو عز نامی بستی میں رہائش پذیر تھی اور امید سے تھی۔ عنقریب تو ایک بچہ جنے گی اور وہ فلاں دن مر جائے گا۔ آپ نے گھر

والوں کو ایک کپڑا دیا اور فرمایا: اس کا بچے کو کفن پہنا دینا اور خود سفر پر روانہ ہو گئے بعد میں ویسا ہی ہوا جیسا آپ نے بتایا تھا۔

آپ ایک مرتبہ شبام نامی جگہ میں تھے۔ اپنے ایک ساتھی سے فرمایا: میرا فلاں بیٹا اس وقت تریم میں فوت ہو گیا ہے۔ بعد میں یہ بات درست ثابت ہوئی۔

آپ نے ایک مرتبہ معمولی سی بجلی چمکتی دیکھی اور حاضرین نے اس میں سوچ بچار کی۔ آپ نے ان سے فرمایا: اب وادیٔ سرخوب بہے گی۔ پھر ایسے ہی ہوا۔

ولی سے چھپائی رقم سانپ بن گئی

آپ نے اپنے بیٹے ابوبکر سے فرمایا: جاؤ یہ کھجوریں فروخت کر آؤ۔ اس نے فروخت کر دیں اور جو رقم ملی اس میں سے کچھ چھپا لی۔ اسے والد صاحب نے کہا کہ مجھے یہ بتایا گیا ہے کہ کھجوریں اتنی رقم کی فروخت ہوئی ہیں اور تم اس سے تھوڑی قیمت بتا رہے ہو۔ لڑکا بولا۔ مجھ سے پہلے آپ کو کون بتا گیا ہے؟

آپ نے فرمایا: ''مومن کی فراست سے بچو وہ اللہ تعالیٰ کے نور سے دیکھتا ہے۔'' ابوبکر بیان کرتے ہیں کہ اس کے بعد میں نے چھپائی رقم کو محسوس کیا کہ وہ ایک سانپ بن کر میرے پیٹ پر رینگ رہی ہے چنانچہ میں نے اسے باہر نکال پھینکا اور میں نے نیت کر لی کہ اس کا بھروسہ نہیں کروں گا۔

اسی طرح کا واقعہ عمر محضار کو پیش آیا۔ مگر فرق یہ تھا کہ عمر کے پاؤں میں درد اٹھا۔ جب وہ والد صاحب کے پاس آیا اور دعا کرائی تو ٹھیک ہو گیا۔ آپ کی ایک بیوی نے کہا کہ میرے والد صاحب کا مرض کافی لمبا ہو گیا ہے۔ آپ ان کے لئے دعا فرمائیں کہ انہیں آرام آ جائے یا پھر جلدی انتقال کر جائیں۔ آپ نے بیوی سے کہا عنقریب فلاں دن تمہارا باپ انتقال کر جائے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

خضر علیہ السلام سے ملاقات کرا دی

آپ کے ایک شاگرد نے درخواست کی کہ مجھے حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات کرنے کا بہت شوق ہے اور میں چاہتا ہوں کہ ان کے ساتھ بھائی چارہ ہو جائے۔ آپ نے اسے فرمایا: تجھے یہ نصیب ہو جائے گا۔ شاگرد بیان کرتا ہے کہ مجھے حضرت خضر علیہ السلام ایک دیہاتی کی شکل میں ملے۔ جس دیہاتی کے ساتھ میرا دوستانہ تھا۔ اس نے مجھ سے بھائی چارہ کا عہد کیا اور چلتا بنا۔ مجھے بھینی بھینی خوشبو محسوس ہوئی تو میں اس سے بہت متعجب ہوا۔ میں نے شیخ موصوف کو اس کی خبر دی۔ آپ نے فرمایا: وہ خضر تھے۔ پھر اس دیہاتی کو کچھ عرصہ بعد میں ملا اور اس سے پوچھا کہ چند دن پہلے میری تمہاری ملاقات ہوئی تھی۔ وہ کہنے لگا: میں نے اتنے دن گزرے تم سے ملاقات ہی نہیں کی صرف آج ملا ہوں۔

وادی فلاں وقت سیراب ہو جائے گی

ایک مسافر سے آپ نے فرمایا جو اپنے شہر واپس جا رہا تھا، تمہارے شہر کی وادی فلاں دن سیراب ہو جائے گی۔ وہ سفر کر

کے واپس آیا تو دیکھا کہ اس کے ساتھی اپنی زمین کو کنویں سے پانی نکال کر سیراب کر رہے ہیں۔ یہ دیکھ کر اس نے انہیں کہا: فلاں دن یہ وادی سیراب ہو جائے گی۔ یہ سن کر اس ساتھی نے کنویں سے پانی نکال کر سیراب کرنا بند کر دیا پھر مقررہ دن پر وادی سیراب ہو گئی اور اس زمین کو پانی بھی میسر آ گیا۔

کھانا بکثرت ہو گیا

کھانے میں زیادتی ہو جانے کی کرامت کے ضمن میں آپ کی ایک کرامت آپ ہی کے شاگرد عبدالرحیم بن خطیب وغیرہ نے بیان کی۔ وہ یہ کہ شیخ موصوف ان کے پاس درہم رکھا کرتے تھے اور ذمہ داری یہ سونپتے تھے کہ میرے اہل و عیال کا خرچہ اور ان کے زیر تربیت افراد کا خرچہ ان سے تم نے پورا کرنا ہے۔ انہیں کھانے کی ضرورت ہو تو کھانا لا کر دینا اور نقدی کی ضرورت ہو تو نقد دے دینا اور فقرا و مہمان حضرات کی بھی اس سے خدمت و تواضع کرنا ہے۔ ہم جب ان درہموں کو دیکھتے تو بظاہر چند دنوں تک کام دیتے نظر آتے لیکن ہوتا یوں کہ ہم خرچ کرتے رہتے اور وہ اندر ہی اندر زیادہ ہوتے جاتے جو ہمیں نظر آتا نہ تھا۔

جناب شعیب بن عبداللہ خطیب بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ شیخ موصوف نے مجھے فرمایا کہ ان کارندوں کے کام کا معاوضہ دینا تمہاری ذمہ داری ہے اور ان کے کھانے پینے کا بندوبست بھی تمہارے ذمہ ہے۔ چنانچہ میں یہ ذمہ داری سرانجام دیتا رہا۔ پھر میں آپ کے پاس حاضر ہوا اور عرض کیا کہ حضور! بہت تھوڑی رقم باقی رہ گئی ہے۔ لہٰذا مزید بندوبست کیا جائے۔ یہ سن کر آپ ایک لمحہ کے لئے سرنگوں ہو گئے۔ پھر سر اٹھایا اور فرمایا: جاؤ اور جا کر ان کی اجرت ادا کرو چنانچہ میں اٹھ کر آ گیا اور ان کی اجرت ادا کی۔ جب سب کو دے چکا تو پھر بھی میرے پاس کچھ رقم بچ گئی تھی۔

کپڑا زیادہ ہو گیا

آپ نے عبدالرحیم اور شعیب (جن کا ذکر ہو چکا ہے) کو کپڑے کا ایک ٹکڑا عطا فرمایا اور حکم دیا کہ اس کے اپنے اولاد کے لئے تین کپڑے بنا لینا۔ شعیب جو درزی تھا بولا: اس سے صرف دو کپڑے بن سکتے ہیں اس سے زائد ممکن نہیں۔ آپ نے فرمایا: اللہ کا نام لے کر بناؤ۔ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے اللہ کا نام لے کر اسے پھاڑ کر کپڑے بنائے تو تین ہی بن گئے۔

مٹی درہم ہو گئی

آپ کے ہاتھوں ایسی کرامات جن کا تعلق شے کی جنس تبدیل ہو جانے اور غربا و فقرا کی حاجت روائی سے ہے، ایک یہ بیان کی گئی کہ آپ نے اپنے خادم عبدالرحیم بن علی خطیب کو تھوڑی سی مٹی دی اور فرمایا: جاؤ اسے اپنی عورتوں میں تقسیم کر دو۔ تقسیم کرتے وقت دیکھا تو وہ درہم تھے۔ آپ کی یہ کرامت کئی مرتبہ اور بہت سے لوگوں کے ساتھ دیکھنے میں آئی۔

تھوک نے تیل کا کام دیا

آپ ایک مرتبہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ رات کے وقت قصے کہانیاں سننے سنانے میں مصروف تھے کہ چراغ کا تیل ختم ہو گیا۔ آپ نے اس میں اپنا تھوک ڈال دیا تو وہ تیل سے بھر گیا۔

خالی جگہ میں رقم آ گئی

آپ کی ایک بیوی نے ایک مرتبہ اپنے لئے لباس بنانے کی خاطر دینار طلب کئے تو آپ نے فرمایا: فلاں مال میں پندرہ دینار پڑے ہوئے ہیں، لے کر اپنا کام چلالو۔ بیوی بولی میں دیکھ آئی ہوں۔ وہاں کچھ بھی نہیں ہے۔ فرمایا جاؤ تمہیں مل جائیں گے۔ چنانچہ وہ آئیں اور دیکھا تو وہاں پندرہ دینار موجود تھے۔

پتھر کے نیچے پانی ہے

آپ مسافر تھے اور آپ کے ساتھ ایک جماعت بھی سفر کر رہی تھی۔ ایک ایسی جگہ ان کو پیاس نے آلیا جہاں پانی نہ تھا چنانچہ یہ لوگ بہت تکلیف اور پریشانی محسوس کرنے لگے۔ یہ دیکھ کر شیخ نے فرمایا: اس پتھر کو اٹھاؤ کہ اس کے نیچے پانی ہے۔ جب انہوں نے پتھر اٹھایا تو ٹھنڈا میٹھا پانی موجود پایا۔

آپ ایک مرتبہ اپنی بیوی کے ہاں سے تریم کی طرف سفر پر جانے لگے تو بیوی نے کہا کچھ دیر ٹھہر جاؤ۔ زوال کا وقت ہے دھوپ کافی ہے۔ ذرا دھوپ ہلکی ہو جائے تو چلے جانا۔ اتنے میں ہم آپ کے لئے زادِ راہ بھی تیار کرلیں گے۔ آپ نہ مانے اور اسی وقت چل دیئے۔ آپ نے اس خشک زمین پر ایک اندھا شخص دیکھا جو شدت پیاس کی وجہ سے نڈھال ہو گیا تھا۔ شیخ نے فرمایا: اس زمین کی گھاٹی میں پانی ہے۔ ایک خادم کو حکم دیا کہ جاؤ اور پانی لاکر اس اندھے کی مدد کرو۔ وہ گھاٹی کی طرف گیا۔ وہاں پانی موجود پایا لے کر آیا اور اندھے کو بھی پلایا اور خود سب نے پیا۔

پھر تھوڑا سا سفر کیا ہوگا کہ ایک اور شخص ملا۔ اس سے انہوں نے پانی کے بارے میں پوچھا کہ یہاں پانی ہے؟ یہ سن کر وہی اندھا بول پڑا۔ ہاں یہاں پانی قریب ہی ہے۔ شیخ نے اس پر فرمایا: یہ اندھا ایسی گفتگو کرتا ہے جس کا اسے علم نہیں۔

پھل کی حفاظت کا طریقہ

آپ کا ایک کھجور کا درخت تھا۔ چونکہ وہ چھوٹے قد کا تھا اس لئے اس کا پھل کتے وغیرہ کھالیا کرتے تھے۔ آپ کا ایک خادم اس کی رکھوالی کرتا تھا اور رات بھر وہ پہرہ دیتا تھا تاکہ اس کا پھل بچا رہے۔ اس سے وہ اکتا گیا۔ تھک کر بیٹھ گیا۔ نیند آ گئی تو کیا دیکھتا ہے کہ شیخ سامنے کھڑے ہیں۔ انہوں نے اسے فرمایا کہ اپنا سامان (لکڑی ڈنڈا وغیرہ) لے کر اس درخت کے اردگرد پھیرو۔ اور پھر بے خوف ہو کر سو جاؤ۔ چنانچہ اس نے ایسے ہی کیا اور سو گیا۔ صبح اٹھ کر دیکھا کہ کتوں کے پاؤں کے نشانات اس درخت کے اردگرد موجود ہیں۔ لیکن کسی کو اس کے اندر آنے کی طاقت نہ پڑی۔

ولی کی پکار کام آ گئی

آل شویہ کے ایک آدمی نے بیان کیا کہ میں ایک مرتبہ جنگل میں راستہ بھول گیا اور پیاس بھی شدت کی تھی تو میں نے اس حال میں شیخ سے استغاثہ کیا یعنی شیخ عبدالرحمٰن کو مدد کے لئے پکارا۔ پھر میرے پاس ایک شخص پانی لے کر آ گیا۔ میں نے خوب سیر ہو کر پیا اور وہ مجھے اپنے ساتھ لے کر روانہ ہوا۔ حتیٰ کہ اس نے مجھے شاہراہ پر ڈال دیا۔

ایک مرتبہ کشتی پر سوار لوگوں کی پریشانی بڑھ گئی۔ کیونکہ ان کی کشتی ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہوگئی اور وہ ڈوبنے کے قریب تھے۔ اس کے سواروں نے اپنے اپنے عقیدہ کے مطابق مشائخ کرام کو مدد کے لئے پکارا۔ ان میں سے ایک نے شیخ عبدالرحمٰن کو پکارا اور سو گیا۔ خواب میں دیکھتا ہے کہ شیخ موصوف نے اپنے پاؤں کشتی کی اس جگہ پر رکھے ہوئے ہیں جہاں سے وہ ٹوٹ گئی تھی۔

اس نے واقعہ ہو جانے کے بعد اپنے ساتھیوں کو یہ خواب سنایا۔ ایک شخص نے جب یہ حکایت سنی، اتفاق سے وہ شیخ کا معتقد نہ تھا تو اسے شیخ کے اس کام کا یقین نہ تھا۔ چنانچہ وہ شیخ سے ایک مرتبہ راستہ کھو بیٹھا اور تین دن ادھر ادھر گھومتا پھرا لیکن قطعاً معلوم نہ ہو سکا کہ وہ کس جگہ پر ہے۔ حتیٰ کہ اس کے پاس جو کھانے پینے کی اشیاء تھیں سب ختم ہوگئیں اور وہ ابھی کسی کنارے پر نہ لگا تھا۔

اس نے اولیائے کرام کی جماعت سے استغاثہ کیا۔ پھر اسے مذکورہ واقعہ یاد آ گیا جو اس نے سن رکھا تھا۔ اس نے جناب سقاف سے مدد مانگی اور پختہ ارادہ کر لیا کہ اگر میں صحیح سالم گھر پہنچ گیا تو ان کی غلامی میں بقیہ زندگی بسر کروں گا اور ان کا خادم بن کر رہوں گا۔ اس کے علاوہ اس نے شیخ سقاف کے لئے نذر بھی مانگی۔ ابھی اس کے دل میں یہ باتیں مکمل نہ ہوئی تھیں کہ شیخ موصوف پانی اور کھجوریں لئے اس کے پاس تشریف لائے۔ اس نے پانی پیا کھجوریں کھائیں۔ شیخ نے فرمایا: اس طرف چلے جاؤ اور خود غائب ہو گئے۔ پھر وہ تھوڑا سا ہی چلا تھا کہ اس کا شہر بالکل قریب دکھائی دیا۔

گھوڑا غصب کر کے لے جانے والے کا ہاتھ خشک ہو گیا

شیخ کے ایک فقیر کا آل کثیر میں سے ایک شخص نے گھوڑا غصب کر لیا۔ فقیر نے بلند آواز سے چیخ مارتے ہوئے شیخ موصوف کو مدد کے لئے پکارا۔ جب اس کثیری شخص نے اس گھوڑے کو لے جانے کی نیت کی اور اس کی طرف ہاتھ بڑھایا تو اس کا ہاتھ سوکھ گیا۔ جسے حرکت دینے کی بھی قدرت نہ رہی۔ یہ دیکھ کر اس نے فقیر سے کہا اپنے شیخ سے خدا واسطے میرے لئے دعا کراؤ جس سے تم نے مدد طلب کی تھی۔ میں خدا کی قسم اٹھاتا ہوں کہ آئندہ کے لئے جب بھی کوئی شخص تمہارے بارے میں برا ارادہ کرے گا میں اسے نہیں چھوڑوں گا۔ چنانچہ فقیر نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی۔ جس سے اس کا ہاتھ پھر سے پہلی حالت پر آ گیا۔ جب فقیر واپس اپنے شیخ کے پاس حاضر ہوا تو شیخ نے فرمایا: تو نے زور سے کیوں پکارا تھا ہم تو باریک اور خفی آواز بھی سنتے ہیں۔

شیخ عبدالرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ کی بے شمار کرامات ہیں۔ ۷۱۹ھ میں آپ نے تریم میں انتقال فرمایا۔ اور زنبل مقبرہ میں دفن کئے گئے۔ آپ کی قبر انور مشہور زیارت گاہ ہے۔ یہ ''المشرع الروی'' میں بیان ہوا ہے۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عثمان بن معترض رحمۃ اللہ علیہ

آپ بہت بڑے صالح مرد تھے اور تسلیم و رضا بکثرت ان میں موجود تھی۔ صاحب کرامات کثیرہ ہیں۔

مسواک نے شمع کا کام دیا

آپ کی ایک کرامت یہ ہے کہ آپ اپنے چچازاد عثمان بن عمر کے ساتھ ایک اندھیری رات کہیں جا رہے تھے اور راستہ نہ پہچان سکے۔ شیخ عبدالرحمٰن موصوف کے ہاتھ میں مسواک تھی وہ آپ نے شمع کی طرح ان کے لئے روشن کردی۔ حتیٰ کہ راستہ نظر آ گیا۔ یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ شیخ موصوف کے چچازاد بھائی عثمان کی انگلیاں بھی روشنی دینے لگی تھیں۔ یہ روشنی واپس بستی میں داخل ہونے تک رہی۔ بقول شرجی آپ نے ۸۲۵ھ میں انتقال فرمایا۔

حضرت عبدالرحمٰن بن بکتمر رحمۃ اللہ علیہ

آپ ایک عبد صالح اور زاہد و متقی شخص تھے۔ شیخ احمد زاہد رحمۃ اللہ علیہ کے جلیل القدر مرید تھے۔ شروع شروع میں دنیادار تھے۔ ان کے ہمسائے جناب شیخ زاہد رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ اتفاق سے آپ نے ایک دن شیخ زاہد رحمۃ اللہ علیہ کے گھر کھانا بطور ہدیہ بھیجا۔ جس میں ملوخیہ (ایک قسم کی نباتات کا نام ہے) تھا شیخ زاہد کے گھر والوں نے اس کے تیار کرنے کے عجیب طریقہ کو سراہا اور ہدیہ کھا لیا۔

جب شیخ اندر تشریف لائے تو گھر کے افراد خوب خوش تھے اور ہنس رہے تھے۔ آپ نے ان سے پوچھا کیا ہوا؟ تو انہوں نے ہنسنے کی وجہ اور ہدیہ کے بارے میں بتایا آپ نے اس پر عبدالرحمٰن بکتمر کے لئے دعا کی کہ وہ ہماری جماعت میں شامل ہو جائے۔ ابھی ہفتہ ہی گزرا تھا کہ عبدالرحمٰن گم سم حالت میں آیا۔ گویا وہ پہاڑ ہے۔ اس نے طریقت کا سوال کیا۔ تھوڑے ہی عرصہ میں ان پر اسرار کھلنے شروع ہو گئے۔ حتیٰ کہ آسمانی تحریریں انہیں دکھائی دینے لگی۔ ایک مرتبہ ان تحریروں میں شیخ زاہد کا نام بدبختوں کی فہرست میں لکھا دیکھا تو رو دیئے اور اپنے شیخ کو بتایا جس پر شیخ بولے: تیس سال سے میں اس تحریر کو دیکھ اور پڑھ رہا ہوں۔ لیکن مجھ میں نہ گدلا پن آیا اور نہ ہی میں پریشان ہوا۔ اس کے کچھ عرصہ بعد آپ نے عبدالرحمٰن بکتمر سے فرمایا اب دیکھو تو دیکھا کہ شیخ کا نام نیک بختوں کی فہرست میں آ چکا ہے۔ اس پر انہوں نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔ جب شیخ زاہد کا انتقال ہو گیا تو عبدالرحمٰن بکتمر ان کی جامع مسجد میں عابد بن کر مقیم ہو گئے اور مرتے دم تک وہیں مقیم رہے۔ آپ کو جامع کے وضو خانہ کے برابر دفن کیا گیا اور اس پر خانقاہ تعمیر کی گئی اور ایک عبادت خانہ بھی بنایا گیا۔ (قالہ المناوی)

حضرت عبدالرحمٰن بن احمد جامی رحمۃ اللہ علیہ

عماد الدین لقب ہے اور علماء میں "ملا جی" کے نام سے مشہور ہیں۔ آپ صوفی تھے اور صوفیائے کرام کے راستے کی معرفت رکھتے تھے۔ علوم کے سمندر عارف اور عوام و خواص میں لائق تحسین شخصیت تھے آپ اپنے دور کے علماء و صوفیہ سے اس طور پر مقدم و افضل تھے جس طرح قیاس سے نص مقدم ہوتی ہے۔ خراسان کے قصبہ جام میں پیدا ہوئے۔ ظاہری علوم میں مشغول رہے۔ حتیٰ کہ اپنے دور کے علماء اور فاضلین میں سے افضل قرار پائے۔ پھر صوفیہ کرام کے مشائخ کی ہم نشینی اور صحبت کی طرف متوجہ ہوئے اور نقشبندیہ طریقہ کے مطابق ذکر سیکھا۔ طریقت آپ نے شیخ سعد الدین کاشغری رحمۃ اللہ علیہ سے

حاصل کی اور خواجہ عبید اللہ سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت اور ارادت پائی۔

مردہ جانور زندہ ہو گیا

آپ کی ایک کرامت یہ ہے جسے مولانا محمد رومی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا۔ وہ یہ کہ موسم بہار میں ایک مرتبہ آپ کے ساتھ نہر ملآن پر بیٹھا ہوا تھا کہ اچانک ایک سیہہ (بلی کے برابر ایک جنگلی جانور جس کے جسم پر تنکلے ہوتے ہیں) مری ہوئی پانی کی سطح پر تیرتی نظر آئی۔ مولانا جامی نے اسے پکڑا اور اس کی پشت پر اپنا ہاتھ پھیرا تو اس میں زندگی کے اثرات آ گئے۔ یعنی وہ زندہ ہو گئی۔ پھر ہم نے جب شہر کا رخ کیا تو وہ ہمارے پیچھے پیچھے دوڑتی آئی۔

سماع کا لطف

آپ کی ایک کرامت یہ بیان کی گئی ہے کہ مولانا سیف الدین احمد رحمۃ اللہ علیہ منزل علوی میں آئے۔ آپ کے ساتھ تمام مدرسین کرام بھی تھے۔ آپ کے لئے دعوت کا اہتمام کیا گیا۔ مولانا جامی کی زیارت کا ارادہ کیا پھر یہ لوگ اپنی عادت کے مطابق ڈھولوں اور دوسرے آلات سے ذکر کرنے میں مصروف ہو گئے۔ اس پر حاضرین میں سے ایک شیخ نے کہا: مولانا! ڈھول پیٹ کر گانا بجانا اور پھر ناچنا اس قسم کی باتیں سننا از روئے شرع کب جائز ہیں؟ یہ سن کر شیخ نے اس معترض کی طرف رخ کیا اور اس کے کان میں آہستہ سے بات کی۔ اس کے ساتھ ہی اس نے عجیب وغریب آواز نکالی اور سماع کی وجہ سے اسے بھی وجد آ گیا اور ڈھول کی آواز پر رقص کرنے لگا۔ جب افاقہ ہوا تو شیخ کو معذور جانا۔ مولانا جامی کا ۸۹۸ھ میں اکاسی ۸۱ سال کی عمر میں ہرات میں ہی انتقال ہوا۔

حضرت عبد الرحمٰن زنجانی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ عارف بلکہ بایزید خان کی حکومت کے دوران شیخ کبیر ہوئے۔ آپ شیخ صفی الدین ردبیلی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ ہوئے۔ پھر روم کے شہر میں تشریف لے آئے اور اماسیہ کے قریب ٹھکانہ بنایا۔ آپ لوگوں سے کٹ کر رہتے تھے۔ اور عام طور پر پہاڑوں میں قیام پذیر ہوئے۔

ہرن نے ذبح کے لئے اپنے آپ کو پیش کر دیا

آپ نے ایک دن اپنے مرید سے کہا آج ہمارے کچھ دوستوں کی جماعت ہمارے ہاں آ رہی ہے۔ تم ان کی تواضع کے لئے کھانے کا انتظام کرو۔ مریدین نے عرض کیا:

حضور! ہمارے پاس تو کچھ بھی نہیں۔ یہ سن کر شیخ اپنی عبادت گاہ سے باہر نکلے۔ نظر اٹھائی تو دیکھا ہرنوں کا ایک ریوڑ آپ کی طرف چلا آ رہا ہے۔ شیخ موصوف نے کہا تم میں سے کون اپنی جان کا نذرانہ دیتا ہے تاکہ مہمانوں کی خاطر تواضع ہو سکے؟ ان میں سے ایک ہرن آگے بڑھا۔ اسے آپ کے خادموں نے ذبح کیا۔ اس کے بعد مہمان آئے اور مریدین نے اس کا گوشت پکا کر انہیں کھلایا۔

بدبختی کی اطلاع پر غمناک ہو گئے

بیان کیا گیا کہ شیخ مذکور ایک دن صبح صبح ہی بہت غمزدہ نظر آئے مریدوں نے پریشانی کی وجہ پوچھی۔ فرمانے لگے کہ اردبیلی جماعت بڑی پرہیزگار اور اچھے عقیدہ والی تھی۔ آج شیطان اس میں مداخلت کرنے میں کامیاب ہو گیا ہے۔ اس نے انہیں اپنے بزرگوں کے طریقہ سے پھیر دیا ہے۔

آپ کے اس فرمان کو ابھی چند ہی دن گزرے تھے کہ شیخ حیدر نے گمراہی کا راستہ اپنا لیا اور اپنے سابق گورنر کے آداب کو یکسر چھوڑ دیا۔ ان کے حالات اور عقائد کو بھی خیر باد کہہ دیا۔ یہ کرامت ''الشقائق النعمانیہ'' میں مذکور ہے۔

حضرت عبد الرحمٰن شبریسی رحمۃ اللہ علیہ

نومولود کی پوری زندگی کی پیشگوئی

مروی ہے کہ ابوالفتح شمس الدین محمد مزی سکندری رحمۃ اللہ علیہ جو ۸۱۸ھ میں اسکندریہ میں پیدا ہوئے۔ جب یہ ابھی اپنی والدہ کے شکم میں تھے تو ان کے والد گرامی شیخ بدرالدین عوفی رحمۃ اللہ علیہ جناب شیخ امام عارف باللہ شیخ عبد الرحمٰن شبریسی رحمۃ اللہ علیہ کو ملنے گئے ملاقات پر انہوں نے اپنی بیوی کے لئے دعا کرنے کی درخواست کی۔

شیخ شبریسی نے فرمایا: ''تیری بیوی آمنہ کے ہاں دو بیٹے جڑواں پیدا ہوں گے۔ ان میں سے ایک سات دن بعد مر جائے گا اور دوسرا کافی عمر پائے گا۔ اس کا نام ابوالفتح رکھنا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ رب کریم کی طرف سے اس پر اسرار و رموز کے دروازے کھلیں گے۔ اللہ پر بھروسہ کرنا۔ وہ بہترین زندگی بسر کرے گا اور شہادت کی موت مرے گا۔ دنیا سے جاتے وقت یوں جائے گا جس طرح آج ہی والدہ کے پیٹ سے باہر آیا ہے۔ قاف المحیط پہاڑوں پر پاؤں رکھے گا۔ زمانہ کی سیاحت کرے گا۔ اور اللہ تعالیٰ سے امان پائے گا۔ اس کو اچھی وصیت کرنا اور اس پر صبر کرنا اور تم ان باتوں پر کیسے صبر کر سکو گے جنہیں تم نہیں جانتے''۔

جب والدہ نے انہیں جنا تو بات وہی ہوئی جو شیخ عبد الرحمٰن شبریسی نے فرمائی تھی۔ اس بچہ کی پیدائش کے چالیس دن بعد ان کی والدہ نے دعوت کا اہتمام کیا۔ شیخ عبد الرحمٰن اور فقراء و صالحین کی ایک جماعت کو شرکت کی درخواست کی۔ یہ حضرات تشریف لائے۔ ان کی خاطر تواضع کی گئی۔ جب دعوت کھا کر دستر خوان سمیٹا گیا تو ان کے والد صاحب نے انہیں ہاتھوں میں اٹھائے ان حضرات کے سامنے لا رکھا۔

سب سے پہلے شیخ عبد الرحمٰن نے اٹھایا۔ ایک کھجور کو منہ میں نرم کر کے ان کو بطور گھٹی دی۔ پھر تھوڑا سا شہد منگوایا۔ شہد آ گیا تو شیخ عبد الرحمٰن نے تین مرتبہ اسے چاٹ کر تین مرتبہ بچہ کو چٹایا۔ اس کے بعد بچے کو فقراء و صالحین کے سامنے رکھ دیا اور انہیں بھی کہا کہ تم بھی اسے بطور گھٹی شہد چٹاؤ۔ پھر آپ نے سات مرتبہ سورۂ فاتحہ پڑھی پھر شیخ موصوف کے والد گرامی سے فرمایا: اب اسے جا کر اس کی ماں کے سپرد کر دو۔ اس جیسا کوئی اور نہ ہو گا۔ تمہیں اس مبارک بچے کے بارے خوف کھانے کی

قطعاً ضرورت نہیں۔ خدا کی قسم! میں اس کی روح کو عرش کے اردگرد پھرتی دیکھ رہا ہوں۔

آٹھ سو پیغمبر کی زیارت گاہ

جناب غزی بیان کرتے ہیں کہ مجھے والد گرامی شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں بتایا گیا کہ وہ اپنے شیخ جناب شیخ ابوالفتح مزی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں بتاتے تھے کہ انہوں نے اپنے مشائخ کرام سے یہ واقعہ سنایا جو دمشق میں رہتے تھے۔ فرمایا کہ ایک دن انہوں نے مجھے فرمایا: نماز عشا کے وقت ہمارے پاس آنا۔ چنانچہ میں آپ کے ہاں عشا کے وقت گیا۔ آپ کے ساتھ اکٹھے نماز عشا ادا کی۔ پھر شیخ مذکور باہر تشریف لائے۔ ان کے ساتھ ابوالفتح بھی تھے۔ چلتے چلتے ایک ٹیلہ پر پہنچے پھر وہاں سے ایک اور مشہور جگہ منشار کی طرف چل دیئے۔ وادی قاسیون میں پہنچے۔ پھر جب پہاڑ پر چڑھے تو شیخ نے شیخ ابوالفتح سے کہا ان مشعلوں کو دیکھو۔ انہیں گنو اور ان کی گنتی یاد رکھنا۔ پھر انہیں ساتھ لے کر میدانی علاقہ میں چلتے رہے۔ یہاں تک کہ اس جگہ پہنچے جسے برزہ بستی کہا جاتا ہے اور سیدنا حضرت ابراہیم خلیل علیہ السلام سے منسوب ہے۔

جب دونوں حضرات وہاں تھے تو شیخ ابوالفتح سے شیخ مذکور نے پوچھا مشعلیں کتنی تھیں؟ کہنے لگے آٹھ سو۔ فرمایا یہ ان انبیائے کرام کی مبارک روحیں ہیں جو اس وسیع علاقے میں مدفون ہیں۔ آپ کا یہ فرمانا اس قول کے مصداق ہے: ان بین أرض أرزة وأرض برزة قبور ثمانمائة نبی أرزة أو برزة ازرہ یا برزہ کی زمین کے درمیان آٹھ سو پیغمبروں کی قبریں ہیں۔

جناب شیخ ابوالفتح کا ۹۰۶ھ میں شویکہ کے قریب محلہ قصر جنید میں انتقال ہوا۔

حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر سیوطی رحمۃ اللہ علیہ

امام، حافظ، شیخ الاسلام جلال الدین ابوالفضل ابن علامہ کمال الدین، امام شعرانی فرماتے ہیں کہ مجھے ایک صالح بھائی شیخ شعیب خطیب جامع ازہر نے بتایا کہ میں جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس اس وقت گیا جب ان کا آخری وقت تھا۔ میں نے آپ کے پاؤں چومے اور درخواست کی کہ فقہا سے جو تکالیف آپ کو جھیلنا پڑیں ان سے درگزر فرما دینا۔ فرمانے لگے:

اے بھائی! جب سے وہ مجھ پر اعتراضات کرنے لگے ہیں،" میں نے ان سے چشم پوشی کی ہوئی ہے۔ ان کی تشویش اور عداوت کے اظہار کا سبب بھی یہی ہے۔ میں نے ان کے رد میں بہت سے ورق (تصنیفات) لکھے ہیں تاکہ وہ کسی دوسرے کی عزت پر ہاتھ ڈالنے کی کوشش نہ کریں"۔ یہ سن کر شیخ شعیب نے کہا آپ کے بارے میں یہی ظن تھا۔

امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ بیان فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں کہ باوجودیکہ شیخ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ ان سے درگزر فرماتے رہے، وہ تقریباً سبھی قابل نفرت ہی رہے اور ان کے علم سے انہیں نفع اٹھانا نصیب نہ ہوا۔ اس ناچاکی اور ناراضگی کی اصل وجہ یہ تھی کہ آپ انہیں امر بالمعروف کرتے تھے۔ جب آپ کو خانقاہ بیبرسیہ کی شیاخت سپرد کی گئی۔ آپ نے دیکھا کہ یہ لوگ نہ خود حاضر ہوتے ہیں نہ اپنے نائبوں اور نمائندوں کو بھیجتے ہیں ادھر ان کے پاس غلاموں اور خادموں کی فوج درفوج ہے۔ گھوڑے خچر کافی مقدار میں ہیں۔ مال و دولت کی فراوانی ہے۔

آپ نے فرمایا کہ وقف کرنے والے کی شرط یہ تھی کہ کھانے پینے کی تمام اشیاء اور دیگر ضرورت کا سامان صرف ان فقیروں کا حق ہے جو محتاج ہوں اور جن میں صوفیہ کی وہ تمام شرائط پائی جائیں جو رسالہ قشیری وغیرہ میں مرقوم ہیں۔ اس پر ان لوگوں نے آپ پر یک بارگی حملہ کر دیا۔ آپ کو زدوکوب کیا اور کپڑوں سمیت وضو والے پانی کی جگہ پھینک دیا۔ آپ نے اپنے آپ کو اس ذمہ داری سے علیحدہ کر لیا اور قسم اٹھالی کہ زندگی بھر شہر میں نہیں رہوں گا۔ آپ مقیاس النیل باغ میں تادم مرگ قیام پذیر رہے۔

میں نے ایک شخص کو اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ جس نے خود اقرار کیا تھا کہ میں نے اپنے کھڑاؤں آپ کے کندھے پر ماری تھیں۔ دیکھا کہ اس کا برا حال ہے۔ غریب ہونے کے باوجود اس کا نفس حرام خوراک کھلانے میں اس پر سوار ہے جس کسی کے پاس مرغ دیکھتا، چاول نظر آتے، چینی شکر ہوتی یا شہد وغیرہ تو اسے کہتا یہ میرے ہاتھ بیچ دو۔ پھر اسے اپنے گھر لے جاتا اور کھا پی کر چھپ جاتا۔ حتیٰ کہ تھک ہار کر اس سامان کا مالک کافی انتظار کے بعد اٹھ کر آ جاتا۔ یوں وہ قیامت کے دن کے لئے اپنے ذمہ لوگوں کی رقم بڑھاتا تھا۔ جب یہ مرا تو کسی نے بھی اس کی نماز جنازہ نہ پڑھی۔

شیخ کا امتحان

ایک شخص نے مجھے یہ واقعہ بھی سنایا کہ جب ہم علامہ سیوطی کو تکلیف پہنچانے سے بے بس ہو گئے تو ہم دس آدمی اکٹھے آپ کے پاس آئے اور کہا:

اے آقا! آپ فرض کر لیں کہ ہم پہلے کافر تھے اور اب مسلمان ہو گئے ہیں اور ہم نے اللہ تعالیٰ سے استخارہ کیا ہے کہ ہم آپ سے تعلیم دین حاصل کریں گے۔ ہو سکتا ہے کہ ہمیں بھی بھلائی حاصل ہو جائے۔

بیان کرتا ہے کہ ہم ایک سال تک آپ کے پاس پڑھتے رہے اور آپ ہم سے پناہ پکڑتے رہے۔ یعنی ہر ممکن طریقہ سے اپنا بچاؤ کرتے رہے پھر سال گزرنے کے بعد کچھ لوگوں نے آپ کو ستایا۔ ہم آپ کی حمایت میں کھڑے ہو گئے اور آپ سے بہت محبت کی وجہ سے ہم نے آپ کی پشت پناہی کی۔ جس سے آپ کا ہماری طرف جھکاؤ ہو گیا۔ ہم نے ایک مرتبہ عرض کیا:

اے آقا! آپ بحمد اللہ صاحب کشف ہیں۔ ہمارا مقصد یہ ہے کہ آپ ہمیں ملک کے والی وارثوں کے بارے میں کچھ بتائیں تاکہ ہم منکرین پر گرفت کریں اور آپ کے مخالفین کو زیردست کریں۔ ہو سکتا ہے کہ وہ توبہ کر لیں اور اپنی اصلاح کر لیں۔ پھر انہیں بھی بھلائی حاصل ہو جائے۔ یہ سن کر شیخ کچھ دیر خاموش ہو گئے۔ پھر فرمایا: جان بلاط کی اتوار کے دن گردن اڑا دی جائے گی۔ جمادی الاولیٰ کی سترہ تاریخ ہوگی۔ اس کے بعد فلاں کو والی بنایا جائے گا۔ لوگوں نے شیخ کی اس بارے میں تحریر لے کر جان بلاط تک پہنچا دی اور مصر میں یہ بات پھیل گئی۔ جس سے مملکت میں کہرام بپا ہو گیا۔ جان بلاط کہنے لگا شیخ کو پکڑ کر میرے پاس لاؤ۔ اس سے پہلے کہ کوئی مجھے قتل کرے میں اسے قتل کر دوں گا۔ چنانچہ جان بلاط کے سپاہی آپ کی تلاش میں نکلے۔ آپ ستائیس دن چھپے رہے۔ حتیٰ کہ جان بلاط کی گردن اڑا دی گئی اور اسی طرح ہوا جیسا آپ نے بتایا تھا۔ یہ واقعہ امام شعرانی نے ''عہود'' میں ذکر کیا ہے۔

چند قدم اٹھائے اور مکہ شریف پہنچ گئے

جناب نجم غزی بیان کرتے ہیں کہ شیخ سیوطی کے خادم محمد بن علی حباک نے بتایا کہ شیخ موصوف نے ایک دن مجھے قیلولہ کے وقت فرمایا جبکہ وہ مصر میں شیخ عبداللہ جیوشی کے مزار واقع قرافہ میں تھے۔ ہمارا ارادہ ہے کہ نماز عصر مکہ مکرمہ میں ادا کریں لیکن شرط یہ ہے کہ تم میرے مرنے تک اس بات کو پردے میں رہنے دو۔ آپ نے پوچھا منظور ہے۔ میں نے عرض کیا: جی حضور!

آپ نے اس کے بعد میرا ہاتھ پکڑا اور فرمایا آنکھیں بند کرلو۔ میں نے آنکھیں بند کرلیں آپ اسی حالت میں مجھے تقریباً ستائیس قدم لے کر چلے۔ پھر فرمایا آنکھیں کھول لو۔ میں نے جب آنکھیں کھولیں تو سامنے باب المعلی تھا۔ ہم نے سیدہ ام المومنین خدیجہ رضی اللہ عنہا، فضیل بن عیاض اور سفیان بن عیینہ وغیرہ رحمہم اللہ کے مزارات کی زیارت کی۔ پھر ہم حرم میں داخل ہوگئے۔ ہم نے طواف کیا۔ زمزم پیا۔ پھر مقام ابراہیم کے پیچھے بیٹھ گئے حتیٰ کہ ہم نے نماز عصر پڑھی۔ اس کے بعد پھر طواف کیا اور زمزم پیا۔ پھر مجھے فرمانے لگے:

اے فلاں! زمین کو ہمارے لئے لپیٹ دینا کوئی تعجب والی بات نہیں۔ تعجب اس بات پر ہے کہ مصری مجاوروں میں سے کسی نے بھی ہمیں نہیں پہچانا۔ پھر فرمایا اگر تم چاہو تو واپس ہمارے ساتھ چلو اور اگر یہیں حج تک رہنا چاہو تو تمہاری خوشی۔

راوی بیان کرتا ہے کہ میں نے عرض کیا میں تو آپ کے ساتھ ہی واپس جاؤں گا۔ چنانچہ ہم باب المعلی کی طرف چل پڑے۔ آپ نے مجھے فرمایا آنکھیں بند کرو میں نے بند کیں۔ جلدی سے سات قدم مجھے طے کرائے۔ پھر فرمایا آنکھیں کھول لو۔ جب ہم نے آنکھیں کھولیں تو ہم جیوشی کے قریب تھے۔ ہم سیدی عمر بن فارض کے ہاں اترے۔ پھر شیخ اپنی گدھی پر سوار ہوئے اور ہم آپ کے گھر جامع طولون آگئے۔

امام شعرانی نے ذکر کیا ہے کہ جامع غمری کے امام شیخ امین الدین نجار نے مجھے بتایا کہ مصر میں ابن عثمان ان کے مرنے سے قبل داخل ہوگا اور ۹۲۳ھ کی ابتدائی تاریخوں میں وہ آئے گا۔ آپ نے اس کے علاوہ اور بھی بہت سے کاموں کا وقت مقررہ بتایا۔ پھر اسی طرح اسی وقت پر ہوا جو آپ نے بتا دیا تھا۔

امام شعرانی ہی فرماتے ہیں کہ اگر آپ کی کوئی کرامت نہ بھی ہوتی تو بھی آپ کی اس قدر تالیف وتصنیفات ہی قدرت باری تعالیٰ پر ایمان لانے والے کیلئے آپ کی بزرگی پر دلیل کے لئے کافی ہے۔ جن میں تحریر وتدقیق اپنی مثل آپ ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت ہوئی۔ زیارت کرنے والا دیکھ رہا ہے کہ شیخ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بعض احادیث کے بارے میں پوچھ رہے ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انہیں فرما رہے ہیں: "ھات شیخ السنۃ" خود امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے ایسا خواب دیکھا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انہیں فرما رہے تھے: ھات یا شیخ الحدیث

آپ کے ایک شاگرد شیخ عبدالقادر شاذلی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب میں ان کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ شیخ فرمایا کرتے تھے: میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیداری میں زیارت کی۔ آپ نے مجھے فرمایا: "یا شیخ الحدیث" میں نے آپ

صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! صلی اللہ علیک وسلم کیا میں جنتی ہوں؟ فرمایا: ہاں۔ میں نے عرض کیا۔ کیا بغیر عذاب کے سیدھا جنت میں جاؤں گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں تیرے لئے یہی ہے۔

علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ سے شیخ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا۔ یا سیدی! آپ نے سرکار ابد قرار صلی اللہ علیہ وسلم کو کتنی مرتبہ بیداری میں دیکھا؟ فرمایا ستر سے کچھ اوپر مرتبہ۔ شیخ کا ۹۱۱ھ میں انتقال ہوا اور باب قرافہ کے باہر قوصون کے احاطہ میں دفن کئے گئے۔

حضرت عبدالرحمٰن بن شیخ علی سقاف رحمۃ اللہ علیہ

علمائے تبحرین کے امام اور اولیائے عارفین کے پیشوا ہیں۔ بہت سے نامور آئمہ حضرات سے علم و تصوف کی تعلیم پائی اور ان سے تعلیم پانے والوں میں بڑے بڑے امام ہوئے آپ صاحب کرامات کثیرہ تھے۔

دل کی باتیں معلوم تھیں

آپ کی ایک کرامت یہ تھی کہ آپ اپنے مریدوں اور ساتھیوں کے حالات بذریعہ کشف جان لیا کرتے تھے۔ محدث کبیر جناب محمد بن علی خرد "صاحب غرر" بیان کرتے ہیں کہ میں نے خواب میں اللہ تعالیٰ کی زیارت کی۔ اللہ تعالیٰ کو میں نے اپنے شیخ عبدالرحمٰن موصوف کی خوبیاں بیان کرتے پایا۔ جب میں صبح اٹھا تو میں اپنے شیخ کے ہاں حاضر ہوا اور دل میں کہا کہ اگر ہمارے شیخ صاحب کشف ہوئے تو میرا دیکھا خواب مجھ سے بیان کر دیں گے اس سے پہلے کہ میں آپ کو سناؤں۔ جب میں ان کے گھر پہنچا تو اتفاق سے مجھے دروازے کے باہر ہی مل گئے۔ ملاقات میں انہوں نے میرے عرض کرنے سے پہلے ہی میرا خواب بیان کر دیا۔

صاحب قبر قرآن کریم کی غلطی بتادیتے

ایک کرامت یہ تھی کہ آپ اپنے بارے میں فرمایا کرتے تھے: میں استاذ اعظم فقیہ مقدم کی قبر پر قرآن کریم پڑھتے پڑھتے جب کسی آیت میں غلطی کر جاتا یا بھول جاتا تو میں قبر سے ان کی آواز سنتا۔ آپ مجھے صحیح آیت بتادیتے اور غلطی سے صحت کی طرف لوٹا دیتے۔ یونہی میں اپنے والد گرامی سے ان کی قبر سے سنا کرتا تھا کہ آپ مجھے فرماتے: "قم من الشمس" دھوپ سے اٹھ جاؤ۔

فتح کی پیشگی خبر دی

ایک کرامت آپ کی یہ بیان کی گئی ہے کہ جب محمد بن احمد سلطان تریم اور محمد بن عبداللہ بن جعفر کثیری سلطان الشحر و ظفار کا ٹکراؤ ہوا تو فرمایا: بہت جلد محمد بن احمد کامیاب ہوگا۔ پھر یوں ہی ہوا جیسا آپ نے فرمایا تھا۔

قبر میں ولی کی تشریف آوری

ایک کرامت یہ بیان ہوئی کہ آپ نے اپنے ایک مرید کے دفن ہونے کے بعد تلقین کا ارادہ فرمایا اور اس کے لئے اس کی قبر کے سرہانے بیٹھ گئے۔ لیکن پھر تلقین کئے بغیر اٹھ کھڑے ہوئے۔ آپ سے اس بارے میں پوچھا گیا تو فرمانے لگے:

میں نے اپنے چچا عبداللہ کو صاحب قبر کے پاس دیکھا ہے۔ انہوں نے مجھے فرمایا: اسے تلقین کی کوئی ضرورت نہیں۔

ولی کا ولی کی طرف رقعہ

آپ ایک مرتبہ مسجد بنی مروان میں تشریف فرما تھے کہ ایک چیز مسجد کی طرف اڑتی ہوئی گری۔ آپ نے حاضرین میں سے ایک سے فرمایا: جاؤ اور جا کر گری ہوئی وہ چیز لے آؤ۔ جب وہ اٹھا کر لایا تو وہ ایک مہر لگا رقعہ تھا۔ آپ نے اسے کھولا اور پڑھا اور اس کی طرف ایک جواب لکھ کر اسی شخص سے کہا: اس کاغذ کو وہیں رکھ آؤ جہاں سے اٹھا کر لائے تھے۔ اس نے رکھ دیا۔ پھر ایک پرندہ آیا اور اسے لے کر اڑ گیا۔ آپ سے اس کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمانے لگے: ہمارے ایک صاحب (مرید خاص) محمد باعباد نے ہمیں ایک رقعہ بھیجا تھا۔ ہم نے اس کی ایک طرف اس کا جواب لکھ کر واپس بھیج دیا ہے۔ ''المشرع الروی'' کے مطابق آپ نے تریم میں ۹۲۳ھ میں انتقال فرمایا۔

حضرت عبدالرحمٰن بن شیخ وہب اسطوحی رحمۃ اللہ علیہ

ولی کا ایندھن واپس آ گیا

آپ کی ایک کرامت یہ بیان کی گئی ہے کہ ایک مرتبہ چند لوگوں نے آپ کے جزیرہ سے آپ کی اجازت لئے بغیر لکڑیاں کاٹ لیں اور انہیں لے کر روانہ ہو گئے اور کشتی میں بیٹھ کر اپنے اپنے ٹھکانہ کو چل دیئے۔ بولاق کے قریب جب کشتی پہنچی تو اس میں سوار تمام افراد ڈوب گئے اور کشتی واپس چل پڑی۔ لگاتار بہہ کر کشتی آپ کے جزیرہ پر آ کر رک گئی۔ آپ نے دیکھ کر پڑھا: ''ھذہ بضاعتنا ردت الینا'' یہ ہمارا سامان ہماری طرف ہی لوٹا دیا گیا ہے۔ کشتی کے مالک نے کہا:

یا سیدی! اے شیخ محترم! آپ نے کشتی کے تمام سواروں کو ایندھن کے دو گٹھوں کے بدلہ میں ڈبو دیا ہے؟ آپ نے فرمایا: یہ میں نے نہیں بلکہ میرے آقا جناب شیخ احمد بدوی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا ہے۔ اسے امام شعرانی نے بیان کیا۔

حضرت عبدالرحمٰن مجذوب رحمۃ اللہ علیہ

ہر واقعہ کا ولی کو علم ہوتا ہے

آپ اکابر اولیائے کرام میں سے ہوئے۔ امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ آپ میری طرف سلام بھیجا کرتے تھے اور اپنے خادم کو میرے ساتھ رات کو ہونے والے تمام واقعات ایک ایک کر کے بتا دیا کرتے تھے۔ خادم آ کر مجھے بتا دیا کرتا تھا میں آپ کی اس قوت اطلاع پر بڑا تعجب کرتا تھا۔ ایک مرتبہ مجھے باری کا بخار ہو گیا۔ جس سے میرے جسم میں آگ سی لگ گئی۔ میں نے کپڑے اتار دیئے اور سویقۃ اللبن کی گلیوں میں عشاء سے قبل نکل کھڑا ہوا۔

آپ اپنے ایک خادم کو فرمانے لگے: یہ چادر لے جاؤ اور عبدالوہاب سے مل کر اسے دو تاکہ وہ اسے اپنے جسم پر لپیٹ لے۔ اس بات کی اطلاع مجھے خادم نے کئی دنوں بعد دی اور کہا کہ شیخ موصوف نے فلاں فلاں وقت مجھے یہ کہا تھا۔ میں نے کہا یہ مجذوب ہیں اور انہیں تمہارا کپڑوں کے بغیر پھرنا کس قدر افسوسناک لگا۔ آپ بیس سال سے کچھ اوپر عرصہ سے ایک ہی جگہ

بیٹھے رہے۔ کیونکہ فقرا نے آپ کو بٹھا رکھا تھا۔ آپ روئے زمین کی خبروں سے آگاہ کرتے تھے۔ فقرا کے حالات اور ان کے کھانے پینے کی اشیاء کی خبر دیا کرتے تھے۔ ۹۴۴ھ میں انتقال فرمایا اور حسینیہ میں اپنی عبادت گاہ جامع ملک ظاہر کے قریب دفن کئے گئے۔

حضرت عبدالرحمٰن شامی رحمۃ اللہ علیہ مدرس خانقاہ سعید السعد اقاہرہ

آپ بہت بڑے امام، شیخ، صوفی اور پختہ ولی اللہ تھے۔ دسویں صدی میں انتقال فرمایا۔ اور سلطان اینال کی قبر کے قریب دفن کئے گئے۔ پہاڑوں سے درندے آپ کے پاس آتے دیکھے گئے اور رات کے وقت آپ کی قبر کے دروازے کے قریب کھڑے ہو جاتے۔ آپ قبر سے نکل کر ان کے پاس تشریف لاتے اور ان سے گفتگو فرماتے۔ پھر درندے واپس ہو جاتے۔ اسے امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کیا ہے اور نجم غزی نے اسے بیان کیا ہے۔

حضرت عبدالرحمٰن بن یوسف رومی رحمۃ اللہ علیہ

آپ بہت بڑے عالم، صالح اور رومی سلطنت کے ایک سرکاری افسر تھے۔ آپ پر جب اللہ تعالیٰ کی طرف ہمہ تن متوجہ ہو جانے کا غلبہ ہوا اور دنیا کی بجائے اس کے پیدا کرنے والے کی طرف توجہ ہوئی تو ظاہری ولایت وحکمت چھوڑ دی۔ پڑھنا پڑھانا بھی ترک کر دیا اور صرف اللہ تعالیٰ سے تعلق جوڑ لیا۔

پہاڑی پر سے کعبہ دکھا دیا

آپ خود اپنی بات بیان کرتے ہیں کہ ادرنہ شہر میں ایک مرتبہ بیمار پڑ گیا۔ میں یہاں ایک کمرے میں اکیلا ہی رہتا تھا۔ دوسرا کوئی نہ تھا۔ ہر رات کمرے کی دیواروں میں سوراخ ہوتا اور اس سے ایک شخص نکل کر میری تیمارداری کیا کرتا تھا۔ پھر واپس چلا جاتا۔ جب میں بیماری سے تندرست ہو گیا تو وہ شخص بولا:

آج کے بعد میں نہیں آؤں گا۔ میں نے اس سے پوچھا آپ کون ہیں؟ وہ کہنے لگا اگر تم مجھے جاننا پہچاننا چاہتے ہو تو اس شہر سے باہر نکلو اور مسافروں کے ساتھ سفر کرو۔ ان شاء اللہ میری ملاقات ہو جائے گی۔ فرماتے ہیں کہ کچھ دنوں بعد میں اس شہر کے چند لوگوں کے ہمراہ باہر نکلا۔ چلتے چلتے ان میں سے ایک نے کہا کہ یہاں قریب ہی ایک بستی ہے۔ جس کی آب وہوا اچھی ہے اس میں ایک مرد خدا رہتا ہے۔ جسے کو عالم اسود کہتے ہیں۔ میں نے سمجھ لیا کہ یہ مرد خدا وہی ہو گا جو میری تیمارداری کیا کرتا تھا۔ میں اس بستی کی طرف چل پڑا۔ پھر ایک آدمی سے میری ملاقات ہوئی۔ وہ بیٹھا ہنس رہا تھا۔ جب میں نے غور سے دیکھا تو وہ وہی شخص تھا جو رات کو میری بیمار پرسی کے لئے آیا کرتا تھا۔

فرماتے ہیں کہ میں پورا دن اس کے پاس رہا۔ جب عصر کا وقت ہوا تو ہم نے وہاں نماز عصر پڑھنے کا ارادہ کیا۔ اس نے ایک اونچی جگہ کی طرف اشارہ کیا۔ جب ہم اس پر چڑھ گئے تو پوچھنے لگا یہ جگہ کیسی ہے؟ میں نے کہا: بہت خوبصورت اور لطیف ہے۔ وہ کہنے لگا تم یہاں سے کعبہ دیکھ سکتے ہو؟ میں نے کہا یہ کیسے؟ اس نے کہا دیکھو تو۔ جب میں نے دیکھا تو کعبہ بالکل

ہماری آنکھوں کے سامنے تھا۔ میں نے وہاں نماز عصر ادا کی اور کعبہ ہماری نظروں سے اس وقت تک اوجھل نہ ہوا جب تک ہم نے نماز مکمل ادا نہ کر لی۔

زندہ ولی نے فوت شدہ ولی سے گفتگو کی

''شقائق نعمانیہ'' میں مذکور ہے کہ ایک شخص نے بیان کیا۔ میں نے مولیٰ عبدالرحمٰن کو خواب میں دیکھا جب ان کا انتقال ہو چکا تھا۔ آپ نے خواب کے اندر ہی مجھے فرمایا کہ سید بخاری کی عمارت واقع بروسا شہر میں ایک مسافر آدمی میری زیارت کرنا چاہتا ہے اسے میری قبر کی نشاندہی کر دینا۔

راوی بیان کرتا ہے کہ میں اس رات کی صبح ہوتے ہی مذکورہ مقام پر پہنچ گیا۔ وہاں مجھے واقعی ایک مسافر ملا۔ میں نے اس سے پوچھا کیا چاہتے ہو؟ کہنے لگا: میں مولیٰ عبدالرحمٰن کی زیارت کا خواہشمند ہوں۔ میں اس مسافر کو شیخ کی قبر تک لے آیا۔ جب میں اسے وہاں پہنچا کر خود بھی وہاں بیٹھ گیا تو میں نے اندازہ لگایا کہ میرا بیٹھنا اس مسافر کو اچھا نہیں لگا۔ اس سے وہ گھبراہٹ محسوس کر رہا ہے۔ لہٰذا میں وہاں سے اٹھ کر مسجد میں آ گیا۔ میں مسجد میں ان دونوں کی باہم گفتگو سن رہا تھا اور مجھے شیخ عبدالرحمٰن کی باتوں کی اسی طرح آواز محسوس ہوئی جس طرح زندگی میں وہ بولا کرتے تھے۔

جب اس مسافر نے سلسلہ کلام ختم کیا تو میں مسجد سے باہر نکلا۔ لیکن مجھے وہاں قبر کے پاس کوئی بھی نظر نہ آیا۔ شیخ موصوف نے ۹۵۴ھ میں بروسا شہر میں انتقال فرمایا۔ اسے نجم غزی نے بیان کیا ہے۔

حضرت عبدالرحمٰن اجوری رحمۃ اللہ علیہ

آپ مصر کے رہنے والے، امام مالک کے پیرو، بہت بڑے عالم، زاہد اور صاحب خشوع و خضوع تھے۔ امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: جب موصوف بیمار ہوئے تو میں ان کے ہاں حاضر ہوا۔ دیکھا کہ آپ پر موت کی اس قدر سختی ہے کہ پانی نکلنا شروع ہو گیا۔ اچانک ایک شخص کوئی مسئلہ لے کر حاضر ہوا۔ آپ نے فرمایا مجھے بٹھاؤ۔ ہم نے ٹیک دے کر آپ کو بٹھایا۔ آپ نے مسئلہ کا جواب لکھا۔ سخت بیماری کی حالت میں بھی آپ کی ذہنی صلاحیت جوں کی توں تھی۔ فرمانے لگے:

شاید یہ آخری مسئلہ ہے کہ جس کا جواب لکھا گیا۔ آپ اسی رات فوت ہو گئے۔ یہ ۹۶۰ھ کا واقعہ ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کے مقابل جگہ میں دفن کئے گئے۔ جو قرافہ میں جامع محمود کے پڑوس میں ہے۔ آپ کی قبر مشہور زیارت گاہ ہے۔ جو بھی آپ کی قبر کے مقام سے گزرتا ہے وہ یہی کہتا ہے: میں اس جگہ کو پسند کرتا ہوں۔ نجم غزی نے اسے امام شعرانی سے نقل کیا ہے۔

حضرت عبدالرحمٰن بن محمد بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ

آپ یمن کے رہنے والے بہت بڑے فقیہ، مفسر اور صوفی تھے۔ آپ کی کرامات میں سے یہ ہے کہ باوجود کثیر العیال ہونے کے آپ دنیا کی کسی چیز کو ہاتھ نہ لگاتے تھے۔ غیب سے آپ خرچ کرتے۔ مٹی اٹھاتے اور جس قدر تعداد و وزن مطلوب

ہوتا اسی قدر وہ مٹی سونا چاندی بن جاتی۔ آپ نے ایک مرتبہ اپنے بیٹے کو مکان کی چھت سے مٹھائی کا ٹکڑا نکال کر دیا۔

آپ مردوں سے اور مردے آپ سے باتیں کرتے تھے۔ ''نقاد الرجال'' کے لقب سے معروف تھے اور طریقت کے حضرات کی مکمل آگاہی رکھتے تھے۔ صبح کی دو رکعت ادا فرمائیں پھر اپنے تخت سے اترے اور کھڑاؤں میں پاؤں ڈالے۔ پھر تخت پر جھکے اور اپنی پیشانی اس پر رکھی اور اللہ کو پیارے ہو گئے۔ (قالہ المناوی)

حضرت عبدالرحمٰن بن احمد سقاف رحمۃ اللہ علیہ

چند درہم بہت بڑا سرمایہ بن گئے

آپ عامل علمائے کرام میں سے تھے اور عارف ولی تھے۔ بہت سی کرامات میں سے ایک یہ ہے کہ سید جلیل علی بن ہارون نے بیت اللہ شریف کے حج کا قصد کیا۔ ان کے پاس کھانے پینے کے لئے چند ردی اور ٹوٹی پھوٹی اشیاء تھیں۔ ان کا خریدار کوئی نہ ملا اور نہ ہی انہیں خوراک میسر آئی۔ کیونکہ علاقے میں کافی عرصہ سے بارش نہ ہونے کی وجہ سے خشک سالی تھی۔ فقیر ہونے کی وجہ سے بہت پریشان ہو گئے۔

بالآخر صاحب تذکرہ جناب عبدالرحمٰن سقاف سے ملاقات کا ارادہ کیا۔ ان سے مل کر اپنے حالات کی شکایت کی۔ آپ نے ان کے لئے دعا فرمائی اور کہا عنقریب تمہاری ٹوٹی پھوٹی اشیاء بک جائیں گی۔ اپنی طرف سے ایک تھیلا بھی دیا اور فرمایا کہ اشیاء کی فروخت سے ملنے والے درہم اس میں ڈال دینا۔ اللہ تعالیٰ برکت عطا فرمائے گا۔ تم بہت زیادہ مالدار ہو جاؤ گے اور دنیا و آخرت کی تجارت کرو گے۔ لیکن تمہیں وصیت کرتا ہوں کہ خدا سے ڈرتے رہنا اور کسی سائل کو خالی ہاتھ نہ لوٹانا۔ پھر ویسے ہی ہوا جیسا شیخ نے فرمایا تھا: ''المشرع الروی'' میں اسے ذکر کیا ہے۔

حضرت عبدالرحمٰن بن محمد بن علی ابی الحسن بکری صدیقی رحمۃ اللہ علیہ

آپ صاحب حال و مقام بزرگ تھے اور مشہور کرامات کا آپ سے صدور رہا۔ آپ کی ایک کرامت یہ تھی کہ جب بھی کسی کے لئے دعا کرتے تو اس کی امید بر آتی اور اگر کسی کے لئے بد دعا کرتے تو اس کو موت آ لیتی۔

چند قدم میں طویل مسافت طے کرا دی

آپ ایک جماعت کے ہمراہ دواسر کے راستے حج پر تشریف لے جا رہے تھے چنانچہ لوگوں کو راستہ بھول گیا اور ان کے پاس موجود پانی ختم ہو گیا اور ہلاکت کے قریب پہنچ گئے۔ آپ نے جب ان کی پریشانی دیکھی تو تیمم کر کے دو رکعت نفل ادا کئے اور اللہ تعالیٰ سے دعا کی۔ پھر آپ نے ساتھیوں کو فرمایا: اللہ تعالیٰ کی برکت پر سفر کرو۔ ابھی وہ کچھ دیر ہی چلے تھے کہ وہ دواسر کے کھجوروں کے باغ کے قریب تھے۔

شیخ موصوف نے ۱۰۳۷ھ میں تریس شہر میں انتقال فرمایا۔ یہاں آپ کی قبر مشہور زیارت گاہ ہے۔ یہ ''المشرع الروی'' میں لکھا ہے۔

حضرت عبدالرحمٰن بن علی خیاری رحمۃ اللہ علیہ

آپ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے مقلد تھے۔ مدینہ منورہ میں قیام پذیر ہوئے۔ یہاں کے خطیب تھے۔ بہت بڑے محدث اور امام جلیل الشان تھے۔ مصر میں آپ نے جلیل القدر علماء سے تعلیم پائی۔ جیسا کہ نور زبیدی رحمۃ اللہ علیہ پھر ان سے تعلیم حاصل کرنے والے نور شبراملسی ایسے مشہور علماء ہوئے۔ اس کے بعد مدینہ منورہ ہجرت کر گئے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اذن سے یہاں سکونت پذیر ہوئے۔ یہ ۱۰۲۹ھ کا واقعہ ہے۔ مدینہ منورہ رہنے والوں نے آپ سے نفع اٹھایا اور علوم دینیہ حاصل کئے۔ آپ ہر فن میں ید طولیٰ رکھتے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ آپ کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت بیداری میں ہوا کرتی تھی۔

ایک مرتبہ یوں ہوا کہ انہوں نے حدیث پاک کی کوئی کتاب مکمل پڑھا کر دعا کی۔ دوران دعا کھڑے ہو گئے اور جس طرح صاحب ایمان دعا کرتے ہیں۔ دونوں ہاتھ اٹھائے دعا کرتے رہے۔ آپ کو دیکھ کر درس میں شریک طالب علم وغیرہ بھی کھڑے ہو گئے۔ جب کھڑے کھڑے کافی وقت گزر گیا۔ اس قدر کہ بعض حضرات تھک گئے اور کچھ دوسرے چلے گئے اور جو باقی کھڑے رہے وہ بڑے متعجب تھے۔ آپ متواتر سر جھکائے ہاتھ اٹھائے کھڑے رہے۔ یوں نظر آتا تھا کہ آپ یہ سب کچھ غیر شعوری طور پر کر رہے ہیں۔ جب آپ نے دعا ختم کی تو آپ کے شاگردوں میں سے کسی خاص شاگرد نے عرض کیا:

اے آقا! اتنی دیر ایسے کھڑا رہنا کیا تھا؟ اس سے قبل تو کبھی آپ سے ایسی بات دیکھنے میں نہیں آئی۔ فرمایا: خدا کی قسم! میں اسی وقت کھڑا ہوا تھا جب مجھے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نظر آئے کہ آپ کھڑے ہمارے لئے دعا فرما رہے تھے۔ میں بھی آپ کی دعا کے ساتھ شامل ہو گیا اور اس وقت دعا ختم کی جب آپ نے ختم فرمائی۔ یہ واقعہ شیخ موصوف کی عظیم کرامت ہے۔ موصوف نے ۱۰۵۶ھ میں انتقال فرمایا اور بقول محبی بقیع غرقد میں دفن کئے گئے۔

حضرت عبدالرحمٰن بن احمد ادریسی رحمۃ اللہ علیہ

افریقہ میں مکناسۃ الزیتون میں پیدا ہونے کی وجہ سے مکناسی بھی آپ کی نسبت ہے۔ امام حسن رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے تھے۔ مکہ معظمہ میں تشریف فرما رہے۔ سید، عارف باللہ اور قطب زماں تھے۔ بہت بڑے ولی تھے۔ آپ کشف صریح اور ظاہر باہر حال والے تھے۔ آپ کچھ عرصہ بعد سوڈان سے نکل کر مصر، شام، روم اور یمن کے علاقوں میں گئے حج کیا اور مکہ مشرفہ کی مجاوری کی۔ آپ سے بہت سی کرامات دیکھنے میں آئیں۔

سمندر کا پانی ٹھہر گیا

آپ کی ایک کرامت یہ تھی جسے شیخ سید جلیل عمر بن سالم شیخان باعلوی نے بیان کیا کہ ایک مرتبہ میں نے شیخ موصوف کے ساتھ یمن کا سفر کیا۔ اس وقت ان کے ساتھ شیخ فاضل عبداللہ بن محمد طاہر عباسی مکی بھی تھے چنانچہ جس سمندر میں سے ہم جا رہے تھے وہاں سخت ہوا نے حملہ کر دیا۔ اس قدر تیز کہ تمام افراد کو ہلاکت نظر آنے لگی۔ کشتی سواروں نے جناب شیخ سے عرض کیا: اے آقا! آپ ہماری حالت نہیں دیکھ رہے خدارا دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ ہم سے اس سختی کو دور فرما دے۔ آپ نے سمندر

سے فرمایا ''اسکن باذن اللہ'' اللہ کے حکم سے ٹھہر جا۔ سمندر اسی وقت ساکن ہو گیا اور ہوا تھم گئی۔ آپ نے کشتی بان کو حکم دیا اللہ کی برکت کے سہارے اب چلو۔ ملاح بولا:

حضور! ہوا بالکل بند ہو گئی ہے ایسے میں کس طرح کشتی چلاؤں۔ آپ نے فرمایا خوش ہو جاؤ۔ اللہ تعالیٰ ہوا بھیج رہا ہے۔ وہ چل پڑا اور نہایت مناسب ہوا چل پڑی۔ جس سے یہ لوگ اپنے اپنے مقصود کی طرف چل پڑے اور شیخ موصوف کی برکت کی وجہ سے ان کی تمام پریشانی اور خوف دور ہو گیا۔

آمد کی پیشگی خبر

سید جلیل عمر بن سالم ہی بیان کرتے ہیں کہ جب وہ یفرس شہر میں سیدی شیخ احمد بن علوان کی زیارت کو گئے تو شیخ نے اپنے خدام کو خواب میں بتایا۔ یہ خواب خادم کو سید صاحب کے پہنچنے سے ایک دن قبل آیا تھا۔ خواب میں یہ کہا کہ کل صبح تمہارے ہاں ایک ایسا آدمی آئے گا۔ اس کی خوب مہمانی نوازی کرنا۔ اس کی تعظیم میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھنا اور ان کے لئے باعزت اور اعلیٰ جگہ کا انتظام کرنا۔ کیونکہ وہ بہت بڑے اللہ والے بزرگ ہیں۔

خادم نے اپنے شیخ کے حکم کے مطابق تیاری مکمل کر لی اور وہ اس وقت کا انتظار کرنے لگا جو شیخ نے اس بزرگ کی آمد کا بتایا تھا۔ لیکن وقت مقررہ پر کوئی نہ آیا۔ چنانچہ خادم شہر سے باہر نکلا۔ شاید باہر ملاقات ہو جائے۔ وہاں بھی کوئی نام ونشان نہ تھا۔ ناامیدی کی حالت میں واپس ہولیا اور سید موصوف کے آنے کی امید ختم کر چکا تھا۔ شیخ کے مقام میں جب داخل ہوا تو وہاں اس خادم کو اپنے اوصاف والا ایک آدمی بیٹھا نظر آیا۔ حالانکہ جب یہ خادم باہر گیا تھا تو دروازے بند کر کے ان پر تالے ڈال کر چابیاں اپنے پاس لے کر گیا تھا۔ اب کیا دیکھتا ہے کہ چابیاں تو اسی کے پاس ہیں لیکن دروازے کھلے ہوئے ہیں۔ خادم نے آپ کو پہچان لیا کہ یہ وہی بزرگ ہیں۔ ہاتھ چومے اور اپنے شیخ کی ہدایات انہیں بتائیں۔ پھر خادم انہیں مہمان خانے لے گیا اور ان کی خوب آؤ بھگت کی۔

سفر پر جانے والوں کے آئندہ حالات پر آگاہی

سید جلیل عمر بن سالم رحمۃ اللہ علیہ ہی بیان کرتے ہیں کہ شیخ موصوف ایک مرتبہ بندر مخا تشریف فرما تھے۔ آپ کے دو مرید ہندوستان جانے کا ارادہ لئے بیٹھے تھے۔ اس لئے وہ دونوں آپ کے پاس حاضر ہوئے تاکہ الوداعی ملاقات ہو جائے اور آپ سے دعا بھی کرائیں۔ آپ نے ان میں سے ایک سے فرمایا: سمندر میں تمہیں بہت مشقت اٹھانا پڑے گی۔ لیکن انجام سلامتی ہوگا۔ پھر وہی ہوا جو آپ نے فرمایا۔ دوسرے کے متعلق فرمایا: جب ہندوستان پہنچ کر کہیں مجھے تو دیکھ پائے تو مجھ سے بات چیت نہ کرنا۔ یہ ہندوستان پہنچا اور سلطان کے پایۂ تخت دہلی جہان آباد کا رخ کیا۔ وہاں پہنچے کے بعد ایک دن اپنے مکان کے دروازے پر بیٹھا تھا کہ اچانک سید موصوف کو اپنی طرف آتے دیکھا۔ اس وقت آپ کے جسم پر سیاہ جبہ تھا۔ آپ نے پہچان لیا اور اپنے ایک ساتھی سے کہا:

یہ بزرگ سید عبدالرحمٰن ہیں۔ یہ کہہ کر چھلانگ لگائی تاکہ آپ کی قدم بوسی کرے۔ آپ نے آنکھ سے اسے اشارہ کیا کہ رک جاؤ۔ چنانچہ اسے شیخ کا وہ کلام یاد آگیا جو بوقت وداع شیخ نے کہا تھا۔ واپس پلٹا اور بے ہوش گیا اور عظیم حالت حاصل ہو گئی۔ جب افاقہ ہوا تو سید موصوف نظروں سے اوجھل تھے۔ آپ نے ذی القعدہ ۱۰۸۵ھ کی سترہویں تاریخ کو انتقال فرمایا اور سید سالم شیخان کے احاطہ میں دفن کئے گئے۔ یہ جگہ آپ نے سید سالم کے خاندان سے خریدی تھی اور وصیت فرمائی تھی کہ مجھے اس جگہ دفن کرنا۔ (قال المحبی)

سید موصوف رحمۃ اللہ علیہ ہر ایسے شخص کو ایک ترغیب دیا کرتے تھے جس میں آپ علامات خیر پاتے کہ وہ حضرات صوفیہ کرام سے عقیدت رکھے۔ ان کی گفتگو کو سچا جانے اور ان کے علوم واحوال کی تصدیق کرے۔ خاص کر شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہ کا تو آپ بہت زیادہ احترام کرتے اور دوسروں کو بھی اس کا حکم دیتے تھے۔

ولی کی گفتگو نے دل کی کیفیت بدل ڈالی

سید مذکور ہی بیان کرتے ہیں کہ مجھے فاضل کامل بھائی جناب مصطفیٰ بن فتح اللہ نے بتایا کہ ایک مرتبہ آپ کے گھر حاضر ہوا جبکہ آپ مکہ مکرمہ میں رہائش پذیر تھے۔ میں شیخ عارف حسین بن محمد بافضل کے ساتھ گیا تھا۔ اس سے پہلے مجھے آپ سے ملاقات کا شرف حاصل نہ ہوا تھا۔ یہ پہلی ملاقات تھی۔ میرے دل میں صوفیہ کرام کے حال واحوال اور ان کے متعلق باتوں کی کوئی اہمیت نہ تھی۔ جب میں آپ سے ملا تو آپ نے پوچھا: ما تقول فی الصوفیة؟ صوفیہ کرام کے بارے میں تم کیا کہتے ہو؟ میں خاموش رہا۔ کیونکہ اس بارے میں مجھے معلومات ہی نہ تھیں۔ آپ نے امام غزالی کا ذکر کیا۔ اور وہ واقعہ بھی ذکر کیا جو قاضی عیاض کے ساتھ ان کے انکار کی وجہ سے پیش آیا اور ''احیاء علوم الدین'' کے جلانے کا تفصیلی واقعہ بیان کیا جو بہت عجیب و غریب واقعہ تھا۔ اس کے بعد انہوں نے شیخ اکبر محی الدین بن عربی رحمۃ اللہ علیہ اور آپ کے احوال و تصنیفات کا ذکر کیا۔ ان کی تعریف خوب کی اور فرمایا کہ شیخ اکبر خدائی مہر تھے۔ پھر مجھے پختہ حکم دیا کہ صوفیہ سے عقیدت رکھو اور ان کی کتابوں کا مطالعہ رکھو اور ان کی ہر بات کو تسلیم کرو اور ان کے علوم واحوال کی تصدیق کرو۔

راوی بیان کرتا ہے کہ آپ کی یہ گفتگو میرے حق میں یوں بنی گویا اللہ تعالیٰ نے میرے قلب پر آپ کی گفتگو چھاپ دی ہے۔ اس وقت سے بحمد تعالیٰ میں حضرات صوفیہ کرام کا بہت معتقد ہوں اور ان سے مجھے بے پناہ محبت ہے۔

حضرت عبدالرحمٰن سقاف باعلوی رحمۃ اللہ علیہ

مدینہ منورہ میں تشریف فرما ہے۔ یہاں آپ نے شیخ محمد حیات سندھی سے طریقت کا راستہ پایا۔ جس کے لئے انہیں کسی صالح مرد نے اشارہ کیا تھا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بلا حجاب تعلق

آپ خود بیان کرتے ہیں کہ میرے اور جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان کوئی پردہ نہیں رہا اور یہ کہ نقشبندی طریقہ

میں صرف اسی کو عطا کرتا ہوں جس کے لئے حضور ﷺ اجازت فرمادیں۔ بقول جبرتی آپ نے ۱۲۴ ھ میں مدینہ منورہ میں ہی انتقال فرمایا۔

حضرت شیخ عبدالرحمٰن بحیرمی رحمۃ اللہ علیہ

آپ سمندر کے کنارے واقعہ بستی طنطورہ میں مدفون ہیں۔ اس بستی اور حیفا کے درمیان جنوب کی طرف ایک پڑاؤ کا سفر کیا ہے اور ہماری بستی اجزم سے تقریباً تین میل کی مسافت پر واقع ہے جسے طے کرنے میں اندازاً ڈیڑھ گھنٹہ صرف ہوجاتا ہے۔ آپ کی اصل جائے پیدائش بحیرم بستی ہے جو مصر کی ایک بستی ہے۔ آپ وہاں سے ہمارے علاقہ میں تشریف لائے۔ یہاں آپ کی ولایت نے شہرت پائی اور آپ سے بہت سی کرامات کا صدور ہوا۔

میں نے جس شخص کو بھی دیکھا ان کے بارے میں جان پہچان پائی وہ آپ کو بہت بڑا ولی تسلیم کرتا تھا اور جس کو بھی آپ کی گفتگو سننے کا اتفاق ہوا اس نے مجھے آپ کی ولایت کبریٰ کا ہی پتہ دیا۔ میں ''علامہ نبہانی'' ان کی زیارت نہ کرسکا۔ مجھے ان کے صاحبزادے شیخ محمد سے ملنے کا اتفاق ہوا۔ آپ ہماری بستی اجزم میں رہائش پذیر رہے۔ کئی سال ہوئے آپ کا انتقال ہو چکا ہے۔ آپ کی اولاد امجاد اب بھی اس بستی میں قیام پذیر ہے۔ بارك الله فيهم ان کے کچھ افراد اپنے جدامجد کی بستی طنطورہ میں بھی سکونت پذیر ہیں۔

ولی کے گھر داخل ہوتے ہی بخار کافور ہوگیا

مجھے میرے والد گرامی شیخ اسماعیل نبہانی نے بتایا۔ آپ اس وقت بقید حیات ہیں اور نوے سال کی عمر ہوجانے کے باوجود بحمد للہ صحت مند ہیں اور تمام حواس درست ہیں اور قرآن کریم کی حسب سابق تلاوت بکثرت کرتے ہیں۔ تین مرتبہ حج بیت اللہ کی سعادت پاچکے ہیں۔ اور میری والدہ کے ہمراہ حضور سرور کائنات ﷺ کی زیارت سے بھی مشرف ہوچکے ہیں۔ آپ نہایت سچے آدمی ہیں مجھے آپ کا کوئی جھوٹ اب تک نہ ملا۔ خواہ کوئی اہم کام ہو یا غیر اہم ہو، نہ ہی مذاق اور نہ ہی سنجیدہ گفتگو میں کبھی جھوٹ سنا۔ اللہ تعالیٰ انہیں بحفاظت رکھے اور مجھے ان کی طرف سے اچھا بدلہ عطا فرمائے اور آپ کی برکات و دعاؤں سے اللہ تعالیٰ مجھے نفع بخشے اور آپ مجھ سے راضی رہیں۔

والد محترم نے مجھے بتایا کہ میں نوجوانی کی عمر میں تپ میں مبتلا ہوگیا۔ میں ایک مرتبہ بخار کے دوران شیخ عبدالرحمٰن بحیرمی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں ان کے گاؤں طنطورہ گیا تاکہ آپ سے کوئی چیز حاصل کروں جس سے میرا بخار جاتا رہے۔ میں لگاتار چلتا رہا اور بخار بھی اسی طرح موجود تھا حتیٰ کہ میں شیخ موصوف کے حجرہ میں داخل ہوا۔ اندر آتے ہی میں نے شیخ کے ہاتھ چومے اور عرض کیا:

یا سیدی! میں آپ کے پاس بخار کا ستایا ہوا آیا ہوں۔ آپ اسے دور فرمادیں۔ یہ سن کر فرمانے لگے دروازہ سے داخل ہوتے ہی تمہارا بخار دور ہوگیا تھا۔ حجرہ تک تم بخار کے بغیر ہی آئے ہو۔ میں نے اپنا جائزہ لیا تو واقعی بخار کا نام ونشان نہ تھا۔

اب کافی عرصہ گزر گیا لیکن بخار میری طرف واپس نہیں آیا۔ میں نے دوبارہ شیخ کی دست بوسی کی اور شفا ملنے پر خوشی خوشی واپس لوٹ آیا۔

جنات کا دورہ ختم ہو گیا

ایک کرامت اور بھی میرے والد گرامی نے سنائی۔ وہ یہ کہ نابلس کا ایک باشندہ اپنی بیوی کے بارے میں متفکر تھا۔ کیونکہ اسے جنات کی شکایت تھی اور جن ہر وقت اسے تنگ کرتا تھا۔ مرگی کی طرح اسے دورے پڑتے تھے۔ چنانچہ یہ شخص اپنی بیوی کو ساتھ لے کر شیخ عبدالرحمٰن بحیری رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آیا۔ اس امید پر کہ شیخ کی برکت سے اللہ تعالیٰ میری بیوی کو شفا عطا فرما دے۔

دونوں راستہ طے کرتے جا رہے تھے۔ جنگل اور غیر آباد جگہ سے گزرتے ہوئے اس کی بیوی کو اچانک دورہ پڑ گیا۔ وہاں انہیں کوئی اور نہیں دیکھ رہا تھا۔ اسی دورہ کی حالت میں اس نے اپنی بیوی سے ہم بستری کر لی۔ پھر کچھ لمحے بعد اسے افاقہ ہو گیا اور آگے چل دیئے۔ چلتے چلتے دونوں طنطورہ آ گئے۔ یہاں پہنچ کر شیخ موصوف کے ہاں حاضری کے لئے آئے۔ خاوند نے اپنی بیوی کے دورہ پڑنے کی شکایت کی۔ آپ نے سن کر اسے فرمایا جو جن اس کو چکرایا کرتا تھا وہ اس وقت سے بھاگ گیا ہے جب تو نے راستہ میں اس سے ہم بستری کی تھی۔ اور آئندہ وہ نہیں آئے گا۔

اس واقعہ میں دو وجہ سے کرامت ہے کہ شیخ موصوف کو اس بات کی اطلاع ہو چکی تھی جو اس شخص نے اپنی بیوی کے ساتھ راستہ میں کی (یعنی ہم بستری) حالانکہ وہاں کوئی تیسرا آدمی نہ تھا اور نہ ان دونوں نے کسی سے اس کا ذکر کیا تھا۔ دوسری کرامت یہ کہ جن کا دورہ ڈالنا ختم ہو گیا اور ہمیشہ کے لئے وہ اسے چھوڑ گیا۔

آپ کی اور بھی بہت سی کرامات ہیں جو ان شہروں کے باشندے بیان کرتے ہیں۔ مجھے آپ کی تاریخ وفات کا علم نہ ہو سکا۔ ہاں اتنا ضرور جانتا ہوں کہ میری پیدائش سے قبل ہی آپ انتقال فرما چکے تھے۔ میری پیدائش ۱۲۶۶ھ میں ہوئی تھی۔ شیخ موصوف اور ولی کبیر شیخ عمر باقی خلوتی کے درمیان سچی پکی محبت تھی اور باہم خط و کتابت بھی ہوتی تھی آپ سے ملاقات کی حاضری ابراہیم پاشا مصری بھی آیا کرتا تھا اور آپ کی بہت تعظیم کرتا تھا۔ جبکہ وہ بلاد شامیہ کا حکمران تھا۔

حضرت عبدالرحیم ابو منصور ابن استاذ ابی القاسم عبدالکریم قشیری رحمۃ اللہ علیہ

آپ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے پیرو تھے۔ بہت بڑے آدمی تھے اور لوگ آپ کی پیشوائی تسلیم کرتے تھے۔ آپ کی ایک کرامت یہ تھی کہ آخری عمر میں آپ کی زبان ہر قسم کی گفتگو کرنے سے رک گئی تھی۔ صرف ذکر کے لئے وہ رواں رہتی۔ بقول مناوی ۵۱۴ھ میں آپ نے انتقال فرمایا۔

حضرت عبدالرحیم بن احمد بن احمد قناوی رحمۃ اللہ علیہ

آپ کی نسبت اسحق ہے۔ نہایت شریف اور حسب و نسب والے بزرگ تھے اور صاحب کرامات کثیرہ بھی تھے۔ ایک

کرامت یہ ہے کہ ایک دن شیخ موصوف کے حلقہ میں فضا سے ایک لمبے چوڑے بازوؤں والا اترا۔ حاضرین کو اس کے متعلق کوئی علم نہ تھا کہ یہ کون ہے؟ شیخ موصوف کچھ دیر کے لئے سرنگوں ہوئے۔ پھر وہ لمبے چوڑے بازوؤں والا آسمان کی طرف چڑھ گیا۔ حاضرین نے شیخ سے اس بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا: یہ ایک فرشتہ تھا اس سے ایک بے وقوفی سرزد ہوگئی تھی۔ پھر یہ ہمارے پاس اترا تا کہ اس کی سفارش کی جائے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے میری سفارش اس کے حق میں قبول فرمالی ہے اور وہ واپس اوپر چلا گیا ہے۔

پل بھر میں جاہل کو عالم اور عالم کو جاہل بنا دینا

آپ جب کبھی عام آدمی (جاہل) کو حکم دیتے: اے فلاں! علماء سے گفتگو کرو تو وہ علماء کرام کے سامنے آیات واحادیث کے معانی بیان کرنا شروع کر دیتا۔ حتیٰ کہ اگر وہاں دس ہزار آدمی اس کی باتیں لکھنے والے ہوں تو وہ بھی عاجز ہو جائیں اور ان پر گراں گزرے۔ پھر اسے فرماتے: چپ ہو جاؤ تو اس عام آدمی کو ان علوم میں سے ایک بات بھی یاد نہ رہتی۔ اسے امام شعرانی نے بیان کیا ہے۔

فرشتہ سے مشورہ کرنا

علامہ مناوی نے بیان کیا کہ جب آپ سے کوئی شخص مشورہ طلب کرتا تو آپ فرماتے ذرا مہلت دو کہ میں جبرائیل سے اجازت لے لوں۔ یہ کہہ کر آپ کچھ دیر کے لئے سر جھکا کر پھر سر اٹھا کر فرماتے: کرو یا نہ کرو۔

مناوی ہی کہتے ہیں کہ اس جبرائیل سے مراد وحی لانے والا جبرائیل نہیں بلکہ کوئی دوسرا اس نام کا فرشتہ ہے۔

ایک مرتبہ ایک کتا آپ کے قریب سے گزرا تو آپ اس کے لئے تعظیماً کھڑے ہو گئے۔ بعد میں آپ سے پوچھا گیا تو فرمایا: میں فقرا کی نشانی کی تعظیم کی وجہ سے کھڑا ہوا تھا۔ لوگوں نے اس کتے کی تفتیش کی تو اس کی گردن میں ایک صوفی کے خرقہ کا کچھ حصہ بندھا ہوا تھا۔

سرکار غوث پاک کی آواز پر گردن جھکا دینا

آپ کی ایک کرامت یہ بیان ہوئی کہ قنا میں موجود ہوتے ہوئے آپ نے اپنی گردن آگے کی طرف جھکائی اور بولے: ''صدق الصادق الصدوق'' (انتہائی سچی شخصیت نے سچ ہی فرمایا ہے)۔ آپ سے پوچھا: وہ کون ہیں؟ فرمایا: شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ انہوں نے آج اعلان کیا ہے۔ قدمی هذه علی رقبة کل ولی الله۔ (میرا یہ قدم اللہ تعالیٰ کے تمام ولیوں کی گردن پر ہے)۔ یہ سن کر مشرق و مغرب کے مردان خدا نے اپنی اپنی گردن جھکا دی۔ اس وقت کو نوٹ کر لیا گیا۔ بعد میں خبر آئی کہ اس وقت ہی غوث پاک نے واقعی یہ اعلان کیا تھا۔

قبر سے ہاتھ نکال کر مصافحہ کیا

جناب کمال بن عبدالظاہر بیان کرتے ہیں کہ آپ کی قبر کی زیارت سے مشرف ہوا اور کچھ دیر کے لئے وہاں بیٹھ گیا۔

پس آپ نے اپنی قبر سے اپنا ہاتھ نکالا اور مجھ سے مصافحہ کیا اور فرمایا: اے بیٹے! ایک لمحہ کے لئے بھی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہ کرنا۔ میں علیین میں ہوں۔

آپ کی قبر پر مانگی گئی دعا قبول ہوتی ہے۔ اس کا لوگوں نے بارہا تجربہ کیا۔ طریقہ یہ ہے کہ بروز بدھ ظہر کے وقت دعا کا خواہشمند ننگے پاؤں اور ننگے سر ان کی قبر کے قریب جائے۔ دو رکعت نماز ادا کرے۔ پھر قرآن کریم کی کچھ تلاوت کرے۔ پھر یہ دعائیہ کلمات کہے: ''اللھم إنی أتوجه إلیك بجاہ نبیك محمد صلی اللہ علیه وسلم و بأبینا آدم و حواء و بما بینھما من الأنبیاء و المرسلین و بعبدك عبد الرحیم القناوی اقض حاجتی'' (اے اللہ! میں تیری طرف تیرے پیارے نبی جناب محمد ﷺ کے جاہ کا وسیلہ لے کر متوجہ ہوتا ہوں اور اپنے ماں باپ آدم و حوا اور ان کے درمیان تمام انبیاء اور مرسلین کا وسیلہ اور تیرے بندے عبدالرحیم قناوی کا واسطہ میری یہ حاجت پوری فرما دے)۔

اپنی حاجت کا نام لے اللہ تعالیٰ نے چاہا تو حاجت بر آئے گی۔

ابدال کی موت اور اس کی جگہ پر تقرری

''نسمات الاسحار'' میں شیخ علوان حموی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ بہجت شیخ عبدالقادر جیلانی (رضی اللہ عنہ) میں علامہ شنطوطی نے ذکر کیا کہ ابوالحجاج اقصری سے روایت ہے کہ مصر میں دو شیخ عبدالرحیم مغربی اور عبدالرزاق اکٹھے ہوئے۔ شیخ عبدالرحیم کچھ دیر کے لئے سر جھکائے رہے پھر سر اٹھا کر شیخ عبدالرزاق سے کہا:

بھائی! میں نے لوح محفوظ میں دیکھا کہ اس وقت بیت المقدس میں ابدال میں سے ایک مرد خدا تشریف فرما ہے اور مجھے حکم ملا ہے کہ اس کی وفات میں حاضر ہوں۔ اس کے بعد دونوں صاحبان اٹھے اور اسی وقت بیت المقدس آ گئے اور مرد خدا ابدال کی میت پر حاضر ہو گئے، اس کی تجہیز و تکفین کی اور اسی دن واپس مصر تشریف لے آئے۔ شیخ عبدالرحیم نے شیخ عبدالرزاق سے کہا: اٹھیے اور چلیے۔ اللہ تعالیٰ نے اس ابدال کا مقام ایک شیخ کو عطا فرما دیا ہے جو دریائے نیل میں اس وقت کشتی میں سوار ہے۔ اور مجھے حکم ملا ہے کہ اس کے پاس پہنچوں۔ چنانچہ ہم دریائے نیل کے کنارے کی طرف چل پڑے۔ اچانک ہمیں وہ کشتی دریا کے دوسرے کنارے پر چلتی نظر آئی۔ شیخ عبدالرحیم نے عصا (لاٹھی) پکڑا اور اسے زمین میں گاڑ دیا۔ اس سے کشتی چلنا بلند ہو گئی۔ دائیں بائیں کہیں حرکت نہ کر سکی۔ پھر شیخ عبدالرحیم پانی پر پاؤں رکھ کر چل پڑے۔ حتیٰ کہ کشتی کے پاس جا کر اس آدمی کا نام لے کر آواز دی۔ اس نے جواب دیا جب وہ آپ کے قریب آیا تو اس کا ہاتھ پکڑا اور پانی پر سے چلتے ہوئے دوسرے کنارے آ گئے۔ پھر شیخ نے گڑا ہوا عصا اپنے ہاتھ سے زمین سے کھینچا تو کشتی رواں دواں ہو گئی۔ پھر یہ تینوں حضرات بیت المقدس کی طرف روانہ ہو گئے۔ وہاں اس دن کی نماز مغرب ادا کی اور وہ شخص ابدال کی جگہ بیٹھ گیا۔ اللہ نے اسے یہ مقام عطا فرما دیا۔ شیخ عبدالرحیم قناوی رحمۃ اللہ علیہ نے مصر کی سرزمین پر قنا میں ۵۹۲ھ میں انتقال فرمایا۔

حضرت عبدالرحیم بن حسین بن علی رحمۃ اللہ علیہ

ان کے شاگرد زین عراقی نے ان کے بہت سے فضائل وکمالات بیان کئے ہیں۔ اور ان کے حالات زندگی تحریر کئے اور ذکر کیا ہے کہ آپ کشف ظاہر کے مالک تھے۔

موت کی اطلاع

آپ کی ایک کرامت یہ بیان کی گئی ہے کہ آپ کے پاس ایک فقیہ صاحب ربیع الاول ۷۶۹ھ میں حاضر ہوئے اور انہیں بتایا کہ شیخ شہاب الدین بن عقیل کا آئندہ سال حج پر جانے کا پروگرام بنا ہے۔ آپ نے سن کر فرمایا: عجب عجب۔ بڑے تعجب کی بات ہے اس کے ذہن میں یہ کیسے خیال پختہ ہوا کہ وہ اتنی مدت زندہ رہے گا؟ اس کی عمر کے صرف چند دن باقی ہیں۔ آپ نے بار بار یہ جملہ دہرایا اور یقین کے ساتھ کہا۔ چنانچہ ابن عقیل چند دنوں کے بعد انتقال کر گیا۔ یہ بات دو عظیم الشان حافظ الحدیث اور امام صاحبان کی موجودگی میں وقوع پذیر ہوئی۔ یعنی زین عراقی اور نور ہیثمی رحمۃ اللہ علیہما۔ اسی خرق عادت کی وجہ سے انہیں میں نے کرامات والے اولیاء میں ذکر کیا ہے۔ آپ کی موت اچانک ہوئی ۷۷۲ھ سن وفات ہے۔ مقابر صوفیہ میں اپنی عبادت گاہ میں مدفون ہوئے۔ یہ علامہ مناوی نے کہا ہے۔ حافظ زین عراقی رحمۃ اللہ علیہ کا نام بھی عبدالرحیم بن حسین ہی ہے لیکن ان کی وفات ۸۰۵ھ میں ہوئی۔

حضرت عبدالرزاق ترابی رحمۃ اللہ علیہ

ولی کو تنگ کرنے والا جلد مر گیا

آپ مصر کے رہنے والے اور صالح و ولی کامل ہیں۔ آپ کی ایک کرامت یہ بیان ہوئی کہ ایک مرتبہ آپ نائب مصر خیری بک کے پاس کسی کی سفارش کرنے گئے تو اس نے آپ پر ناراضگی کا اظہار کیا اور سخت الفاظ کہے۔ آپ نے قسم اٹھائی کہ قلعہ کی جامع سے اس وقت تک نہیں جاؤں گا جب تک خیری بک مر نہیں جاتا۔ اس کے تیسرے دن بعد اسے ایک پتھر لگا۔ یا آگ لگی اور مر گیا۔ اس کی موت کے بعد شیخ جامع سے نیچے تشریف لائے۔ یہ امام قشیری رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے۔ شیخ نے ۹۳۵ھ میں انتقال فرمایا اور جیزہ میں ساقیہ مکہ میں دفن کئے گئے۔ آپ کی یہاں قبر زیارت گاہ عام وخاص ہے۔

حضرت ابوالحکم عبدالسلام بن عبدالرحمٰن بن محمد اندلسی شبیلی رحمۃ اللہ علیہ

ابن برجان کے نام سے مشہور ہیں آپ اکابر عارفین اور علمائے عاملین کے امام ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے اسماء پر لکھی گئی ان کی تصنیف اسمائے الٰہیہ کی بہت بڑی شرح ہے۔ اس میں انہوں نے ایک سو تیس سے زائد اسمائے الٰہیہ جمع فرمائے جو تمام کے تمام مشہور اور مروی ہیں۔ میں نے یہ شرح دیکھی ہے۔ اس میں تصوف کا انداز غالب ہے اور مصنف اللہ تعالیٰ کے اسماء کے فوائد میں حقائق سے گفتگو کرتے نظر آتے ہیں۔

فتح بیت المقدس کی تحریری پیشگوئی

آپ کی کرامات میں سے ایک کرامت وہ ہے جسے ابن خلکان اور ابن وردی اور صاحب ''الانس الجلیل'' وغیرہ مورخین نے نقل کیا ہے وہ یہ کہ انہوں نے اپنی تفسیر میں تحریر کیا جو ۵۲۰ھ میں لکھی گئی۔ اس وقت بیت المقدس فرنگیوں کے قبضہ میں تھا کہ اس کی فتح رجب ۵۸۳ھ میں ہوگی۔ پھر یونہی ہوا۔ مذکورہ سال رجب میں ہی سلطان صلاح الدین ایوبی کے ہاتھوں فرنگیوں کو شکست ہوئی۔ جب کہ اس فتح سے پہلے حلب فتح ہوا تھا۔ اس طرح محی الدین بن زکی قاضی دمشق نے ایک قصیدہ میں کہا جس کا ایک شعر یہ ہے:

و فتحکم حلبا بالسیف فی صفر مبشر بفتوح القدس فی رجب

(تمہارا حلب کو تلوار کے زور سے صفر کے مہینہ میں فتح کر لینا اس امر کی خوشخبری دے رہا ہے کہ رجب کے مہینہ میں بیت المقدس فتح ہوگا)۔

میرے نزدیک اس فتح کا خبر دینا جو ابن برجان رحمۃ اللہ علیہ نے دی، کرامت میں سے ہے۔ اگر چہ یہ بھی ذکر کیا گیا ہے کہ انہوں نے قرآن کریم کی اس آیت کے حساب سے استخراج کیا تھا: الٓمّٓ ﴿﴾ غُلِبَتِ الرُّوْمُ ﴿﴾ فِيْٓ اَدْنَى الْاَرْضِ وَ هُمْ مِّنْۢ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَيَغْلِبُوْنَ ﴿﴾ فِيْ بِضْعِ سِنِيْنَ (الروم)

علامہ مناوی نے ذکر کیا کہ تاریخ ابن بشکوال کے تحت عبدالملک نے لکھا ہے کہ کسی نے آپ کے بارے میں علی بن یوسف بن تاشفین کے ہاں غلط شکایت کی اور چغلی کھائی اس نے آپ کو مراکش طلب کیا جب آپ وہاں تشریف لے گئے تو علی بن یوسف سے آپ نے کہا میں اب تھوڑی ہی مدت زندہ رہوں گا اور جس نے مجھے یہاں بلوایا وہ بھی میرے مرنے کے بعد زیادہ دیر زندہ نہیں رہے گا۔ آپ کے لئے مناظرہ کی مجلس منعقد کی گئی اور لوگوں نے آپ سے وہ سوالات پوچھے جن کے بارے میں انہیں آپ پر اعتراض تھا۔ آپ نے ان کے جوابات دیئے اور ان کے نہایت مضبوط احتمالات بیان فرمائے۔ لیکن معترضین کا اس سے پیٹ نہ بھرا کیونکہ وہ آپ کے مقاصد کی تہ تک نہ پہنچ سکے تھے۔ سلطان کے پاس انہوں نے اس بات کی پرزور تائید کی کہ یہ شخص بدعتی ہے۔ چنانچہ سلطان نے آپ کو قید کر دیا پھر چند دنوں بعد آپ سخت بیمار ہو گئے اور ۵۳۶ھ میں قید کی حالت میں ہی انتقال فرما گئے۔ اور علی بن یوسف ایک سال بعد ۵۳۷ھ میں فوت ہوا۔

حضرت عبدالسلام قلیبی رحمۃ اللہ علیہ

آپ بہت بڑے ولی ہوئے سیدی احمد رفاعی وغیرہ سے طریقت سیکھی۔

دریا کے نیچے سے سفر کرنا

علامہ مناوی ذکر کرتے ہیں کہ آپ کی ایک کرامت یہ تھی کہ آپ بحرا بیار کو پتھر پر بیٹھ کر عبور کر لیا کرتے تھے جب کشتی مفقود ہوتی۔ اور آپ کپڑوں سمیت دریا اور سمندر کے پانی میں اتر جایا کرتے تھے۔ پھر اس کی گہرائی میں ایک خشکی سے

دوسری خشکی تک سفر کرتے لیکن کپڑے گیلے نہ ہوتے تھے۔

حضرت عبدالسلام بن مشیش رحمۃ اللہ علیہ

سید شریف اور عارفین کے امام تھے اور مرشدین کاملین میں سے بہت بڑے مرشد کامل تھے۔۔

قطب کی تلاش اور مقامات

آپ کی ایک کرامت یہ ہے جسے آپ ہی کے ایک جلیل القدر خلیفہ سیدی ابوالحسن شاذلی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان فرمائی جیسا کہ مفاخر شاذلیہ وغیرہ کتب میں درج ہے۔ شیخ موصوف نے فرمایا کہ جب میں عراق میں تھا اور وہاں میری ملاقات شیخ المشائخ ابوالفتح واسطی رحمۃ اللہ علیہ سے ہوئی تو میں نے عراق میں ان جیسی کوئی شخصیت نہ دیکھی حالانکہ عراق میں ان دنوں بہت سے مشائخ کرام تشریف فرما تھے۔ میں تلاش قطب میں تھا اس بارے میں میں نے شیخ ابوالفتح سے بھی تذکرہ کیا۔ آپ نے مجھے فرمایا: تم عراق میں قطب تلاش کرتے پھرتے ہو حالانکہ وہ تمہارے علاقہ میں ہی ہے؟ جاؤ واپس ہو جاؤ تمہیں اپنے علاقہ میں قطب مل جائے گا۔ میں واپس مغرب (سوڈان) آ گیا حتیٰ کہ میری ملاقات میرے استاذ شیخ ولی، عارف، صدیق، قطب، غوث ابو محمد عبدالسلام ابن مشیش شریف حسنی سے ہوئی۔ جب میں آپ کے ہاں حاضر ہوا۔ آپ اس وقت ایک پہاڑ میں اپنی عبادت گاہ میں قیام پذیر تھے تو میں نے پہاڑ کے دامن میں واقع ایک چشمہ سے غسل کیا اور اس غسل کرنے کے ساتھ ہی علم و عمل سے کورا ہو گیا اور آپ کے پاس فقیر ہو کر پہنچا۔ دیکھا کہ آپ پہاڑ سے میری طرف نیچے اتر کر تشریف لا رہے ہیں۔ مجھے دیکھتے ہی فرمانے لگے: علی بن عبداللہ بن عبدالجبار خوش آمدید: آپ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک میرا نسب بیان فرما دیا۔ پھر مجھے فرمایا اے علی! تم ہمارے پاس اپنے علم و عمل سے فقیر ہو کر حاضر ہوئے ہو ہم سے دنیا و آخرت کی غنا لے کر جاؤ گے۔ اس سے مجھ پر دہشت چھا گئی۔ بہر حال میں آپ کے ہاں کئی دنوں تک ٹھہرا رہا۔ حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر میری بصیرت کو کھول دیا۔ میں نے اس دوران آپ سے کئی خرق عادت کام اور کرامات دیکھیں۔ مزید فرماتے ہیں کہ ایک دن میں آپ کے سامنے بیٹھا ہوا تھا۔ آپ کی گود میں ایک چھوٹی عمر کا بچہ تھا۔ میرے دل میں آیا کہ میں آپ سے اسم اعظم کے بارے میں پوچھوں۔ گود میں بیٹھا بچہ اٹھ کر میرے پاس آ گیا اور میرے گلے میں کپڑے پر ہاتھ ڈال کر کہا: اے ابوالحسن! تمہارا ارادہ یہ ہے کہ تم شیخ سے اسم اعظم کے بارے میں دریافت کرو شان تو یہ ہے کہ تم خود اسم اعظم ہو جاؤ۔ یعنی اللہ تعالیٰ کا راز ہو جاؤ جو تمہارے دل میں بطور امانت رکھ دیا گیا ہے یہ سن کر شیخ مسکرا دیئے اور فرمایا ہماری طرف سے فلاں نے تمہیں تمہارے سوال کا جواب دے دیا ہے۔ آپ اس وقت قطب زمان تھے۔ پھر مجھے فرمایا اے علی! افریقہ چلے جاؤ اور وہاں جا کر شاذلیہ بستی میں قیام کرو اللہ تعالیٰ نے تمہارا نام شاذلی رکھ دیا ہے اس کے بعد تم تیونس شہر منتقل ہو جانا وہاں تمہیں حکومت ملے گی۔ پھر اس کے بعد تم مشرقی علاقے میں منتقل ہو جاؤ گے۔ وہاں قطبانیہ کی وراثت ملے گی میں نے عرض کیا یا سیدی! مجھے وصیت فرمایئے۔ فرمانے لگے ہوشیار رہنا۔ لوگوں کے ذکر سے اپنی زبان کو بچائے رکھنا اور اپنے دل کو ان کے دلوں جیسا بنانے سے اجتناب کرنا۔ تم پر اپنے

اعضا کی حفاظت لازم ہے اور فرائض کی ادائیگی ضروری ہے اللہ تعالیٰ کی ولایت یوں تم پر تمام ہوگئی ہے لوگوں کا صرف اس قدر تذکرہ کرنا جس قدر اللہ تعالیٰ کے حق کے مطابق تم پر واجب ہے تمہاری پرہیزگاری کی تحقیق مکمل ہو چکی ہے اور یوں دعا کرنا: "اے اللہ! ان کے ذکر سے مجھ پر رحم فرما اور ان کے دلوں کے عوارض سے مجھے بچائے رکھ ان کی شرارت سے نجات عطا فرما۔ اور ان کی بھلائی کی بجائے اپنی بھلائی سے مجھے بے نیاز کر دے اور ان میں سے خصوصی عنایت کا مجھے مستحق بنادے تو ہر چیز پر قادر ہے۔" سیدی عبدالسلام نے ۶۲۲ھ میں انتقال فرمایا۔ اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت میں ہمیں ان سے نفع بخشے۔ آمین

حضرت شیخ عبدالسلام بن عبدالباری غزی رحمۃ اللہ علیہ

آپ غزہ کے علاقہ میں مجدل کے قریب حمامہ بستی کے رہنے والے اصل باشندے تھے۔ پھر آپ اس بستی سے مستقل طور پر غزہ آگئے۔ آپ صاحب جذب ولی تھے اور عام لوگ آپ کی کرامات اور حال کے گواہ ہیں۔ میں نے آپ کے بارے میں اس وقت سنا جب میں قدس کے محکمہ انصاف کا رئیس تھا مجھے وہاں کے جاننے پہچاننے حضرات نے آپ کی کرامات بتائیں۔ لیکن اب مجھے وہ یاد نہیں رہیں پھر ایک مرتبہ میری ملاقات بیروت میں ایک صالح مرد سے ہوئی جس کا نام شیخ عبدالغنی غزی ابن شیخ محمود شفیق شیخی وسیدی ولی معتقد شیخ حسن ابی حلاوہ غزی تھا۔ یہ ۱۳۲۴ھ ربیع الاول بروز بدھ کا واقعہ ہے۔ میں نے ان سے شیخ عبدالسلام مذکور کے متعلق پوچھا تو انہوں نے مجھے بتایا کہ آپ کی ولایت پکی سچی تھی۔ کوئی سے دو آدمی بھی اس میں اختلاف نہیں رکھتے تھے اور آپ کرامات کثیرہ کے مالک تھے۔ ان میں سے ایک کرامت انہوں نے یہ بیان کی۔

ایک حاجی صاحب نے آپ کو عرفات میں دیکھا۔ حالانکہ لوگ آپ کو غزہ میں رہتے چھوڑ گئے تھے اور تحقیق کرنے پر پتہ چلا کہ آپ غزہ سے باہر بالکل تشریف نہیں لے گئے۔ آپ کا جسم کافی بھاری تھا جس کی وجہ سے کسی سواری پر سوار ہو کر سفر کرنا آپ کے لئے بہت مشکل تھا اور عرفات میں پیدل چل کر یا سوار ہو کر پہنچنا بھی مشکل تھا۔ ایسا بکثرت ہوا کہ کسی مسافر نے آپ سے غزہ میں الوداعی ملاقات کی یا غزہ کے قرب وجوار میں کسی بستی میں ملاقات کی پھر جب مسافر روانہ ہو گیا تو آپ کو اپنے آگے پیدل چلتے دیکھا جس سے وہ حیران ہو جاتا اور تحقیق یہی ہے کہ یہ آپ کی کرامت تھی۔ شیخ عبدالغنی مذکور کہتے ہیں آپ ایک مرتبہ سال سال متواتر گم رہے کسی کو بھی علم نہ ہوا کہ آپ کدھر چلے گئے اور کہاں ٹھہرے ہوئے ہیں۔ واللہ اعلم

آپ بہت بڑے مشہور عارف ہوئے۔ آپ کی کرامات میں سے ایک یہ تھی کہ امیر لندتا نے سلطان کے ہاں ان کی شکایت کی کہ وہ بیت المال کے لئے اپنا ہاتھ مٹی پر رکھتے ہیں۔ سلطان نے ایک جماعت بھیجی کہ انہیں میرے پاس لایا جائے۔ اتفاق کی بات تھی کہ عبدالمجید اپنے بھائی کے ہاں سویا ہوا تھا۔ وہ سیدھا اٹھ بیٹھا اور کہنے لگا امیر نے ہماری شکایت لگائی ہے اور سلطان کے قاصد پہنچا ہی چاہتے ہیں وہ بولاق سے کشتی میں سوار ہو کر ہمارے پاس آرہے ہیں یہ سن کر شیخ نے فرمایا اگر کشتی خشکی پر آبھی گئی تو میں اسے پھر پانی میں دھکیل دوں لہٰذا وہ ڈوب گئی۔ سلطان بے قرار ہو گیا اور آپ سے معافی کا خواستگار ہوا۔ آپ نے اپنے شیخ کی زندگی میں ایک مرتبہ سفر کیا جب واپس آئے تو انہیں بیمار پایا۔ انہیں خبر ملی تھی کہ جوان نے

قبضہ میں تھا وہ قمر دولیہ کو دے دیا ہے جس سے اسے عتاب کیا۔ پھر فرمایا میرے قریب آؤ۔ وہ قریب ہوئے تو اسے اپنا بازو پکڑایا اور کہا اس زخم کو دباؤ تا کہ اس کے اندر کا مواد نکلے اس نے کیا۔ آپ نے فرمایا: اب خون سے خون مل گیا ہے۔ اور یہ میری طرف سے جڑا ہے اور میرے بعد تو خلیفہ بنے گا پھر جیسا کہا ویسا ہی ہوا۔ پھر اس کے بعد اس سے عہد لیا اور چلتے بنے۔ یہ امام شعرانی نے بیان کیا ہے۔

حضرت عبد العال مجذوب مصری رحمۃ اللہ علیہ

آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف ونعت بیان کرتے تھے جس سے لوگوں کو بہت عبرت حاصل ہوتی تھی اور لوگ رویا کرتے تھے جب ان کی وفات قریب آئی تو ہمارے لئے اپنے عبادت خانہ میں داخل ہوئے۔ فقراء نے پوچھا کہ انہیں کس شہر میں دفن کیا جائے گا۔ میں نے کہا اللہ بہتر جانتا ہے۔ فرمانے لگے قلیوب میں مجھے دفن کرنا۔ پھر جیسا آپ نے فرمایا ویسا ہی ہوا۔ تین دن بعد آپ نے انتقال فرمایا اور قلیوب کے وسط میں پل کے قریب دفن کئے گئے۔ آپ کی قبر پر گنبد بنایا گیا یہ ۹۳۰ھ کا واقعہ ہے۔

حضرت عبد العال جعفری رحمۃ اللہ علیہ

آپ مصر کے رہنے والے تھے اور صاحب کرامت ولی تھے۔

ملک کے والی کو سفارش نہ ماننے پر معزول کر دیا

آپ نے محمد بن بغداد کے ہاں ایک آدمی کی سفارش کی جسے اس نے رد کر دیا۔ آپ وہاں سے تشریف لے آئے اور یہ کہتے آرہے تھے "سواری بیٹھ گئی اور ہم نے محمد کو معزول کر کے اس کی جگہ عامر کو والی بنا دیا" آپ دوسرے دن تک یہی کہتے رہے۔ اچانک نائب سلطنت کی طرف ایک نگران آیا جس نے ابن بغداد کی نگرانی کی۔ اسے پکڑ لیا اور زنجیروں میں جکڑ دیا اور منصب سے نیچے اتار کر اس کی جگہ اس کے بھائی عامر کو بٹھا دیا۔ شیخ موصوف دسویں صدی کے آخر میں فوت ہوئے اور دو دیواروں کے درمیانی خط کی جگہ شیخ ابوالحمائل کی عبادت گاہ میں دفن کئے گئے۔ (قالہ المناوی)

حضرت عبدو بن سلیمان کردی رحمۃ اللہ علیہ

آپ کی نسبت قصیری شافعی ہے اور جبل اقرع آپ کا وطن تھا جو حلب کے ماتحت علاقہ تھا بہت نیک، صوفی اور خلوتی مشہور تھے کسی نے آپ کی زیارت کی غرض سے آپ کے ہاں حاضری دی تو آپ کے گھر کے چاروں طرف سے بہت سے چار پائے دیکھے جو زائرین وغیرہ کے تھے اس کے دل میں آیا کہ میں اپنی سواری کے لئے گھاس وغیرہ خرید لوں کیونکہ خطرہ ہے کہ اس قدر جانوروں کی موجودگی میں کہیں میرا گھوڑا بھوکا نہ مر جائے۔ یہ شخص بیان کرتا ہے کہ میں شیخ موصوف سے ملا تو آپ نے مجھے فوراً فرمایا کیا تو گھوڑے کے مرنے کا خوف رکھتا ہے کہ اس کا چارہ میسر نہ ہوگا؟ تو میں نے جان لیا کہ آپ نے کشف سے میری بات معلوم کر لی ہے۔ ۹۴۴ھ میں اپنے ہی وطن میں انتقال فرمایا۔

حضرت عبدالعزیز بن سلمان رحمۃ اللہ علیہ

آپ تصوف کے ایک بہت بڑے شیخ ہوئے۔ رابعہ عدویہ رحمۃ اللہ علیہا نے ان کا نام سید العابدین رکھا تھا۔ آپ کی کرامت یہ تھی کہ جب آپ نماز پڑھتے تو جن بھی آپ کے ساتھ نماز پڑھتے۔ آپ کی ایک کرامت یہ بیان کی گئی کہ آپ کے ایک خادم نے آپ کے پاس آنے میں دیر کر دی جب آیا تو آپ نے پوچھا ہم سے دیر کرنے کی کیا وجہ بنی؟ کہنے لگا میں بال بچوں کے لئے کچھ ڈھونڈنا چاہتا تھا فرمایا پھر کچھ ملا گیا؟ عرض کیا نہیں۔ فرمایا ادھر آؤ ہم دعا کریں۔ آپ نے دعا فرمائی تو درہم و دینار آپ کی جھولی میں گرنے شروع ہو گئے۔ آپ نے فرمایا ان کو رکھ لو اور خود تشریف لے گئے ان کی طرف کوئی دھیان نہ کیا۔

ایک مرتبہ آپ نے ایک لنجے کے لئے دعا کی جو چلنے کی طاقت نہیں رکھتا تھا اور بمشکل آپ کی مجلس میں آیا تھا۔ چنانچہ آپ کی دعا کی برکت سے وہ اپنے گھر والوں کے پاس اپنے پاؤں پر چل کر گیا۔

حضرت ابو محمد عبدالعزیز بن احمد بن جعفر رحمۃ اللہ علیہ

آپ خوارزم کے رہنے والے تھے افضل سپہ سالار آپ کی زیارت کے لئے پیدل چل کر آتا تھا۔ آپ کے ہاں کی گئی دعا مستجاب ہوتی ہے۔ آپ کی قبر کی مٹی بھاگے ہوئے کے لئے مجرب ہے۔ آپ نے مصر میں ہی ۴۰۱ھ میں انتقال فرمایا اور امام شافعی رضی اللہ عنہ کے صاحب حرملہ بن یحییٰ بن سعید تجیبی کی قبر کے پڑوس میں دفن کئے گے۔ یہ امام سخاوی نے کہا ہے۔

حضرت عبدالعزیز بن یحییٰ بن علی بن عبدالرحمٰن عتبی رحمۃ اللہ علیہ

آپ بہت بڑے عابد، صالح، خاشع اور صاحب کرامت شخصیت تھے۔

ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا مذاق اڑانے والا کوڑھا ہو گیا

آپ کی ایک کرامت یہ بیان کی گئی کہ ایک رافضی (شیعہ) کے بارے میں آپ نے سنا کہ وہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے مناقب بیان کر رہا ہے اور اس پر ہنس رہا ہے مذاق اڑا رہا ہے آپ کو جب پتہ چلا تو اس کے لئے بددعا کی جس سے وہ جذام (کوڑھ) میں مبتلا ہو گیا۔

ولی کا کپڑا چور نہ لے جا سکا

آپ کے پاس ایک مرتبہ چور آ گیا اور اس نے چادر چوری کر لی آپ اس وقت مسجد میں تشریف فرما تھے جب چور چادر لے کر باہر نکلنے لگا تو دروازہ بند پایا جس سے اس نے چادر رکھ دی اور پھر رکھ کر باہر آنے لگا تو دیکھا کہ دروازہ کھلا ہے اس نے واپس لوٹ کر پھر چادر اٹھائی باہر آنے لگا تو دروازہ بند۔ ایسا اس نے کئی مرتبہ کیا۔ شیخ موصوف نے اسے پوچھا کیا چاہتے ہو؟ اس نے واقعہ کہہ سنایا۔ آپ نے فرمایا چادر کو چھوڑ دو اور چلے جاؤ۔ کیونکہ اس کا مالک اتنے سالوں سے اس میں قیام کرتا ہے یعنی کئی سال سے متواتر میں یہ چادر اوڑھ کر رات کا قیام کرتا ہوں۔

کنوئیں میں گرا بچہ نکال دیا

ایک مرتبہ ایک راستہ سے آپ گزر رہے تھے کہ ایک چیختی چلاتی عورت دیکھی پوچھا تجھے کیا ہوا ہے؟ کہنے لگی میرا بچہ اس کنوئیں میں گر گیا ہے۔ آپ نے اپنا ہاتھ کنوئیں میں ڈالا تو پانی بلند ہو گیا آپ نے اپنے ہاتھ سے بچہ پکڑ کر اس کی والدہ کے سپرد کر دیا۔

آپ کے فوائد میں سے ایک یہ ہے آپ خود بیان کرتے ہیں کہ کسی صالح مرد کو ابلیس ملا۔ اس نے اسے پوچھا تو حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد پر کس طرح کامیابی پاتا ہے؟ شیطان نے کہا میں تین باتوں سے اس پر کامیاب ہو جاتا ہوں اس کے علاوہ اس سے مجھے کچھ نہیں چاہئے۔ (۱) جب اپنی ذات کو اچھا اور عجیب سمجھے۔ (۲) عمل بکثرت کرنے کا خواہشمند۔ (۳) اپنے گناہوں کو بھول جائے۔ آپ ساتویں صدی کے درمیان فوت ہوئے اور بقول مناوی قرافہ میں دفن کئے گئے۔

حضرت عبدالعزیز بن عبدالسلام، عزالدین سلمی رحمۃ اللہ علیہ

علامہ مناوی اور شعرانی نے کہا آپ سلطان العلماء شیخ الشافعیہ اور قدوۃ الصوفیہ تھے۔ مصر میں آپ قاضی القضا بھی رہے۔ انہیں خبر ملی کہ بڑے بڑے امیر اب بھی غلامی کی زندگی بسر کر رہے ہیں انہیں ان کے آقاؤں نے آزاد نہیں کیا اس پر آپ نے فرمایا یہ لوگ عوام کے درمیان کس طرح فیصلے کریں گے؟ آپ نے سلطان کو اس کی شکایت کی اور کہا جو شخص ہمارے پاس اپنے آزاد کئے ہوئے غلاموں کو نہیں لائے گا ہم اس کو بیچیں گے اور اس کی قیمت بیت المال میں جائے گی یہ سن کر ایک جماعت نے اپنے اپنے غلام بیچ ڈالے ان کے رجسٹروں میں نام درج کر لئے گئے۔ پھر بادشاہ نے انہیں آزاد کر دیا۔ اس کی وجہ سے وہ آقا اکٹھے ہو کر ان کے قتل کے درپے ہو گئے اور ہتھیار بن کر ان کے دروازے پر کھڑے ہو گئے۔ آپ ان کی طرف اندر سے باہر تشریف لائے تو ان کے ہاتھوں سے اسلحہ گر پڑا۔ یہ آپ کی ہیبت کی بنا پر ہوا۔ اس پر آپ کے بیٹے نے کہا سب تعریف اس اللہ کی جس نے آپ کو ان کے قتل کرنے سے بچا لیا۔ آپ نے فرمایا تیرا والد اس سے زیادہ نکما ہے کہ اسے اللہ تعالیٰ کے دین کے قائم کرنے کے جرم میں قتل کیا جائے۔

لڑائی میں مدد کا وعدہ کرنا

امام مناوی بیان کرتے ہیں کہ آپ کی ایک کرامت یہ تھی کہ تاتاریوں کے پہنچنے کی خبر آپ کو ملی تو سلطان مظفر نے ان کی طرف جانے اور ان سے لڑنے کا ارادہ کیا اور عید کے بعد وقت مقررہ کیا جب آپ کو اس کی اطلاع ہوئی تو بادشاہ سے پوچھا آپ نے لڑنے کا ارادہ تاخیر سے کیوں کیا ہے؟ بادشاہ کہنے لگا اس لئے تاکہ میں ان کے لئے تلواریں وغیرہ تیار کر سکوں فرمایا: تاخیر نہ کرو۔ اٹھو اور ابھی تیاری کرو کہنے لگا کیا آپ اللہ تعالیٰ سے نصرت کا ضامن بنتے ہیں؟ فرمایا ہاں میں ضامن ہوں۔ پھر ویسا ہی ہوا جیسا شیخ نے کہا تھا۔

دشمن کو ہوا نے پکڑ لیا

جب فرنگی منصورہ تک پہنچ گئے اور مسلمانوں کے قتل کرنے کا پروگرام بھی تھا۔ وہ بہت سی کشتیوں میں سوار ہو کر آئے تھے۔ ہوا نے منصورہ کے قلعے اکھاڑنے شروع کر دیئے دشمن کی پشت پناہی کی۔ مسلمانوں کے دل کمزور پڑے اور شیخ بھی ان کے ساتھ ہی تھے۔ آپ نے ہوا کو اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا اور حکم دیا اے ہوا! ان کی خوب پکڑ کر۔ آپ نے چند مرتبہ یہی الفاظ دہرائے ہوا واپس فرنگیوں پر ٹوٹ پڑی اور ان کی کشتیاں توڑ پھوڑ دیں اور مسلمانوں کو فتح ہوئی۔

ولی کی ناراضگی سے حکومت کا خاتمہ

سلطان نے ایک مرتبہ آپ سے گفتگو کرتے ہوئے ذرا لہجہ سخت اپنایا۔ آپ کو اس پر غصہ آیا۔ پھر آپ نے اپنی ضروریات کو گدھی پر لادا بیوی کو اس پر سوار کیا اور خود ان کے پیچھے پیچھے قاہرہ سے باہر جانے کے لئے چل پڑے آپ سے بکثرت بچوں، مردوں اور عورتوں نے ملاقات کی۔ جب سلطان کو اس کی خبر ہوئی تو اسے کسی نے بتایا جب وہ (شیخ موصوف) چلے گئے تو تمہاری حکومت بھی چلی جائے گی یہ سن کر سلطان نے آپ کو آلیا اور راضی کر لیا۔ حتیٰ کہ آپ واپس تشریف لے گئے۔

ولی کے سامنے امیر پر نہ مار سکے

آپ کی کرامات میں سے ایک یہ تھی کہ آپ نے مصر کے امیروں کی سخت گرفت فرمائی اور انہیں یہاں تک کہہ دیا تم غلام ہو اور تم پر غلاموں کے سے احکامات ہوں گے آپ کی اس بات کا ان میں سے کسی کو جواب دینے کی ہمت نہ پڑی۔ صرف ایک شخص جو نائب سلطنت تھا اسے آپ کی اس بات پر غصہ آیا اور کہنے لگا کہ آپ یہ بات کیسے کہہ رہے ہیں حالانکہ ہم روئے زمین کے بادشاہ ہیں خدا کی قسم! میں شیخ کو اس تلوار سے لازماً قتل کروں گا یہ کہہ کر اس نے تلوار سونتی اور اپنی محفل میں گھوڑے پر سوار ہو کر شیخ کی طرف چل پڑا۔ تلوار نیام سے باہر نکالی ہوئی تھی اور اسی حالت میں شیخ موصوف کا دروازہ کھٹکھٹایا اندر سے شیخ صاحب کا بیٹا نکلا اور دیکھ کر واپس پلٹ کر شیخ موصوف کو خبر دی کچھ ہی دیر بعد آپ باہر تشریف لائے۔ گویا اللہ تعالیٰ کی قضا اس شخص پر نازل ہونے والی ہے آپ نے جونہی اس پر نظر ڈالی اس کا ہاتھ سوکھ گیا اور تلوار گر گئی۔ پھر وہ رو پڑا۔ اور شیخ سے درخواست کی کہ مجھ سے درگزر فرمایئے۔ آپ نے فرمایا: ایک شرط پر معافی مل سکتی ہے وہ یہ کہ تمہارے سب امیروں کے بارے میں اعلان کروا دوں اور تمہیں فروخت کر دوں اور تمہاری ملنے والی قیمت کو مختلف مصلحتوں پر خرچ کروں آپ نے ان امیروں میں سے ایک ایک کی بولی لگائی اور بہت خوب بولی لگائی۔ ان میں سے کسی کو اونچا سانس لینے کی بھی ہمت نہ ہوئی۔ آپ کی اس کرامت کی مثال نہیں ملتی۔

پنیر ناپاک ہاتھوں سے بنایا گیا

آپ کے اور ریف کے ایک باسی کے درمیان بھائی چارہ اور دوستی تھی اس نے آپ کے لئے ہدیہ بھیجا جس میں ایک پنیر کا برتن بھی تھا۔ یہ برتن راستہ میں گر کر ٹوٹ گیا۔ چنانچہ قاصد نے اس کے بدلے میں ایک ذمی سے پنیر خریدا اور شیخ موصوف

کی خدمت میں پہنچ گیا جب اس نے شیخ موصوف کو تمام ہدیئے دیئے تو آپ نے پنیر کے علاوہ سبھی قبول کر لئے۔ پنیر کے متعلق فرمایا: اسے ایسے ہاتھ نے دوہا جو خنزیر کے گوشت کے ساتھ ناپاک ہو گئے تھے آپ کو اس خبر کا قطعاً علم نہ تھا یعنی راستے میں قاصد نے جو نیا پنیر لیا اس وقت آپ اسے دیکھ نہیں رہے تھے یہ کشف سے آپ نے بتا دیا۔

حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات

آپ کی ایک کرامت خود آپ کا صاحبزادہ بیان کرتا ہے کہ آپ نے ایک مرتبہ مجھ سے بیان فرمایا کہ میں اپنے ابتدائی دور میں ایک دن سونے اور جاگنے والے کے درمیان حال میں تھا۔ زیادہ جاگ رہا تھا۔ اچانک ایک آواز سنائی دی۔ کہنے والا کہہ رہا تھا کہ تو ہم سے محبت کا دعویٰ کرتا ہے اور ہماری صفات اپنے اندر پیدا نہیں کرتا اور نہ ہی ہمارے اخلاق اپناتا ہے۔ مجھ پر اسمائے حسنیٰ پیش کئے گئے اور کہا گیا میں رؤف رحیم ہوں۔ تو بھی رؤف و رحیم بن اور جس پر رحمت کر سکتا ہے اس پر کر۔ میں ستار ہوں تو بھی لوگوں کے لئے ستار بن۔ اپنے عیب کے اظہار اور گناہوں کے اعلان سے بچنے کی کوشش۔ کیونکہ عیبوں کا لوگوں سے تذکرہ کرتے پھرنا اللہ علام الغیوب کو ناراض کر دیتا ہے۔ میں حلیم ہوں لہٰذا جو تجھے اذیت پہنچائے اس پر نرمی کر۔ میں لطیف ہوں اور ہر اس پر مہربانی و لطف کر جس پر لطف کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ میں بے شک اپنے بندوں پر لطیف ہوں۔ آپ حضرات اولیائے کرام کے گروہ کو حضرات قضاۃ کرام کے گروہ پر فضیلت دیا کرتے تھے اور فرماتے کہ اس کی خبر مجھے خضر علیہ السلام نے دی ہے۔

آپ نے اپنی تصنیف میں فرمایا جو آپ نے اولیائے کرام کے طریقہ کی تعریف میں تحریر فرمایا ان دلائل میں سے جو تجھے یہ بتائیں کہ قوم قواعد شریعت پر جم گئی اور ان کے علاوہ دوسرے لوگ رسموں پر جم گئے ایک دلیل یہ بھی ہے کہ ان لوگوں کے ہاتھوں کبھی کوئی خرق عادت کام یا کرامت سرزد نہیں ہو سکتی۔ اور نہ ہی کسی فقیہ کے ہاتھوں ہرگز اس کے وقوع کی امید کی جا سکتی ہے اگرچہ وہ علم میں انتہا تک پہنچ گیا ہو ہاں اگر وہ صوفیہ کرام کے طریقہ پر چلے اور ان کے طریقہ کی صحت کا اعتقاد رکھتا ہو تو پھر ممکن ہے آپ اس سے پہلے کہا کرتے تھے اٹھو اور علم سیکھو۔ کیا شریعت کے مسائل اور اعمال کے علاوہ بھی کوئی طریقت ہے! یعنی طریقت اور شریعت ایک ہی چیز ہے۔ آپ صوفیہ کرام کے طریقہ کا انکار کرتے تھے کیونکہ ابھی اس کا ذائقہ نہ پایا تھا۔ آپ کا تصوف اور طریقت کے بارے میں ابتداً یہ تصور تھا کہ یہ کوئی شریعت سے زائد کام ہے پھر جب شیخ ابوالحسن شاذلی رحمۃ اللہ علیہ سے ملے اور ان سے طریقت حاصل کی اور مصر میں قلعہ الجبل کے دروازے کی زنجیر کھڑاؤں سے توڑ ڈالی اور فرنگیوں کی کشتیاں جب دمیاط میں داخل ہوا چاہتی تھیں اپنی کھڑاؤں سے واپس پلٹا دیں تو فرمایا ہم نے جو ان سے یہ نقل کیا ہے کہ قوم قواعد شریعت پر جم گئی ہے اس کو جاننا چاہتے ہو تو اس کتاب کا مطالعہ کرو۔

''الأجوبة المرضية عن أئمة الفقهاء والصوفية للشعراني''

علامہ مناوی کے بقول آپ نے ۶۶۰ھ میں مصر میں انتقال فرمایا اور قرافہ کبریٰ میں مدفون ہوئے۔

حضرت عبدالعزیز بن ابی بکر قرشی مہدوی رحمۃ اللہ علیہ

امی ہوتے ہوئے قرآن پڑھنا

آپ نے شیخ ابومدین رحمۃ اللہ علیہ سے طریقت حاصل کی۔ آپ امی ہونے کے باوجود قرآن کریم پڑھتے تھے۔ آپ تقریباً نوے رطل وزنی جبہ پہنا کرتے تھے اور نفس کو مجاہدہ کے ذریعہ ادب کی تعلیم دیا کرتے تھے حتیٰ کہ جب نفس کی کمزوریاں محسوس ہونے لگیں تو آپ جبہ سمیت دریا میں داخل ہوئے پھر باہر نکلے اور نماز ادا فرمائی یہاں تک کہ نفس کی سزا پوری ہوگئی۔ آپ کی بہت سی کرامات کا صدور ہوا ایک یہ کہ جب امام مہدی کو آپ کی حالت کا علم ہوا تو کہنے لگا کہ اگر شیخ مجھ سے پہلے مر گئے تو میں اس کی نماز جنازہ نہیں پڑھوں گا کیونکہ وہ اپنے نفس کا قاتل ہے جب شیخ کو یہ بات پہنچی تو کہنے لگے مجھ سے پہلے وہ مرے گا اور میں اس کی نماز جنازہ بھی پڑھوں گا پھر ایسے ہی ہوا۔ شیخ نے ۶۷۱ھ میں انتقال فرمایا بحوالہ ''صغریٰ المناوی''

حضرت عبدالعزیز بن احمد دیرینی رحمۃ اللہ علیہ

مشہور عالم اور ولی ہوئے۔ جناب عز بن عبدالسلام وغیرہ سے علم حاصل کیا آپ سے کرامت کا مطالبہ کیا گیا تو فرمایا عبدالعزیز کے لئے اس سے بڑی کیا کرامت ہوگی کہ اللہ تعالیٰ نے اسے زمین پر چلنے پھرنے دیا اور زمین میں اسے دھنسایا نہیں۔ حالانکہ وہ اس کا مستحق ہے۔ خدا کی قسم! میں اپنا پاؤں زمین سے نہیں اٹھاتا اور پھر زمین پر نہیں رکھتا اور اسے مضبوط پاتا ہوں مگر میری آنکھ میں آنسوؤں کا قطرہ ہوتا ہے۔

آپ نہایت غریب لیکن غصیلے تھے۔ جب غربت میں داخل ہوئے تو آپ پر ایک عمامہ تھا جس کے رنگ تبدیل ہوتے تھے بعض لوگوں نے اسے زرقا خیال کیا یعنی شراب۔ آپ نے اس خیال کرنے والے کو کہا تو گواہی دے گا کہ یہ شراب ہے۔ اس نے کہا: ہاں۔ اس شخص نے آپ کا عمامہ اتار لیا اور کہا کہ قاضی کے لئے لے جاؤ اسے اپنے ساتھ دیکھے۔ چنانچہ وہ شخص اور آپ قاضی کے پاس گئے۔ جب قاضی نے آپ کو دیکھا تو استقبال کے لئے کھڑا ہو گیا اور آپ کے ہاتھوں کو چوم لیا اور پوچھنے لگا کیا ہے؟ اس شخص نے جواب دیا کہ انہوں نے مجھے کہا تھا کہ گواہ بن جا۔ میں گواہ بن گیا اور انہوں نے کہا قاضی کے پاس چلو میں آ گیا پس کیا ہوا؟ آپ نے بقول مناوی ۶۹۴ھ میں انتقال کیا۔ آپ کی اگرچہ کرامات میں سے کوئی کرامت ذکر نہیں کی گئی مگر آپ کی حالت تواضع کرامات کے مشابہ ہے۔ کیونکہ یہ بھی خرق عادت کے ضمن میں آتی ہے۔ میں نے صرف اسی لئے بطور تبرک آپ کا ذکر کیا ہے۔

حضرت عبدالعزیز دباغ رحمۃ اللہ علیہ

آپ سید، شریف، قطب، غوث، امام الاولیاء، اور مشہور صوفی ہوئے ہیں۔ آپ کے شاگرد علامہ ابن مبارک نے کتاب ''ابریز'' کی فصل ثالث میں لکھا ہے۔ یہ کتاب علامہ موصوف نے سیدی دباغ رحمۃ اللہ علیہ کے مناقب میں تحریر کی ہے۔ ''معلوم ہونا چاہئے کہ ہمارے شیخ کا معاملہ عجیب و غریب ہے اور آپ کی پوری حالت بہت عجیب ہے۔ آپ جیسی شخصیت محتاج کرامت نہیں

ہوتی۔ کیونکہ آپ مجسمہ کرامت ہیں۔ آپ ایسے علوم کے غوطہ زن ہیں جن سے بڑے بڑے علماء عاجز ہیں حالانکہ آپ امی ہیں۔ قرآن بھی حفظ نہیں اور نہ ہی کسی علمی مجلس میں آپ دیکھے گئے۔'' ابن مبارک نے مزید لکھا۔'' ہم نے شیخ سے جو کرامات دیکھیں اور جن کشفی واقعات کو جانا وہ اس قدر کثیر ہیں کہ ان کا شمار ناممکن ہے لہٰذا ہم ان میں سے بعض کا ہی ذکر کرتے ہیں۔

گھر کی باتوں پر شیخ کو اطلاع تھی

ان کرامات میں سے ایک یہ ہے کہ میرا پہلا بیٹا فوت ہو گیا جو میری پہچان تھا۔ اس کے انتقال پر اس کی والدہ کو غم کھا گیا۔ اس سے پہلے بھی ایک بچہ فوت ہو چکا تھا میں نے اسے تسلی دینا شروع کی اور کہا میں نے سیدی احمد بن عبداللہ صاحب ''الحنفیہ'' سے سنا ہے۔ فرماتے ہیں میں جب بچوں کی طرف دیکھتا ہوں اور ان پر مستقبل میں اترنے والے امور کو دیکھتا ہوں تو ان کے لئے رحمت کی دعا کرتا ہوں اور جوان میں فوت ہو جاتا ہے وہ آنے والی پریشانیوں سے چھوٹ جاتا ہے۔ تمہارا بیٹا بھی فوت ہو گیا۔ لہٰذا پریشان نہ ہو اس قسم کی اور باتوں سے میں نے اسے تسلی دی اور صبر و شکر کی تلقین کی۔ پھر میں اپنے شیخ جناب دباغ رحمۃ اللہ علیہ سے صبح کے وقت ملا۔ آپ نے فرمایا: تم نے پچھلی رات اپنی بیوی سے فلاں فلاں بات کی تھی اور آپ نے وہ گفتگو نقل کی جو میں نے اپنی بیوی سے سیدی احمد بن عبداللہ کے حوالے سے کی تھی۔ میں نے یہ سن کر جان لیا کہ آپ کو میرے گھر کے واقعات کا کشف ہے۔

لونگ کی خوشبو آتی تھی

ایک کرامت یہ تھی کہ آپ اپنے سینہ کے درد اور تکلیف کی وجہ سے لونگ استعمال فرمایا کرتے تھے۔ پھر آپ کی کیفیت یہ ہو گئی کہ آپ سے ہر وقت لونگ کی بہترین خوشبو محسوس ہوتی تھی۔ میں جب آپ کے ساتھ دن کے وقت ہوتا تو میں بکثرت یہ خوشبو سونگھا کرتا تھا اور آپ جب سانس لیتے تو اس میں سے بھی لونگ کی خوشبو محسوس ہوتی تھی پھر بڑھتے بڑھتے معاملہ یہاں تک پہنچ گیا کہ میں خود یہ خوشبو رات کے وقت اپنے گھر میں محسوس کرتا حالانکہ دروازے بند ہوتے اور آپ اپنے گھر رأس الجنان میں تشریف فرما ہوتے اور میں اپنے گھر بکر نقر میں ہوتا۔ یہ خوشبو ہمارے گھر میں ہوا کے ہلے کے ساتھ آتی۔ میں اس سے بخوبی آگاہ ہو گیا کہ یہ شیخ موصوف کا فیض ہے اور میں نے اپنی بیوی کو اس بارے میں بتا دیا۔ پھر کافی عرصہ یہ خوشبو ہمیں محسوس ہوتی رہی اور کئی دن یہ سلسلہ جاری رہا۔ میں نے ایک دن شیخ سے عرض کیا۔ آپ کی خوشبو ہمارے گھر میں رات کے وقت محسوس ہوتی ہے اور ہم اسے بہت زیادہ سونگھتے ہیں تو کیا آپ ہمارے ہاں تشریف فرما ہوتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: ہاں۔ میں نے آپ سے ازراہ ہنسی عرض کیا: اے آقا! میں آپ کی خوشبو سونگھتا ہوں حتیٰ کہ میں آپ کو اپنے ہاتھ سے پکڑ بھی لیتا ہوں۔ اس کے جواب میں آپ نے بھی ازراہ مذاق فرمایا۔ اور میں اس کونے سے گھر کے دوسرے کونے کی طرف سرک جاتا ہوں میں نے ایک مرتبہ پھر خوشبو آنے کا تذکرہ کیا۔ فرمانے لگے یہ خوشبو ہے پھر شوق کہاں ہے؟ ایک اور مرتبہ آپ نے مجھے فرمایا میں دن رات کسی وقت بھی تم سے جدا نہیں ہوتا۔ ایک اور مرتبہ ارشاد ہوا: اگر میں تجھے ایک ساعت میں پانچ سو مرتبہ انتباہ نہ کروں تو سمجھنا کہ میں اس وقت اللہ تعالیٰ کے حضور میں ہوں۔ میں نے آپ سے ایک مرتبہ عرض کیا: اے آقا! میں نے

آپ کو خواب میں دیکھا کہ میری ذات اور آپ کی ذات ایک کپڑے میں ہے۔ فرمانے لگے یہ سچا خواب ہے اور اشارہ فرمایا کہ تو مجھ سے رات دن کسی وقت بھی جدا نہ ہوگا۔ ایک مرتبہ ارشاد ہوا میں تمہارے پاس اس رات آؤں گا اپنے دل کو قابو رکھنا اور تیار رہنا جب رات کا آخری چھٹا حصہ ہوا اور میں سونے جاگنے کے درمیان تھا تو آپ تشریف لائے جب میرے قریب ہوئے تو میں نے آپ کا دست اقدس پکڑا اور چوم لیا اور آپ کا سرانور بھی چوم لیا۔ اس کے فوراً بعد آپ غائب ہو گئے۔

ولی کی معیت نے کام بنادیا

ایک کرامت یہ تھی کہ سلطان وقت نے میری طرف رقعہ لکھا اور دو آدمیوں کو دے کر میری طرف روانہ کیا۔ تحریر یہ تھا کہ میں مکناسہ میں جا کر جامع ریاض کا امام بنوں اور لوگوں کو نمازیں پڑھاؤں۔ یہ پڑھ کر مجھ پر کیا کیفیت طاری ہوئی اسے خدا ہی بہتر جانتا ہے۔ جب شیخ نے اس بارے میں سنا تو مجھے فرمایا: درست۔ اگر تم مکناسہ جاؤ گے تو ہم بھی تمہارے ساتھ ہوں گے۔ لیکن تمہیں کوئی خطرہ نہیں اور تم سے جو طلب کیا گیا ہے وہ نہیں ہوگا۔ پس میں ان دونوں قاصدوں کے ہمراہ مکناسہ روانہ ہو گیا اور وہاں پہنچنے کے بعد خیر رہی اور کچھ بھی نہ ہوا مگر وہی ہوا جو شیخ نے فرمایا تھا۔ میں پھر واپس فس آ گیا اپنے گھر آ گیا۔ جب میری واپسی کا علم میری بیوی کے والد جناب فقیہ سیدی محمد بن عمر کو ہوا تو انہوں نے میری طرف رقعہ میں لکھا تم مکناسہ سے واپس آ گئے ہو اور سلطان وقت سے ملاقات بھی نہیں کی۔ تمہیں نہیں معلوم کہ تم پر کیا آفت آنے والی ہے لہذا میری رائے یہ ہے کہ واپس مکناسہ چلے جاؤ اور جا کر سلطان سے ضرور ملو اور اسے مسجد مذکور کی امانت قبول کرنے پر اپنی رضامندی کا اظہار کرو اس کے سوا اور کوئی طریقہ نہ اپنانا۔ میں اپنے سسر کا رقعہ لے کر شیخ کے ہاں حاضر ہوا۔ آپ نے فرمایا جاؤ اپنے گھر آرام سے بیٹھو اور کسی قسم کی پریشانی اور سلطان کی طرف سے تکلیف کا خطرہ نہ رکھو۔ پھر وہی ہوا جو شیخ نے فرمایا تھا۔ یہ آپ کی انوکھی کرامت تھی۔ اگر میں اس حکایت کی تشریح میں جاؤں تو اس کی غرابت اور انوکھا پن واضح ہو جائے جس کی طرف میں نے اشارہ کیا ہے۔ حتیٰ کہ بعض ہمارے مقرب دوست مکناسہ میں موجود تھے۔ انہوں نے کہا جو تم نے کیا اس سے عجیب وغریب کام ہم نے نہیں دیکھا۔ سلطان نے تمہاری طرف اپنا رقعہ بھیجا۔ اس میں تمہیں تاکید بھی کی گئی تھی اور سلطان نے وہ رقعہ اپنے دو ساتھیوں کے ہمراہ تم تک پہنچایا۔ اس کے باوجود تم نے سلطان سے ملاقات کرنے سے انکار کر دیا اور فاس واپس چلے گیا۔ اور تمہیں اس کی پرواتک نہ ہوئی۔ واقعی یہ عجیب معاملہ ہے۔ یہ سب جناب شیخ کی برکت کی وجہ سے تھا۔

ابھی وضع حمل کا وقت نہیں ہوا

ایک عورت جو حاملہ تھی اس کے بارے میں آپ نے فرمایا یہ بچہ جنے گی۔ جب نواں مہینہ ہوا اور عورت کی عادت یہ تھی کہ نویں مہینہ کے شروع میں ہی اس کے ہاں ولادت ہو جاتی تھی اسے درد شروع ہوا۔ آپ نے فرمایا جو درد تم دیکھ رہے ہو یہ ولادت کا نہیں بلکہ کسی اور تکلیف کی وجہ سے ہے جو اس عورت پر آپڑی ہے۔ رہی ولادت تو وہ ابھی دور ہے۔ پھر وہی ہوا جو آپ نے فرمایا۔

جیب میں کھرے کھوٹے کا علم

میں ایک مرتبہ فقیہ سیدی محمد میارہ سے ملا تو انہوں نے مجھے جناب شیخ کے لئے چار موزوں (درہم) عطا فرمائے۔ میں نے یہ درہم شیخ کی خدمت میں پیش کر دیئے۔ جناب شیخ نے مجھے فرمایا کہ سیدی محمد میارہ بہت بڑی شخصیت ہے اس نے اپنا ہاتھ جیب میں ڈالا اور درہم نکالے۔ پہلی مرتبہ جو درہم نکلے انہیں میری طرف بھیجنے پر وہ راضی نہ ہوا۔ لہٰذا انہیں جیب میں ڈال لیا پھر وہ درہم نکلے جنہیں میری طرف بھیجنا پسند کرتا تھا اور وہ بھیج دیئے۔ اس گفتگو کے سننے کے بعد ایک مرتبہ جب میں سیدی محمد میارہ سے ملا اور میں نے شیخ کی گفتگو انہیں سنائی تو کہنے لگے انہوں نے سچ کہا ہے۔ میں نے پہلی مرتبہ ردی درہم نکالے تھے جو میں نے واپس لوٹا دیئے اور ان کی جگہ کھرے اور جید درہم دیئے۔

دماغی کیفیت کی خبر

میں ایک مرتبہ فقیہ محمد میارہ کے ساتھ گفتگو میں مصروف تھا۔ دوران گفتگو ایک شخص کی بات چھڑ گئی جس کے بارے میں فقیہ مذکور اچھا اعتقاد رکھتے تھے۔ میں نے اس کے بارے میں اپنی معلومات ظاہر کیں۔ پھر بات آئی گئی ہوگئی۔ اس کے بعد میں جب شیخ موصوف سے ملا تو آپ نے فرمایا تم نے فلاں شخص کے بارے میں فقیہ محمد میارہ کے ساتھ گفتگو کرتے ہوئے جو باتیں کیں ان سے فقیہ محمد میارہ کی دماغی رگیں جوش میں آ گئی تھیں اور اسے غصہ آ گیا تھا۔ کیونکہ اسے اس شخص کے بارے میں اچھائی کا اعتقاد بہت مضبوط تھا۔ چنانچہ میری جب فقیہ محمد میارہ سے بعد میں ملاقات ہوئی اور شیخ کے ارشادات اسے سنائے تو کہنے لگا خدا کی قسم! انہوں نے سچ کہا۔ واقعی مجھ سے آگ بھڑک اٹھی تھی۔

اس بیماری سے نہیں مرے گا

آپ کا صاحبزادہ سیدی ادریس ایک مرتبہ سخت بیمار پڑ گیا۔ بیماری بڑی خوفناک اور پریشان کن تھی جس کی وجہ سے ان کی والدہ غمناک ہوگئیں۔ میں ایک دن مغرب کے بعد ان صاحبزادے کے پاس حاضر ہوا۔ دیکھا کہ وہ بیماری کی شدت کی وجہ سے بات چیت کرنا بند کر چکے ہیں مجھے اس بات نے غمزدہ کر دیا۔ جب ہم وہاں سے باہر آئے تو شیخ نے مجھے فرمایا وہ اس بیماری سے نہیں مرے گا۔ اسے بہت جلد آرام آ جائے گا۔ چنانچہ وہ صاحبزادہ چند دن بعد تندرست ہو گیا۔ ہم نے دیکھا جیسا شیخ نے فرمایا ویسا ہی ہوا۔

اسی طرح کا واقعہ آپ کی صاحبزادی سیدہ فاطمہ کے بارے میں بھی پیش آیا یہ بیمار پڑ گئیں اور بیماری بہت لمبی ہوگئی آپ نے مجھے بتایا کہ یہ بیٹی اس بیماری سے نہیں مرے گی اور عنقریب شفایاب ہوگی۔ پھر وہی ہوا جو شیخ نے بتایا تھا۔

یونہی ایک واقعہ فقیہ سیدی محمد میارہ کے بیٹے کے ساتھ ہوا۔ وہ بیمار ہو گیا تھا اور ہم اس کی عیادت کے لیے گئے۔ میرے ساتھ شیخ محترم بھی تھے۔ شیخ نے فرمایا یہ برخوردار اس بیماری سے نہیں مرے گا بہت جلد تندرست ہو جائے گا۔ چنانچہ ویسے ہی ہوا جیسے شیخ نے فرمایا تھا۔

ایسا ہی ایک اور واقعہ ہمارے ساتھی سیدی الحاج محمد بن علی بن عبدالعزیز بن علی مرابطی سجلماسی کے صاحبزادے کے ساتھ پیش آیا۔ وہ سخت بیمار ہو گیا اور باپ نے امید کی رسی توڑ دی۔ اس کا تذکرہ خود ان کے باپ نے مجھ سے کیا۔ میں نے یہ معاملہ جناب شیخ سے ذکر کیا۔ اب ہمارے ساتھ نماز جمعہ ادا کرنے کے بعد جامع اندلس سے باہر تشریف لا رہے تھے اور باب الفتوح کی طرف ہم جا رہے تھے۔ آپ نے یہ بات سن کر فرمایا اس میں کوئی حرج نہیں اس بچے کی والدہ نہیں چاہتی کہ بچہ فوت ہو اور اگر وہ مر گیا تو اس کی ماں پر وہ مصیبت آپڑے گی جو اس کی طاقت سے باہر ہو گی۔ لہٰذا وہ نہیں مرے گا پھر وہی ہوا جو آپ نے فرمایا تھا۔

ابن مبارک کہتے ہیں یہ تمام حضرات ابھی بقید حیات ہیں اب تک ٹھیک ٹھاک ہیں۔ ربیع الاول ۱۱۳۰ھ کی بائیس تاریخ ہے۔

آئندہ رونما ہونے والے واقعات کا علم

آپ کی کرامات میں سے ایک یہ تھی کہ ایک مرتبہ ہم مولانا عبدالسلام بن مشیش قطب رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کے لئے گئے ہم نماز ظہر کے وقت ان کے ہاں پہنچے۔ ہمارا خیال تھا کہ شیخ موصوف یہاں ہمارے ساتھ قیام فرمائیں گے۔ اچانک آپ نے حکم دیا اپنے اپنے اونٹوں کی نکیل ڈھیلی نہ کرنا ہم شیخ مرحوم کی زیارت سے ابھی فارغ ہو کر چلنے والے ہیں۔ میں آپ کے ساتھ شیخ کی قبر کی طرف چڑھ گیا اور ان کی قبر کی زیارت کی۔ مجھ سے پوچھا تمہاری زیارت کرنا اور تمہاری دعائیں کیسی رہیں؟ میں نے عرض کیا اس زیارت کے وقت میں نے تمام دعائیں صرف آپ کے لئے وقف کر دی تھیں۔ جب سے میں زیارت کی خاطر یہاں بیٹھا ہوں تو میں نے آپ کے لئے ہی خیر کی دعا مانگی۔ خود اپنے لئے بھی دعا نہیں مانگی چہ جائیکہ کسی دوسرے کے لئے مانگتا یہ سن کر شیخ نے فرمایا اسی طرح میرا اس مرتبہ زیارت کرنا وہ بھی صرف تیرے لئے ہے۔ میں نے بھی تیرے علاوہ کسی اور کے لئے دعا نہیں مانگی مجھے یہ سن کر انتہائی خوشی ہوئی وللہ الحمد پھر ہم پہاڑ سے اترے۔ آپ نے ہمیں وہاں سے تطوان شہر کی طرف کوچ کرنے کا حکم دیا۔ ہم نے عرض کیا اے ہمارے آقا تطوان شہر کافی دور ہے اور ہم آج وہاں پہنچنے کی قدرت نہیں رکھتے۔ آپ کا حکم سر آنکھوں پر۔ آپ نے ہمیں یقین دلایا جس سے ہمیں معلوم ہو گیا کہ آپ کا حکم دینا صواب ہے۔ ہم سواریوں پر سوار ہو گئے اور طلوع فجر سے متواتر چلتے رہے پس ہم تطوان شہر میں داخل ہوئے۔ ہم داخل ہوئے ہی تھے کہ آسمانوں سے بارش کے پرنالے چھوٹ پڑے اور مشکیزے بھر بھر کر پانی ہم پر گرایا جانے لگا۔ اتنی بارش ہوئی کہ جو برداشت سے باہر تھی۔ لگاتار دو دن برسی۔ پھر ہمیں شیخ اس گھر کی چھت پر لے چڑھے جس میں ہم ٹھہرے ہوئے تھے۔ بارش برس رہی تھی۔ فرمانے لگے اس کثرت سے ہونے والی بارش کو دیکھتے ہو؟ میں نے عرض کیا جی حضور! فرمانے لگے اس کی وجہ سے میں نے تمہیں رات کے وقت سفر کرایا۔ میں جب اپنے مولا جناب عبدالسلام رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر انوار پر پہنچا تو میں نے اس بارش کو دیکھ لیا تھا۔ تمہارا کیا خیال ہے کہ اگر یہی بارش ہمیں ان پہاڑوں پر آلیتی جہاں نہ ہمارے پاس کچھ کھانے کو تھا اور نہ ہی ہمارے چوپایوں کے لئے ہمارے پاس خوراک تھی۔ پھر لگاتار برستی تو کیا ہوتا؟ میں نے عرض کیا ہم نے موت کے علاوہ

ہر مشقت جھیلی ہے۔ مگر اب موت مل گئی ہے۔ پھر میں نے آپ کے ہاتھ چوم لئے اور عرض کیا اللہ تعالیٰ آپ کو بہترین جزا سے نوازے۔ پھر جب دو دن بعد ہم تطوان سے نکلے تو بارش پہلے سے بھی زیادہ زوردار برسنے لگی ہم نے عرض کیا اے آقا! ہم نے بارش سے بھاگنے کا ارادہ کیا اور بھاگ کر پھر اسی میں پکڑے گئے۔ یہ سن کر آپ خاموش ہو گئے۔ بہر حال ہم باہر نکلے اور چل دیئے اور ہم نے ارادہ کیا کہ چوپایوں کے لئے گھاس وغیرہ خرید لیں۔ آپ نے اس کی اجازت نہ دی۔ ہم چلتے جا رہے تھے اور بارش تھمنے کا نام نہ لیتی تھی۔ بلکہ زیادہ سے زیادہ برس رہی تھی۔ ہم ایک یا دو میل چلے ہوں گے کہ بادل چھٹ گئے۔ ہوائیں تھم گئیں اور دھوپ نکل آئی۔ وقت بہت سہانا اور حالت نہایت معتدل ہو گئی۔ ہمیں یہ دیکھ کر بہت تعجب ہوا۔ پھر جب عصر کا نصف ہوا۔ ہم نے عرض کیا یا شیخ! چوپایوں کی خوراک کدھر ہے؟ آپ نے لوگوں سے آبادی کے بارے میں پوچھا انہوں نے کہا، بہت دور ہے تم وہاں آدھی رات سے پہلے نہیں پہنچ سکتے۔ آپ سن کر خاموش رہے اور ہمارے ساتھ چلتے رہے۔ ہم آپ کا ہر حکم سنتے اور مانتے چلے آ رہے تھے۔ جب مغرب کا وقت قریب آ گیا تو آپ نے فرمایا دائیں جانب مڑ جاؤ۔ لہٰذا ہم نے سیدھے راستہ کو چھوڑ کر دائیں جانب کا رخ کر لیا۔ ہم کچھ ہی دیر چلے تھے کہ ہمیں ایک سرائے دکھائی دی جو سالم تھی اور اس کے قریب ایک پانی کا چشمہ تھا۔ آپ نے فرمایا: یہاں پڑاؤ ڈال لو۔ اللہ تعالیٰ یقیناً یہاں ہمارے چوپایوں کی خوراک کے حصول کا سبب بنا دے گا۔ ہمیں حکم دیا کہ سرائے میں آرام کرو۔ ہم نے آپ کے حکم کی تکمیل کی۔ ہمارے چوپایوں کو خوراک مل گئی اور ہم نے بہت اچھی رات بسر کی۔ پھر جب عشا کا وقت قریب آیا تو سرائے کا مالک آیا ہمیں دیکھ کر بہت خوش ہوا۔ اسے شیخ نے چوپایوں نے جو کچھ کھایا اس کی قیمت سے زیادہ دام عطا فرمائے۔ وہ اس پر بہت خوش ہوا اور اس نے اظہار مسرت کیا۔ ہمارے ساتھ ہی اس نے بھی رات بسر کی اور ہمارے کھانے میں سے اس نے بھی کھایا۔ ہمارے ساتھ یوں گھل مل گیا کہ وہ ہمارا ہی ایک فرد ہے۔

راستہ کی نشاندہی یوں کی گویا یہاں سے گزرے ہوں

یونہی ایک مرتبہ ہمارے ساتھ ایک اور واقعہ پیش آیا۔ وہ اس سے پہلے کا ہے کہ ہم جناب شیخ عبدالسلام کے ہاں پہنچے۔ ہم نے جب عقبہ بنی ذکار طے کیا اور عصر کا وقت فوت ہو گیا اور وہاں ہم سے پہلے جانے والا قافلہ اترا تھا۔ ہم نے شیخ موصوف سے عرض کیا یا سیدی! بے شک جو لوگ ہم سے پہلے چلے تھے وہ پڑاؤ ڈال چکے ہیں۔ آپ نے فرمایا چلتے رہو۔ ہم نے عرض کیا اے آقا! کیسے چلتے رہیں؟ ہمیں راستے کا بھی علم نہیں اور ہم میں کوئی ایک بھی ایسا نہیں جو راستہ میں بتائے اور راستہ جانتا ہو؟ آپ نے فرمایا تم چلتے رہو۔ ہم چلتے رہے۔ ہم نے پہلے پڑاؤ ڈالنے والوں کو وہیں چھوڑا۔ ہمارے ساتھ کوئی راستہ بتانے والا بھی نہ تھا۔ ہم لگاتار چلتے رہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں راستہ کا الہام کیا حتیٰ کہ ہم چلتے چلتے ایک پانی کے چشمہ کے قریب پہنچ گئے۔ اس کے قریب ایک غیر آباد سرائے بھی تھی۔ ہم اس کے مالک سے ملے تو اس نے ہمیں وہاں پڑاؤ ڈالنے کو کہا۔ ہم وہاں اپنی سواریوں سے اتر پڑے۔ اور ہم نے بہت آرام سے رات بسر کی اور چوپائے بھی رات کو بھوسا وغیرہ کھاتے رہے اور ان لوگوں کے چوپایوں نے بغیر گھاس پھوس کے رات گزاری جو ہم سے پہلے پڑاؤ ڈال چکے تھے ہم نے شیخ موصوف سے اس

مبارک سفر زیارت میں حقائق و دقائق سے لبریز علوم سنے ان میں سے بہت سی باتیں ہم نے اس کتاب (ابریز) میں لکھ دی ہیں اور جب شیخ موصوف تیرے ساتھ کسی جگہ یا بستی وغیرہ کے بارے میں گفتگو کریں تو تو آپ کے بارے میں یہ گمان کرے گا کہ آپ نے اس سے پہلے اس جگہ اور بستی کا ضرور سفر کیا ہوگا۔ آپ نے اسے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہوگا۔ لیکن ایسا ہرگز نہیں بلکہ یہ آپ کے کشف کا کمال ہوتا ہے بہت مرتبہ ایسا ہوا کہ آپ نے دور دراز مقامات کا سفر بغیر کسی راستہ بتانے اور جاننے والے کے کیا۔ پھر اس مقام کی طرف جاتے وقت ایسا راستہ اختیار کرتے جو عام لوگوں کے چلنے کا راستہ ہوتا۔ لیکن لوگوں کو اس کے بارے میں علم نہ ہوتا۔ آپ نے ایک دن فقیہ سیدی علی بن عبداللہ صباغی رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا: ان کا مکان صباغات تھا جو فاس شہر سے چار مراحل پر واقع ہے کہ ایک مرتبہ گھوڑ سواروں کی ایک جماعت کے ساتھ چلتے چلتے ایک ایسے مقام پر پہنچے جس کی صفت اور حدود اربعہ اور اس کا نام آپ نے بتایا۔ میں نے قوم کو وہیں چھوڑ دیا اور تمہارے مرشد کی زیارت کے لئے ان کے ہاں حاضر ہوا۔ مرشد گرامی نے میرے سامنے اس مکان اور گھر کی تمام صفتیں بیان کیں۔ یوں لگتا تھا کہ وہ مکان آپ کی آنکھوں کے سامنے رکھ دیا گیا ہو اور آپ کے سامنے گھوڑ سواروں کا ذکر کیا گیا۔ کشف کے چھپانے کے لئے ایسا کیا۔ ہمیں ہمارے سید جناب علی رحمۃ اللہ علیہ نے بتایا کہ خدا کی قسم! آپ نے ہمیں اس جگہ مکان کی ایسی تعریف کی کہ جیسا دیکھ کر کوئی بیان کر رہا ہو۔ اس میں نہ کمی اور نہ بیشی تھی۔ پھر اس سے کہا کہ جہاں تم نے گھوڑے باندھے ہوئے ہیں اس جگہ ایک بہت بڑے ولی کی قبر ہے۔ لہٰذا آئندہ وہاں گھوڑے نہ باندھنا۔ وہاں موجود لوگوں نے اس کی تفتیش کی تو وہاں واقعی ایک قبر موجود تھی۔ جیسا کہ آپ نے فرمایا تھا۔ چنانچہ ان لوگوں نے اس جگہ مزار بنا دیا۔ میں نے شیخ سے سنا کہ آپ اس ولی کے بارے میں فرمایا کرتے تھے کہ وہ ہمارے آباء واجداد میں سے ہیں۔ یعنی وہ غوث ہیں۔ مجھے اس کی تصریح فرمادی تھی۔

ایک واقعہ اسی قسم کا یہ بھی ہے کہ ایک مرتبہ میں آپ کے پاس بیٹھا ہوا تھا تو ایک شخص اہل زای سے حاضر ہوا۔ زای ایک معروف طرف کا نام ہے۔ آپ نے اس سے پوچھا تم کہاں کے رہنے والے ہو؟ کہنے لگا: اہل زای سے تعلق رکھتا ہوں۔ پھر آپ نے اس کے شہر و علاقہ کی صفت بیان کرنا شروع کر دی اور اس کی علامات و نشانیاں بتانی شروع کیں۔ وہ شخص تصدیق کرتا جاتا تھا۔ اور اس کا گمان تھا کہ آپ بھی اسی جگہ کے رہنے والے ہیں۔ وہاں سے ہی تشریف لائے ہیں۔

صاحب ابریز نے کچھ ایسی کرامات بھی درج کیں جو ان کے علاوہ دوسرے حضرات سے پیش آئیں۔ ان کرامات کو مصنف نے سیدی عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے پیش کیا اور آپ نے ان کی تقریر و تصدیق بھی فرمائی۔ ان میں سے کچھ وہ کرامات ہیں جو ابو عبداللہ محمد بن احمد زراری رحمۃ اللہ علیہ نے مصنف کو لکھ بھیجیں وہ بیان کرتے ہیں کہ شیخ موصوف کی کرامات میں سے ایک یہ ہے کہ آپ نے مجھے پہلی ملاقات والے ہی دن فرمایا: کیا تمہارے پاس گھی ہے؟ میں نے عرض کیا۔ جی حضور! میرے پاس اتنا گھی ہے۔ آپ نے فرمایا اس میں سے کچھ مجھے دے دو گے؟ میں نے عرض کیا حاضر ہے بعض دوستوں نے کہا جو گھی باقی بچ گیا ہے شاید گھی عام ہونے کے وقت تک نہ چل سکے گا۔ میں نے کہا: ایسے ہی ہے تو جناب شیخ نے فرمایا۔ کیا تمہارے پاس اس قدر گھی ہے جو فلاں وقت تک چل سکے؟ میں نے عرض کیا جی ہے۔ پھر فرمایا جو اس سے زیادہ ہے وہ مجھے

دے دو پھر جب مقررہ وقت (شیخ کا مقرر کردہ دن) آیا تو ایک شخص میرے پاس گھی لے کر آیا۔ اسے خدا نے بھیجا تھا۔ میرے وہم وگمان میں بھی نہ تھا۔ وہ گھی پھر گھی عام ملنے کے وقت تک چلتا رہا۔

غلہ کے مہنگے اور سستے ہونے کا علم

میں آپ سے گاہ بہ گاہ زمین کی پیداوار کی خرید وفروخت کے بارے میں مشورہ لیا کرتا تھا جو میرے قبضہ میں تھی۔ آپ نے فرمایا فلاں مہینہ کے پانچویں دن جس کے بیچنے کا تو ارادہ کرتا ہے اسے بیچ دینا۔ جب مذکورہ مہینہ آیا تو پیداوار کی بہت زیادہ قیمت اس کے پانچویں اور چھٹے دن بازار میں تھی پھر جب ساتواں دن آیا تو اللہ تعالیٰ نے بارش برسا دی جس سے پیداوار کا بھاؤ گر گیا۔ وللہ الحمد

عورت کے پیٹ میں کیا ہے؟ کا علم

میں ایک مرتبہ آپ کی زیارت کے لئے حاضر ہوا۔ ان دنوں میری ایک بیوی امید سے تھی۔ میں نے آپ سے اس بیوی کے بارے میں گفتگو کی۔ آپ نے فرمایا وہ لڑکا جنے گی۔ اس کا نام احمد ہوگا۔ جب میں واپس گھر گیا اور اپنی بیوی کو اس کی خبر دی تو بعد میں وہی ہوا جو آپ نے فرمایا تھا۔ پھر میری ایک اور بیوی کو اس بیوی پر غیرت آئی کہ اس نے لڑکا جنا ہے۔ لیکن میرے ہاں کوئی لڑکا نہیں ہوا۔ وہ ابھی ایک چھوٹی بچی کو دودھ پلاتی تھی۔ تو میں نے اس سے قبل از وقت وطی کر لی۔ شاید اسے بھی بچے کی امید ہو جائے تو اس نے مجھے اس پر ملامت کی۔ اور کہنے لگی میں پہلے ہی امید سے ہوں اور مجھے تو اس چھوٹی بچی کا خوف کھائے جا رہا ہے۔ اس نے اپنے حاملہ ہونے پر قسم بھی اٹھائی۔ پھر جب میں شیخ کی زیارت کے لئے حاضر ہوا تو میں نے یہ قصہ آپ کو کہہ سنایا۔ فرمانے لگے وہ جھوٹ کہتی ہے اس کے پیٹ میں کچھ بھی نہیں ہے۔ میں واپس گھر آیا تو واقعی ایسے ہی پایا جیسا شیخ نے فرمایا تھا۔ پھر میں تین مہینے کے بعد دوبارہ شیخ کی زیارت کے لئے حاضر ہوا۔ آپ نے پوچھا کیا تمہاری بیوی امید سے ہے؟ میں نے عرض کیا مجھے معلوم نہیں اے آقا! آپ نے فرمایا وہ پندرہ دن ہوئے امید سے ہے اور ان شاء اللہ بچہ جنے گی اس کا نام میرے نام پر رکھنا اور ان شاء اللہ اس کی شکل وصورت بہت حد تک مجھ سے ملتی جلتی ہوگی۔ پھر جب میں واپس گھر آیا اور بیوی کو شیخ کی گفتگو بتائی وہ خوش ہوگئی پھر اس نے واقعی بچہ جنا جو بالکل شیخ رحمۃ اللہ علیہ کا ہم شکل تھا۔

میری پہلی بیوی جب دوسری مرتبہ امید سے ہوئی تو میں نے آپ سے اس کے بارے میں پوچھا فرمایا اب کے بیٹی ہو گی اس کا نام میری والدہ کے نام پر رکھنا۔ پھر ہمارے ہاں ایک اور بیٹی کا اضافہ ہو گیا اور میں نے اس بچی کا نام شیخ کی والدہ کے نام پر ہی رکھا۔

میں ایک دن آپ کے پاس دوستوں کی ایک جماعت کے ہمراہ حاضر تھا اور آپ کی زوجہ مبارکہ گھر میں نہیں تھیں۔ حاضرین میں سے کسی نے نیچے اتر کر وضو خانے میں جا کر قضائے حاجت کا ارادہ کیا۔ وضو خانہ بالکل گھر کے دروازے کے سامنے تھا حتیٰ کہ آنے والا دیکھ لیتا تھا کہ وضو خانے میں کون موجود ہے اچانک شیخ بہت تیزی سے تشریف لائے اور ہمارے لئے رہائشی دروازہ بند کر دیا پھر جلدی سے نیچے اتر آئے۔ ہمیں معلوم نہ ہو سکا کہ آپ نے ایسا کیوں کیا ہے۔ ہم بھی حیران

تھے کہ اچانک محترمہ تشریف لائیں۔ پھر ہمیں پتہ چلا کہ اصل بات یہ تھی۔

میں ایک مرتبہ آپ کی زیارت کے لئے حاضر ہوا۔ آپ اپنے گھر کے کمروں میں سے ایک کمرے میں میرے ساتھ تشریف فرما ہوئے۔ حتی کہ سونے کا وقت آ گیا تو آپ نے مجھے فرمایا سو جا اور خود نیچے تشریف لے گئے۔ میں نے فالتو کپڑے اتارے اور چت لیٹ گیا۔ اچانک کسی ہاتھ نے میری بغلوں میں داخل ہو کر گدگدی کی۔ جس سے میں ہنس پڑا اور ادھر شیخ ہنس دیئے۔ حالانکہ آپ گھر کے نچلے حصہ میں اپنی آرام گاہ میں تشریف فرما تھے۔ مجھے معلوم ہو گیا کہ مجھے شیخ نے ہی ہنسایا ہے۔

شیر کا پہرہ دینا اور تمام واقعات کا علم

میں اپنے دوستوں کے ہمراہ ایک مرتبہ آپ کی زیارت کے لئے حاضر ہوا۔ پھر جب آپ سے رخصت ہوئے اور واپس آنے کے لئے چل پڑے۔ اس وقت ہمارے پاس کوئی ہتھیار بھی نہ تھا اور نہ ہی کوئی اور چیز کہ جس سے چوروں ڈاکوؤں کو ڈرا دھمکا سکیں۔ ہم آبادی والا علاقہ بھول گئے اور ایک غیر آباد جگہ رات بسر کرنے کا اتفاق ہوا۔ جگہ بڑی خوفناک اور چوروں کا گڑھ تھی۔ خیر ہم لیٹ گئے اور ساتھی بھی آرام کرنے لگے میں اور ایک اور ساتھی باقی رہ گئے۔ یعنی ہم سوئے بلکہ رکھوالی کرنے کی ذمہ داری اٹھالی۔ ہمیں احساس ہوا کہ یہاں کہیں شیر موجود ہے جو ہمارے بالکل قریب ہے میں نے اپنے ساتھی سے کہا اپنے ساتھیوں کو نہ جگانا تا کہ انہیں اچانک مصیبت کا سامنا نہ کرنا پڑے ان ساتھیوں میں کچھ ایسے بھی لوگ تھے جو نا تجربہ کار تھے میں نے کہا ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس شیر کو ہم سے دور ہی رکھے۔ جب صبح قریب ہوئی۔ ہم نے سفر شروع کیا تو وہاں اپنے قریب ایک خرگوش دیکھا جس کی ابھی ابھی موت واقع ہوئی ہو۔ بہر حال ہم اپنے اپنے گھر پہنچ گئے پھر جب دوسری مرتبہ میں جناب شیخ کی زیارت کے لئے حاضر ہوا تو میرے ساتھ اور بھی ساتھی تھے۔ میں نہ سویا اور چوپایوں کی رکھوالی کرتا رہا۔ پھر جب ہم آپ کے ہاں پہنچے تو میں نے عرض کیا: حضور! میں سونا چاہتا ہوں۔ کیونکہ گزشتہ رات میں نہیں سو سکا۔ آپ نے پوچھا کیوں؟ میں نے عرض کیا اس لئے کہ چوپایوں کی رکھوالی کرتا رہا ہوں۔ جناب شیخ نے پوچھا تیری رکھوالی نے تجھے کیا نفع دیا؟ تمہاری کیا حالت ہوتی اگر فلاں رات ڈاکو اور چور تم پر ٹوٹ پڑتے اور آپ نے شیر والی رات کا تذکرہ فرمایا۔ میں نے عرض کی یا سیدی! وہ کیسے ہوا؟ فرمانے لگے کیا یہ حقیقت نہیں کہ جب تم فلاں وادی میں پہنچے تھے تو تمہیں تین آدمی ملے تھے؟ میں نے عرض کیا جی ایسے ہوا تھا۔ آپ نے فرمایا۔ وہ جب پہاڑ کی طرف چڑھے تھے تو انہیں پہاڑ پر چار آدمی ملے تھے جو اس انتظار میں تھے کہ کسی پر ڈاکہ ڈالیں۔ جب یہ تین ان کے پاس پہنچے تو انہیں تمہارے بارے میں اطلاع کی۔ اب یہ سات آدمی تمہارا پیچھا کر رہے تھے اور چھپ کر دیکھ رہے تھے کہ تم رات کہاں گزارتے ہو۔ پھر جب تم نے رات بسر کرنے کے لئے جگہ منتخب کی اور سامان وغیرہ رکھ کر بیٹھ گئے تو اب وہ اس انتظار میں تھے کہ تم سو جاؤ۔ جب انہیں گمان ہوا کہ تم سو چکے ہو تو وہ تمہاری طرف بڑھے تا کہ تمہاری تلاشی لیں۔ جب آگے بڑھے تو انہیں تمہارے قریب کھڑا ایک شیر دکھائی دیا انہوں نے باہم مشورہ کیا کہ اب ہم کیا کریں اگر شیر کو مارتے ہیں تو لوگوں کو ہماری خبر ہو جائے گی اور اگر ان لوگوں کا سامان وغیرہ اٹھانے بڑھتے ہیں تو شیر ہمیں روکے گا۔ چنانچہ کافی سوچ بچار کے بعد انہوں نے ڈاکہ ڈالنے کا پروگرام ملتوی کر دیا اور تمہیں چھوڑ کر

کسی دوسرے قافلہ کی طرف چل پڑے۔ جب انہیں کوئی قافلہ نہ ملا تو دوسری طرف سے تم پر ڈاکہ ڈالنے کی انہوں نے ٹھانی تو اس طرف سے بھی انہیں شیر کا سامنا کرنا پڑا۔ اور ان کا گمان تھا کہ یہ دوسرا شیر ہے۔ ان ڈاکوؤں میں سے ایک بولا ان لوگوں کی عجیب حالت وشان ہے کہ ہم فلاں طرف سے ان پر ڈاکہ ڈالنے کے لئے آئے تب بھی شیر نے ان کی حمایت کی۔ پھر دوسری سمت سے آئے ادھر بھی شیر حامی بن کر کھڑا تھا۔ انہوں نے اس معمے کو سمجھنے کی کوشش کی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں پر مہر لگا دی میں نے اس کے بعد شیخ سے خرگوش کے بارے میں پوچھا۔ فرمانے لگے شیر میں انسان کی طرح غیرت نفس ہوتی ہے تو جس طرح کسی آدمی کے منہ پر اگر مکھی بیٹھ جائے تو وہ اسے بھگا دیتا ہے۔ یونہی یہ شیر جب بیٹھا ہوا تھا تو اچانک ایک خرگوش اس کے سامنے آ گیا جس نے شیر کو نہیں دیکھا تھا تو شیر نے اسے مار ڈالا تھا۔

ولی کو دور سے مدد کے لئے پکارنا اور مقصد پانا

ایک مرتبہ میں خچر پر سوار ہو کر آپ کی زیارت کے لئے روانہ ہوا۔ چلتے چلتے ایک مشکل جگہ پر پہنچا تو سواری سے نیچے اتر گیا اور اسے میں نے خالی چلنے کے لئے چھوڑ دیا۔ جب وہ جگہ نکل گئی تو میں نے چاہا کہ دوبارہ اس پر سوار ہو جاؤں تو وہ بھاگ نکلی۔ میں نے ''یا سیدی! یا مولوی عبد العزیز!'' کی چیخ و پکار شروع کر دی تو اللہ تعالیٰ نے غیب سے کچھ آدمی بھیج دیئے جنہوں نے اس خچر کو قبضہ میں لے لیا جب میں شیخ کے ہاں حاضر ہوا تو آپ نے ہنسنا شروع کر دیا اور فرمانے لگے عبد العزیز! کیا کرتا تم فلاں جگہ تھے اور عبد العزیز فلاں جگہ۔ ہاں اگر میں تمہارے ساتھ ہوتا تو ضرور تمہارے کام آتا۔ میں نے عرض کیا یا سیدی! آپ کے لئے یہاں وہاں سب برابر ہیں۔

ولی کا ہر جگہ موجود ہونا

ایک دن میں سیدی عبد القادر فاسی رحمۃ اللہ علیہ کے عبادت خانہ میں قبلہ کی جانب دیوار سے ٹیک لگائے بیٹھا ہوا تھا۔ میرے سامنے ایک ستون تھا۔ جس سے کسی نے بھی ٹیک نہیں لگائی ہوئی تھی اور نہ اس ستون اور میرے درمیان کوئی شخص موجود تھا۔ میں ذکر خدا میں مصروف تھا۔ پھر کچھ وقت گزرنے کے بعد اٹھ بیٹھا تا کہ شیخ موصوف رحمۃ اللہ علیہ کے گھر جاؤں۔ میں اٹھ کر چند قدم چلا ہوں گا کہ مجھے وہاں اپنی بھولی ہوئی کوئی چیز یاد آ گئی۔ لہٰذا میں واپس پہلی جگہ کی طرف آیا۔ میں نہ جان سکا مگر یہی کہ امام اس ستون کے ساتھ کھڑے ہیں اور اپنے مخصوص کپڑے پہنے ہوئے ہیں۔ مجھے مکمل یقین تھا کہ یہاں کوئی شخص نہ تھا۔ لہٰذا میں نے دیکھ کر آپ سے پوچھا اے میرے آقا! اے میرے مولیٰ! اس جگہ تشریف فرما ہوئے آپکو کتنا عرصہ ہوا ہے۔ اور آپ یہاں کب تشریف لائے؟ فرمانے لگے جب تم فلاں ذکر میں مشغول ہوئے تھے۔ اس وقت سے یہاں ہوں۔ میں بھی آہستہ سے وہی ذکر کر رہا تھا۔ اتنا آہستہ کہ میرے قریب بیٹھا بھی نہ سن سکے۔ اس سے میں نے جان لیا کہ آپ اس وقت ایسی حالت میں موجود تھے کہ آنکھوں سے آپ کی شکل وصورت پردہ میں تھی۔

میں نے ایک مرتبہ آپ سے (زادراہ) کے بارے میں مشورہ طلب کیا کہ فلاں چیز خرید لوں تو آپ نے فرمایا: اس کی ضرورت نہیں وہ جس مقدار میں تمہارے پاس ہے وہ تمہارے لئے کافی ہوگی بلکہ خریدنا چاہتے ہو تو گھی خرید لو کیونکہ یہ تمہارے

پاس اتنا نہیں ہے جو گھی ملنے کے وقت تک نکل سکے میں نے عرض کیا جی حضور! ٹھیک ہے۔ لیکن میرے پاس فلاں عورت کا کچھ گھی بطور امانت ہے۔ میں نے ایک دن گھی کی کمی کا تذکرہ کیا تھا۔ وہ اس وقت میرے پاس موجود تھی۔ سن کر کہنے لگی یہ دیکھو! میرے پاس کافی گھی ہے۔ تمہیں جس قدر چاہیے لے لو۔ لیکن میں اس عورت کی مراد نہ جان سکا کہ کیا یہ گھی اسنے مجھے بطور عطیہ دیا ہے یا قرض حسنہ کے طور پر دیا ہے۔ میں اسے بہر حال سچی عورت گمان کرتا ہوں۔ یہ سن کر شیخ کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد بولے گھی کی خرید و فروخت کرواور اس عورت کو اس کی قیمت دے دینا۔ اس سے مجھے پتہ چل گیا کہ اس عورت کی مراد کیا تھی پھر یونہی ہوا۔ وہ اس طرح کہ مذکورہ عورت جو میرا حال بخوبی جانتی تھی اور یہ بھی جانتی تھی کہ میرے پاس اس کے گھی کی رقم نہیں ہے وہ ایسے وقت دوبارہ میرے گھر آئی جب گھی کے بیچنے کا موسم آیا تھا۔ اس نے وہ گھی میرے ہاتھ بیچ دیا تھا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے مجھے میری امید سے زیادہ آسانی سے نوازا۔ یہ سب جناب شیخ کی برکت تھی۔

کسی شخص نے مجھے چند درہم بطور قرض حسنہ اور چند درہم بطور امانت رکھنے کے لئے دیئے۔ پھر کچھ دنوں بعد وہی شخص آیا تا کہ امانت رکھے گئے اور قرض دیئے گئے دونوں قسم کے درہم واپس لے۔ لیکن جو درہم میں نے قرض لئے تھے وہ سب خرچ ہو گئے تھے۔ ان میں سے ایک بھی باقی نہ تھا اور نہ ہی میرے پاس یہ گنجائش تھی کہ گھر کا کوئی سامان وغیرہ بیچ کر اس کے مذکورہ درہم ادا کرسکوں۔ میرا خیال تھا کہ اس شخص کو کافی عرصہ بعد ضرورت پڑے گی۔ بہر حال میں نے امانت رکھے درہم نکال کر اسے دے دیئے اور دل میں شیخ کو یاد کرنا شروع کر دیا۔ تا کہ یہ شخص مجھ سے قرض والے درہم نہ مانگے چنانچہ اس نے امانت وصول کی اور دوسرے دراہم کے بارے میں کچھ نہ بولا۔ آج تک اس بات کو چھ ماہ گزر گئے ہیں۔ اس نے کوئی مطالبہ نہیں کیا۔ حالانکہ وہ واقعی دونوں قسم کے دراہم لینے کیلئے آیا تھا۔ فالحمد للہ علی ذالک۔ یہ چند واقعات وہ ہیں جو زراری رحمۃ اللہ علیہ نے عبداللہ بن مبارک کی طرف لکھ بھیجے تھے۔

مصنف ابریز جناب عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مجھے فقیہ، ثقہ، صدوق سیدی علی بن عبداللہ صباغی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی شیخ کی چند کرامات لکھ کر بھیجیں جو انہوں نے خود مشاہدہ کیں۔ میں نے ان کرامات کو حرف بحرف شیخ کو پڑھ کر سنایا۔ آپ نے ان کی تقریر و تصدیق فرمائی۔ میں نے یہ اس لئے کیا کیونکہ میری غرض یہ تھی کہ میں اس کتاب (ابریز) میں وہی کرامات درج کروں جو میں نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھی ہوں۔ یا جناب شیخ کی زبانی اپنے کانوں سے سنی ہوں۔ بہر حال سیدی علی بن عبداللہ صباغی نے مجھے درج ذیل کرامات لکھ بھیجی تھیں جو شیخ کی مصدقہ ہیں۔

قبیلہ کو تباہ ہونے سے بچالیا

الحمد للہ وحدہ هذا تقييد ما رأيت من شيخنا الإمام الأستاذ الأكبر الغوث الأشهر سيدي و مولاي عبد العزيز ابن مولاي مسعود من الشرفاء الفاسيين الشهير نسبهم بالدباغين رضي الله عنه من الكرامات والمكاشفات

یہ کرامت اس وقت کی ہے جب پہلی مرتبہ مجھے آپ کی ملاقات کا شرف حاصل ہوا۔ کچھ دیر آپ کی صحبت میسر آئی اور

آپ سے اخذ فیض کیا۔ جب میں آپ کی حاضری سے فارغ ہو کر واپس اپنے اہل وعیال میں آیا اور آئے ہوئے تقریباً دس دن گزرے ہوں گے کہ میری قرابت میں ایک بہت بڑا مسئلہ پیش آ گیا جس کا بعض کو علم تھا اور بعض اس واقعہ میں موجود تھے۔ تقریباً بیس آدمیوں کا معاملہ تھا جن میں مرد عورت اور بچے بوڑھے شامل تھے یہ معاملہ ان معاملات میں سے تھا کہ اگر سرکاری خزانہ کا محافظ سن لیتا تو تمام قبیلہ کی موت تھی۔ میں آبادی سے باہر کھلی جگہ نکل گیا اور تین مرتبہ میں نے شیخ کو بلند آواز سے اپنے عاجزانہ کلام سے پکارا۔ میں نے عرض کیا "یا سیدی استرهذا القبیلة من نار هٰذه المسئلة" (اے آقا! اس قبیلہ کو اس مسئلہ کی آگ سے بچالو)۔ چنانچہ مسئلہ مذکورہ یوں دب گیا جیسا اس پر پہاڑ رکھ دیا گیا ہو یا اسے سمندر میں پھینک دیا گیا ہو اور جو لوگ اسے جانتے تھے وہ بھی ان لوگوں کو سچا کہنے لگے جو اسے نہیں جانتے تھے اور اگر کسی سے کوئی خفیہ طریقہ سے اس مسئلہ کے بارے میں سنتا تو اسے جھٹلا دیتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس قبیلہ کو اور ان کے ان افراد کو جنہوں نے وہ مسئلہ کھڑا کیا تھا سب کو شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی برکت سے محفوظ فرما لیا۔

مشکلات کے حل کا نسخۂ عامہ

یہ واقعہ میرے ساتھ اس وقت پیش آیا جب میں دوسری مرتبہ آپ کی حاضری کے لئے گیا۔ میں جب وہاں پہنچا تو میں نے شیخ کے مکاشفات اور مشورہ طلب کرنے والوں کو جب آپ کا بہترین جواب دینا ملاحظہ کیا تو عرض کیا اے آقا! جو شخص آپ کے قریب رہتا ہے وہ نیک بخت اور کامیاب ہوا۔ کیونکہ جب کبھی اسے کوئی مسئلہ درپیش آئے گا وہ قریب ہونے کی وجہ سے آپ سے اس کا حل طلب کر لےگا۔ اور اس بارے میں آپ سے بہترین مشورہ لے سکے گا۔ اے آقا! میں اپنے مسائل کے بارے میں کیا کروں کیونکہ میں تو آپ کے در اقدس سے تقریباً چار دن کی مسافت پر رہتا ہوں۔ میں کس سے مشورہ لوں؟ یہ سن کر آپ نے مجھے فرمایا: دیکھو! جب تمہیں کوئی مسئلہ درپیش ہو اور تم اس کے بارے میں کسی نتیجہ پر نہ پہنچ سکو تو آبادی کے باہر کھلی جگہ نکل جانا اور وہاں دو رکعت نفل اس طرح ادا کرنا کہ ہر ایک رکعت میں قل ہو اللہ گیارہ مرتبہ پڑھی جائے۔ سلام پھیرنے کے بعد تین مرتبہ درد بھرے انداز میں مجھے یاد کرنا اور تمہارا عقیدہ یہ ہونا چاہئے اور تمہیں یہ یقین ہونا چاہئے کہ میں تیرے پاس حاضر ہوں اور مجھ سے اپنے مسئلہ کے بارے میں مشورہ کرنا؟ تمہیں اس کا جواب مل جائے گا۔ پھر ایک مسئلہ مجھے درپیش ہوا اور اس سے میں بہت زیادہ پریشان ہو گیا تو میں آبادی سے باہر کھلی جگہ کی طرف نکل کر شیخ کے ارشاد کے مطابق وظیفہ بجالایا تو آپ کی برکت سے مجھے اس مسئلہ کا حل بہت جلد مل گیا۔ میرے بھائی بند اس وقت شیخ کے ہاں حاضر تھے اور میں آپ سے چار دن کی مسافت پر دور موجود تھا۔ اس واقعہ کے بعد جب میرے بھائی بند مجھ سے ملے تو انہوں نے مجھ سے پوچھا کہ فلاں وقت اور فلاں دن تمہیں کوئی مسئلہ درپیش آیا تھا؟ میں نے کہا ہاں آیا تھا۔ وہ کہنے لگے کہ ہم اس وقت شیخ کے پاس موجود تھے آپ اچانک ہنس دیئے اور فرمانے لگے مسکین سیدی علی بن عبداللہ یہ نیت لے کر آبادی سے باہر کھلی جگہ نکل آیا ہے اور آوازیں دے رہا ہے: یا مولای عبد العزیز أین مولای عبد العزیز وأنا؟ اے میرے مولیٰ عبد العزیز! کہاں وہ اور کہاں عبد العزیز؟ پھر جب میں نے شیخ رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات کی تو فرمانے لگے کبھی کسی مسئلہ سے پریشان نہ ہونا اور نہ ہی اسے

کوئی اہمیت دینا۔ اگرچہ تیری حاجت کہیں سے کہیں پہنچ جائے۔ آپ نے جب سے مجھے یہ ارشاد فرمایا اس وقت سے اللہ تعالیٰ نے میرے تمام غم اور مصائب دور فرما دیئے ہیں۔ اس کے بعد میں نے جب کسی مسئلہ میں آپ کا قرب مانگنا چاہا تو اللہ تعالیٰ نے فوراً اس مسئلہ کو میرے لئے آسان فرما دیا۔ یہ جناب شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی برکت کی وجہ سے ہی ہے۔ میں نے (صاحب ابریز) شیخ رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا: حضور! وہ دو رکعت کا وظیفہ خاص سیدی علی بن عبداللہ کے لئے تھا یا ہر صاحب ارادت کے لئے ہے؟ آپ نے فرمایا: ھی لکل من أرادھا یہ سب کے لئے ہے۔ میں اس پر اللہ کا شکر و حمد بجا لایا۔

مینڈھا بن دیکھے بتا دیا کہ گوشت کس میں زیادہ ہے

ایک کرامت مجھ سے سید علی مذکور نے یہ بھی بیان کی کہ جب پہلی مرتبہ ملاقات کے بعد شیخ موصوف سے ہم اوداع ہوئے تو یہ رمضان شریف کا واقعہ ہے تو رخصت لیتے وقت مجھے آپ نے فرمایا: آئندہ دو مینڈھے اپنے ساتھ لانا ہم عید قربان ان پر کریں گے۔ میں نے عرض کیا ٹھیک ہے۔ میرے آقا! پھر جب عید قربان نزدیک آگئی تو میں نے دو مینڈھے خریدے۔ اس وقت میرے دوستوں میں سے ایک دوست جناب شیخ کے در دولت پر حاضر تھا۔ میرا یہ دوست مجھ سے دو دن کی مسافت کی دوری پر رہتا تھا۔ یعنی جناب شیخ اور میرے فقیر خانہ کے تقریباً درمیان اس کی رہائش تھی۔ شیخ موصوف نے اس وقت میرے مذکور دوست سے فرمایا فلاں تمہاری طرف دو مینڈھے لے کر آ رہا ہے۔ ان میں سے ایک تم رکھ لینا اور عید قربان پر قربانی دے دینا اور دوسرا آگے بھیج دینا۔ میں جب دونوں مینڈھے لئے اپنے دوست کے گھر پہنچا تو اس نے مجھے شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی گفتگو سے آگاہ کیا مجھے یہ سن کر قطعاً شک نہ ہوا۔ بلکہ یہ یقین تھا کہ شیخ نے ہی فرمایا ہے۔ یقین کیوں نہ ہوتا کہ میرے اس دوست کا جو تعلق شیخ موصوف سے تھا میں اس سے بخوبی آگاہ تھا۔ بہر حال میں نے اسے کہا۔ آپ ان دونوں میں سے جو چاہیں اپنے پاس رکھ لیں وہ کہنے لگا۔ ہم ان دونوں میں سے گھٹیا رکھ لیتے ہیں اور بڑھیا مینڈھا شیخ کی خدمت میں حاضر کئے دیتے ہیں۔ ہم نے ایک کو اپنے گھر باندھا اور دوسرے کو لئے شیخ کی بارگاہ میں لے آئے۔ جب شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی اس پر نظر پڑی تو مجھے فرمانے لگے یہ کام فلاں نے کر دکھایا ہے۔ اس نے بڑھیا مینڈھا خود رکھ لیا ہے اور گھٹیا تمہارے ہاتھ ہمیں بھیج دیا ہے۔ یہ سن کر میں نے عرض کیا یا سیدی! یہ مینڈھا تو ہمیں بڑھیا اور موٹا تازہ معلوم ہوا تھا۔ آپ نے فرمایا اس کی چربی تو اس کی اوجھڑی میں ہے۔ یعنی گوشت زیادہ نہیں بلکہ اوجھڑی کے چربیلے ہونے کی وجہ سے موٹا تازہ نظر آتا ہے۔ لیکن یہ بات تمہارے دوست کو معلوم نہ ہو سکی۔ جب عید کے دن دونوں ذبح کئے گئے تو دونوں واقعۃً اسی طرح نکلے جس طرح شیخ نے فرمایا تھا اور جب ہم نے اس مینڈھے کو چھوڑ دیا جو شیخ کی خدمت میں لائے تھے اور دوسرا لے آئے تو ہم نے عرض کیا حضور! اس مینڈھے کو ہم کیسے لے جائیں اور اس کی ہم سے موافقت کیسے ہوگی کیونکہ ہم سواری پر ہیں؟ (اور اسے کیسے اتنی دور لے جائیں گے) اللہ تعالیٰ نے اس کا بھی انتظام فرما دیا۔ ہوا یوں کو کچھ ساتھی بکریاں اس مینڈھے کو مل گئیں جو فاس لے جائی جا رہی تھیں۔ ہمارے ساتھ جانے والوں میں پیدل صرف ایک آدمی تھا جو میرا باپ کی طرف سے بھائی تھا۔ تو ہم نے اسے وہیں چھوڑا تاکہ وہ بکریاں لانے والے قافلہ کے ساتھ مینڈھا لے کر آ جائے اور ہم جب شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں پہنچے تو ایک دن بعد مینڈھا آئے وہ

بھی آن پہنچا۔ جب اسے شیخ موصوف نے دیکھا تو فرمایا: ''أنت أتیتنا بکبش و نحن اعطیناک ولدا'' (تم ہمارے پاس مینڈھا لائے ہو ہم تمہیں لڑکا عطا کرتے ہیں)۔ میں نے فوراً عرض کیا یا سیدی! یہ واقعی اس کی حاجت ہے۔ میرے مذکورہ بھائی کو اولاد کا بہت شوق ہے۔ اس کی بیوی عمر میں چھوٹی تھی۔ پندرہ سال شادی کو ہوئے۔ لیکن کوئی بچہ بچی نہ جنا۔ حتیٰ کہ وہ اولاد سے ناامید ہو چکی تھی اور بے اولاد ہونے کا الزام وہ خاوند پر تھوپتی تھی کہ یہ ہی ناقابل اولاد ہے۔ جب ایک جگہ ہم نے مینڈھا باندھا اور پھر ہمیں شیخ اپنی رہائش گاہ پر لے گئے۔ رات ہو چکی تھی۔ جب چراغ کی روشنی میں آپ نے میرے بھائی کو دیکھا تو فرمایا: ذرا میرے قریب آؤ۔ وہ قریب ہو گیا۔ آپ نے اس کے چہرے سے کپڑا ہٹایا اور فرمایا اے فلاں! یہ ہے تیرا بیٹا یہ ہے تیرا بیٹا یہ ہے تیرا بیٹا۔ اس کے بعد آپ نے اسے فرمایا تو اس کا نام کیا رکھے گا؟ اس نے عرض کیا: یا سیدی! آپ جو چاہیں نام تجویز فرما دیں۔ آپ نے کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد فرمایا: اس کا نام رحال رکھنا۔ یہ نام ہمارے پورے خاندان اور قبیلہ میں کسی کا نہ تھا۔ اور نہ ہی ہمارے آباؤ اجداد میں سے کسی کا یہ نام تھا۔ حاضرین میں سے کسی نے شیخ سے عرض کیا یا سیدی! یہ عجیب و غریب نام کہاں سے آپ نے تجویز فرمایا ہے۔ جو ان لوگوں میں ہرگز متعارف نہیں؟ یہ سن کر آپ ہنس پڑے۔ پھر فرمانے لگے یہی مجھے معلوم ہوا تھا۔ ہم واپس گھر آ گئے تو اپنے بھائی کی بیوی میں ہمیں حمل کے آثار و علامات نظر آئیں۔ گھر والوں کو اور رشتہ داروں کو اس بات کا کوئی علم نہ تھا۔ اس کے ہاں ایک بچے کا اضافہ ہوا۔ اور شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے ارشاد کے مطابق اس کا نام رحال رکھا۔ لوگوں کو اس پر بڑی حیرانی ہوئی میں نے سوچا کہ آپ نے اس کا نام رحال اس لئے رکھا ہوگا کہ یہ اس طرف اشارہ کرتا ہے کہ نومولود زیادہ عمر نہیں پائے گا۔ بلکہ جلد رحلت کر جائے گا۔ چنانچہ ایسے ہی ہوا۔ یہ لڑکا تقریباً تین سال زندہ رہنے کے بعد فوت ہو گیا۔ اس میں نام کی مناسبت سے یہ دوسری کرامت بنتی ہے۔ میں نے اس فوت شدہ لڑکے کے والد کو شیخ سے یہ فرماتے سنا: ''المرة الاولی أعطیناک فیها رحالاو فی هذه المرة نعطیك من یقیم عند کم ولا یرحل عنکم''۔ (پہلی مرتبہ ہم نے تمہیں رحال عطا کیا تھا (جو رحلت کر گیا) اور اس مرتبہ ہم تمہیں ایسا لڑکا عطا کریں گے جو تمہارے پاس مقیم رہے گا اور رحلت نہیں کرے گا)۔ (یعنی کافی عمر پائے گا)

صحرا میں شیخ کا تشریف لانا اور تمام حالات سے آگاہی

سیدی علی مذکور نے پھر ایک اور کرامت مجھے سنائی کہ میں ایک دفعہ اپنے ایک دوست کے ہمراہ شکار پر نکلا تھا میں صرف تنگدستی کے وقت شکار پر جاتا تھا۔ ہم نے صبح کا کھانا یا ناشتہ اپنے اپنے گھر کیا اور نکل پڑے اور اپنے ساتھ روٹی وغیرہ کھانے کے لئے کچھ بھی نہ لیا۔ کیونکہ خیال تھا کہ ہم دیر نہیں لگائیں گے بلکہ جلد واپس آ جائیں گے۔ پھر ہم نے اپنے علاقہ میں واقع جنید پہاڑی کے نیچے سے جنگلی بکری پکڑی اس جگہ جنگلی بکریاں بہت پائی جاتی تھیں۔ ہمیں بہت دیر ہو گئی اور پچھلے پہر ہمیں خوب بھوک نے ستایا اور آتے وقت روٹی نہ لانے پر ہمیں بہت ندامت ہوئی۔ پھر کچھ دنوں بعد جب میری ملاقات شیخ سے ہوئی تو فرمانے لگے بروز منگل تم شکار پر کیوں گئے تھے؟ جبکہ تمہارے پاس کھانے کے لئے بھی کچھ نہ تھا۔ پھر تمہیں ایک شیخ ملا اس نے تمہاری تلاشی لی لیکن اسے کھانے کے لئے تم سے کچھ نہ مل سکا۔ پھر تم نے ایک جنگلی بکری پکڑی جو پہاڑ کے نیچے تھی۔

آپ نے مجھے اس پہاڑ کی ایک ایک بات بتائی۔ اور اس علاقے کے پورے پورے نشانات بتائے پھر فرمایا اس پہاڑ کے اوپر پیالہ کے برابر ایک چھوٹا سا چشمہ ہے جو نہ خشک ہوتا ہے اور نہ اس کا پانی کناروں سے باہر نکلتا ہے نہ کم ہوتا ہے نہ زیادہ میں اس چشمے سے لاعلم تھا۔ اور اس پہاڑ کے اوپر چڑھنے والے بھی بہت کم شکاری ہوتے تھے اور وہ ویسے ہی آج کل چند ہی ہیں۔ میں جب شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں سے واپس آیا تو شکاریوں سے اس چھوٹے سے چشمہ کے بارے میں پوچھا تو ایک شخص نے مجھے اس کے بارے میں معلومات فراہم کیں۔ اس نے وہی علامتیں بیان کیں جو جناب شیخ نے ارشاد فرمائی تھیں۔ میں نے دل میں کہا کہ جو شخص ہمیں وہاں ملا تھا اور جس نے تلاشی لی تھی وہ شیخ رحمۃ اللہ علیہ ہی ہو سکتے ہیں۔ میں نے شیخ موصوف سے پھر پوچھ ہی لیا کہ یا حضرت! وہ شخص کون تھا جس نے ہماری تلاشی لی اور ملاقات کی تھی؟ آپ نے وضاحت فرمائی۔ اور میں نے سنا کہ آپ فرما رہے ہیں: لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کتنی ہی مرتبہ میں اور سیدی منصور نے پہاڑ کی چوٹی پر واقعہ اس چشمہ پر نماز ادا کی۔ وہ جگہ ہمیں بہت عجیب سی معلوم ہوتی ہے کیونکہ بہت اونچی ہے۔

ایک اور کرامت سیدی علی مذکور نے یہ بتائی کہ آپ نے میرے علاقہ کے تمام گاؤں اور آبادیوں کی پوری پوری نشاندہی اور علامات دوسری مرتبہ بیان فرمائیں اور ہماری رہائش گاہ کا ٹھیک محل وقوع اور اس کی صفات بتائیں۔ اس کے علاوہ اور مختلف مقامات کی بھی آپ نے صفات بیان فرمائیں جو آپ سے چار چار دن کی مسافت پر واقع ہیں۔ اور آپ ان میں کبھی بھی تشریف نہیں لے گئے۔ پھر جب معلوم کیا گیا اور دیکھا گیا تو بغیر کسی کمی بیشی کے بالکل ٹھیک ویسی ہی علامات پائیں جو آپ نے بیان کی تھیں۔

فلاں جگہ ولی کی قبر ہے وہاں گھوڑے نہ باندھنا

ایک مرتبہ جب میں پھر آپ کی زیارت کے لئے حاضر ہوا اور آپ نے ہماری رہائش گاہ کے بارے میں علامات بیان فرمائیں تو اس مرتبہ فرمانے لگے فلاں جگہ اپنے گھوڑے نہ باندھا کرو۔ وہاں ایک صالح شخص تمہارے گھوڑوں کے پاؤں کے قریب مدفون ہے۔ ہم نے تو وہاں کسی قبر کی کوئی نشانی نہ دیکھی تھی اور نہ ہی وہاں قریب کوئی قبرستان تھا۔ جہاں قبرستان ہے اس کے اور ہماری رہائش کے درمیان تقریباً نصف میل کا فاصلہ ہے۔ آپ نے مجھے فرمایا تمہاری اس رہائش گاہ میں سات قبریں ہیں۔ ان میں سے صرف وہ قبر جو تمہارے گھوڑوں کے قدموں کے قریب ہے اس سے احتیاط کرنا اور اس جگہ سے اپنے گھوڑوں کو ادھر ادھر باندھا کرو۔ اس کا احترام کرو اور وہاں کوئی رکاوٹ بنا دو جو صاحب قبر اور اسے تکلیف پہنچانے والے کے درمیان دیوار کا کام دے۔ آپ سے حاضرین میں سے کسی نے عرض کیا یا سیدی! وہ صاحب قبر کون ہے؟ فرمایا وہ عرب ہے جو وجدہ اور تلمسان کا رہنے والا تھا۔ اور رنگ سازی کا کام کیا کرتا تھا۔ لوگ اسے زندگی میں طالب علم ہی سمجھتے تھے اور عوام میں وہ صلاح وولایت میں معروف نہ تھا۔ وہ فوت ہو گیا اور وہاں اس کو دفن کر دیا گیا تھا۔ ہم نے جناب شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے وجدہ اور تلمسان کے درمیان علاقہ میں واقع بستیوں کے نام لینے شروع کر دیئے اور ایک ایک نام کے ساتھ دریافت کرتے کہ کیا وہ اس بستی کا تھا۔ آپ انکار فرماتے۔ کرتے کرتے ہم نے اولاد ریاح کا ذکر کیا۔ فرمانے لگے ہاں ان میں سے تھا۔ حالانکہ آپ

رحمۃ اللہ علیہ نہ ہمارے ان علاقوں کو جانتے تھے اور نہ ہی ہماری رہائش گاہ میں کبھی تشریف لائے تھے اور نہ وجدہ اور تلمسان کبھی دیکھے تھے اور ان کے درمیان بسنے والوں کو بھی نہ جانتے تھے۔ پھر مجھے فرمانے لگے اگر تو چاہتا ہے کہ اس صاحب قبر پر مطلع ہو اور اس کا نام ونشان دیکھنا چاہے تو کدال پکڑ کر اس جگہ سے مٹی ادھر ادھر کرنا تجھے پتہ چل جائے گا۔ میں نے عرض کیا یا سیدی! وہ رہائش گاہ کے کس مخصوص حصے میں ہے؟ آپ نے فرمایا تیرے بیٹے خارجہ کے گھر کی جنوبی طرف مکان کی بارانی یا برساتی کے مقابل ہے جو رہائش گاہ کے دروازے کی طرف بارانی ہے۔ یہاں ہماری رہائش گاہ میں تین عدد بارانیاں یا برساتیاں تھیں۔ میں جب گھر واپس آیا تو اہل خانہ سے میں نے اس کا تذکرہ کیا۔ ہم نے کدال یا کلہاڑا لیا اور اس مخصوص نشاندہی کی گئی جگہ سے مٹی کھودنا شروع کی تو ہمیں وہی نظر آیا جو شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا۔ لوگوں کو اس بات پر بہت تعجب ہوا۔ میں نے جناب شیخ رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا رہائش گاہ میں موجود تمام قبروں میں سے صرف اس ایک قبر سے احتیاط اور تعظیم وتوقیر کا آپ نے حکم دیا اس کی کیا وجہ ہے؟ فرمایا اس لئے کہ ولی کی روح خوش ہے اور آتی جاتی ہے آزاد ہے اور دوسرے چھ آدمیوں کی روحیں برزخ میں قید ہیں۔ ان قبور پر عرصہ دراز گزر چکا تھا اور تقریباً تین سو سال پیشتر کی یہ قبریں تھیں۔ بہر حال میرا اشکال دور ہو گیا۔ والحمد للہ علی ذالک۔

اولاد بھی اور رزق بھی مل گیا

سیدی علی نے مزید بتایا کہ آپ کی ایک کرامت یہ بھی دیکھی کہ میرے ساتھ ایک مرتبہ میرا رشتہ دار چچازاد بھائی بھی شیخ موصوف کی زیارت کے لئے گیا۔ میرے اس بھائی کی بیوی امید سے تھی۔ ہم شیخ کی بارگاہ میں پہنچے۔ میرے بھائی مذکور کی نیت تھی کہ وہ شیخ رحمۃ اللہ علیہ سے غربت اور بے مائیگی کا رونا روئے گا۔ یہ اس کی پہلی مرتبہ حاضری تھی جب شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے اسے دیکھا تو فرمانے لگے کیا تمہاری بیوی ہے؟ اس نے عرض کیا آقا! ہے۔ پوچھا: کیا وہ حاملہ ہے؟ عرض کیا جی حاملہ ہے۔ پوچھا: کیا تو چاہتا ہے کہ تیرے ہاں دو بیٹیاں عطا کی جائیں؟ اس نے خوشی سے جھوم کر کہا ہاں اے آقا! ہم یہی چاہتے ہیں۔ دیکھئے! جناب شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے اسے دو بیٹیوں کی اکٹھی خوشخبری سنا دی۔ ایک بیٹی اس کی بیوی کے ہاں پیدا ہونے والی اور دوسری رزق کی فراوانی تھی حالانکہ ابھی میرے بھائی نے ان کے لئے درخواست بھی نہ کی تھی۔

جب میرا بھائی اپنے اہل وعیال میں واپس آیا تو دیکھا کہ اس کی بیوی نے ایک بچی کو جنم دیا ہے۔ بھائی، بچی کی پیدائش کے ساتویں دن بعد چاشت کے وقت گھر پہنچا تھا۔ جب اہل خانہ میں بیٹھا تو وہ اس وقت نومولود بچی کے نام کے بارے میں غور وخوض کر رہے تھے۔ ادھر شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے میرے بھائی سے پوچھ لیا تھا کہ تم نومولود بچی کا کیا نام رکھو گے؟ بھائی نے عرض کیا جو آپ تجویز فرمائیں گے وہی نام رکھا جائے گا۔ آپ نے اس کا نام خدیجہ رکھا۔ اس نام کا ہمارے ہاں کوئی وجود نہ تھا۔ لوگوں کو اس پر بہت تعجب ہوا۔ میں نے جناب شیخ سے عرض کیا حضور! آپ نے یہ نام کیوں تجویز فرمایا تھا؟ فرمانے لگے ہر وہ شخص جس پر اللہ تعالیٰ نے فتح کے دروازے کھول دیئے ہوں اور اسے کامیابی بخشی ہو فتح کبیر کا اسے حصول ہو چکا ہو۔ اگر ایسا شخص شادی کا ارادہ کرنا چاہتا ہو تو وہ ایسی عورت کو بیوی بنانا پسند کرے گا جس کا نام خدیجہ ہو گا اور اگر اس کے ہاں کوئی بیٹی پیدا ہو تو

اس کا نام بھی خدیجہ رکھنا محبوب رکھے گا۔ کیونکہ ہم سب کے آقا جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ خدیجہ کو زوجیت میں لیا اوران سے شادی فرمانے کی وجہ سے دنیا و آخرت کی خیر پائی۔

اس کے بعد صاحب ''ابریز'' نے لکھا کہ میری طرف فقیہ سیدی عبداللہ بن علی تازی رحمۃ اللہ علیہ نے شیخ موصوف کی کچھ کرامات لکھ بھیجیں۔ جن کا بعض اصحاب نے مشاہدہ کیا تھا۔ میں نے یہ کرامات بھی شیخ رحمۃ اللہ علیہ کو پڑھ کر سنائیں تو آپ نے ان کی بھی تصدیق فرمائی۔ فقیہ موصوف کی تحریر کی ابتدا یوں تھی: الحمد للہ ذکر بعض کرامات شیخنا و کنزنا و ذخرنا غوث الزماں و ینبوع العرفان سیدی و مولای عبد العزیز نفعنا اللہ بہ آمین

ولی جلد چلنے والے سے بھی پہلے پہنچ گیا

یہ کرامت ہمیں (فقیہ عبداللہ تازی) باوثوق شخصیت سیدی عبدالرحمٰن مخوخی رحمۃ اللہ علیہ نے بتائی کہ ایک دن میں جناب شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ مولانا ادریس کے سامنے موجود تھا۔ شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ اس وقت شیخ علامہ سیدی احمد بن مبارک بھی تھے۔ سیدی عبدالرحمٰن بیان کرتے ہیں کہ مجھے شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے قضائے حاجت کی خاطر اپنے گھر روانہ کیا۔ میں گھر کی طرف نہایت سرعت سے آیا اور شیخ رحمۃ اللہ علیہ کو اسی جگہ بیٹھا چھوڑ آیا۔ جب دوڑ کر میں گھر آیا تو یہاں مجھے ایک شخص دکھائی دیا جو جناب شیخ رحمۃ اللہ علیہ کو تلاش کر رہا تھا۔ تاکہ ان کے کپڑے لے کر انہیں دھوئے میں اور وہ شخص اس انتظار میں تھے کہ جناب شیخ رحمۃ اللہ علیہ مولانا ادریس کے ہاں سے تشریف لاتے ہیں۔ اچانک آپ اپنے گھر کے اندر سے ہی باہر تشریف لے آئے اور کپڑے اپنے ہاتھوں میں پکڑے ہوئے تھے۔ آپ نے کپڑے اس شخص کو دے دیئے جو انہیں دھونا چاہتا تھا۔ میں نے جب شیخ موصوف کو جناب مولانا ادریس کے پاس چھوڑا تھا تو اس وقت آپ نے کھڑاؤں پہن رکھی تھیں۔ کیونکہ زمین تر ہو کر کیچڑ بن گئی تھی اور بارش کی وجہ سے گاڑ وغیرہ راستہ میں بن گئی تھی۔ اگر آپ کھڑاؤں کی بجائے عادتاً پہنے جانے والی جوتیوں سے بھی چلتے اور اپنی عادت کے مطابق چلتے تب بھی مجھ سے پہلے آپ اپنے گھر میں نہیں پہنچ سکتے تھے۔ کیونکہ میں تو بہت تیز دوڑتا ہوا آیا تھا۔

سخت سردیوں میں پسینہ

سیدی عبدالرحمٰن نے ہی مجھے بتایا کہ ہم ایک مرتبہ جناب شیخ کے پاس حاضر تھے اس وقت سردی پڑ رہی تھی۔ ہم نے ایسے حال میں بھی آپ کے ماتھے پر پسینہ بہتے ہوئے دیکھا جو کافی مقدار میں تھا۔

مریدوں کی ہر بات شیخ کے پیش نظر ہوتی ہے

ایک کرامت یہ ہے جو خود مصنف کتاب ''ابریز'' یعنی عبداللہ بن علی اور ان کے بھائی عبدالرحمٰن مذکور کے ساتھ رونما ہوئی وہ یہ کہ ہم دونوں ایک دن مدرسہ عطارین کی چھت پر چڑھ گئے وہاں جا کر ہمیں کچھ مکانوں کی چھت پر عورتیں نظر آئیں۔ بعض تو الگ تھیں اور کچھ مل جل کر بیٹھی تھیں۔ ہم نے ان کو دیکھنا شروع کر دیا اور ان کے بارے میں آپس میں گفتگو کرنا شروع کر دی کبھی ہم ہنس دیتے پھر ہم میں سے کوئی ہوا میں چھلانگ لگاتا۔ یوں ہم غلبہ مذاق کا اظہار کرتے۔ پھر وہاں سے اتر

کر ہم جناب شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں آپ کے گھر حاضر ہوئے اور ہم عام ملاقات کے لیے لوگوں کے ملنے کی جگہ بیٹھ گئے۔ شیخ بھی وہیں تشریف فرما تھے۔ ہمیں دیکھ کر شیخ رحمۃ اللہ علیہ بہت ہنسے اور فرمانے لگے جس شیخ کو کشف حاصل نہ ہو وہ بھی کوئی اچھا شیخ ہے۔ پھر فرمایا تم دونوں کہاں تھے؟ مجھے سچ سچ بتانا۔ مجھ سے جھوٹ نہ کہنا۔ ہم نے آپ کو سارا قصہ کہہ سنایا۔ پھر جناب شیخ رحمۃ اللہ علیہ ہم سے ان عورتوں کی باتیں کرنے لگے اور چھتوں پر ان کا ہونا ذکر فرمایا۔ یوں معلوم ہوتا تھا کہ آپ وہاں کہیں موجود تھے اور پھر ہم سے ہمارے اچھلنے اور ہوا میں چھلانگ لگانے کی بھی بات کی۔ حالانکہ ہم نے ان باتوں کا آپ سے قطعاً تذکرہ نہ کیا تھا۔ آپ نے فرمایا میں اس وقت ایک زیارت کی خاطر آئے ہوئے آدمی کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ ان کو میرے بارے میں اس کا قطعاً علم نہ ہو سکا کہ میں تمہاری ہر حرکت دیکھ رہا ہوں۔ حتیٰ کہ جب میں خوب کھلکھلا کر ہنسا۔ تب تمہارا ہوا میں چھلانگ لگانا میں نے مشاہدہ کیا تو اس شخص نے خیال کیا کہ میں اس کی کسی بات پر ہنس دیا ہوں۔

لڑکی نہیں لڑکا ہے

سیدی عبدالرحمٰن نے ہی مجھ سے بیان کیا کہ میری بیوی حاملہ تھی۔ جب ہم شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں آئے تو ہم نے آپ سے بیوی کے بارے میں کچھ باتیں کیں۔ حاضرین میں سے ایک نے از راہ مذاق ہنستے ہوئے کہا سیدی عبدالرحمٰن! بیٹی ہوگی۔ پھر شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ذرا میرے قریب آؤ۔ میں نے تعمیل حکم کی۔ آپ نے چپکے سے میرے کان میں بتایا۔ خدا کی قسم! تمہاری بیوی لڑکا جنے گی۔ پھر وہی ہوا جو جناب شیخ نے فرمایا تھا۔

موت کی خبر دے دی

ایک مرتبہ میں زیارت کے لئے حاضر ہوا اور گھر میں بچے کو مریض چھوڑ آیا تھا۔ یہاں حاضر ہو کر میں نے شیخ رحمۃ اللہ علیہ سے دعا کی درخواست کی کہ اسے اللہ شفا عطا فرمائے۔ آپ نے فرمایا اگلی مرتبہ ملاقات پر دعا کرنے کی مجھے مہلت دے دو۔ میں اس وقت اس کیلئے دعا کروں گا۔ بیان کرتے ہیں کہ آپ کے اس جواب سے مجھے پتہ چل گیا کہ میرا بچہ بہت جلد انتقال کر جائے گا۔ پھر یہی ہوا۔

یونہی ایک مرتبہ میں بغرض زیارت حاضر ہوا۔ اس وقت میں بیوی کو امید سے چھوڑ کر گیا تھا۔ شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے کہا جب میں آپ کی بارگاہ میں تھا اور میری بیوی دردزہ میں تھی۔ تیرے ہاں ایک بیٹی اور آگئی ہے پھر ویسے ہی ہوا۔ جیسے آپ نے فرمایا تھا۔

سیدی عبدالرحمٰن ہی بیان کرتے ہیں کہ میں فاس میں آپ کی زیارت کی غرض سے گیا اور میرے پاس شیخ رحمۃ اللہ علیہ کو ہدیہ دینے کے لئے تیس ۳۰ اوقیہ تھے۔ جب میں مذکور شہر کے قریب پہنچا تو ان میں سے ایک اوقیہ میں نے نکال لیا۔ بیان کرتے ہیں کہ جب میں بقیہ درہم جناب شیخ رحمۃ اللہ علیہ کو دیئے تو مجھے فرمانے لگے تم اپنے کام سے باز نہیں آئے اور تم نے اپنی مزدوری نکال لی ہے۔ اٹھو اور میرے لئے مثلاً ایک سیر کھجوریں لے آؤ اور تین سیر پنیر۔ یہ اس ایک اوقیہ کے بدلے میں ہیں جو تو نے اپنے لئے نکال لیا تھا۔ میں نے عرض کیا یا سیدی! آپ واقعی عقل و فہم سے بالا شخصیت ہیں۔ مختصر یہ کہ شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی بے انتہا کرامات ہیں۔

ظالم سے چھٹکارامل گیا

مجھے کچھ کرامات ایک اور باوثوق شخصیت، فقیہ سیدی عربی زیادی نے بھی لکھ کر دیں۔ ان میں سے اکثر کرامات میں میں خودموجود تھا۔ اور میں نے بھی انہیں آنکھوں دیکھا۔ فقیہ مذکور نے یوں ابتدا کی: ما وقع لی مع شیخنا الامام غوث الانام سیدی و مولای عبدالعزیز نفعنی اللہ بہ۔ پھر یہ کرامت لکھی کہ میں ایک خزانے کے کاتب کے لئے مختلف کتابیں خریدا کرتا تھا۔ ایک مرتبہ میں نے چند کتابیں اس کے لئے خریدیں اور کتابوں کے مالکوں سے میں نے ادھار کرلیا اور کاتب بھی پیسے کتابیں وصول کرنے کے بعد دیا کرتا تھا۔ چنانچہ اس مرتبہ جب کتابیں اسے پہنچائیں تو ناپسندیدگی کی وجہ سے بڑا لال پیلا ہوگیا اور کتابیں مجھے واپس کرتے ہوئے کہنے لگا انہیں ان کے مالکوں کو واپس کردو۔ ورنہ ہم پھر جو چاہیں گے کریں گے یہ سن کر مجھے بہت خوف محسوس ہوا۔ میں سخت پریشان ہوگیا اور بڑا صدمہ ہوا۔ کیونکہ مجھے اس کاتب کے رعب داب اور زیادتی کا سخت خطرہ تھا۔ میں شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں حاضر ہوا اور اپنی کیفیت آپ سے عرض کی اور عرض کیا کہ کتابوں کے مالک کتابیں واپس لینے پر آمادہ نہیں۔ میں حیران و پریشان ہوں اور خوفزدہ ہوں۔ میرے پاس اتنی رقم بھی نہیں کہ اپنی طرف سے ان کتابوں کے مالکوں کو ادا کرسکوں۔ ادھر اس کاتب کو میرے خاندان اور گھر بار پر رعب حاصل ہے۔ میں نے تمام مشکلات شیخ کے سامنے رکھ دیں۔ میری بپتا سن کر شیخ بولے بیٹا! انہیں کسی چیز کا خوف نہیں کھانا چاہئے۔ ان شاء اللہ سب ٹھیک ہوجائے گا۔ عنقریب خوشی دیکھو گے اور ہم ان شاء اللہ بہت جلد تمہیں پریشانیوں سے نکال لیں گے۔ چنانچہ کچھ ہی عرصہ بعد اللہ تعالیٰ نے میری مشکلات حل فرمادیں۔ وہ اس طرح کہ کاتب مذکورہ کو سلطان نے قتل کروادیا۔ پھر وہی خوشی اور فراوانی دیکھی جس کی شیخ نے خوشخبری دی تھی۔

جس کی ذمہ داری اٹھائی بچ گیا

ایک کرامت یہ دیکھی کہ ہمارے علاقہ میں ایک مرتبہ بہت بڑا فساد و فتنہ اٹھا۔ علاقہ کا قاضی میرا بھائی بنا ہوا تھا۔ میری اور اس کی اللہ تعالیٰ کے لئے دوستی تھی۔ مجھے اس کے بارے میں پریشانی ہوئی کہ کہیں فتنہ و فساد کی لپیٹ میں نہ آجائے۔ چنانچہ میں شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں حاضر ہوا تاکہ قاضی صاحب کے لئے دعائے خیر کراؤں۔ جناب شیخ نے فرمایا سید طاہر کے بارے میں تمہیں کسی قسم کی پریشانی نہیں ہونی چاہئے انہیں کسی قسم کی تکلیف کا سامنا نہیں کرنا پڑے گا۔ رہا فلاں کاتب تو میں اس کا ضامن نہیں بنتا۔ میں نے اس کاتب کے بارے میں آپ سے درخواست بھی نہ کی تھی۔ حالانکہ اس کے ساتھ بھی میری دوستی تھی اور قاضی مذکور کے ساتھ بھی۔ قاضی مذکور سے مراد یہی قاضی ہیں جو ان کرامات کے راوی ہیں۔ پھر انجام کار ویسے ہی ہوا جیسے شیخ نے فرمایا تھا۔ قاضی صاحب کو معمولی بھی خراش نہ آئی اور کاتب کو مار ڈالا گیا۔

سزائے موت سے بچالیا

آپ ہی کی ایک کرامت یہ دیکھی کہ جب ہمیں مذکورہ کاتب کی موت کا علم ہوا اور اس کی موت کے بارے میں ابھی

بہت کم لوگ جانتے تھے میں جناب شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے در دولت پر حاضر ہوا۔ دروازہ کھٹکھٹایا آپ باہر تشریف لائے۔ ہم نے آپ کو کاتب کی موت کے بارے میں ابھی کچھ بھی عرض نہیں کیا تھا آپ خود معا پوچھنے لگے کیا کاتب فوت ہو گیا ہے؟ میں نے عرض کیا جی اے آقا! اس پر آپ نے فرمایا: وہی ہوا جو میں نے تجھے پہلے بتا دیا تھا۔ کیا تمہارے پاس اس کاتب کی کتابوں میں سے کوئی ہے؟ میں نے عرض کیا جی ہے۔ مجھے فرمانے لگے: اللہ تمہارے کام بخیر و عافیت انجام تک پہنچائے گا۔ میں نے جب آپ سے یہ جملہ سنا تو اس کاتب کے ساتھ تعلق کے بارے میں مجھے خطرہ اور خوف محسوس ہوا اور مجھ کو شدید رعب سے واسطہ پڑا۔ چنانچہ میں نے فوراً شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھوں کا جھک کر بوسہ لیا اور عرض کیا یا سیدی! میں اس کاتب کی طرف سے خطرہ محسوس کرتا ہوں حاضرین میں سے بھی بعض اصحاب شیخ نے میری معاونت کی اور ہم سب نے آپ سے بھلائی کے لئے دعا کرنے کی درخواست کی۔ آپ نے مجھے اور ان ساتھیوں کو فرمایا جب کہ ہم سب نے دعا کے لئے رغبت کا اظہار کیا۔ تمہارے لئے یہ بات ضروری ہے کہ تمہیں اس سلسلہ میں طلب کیا جائے گا۔ لیکن تمہارا انجام سلامتی ہی ہوگا۔ میں یہ سن کر پریشان رہنے لگا۔ پھر مجھے طلب کیا گیا اور ان تمام لوگوں سے پوچھ گچھ شروع ہوگئی جن کے ساتھ مذکورہ کاتب کے تعلقات تھے اور میرے جن ساتھیوں کو پکڑا گیا تھا انہیں مختلف سزائیں دی گئیں۔ کسی کی گردن اڑانے کا حکم کسی کے اموال کو سرکاری تحویل میں لینے کا حکم اور کسی کے اہل و عیال کی بے عزتی کرنے کا حکم ہوا۔ یہ دیکھ کر میں ہیبت زدہ ہو گیا اور میرا خوف دن بدن بڑھنے لگا پھر میں وقت نکال کر ایک دن شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں حاضری دیتا ہوں۔ آپ نے فرمایا: موت تو نہیں لیکن پریشانی اور محنت کا سامنا تمہیں کرنا پڑے گا۔ معاملہ یونہی چلتا رہا۔ حتیٰ کہ مجھے بھی ایک شخص حوالات میں لے جانے کے لئے آیا۔ میں اسے ساتھ لے کر شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں آیا۔ آپ نے اسے خوش آمدید کہا اور اس سے خوشی اور سرور کا اظہار فرمایا۔ اور اس کے لئے دعائے خیر بھی کی اور بہت سی باتوں کی وصیت فرمائی۔ اس شخص نے عقیدت کا اظہار کرتے ہوئے عرض کیا۔ آپ کے ارشادات سر آنکھوں پر اور مجھے شیخ نے فرمایا تو صحیح سالم واپس آجائے گا۔ آپ نے اس کے بعد اپنا سلام اس شخص کو کہلا بھیجا جو کاتب کے معاملات کی تحقیق و تفتیش کر رہا تھا۔ میں حوالات میں چلا گیا اور انہیں کاتب کی وہ تمام کتابیں دے دیں جو میرے پاس تھیں۔ انہوں نے لے کر مجھے کو چھوڑ دیا۔ میں پھر فاس واپس آ گیا۔ والحمد للہ پھر ایک آدمی ایسا تھا جو اپنے منہ پر سیاہی ملنے کا عادی تھا۔ اس نے اپنی دیرینہ بری عادت کے مطابق میرے بارے میں اس شخص کے کان بھرنے شروع کر دیئے جو کاتب کے بارے میں تحقیق و تفتیش کر رہا تھا۔ وہ شکایت کرتا کہ فلاں کے پاس فلاں کا مال ہے جو اس نے بہتان اور جھوٹ کے سہارے حاصل کیا تھا۔ میں نے فاس میں صرف ایک جمعہ بسر کیا تھا کہ اچانک وہی چغلخور آیا اور مجھ سے دوستی کا اظہار کرنے لگا اور سچی محبت کا ڈھنڈورا پیٹنے لگا۔ اور کہنے لگا کہ تمہارے دوست تامسنا کے قاضی صاحب نے متولی مذکور (تفتیشی افسر) کی طرف رقعہ لکھا ہے جب اسے دونوں مقدمات کے بہتر فیصلہ کی اطلاع ملی کہ فلاں شخص کو میری طرف سے یہ پیغام پہنچا دیجئے کہ وہ مجھے سلا شہر میں ملے۔ میں یہ پیغام لے کر تمہارے پاس آیا ہوں۔ اب آپ اگر جانا چاہیں تو بھی آپ کی مرضی اور اگر یہیں بیٹھنا ہے تو پھر بھی آپ کی مرضی ہے۔ پھر میں اس شخص کو جناب شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس لے آیا۔ اس نے شیخ موصوف کے سامنے بھی اسی گفتگو کا

تذکرہ کیا۔ شیخ رحمۃ اللہ علیہ خاموش تھے پھر مجھ سے فرمایا: اے فلاں! میری رائے اور مشورہ یہ ہے کہ تو اس ساتھی کے ساتھ قاضی صاحب کی طرف چلا جا اور اپنے تیس ۳۰ اوقیہ بھی لے جانا۔ یہ تمہیں اس تفتیشی افسر کو دینے کی ضرورت پڑے گی۔ یہ سن کر اس شخص نے عرض کیا سیدی! جو مجھے معلومات تھیں وہ میں نے عرض کر دیں۔ آگے سید عربی (قاضی صاحب) بہتر جانتے ہیں کہ انہوں نے کس لئے انہیں بلوا بھیجا ہے۔ میں نے عرض کیا سیدی! اگر یہ شخص صرف یہ کام کرنا چاہتا ہے کہ مجھے سید عربی کے پاس لے جائے تو کیا اس کے ساتھ میرا جانا ضروری ہے اور کیا ویسے بھی جانا ضروری ہے اور پھر اس کے ساتھ جانے اور تیس اوقیہ ساتھ لے جانے کی آخر کیا وجہ ہے؟ یہ سن کر مجھے شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا جو میں کہتا ہوں اسے غور سے سنو۔ میں سنجیدہ بات ہی کیا کرتا ہوں۔ اس آدمی کے دل میں جو سکیم مخفی ہے میں کیا جانوں؟ اس کا میرے ساتھ گفتگو کرنا اور چکنی چپڑی باتیں کرنا شائد کوئی دھوکہ اور حیلہ ہو۔ جب میں جناب شیخ کی گفتگو کی اصل حقیقت نہ پا سکا اور غفلت نے مجھ پر چادر تان لی تو شیخ نے مجھے دو ٹوک انداز میں بتایا اور یہ شخص بھی سن رہا تھا۔ لیکن آپ نے یہ سب کچھ ہنستے مسکراتے انداز میں ارشاد فرمایا۔ پھر جب ہم آپ سے رخصت ہونے کے لئے اٹھے تو آپ نے اس وقت مجھے فرمایا: موت سے نہ ڈرنا اور قید سے بھی خوف نہ کرنا۔ بہر حال میں اس آدمی کیساتھ پھر کچہری میں آیا۔ لیکن میں اپنے ساتھ تیس اوقیہ لے کر نہیں گیا تھا جن کے لے جانے کا شیخ نے حکم دیا تھا۔ جب ہم کچہری پہنچے تو تفتیشی افسر نے مجھ سے منہ موڑ لیا اور مجھے اس نے اپنے گھر میں قید کرنے کا حکم دے دیا اور باہر نکلنے پر پابندی لگا دی۔ حتیٰ کہ وہ سلطان سے میرے بارے میں مشورہ نہ کر لے۔ اس نے مجھ سے پہلے بھی کئی لوگوں کے بارے میں مشورہ کیا تھا۔ جن سب کو مشورے کے بعد قتل کر دیا گیا تھا۔ وہ مقتول لوگ بھی میرے شہری ہی تھے۔ اب میں بہت زیادہ خوف زدہ ہو گیا جسے خدا ہی جانتا ہے اور میں نے سوچا کہ اب میرے لئے صرف قتل کی سزا ہی ہے۔ تفتیشی افسر سلطان کے پاس مشورہ کرنے چلا گیا۔ اچانک اور اتفاقاً شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی برکت سے اس افسر کو سیدی ابو العباس سبتی رحمۃ اللہ علیہ کا لباس مل گیا جسے مذکورہ کاتب کے کسی دوست نے بھیجا تھا۔ پھر سلطان نے اسے اور کاتب مذکور سے تعلق رکھنے والے تمام لوگوں سے چشم پوشی فرما دی۔ لہٰذا شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی برکت سے میرا راستہ صاف ہو گیا۔ صرف کچھ بیگار مجھ سے لی گئی اور وہ بھی تیس اوقیہ کے برابر تھی۔ اب میں شیخ کی بات کو سمجھا جو انہوں نے فرمایا تھا کہ تیس اوقیہ ساتھ لے جانا۔ میں اس مقدار کے لئے بیگار میں لگا رہا۔ حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے اسے آسان فرما دیا۔ اور میری مشکلات دور فرما دیں اور تمام پریشانیاں ختم ہو گئیں۔ والحمد للہ۔ یہ سب شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی برکت تھی۔

اندر سے ہی نام لے کر آواز دی

میں ایک مرتبہ نماز مغرب کے بعد آپ کے در دولت پر حاضری کے لئے گیا۔ میں آپ کے مکان کے دروازے پر کچھ دیر بیٹھا رہا۔ اور دروازے پر دستک نہ دی۔ شیخ رحمۃ اللہ علیہ بالا خانہ سے نیچے تشریف لائے۔ میں نے سیڑھیوں سے اترتے ہوئے آپ کو اپنی طرف آتے محسوس کر لیا۔ آپ نے اندر سے آواز دی اے فلاں! میں نے جواب دیا جی حضور! پھر آپ نے مجھ سے فرمایا: کیا تم کافی دیر سے یہاں دروازے پر بیٹھے ہوئے نہیں تھے؟ میں نے عرض کیا جی ایسے ہی تھا۔ اندھیرے چھا

رہے تھے اور میں نے دروازہ کو نہ کھٹکھنایا اور نہ ہی کسی کو میں نے بتایا تھا کہ میں دروازے پر بیٹھا ہوں۔ یعنی کہ آپ نے مجھے آواز دی۔ پھر آپ باہر تشریف لائے اور میں نے آپ کے ہاتھ چوم لئے۔

مرید کے گزرا وقات کی خبر

آپ کی ہی ایک کرامت یہ تھی کہ ایک مرتبہ میں نے اپنے گھر کے علاوہ مسجد میں رات بسر کی۔ پھر صبح صبح جناب شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں حاضر ہو گیا۔ آپ میری طرف تشریف لائے اور پوچھنے لگے گزشتہ رات کہاں بسر کی اور اپنے گھر کیوں نہ سوئے؟ میں نے عرض کیا بلکہ میں نے تو رات اپنے گھر میں ہی بسر کی ہے۔ میں نے یہ بات اس ارادہ سے کی کہ آپ کو پھسلا سکوں۔ فرمانے لگے کیا تو نے فلاں فلاں مقام پر رات نہیں گزاری؟ میں نے عرض کیا سیدی! وہاں میں نے رات نہیں گزاری۔ آپ نے فرمایا اگر تو نے میری بات کی تصدیق نہ کی تو میں تمہیں وہ سب کچھ بتادوں گا جو تو نے گزشتہ رات وہاں کیا۔ یہ سن کر میں رسوائی سے ڈر گیا۔ اور آپ کے دست اقدس کو بڑھ کر چوم لیا اور عرض کیا حضور آپ سچ فرماتے ہیں۔

گفتگو تک جانتے ہیں

ایک دن میں مدرسہ میں تھا اور ایک جاہل آدمی سے شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی قدر و منزلت میں اس سے بحث کر رہا تھا۔ وہ شخص آپ کے مقام سے نابلد تھا۔ پھر جب میں آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوا تو آپ نے پوچھا وہ شخص کون تھا؟ جس سے کل تو بحث و مباحثہ کر رہا تھا۔ تو نے اسے کیا کہا اور اس نے تمہیں کیا کہا؟ پھر آپ خاموش ہو گئے اور میں چپ تھا۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ تمہارے درمیان یہ یہ باتیں ہوئیں۔ آپ نے تمام واقعہ ارشاد فرما دیا۔ آپ کی کرامات ان گنت ہیں۔

ابن مبارک (مؤلف ''ابریز'') کہتے ہیں کہ جناب شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی کرامات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ ایک دن میں آپ کے ساتھ ایک شخص کے بارے میں گفتگو کر رہا تھا۔ میں نے عرض کیا حضور! وہ آپ سے بہت محبت کرتا ہے آپ نے فرمایا وہ ہم سے محبت نہیں کرتا۔ اگر تم اسے آزمانا چاہتے ہو تو یوں کرنا کہ اپنی گفتگو میں اس سے یہ اظہار کرنا کہ تم نے میری محبت سے ہاتھ اٹھالیا ہے یعنی کہنا کہ اب شیخ سے مجھے کوئی محبت نہیں رہی۔ پھر سننا وہ تمہیں کیا سناتا ہے وہ شخص میرے پاس آیا۔ میں نے اس سے کہا اے دوست! میری حالت اب بدل گئی ہے اور مجھ پر معاملہ واضح ہو گیا ہے۔ میں نے اس سے ایسی گفتگو شروع کر دی جس سے اسے یہ تاثر ملے کہ میں نے شیخ سے تعلق توڑ لیا ہے یہ باتیں سن کر وہ شخص اچھل پڑا اور کہنے لگا میں نے تمہیں یہی بات پہلے نہیں بتائی تھی کہ شیخ ایسا ویسا ہے۔ اس طرح اس شخص نے اپنا باطنی خبث ظاہر کر دیا۔ اسی وقت میں نے اسے کہا میں نے یہ باتیں تمہارے امتحان کے لئے کی تھیں۔ اب مجھے پتہ چل گیا ہے کہ تیرے دل میں اصل حقیقت کیا ہے وہ انتہائی شرمندہ ہوا۔ پھر میں نے اس کی اطلاع جناب شیخ رحمۃ اللہ علیہ کو دی تو آپ نے فرمایا: کیا میں نے تمہیں ایسے ہی نہیں کہا تھا؟

مرنے کی خبر غلط ہے وہ زندہ ہے

میں آپ کے ساتھ بالا خانہ میں بیٹھا ہوا تھا۔ ہم کسی معاملہ میں باہم گفتگو کر رہے تھے کہ اچانک آپ کی زوجہ محترمہ روتی

روتی اٹھ بیٹھیں اور گھر میں چکر کاٹنے لگیں۔ ان کا جگر جل گیا تھا کیونکہ انہوں نے اپنے بھائی کے انتقال کی خبر سنی تھی جو گھر سے غائب تھا۔ جناب شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے ان سے کہا جب آپ ان کے پاس تشریف لے گئے۔ دیکھو! تمہارا بھائی فوت نہیں ہوا اور جس نے تمہیں اس کے مرنے کی خبر سنائی ہے اس نے جھوٹ بولا ہے۔ میں اس پر قسم اٹھاتا ہوں۔ خدا کی قسم! آپ کی زوجہ کو جو صدمہ ہوا اس سے وہ سنبھل نہ سکیں۔ کیونکہ یہ شدید صدمہ تھا۔ پھر کچھ عرصہ بعد خبر آئی کہ ابھی شخص مذکور زندہ ہے۔ آپ کی زوجہ کا بھائی ابھی (تالیف ''ابریز'' کے وقت) بقید حیات ہے چنانچہ جو شیخ نے فرمایا وہی ہوا۔

فلاں مر گیا

آپ ایک مرتبہ گاؤں سے باہر کھلی جگہ کی طرف تشریف لے جا رہے تھے کہ ایک شخص سے ملاقات ہوگئی جس کا کوئی قریبی رشتہ دار گم تھا۔ یہ شخص عبدالملک بن سلطان کے ہمراہ تھا۔ یہی شخص آپ نے دیکھا کہ ایک ایسے شخص کے پاس بیٹھا ہوا ہے جو مصلح بنا بیٹھا تھا۔ یعنی لوگ اسے ولی سمجھتے تھے اور وہ بھی اسی خیال میں مگن تھا۔ حالانکہ وہ اس کی صلاحیت و اہلیت نہیں رکھتا تھا۔ شیخ رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھ کر وہ شخص کھڑا ہو گیا اور عرض کرنے لگا سیدی عبدالعزیز! میرے غائب بھائی کے بارے میں کچھ بتایئے یعنی وہ زندہ ہے یا فوت ہو گیا ہے؟ کیونکہ میرے فلاں آقا یعنی اسی نااہل اور بنے بنائے ولی نے مجھے خبر دی ہے کہ وہ زندہ ہے۔ شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے اس سے دامن چھڑانا چاہا اور اس کی طرف کوئی توجہ نہ کی۔ لیکن اس شخص نے اصرار کیا کہ آپ ضرور بتائیں۔ اس پر شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: جب تم انکار کرتے ہو اور مجھے بات کئے بغیر نہیں چھوڑنا چاہتے تو لو سچی بات سن لو۔ اللہ تعالیٰ حاجی عبدالکریم سبکی پر رحم فرمائے۔ وہ پردیسی اور غائب ہے۔ تمہیں اس کے بارے میں وہ شخص خبر دے گا جس نے اس کی نماز جنازہ پڑھی ہوگی۔ اسے سلطان کے بیٹے نے قتل کر دیا ہے پھر اس کے بعد ویسی ہی خبر آئی جیسا آپ نے فرمایا تھا۔

منصب دلایا اور واپس بھی لیا

کسی سرکاری افسر کو سلطان نے معزول کر دیا اور اسے بالکل بے کاری کے کونے میں بٹھا دیا۔ اس نے جناب شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی طرف پیغام بھیجا کہ حضور! مجھے دوبارہ حکمرانی عطا کرا دی جائے۔ شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے اس سے اس کا وعدہ فرما لیا۔ ابھی چوبیس گھنٹے بھی نہ گزرے تھے کہ سلطان نے اسے دوبارہ پہلی نوکری اور ذمہ داری سپرد کر دی۔ اس کے بعد شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے اسے پیغام بھجوایا۔ قرآن کریم کے حاملین (حافظ قرآن) میں سے ایک شخص کے بارے میں آپ نے اسے رغبت دلائی کہ اس کا جرمانہ نظر انداز کر دیا جائے لیکن اس حاکم نے انکار کر دیا اور باز نہ آیا۔ پھر اس حاکم کا بھائی جناب شیخ رحمۃ اللہ علیہ سے ملنے آیا۔ آپ نے اس سے وعدہ فرما لیا کہ تمہیں بھائی کا مرتبہ دلایا جائے گا پھر یونہی ہوا۔ کیونکہ شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی رغبت دلانے اور آپ کی سفارش سے منہ موڑنے کے بعد تھوڑا عرصہ ہی گزرا تھا کہ آخرت کا مسافر بن گیا۔ یعنی فوت ہو گیا اور اس کا بھائی حاکم مقرر ہو گیا اور شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی پسندیدہ سفارش اس نے منظور کی۔

اسقاط حمل بطریقہ عجیب

آپ کی اہلیہ محترمہ سیدہ امید سے ہو گئیں تو عرض کرنے لگیں سیدی عبدالعزیز! مجھے اس حمل کی کوئی ضرورت نہیں اور نہ ہی مجھے اولاد کی خواہش ہے۔ پہلی ہی اولاد بحمد اللہ کافی ہے میں ایک محنت ومشقت کرنے والی عورت ہوں اور گھر کی دیکھ بھال میری ذمہ داری ہے۔ کوئی لونڈی اور خادمہ بھی نہیں جو میرا ہاتھ بٹا سکے۔ ادھر یہ حمل ہے ان کاموں میں رکاوٹ ڈالے گا اگر وہ ولایت جو آپ میں مانی جاتی ہے اور آپ کی طرف لوگ ولی ہونے کا اشارہ کرتے ہیں، حق اور سچ ہے تو اللہ تعالیٰ میرا یہ حمل مجھ سے ساقط کردے۔ کیونکہ مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے۔ شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی اس اہلیہ محترمہ کو ہدایت کر رکھی تھی کہ جب سونے لگیں اپنا سر ڈھانپ لیں اور اپنا چہرہ ننگا نہ چھوڑیں۔ کیونکہ آپ کو خوف تھا کہ ایسی چیزیں دیکھ پائیں جن کے دیکھنے کی طاقت نہ تھی۔ ایک رات اتفاق سے آپ کی اہلیہ محترمہ نے اپنے چہرے پر سے کپڑا ہٹا دیا تو کیا دیکھتی ہیں کہ جناب شیخ کے ساتھ تین اور آدمی رجال غیب میں سے ہیں۔ یہ دیکھ کر آپ بہت ڈریں اس سے شدید خوف کی وجہ سے ان کے پیٹ کا حمل ساقط ہو گیا۔

اپنے جسم میں سے غائب ہو جانا

اس کرامت کا گھر والوں اور بعض زیارت کے لئے آنے والے حضرات نے مشاہدہ کیا۔ وہ یہ کہ آپ اپنے جسم سے معمولی سا غائب ہو جایا کرتے تھے۔ حتیٰ کہ وہ شخص جو آپ کے بالکل قریب بیٹھا ہوتا وہ آپ کے جسم کو یوں پاتا کہ اس میں سے روح نکل گئی ہے۔ آپ کے جسم میں قطعاً کوئی حرکت باقی نہ رہتی۔ حتیٰ کہ دل کی دھڑکن بھی بند ہو جاتی۔ صرف آپ کے ہونٹ اور اس کے قریب کی رگیں کچھ متحرک نظر آتیں۔ ایک دن ایسے ہی ہوا اور ایک ایسا شخص آیا جو آپ کے گھر آیا جایا کرتا تھا۔ اس نے دیکھا کہ بجلی کی طرح نور کوندا ہے۔ مگر وہ کچھ دیر نظر آنے والا اور بہت صاف تھا یہ دیکھ کر باہر آیا اور حاضرین کو اس کی خبر دی۔ چنانچہ حاضرین بھی اندر گئے اور انہوں نے بھی اپنی آنکھوں سے یہ دیکھا۔ جب دوسرا دن ہوا تو میں نے جناب شیخ رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا کہ آپ باہر کھلی جگہ تشریف لے جانا چاہتے ہیں تو میں بھی آپ کے ساتھ ہو گیا۔ آپ نے اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّاۤ اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَ پڑھا اور فرمایا کل مجھ پر ایک ایسی بات کا اظہار ہو گیا جس کی عادت پوشیدہ رہنا تھی۔ میں نے عرض کیا سیدی! میں نے آپ کی یہ گفتگو تو سنی۔ لیکن اس حکایت کا راز نہیں جان سکا۔ فرمانے لگے وہ نور ''نور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم'' تھا۔ پھر واقعہ بھی سنا ڈالا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی مستفیض ومستفید کرے۔ آمین

کسی کی بیوی بننے والی عورت کے تمام حالات سے واقفیت

ایک دن میں آپ کے ساتھ آبادی سے باہر کھلی جگہ میں موجود تھا اور آپ کے ساتھ اس وقت شیخ عبدالسلام بن مشیش رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد میں سے بھی ایک شریف شخص تھا۔ اس شریف آدمی نے آپ سے کہا سیدی! پہاڑ کا رہنے والا ایک آدمی شیخ عبدالسلام کا مجاور ہے اسے شہر کے باعزت اور شریف لوگوں نے سلطان کی عدالت میں بلوایا ہے تاکہ وہ اپنے خلاف مقدمہ کا جواب دے۔ دعویٰ یہ ہے کہ اس پہاڑی آدمی نے ایک شریف زادی سے شادی کر لی ہے حالانکہ وہ عام آدمی ہے (اور اس کا

کفو نہیں قرار پاتا) اور بادشاہ ایسی بات کو نہایت ناپسند کرتا ہے۔ بادشاہ نے جب اس کی ساعت کی تو اسے پیش کرنے کا حکم دیا۔ چنانچہ اسے لایا گیا اور قید کر دیا گیا اور اس کے قتل کرنے کا حکم سنایا گیا۔ یہ سن کر جناب شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اسے خدا کا خوف نہ آیا۔ مولانا عبدالسلام رحمۃ اللہ علیہ کے خاندان کی عورت سے اس نے کیسے شادی کرنے کی جرأت کی؟ حالانکہ وہ گارے اور مٹی کی تجارت کرنے پر مہتم ہے۔ اس پر یہ عیب لگایا گیا ہے؟ اس شریف نے آپ سے پوچھا سیدی! آپ کو یہ کیسے معلوم ہے؟ آپ نے اس سے قبل نہ اس شخص سے کبھی ملاقات کی نہ اسے دیکھا نہ اس سے کسی قسم کی جان پہچان تھی اور اس کا یہ پیشہ جس کا اس پر عیب لگایا گیا، وہ اس کے قبیلہ کے صرف چند افراد ہی جانتے تھے۔ شیخ کے کشف پر وہ حیران ہوا۔ اور آپ کے دست اقدس کو چوم لیا۔

بچپن میں کسی کی موت کا مقررہ دن لکھ دیا

آپ کی ایک کرامت یہ بھی ہے کہ میں نے آپ کے دست اقدس سے لکھی ایک تحریر دیکھی جو الحاج عبدالقادر تازی رحمۃ اللہ علیہ کی بیاض میں تھی۔ شیخ رحمۃ اللہ علیہ بچپن میں ان کے ہاں خدمت سرانجام دیا کرتے تھے اور ان کے گھر آنے سے پہلے آپ ایک اور شخص کے ہاں جایا کرتے تھے جس کا نام محمد بن عمر دیوی تھا۔ محمد بن عمر مذکور حج کے لئے روانہ ہو گیا تو جناب شیخ الحاج عبدالقادر تازی کے پاس ہمہ وقت رہنے لگے۔ مجھے الحاج عبدالقادر نے بتایا ایک دن سیدی عبدالعزیز نے کاغذ پکڑا اور اس پر لکھا: الحمد للہ وحدہ توفی سیدی محمد بن عمر الیوم و انقلب الی رحمۃ اللہ قالہ و کتبہ فی شہر ذی القعدۃ ۱۱۱۸ھ عبدالعزیز بن مسعود دباغ لطف اللہ بہ آمین، اللہ واحد کی تمام تعریف، سیدی محمد بن عمر کا آج انتقال ہو گیا اور وہ اللہ کی رحمت کی طرف پلٹ گیا ہے۔ یہ بات کہنے والا اور لکھنے والا عبدالعزیز بن مسعود دباغ ہے۔ جسے اس نے ذی القعدہ ۱۱۱۹ھ میں تحریر کیا گیا۔ الحاج عبدالقادر نے بیان کیا کہ میں نے اس کی تصحیح چاہی اور پوچھا۔ کیا آپ نے لکھا ہے؟ مزید کہا کہ میں آپ سے پہلے بھی ایک کرامت دیکھ چکا تھا۔ بیان کیا کہ آپ نے قلم پکڑا اور تحریر پر لکیر پھیر دی۔ یعنی تحریر کو مٹا دیا اور کہنے لگے میں نے کچھ نہیں لکھا۔ کہا کہ جب حاجی صاحبان واپس آئے تو انہوں نے محمد بن عمر مذکور کی اسی مہینے میں انتقال کی خبر سنائی جو مہینہ آپ نے لکھا تھا۔ میں نے پھر شیخ رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا شیخ! آپ پر یہ بات کیسے کھلی؟ حالانکہ فتوحات پچیس برس ہونے کے بعد شروع ہوتی ہیں؟ آپ نے فرمایا: جب سے میں نے وہ امانت پہنی جو سیدی عربی فشتالی نے میری طرف بھیجی تھی اس وقت سے مجھے فتح حاصل ہو گئی۔ لیکن ذرا تنگ ہے۔ میں جب کسی چیز کی طرف توجہ کرتا ہوں تو وہ مجھ سے پردہ میں نہیں رہتی۔ لیکن وہ کسی دوسرے کو نہیں دکھا سکتا۔

میں کہتا ہوں کہ شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے سچ کہا ہے۔ لوگ آپ کی عمر کی دوسری دھائی میں آپ سے ملنے جلنے لگے۔ اس عمر میں آپ سے کرامات اور مکاشفات دیکھنے میں آئیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ آپ محمد بن عمر (جس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے) کے ہاں شاشیہ کی تیاری کا کام کیا کرتے تھے۔ ایک دن صبح سویرے آپ اس کڑاہی کو صاف کر رہے تھے جس میں شاشیہ تیار کی جاتی تھی۔ کڑاہی کے نگران نے آپ کو چیخ کر کچھ کہا جس سے شیخ کو غصہ آ گیا اور غصہ میں کہا خدا کی قسم! یہ کڑاہی اب گرم نہ ہو

گی۔ خواہ تم اس کے نیچے کتنا ہی ایندھن جلا ڈالو۔ چنانچہ ان لوگوں نے صبح سے لے کر عصر تک کوشش کی اور بہت زیادہ ایندھن بھی ضائع کر دیا۔ لیکن اس کا پانی بدستور ٹھنڈا ہی تھا۔ محمد بن عمر اس کام کی جگہ سے غائب تھا۔ جب وہ آیا اور لوگوں نے اسے واقعہ سنایا تو کہنے لگا یا سیدی! میں چاہتا ہوں کہ آپ مجھے دوست بنالیں۔ میں آپ سے محبت کرتا ہوں اور آپ کے ساتھ بھلائی کرتا ہوں۔ اس شخص کا کوئی نقصان نہیں جس نے آپ پر چیخ ماری تھی۔ نقصان تو میرا ہے۔ لیکن میرا گناہ کوئی نہیں وہ لگا تار شیخ کی چاپلوسی کرتا رہا۔ اور انہیں مہربانی پر اکساتا رہا۔ شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا مجھے اس سے شرم آ گئی کیونکہ وہ میرے ساتھ بہت زیادہ بھلائی کرتا تھا وہ مجھے میری اجرت لازماً دے دیا کرتا تھا۔ خواہ میں کام کروں یا نہ کروں اور کہا کرتا تھا میں نے تمہیں اپنے ہاں اس لئے رکھا ہے کہ تم سے برکت پاؤں۔ آپ کی خدمت کا میں محتاج نہیں ہوں۔ فرماتے ہیں کہ میں نے ایندھن لیا اور کڑاہی کے نیچے رکھا اور ان سے کہا تمہیں اچھے طریقہ سے آگ جلانا ہی نہیں آتا۔ دیکھو کڑاہی گرم ہو گئی ہے۔ انہوں نے کڑاہی میں سے پانی کو چھوا تو وہ گرم ہو گیا تھا۔ اس پر سبھی حیران ہو گئے۔ میں نے یہ حکایت اور کرامت بہت سے لوگوں سے سنی اور خود شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی زبانی بھی سنی۔

حکومت نے بلا سبب چھوڑ دیا

آپ کی کرامات میں سے ایک یہ ہے کہ میں آپ سے کسی مسئلہ کے بارے میں علماء کے اقوال دریافت کیا کرتا تھا۔ آپ اسے بیان فرماتے۔ آپ ایسے مسائل کی بھی معرفت رکھتے تھے جو سب کے متفق علیہ ہوتے اور ان کی بھی جو مختلف فیہ ہوتے۔ آپ علمائے ظاہر اور علمائے باطن کے اقوال سے بخوبی آگاہ تھے۔ میں نے چھ سال متواتر تجربہ کے بعد یہ بات کہی ہے۔ آپ گزشتہ صدیوں کے حالات و حوادثات بھی جانتے تھے۔ اس کے بعد ''ابریز'' میں مؤلف نے دوسرے جزء میں لکھا کہ ایک مرتبہ سرکاری خزانے کے نگرانوں نے آپ کے کسی ساتھی کا بیٹا گرفتار کر لیا اور خزانے کا اعلیٰ افسر اس کی گرفتاری میں دلچسپی رکھتا تھا۔ بیٹے کی گرفتاری کے بعد باپ کو یقین ہو گیا کہ اب وہ زندہ نہیں بچے گا وہ میرے پاس آیا اور میں جناب شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس گیا۔ آپ نے اس معاملہ میں دلچسپی فرمائی اور اس بارے میں گفتگو ہوئی۔ آپ نے ارشاد فرمایا اگر تیرا گمان ہے کہ بلی چوہے کو فلاں کی اجازت کے بغیر کھائے گی۔ فلاں سے مراد شیخ کی اپنی ذات تھی۔ پھر تیرا اور کسی چیز کے بارے میں کیا گمان ہو گا (مطلب یہ تھا کہ میری اجازت کے بغیر بلی چوہا بھی نہیں کھا سکتی لہٰذا دوسرے کام خود بخود میرے علم کے بغیر کیونکر ہو سکتے ہیں) تو بیٹے کے بارے میں قطعاً خوف نہ کھا۔ اور اس کے باپ سے کہہ دو کہ اپنا دل مطمئن رکھے۔ پھر ایسے ہی ہوا۔ جب یہ خزانے کے اعلیٰ افسر تک گیا تو اس نے بلا سبب اسے رہا کر دیا۔

میں نے شیخ رحمۃ اللہ علیہ کو فرماتے سنا کہ صاحب تصرف ولی وہ ہے جس کی چاہے تھیلی اور بٹوے کی طرف ہاتھ بڑھا کر اس سے نقدی حاصل کر سکے اور تھیلی کے مالک کو اس کا علم تک نہیں ہو۔ میں نے عرض کیا اس کی وجہ یہ ہے کہ جس ہاتھ سے ولی ایسے کرتا ہے وہ باطنی ہاتھ ہوتا ہے ظاہری نہیں۔

اس کے بعد آپ نے ایک واقعہ سنایا جو اولیائے کرام میں سے کسی کے ساتھ پیش آیا اور وہ بھی ان کے پڑوسی کے

بارے میں تھا۔ ہوا یوں کہ ولی اللہ کے پڑوسی کی بیوی کے پاس کوئی شخص پانچ مثقال بطور امانت رکھ گیا تھا پھر وہ فجیج کی طرف کاروبار کے لئے چلا گیا اور جاتے وقت کہہ گیا اگر زندہ رہا تو لے لوں گا، اور اگر مر گیا تو یہ امانت میری اولاد کو دے دینا۔ پھر امانت رکھنے والا غائب ہو گیا اور اس کا کوئی اتہ پتہ نہ رہا۔ ادھر اس عورت کو موت نے آ لیا۔ اس نے اپنے خاوند کو پڑوسی کی امانت کے بارے میں وصیت کی اور کہنے لگی اگر اس رقم کا مالک آ گیا تو اسے دے دینا۔ خاوند نے اس کی حامی بھر لی اور بعد میں وہ عورت فوت ہو گئی۔ جب اسے دفن کر کے فارغ ہوئے تو اس نے امانت میں خیانت کی اور اسے ہڑپ کر گیا۔ پھر جب اس کا مالک آیا اور اس نے اپنی امانت طلب کی تو صاف مکر گیا۔ پھر اس نے پیسے جمع کرنا شروع کئے اور محنت مزدوری کرتا رہا۔ حتیٰ کہ اس کے پاس پانچ مثقال جمع ہو گئے۔ جس قدر پہلے اس کے پاس جمع ہوئے تھے۔ وہ بڑا خوش ہوا اور خوشی خوشی اپنے گھر سے ایک مرتبہ پھر باہر نکلا۔ اور ولی اللہ کو اپنے گھر کے دروازے پر کھڑے چھوڑ کر کہیں ادھر ادھر نکل گیا۔ یہ دونوں فاس کے زیر تحویل رأس الجنان میں رہائش پذیر تھے۔ حتیٰ کہ وہ شخص چلتے چلتے شمع بیچنے والے کے پاس آ گیا اور ایک شمع خریدنے کا ارادہ تھا کہ خرید کر اسے سیدی عبدالقادر فاسی رحمۃ اللہ علیہ کی قبر کے تعویذ میں رکھ کر روشن کریگا۔ جب وہ گھر سے نکل کر سبع تو یت میں واقع روٹیاں پکانے والی جگہ پر پہنچا تھا تو ولی نے رأس الجنان سے اس کی تھیلی اور بٹوے کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ جبکہ وہ اسی جگہ پر تھا۔ اور اس کی تھیلی میں سے پانچ مثقال نکال لئے۔ یہ دراصل اسے امانت میں خیانت کرنے کی سزا کے طور پر اس ولی اللہ نے کیا۔ لیکن اس آدمی کو کچھ پتہ نہ چل سکا کہ کسی نے میری رقم نکال لی ہے یا نہیں؟ حتیٰ کہ وہ شیخ عبدالقادر فاسی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار کے قریب آ گیا۔ تو اللہ تعالیٰ کے ولی نے اوپر سے شمع اتار دی اور راس الجنان کی طرف دیکھا۔ جب اس شخص کی نظر ولی پر پڑی تو اللہ تعالیٰ نے الہام کیا کہ تم اپنی تھیلی میں دیکھو۔ چنانچہ اس نے جب تھیلی میں اپنا ہاتھ ڈالا تو وہاں کچھ بھی نہ تھا۔ اسے غصہ آ گیا اور ولی اللہ کے ساتھ گفتگو چھیڑ دی۔ اسے علم نہ تھا کہ یہ اللہ کا ولی ہے۔ وہ کہہ رہا تھا خدا کی قسم! کوئی ولی اللہ نہیں رہا۔ نہ زندوں میں اور نہ مردوں میں۔ ان باتوں کو سن کر ولی اللہ ہنس رہا تھا۔ اتنا ہنسا کہ قریب تھا کہ زمین پر لوٹ پوٹ ہو جاتا۔ پھر ولی اللہ نے اسے سمجھایا اور کہا اے عبدالرحمن کے چچا! تجھے کیا پریشانی ہو گئی؟ اس نے کہا میں جب گھر سے نکلا تھا تو میری تھیلی میں پانچ مثقال تھے اور میرا ارادہ تھا کہ ان سے سیدی عبدالقادر فاسی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر جلانے کے لئے ایک شمع خریدوں گا کیونکہ مجھے اتنے درہم جمع ہونے کی بہت خوشی تھی۔ یہ آپ کی برکت ہوئی کہ اچکوں نے وہ رقم اڑا لی۔ یہ سن کر ولی اللہ خوب ہنسے۔ واللہ اعلم

ابن مبارک کہتے ہیں کہ اس شخص کی جیب سے جس ولی اللہ نے درہم نکال لئے تھے وہ یہی شیخ یعنی شیخ عبدالعزیز دباغ رحمۃ اللہ علیہ ہی تھے۔

ابن مبارک ہی بیان کرتے ہیں کہ اس حکایت اور واقعہ سے ملتا جلتا واقعہ میرے سامنے بھی پیش آیا۔ جب کہ ہمارے ساتھیوں کی کثیر تعداد بھی موجود تھی۔ اس کا تعلق فقیہ سیدی محمد بن علی مجلوی رحمۃ اللہ علیہ سے ہے۔ ہوا یوں کہ فقیہ موصوف اپنے وطن سے شیخ دباغ رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کی غرض سے تشریف لائے۔ جناب شیخ رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے۔ تاکہ انہیں اور ان کے ہمراہ آنے

والے حضرات کا مقصد پورا ہو سکے۔ آپ ان کے ساتھ اپنے گھر کے دروازے کے ساتھ والی دیوار سے ٹیک لگا کر بیٹھ گئے اور سیدی محمد علی فقیہ اس دیوار کے بالکل سامنے والی دیوار سے ٹیک لگائے بیٹھے ہوئے تھے۔ دونوں کے درمیان آنے جانے کا راستہ تھا۔ شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے فقیہ موصوف سے فرمایا آپ کو ان سے بہت محبت تھی۔ پوچھا کیا تمہارے پاس درہم ہیں؟ فقیہ موصوف نے عرض کیا سیدی! میرے پاس پھوٹی کوڑی بھی نہیں۔ شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی بات دہرائی۔ فقیہ نے بھی وہی بات جواباً عرض کی۔ تین مرتبہ سوال و جواب ہونے کے بعد شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ذرا تھیلی میں دیکھو تو سہی۔ فقیہ موصوف کے پاس واقعۃً اٹھارہ سکے ایک کپڑے کے ٹکڑے میں موجود تھے۔ اب فقیہ موصوف کو تسلیم کرنے کے سوا اور کوئی راستہ نظر نہ آیا۔ عرض کیا اے آقا! میرے پاس اٹھارہ سکے ہیں۔ شیخ نے حکم دیا لاؤ مجھے دے دو۔ فقیہ نے جیب میں ہاتھ ڈالا اور ادھر ادھر ہاتھ مارا لیکن کچھ بھی نہ ملا۔ چنانچہ وہ مبہوت و حیران ہو گیا۔ اس پر شیخ ہنس دیئے۔ اور وہی اٹھارہ سکے آپ نے اپنے نیچے سے نکالے اسی طرح کپڑے کے ٹکڑے میں لپیٹے ہوئے تھے اور اس فقیہ سے فرمایا: محمد بن علی! جو ایسا کرنے کی قدرت رکھتا ہے تجھے اس کے سامنے کہاں یہ گنجائش کہ اس سے کوئی چیز چھپائے یا اسے مغالطہ دینے کی کوشش کرے؟

ابن مبارک ہی بیان کرتے ہیں کہ انہی فقیہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق ہمیں ایک اور کرامت شیخ سے دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ وہ اس طرح کہ جناب فقیہ مذکور کو دنیا کے مال و زر کی بہت حرص تھی اور دنیوی اسباب سے بہت محبت کرنے والے تھے۔ اللہ نے دیا بھی بہت کچھ تھا۔ لیکن بے اولاد تھے۔ جب شیخ رحمۃ اللہ علیہ سے ان کی ملاقات ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے ان کے دل میں شیخ کی محبت ڈال دی تو شیخ رحمۃ اللہ علیہ انہیں ہر وقت یہی حکم دیا کرتے کہ دنیوی مال و زر اللہ تعالیٰ کے نام پر خرچ کیا کرو۔ فقیہ موصوف کا دل بھی اسے بخوشی قبول کرتا اور وہ خوب سخاوت کیا کرتا اور وہ اس پر بڑا تعجب کیا کرتا۔ کیونکہ دنیا کی محبت ہوتے ہوئے بھی اس کا دل اسے فی سبیل اللہ خرچ کرنے سے روکتا نہ تھا۔ پھر شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے اور سختی فرمائی اور سخت حکم دیا کہ مختلف نیک کاموں میں جی بھر کر خرچ کرو حتیٰ کہ ہمیں بعض دفعہ اس پر ترس آ جاتا اور ہم میں سے کوتاہ نظر یہاں تک کہہ اٹھتا کہ شیخ رحمۃ اللہ علیہ اس پر بے تحاشا بوجھ ڈالتے ہیں۔ لیکن فقیہ مذکور ان تمام حالات میں انتہائی خوش تھا۔ ہمیں اس کا انجام معلوم نہ تھا۔ اور شیخ رحمۃ اللہ علیہ انجام سے بالکل باخبر تھے۔ بات یہ تھی کہ فقیہ مذکور کے مرنے کا وقت قریب آن پہنچا تھا۔ اور شیخ رحمۃ اللہ علیہ اس کے لئے جنت میں ایک محل بنوا چکے تھے۔ اب اس کا مال و زر وہاں پہنچانا چاہتے تھے لیکن ہمیں پتہ نہ تھا جب فقیہ موصوف کا مال بالکل ختم ہونے کے قریب ہو گیا اور صرف اس قدر باقی بچا جو اس کی بیوی کی وراثت بن جاتا اور اس کے حق مہر اور عدت کے دنوں کا خرچہ نکل آتا تو فقیہ موصوف کا انتقال ہو گیا۔ اسی طرح شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے ایک اور ساتھی فقیہ جلیل سیدی علی بن عبداللہ صبائی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ بھی کیا۔ جن کا شروع کتاب میں تذکرہ ہو چکا ہے۔ آپ نے ان سے دنیا کو نکالنے کے لئے بہت اصرار فرمایا۔ جب دنیوی مال و دولت ختم ہو گئی تو فوراً انتقال کر گئے اور اللہ کو پیارے ہو گئے۔ اللہ تمہیں توفیق بخشے اور شیخ رحمۃ اللہ علیہ ایسی شخصیات کی معرفت نصیب فرمائے اور ان سے نفع حاصل کرنے کی توفیق بخشے۔ (واللہ اعلم)۔ کتاب ''ابریز'' سے شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی جو کرامات نقل کیں اسی پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

حضرت عبدالغفار بن عبدالکریم قزوینی رحمۃ اللہ علیہ

نجم الدین، امام جلیل صاحب ''الحاوی الصغیر'' جو مذہب شافعی میں لکھی گئی فقہ، تصوف اور علم کلام میں ید طولیٰ رکھتے تھے۔ امام نووی نے ''اذکار'' میں لکھا ہے کہ آپ صاحب کرامات ظاہرہ اور احوال باہرہ تھے۔ آپ کی کرامات میں سے ایک یہ ہے جسے قطب اردبیلی نے حکایت کیا۔

انگلیوں سے بوقت کتابت روشنی نکلنا

سلسلہ سہروردیہ کے بانی عارف کبیر جناب شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ حج کر رہے تھے۔ اسی حج میں علامہ قزوینی مذکور بھی شامل تھے۔ لیکن شیخ سہروردی رحمۃ اللہ علیہ انہیں پہچانتے نہ تھے۔ ایک دن شیخ سہروردی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی جماعت سے کہا مجھے یہاں ایک بہت بڑے آدمی کی خوشبو محسوس ہو رہی ہے۔ آپ نے ان کے اوصاف بیان فرمائے۔ آپ کے ساتھیوں نے اس خبر کی جانچ پڑتال کی اور تلاش کیا۔ آپ مل گئے۔ اس وقت آپ ''حاوی'' تالیف فرما رہے تھے۔ اس کا مسودہ لکھا جا رہا تھا۔ آپ کے لئے رات کے وقت نور چمکا دیا جاتا جس کی روشنی میں آپ یہ کتاب لکھتے۔ آپ کو چراغ کی ضرورت نہ پڑتی۔ لوگوں نے آپ کو کہا کہ شیخ سہروردی نے آپ کو بلوایا ہے۔ آپ اٹھے اور چل دیئے۔ ملاقات پر شیخ سہروردی نے پوچھا کیا لکھ رہے ہو؟ کہنے لگے یہ کتاب لکھ رہا ہوں۔ ''حاوی'' کے بارے میں بتایا۔ یہ سن کر شیخ سہروردی نے فرمایا کہ جلد لکھو۔ تیز لکھو اور رات دن ایک کرو۔ یہ کہہ کر انہیں رخصت کر دیا۔ شیخ سہروردی رحمۃ اللہ علیہ سے اس بارے میں پوچھا گیا کہ آپ نے انہیں اتنی جلدی کی تاکید کیوں فرمائی؟ تو فرمانے لگے کہ ان کی موت قریب آ چکی ہے۔ میں نے چاہا کہ وہ مرنے سے پہلے اس سے فارغ ہو جائیں پھر یونہی ہوا۔ ''حاوی'' سے فارغ ہوئے ہی تھے کہ انتقال فرما گئے۔ علامہ سبکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ آپ اہل قزوین میں اس بارے میں مشہور تھے کہ آپ جب رات کے وقت لکھنے بیٹھتے تو آپ کی انگلیوں سے روشنی نکلتی جس میں تسلی سے آپ لکھتے رہتے۔ بقول مناوی آپ نے ۶۶۵ھ میں انتقال فرمایا۔

حضرت شیخ عبدالغنی بن اسماعیل نابلسی رحمۃ اللہ علیہ

آپ دمشق کے رہنے والے اور حنفی المسلک بزرگ تھے۔ اپنے دور کے اولیائے عارفین میں سے آج تک کے اولیاء تک مشہور شخصیت ہو گزرے ہیں۔ بڑے بڑے جید علماء اور اولیاء سے علم حاصل کیا اور ان سے تعلیم لینے والوں میں بھی بڑے بڑے نامی حضرات تھے۔ ان حضرات سے بہت سی کرامات اس کتاب میں درج کی ہیں۔ اگر خود شیخ عبدالغنی نابلسی رحمۃ اللہ علیہ سے کسی کرامت کا صدور نہ بھی ہوتا تو بھی آپ کا تمام اقسام علوی میں بحر ناپیدکنار ہونا اور آپ کی ان گنت تالیفات کا وجود جو ہر فن پر ہیں، موجود ہونا ہی بہت بڑی کرامت ہے۔ ہم یہ کیسے کہیں کہ آپ کی کرامت کوئی نہ دیکھی گئی۔ جبکہ آپ کے مشہور مناقب اور آپ کی زبان زد عام و خاص بکثرت کرامات ہیں۔ ان میں سے بعض کا تعلق آپ کی زندگی کے دور کے ساتھ اور بعض کا تعلق آپ کے انتقال کے بعد کے دور سے ہے۔ جبکہ آپ کی تالیفات کی بھرمار بھی سب سے بڑی کرامت ہے۔ تو

اب اس میں کوئی حجت نہیں کہ آپ کی تالیفات میں سے کچھ جن کا تذکرہ مرادی نے اپنی تاریخ ''سلك الدرر فی أعیان القرن الثانی عشر'' میں کیا ہے، وہ نقل کر دی جائیں۔ مرادی نے آپ کا تذکرہ کرتے وقت آپ کے بارے میں یہ الفاظ لکھے ہیں:

أستاذ الأساتذه، و جهبذ الجهابذه، قطب الأقطاب الذی لم تنجب بمثله الأحقاب العارف بربه والفائز بقربه وحبه ذو الكرامات الظاهرة والمكاشفات الباهرة

هيهات لايأتي الزمان بمثله إن الزمان بمثله لبخيل

(افسوس کہ زمانہ آپ کی مثل نہیں لا سکا۔ زمانہ بے شک آپ کی مثل لانے میں کنجوس واقع ہوا ہے)۔

اس کے بعد علامہ مرادی نے آپ کے بعض مشائخ اور بعض شاگردوں کا تذکرہ کیا جو مشہور شخصیات تھیں اور آپ کے درس و تدریس کی باتیں اور ان کے متعلق کچھ لکھا جن سے عوام و خاص نے نفع اٹھایا۔ آپ نے عمر کے آخری سال میں سر عام تمام لوگوں سے بیعت لی۔ آپ کی ابتدائی عمر میں کچھ عجیب و غریب باتیں دیکھنے میں آئیں۔ آپ اپنے گھر میں واقع جامع اموی کے قریب سات سال تک قیام پذیر رہے کہ کہیں بھی باہر نکل کر نہیں گئے۔ جامع اموی عبرانیوں کے بازار میں واقع ہے یہ باتیں ذکر کرنے کے بعد مرادی نے لکھا کہ آپ نے پھر دار الخلافہ قسطنطنیہ کی طرف کوچ فرمایا۔ پھر حجاز مقدس اور بیت المقدس کی طرف تشریف لے گئے۔ پھر لکھا کہ آپ کی تالیفات بکثرت ہیں اور سبھی کی سبھی اچھی، متداول اور مفید ہیں۔ آپ کا نظمیہ کلام بکثرت ہونے کی وجہ سے شمار نہیں کیا جا سکا آپ کی تصانیف و تالیفات (میں سے) درج ذیل ہیں۔

۱۔ التحریر الحاوی بشرح تفسیر البیضاوی آپ نے سورۂ بقرہ کی ابتدا سے من کان عدو للہ تک تین جلدیں مکمل کیں۔ اس کے بعد چوتھی شروع ہوتی ہے۔

۲۔ بواطن القرآن و مواطن العرفان یہ نظم میں ہے اور قافیہ تاء پر مشتمل ہے سورۂ برأت تک پانچ ہزار بیت بنتے ہیں۔

۳۔ کنز الحق المبین فی أحادیث سید المرسلین

۴۔ الحدیقة الندیة شرح الطریقة المحمدیة (برکوی رومی)

۵۔ ذخائر المواریث فی الدلالة علی مواضع الأحادیث۔

۶۔ جواهر النصوص فی حل کلمات الفصوص شیخ محی الدین ابن العربی

۷۔ کشف السر الغامض شرح دیوان ابن الفارض

۸۔ ذهر الحدیقة فی ترجمة رجال الطریقة

۹۔ خمرة الحان و رنة الألحان شرح رسالة الشیخ أرسلان

۱۰۔ تحریك الأقلید فی فتح باب التوحید

۱۱۔ لمعان البرق النجدی شرح تجلیات محمود آفندی رومی (جو اسکدار میں مدفون ہیں)

۱۲۔ المعارف الغيبية شرح العينية الجليلية

۱۳۔ إطلاق القيود شرح مرأة الوجود

۱۴۔ الظل الممدود فی معنی وحدة الوجود

۱۵۔ رائحة الجنة شرح اضاءة الدجنة

۱۶۔ فتح المعين المبدی شرح منظومة سعدی آفندی

۱۷۔ رفع الاختلاف من كلام القاضی والكشاف

۱۸۔ إيضاح المقصود من معنی وحدة الوجود

۱۹۔ كتاب الوجود الحق و الخطاب الصدق

۲۰۔ نهاية السول فی حلية الرسول صلى الله عليه وسلم

۲۱۔ مفتاح المفيبة شرح رسالة النقشبندية

۲۲۔ بقية الله خير بعد الفناء فی السير

۲۳۔ المجالس الشامية فی مواعظ أهل البلاد الرومية

۲۴۔ توفيق الرتبة فی تحقيق الخطبة

۲۵۔ طلوع الصباح عن خطبة المصباح

۲۶۔ الجواب التام عن حقيقة الكلام

۲۷۔ تحقيق الانتصار فی اتفاق الأشعری والماتريدی على الاختيار

۲۸۔ كتاب الجواب عن الأسئلة المائة والأحدى والستين

۲۹۔ برهان الثبوت فی ترية هاروت و ماروت

۳۰۔ لمعان الأنوار فی المقطوع لهم بالجنة و المقطوع لهم بالنار

۳۱۔ تحقيق الذوق والرشف فی معنی المخالفة بين أهل الكشف

۳۲۔ روض الأنام فی بيان الإجازة فی المنام

۳۳۔ صفوة الأصفياء فی بيان الفضيلة بين الأنبياء

۳۴۔ الكوكب الساری فی حقيقة الجزء الاختياری

۳۵۔ أنوار السلوك فی أسرار الملوك

۳۶۔ رفع الريب عن حضرة الغيب

۳۷۔ تحريك سلسلة الوداد فی مسئلة خلق أفعال العباد

۳۸۔ زبدۃ الفائدۃ فی الجواب عن الأبیات الواردۃ

۳۹۔ النظر المشرفی فی معنی قول الشیخ عمر بن الفارض عرفت أم لم تعرف

۴۰۔ الشہد المختبی فی ضریح ابن العربی رضی اللہ عنہ

۴۱۔ المقام الأسنی فی امتزاج الأسماء

۴۲۔ قطرۃ السماء و نظرۃ العلماء

۴۳۔ الفتوحات المدنیۃ فی الحضرات المحمدیۃ

۴۴۔ الفتح المکی و الملمح الملکی

۴۵۔ الجواب المعتمد عن سوالات أھل صفد

۴۶۔ لمعۃ النور المضیۃ شرح الأبیات السبعۃ الزائدۃ من الخمریۃ الفارضیۃ

۴۷۔ الحامل فی الملك و المحمول فی الفلك فی أخلاق النبوۃ و الرسالۃ و الخلافۃ و الملك

۴۸۔ النفحات المنتشرۃ فی الجواب عن الأسئلۃ العشرۃ

۴۹۔ القول الأبین فی شرح قصیدۃ أبی مدین

۵۰۔ کشف النور عین أصحاب القبور

۵۱۔ کرامات الأولیاء بعد الموت

۵۲۔ بذل الإحسان فی تحقیق معنی الإنسان

۵۳۔ القول العاصم فی قراءۃ حفص عن عاصم

۵۴۔ نظم علی قافیۃ القاف و شرح ھذا النظم

۵۵۔ صرف العنان إلی قراءۃ حفص ابن سلیمان

۵۶۔ الجواب المنثور و المنظوم عن سؤال المفھوم

۵۷۔ کتاب علم الملاحۃ فی علم الفلاحۃ

۵۸۔ تعطیر الأنام فی تعبیر المنام

۵۹۔ القول السدید فی جواز خلف الوعید و الرد علی الرجل العنید

۶۰۔ رد التعنیف علی المعنف و إثبات جھل ھذا المصنف

۶۱۔ ھدیۃ الفقیر و تحیۃ الوزیر

۶۲۔ القلائد فوائد فی موائد الفوائد (فی فقہ الحنیفۃ علی ترتیب أبواب الفقہ)

۶۳۔ کتاب ریع الإفادات فی ربع العبادات

۶۴۔ کتاب المطالب الوفیة شرح الفرائد السنیة (منظومة شیخ احمد الصفدی)

۶۵۔ دیوان الالٰھیات الذی سماہ دیوان الحقائق و میدان الرقائق

۶۶۔ دیوان المدائح النبویّة المسمّٰی بنفحة القبول فی مدحة الرسول (وھو مرتب علی حروف)۔

۶۷۔ دیوان المدائح المطلقة و المراسلات والألغاز وغیر ذلك

۶۸۔ دیوان الغزلیات المسمی خمرة بابل و غناء البلابل

۶۹۔ غیث القبول ھمی فی معنی جعلا له شرکاء فیما آتاھما

۷۰۔ رفع النسآء عن عبارۃ البیضاوی فی سورۃ النسآء

۷۱۔ جمع الإشکال و منع الإشکال عن عبارۃ تفسیر البغوی

۷۲۔ الجواب عن عبارۃ فی الأربعین النوویة فی قوله: رویناہ

۷۳۔ رفع المستور عن متعلق الجار و المجرور فی عبارۃ خسرو

۷۴۔ الشمس علی جناح طائر فی مقام الواقف الساتر

۷۵۔ العقد النظیم فی القدر العظیم (فی شرح بیت من بردۃ المدیح)

۷۶۔ عذر الآئمة فی نصح الأمة

۷۷۔ جمع الأسرار فی منع الأشرار عن الظن فی الصوفیة الأخیار

۷۸۔ جواب سؤال و رد من طرف بطرك النصاری فی التوحید

۷۹۔ فتح سکیر بفتح راء التکبیر

۸۰۔ رسالة فی سؤال عن حدیث نبوی

۸۱۔ تحقیق النظر فی تحقیق النظر فی وقف معلوم

۸۲۔ جواب سؤال فی شرط واقف من المدینة المنورۃ

۸۳۔ کشف الستر عن فریضة الوتر

۸۴۔ نخبة المسألة شرح التحفة المرسلة فی التوحید

۸۵۔ بسط الذراعین بالوصید فی بیان الحقیقة و المجاز فی التوحید

۸۶۔ رفع الاشتباہ عن علمیة اسم الله

۸۷۔ حق الیقین و ھدایة المتقین

۸۸۔ رسالة فی تعبیر الرؤیا سئل عنھا

۸۹۔ إرشاد المتملی فی تبلیغ غیر المصلی

۹۰۔ کفایۃ المستفید فی علم التجوید

۹۱۔ رسالۃ فی نکاح المتعۃ

۹۲۔ صدح الحمامۃ فی شروط الإمامۃ

۹۳۔ تحفۃ الناسک فی بیان المناسک

۹۴۔ بغیۃ المکتفی فی جواز الحق الخفی

۹۵۔ الرد الوفی علی جواب الحصکفی فی رسالۃ الخف الخفی

۹۶۔ حلیۃ الذھب الإبریزفی رحلۃ بعلبک والبقاع العزیز

۹۷۔ رنّۃ النسیم وغنّۃ الرخیم

۹۸۔ فتح الإنغلاق فی مسألۃ علی الطلاق

۹۹۔ الخضرۃ الأنسیۃ فی الرحلۃ القدسیۃ

۱۰۰۔ الرد المتین علی منتقص العارف محی الدین

۱۰۱۔ الحقیقۃ والمجاز فی رحلۃ بلاد الشام ومصر والحجاز

۱۰۲۔ رسائل التحقیق فی رسائل التدقیق فی مکاتبات علمیۃ

۱۰۳۔ إیضاح الدلالات فی سماع الآلات

۱۰۴۔ تخییر العباد فی سکنی البلاد

۱۰۵۔ رفع الضرورۃ عن حج الصرورۃ

۱۰۶۔ رسالۃ فی الحث علی الجھاد

۱۰۷۔ اشتباک الأسنّۃ فی الجواب عن الفرض والسنّۃ

۱۰۸۔ الابتھاج فی مناسک الحاج

۱۰۹۔ الأجوبۃ الأنسیّۃ عن الأسئلۃ القدسیّۃ

۱۱۰۔ تطبیب النفوس فی حکم المقادم والرؤوس

۱۱۱۔ الغیث المنبجس فی حکم المصبوغ بالنجس

۱۱۲۔ إشراق المعالم فی أحکام المظالم

۱۱۳۔ رسالۃ فی احترام الخبز

۱۱۴۔ اتحاف من بادر إلی حکم النوشادر

۱۱۵۔ الکشف والتبیان عما یتعلق بالنسیان

۱۱۶۔ النعم السوابغ فی إحرام المدنی من رابغ
۱۱۷۔ سرعة الانتباہ لمسألة الاشتباہ (فی فقه الحنفية)
۱۱۸۔ رسالة فی جواب سؤال من بیت المقدس
۱۱۹۔ تحفة الراکع الساجد فی جواز الاعتکاف فی فناء المساجد
۱۲۰۔ جواب سؤال ورد من مکة المشرفة عن الاقتدا من جوف الکعبة
۱۲۱۔ خلاصة التحقیق فی حکم التقلید والتلفیق
۱۲۲۔ إبانة النص فی مسألة القص (قص اللحية)
۱۲۳۔ الأجوبة البتة عن الأسئلة الستة
۱۲۴۔ رفع العناد عن حکم التفویض والإسناد فی نظم الوقف
۱۲۵۔ تشحیذ الأذهان فی تطهیر الأدهان
۱۲۶۔ تحقیق القضية فی الفرق بین الرشوة والهدية
۱۲۷۔ نقود الصور شرح عقود الدرر فیما یفتی به علی قول زفر
۱۲۸۔ الکشف عن الأغلاط التسعة فی بیت الساعة من القاموس
۱۲۹۔ رسالة فی حکم التسعیر من الحکام
۱۳۰۔ تقریب الکلام علی الأفهام فی معنی وحدة الوجود
۱۳۱۔ النسیم الربیعی فی التجاذب البدیعی
۱۳۲۔ تنبیه من یلهو عن صحة الذکر بالاسم هو
۱۳۳۔ الکواکب المشرقة فی حکم استعمال المنطقة من الفضة
۱۳۴۔ نتیجة العلوم ونصیحة علماء الرسوم فی شرح مقامات السرهندی المعلوم
۱۳۵۔ رسالة فی معنی البیتین رأت قمر السمآء فأذکرتنی
۱۳۶۔ تکمیل النعوت فی لزوم البیوت
۱۳۷۔ سوال ورد فی بیت المقدس ومعه جواب منه
۱۳۸۔ الجواب الشریف للحضرة الشریفة ان مذهب أبی یوسف ومحمد هو مذهب أبی حنیفة
۱۳۹۔ تنبیه الأفهام علی عمدة الحکام
۱۴۰۔ شرح منظومة القاضی محب الدین الحموی
۱۴۱۔ أنوار الشموس فی خطب الدروس

۱۴۲۔ مجموع خطب التفسير (وصل فيه إلى شمائة خطبة و الثنين و ثلاثين)

۱۴۳۔ الأجوبة المنظومة عن الأسئلة المعلومة من جهة المقدس

۱۴۴۔ التحفة النابلسية في الراحلة الطرابلسية

۱۴۵۔ التعبير في التعبير نظاما من بحر الرجز

۱۴۶۔ تحصيل الأجر في حكم اذان الفجر

۱۴۷۔ قلائد المرجان في عقائد الإيمان

۱۴۸۔ الأنوار الإلهية شرح المقدمة السنوسية

۱۴۹۔ غاية الوجازة في تكرر الصلاة على الجنازة

۱۵۰۔ شرح أوراد الشيخ عبد القادر الكيلاني

۱۵۱۔ كفاية الغلام في أركان الإسلام

۱۵۲۔ منظومة مائة و خمسون بيتا

۱۵۳۔ رشحات الأقلام شرح كفاية الغلام

۱۵۴۔ الفتح الرباني و الفيض الرحماني

۱۵۵۔ بذل الصلات في بيان الصلاة على مذهب الحنفية

۱۵۶۔ نور الأفئدة شرح المرشدة

۱۵۷۔ إسباغ المنة في أنهار الجنة

۱۵۸۔ نهاية المراد شرح هدية ابن العماد (في فقه الحنفية)

۱۵۹۔ إزالة الخفاء عن حلية المصطفى صلى الله عليه وسلم

۱۶۰۔ نزهة الواجد في الصلوة على الجنائز في المساجد

۱۶۱۔ صرف الأعنة إلى عقائد أهل السنة

۱۶۲۔ سلوى النديم و تذكرة العديم

۱۶۳۔ النوافح الفائحة بريا رؤيا الصالحة

۱۶۴۔ الجوهر الكلي شرح عمدة المصلي

۱۶۵۔ حلية القاري في صفات الباري

۱۶۶۔ الكواكب الوقاد في حسن الاعتقاد

۱۶۷۔ كوكب الصبح في إزالة ليل القبح

۱۶۸۔ العقود اللؤلوية فی طريقه المولوية

۱۶۹۔ الصراط السوی شرح دیباجة المثنوی

۱۷۰۔ بداية المريد و نهاية السعيد

۱۷۱۔ نسمات الأسحار فی مدح النبی المختار (البديعة)

۱۷۲۔ نفحات الأزهار علی نسمات الأسحار

۱۷۳۔ القول المعتبر فی بيان النظر

۱۷۴۔ رسالة فی العقائد

۱۷۵۔ حلاوة الآلاء فی العبير اجمالا

۱۷۶۔ المقاصد الممحصة فی بيان كی الحمصة

۱۷۷۔ رسالة أخری فی كی الحمصة

۱۷۸۔ زيادة البسطة فی بيان علم نقطة

۱۷۹۔ اللؤلؤ المكنون فی حكم الأخبار عما سيكون

۱۸۰۔ رد الجاهل إلی الصواب فی جواز إضافة التأثير إلی الأسباب

۱۸۱۔ القول المختار فی الرد علی الجاهل المحتار

۱۸۲۔ رفع الإيهام جواب سؤال

۱۸۳۔ الكوكب المتلألی شرح قصيدة الغزالی

۱۸۴۔ رد المفتری عن الطعن فی الششتری

۱۸۵۔ التنبيه من النوم فی حكم مواجيد القوم

۱۸۶۔ اتحاف الساری فی زيارة الشيخ مدرك الفزاری

۱۸۷۔ ديوان الخطب المسمی بيوانع الرطب فی بدائع الخطب

۱۸۸۔ الخوض المورود فی زيارة الشيخ يوسف و الشيخ محمود

۱۸۹۔ مخرج الملتقی و منعج المرتقی

۱۹۰۔ منظومة فی ملوك بنی عثمان

۱۹۱۔ ثواب المدرك لزيارة الست زينت و الشيخ مدرك

۱۹۲۔ عيون الأمثال العديمة المثال

۱۹۳۔ غاية المطلوب فی محبة المحبوب

۱۹۴۔ مناغاۃ القدیم و مناجاۃ الحکیم

۱۹۵۔ الطلعۃ البدریۃ شرح القصیدۃ المضریۃ

۱۹۶۔ الکتابۃ العلیۃ علی الرسالۃ الجنبلاطیۃ

۱۹۷۔ رکوب التقیید بالإذعان فی وجوب التقلید بالإیمان

۱۹۸۔ رد الحجج الداحضۃ علی عصبۃ الغی الرافضۃ

۱۹۹۔ شرح نظم قبضۃ النور المسمٰی نفخۃ الصور و نفخۃ الزھور

۲۰۰۔ مفتاح الفتوح فی مشکاۃ الجسم

۲۰۱۔ زجاجۃ النفس و مصباح الروح

۲۰۲۔ صفوۃ الضمیر فی نصرۃ الوزیر

۲۰۳۔ شرح نظم السنوسیۃ المسمی باللطائف الانسیۃ علی نظم العقیدۃ السنوسیۃ

۲۰۴۔ تحقیق معنی المعبود فی صورۃ کل معبود

۲۰۵۔ رسالۃ فی قولہ صلی اللہ علیہ وسلم من صلی علی واحدۃ صلی اللہ علیہ عشرا

۲۰۶۔ أنس الخاطر فی معنی من قال أنا مؤمن فھو کافر

۲۰۷۔ تحریر عین الإثبات فی تقریر عین الأثبات

۲۰۸۔ تشریف التقریب فی تنزیہ القرآن عن التعریب

۲۰۹۔ الجواب العلی عن أحوال الولی

۲۱۰۔ فتح العین عن الفرق بین التسمیتین (تسمیۃ المسلمین و تسمیۃ النصاریٰ)

۲۱۱۔ الروض المعطار بروائق الأشعار

۲۱۲۔ الصلح بین الإخوان فی حکم إباحۃ الدخان

امام شیخ نابلسی رحمۃ اللہ علیہ کی مذکورہ تصانیف کے علاوہ اور بھی تصانیف، تحریرات اور نظمیں ہیں۔

اس کے بعد مصنف نے علامہ شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی شان بیان کی اور آپ کے اوصاف و کمالات کا ذکر کیا اور آپ کی شان کے لائق آپ کی تعریف کی۔ آپ کی ان گنت کرامات ہیں۔ لیکن آپ ان کرامات کا اپنی طرف سے نہ حکایت کرنا پسند فرماتے تھے اور نہ ہی ان کا اظہار محبوب تھا۔ اس کے باوجود کہ لوگوں کا آپ مرکز تھے یہ تواضع محبت و اعتقاد کی عوام میں فراوانی تھی لکھتے لکھتے یہ لکھا، بالجملہ آپ استاذ اعظم، ملاذ اعصم، عارف کامل، عالم کبیر، عامل، قطب ربانی، غوث صمدانی تھے۔ بے شک میری یہ تاریخی تصنیف فخریہ پیشکش ہے۔ کیونکہ اس میں ایسے امام کا تذکرہ ہے جو زمانہ کا یکتا فرد تھا۔ مزید لکھا کہ آپ میری تحریر سے کہیں ارفع و اعلیٰ ہیں۔ آپ کا علم، ولایت، زہد، شہرت اور درایت ہر ایک الفاظ کے احاطہ سے باہر تھی۔ آپ نے

دمشق میں ۱۱۴۳ھ میں انتقال فرمایا۔ اور صالحیہ میں دفن کیے گئے۔ ابن سبط کمال الدین محمد غزی عامری نے آپ کی مکمل سوانح پر کتاب لکھی ہے۔ جس کا نام "الورد القدسی والوارد الأنسی فی ترجمة العارف عبدالغنی النابلسی" رکھا۔ یہاں تک کا مضمون تاریخ مرادی سے میں نے نقل کیا۔

حضرت شیخ عبدالفتاح بن شیخ محمد ابی علی زعبی رحمۃ اللہ علیہ

آپ طرابلس کے رہنے والے اور نسب و طریق کے اعتبار سے قادری ہیں ولی عارف اور عالم باعمل ہو گزرے۔ کرامات کثیرہ آپ سے واقع ہوئیں۔

خضر علیہ السلام سے ملاقات

ایک کرامت یہ ہے کہ جس کے بارے میں مجھے آپ کے خاندان کے ایک فرد سیدی عالم فاضل حسیب نسیب شیخ عبدالفتاح آفندی نقیب الاشراف نے بتائی جو طرابلس میں مقیم ہیں۔ وہ ایک ثقہ شخص سے بیان کرتے ہیں کہ شیخ موصوف کے ایک شاگرد شیخ مصطفیٰ نے عرض کیا سیدی! میں نے کئی مرتبہ آپ سے درخواست کی کہ مجھے حضرت خضر سے ملاقات کرنے کا شرف بخشا جائے۔ لیکن ابھی تک یہ کرم نہیں فرمایا۔ آپ نے اسے کہا شیخ مصطفیٰ! کیا فلاں دن حضرت خضر کا تجھے دیکھنا اور ملنا میسر نہیں آیا۔ اس وقت ان کی فلاں حالت تھی۔ اور تجھ سے فلاں فلاں بات بھی کی تھی۔ لیکن تو نے ان کی طرف کوئی توجہ نہ کی؟ اب میں تیرے لئے کیا کروں۔ یہ بات سن کر شیخ مصطفیٰ نے یہ واقعہ یاد کیا۔ اور یاد آنے پر بہت افسوس کیا۔ پھر شیخ سے سوال کیا کہ قطب غوث کی زیارت کرادیجئے؟ آپ نے فرمایا اس کی علامت یہ ہے کہ اگر اس پہاڑ کو حکم دے کہ زلزلہ میں آجا تو اس پر زلزلہ طاری ہو جائے۔ شیخ مصطفیٰ کہتے ہیں: خدا کی قسم! شیخ نے ابھی گفتگو مکمل نہ فرمائی تھی کہ پہاڑ حرکت کرنے لگا۔ شیخ نے پہاڑ کو حکم دیا: ساکن ہو جا۔ ہم نے تو تیری مثال دی تھی۔ آپ جب کسی مریض پر ہاتھ رکھ دیتے تو باذن اللہ اسے شفا مل جاتی۔ ایک مرتبہ علی آفندی شدید بیمار ہوئے۔ طبیبوں نے جواب دے دیا۔ جب شیخ سے شکایت کی تو آپ نے مسور اور زیتون ملا کر کھلائے۔ انہیں اسی وقت نیند آگئی۔ پھر جب بیدار ہوئے تو بالکل تندرست تھے اور کہا کرتے تھے شیخ کے پاس گیا تو مجھے اٹھا کر لے جایا گیا تھا۔ اور واپس اپنے قدموں پر چل کر آیا۔ طرابلس میں آپ کی کرامات کا چرچا ہے۔ ۱۲۲۲ھ میں آپ نے انتقال فرمایا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی آپ کی برکات سے نفع عطا فرمائے۔ آمین

حضرت شیخ سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ

آپ سلطان الاولیاء اور امام الاصفیاء ہیں اور ان مضبوط اولیائے کرام میں سے ایک آپ بھی ہیں جو اس سلسلہ کے رکن ہیں۔ آپ من جملہ ان اولیائے کرام میں سے ہیں جن کی ولایت پر تمام امت محمدیہ کے افراد کا اجماع ہے۔ خواہ وہ علماء سے تعلق رکھتے ہوں یا اولیائے کرام کے سلسلہ سے ہوں۔ اللہ تعالیٰ ان سب سے راضی ہو۔

تقدیر تبدیل کر دی

جناب علامہ سراج رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ہمیں یہ روایت پہنچی کہ ایک مرتبہ شیخ ابوالمظفر حسن بن تمیم بن احمد بغدادی جو تاجر تھا، جناب شیخ حماد دباس رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ۵۲۱ھ میں آیا اور عرض کرنے لگا میں ایک قافلہ کے ساتھ شام جانے کا ارادہ رکھتا ہوں اور سات سو دینار کا سامان تجارت ساتھ لیجانا چاہتا ہوں۔ آپ اس بارے میں کچھ ہدایات ارشاد فرمائیں۔ شیخ موصوف نے فرمایا اگر تم نے اس سال سفر کیا تو قتل کر دیئے جاؤ گے اور تمہارا مال و اسباب لوٹ لیا جائے گا۔ (لہٰذا تمہارا جانا نقصان دہ ہے) یہ سن کر شیخ ابوالمظفر تاجر پریشان ہو گیا اور شیخ موصوف کے در اقدس سے واپس لوٹ آیا۔ راستہ میں اسی دن اس کی ملاقات شیخ سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ سے ہو گئی۔ آپ ان دنوں نوجوان تھے۔ بوقت ملاقات تاجر مذکور نے سارا واقعہ آپ کو سنا ڈالا۔ آپ نے ارشاد فرمایا "تم سفر پر جاؤ کوئی نقصان نہ ہوگا۔ جان و مال سالم رہیں گے اور واپس فائدہ حاصل کر کے لوٹو گے اس کی ضمانت مجھ پر ہے۔" چنانچہ وہ سفر پر چلا گیا اور سامان تجارت ایک ہزار دینار میں فروخت کیا۔ رقم لے کر سقایہ حلب میں کسی ضرورت و حاجت کی خاطر گیا۔ واپسی پر ہزار دینار وہیں بھول آیا۔ اور اپنی رہائش گاہ پر آ کر سو گیا۔ خواب میں دیکھتا ہے کہ کچھ عربی لوگوں نے قافلہ میں لوٹ مار مچادی ہے اور قافلہ والوں کو مار پیٹا ہے۔ ان میں سے ایک عربی نے اس پر حملہ کیا اور تیز ہتھیار کی ضرب سے اسے بھی قتل کر دیا ہے۔ اس کے بعد وہ ڈرتا ہوا خواب سے اٹھ بیٹھا اور دیکھا کہ خون کے نشانات اس کی گردن پر موجود ہیں تکلیف و درد بھی محسوس ہو رہا ہے۔ اسی دوران اسے اپنا بھولا ہوا ہزار دینار یاد آ گیا۔ فوراً اٹھا اور جہاں بھول آیا تھا وہاں گیا۔ دیکھا تو دینار اسی طرح وہیں پڑے ہوئے ہیں۔ چنانچہ واپس بغداد آ گیا۔ اور بغداد میں داخل ہوتے وقت اس نے سوچا کہ اگر شیخ حماد رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پہلے حاضر ہوں تو بہتر ہے کیونکہ وہ عمر رسیدہ بزرگ ہیں اور شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی بات .ہر ،،ل درست نکلی۔ چنانچہ وہ پہلے شیخ حماد دباس رحمۃ اللہ علیہ کی ملاقات کے لئے چل پڑا آپ اس وقت سلطان نی بازار میں تھے۔ وہیں راستہ میں ہی آپ نے فرمایا پہلے عبدالقادر سے ملاقات کرو کیونکہ وہ محبوب ہے انہوں نے تمہارے بارے میں اللہ تعالیٰ سے سترہ مرتبہ دعا مانگی بالآخر اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول کر لی اور تمہارے مقدر میں جو تمہارا قتل ہونا لکھا ہوا تھا، اسے حالت خواب میں قتل ہونے میں تبدیل کر دیا اور جو تمہارا مال و اسباب لوٹا جانا مقدر ہو چکا تھا، اسے بھول میں تبدیل کر دیا۔ چنانچہ تاجر مذکور جناب شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ سے ملنے آیا۔ آپ نے اسے بغیر پوچھے فرمایا: شیخ حماد رحمۃ اللہ علیہ نے تو سترہ مرتبہ دعا کرنے کا کہا۔ مجھے معبود برحق کی قسم! میں نے اللہ تعالیٰ سے سترہ سترہ مرتبہ کر کے ستر مرتبہ دعا مانگی۔ حتیٰ کہ وہ کچھ ہوا جو انہوں نے بیان کیا۔

اختیار ولی

امام یافعی رحمۃ اللہ علیہ بیان فرماتے ہیں: بیان کیا گیا ہے کہ سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک شخص سے اس کے پاس رکھی گئی کسی کی امانت طلب کی۔ فرمایا یہ امانت مجھے دیدو۔ امانت رکھنے والا کہیں پردیس میں گیا ہوا تھا۔ اس امین نے امانت آپ

کے سپرد کرنے سے انکار کر دیا۔ اور آپ سے کہنے لگا اگر میں آپ سے اس طرح کے مسئلہ کے بارے میں فتویٰ طلب کروں تو آپ مجھے یہ فتویٰ نہیں دیں گے کہ یہ امانت اس کے مالک کے علاوہ کسی اور کو دوں۔ بہر حال آپ واپس تشریف لے آئے۔ جب کچھ ہی عرصہ گزرا تو امانت رکھنے والے کا ایک رقعہ بنام امین آیا۔ جس میں تحریر تھا امانت شیخ موصوف کے سپرد کردو یہ اب فقراء کے لئے ہوگئی ہے۔ چنانچہ اس امین نے امانت آپ کے سپرد کر دی۔ آپ نے اسے ڈانٹا اور فرمایا ایسی باتوں پر تو مجھے تہمت لگانا چاہتا تھا۔

غصہ سے دیکھنے پر چڑیا مرگئی

امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں آپ کی کرامات میں سے ایک کرامت یہ ہے کہ آپ ایک دن وضو فرما رہے تھے کہ چڑیا نے آپ پر بیٹ کر دی۔ آپ نے سر اٹھا کر اس کی طرف دیکھا۔ وہ اس وقت اڑ رہی تھی۔ دیکھتے ہی وہ فوراً مردہ حالت میں زمین پر گر پڑی۔ آپ نے بیٹ والا کپڑا دھویا پھر اسے فروخت کر دیا۔ اور اس کے جو دام ملے وہ فقیروں مسکینوں پر صدقہ کر دیئے اور فرمانے لگے یہ اس کے بدلے میں ہے۔

معترضین کے دماغ سے اعتراضات نکال دیے

آپ کی شہرت جب چاروں طرف پھیل گئی تو بغداد کے ذہین فقہاء میں سے ایک سو فقیہ حضرات اکٹھے ہوئے اور آپ کا امتحان لینا چاہا کہ آپ کس قدر علم رکھتے ہیں۔ ان میں سے ہر ایک فقیہ نے بہت سے مسائل معلوم کرنے کے لئے پروگرام بنایا۔ پھر سب آپ کے پاس آئے۔ جب آپ ان کے ساتھ تشریف فرما ہوئے تو آپ نے کچھ دیر کے لئے اپنا سر انور جھکایا اور مراقبہ فرمایا۔ چند لمحوں بعد آپ کے سینہ مقدسہ سے نور کی ایک بجلی کوندی جو ان سو فقہاء کے سینوں کی طرف گئی اس نے ان کے دلوں میں موجود تمام اعتراضات و سوالات یکسر مٹا دیئے۔ اس پر وہ سبھی ششدر رہ گئے اور پریشان ہو گئے پھر انہوں نے ایک زوردار چیخ ماری اور اپنے اپنے کپڑے پھاڑ ڈالے اور سر ننگے ہو گئے اس کے بعد شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کرسی پر جلوہ افروز ہوئے اور ان فقہاء کے تمام اعتراضات اور سوالات کا ایک ایک کر کے جواب ارشاد فرمایا۔ جس سے انہیں آپ کے فضل اور آپ کی بزرگی کو تسلیم کرنا پڑا۔

چالیس سال عشاء کے وضو سے نماز فجر ادا کی

جناب ابوالفتح ہروی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے: میں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں چالیس سال کا عرصہ رہا۔ آپ نے اس طویل مدت میں فجر کی نماز عشاء کے وضو کے ساتھ ادا فرمائی اور آپ کا یہ معمول تھا کہ جب بھی وضو ٹوٹتا تو اسی وقت تازہ وضو کر لیتے تھے پھر دو رکعت ادا فرماتے۔ آپ نماز عشاء ادا کرنے کے بعد اپنی خلوت گاہ تشریف لے جاتے۔ کسی کو طاقت نہ تھی کہ آپ کے ساتھ آپ کی خلوت گاہ میں داخل ہوتا۔ پھر آپ وہاں سے صبح کے وقت تشریف لاتے۔ ایک مرتبہ خلیفہ وقت آیا اور چاہا کہ آپ سے ملاقات کرے لیکن صبح تک اسے وقت نہ مل سکا۔

جسم کا چھوٹا بڑا ہونا اور ہوا میں غائب ہو جانا

علامہ ہروی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں نے ایک مرتبہ آپ کے ہاں رات بسر کی تو میں نے دیکھا کہ آپ رات کے شروع حصہ میں مختصری نماز ادا کرتے ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مصروف ہو جاتے۔ حتیٰ کہ رات کا پہلا تہائی حصہ گزر جاتا پھر آپ یہ کلمات پڑھتے: المحیط، الرب، الشہید، الحسیب، الفعال، الخلاق، الخالق، الباری، المصور آپ کا جسم کبھی تو بہت لاغر اور پتلا ہو جاتا اور کبھی بہت بڑا ہو جاتا اور ہوا میں بلند ہو جاتے حتیٰ کہ ایک مرتبہ اتنے بلند ہو گئے کہ میری آنکھوں سے اوجھل ہو گئے۔ پھر اس کے بعد آپ اپنے قدموں پر کھڑے ہو کر نماز ادا فرماتے۔ قرآن کریم کی تلاوت کرتے حتیٰ کہ رات کا دوسرا تہائی ختم ہو جاتا۔ آپ سجدہ بہت لمبا کیا کرتے۔ پھر قبلہ رخ بیٹھ جاتے۔ حالت مراقبہ و مشاہدہ میں طلوع فجر کے قریب تک مشغول رہتے۔ پھر دعا، گریہ وزاری اور عاجزی میں مصروف ہو جاتے۔ آپ کو عظیم نور ڈھانپ لیتا۔ ایسا کہ قریب تھا کہ وہ آنکھوں کی بینائی کو اچک لے یہاں تک کہ کچھ بھی دکھائی نہ دیتا۔ علامہ ہروی مزید فرماتے ہیں میں آپ کے قریب آواز سنتا "سلام علیکم، سلام علیکم" اور آپ سلام کا جواب دیتے یہ معاملہ آپ کے نماز فجر ادا کرنے کے بعد سورج نکلنے تک رہتا۔

تین سال تک ایک ہی جگہ انتظار کیا

آپ کی ایک کرامت یہ ہے خود بیان فرماتے ہیں جب میں پہلے پہل عراق میں داخل ہوا تو میرے ساتھ اس داخلہ میں حضرت خضر علیہ السلام نے بھی موافقت کی۔ میں آپ کو اس وقت نہ جانتا تھا اور انہوں نے یہ شرط لگائی کہ میں ان کی مخالفت نہ کرونگا بلکہ جو کہیں گے اسے بجالاؤں گا۔ مجھے فرمایا یہاں بیٹھ جاؤ۔ میں اس جگہ بیٹھ گیا جہاں آپ نے بٹھایا اور تین سال متواتر بیٹھا رہا۔ آپ ایک سال میں ایک مرتبہ میرے پاس تشریف لاتے اور مجھے فرماتے یہیں ٹھہرنا۔ میرے آنے تک ادھر ادھر نہیں جانا۔ مزید ارشاد فرماتے میں ایک مرتبہ ایک سال پورا مدائن (شہروں) کی غیر آباد اور اجڑی جگہوں میں بطور مجاہدہ ٹھہرا رہا۔ اس دوران میں گری پڑی حلال اشیاء اٹھا کر کھایا کرتا تھا لیکن پورا سال میں نے پانی نہیں پیا۔ اس کے بعد دوسرا سال بھی انہی جگہوں پر بسر کیا۔ اس سال میں نے پانی تو پیا لیکن گری پڑی کوئی چیز پورا سال نہ کھائی۔ پھر تیسرا سال وہیں گزرا کہ اس سال نہ کچھ کھایا پیا اور نہ ہی نیند کے قریب گیا۔ ایک مرتبہ میں کسریٰ کے ایوان کے نیچے سو گیا۔ رات انتہائی سرد تھی مجھے احتلام ہو گیا۔ میں نے اٹھ کر نہر پر جا کر غسل کیا۔ پھر آ کر سو گیا۔ پھر احتلام ہو گیا۔ میں نے پھر نہر پر جا کر غسل کیا۔ یہ ماجرا ایک رات میں میرے ساتھ چالیس مرتبہ پیش آیا اور ہر مرتبہ میں غسل کرتا رہا۔ پھر میں ایوان کسریٰ میں داخل ہوا تا کہ نیند کے خوف سے چھوٹ جاؤں۔ میں ہزار خانے میں داخل ہو گیا تا کہ تمہاری دنیا سے راحت پا جاؤں۔

سخت سردی میں پسینہ آنا

جناب ابن اخضر رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں ہم شیخ سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں حاضر ہوا کرتے تھے۔ سخت سردی کا موسم تھا۔ آپ نے صرف ایک قمیص پہن رکھی تھی اور آپ کے سر انور پر طاقیہ (ایک قسم کی ٹوپی) تھی اور آپ کے جسم سے پسینہ

نکل رہا تھا اور آپ کے اردگرد موجود معتقدین آپ کو پنکھے کی ہوا دے رہے تھے جیسا کہ سخت گرمیوں میں ہوتا ہے۔

حرف ''کن'' عطا کیا گیا

''المنن'' میں لکھا ہے آپ سے ہی بیان کیا گیا ہے۔ فرماتے ہیں میں لوگوں کی رشد وہدایت کے لئے تب بیٹھا ہوں جب میں نے پچیس سال کا عرصہ جنگلات اور صحراؤں میں بسر کیا۔ میں اس دوران زمینی نباتات کھایا کرتا تھا اور نہروں کا پانی پیا کرتا تھا۔ میں ایک سال یا اس سے زیادہ تک پانی پیے بغیر صبر وشکر سے گزارا کرتا تھا۔ مزید فرمایا مجھے حرف ''کن'' عطا کیا گیا۔ میں جنگلات میں چلتا پھرتا تھا۔ مجھے بچھے بچھائے دستر خوان ملتے پھر ان پر جو میری خواہش ہوتی کھالیا کرتا تھا۔ اور میں پہاڑوں سے حلوہ نکال کر کھاتا اور ریت سے میں میٹھا پانی پیتا تھا۔ میں ریت لیتا اس پر دریا اور سمندر سے نمک لے کر ڈالتا، اور میں اسے میٹھا شربت بنا کر پیتا۔ پھر میں نے یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے ادب کے پیش نظر چھوڑ دیا۔

رمضان میں آپ نے دودھ نہیں پیا

امام مناوی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں آپ کی کرامت یہ بھی تھی کہ آپ جب حالت شیر خوارگی میں تھے تو رمضان شریف میں (دن کے وقت) آپ دودھ نہیں پیا کرتے تھے۔ لوگوں کو جب چاند کے بارے میں شک ہوتا تو آپ کی طرف رجوع کرتے تھے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وراثت کے طور پر آپ کے جسم اقدس پر مکھی نہیں بیٹھی تھی۔

ہڈیوں سے مرغ زندہ کر دیا

ایک عورت اپنا بچہ لے کر آپ کی خدمت میں آئی اور آپ سے کہنے لگی میں نے اپنے اس بچے کو دیکھا کہ اس کا آپ کے ساتھ گہرا دلی تعلق ہے۔ میں آپ کے حق میں اپنے حق سے دستبردار ہوتی ہوں۔ آپ نے اس بچے کو لے لیا اور اسے مجاہدہ و سلوک طریقت کا حکم دیا۔ پھر کئی دنوں بعد اس کی والدہ آئی تو کیا دیکھتی ہے کہ اس کا بچہ نہایت کمزور، پیلا رنگ اور دبلا پتلا ہو گیا ہے اس کی یہ حالت بھوکا رہنے، جاگنے اور جو کی روٹی کھانے سے ہوئی تھی۔ اسے وہیں چھوڑا اور شیخ موصوف کے پاس گئی۔ دیکھا کہ شیخ صاحب کے سامنے پکا ہوا مرغ رکھا ہے اور آپ اسے تناول فرما رہے ہیں، دیکھ کر کہنے لگی یا شیخ! آپ مرغ کھا رہے ہیں اور میرا بیٹا جو کی روٹی کھاتا ہے۔ آپ نے اس کی یہ بات سن کر کھائے گئے مرغ کی ہڈیوں پر ہاتھ رکھا اور کہا قومی باذن اللہ (اللہ کے حکم سے اٹھ کھڑا ہو) وہ فوراً کھڑا ہو گیا۔ پھر فرمانے لگے جب تمہارا بیٹا بھی ایسا ہو جائے گا تو پھر جو چاہے گا کھایا کرے گا۔

چیل مر گئی اور پھر زندہ بھی ہو گئی

ایک مرتبہ آپ کی مجلس وعظ پر سے چیل گذری اور زور سے چلائی جس کی وجہ سے حاضرین مجلس میں تشویش پھیل گئی۔ آپ نے فرمایا: اے ہوا! اس چیل کا سر جدا کر دے پس وہ چیل اسی وقت ایک طرف گر پڑی اور اس کا سر دوسری طرف جا پڑا۔ آپ اپنا وعظ مکمل فرما کر کرسی سے نیچے تشریف لائے اور اس چیل کو اپنے ہاتھ میں پکڑا اور دوسرا ہاتھ اس پر پھیرتے

ہوئے فرمایا بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ وہ زندہ ہوگئی اور اڑ گئی۔

شراب کو سرکہ بنا دیا

آپ کی ایک کرامت یہ بھی ہے کہ ایک مرتبہ بادشاہ کے لئے کچھ لوگ تین اونٹ شراب سے لدے لیجا رہے تھے ان کے ساتھ ایک اعلیٰ افسر بھی تھا۔ آپ نے ان سے فرمایا ٹھہر جاؤ۔ انہوں نے انکار کر دیا۔ آپ نے اونٹوں سے فرمایا تم کھڑے ہو جاؤ اور رک جاؤ۔ وہ رک گئے ان تمام کو قولنج نے آلیا۔ جس سے وہ سخت پریشان ہو گئے۔ بالآخر ان سب نے توبہ کی تو درد دور ہو گیا اور شراب سرکہ میں تبدیل ہو گئی۔ جب انہوں نے شراب کے برتن کھول کر دیکھے تو واقعی وہ سرکہ بن چکی تھی۔

جن نے اٹھائی لڑکی واپس کر دی

بغداد کا ایک شخص آپ کے ہاں حاضر ہوا اور عرض کرنے لگا حضور! جنات نے میری بچی اٹھالی ہے اس کا کوئی بندوبست فرمائیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا فلاں جگہ چلے جاؤ اور وہاں دائرہ کھینچ لینا اور لکیر کھینچتے وقت یہ الفاظ پڑھنا: بسم اللہ علی نیۃ عبد القادر اس شخص نے ایسا ہی کیا جیسا اسے آپ نے ارشاد فرمایا تھا۔ پھر اس شخص کے قریب سے جنات کی ٹولیاں گزرنا شروع ہو گئیں۔ حتیٰ کہ ان کا بادشاہ آیا۔ وہ آکر دائرہ کے سامنے کھڑا ہو گیا اور اس شخص سے پوچھنے لگا تیری کیا ضرورت ہے؟ اس نے کہا کہ میری بیٹی کسی جن نے اٹھالی ہے اس نے اس جن کو حاضر کیا جس نے اس کی بچی اٹھائی تھی۔ بچی اسے واپس کر دی اور جن کا سر قلم کر دیا۔ میں نے اس سے پوچھا کہ شیخ موصوف کے حکم کی بجا آوری تم جیسی میں نے نہیں دیکھی (اس کی کیا وجہ ہے؟) اس نے کہا تم ٹھیک کہتے ہو۔ شیخ موصوف اپنے گھر میں بیٹھے ہمارے شرارتی اور سرکش جنات کا معائنہ فرماتے ہیں۔ حالانکہ آپ زمین کے انتہائی دور کنارے پر رہتے ہیں۔ آپ کی ہیبت سے جنات بھاگ اٹھتے ہیں۔

کپڑا ڈال کر جگہ تبدیل کر دی

آپ کی مجلس وعظ میں آپ کا ایک ساتھی بیٹھا تھا کہ اسے قضائے حاجت کی شدید حاجت آپڑی جس سے وہ بے حس و حرکت ہو گیا۔ اس نے شیخ موصوف کی طرف دیکھا۔ جیسا کہ کوئی شخص مدد طلب کر رہا ہو۔ شیخ صاحب کرسی کی ایک سیڑھی سے نیچے اترے تو اس آدمی نے دیکھا کہ آپ کی وعظ والی کرسی پر آدمی کے سر کی طرح ایک سر دکھائی دیا۔ آپ نے پھر دوسری سیڑھی سے نیچے قدم رکھا تو اس سر کے دو ہاتھ اور سینہ دکھائی دیا۔ اور اسی طرح آپ جب ایک زینہ اترتے تو جسم کا کوئی نہ کوئی حصہ وہاں آجاتا۔ حتیٰ کہ کرسی پر ایک مکمل صورت بن کر بیٹھ گئی جو شیخ صاحب کی صورت سے بہت ملتی جلتی ہے اور اس صورت نے کرسی پر بیٹھ کر اس طرح کی گفتگو شروع کر دی جیسی شیخ کر رہے تھے اس کی آواز بھی بالکل آپ کی آواز کی مانند تھی۔ چنانچہ شیخ کرسی سے مکمل طور پر اتر کر اس شخص کے سر کے قریب کھڑے ہو گئے اور اپنی آستین سے اس کا سر ڈھانپ دیا۔ وہ کیا دیکھتا ہے کہ ایک صحرا میں وہ موجود ہے جس میں ایک نہر بھی جاری ہے۔ اور اس کے قریب ایک درخت بھی ہے۔ اس نے قضائے حاجت کی نہر سے وضو کیا اور نماز ادا کی جب سلام پھیرا تو شیخ نے اس پر سے اپنی آستین اٹھالی۔ تو کیا دیکھتا ہے کہ وہ اس مجلس

میں موجود ہے اور شیخ پہلے کی طرح کرسی پر بیٹھے وعظ فرما رہے ہیں۔

مخفی اشیاء کی اطلاع

آپ کے پاس کچھ شیعہ آئے اور اپنے ساتھ دو سلی ہوئی گٹھڑیاں لائے۔ کہنے لگے بتایئے ان میں کیا ہے؟ آپ نے ان میں سے ایک پر ہاتھ رکھ کر فرمایا اس میں لنجا بچہ ہے جب اسے کھولا گیا تو اس میں واقعی لنجا بچہ تھا۔ آپ نے اس کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا اٹھو! چنانچہ وہ اٹھ کر چلنے لگا۔ پھر دوسرے پر ہاتھ رکھا اور فرمایا اس میں ایسا بچہ ہے جسے کوئی مرض نہیں۔ کھولنے پر ایسا ہی بچہ نکلا۔ آپ نے اس کی پیشانی پکڑ کر فرمایا بیٹھ جا وہ لنجا ہو گیا۔ اس پر شیعوں نے توبہ کی۔ اس دن آپ کی مجلس کے حاضرین میں تین فوت ہو گئے۔

شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ کی کرامات بہت زیادہ ہیں جو تواتر سے ثابت ہیں۔ آپ کی کرامات ایک امت سے دوسری امت تک متواتر نقل ہوتی چلی آ رہی ہیں۔ ہمارے زمانے تک اسی طرح منقول ہوتی رہی ہیں۔ آپ کی کرامات پر بہت سی کتابیں تالیف ہوئیں۔ جیسا کہ "بہجۃ الاسرار" اور "قلائد الجواہر" وغیرہ۔ لہٰذا اس کثرت سے نقل ہوتے ہوئے ہمیں یہاں ان تمام کرامات کا نقل کرنا کوئی ضروری نہ رہا۔ اس موضوع پر کتابیں چھپ کر عام دستیاب ہیں۔ شیخ نے ۵۶۱ھ میں انتقال فرمایا۔ مجھے آپ کے طریقہ عالیہ قادریہ میں داخل ہونے کا شرف ۱۳۰۵ھ میں حاصل ہوا۔ جب میں نے شیخ ولی معتقد شیخ حسن ابی حلاوہ غزی سے بیعت کی۔ آپ قدس شریف میں قیام پذیر تھے۔ پھر مذکورہ تاریخ کے بعد آپ کا وہیں انتقال ہو گیا ان دنوں مجھے اس طریقہ عالیہ کی اجازت آپ کے خاندان کے ہی ایک عظیم بزرگ، بہت بڑے عالم، شیخ کبیر، فاضل شہیر اور طرابلس میں مقام ارشاد پر فائز شخصیت سیدی شیخ عبد الفتاح آفندی زعبی نقیب الاشراف نے عطا فرمائی۔ اللہ تعالیٰ آپ کو عمر دراز فرمائے اور آپ کے فخر کو دوام بخشے۔ ہمیں آپ کی برکتوں سے نفع بخشے اور آپ کے اسلاف کی برکتوں سے بھی ہمیں مشرف فرمائے۔ اللہ ان کے تمام آباء واجداد کی برکت سے ہمیں بہرہ ور فرمائے۔ آمین آپ نے جن الفاظ سے مجھے اجازت عطا فرمائی، وہ من وعن درج ذیل ہیں:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۔ الحمد لله رب العالمين والصلوٰة والسلام على سيدنا محمد وعلى اله واصحابه اجمعين۔ امابعد! فيقول الفقير الى رحمة الله و رضوانه الاكبر عبد الفتاح بن محمد بن محمد بن عبد الفتاح بن محمد بن على بن بكار بن محمد بن ابى بكر بن على بن محمد بن يعقوب بن يعقوب بن ابى بكر بن على بن محمد بن احمد بن محمد بن موسىٰ بن محمد بن على بن حسين بن محمد بن محمد بن محمد بن عبد العزيز بن عبد القادر الجيلى بن موسىٰ بن عبد الله بن يحيىٰ بن محمد بن داؤد بن موسىٰ بن عبد الله بن الحسن بن الحسن بن على زوج فاطمة الزهراء بنت سيدنا محمد مفخر العالم وسيد ولد آدم صلى الله تعالىٰ عليه وعلى اله وصحبه وسلم:

احمدك اللّٰهم حمد من كنت له فى المهمات سندا واجزته على شكرك بمزيد إحسانك وبرك واتخذته

ولیا مرشداً۔ فالسعید من تولیت امرہ بیدك واقمته فی الخلق واسطة لا یمال مددك، فکان مدلول سرك والدال علیك۔ والموصل من شئت وصوله إلیك، والشقی من کبلته بقیودحسه ،ووکلت نفسه لنفسه، فضل وغوی، ومن أضل ممن اعرض عن مولاہ واتبع الهوٰی فهنیئا لمن سارعلی طریق اهل الصفاء ولم توقفه عن سیرہ دواعی الجفاء، وقداستجازنی بهذاالطریق الشریف الجیلانی ذوالتآلیف الشهیرة والمعارف الخطیرة، حبیب النبی العدنانی، اخی فی الله تعالیٰ الشیخ یوسف النبهانی، دام اصدق رفیق لخیر فریق حتی ینادی له فی جمیع العوالم یوسف ایها الصدیق .فلدی طلبه لاحت بالاذن بوارق الإشارة وهبت علی من تمیض مظهریته عبقة القبول و نفخة البشارة فیالله من نفحات اسکبت صیب رحمات، فاجزته بجمیع اورادها واذ کارها، وأن یجیزبها من رأی فیه اللیاقة والأهیلة للقیام بحسن تسیارها کما اجازنی بذالك سیدی و شیخی الوالد العارف بربه السید الشیخ محمد بدر الدین و کما اخذت ذلك ایضاعن شیخی و ابن عمی سیدی الشیخ علی بکار، عن شیخه و عمه السید الشیخ احمد، عن شیخه ووالدہ السید الشیخ محمد ابی شعفة، عن شیخه و والدہ السید الشیخ محمد ابی بکر، عن شیخه و والدہ السید الشیخ علی نور الدین، عن شیخه و والدہ السید الشیخ محمد، عن شیخه و والدہ السید الشیخ یعقوب، عن شیخه واخیه السید الشیخ محمد، عن شیخه و اخیه السید الشیخ یعقوب، عن شیخه و والدہ السید الشیخ محمد، عن شیخه و والدہ السید الشیخ یعقوب عن شیخه و والدہ السید الشیخ ابی بکر عبد العزیز، عن شیخه و والدہ السید الشیخ علی الکبیر، عن شیخه ووالدہ السید الشیخ محمد زین العابدین عن شیخه و والدہ السید الشیخ احمد ابی البقاء عن شیخه و والدہ السید الشیخ محمد شرف الدین، عن شیخه و والدہ السید الشیخ أبی الفتح موسی شرف الدین، عن شیخه و والدہ السید الشیخ محمد شمس الدین عن شیخه و والدہ السید الشیخ علی نور الدین، عن شیخه و عمه السید الشیخ بدر الدین، عن شیخه و والدہ السید الشیخ محمد شمس الدین الأکحل، عن شیخه و والدہ السید الشیخ محمد حسام الدین شرشیق، عن شیخه و والدہ السید الشیخ محمد ابی بکر الهتاك، عن شیخه و ابیه الذهب الإبریز السید الشیخ عبد العزیز، عن شیخه و والدہ شیخ الوجود و برکة کل موجود و سند أهل المواثیق والعهود و سید أهل القرب والشهود القطب الجامع بجمیع الحقائق، والغوث المتصرف باذن الله تعالیٰ فی الخلائق قدوة اهل الباطن والظاهر السید الشیخ عبد القادر، عن شیخه أبی سید المبارك المخرمی المخزومی، عن شیخه ابی الحسن الهکاری، عن شیخه أبی الفرج الطرسوسی، عن شیخه ابی الفضل عبد الواحد التمیمی، عن شیخه ابی بکر الشبلی،

عن شيخه سيد الطائفة ابی القاسم الجنيد البغدادی، عن شيخه السری السقطی، عن شيخه معروف الكرخی، عن شيخه داؤد الطائی، عن شيخه حبيب العجمی، عن شيخه الحسن البصری عن امير المومنين و ابن عم سيد المرسلين الوصی الامين و الوالی المبين أسد الله الغالب علی ابن ابی طالب رضی الله تعالیٰ عنه و كرم وجهه عن السيد الأعظم والرحمة العامة للعالم أصل الوجود و السبب فی إيجاد كل موجود سيدنا و مولانا محمد رسول الله صلی الله عليه وسلم،

هذا ولما كان الإيصاء من تتمة ما نحن بصدده وهو فاتحة معهده و خاتمة مورده، فإنی أوصی جناب المجاز المشار اليه بان يلاحظ فی كل لحظة و طرفة قول مولاه (لمن الملك اليوم) ولا يلتفت لشیء الاويری الله عنده، لكن بملاحظة ما يليق بكل من اسمائه تعالیٰ ليكون دائما عبده، وليكن علی شريعة من ربه، فيحفظ فی ظاهره ولبه، وان يقرء علی المريدين سورة العصر، وعلی المرادين سورة النصر، وعلی الفقراء (اليس الله بكاف عبده) وعلی الاغنيآء (ولا تطرد الذين يدعون ربهم بالغداة والعشی يريدون وجهه) ومن سأله عن الاسم الاعظم وهوا قرب طريق يصل به العبد لحضرة مولاه فليقل له مقالة الباز الأشهب قدس سره الاسم الاعظم أن تقول الله وليس فی قلبك سواه ولتكن رياضته فی ادبه و خلوته بمناجاة ربه، ظاهره مع الخلق و باطنه للحق، وأهم شیء عنده نفع الخلق إعظاما للحق، وليجعل مذاكرته لهم فيما يحببهم إلی ربهم ويذكرهم بما نسوه من فضله من مبدا أمرهم إلی نهاية خطبهم وأن يبرز لهم فضائل نبيهم، وانه السبب الموصول فی هديهم وهو النور الذی انبثقت منه أشعة انوارهم و ظهرت من كنز حقيقته جواهر اسرارهم و كذلك يبدی لهم فضائل آل بيت النبوة الذين أشرقت من مطالعهم شموس الاهتداء و بزغت فی سماء طوالهم كواكب الاقتداء، منهم غوث الله الاعظم و بازه الطائر فی حظيرة سره الاكرم وهو ملاذ هذه الطريقة واماما و به نشرت فی الخافقين اعلامها فالتمسك فيها اخذ بعزائم الشريعة والرتعية فيها حرمان و قطعية فسر بها يا خاطب عروس الحقيقة فانها لنيل الوصال اقرب طريقة واحجر خباء النفس ودسا ئسها واقطع سباسب الإنانية و بسابسها واستبدل طلب الأهوية بنفحات الانس ولا تعرس الا وانت علی باب حضرة القدس واصغ لقول حادی القوم سيدی عزالدين حسين تقطع فی الحال اينية البين و بينية الاين وهو

۱	سر فی السما سب واقطع البيداء	ودع القصور و خالف الاهواء
۲	واطلب رفيقا فی الطريق له به	خبر وجل الجهل والجهلاء
۳	وامط رد الاغيار عنك لتكتسی	من حلة التوحيد فيه قباء

۴	وارکب مطایا الشوق غیر معرس	إلا إذا إحل الحجیج کداء
۵	فاخلع هنا النعلین نفسك والهویٰ	حالاعسی بمنی تنال مناء
۶	وعساك تنحر هدی نفسك للهدی	فتکون نفسك عن مناك فداء
۷	وعساك تسعی بین مروة والصفا	فتری بسرك عند ذاك صفاء
۸	وعساك أن تحظی بمنعرج اللوی	فتری لجیش العاشقین لواء
۹	وعسیٰ یلوح لعین سرك بارق	منه تری ضؤ النهار عشاء
۱۰	وعساك تنشق نفحة الطیب التی	علت فکانت للعلیل دواء
۱۱	هی نفحة القدس التی فی طابة	طابت فأهدت للعبیر شذاء
۱۲	نشرت لنا خبر الحبیب وأولعت	نار الجوی وأدارت البرحاء
۱۳	و طوت لنا هذا الوجود و قربت	فی سیرنا و طریقنا البعداء
۱۴	و بها قدانکشف القناع فلا تری	إلا مظاهر عانقت اسماء
۱۵	وهنا تغیب وأن أفقت فلن تری	فی الحی إلا الکأس والصهباء

وما بعد هذا و ذلك إلا أن تکون ضارعا دائما لمولاك داعیا بنصر خلیفة رب العالمین حیث باصلاحه اصلاح الناس اجمعین۔

و قد وصی القطب الاکبر سیدی علی نور الدین الزعبی الجیلی قدس سره ولدیه ابابکر وعمر فقال لهما و روحه تتلجلج فی صدره الامین اذا حظیتما بلیلة القدر وما فی الوقت سعة الالدعوة صالحة فلتکن لامیر المومنین ولا تنسنی من تلاوة الفاتحة ودعوة صالحة لی ولذریتی و قرابتی و لجمیع اهل سلسلتی و سندی و إخوانی و صحابتی و لجمیع المومنین والمومنات الاحیاء منهم والاموات واختم دعاءك مما تبدأبه من الصلاة علی خاتم النبیین صلوات الله و سلامه علیه وعلی جمیع الانبیاء والمرسلین وعلی جمیع عباد الله الصالحین ابد الآبدین ودهر الداهرین والحمد لله رب العالمین قاله بفمه الفقیر الیه سبحانه عبد الفتاح الزعبی الکیلانی عفی عنه فی سنة ۱۳۲۳ هجریة۔

حضرت عبد القادر بن مہذب بن جعفر ادنوی رحمۃ اللہ علیہ

آپ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے مقلد تھے۔ اپنے دور کے فقیہ ہونے کے ساتھ ساتھ صاحب کرامات بھی تھے۔ آپ کی کرامات میں سے ایک یہ ذکر کی گئی ہے کہ جب دروازے پر پڑا تالا کھولنے میں آپ کو مشکل پیش آتی تو آپ آواز والی سانس نکالتے جس سے تالا فوراً کھل جاتا۔ جب آپ اپنی بیوی کو اپنے پاس بلانا چاہتے تو آواز والی سانس نکالتے اور وہ حاضر ہو جاتی۔ آپ سے اس بارے میں پوچھا گیا تو فرمانے لگے مجھے سخت پریشانی اور بہت زیادہ قلق ہوتی ہے جس کی وجہ سے میں

اکیلا نہیں ٹھہر سکتا۔ 725ھ میں آپ نے انتقال فرمایا۔

حضرت عبدالقادر بن حبیب صفدی رحمۃ اللہ علیہ

آپ بڑے ولی، امام، شیخ اور قصیدہ تائیہ مشہورہ کے مصنف ہوئے ہیں۔ حضرت شہاب الدین بن رسلان رملی سے علم اور طریقت حاصل کی۔ جو "الزبدہ" کے مصنف تھے۔

ولی کا مدد فرمانا

جناب غزی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں ہمیں شیخ علامہ عبدالحی حمصی حنفی نے بتایا کہ ایک مرتبہ ایک شخص نے مجھ سے زیادتی کی جس کے ساتھ قرض کے معاملہ میں میرا اختلاف ہو گیا۔ اس نے بدزبانی بھی کی اور میرا حق (قرض) دینے سے انکار کر دیا۔ میں نے اپنا حق وصول کرنے کے لیے کوئی مددگار تلاش کیا لیکن مجھے کوئی نہ مل سکا۔ میں اس رات بڑی پریشانی کے عالم میں سو گیا۔ میں نے سوتے ہوئے ایک وسیع و عریض جنگل دیکھا اور اس میں ایک بارعب و ہیبت شیخ کو دیکھا جو صاحب وقار نظر آیا۔ اس نے غریبوں والی چادر اوڑھی ہوئی تھی۔ میں نے پوچھا یہ بارعب شخص کون ہے؟ مجھے بتایا گیا کہ شیخ عبدالقادر بن حبیب صفدی ہیں۔ یہ سن کر آگے بڑھا اور ان کے ہاتھ چوم لیے آپ نے مجھ سے پوچھا تائیہ قصیدہ میں ہم نے کیسا کہا ہے؟ میں نے عرض کی اے میرے آقا! میں آپ کا ارادہ نہیں جان سکا کہ آپ کے پسندیدہ اشعار کون سے ہیں؟ فرمانے لگے کیا میں نے اس قصیدہ میں یہ نہیں کہا ہے؟

ان لم تجد منصفا للحق کله إلی مولی الموالی و مساك السموات

''اگر تجھے حق کے حصول کے لیے کوئی منصف نہ ملے تو اسے آسمانوں کے تھامنے والے اور تمام آقاؤں کے آقا یعنی اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دے''۔

جناب غزی رحمۃ اللہ علیہ ہی بیان فرماتے ہیں مجھ سے ایک صالح اور ثقہ شخص نے یہ بات کہی کہ سید علی بن میمون رحمۃ اللہ علیہ کی مغرب (سوڈان) سے رحلت اور کوچ کرنے کی وجہ یہ تھی کہ انہیں ایک جماعت سے ملاقات کرنا تھی جن سے ملاقات کرنے کا انہیں ایک مغربی بزرگ نے حکم دیا تھا۔ اس جماعت میں ایک کا نام ابن حبیب تھا۔ راوی بیان کرتے میں شام کے ایک شہر میں تھا جو جبال اور آکام کے درمیان واقع تھا۔ جب ابن میمون شامی شہروں میں داخل ہوئے تو انہوں نے ابن حبیب کو آبادبستیوں، وادی تیم اور اس کے گردونواح میں تلاش کرنا شروع کر دیا۔ حتیٰ کہ تلاش کرتے کرتے دربل بستی میں گئے۔ اس گاؤں کو آپ نے ابن حبیب کے گاؤں کی نشانیوں سے ملتا جلتا پایا جو انہیں بتائی گئی تھیں۔ جب ابن میمون دربل میں داخل ہوئے تو ابن حبیب کو ان کی آمد کا علم ہو گیا۔ حالانکہ اس وقت وہ ایک اور بستی میں تھے جس کا نام صفد تھا۔ یہ بات اللہ تعالیٰ کے ولیوں کے لیے کوئی مشکل نہیں ہوتی۔

لوگوں نے ایک دن ابن حبیب کو دیکھا کہ خلاف عادت وہ اپنے دائیں ہاتھ کی شہادت کی انگلی کا بائیں ہتھیلی میں دائرہ

بناتے ہیں اور ہر دائرہ بناتے وقت کہتے تھے دربل، دربل حتیٰ کہ آپ نے چالیس مرتبہ چالیس دائرہ بنائے۔ ادھر ابن میمون روزانہ صبح اٹھ کر دربل کی نواحی جگہوں پر لوگوں کے چہرے دیکھنے کے لیے نکل پڑتے کہ شاید کہیں ابن حبیب کی ملاقات ہو جائے لیکن انہیں اپنے مقصد میں کامیابی نہ ہوتی یہاں تک کہ انہوں نے دائروں کی تعداد کے مطابق چالیس دن گزارے۔ پھر ابن میمون دربل سے نکل کر صفد کی طرف روانہ ہو گئے۔ جب صفد پہنچے تو انہیں ابن حبیب کا اتہ پتہ معلوم ہو گیا۔ ایک مکتب میں ان سے ملنے گئے۔ مکتب میں پہنچ کر ایک کونہ میں بیٹھ گئے۔ پھر ابن حبیب نے ان سے ملاقات کی اور بڑی آؤ بھگت کی پھر جب بچوں کو چھٹی ہوگئی تو ابن میمون سے کہا اے مرد خدا! میں چاہتا ہوں کہ مکتب کا دروازہ بند کر دوں۔ یہ سن کر سیدی ابن میمون نے ابن حبیب کی طرف دیکھا اور فرمایا اے عبدالقادر! کیا تیرے لیے یہ کافی نہیں ہوا کہ تو نے چالیس دن دربل، دربل کہہ کر چالیس دن پریشان کیے رکھا اور اب تو مجھے دروازے سے بھگانا چاہتا ہے یہ سن کر ابن حبیب بولے اے بھائی! اگر ایسے ہی ہے تو پھر تم اس کی پردہ پوشی کرنا اور میرے بارے میں کسی کو نہ بتانا۔ انہوں نے کہا بلکہ خدا کی قسم! میں تجھے ضرور بالضرور رسوا کروں گا اور تیرا ڈھنڈورا پیٹ کر چھوڑوں گا۔ اس کے بعد سیدی ابن میمون رحمۃ اللہ علیہ لگاتار کافی عرصہ ابن حبیب کے پاس قیام پذیر رہے حتیٰ کہ ان کی بہت شہرت ہوگئی اور لوگوں کو آپ کے مقام و مرتبہ کا پتہ چل گیا۔ ایسا کہ لوگوں کو آپ کے دیکھے بغیر چین نہ آتا تھا اور دور دور سے آپ کی زیارت کے لیے آتے۔ آپ نے صفد میں ہی 915ھ میں انتقال فرمایا۔ سیدی علوان حموی رحمۃ اللہ علیہ نے قصیدہ تائیہ کی شرح میں لکھا ہے کہ شیخ عبدالقادر بن حبیب رحمۃ اللہ علیہ ایسے ولی تھے جن کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بیداری کی حالت میں ملاقات کرنے کا شرف حاصل تھا اور یہ ولایت کبریٰ کے اعلیٰ درجات میں سے ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے نصیب میں بھی یہ کرے۔ آمین

حضرت عبدالقادر دشطوطی رحمۃ اللہ علیہ

آپ اکابر اولیائے عارفین میں سے تھے۔ صاحب کشف و کرامات تھے اور بادشاہان وقت کے ہاں انہیں قبولیت عامہ کا مقام حاصل تھا اور دیگر لوگوں میں بھی نہایت مقبول شخصیت تھے۔ آپ نابینا تھے۔ اولیاء کرام میں "صاحب مصر" کے نام سے مشہور تھے۔ کہتے ہیں کہ آپ کو کبھی بھی غیر آباد جگہ نہیں دیکھا گیا۔ بلکہ آپ کو شہر اور دوسری آبادی میں دیکھا جاتا تھا۔ آپ کی یہ صفت بھی تھی کہ آپ مختلف روپ دھار لیا کرتے تھے۔ دو شخصوں نے طلاق کی قسم اٹھائی کہ آج رات صبح ہونے تک موصوف میرے ہاں قیام پذیر تھے۔ دونوں کی رہائش گاہ مختلف تھی۔ اس بارے میں شیخ الاسلام شیخ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے فتویٰ دیا کہ دونوں میں سے کسی کی بیوی کو طلاق نہیں ہوئی۔

ولی کی غیب دانی

امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں ایک مرتبہ شیخ موصوف کے ہاں حاضر ہوا۔ اس وقت میں بھرپور جوان تھا۔ مجھے فرمانے لگے شادی کر لو اور اللہ پر بھروسہ رکھو۔ شیخ محمد بن عنان کی صاحبزادی بیاہ کر اپنے گھر لے جاؤ کیونکہ وہ خوبصورت

دوشیزہ ہے میں نے عرض کیا میرے پاس تو ساز وسامان اور روپیہ دھیلا کچھ بھی نہیں۔ آپ نے کہا ہاں۔ کہو کہ میرے پاس ایک اشرفی، دو، تین، چار اور پانچ اشرفیاں ہیں۔ میرے ایک ہمسایہ کے پاس اتنی ہی مقدار میں میری اشرفیاں تھیں۔ شیخ موصوف نے وہ گنوا دیں اور یاد دلا دیں۔ حالانکہ میں بھول چکا تھا پھر ظہر کی اذان ہوئی۔ شیخ نے چادر اوڑھی اور ایک ساعت کے لیے غائب ہو گئے۔ پھر حرکت کرتے دکھائی دیے۔ پھر لوگوں سے فرمانے لگے عوام الناس معذور ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ عبدالقادر نماز نہیں پڑھتا۔ خدا کی قسم! جب سے میں جذب کی کیفیت میں مبتلا ہوں میں نے اپنے خیال کے مطابق ایک نماز بھی نہیں چھوڑی لیکن ہماری مخصوص جگہیں ہوتی ہیں جہاں ہم نماز ادا کرتے ہیں۔ میں نے شیخ محمد بن عنان رحمۃ اللہ علیہ سے کہا کیا شیخ موصوف کا قول درست ہے؟ فرمانے لگے انہوں نے سچ کہا ان کی واقعی مخصوص جگہیں ہیں۔ آپ جامع ابیض میں نماز ادا کرتے ہیں جو لد کی پتھریلی جگہ پر واقع ہے۔

امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں نے آپ کو ایک مرتبہ ارشاد فرماتے سنا کہ جو شخص یہ کہتا ہے کہ سعادت اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کے پاس ہے، وہ جھوٹ کہتا ہے۔ میں دنیا میں بہت زیادہ محنت و مشقت کرنے والا تھا۔ حتیٰ کہ لوگ اس بارے میں میری مثال دیا کرتے تھے۔ مجھے جب جذب الٰہی حاصل ہوا تو میں دو دو دن اور تین تین دن اپنے آپ سے بے خبر اور غائب رہتا۔ پھر مجھے افاقہ ہوتا تو لوگوں کا میرے اردگرد جمگھٹا ہوتا اور وہ میرے بارے میں بڑے متعجب ہوتے۔ پھر میں دس دن اور مہینہ بھر اپنے آپ سے بے خبر اور غائب رہنے لگا۔ نہ کچھ کھاتا اور نہ پیتا۔ میں نے ایک مرتبہ اللہ تعالیٰ سے عرض کی اے اللہ! اگر یہ کیفیت تیری طرف سے مجھ پر وارد ہوتی ہے تو دنیا سے میرے تعلقات منقطع فرما دے۔ پھر میری ساری اولاد، بیوی اور تمام حیوانات مر گئے ایک بھی باقی نہ رہا۔ پھر میں اس وقت سے آج تک سیر و سیاحت کے لیے نکل آیا۔ کیا یہ بندے کی قدرت میں ہے؟ میں (یعنی علامہ شعرانی رحمۃ اللہ علیہ) نے عرض کیا نہیں یہ بندہ کی قدرت میں نہیں۔

شیخ موصوف اکثر ایک نصرانی کے پاس باب البحر میں جا کر سویا کرتے تھے۔ لوگ اس پر آپ کو ملامت کرتے اور کہتے دیکھو یہ مسلمان ہے؟ لیکن آپ کی برکت سے وہ نصرانی اسلام لے آیا اور بہترین مسلمان ہو گیا۔

جب شیخ موصوف کے انتقال کا وقت قریب آیا تو آپ بکثرت گریہ وزاری کرنے لگے اور عبادت خانہ میں جو معمار تعمیر کا کام کر رہا تھا، آپ اسے فرماتے تعمیر میں جلدی کرو اور جلدی مکمل کرو۔ کیونکہ وقت (موت) قریب ہے۔ آپ انتقال فرما گئے اور ایک دن بعد تعمیر مکمل ہو گئی۔

کپڑا اوڑھا کر مکہ پہنچا دیا

امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ "الاجوبۃ المرضیۃ" میں لکھتے ہیں مجھے شیخ صالح رفاعی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے والد گرامی کی یہ بات سنائی کہ انہوں نے ایک مرتبہ جمعہ کی نماز جامع دشطوطی واقع برکۃ القرح میں ادا کرنا چاہی جو مصر محروسہ میں ہے۔ جب نماز جمعہ کی اقامت کہی گئی تو سیدی عبدالقادر نے اپنے جبہ کی آستین سے مجھے ڈھانپ دیا اور اپنا سر انہوں نے اس کے طوق میں رکھ دیا۔ میں نے آپ کے اس کام کو اچھا نہ جانا۔ پھر آپ نے مجھے دوران نماز کھینچا تو میں کیا دیکھتا ہوں کہ میں امام کعبہ کے پیچھے نماز

پڑھ رہا ہوں۔ جب امام نے سلام پھیرا میں نے ادھر ادھر دیکھا لیکن مجھے سیدی عبدالقادر نظر نہ آئے۔ اس کے بعد میں نے کعبہ شریف کا طواف کیا اور صفا و مروہ کے درمیان سعی کرنے چل پڑا۔ میں نے تین خربوزے خریدے اور انہیں اپنے کپڑے میں باندھ کر اپنے ساتھ اٹھالیا۔ پھر میں چند قدم چلا تو کیا دیکھتا ہوں کہ میں جامع دشطوطی میں ہوں اور خربوزے میری گود میں پڑے ہوئے ہیں۔ آپ (شیخ عبدالقادر) نے فرمایا جو تیرے پاس ہے اسے چھپا کر رکھنا۔ میری زندگی میں اس کی بابت کسی سے تذکرہ نہ کرنا۔ پھر میں نے ایسے ہی کیا۔

دریا کا پانی بلند ہو گیا

علامہ مناوی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا کہ آپ کی کرامات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ ایک مرتبہ دریائے نیل کا پانی کم ہو گیا حتیٰ کہ ضرورت کے دنوں میں تقریباً تین ہاتھ نیچے ہو گیا۔ آپ پانی میں گھس گئے اور اسے کہنے لگے اللہ تعالیٰ کے حکم سے بلند ہو جا۔ وہ فوراً بلند ہو گیا۔

جنگ میں مدد دینا

جناب غزی کہتے ہیں ابن حنبلی نے اپنی تاریخ میں ذکر کیا ہے کہ سیدی عبدالقادر 890ھ میں حلب تشریف لائے۔ ان دنوں قایتبای کا لشکر بلاد روم میں اطنہ پر پڑاؤ ڈالے ہوئے تھا۔ شیخ عبدالقادر کچھ دن حلب میں مقیم رہے۔ پھر ان کا پتہ نہ چلا کہ کدھر تشریف لے گئے ہیں۔ جب قایتبای کا لشکر کامیاب و فاتح ہو کر واپس آیا تو لشکریوں نے بتایا کہ جس دن ہمیں فتح نصیب ہوئی تھی اس دن شیخ موصوف ہم میں موجود تھے۔ آپ نے ہماری مدد فرمائی۔ آپ کے مدد فرمانے اور حلب سے کسی اور طرف چلے جانے کی تاریخ تقریباً ایک ہی تھی۔ جناب غزی رحمۃ اللہ علیہ ہی بیان کرتے ہیں کہ سلطان قایتبای آپ کا بہت زیادہ عقیدت مند تھا اور سیدی عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ بھی اس کی تربیت اور اس کی بھلائی کی ہر ممکن کوشش فرماتے۔ جب بھی بادشاہ کا گزر آپ کے قریب سے ہوتا تو جو مناسب سمجھتے اسے ہدایت دیتے تھے اور بادشاہ آپ کے حکم کو بجالاتا اور ہر طرح اس پر عمل کرنے کی کوشش کرتا۔ مجھے یہ واقعہ کسی نے پہنچایا کہ ایک مرتبہ اسی بادشاہ کا آپ کے قریب سے گزر ہوا۔ بادشاہ اس وقت سواری پر تھا۔ تو اس نے اپنا گھوڑا شیخ موصوف کے پاس روک دیا اور آپ سے مدد اور ہدایات کا طالب ہوا۔ بسا اوقات بادشاہ سواری سے نیچے اترتا اور آپ کے ہاتھ چوم لیا کرتا۔ سیدی عبدالقادر نے ایک دن اسے فرمایا جب کہ مکھی آپ پر بیٹھی ہوئی تھی کبھی اڑ کر ادھر اور کبھی ادھر بیٹھ جاتی اے قایتبای! اسے کہو کہ میرا پیچھا چھوڑ دے اور چلی جائے۔ یہ سن کر قایتبای حیران رہ گیا اور کہنے لگا اے میرے آقا! مکھی میرا حکم کیسے سنے گی اور کیونکر اس پر عمل کرے گی؟ آپ نے پوچھا تو کیسا بادشاہ ہے کہ مکھی بھی تیرا حکم سننے ماننے کو تیار نہیں؟ پھر سیدی عبدالقادر نے حکم دیا اے مکھی! جا اڑ جا اور میرا پیچھا چھوڑ دے۔ آپ کے کہنے کے ساتھ ہی مکھی اڑ کر چلی گئی۔ شیخ موصوف کی اور بھی بکثرت کرامات ہیں۔ آپ نے 931ھ میں مصر میں انتقال فرمایا اور باب شعریہ کے باہر دفن کیے گئے۔

حضرت عبدالقادر بن محمد بن عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ

جناب ابن حنبلی نے اپنے چچازاد بھائی قاضی جلال الدین تاذفی سے ذکر کیا کہ انہوں نے اپنی تصنیف "قلائد الجواہر" میں شیخ موصوف کے بارے میں ان کے حالات زندگی ذکر کیے ان کا ایک عجیب ولطیف واقعہ بھی لکھا جس کا خلاصہ یہ ہے۔

بعد وصال ولی کی مشکل کشائی

شیخ عبدالقادر موصوف سے آپ کے چچیرے بھائیوں نے تولیت کے بارے میں جھگڑا کھڑا کر دیا۔ اس بارے میں دیوان الجیش کے اہلکاروں میں ایک شخص مسمی ابن انبابی کو فیصلہ کرنے کے لیے مقرر کیا گیا جو قاہرہ میں تھا۔ انبابی انہیں شیخ ولی اللہ جناب اسماعیل انبابی کی نسبت سے کہا جاتا تھا۔ چنانچہ شیخ عبدالقادر موصوف قاہرہ تشریف لے گئے۔ اور ابن انبابی کو اپنا حق وصول کرنے کی درخواست دی۔ اس نے آپ سے کچھ سخت گفتگو کی۔ چنانچہ آپ دل شکستہ اپنی آرام گاہ واپس آ گئے۔ آپ کا قیام ان دنوں قاہرہ میں مشہور ومعروف عبادت گاہ قادریہ میں تھا۔ آپ نے اس رات جد اکرم اور ہم نام شخصیت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف توجہ کی اور مذکورہ قصہ اور واقعہ میں ان سے مدد کی درخواست کی۔ اچانک اسی وقت رات کو ابن انبابی نے آپ کے دروازے پر دستک دی۔ آپ نے جب توجہ مکمل کی اور دروازہ کھولا تو جونہی دروازہ کھلا ابن انبابی نے آگے بڑھ کر آپ کے قدم چوم لیے اور آپ کی حاجت وضرورت پوری کر دینے کا عہد کیا۔ اور بتایا کہ میں نے خواب میں اپنے دونوں جد امجد حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی اور شیخ اسماعیل انبابی کو دیکھا۔ شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے سخت ڈانٹ پلائی اور قتل کر دینے کی دھمکی دی۔ اگر میرے جد امجد حضرت شیخ اسماعیل انبابی رحمۃ اللہ علیہ اس بارے میں میری سفارش نہ کرتے اور آپ (سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ) قبول نہ فرماتے تو میرا قتل ہونا یقینی تھا۔ بہر حال میرے جد امجد حضرت شیخ اسماعیل رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے فرمایا اٹھو اور اس سانپ کو مار ڈال جو تیرے بستر کے نیچے ہے۔ میں ڈر کر اٹھ بیٹھا۔ میرے ہوش وحواس اڑے ہوئے تھے۔ میں نے بستر اٹھایا تو اس کے نیچے واقعی سانپ بیٹھا تھا۔ میں نے اسے مار ڈالا اور اس سے فارغ ہوتے ہی تمہارے پاس حاضر ہو گیا ہوں۔ پھر ابن انبابی نے شیخ موصوف کی حاجت پوری کر دی اور ان کی شان ومنزلت کو پہچان لیا۔
بقول نجم غزی آپ نے 933ھ میں بمقام حمات انتقال فرمایا۔

حضرت شیخ عبدالقادر سبکی رحمۃ اللہ علیہ

ایک ہی زنبیل میں مختلف اشیاء ڈال کر الگ الگ نکالنا

آپ کی کرامات میں سے ایک یہ تھی کہ آپ جب بازار تشریف لے جایا کرتے تو مختلف تکالیف اور پریشانیوں کے مارے لوگ اپنی اپنی پریشانیوں کو مفت میں ان سے حل کرواتے اور آپ ان کی کامل ترین صورت میں ادائیگی فرما دیتے۔ آپ کے سامان میں ایک زنبیل تھی۔ جن میں لوگوں کے لیے بازار سے منگوائی جانے والی مختلف اشیاء ڈال دیتے۔ کسی کا تیل، کسی کا گھی، کسی کا شربت، کسی کا دودھ وغیرہ مائعات سب اس میں ڈال دیتے۔ پھر خرید وفروخت سے فارغ ہو کر واپس

تشریف لاتے تو اس زنبیل سے ہر ایک کے لیے وہی چیز نکال کر دیتے جو اس نے آپ سے منگوائی ہوتی۔ اس میں کسی دوسری مائع کا قطعاً نام ونشان نہ ہوتا۔ اور آپ کو دریا عبور کرنے کے لیے اگر کوئی کشتی وغیرہ دستیاب نہ ہوتی تو اپنی گدھی پر سوار ہو جاتے اور اسے پانی کی سطح پر چلا دیتے۔ حتیٰ کہ خشکی پر آجاتے۔ امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ کے بقول آپ نے نوسواور کچھ اوپر صدی میں انتقال فرمایا۔ جناب نجم غزی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جو شخص آپ پر معترض ہوتا آپ اس پر سخت غصہ فرماتے۔ آپ کی وفات 960ھ میں ہوئی۔

حضرت عبدالقادر بن محمد ابن سوار رحمۃ اللہ علیہ

آپ دمشق میں شب زندہ داروں کے شیخ تھے۔ عالی شان اور بہت بڑے صالح ولی تھے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت اور ارشادات

آپ کی کرامات میں سے ایک کرامت یہ ہے کہ جب انہوں نے اپنے ابتدائی حالات میں بغرض تجارت قاہرہ کا سفر کیا تو قاہرہ پہنچنے پر ایک مجلس میں شرکت کا موقع ملا جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر صلوٰۃ وسلام بھیجنے کے لیے منعقد کی گئی تھی اس کا انعقاد جناب نورالدین شونی نے جامع ازہر میں کیا تھا۔ اور ان دنوں شیخ الجامعہ جناب شیخ شہاب الدین بلقینی تھے جو جناب شونی کے خلیفہ تھے۔ اس مجلس سے آپ بہت متعجب ہوئے۔ پھر دمشق تشریف لے آئے۔ پھر 971ھ محرم کے مہینہ میں شب بیداری کا کام شروع کیا۔ اس کام کا شروع کرنا ایک خواب کی وجہ سے تھا جو خود انہوں نے اور ایک دوسرے شخص مسمّٰی برکات عقربانی نے دیکھا تھا۔ شیخ عبدالقادر مذکور نے بتایا کہ شب بیداری کے ابتدائی دور میں شیخ صالح خیرالدین مصری حنفی تشریف لائے اور ان سے کہنے لگے میں نے جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا آپ کے ساتھ شیخ علی شونی اور شیخ شہاب الدین بلقینی تھے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے فرمایا جامع البروزی کے امام شیخ عبدالقادر کو جانتے ہو؟ میں نے عرض کیا جی جانتا ہوں۔ ارشاد فرمایا جاؤ اور جا کر کہو کہ شیخین کے طریقہ کے مطابق شب بیداری کرو۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شونی اور بلقینی کی طرف اشارہ فرمایا پھر شیخ عبدالقادر نے خود بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خواب میں زیارت کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے فرمایا میری مجلس قائم کرنے اور برپا رکھنے کے لیے اپنے اصحاب سے اعانت طلب کرو۔ پھر اس خواب کے کافی مدت بعد انہوں نے اپنے اصحاب سے موافقت اور مدد چاہی لیکن ان میں سے ایک نے بھی بات نہ مانی اور سب نے کہا کہ ہم میں رات بھر جاگنے کی ہمت نہیں۔ انہوں نے دوبارہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خواب میں زیارت کی۔ آپ نے انہیں ارشاد فرمایا کیا میں نے تجھے یہ نہیں کہا تھا کہ اپنے اصحاب سے مجلس کے انعقاد میں مدد طلب کرنا؟ یہ عرض کرنے لگے حضور! میں نے آپ کے ارشاد کے مطابق ان سے مدد کرنے کو کہا تھا لیکن کسی نے بھی میری بات نہ مانی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اچھا۔ میں تیری طرف ایک جماعت بھیج رہا ہوں جو تیری معاونت کرے گی۔ شیخ مذکور بیان کرتے ہیں کہ اس خواب کے دیکھنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے میرے لیے آسانی سے ایک جماعت کھڑی کر دی۔

ولی کی مخالفت اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت

شیخ موصوف اکثر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوا کرتے تھے اور اپنے ایسے خواب لوگوں سے بیان کرتے تھے بعض دفعہ ضعیف الاعتقاد لوگ اس پر اعتراض کرتے۔ حتیٰ کہ شیخ فاضل بدر حسن بن عبدالقادر محی الدین بکری صدیقی بھی ان کے مخالف تھے اور ان کے خوابوں کے منکر تھے۔ اتفاق سے انہوں نے خواب دیکھا کہ جامع اموی لوگوں سے کھچا کھچ بھری ہوئی ہے اور سبھی کسی کا انتظار کر رہے ہیں۔ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ان سے پوچھا تمہیں کس کا انتظار ہے؟ کہنے لگے ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کے منتظر ہیں۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ حاضرین آپ کی طرف بڑھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں کو چومنے لگے۔ میں بھی ان خوش نصیبوں میں سے ایک ہوں کہ جسے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی دست بوسی نصیب ہوئی۔ میں نے آپ سے عرض کیا حضور! آپ کون ہیں؟ فرمانے لگے میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں۔ جس کے بارے میں شیخ عبدالقادر بن سوار کہا کرتا ہے کہ میں بکثرت ان کی زیارت کرتا ہوں۔ میں اس کی مجلس کو رونق بخشنے آیا ہوں۔ جب خواب سے میری آنکھ کھلی تو میں نے شیخ موصوف پر اعتراض کرنے اور انکار کرنے سے توبہ کی اور جناب ابن سوار کی مجلس میں حاضری دینے کو اپنے اوپر لازم کر لیا۔ ان کا عقیدت مند ہو گیا اور ان کے ہاتھوں کو چوم لیا۔ شیخ موصوف نے 1014ھ میں انتقال فرمایا۔ اور بقول نجم غزی آپ کو دقاقین کے مقبرہ کے شرقی جانب قبلہ کی طرف قبر عاتکہ کے مقام میں دفن کیا گیا۔

حضرت عبدالقادر سیرجانی رحمۃ اللہ علیہ

آپ مصر کے رہنے والے ولی کامل اور مجذوب تھے۔

دراہم غائب ہو گئے

آپ کی ایک کرامت یہ ہے جسے علامہ مناوی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا۔ وہ یہ کہ خان الخلیلی کا ایک کاریگر آپ کو ساتھ لے گیا اور کچھ دراہم اس نے آپ کو دیے۔ آپ نے اپنے منہ سے دونوں ہاتھ کے برابر سونا نکالا۔ پھر اسے واپس لوٹا دیا۔ پھر قہوہ لایا گیا۔ آپ نے اس سے کچھ نوش فرمایا لیکن دراہم کسی کو کوئی پتہ نہ چلا کہ کدھر گئے ہیں اور نہ ہی ان کا کوئی نشان ملا۔ حالانکہ وہ کثیر تعداد میں تھے۔ آپ نے گیارہویں صدی میں انتقال فرمایا۔

حضرت عبدالقادر باعشن دوعنی رحمۃ اللہ علیہ

پیدا ہونے سے پہلے خوشخبری دینا

آپ حضرمی تھے اور عارف باللہ تھے۔ سید جلیل محمد بن عبداللہ خرد باعلوی حکایت کرتے ہیں شیخ عبدالقادر مذکور نے شیخ جلیل عارف باللہ علی بن عبداللہ باراس دوعنی حضرمی کی ان کی پیدائش سے قبل ہی خوشخبری سنا دی تھی۔ آپ فرمایا کرتے تھے عنقریب میرے بعد اس شہر میں ایک شخص پیدا ہو گا جس کا نام فلاں ہے اور اس میں فلاں فلاں خوبیاں ہوں گی۔ وہ اس اقلیم کا

سورج ہوگا اور اس کی روشنی ہوگی۔ پھر وہی ہوا جو شیخ موصوف نے فرمایا یہ واقعہ شیخ محبی نے شیخ علی بن عبداللہ مذکور کی سوانح میں ذکر کیا ہے اور ان کا سن وفات 1054ھ لکھا ہے۔

حضرت عبدالقادر صدیق بغدادی رحمۃ اللہ علیہ

آپ قدس شریف میں تشریف لائے تھے اور وہیں بقیہ عمر بسر فرمائی۔ آپ شیخ، عالم، عامل، استاد، عارف، صوفی، فاضل اور معتقد تھے۔ آپ علم وولایت اور کمال ودرایت کے جامع تھے۔ صاحب کرامات واحوال تھے۔

کشف قبور

آپ کی ایک کرامت کے بارے میں خبر دینے والے شیخ سید محمد بن عیسیٰ کردی اصل القدسی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ انہوں نے بیان کیا میں نے شیخ عبدالقادر مذکور سے بکثرت کرامات ومشاہدات دیکھے۔ آپ مجھے میرے دل کے چھپے امور کے بارے میں بھی بتلا دیا کرتے تھے۔ میں آپ کی مجلس میں ہی حاضر ہوتا۔ اس سے میرا تعجب اور اعتقاد اور بڑھ جاتا۔ میں نے آپ کی کرامات میں سے ایک اور کرامت دیکھی۔ وہ یہ کہ میں نے آپ کے ہمراہ سیدنا حضرت داؤد علیہ السلام کی زیارت کی (یعنی آپ کی قبر انور کی زیارت کی) زیارت کے بعد آپ نے مجھے بتایا کہ میں (شیخ موصوف) حضرت داؤد علیہ السلام کی روحانیت سے ملا۔ پھر آپ نے ان کے اوصاف بیان کیے۔ میرے دل میں شک پڑ گیا۔ پھر ہم ''ما من اللہ'' کے مقبرہ کی طرف گئے۔ وہاں ہم نے ابن بطال، ابو عبداللہ قرشی، ابن ارسلان، شیخ برمادی اور بہت سے دوسرے اہل علم کی قبروں کی زیارت کی۔

آپ ان حضرات کے مجھ سے اوصاف بیان فرمانے لگے فرماتے میں فلاں فلاں کی روحانیت سے ملا۔ اس سے مجھے اور شک پڑ گیا اور قریب تھا کہ میں آپ پر مکاری اور فریبی ہونے کی تہمت لگاتا۔ حتیٰ کہ ہمارا گزر میرے والد گرامی کی قبر سے ہوا۔ میرے والد کو شیخ موصوف نے نہیں دیکھا تھا۔ اور میں نے جان بوجھ کر انہیں یہ نہ بتایا کہ یہ قبر میرے والد گرامی کی ہے۔ آپ بھی وہاں کچھ دیر کے لیے ٹھہر گئے اور میں بھی ٹھہر گیا۔ مجھے جس قدر قرآن میسر آیا، پڑھا۔ پھر آپ نے مجھے کہا، اس قبر میں ایک شریف مرد ہے جو عالم باعمل تھا۔ وہ تجھے دیکھ کر بہت خوش ہوا اور تیرے ٹھہرنے اور پڑھنے سے اسے نہایت سرور حاصل ہوا۔ میں اس کی روحانیت سے ملا۔ وہ فلاں فلاں اوصاف والا ہے۔ اس کی یہ صفت ہے۔ اور وہ تمہارا والد ہے۔ تم نے مجھے اس کی پہلے خبر کیوں نہ دی؟ راوی بیان کرتے ہیں کہ اس وقت میں نے ان کے صاحب کشف وکرامات ہونے کے انکار سے توبہ کی اور میں نے ان سے عرض کیا زیارت کے قصد کے لیے آپ کو خبر دینا کوئی ضروری نہ تھا۔

شیخ موصوف کا مقام میرے نزدیک بہت عظیم ہے۔ ان کا حال بہت عجیب ہے۔ اور واضح کشف کے مالک ہیں۔ میں مشکلات کی بابت آپ سے پوچھا کرتا تھا تو آپ کچھ دیر کے لیے سر جھکاتے۔ پھر فرماتے شاید اس کا جواب یوں یوں ہے۔ مجھے معلوم ہوتا کہ آپ کا دیا گیا جواب دل کی تسلی کے لیے کافی ہے میں پھر آپ سے عرض کرتا آپ کو یوں کہنے کی کیا ضرورت

ہے کہ "شاید ایسا ہوگا"۔ آپ نے فرمایا میں لکھا ہوا جواب تو نہیں پاتا۔ صرف میرے دل میں القاء ہوتا ہے اور میں اسے بطور جواب کہہ دیتا ہوں۔

اپنی موت اور قبر کی جگہ پہلے ہی بتادی

شیخ موصوف تین دن بیمار رہے اور پچھلی کرامت میں مذکور کردی سے کہا میرے چچازاد بھائی سید مصطفیٰ صدیقی کو میرے پاس بلاؤ۔ کردی کہتے ہیں میں انہیں آپ کے پاس لے آیا۔ آپ نے صندوق کی چابی نکالی اور فرمانے لگے اے چچازاد بھائی! میں دار بقاء کی طرف جانے والا ہوں۔ میری تجہیز وتکفین اچھی طرح کرنا، اور مجھے سید عیسیٰ کردی کی قبر کے پاس دفن کرنا۔ یعنی اس کرامت کے راوی کے والد گرامی کی قبر کے قریب۔ کیونکہ اس آخری وقت میرے قریب ان کی ہی روحانیت ہے اور انہوں نے مجھے خبر دی ہے کہ میری قبر ان کے قریب ہوگی۔ اور آج پچھلے پہر میرا کوچ ہے۔ پھر ویسے ہی ہوا جیسے آپ نے فرمایا تھا۔ اسی دن انتقال فرمایا۔ آپ کے جنازے پر بہت زیادہ لوگ تھے۔ مختصر یہ کہ آپ بہترین شخصیت اور انتہائی نیک انسان تھے۔ 1148ھ میں قدس میں ہی انتقال فرمایا اور وہیں مدفون ہوئے۔ مرادی نے "سلک الدرر" میں یہ سب کچھ لکھا ہے۔

حضرت شیخ عبدالقادر ابو رباح دجانی رحمۃ اللہ علیہ

آپ وہ پہلی شخصیت ہیں جن سے خلوتیہ طریقہ جاری ہوا جس کا ابتدائی مرکز ہمارے علاقہ میں واقع شہر اجزم تھا۔ یہ شہر فلسطین کے شہروں میں سے ایک ہے جو فلسطین کی شمالی جانب ہے اور ان دنوں یہ جگہ عکا کے تحت حیفہ میں شامل تھی۔ شیخ ابو رباح رحمۃ اللہ علیہ بلاد شامیہ کے مشہور ترین عالم تھے۔ اور اپنے دور کے علی الاطلاق شہرت یافتہ ولی اللہ تھے۔ ان کی عادت یہ تھی کہ آپ شہروں اور بستیوں میں پھرتے رہتے تھے۔ لوگوں کو دینی امور کی تعلیم دیا کرتے تھے اور ان کی حاجات وضروریات پوری کیا کرتے تھے۔ ان کے درمیان جو ایک دوسرے کے خلاف دعوے ہوتے ان کا فیصلہ صادر فرمایا کرتے تھے اور شرعی دلائل لکھوایا کرتے تھے۔ آپ کا فیصلہ دونوں فریق بخوشی تسلیم کرلیا کرتے تھے۔ کیونکہ آپ کے بارے میں ہر ایک کو نہایت عقیدت تھی۔ آپ جب یافا سے کہیں جانے کے لیے باہر نکلتے تو مریدین کا جم غفیر آپ کے پیچھے نکل پڑتا۔ اور یہ سب لوگ بستیوں میں منتقل ہوجاتے۔ ان کی بستیوں کے رہنے والے بھی جمع ہوجاتے اور تمام مل کر اللہ تعالیٰ کا ذکر اور اس کی فرمانبرداری بجالاتے۔ لوگوں کو اس سے بہت زیادہ فرحت حاصل ہوتی۔ خوشی میں مرد وزن، بچے بوڑھے سبھی یکساں شریک ہوتے اور عید سے بڑھ کر ان کو خوشی ہوتی۔ یہی بات میں خود اپنے اندر بھی محسوس کرتا تھا۔ دوسروں میں بھی اسے دیکھتا۔ حالانکہ ابھی بالغ بھی نہ ہوا تھا اور نہ ہی مجھے اس خوشی کا کوئی سبب ذہن میں آتا تھا۔ مگر یہ حقیقت تھی کہ تمام لوگ بہت خوش ہوتے تھے۔ یوں پتہ چلتا گویا ہر ایک کو بہت بڑی نعمت مل گئی ہے جو انتہائی خوشی کا تقاضا کرتی ہے۔ الغرض اگر شیخ موصوف کی اور کوئی کرامت نہ بھی ہوتی اور صرف یہی شہرت عام اور چاہت ہوتی تو یہی آپ کی ولایت کے لیے کافی تھا۔ کیونکہ لوگوں کے دلوں پر آپ کا رعب

داب اور محبت میں ان کا گرویدہ ہونا یہ معمولی بات نہیں۔ بلکہ عظیم راز ہے جس سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو مختص فرمایا۔

تلوار کی دھار پر بیٹھنے سے کچھ نہ بگڑا

اگر آپ کی کرامات کو دیکھا جائے تو وہ بھی بہت ہیں اور لوگوں میں درجہ تواتر تک مشہور ہیں۔ میں نے خود اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کیا کہ آپ نے ذکر کی حالت میں دو مردوں کو اپنے مریدوں میں سے ایک تلوار پکڑائی۔ اس طرح کہ تلوار کا دستہ ایک کے ہاتھ میں تھا اور دوسری طرف دوسرے کے ہاتھ میں اور اس کی دھار اوپر کو تھی۔ شیخ موصوف اس کی دھار پر کچھ دیر کے لیے کھڑے رہے۔ پھر نیچے اترے اور چل دیئے۔ تلوار نے آپ پر کوئی اثر نہ کیا۔ آپ کا چہرہ بڑا خوبصورت اور روشن تھا اور بارعب شخصیت تھے۔ آپ کو جو دیکھ پاتا یا آپ کا کلام سنتا تو اس کو آپ کے ولی اللہ ہونے میں شک نہ رہتا۔ آپ اخلاق محمدیہ کے نمونہ تھے۔ اور چھوٹے بڑے سے نہایت تواضع سے پیش آتے اور بہت سخی تھے۔ ایسے سخی کہ آپ کا مکان جو یافا میں تھا، وہ مسافروں اور مہمانوں سے کھچا کھچ بھرا رہتا جو دور دراز سے آئے ہوتے۔ خواہ وہ آپ کو جانتے ہوں یا بیگانے ہوں۔ اللہ تعالیٰ کا دیا بہت تھا۔ مہمانوں، مسافروں اور گھر والوں کو کھلا کھانے پینے کے لیے دیتے۔ آپ کی عادت یہ تھی کہ اپنے گھر یافا میں سردیوں کے چھ ماہ ٹھہرے رہتے اور گرمیوں کے چھ مہینے مختلف دیہات میں پھرتے پھراتے بسر فرماتے۔

ان کے صاحبزادے شیخ ابراہیم صفی الدین مرحوم نے ان کی مختصر سوانح لکھی جس میں عظیم کرامت بھی تحریر کی۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہاں اس مختصر سوانح کو ان کے ہی الفاظ میں درج کر دوں۔ آپ کے صاحبزادے نے ان کی تعریف وتوصیف یوں لکھی:

آپ ولی اللہ، قطب، فرد کبیر، علم شہیر، عالم، علامہ، جامع بین العلم والطریقۃ، عرفان وحقیقت سے مزین، سالکین کی تربیت فرمانے والے، طالبین کے مرشد، مولانا، سید شیخ عبدالقادر ابورباح دجانی رحمۃ اللہ علیہ ابن علامہ، مرشد، شیخ عبداللہ جولواء عکا میں واقع داموں میں مدفون ہیں۔ ابن شیخ محمد بن محمد جو اس شخصیت کے بیٹے ہیں جن کی فضیلت ہر ادنیٰ واعلیٰ اچھی طرح جانتا ہے یعنی قطب کبیر شیخ احمد دجانی کا نسب شریف ہر ایک کو معلوم ہے اور یہ سلسلہ نسب سید شباب اہل الجنۃ امام ابوعبداللہ حسین بن علی رضی اللہ عنہما سے جا ملتا ہے۔ اس سلسلہ میں عالم اور عارف باللہ شخصیات ہر دور میں موجود رہیں۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین

آپ 1224ھ میں یافا کے ماتحت بیت دجن گاؤں میں پیدا ہوئے اپنے والد گرامی کی گود میں بڑے ہوئے ان سے ہی قرآن کریم اور علم تجوید پڑھا پھر آپ کو آپ کے چچا عالم، علامہ، فہامہ، قطب الاقطاب، تاج اہل الولاء والاقتراب مولانا سید شیخ سلیم دانی اپنے ہاں یافا لے آئے۔ آپ لگاتار ان کی خدمت میں رہے اور کسب فیض کیا۔ یہی وہ شخصیت ہیں جنہوں نے شیخ موصوف کی کنیت ابورباح رکھی تھی حالانکہ ان کے ہاں ابھی بچہ پیدا نہ ہوا تھا۔ آپ بکثرت ان کو خوشخبریاں دیا کرتے۔ اور ان کے لیے دعائے خیر فرماتے۔ اپنے چچا کے انتقال کے بعد بھی استفادہ میں ہمہ تن مصروف رہے۔ علوم عقلیہ ونقلیہ بہت سے بزرگ حضرات سے حاصل کیے۔ ان حضرات میں سے ایک ان کے چچازاد بھائی ہیں جن کے فضل پر سبھی متفق ہیں۔ جن

کا پوری روئے زمین پر طوطی بولتا ہے۔ جو بہت سی کتب کے مصنف ہیں اور صاحب کرامات بھی ہیں یعنی علامہ، قطب، مرشد کامل، مولانا شیخ حسین بن شیخ سلیم دانی رحمۃ اللہ علیہ ان کے علاوہ ان کے اساتذہ میں ایک اور شخصیت حضرت ولی اللہ، عارف عظیم عالم تحریر شیخ محمد جسر طرابلسی بھی ہیں اور فاضل کامل، قطب واصل شیخ محمود ابوالانوار رافعی طرابلسی بھی آپ کے اساتذہ میں سے ہیں۔ ان کے علاوہ اور بہت سے اہل علم سے آپ نے استفادہ کیا۔ حتیٰ کہ آپ اس مقام درجہ پر پہنچ گئے جس کا حصول بہت مشکل ہے۔ آپ تمام علوم میں اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی تھے۔ خاص کر علم حدیث اور تصوف میں ان کا ثانی نہ تھا۔ آپ اہل طریقت کے راستہ پر چلے۔ آپ نے سب سے پہلے سلسلہ قادریہ مولانا شیخ علی آفندی گیلانی سے حاصل کیا۔ انہوں نے اس کی اجازت دینے کے ساتھ ساتھ اپنی خلافت بھی عطا کی اور بیعت کرنے کا اختیار بھی دیا۔ اور سلسلہ قادریہ کا خرقہ اپنے ہاتھ سے پہنایا۔ اس وقت ان کی عمر تقریباً پندرہ برس کی تھی۔ شیخ آفندی گیلانی نے انہیں خوشخبری دی کہ تمہارے ہاتھوں اللہ تعالیٰ اس امت کو نفع دے گا۔ چنانچہ آپ کی بشارت نے حقیقت کا روپ دھارا۔ اس کے بعد شیخ موصوف نے سلسلہ رفاعیہ، احمدیہ، دسوقیہ، قادریہ اور خلوتیہ حاصل کیا اور ان میں خلافت بھی حاصل کی۔ سلسلہ خلوتیہ انہوں نے اپنے چچازاد بھائی اور اپنے شیخ جناب شیخ حسین سلیم دجانی سے حاصل کیا۔ اور طریقہ شاذلیہ مع سند حاصل کیا۔ جس میں آپ کے شیخ جناب محمد جسر تھے۔ اسی طرح دوسرے سلاسل مختلف شیوخ کرام سے حاصل کیے۔ اور دنیا میں ان حضرات کا فیض جاری وساری فرمایا۔ آپ کے شاگردوں کو بھی فتوح کثیر حاصل ہوئیں۔ دنیا کے تقریباً ہر کونے میں دیکھا جائے تو شاید کوئی کونہ آپ کے شاگردوں اور اتباع کرنے والوں سے خالی ہو۔ اللہ تعالیٰ نے ایسی شہرت عطا فرمائی کہ ساری زمین میں پھیل گئی۔ آپ سالکین کے مرشد اور طالبین کو فائدہ پہنچانے والی شخصیت تھے۔

اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی میں کسی قسم کی ملامت آڑے نہ آنے دیتے اور اخلاق کے اعتبار سے نہایت اچھے انسان اور طبیعت کے لحاظ سے بہت کریم انسان تھے۔ آپ اخلاق محمدی کا چلتا پھرتا نمونہ تھے آپ کی خوبیاں ان گنت تھیں۔ آپ کا عبادت خانہ ہر آنے والے کے لیے کھلا ہوتا تھا۔ ایسا کبھی نہ ہوا کہ کوئی دن آپ کا اس حالت میں گزرا ہو کہ نہ کوئی درویش موجود ہو اور نہ کوئی مہمان نظر آتا ہو۔ مسکین کی مدد کرتے، بھوکے کو کھانا کھلاتے، کپڑوں کی ضرورت والے کو لباس عطا کرتے اور لوگوں کی مصلحتیں سرانجام دیتے۔ اس کے باوجود بڑے صاحب مرتبہ تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی محبت خلوص خدا میں ڈال دی تھی۔ تم عام لوگوں اور مختلف گروہوں کو دیکھو گے کہ بھی آپ کی محبت کا دم بھرتے ہیں۔ آپ کے گن گاتے ہیں اور آپ نثر و نظم کے بھی بادشاہ تھے۔ بہت سی تالیفات کے مولف تھے۔ ان میں ایک حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ وسلام کے موضوع پر آپ کی تحریر ہے جو اصحاب اہل بدر کے اسمائے گرامی کی ترتیب پر مرتب فرمائی۔ ''دعوات خیریہ'' بھی ایک تصنیف ہے۔ جس میں اکثر احادیث نبویہ ذکر فرمائیں۔ ایک رسالہ اللہ تعالیٰ کے اسماء کی فضیلت پر اور ایک رسالہ اس پر کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو مغیبات خمسہ پر مطلع فرمایا، اس کے اثبات پر تحریر فرمایا۔ اس کے علاوہ اور بھی آپ کی تالیفات ہیں۔

تصانیف وتالیفات کے علاوہ مختلف کتب مشہورہ پر جو آپ نے تعلیقات لکھیں وہ لاتعداد ہیں۔ بہت کم ایسی کتاب ملے

گی جس پر آپ نے فوائد اور حاشیہ تحریر نہ فرمایا ہو۔ آپ کے اشعار کی فہرست خاصی طویل ہے سیدنا حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ صلوات اللہ کی مدح کے سلسلہ میں آپ نے "الفیہ" تحریر فرمایا۔ اس کے علاوہ آپ کے مختلف مقاصد پر لکھے گئے قصیدے بھی ہیں اور بہت سی تعداد میں قطع بھی ہیں۔ آپ کے اشعار بلند درجہ بلاغت والے شمار ہوتے ہیں۔

آپ کی کرامات کا شمار ناممکن ہے۔ ستاروں سے بھی تعداد میں زیادہ ہیں تبرک کی خاطر ان میں سے صرف ایک کا ہم یہاں ذکر کرتے ہیں۔ وہ یہ کہ جسے مجھے عبد صالح الحاج محمد ابوحیات نے سنایا۔ مذکور موصوف آپ کے مخلص شاگردوں اور ہر وقت پاس رہنے والوں اور آپ سے کسب فیض کرنے والوں میں سے تھے۔ بیان کیا کہ میں ایک مرتبہ شیخ موصوف کے ساتھ جامع یافا کبیر کے حجروں میں سے ایک چھوٹے سے حجرہ میں بیٹھا ہوا تھا تو شیخ پر حال طاری ہو گیا اور شیخ کا جسم بڑا اور پھیلنا شروع ہو گیا۔ جسم پھیلتا گیا اور میں آہستہ آہستہ پیچھے ہٹتا گیا۔ حتیٰ کہ تمام حجرہ آپ کے جسم سے بھر گیا۔ اور میں مجبوراً حجرہ سے باہر آ گیا۔ کیونکہ میرے لیے کوئی جگہ باقی نہ رہی تھی۔ پھر آہستہ آہستہ شیخ کا جسم سکڑنا شروع ہو گیا اور کچھ دیر بعد پہلی حالت پر آ گیا۔ پھر مجھ سے پوچھا: اے ابوحیات! تمہیں کس نے حجرہ سے باہر نکالا تھا؟ میں نے عرض کیا میرے آقا! آپ نے میرے لیے کوئی جگہ نہیں چھوڑی تھی۔ اس پر شیخ ہنس دیئے۔ اور فرمانے لگے بیٹا! یہ حالت مردوں پر آ جاتی ہے اور یہ حالت اعلیٰ درجہ کی ہمارے قطب جناب شیخ رفاعی رحمۃ اللہ علیہ کی ہوتی تھی۔ آپ پانی کی طرح پھیلتے تھے۔ مجھے فرمایا کہ اس کو کسی کے سامنے بیان نہ کرنا۔ میں نے آپ کی یہ کرامت آپ کے وصال کے بعد بیان کی ہے۔ شیخ موصوف کی وفات بروز سوموار بوقت عصر ہوئی۔ اور منگل 19 ربیع الاول 1294ھ کو انتقال فرمایا۔ تیرہ دن متواتر بخار رہا۔ آپ کے انتقال کا دن ایسا تھا کہ ہر طرف لوگ ہی لوگ تھے۔ یافا شہر کے تمام باشندے مرد و زن اور بچے موجود تھے۔ اور باہر سے بھی خلق خدا جمع تھی۔ لا تعداد لوگوں نے نماز جنازہ میں شرکت کی۔ آپ کے وصال کا غم ہر ایک میں محسوس ہوتا تھا۔ آپ کے جنازہ میں سوائے رونے والے اور افسوس کرنے والے کے اور کوئی دکھائی نہ دیتا تھا۔ آپ کو یافا کے شمالی مقبرہ میں آپ کے چچا جناب شیخ سلیم کے پاس دفن کیا گیا۔ آپ کے مرقد مبارک پر انوار و تجلیات اس قدر ہیں کہ آنکھیں خیرہ ہو جاتی ہیں۔ مزار پر ایک عظیم الشان گنبد ہے۔ لوگ دور دور سے زیارت کی خاطر حاضر ہوتے ہیں اور برکت حاصل کرتے ہیں۔ ہر وقت زائرین اور پناہ لینے والوں کا جمگھٹا لگا رہتا ہے۔ بہت سے لوگوں نے آپ کے وصال پر مرثیے کہے۔ اللہ تعالیٰ آپ سے اور ہم سے بھی راضی ہو۔ آمین

حضرت امیر عبد القادر جزائری رحمۃ اللہ علیہ

امام عارف باللہ سید شریف الحسنی امیر عبد القادر بن محی الدین جزائری رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1300ھ کی بہت سی کرامات ہیں۔ آپ اکابر عارف باللہ میں سے تھے۔ اور اخلاق محمدیہ، کمالات دینیہ اور دنیویہ کے حامل تھے۔ اور روئے زمین پر شہرت یافتہ تھے۔ اور آپ کے یکتا زمانہ ہونے میں کسی فرد کو بھی اختلاف نہ تھا۔ آپ کے مناقب میں سے اعلیٰ اور کرامات میں سے عظیم ایک ایسی منقبت اور کرامت ہے جسے کرامت کبریٰ کہتے ہیں اور وہ ان گنت کرامات پر مشتمل ہے۔ وہ اصل میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ توفیق تھی کہ جس میں واردات الٰہیہ جمع فرمائیں اور اسے "مواقف" سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اور وہ ایسے علوم و

معارف واسرار پر مشتمل ہوتی کہ جو حساب و کتاب کے دائرے سے باہر ہیں۔ اور نفس کتاب کے پڑھنے سے وہ حاصل نہیں ہوسکتیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جسے چاہتا ہے عطا کر دیتا ہے۔

ان میں سے ایک موقف 83 میں شیخ موصوف نے کہا ہے: اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَ اَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ ۝ (الضحیٰ) یہ آیت کریمہ مجھ پر بیسویں مرتبہ القائے غیبی سے القاء کی گئی۔ عام اہل تفسیر نے اس کے بارے میں جو کچھ لکھا ہے وہ مخفی نہیں اور جو مجھ پر القاء کیا گیا وہ یہ ہے کہ آیت مذکور میں "نعمت" سے مراد اللہ تعالیٰ کی معرفت اور نعمت علم ہے اور وہ علم مراد ہے جو حضرات رسولان عظام لے کر آئے یعنی معاملات کا علم اور مغیبات کا علم اور بلاشک یہ نعمت تمام نعمتوں سے اعظم ہے۔ اس کے علاوہ دوسری چیزوں پر نعمت کا لفظ بولا جانا مجاز ہے جب کہ اس نعمت سے موازنہ کریں۔ اور نعمت کا تحدث (چرچا کرنا) اس سے مراد یہ ہے کہ اس مذکورہ نعمت کو ظاہر کیا جائے۔ اور جو اسے قبول کرنے کی استعداد رکھتے ہیں انہیں بتادی جائے کہ ہر علم ہر طرح کے انسان کے لیے نہیں ہوتا۔ اور نہ ہی ہر انسان ہر طرح کے علم کا اہل ہوتا ہے بلکہ ہر علم کے کچھ مستحق ہوتے ہیں جو اس کے حصول کی استعداد رکھتے ہیں۔ اور اس کو حاصل کرنے کی ہمت رکھتے اور خصوصی توجہ دیتے ہیں یا "تحدیث نعمت" سے مراد اظہار نعمت ہے۔ خواہ قول کے ذریعہ یا فعل وعمل کے ذریعہ اس کا اظہار ہو۔ جیسا کہ حدیث پاک میں آیا ہے: اِنَّ اللّٰہَ اِذَا اَنْعَمَ عَلٰی عَبْدٍ نِعْمَةً اَحَبَّ اَنْ یَّرٰی اَثَرَ نِعْمَتِهٖ عَلَیْهِ، اللہ تعالیٰ جب کسی بندے کو کوئی نعمت عطا فرماتا ہے تو وہ اس نعمت کا اثر بندے پر ہونا پسند کرتا ہے۔ اگر نعمت ایسی ہے کہ جو فعل کے ذریعہ اظہار چاہتی ہو تو اسے فعل کے ذریعہ ظاہر کرے۔ اور اگر اس کا اظہار قول سے ہوتا ہو تو قولاً اس کا اظہار کرے۔ اور نعمت کا تحدث جیسا کہ عرفی حمد میں کہا گیا ہے زیادہ عموم رکھتا ہے۔ خواہ زبان سے ہو یا اعضاء اور دل سے ہو۔ اللہ تعالیٰ نے جو مجھ پر نعمتیں نازل فرمائیں ان میں ایک یہ ہے کہ جب سے اللہ تعالیٰ نے مہربانی فرما کر مجھے اپنے نفس کی معرفت عطا فرمائی اس وقت سے میرے ساتھ گفتگو اور مجھ پر القاء صرف قرآن کریم سے ہی ہوتا ہے وہ قرآن کہ جس کے سامنے اور پیچھے باطل نہیں آسکتا۔ حکمت والے تمام تعریفوں کے مستحق کی طرف سے اس قرآن کا اترنا ہے اور قرآن کریم کے ذریعہ مناجات ان بشارتوں میں سے ایک ہے جو وراثت محمدیہ سے تعلق رکھتی ہے جو حضرات اس مقام وشان والے ہیں انہوں نے کہا ہے جو شخص کسی پیغمبر کی لغت اور زبان میں مناجات کرنا سکھایا گیا وہ اس نبی کا وارث ہوتا ہے جو اس زبان کا مالک تھا۔ اور جسے قرآن کریم سے مناجات کرنا عطا کیا گیا وہ تمام انبیاء کرام کا وارث ہوتا ہے اور وہ محمدی ہوتا ہے کیونکہ قرآن کریم تمام لغات کا متضمن اور جامع ہے جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام تمام مقامات کا متضمن اور جامع ہے۔

ایک اور موقف بیان کرتے ہیں کہ میں جب مدینہ منورہ حاضر ہوا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں کو سلام عرض کرنے کے بعد آپ کے مواجہہ شریف کے سامنے کھڑا ہو گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں ساتھیوں پر بھی اللہ تعالیٰ کی بے شمار رحمتیں نازل ہوں جو زندگی اور برزخ میں آپ کی صحبت سے مشرف ہیں۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم آپ کا غلام آپ کے آستانہ پر حاضر ہے۔ یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم آپ کا کتا آپ کی دہلیز پر موجود ہے۔ یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی

ایک نظر کرم مجھے بے پرواکر دینے کے لیے کافی ہے۔ یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی معمولی سی مہربانی میرے لیے بہت ہے۔ پھر میں نے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے فرمارہے تھے: تو میرا بیٹا ہے۔ اور اس طرح سجع بندی سے گفتگو کرنے کی وجہ سے میرے ہاں مقبول ہے۔ لیکن میں نہ سمجھ سکا کہ آپ کا مجھے "اپنا بیٹا" فرمانا اس سے مراد صلبی بیٹا ہے یا قلبی اور روحانی اولاد مراد ہے۔ اور امید ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے دونوں ہی مراد ہوں گے۔ میں نے اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کی۔ پھر میں نے اس موقف میں عرض کیا اے اللہ! میں نے جو سرکار ابد قرار صلی اللہ علیہ وسلم کے کلمات طیبات سنے اس کو حقیقت کا جامع پہنا کر مجھے آقائے دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارکہ کی زیارت عطا فرما کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں اپنی ذات مبارکہ کو دیکھنے والے کے لیے اس بات کا مژدہ سنایا ہے کہ دیکھنے والے نے مجھے ہی دیکھا اور شیطان میری مثل نہیں بن سکتا۔

آپ کا ارشادِ گرامی ہے "مَنْ رَاٰنِیْ فَقَدْ رَاَی الْحَقَّ فَاِنَّ الشَّیْطَانَ لَا یَتَمَثَّلُ بِصُوْرَتِیْ" (جس نے مجھے (خواب) میں دیکھا۔ اس نے یقیناً مجھے ہی دیکھا۔ شیطان ہرگز میری صورت کا روپ نہیں دھار سکتا)۔ لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے گفتگو کے بارے میں کوئی ضمانت نہیں عطا فرمائی۔ یعنی خواب میں یا کسی اور طرح کوئی شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے کوئی کلام سنتا ہے تو کیا وہ واقعی آپ نے ہی فرمایا یا ایسا شیطان کی طرف سے ہونے کا امکان ہے؟ میں پھر آپ کے قدم ہائے مبارکہ کے سامنے بیٹھ گیا اور مسجد شریف کی مشرقی دیوار کے ساتھ ٹیک لگائی۔ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا رہا پھر میں نے چیخ ماری اور اس دنیا سے غائب ہو گیا اور مسجد نبوی میں تلاوت، ذکر اور دعاؤں میں مشغول حضرات کی آوازوں سے کہیں دور چلا گیا۔ حتیٰ کہ اپنے آپ سے بھی غائب ہو گیا۔ میں نے اس کیفیت میں کسی کہنے والے کو یہ کہتے سنا: ھذا سیدنا التہامی، (یہ ہیں ہمارے تہامی آقا صلی اللہ علیہ وسلم)۔ میں نے آنکھ اٹھائی جب کہ میں حالت غیب میں ہی تھا تو مجھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم دکھائی دیئے۔ آپ اس وقت لوہے کی کھڑکی سے تشریف لائے تھے جو آپ کے قدموں کی طرف ہے۔ پھر آپ دوسری کھڑکی کی طرف تشریف لے گئے اور اسے میری طرف کھولا۔ پس میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی۔ آپ بھاری اور موٹے جسم والے تھے۔ ہاں آپ کی شبیہ مبارکہ اور چہرہ انور کی سرخی آپ کے شمائل بیان کرنے والے حضرات کی بہ نسبت زیادہ سرخ اور جسم زیادہ بھاری تھا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم میرے قریب تشریف لائے تو میں محسوسات کی دنیا میں واپس آ گیا۔ میں نے اللہ تعالیٰ کی حمد کہی۔ میں پھر اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مشغول ہو گیا۔ میں نے اب بھی پہلے کی طرح چیخ ماری تو مجھ پر اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد وارد ہوا: اِذَا دُعِیْتُمْ فَادْخُلُوْا فَاِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوْا (احزاب:53)، (جب تمہیں بلایا جائے تو آجایا کرو اور جب تم کھا چکو تو ادھر ادھر پھیل جایا کرو)۔ میں جب پھر احساس کی دنیا میں واپس آیا تو اللہ تعالیٰ کی حمد کہی۔ میں نے اس آیت کریمہ میں غور کیا تو میں نے اسے بہت سی بشارتوں پر مشتمل پایا۔ کیونکہ اس آیت کریمہ میں پہلا لفظ "اِذَا" تحقیق کا فائدہ دیتا ہے۔ گویا قد دعیتم کہا گیا ہے اور دعیتم فعل ماضی مجہول ہے جو اللہ تعالیٰ کی دعا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا دونوں کو شامل ہے (یعنی بلانے والے دونوں ہیں) اور دعوت کے بعد داخل ہونے کا حکم دینا اس میں انتہائی تکریم اور تشریف ہے۔ اور اذا طعمتم اس کی خبر دیتا ہے کہ دعوت کا مقصد اکرام، انعام اور اطعام ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد فانتشروا امر کا صیغہ ہے۔ جس کا معنی پھیل جانے کی

اجازت ہے جو اکرام کے بعد ہے اور یہ بتاتا کہ دعوت ''اکرام'' کے لیے ہے اور انعام کے حصول کے بعد چلے جانے کی اجازت میں انتہائی عنایت اور بے انتہاء کرامت ہے۔ اس کے بعد میں پھر اللہ کے ذکر کی طرف متوجہ ہو گیا۔ پھر میں نے چیخ ماری تو مجھ پر اللہ تعالیٰ کا یہ قول القاء کیا گیا: اُدْخُلُوْهَا بِسَلٰمٍ اٰمِنِیْنَ (الحجر: 47) میں جب ہوش وحواس میں آیا تو اللہ تعالیٰ کی حمد کہی کہ اس نے مجھے بار بار بشارت سے نوازا ہے۔ میں پھر ذکر میں مشغول ہوا اور چیخ ماری۔ پھر مجھ پر اللہ تعالیٰ کا یہ قول القاء ہوا: وَ بَشِّرِ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَنَّ لَهُمْ قَدَمَ صِدْقٍ عِنْدَ رَبِّهِمْ (یونس: 2) میں جب محسوسات کی دنیا میں واپس آیا تو اللہ تعالیٰ کی حمد کہی اور میں نے جانا کہ ''قدم صدق'' خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مقدسہ ہے۔ اور آپ نے مجھے حکم دیا کہ میری امت تک یہ بشارت پہنچانے میں تو میرا واسطہ بن جا۔ میں پھر اللہ تعالیٰ کے ذکر میں زیادہ متوجہ ہوا۔ پھر چیخ ماری تو اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد مجھے القاء ہوا: قُلْ اِنَّ الْفَضْلَ بِیَدِ اللّٰهِ یُؤْتِیْهِ مَنْ یَّشَآءُ (آل عمران: 73) میں جب اپنے آپ میں واپس آیا تو اللہ تعالیٰ کی حمد کہی۔ اور جانا کہ مذکورہ آیت کریمہ اس بات کی خبر دے رہی ہے کہ مذکورہ نعمتیں جو مجھے حاصل ہوئیں وہ علم، عمل اور حال کا نتیجہ نہیں اور نہ ہی ان کی جزا کے طور پر ہیں اور نہ ہی میرا استحقاق بنتا تھا کہ اس بنا پر دی جاتیں۔ ان کا حصول محض فضل اور احسان باری تعالیٰ ہے۔ میں پھر اللہ تعالیٰ کے ذکر میں بہت زیادہ متوجہ ہو گیا۔ پھر میں نے چیخ ماری۔ پھر مجھ پر اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد القاء کیا گیا: قُلْ نَزَّلَهٗ رُوْحُ الْقُدُسِ مِنْ رَّبِّكَ بِالْحَقِّ لِیُثَبِّتَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ هُدًى وَّ بُشْرٰى لِلْمُسْلِمِیْنَ ۝ (النحل) میں جب ہوش میں آیا تو اس آیت میں جو اللہ تعالیٰ کی بشارتیں اور اسرار ہیں ان پر میں نے اس کی حمد کہی۔ میں پھر زیادہ توجہ کے ساتھ ذکر میں مشغول ہوا اور چیخ ماری۔ پھر مجھ پر یہ آیت القاء ہوئی: وَ یُرِیْكُمْ اٰیٰتِهٖ ۖ فَاَیَّ اٰیٰتِ اللّٰهِ تُنْكِرُوْنَ ۝ (غافر) میں جب ہوش میں آیا تو اللہ تعالیٰ کی حمد کہنے کے بعد کہا میں اللہ تعالیٰ کی آیات میں سے کسی کا بھی انکار نہیں کرتا۔ اور بندہ اس کا اعتراف کرتا ہے کہ اس کے مولیٰ کے اس پر بے حساب احسانات ہیں اور اس کا بے پایاں فضل میرے شامل حال ہے۔

اس کے بعد میں وہاں سے اٹھ کر اپنی تنہائی کی جگہ چلا گیا۔ وہاں پہنچتے ہی ایک صاحب طریقت میرے پاس آیا اور مجھ سے کہنے لگا جب تم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف متوجہ ہونا چاہو تو اپنے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان اکابر میں سے کسی کا واسطہ ڈال لیا کرو۔ مثلاً شیخ عبدالقادر جیلانی، محی الدین حاتمی یا شاذلی وغیرہ۔ میں نے اس صاحب طریقت سے کہا میں تمہاری تجویز پر اس وقت عمل کروں گا جب اس کی اجازت میرے آقا میرے مولا عطا فرمائیں۔ جن کی دہلیز پر میں کھڑا ہوں۔ میں پھر ذکر خدا میں مشغول ہو گیا پھر مجھ پر غشی طاری ہو گئی۔ اور مجھ پر اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد القاء کیا گیا: اَلنَّبِیُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ (احزاب: 6)، جب مجھے ہوش آیا تو میں نے اللہ تعالیٰ کی حمد کہی اور جس وقت میں اس شیخ کے پاس آیا تو میں نے ان سے کہا کہ میرے آقا ومولیٰ یہ پسند نہیں فرماتے کہ ان کے اور میرے درمیان کوئی واسطہ ہو۔ اور انہوں نے مجھے بتایا کہ وہ سب سے زیادہ میرے قریب ہیں حتیٰ کہ میری جان سے زیادہ قریب ہیں۔

وکان ما کان مما لست أذكره فظن خیرا ولا تسأل عن الخبر

(ہوا جو ہوا میں اس کو بیان نہیں کروں گا۔ ہم اچھا ہی گمان رکھتے ہیں اور تو ہم سے بات چیت کے بارے میں مت پوچھ)۔

سب سے پہلی بات جو خیر و نور کے جہان سے مجھ پر آشکارا ہوئی وہ یہ کہ میں فی الواقع حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے ساتھ مطاف میں ملا۔ آپ ایک محفل میں تشریف فرما تھے اور آپ اس وقت بتوں کے توڑنے کا واقعہ بیان فرما رہے تھے۔ میں نے آپ کو اس عمر میں دیکھا جس میں آپ نے بت توڑے تھے۔ جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: قَالُوْا سَمِعْنَا فَتًى يَّذْكُرُهُمْ (انبیاء:60) میری آنکھوں نے آپ سا صاحب جمال نہیں دیکھا۔ آپ جیسا جمیل ہو بھی کیسے سکتا ہے جب کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے جمال کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے جمال سے مشابہت دی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ''وَرَأَيْتُ إِبْرَاهِيْمَ وَأَنَا أَشْبَهُ وُلْدِهٖ بِهٖ'' (میں نے ابراہیم علیہ السلام کو دیکھا اور میں آپ کی اولاد میں سے آپ سے زیادہ مشابہت والا ہوں)۔ مجھے معلوم ہوا کہ مجھے کچھ نہ کچھ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی وراثت سے ضرور ملے گا۔ اور آپ کی وراثت محبت خلق تھی۔ آپ ہی نے اللہ تعالیٰ سے عرض کیا تھا:

وَاجْعَلْ لِّيْ لِسَانَ صِدْقٍ فِي الْاٰخِرِيْنَ ۝ (الشعراء) اے اللہ! بعد میں آنے والوں میں میرا سچا تذکرہ باقی رکھنا۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کا سوال قبول فرما لیا۔ اسی کا نتیجہ ہے کہ اکثر ملتیں اور فرقے آپ کی محبت پر متفق اور مجتمع ہیں۔ باقی رسولان عظیم میں سے یہ بات کسی اور کے لیے نہیں۔

حضرت عبد القاہر بن عبد اللہ ابو النجیب سہروردی رحمۃ اللہ علیہ

آپ کا سلسلہ نسب سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے جا ملتا ہے۔ بہت بڑے امام اور شافعی المذہب اکابرین میں سے تھے اور صوفیہ کرام کے بہت بڑے شیخ تھے۔

دودھ پلایا اور مسلمان ہو گئے

جناب سراج دمشقی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں جناب شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ نے بتایا ایک مرتبہ شیخ عبد القاہر مذکور کے ہاں تین عیسائی اور تین یہودی آئے۔ آپ نے انہیں اسلام قبول کرنے کی دعوت دی۔ انہوں نے انکار کر دیا۔ آپ نے ان میں سے ہر ایک کے منہ میں دودھ کا ایک ایک گھونٹ ڈالا۔ وہ مسلمان ہو گئے اور کہنے لگے جب دودھ ہمارے باطن میں خلط ملط ہوا تو اسلام کے سوا ہر چیز مٹ گئی۔ اس پر شیخ موصوف فرمانے لگے معبود کی عزت کی قسم! تم نے ہی اسلام قبول نہیں کیا بلکہ تم سے پہلے تمہارے شیطانوں نے میرے ہاتھوں پر اسلام قبول کیا ہے اور میں نے اللہ تعالیٰ سے تمہیں مانگا تھا۔ پھر آپ نے ان کی آنکھوں پر ہاتھ پھیرا تو انہیں اپنے ساتھی (شیاطین) دکھائی دیے۔ اور انہوں نے انہیں اسلام لانے کو کہا۔

آنے والے واقعات سے باخبر کرنا

علامہ شعرانی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں جب کوئی فقیر جلوہ نشین ہوتا تو آپ روزانہ اس کے پاس تشریف لے جاتے اور اس

کے حالات پوچھتے اور فرماتے تم پر فلاں واردات ہوگی۔ فلاں تجھ پر منکشف ہوگا، تو فلاں حالت کو پائے گا۔ اور عنقریب تیرے پاس کوئی شخص فلاں فلاں صورت والا آئے گا اور تجھ سے یہ یہ بات کہے گا اس سے بچنا۔ وہ شیطان ہے۔ چنانچہ فقیہ کے ساتھ یہ تمام واقعات اسی طرح سامنے آتے جس طرح شیخ فرما چکے تھے۔

ذبح شدہ بکری کا گفتگو کرنا

امام سخاوی نے کتاب ''محاسن الابرار و مجالس الاخیار'' کے مصنف سے نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں میں ایک مرتبہ استاذ ابو النجیب سہروردی کے ہمراہ بغداد میں ''سوق سلطان'' سے گزرا آپ نے ایک قصائی کی دکان پر ایک بکری دیکھی۔ جس کی کھال اتاری جاچکی تھی اور وہ کھونٹی پر لٹکائی گئی تھی۔ (تاکہ اس کا گوشت فروخت کیا جائے) آپ وہاں کھڑے ہو گئے اور فرمانے لگے یہ بکری مجھ سے کہہ رہی ہے کہ وہ مردار ہے۔ یہ سن کر قصائی پر غشی طاری ہوگئی اور آپ کے دست مبارک پر توبہ کی اور توبہ سے قبل اقرار کیا کہ واقعی بات درست ہے۔

غیب سے خرچہ ملا

علامہ مناوی رحمۃ اللہ علیہ ذکر کرتے ہیں آپ کی ایک کرامت یہ تھی کہ ایک دن آپ نے اپنے ساتھیوں سے کہا ہمیں آج خرچہ کی ضرورت ہے۔ لہٰذا تم سب خلوت میں جا کر اللہ تعالیٰ سے مانگو پھر جو تمہیں اللہ تعالیٰ دے، لے کر آجانا۔ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ ان میں سے ایک شخص آیا جس کا نام اسماعیل بطائحی تھا۔ اس کے ہاتھ میں کاغذ تھا جس پر تیس دائرے پڑے ہوئے تھے اور کہنے لگا مجھے یہی دیا گیا ہے۔ شیخ موصوف نے وہ لے لیا۔ ابھی کچھ وقت ہی گزرا تھا کہ ایک شخص اندر آیا اور شیخ موصوف کے سامنے سونا رکھا شیخ نے اسے گنا تو وہ تیس دینار تھے۔ پھر جب ہر دینار کو دائرہ پر رکھا گیا تو وہ بالکل دائرے کے برابر تھا۔ آپ نے فرمایا، اسماعیل کی فتوح سے کھاؤ۔

بچھڑا دیکھ کر بتا دیا یہ نذر مانا ہوا نہیں

جناب تاذفی بیان کرتے ہیں شیخ شہاب الدین عمر سہروردی نے بیان کیا ایک دن میں اپنے چچا جناب ضیاء الدین ابو النجیب عبدالقاہر رحمۃ اللہ علیہ کے پاس بیٹھا تھا کہ ایک کاشتکار بچھڑا لیے حاضر ہوا۔ اور عرض کرنے لگا میرے آقا! یہ بچھڑا میں نے آپ کے لیے نذر مانا تھا پھر بچھڑے کو دینا چاہا تو شیخ موصوف نے فرمایا یہ بچھڑا کہہ رہا ہے کہ میں وہ بچھڑا نہیں ہوں جس کی اس کاشتکار نے نذر مانی تھی۔ میں تو شیخ علی ہیتی کی نذر ہوں۔ آپ کی نذر والا بچھڑا میرا بھائی ہے۔ بیان کرتے ہیں کہ تھوڑی ہی دیر بعد وہ کاشتکار دوسرا بچھڑا لے کر آ گیا اور کہنے لگا مجھے شبہ پڑ گیا تھا۔ آپ کی نذر یہ بچھڑا ہے اور جو پہلے لایا تھا وہ علی ہیتی کی نذر ہے۔ اس نے وہ بچھڑا لیا اور چلا گیا۔

پھلوں کا گفتگو کرنا

شیخ شہاب الدین عمر سہروردی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں ایک مرتبہ میں آپ کے ساتھ تھا اور ایک پل پر سے ہمارا گزر ہوا تو

آپ نے ایک شخص کو پھل اٹھائے ہوئے دیکھا تو اس سے فرمانے لگے یہ پھل میرے ہاتھ فروخت کر دے۔ اس نے کہا کیوں؟ آپ نے فرمایا اس لیے کہ پھل مجھے کہہ رہا ہے کہ مجھے اس شخص سے بچایئے۔ کیونکہ یہ مجھے اس لیے خرید کر لایا ہے تا کہ مجھ پر شراب بنے۔ یعنی شراب بنا کر استعمال کرے یہ سن کر اس شخص پر غشی طاری ہوگئی اور منہ کے بل گر گیا۔ اسے اٹھا کر شیخ موصوف کے پاس لایا گیا اور آپ کے دست اقدس پر توبہ کی اور کہنے لگا خدا کی قسم! میری حالت جس کی شیخ نے خبر دی ہے، اسے خدا کے سوا اور کوئی نہ جانتا تھا۔

شراب پانی بن گئی اور شرابی تائب ہو گئے

شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ بیان فرماتے ہیں ایک دن میں جناب شیخ کے ساتھ کرخ سے گزرا تو ایک حویلی سے ہم نے نشہ میں مست لوگوں کی آوازیں سنیں۔ شیخ موصوف ادھر تشریف لے گئے اور اس حویلی کی دہلیز پر دو رکعت نفل ادا کیے تو اس کے بعد تمام اچھے اور نیک آدمی باہر نکل آئے۔ پھر ہم حویلی کے اندر گئے تو کیا ہوا کہ شراب پانی بن گئی تھی۔ ان سب مستوں نے شیخ موصوف کے ہاتھ پر توبہ کی۔ شیخ موصوف نے 563ھ میں بغداد کے اندر انتقال فرمایا۔ آپ کی قبر زیارت گاہ عوام ہے۔ میں (نبہانی) نے آپ کی قبر انور کی 1296ھ میں زیارت کی۔ مجھے آپ کی برکت نصیب ہوئی۔ والحمد للہ رب العالمین

حضرت عبدالکریم بن محمد رافعی قزوینی شافعی امام کبیر شہیر رحمۃ اللہ علیہ

شیخ موصوف کے مقام و مرتبہ کے بارے میں امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول کافی ہے۔ فرمایا پرہیزگاروں کے امام جناب رافعی اولیاء، صالحین و متمکنین میں سے ہیں۔ آپ کی ایک کرامت یہ ہے کہ ایک رات آپ کو چراغ جلانے کے لیے کچھ ہاتھ نہ آیا اور آپ کچھ تصنیف لکھنا چاہتے تھے تو آپ کے لیے آپ کے گھر میں لگی انگور کی بیل روشن ہوگئی۔ آپ نے 623ھ میں انتقال فرمایا۔ علامہ مناوی کہتے ہیں اگر فقہ شافعی کے کسی مسئلہ پر امام نووی اور شیخ موصوف متفق ہو جائیں تو اس سے عدول کرنا درست نہ ہوگا۔

حضرت شیخ عبدالکریم قاوی دمشقی رحمۃ اللہ علیہ

بھرا ہوا پانی کا تالاب پی جانا

آپ ظاہر و باطن کرامات والے ولی تھے مجھے آپ کے پوتے نے بتایا جن کا نام الشیخ عبدالکریم بن شیخ محمد بن شیخ عبدالکریم مذکور ہے، خود بھی نوجوان اور ولی اللہ تھے اور اللہ تعالیٰ کی بندگی میں ہی نشوونما پائی۔ یہ کرامت میں نے ان کے علاوہ اوروں سے بھی سنی ہے۔ آپ واقعی عجیب و غریب احوال اور خوارق سے موصوف تھے۔ وہ کرامت یہ ہے کہ علامہ اوحد شیخ عبداللہ بن شیخ سعید حلبی جو امام ابن عابدین کے شیخ ہیں، سے ملنے حکومت وقت کا والی آیا اور شیخ عبدالکریم قاوی مذکور بھی ایک جماعت کے ساتھ اس کے ہاں تشریف فرما تھے۔ جب والی اندر آیا تو شیخ عبدالکریم قاوی کے علاوہ تمام موجود حضرات تعظیماً کھڑے ہو گئے۔ آپ بیٹھے رہے۔ والی کی طرف سے آپ پر اعتراض ہوا۔ جس کے جواب میں شیخ عبداللہ حلبی نے کہا کچھ نہ

کہو یہ اللہ تعالیٰ کے اولیاء میں سے ہیں۔ اور کھڑا نہ ہونے کی وجہ سے ان سے مواخذہ نہ کرو۔ کیونکہ ایسا انہوں نے ارادۃً نہیں کیا۔ آپ صاحب حال و کرامت ہیں۔ اس پر والی نے چاہا کہ آپ سے کوئی کرامت دیکھے۔ تو جناب شیخ عبد اللہ نے آپ سے پوچھا کیا آپ اس تالاب کا تمام پانی پی سکتے ہیں؟ فرمایا میں یہ کام نہیں کروں گا تو شیخ عبد اللہ نے کہا پھر ہم کیے دیتے ہیں۔ آپ نے فرمایا چلو کرو۔ تو شیخ عبد اللہ نے حاضرین میں سے ایک کو پوشیدہ اور سرگوشی کے انداز میں کہا کہ تم یوں کرنا کہ بظاہر معلوم ہو کہ تم نے تالاب کا پانی پیا ہے اور ایک دوسرے سے کہا کہ تم جا کر پانی نکلنے کی جگہ دوسری طرف سے کھول دو۔ دونوں نے اپنا اپنا کام سرانجام دیا۔ تھوڑے ہی وقت میں تالاب خالی ہو گیا۔ پھر جب شیخ قاوی رحمۃ اللہ علیہ کو پتہ چلا کہ فلاں شخص نے بظاہر پانی پیا ہے۔ فرمانے لگے میں بھی پیوں گا۔ اسے پانی سے بھر دو چنانچہ تالاب کو پانی سے بھرنے کے لیے چھوڑ دیا گیا۔ تھوڑے ہی وقت میں پانی سے بھر گیا۔ شیخ قاوی کھڑے ہوئے۔ اس وقت آپ پر عجیب حالت طاری تھی۔ اپنا منہ تالاب کے پانی پر رکھا اور پینا شروع کر دیا۔ پیتے جاتے اور پانی آپ کے پیشاب کے ذریعہ نکلتا جاتا۔ اسی طرح تمام پانی ختم ہو گیا۔ منہ سے پیتے اور پیشاب کے ذریعہ نکالتے۔ یہ آپ کی بہت بڑی کرامت تھی۔ موجود اور دوسرے حاضرین سبھی آپ کے معتقد ہو گئے۔ آپ نے 1283ھ میں انتقال فرمایا۔ دمشق شام میں واصل باللہ ہوئے۔

حضرت عبد اللطیف بن محمد جوجری رحمۃ اللہ علیہ

غلط حرف لکھتے وقت قلم خشک ہو جاتا

آپ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے مقلد ہیں۔ امام سخاوی وغیرہ حضرات نے کہا ہے کہ آپ ولی اللہ تھے۔ آپ کی بہت سی مشہور و معروف کرامات تھیں۔ ان میں ایک یہ بھی ہے کہ آپ قرآن کریم لکھا کرتے تھے۔ جب آپ کاغذ پر قلم رکھ کر کوئی غلط حرف (نادانستہ طور پر) لکھنا چاہتے تو قلم کی سیاہی خشک ہو جاتی اور کاغذ پر ایک حرف بھی نہ لکھتا۔ اگرچہ قلم کو دوات میں ہزار مرتبہ ڈبویا جاتا۔ آپ کے اور بھی بہت سے عجیب و غریب واقعات ہیں۔ 830ھ کے لگ بھگ انتقال فرمایا۔ (قالہ السناوی)

حضرت عبد اللطیف بن عبد المومن خراسانی رحمۃ اللہ علیہ

آپ عارف باللہ شخصیت تھے۔ آپ کے بارے میں ابن حنبل حلبی نے ایک واقعہ بتایا کہ ایک مرتبہ میں آپ سے ملنے گیا۔ میرے ساتھ کچھ طالب علم بھی تھے۔ راستہ میں چلتے ہوئے میں نے ان طلبہ سے کہا کاش! کہ تم منطق چھوڑ دیتے اور اس سے بہتر علم میں شروع ہو جاتے۔ بہرحال ہم شیخ موصوف کے پاس پہنچ گئے۔ ہمارے بیٹھتے ہی شیخ موصوف نے ملا اسماعیل بن ملا عصام بخاری سے یہ بات کہی کہ تمہارے والد کہا کرتے تھے۔ ترانوے سال ہونے کو ہیں کہ میں نے کوئی کتاب سی بھی علم کی ہاتھ میں نہیں لی حتیٰ کہ منطق کی کتاب بھی مگر اس حال میں کہ میں باوضو ہوتا۔ پھر شیخ موصوف نے میرے ساتھی طلبہ کی طرف دیکھا اور انہیں حکم دیا کہ منطق کی طرف زیادہ توجہ نہ دینا بلکہ اس کے ساتھ ساتھ علوم شرعیہ کو بھی ملا کر پڑھنا۔

ابن حنبلی ہی کہتے ہیں کہ محدث اور مفسر ہونے کے ساتھ ساتھ اخبار کو ہر وقت ذہن میں حاضر رکھنے والی شخصیت تھے۔

آپ کا شمار صاحب حال لوگوں میں ہوتا تھا۔ بلکہ خود فرمایا کرتے تھے کہ ہمارے گھر (سلسلہ) میں ہر وقت کوئی نہ کوئی صاحب حال رہے گا۔ بقول نجم غزی آپ نے 963ھ میں بخاری میں انتقال فرمایا۔

حضرت شیخ عبداللطیف صاوی بیروتی رحمۃ اللہ علیہ

یہ بزرگ شخصیت آج (علامہ نبہانی کے دور میں) بھی موجود ہے۔ بازاروں میں گھومتے پھرتے ہیں اور صاحب جذب و صحو ہیں۔ دیوانوں کی صورت، نہایت عقل مند ہیں۔ لوگوں سے جس قدر دراہم مل جائیں ضرورت کے مطابق لے لیا کرتے ہیں اور ایسے غریب وفقیر لوگوں پر صرف کرتے ہیں جن کا اہل وعیال میں سے کوئی نہ ہو۔ جن میں عام طور پر بیوہ عورتیں اور رنڈوے مرد شامل ہیں۔ لوگوں میں آپ کی ولایت کا شہرہ ہے۔ اور بکثرت اشخاص نے آپ سے کرامات بھی دیکھیں اور غیب کی خبریں بھی دیں۔ اور آپ اس چیز کے واقعی اہل بھی ہیں۔ میں نے بھی بنفس خود آپ کے کئی ایسے امور دیکھے جو کرامات سے ملتے جلتے ہیں۔ مثلاً دل میں چھپے خیالات کی بابت گفتگو کرنا۔ میں نے بہت سے ایسے اولیاء کرام کو بھی ان سے ملاقات کرتے دیکھا ہے جن سے میں خود بھی مل چکا ہوں۔ مثلاً شیخ علی عمری، شیخ عبدالحمید نوبانی، شیخ احمد نوبانی یہ حضرات بھی ان کی ولایت کا تذکرہ کرتے ہیں۔ میں بیروت حقوق کے محکمہ کا رئیس بن کر گیا یہ 1305ھ کا واقعہ ہے اور تادم تحریر یعنی 1322ھ تک وہیں ہوں۔ میرے وہاں جانے کے فوراً بعد ہی شیخ صاوی مجھ سے دراہم طلب کیا کرتے تھے۔ چونکہ میں ان کا معتقد تھا اس لیے جس قدر طلب کرتے میں دے دیتا۔ اگرچہ وہ بہت زیادہ ہی کیوں نہ ہوتے۔ جب کئی سال گزر گئے اور بات پرانی ہوگئی اور کئی کئی دن مجھے شیخ دکھائی نہ دیتے تو میں نے اس وقت ان کو دراہم دینے بند کر دیئے۔ میں نے اس کے بعد ایک رات خواب میں انہیں ایک بازار میں دیکھا۔ انہوں نے مجھے باندھ لیا اور مجھے بیروت سے نکالنے کی کوشش کر رہے ہیں اور میں جانے سے انکاری ہوں۔ اس معاملہ میں ایک شخص نے میری مدد کی جس کا نام محمد تھا۔ اور ایک اور نے بھی مدد کی جس کا نام مصباح تھا۔ ان دونوں نے مجھے شیخ سے چھڑا دیا۔ اور مجھے چھوڑ کر شیخ کہیں اور چل دیئے۔ جب میں خواب سے بیدار ہوا تو میں نے ان دونوں ناموں کی تفسیر وتعبیر یہ نکالی کہ ان سے مراد سرکار ابد قرار صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارکہ ہے۔ لفظ ''محمد'' تو آپ کا اسم ہے ہی اور مصباح بھی آپ کے اسمائے صفاتیہ میں سے ایک ہے۔ گویا مجھے چھڑانے والی ذات خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ اس کے بعد جب پہلی مرتبہ میری نگاہ شیخ موصوف پر پڑی اور انہیں اپنی طرف آتے دیکھا تو میں نے پہلے کی طرح اور اسی قدر دینار دینے دوبارہ شروع کر دیئے۔ اس کے بعد جب بھی نظر آتے تو میں ان کے مطالبہ کے مطابق انہیں دے دیتا۔ آپ نے 1223ھ میں انتقال فرمایا۔

حضرت عبداللہ بن ثوب ابو مسلم خولانی رحمۃ اللہ علیہ

جلال الدین بصری اپنی کتاب ''تحفۃ الانام فی فضائل الشام'' میں لکھتے ہیں معروف شخصیات میں سے ایک جناب ابو مسلم خولانی رحمۃ اللہ علیہ بھی ہوئے ہیں۔ ان کا صحیح ترین اسم گرامی عبداللہ بن ثوب ہے۔ آپ غزوۂ حنین کے سال مشرف بہ اسلام ہوئے

اور سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں مدینہ منورہ تشریف لائے اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور میں شام منتقل ہو گئے اسود عنسی نے آپ کو آگ میں پھینکا۔ لیکن آپ کو وہ قطعاً نقصان نہ پہنچا سکی۔ وہ اپنے حال میں سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے مشابہ تھے۔ آپ کو آگ میں ڈالنے کا سبب یہ تھا کہ اسود عنسی یمن میں رہتا تھا اور رسول ہونے کا مدعی تھا۔ اس نے ابو مسلم رحمۃ اللہ علیہ کے پاس کسی کو بھیجا اور ان سے دریافت کیا کہ تم گواہی دیتے ہو کہ صرف اللہ تعالیٰ ہی معبود ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں۔ پھر پوچھا کیا تم گواہی دیتے ہو کہ میں (اسود عنسی) اللہ کا رسول ہوں؟ آپ نے فرمایا، میں نہیں سنتا۔ اس نے پوچھا کیا تم گواہی دیتے ہو کہ جناب محمد اللہ تعالیٰ کے رسول ہے؟ کہا ہاں۔ اس کا کئی مرتبہ تکرار کیا۔ چنانچہ اس نے بہت بڑی آگ جلانے کا حکم دیا۔ جب خوب جل اٹھی تو جناب ابو مسلم کو اس میں پھینکا گیا۔ لیکن وہ آپ کو نقصان نہ پہنچا سکی۔ اس پر اسود عنسی کی مملکت کے باشندوں نے کہا اگر آپ نے اس شخص کو اسی طرح یہاں رہنے دیا تو فساد اٹھ کھڑا ہوگا۔ چنانچہ اس نے آپ کو یہاں سے کوچ کر جانے کا حکم دیا۔ آپ مدینہ منورہ تشریف لے آئے۔ آپ کے آنے سے قبل سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم وصال فرما چکے تھے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو خلافت کی ذمہ داری سونپی گئی تھی۔ ابو مسلم نے اپنی اونٹنی مسجد نبوی کے دروازے پر باندھی اور اندر جا کر مسجد کے ایک ستون کے پیچھے کھڑے ہو کر نماز ادا کرنا شروع کر دی۔ سیدنا حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے آپ کو دیکھا تو ان کے قریب آ گئے۔ اختتام نماز کے بعد پوچھا، اے شخص! کہاں سے آنا ہوا؟ عرض کیا یمن سے۔ آپ نے پوچھا اچھا یہ بتاؤ کہ ہمارے اس دوست کے ساتھ دشمن خدا نے کیا کیا جسے اس نے آگ میں ڈالا تھا لیکن آگ اس کا بال بھی بیکا نہ کر سکی۔ عرض کیا وہ عبداللہ بن ثوب نامی شخص ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے قسمیہ انداز میں پوچھا، کیا تم ہی وہ شخص ہو؟ عرض کیا جی ہاں۔ یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کی آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا۔ پھر اپنے ساتھ لے آئے اور انہیں اپنے اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے درمیان بٹھایا اور کہا الحمدللہ: اللہ کا شکر ہے کہ جس نے تمہیں زندہ رہنے دیا۔ حتیٰ کہ میں نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کا وہ شخص دیکھ لیا جس کے ساتھ وہی کچھ کیا گیا جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ کیا گیا تھا۔ ابو مسلم خولانی رحمۃ اللہ علیہ مدینہ منورہ میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت تک قیام پذیر رہے۔ پھر شام منتقل ہو گئے اور وہیں قیام پذیر رہے۔ آپ پانی پر بھی چلا کرتے تھے۔

ابو مسلم خولانی رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے جب آپ روم کی جنگ میں شریک ہوئے تو آپ کے ساتھیوں کا گزر ایک نہر سے ہوا۔ آپ نے ساتھیوں کو فرمایا اللہ کا نام لے کر نہر سے گزر جاؤ۔ آپ ان کے آگے آگے پانی پر چلتے جاتے تھے۔ اور بقیہ لوگ بھی اس گہری نہر سے گزر گئے۔ اس گہری نہر کا پانی بعض دفعہ تو جانوروں کے گھٹنوں تک بھی نہ پہنچتا تھا بلکہ اس سے نیچے تک کبھی کبھی نظر آتا۔ جب نہر کے دوسرے کنارے پہنچ گئے تو آپ نے ساتھیوں سے پوچھا کسی کی کوئی چیز تو گم نہیں ہوئی؟ جس کی کوئی چیز کھو گئی ہو میں اس کا ضامن ہوں۔ خود ہی فرماتے ہیں ساتھیوں میں سے بعض نے جان بوجھ کر اپنا کدال پانی میں پھینک دیا۔ جب آگے چلے گئے تو پھینکنے والے شخص نے کہا میرا کدال نہر میں گر گیا تھا۔ آپ نے فرمایا میرے پیچھے آؤ۔ دیکھا تو کدال نہر کے کنارے پر موجود ایک ستون کے ساتھ لٹکا ہوا تھا۔

جناب سید احمد دحلان نے "السیرۃ النبویہ" میں لکھا ہے کہ حضرت ابو مسلم خولانی رحمۃ اللہ علیہ کا اسود عنسی کے ساتھ ہونے والا

واقعہ بہت مشہور ہے۔ اس کی روایت تمام اصحاب سنن نے بہت سے صحابہ کرام سے کی ہے۔ اس لیے یہ مشہور و مستفیض اخبار میں سے ہے۔

علامہ قشیری رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں جناب عثمان بن ابی العاتکہ نے روایت کیا کہ ہم رومی علاقہ میں ایک جنگ میں تھے تو والی نے فوجیوں کی ایک جماعت کسی جگہ بھیجی اور اس کی میعاد کا دن مقرر کر دیا۔ فرماتے ہیں مقررہ میعاد کا دن آ گیا لیکن لشکر نہ آیا۔ پس اس دوران حضرت ابو مسلم خولانی رحمۃ اللہ علیہ اپنے نیزے کو زمین میں گاڑ کر (سترہ بنا کر) نماز ادا فرما رہے تھے کہ ایک پرندہ نیزے کی طرف آیا اور بولا کہ لشکر صحیح سالم ہے اور کامیاب واپس آ رہا ہے اور فلاں دن رات کو تمہارے پاس آن پہنچے گا۔ ابو مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے پرندہ سے پوچھا خدا تجھ پر رحم کرے تو کون ہے؟ کہنے لگا میں مومنوں کے دلوں سے حزن و ملال دور کرنے والا ہوں پھر حضرت ابو مسلم خولانی رحمۃ اللہ علیہ والی کے پاس آئے اور اسے اس کی خبر دی۔ پھر جب پرندہ کا بتایا ہوا وقت آیا تو لشکر آیا اور اسی نشانی کے ساتھ آیا جو پرندہ بتا گیا تھا۔

امام مناوی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا امام احمد اور بیہقی نے اس روایت کو نقل فرمایا اور اس کی تصحیح کی کہ ابو مسلم خولانی رحمۃ اللہ علیہ دجلہ کی طرف تشریف لائے۔ اس وقت دجلہ نے اپنے اندر تیرتی لکڑیوں کو پھینکنا شروع کر دیا۔ آپ پانی پر چل پڑے اور امام احمد کے لفظ یہ ہیں: فوقف و التفت إلى أصحابه و قال تفقدون من متاعكم شيئا حتى ندعوا الله فيرده۔ (آپ ٹھہر گئے اور اپنے ساتھیوں کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمانے لگے تمہارے ساز و سامان میں سے کوئی شے اگر گم ہو گئی تو ہم اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں وہ تمہیں واپس لوٹا دے گا)۔ آپ دمشق میں سکونت پذیر رہے اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں انتقال فرمایا اور دمشق کے ظاہر علاقہ میں واقع بستی داریا الکبریٰ میں مدفون ہوئے۔ آپ کی قبر انور مشہور زیارت گاہ ہے۔

حضرت عبد اللہ بن یزید جرمی ابو قلابہ تابعی رحمۃ اللہ علیہ

صرف ان پر بادل برسا

آپ کی ایک کرامت یہ ہے کہ آپ جب حج کے لیے تشریف لے گئے تو ان دنوں سخت گرمی کا موسم تھا۔ آپ کو بہت پیاس لگی۔ اللہ تعالیٰ سے عرض کیا اے اللہ! میری پیاس بجھانے پر تو قادر ہے اور وہ بھی بارش کے بغیر۔ پھر آپ پر بادل نے سایہ کیا۔ بادل صرف آپ کے جسم کے برابر تھا۔ اس نے آپ پر بارش برسائی۔ حتیٰ کہ آپ کے کپڑے تر ہو گئے اور آپ کی پیاس بجھ گئی۔ لیکن آپ کے ساتھیوں میں سے کسی پر بارش کا ایک قطرہ بھی نہ گرا۔ آپ نے شام میں 104ھ میں وصال فرمایا۔ (قالہ المناوی)

حضرت عبد اللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ

آپ اکابر مجتہدین میں سے تھے۔ اسلام کے بہت بڑے امام اور عارفین میں عظیم شخصیت تھے اور مشہور معروف عالم دین تھے۔ امام یافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں حضرت عبد اللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ نے وفات کے وقت اپنی دونوں آنکھیں کھولیں ہنسے

اور پھر کہا: لِمِثْلِ هٰذَا فَلْيَعْمَلِ الْعٰمِلُوْنَ ۝ (الصافات) کام کرنے والوں کو ایسے ہی کام کرنے چاہئیں۔

حضرت عبداللہ بن غالب رحمۃ اللہ علیہ

آپ مصر میں مدفون ہیں۔ جناب یحییٰ بن سعید بن شعبہ بن حجاج فرماتے ہیں جناب عبداللہ بن غالب رحمۃ اللہ علیہ کی قبر مبارک لوگوں کے لیے امتحان کا باعث بن گئی وہ اس طرح کہ جب بھی کوئی شخص آپ کی قبر مبارک کی مٹی اٹھاتا تو اس میں سے خوشبو آتی بلکہ وہ خود خوشبو ہوتی یا اس مٹی کے نیچے والی مٹی کستوری ہوتی۔ اس لیے لوگوں نے مٹی اٹھا کر لے جانا شروع کر دی۔ یہ قصہ بہت مشہور ہے جب اس سے لوگوں میں فتنہ کا خوف پیدا ہوا تو اسے برابر کر دیا گیا۔ یہ علامہ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے۔

حضرت عبداللہ بن محمد مرتعش نیشاپوری رحمۃ اللہ علیہ

آپ اکابر عارفین اور واصلین کے امام تھے۔ حضرت جنید بغدادی، ابوحفص حداد اور ابوعثمان مغربی اور ان جیسے دیگر حضرات کی صحبت پائی، بغداد میں مقیم ہوئے۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ تصوف میں دنیا کی عجیب شخصیات تین ہیں۔ ارشاد کے میدان میں جناب شبلی، نکتہ آفرینی میں جناب مرتعش اور حکایات میں جناب جعفر خلدی تھے۔ جناب مرتعش سے پوچھا گیا فلاں بزرگ پانی پر چلتے ہیں۔ فرمانے لگے اللہ تعالیٰ نے جسے اپنے نفس کی مخالفت کی قدرت عطا فرمائی ہے، وہ سب سے عظیم شخص ہے۔ آپ کے فوائد میں سے یہ بھی ہے کہ آپ نے فرمایا توحید کے اصول تین ہیں: ربوبیت سے اللہ تعالیٰ کی معرفت، وحدانیت سے اس کا اقرار اور مکمل طور پر اس کے شرکاء کا انکار۔

شیخ اکبر سیدی محی الدین بن عربی رحمۃ اللہ علیہ نے ''تجلیات'' میں فرمایا معرفت توحید کے گھروں میں ایک گھر میں کرسی نصب کی گئی۔ پھر الوہیت اس کرسی پر مستوی ہو کر ظاہر ہوئی۔ میں کھڑا تھا۔ میری دائیں جانب ایک مرد خدا تھا اس پر تین کپڑے تھے ایک کپڑا دکھائی نہیں دیتا تھا۔ دوسرا کپڑا اس کا ذاتی تھا اور تیسرا کپڑا ادھار لے کر اوڑھا ہوا تھا۔ میں نے اس سے پوچھا تم کون ہو؟ اس نے جواب دیا منصور سے پوچھو۔ اچانک جناب منصور تشریف لے آئے۔ میں نے ان سے پوچھا یہ شخص کون ہے؟ یہ مرتعش ہے۔ میں نے کہا میں اس کے نام میں اضطرار دیکھتا ہوں وہ اختیار نہیں رکھتا۔ یہ سن کر جناب مرتعش بولے میں اصل پر باقی ہوں اور مختار اور پر کا خول ہے اور کوئی اختیار نہیں۔ میں نے پوچھا تمہاری توحید کی بنیاد کیا ہے؟ کہنے لگے تین ستونوں پر اس کی بنیاد ہے میں نے کہا تین ستونوں پر کھڑی توحید، توحید نہیں۔ یہ سن کر وہ شرمندہ ہو گئے۔ میں نے کہا شرمندہ ہونے کی کوئی ضرورت نہیں۔ کیا ہوا کہنے لگے تو نے میری کمر توڑ دی ہے۔ جناب مرتعش رحمۃ اللہ علیہ نے بقول علامہ مناوی 328ھ میں بغداد میں انتقال فرمایا۔

حضرت عبداللہ بن صالح رحمۃ اللہ علیہ

حضرت سہیل بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا جناب عبداللہ بن صالح رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ تعالیٰ کے دربار میں سابقیت حاصل تھی اور اللہ تعالیٰ نے انہیں عظیم عنایات عطا فرمائیں۔ آپ لوگوں کے قریب نہ پھٹکتے بلکہ ان سے دور بھاگتے تھے۔ ایک شہر سے

دوسرے شہر چلے جاتے۔ حتیٰ کہ چلتے چلتے مکہ شریف آ گئے اور وہاں کافی عرصہ قیام کیا۔ میں نے ان سے پوچھا حضرت! آپ اتنی دیر مکہ میں ٹھہرے رہے اس کی کیا وجہ ہے؟ مجھے فرمانے لگے میں اس پاکیزہ شہر میں کیوں نہ ٹھہروں۔ اس سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور برکتیں کسی اور شہر میں نازل نہیں ہوتیں۔ فرشتے صبح آتے ہیں اور شام واپس چلے جاتے ہیں اور میں نے اس شہر میں بہت عجیب باتیں دیکھیں۔ بیت اللہ شریف کا طواف کرتے فرشتے مختلف صورتوں میں میں نے دیکھے۔ وہ ہر وقت طواف میں رہتے ہیں اور اگر میں وہ سب کچھ کہہ ڈالوں جو میں نے دیکھا تو وہ لوگ جو مومن نہیں، ان کی عقل برداشت نہ کر سکے۔ میں نے پھر آپ سے پوچھا میں اللہ کے نام کا واسطہ دے کر آپ سے سوال کرتا ہوں کہ آپ مجھے ان باتوں میں سے کچھ تو بتائیں۔ فرمانے لگے اللہ تعالیٰ کے وہ ولی جن کی ولایت صحیح ہے، ہر جمعہ کی رات کو وہ یہاں حاضر ہوتے ہیں۔ اس سے آگے پیچھے نہیں ہوتے۔ میرا یہاں ٹھہرنا اس لیے بھی تھا تاکہ میں ان کی زیارت کر سکوں۔ میں نے ایک مرد خدا دیکھا جس کا نام مالک بن قاسم جیلی ہے وہ آئے ان کے ہاتھ سخت تھے۔ میں نے انہیں کہا کہ تمہارے کھانے کا وقت بہت قریب ہے اس نے مجھے کہا، استغفر اللہ! میں نے کئی ہفتوں سے نہیں کھایا لیکن میں اپنی والدہ کو کھانا کھلاتا ہوں۔ اب ان کے کھانے کا وقت ہو چکا ہے اور مجھے بہت جلدی ہے۔ میں نے جلدی سے نماز فجر میں شمولیت کی۔ اس شخص کی جگہ جہاں سے وہ آیا تھا یہاں مکہ سے تقریباً نو سو فرسخ دور ہے۔ کیا تجھے اس بات کا یقین ہے؟ میں نے عرض کیا ہاں یقین ہے کہنے لگے سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے، جس نے مجھے مومن شخص دکھایا ہے۔ نو سو فرسخ کا فاصلہ تقریباً ایک سو ستره پڑاؤ بنتے ہیں اور اس قدر مسافت طے کرنے کے لیے دن بھر چلتے شخص کے لیے تین ماہ اور ستائیس دن درکار ہوتے ہیں۔

کعبہ مکرمہ میں حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی آمد کے دن

امام یافعی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں مجھے ایک ولی کامل نے خبر دی کہ اس نے کعبہ مکرمہ کے اردگرد فرشتوں پیغمبروں اور اولیاء کرام کو دیکھا۔ ان میں سے اکثریت جمعہ کی رات دیکھنے میں آئی۔ اسی طرح پیر کی رات اور جمعرات کی رات بکثرت یہ حضرات تشریف لاتے اس بزرگ نے مجھے بہت سے پیغمبروں اور ولیوں کے نام گنوائے اور بتایا کہ میں نے انہیں فلاں فلاں مخصوص مقام پر دیکھا ہے۔ کعبہ شریف کے اردگرد ان مخصوص جگہوں پر وہ خود اور ان کی اتباع کرنے والے تشریف فرما ہوتے ان کے ساتھ ان کے اہل و عیال اور قرابت والے اور دوسرے ملنے والے بھی ہوتے ہیں انہوں نے ذکر کیا کہ ہمارے آقا و پیغمبر سید العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جمع ہونے والوں میں اولیاء اللہ لاتعداد ہوتے ہیں۔ اس قدر باقی تمام انبیاء کے ساتھ مجمع دیکھنے میں نہیں آیا۔ مزید ذکر کیا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور آپ کی اولاد کعبہ مکرمہ کے دروازے کے قریب مقام ابراہیم کے بالکل سامنے تشریف فرما ہوتے ہیں اور موسیٰ علیہ السلام اور بہت سے انبیاء کرام دونوں یمنی رکن کے درمیان تشریف فرما ہوتے ہیں۔ عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی جماعت حجر اسود کی طرف رونق افروز ہوتے ہیں۔ وہاں میں نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی قبر انور دیکھی۔ فرشتوں کی ایک جماعت کو میں نے حجر اسود کے قریب دیکھا اور سید المرسلین والخلق، رحمۃ للعالمین، خاتم الانبیاء، سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو رکن یمانی کے ساتھ جلوہ فرما دیکھا۔ آپ کے ساتھ آپ کے اہل بیت، صحابہ اور اولیائے امت بھی

موجود تھے۔ اور ذکر کیا کہ میں نے تمام انبیائے کرام میں سے حضرت ابراہیم و عیسیٰ علیہما السلام کو دیکھا کہ حضور ﷺ کی امت سے انہیں بہت محبت تھی اور آپ کی امت کی فضیلت سے وہ بہت خوش تھے اور ان سے انہیں بہت انس تھا۔ اور بعض انبیائے کرام میں میں نے ان کے فضل سے غیرت میں بھی دیکھا آپ نے اور بہت سے اسرار کا ذکر فرمایا۔ جن میں بعض کا ذکر کرنا کلام کو طویل کر دے گا۔ اور بعض کے ذکر کرنے سے کچھ عقلیں برداشت کھو بیٹھیں گی۔

حضرت عبداللہ وزان رحمۃ اللہ علیہ

مشہور ہے کہ آپ مقعد (چلنے سے بیکار) تھے۔ لیکن جب سماع میں حالت وجد میں ہوتے تو کھڑے ہو جاتے اور سماع سنتے۔ (قالہ القشیری)

حضرت سید عبداللہ بن احمد والد علوی رحمۃ اللہ علیہ

آپ ان بنو علوی سادات کے جد بزرگوار ہیں جو حضر موت میں رہائش پذیر ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سے ان کے آباء و اجداد سے راضی ہو۔ آپ بصرہ میں پیدا ہوئے اور یہیں پرورش پائی، علماء کے اماموں سے علم و تصوف حاصل کیا۔ جن میں شیخ ابو طالب کی رحمۃ اللہ علیہ بھی ہیں۔ 377ھ میں ان سے مکہ مکرمہ میں ملاقات ہوئی اور ان سے ان کی مولفات اور مرویات کا علم حاصل کیا۔ پھر حضر موت کو ہجرت کر گئے۔ اور اسی کی بستی سمل میں 383ھ میں انتقال فرمایا۔ آپ کی قبر معروف زیارت گاہ ہے۔

ہر بیماری اور تکلیف دور ہو جاتی

آپ مستجاب الدعوات تھے اور اس بارے میں بہت شہرت رکھتے تھے جو شخص بھی آپ کے در دولت پہ حاضر ہوتا اور آپ سے دعا کراتا تو اس کا مطلب و مقصد پورا ہو جاتا۔ خاص کر بیمار اور تکلیف زدہ لوگ ان کی دعا سے شفایاب ہو جاتے۔ (قالہ فی المشرع الروی)

حضرت عبداللہ محاملی رحمۃ اللہ علیہ

آپ شافعی المذہب، امام اور حافظ تھے۔ جلیل القدر عالم، بہت بڑے زاہد، عظیم حافظ اور فقیہ کبیر تھے۔ مصر میں انتقال فرمایا اور جناب ابوبکر انباری رحمۃ اللہ علیہ کی قبر کے قریب نقعہ میں دفن کیے گئے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ جو شخص ان دونوں حضرات کی قبروں کے درمیان کھڑا ہو کر جو دعا مانگے وہ قبول ہوتی ہے آپ ان علماء کرام میں سے ہوئے جو صلاح میں شہرت یافتہ تھے۔ جناب ابراہیم بن سعید حوفی کہتے ہیں میں نے بڑے بڑے علماء کرام کو ان کی قبر کی زیارت کرتے دیکھا ہے جو ان کی قبر کے نزدیک دعا مانگنے کو متبرک جانتے تھے۔ اسے امام سخاوی نے ذکر کیا ہے۔ ان کا ایک واقعہ عجیب و غریب ہے میں اسے جناب سید عبداللہ بن طباطبا کی کرامات کے ضمن میں لکھوں گا۔

حضرت عبداللہ مروزی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت ابوالقاسم عبداللہ مروزی کے بارے خطیب بغدادی اور ابن بشکوال نے ذکر کیا ہے۔ فرمایا: میں اور میرے والد رات کو حدیث کا تقابل کیا کرتے تھے۔ جس مقام پر ہم تقابل کرتے تھے وہاں ہم نے نور کا ایک ستون دیکھا جو آسمان کی سطح تک پہنچ رہا تھا۔ کسی نے پوچھا یہ کیسا نور تھا۔ جواب دیا یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جناب میں تمہارا بھیجا ہوا وہ درود ہے جو تم تقابل کے وقت پڑھتے ہو۔ (قالہ المناوی)

حضرت عبداللہ مغادری رحمۃ اللہ علیہ

آپ اکابر عارفین اور اولیائے مقربین کے امام تھے۔ فرماتے ہیں کہ میں کئی سال جنگ لڑنے میں مصروف رہا۔ اور کئی سال سیر و سیاحت میں بسر ہوئے۔

ولی کا جسم کبھی حاضر کبھی غائب

فرماتے ہیں میں کفار کے شہروں میں نکل جاتا۔ کیونکہ کچھ ایسے کام کرنے ہوتے تھے جنہیں سرانجام دینے کے لیے مجھے ان کے شہروں میں جانے کا حکم دیا جاتا تھا اور میں خود بھی پس پردہ رہنا چاہتا تھا۔ اگر میں چاہتا تو لوگ مجھے دیکھ سکتے اور اگر چاہتا تو انہیں نظر نہ آتا۔ ایک مرتبہ حق تبارک و تعالیٰ کی طرف سے مجھے حکم ملا کہ کفار کے شہروں میں جاؤں تاکہ وہاں ایک صدیق کو ملوں۔ چنانچہ میں ان کی آبادی میں گیا اور میں نے اپنا آپ انہیں دکھایا۔ انہوں نے مجھے پکڑ کر قید کر لیا اور مجھے پکڑنے والا بہت خوش ہوا۔ پکڑنے والے نے مجھے چھپائے رکھا اور پھر بازار میں مجھے فروخت کرنے کے لیے لے آیا اور یہی طریقہ مجھے میرے مقصود تک پہنچانے کا تھا جس کا مجھے حکم ملا تھا۔ پھر مجھے ایک معتبر گھوڑ سوار شخص نے خرید لیا اور مجھے گرجا کے قریب کھڑا کیا۔ مطلب یہ تھا کہ مجھے وہ گرجا کا خدمت گزار بنانا چاہتا تھا۔ چنانچہ میں نے کئی دن خدمت گزاری میں بسر کیے۔ اچانک ایک دن بڑے بڑے قالین اور خوشبوئیں وغیرہ لائی گئیں۔ میں نے ان سے پوچھا آج کیا بات ہے؟ کہنے لگے بادشاہ سلامت سال میں ایک مرتبہ یہاں زیارت کرنے تشریف لاتے ہیں۔ آج ان کی آمد کا دن ہے۔ اس لیے ہم ان کی آمد کی تیاری کر رہے ہیں اور ان کے لیے گرجا کو سجایا جا رہا ہے۔ وہ جب تشریف لائیں گے تو کوئی شخص اندر نہیں رہے گا۔ وہ تنہا اس میں عبادت بجا لائیں گے۔ جب انہوں نے تیاری مکمل ہونے پر گرجا کو لوگوں سے خالی کرایا تو میں اندر ہی رہ گیا اور ان کی نظروں سے غائب ہو گیا۔ لہٰذا وہ مجھے باوجود میرے اندر ہونے کے نہ دیکھ سکے۔ اب بادشاہ سلامت تشریف لائے اور ان کی آمد پر گرجا کے دروازے کھول دیئے گئے۔ وہ اکیلے اندر آئے اور گرجا کے دروازے بند کر دیئے گئے۔ بادشاہ سلامت گرجا میں ادھر ادھر پھرتے اور میں بدستور انہیں دیکھے جا رہا تھا لیکن وہ مجھے نہیں دیکھ سکتے تھے۔ حتیٰ کہ جب انہیں اطمینان اور تسلی ہو گئی کہ اب کوئی اندر نہیں تو گرجا میں ذبح کرنے کی جگہ چلے گئے اور قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز ادا کرنے میں مشغول ہو گئے۔ مجھے بتایا گیا کہ یہی وہ شخص ہے جس کے ساتھ ملاقات کرنے کا تجھے حکم دیا گیا ہے۔ چنانچہ میں ظاہر ہو گیا اور بادشاہ کے

پیچھے کھڑا ہو گیا۔ نماز مکمل کر کے بادشاہ نے سلام پھیرا پھر مڑ کر دیکھا تو میں نظر آ گیا۔ پوچھا تو کون ہے؟ میں نے کہا آپ جیسا ایک مسلمان ہوں۔ پوچھا یہاں کیسے آئے ہو اور کون لایا ہے؟ میں نے کہا آپ ہی میرے آنے کی وجہ ہیں۔ پھر وہ میری طرف بڑھے اور مجھ سے میرا کام دریافت کرنے لگے۔ میں نے انہیں بتایا کہ مجھے آپ سے ملنے کا حکم دیا گیا ہے اور میرے لیے آپ سے ملاقات کا یہی طریقہ تھا کہ میں قید ہوتا۔ مجھے بیچا جاتا، گرجا کا خادم بنایا جاتا۔ میں نے ان تمام مرحلوں کو طے کرنے کے لیے ان کفار کو موقع دیا۔ تاکہ میری اور آپ کی ملاقات ہو سکے۔ بادشاہ یہ سن کر بہت خوش ہوا۔ میں نے انہیں اور انہوں نے مجھے بذریعہ کشف جان پہچان لیا۔ میں نے انہیں بہت بڑا سچا ولی پایا۔ میں نے پھر ان سے پوچھا ان کفار کے درمیان آپ کا رہنا اس میں اصل راز اور باطنی امر کیا ہے؟ کہنے لگے: اے ابوالحجاج! ان میں رہنے سے مجھے بہت سے فائدے ہیں۔ اگر میں مسلمانوں میں رہوں تو ان تک میری رسائی نہیں ہو سکتی۔ میں نے ان سے کہا کچھ تو مجھے بتائیں۔ کہنے لگے میری توحید، میرا اسلام اور میرے اعمال خالص اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں۔ ان پر کسی کو اطلاع نہیں اور میں ایسا حلال کھاتا ہوں جس میں کسی قسم کا کوئی شبہ نہیں ہوتا اور مسلمانوں کو ہر طریقہ سے نفع پہنچانے میں مصروف رہتا ہوں۔ اگر میں مسلمانوں میں رہ کر ان کا بہت بڑا بادشاہ بھی ہوتا تو اس قدر مسلمانوں کو نفع نہ پہنچا سکتا اور ان کا دفاع نہ کر سکتا۔ میں کفار کی تکلیفیں ان سے دور کرتا ہوں تاکہ وہ مسلمانوں کو ایذا نہ پہنچا سکیں۔ اور کفار کے لیے میں ایسی سکیمیں تیار کرتا ہوں جن سے ان میں قتل و غارت اور فسادِ احوال پیدا ہو۔ اگر میں مسلمانوں کا عظیم بادشاہ بھی ہوتا تو ایسی سکیمیں نہ بنا سکتا۔ میں اپنے تصرفات کی ایک جھلک تمہیں بہت جلد دکھاؤں گا۔ یہ کہہ کر ہم نے ایک دوسرے کو الوداع کہا اور مجھے کہنے لگے تم اپنی حالت پہ لوٹ جاؤ ہم نے اپنا آپ لوگوں کی نظروں سے چھپا لیا۔ بادشاہ سلامت باہر آ گئے اور حکم دیا کہ گرجا کے مخصوص افراد کو حاضر کیا جائے۔

ان میں سے مخصوص لوگوں کی جماعت کو حاضر کیا گیا اور پیش کر کے بتایا گیا کہ یہ شخص گرجا کے راستہ کا محافظ ہے۔ یہ اس کی روشنیوں کا ذمہ دار ہے۔ یہ اس کا پادری ہے۔ یہ اس کے اوقات کا ذمہ دار ہے اور یہ اس کی دیکھ بھال کی ڈیوٹی دیتا ہے۔ بادشاہ نے پوچھا اس گرجا کا خادم کون ہے؟ لوگوں نے عرض کیا فلاں شخص اس کا خادم ہے۔ ان کی مراد وہ شخص تھا جس نے مجھے گرا کے دروازے پر کھڑا کیا تھا مجھے قیدی سمجھ کر خریدا تھا۔ اور اس گرجا کی خدمت کے لیے وقف کر دیا تھا۔ بادشاہ نے بہت غصہ کھایا اور کہنے لگے تم نے رب کے گھر کی خدمت سے تکبر کیا ہے اور دوسرے مذہب کے ایک شخص کو رب کے گھر کی خدمت سونپی، جو نجس ہے۔ بادشاہ نے تلوار پکڑی اور تمام کی گردنیں اڑا دیں۔ یہ اس نے "رب کے گھر" کی غیرت کی وجہ سے کیا۔ اور حکم دیا کہ مجھے اس کے سامنے لایا جائے۔ میں ان پر ظاہر ہو گیا پھر وہ بادشاہ کے پاس لے کر آ گئے۔ بادشاہ نے کہا یہ شخص اس گرجا سے برکت حاصل کرنے آیا تھا۔ اس لیے یہ اس کے بڑے بڑے لوگوں سے زیادہ عزت، اکرام اور تعظیم کا مستحق ہے۔ اسے بطور انعام لباس اور سواریاں دی جائیں اور اسے اپنے وطن جانے کے لیے کھلا چھوڑ دیا جائے۔ چنانچہ ان لوگوں نے میرے ساتھ ایسا ہی سلوک کیا اور میں واپس آ گیا یہ سب کچھ امام یافعی نے لکھا ہے۔

حضرت سید عبداللہ بن طباطبا مصری رحمۃ اللہ علیہ

مرنے کے بعد حاجت روائی

امام حافظ عبداللہ محاملی شافعی سے مروی ہے کہ ان کے پڑوس میں مصر شہر کے اندر ایک غنی آدمی رہتا تھا اور محاملی ان دنوں اپنے ابتدائی حال میں علم دین حاصل کرنے میں مصروف تھے ان کا امیر پڑوسی اپنے سے کہا کرتا کہ میں اس لڑکے (محاملی) کو عجیب دیکھتا ہوں میں نے اسے جب بھی دیکھا یہ قرآن کریم کی تلاوت کرتا اور علم دین پڑھتا ہی نظر آیا اور اس کی فقیرانہ حالت بھی مجھے دکھائی دیتی ہے۔ چنانچہ یہ امیر پڑوسی ان کو کچھ دراہم دیا کرتا تھا جنہیں لے کر آپ اخراجات چلایا کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ سے سوال کیا کرتے تھے کہ اے اللہ! میرے لیے آسانی کا کوئی راستہ کھول دے۔ پھر ایک دن گھر سے نکلے اور مصر کے قبرستان میں گئے۔ صالحین کی قبور کے پاس دعا کی۔ حتیٰ کہ جناب عبداللہ طباطبا مذکور کی قبر پر آئے۔ یہاں کچھ پڑھا اور پھر رو پڑے۔ اس دوران انہیں نیند آگئی تو خواب میں جناب عبداللہ طباطبا سے ملاقات ہوئی۔ انہوں نے ان سے کہا جاؤ تمہاری حاجت میں نے پوری کر دی ہے۔ کہنے لگے صرف دنیا میں یا آخرت میں بھی پوری کر دی۔ فرمایا دنیا اور آخرت دونوں میں پوری کر دی ہے۔ قبرستان سے واپس آئے اور اس وقت حاجت یہ تھی کہ سر کے بال بکھرے ہوئے تھے۔ چنانچہ گھر داخل ہوئے۔ ابھی ٹھیک سے بیٹھے بھی نہ تھے کہ دروازے پر کسی نے آواز دی۔ انہوں نے خیال کیا کہ کوئی طالب علم ہے۔ فرمانے لگے جاؤ چلے جاؤ۔ مجھے تمہاری کوئی ضرورت نہیں۔ آواز دینے والے نے کہا دروازہ کھولو میں تمہاری حاجت وضرورت ہوں۔ چنانچہ انہوں نے دروازہ کھولا۔ اچانک دیکھا تو وہی غنی ہمسایہ ہاتھ میں تھیلی لیے جس میں ہزار دینار ہیں، کھڑا ہے۔ اس نے دیناروں بھری تھیلی ان کو دی۔ اور کپڑوں کا عمدہ جوڑا بھی دیا اور کہا جایئے جا کر حمام میں نہا دھو کر یہ نئے کپڑے پہن لیں۔ جب حمام سے واپس آؤ تو یہ تھیلی لے لینا اور اسے لے کر میرے گھر آ جانا۔ پھر جب تم میرے گھر آؤ گے تو میرے ساتھ چند منٹ گفتگو کرنا۔ اس کے بعد کہنا کہ میں تمہارے گھر اس لیے آیا ہوں کہ تمہاری بیٹی کا رشتہ چاہتا ہوں۔ پھر جب میں خاموش ہو جاؤں تو کہنا یہ ہزار دینار تمہاری بیٹی کا حق مہر ہے۔ یہ کہہ کر وہ غنی ہمسایہ اٹھا اور اپنے گھر چلا گیا۔ پھر جناب محاملی نے ویسے ہی کیا جیسے اس غنی نے ترکیب بتائی تھی اس کے گھر آئے اور دروازے پر دستک دی۔ غنی شخص نے اپنے نوکروں سے کہا دیکھو دروازہ کون کھٹکھٹا رہا ہے؟ انہوں نے دیکھ کر بتایا ایک خوبصورت شخص ہے۔ غنی شخص نے کہا اسے اندر آنے دو۔ پھر خود اٹھا اور خوش آمدید کہا اور اپنے ساتھ ایک جانب بٹھا لیا۔ انہوں نے چند منٹ غنی کے ساتھ گفتگو کی۔ پھر کہا میں تمہاری بیٹی سے شادی کی غرض سے آیا ہوں۔ یہ سن کر غنی نے غصہ دکھایا اور کہا تمہارے پاس حق مہر میں دینے کو کیا ہے؟ آپ نے کہا ہزار دینار۔ پھر ہزار دینار سے بھری تھیلی اس کی طرف پھینک دی۔ چنانچہ وہ غنی آدمی اپنی بیوی کے پاس گیا اور اس سے کہا کہ ہمیں ایسا رشتہ شاید نہ مل سکے۔ وہ کہنے لگی تو پھر شادی کر دیجئے۔ اسی وقت شادی ہوگئی اور دوسرے دن اس کو گھر میں بسا لیا۔ پھر جب اس غنی کی موت کا وقت آیا تو اس نے اپنے تہائی مال کی ان کے لیے وصیت کی۔ یہ بیوی شیخ محاملی کے مزاج کے بالکل موافق تھی۔ (قالہ السخاوی)

حضرت عبداللہ خیاط رحمۃ اللہ علیہ

اپنے حال میں مست اور دنیا سے بے خبر

سیدی محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا میں جناب عبداللہ خیاط کے ساتھ جامع عدیس میں ملا۔ اس وقت ان کی عمر دس یا گیارہ سال کی تھی۔ آپ صاف ستھری رنگت والے فکر میں ڈوبے ہوئے بہت وجد اور عشق والی شخصیت تھے۔ صرف مجھے ہی ان کے بارے میں معلوم ہوا کسی کو قطعاً خبر نہ تھی۔ میں نے ان کے ساتھ موازنہ کرنا چاہا۔ میں نے اس کی طرف دیکھ وہ مسکرا دیا اور اس نے مجھے دیکھا۔ میں نے اسے اشارہ کیا اس نے مجھے اشارہ کیا۔ خدا کی قسم! میں نے اپنے آپ کو اس کے سامنے یوں پایا جیسا کہ کھوٹا سکہ ہوا اور وہ مجھے کہنا لگا الجد الجد، دادا جان! دادا جان! مبارک اس کے لیے جس نے اپنے پیدا ہونے کی معرفت پالی۔ اس نے میرے ساتھ نماز عصر ادا کی، جوتیاں اٹھائیں اور سلام کر کے چلا گیا۔ میں اس کے پیچھے پیچھے ہو یا تا کہ اس کے گھر کا پتہ معلوم کر سکوں۔ لیکن مجھے اس کا کوئی نام ونشان نہ ملا۔ میں نے وہاں لوگوں سے اس کے بارے میں پوچھا کسی نے بھی مجھے اس کے بارے میں کوئی خبر نہ دی۔ میں اس کے بغیر بے آرام رہا۔ اور اس مرتبہ کے بعد نہ میں اسے مل سکا۔ اور نہ ہی آج تک اس کے بارے میں کوئی اطلاع مل سکی۔ اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے کچھ صغیر اور کچھ کبیر ہوتے ہیں۔ شیخ اکبر محی الدین ابن عربی نے یہ گفتگو "روح القدس" میں کی ہے۔

حضرت ابو محمد عبداللہ قطان رحمۃ اللہ علیہ

قرآن کریم سے ان کی روحانیت کے دروازے کھلے۔ اللہ تعالیٰ کے احکام کے بارے میں سختی برتتے تھے۔ اس بارے میں کسی کی ملامت کا قطعاً خیال نہ فرماتے۔

قتل کرنے والا خود مر گیا

وزیر نے آپ کو قتل کرنے کے لیے پکڑ لیا۔ آپ کو اس نے اپنے سامنے بٹھایا تو آپ سے یوں خطاب کیا اے اللہ کے دشمن! اے اپنی جان پر ظلم کرنے والے! اے اپنے دشمن! تو کدھر منہ اٹھائے پھرتا ہے؟ پھر کہا اللہ تعالیٰ نے مجھے تیرے بارے میں قدرت عطا فرمادی ہے تو اس کے بعد زندہ نہیں رہے گا۔ یہ سن کر شیخ موصوف نے فرمایا تو نہ تو میری اجل قریب کر سکتا ہے اور نہ ہی میرے مقدر کو دور کر سکتا ہے۔ یہ تمام باتیں نہیں ہوں گی۔ خدا کی قسم! میں تیرے جنازے میں موجود ہوں گا وزیر نے اپنے محافظوں سے کہا: اسے قید میں ڈال دو تا کہ اس کے قتل کے بارے میں بادشاہ سے مشورہ کر لوں۔ آپ کو اس رات قید میں ڈال دیا گیا۔ آپ چل پڑے اور کہہ رہے تھے تعجب ہے کہ مومن ہمیشہ قید خانہ میں رہتا ہے اور یہ گھر بھی ایک قید خانہ ہی ہے۔ جب دوسرا دن آیا بادشاہ اپنے تخت پر بیٹھا۔ وزیر نے اسے شیخ کا قصہ اور ان کی گفتگو کے بارے میں عرضداشت پیش کی۔ بادشاہ نے شیخ موصوف کو حاضر کرنے کا حکم دیا۔ آپ اس کے سامنے لائے گئے اس نے دیکھا کہ شیخ ایک پرانی روش کا آدمی ہے اس کو کوئی بھی نہیں پسند کرتا اور دنیا کا کوئی انسان اس کی بھلائی نہیں چاہتا۔ یہ تمام باتیں ان کی حق

گوئی کی وجہ سے تھیں اور لوگوں کے عیب ظاہر کرنے کی بنا پر تھیں۔ ابھی اس بات کو تھوڑا ہی عرصہ گزرا تھا کہ وزیر مذکور مر گیا۔ ابو محمد باہر نکلے اور اس کے جنازہ میں حاضر ہوئے اور فرمانے لگے میں اپنی قسم میں پورا اترا ہوں۔ یہ واقعہ سیدی شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ نے "روح القدس" میں ذکر کیا ہے۔

حضرت ابو محمد عبد اللہ بن محمد بن عربی طائی رحمۃ اللہ علیہ

آپ سیدی محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کے چچا ہیں۔

عرش کے نیچے سے چلنے والی ہوا ہر مومن سونگھتا ہے

شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ آپ ایک مرتبہ اپنے گھر تشریف فرما تھے تو فرمانے لگے صبح صادق ہوگئی۔ میں نے آپ سے پوچھا آپ کو اس کی پہچان کیسے ہوگئی؟ فرمانے لگے بیٹا! اللہ تعالیٰ عرش کے نیچے کی ہوا کو جنت کی طرف متوجہ فرماتا ہے۔ وہ جنت میں چلتی ہے پھر وہاں سے خوشبو سمیت طلوع فجر کے وقت نکلتی ہے جسے ہر مومن روزانہ سونگھتا ہے۔

موت کا علم

شیخ موصوف کا ایک بیٹا تھا جس سے آپ رنجیدہ تھے اس کے لیے بد دعا کی وہ بیمار ہوگیا۔ آپ اللہ تعالیٰ سے سوال کیا کرتے تھے کہ اس بیٹے کو اللہ تعالیٰ ان سے پہلے دنیا سے اٹھالے۔ پھر ان کی موت آئے۔ چنانچہ ان کا بیٹا ان سے پہلے فوت ہوگیا اس کو دفن کر دیا گیا اور شیخ نے کہا الحمد للہ میں اس کے بعد چالیس دن زندہ رہوں گا اور پھر مر جاؤں گا۔ آپ اتنے دن ہی زندہ رہ کر وفات پا گئے۔ جب آپ کی وفات کی رات آئی۔ ہم آپ کے پاس نماز عشاء کے بعد بیٹھ گئے۔ آپ قبلہ رو تھے ہمیں کچھ بو سی محسوس ہوئی۔ آپ کو آماس (خصیہ کی بیماری) کا مرض تھا۔ آپ کے خصیہ بڑھ گئے۔ ہمیں فرمایا تم آرام کرو اور سو جاؤ۔ چنانچہ ہم اپنے اپنے بستر پر آ گئے۔ میں سحری کے وقت اٹھ کر ان کی طرف گیا تو دیکھا ان کی سانس نکل چکی تھی۔ ان کی موت کے وقت ہم میں سے کوئی بھی موجود نہ تھا۔ ہم نے وہ بیماری دیکھنا چاہی لیکن ہمیں کچھ بھی معلوم نہ ہوا۔ ہم نے آپس میں کہا شاید وہ ہوا بھر جانے کی وجہ سے ہوا۔ اب صرف چمڑا ہی باقی ہے۔ اچانک آپ کا جسم عام انسانوں کی طرح تھا، کوئی بیماری نہ تھی۔ مجھے تعجب ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی پردہ پوشی فرمائی اور اسے چھپا دیا۔ آپ ہمیں عجیب و غریب باتیں بتایا کرتے تھے۔ یہ شیخ اکبر نے بیان فرمایا ہے۔

حضرت ابو محمد عبد اللہ بن الاستاذ مروزی رحمۃ اللہ علیہ

آپ سیدی محی الدین کے مشائخ میں سے تھے۔ شیخ ابو مدین کی خدمت میں رہے اور شیخ ابو مدین ان سے بہت محبت فرماتے اور ان کی تعریف بھی کرتے تھے۔

ولی کو ولی پہچانتا ہے

سیدی محی الدین بن عربی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا عبداللہ مذکور کی ہمت بڑی کارگر تھی اور ان کا صدق نہایت عجیب تھا اپنے شیخ جناب ابو مدین رحمۃ اللہ علیہ سے اجازت سفر لے کر اندلس اپنی والدہ کے پاس آنے کے لیے روانہ ہونے لگے تو شیخ ابو مدین نے انہیں الوداع کیا اور فرمایا کہ ابوعبداللہ شیخ مسن کو میرا سلام پہنچا دینا جو مریہ شہر میں رہتے ہیں جس کا معروف نام غزال ہے یہ بزرگ ابوالعریف کے اصحاب میں سے اور جناب ابومدین کے ہم عصر تھے۔ ان کے علاوہ میرا سلام ابوالربیع کفیف کو بھی پہنچا دینا جو مصر میں مقیم ہیں اور عبدالرحیم کو بھی جو قنا میں رہتے ہیں انہیں بھی سلام پہنچا دینا اور ابوالنجا کو بھی جو جزیرۃ الذہب میں رہتے ہیں۔ شیخ موصوف جب مریہ پہنچے تو جناب ابوعبداللہ سے ملاقات کے لیے گئے۔ جب ان کے ہاں پہنچے تو ان کے اصحاب کو بیٹھا ہوا دیکھا۔ ان سے پوچھا مجھے شیخ سے ملنے کی اجازت لے دو۔ انہوں نے کہا کہ شیخ اس وقت سو رہے ہیں۔ ہم ان کے پاس نہیں جا سکتے۔ یہ سن کر جناب عبداللہ مذکور کو ان کی یہ بات گراں گزری کہ ان کے ابھی تک حجابات اٹھے نہیں اور مجھے پہچان نہیں سکے۔ آپ نے انہیں کہا: اگر میں تمہارے شیخ کے پاس فی اللہ آیا ہوں تو اللہ تعالیٰ اسے ابھی جگا دے گا۔ اسی وقت دروازہ کھلا اور شیخ باہر تشریف لائے کہ نیند کی وجہ سے اپنی آنکھیں مل رہے تھے۔ پوچھا، جو شخص آیا ہے وہ کہاں ہے؟ بتانے پر انہیں سلام کیا اور خوب آرام کیا۔

دور شخص کو غائبانہ کھانا کھلا دیا

ان کے واقعات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ جب آپ غرناطہ تشریف لے گئے تو شیخ ابومروان کے ہاں قیام پذیر ہوئے۔ ابومروان انہیں پہلے سے ہی ابومدین کے ہاں دیکھ چکا تھا اس لیے پہچان لیا۔ ابومروان نے شیخ ابومدین کے ہاں انہیں اس بہانے دیکھا تھا کہ ان کا ایک آدمی بیمار ہو گیا تھا۔ انہوں نے اس کی بیماری نکال کر اپنے اوپر ڈال لی۔ وہ اسی وقت صحت یاب ہو گیا۔ ابومروان نے غرناطہ میں اپنے اصحاب کو خبر دی۔ پھر جب شیخ عبداللہ مروزی وہاں تشریف لائے تو ابومروان نے کہا اور لوگ ان کی زیارت کی خاطر ابومروان کے گھر جمع تھے اور ان کے سامنے دسترخوان چن دیا گیا تھا جس پر شہد کے ساتھ پنیر بھی رکھا گیا تھا۔ گھر کے مالک کا بیٹا سحری کے وقت اس شہر کے قریب واقع اپنے گاؤں میں چلا گیا تھا۔ اہل مجلس نے افسوس کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ گھر کے مالک کا بیٹا ہمارے ساتھ کھانے میں کیوں شریک نہ ہوا؟ شیخ ابومحمد مروزی نے خوب سیر ہو کر کھا لیا۔ اور حاضرین نے بھی پیٹ بھر کر کھا لیا۔ اس کے بعد شیخ مروزی نے فرمایا اگر تم چاہو تو اس لڑکے کی طرف سے میں یہاں ہی کھا لوں۔ اور وہ اپنے گاؤں میں بعینہ اس کھانے سے سیر ہو جائے۔

حاضرین نے اس کی گفتگو کو ظاہری اور باطنی دونوں طرح شک والا پایا۔ ان سب نے اسے محال سمجھا۔ ابومروان نے شیخ موصوف سے عرض کیا اللہ کی قسم! اے ابومحمد! آپ ایسا کر گزریے۔ آپ نے بسم اللہ پڑھی اور کھانا شروع کیا۔ یوں لگتا تھا کہ آپ نے پہلے کچھ کھایا ہی نہیں۔ کھاتے کھاتے رک گئے اور فرمانے لگے اب پیٹ بھر گیا۔ اگر میں نے اس سے زیادہ کھایا تو

وہ بڑکا بداک ہو جائے گا۔ اہل مجلس حیران و ششدر رہ گئے۔ اور انہوں نے پختہ ارادہ باندھ لیا کہ ان میں سے کوئی بھی یہاں سے نہیں جائے گا جب تک وہ لڑکا یہاں نہیں آجاتا جس کی طرف سے شیخ نے کھانا کھایا ہے۔ جب پچھلا پہر ہوا تو وہ لڑکا ان کے پاس اپنے گاؤں سے آگیا۔ حاضرین نے اس کا استقبال کیا اور خوب آؤ بھگت کی اور کہنے لگا کہ ہم کیا دیکھ رہے ہیں کہ تم وہ کھانا بالکل سالم واپس لے آئے ہو جو تم روانہ ہوتے وقت یہاں سے کھانے کے لیے اپنے ساتھ لے گئے تھے۔ اس میں سے تم نے کچھ بھی نہیں کھایا کیا وجہ ہے؟ لڑکے نے جواب دیا میرے بھائیو! آج میرے ساتھ عجیب اتفاقیہ معاملہ پیش آیا ہے۔ میں جب گاؤں پہنچا اور بیٹھ گیا تو اچانک مجھے محسوس ہوا کہ پنیر کے ساتھ شہد میرے حلق میں اتر رہا ہے اور میرے معدہ میں گرتا ہے۔ حتیٰ کہ میں سیر ہو گیا اور اگر تھوڑا اور حلق میں چلا جاتا تو میں مر جاتا۔ میں اس وقت اس سے خوب سیر ہو چکا ہوں۔ مجھے اس کے ڈکار آرہے ہیں۔ یہ سن کر لوگ تعجب میں پڑ گئے۔ سیدی محی الدین شیخ اکبر نے فرمایا مجھے یہ واقعہ اس شخص نے سنایا جس کے طرف سے شیخ نے کھایا تھا اور اس کا پیٹ بھر گیا تھا۔

دور سے کسی کے دل میں اثر انداز ہونا

شیخ اکبر سیدی محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ہمارے یہ شیخ مرشانۃ الزیتون میں بدھ کے دن ایک بڑھیا کے پاس تھے۔ جس کا نام شمس ام الفقراء تھا۔ بڑھیا نے کہا میری تمنا ہے کہ کل ہمارے پاس ابوالحسن بن قیطون آجائیں۔ تم ان کی طرف رقعہ لکھ دو۔ شاید وہ ملنے کل جائیں۔ ابوالحسن بن قیطون اس وقت قرمونہ شہر میں تھے جو بڑھیا کے گھر سے سات فرسخ دور تھا۔ یہ شخص مذکور قرمونہ میں بچوں کو قرآن کریم کی تعلیم دیا کرتے تھے۔ جمعرات اور جمعہ دو دن چھٹی کیا کرتے تھے۔ بڑھیا کی بات سن کر ہمارے شیخ ابو محمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہم ایک اور طریقہ اختیار کرتے ہیں۔ بڑھیا نے آپ سے پوچھا تم کیا طریقہ کرو گے؟ فرمانے لگے میں اپنی ہمت سے انہیں وہاں سے کھینچ لاتا ہوں۔ بڑھیا بولی پھر بسم اللہ کیجئے۔ آپ نے فرمایا میں نے اس کے دل کو ابھی حرکت دے دی ہے۔ وہ کل ہمارے پاس آجائے گا۔ ان شاء اللہ جب صبح ہوئی تو میں نے بڑھیا سے کہا معلوم ہوتا ہے وہ نہیں آیا؟ فرمانے لگے میں ہی اس سے غافل ہو گیا تھا لیکن میں ابھی اسے وہاں سے نکالتا ہوں۔ شیخ موصوف نے اپنی ہمت وہاں لگائی ظہر سے تھوڑا سا وقت پہلے کا ہوا تو ابوالحسن مذکور ان کی بے خبری میں اچانک آگئے۔ سب حیران رہ گئے۔ جناب مروزی نے کہا ان سے پوچھو تمہیں اس وقت تک ہمارے آنے سے کس نے روکے رکھا؟ اور کیسے دل میں آیا کہ چلنا چاہیے اور ہمارے ہاں آنے کی کب نیت کی تھی؟ انہوں نے جواب دیا کل پچھلے پہر عصر کے وقت میں نے اپنے اندر کسی کہنے والے کی بات سنی جو مجھے کہہ رہا تھا۔ کل تم نے بڑھیا کے ہاں مرشانہ پہنچنا ہے۔ میں نے مدرسہ کے طالب علم بچوں کو کہا تم میں سے کل میرے پاس کوئی نہ آئے۔ جب میں نے صبح کی تو ارادہ بدل گیا یہ اس کا نتیجہ تھا کہ ہمارے شیخ ابو محمد اس سے غافل ہو گئے تھے۔ ان (ابوالحسن بن قیطون) سے کہا گیا آگے بتاؤ کہنے لگے میں بچوں کی طرف متوجہ ہو گیا۔ وہ میرے ہاں آگئے۔ اور انہوں نے اپنی اپنی تختیاں پکڑلیں تا کہ ان پر لکھیں۔ میں اسی حالت میں تھا کہ میں نے محسوس کیا کہ میرا دل پھٹا جا رہا ہے اور اس پر بہت بوجھ پڑ گیا ہے۔ اور مجھے کہا گیا ابھی ابھی مرشانہ کو چلو اور بڑھیا سے ملاقات کرو۔ میں

نے پھر بچوں کو حکم دیا۔ جاؤ اپنے اپنے گھر چلے جاؤ اور میں تمہاری طرف نکل کھڑا ہوا۔ اس بات نے مجھے دیر کر دی تھی۔ لوگوں نے ان سے کہا آج اتفاقاً ایک بزرگ یہاں تشریف فرما ہیں۔ ان سے بڑھیا نے تمہارے آنے کے بارے میں رقعہ لکھنے کو کہا۔ جناب ابوالحسن سن کر حیران ہو گئے اور کہنے لگے یہ بات ہے اللہ عظیم کی قسم! جو ہوا اچھا ہوا۔ اس کے بعد وہ لوگ آپ کو نہایت تعظیم کی نگاہ سے دیکھتے۔ شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہ نے یہ واقعہ ''روح القدس'' میں تحریر فرمایا ہے۔

خیالات پر بھی ولی کی نظر ہوتی ہے

سیدی شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ ہی فرماتے ہیں میں نے ایک رات چند صالحین کے ساتھ بسر کی۔ جن میں سے ایک جناب ابوالعباس حریری تھے۔ جو مصر میں زقاق القنادیل کے امام تھے۔ دوسرے ان کے بھائی محمد خیاط تھے تیسرے عبداللہ مروزی اور چوتھے محمد ہاشمی یشکری اور پانچویں محمد بن فضل تھے۔ میں نے اپنے آپ اور اپنے ساتھیوں کو سخت اندھیرے گھر میں دیکھا۔ اس میں ہمارے لیے صرف اسی قدر روشنی تھی جو ہماری ذاتوں سے پھیل رہی تھی۔ انوار باطنیہ پھوٹ کر ہم پر روشنی کر رہے تھے۔ اس دوران ایک خوبصورت انسان ہمارے پاس آیا۔ اس کی گفتگو بھی نہایت حسین تھی۔ کہنے لگا میں حق تعالیٰ کا تمہاری طرف بھیجا ہوا آیا ہوں۔ میں نے اس سے پوچھا تو اپنے ساتھ کیا پیغام لے کر آیا ہے؟ وہ کہنے لگا پیغام یہ ہے: تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ خیر وجود میں ہے اور شر عدم میں ہے۔ اس نے انسان کو اپنے جود سے وجود دیا۔ اور اسے ایک بنایا جو اس کے وجود کے منافی ہے وہ اپنے اسماء اور صفات سے پیدا کرتا ہے۔ اور اس کی ذات کے مشاہدہ میں ان سے فنا ہو جاتا ہے۔ پھر اپنی ذات کو اس کی ذات دیکھتا ہے اور گنتی اپنے اصل کی طرف لوٹ آتی ہے۔ پھر وہ ہوتا ہے اور تو نہیں ہوتا۔ میں نے اس واقعہ کی جماعت حاضرین کو خبر دی۔ وہ بہت خوش ہوئے اور شکر باری تعالیٰ بجالائے۔ اس کے بعد میں نے اپنا سر دامن میں جھکا کر رکھ دیا اور دل ہی دل میں معرفت کے موضوع پر کچھ شعر بنانے شروع ہو گیا۔ میرے ساتھی سو گئے تھے۔ عبداللہ مروزی جاگے اور مجھے بلایا۔ اے ابو عبداللہ! میں نے کوئی جواب نہ دیا جیسا کہ میں سو رہا ہوں۔ مجھے کہنے لگے تم سوئے ہوئے نہیں ہو۔ تم تو اللہ تعالیٰ کی معرفت اور توحید کے موضوع پر شعر بنا رہے ہو۔ میں نے یہ سن کر سر اٹھایا اور ان سے پوچھا تمہیں اس کی خبر کہاں سے ہو گئی؟ مجھے کہنے لگے میں نے دیکھا ہے کہ تم ایک اونچا جال بن رہے ہو۔ سب سے پہلے بکھرے دھاگے جو تم نے جال بننے کے لیے جوڑے ہیں وہ متفرق معانی تھے جنہیں تم نے اکٹھا کیا اور بکھرا کلام تھا۔ جنہیں تم نے نظم کی شکل دی۔ میں نے کہا آپ نے صحیح فرمایا ہے۔ اب یہ بتائیں کہ آپ کو یہ کیسے پتہ چلا کہ شعروں کا موضوع اللہ تعالیٰ کی معرفت اور توحید ہے؟ کہنے لگے جال اسی لیے بنا جاتا ہے کہ اس سے ذی روح زندہ اور عزیز الماخذ اشیاء شکار کی جائیں۔ میں نے کوئی شعر ذی روح، عزیز الماخذ اور زندہ ایسا نہ پایا مگر اس کا تعلق اللہ تعالیٰ کے ساتھ تھا۔ ان کے خواب کی تعبیر ان کے خواب سے بھی زیادہ تعجب خیز تھی۔

حضرت عبداللہ بن محمد رازی رحمۃ اللہ علیہ

آپ حداد کے نام سے مشہور تھے۔ آپ کی ایک کرامت یہ ہے۔ خود فرماتے ہیں میں جناب ابو عمران اصطخری کے ہاں

ادب واحترام سیکھتا تھا۔ جب کبھی میرے دل میں کوئی خطرہ محسوس ہوتا تو میں ان کے پاس آ جاتا۔ آپ مجھے میرے سوال کیے بغیر میرے خطرات دل کا جواب عنایت فرما دیتے۔ پھر جب میں آپ کی حضوری سے دور ہو گیا تو معاملہ یوں ہو گیا کہ جب بھی میں اپنے سر میں کوئی خطرہ پاتا تو آپ اصطخر سے اس کا جواب عنایت فرما دیتے۔ آپ مجھے خطاب فرماتے اور میں آپ کی گفتگو سنتا۔ حالانکہ میں نیشاپور میں رہتا تھا۔ یہ علامہ مناوی نے بیان کیا ہے۔ یہ واقعہ جناب ابو عمران کی بھی کرامت ہے۔

حضرت ابو محمد عبداللہ بن یحییٰ بن ابی الہیثم صعبی رحمۃ اللہ علیہ

آپ بہت بڑے امام، عالم، عامل تھے۔ اور "البیان" کے مصنف جناب فقیہ یحییٰ بن ابی الخیران کی بہت تعریف کیا کرتے تھے اور نہایت تعظیم بھی کرتے تھے۔

ولی کے جسم پر تلوار اثر نہ کر سکی

آپ کی بہت سی کرامات ظاہر تھیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ آپ کی بستی اور کچھ دوسری قوم کے درمیان عداوت تھی۔ دوسری قوم نے جناب شیخ موصوف کی بستی کے باشندوں پر حملہ کر دیا۔ لوٹ مار کی اور بہت سے لوگوں کو قتل کر دیا۔ ان میں سے چند آدمیوں کی جناب شیخ موصوف سے ملاقات ہو گئی۔ جان پہچان نہ ہونے کی وجہ سے انہوں نے شیخ پر تلواروں کے وار کیے۔ لیکن تلواریں ان کا بال بھی نہ کاٹ سکیں۔ آپ سے اس کی وجہ پوچھی گئی۔ فرمانے لگے میں اس دوران قرآن کریم کی یہ آیات تلاوت کرتا رہا۔

وَلَا یَؤُدُهٗ حِفْظُهُمَا وَهُوَ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ۔ فَاللّٰهُ خَیْرٌ حَافِظًا وَّهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ۔ وَحِفْظًا مِّنْ كُلِّ شَیْطٰنٍ مَّارِدٍ۔ وَحَفِظْنٰهَا مِنْ كُلِّ شَیْطٰنٍ رَّجِیْمٍ۔ وَ ذٰلِكَ تَقْدِیْرُ الْعَزِیْزِ الْعَلِیْمِ اِنْ كُلُّ نَفْسٍ لَّمَّا عَلَیْهَا حَافِظٌ۔ اِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِیْدٌ اِنَّهٗ هُوَ یُبْدِئُ وَ یُعِیْدُ وَهُوَ الْغَفُوْرُ الْوَدُوْدُ ذُو الْعَرْشِ الْمَجِیْدُ فَعَّالٌ لِّمَا یُرِیْدُ۔ هَلْ اَتٰىكَ حَدِیْثُ الْجُنُوْدِ فِرْعَوْنَ وَ ثَمُوْدَ۔ بَلِ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا فِیْ تَكْذِیْبٍ وَّاللّٰهُ مِنْ وَّرَآئِهِمْ مُّحِیْطٌ بَلْ هُوَ قُرْاٰنٌ مَّجِیْدٌ فِیْ لَوْحٍ مَّحْفُوْظٍ

آپ فرمایا کرتے تھے میں نے یہ آیات کریمہ اس طرح پہچانیں کہ میں ایک دن ایک جماعت کے ہمراہ جنگل کی طرف گیا۔ مجھے ایک کمزور بکری دکھائی دی۔ جس کے قریب ایک بھیڑیا اس سے کھیل رہا تھا اور اسے نقصان نہ پہنچاتا تھا۔ اس سے بھیڑیا بھاگ گیا ہم نے بکری کو غور سے دیکھا۔ اچانک اس کے گلے میں ہمیں ایک کاغذ نظر آیا جو بندھا ہوا تھا۔ ہم نے اسے اتار کر کھولا تو اس میں یہ آیات کریمہ لکھی ہوئی تھیں۔ ان کو "آیات حفظ" کہتے ہیں۔

آپ کا انتقال 553ھ میں ہوا۔ اور ان کو دفن کرتے وقت فقیہ یحییٰ صاحب "البیان" اپنے بہت سے ساتھیوں کے ساتھ تشریف لائے اور ان کے علاوہ اور بھی بہت سے لوگ تھے۔

حضرت عبداللہ بن میمون حموی رحمۃ اللہ علیہ

مرنے کے بعد حالات بتادیے

امیر اسامہ بن منقذ نے اپنی کتاب ''الاعتبار'' میں لکھا ہے کہ مجھے شیخ ابو القاسم خضر بن مسلم بن قاسم حموی نے 570ھ ذی الحجہ کی آخری تاریخوں میں پیر کے دن یہ واقعہ سنایا۔ ایک شریف مرد کوفہ کے باشندوں میں سے ہمارے پاس آیا۔ اس نے ہمیں یہ بات سنائی کہنے لگا مجھے میرے والد صاحب نے بتایا کہ میں قاضی القضاۃ شامی حموی کے پاس آیا جایا کرتا تھا۔ وہ میری تعظیم وتکریم کرتے تھے ایک دن مجھے فرمانے لگے میں جوانی کی حالت میں حماۃ نامی شہر میں تھا۔ اس شہر میں ایک شخص عبداللہ بن میمون حموی رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ہو گیا۔ بوقت وصال لوگوں نے انہیں وصیت کرنے کو کہا تو فرمانے لگے جب میرا انتقال ہو جائے اور تم میرے غسل دینے اور کفن پہنانے سے فارغ ہو جاؤ تو مجھے صحرا لے جانا۔ وہاں ایک آدمی اس اونچی جگہ آتا دکھائی دے گا جو قبرستان کی طرف ہے اور آواز دے گا اے عبداللہ بن قیس! عبداللہ بن میمون کا انتقال ہو گیا ہے، حاضر ہو جاؤ اور اس کی نماز جنازہ پڑھاؤ۔ جب شیخ موصوف اس وصیت کے بعد انتقال فرما گئے تو لوگوں نے ان کی وصیت کے مطابق عمل کرتے ہوئے مخصوص جگہ لے آئے۔ وہاں ایک آدمی آتا دکھائی دیا۔ جس نے بوسیدہ کپڑے پہن رکھے تھے اور اون کا بنا ہوا تہبند باندھے ہوئے تھا۔ یہ شخص ادھر سے آ رہا تھا جس طرح آواز دے کر بلانے والے نے بلایا تھا۔ اس نے آ کر نماز جنازہ پڑھائی لوگ حیران ومبہوت تھے۔ اس سے کوئی بات چیت نہ کر سکے۔ جب نماز جنازہ سے وہ فارغ ہو کر چلتا بنا اور ادھر کو ہو لیا جدھر سے آیا تھا۔ لوگوں نے ایک دوسرے کو ملامت کی کہ وہ اس سے کچھ حاصل نہ کر سکے۔ اور نہ ہی کوئی سوال و جواب ہو سکا۔ پھر وہ اس کے پیچھے پیچھے چل پڑے تاکہ کچھ گفتگو کر سکیں۔ انہوں نے اس کو کھو دیا اور ایک کلمہ بھی نہ کہہ سکے۔

حضرت عبداللہ بلتاجی رحمۃ اللہ علیہ

آپ جناب رفاعی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد تھے۔ علوم نقلیہ اور کشفیہ میں امام تھے اور صاحب کرامات تھے۔ آپ دراصل عجم کے رہنے والے تھے۔

گم شدہ گدھی تلاش کر دی

شیخ یوسف عجمی ان کی زیارت کے لیے آئے۔ باہر گدھی باندھی تھی وہ کہیں گم ہو گئی۔ شیخ یوسف نے ان سے کہا میری گدھی کا بندوبست کریں ورنہ خدا کی قسم! آج کے بعد میں آپ سے ملنے نہیں آؤں گا۔ شیخ موصوف اپنی قبر سے باہر تشریف لائے اور جنگل میں جا کر گدھی پکڑ لائے۔ اور فرمانے لگے جب زیارت کرنے آؤ تو گدھی کو مضبوطی سے باندھ دیا کرو۔

ہوا میں اڑتا بے ادب ولایت کھو بیٹھا

شیخ موصوف کے سر سے ایک شخص ہوا میں اڑتا ہوا گزرا۔ اور ان کا ادب واحترام نہ کیا۔ آپ نے اسی وقت اس کی

ولایت سلب کر لی۔ اور وہ نیچے گر گیا۔ اور قریب تھا کہ ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا۔ اس کے بعد وہ کاشف المحلہ کے ہاں سپاہی بن گیا اور مرتے دم تک اسی ملازمت میں رہا۔ لہٰذا اے پڑھنے سننے والے! ادب کر اور ہلاکت سے بچ جا۔

معطل کرنے اور بحال کرنے کا اختیار

امیر بلتاج نے جب اپنی زمین کی پیمائش کی تو شیخ موصوف کے عبادت خانہ کی کچھ زمین اس نے اپنے دفتر کے لیے اپنی زمین میں داخل کر لی۔ اس کی خبر جب شیخ کو ملی تو اس وقت امیر آپ کی مقبوضہ زمین کی تعمیر کے لیے گارا بنوا رہا تھا۔ آپ وہاں تشریف لائے اور پیمائش کا سرکاری کاغذ آپ کے ہاتھ میں تھا۔ امیر سے اس بارے میں گفتگو کی۔ اس نے آپ کو سخت الفاظ کہے۔ آپ نے بادشاہ کی دیوار کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ دیوار پھٹی اور دیوار سے ایک ہاتھ نمودار ہوا جس میں پیمائش کا کاغذ تھا۔ آپ نے بادشاہ کو کہا بلتاج کے امیر کو معزول کر دو۔ وگرنہ میں تمہیں اس پیمائش کے کاغذ سے قتل کر دوں گا۔ بادشاہ نے اسے معزول کر دیا اور اسے قید کرنے کا حکم دیا۔ پھر اس کے بعد امیر بھاگتا ہوا شیخ موصوف کے پاس آیا اور معافی مانگنے لگا تو شیخ موصوف نے بادشاہ کے گھر کی طرف منہ کر کے اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا۔ دیوار پھٹی اور ایک ہاتھ پیمائش کے نقشہ سمیت بادشاہ کے سامنے نمودار ہوا۔ اور آپ نے کہا میں نے بلتاج کو معاف کر دیا ہے۔ لہٰذا اسے دوبارہ امیر بنا دیا جائے چنانچہ اسے دوبارہ والی بنا دیا گیا۔

جب شیخ موصوف بلتاج سے اپنے شہر واپس تشریف لائے۔ راستہ میں ایک مسجد میں سو گئے۔ امام نماز مغرب کی جماعت کے لیے حاضر ہوئے۔ شیخ کو امام صاحب نے جھاڑ پلا دی اور انہیں اٹھا دیا۔ اس حرکت کی وجہ سے امام سے شیخ موصوف نے علمیت چھین لی۔ وہ ایسا ہو گیا کہ جب لوگوں کو نماز پڑھانے کے لیے تکبیر تحریمہ کہتے تو ان کی زبان بولنے سے عاجز ہو جاتی۔ نماز توڑی اور شیخ کی تلاش میں نکل پڑے۔ حتیٰ کہ ایک تالاب پر شہر سے باہر انہیں جا ملے۔ لگاتار ان کی منت سماجت کرتے رہے اور ان کے قدم چومے۔ شیخ کی حالت دوبارہ اپنے حال پر آئی اور امام صاحب پھر سے قابل امامت ہو گئے۔ (قالہ المناوی)

حضرت شیخ عبداللہ بن عثمان بن جعفر بن محمد یونینی رحمۃ اللہ علیہ

جناب سراج نے ان کا تذکرہ کرتے ہوئے ان کی خوب تعریف کی۔ لکھا آپ اکابر رجال، اعیان محققین، سادات اولیاء، رؤسا اصفیاء میں سے تھے۔ ان کا قدم راسخ ان کی ہمتیں بلند اور اعتقاد ربانی ان کو حاصل تھا۔ آپ کے فضائل مشہور اور اخلاق قابل ذکر تھے۔ آپ کی علامات ظاہر اور کرامات واضح تھیں۔ 530ھ کے بعد پیدا ہوئے آپ کی ولادت یونین بستی میں ہوئی۔ یہ بعلبک کے تحت ایک بستی ہے اس بستی میں آپ نے نشو ونما پائی۔

راز کی باتیں ہر ایک کو نہیں بتائی جاتیں

جناب عبداللہ بن عساکر رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے شیخ موصوف نے جوانی کی عمر میں لبنان کے ایک پہاڑ میں تنہائی اختیار کر لی۔ آپ کی ایک ہمشیرہ آپ کے لیے روزانہ ایک روٹی اور دو انڈے لاتی۔ ایک دن ایسا ہوا کہ مذکورہ چیزیں لا کر شیخ موصوف

کو دیں۔ واپس جانے لگی تو اچانک ایک فقیر شیخ موصوف سے مل کر باہر نکلا تو اس کے ہاتھ میں ایک روٹی اور دو انڈے پکڑے ہوئے تھے جب اس عورت نے یہ اشیاء اس فقیر کے پاس دیکھیں تو پوچھا اے فقیر! یہ تمہارے پاس کہاں سے آئی ہیں؟ کہنے لگا یہ جو بیٹھا ہوا ہے اس نے دی ہیں۔ روزانہ مجھے یہ شخص ایک روٹی اور دو انڈے دیتا ہے۔ یہ عورت واپس شیخ کے پاس آئی اور ان سے ان کا حال اور خوراک کی بابت پوچھا تو شیخ نے اسے جھاڑ پلائی اور اس پر چیخ ماری۔

مصلے کے نیچے سونا چاندی کے انبار

شیخ محمد بن ابی فضل سے مروی ہے میں ایک دن شیخ عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس تھا۔ اور اس وقت ملک معظم جناب عیسیٰ بھی موجود تھے۔ ملک معظم نے بیٹھتے ہی شیخ سے دعا کرنے کو کہا۔ آپ نے اسے فرمایا عیسیٰ! اپنے باپ کی طرح منحوس نہ ہونا۔ ملک نے پوچھا یا سیدی! کیا میرا باپ منحوس تھا؟ فرمایا ہاں۔ اس نے دھوکہ بازی کی۔ لوگوں کے معاملات میں فساد ڈالا حالانکہ وہ محتاج نہ تھا۔ آج چلے جاؤ۔ ملک دوسرے دن آیا اور اپنے ساتھ تین ہزار دینار لایا تا کہ شیخ کو آزمائے۔ جب اندر آیا تو آپ کے سامنے بیٹھ گیا۔ کہنے لگا یا سیدی! یہ رقم لیجئے اور اپنے عبادت خانہ کی ضروریات خرید لیجئے۔ شیخ نے نظر اٹھا کر اس کی طرف دیکھا اور اسے فرمایا اے ممتحن اے مبتدع! اٹھ جا۔ وگرنہ میں اللہ تعالیٰ سے دعا کر دوں گا، زمین پھٹ جائے گی اور تجھے نگل جائے گی۔ ہم مصلی پر اسی وقت بیٹھتے ہیں جب اللہ تعالیٰ ہمیں غنی کر دیتا ہے دیکھو سجادہ کے نیچے سونے کا بھرا ایک منکا اور چاندی کا بھرا دوسرا منکا موجود ہے شیخ نے سجادہ کو پاؤں سے ذرا سرکایا تو ملک نے سونے اور چاندی کے بھرے دو منکے دیکھے۔

اپنی وفات کا علم اور وصیت

آپ کی وفات کا واقعہ بھی بڑا عجیب ہے وہ یوں کہ آپ جمعہ کے دن اپنی آرام گاہ سے اترے اور حمام میں غسل فرمایا پھر نماز جمعہ کے لیے صاف ستھرے کپڑوں کا جوڑا پہنا۔ اس وقت جو شخص آپ کے قریب موجود تھا۔ اسے فرمایا ان میں ایک کپڑا فلاں عورت کو اور دوسرا فلاں عورت کو دے دینا۔ آپ کی یہ عادت تھی جب کوئی کپڑا پہنتے تو اس کو کسی کے لیے معین کر دیتے۔ کچھ دیر استعمال کرنے کے بعد اس معین شخص کو دے دیتے۔ پھر آپ نے نماز جمعہ جامع مسجد میں ادا کی۔ اور مسجد کے موذن داؤد سے کو کہا جو مردوں کو غسل دیا کرتا تھا، اے داؤد! دیکھنا کل کیا ہوگا۔ داؤد آپ کا اشارہ نہ سمجھ سکا۔ کہنے لگے یا سیدی! ہم سب آپ کی پناہ میں ہیں۔ نماز ادا کرنے اور موذن سے گفتگو کرنے کے بعد شیخ موصوف اپنی عبادت گاہ میں واپس آ گئے آپ روزے سے تھے۔ آپ نے فقرا کو حکم دے رکھا تھا کہ اس چٹان کو توڑ ڈالیں جو آپ کی آرام گاہ یا پناہ کے قریب تھی جس کے نیچے آپ سویا کرتے تھے۔ اور اس کے قریب بیٹھا کرتے تھے اور وہیں دفن کیے گئے۔

فقرا نے چٹان توڑنا شروع کر دی۔ آدھے ہاتھ کی مقدار باقی رہ گئی تھی۔ آپ نے ان سے کہا کل سورج طلوع ہونے سے قبل تم ان شاء اللہ فارغ ہو جاؤ گے۔ آپ نے شب بھر اپنے ساتھیوں کے تذکرہ میں بسر فرمائی اور اپنے جاننے پہچاننے والوں کی باتیں کرتے رہے اور ایک ایک کے لیے دعا کرتے رہے۔ اللہ تعالیٰ سے یوں عرض کرتے اے میرے آقا! فلانی

عورت جس کے مکان کے قریب سے میں گزرا، اس نے مجھے پانی پلایا تھا تو بھی اسے پانی پلانا۔ اس نے مجھے تھوڑا سا پانی وضو کرنے کے لیے دیا تھا۔ میں نے اس سے وضو کیا تھا تو بھی اسے معاف کر دینا۔ فلاں شخص نے مجھ پر احسان کیا تھا تو بھی اس پر احسان فرمانا۔ اس طرح کرتے کرتے رات گزر گئی اور صبح صادق ہو گئی۔ صبح کی نماز با جماعت ادا کی۔ پھر باہر تشریف لائے اور چٹان پر بیٹھ گئے جس پر عام طور پر بیٹھا کرتے تھے۔ قبلہ کی طرف منہ کر لیا، تسبیح ہاتھ میں تھی۔ ادھر فقراء اپنا کام مکمل کر رہے تھے جو تھوڑا سا حصہ رہ گیا تھا سورج طلوع ہونے کے ساتھ ہی وہ اپنے کام سے فارغ ہو گئے۔ شیخ اسی حالت پر بیٹھے ہیں۔ اور ان لوگوں کا خیال تھا کہ آپ سو رہے ہیں اور تسبیح ہاتھ میں اسی طرح تھامی ہوئی ہے۔ پھر قلعہ کے امیر کا خادم کسی کام کے لیے حاضر ہوا۔ اس نے آپ کو دیکھا تو اس نے بھی خیال کیا کہ آپ سوئے ہوئے ہیں۔ جرأت نہ کی کہ آپ کو بیدار کر دے پھر کچھ دیر خاموش بیٹھا رہا۔ پھر اسے اپنے استاد کا ڈر یاد آیا تو اس نے شیخ کے خادم عبدالصمد سے کہا میں اس سے زیادہ دیر ٹھہرنے کی قدرت نہیں رکھتا۔ چنانچہ آپ کے خادم نے آواز دی یا سیدی! آپ نے کوئی جواب نہ دیا۔ پھر خادم نے آپ کو بلایا تو انہیں معلوم ہوا کہ آپ زندگی سے دور جا چکے ہیں۔ ادھر ملک امجد شکار کرنے کے لیے کہیں گیا ہوا تھا۔ جب اسے آپ کے وصال کی خبر پہنچی تو بہت جلد واپس پلٹا۔ اس نے دیکھا کہ شیخ کی حالت میں ذرہ بھر فرق نہیں آیا۔ نہ نیچے گرے اور نہ جسم پر کوئی موت کا اثر دکھائی دیتا تھا۔ آپ کی تسبیح اسی طرح آپ کے ہاتھ میں تھی گویا آرام فرما رہے ہیں۔ پھر آپ کے غسل و کفن میں مصروف ہو گئے۔ داؤد موذن آیا اس نے غسل دیا۔ دراصل داؤد موذن کو جو شیخ نے کل کہا تھا، وہ اس واقعہ کی طرف اشارہ تھا۔ اس نے پھر دونوں کپڑے جو شیخ نے پہن رکھے تھے ان دو عورتوں کو پہنچا دیئے۔ جن کے بارے میں شیخ وصیت فرما چکے تھے۔ آج کا دن بعلبک میں خلق خدا کے ہجوم کا دن تھا۔ آپ کو چٹان کے نیچے اس پناہ گاہ میں دفن کیا گیا جسے فقراء نے اکھیڑا تھا۔ پھر آپ کے ارد گرد بعد میں بہت سے اولیاء کرام مدفون ہوئے یہ واقعہ ''تحفۃ الانام'' سے منقول ہوا۔

اللہ تعالیٰ کے بندوں سے بے ادبی کے خطرناک نتائج

ہمیں یہ بات بتائی گئی کہ شیخ موصوف ملک امجد کو جو بعلبک کا مالک تھا، یا مجید تصغیر کے ساتھ کہا کرتے تھے۔ کسی بدبخت نے ملک سے کہا آپ ملک ہیں اور یہ (شیخ موصوف) تمہاری توہین کرتا ہے ایسا کرنا ملک ہونے میں خرابی اور نقص ڈالتا ہے۔ ایسے اور بھی بدبخت لوگ لگاتار ملک کے کان بھرتے رہے۔ حتیٰ کہ ملک نے اپنی جماعت کے ایک شخص سے کہا جاؤ اور جا کر شیخ سے کہو آپ کو ملک امجد صاحب کہتے ہیں یہ شہر آپ کا ہے آپ یہ مجھے ہبہ کر دیں۔ وہ بدبخت بھی شہر کی طرف تیزی سے چل پڑا۔ اس نے دیکھا کہ شیخ کا پیغام بر بھی وہاں پہنچ چکا تھا۔ اس نے اسے کہا کہ شیخ صاحب نے تمہیں حکم دیا ہے کہ مجید ملک کے پاس جاؤ اور اسے کہو کہ شہر میرا ہے اور میں تمہیں اس سے باہر نکالتا ہوں۔ اس میں داخل نہ ہونا ابھی یہ دونوں گفتگو میں مصروف تھے کہ اچانک ملک مجید آن پہنچا۔ اسے اس کا گھوڑا لے کر بھاگ نکلا۔ اور واپس اس تیزی سے پلٹا جیسے بجلی کوندتی ہے۔ اور اس کے ساتھی بھی مجبوری کے عالم میں بھاگ اٹھے۔ ان میں سے کسی کو ہمت نہ پڑی کہ گھوڑے کو واپس پلٹائے یا اس سے نیچے ہی اتر آئے۔ حتیٰ کہ گھوڑے خود بخود حمص کی سرزمین پر آ کر رک گئے اور اکراد کے قلعہ کے قریب آ کھڑے ہوئے یہ

دونوں شہر بعلبک سے ایک دن کی مسافت پر واقع ہیں۔ حمص میں جس شخص کی حکومت تھی وہ ملک امجد کا دشمن تھا۔ اکراد قلعہ میں فرنگیوں کی ملعون حکومت بڑی مضبوط تھی۔ چنانچہ ملک امجد اور اس کے ساتھیوں کو اپنی موت نظر آئی۔ انہوں نے گھوڑوں کو بعلبک کی طرف لوٹانا چاہا۔ لیکن کامیاب نہ ہو سکے۔ ان میں سے اگر کوئی گھوڑے سے نیچے اتر کر بعلبک کی طرف چلنا چاہتا تب بھی نہ چل سکتا۔ اس وقت اس نے کہا تمہاری بربادی ہو۔ ان کو خوب کوسا اور توہین آمیز باتیں کہیں اور کہا تمہاری یہ سب بدقسمتی کی باتیں اس لیے ہمیں دیکھنا پڑیں کہ تم نے اللہ تعالیٰ کے بندوں کی بے ادبی کی ہے۔ تمہاری اس جرأت کا نتیجہ ہے کہ ہمیں یہ دن دیکھنے پڑے آؤ ہماری طرف کہ ہم اللہ تعالیٰ سے معافی مانگیں اور در توبہ پر دستک دیں اور وہ ایلچی خبیث بھی ان کے ساتھ تھا۔ اسے بھی وہی کچھ دیکھنا پڑا جو انہیں دیکھنا پڑا۔ اس وقت کہنے لگا یہ سب کچھ میری وجہ سے ہوا ہے۔ دراصل شیخ کا جواب یہ تھا اور اس نے داخل ہونے سے روکا تھا۔ پھر شیخ صاحب کی بات کی صداقت ظاہر ہوگئی۔ وہ گھوڑوں سے اترے اور سر ننگے کر کے توبہ و استغفار کی اور کافی دیر روتے رہے۔ پھر اپنے گھوڑوں کے پاس آئے۔ سوار ہوئے اور انہیں بعبک کی طرف چلایا اب کوئی رکاوٹ نہ تھی۔ جب شہر کے قریب پہنچے تو شیخ صاحب کا ایلچی آیا اور شیخ کی طرف سے رضامندی اور اجازت کی خبر دی۔ چنانچہ وہ داخل ہوئے پھر ملک آیا اور شیخ صاحب کے قدم چومے۔ توبہ کی اور نادم ہوا اس دن لوگوں کا ہجوم دیکھنے کا تھا۔

بہت بڑے پتھر کو گرنے سے تھام لیا

ثقہ لوگوں سے ہمیں یہ روایت پہنچی کہ ملک امجد نے شہر میں ایک عمارت شروع کی۔ جس میں بڑے بڑے پتھر لگانے کا منصوبہ تھا اور بڑے بھاری ہتھیار استعمال ہونے تھے۔ جن کی بڑائی بعلبک میں معروف تھی ایک دن شیخ صاحب عبادت خانہ میں تھے۔ مزدوروں نے ایک بہت بڑا پتھر پہاڑ کی طرح صاری نامی آلہ سے اٹھایا ہوا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے مقدر کیا تھا کہ پتھر گرے گا اور انہیں اس کی خبر تک نہ ہوئی۔ مگر ہوا یہ کہ شیخ عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ ہوا میں اڑتے آئے اور پاؤں سے اس پتھر کو ٹھوکر لگائی۔ چنانچہ وہ درہم پھینکنے کی طرح دور جا گرا۔ اس سے بہت سے آدمی مرنے سے بچ گئے۔ اگر وہ بھاری پتھر ان پر گر پڑتا تو ان کا نام و نشان نہ رہتا ملک امجد اور تمام کارندے شیخ کے عبادت خانہ کی طرف گئے۔ ننگے پاؤں اور افسوس و حسرت کرتے ہوئے آپ کی دہلیز کو چوما اور مٹی میں لپٹ گئے۔

ولی اللہ کا دشمن بھی مان گیا

ہم سے لوگوں نے یہ روایت بھی کی کہ شیخ عبداللہ مذکور رحمۃ اللہ علیہ کو قبولیت عظمیٰ عطا کی گئی تھی۔ قریب تھا کہ جو شخص آپ کو دیکھ پاتا وہ جدائی میں مرجاتا۔ آپ ایک مرتبہ دمشق تشریف لے گئے تو اولیاء کرام کے دشمن اور حاسد لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے فضل سے تنگدلی کا مظاہرہ کیا اور کہنے لگے کہ ان لوگوں نے نظام عالم کو تباہ و برباد کر دیا ہے۔ شیخ کو اس بارے میں بتلایا گیا۔ آپ نے فقراء میں سے خوش الحان فقراء کو حکم دیا۔ انہوں نے ترنم سے پڑھنا شروع کر دیا سب مجمع رقص کرتے کھڑا ہو گیا اور شیخ ہوا میں ان کے اوپر رقص کر رہے تھے۔ شامی ثنیۃ العقاب کی جانب نظر آتے تھے جو دمشق سے آدھے دن کی مسافت پر تھا۔ اس

سے لوگوں کو ایک عظیم چیز دیکھنے میں آئی اور لوگوں نے اپنے کاروبار چھوڑ دیئے۔ آپ کے بعض ساتھیوں نے عرض کیا۔ حضور! بعلبک واپس تشریف لے چلیں۔ اسی میں لوگوں پر مہربانی ہوگی۔ آپ واپس تشریف لے آئے۔

پل بھر میں دور دراز کا سفر طے کرا دیا

مروی ہے امیر کبیر کی ایک صاحبزادی کو شیخ سے بے پناہ عقیدت ومحبت تھی۔ شوق زیارت نے غلبہ کیا۔ اپنے والد سے زیارت مقام الخلیل علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی اجازت طلب کی جو ظاہر دمشق میں برزہ بستی میں واقع تھی اور کہنے لگی کل دوپہر کو واپس آ جاؤں گی۔ چنانچہ اجازت ملنے پر وہ حسب عادت مخصوص ذمہ داروں کے ساتھ چل پڑی۔ خچر پر سوار بعلبک کے راستہ پر ہولی۔ رات کے ابتدائی حصہ میں وہاں پہنچ گئی اور شیخ کو بتایا کہ مجھے کل دوپہر تک کا وقت ملا ہے۔ شیخ موصوف نے فرمایا ذرنے کی کوئی بات نہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے آپ اس کو صبر و دلاسہ کی تلقین فرماتے رہے حتیٰ کہ دوسرے دن ظہر کی اذان ہوگئی۔ کہنے لگی یا سیدی! میں ہلاک ہوگئی۔ آپ نے فرمایا تو ابھی پہنچ جائے گی ابھی وہ سوار ہی ہوئی تھی کہ اچانک اپنے آپ کو دمشق میں اپنے والد کے گھر کے دروازے پر کھڑا پایا۔ اور لوگ نماز ظہر ادا کر رہے تھے۔ جب اس نے یہ دیکھا تو اس کی عقل گم ہوگئی۔ پھر اس کے باپ کو اس کا علم ہو گیا اس نے لڑکی کو شیخ کی طرف بھیجا خود ساتھ تھا اور شیخ سے اس کی شادی کردی۔ اللہ تعالیٰ نے اس سے آپ کو اولاد عطا فرمائی۔

618ھ میں آپ نے انتقال فرمایا۔ آپ کی عمر اسی برس سے تجاوز کر چکی تھی۔ آپ بعلبک میں ہی مدفون ہوئے۔ آپ کی قبر پر ہیبت وجلال سے بھرا گنبد بھی ہے۔

جناب سراج کہتے ہیں ہم سے یہ بھی روایت کیا گیا کہ جمعہ کی اکثر راتوں کو آپ کی قبر انور کے نزدیک ایک بہت بڑا شیر نظر آتا تھا۔ ہم کہا کرتے تھے کہ یہ شیخ صاحب کا سر ہے اگرچہ بعض باتونی آدمی اس کا انکار کرتے ہیں۔

فیض ملنے کا عجیب سبب

جناب سراج ہی بیان کرتے ہیں کہ ہمیں ثقہ لوگوں نے یہ بات بتائی کہ شیخ کی تمکین (قدرت وولایت) کا سبب یہ بنا کہ آپ نے ایک مرتبہ اپنے عبادت خانہ سے جبل لبنان جانے کا ارادہ کیا۔ وہاں ایک مرد خدا کی تلاش کے لیے نکلے تھے۔ آپ نے اس مرد خدا کے خادم کو ایک غار کے باہر بیٹھا دیکھا۔ پوچھا تمہارے شیخ کہاں ہیں؟ اس نے ہاتھ سے اشارہ کیا کہ وہ۔ پھر شیخ صاحب غار میں گئے سلام کیا۔ اس شیخ نے کہا اے عبداللہ! باہر نکلو تا کہ اس باہر والے فضولی کی تجہیز وتکفین کریں۔ جس نے تمہاری رہنمائی کی ہے۔ آپ باہر نکلے تو دیکھا کہ وہ مرا ہوا ہے۔ اسی وقت آپ نے دیکھا کہ پانی بھی آ گیا۔ اور غسل دینے کے برتن وغیرہ بھی موجود ہو گئے۔ دونوں بزرگوں نے مل کر غسل دیا۔ غسل کے بعد چالیس آدمی دیکھے۔ نہ معلوم وہ کہاں سے آئے تھے انہوں نے اس کی نماز جنازہ ادا کی اور دیکھا کہ قبر بھی کھدی ہوئی ہے۔ انہوں نے اسے دفن کیا اور چالیس آدمی غائب ہو گئے۔ پھر اس شیخ نے آپ سے کہا اے عبداللہ! تو نے جو مانگا ہم نے وہ تجھے عطا کر دیا ہے۔ اس کانے پر سوار ہو جا

اور اپنے عبادت خانہ واپس چلا جا۔ عنقریب تجھے یہاں آنے کا پھل مل جائے گا۔ اور تجھ میں بحمدہ تعالیٰ واقعی اہلیت بھی ہے۔

حضرت عبداللہ خامی مصری رحمۃ اللہ علیہ

بورۂ ارمنی پتھروں میں تبدیل ہو گیا

آپ قرافہ میں رہائش پذیر تھے اور تلوار سازی کا کام کیا کرتے تھے۔ ایک دن ان کے پاس وزیر کا قاصد آیا اور اپنے ساتھ بہت سے گدھوں پر بورۂ ارمنی لاد کر لایا۔ اور شیخ سے عرض کرنے لگا یا شیخ! وزیر نے لوگوں کو بورۂ ارمنی مفت عطا کیا اور یہ آپ کے لیے بھیجا ہے۔ شیخ نے انہیں جواب دیا میں کچھ بھی نہیں لوں گا۔ وہ اندر آئے اور تمام بورۂ ارمنی زمین میں ڈال دیا اور باہر واپس جانے کا ارادہ کیا۔ لیکن انہیں مکان کا کوئی دروازہ دکھائی نہ دیا۔ انہوں نے ذرا جرأت دکھائی اور شیخ موصوف سے کہا یا سیدی! خدا واسطے ہمارے لیے دروازہ کھول دیں۔ شیخ نے انہیں فرمایا اگر تم اس مکان سے نکلنا چاہتے ہو تو اس کا ایک ہی طریقہ ہے وہ یہ کہ جو تم یہاں لے کر آئے ہو، اسے اٹھا لو۔ انہوں نے بورۂ ارمنی اٹھایا اور اپنے سامان میں دوبارہ رکھ لیا۔ انہوں نے لادا ہی تھا کہ دروازہ کھلا ہوا نظر آ گیا۔ وہاں سے نکلے اور واپس وزیر کے پاس آ گئے۔ وزیر نے پوچھا تمہیں کیا ہوا بورۂ ارمنی واپس لے آئے ہو؟

انہوں نے شیخ کے ساتھ پیش آنے والا قصہ سنا ڈالا۔ وزیر نے انہیں کہا تم جھوٹ بولتے ہو۔ شاید تم نے ان سے رشوت لے لی ہے۔ میں تمہارے ساتھ ان کے پاس چلتا ہوں اور دیکھتا ہوں کہ کیا ماجرا ہے۔ وزیر سوار ہوا اور چلتے چلتے سب شیخ موصوف کے پاس پہنچ گئے۔ سلام کیا اور پوچھا یا شیخ! آپ نے بورۂ ارمنی واپس کیوں کر دیا؟ وہ قیمت کے اعتبار سے کوئی کم قیمت نہیں؟ شیخ موصوف نے وزیر کو جواب دیا ہماری کسی شے کے بارے یہ عادت نہیں کہ تم پتھر بھیجو اور ہم سے اس کی قیمت اور معاوضہ طلب کرو۔ شیخ کی اس بات سے وزیر آگ بگولا ہو گیا۔ اور اپنے ساتھی سے کہا جو کچھ لائے ہو ذرا سامنے زمین پر ڈال دو۔ انہوں نے زمین پر پھینکا تو وہ واقعی پتھر نکلے جن کا کوئی نفع نہ تھا۔ جب وزیر نے یہ دیکھا تو اللہ تعالیٰ سے استغفار کی کہ شیخ موصوف کے بارے میں جو میں نے رویہ اختیار کیا، اس کی معافی چاہتا ہوں۔ اس سے شیخ موصوف کی وقعت اور بڑھ گئی اور کوئی شخص بھی آپ کے بارے میں غلط بات کرنے کی ہمت نہ پاتا اور نہ ہی قرافہ کے رہنے والوں کی کوئی برائی کرتا۔ یہ واقعہ علامہ سخاوی یا مناوی نے ذکر کیا۔ اب مجھے صحیح طرح یاد نہیں رہا۔

حضرت عبداللہ ارموی رحمۃ اللہ علیہ

پیٹ پر ہاتھ پھیرا تو بھوک کے مٹنے کا نام نہ لیا

آپ اولیائے عارفین میں سے تھے۔ صاحب کرامت بزرگ تھے۔ ان کا ایک ساتھی تھا جسے شیخ محمد کہا جاتا تھا۔ اس نے آپ سے ایک دن بھوک نہ لگنے کی شکایت کی آپ نے اپنا دست اقدس اس کے پیٹ پر پھیرا اور فرمایا جب تک تو زندہ رہے گا ہمیشہ بھوکا ہی رہے گا۔ اس کے بعد وہ بہت زیادہ کھانے لگے لیکن جس قدر بھی کھاتے معاوضہ دے کر کھاتے۔ اور محنت

مزدوری کر کے کھاتے۔ پھر ایسے پیٹو ہو گئے کہ اگر کوئی شخص سو آدمیوں کی خوراک کے برابر بکریوں کی سریوں کو ان کی طرف ہدیہ بھیجتا تو فرماتے سو کی سو لے آؤ تا کہ میں کھالوں۔ لوگ اس سے بڑے لطف اندوز ہوتے تھے۔ حتیٰ کہ فرمایا: ایک دفعہ ایسا ہوا کہ ایک شخص آیا اس کے پاس بڑی موٹی تازی بکری کی سری تھی۔ اس نے مکان کے دروازے پر کھڑے ہو کر سری اندر پکڑائی اور خود بھاگ گیا تو میں نے کسی چیز کے بغیر ہی کھالی۔ ان کا نام ''محمد اکال'' پڑ گیا تھا۔ شیخ عبداللہ مذکور نے 631ھ میں دمشق کے اندر انتقال فرمایا اور جبل قاسیون کے دامن میں مدفون ہوئے۔ (قالہ السراج)

حضرت عبداللہ ابو رضوان رحمۃ اللہ علیہ

قبر میں جا کر بھی تصرف برقرار رہنا

آپ منیۃ زافر بستی کے رہنے والے تھے۔ آپ کے قریب سے ایک دفعہ امیر علاؤ الدین کبکبی کا گزر ہوا جو اس وقت صفد شہر میں نائب السلطنت تھا۔ یہ دور حکومت ملک منصور سیف الدین قلاوون صالحی کا تھا۔ امیر علاؤ الدین نے آپ سے دعا طالب کی۔ آپ کے دل نے نہ چاہا۔ اس لیے اسے کوئی فائدہ نہ ہوا۔ پھر اس امیر نے آپ کو بطور ہدیہ ایک چادر بھیجی جو چالیس درہم کی قیمت کے برابر تھی۔ شیخ نے اپنے بیٹے رضوان سے کہا اس نے ہمیں رسوا کر دیا۔ ہم چھپے ہوئے تھے کوئی جانتا نہ تھا۔ میرے لیے قبر کھود و جو اس دیوار کی طرف ہو۔ اس کے بعد شیخ موصوف آدھی رات کے وقت انتقال فرما گئے اور اس قبر میں دفن کر دیئے گئے اور مرتے وقت فرما گئے کہ اس چادر کو قبر پر ڈال دینا۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ چادر بڑی قیمتی تھی۔ ایک بد بخت چور آیا تا کہ رات کی تاریکی میں وہ چادر لے اڑے جب قبر پر سے چادر اٹھانے لگا تو قبر کے اندر سے شیخ نے ہاتھ نکالا اور چور کو پکڑ لیا اور اس کا ہاتھ نہ چھوڑا۔ پھر کچھ لوگ صبح کے وقت قبر پر آئے۔ انہوں نے دیکھا کہ بے چارہ مدد مانگ رہا ہے۔ چنانچہ ان لوگوں نے شیخ موصوف سے بہت مرتبہ سوال کیا۔ حتیٰ کہ انہوں نے اس کا ہاتھ چھوڑ دیا اب وہ ہاتھ بیکار ہو چکا تھا۔ اسی تکلیف کی وجہ سے بعد میں وہ مر گیا۔ صرف دو یا تین دن زندہ رہا۔

جناب سراج کہتے ہیں یہ بات (قبر سے تصرف کرنا) ہمارے نزدیک ثابت اور حق ہے اور یہ شیخ ابو رضوان اکابر صالحین میں سے تھے۔ اولیائے کرام کے سردار اور طریقت کی معروف شخصیت تھے۔ ان کی بکثرت کرامات ہیں۔ منیہ زافر بستی کا پورا نام منیہ زافر شامی بلبیس ہے۔ مصر کی حدود میں شامل ہے۔ آج تک ایسے ہی ہے۔

حضرت عبداللہ عجمی رحمۃ اللہ علیہ

ولی را ولی می شناسد

آپ اکابر اولیاء اور مشہور صوفی شخصیت ہوئے ہیں۔ جناب سراج رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ہمیں یہ روایت ملی جس کے راوی امیر کبیر بدر الدین محمد بن قاضی اجل عالم شریف الدین ابراہیم بن خلیل ہیں جو ان دنوں حلب محروسہ کے حلقہ منصورہ کے پیش رو ہیں۔ ان کے والد گرامی بیر کے قاضی تھے۔ یہ دور امیر کبیر غازی جمال الدین اقش معینی کا تھا۔ اسی لیے آپ ابن القاضی کے

لقب سے مشہور تھے۔ ابن القاضی بیان کرتے ہیں میرے نانا جان الحاج علی بن ابی بکر بن فلاح العراقی جو بیرہ کے محتسب تھے اور دنیاوی اعتبار سے کافی امیر تھے، کے ساتھ انہیں فقرا اور صالحین سے بڑی محبت تھی۔ ان حضرات میں سے شیخ عبداللہ عجمی بھی تھے جو کفرطشتہ بستی میں مقیم تھے۔ یہ بستی بیرہ کے قریب واقع ہے۔ باغات کی دیکھ بھال کیا کرتے تھے۔ اور ان میں محنت مزدوری بھی کیا کرتے تھے اور صلاح وکرامات میں مشہور تھے۔ الحاج علی بن ابی بکر نے ایک رات خواب دیکھا کہ کوئی کہنے والا کہہ رہا ہے تمہارا بھائی شیخ عبداللہ کانٹے دار درختوں میں گھس گیا ہے۔ اور اس کے ساتھ شیخ عبدالرحمن حبشی بھی ہیں۔ انہوں نے اپنے ساتھی سے کہا کہ یہاں سے باہر مت نکلنا جب تک کوئی شخص ہماری خوراک لے کر یہاں نہ آئے اور پھر اپنے ہاتھ سے ہمیں نہ کھلائے۔ ہر ایک کو کم از کم تین لقمے حلوئی صابونیہ کے کھلائے۔ میں جاگا اور اپنی خادماؤں کو بھی جگایا میں نے بہت سا حلوئی بنوایا۔ روٹیاں، کیک گھی میں بنے ہوئے اور مصالحہ جات ساتھ لیے۔ غلاموں نے اٹھایا۔ اور ہم شیخ کے پاس اس جگہ آگئے جس کا خواب میں مجھے الہام ہوا تھا۔ ہم نے انہیں وہاں موجود پایا۔ ان کے پاس شیخ عبدالرحمن بھی تھے۔ انہیں شیخ نے پہلے سے بتا دیا تھا کہ میرے نانا جان کو خواب میں کیا کہا گیا ہے۔ میرے نانا جان نے ان سے گفتگو کی۔ لیکن ان دونوں نے کچھ کلام نہ کیا۔ اس کے بعد نانا جان ان سے مذاق کرنے لگے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے نانا جان کو الہام کیا کہ ان دونوں کو تین تین لقمے کھلاؤ۔ پھر ان سے گفتگو کرنا، انہیں وہاں رہتے دو دن اور دو راتیں گزر گئی تھیں۔

امیر نے متاثر ہو کر اپنی بیٹی دے دی

مروی ہے ملک زاہر مجیر الدین بن داؤد بن سلطان ملک ناصر صلاح الدین یوسف بن ایوب جنہوں نے فرنگیوں سے بیت المقدس کو آزاد کرایا تھا صاحب بیرہ یہیں مقیم تھے اور یہیں انتقال فرمایا۔ بیرہ کے امیر ایک دن کفرطشتہ جانے کے لیے گھر سے چلے۔ کیونکہ وہاں بہت سے باغات وغیرہ تھے۔ انہوں نے شیخ عبداللہ مذکور کو ایک باغ میں دیکھا اور کہا اے باغ کے رکھوالے! ہمیں میٹھا انار کھلاؤ۔ آپ نے اسے ایک انار دیا، وہ کھٹا نکلا۔ جس سے آپ شرما گئے آپ کو اس سے پہلے باغ میں سے میٹھے اناروں کا علم نہ تھا۔ اور نہ ہی ان کے ذائقہ کے بارے میں انہیں کچھ معلومات تھیں۔ آپ نے دو رکعت نماز ادا کی اور اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ وہ میٹھے انار کی نشاندہی کر دے تاکہ وہ امیر صاحب کو پیش کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ نے ملک زاہر کی آنکھوں سے پردہ اٹھا دیا۔ اس نے دیکھا کہ شیخ کے سجدہ کے ساتھ درخت بھی سجدہ کر رہے ہیں وہ بے خود ہو کر گھوڑے سے نیچے آ گیا اور شیخ موصوف کے قدم چومنے شروع کر دیئے۔ آپ اسے روکتے لیکن وہ باز نہ آیا۔ شیخ نے پوچھا تمہیں کیا ہوا ہے؟ کہنے لگا میں نے ایسے ایسے دیکھا ہے۔ شیخ نے فرمایا شاید خیالات میں ایسا دیکھا ہو۔ کہنے لگا نہیں۔ خدا کی قسم! درحقیقت آپ بادشاہ اور امیر ہیں اور ہم آپ کے غلام ہیں۔ اس قسم کی اور بھی اس نے باتیں کیں اور یہ بھی کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ اپنی بیٹی تمہارے عقد میں دے دوں۔ آپ نے فرمایا تم لوگ بادشاہ ہو اور میں ناچیز ہوں۔ امیر کہنے لگا میری پیشکش کو قبول کرنا آپ پر لازم ہے آپ نے قبول کر لی۔ شادی ہو گئی اور زاہر اپنے گھر کی طرف چل پڑا۔ گھر جا کر اپنی بیوی سے کہنے لگا فلاں بچی کا ساز و سامان تیار کرو۔ میں نے اس کی شادی کر دی ہے۔ بیوی نے پوچھا کس بادشاہ سے اس کی شادی ہوئی؟ جواب دیا فلاں

سے۔ اسے یہ ناگوار گزرا۔ لیکن جب امیر نے شیخ موصوف کا مقام و مرتبہ بتایا تو وہ راضی ہوگئی اور اس بیٹی کے جہیز میں تقریباً تین سو اونٹ اور شہزادیوں کے شایان شان دیگر سامان و زیورات بھی دیئے۔ آپ کے پاس ایک آدمی نے آکر یہ سب کچھ بتا دیا۔ شیخ نے پوچھا جو تم نے بتایا ہے کیا واقعی ملک زاہر نے ایسا ہی کیا ہے؟ کہنے لگا جی حضور! آپ اٹھے اور انہیں خوش آمدید کہا۔ اور ڈولی کے قریب کھڑے ہو گئے اور کہنے لگے اے فلاں عورت! کیا تو میرے خاوند ہونے پر راضی ہے؟ کہنے لگی ہاں۔ آپ نے کہا پھر نیچے اتر آ۔ وہ اتر آئی۔ فرمایا جو کچھ زیورات وغیرہ پہن رکھے ہیں سب اتار کر رکھ دو۔ وہ اس وقت لعل و جواہر سے لدی ہوئی تھی اس نے اتار کر رکھ دیئے آپ نے اسے چوغہ اور تہبند پہنا دیا اور قیمتی پوشاک اتار لی اور اس گھر کی طرف چل پڑے جو ایک باغ کے مالی کی شایان شان ہوتا ہے۔ اس واقعہ کو پڑھنے اور سننے والے! ذرا دیکھ! کہ اس میں کیا کیا عجیب باتیں پوشیدہ ہیں اور یہ بھی دیکھ! کہ اللہ تعالیٰ نے ملک زاہر کو ایسا کرنے کے لیے کس طرح مسخر کر دیا۔ اور پھر اس کی بیٹی کیسے ، تحت ہوگئی کہ ایک ہی لمحہ میں شہزادی کی حالت سے فقیری کی حالت میں تبدیل ہوگئی اور ایک ہی لحظہ میں زہد و تقویٰ کی کتنی منزلیں طے کرگئی۔ ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء

جڑی بوٹیاں توجہ سے تلف کرنا اور پھر اگانا

جناب سراج رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں ہمیں بتایا گیا کہ عراق میں رہنے والے ایک شخص کو جب ملک زاہر اور شیخ موصوف کے مذکورہ واقعہ کا پتہ چلا تو وہ عراق سے بیرہ ہجرت کرنے پر آمادہ ہو گیا۔ پھر ایک دن اتفاق ہوا کہ شیخ عبداللہ باغ میں موجود جڑی بوٹیاں اکھیڑ رہے تھے۔ عراق سے آنے والے شیخ عراقی نے جڑی بوٹیوں کی طرف اشارہ کیا تو وہ خود بخود اکھڑ کر باغ کی ایک طرف جمع ہوگئیں۔ یہ دیکھ کر شیخ عراقی سے شیخ عبداللہ نے پوچھا یہ کیا ہے؟ شیخ عراقی نے کہا میں نے ارادہ کیا کہ شیخ صاحب کو آرام پہنچاؤں۔ آپ نے شیخ عراقی کو فرمایا ہم بھی ایسا کرنے کی طاقت رکھتے ہیں لیکن ہماری غرض یہ ہے کہ پیشانی پر پسینہ آئے اور پھر اسے پونچھ کر صاف کرنے سے لقمہ کھائیں۔ آپ زمین کی طرف چل دیئے۔ پھر جڑی بوٹیوں کو حکم دیا جہاں جہاں سے اکھڑی ہو وہیں جا کر اگو۔ چنانچہ وہ اپنے اپنے اگنے کے مقام پر آگئیں۔ یہ دیکھ کر شیخ عراقی نے آپ کے قدم چوم لیے اور مرنے تک آپ کی صحبت میں رہے۔ شیخ عبداللہ موصوف 540ھ کے قریب فوت ہوئے اور کفر طشتہ کے قبرستان میں دفن کیے گئے جو حلب کے نقشہ میں ہے اور آپ کی قبر زیارت گاہ عام و خاص ہے۔

حضرت ابو محمد عبداللہ بن محمد بن عبدالرحمٰن باعباد حضرمی رحمۃ اللہ علیہ

آپ حضر موت کے بہت بڑے مشائخ میں سے تھے جو قدر و منزلت میں شہرت رکھتے تھے۔ آپ نے ابتدائی حالت میں صالح محمد بن علی باعلوی رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت پائی۔ ان سے استفادہ کیا اور علوم سیکھے۔ انہیں آپ سے بہت محبت تھی اور ان کی تعریف کیا کرتے تھے۔ پھر شیخ احمد بن جعد کی طرف تشریف لے گئے۔ ان سے مہارت حاصل کی اور صوفیہ کرام کے طریقہ کا نفع اٹھایا اور علوم حاصل کیے اور شیخ ابوالغیث بن جمیل وغیرہ اکابر بزرگوں سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا۔ ان سے خوب نفع حاصل کیا۔ اپنے آپ کو ابن جعد کی طرف منسوب کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ پر بہت سی فتوحات کے دروازے کھولے۔

حتیٰ کہ شہرت پائی اور لوگ ان کا تذکرہ کرنے لگے۔ مختلف اطراف کے لوگ ان کی زیارت کے لیے آتے اور بہت سے لوگ ان کی پیروی کرنے لگے۔ آپ کی کرامات ظاہر اور احوال واضح تھے۔ آپ اپنے اصحاب سے فرمایا کرتے تم میں سے جب کوئی پریشانی اور تکلیف میں مبتلا ہو جائے تو وہ اللہ تعالیٰ کے حضور مجھے بطور وسیلہ پیش کیا کرے اور مجھے یاد کر لیا کرے۔ تم جہاں کہیں بھی ہوگے میں حاضر ہو جایا کروں گا۔ بعض نے آپ کی اس بات کا تجربہ بھی کیا تو واقعی ایسے ہی ہوا جیسے آپ نے فرمایا۔

مرید کا خیال رکھنا اور اس کی پریشانی دور کرنا

ابو مہرہ نقیب الفقرا اصل میں ابتدا میں شیخ سعید بن عیسیٰ کے مریدین میں سے تھا۔ پھر شیخ با عباد مذکور کی صحبت ملی اور ان کے ساتھ ہی ہو گیا۔ اتفاق سے ایک مرتبہ انہوں (نقیب الفقرا) نے اپنے پہلے شیخ سعید بن عیسیٰ کی زیارت کرنے کا ارادہ کیا اور جب ان کے پاس پہنچے تو شیخ سعید کا دل ان سے متغیر ہو گیا۔ جس سے ان پر ایسی حالت طاری ہوگئی کہ قریب تھا کہ اس سے موت واقع ہو جاتی اور ہوش و حواس کھو بیٹھتے۔ ان کے ہمراہ ان کا چچا زاد بھائی بھی تھا۔ اس نے شیخ با عباد سے استغاثہ (مدد مانگنا) کیا۔ شیخ موصوف اسی وقت اپنے شہر سے تشریف لے آئے اور نقیب الفقرا اسی وقت تندرست ہو گیا۔ اس پر شیخ سعید کو رنج ہوا اور کہا کہ آپ کو میرے اور میرے مرید کے درمیان آنے کی کیا ضرورت تھی؟ شیخ با عباد نے جواب دیا اس کا ہاتھ تمہارا ہے۔ اور اس کا دل ہمارا ہے۔ پھر اسے اپنے ساتھ لے کر روانہ ہو گئے اور کوئی نقصان نہ ہوا۔

شیخ عبد اللہ مذکور پر کبھی ایسی حالت طاری ہوتی کہ جب تخلیہ میں ہوتے تو ان سے نور عظیم بلند ہوتا نظر آتا اور کبھی تو ان کی شخصیت اس نور میں غائب ہو جاتی۔ بسا اوقات ان کا جسم اس قدر بڑا ہو جاتا کہ سارا گھر اس سے بھر جاتا۔

روضۂ انور سے نہر نور جاری ہونا

آپ کی کرامت میں سے ایک کرامت امام یافعی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کسی شخص نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قبر انور سے نکل کر ایک نہر بہتی دیکھی جو شیخ عبد اللہ مذکور کی قبر کی طرف جاتی تھی۔ بیان کیا کہ اس کی تعبیر و تفسیر یہ کی گئی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے شیخ مذکور کو یہ مدد حاصل رہی ہے اور یہ بات اس کے حال سے بھی ظاہر ہے کیونکہ آپ کے عبادت خانہ میں تلاوت قرآن کریم اور ذکر و اذکار آپ کے زمانہ سے اس وقت تک لگاتار ہوتا چلا آرہا ہے۔

شیخ مذکور نے مرض موت میں اپنے قریب بیٹھے شخص سے فرمایا اے میری اولاد! میری روح ملکوت اعلیٰ میں بلند ہوئی۔ میں انبیاء کرام اور مرسلین عظام کے علاوہ کسی اور کی اپنے پر فضیلت نہیں دیکھتا پھر یہ شعر پڑھا:

انا الذی فی الوقت سری باطن — وفی المعالی ظاهر لا یختفی

(میں وہ ہوں کہ اس وقت میرا راز چھپا ہوا ہے اور بلندیوں میں ایسا ظاہر ہے کہ اس میں کوئی پوشیدگی نہیں ہے)۔

آپ نے 687ھ میں انتقال فرمایا اور شہام نامی شہر کے مقبرہ میں دفن کیے گئے۔ آپ کی قبر وہاں مشہور قبور میں سے ایک ہے جس سے برکت حاصل کرنے کے لیے دور دراز سے لوگ حاضر ہوتے ہیں۔ آپ کی اولاد بہت نیک اور بہترین فقرا پر مشتمل ہے لوگ انہیں آل عباد سے یاد کرتے ہیں۔ اور ان کے موضع جاث میں کوئی نہ کوئی ایسا شخص لازماً ہوتا ہے جو خیر و صلاح

میں معروف و مشہور ہوتا ہے۔ (قالہ الشرجی)

حضرت ابو ریحانہ عبداللہ بن مطر رحمۃ اللہ علیہ

دریا میں ڈوبی سوئی ابھر آئی

آپ بلند احوال کے مالک اور ظاہری کرامت والے بزرگ تھے۔ ایک کرامت یہ ہے کہ آپ ایک دفعہ دریائی سفر میں تھے۔ اور کشتی میں بیٹھے سوئی سے کپڑا کی سلائی کر رہے تھے آپ کی سوئی دریا میں گر گئی۔ آپ نے کہا اے پروردگار! میں تجھے قسم دیتا ہوں کہ میری سوئی واپس ہو جائے۔ سوئی پانی میں سے ظاہر ہوئی اور آپ نے اسے پکڑ لیا۔

دریاؤں پر حکومت

ایک مرتبہ ان کے کشتی میں ہوتے ہوئے دریا جوش میں آ گیا اور اس کی لہریں بلند ہونے لگیں آپ نے دریا کو مخاطب کر کے فرمایا: اسکن أیها البحر فإنما أنا عبد حبشی، (دریا! تھم جا۔ میں تو ایک حبشی غلام ہوں)۔ دریا اسی وقت پرسکون ہو گیا حتیٰ کہ وہ تیل کی طرح ست ہو گیا۔ (قالہ المناوی)

حضرت ابو محمد عبداللہ بن عمر بن سالم فالیش رحمۃ اللہ علیہ

اپنی موت کی اطلاع

آپ بہت بڑے فقیہ، عالم، عارف، محقق کبیر تھے۔ آپ نے فقیہ احمد بن موسیٰ بن عُجیل وغیرہ حضرات سے علم و عرفان حاصل کیا۔ اپنے دور کے علم و عمل میں یکتا شخصیت تھے۔ مروی ہے کہ جب آپ مرض الوفات میں تھے آپ کے ہاں ایک جماعت فقہاء کی آئی جو آپ کی زیارت کرنا چاہتے تھے۔ انہوں نے آپ کو دیکھا کہ انہیں مرض کی بالکل پروا نہیں اور بالکل تندرست نظر آ رہے ہیں۔ حالانکہ وہ دوسری طرف ایسی وصیتیں بھی کر رہے تھے جو ایسا شخص کرتا ہے جسے موت نظر آ رہی ہو۔ فقہاء کرام نے آپ سے پوچھا: یا شیخ! ہم آپ کو بالکل درست دیکھ رہے ہیں۔ اور آپ ہیں کہ مرنے والوں کی سی وصیت فرما رہے ہیں آپ ہمیں بتائیے کہ حقیقت کیا ہے؟ فرمانے لگے میں نے کل رات دیکھا کہ میرے اس گھر کی چھت کھل گئی۔ یہاں تک کہ میں نے آسمان دیکھا وہاں سے مجھے آواز دی گئی۔ اے فقیہ! آئیے مبارک ہو، مبارک ہو۔ مجھے میرے نام اور میرے والد گرامی کے نام سے آواز دی گئی تھی۔ اس سے میں نے جان لیا کہ اب میری موت کا وقت قریب ہے۔ شیخ موصوف کا انتقال 695ھ میں ہوا۔ (قالہ الشرجی)

حضرت عبداللہ صوفی مقلب بہ اسد الشام رحمۃ اللہ علیہ

ہوا کے ذریعہ حج کرنا

شیخ شرف الدین یونینی رحمۃ اللہ علیہ کے آپ جد امجد ہیں۔ بہت سی کرامات آپ سے وقوع پذیر ہوئیں۔ ان میں ایک یہ ہے

کہ آپ شام سے مکہ بغرض حج ہوا میں اڑ کر جایا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتے ہوئے آپ نے انتقال فرمایا۔ یہ ساتویں صدی کا واقعہ ہے۔ اسے مناوی نے ''طبقات صغریٰ'' میں ذکر کیا ہے۔

حضرت ابو محمد عبد اللہ بن محمد بن عبد اللہ بن سعید شعبی ابن الخطیب رحمۃ اللہ علیہ

آپ بہت بڑے فقیہ، عالم، عامل، عارف کامل اور صاحب کرامات و احوال بزرگ تھے۔ آپ اصل میں وادی ابین کے رہنے والے تھے۔ جس کی ایک بستی تھی اسے طریہ کہا جاتا ہے۔ آپ کے والد گرامی یہاں کے خطیب تھے۔ یہیں آپ نے نشوونما پائی۔ شیخ اسماعیل حضرمی رحمۃ اللہ علیہ سے علم حاصل کیا۔ اور ظاہری باطنی نفع کلی ان سے پایا۔ اور ان سے انہیں بہت سی عنایات کاملہ ملیں۔ پھر عبادات میں شب و روز مشغول ہو گئے اور آپ سے واضح کرامات بھی ظاہر ہوئیں۔

مروی ہے انہوں نے جناب فقیہ اسماعیل رحمۃ اللہ علیہ سے اپنے چند ساتھیوں سمیت کچھ کتب حدیث پڑھیں۔ دوران تعلیم حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ ارشاد آیا: احضر عبد بین یدی اللہ تعالیٰ فقال لہ یا عبدی تمن علی

(ایک بندہ کو اللہ تعالیٰ کے حضور پیش کیا جائے گا تو اسے اللہ تعالیٰ فرمائے گا اے میرے بندے! تو نے مجھ پر احسان کیا)۔ اس پر شیخ موصوف نے اللہ تعالیٰ کے حضور عرض کیا اے پروردگار! جب عطیہ ناقص ہے تو تو مجھے اپنی قدرت اور ہر مرتبہ کے مطابق عطا فرما۔ اسے کہا گیا کہ تو بہت اچھا بندہ ہے۔ حاضرین کو یہ واقعہ بڑا عجیب نظر آیا۔ فقیہ اسماعیل نے فرمایا میرے ساتھیوں میں سے ایک شخص کے ساتھ یہ واقعہ پیش آیا ہے۔ پوچھو اور ڈھونڈو وہ کون ہے؟ کسی نے بتایا کہ وہ فلاں طالب علم ہے اور اس بتانے والے نے فقیہ عبد اللہ بن خطیب کی طرف اشارہ کیا ہے پس انہیں شرم آ گئی اور خاموش ہو گئے۔ فقیہ اسماعیل رحمۃ اللہ علیہ نے انہیں فرمایا میں تجھے قسم دیتا ہوں۔ کچھ تو بتاؤ کہنے لگے، یہاں یہ بات میری ہی تھی۔

اللہ کی طرف سے کھانے کا معاوضہ مل جانا

آپ کی ایک کرامت یہ تھی کہ آپ اپنی جوانی کے دنوں میں مدینہ منورہ کے مجاور تھے۔ آپ کو جب بھوک لگتی تو بازار سے ایک شخص سے بقدر ضرورت قرض لے لیتے۔ جب قرضہ بہت سا جمع ہو جاتا تو وہی بازار والا آدمی آپ سے کہتا کہ تمہارا ایلچی آیا تھا اور تمام قرضہ ادا کر گیا ہے۔ حالانکہ آپ نے کسی کو بھی نہ بھیجا ہوتا۔ معاملہ یونہی چلتا رہا۔ آپ قرض لیتے رہے اور اللہ تعالیٰ ان کی طرف سے اپنے جس بندے کے ذریعہ چاہتا قرض اتار دیتا۔ یہ معاملہ اس وقت تک جاری رہا جب تک آپ مدینہ منورہ میں قیام پذیر رہے۔ ان کی کرامات ظاہر ہوئیں اور ان کی برکات لگاتار دیکھنے میں آئیں۔ آپ بسا اوقات جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوتے تو بوقت ملاقات آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے مختلف مشکلات کے بارے میں پوچھتے تو آپ انہیں بیان فرما دیتے۔

خدمت میں خدا خوش ہوتا ہے

مروی ہے جب آپ عدن تشریف لائے تو وہاں ایک بہت عمر رسیدہ شخص ملا۔ جو دیوان میں ملازم تھا پھر توبہ کر لی اور بہت

عمر کا ہونے کے ساتھ ساتھ کافی ضعیف بھی ہو چکا تھا۔ آپ اس کی دیکھ بھال کرتے اور اس کی ضروریات کا خیال رکھتے اور اس سے مہربانہ سلوک فرماتے پھر ایک رات خواب میں انہیں اللہ تعالیٰ نے اپنی زیارت کرائی۔ اور فرمایا بوڑھے کے ساتھ مہربانی کرنے کی وجہ سے مجھ سے مانگو جو چاہتے ہو۔ انہوں نے عرض کی اب عطیہ ناقص ہوگا۔ (یعنی مانگنا مجھ پر چھوڑ دیا گیا ہے خود اللہ تعالیٰ اپنی مرضی سے دیتا تو بہت بڑا عطیہ ہوتا) مگر اے اللہ! تو عطا فرمادے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں نے تجھے سعید اور اس کی اولاد کے حق میں مقبول شفاعت بنادیا ہے۔ سعید سے مراد ان کے چوتھے درجہ کے دادا ہیں۔

دور سے مدد کرنا اور دشمن والی کا انجام

آپ کی ایک کرامت یہ ہے جسے امام یافعی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا فرماتے ہیں مجھے شیخ محمد بن سعید نجار نے بتایا کہ ایک مرتبہ میں ایک دن زبید نامی شہر میں چلتے جا رہا تھا کہ اچانک مجھے ایک عورت اپنے ہی دروازے پر کھڑی دکھائی دی۔ میرا دل اس پر فریفتہ ہوگیا اور شیطان نے پھسلا دیا۔ میں اس عورت کے گھر چلا گیا جب اس کے قریب پہنچا ہی تھا تو میں نے اپنے شیخ فقیہ عبداللہ بن خطیب کو یہ فرماتے سنا۔ حالانکہ وہ اس وقت عدن میں تھے: ھکذا تفعل یا محمد، (اے محمد! ایسے کرو گے؟)۔ یہ سنتے ہی شیطان بھاگ گیا اور میں بھاگتا ہوا گھر سے باہر آ گیا اللہ تعالیٰ نے مجھے شیخ کی برکت کی وجہ سے گناہ سے بچالیا۔ جہاں یہ واقعہ پیش آیا وہاں سے شیخ موصوف تقریباً دس مراحل دور تھے۔ آپ عدن میں ہی مقیم رہے۔ حتیٰ کہ یہاں آپ کو ایک واقعہ پیش آیا وہ یہ کہ آپ کی مسجد کے اردگرد کے تمام گھروں میں شراب بنائی جاتی تھی اور ان کے رہنے والے اکثر فقیہ موصوف کو تنگ کرتے تھے۔ اور انہیں ان کے ساتھیوں سمیت تکلیفیں پہنچاتے تھے۔ پھر ایک دن آیا کہ فقیہ موصوف نے اپنے ساتھیوں کو اپنے ساتھ لیا اور ان گھروں میں داخل ہو گئے اور شراب بنانے کا جس قدر ساز و سامان ہاتھ لگا، سب توڑ پھوڑ دیا اور تمام شراب بہادی۔ ان گھروں میں سے ہر ایک گھر پر حکومت کا مخصوص ٹیکس تھا۔ ان گھروں والے شکایت لے کر والی شہر کے پاس گئے جس کا نام محمد بن مکائیل تھا جو نوجوان اور اترانا شخص تھا اور بادشاہ کا بڑا چہیتا بھی تھا۔ اس نے اپنے نوکروں کی ایک جماعت فقیہ موصوف کے پاس بھیجی۔ انہوں نے آپ کی بے ادبی کی اور گستاخانہ باتیں کہیں۔ ابھی رات نہ گزرنے پائی تھی کہ والی شہر کو قولنج ہوگیا۔ اور قریب المرگ حالت ہوگئی۔ یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ پیٹ کی کسی بیماری میں مبتلا ہوگیا۔ حتیٰ کہ رات کو کئی دفعہ اٹھا اور موت نظر آنے لگی یہ دیکھ کر اس کے ساتھیوں نے مشورہ دیا یہ فقیہ موصوف کی طرف سے ہے۔ اپنے آپ کو بچاؤ ورنہ مر جاؤ گے۔ اسے اٹھا کر فقیہ موصوف کے پاس لایا گیا اور اس نے اپنے آپ کو مسجد کے دروازے پر گرالیا۔ جب فقیہ باہر تشریف لائے تو دیکھ کر فرمانے لگے اے بچے! ادب نہیں سیکھا؟ کہنے لگا اے آقا! میں اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتا ہوں اور توجہ کرتا ہوں۔ آپ مجھ پر رحم فرمایئے اللہ آپ پر رحم فرمائے۔ آپ نے اس پر اپنا ہاتھ پھیرا اور دعا کی۔ چنانچہ وہ تندرست ہوگیا اور اپنے گھر بخیر و عافیت واپس آ گیا۔ ان دنوں اس والی شہر کا باپ تعز میں سلطان کے پاس گیا ہوا تھا۔ جب اسے اس بات کا علم ہوا تو عدن آیا اور اپنے بیٹے کو خوب ڈانٹ پلائی اور جھڑکا اور کہا اللہ تعالیٰ کے صالح بندوں کے ساتھ بے ادبی نہیں کیا کرتے۔ پھر اس نے فقیہ موصوف کے پاس آنا جانا شروع کر دیا اور اپنے بیٹے کے بارے میں معاف کر دینے کا سوال کر

رہا۔ لگا تار چاپلوسی کرتا رہا حتیٰ کہ فقیہ موصوف نے دل سے معاف کر دیا۔ اس کے بعد فقیہ موصوف بعد میں زیادہ دیر قیام پذیر نہ رہے۔ بلکہ وہاں سے موزع شہر کا قصد فرمالیا یہ شہر انہیں بڑا پسند آیا۔ اس میں گھومتے پھرتے رہے اس کے رہنے والوں نے آپ کا بڑا احترام کیا اور ان کی عظمت پہچانی۔ یوں آپ کو شہرت ملی حتیٰ کہ اگر اس شہر کا کوئی باشندہ بہت بڑا جرم کر بیٹھتا اور جرم کے بعد شیخ موصوف کی پناہ میں آجاتا تو حکومت کا کوئی آدمی اسے ہرگز گزند نہ پہنچا سکتا تھا۔ جب آپ کی وفات کا وقت قریب آیا تو آپ نے اپنے ساتھیوں سے کہا پیر کے دن بہت بڑا شور وغوغا ہوگا۔ ایسا پہلے نہ ہوا ہوگا۔ آپ نے یہ بات ہفتہ کے دن کہی تھی پھر آپ نے بروز پیر انتقال فرمایا۔ یہ پیر اسی ہفتہ کے بعد دوسرا دن تھا۔ 697ھ میں انتقال ہوا۔ اور آپ کی قبر یہاں مشہور زیارت گاہ ہے۔

حضرت عبداللہ ترکمانی رحمۃ اللہ علیہ

ولی کی اہلیہ کے عاشق کا دل سوز واقعہ

جناب سراج کہتے ہیں ہمارے باوثوق ساتھیوں میں ایک نے ہمیں یہ واقعہ بتایا کہ میں ترکمان کے مشائخ میں سے ایک بزرگ شخصیت کو جانتا پہچانتا ہوں۔ جنہیں عبداللہ کہا جاتا ہے ان کی چار بیویاں تھیں۔ آپ بہت مہمان نواز اور فقراء پر احسان کرنے والے بزرگ تھے۔ ایک مرتبہ ایک فقیر شخص آپ کے پاس آیا اور یہیں ٹک گیا۔ شیخ نے از روئے باطن اس کا معاملہ جان لیا اور بلا کر فرمایا میرے بیٹے! تمہاری کیا حاجت ہے؟ دیکھ صاف صاف بتادو ہم لوگ پردہ پوش ہوتے ہیں اور گستاخی وغیرہ معاف کر دیا کرتے ہیں۔ اس فقیر نے کہا اے میرے آقا! میں آپ کی فلاں بیوی کے حسن کی وجہ سے اس پر عاشق ہو گیا ہوں۔ اور اس کے ساتھ اس نے اس عورت کی خوبیاں بیان کرنی شروع کر دیں۔ شیخ نے سن کر فرمایا کوئی حرج نہیں میں اسے آج رات کہوں گا کہ فلاں فقیر آج رات تمہارے پاس رہے گا اور تم نماز عشاء کے بعد اس کے خیمہ کی طرف چلے جانا۔ یہ سن کر فقیر خوشی سے پھولا نہ سمایا۔ پھر وقت مقررہ پر خیمہ کی طرف چل دیا۔ جب وہاں پہنچا تو اندر سے عورت نے آواز دی بسم اللہ یا فقیر ادخل اھلا و سھلا۔ (اے فقیر! آیئے اندر آجایئے۔ اپنے گھر آنا مبارک ہو اور سفر بخیریت طے کرنا مبارک ہو)۔ فقیر نے اندر داخل ہونے کے لیے اپنا ایک پاؤں خیمہ کے دروازے سے اندر رکھا اور دوسرا پاؤں داخل کرنے کی ہمت نہ رہی اور محسوس کیا کہ آسمان اس پر ٹوٹ پڑا ہے اور اس کی ہڈیاں چور چور ہوگئی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے حکم سے وہیں کھڑے کا کھڑا رہ گیا اور سکرات موت گن رہا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے موسلا دھار بارش نازل فرمائی اور ایسی سردی کہ طاقت و برداشت سے باہر تھی۔ صبح تک خدا بہتر جانتا ہے کہ ہزار مرتبہ مرا پھر جیا اور کہنے لگا میں اب یہ تمنا کرتا ہوں کہ میرا کام تمام ہو جائے۔ تاکہ میں اس تکلیف و عذاب سے چھوٹ جاؤں۔ جب فجر طلوع ہوئی تو شیخ نے آواز دی اے فلاں ادھر آؤ۔ وہ آیا جیسے مردہ آتا ہے۔ اس نے اپنے آپ کو شیخ کے سامنے بے ہوشی کی حالت میں ڈال دیا اور ظہر تک بے ہوش پڑا رہا۔ پھر شیخ نے اسے اٹھایا اور گرم گرم شوربا دیا پھر ایک اور فقیر کی ڈیوٹی لگائی کہ اسے ہوش میں لائے۔ جب ہوش آیا تو اس نے سارا واقعہ کہہ سنایا جو رات کو اسے پیش آیا تھا۔ شیخ نے پھر فرمایا بیٹا! ہم نے تمہیں منع کیا تھا۔ وہ تو اللہ تعالیٰ ہے جس نے تمہیں روکا ہے اس سے معافی

مانگو، توبہ کرو اور عذر پیش کرو اور اس کی بارگاہ میں رجوع لاؤ۔ کہنے لگا اب میں نے فقر کو پہچانا ہے اور مجھے اہل فقر پر یقین آیا ہے۔ شیخ نے اسے الوداع کیا اور اس نے اپنا راستہ لیا۔ یہ واقعہ سراج نے بیان کیا اور کہا شیخ ترکمانی موصوف کی بہت سی کرامات اور احوال ہیں۔

حضرت عبداللہ بن علوی ابن استاذ اعظم رحمۃ اللہ علیہ

آپ عامل علماء کرام کے امام اور اولیائے عارفین کے پیشوا تھے۔ شریعت اور حقیقت کے شیخ تھے اور مشائخ طریقت کے بھی شیخ تھے۔

دعا سے شرابی کی عادت بدل گئی

آپ کی ایک کرامت یہ بیان کی گئی ہے کہ آپ نے مکہ مکرمہ میں ایک شخص کو شراب پینے سے روکا تو اس نے آپ سے عرض کیا میں درزیوں کا کام کرتا ہوں اور شراب پی کر میں اپنے پیشہ میں مدد لیتا ہوں۔ یعنی اس کے نشہ میں بہت سا کام کر لیتا ہوں۔ آپ نے فرمایا اگر اللہ تعالیٰ اس کے بغیر تیرا کام بنا دے تو کیا مجھ سے تو وعدہ کرلے گا کہ آئندہ شراب نہیں پیوؤں گا؟ اس نے کہا جی ٹھیک ہے۔ شیخ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ اس کی توبہ قبول کرلے اور اسے شراب سے بے پروا کر دے۔ چنانچہ اس نے توبہ کی اور اللہ تعالیٰ نے قبول فرمائی۔ اور اللہ تعالیٰ نے اسے شراب سے بے نیاز بھی کر دیا۔ آپ نے اس سے وعدہ لیا کہ کم از کم تین راتیں تو بہ نہ توڑے گا۔ اس کے بعد (تین راتیں گزرنے کے بعد) عبداللہ مذکور نے ایک کہنے والے کو یہ کہتے سنا فلاں آدمی کے لیے فلاں جگہ قبر کھودو۔ کیونکہ وہ فوت ہو گیا ہے اور جو اس کی نماز جنازہ میں شریک ہوگا بخشا جائے گا آپ اٹھے اور اس کے بارے میں لوگوں سے دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ وہ اچانک انتقال کر گیا ہے۔ چنانچہ آپ نے اس کی نماز جنازہ ادا فرمائی۔

شیخ اپنے مرید کی بعد وفات بھی حفاظت کرتا ہے

ایک شخص نے موت کے بعد قبروں سے اٹھنے اور حساب و کتاب کے بارے میں چند اشعار پڑھے تو شیخ موصوف کو وجد آ گیا اور بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ جب ہوش میں آئے تو اسی شخص کو کہا وہی شعر دوبارہ پڑھو۔ وہ کہنے لگا ایک شرط پر پڑھوں گا کہ آپ مجھے جنت کی ضمانت دیں۔ آپ نے فرمایا جنت دینا میرے ذمہ نہیں۔ ہاں مال و دولت جتنا مانگنا چاہتا ہے مانگ لے۔ اس نے کہا مجھے صرف جنت چاہیے۔ اگرچہ اس کے بدلہ میں ہمیں کوئی ناپسند بات ہی کیوں نہ دیکھنا پڑے۔ آپ نے اس کے لیے جنت کی دعا مانگی۔ چنانچہ اس آدمی کی حالت بہت خوبصورت ہو گئی اور انتقال کر گیا۔ سید عبداللہ مذکور اس کے جنازے کے پیچھے پیچھے ہو لیے۔ اور اس کے دفن میں بھی حاضر رہے پھر اس کی قبر کے پاس کچھ دیر کے لیے بیٹھے تو آپ کے چہرے کا رنگ تبدیل ہو گیا پھر ہنسے اور خوش ہو گئے۔ آپ سے اس بارے میں دریافت کیا گیا تو فرمانے لگے اس مرنے والے سے جب منکر نکیر نے سوال کیا۔ تیرا رب کون ہے؟ کہنے لگا میرے شیخ عبداللہ باعلوی۔ میں یہ سن کر سخت پریشان ہوا

اور دکھ لگا۔ انہوں نے پھر سوال کیا اس نے پھر وہی جواب دیا۔ اس کے بعد منکر نکیر بولے تجھے بھی اور تیرے شیخ عبداللہ باعلوی کو مبارک ہو۔ بعض حضرات کہتے ہیں کہ شیخ کو اسی طرح اپنے مرید کی حفاظت کرنی چاہیے حتیٰ کہ مرید کے مرنے کے بعد بھی اس کی حفاظت سے غافل نہیں ہونا چاہیے۔

جلے ہوئے درہم دوبارہ اصل حالت میں آ گئے

یہ کرامت جناب احمد بن عبداللہ باعمر نے بیان کی۔ کہتے ہیں کہ میں نے محمد باعبید کے پاس کچھ درہم بطور امانت رکھے۔ اس کے بعد ان کے گھر کو آگ لگ گئی اور تمام گھر جل گیا۔ میرے درہم بھی خاکستر ہو گئے۔ میں اپنے شیخ عبداللہ باعلوی کے پاس آیا اور انہیں اس کی خبر دی۔ آپ نے مجھ سے منہ پھیر لیا۔ میں نے ان کی بیوی کو اپنا سفارشی بنایا کیونکہ وہ میرے خاندان سے تھی۔ آپ نے خادم کو بلوایا جس کا نام باحریصہ تھا۔ اس سے کچھ گفتگو کی جو میں نہ سمجھ سکا۔ پھر خادم چلا گیا واپس آیا تو اس کے ہاتھ میں ایک تھیلی تھی۔ وہ اس نے مجھے پکڑا دی۔ میں نے جب اس میں پڑے دراہم دیکھے تو وہ بعینہ وہی میرے درہم تھے۔

خالی مٹکا کھجوروں سے بھر گیا

آپ کے پاس ایک دفعہ فقراء کی ایک جماعت آئی۔ جنہیں سخت بھوک لگی ہوئی تھی۔ آپ نے اپنے خادم ابن نافع سے کہا فلاں مٹکے سے ان فقراء کے لیے کھجوریں لاؤ۔ خادم جانتا تھا کہ مٹکا بالکل خالی ہے عرض کرنے لگا حضور! مٹکا تو بالکل خالی ہے۔ آپ نے دوبارہ فرمایا جاؤ اس مٹکے سے کھجوریں لے آؤ۔ خادم نے پھر خالی ہونے کی بات کی۔ آپ نے فرمایا جاؤ تو سہی تمہیں کھجوریں مل جائیں گی چنانچہ وہ گیا اور دیکھا کہ مٹکے میں کھجوریں ہیں۔ وہ لے کر آ گیا۔ فقراء نے خوب پیٹ بھر کر کھائیں اور جو بچیں وہ ساتھ لے کر روانہ ہو گئے۔

ولی سے منسوب چیز کو اس کی رضا کے بغیر استعمال کرنا

ایک کرامت یہ تھی کہ ایک شخص کی زرعی زمین تھی اور آل احمد نے اسے تلف کرنے کی ٹھان لی کیونکہ اس کی اس زمین والے سے عداوت تھی۔ چنانچہ وہ شخص سید عبداللہ کے پاس آیا اور ان سے درخواست کی کہ ان کے ہاں میرے لیے کچھ سفارش کریں آپ گھوڑے پر سوار ہوئے اور وہاں پہنچ کر ان سے مطالبہ کیا کہ اس غریب کی زمین کو نقصان مت پہنچاؤ۔ انہوں نے آپ کی بات نہ مانی اور کہنے لگے اس کو ہم لازماً تلف کر کے چھوڑیں گے۔

جب شیخ موصوف نے ان کا پکا ارادہ دیکھا تو فرمایا اس زمین کا مالک میں ہوں یہ کہا اور وہاں سے واپس چل دیئے اور اپنے شہر کی طرف روانہ ہو گئے۔ جب چلتے چلتے ان کی نظروں سے آپ اوجھل ہو گئے تو ان میں سے بڑا بولا تم نے سنا ہے کہ سید کیا کہہ گئے ہیں اور جو شخص ایسی گفتگو کرتا ہے وہ عجیب و غریب شان والا ہوتا ہے۔ میں تمہارے بارے میں خطرہ محسوس کرتا ہوں اگر تم نے اس کھیت کو نقصان پہنچایا تو تمہاری خیر نہیں۔ ہاں ایک آزمائش کر لیتے ہیں وہ یہ کہ کسی گھوڑے وغیرہ جانور کو اس

کھیت میں چرنے کے لیے چھوڑ دو۔ اگر اسے کچھ نقصان پہنچا تو کھیت کے تم نزدیک نہ جانا اور اگر وہ ٹھیک ٹھاک چرتا رہا تو پھر تم اپنا کام سرانجام دے سکتے ہو۔ انہوں نے اس کی رائے اور مشورے کو درست اور صواب جانا۔ کھیت میں ایک چارپایہ بھیجا۔ جب اس نے اس کھیت میں سے کچھ کھایا تو فوراً مر گیا۔ چنانچہ یہ لوگ واپس آ گئے اور کھیت کو تلف کرنے سے رک گئے۔

ایک کرامت یہ بھی مذکور ہے کہ آل بانجار کا ایک کھجوروں کا باغ تھا جو قارۃ الشحر کے نیچے تھا۔ آل کثیر اس باغ کی کھجوروں کے پھل مفت میں لوٹ لیا کرتے تھے۔ پھر آل بانجار نے باغ کا چوتھائی حصہ سید موصوف کے لیے نذر مان لیا۔ اب جب کہ اس کا پھل پکا تو آل کثیر ڈر گئے۔ کیونکہ اس کا چوتھائی حصہ سید کی نذر کر دیا گیا تھا۔ ان میں سے کسی جاہل نے یہ تجویز پیش کی کہ بطور آزمائش میں اس کی کھجوریں کھاتا ہوں۔ اگر مجھے کوئی نقصان پہنچا تو تم اپنا ارادہ ترک کر دینا۔ ورنہ جو ہم کرتے ہیں کریں گے۔ اس نے ابھی چند کھجوریں ہی کھائی ہوں گی کہ مر کر زمین پر آ پڑا۔ جسے دیکھ کر ان سب نے ارادہ ترک کر دیا۔ اس کے بعد سید عبداللہ نے اپنا چوتھائی حصہ کسی مسجد کے نام وقف کر دیا وقت گزرتا گیا۔ پھر کافی عرصہ بعد آل کثیر کا ایک آدمی آیا اور اس نے کھجور سے کھجوریں توڑیں۔ اسے دیکھ کر مسجد کے منتظم نے شیخ موصوف سے مدد طلب کی تو اس شخص کے ہاتھ میں جلا دینے والی بیماری لگ گئی۔ حتیٰ کہ وہ مر گیا۔

مشکل میں ولی کا بعد وصال مدد کرنا

شیخ محمد بن باعمر حمید ایک مرتبہ شحر کی طرف سفر کا ارادہ کر کے گھر سے نکلے۔ ان کے ساتھ کھجوروں سے لدے دو اونٹ بھی تھے۔ ایک اپنے لیے اور دوسرا شیخ عبداللہ مذکور کے لیے۔ راستہ میں چونگی والے نے رسید مانگی تو انہوں نے انکار کر دیا۔ چونگی محرر نے اونٹوں کا بوجھ تو چھوڑ دیا لیکن رسید پھر طلب کی۔ آپ نے پھر انکار کر دیا۔ اس پر محرر نے اونٹ سامان سمیت پکڑ لیے۔ اس کے بعد شیخ محمد سیدھا شیخ محمد بن سالم باوزیر کی قبر پر گیا۔ وہاں بیٹھے بیٹھے اونگھ آئی۔ دیکھا کہ سید عبداللہ مذکور اور شیخ محمد باوزیر دونوں حضرات تشریف فرما ہیں۔ ان دونوں نے اس سے مصافحہ کرنا چاہا لیکن اس نے انکار کر دیا۔ سید عبداللہ مذکور نے اسے کہا میں نے تیرے اونٹ ساز وسامان سمیت واپس کر دیئے۔ جب یہ بیدار ہوا اور اس جگہ گیا جہاں محرر نے اس کے اونٹ روک لیے تھے تو دیکھا کہ محرر اونٹ لیے اس کی طرف آ رہا ہے اور محرر کا جسم سوج گیا ہے پھر وہ مر گیا۔

ولی بن بتائے جانتا ہے

احمد بن نعمان کے پاس ایک عمدہ نسل کا گھوڑا تھا وہ اسے بیچنے کی غرض سے شہر کی طرف گیا۔ کیونکہ ان دنوں مویشیوں کی خرید و فروخت ہوتی تھی اس نے سید عبداللہ مذکور کے لیے نذر مانی کہ اگر گھوڑا بک گیا تو اس کی قیمت میں سے اتنی ان کو نذر کروں گا۔ چنانچہ گھوڑا بک گیا اور نذر پوری کیے بغیر تریم واپس ہوا۔ ادھر شیخ عبداللہ مذکور نے کسی کو بھیجا تاکہ اس سے نذر کا مطالبہ کیا جائے۔ جب وہ شخص اسے ملا اور نذر یاد دلائی تو اسے فوراً یاد آ گئی اور مقررہ رقم روانہ کر دی اور معذرت کی اس نذر ماننے کی کسی کو کوئی اطلاع نہ تھی۔

یونہی ایک واقعہ علی بن غیلان کے ساتھ بھی پیش آیا۔ اس کا ایک گھوڑا تھا جسے لے کر ظفار روانہ ہوا۔ اور سید مذکور سے لیے نذر مانی کہ اگر یہ گھوڑا میری مطلوبہ قیمت کا فروخت ہو گیا تو میں شیخ موصوف کو سوتی کپڑا بطور نذرانہ پیش کروں گا۔ چنانچہ گھوڑا مطلوبہ قیمت پر بک گیا۔ جب یہ شخص واپس تریم آیا تو شیخ موصوف نے اس سے سوتی کپڑا طلب کیا اس نے انکار کر دیا۔ اور کہنے لگا میں نے کسی کا کچھ بھی نہیں دینا۔ آپ نے اسے کہا تو نے فلاں دن فلاں جگہ یہ نذر مانی تھی؟ اسے یاد آ گئی اور قسم اٹھائی کہ اس کا کسی کو قطعاً کوئی علم نہ تھا اور بھول جانے پر معذرت طلب کی۔

شیخ موصوف اپنے ساتھیوں کو ان کے گھروں کی اشیاء بتا دیا کرتے تھے۔ اور وہ بھی جو وہ چھپا کر رکھتے تھے اور گھر والوں کو یہ بھی بتا دیا کرتے تھے کہ فلاں فلاں چیز تم نے چھپا کر رکھی ہے۔ اور اگر کوئی جماعت آپ سے ملاقات کرنے گھر سے نکلتی تو بتا دیا کرتے تھے کہ وہ کدھر سے آ رہے ہیں اور انہیں آنے پر یہ بھی بتا دیا کرتے تھے کہ راستہ میں ان کو کیا کیا واقعات پیش آئے۔

کچھ لوگ تریم شہر میں رات کو پہنچے۔ جب یہاں کے باشندے سو گئے تھے اور آنے والے بھوکے بھی تھے اور پیاسے بھی انہیں لگی ہوئی تھی۔ آپ نے اس وقت ان کے لیے رات کا کھانا اور پانی ارسال فرمایا۔ ان میں سے کسی کو بھی اس کا علم نہ ہو سکا کہ کس نے بھیجا ہے۔

کچھ لوگ آپ کی زیارت کے لیے آئے۔ ان میں سے ایک نے تمنا کی کہ آج مجھے برنی کھجوریں کھانے کو مل جائیں۔ دوسرے نے خواہش کی کہ مجھے روٹی مل جائے۔ جب یہ لوگ آپ کے پاس پہنچے تو دسترخوان پر ان کی خواہش کے مطابق کھانے کی اشیاء چنی گئی تھیں۔

آپ سے ایک کسان نے کچھ درہم اور بیج بطور قرض لیے اور وعدہ کیا کہ فصل کی کٹائی پر واپس کر دے گا۔ جب فصل کاٹ لی تو وہ شخص تریم سے ارادہ سفر کیے کہیں چلا گیا اور شیخ موصوف کو کچھ بھی واپس نہ کیا۔ جب شیخ کو اس کے سفر کرنے کا علم ہوا تو فرمانے لگے جس شہر کا ارادہ کر کے سفر پر گیا ہے وہاں کبھی بھی نہ پہنچ سکے گا چنانچہ وہ راستہ میں بھٹک گیا اور مر گیا۔

کوسوں دور آواز کا جانا

شیخ موصوف کا معمول تھا کہ جب اپنے ساتھیوں میں سے کسی سے ملنا چاہتے جو دور دراز شہروں میں رہتے تو آپ حاضرین میں سے کسی کو فرماتے فلاں کا نام لے کر آواز دو۔ چنانچہ اس آواز کو وہ شخص جہاں بھی ہوتا، سنتا۔ اس قسم کا ایک واقعہ آپ کے خادم نے سنایا جو درج ذیل ہے۔

میں آپ کے ساتھ سفر میں شریک تھا۔ جب آپ حبوظہ پہنچے۔ یہ جگہ تریم اور عجز کے درمیان واقع ہے تو آپ نے مجھے حکم دیا کہ کسی ٹیلے پر یا بلند جگہ پر چڑھ جاؤ اور آواز دو: الشیخ عمر باوزیر، تین مرتبہ اس نام کی آواز لگانا۔ شیخ عمر اس وقت فیل شہر میں تھے۔ چنانچہ میں نے آپ کے حکم کی تعمیل کی۔ تیسری مرتبہ آواز دینے کے بعد میں نے شیخ عمر باوزیر کو کہتے سنا لبیک، میں حاضر ہوتا ہوں پھر میں دیکھا کہ سامنے سے کپڑے گھسیٹتے ہوئے اور جلد جلد چلتے آ رہے ہیں۔ آکر بیٹھ گئے اور دونوں حضرات باہم گفتگو میں مصروف ہو گئے۔ میں ان سے ذرا دور ہٹ کر بیٹھا رہا۔ مجھے ان کی گفتگو کا کوئی علم نہ ہو سکا۔ پھر مغرب کا وقت ہو

گیا۔ دونوں نے وضو کیا اور نماز ادا فرمائی۔ اور ایک دوسرے کو الوداع کہا۔ شیخ عمر باوزیر اپنے شہر کو روانہ ہو گئے اور شیخ عبداللہ موصوف نے مجھے فرمایا یہ واقعہ میری زندگی میں کسی کو مت بتانا۔ میں نے آپ کے وصال کے بعد یہ واقعہ بیان کیا۔

گھر سے غائب بھی نہ ہوئے اور حج بھی کیا

آپ ہر سال حج کیا کرتے تھے۔ اس کی خبر بہت سے اکابر اولیاء کرام نے بھی دی ہے۔ آپ کے ہی ایک شاگرد مفلح بن عبداللہ بن فہد بیان کرتے ہیں ایک سال میں نے حج کا پختہ ارادہ باندھا۔ میں نے اپنے شیخ سے اس بارے میں اعانت طلب کی۔ فرمانے لگے کیا یہاں سے ہی مدد طلب کرتا ہے یا پھر ہم کسی اپنے ساتھی کو منیٰ میں تمہاری مدد کرنے کا کہہ دیتے ہیں۔ میں نے عرض کیا، منیٰ میں مجھے مددگار چاہیے۔ فرمانے لگے جب منیٰ پہنچ جاؤ تو وہاں فلاں بن فلاں کا پتہ پوچھنا۔ اس سے تمہیں اپنا مقصد مل جائے گا۔ جب ہم افعال حج سے فارغ ہو گئے تو میں نے اس شخص کے بارے میں پوچھ گچھ کی۔ لوگوں نے مجھے ان کا پتہ بتایا۔ میں ان کے ہاں حاضر ہوا اور میرے شیخ نے جو فرمایا تھا، اس کی میں نے انہیں خبر دی۔ انہوں نے مجھے شیخ کے بارے میں پوچھا تو میں نے عرض کیا وہ تریم میں ہی ٹھہرے ہوئے ہیں۔ وہ شخص کہنے لگا کل انہوں نے ہمارے ساتھ عرفات میں وقوف کیا احرام باندھا ہوا تھا۔ انہوں نے میری ایک ضرورت بھی پوری کی تھی۔ میں جب واپس تریم آیا تو شیخ موصوف نے مجھے حج کی مبارک دی۔ میں نے بھی عرض کیا حضور! آپ کو بھی حج مبارک ہو۔ مجھے اس شخص نے بتایا تھا کہ آپ نے اس کے ساتھ عرفات میں وقوف کیا ہے۔ یہ سن کر فرمانے لگے اس بات کو چھپائے رکھنا۔ اللہ تیری مراد بر لائے گا۔ میں نے یہ بات آپ کے انتقال کے بعد ہی بتائی۔

ولی کا ہر مخلص کی پکار پر مدد کرنا

آپ سے جب بھی کسی نے صدق نیت اور حسن ظن سے مدد طلب کی تو آپ فوراً اس کی مدد کو تشریف لاتے۔ ہمارے دور کے بہت سے لوگوں کو ایسے بیسیوں واقعات پیش آئے۔ ان واقعات کی مجھے جم غفیر نے خبر دی۔ اگر میں ان واقعات کو تلاش کر کے لکھوں جو آپ کے دور سے آج تک اس بارے میں ملتے ہیں تو کتاب کافی طویل ہو جائے اور میرے لیے تمام واقعات کو معلوم کرنا ناممکن بھی ہے۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ آپ کے غسل کا پانی کچھ لوگوں نے محفوظ کر لیا جس سے آپ کو مرنے کے بعد غسل دیا گیا تھا اور لوگوں نے اسے اپنے زخموں پر لگایا تو اللہ تعالیٰ نے انہیں شفا دے دی۔

ایسا ہی ایک واقعہ آپ کے شاگرد سید جلیل عبداللہ ابن شیخ فقیہ احمد بن عبدالرحمٰن کا ہے اسے برص کی بیماری تھی۔ آپ کے غسل کرنے کے موقع پر حاضر ہوا اور آپ کے جسم پر گرنے والا پانی محفوظ کر لیا۔ اسے اپنے بدن پر ملا۔ پھر اس رات سویا، صبح اٹھا تو برص سے تندرست ہو چکا تھا۔

مفلح حمیدی نے بیان کیا کہ میں ایک مرتبہ جنگل میں تھا۔ اچانک ڈاکو آ نکلے انہوں نے مجھے ہلاک کرنے اور میرا مال چھیننے کا قصد کیا۔ میں نے شیخ عبداللہ باعلوی سے مدد طلب کی۔ میں انہیں لگاتار مدد کے لیے پکارتا رہا۔ اور اللہ تعالیٰ کے حضور

ان کا وسیلہ پیش کرتا رہا۔ حتی کہ میں نے ایک آواز سنی کہنے والا کہہ رہا تھا عبد اللہ باعلوی آ گیا ہے۔ پھر ڈاکو ادھر ادھر بھاگ گئے اور میری ہر چیز محفوظ رہی۔

آپ کے کسی ہم نشین کی کھیتی پک کر کٹائی کے قریب پہنچ چکی تھی۔ ادھر آل صبرات اور آل یمانی کے درمیان لڑائی چھڑ گئی۔ آل صبرات نے چاہا کہ کھیت کو اپنے قبضہ میں لے لے۔ کھیت کے مالک نے روزانہ شیخ موصوف کو مدد کے لیے پکارنا شروع کر دیا۔ جب آل صبرات اس کے کھیت کو کاٹنے کے لیے آئے دیکھا کہ کھیت کاٹ لیا گیا ہے۔ جس پر وہ شرمندہ ہو کر واپس پلٹ گئے پھر کسی فقیر نے کھیت کو دیکھا تو کہنے لگا کھیتی تو موجود ہے۔ ابھی اسے کاٹا نہیں گیا۔ انہوں نے رات گزاری پھر صبح آئے تو دیکھا کہ کھیتی کاٹ لی گئی ہے تو سمجھ گئے کہ یہ محفوظ ہے۔ شیخ موصوف نے 731ھ میں ترانوے سال کی عمر میں وصال فرمایا۔ (قالہ فی المشرع الروی)

حضرت عبد اللہ منوفی رحمۃ اللہ علیہ

عارف کبیر، امام شہیر اور شیخ خلیل کے شیخ، امام مالک کے مذہب میں لکھی گئی کتاب "مختصر الفقہ" کے مصنف ہیں۔ بقول علامہ مناوی ان کی تصنیف جیسی آج تک دوسری تصنیف دیکھنے میں نہ آئی۔ نہ ہی ان کی عادت کی کوئی مثال نظر آئی۔ آپ دراصل مراکش کے رہنے والے تھے۔ ان کے والدین وہاں سے مصر منتقل ہو گئے۔ آپ کبیرہ میں پیدا ہوئے اور پھر منف چلے گئے۔ وہاں شیخ عارف سلیمان مغربی شاذلی کی خدمت میں رہے۔ انہوں نے ان کی خوب تربیت فرمائی اور ادب سکھایا۔ بچپن میں ہی ان میں ولایت کے آثار نظر آنے لگے تھے۔ جب شیخ شاذلی کے وصال کا وقت آیا تو ان کا اپنا بیٹا گھر میں موجود نہ تھا۔ آپ تشریف لائے تو شیخ نے فرمایا جو چمڑے کے برتن میں تھا وہ عبد اللہ نے لے لیا۔ شیخ عبد اللہ منوفی مذکور کہا کرتے تھے کہ میں نے جناب مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت طلب کی کہ مجھے لوگوں سے الگ تھلگ رہنے کی اجازت عطا فرما دیں لیکن آپ نے اجازت نہ دی۔ آپ علوم پڑھایا کرتے تھے اور مشکل سے مشکل کتابیں مطالعہ کیے بغیر پڑھا دیا کرتے تھے۔ جب پڑھاتے تو آپ کے منہ سے نور جھڑتا اور جب آپ اپنے بازوؤں سے کپڑا اٹھاتے تو ان پر نور ظاہر ہوتا تھا۔

مرید کی خبر گیری

آپ کا ایک مرید انتہائی خوبصورت تھا۔ اس پر ایک عورت عاشق ہو گئی۔ اس نے اسے بہلایا پھسلایا حتی کہ اپنے گھر لے گئی اور اس سے ہم بستری کی خواہش کی۔ انہوں نے بھی ارادہ کر لیا۔ اچانک دیوار پھٹی اس سے شیخ باہر تشریف لائے۔ دیکھ کر اس پر غشی طاری ہو گئی اور پھر اس عورت کو چھوڑ دیا۔

شیخ خلیل بیان کرتے ہیں میں بچپن میں پہلوانوں کی حکایت پڑھتا تھا اور ان کے علاوہ دوسرے موضوعات پر لکھی حکایات بھی زیر مطالعہ رہتی تھیں۔ اس بات کو کوئی نہیں جانتا تھا اور نہ ہی شیخ موصوف کو میں نے کبھی بتایا۔ میں شیخ کے پاس گیا تو فرمانے لگے خلیل! خرافات کی خاطر جاگتے رہنا بہت بڑی آفت ہے۔

امیر شیخو نے آپ کی طرف کسی کو بھیجا تا کہ ملاقات کی اجازت حاصل کرے آپ نے اس کے قاصد کو فرمایا جاؤ جا کر امیر کو کہہ دو۔ تمہیں تولیت کی خواہش ہے وہ ضرور ملے گی۔ چنانچہ ایسے ہی ہوا۔

آپ کی جماعت کے چند آدمیوں کو رات کا کھانا نہ ملا، کھانا ختم ہونے کی وجہ سے انہوں نے رات بھوکے بسر کرنے کا پروگرام بنایا۔ آپ تشریف لائے اور دروازہ کھٹکھٹایا اور انہیں بقدر کفایت وغیرہ دیا۔ ڈھال بنانے والوں نے ایک مرتبہ آپ کے لیے گندم لادکر لائی اور اس سے کچھ چوری کر لی۔ آپ نے فرمایا تم نے جو گندم چرائی ہے وہ واپس کر دو۔ کیونکہ وہ فقراء کی گندم ہے۔ وہ مکر گئے۔ چنانچہ ان کے تمام گدھے ایک ہی دن میں مر گئے پھر انہوں نے چوری کردہ گندم دے دی۔

آپ ایک دن گوشت بھون کر بیچنے والی دکان پر تشریف لائے۔ وہاں سے آپ نے بھنا ہوا ایک بکری کا بچہ خریدا۔ اور اسے لے کر کوڑا کرکٹ والے ڈھیر کی طرف چل دیئے وہاں جا کر کتوں کو کھلا دیا۔ اس کے بعد پتہ چلا کہ وہ مردار تھا۔

ایک شخص آپ کے پاس خشک انگور لایا جن میں مچھروں کے بچے موجود تھے اور روٹیاں بھی ساتھ تھیں۔ کسی کو اس کے بارے کوئی علم نہ تھا۔ آپ نے دیکھتے ہی اسے فرمایا مچھروں کے بچے خود کھالو اور روٹیاں صدقہ کر دو۔

آپ کے ایک مرید کو اطلاع ملی کہ اس کی والدہ کا انتقال ہو گیا ہے۔ سن کر اس نے سفر کی تیاری شروع کر دی اور آپ سے الوداعی ملاقات کے لیے حاضر ہوا۔ آپ نے فرمایا بیٹھ جا تیری والدہ زندہ ہے۔ بعد میں پتہ چلا کہ وہ واقعی زندہ تھی۔

آپ اپنی پگڑی کے بلوں میں سے سونا چاندی نکالا کرتے تھے۔ حالانکہ وہاں کچھ بھی نہ رکھا ہوتا تھا۔ اور جب اونٹ کے بالوں سے بنے کمبل پر بیٹھتے تھے تو اس کے نیچے سے بھی سونا چاندی نکالا کرتے تھے۔ حالانکہ وہاں بھی کچھ نہ ہوتا تھا۔ آپ جب بیت الخلاء سے نکلتے اور آپ کی انگلیوں سے پانی کے قطرے ٹپکتے تو ان کے درمیان بھی چاندی نکلتی۔ آپ وہ چاندی اس شخص کو دے دیتے جس سے سب سے پہلے ملاقات ہوتی۔

آپ اپنے گھر کے ایک طاقچہ کے پاس بیٹھتے تو وہاں سے اخراجات اور کھانے پینے کی ایسی اشیاء نکالتے جو بادشاہوں کو نصیب نہ ہوتیں۔ زمین آپ کے لیے سمٹ جاتی حتیٰ کہ بارہا ایسا ہوا کہ آپ نے ظہر کی نماز اسکندریہ ادا فرمائی اور عصر جا کر منف ادا کی۔ آپ کے شیخ کے والد گرامی شیخ سلیمان کا منف میں انتقال ہوا۔ آپ اس وقت مصر میں تھے۔ چنانچہ آپ مصر سے منف گئے۔ ان کی نماز جنازہ ادا فرمائی اور اسی دن واپس بھی تشریف لے آئے۔ آپ سے انتقال کے وقت عجیب سہانی اور پاکیزہ خوشبو پھوٹی جیسا کہ مشک ہو۔ 749ھ میں انتقال فرمایا۔ آپ کے ہی ایک شاگرد شیخ خلیل نے آپ کی سوانح لکھی ہے۔ اس میں انہوں نے لکھا کہ مجھے بیسوں حضرات نے بتایا کہ شیخ موصوف کی قبر کی زیارت قضائے ضروریات و حاجات کے لیے مجرب ہے۔

ولی اللہ کو پکارنا

جناب برہان متبولی کہتے ہیں جب تمہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی حاجت ہو تو شیخ منوفی رحمۃ اللہ علیہ کا وسیلہ پیش کرو۔ اگر حاجت بر نہ آئے تو پھر جناب شرف الدین کردی کی سفارش پیش کرو جو حسینیہ میں ہیں۔ اگر پھر بھی مسئلہ حل نہ ہو تو پھر امام شافعی

رحمۃ اللہ علیہ کا وسیلہ ڈھونڈو اس کے بعد آخر میں بصد مجبوری سیدہ نفیسہ کا ذریعہ تلاش کرو۔ شیخ منوفی رحمۃ اللہ علیہ صحراء سے باہر پہاڑ کے قریب دفن کیے گئے۔ (ذکرہ المناوی)

حضرت عبد اللہ بن محمد بن عمر عفیف رحمۃ اللہ علیہ

علامہ شرجی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کے دادا بزرگوار جناب ابو الخطاب عمر بن محمد بن مسن کے حالات زندگی تحریر کرتے ہوئے لکھا ہے۔ شیخ موصوف کے دادا جان کے بارے میں میں نے بہت زیادہ تعریفی کلمات درج کیے۔ ان کے پوتے جناب عبد اللہ مذکور بہت بڑے صالح مرد تھے۔ صاحب کرامات وحال بزرگ تھے۔ آپ جب سماع میں تشریف لاتے تو آپ پر اکثر وجد کی کیفیت طاری ہو جاتی۔ حتیٰ کہ ایک مرتبہ آپ نے وجد کی حالت میں اپنے آپ کو اونچی جگہ سے گرا لیا۔ لیکن آپ کو کچھ بھی نقصان نہ پہنچا۔

نکلی آنکھ دوبارہ ٹھیک کر دی

ایک مرتبہ آپ نے وجد وحال کے غلبہ میں ایک قوال کی آنکھ پھوڑ دی۔ وہ اس کے گال پر لٹک گئی تھی۔ آپ نے پھر اسے اپنی جگہ رکھ کر ٹھیک کر دی۔ وہ دوبارہ اسی طرح بینا ہو گئی جس طرح پہلے تھی۔ آپ کی کرامات بہت مشہور ہیں۔ آپ کے اور شیخ اسماعیل جبرتی کبیر کے درمیان میل، ملاقات، دوستی اور خط وکتابت رہتی تھی۔

حضرت ابو محمد عبد اللہ بن حمد ہزیمی رحمۃ اللہ علیہ

ولی نے لاعلاج بیماری دور کر دی

آپ فقیہ، عالم اور صاحب کرامات بزرگ تھے۔ آپ کی ایک کرامت بعض حضرات نے یوں بیان کی کہ ایک شخص سخت بیمار ہو گیا اور بیماری کی وجہ سے وہ چلنے پھرنے سے بھی عاجز ہو گیا۔ جناب فقیہ مذکور کے ساتھ اس کا اٹھنا بیٹھنا تھا۔ فقیہ موصوف ایک دن اس کی عیادت اور بیمار پرسی کے لیے اس کے ہاں تشریف لے گئے۔ اس نے آپ سے اپنے حال کی شکایت کی اور کہنے لگا جناب فقیہ! دوستی اگر ایسے وقت کام نہ آئی تو کس فائدے کی؟ جناب فقیہ نے فرمایا دل کو تسلی دو میں ان شاء اللہ یہاں سے تمہیں ساتھ لے کر ہی اٹھوں گا پھر آپ حالت جذب میں ہو گئے۔ شدید قسم کی حالت جذب تھی پھر اٹھے اور انہیں ساتھ لے کر چلتے ہوئے گھر کے دروازے تک آئے۔ اس بیمار کی شفا کا جو سبب تھا یہ بہت بڑی کرامت ہے۔ حضرات اولیاء کرام میں سے ایسی کرامت بہت کم دیکھنے میں آتی ہے۔ اسی کرامت کی وجہ سے میں نے آپ کا نام اس فہرست میں شامل کیا۔ شرجی نے یہ کہا ہے کہ آپ کی تاریخ وفات ندارد۔

حضرت ابو محمد عبد اللہ بن حشرکہ عیانی رحمۃ اللہ علیہ

آپ جند شہر کی ایک نواحی بستی عیانہ کی طرف منسوب ہیں۔ آپ اپنے دور کے فقیہ، عالم، عابد، زاہد اور صاحب کرامات

بزرگ تھے۔ لوگوں سے کنارہ کش ہو گئے اور اپنی بستی کے قریب واقع ایک پہاڑ میں عبادت میں مصروف رہے۔

بے موسمی کھانا اور میوے

آپ کی کرامات میں سے یہ ہے کہ جو شخص آپ کی زیارت کرنے کے لیے آپ کی تنہائی والی جگہ حاضر ہوتا تو جانے والے کو وہاں عجیب وغریب کھانے ملتے۔ جو عام لوگوں کی خوراک کے علاوہ ہوتے اور آپ کے ہاں بے موسم کے میوہ جات بھی وہ پاتا۔ اس کے علاوہ اور بھی آپ کی بہت سی کرامات ہیں۔ آپ کی تاریخ وفات مذکور نہیں۔

حضرت امام محمد عبداللہ بن اسد یافعی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت حرمین شریفین میں رہائش پذیر ہوئے۔ عارفین کے امام ہوئے علمائے عالمین میں قدآور شخصیت تھے۔ ایسے کہ آپ کے آثار کی اقتدا اور آپ کے انوار سے ہدایت طلب کی جاتی۔ آپ کی شہرت کے لیے کسی دلیل کی ضرورت نہیں جس طرح سورج کی روشنی محتاج دلیل نہیں۔ یونہی شیخ الطریقین وامام الفریقین کے وصف بھی محتاج بیان نہیں۔ آپ کی جائے ولادت عدن شہر ہے۔ وہیں نشو ونما پائی۔ پھر علم میں مشغول ہوئے حتیٰ کہ اس میں خوب مہارت حاصل کی۔ پھر حج کے لیے تشریف لے گئے اور شام واپس تشریف لے آئے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کے دل میں لوگوں سے کنارہ کشی اور تنہائی سے محبت ڈال دی۔ اس کے بعد آپ کی ملاقات ''صاحب حلی'' جناب شیخ علی طواشی رحمۃ اللہ علیہ سے ہوئی۔ ان کی خدمت میں رہے اور طریقت کے سلوک میں ان سے بہت نفع حاصل کیا۔

علم یا عبادت کیا اختیار کروں؟

شیخ موصوف بیان فرماتے ہیں ایک دن مجھے فکر وپریشانی لاحق ہوئی کہ علم دین پڑھوں یا عبادت میں مصروف ہو جاؤں۔ اس سوچ نے مجھے سخت پریشان کیے رکھا۔ میں اسی کشمکش میں تھا کہ میں نے ایک کتاب کھولی۔ تا کہ بطور تبرک اور فال نکال کر میں اس میں اپنی پریشانی کا حل پاؤں۔ مجھے اس کتاب میں سے ایک ورق ملا جو اس سے قبل میں نے اس میں نہ دیکھا تھا۔ حالانکہ وہ کتاب اکثر میرے استعمال میں تھی۔ میں نے اس ورق کو دیکھا تو مجھے اس پر درج ذیل لکھے ہوئے اشعار دکھائی دیئے ؎

کن عن همومك معرضا وكل الأمور إلى القضا

فلربما اتسع المضيق ولربما ضاق الفضا

ولرب أمر متعب لك في عواقبه رضا

وأبشر بعاجل فرجة تنسى بها ما قد مضى

الله يفعل ما يشاء فلا تكن معترضا

(اپنی پریشانیوں سے مکھ موڑ لے اور تمام کاموں کو قضا کے سپرد کر دو۔ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ تنگی اور پریشانی دور ہو

جاتی ہے اور ایسا بھی ہوتا ہے کہ فارغ البالی اور خوشحالی، تنگدستی میں بدل جائے اور بہت سے تکلیف دہ کام ہوسکتا ہے کہ تیرے حق میں ان کا نتیجہ خوش کن ہو۔ ابھی ابھی جو خوشی نصیب ہوئی اس پر پھولا نہ سما۔ اور اسی میں مگن ہو۔ جو گزرا، اسے بھول جا۔ اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے کرتا ہے تو تو اعتراض کرنے والا نہ بن)۔

فرماتے ہیں کہ ان اشعار کو دیکھ کر میرا دل پر سکون ہوگیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے میرے سینہ کو علم دین کے لیے کھول دیا۔ اس کی خاطر میں مکہ مکرمہ کوچ کر گیا۔ وہاں کافی مدت علم دین کے حصول میں بسر ہوئے۔ پھر عرصہ دس سال سے تنہائی کی زندگی میں مصروف عبادت ہوں۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے گفتگو کا شرف

آپ سے مروی ہے آپ نے جب مدینہ منورہ جانے اور زیارت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قصد کیا تو کہنے لگے کہ میں اس وقت تک مدینہ منورہ میں داخل نہ ہوں گا جب تک بارگاہ رسالت سے اس کی اجازت نہ ملے۔ فرماتے ہیں میں چودہ دن متواتر مدینہ منورہ کے دروازے پر رہا حتیٰ کہ میں خواب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوا۔ آپ نے مجھے فرمایا اے عبداللہ! أنا في الدنیا نبیك وفي الآخرة شفیعك وفي الجنة رفیقك (میں دنیا میں تیرا نبی، آخرت میں تیری شفاعت کرنے والا اور جنت میں تیرا ساتھی ہوں)۔

تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ یمن میں دس اشخاص ایسے ہیں جس نے انہیں دیکھا اس نے مجھے دیکھا۔ جس نے ان سے زیادتی کی اس نے مجھے دکھ پہنچایا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! وہ حضرات کون ہیں؟ فرمایا ان میں سے پانچ بحیات ظاہری موجود اور پانچ انتقال کر چکے ہیں۔ میں نے عرض کیا، زندہ پانچ حضرات کون ہیں؟ فرمایا (۱) شیخ علی طواشی صاحب حلی (۲) شیخ منصور بن جعدار صاحب حرض (۳) محمد بن عبداللہ موذن صاحب منصورۃ الجم (۴) فقیہ عمر بن علی زیلعی صاحب السلامۃ (۵) شیخ محمد بن عمر النہاری صاحب برع۔

اور جو پانچ حضرات انتقال کر گئے ان کے نام یہ ہیں (۱) ابوالغیث بن جمیل (۲) فقیہ اسماعیل حضرمی (۳) فقیہ احمد بن موسیٰ بن عجیل (۴) شیخ محمد بن ابی بکر الحکمی (۵) فقیہ محمد حسین البجلی۔ فرماتے ہیں میں پھر ان مردان خدا سے ملنے کے لیے وہاں سے چل پڑا۔ بات سنی ہوئی اور ہوتی ہے اور آنکھوں دیکھی اور۔ جس نے شک کیا اس نے شرک کیا۔ میں زندہ حضرات کے پاس آیا انہوں نے مجھ سے گفتگو فرمائی۔ پھر انتقال شدہ حضرات کے پاس آیا۔ انہوں نے بھی مجھ سے بات چیت کی۔ جب میں شیخ محمد نہاری کے پاس آیا تو انہوں نے کہا خوش آمدید۔ اے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایلچی! میں نے ان سے پوچھا تمہیں کس طرح یہ مقام حاصل ہوا؟ کہنے لگے اللہ تعالیٰ کا کلام ہے واتقوا اللہ ویعلمکم اللہ، اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور وہ تمہیں سکھا دے گا میں ان کے پاس تین دن تک ٹھہرا رہا۔ اس کے بعد میں پھر مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہوگیا۔ وہاں پہنچ کر پھر چودہ دن لگاتار مدینہ منورہ کے دروازے پر کھڑا رہا۔ میں نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کی۔ آپ نے پوچھا دس آدمیوں کی زیارت کر آئے ہو؟ میں نے عرض کیا جی حضور! اور آپ نے ابوالغیث کی تعریف بھی فرمائی تھی۔ اس پر سرکار دو

عالم ﷺ نے تبسم فرمایا اور فرمانے لگے ابوالغیث کی اس کا اہل ہوگا جس کا کوئی اہل نہ ہوگا۔ میں نے پھر عرض کیا حضور! آپ مجھے اندر آنے کی اجازت عطا فرماتے ہیں؟ فرمایا، ادخل انك من الامنین آجاؤ تم امن والوں میں سے ہو۔

عالم برزخ میں عبادت

مروی ہے مکہ شریف کے مجاوروں میں سے ایک مجاور نے سرکار دو عالم ﷺ کو خواب میں دیکھا کہ آپ باب بنی شیبہ سے اندر تشریف لا رہے ہیں۔ آپ کے آگے آگے شیخ عبداللہ یافعی اور شیخ احمد بن جعد ہیں۔ ان دونوں نے ہاتھوں میں جھنڈے اٹھا رکھے ہیں۔ راوی بیان کرتے ہیں میں بھی ان کے پیچھے پیچھے چل پڑا۔ حتیٰ کہ یہ حضرات کعبہ شریف پہنچے۔ ہمیں حضور ﷺ نے نماز پڑھائی اور آپ کے بعد بھی ہم نے نماز ادا کی۔

حضور ﷺ کا کھجور عطا فرمانا

کسی صالح مرد نے خواب میں حضور نبی کریم ﷺ کی زیارت کی۔ آپ اس وقت عبداللہ یافعی کو پکی ہوئی تازہ کھجور کھلا رہے تھے آپ ﷺ کے نزدیک حضرت ابوبکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما بھی موجود تھے۔ آپ نے ان دونوں کو خرما (چھوہارہ) کھلایا۔ یہ واقعہ یافعی رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی میں کسی نے دیکھا تھا۔ جب واقعہ دیکھنے والا صبح کو اٹھا تو امام یافعی کے پاس آیا اور انہیں اپنا خواب بتایا۔ اس وقت امام یافعی کے پاس کچھ لوگ اور بھی موجود تھے۔ حاضرین میں سے ایک نے یہ اعتقاد رکھا کہ امام یافعی کو تازہ کھجور دے کر ممتاز کیا گیا۔ اس پر فقراء میں سے ایک پردیسی کھڑا ہوا جو مکہ کے مجاوروں میں سے تھا اور کہنے لگا اے عبداللہ! جب تم خوف اور امید کے درمیان ہو تو تمہیں حضور ﷺ نے تازہ کھجور عطا فرمائی۔ اور حضرت ابوبکر صدیق و عمر فاروق رضی اللہ عنہما کا ایمان جب انتہائی مضبوط ہے تو آپ نے ان کو چھوہارے عطا فرمائے۔ بعض علماء کا کہنا ہے کہ یہ تاویل اہل کشف کی تاویل ہے۔

ولی کی شہرت کا واقعہ

قاضی القضاۃ شیخ امام مجد الدین شیرازی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں نے مکہ مکرمہ میں رہنے کے دوران ایک خواب دیکھا کہ میرے پاس کتب حدیث کی کچھ جلدیں ہیں اور میں دل میں سوچ رہا تھا کہ میں ان احادیث کے سماع کے لیے کس شیخ کے پاس حاضر ہوں۔ کیونکہ اس وقت مکہ مکرمہ میں بہت سے مستند شیوخ کرام موجود تھے جو بعض اعتبارات سے امام یافعی پر مقدم تھے۔ میں نے ایک آواز سنی جو چاروں طرف سے آرہی تھی آواز یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک قدر و منزلت میں امام یافعی سے بڑھ کر کوئی نہیں۔ میں نے دل میں ہی کہا شاید اس سے مراد یہ ہو کہ اہل مکہ میں سے کوئی ان سے قدر و منزلت میں بڑا نہیں۔ میں نے کہنے والے سے سنا۔ نہیں نہیں۔ بلکہ شام و مصر میں بھی ایسا کوئی نہیں، میں نے دل میں سوچا یہ ایسا خواب ہے جس کی تعبیر ضرور ہوگی۔ پھر میں وہاں سے چل پڑا ابھی چند قدم ہی چلا ہوں گا کہ میں نے راستے میں ایک شخص کو کھڑے دیکھا۔ میرا ظن ہے کہ وہ یا تو میکائیل فرشتہ تھا یا حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام تھے۔ بہر حال وہ دونوں میں سے کوئی ایک ضرور تھا۔

میں نے انہیں سلام کیا اور ان سے اپنا خواب بیان کیا۔ فرمانے لگے اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ اس قدر مشہور ہوگا حتیٰ کہ سورج کی طرح شہرت پا جائے گا پھر انتقال کر جائے گا۔ میں خواب سے بیدار ہوا اور میں نے یہ خواب ایک ورق پر لکھ لیا۔ تاکہ اس میں کوئی بات بھول نہ جاؤں۔ فرماتے ہیں میں اس گفتگو اور خواب کی تعبیر کے بارے میں ہر وقت پریشان رہتا کہ اس کا معنیٰ کیا ہے حتیٰ کہ ایک صالح مرد سے چند سال بعد بیت المقدس میں میری ملاقات ہوئی جن کا اسم گرامی شیخ محمد قرمی تھا۔ انہوں نے کہا کہ میں تجھے ایک بات بتاتا ہوں کہ مسجد اقصیٰ میں مجھے ایک صالح مرد نے بتایا کہ جناب امام یافعی رحمۃ اللہ علیہ کل سے قطب ہیں۔ ہذا تو یہ تاریخ نوٹ کر لے پھر میں نے انہیں اپنا خواب بھی بتایا۔ پھر جب میں واپس مکہ شریف آیا تو معلوم ہوا کہ امام یافعی رحمۃ اللہ علیہ انتقال فرما گئے ہیں۔ میں نے کاغذات نکال کر دیکھے تو معلوم ہوا کہ آپ کو جس دن مقام قطبیت عطا کیا گیا ٹھیک سات دن بعد انتقال فرما گئے۔ یہ وہ مدت تھی کہ جس میں آپ سورج کی طرح مشہور ہوئے۔ آپ یمن سے مکہ مکرمہ تشریف لے گئے اور پھر ان دونوں شہروں میں آنا جانا رکھا۔ کبھی یمن میں اور کبھی مکہ مشرفہ میں مقیم ہوتے۔ پھر شام تشریف لے گئے۔ وہاں بیت المقدس کی زیارت کی اور سیدنا حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی قبر انور پر حاضری دی۔ پھر وہاں سے مصر تشریف لے گئے تاکہ وہاں کے صالحین کی زیارت کر سکیں۔ مصر میں آپ کی رہائش شیخ ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ کے مشہد میں تھی۔ آپ کا معاملہ مخفی تھا اور گوشہ نشینی تھی۔ پھر حجاز واپس تشریف لائے۔ اور کچھ عرصہ مدینہ منورہ میں قیام کیا۔ پھر مکہ شریف آ گئے اور اب مکہ کی مجاورت اپنے اوپر لازم کر لی۔ علم و عبادت میں مشغول ہو گئے شادی کی اس مدت میں آپ کی اولاد بھی ہوئی۔ پھر یمن جانے کا ارادہ کیا تاکہ وہاں اپنے شیخ جناب شیخ علی طواشی وغیرہ صالحین کی زیارت کریں ان تمام مصروفیات کے باوجود آپ کا ایک حج بھی فوت نہ ہوا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں مقبولیت

مکہ مکرمہ میں مجاوروں میں سے ایک نیک صالح عورت نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ شیخ عبداللہ یافعی کے گھر کے دروازے پر تشریف فرما ہیں اور بلند آواز سے فرما رہے ہیں اے یافعی! میں تیرے لیے اللہ کے ہاں ضامن ہوں کہ تو دو عمر (ابوبکر، عمر رضی اللہ عنہما) میں سے ایک کی طرح ہے آپ نے یہ الفاظ تین مرتبہ کہے۔ پھر امام یافعی نے پوچھا کیوں؟ آپ نے فرمایا تیرے اس کام کی وجہ سے۔ آپ نے یہ الفاظ ارشاد فرماتے وقت فقراء کی ایک جماعت کی طرف ہاتھ مبارک سے اشارہ فرمایا جو امام یافعی کے گھر کے قریب کھڑے ان سے کچھ کھانا مانگ رہے تھے۔ یہ عورت بیان کرتی ہے کہ میں نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے سر انور کے بال دیکھے وہ آپ کے کانوں کی لو تک لمبے تھے جیسا کہ شمائل میں اس کا ذکر آتا ہے۔ ان سے پانی کے قطرے گر رہے تھے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سرخ چادر اوڑھ رکھی تھی۔

بالجملہ آپ کے مناقب مشہور اور آپ کے آثار مذکور ہیں۔ جنہیں ذرا تفصیل سے شیخ جمال الدین اسنوی رحمۃ اللہ علیہ نے ''طبقات'' میں ذکر کیا ہے۔ ان کی بہت تعریف لکھی اور لکھا کہ 768ھ میں آپ کا انتقال ہوا۔ آپ اپنے دور کے فضیل مکہ، فاضل مکہ، عالم ابطح اور عامل ابطح تھے۔ باب معلاۃ میں جناب فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ کے پہلو میں دفن کیے گئے۔ مزید لکھا

کہ آپ کے وصال کے بعد آپ کے تبرکات اور بظاہر حقیر اشیاء جو آپ نے ترکہ میں چھوڑیں، بہت زیادہ قیمت سے لوگوں نے خریدیں۔ حتیٰ کہ آپ کا ایک پھٹا پرانا تہبند تین سو درہم کا کسی نے خرید لیا اور نیچے بچھائے جانے والا کمبل سو درہم کا بکا۔ (قالہ الشرجی)

حضرت کمال الدین عبد اللہ غاری رحمۃ اللہ علیہ

غار کی نسبت ہے۔ آپ دہلی سے باہر رہائش پذیر تھے۔ آپ اپنے دور کے امام، صالح، عالم، عابد، پرہیزگار اور یکتائے روزگار تھے۔

ولی کی غیب بین نگاہ

ابن بطوطہ نے اپنے سفر نامہ میں لکھا ہے میں نے اس غار کی تین مرتبہ زیارت کی۔ میرا ایک غلام تھا وہ بھاگ گیا۔ ایک ترک آدمی کے پاس مجھے ملا تو میں اس ترک کے پاس گیا تا کہ اپنا غلام اس سے لے آؤں۔ شیخ نے مجھے فرمایا یہ غلام تمہارے لیے مفید نہیں اس لیے اسے چھوڑ دو۔ ادھر ترکی شخص اسے اپنے پاس رکھنے کے لیے خواہش کا اظہار کر چکا تھا اور صلح صفائی سے یہ کام سرانجام دینے کا خواہش مند تھا۔ میں نے سو دینار کے عوض اس سے معاملہ طے کر لیا۔ غلام اس کے پاس رہنے لگا چھ ماہ بعد اس غلام نے اپنے مولیٰ کو قتل کر دیا۔ اسے بادشاہ کے پاس لایا گیا، بادشاہ نے حکم دیا کہ اس غلام کو مرنے والے کی اولاد کے سپرد کیا جائے۔ چنانچہ انہوں نے اسے قتل کر دیا۔ جب میں نے شیخ کی یہ کرامت دیکھی تو میں پھر ان کا ہی ہو رہا۔ دنیا کو خیر باد کہا اور جو کچھ میرے پاس تھا وہ فقراء اور مساکین کو ہبہ کر دیا۔ کافی عرصہ میں ان کے پاس رہا۔ میں نے دیکھا کہ آپ دس دس دن متواتر جاگتے رہتے اور بعض دفعہ بیس بیس دن متواتر گزر جاتے۔ آپ رات کا اکثر حصہ قیام میں بسر فرماتے۔

حضرت عبد اللہ بن سعید بن عبد الکافی مصری رحمۃ اللہ علیہ

مکی بھی آپ کی نسبت ہے شیخ عبید الحرفوش کے نام سے معروف تھے۔ صلاح میں معروف اور ولایت میں مشہور شخصیت ہیں۔

غیب کی اطلاع

ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ نے آپ کی ایک کرامت ذکر کی ہے کہ انہوں نے اسکندریہ کے ہیبت ناک واقعہ کی قبل از وقوع اطلاع کر دی تھی۔ آپ کی ایک کرامت یہ بھی تھی کہ ایک شخص مکہ مکرمہ میں مجاور بن کر رہنے کی نیت سے آیا تو اس کا ذکر شیخ موصوف سے ہوا۔ آپ نے فرمایا اے بھائی! یہاں ٹھہراؤ نہیں۔ اس کے بعد یہ ارشاد فرمایا ما علیھا مقیم، یعنی اسے یہاں ٹھہرنا نہ ملے گا چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ وہ شخص مکہ شریف میں داخل ہونے کے فوراً بعد انتقال کر گیا۔ شیخ موصوف نے 801ھ میں انتقال فرمایا۔ اور معلاۃ میں دفن کیے گئے۔ (قالہ الشرجی)

حضرت ابوعبداللہ بن عبدالرحمٰن بن عثمان معترض یمنی رحمۃ اللہ علیہ

آپ شیخ کبیر اور کامل ولی اللہ تھے۔ بکثرت روزے رکھتے اور رات قیام فرماتے تھے بہت خشوع وخضوع والی شخصیت تھے۔ اللہ تعالیٰ کی خاطر جان تک کی قربانی دینے والے تھے۔ قرآن کریم کی بکثرت تلاوت فرمایا کرتے تھے بے مثل تھے۔ تلاوت قرآن پاک کے سلسلہ میں ان سے مذکور ہے کہ آپ جب تلاوت کرنے سے کسی وجہ سے رک جاتے تو آپ کو محبت و عشق کی بے چینی اس قدر ستاتی کہ اس کا علاج بجز تلاوت اور کوئی نہ تھا آپ کو اس صفت کی وجہ سے کہا جاتا تھا ندیم القرآن آپ فرمایا کرتے تھے میں نے اللہ تعالیٰ سے یہ طلب کیا تھا کہ مجھے عبادت کا کوئی وہ طریقہ عطا فرما جس سے میں تیرا قرب پا سکوں تو اس نے تلاوت قرآن میں میری مدد فرمائی۔ آپ نے فرمایا میں نے اللہ تعالیٰ کو خواب میں دیکھا مجھے اس نے ایک ورق دیا اور فرمایا اس میں اپنے گناہ لکھو۔ پھر وہ ورق وسیع سے وسیع تر ہوتا گیا یہاں تک کہ میں اس سے گھبرا گیا۔ پھر مجھے کہا گیا کہ ہم نے تجھے معاف کردیا۔

بن دیکھے پیدا ہونے والے کے بارے بتادیا

ایک ثقہ آدمی نے بیان کیا میں ایک دن شیخ موصوف کے ہاں موجود تھا۔ اچانک ایک عورت چیختی ہوئی آئی۔ جسے دردزہ نے تنگ کررکھا تھا۔ شیخ موصوف نے مجھے فرمایا اس کے لیے سورۂ یٰس پڑھو۔ شاید اللہ تعالیٰ اس کی مشکل دور فرمادے۔ آپ نے یہ فرمایا جب ہم سورت کی تلاوت سے فارغ ہوئے تو شیخ نے فرمایا اس نے بیٹا جنا ہے۔ اور اس کا نام علی رکھو۔ میں نے اس عورت سے پوچھا تو اس نے ایسے ہی بتایا جیسا شیخ نے فرمایا تھا۔

بعد وصال بزرگوں کی باہم ملاقات

ایک ثقہ آدمی نے آپ سے بیان کیا آپ نے فرمایا میں نے خواب دیکھا گویا میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہوں اور اللہ تعالیٰ نور کے پردوں میں چھپا ہوا ہے اور بارگاہ خداوندی میں سرکار ابد قرار صلی اللہ علیہ وسلم بھی تشریف فرما ہیں۔ سیدی شیخ عبدالقادر جیلانی، سیدی فقیہ احمد بن عمر زیلعی، سیدی شیخ ابوالغیث بن جمیل اور ان کے علاوہ بہت سے دوسرے اولیاء کاملین بھی موجود ہیں۔ وہاں ایک دری ہے جہاں یہ سب حضرات اپنی اپنی جوتیاں اس کے اردگرد اتار رہے ہیں مجھے لایا گیا میرے پاؤں میں بھی جوتیاں ہیں۔ مجھے کہا گیا کہ اس دری کو روندو، میں نے روند ڈالا اور بیٹھ گیا۔ پھر شیخ ابوالغیث اٹھے تاکہ مجھے خرقہ پہنائیں۔ ان سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ادب سے بیٹھو پھر خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست اقدس سے مجھے شال پہنائی۔ آپ نے میرے سر پر ڈالی۔ اس کے بعد شیخ ابوالغیث نے دو ٹوپیاں مجھے پہنائیں۔ حاضرین نے اس پر تکبیر کہی اور شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا میں شیر ہوں اور یہ میرا بچہ ہے۔

بعد وصال مدد کرنا

آپ سے ہی یہ واقعہ بیان کیا گیا ہے۔ فرماتے ہیں ایک مرتبہ میں شیخ ابوالغیث رحمۃ اللہ علیہ کی قبر کی زیارت کے لیے گیا اور

اپنی ایک حاجت کے لیے وہاں رک گیا۔ جب میں نے سر اٹھایا تو میں نے آپ کی قبر کے تابوت کے ستونوں پر لکھا دیکھا: قضیت قضیت۔ (تیری ضرورت و حاجت پوری کر دی گئی)۔ اور میں نے ایک رات بیت عطاء میں بسر کی۔ اس نے اپنے گھر والوں سے اپنے امیر کی شکایت کی کہ وہ ان پر حملہ کرنے کی دھمکیاں دے رہا ہے۔ تو میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے استغاثہ کیا اور تین مرتبہ مدد طلب کی۔ میں نے سنا کہ آپ فرما رہے تھے: ھا أنا عندك۔ (میں یہاں تیرے پاس کھڑا ہوں)۔ اس دن صبح کو خبر آئی کہ امیر مذکور کو معزول کر دیا گیا ہے۔ شیخ موصوف کی کرامات بہت زیادہ ہیں۔ آپ نے 830ھ میں انتقال فرمایا۔ (قالہ الشرجی)

حضرت عبداللہ بن محمد بن عیسیٰ رحمۃ اللہ علیہ

جمال الدین عوفی رحمۃ اللہ علیہ، عوفی سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رحمۃ اللہ علیہ کی طرف نسبت کی وجہ سے ہے جو عشرہ مبشرہ میں سے ایک ہیں۔ شافعی المذہب تھے اور ابن الجلال کے لقب سے معروف تھے۔ اکابر اولیاء اور علماء میں سے تھے۔

دریاؤں پر حکمرانی

آپ کی اس کرامت کی بہت سے لوگوں نے خبر دی جن میں سے ایک احمد بن مظفر بھی ہیں۔ بیان کرتے ہیں میں نے بارہا مشاہدہ کیا کہ آپ جب دریائے نیل کو عبور کرنا چاہتے تو اس کے دونوں کنارے مل جاتے اور آپ گزر جاتے اور ایک ہی قدم اٹھاتے تو دوسرے کنارے پر پہنچ جاتے۔ آپ مستجاب الدعوات تھے جس نے بھی آپ کو تکلیف دینے کا ارادہ کیا کبھی کامیاب نہ ہوا۔ بالجملہ آپ کا صاحب صلاح ہونا اتنا مشہور تھا کہ جس کا کوئی بھی منکر نہیں۔ ان کے شیوخ میں سے بلقینی اور ابن ملقن ایسی شخصیات کا نام آتا ہے 845ھ میں انتقال فرمایا۔ اور صوفیہ سعدیہ کے درختوں والے علاقہ میں مدفون ہوئے۔

حضرت عبداللہ بن ابی بکر بن عبدالرحمٰن عیدروس رحمۃ اللہ علیہ

اولیاء عارفین کے امام اور شیوخ کاملین میں معروف شخصیت ہوئے۔ صاحب مناقب و کرامات مشہور ہیں۔

مردہ کو زندہ کرنا

آپ کی زوجہ شریف عائشہ بنت عمر مخصار رحمۃ اللہ علیہا سخت بیمار ہوئیں۔ گھر والوں نے ہلایا جلایا وہ سمجھے کہ وہ فوت ہو چکی ہیں پھر آپ کو اطلاع دی گئی۔ آپ تشریف لائے اور تین مرتبہ اس کا نام لے کر آواز دی تو زوجہ محترمہ نے تیسری مرتبہ آپ کی آواز کا جواب دیا اور بیماری سے تندرست بھی ہو گئیں۔

شر کو دور کر دیا

ایک عورت نے آپ کی کھجور کا پھل چرانے کا ارادہ کیا۔ اس کے ساتھ اس کا بچہ بھی تھا۔ اسے زمین پر لٹایا اور خود کھجور کے درخت پر چڑھی۔ پھر جب نیچے اتری تو دیکھا کہ اس کا بچہ فوت ہو چکا ہے یہ دیکھ کر اس نے رونا چلانا شروع کر دیا۔ پھر اسے

بتایا کہ یہ کھجور شیخ عیدروس کی ہے تو اس نے جس قدر کھجوریں توڑی تھیں واپس کر دیں۔ تو بہ کی ادھر اس کا بیٹا بھی اٹھ بیٹھا۔

چرائے گئے زیور لا دیے

بیان کیا گیا ہے کہ سلطان کی ہمشیرہ کے بہت سے زیورات چوری ہو گئے۔ اس پر اس کا بھائی بہت غصے ہوا اور اس نے ارادہ کیا کہ جس پر بھی تہمت آئے اسے قتل کر دیا جائے گا جب شیخ عبداللہ موصوف کو معلوم ہوا کہ سلطان نے اپنے ارادے پر عمل کی ٹھان لی ہے تو آپ نے اسے ضمانت دی کہ تمام زیورات لوٹانا میری ذمہ داری ہے۔ پھر شیخ موصوف اس وقت باہر نکلے جب عام لوگوں نے چلنا پھرنا بند کر دیا تھا۔ آپ کے ساتھ آپ کا خادم بھی تھا چلتے چلتے حکومت کے خادموں کے گھر تشریف لے گئے اور وہاں سے زیورات اٹھائے اور واپس شیخ عمر کی مسجد میں تشریف لائے اور یہاں آ کر کسی کو آپ نے سلطان کی ہمشیرہ کے پاس بھیجا اور اس سے اس کے زیورات کے بارے میں دریافت کیا کہ وہ کیا کیا تھے؟ اس نے ان کی پوری پوری نشاندہی کی۔ آپ نے تمام زیورات اس کے پاس بھیجے اس نے ان میں سے اپنے گم شدہ زیورات رکھ لیے۔ بقیہ آپ نے لے کر وہیں جا کر رکھ دیئے جہاں سے اٹھائے تھے۔

بیماروں کو شفا مل گئی

علی بن عمر مشعوث نے اپنی بیوی کے لیے بددعا کر دی۔ نیک آدمی تھے ان کی بددعا اثر کر گئی اور ان کی بیوی ایسی بیمار ہوگئی کہ بالکل بے کار ہو کر رہ گئی۔ پھر یہی حضرت جناب موصوف کے ہاں آئے اور حالات بتائے۔ شیخ نے انہیں ملامت کی اور آئندہ ایسا کرنے سے منع کیا۔ پھر وہاں سے واپس اپنی بیوی کے پاس آیا تو دیکھا کہ وہ یوں تندرست ہوگئی ہے گویا وہ بیمار ہوئی نہ تھی۔ خاوند نے اس سے شفایابی کا سبب پوچھا۔ کہنے لگی شیخ عبداللہ عیدروس تشریف لائے تھے اور جو اللہ نے چاہا وہ پڑھا۔ پھر مجھے حکم دیا کھڑی ہو جا میں کھڑی ہوگئی اور جیسے تم دیکھ رہے ہو، تندرست ہوگئی۔

چورہ چورہ ہوئی ناک ٹھیک ہوگئی

بیان کیا گیا ہے کہ ایک عورت اپنی ناک کے بل گر پڑی اور ناک چورہ چورہ ہوگئی ڈاکٹروں اور حکیموں نے کہہ دیا کہ اب اس کا علاج ممکن نہیں۔ اس عورت نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں وسیلہ تلاش کیا۔ اس نے دیکھا کہ جناب شیخ عیدروس اس کے ہاں تشریف لائے ہیں۔ انہوں نے اپنا ہاتھ اس کی ناک پہ رکھا۔ پھر وہ اس طرح کی خوبصورت ہوگئی جیسے پہلے تھی۔

پرانا زخم ٹھیک ہو گیا

جناب عبدالرحمٰن خطیب بیان کرتے ہیں میرے دائیں ہاتھ میں ایک کاری زخم آیا پھر ٹھیک تو ہو گیا لیکن اس میں کچھ کسر باقی رہی۔ پھر ایک دفعہ شیخ عیدروس سے ملنے کا اتفاق ہوا۔ مصافحہ کے وقت انہوں نے میرے ہاتھ کو خوب زور سے پکڑا، زخم بہہ نکلا۔ اور ہاتھ سوج گیا اس سے وہ پریشان ہو گئے۔ شیخ عبداللہ کے پاس آئے اور آ کر کہنے لگے آپ نے مجھے پریشان کر دیا ہے۔ آپ نے اس کے زخم پر ہاتھ پھیرا تو اسے اسی وقت آرام آ گیا اور تھوڑی ہی مدت میں ہاتھ تندرست ہو گیا۔

ٹوٹا ہاتھ جوڑ دیا

سید محمد بن علی بیان کرتے ہیں شیخ عیدروس ایک مرتبہ میری ہمشیرہ علویہ کے پاس تشریف لے گئے۔ آپ نے اس کا ہاتھ دبایا اور مروڑا حتی کہ وہ ٹوٹ گیا۔ پھر آپ نے اس جگہ ہاتھ رکھا جہاں سے ہاتھ ٹوٹا تھا تو اسی وقت صحیح سالم ہو گیا۔

دل کی پکار مفید رہی

جناب سلیمان بن احمد باحناک کہتے ہیں میں کفار کے علاقہ میں بیمار ہو گیا اور بہت کمزور ہو گیا۔ میرے پاس شیخ عیدروس کے کچھ کپڑے تھے۔ میں نے انہیں اپنے اوپر لپیٹ لیا اور اللہ تعالیٰ کے حضور وسیلہ کے طور پر شیخ کا نام لیا اور سو گیا۔ میں کیا دیکھتا ہوں کہ آپ ایک خچر پر تشریف لا رہے ہیں اور آپ کے پیچھے چھوٹے چھوٹے بچے ہیں وہ کہہ رہے ہیں یا حنان یا منان عاف سلیمان (اے حنان! اے منان! سلیمان کو آرام عطا فرما دے)۔ میں صبح اٹھا تو بالکل تندرست تھا۔

جسے چاہیں فیض عام دے دیں

جب طاہر بن عمر آپ کی زیارت کے لیے آیا تو اس کے ساتھ ایک آزاد شدہ غلام بھی تھا جو کسی کام کا نہ تھا۔ شیخ عبداللہ مذکور نے اس آزاد شدہ غلام کا کان پکڑا اور تھوڑا سے لے کر چلے۔ پھر فرمایا جو بھی بیمار اس کا کان چھوئے گا خواہ وہ اس شہر کا باشندہ ہو یا گردونواح کا، اللہ تعالیٰ کے اذن سے وہ صحت پا جائے گا۔ جناب طاہر بیان کرتے ہیں جب ہم واپسی پر غیل اسفل میں پہنچے تو شدید وبا تھی۔ ہم نے اس علاقہ کے باشندوں کو شیخ کی بات بتائی پھر جس بیمار نے بھی اس آزاد شدہ غلام کے کان چھوئے وہ صحت یاب ہو گیا۔

دل کی باتیں جان لینا

آپ کے ہاں ایک آدمی آیا جس نے آنے سے پہلے ایک عورت کی طرف نظر شہوت سے دیکھا تھا۔ آپ نے اسے فرمایا اللہ تعالیٰ سے توبہ کر اور آئندہ ایسی حرکت نہ کرنا۔ ایسے واقعات آپ سے کئی مرتبہ دیکھنے میں آئے۔ آپ اپنے بیگانوں کے دلوں کے بھید بذریعہ کشف جان لیا کرتے تھے۔

غیب سے پانی ملنا

شیخ محمد بن علی حکایت کرتے ہیں ہم نے ایک مرتبہ شیخ عیدروس رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ سفر کیا اور ہمارا پڑاؤ ایسی جگہ ہوا جہاں پانی نہیں تھا۔ شیخ موصوف قضائے حاجت کے لیے تشریف لے گئے واپس تشریف لائے تو آپ کے ہاتھ پانی سے بھیگے ہوئے تھے۔ ہم نے آپ سے پانی کے بارے میں پوچھا تو آپ نے ہمیں کچھ نہ بتایا۔ پھر ایک شخص آیا اور اس نے آ کر ہمیں بتایا کہ میں نے شیخ موصوف کو پانی سے طہارت کرتے دیکھا ہے۔

کھجور کے درخت سے ناریل توڑا

عبدالرحمن خطیب بیان کرتے ہیں مجھے شیخ عبداللہ عیدروس رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا میں تجھے جلد ہی ایک چیز دوں گا جو تیرے گھوڑے پر سوار ہونے کا ذریعہ بن جائے گا چنانچہ ہاتھ بڑھایا اور مجھے ایک ناریل عطا فرمایا۔ جب وہ جگہ دیکھی گئی جہاں سے آپ نے ناریل اتارا تھا تو وہ کھجور کا درخت تھا۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دست اقدس سے حلوہ کھلایا

شیخ صاحب فرمایا کرتے تھے میں خوش نصیب ہوں جسے خود سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حلوہ کھلایا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے غریب خانہ پر تشریف فرما ہوئے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حلوہ اور بلوی (پریشانی) تھا۔ آپ نے حلوہ مجھے کھلایا اور پریشانی سے مجھے دور رکھا۔

غائبانہ جسمانی ملاقات

جناب فقیہ صالح بن محمد باعیس رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں میں عدن میں تھا اور مجھے شیخ عبداللہ عیدروس رحمۃ اللہ علیہ سے بالمشافہ ملاقات کی تمنا ہوئی۔ چنانچہ میں مسجد میں تھا کہ اچانک ایک شخص آیا اور مجھ سے کچھ طلب کرنے لگا۔ میں نے اسے جھاڑ پلائی۔ میں دوسری جگہ چلا گیا وہ پھر میرے پیچھے پیچھے وہاں آ گیا اور مجھ سے پھر مانگا۔ میں نے حسب سابق پھر ڈانٹ پلا دی چنانچہ بات آئی گئی ہو گئی۔ پھر جب میں شیخ عیدروس رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات کرنے آیا تو بوقت ملاقات عرض کی۔ حضور! میں نے عدن میں آپ سے بالمشافہ ملاقات کی تمنا کی تھی لیکن میری تمنا پوری نہ ہوئی۔ یہ سن کر شیخ نے فرمایا نہیں نہیں تمہاری تمنا پوری ہو گئی تھی۔ وہ اس دن ایک سائل تمہارے پاس آیا تھا فلاں مسجد تھی اور چاشت کا وقت تھا۔ اس نے تجھ سے مانگا تھا تو نے جھاڑ پلائی۔ وہ تیرے پیچھے پیچھے ہو لیا تو نے پھر ڈانٹا تھا میں ہی تو وہ سائل تھا۔ جناب فقیہ یہ سن کر عرض کرنے لگے آپ اپنی اصل شکل و صورت میں کیوں تشریف نہ لائے؟ فرمایا اگر ایسا ہوتا تو تو مجھے نہ چھوڑتا اور لوگوں کو بھی بتا دیتا۔

کئی جگہ بیک وقت موجود ہونا

ایک سید بزرگ فرماتے ہیں میں ایک دفعہ شیخ عیدروس رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں گیا تھا آپ سو رہے تھے۔ پھر جب فرض نماز کا وقت ہوا تو میں نے آپ کو جگایا اور عرض کی حضور! نماز کا وقت ہو چکا ہے۔ فرمانے لگے میں نے نماز ادا کر لی ہے میں نے عرض کی حضور! میں ایک لمحہ کے لیے بھی یہاں سے ادھر ادھر نہیں گیا۔ اور آپ بدستور یہیں تشریف فرما ہیں۔ نماز کیسے اور کہاں ادا کی؟ فرمانے لگے میں نے اپنی مسجد میں نماز باجماعت ادا کی ہے۔ میں باہر نکلا اور لوگوں سے دریافت کیا کہ آج کی فرض نماز کس نے پڑھائی تو سب نے بتایا شیخ عبداللہ عیدروس نے۔

آپ کے ہی ایک شاگرد عارف باللہ حسن بن احمد بابریک بیان کرتے ہیں میں ایک مرتبہ شیخ عبداللہ عیدروس رحمۃ اللہ علیہ کی مسجد میں حاضر ہوا تو میں نے دیکھا کہ آپ طالب علموں کو ایک کتاب کا درس دے رہے ہیں۔ میں وہاں سے اٹھ کر مسجد سرحسیس

میں آیا تو میں نے وہاں بھی شیخ موصوف کو دیکھا کہ آپ شیخ سعد بن علی کے ساتھ گفتگو میں مصروف ہیں۔ میں پھر واپس آپ کی مسجد میں آیا تو یہاں پہلے کی طرح آپ کو طالب علموں کو درس دیتے پایا۔ اس سے میں نے جان لیا کہ آپ کئی جگہ بیک وقت موجود ہونے والی شخصیت ہیں۔ آپ نے بکثرت مخلوق خدا کے لیے دعا کی۔ ان میں سے ہر ایک نے اپنا مقصد پایا اور جو مانگا سو ملا۔ آپ نے کسی جماعت یا گروہ کی شرارت سے بچنے کے لیے کسی کے حق میں دعا فرمائی تو وہ اس کی شرارت سے محفوظ رہا۔ اور ان کی عزت کرنے لگے۔ آپ کی کرامات اس قدر کثرت سے ہیں کہ ان کا ذکر کرنا باعث طوالت ہوگا۔

کرامات کی چند اقسام

شیخ عبدالقادر بن شیخ باعلوی فرماتے ہیں بعض علماء نے ارشاد فرمایا کرامات کی کئی اقسام ہیں:

(۱) مردوں کو زندہ کرنا۔ (۲) مردوں سے گفتگو کرنا۔ (۳) دریا کے پانی کو پھاڑ دینا۔ (۴) دریا کے پانی کو خشک کر دینا۔ (۵) پانی پر چلنا۔ (۶) کسی چیز کی حقیقت تبدیل کر دینا۔ (۷) زمین کو سمیٹ دینا۔ (۸) بیمار کو تندرست کر دینا۔ (۹) حیوانات سے گفتگو کرنا۔ (۱۰) حیوانات کو زیر فرمان کرنا۔ (۱۱) زمانے کو کم کر دینا۔ (۱۲) زمانہ کو دراز کر دینا۔ (۱۳) دعا کی قبولیت۔ (۱۴) زبان کو گفتگو سے بند کر دینا۔ (۱۵) گونگی زبان میں قوت گویائی دے دینا۔ (۱۶) دلوں کو اپنی طرف کھینچ لینا۔ (۱۷) غیب کی خبریں دینا۔ (۱۸) تصرف کا مقام عطا ہونا۔ جیسا کہ بعض اولیاء کرام سے منقول ہے کہ بادل ان کے پیچھے پیچھے چلتے تھے۔ (۱۹) بہت سی غذا کو کھا جانا۔ (۲۰) حرام کھانے سے حفاظت کرنا۔ (۲۱) پردوں کے پیچھے سے دور دراز دیکھنا۔ (۲۲) بارعب ہونا ایسا کہ دیکھنے والا تاب نہ لا کر مر جائے۔ (۲۳) کسی کی شرات سے بچا دینا۔ (۲۴) زمین کے خزانوں کی اطلاع دینا۔ (۲۵) مختصر سے وقت میں بہت زیادہ تصانیف لکھنا۔ (۲۶) مختلف شکل وصورت میں ظاہر ہونا۔

شیخ عبدالقادر مذکور فرماتے ہیں جناب شیخ عیدروس رحمۃ اللہ علیہ سے بہت سی کرامات مشہور ذکر کی گئی ہیں۔ جن کا تعلق مذکورہ تمام اقسام کرامات سے ہے۔ انہوں نے کہا کہ میں نے ان کرامات کو اپنی کتاب میں ذکر کرنے کا ارادہ کیا ہے۔ جس کا نام ''فتح اللہ القدوس فی مناقب عبداللہ العیدروس'' رکھا ہے۔

شیخ عیدروس رحمۃ اللہ علیہ 865 ھ میں فوت ہوئے۔ زنبل نامی مقبرہ میں تریم میں مدفون ہوئے۔ آپ کی قبر انور مشہور زیارت گاہ ہے۔ (اسے المشرع الروی نے ذکر کیا)۔

حضرت ابو القاسم عبداللہ بن جعمان رحمۃ اللہ علیہ

آپ بہت بڑے عارف، عالم محقق، عابد اور زاہد تھے۔ شیخ ناشری وغیرہ سے تعلیم حاصل کی۔ یمن میں علم وصلاح کی ریاست ان پر ختم تھی۔

صاحب قبر سے استفادہ

فقیہ احمد بن موسیٰ عجیل آپ کے انتقال کے بعد قبر میں سے خطاب کرتے تھے اور جب ان کے پاس کوئی شخص کسی حاجت

کی طرف آتا تو شیخ موصوف کی طرف تشریف لے جاتے۔ پھر وہاں جس قدر ممکن ہوتا قرآن کریم پڑھتے، پڑھ کر ان سے ہم کلام ہوتے تو آپ قبر میں سے ان کے ساتھ گفتگو فرماتے۔ آپ نے 875ھ میں انتقال فرمایا۔ آپ کا قبیلہ بو معن ہمدان، صدف کا گھرانہ تھا۔ یمن میں اس جیسا گھرانہ معروف نہیں ہے۔ (قلادہ مناوی)

یہ بات "طبقات الخواص" سے نقل کی گئی ہے مگر زبیدی نے اسے یوں لکھا ہے۔ یہ کہ شیخ موصوف کا انتقال 857ھ میں ہوا اور بو معن کا یہ گھرانہ ہمدان و صدف کا گھرانہ تھا۔ یمن میں یہ گھرانہ معروف نہیں ہے۔ کیونکہ تقریباً ہر گھر میں اچھے برے دونوں قسم کے آدمی ہوتے ہیں مگر یہ گھرانہ خیر و صلاح میں ان کے برعکس ہے۔

حضرت عبداللہ سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ

سلسلہ نقشبندیہ کے بزرگ ہیں۔ ایسے صوفی ہیں جن کا شرف مشہور و معروف ہے اور ایسے بزرگ ہیں کہ معرفت ان میں گھر کر چکی تھی۔ طریقت میں نسبت مضبوط تھے اور ان کا نفس ہر قسم کی بیماریوں سے سالم تھا۔ مولانا یعقوب چرخی سے علم حاصل کیا۔ انہوں نے انہیں ذکر خفی کی تلقین فرمائی۔ ان کے بعد آپ خواجہ ناصر الدین خاموش کی طرف متوجہ ہوگئے تاکہ ان سے کچھ فیض حاصل کریں۔ سمرقند میں الغ بیگ کے مدرسہ میں مدرس تھے۔ آپ پر اکثر جذب و استغراق کی کیفیت طاری رہتی۔

دشمن پر فتح دلوادی

آپ کی کرامات میں سے ایک یہ ہے کہ سمرقند کے سلطان کے خلاف خراسان کے بھائی نے محاذ آرائی کا پروگرام بنایا، نوبت لڑائی تک پہنچی۔ وہ بہت بڑی فوج لے کر سمرقند پر حملے کے لیے آیا۔ شیخ موصوف نے اس کی طرف نصیحت کا پیغام ارسال کیا، دھمکی کے انداز میں فرمایا کہ واپس چلا جائے۔ لیکن اس نے اس کی پروا تک نہ کی۔ آپ نے سلطان کو حکم دیا کہ اس کا مقابلہ کرو چنانچہ اپنی فوج لے کر روانہ ہوا۔ ادھر سے سمرقند کے دروازوں سے سخت آندھی بھی اس فوج کے ساتھ ہی چل پڑی۔ پھر دشمن کے آدمی تتر بتر ہوگئے۔ انہیں شکست ہوئی اور ان کی اکثریت ہلاک ہوگئی۔

دشمن کو شکست دے دی

آپ ایک دن سمرقند میں تشریف فرما تھے۔ ظہر کی نماز ہو چکی تھی۔ بازار میں آپ نے گھوڑا منگوایا پھر اس پر سوار ہوگئے اور سمرقند سے باہر تشریف لے گئے۔ اپنے ساتھیوں سے کہا تم یہیں ٹھہرو۔ پھر صحرا کی طرف اکیلے ہی تشریف لے گئے۔ کچھ دیر بعد واپس آئے اور فرمانے لگے سلطان روم محمد خان نے کفار سے جنگ شروع کر رکھی تھی میں اس کی مدد کے لیے گیا تھا اس وقت کفار کو شکست فاش ہوئی ہے۔ تحقیق کرنے پر معلوم ہوا کہ حقیقت یہی تھی۔ سمرقند میں ہی مقیم رہتے ہوئے آپ ہر سال حج کیا کرتے تھے۔ اہل سمرقند سے صرف یوم الترویہ کو غائب ہوتے۔ 875ھ میں انتقال فرمایا۔ (صفوۃ المناوی)

حضرت عبداللہ بن محمد بن علی باعلوی رحمۃ اللہ علیہ

آپ صاحب "الشبیکۃ القدیمۃ" اور صاحبان تقویٰ و صفا کے سردار، عامل علماء کے امام اور اولیائے عارفین کے پیشوا

ہوئے۔ تریم میں پیدا ہوئے اور مکہ مکرمہ کی مجاوری اختیار فرمائی۔

آواز دینے کے ساتھ ہی موجود ہو جانا

آپ کی کرامات میں سے ایک یہ ہے کہ آپ اکثر اوقات لوگوں سے الگ اپنے گھر میں ہی تنہائی میں تشریف فرما ہوتے۔ صرف طواف اور نماز کے لیے باہر تشریف لاتے۔ حتیٰ آپ کی ہمشیرہ کی اولاد محمد بن عبدالرحمٰن باحرہ اور سید حسن بن احمد باعمر بھی تمنا رکھتے تھے کہ کاش! ہمیں شیخ اپنے ساتھ مل بیٹھنے کے لیے وقت عطا فرماتے۔ کیونکہ آپ ان دونوں کے ماموں تھے اور انہیں آپ کی صحبت سے بے حد فائدہ تھا۔ آپ انہیں فرمایا کرتے تھے کہ جب تمہارا دل چاہے کہ میرے ساتھ ملاقات کرو تو تم دونوں اپنے مکان میں رہتے ہوئے مجھے آواز دیا کرنا۔ خواہ ایک مرتبہ یا دو مرتبہ۔ پھر ایسے ہی ہوتا جب بھی ان میں سے کسی کو ملاقات کا اشتیاق ہوتا تو شیخ کے بتائے طریقہ کے مطابق آپ کو آواز دیتے۔ اگرچہ شیخ ان سے کتنے ہی دور کیوں نہ ہوتے آواز مکمل ہونے تک آپ ان کے پاس تشریف فرما ہوتے۔ آپ نے 886ھ میں مکہ مکرمہ میں ہی انتقال فرمایا اور مقبرۃ شبیکہ میں مدفون ہوئے۔ آپ کی قبر معروف ہے اور قبولیت دعا کے لیے معروف ہے۔

حضرت عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ

آپ ازبکیہ کے غیر آباد علاقہ میں حشیش پیس کر بیچا کرتے تھے۔ یہ قاہرہ کی ایک بستی ہے۔ آپ کی کرامت یہ تھی کہ جو شخص آپ سے حشیش لے جاتا اور اس سے کچھ کھالیتا تو وہ فوراً توبہ کر لیتا اور آئندہ کبھی اس کے قریب نہ جاتا۔

علامہ شعراوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں آپ راسخین حضرات میں سے تھے۔ اور بہت زیادہ کشف والے تھے۔ یہی بیان کرتے ہیں میں نے ایک مرتبہ آپ سے سنا۔ فرمایا مجھے اللہ تعالیٰ کی عزت کی قسم! جس نے بھی اس (حشیش) سے ایک مٹھی بھی لی وہ آئندہ اس کا نام تک نہ لے گا۔ 937ھ میں آپ نے انتقال فرمایا اور غربا کے ساتھ ازبکیہ کی غیر آباد جگہ میں دفن کیے گئے۔

حضرت عبداللہ بن علی بن ابی بکر سقاف رحمۃ اللہ علیہ

سادات اولیاء وعلماء میں سے بہت بڑے بزرگ تھے۔ مختلف فضائل کے حامل اور صاحب کرامات شخصیت تھے۔

بلاوجہ مکان بلند کرنے والے کا مکان گر گیا

آپ کے کسی پڑوسی نے اپنا مکان بہت اونچا بنالیا۔ حتیٰ کہ اس کا سایہ آپ کے مکان پر رہتا۔ اس کی آپ کے گھر میں سے کسی نے شکایت کی تو آپ نے فرمایا تم عنقریب اس مکان کو گرا ہوا دیکھو گے اور تمہیں اپنے مکان کی کھڑکی سے وہ دور نظر آنے لگے گا۔ پھر ہوا یہ کہ سلطان بدر نے اس کے تمام گھر گرا دیے۔ پھر وہی ہوا جو سید مذکور نے فرمایا تھا آپ نے 942ھ میں انتقال فرمایا۔ (قالہ فی المشرع الروی)

حضرت عبداللہ بن شیخ بن شیخ عبداللہ عیدروس رحمۃ اللہ علیہ

آپ اولیاء کے ولی اور صوفیہ کے امام گزرے۔ عارفین کی جماعت سے علم حاصل کیا۔ پھر ان سے علم حاصل کرنے والوں میں بڑے بڑے عامل علماء ہوئے۔ جن میں ایک امام ابن حجر ہیتمی بھی تھے۔

ٹیڑھی ٹانگیں ہاتھ پھیرنے سے ٹھیک ہو گئیں

آپ ایک دن حرم شریف مکہ میں تھے کہ اچانک ایک شخص اندر آیا۔ اس کے ساتھ ایک بچہ تھا جو لڑھک کر چلتا تھا۔ اس نے وہ بچہ آپ کے سامنے لا رکھا۔ اس کے پاؤں میں بیماری تھی اور ٹانگیں ٹیڑھی تھیں جو پیدائشی تھیں۔ آپ نے اپنا دست مبارک اس پر پھیرا تو وہ پاؤں اور ٹانگ بالکل دوسری صحیح ٹانگ کی طرح تندرست ہو گئی۔ گویا اس میں کوئی نقص ہی نہ تھا۔ آپ نے 944ھ میں تریم میں انتقال فرمایا۔

حضرت عبداللہ بن محمد بن عبدالرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ

آپ صاحب مشہد شبیکہ مکہ مشرفہ ہیں۔ علوم شرعیہ اور حقیقت کے امام تھے۔ مشائخ طریقت کے شیخ تھے۔ مسلمانوں کی جانی پہچانی علمی شخصیات سے علم حاصل کیا اور حرمین شریفین کی مجاوری بھی کی۔ بہت سی کرامات کا آپ سے ظہور ہوا۔

بیماری دوسرے نے اپنی طرف منتقل کر لی

ایک جماعت بیان کرتی ہے کہ قاضی المسلمین، امام الحسین جو قاضی حسین مالکی کے نام سے مشہور تھے، ایک مرتبہ بچپن میں سخت بیمار ہو گئے۔ حتی کہ موت دکھائی دینے لگی۔ آپ کی والدہ ماجدہ جناب شیخ موصوف کی بہت زیادہ معتقد تھی بچے کو اٹھایا اور شیخ کی خدمت میں پیش کر دیا اور درخواست کی کہ اس کے لیے شفایابی کی دعا فرمائیں۔ اس وقت شیخ موصوف کے ہاں شیخ عارف باللہ عبدالرحمن بن عمر عمودی بھی حاضر تھے۔ شیخ نے ان کی طرف التفات کیا اور انہیں فرمایا اے عبدالرحمن! اس کا بوجھ اٹھا لے۔ کیونکہ اس شخص کے زندہ رہنے میں بہت نفع اور فائدہ ہے۔ شیخ عبدالرحمٰن نے عرض کیا جو آپ کا ارشاد وہ سر آنکھوں پر۔ اس کے بعد شیخ عبدالرحمٰن کو وہ مرض ہو گیا اور چند دنوں بعد وہ انتقال کر گئے اور قاضی حسین اپنی بیماری سے صحت یاب ہو گئے۔ یہ 967ھ کا واقعہ ہے۔

بچی کی وفات کا صدمہ ہاتھ پھیرنے سے ختم ہو گیا

سید عبدالرحیم احساوی مشہور بصری مالکی رحمۃ اللہ علیہ کی ایک بیٹی تھی جس سے سید موصوف بہت زیادہ مانوس تھے۔ چنانچہ وہ انتقال کر گئی اس کے مرنے کے بعد سید موصوف انتہائی کبیدہ خاطر ہو گئے۔ قریب تھا کہ یہ بھی فوت ہو جاتے پھر ایک دن شیخ موصوف سے ملاقات ہوئی اور ان سے دعا کی درخواست کی۔ شیخ موصوف نے اپنا دست اقدس ان کے سینہ پر پھیرا۔ جس سے فوراً دلی صدمہ کافور ہو گیا۔ آپ نے اس کے ساتھ ہی بیٹا پیدا ہونے کی خوشخبری بھی دی۔ فرمایا وہ صالح ہو گا اور مشرق و

مغرب میں شہرت پائے گا۔ ان کی بیوی امید سے ہوگئیں اور جس بچے کی شیخ نے خوشخبری دی اس کی آمد آمد ہونے لگی۔ جب وقت ولادت آیا تو شیخ موصوف نے ان کی طرف مبارک بادی کا پیغام بھیجا۔ آپ کا بھیجا ہوا آدمی عین اس وقت پہنچا جب بچہ پیدا ہو گیا تھا۔ اس نومولود کا نام بعد میں شیخ عمر بصری مشہور ہوا۔

مصیبت میں سے نکالنا

آپ نے صاحب مکہ شریف ابی نمی کی طرف ایک مرتبہ حضرموت سے رقعہ بھیجا۔ جس میں آپ نے لکھا تھا روٹیاں پکانے والوں اور کسان خادماؤں کا تجھ پر کوئی بس نہیں۔ تو ان کے مقابلہ میں غیبی مدد پائے گا اور نقصان سے بچ جائے گا۔ اس کے علاوہ تحریر میں کچھ اور بھی اشارات لکھے جن کا معنی صاحب مکہ وقوع پذیر ہونے سے پہلے نہ سمجھ سکا۔ آپ نے یہ رقعہ اپنے ایک خادم کے ہاتھ صاحب مکہ کی طرف بھیجا۔ جب شریف ابی نمی کو رقعہ ملا تو اس نے خادم سے کہا جب تمہارا واپس جانے کا ارادہ ہو تو اس کا جواب لے جانا۔ اس سال یعنی 985ھ میں بھی منیٰ کے اندر امیر اُلج مصری کا فتنہ رونما ہوا۔ اس نے ارادہ کیا کہ شریف ابی نمی پر قبضہ کر لے۔ یہ دیکھ کر ابی نمی منیٰ سے بھاگ گیا۔ اور حجاج کرام کی حفاظت کرنے سے الگ ہو گیا پھر لوٹ مار شروع ہوگئی۔ حتیٰ کہ اکثر حاجی صاحبان وہاں سے قبل از وقت ہی کوچ کر آئے۔ اور باہر سے آئے ہوئے لوگ بھی ادھر ادھر بکھر گئے۔ اس دوران اکابرین میں سے ایک بزرگ شخصیت نے ارادہ کیا کہ سلطان کو کنکر مارنے کے وقت کے ختم ہونے سے پہلے صاحب ابی نمی کے مسلح ساتھیوں کے ساتھ منیٰ واپس چلنا چاہیے۔ لیکن ان کے لیے ایسا کرنا ناممکن ہوا۔ کیونکہ دیہاتی بہت بپھرے ہوئے تھے؟ اہل مکہ اس واقعہ کو ''ھیۃ'' کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ پھر جب شیخ موصوف کے خادم نے واپسی کا ارادہ کیا تاکہ حضرموت اپنے شیخ کے ہاں حاضر ہو تو شریف ابی نمی سے جواب رقعہ مانگا۔ شریف نے کہا تمہارے شیخ ایسی ایسی صفتوں والے ہیں۔ شیخ کے بارے میں خادم نے سن کر کہا واقعی یہ میرے شیخ کی علامات وصفات ہیں۔ کیا تم نے واقعی انہیں دیکھا ہوا ہے؟ شریف کہنے لگا ہاں دیکھا ہے۔ مذکورہ واقعہ کے وقت آپ مجھے لوگوں سے بچا رہے تھے۔

فوت شدہ والدہ کو آنکھوں سے دیکھا

آپ کی والدہ کا انتقال ہو گیا اور انتقال کے بعد انہیں بہت اشتیاق ہوا کہ والدہ سے ملاقات ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا کی تو جاگتے ہوئے آنکھوں سے والدہ سے ملاقات کی۔

سماع کے وقت حال کی کیفیت

امام شہاب الدین احمد بن حجر ہیتمی مکی ایک مرتبہ شیخ موصوف کے ہاں حاضر تھے۔ شیخ نے محفل سماع کے انعقاد کا حکم دیا۔ ابن حجر بھی اس محفل میں موجود تھے۔ قوالوں نے قوالی شروع کی تو ابن حجر سمیت تمام حاضرین نے وجد کی حالت میں تالی بجانی شروع کر دی۔ جب محفل سماع ختم ہوئی تو ابن حجر باہر آئے تو ان سے پوچھا گیا تم نے تالی بجانا کیونکر شروع کیا۔ حالانکہ تم سرے سے سماع کے ہی حق میں نہیں ہو؟ ابن حجر کہنے لگے میں نے تمام موجودات کو تالی بجاتے دیکھا تو میں نے بھی ان کے

ساتھ تالی بجائی۔ ان جیسے سادات کے لیے سماع حلال ہے۔ کیونکہ ان حضرات کا سماع کسی شہرت کی خاطر نہیں ہوتا جو قابل مذمت ہو۔ بخلاف اور لوگوں کے جو اس کیفیت والے نہیں ہوتے۔

موت کا وقت بتا دینا

آپ نے اپنے ایک ساتھی سے فرمایا جب تم میری قبر پر گنبد بنا دیکھو اور مرید اس کام میں مصروف ہوں تو میرے بیٹے علی کی تعزیت کا خیال رکھنا۔ پھر یونہی ہوا۔ مریدوں نے 1021ھ میں گنبد وغیرہ کی تعمیر شروع کی۔ اور اسی دوران شیخ موصوف کے بیٹے علی انتقال کر گئے۔ خود شیخ سید عبداللہ بن محمد رحمۃ اللہ علیہ کا 984ھ میں مکہ شریف میں ہی انتقال ہوا۔ اور مقبرۃ شبیکہ میں دفن کیے گئے آپ کی قبر کو سب جانتے ہیں۔ اسی سال امام احمد بن حجر بھی مکہ مکرمہ میں ہی انتقال فرما گئے۔ اور معلاۃ میں دفن کیے گئے۔ (قال فی المشرع الروی)

حضرت عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن ہارون رحمۃ اللہ علیہ

آپ باعلوی گھرانے سے تعلق رکھنے والے اور النحوی نسبت سے مشہور بزرگ ہوئے۔ اللہ تعالیٰ کے قریب اور تمکین کے اعتبار سے قدم راسخ کے مالک تھے۔ معرفت اور یقین کے اعلیٰ درجہ پر فائز تھے۔

تنہائی میں کیے گئے امور پر اطلاع

آپ کی کرامت میں سے ایک یہ تھی کہ آپ اپنے ساتھیوں میں سے بہت سے حضرات کو ان کے وہ کام بتا دیتے جو انہوں نے تنہائی میں سرانجام دیئے ہوتے۔ حتیٰ کہ ان میں سے وہ بھی کہ جس نے کسی امر حرام کا چھپ کر ارتکاب کیا اور اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی نہ جانتا تھا آپ نے اس پر بھی گرفت فرمائی۔ اور ایسے کاموں سے باز رہنے کی تاکید فرمائی۔ اس پر اس برائی کے مرتکب نے توبہ کی اور اپنی حالت درست کر لی۔ 984ھ میں حضر موت کی ایک بستی ردعا میں آپ نے انتقال فرمایا۔

حضرت عبداللہ فتی مصری مجذوب صاحی رحمۃ اللہ علیہ

پکی ہوئی مرغی کے بارے میں رنگ بتا دینا

آپ کی یہ کرامت حنفیہ کے معتبرین میں سے ایک باوثوق آدمی نے سنائی۔ وہ یہ کہ آپ نے ان کی بیوی کو حکم دیا کہ تمہارے ہاں دو مرغیاں ہیں۔ ایک سیاہ اور دوسری سفید رنگ کی۔ ہمارے لیے ان میں سے سیاہ رنگ کی مرغی ذبح کر کے پکاؤ۔ یہ لو اس کی قیمت۔ ہم پکنے کے بعد اسے کھائیں گے۔ آپ کے حکم کے بعد ایک مرغی ذبح کی گئی اور ذبح کرتے وقت اس کا رنگ دیکھنا یاد نہ رہا۔ چنانچہ بے احتیاطی سے سفید رنگ والی ذبح ہو گئی۔ پھر انجانی حالت میں اسے پکا بھی دیا گیا۔ تیار ہونے پر آپ کے پاس لائی گئی آپ دن کے آخری حصہ میں ان کے گھر تشریف لائے۔ آپ نے اس عورت کو فرمایا اے فلانہ اے فلانہ، اے فلانہ! میں نے تجھے نہیں کہا تھا کہ سیاہ رنگ والی مرغی ذبح کر کے پکانا۔ آپ نے اس پکی ہوئی مرغی کو نہ کھایا

اور تشریف لے گئے۔ آپ کی عادت کریمہ یہ تھی کہ آپ اپنے ہاتھ سے کمائی گئی روزی کھاتے۔ کبھی تو آپ پرانے کپڑے بیچ کر چار پیسے کماتے، کبھی خربوزے اور کبھی ایندھن بیچ کر روپیہ حاصل کرتے کبھی کوئی اور نا پختہ چیز فروخت کرتے۔ لوگوں سے خرید وفروخت کرتے اور جو قیمت مل جاتی اسی پر صبر وشکر کرتے۔ جذب کی حالت میں لوگوں سے میل ملاقات ہوتی۔ لیکن اس حالت میں بھی آپ نے کبھی کسی کو برا بھلا نہیں کہا۔ ایسے لوگوں کو ادھار دے دیا کرتے۔ جن کے مکان کا بھی علم نہ ہوتا۔ پھر سونگھ کر اس کے گھر تشریف لے جاتے اور قیمت لے آتے۔ آپ سے عجیب وغریب مکاشفات منقول ہیں۔ آپ ان بزرگوں میں سے تھے جو ایک قدم میں طویل سفر کرتے ہیں۔ کبھی آپ کو مکہ میں کبھی بغداد اور روم میں اور کبھی سوڈان وغیرہ میں دیکھا جاتا۔

حضرت عبداللہ بن محمد بن عبداللہ مصری رحمۃ اللہ علیہ

آپ ابن الصبان کی کنیت سے مشہور تھے۔ بہت بڑے عابد، زاہد تھے اور قاہرہ کے اولیاء عارفین میں سے تھے۔

آپ ایک مرتبہ اپنے گھر تشریف لائے۔ رات کا وقت تھا بہت اندھیرا چھایا ہوا تھا تو آپ کا جسم روشنی دینے لگا۔ جیسا کہ شمع جلا دی گئی ہو۔ 1001ھ میں آپ نے انتقال فرمایا۔ اور ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کے مدرسہ کے سامنے دفن کیے گئے یہیں ان کی رہائش بھی تھی۔ اسے حارہ بہاؤالدین کہا جاتا تھا۔

حضرت عبداللہ کردی رحمۃ اللہ علیہ

آپ بغدادی اور دمشقی بھی کہلاتے تھے۔ علم دین میں مشغول ہوئے اور اپنے دور کے علماء سے ممتاز ہو گئے۔ آپ پر حال کا غلبہ ہوا تو آپ نے اپنی کتابیں پانی میں پھینک دیں اور طریقت اختیار فرمائی، اس میں بلند رتبہ پایا۔ دمشق تشریف لائے اور کلاسہ میں رہائش پذیر ہوئے۔ کہا جاتا ہے کہ آپ سات ابدال میں سے ایک تھے۔ آپ کی بہت سی کرامات مشہور ہیں۔ یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ آپ کبھی تو کئی ہفتے کچھ نہ کھاتے پیتے اور کبھی ایک ہی مرتبہ سات آدمیوں کا کھانا کھا جاتے۔

بخار لے کر تندرست کر دیا

دمشق کی ایک مشہور شخصیت، جس کا نام رجب تھا، آپ سے بہت محبت کرتا تھا۔ ایک مرتبہ زیارت کے لیے آیا تو بخار میں مبتلا تھا۔ شیخ موصوف نے اسے کہا أخذت حمك (میں نے تیرا بخار پکڑ لیا ہے)۔ اس کے بعد تا عمر وہ شخص بخار سے بچا رہا۔

بیان کیا گیا ہے کہ جب شیخ بستان الواعظ دمشق آئے اور جناب شیخ عبداللہ کردی موصوف سے ملاقات ہوئی تو بوقت ملاقات شیخ نے فرمایا مولانا! ہم نے آپ کو وظیفہ اشرفیہ عطا کر دیا ہے۔ چند دنوں کے بعد وہاں کے لوگوں نے ان کا ایک اشرفی کے برابر وظیفہ مقرر کر دیا۔

وزارت دے دی

خلیل پاشا نائب شام آپ سے بکثرت ملتا رہتا تھا۔ جب یہ معزول ہو گیا تو آپ نے اس کو اعلیٰ منصب پر فائز ہونے کا اشارہ فرمایا اور ارشاد فرمایا ہم نے تجھے اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیا ہے۔ تین مرتبہ یہ الفاظ ارشاد فرمائے۔ جب دار السلطنت پہنچا

تو بہت بڑا وزیر بن گیا اور ساتھ ہی بادشاہ کا داماد بھی بن گیا۔ تو جو شیخ نے فرمایا وہ ہو گیا۔ 1003ھ میں دمشق میں ہی انتقال فرمایا اور فرادیس کے مقبرہ میں دفن ہوئے۔

حضرت عبداللہ بن سالم مولی دویلہ رحمۃ اللہ علیہ

آل باعلوی کے ایک بزرگ اور حضرمی علاقوں بلکہ پورے عالم اسلام کے صوفیہ کرام کے شیخ ہو گزرے ہیں۔

ولی کی نگاہ سے حالات تبدیل ہو گئے

ایک دنیادار خاتون نے آپ کی ایک صاحبزادی کو فقر و مسکنت کی عار دلائی۔ اس بچی نے اس کی خبر آپ تک پہنچا دی۔ آپ نے اسے فرمایا بہت جلد اللہ تعالیٰ تمہیں غنی کر دے گا اور اس عار دلانے والی کو تمہارا محتاج بنا دے گا پھر یونہی ہوا۔ ایک مرتبہ اسے کسی اہم کام کے لیے زیورات کی ضرورت پڑی تو ان سے مانگنے آئی۔ آپ 1028ھ میں فوت ہوئے اور زنبل مقبرہ میں دفن ہوئے۔

حضرت عبداللہ بن علی بن حسن باعلوی رحمۃ اللہ علیہ

آپ علوم شریعت و حقیقت کے امام تھے اور علم و طریقت کے مشائخ کے شیخ تھے۔

ٹیکس نہ دیا اور لینے والوں کی توبہ

آپ کی کرامات میں سے ایک کرامت یہ ذکر کی گئی ہے کہ آپ جب ساحل پر تشریف لائے تو وہاں سرکاری کارندوں نے آپ سے ٹیکس اور عشر طلب کیا۔ آپ نے حرام ہونے کی وجہ سے دینے سے انکار کر دیا۔ والی بولا یہ آپ سے از مایا جائے گا۔ اس کے بعد سید موصوف نے اپنے ہاتھ سے ایک گانٹھ انہیں پکڑائی۔ وہ اس قدر وزنی تھی کہ کم از کم اسے چار آدمی اٹھا سکتے تھے۔ آپ نے اسے یوں اچھالا گویا وہ گیند ہے اور ان کی طرف پھینک دی۔ والی ڈر گیا اور آپ سے معافی مانگی اور معذرت کی۔

جو دعا کی وہ پوری ہوئی

آپ نے فقراء کی ایک جماعت کے لیے غنی ہونے کی دعا کی تو اللہ نے سب کو غنی کر دیا۔ بعض نے درخواست کی کہ ہمارے لیے دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ حج کرنا ہمارے لیے آسان فرما دے۔ آپ نے دعا کی تو انہوں نے حج کی سعادت حاصل کی۔ کسی نے شادی کی دعا کرائی تو اس کی شادی ہو گئی۔ آپ نے اپنے شاگردوں کی ایک جماعت کی طرف اشارہ کیا کہ ان لوگوں کا مستقبل بڑا روشن ہو گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ آپ کرامات کے اظہار کو ناپسند فرمایا کرتے تھے۔ اور ارشاد ہوتا: علیکم بالاستقامة فانها أعظم کرامة (تم پر شریعت کی پابندی اور پختگی لازم ہے یہی سب سے بڑی کرامت ہے)۔ 1037ھ کو یمن کی ایک بستی وہط میں انتقال فرمایا۔ آپ کی قبر زیارت گاہ عام و خاص ہے۔ اور لوگ اپنی حاجات کی برآری

کے لیے وہاں حاضری دیتے ہیں۔ قبر پر بہت بڑا گنبد ہے۔ (قالہ فی المشرع الروی)

حضرت عبداللہ بن علوی باذنجان رحمۃ اللہ علیہ

آپ امی اور عارف تھے۔ صاحب کرامات بھی تھے۔

جس نے تکلیف پہنچائی اس کی خیر نہیں

آپ کو جب بھی کوئی اذیت دیتا تو وہ نہ بچ سکتا۔ خواہ جلدی یا دیر سے وہ ضرور گرفت میں آجاتا۔ آپ نے ایک دفعہ ایک شخص کے بارے میں فرمایا جس نے آپ کو ستایا تھا کہ اسے قتل کر دیا جائے گا۔ پھر تھوڑے ہی عرصہ بعد اسے قتل کر دیا گیا۔ جب قتل ہو گیا تو فرمایا اس کا نہ تو کوئی قصاص لینے والا ہو گا اور نہ ہی دیت لینے والا ہو گا پھر یونہی ہوا۔ آپ کی ایک کرامت یہ بھی ہے کہ ایک عورت آپ کے کھیت سے لکڑیوں کا گٹھا باندھ کر چلنے لگی تو وہ کھڑی کی کھڑی ہی رہ گئی۔ پھر کچھ دیر بعد آپ وہاں تشریف لے گئے وہ آپ کو پہچانتی نہ تھی۔ آپ نے اسے کہا فوراً چلی جا کہیں کھیت والا تمہیں دیکھ نہ لے۔ 1062ھ میں انتقال فرمایا۔

حضرت عبداللہ بن مشہور بن علی بن ابی بکر علوی رحمۃ اللہ علیہ

آپ صاحب کرامت سادات میں سے تھے۔ حضرت خضر علیہ السلام کا دیدار کرنے والے مشہور تھے۔ سید عبدالرحمٰن عیدروس رحمۃ اللہ علیہ نے ان کا دور پایا اور "المشرع الروی" میں ان کے حالات لکھے۔ ان کی بڑی تعریف کی اور بعض کرامات بھی ذکر کیں۔ 1124ھ میں انتقال فرمایا لیکن انتقال کی جگہ کا ذکر نہیں کیا۔ جبرتی نے اپنی تاریخ میں یہی لکھا ہے۔

حضرت شیخ عبداللہ نطاری رحمۃ اللہ علیہ

شیخ، صالح، قطب وقت، کرامات میں مشہور، ارباب ولایت کے معتقد، شافعی المذہب، شرقاوی مشہور ہیں۔ آپ سے کرامات غریبہ اور احوال عجیبہ بیان کیے جاتے ہیں۔ شیخ حفنی، شیخ عیسیٰ براوی اور شیخ علی صعیدی آپ کے عقیدت مندوں میں سے تھے۔ آپ قطمانیہ کے والی ہوئے۔ 1124ھ میں مصر میں وفات پائی۔ (قالہ الجبرتی)

حضرت عبداللہ بن علوی حداد رحمۃ اللہ علیہ

دعا سے حکومت مل گئی

آپ امام العارفین اور علماء عاملین میں سے نامور شخصیت تھے۔ بہت سے لوگ یہ کرامت بیان کرتے ہیں کہ شریف برکات بن محمد آپ کے پاس آیا۔ جب کہ ابھی وہ حجاز کا والی مقرر نہ ہوا تھا۔ آپ اس وقت حدود حرم میں تھے۔ شریف برکات نے آپ سے اپنے مقصد میں آسانی کے لیے دعا کرائی۔ آپ نے دعا فرما دی۔ پھر جب وہ چلا گیا تو آپ نے پوچھا یہ کون تھا آپ کو بتایا گیا کہ مکہ شریف کا ایک معزز آدمی تھا۔ آپ نے فرمایا اس نے یہ چاہا تھا کہ وہ مکہ شریف کا بادشاہ بن جائے۔ اللہ

تعالیٰ نے اس بارے میں دعا قبول فرمالی ہے۔ پھر 1082ھ کے آخر میں سلطان نے فوجی تیار کیے۔ جن کو ذمہ داری سپرد کی گئی کہ تم نے سید برکات مذکور کو حجاز کا امیر سمجھنا ہے۔ اس منصب کے ملنے سے شیخ عبداللہ حداد کی قبولیت دعا ظاہر ہوئی شمی نے کہا ہے۔ آپ (یوسف نبہانی کے لکھتے وقت) تریم میں موجود ہیں۔ ان کی تاریخ وفات نہ لکھ سکے۔ کیونکہ شیخ سے قبل ہی ان کا اپنا انتقال ہو چکا تھا۔

جناب خلیل آفندی مرادی مفتی شام نے اپنی تاریخ: ''سلك الدرر في اعيان القرن الثاني عشر'' میں اس کا تذکرہ کیا اور لکھا کہ بعض صالحین نے آپ کی تاریخ ولادت یوں بیان کی: ''ولد بتريم امام كريم'' یہ 1055ھ بنتی ہے۔

اپنی عمر کا کچھ حصہ دوسرے کو عطا کر دیا

آپ کی بہت سی کرامات میں سے ایک یہ بیان کی گئی ہے کہ آپ کا ایک شاگرد شیخ حسین بن محمد بافضل آپ کے ساتھ حج پر جاتے وقت ساتھ تھا۔ اتفاق کی بات یہ کہ جب یہ حضرات مدینہ منورہ پہنچے تو شیخ حسین مذکور سخت بیمار ہو گیا اور بالکل قریب المرگ ہو گیا۔ سید عبداللہ مذکور کو بذریعہ کشف معلوم ہو گیا کہ شیخ حسین کی زندگی پوری ہو چکی ہے۔ آپ نے اپنے ساتھیوں کو اکٹھا کیا اور ان میں سے ہر ایک سے کہا کہ اپنی اپنی عمر کا کچھ حصہ ہبہ کیا جائے۔ چنانچہ سب سے پہلے ہبہ کرنے والے سید عمر امین تھے کہنے لگے میں نے اپنی عمر میں سے اٹھارہ دن اس کو بخشے۔ ان سے پوچھا کہ اٹھارہ دن میں کیا حکمت ہے؟ کہا کہ مدینہ منورہ سے مکہ شریف بارہ دن کی مسافت ہے اور چھ دن وہاں ٹھہرنے کے لیے کل اٹھارہ دن ہوئے۔ اور اس لیے بھی کہ اللہ تعالیٰ کے ''اسم حی'' کی تعداد بھی اتنی ہی بنتی ہے۔ دوسروں نے بھی اپنی اپنی عمر میں کچھ نہ کچھ انہیں ہبہ کیا۔ صاحب ترجمہ (عبداللہ بن علوی حداد) نے بھی اپنی عمر کا کچھ حصہ عطا کیا۔ ان حضرات کی ہبہ کی گئی عمر کو جمع کر کے ایک یادداشت پر لکھ لیا گیا۔ پھر وہ کاغذ لے کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر انور کی طرف متوجہ ہوئے آپ سے اس بارے میں شفاعت کی درخواست کی۔ اس وقت آپ پر ایک عظیم کیفیت طاری ہوئی۔ پھر آپ واپس تشریف لائے۔ اور انشراح صدر کے حصول کے بعد یہ ارشاد فرما رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے حاجت پوری فرما دی اور دعا قبول کر لی ہے۔ يَمْحُوا اللّٰهُ مَا يَشَآءُ وَ يُثْبِتُ ۚ وَ عِنْدَهٗۤ اُمُّ الْكِتٰبِ ۝ (الرعد) (اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے مٹاتا ہے اور ثابت رکھتا ہے) اور اس کے پاس اصل تحریر ہے۔

حتیٰ کہ سید عبداللہ مذکور نے اشارہ فرمایا جب کہ وہ تریم میں تھے کہ شیخ حسین اس سال فوت ہو جائے گا۔ چنانچہ وہ اسی سال مکہ مکرمہ میں انتقال کر گئے۔

آپ کی کرامات بہت ہیں لیکن آپ ان کے اظہار کو سخت ناپسند فرماتے تھے بلکہ ان کے وقوع کا ہی بعض دفعہ انکار کرتے (یعنی مجھ سے یہ کرامت صادر ہی نہیں ہوئی) حتیٰ کہ آپ کے ایک ساتھی نے 1108ھ میں ایک تصنیف آپ کو دکھائی۔ جس میں آپ کے حالات درج تھے اور کچھ کرامات کا بھی تذکرہ تھا۔ آپ نے اس کو سخت ڈانٹ پلائی اور حکم دیا کہ کتاب کے مسودہ کو پانی سے دھو ڈالو۔ آپ کی چند تصانیف کے نام:

(۱) النصائح الدينيه والوصايا الايمانيه (۲) رسالة المريد (۳) رسالة المذاكره (۴) الفتاوىٰ (۵) الفصول العلميه ہیں۔

آپ اپنی جماعت کے حاضرین کے دلی خیالات بھی بتا دیا کرتے تھے۔ آپ نے ایک مرتبہ چند حاضرین کو ذکر کی تلقین فرمائی۔ ان میں سے ایک کو تلقین نہ فرمائی۔ اسے خیال آیا کہ مجھے بھی ذکر کی تلقین ہو جاتی تو کیا اچھا ہوتا۔ آپ نے اسے فرمایا تیرے دل میں یہ بات آئی ہے۔ اس نے عرض کیا جی ہاں۔ فرمایا یہ اس کا وقت نہیں۔

ایک شخص کے بارے میں آپ کو پتہ چلا کہ وہ مکہ شریف سے واپس آیا ہے آپ کی عادت کریمہ یہ تھی کہ جو مکہ شریف سے آتا آپ اس کا نام و نسب لے کر دریافت فرماتے اور گفتگو بڑی نرم ہوتی۔ لیکن اس شخص کے بارے میں آپ نے کچھ نہ پوچھا جس سے اسے دلی رنج ہوا۔ اور دل میں ہی کہنے لگا کیا اس سید کو یہ مقام چھن جانے کا خطرہ نہیں؟ سید موصوف نے اس وقت فرمایا ''چھن جانا'' حق ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس سے محفوظ فرما دیا ہے۔ آپ نے 1132ھ میں انتقال فرمایا۔ (قالہ المرادی)

حضرت سید عفیف الدین عبداللہ بن ابراہیم میر غنی حسینی مکی طائفی حنفی رحمۃ اللہ علیہ

محجوب آپ کا لقب تھا۔ آپ اکابر اولیاء، عارفین اور علماء عاملین میں جانی پہچانی شخصیت تھے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے براہ راست کسب فیض

علامہ جبرتی کہتے ہیں آپ نے شیخ احمد نخلی وغیرہ حضرات کے دروس (اسباق) میں شرکت کی۔ اور اپنے دور کے قطب سید یوسف مہدی رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات کا شرف بھی حاصل ہوا۔ ان سے انتساب رکھتے تھے۔ اور ان کی خدمت میں کافی عرصہ رہے۔ حتیٰ کہ ان کا وصال ہو گیا۔ ان کے انتقال کے بعد اللہ تعالیٰ کی عنایات نے انہیں اپنی طرف کھینچ لیا اور ایسے مقامات دکھائے جو نہ کسی آنکھ نہ دیکھے، نہ کان نے سنے اور نہ دل پر ان کا گزر ہوا۔ اس کے بعد درمیان کے واسطے ختم ہو گئے اور وسائل ساقط ہو گئے۔ آپ اویسی ہو گئے اور حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے براہ راست کسب فیض کیا۔ جیسا کہ آپ نے خود اس بات کا اشارہ ہمارے شیخ سید مرتضیٰ رحمۃ اللہ علیہ کو فرمایا۔ یہ اس وقت ہوا جب 1163ھ میں مکہ شریف میں ان دونوں بزرگوں کی ملاقات ہوئی۔ آپ نے اس وقت اپنے نسب شریف کی یوں اطلاع فرمائی ''وطلبت منه الاجازة واسناد كتب الحديث فقال عني عنه''، (میں نے ان سے اجازت طلب کی اور احادیث کی کتابوں کی اسناد کا مطالبہ کیا تو فرمایا مجھے ان کی طرف سے (اجازت و اسناد) ہے)۔ اس سے مجھے پتہ چل گیا کہ آپ اویسی مقام ہیں اور آپ کی مدد براہ راست آپ کے جد امجد حضور ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے ہے۔ آپ مکہ شریف سے طائف کی طرف اہل و عیال سمیت تشریف لے گئے۔ یہ 1166ھ کا واقعہ ہے۔ وہاں کی متبرک جگہوں کی زیارت کی۔ اور آپ کی کرامات اس قدر مشہور ہیں جس طرح آسمان میں سورج۔ اگر اور کوئی کرامت نہ بھی ہوتی تو بھی آپ کا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے براہ راست اخذ فیض بہت بڑی کرامت ہے۔ کیونکہ یہ صرف انہی اولیاء کرام کو نصیب ہوتی ہے جو اکابرین اولیاء کرام میں سے ہوتے ہیں۔ آپ کی مختلف علوم میں تصانیف کثیرہ ہیں۔ 1207ھ میں آپ نے انتقال فرمایا۔

حضرت عبداللہ دھلوی شاہ غلام رحمۃ اللہ علیہ

آپ سلسلہ نقشبندیہ کے بہت بڑے امام طریقت ہوئے۔ اور علماء صوفیہ کرام میں مشہور اور جانی پہچانی شخصیت ہوئے۔ آپ حضرت شمس الدین حبیب اللہ مظہر کے جلیل القدر خلیفہ ہیں اور آپ سے علم وفیض حاصل کرنے والوں میں مولانا شیخ خالد نقشبندی عظیم شخصیت ہوئے۔

ذات الجنب ہاتھ لگانے سے ختم ہوگئی

آپ کے آستانہ کا خادم مولوی شیخ کرامت اللہ ذات الجنب کے مرض میں مبتلا ہوگیا۔ آپ نے اپنا دست مبارک اس پر رکھا اور توجہ فرمائی۔ اسی وقت تندرست ہوگیا۔ ایک مرتبہ آپ نے ایک چلتی کشتی کی طرف دیکھا۔ وہ اسی وقت ٹھہر گئی۔

چوروں سے باخبر بھی کیا اور بچایا بھی

آپ کے ساتھیوں میں سے ایک شیخ احمد یار تھے جو بغرض تجارت سفر میں تھے جب واپسی کے لیے سفر کی تیاری کی تو کیا دیکھتے ہیں کہ شیخ موصوف موجود ہیں ان کے گھوڑے کے قریب گئے۔ اور فرمایا جلدی کرو اور قافلہ سے آگے نکل جاؤ کیونکہ راستہ میں چوروں نے قافلہ کو لوٹنے کا پروگرام بنایا ہے یہ کہہ کر آپ غائب ہوگئے۔ تاجر احمد یار بیان کرتے ہیں میں بہت تیز چلا۔ حتی کہ میں قافلہ سے آگے نکل گیا۔ ادھر چور آئے اور قافلہ والوں کو لوٹ لیا اور میں بچ گیا اور میں بالکل محفوظ رہا حتی کہ چلتے چلتے اپنے گھر آ گیا۔

مرید کو راستہ بتا دیا

حضرت زلف شاہ بیان کرتے ہیں میں ایک مرتبہ شیخ کی زیارت کے لیے بہت دور سے چلا۔ چلتے چلتے راستہ بھول گیا۔ پھر مجھے ایک بارعب اور ہیبت والا شخص دکھائی دیا۔ اس نے مجھے راستہ دکھا دیا۔ کہتے ہیں میں نے اس سے پوچھا تم کون ہو؟ کہنے لگے میں وہی آدمی ہوں جس کو تم ملنے جا رہے ہو۔ بیان کرتے ہیں کہ ایسا میرے ساتھ دو مرتبہ ہوا۔

ناامیدی کی عمر میں اولاد ہوگئی

شیخ احمد یار مذکور ہی بیان کرتے ہیں، آپ ایک دن اپنے ایک مرید کی بیوی کے ہاں تشریف لے گئے۔ تاکہ اس کی بڑی صاحبزادی کی تعزیت کریں۔ مرید آپ کی خدمت میں تھا بوقت تعزیت آپ نے اس وقت عورت سے فرمایا اللہ تعالیٰ تمہیں اس کے بدلہ میں بیٹا عطا کرے گا۔ عورت فوراً بولی حضور! میں عمر رسیدہ اور بانجھ ہوں اور میرا خاوند بھی بہت بوڑھا ہے اور اس حالت میں بچہ کی پیدائش ویسے بھی عادت کے خلاف ہے۔ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ قادر ہے پھر آپ اس عورت کے گھر سے تشریف لے آئے اور اس کے پڑوس میں ایک مسجد میں تشریف لے گئے۔ وضو کر کے دو رکعت نماز ادا کی اور اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی۔ پھر میری طرف مڑ کر دیکھا اور فرمایا میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی ہے۔ اس کی قبولیت کے آثار ظاہر ہوئے ہیں۔ اللہ

تعالیٰ اس عورت کو لڑکا عطا فرمائے گا۔ پھر وہی ہوا جو آپ نے فرمایا تھا اس کے ہاں لڑکا پیدا ہوا اور کئی سال زندہ رہا۔ وللہ الحمد

مرنے کی پہلے ہی اطلاع کر دینا

میر اکبر علی کے رشتہ داروں میں ایک رشتہ دار کی عورت بیمار ہوگئی۔ میر موصوف آپ کے دیرینہ خدمت گزاروں میں سے تھے۔ آپ سے اس نے درخواست کی کہ بیمار عورت کے لیے دعا فرمائیں تاکہ اس کی بیماری کم ہو جائے۔ آپ نے انکار کر دیا۔ امیر موصوف نے منت سماجت کی تو آپ نے فرمایا یہ عورت پندرہ دن سے زیادہ زندہ نہیں رہے گی۔ خدا کی قدرت وہ عورت پندرہویں دن فوت ہوگئی۔ چونکہ میر اکبر علی اس کی بیماری کے دوران اس کی بیماری کم ہونے کی طرف توجہ کرتا رہا۔ اگرچہ اس کا فائدہ بیماری کم ہونے کی صورت میں نہ مل سکا۔ لیکن جب شیخ موصوف اس کے جنازے پر تشریف فرما ہوئے تو فرمانے لگے میر اکبر علی کی توجہ کی برکتیں اس پر ظاہر ہو رہی ہیں۔

حالت نزع میں آرام آ گیا

آپ ایک دن حکیم نامدار خان کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے حکیم صاحب اس وقت حالت نزع میں تھے ان کی آنکھیں بند ہو چکی تھیں اور عقل وشعور واپس آ گیا۔ آنکھیں کھولیں اور مختصر وقت میں بہت سی باتیں کیں پھر اٹھ کھڑے ہوئے اور جب شیخ موصوف نے اپنا قدم مبارک ان کے گھر کے دروازے پر رکھا ہی تھا کہ حکیم صاحب انتقال کر گئے۔

گرفتار شدہ کو پہرے داروں کی موجودگی میں نکال لیا

احمد یار مذکور کا چچا سلطان مال کے سلسلہ میں قید کر دیا گیا۔ احمد یار آپ کے پاس آیا اور روتے روتے اپنے چچا کا واقعہ بیان کیا۔ آپ نے اسے فرمایا کسی کو اس کی طرف بھیجو۔ وہ جیل سے اسے نکال لائے گا۔ احمد یار نے عرض کیا یہ کیونکر ہو سکتا ہے کیونکہ قلعہ کو چاروں طرف سے محافظوں نے گھیر رکھا ہے؟ آپ نے فرمایا تمہیں اس کی کیا ذمہ داری ہے؟ میرے حکم سے تم جاؤ اور اسے لے آؤ۔ احمد یار مذکور بیان کرتا ہے کہ ہم گئے اور جیل سے انہیں نکال کر لے آئے۔ کسی محافظ نے ہمارے آڑے آنے کی کوشش نہ کی۔

توجہ سے بیمار کو تندرست کر دیا

مولوی امام فضل رحمۃ اللہ علیہ کا صاحبزادہ سخت بیمار ہو گیا۔ اس نے خواب دیکھا کہ شیخ موصوف تشریف فرما ہیں اور انہوں نے اسے پانی پلایا ہے۔ جب صبح ہوئی تو بیماری سے بالکل تندرست ہو چکے تھے۔ انہوں نے بہت بڑا ہدیہ ونذرانہ جناب شیخ کے ہاں بھیجا۔ آپ نے اسے قبول فرمایا اور فرمایا یہ ہمارے رات کے کام کا ثمرہ ہے۔

گم شدہ بچہ گھر پہنچا دیا

آپ کے پاس ایک شخص آیا اور عرض کرنے لگا یا سیدی دو مہینے ہوئے میرا بچہ گم ہو گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا کیجیے کہ اللہ اسے پھر سے مجھے ملا دے۔ آپ نے اس سے کہا بچہ تو تمہارے گھر میں ہے۔ وہ شخص یہ سن کر حیران ہو گیا اور عرض کرنے لگا

حضور! میں ابھی ابھی گھر سے ہی آیا ہوں۔ آپ نے اسے پھر فرمایا وہ واقعی گھر میں ہے۔ وہ آپ کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے گھر آیا تو دیکھا کہ بچہ گھر میں موجود ہے۔

وزارت عظمیٰ سے معزول کر دیا

حکیم رکن الدین خان کو وزارت عظمیٰ کا منصب سپرد کیا گیا تو آپ نے ایک شخص کو اس کی طرف بھیجا اور ایک عزیز کے بارے میں وصیت فرمائی تھی لیکن حکیم موصوف نے آپ کی وصیت کی پروانہ کی۔ اس کی وجہ سے آپ کبیدہ خاطر ہو گئے۔ پھر حکیم صاحب معزول ہو گئے ایسے کہ پھر یہ منصب نہ مل سکا۔ آپ کا دل کسی وجہ سے والی دہلی سے متنفر ہو گیا۔ جس کی وجہ سے اسے اسی وقت معزول کر دیا گیا۔

دل کی مراد موجود پائی

آپ کے خلفاء میں سے چند افراد سفر سے واپس آئے آپ کے در دولت پر پہنچنے سے قبل انہوں نے ایک دوسرے سے گفتگو کرتے ہوئے کہا جب ہم اپنے شیخ موصوف کے پاس حاضر ہوں گے اور ہمیں آپ کی قدم بوسی کا شرف حاصل ہو گا تو اس وقت ہمیں آپ سے کیا امید رکھنی چاہیے۔ ایک بولا میں تو سجادہ (مصلی، جائے نماز وغیرہ) چاہتا ہوں۔ دوسرا کہنے لگا۔ مجھے تاج کی تمنا ہے۔ اسی طرح ہر ایک نے اپنی اپنی تمنا کا اظہار کیا۔ جب یہ حضرات آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے تو ہر ایک کو اس کی تمنا مل گئی۔

بیمار کو شفا مل گئی

آپ کا ایک سقہ (پانی بھرنے والا) تھا۔ وہ بیمار ہو گیا اور بیماری اتنی سخت ہو گئی کہ نزع کا وقت قریب دکھائی دینے لگا۔ اسے اس کے کسی دوست نے اٹھایا اور شیخ موصوف کے ہاں لے آیا۔ سحری کا وقت تھا۔ آپ نے اس کی طرف توجہ فرمائی تو وہ فوراً شفایاب ہو گیا۔

نظر سے کام بنا دیا

جناب مولوی کرامت اللہ بیان کرتے ہیں جو آپ کے ساتھیوں میں سے تھے۔ میں کافی عرصہ آپ کی خدمت میں رہا۔ اس دوران میں نے بہت عجیب و غریب باتیں دیکھیں۔ ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ ایک مرتبہ میں اپنے ساتھیوں کے ہمراہ نماز فجر ادا کرنے کے بعد کافی دیر موجود رہا۔ یہ وقت مراقبہ اور ذکر کا تھا۔ پھر میں نے کتاب پکڑ کر نکلنے کا ارادہ کیا۔ تاکہ جا کر اپنا سبق پڑھوں۔ شیخ موصوف نے میری طرف ذرا غصہ سے دیکھا اور فرمایا بیٹھ جاؤ اور مراقبہ و ذکر میں مصروف رہو۔ پھر میں نے ہمت کر کے آپ سے عرض کرنا چاہا کہ حضور! میں تو یہاں اس لیے حاضر ہوا تھا تاکہ محنت کے بغیر نسبت حاصل کر سکوں۔ اگر محنت سے ہی نسبت حاصل کرنا ہوتی تو اس کے لیے اور بھی بہت سی جگہیں تھیں۔ آپ نے فرمایا بیٹھ جاؤ۔ مجھے شیخ بہاؤ الدین رحمۃ اللہ علیہ کے حق کا واسطہ کہ میں تجھے محنت کے بغیر ہی نسبت عطا کر دوں گا۔ پھر آپ نے میری طرف توجہ فرمائی تو اسی وقت

اپنے آپ سے غائب ہو گیا اور زمین پر گر گیا۔ یوں محسوس ہوا کہ میرا دل میرے سینے سے باہر نکل گیا ہے۔ پھر کچھ وقت گزرنے کے بعد مجھے افاقہ ہوا۔ تو اس وقت میں ذکر و مراقبہ سے فارغ ہو چکا تھا اور مجھے روشنی مل گئی۔ شیخ موصوف کے خاص ساتھی اس وقت موجود تھے۔ مثلاً شاہ ابو سعید وغیرہ میں ان سے شرمندہ ہوا۔ تو انہوں نے مجھے کہا تجھے کیا پیش آیا؟ میں نے کہا مجھے نیند آ گئی تھی۔ اس پر انہوں نے تبسم فرمایا۔

فوراً بارش ہو گئی

دہلی میں ایک مرتبہ قحط پڑ گیا اور بارش نہ ہوئی۔ شیخ موصوف رحمۃ اللہ علیہ اپنی مسجد کے صحن میں تشریف لائے۔ وہاں بیٹھ گئے۔ اس وقت سخت دھوپ پڑ رہی تھی آپ نے اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کی اے پروردگار! میں یہاں سے اس وقت تک نہیں اٹھوں گا جب تک تو بارش نازل نہیں فرمائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے اسی وقت لوگوں کو بارش عطا فرما دی۔

مریض کے لیے خوراک

ایک عورت نے آپ سے عرض کیا کہ مریض کے کھانے کے لیے کچھ عنایت فرمائیے۔ آپ نے اسے روٹی اور گوشت کا ایک ٹکڑا عطا فرمایا۔ جب وہ عورت اپنے گھر پہنچی تو گوشت حلوہ میں تبدیل ہو چکا تھا اور مریض فوت ہو گیا۔ پھر یہ بات علامت بن گئی یعنی جس کی طرف بھیجا گیا گوشت حلوہ بن جاتا وہ مریض مر جاتا۔

شیعہ عورت نے بات نہ مانی تو پورا کنبہ گنوا بیٹھی

آپ نے اپنے ہمسایہ میں رہنے والی ایک شیعہ عورت سے اس کا مکان طلب کیا تاکہ آپ اپنا اصطبل کھلا کریں۔ اس نے مکان بیچنے سے انکار کر دیا اور زبان درازی بھی کی۔ آپ نے آسمان کی طرف نظر اٹھائی اور عرض کیا اے پروردگار! تو نے اس عورت کی گفتگو سن لی ہے۔ اس کے بعد چند دنوں میں اس کے اعزہ و اقارب اور اولاد پر موت نے حملہ کر دیا۔ حتیٰ کہ ان میں سے ایک بھی باقی نہ رہا۔ پھر اس نے وہ مکان شیخ موصوف کو ہبہ کر دیا۔

بدعتی کو بیٹھنا مشکل ہو گیا

شیخ محمد باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ کی قبر کے نزدیک ایک بدعتی بیٹھا ہوا تھا۔ آپ نے اسے منع کیا۔ لیکن وہ باز نہ آیا۔ چنانچہ شیخ نے اسے کہا جناب بہاؤ الدین رحمۃ اللہ علیہ کے حق کا واسطہ! تجھے یہاں بیٹھنے کی ہمت نہ ہو۔ آپ کا یہ کہنا تھا کہ اسی وقت اسے جوڑ جوڑ میں بخار ہو گیا۔ مجبور ہو کر اٹھ کھڑا ہوا اور تیسرے دن مر گیا۔ آپ کی اور بھی بہت سی کرامات ہیں۔ آپ نے دہلی میں ہی 1240ھ میں انتقال فرمایا۔ (قالہ النبہانی)

حضرت شیخ عبداللہ ابن شیخ خضر زعبی رحمۃ اللہ علیہ

آپ سلسلہ و نسب دونوں اعتبار سے قادری تھے۔ بہت بڑے ولی اور مشہور صاحب کرامات کثیرہ ہوئے۔ میں نے آپ کی تعریف کی، آپ کی ولایت کی گواہی اور کثرت کرامات کا تذکرہ بیروت، طرابلس وغیرہ علاقوں کے لوگوں سے سنا۔ آپ

حیزوق بستی کے رہنے والے تھے۔ جو عکا کی بستیوں میں سے طرابلس شام کے ماتحت تھی۔

موت کی کنایۃً پیشگوئی

آپ کے ایک مقرب، استاد جلیل سیدی شیخ عبدالفتاح آفندی زعبی نے ہمیں آپ کی یہ کرامت سنائی۔ استاد موصوف طرابلس شام میں نقیب الاشراف کے منصب پر فائز تھے مجھے بتانے لگے کہ شیخ عبداللہ مذکور ہمارے ہاں بطور مہمان تشریف فرما تھے۔ ہمارا ایک دوست الحاج ذیب طرطی بیمار تھا۔ اس نے مجھے پیغام بھیجا کہ شیخ عبداللہ مذکور کو میرے ہاں کسی طریقہ سے لاؤ۔ تاکہ ان سے برکت حاصل کروں اور اس مرض سے شفایاب ہو جاؤں۔ میں نے شیخ موصوف سے درخواست کی کہ ہمارے ساتھ تشریف لے چلیں لیکن آپ تیار نہ ہوئے۔ میں نے بھی آپ کا پیچھا نہ چھوڑا۔ بالآخر آپ کو منوا ہی لیا۔ جب ہم ان کی ملاقات کے لیے ان کے ہاں پہنچے۔ ہم نے اس کی بیماری معمولی پائی۔ وہ ہمارے استقبال کو اٹھے اور خوش آمدید کہا پھر ہم چلے گئے۔ وہاں سے آ جانے کے بعد ہمیں شیخ عبداللہ نے کہا میں مردے زندہ نہیں کرتا۔ میں نے آپ سے عرض کیا شخص مذکور کو کوئی تنگی اور حرج نہیں اور نہ ہی اس پر موت کی علامتوں میں سے کوئی علامت ظاہر ہوتی ہے۔ وہ کافی آرام میں ہے آپ نے دوبارہ وہی الفاظ کہے میں مردے زندہ نہیں کرتا۔ آپ پھر اپنے شہر روانہ ہو گئے۔ اور مریض بالکل تندرست ہو گیا۔ آپ بازار کی طرف چل پڑے۔ میں بڑا حیران تھا کہ شیخ موصوف نے اپنے مذکورہ الفاظ میں جس طرف اشارہ کیا ہے، وہ ظاہری طور پر نظر نہیں آ رہا ہے۔ کیونکہ آپ کی گفتگو کا اشارہ اس کی موت کی طرف تھا ادھر لوگوں کو آپ سے بے حد عقیدت تھی اور آپ صاحب کرامات بھی تھے۔ ابھی میں اسی سوچ بچار میں تھا کہ اچانک چیخنے چلانے کی آواز سنائی دی۔ میں نے کان لگائے تو اسی بیمار کے گھر سے یہ آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ میں نے ایک چلانے اور رونے والے سے پوچھا کہ کیا ماجرا ہے؟ وہ کہنے لگا وہ مر گیا۔ ہم جب اس کے پاس گئے تھے اس دن اور آج اس کی موت کے دن کے درمیان تقریباً دس دن کا وقفہ ہوا۔ اس سے مجھ پر شیخ موصوف کی کرامت ظاہر ہوئی۔

سانپ کو جانے کا حکم دیا اور وہ چلا گیا

آپ کی بستی والوں نے ایک دن آپ کے ہاں حاضر ہو کر شکایت کی کہ فلاں درخت جو چشمہ کے قریب ہے، اس پر ایک سانپ رہتا ہے جو لوگوں کو پانی پینے اور لانے میں رکاوٹ بنا ہوا ہے۔ یہ سن کر جناب شیخ ان لوگوں کے ہمراہ اس درخت کے پاس گئے۔ وہاں پہنچ کر سانپ کو آواز دی سانپ حاضر ہو گیا۔ آپ نے اسے حکم دیا یہاں سے چلے جاؤ۔ چنانچہ وہ چلا گیا۔

ذکر کے وقت تمام بیماریاں دور

آپ کے مرض موت میں آپ کے بہت سے مرید حاضر ہوئے۔ ان کے علاوہ دوسرے لوگ بھی آئے۔ تاکہ ذکر کی اقامت ہو جائے۔ آپ بیماری کی وجہ سے چٹائی پر پڑے ہوئے تھے مرض شدید تھا اور آپ پر سوجھن آ چکی تھی کہ حرکت بھی نہ کر سکتے تھے۔ جب حاضرین ذکر میں مشغول ہوئے تو آپ کے جسم میں قوت نے یوں سرایت کیا۔ گویا آپ بیمار تھے ہی نہیں

آپ اٹھ کھڑے ہوئے اور حاضرین کے ساتھ حلقہ کے درمیان کھڑے ہو کر ذکر شروع کر دیا۔ جیسا کہ آپ کی عام حالات میں عادت تھی۔ جب تمام حاضرین ذکر سے فارغ ہوئے تو آپ واپس چٹائی پر تشریف لے گئے۔ اور اسی طرح بیمار جس طرح ذکر سے پہلے تھے۔ پھر لگا تار بیمار رہ کر 1318ھ میں انتقال فرما گئے۔ جناب شیخ عبدالفتاح آفندی کہتے ہیں میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ آپ کی دونوں رانوں کے درمیان کی جگہ پھٹی ہوئی تھی۔ جس کی وجہ سے آپ بہت تکلیف سے چلتے تھے۔ پھر میں نے دیکھا کہ اس کا نام ونشان نظر نہ آیا۔ میں نے آپ سے اس کے متعلق پوچھا۔ فرمانے لگے میں نے اللہ تعالیٰ سے سوال کیا تھا اور اس کی بارگاہ میں اپنے دادا بزرگوار غوث اعظم جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا واسطہ دیا۔ اللہ تعالیٰ نے ایسی شفا عطا فرمائی کہ اس مرض کا نام ونشان باقی نہ رہا۔ شیخ عبدالفتاح آفندی بیان کرتے ہیں مجھے بھی ایسے ہی مرض سے واسطہ پڑا تھا۔ لیکن وہ معمولی تھا۔ میں نے بھی اللہ تعالیٰ کے حضور اپنے دادا بزرگوار سرکار غوث پاک رضی اللہ عنہ کا واسطہ دیا تو وہ مرض ختم ہو گیا اور اب تک اس کا نام ونشان نظر نہیں آیا۔

حضرت عبدالمحسن بن احمد ورادی رحمۃ اللہ علیہ

دعا سے مصیبت ٹل جاتی

آپ دمیاط میں مقیم تھے۔ یہاں کے باشندے جب عیسائیوں کی کشتیاں اپنی طرف آتے دیکھتے تو آپ کے پاس آ کر دعا کی درخواست کرتے۔ آپ دعا کرتے اس کی وجہ سے ہوا تبدیل ہو جاتی اور کشتیاں واپس ہو جاتیں۔

آپ کہا کرتے تھے میری خواہش ہے کہ میں حج کروں اور ہر سال مجھے عرفات دیکھنا نصیب ہو۔ آپ ایک مرتبہ دمیاط سے نکلے۔ ایک شخص یہیں کا رہنے والا آپ کے پیچھے پیچھے چل پڑا۔ اسے پتہ بھی نہ چلا اور ظہر کے وقت وہ مکہ میں پہنچ گیا تھا۔ آپ پھر اس سے جدا ہو گئے وہ رو پڑا۔ اسے کہا گیا عصر کا وقت ہو چکا ہے وہ تشریف لائیں گے چنانچہ شیخ موصوف تشریف لے آئے۔ یہ شخص پھر آپ کے پیچھے پیچھے ہو لیا تو دیکھا کہ وہ دمیاط میں آن پہنچا ہے۔ اس شخص نے آپ سے دعا کرنے کی درخواست کی۔ آپ نے فرمایا لوگوں کی یہ عادت ہے یہ کہہ کر آپ مصر کی طرف بھاگ گئے۔ لوگ آپ کے پیچھے نکل پڑے۔ دیکھا تو آپ جامع مصر میں انتقال کر چکے ہیں۔ خلیفہ آپ کے جنازہ کے ساتھ شریک نماز ہوا۔ یہ 495ھ کا واقعہ ہے۔ (قالہ المناوی)

حضرت شیخ عبدالمعطی تونسی رحمۃ اللہ علیہ

آپ اکابر اولیاء عارفین اور عامل علماء کرام کے امام تھے۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے گفتگو اور اجازت احادیث بخاری

آپ کی ایک روشن کرامت ہے جسے شیخ عبدالکریم شراباتی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی بیاض میں وہاں تحریر فرمایا جہاں انہوں نے اپنے شیخ، علامہ سید یاسین آفندی ابن سید مصطفیٰ آفندی کی زندگی کے حالات لکھے۔ شیخ شراباتی کے ان شیوخ کا مشہور نسب طٰہٰ زادہ حلبی ہے۔ ان سے نقل کرتے ہوئے شراباتی موصوف لکھتے ہیں ہمیں صحیح بخاری کی ایک بلند پایہ سند حاصل ہے۔ اس دور

میں ہمارے بھائیوں میں اس کا وجود بہت نادر ہے۔ خاص کر اس مخصوص وجہ کے ساتھ اس کا ملنا بہت قلیل ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم ہے وہ سلسلہ سندیہ ہے جس کے بارے میں ہمیں ہمارے شیخ المعمر الولیدی الصالح العالم العلامہ الحسیب النسیب شیخ الاسلام و برکۃ الانام سیدی السید احمد الشریف ابن السید حسن الشریف التونسی المالکی اعاد اللہ تعالیٰ علینا من برکاتہ والمسلمین نے خبر دی۔ فرماتے ہیں کہ ہمیں اس کی خبر ہمارے شیخ شمس الدین جمال الدین قیروانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے شیخ الشیخ یحییٰ خطاب مکی سے خبر دی۔ وہ فرماتے ہیں کہ مجھے میرے چچا برکات نے اپنے والد سے اور مجھے میرے والد محترم نے ہی شیخ محمد خطاب سے وہ ان دونوں کے والد گرامی شیخ محمد بن عبدالرحمٰن خطاب سے خبر دیتے ہیں یہ شیخ ''مختصر'' کے شارح ہیں۔ جسے خلیل مالکی نے مرتب کیا۔ فرماتے ہیں کہ ہم ایک مرتبہ اپنے شیخ جناب عارف باللہ شیخ عبدالمعطی تونسی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت مقدسہ کے لیے چلے۔ جب ہم روضہ مبارک کے قریب پہنچے تو ہم پیدل چلنے لگے۔ ہمارے ساتھ شیخ موصوف بھی تھے۔ شیخ موصوف چند قدم چلے پھر کھڑے ہو گئے۔ اسی طرح ہم روضہ شریفہ تک پہنچے۔ وہاں پہنچ کر شیخ موصوف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مواجہہ شریف کے سامنے کھڑے گفتگو کر رہے تھے۔ جب ہم زیارت مبارکہ سے واپس ہوئے تو ہم نے آپ سے چلتے چلتے رک جانے اور پھر چل پڑنے کا سبب پوچھا۔ آپ نے ہمیں بتایا میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کے پاس آنے کی اجازت مانگتا تھا۔ جب آپ فرماتے اے عبدالمعطی! آ جا۔ تو میں قدم اٹھاتا تھا اور جب آپ فرماتے رک جا میں رک جاتا اور انتظار کرتا۔ فرمایا جب میں روضہ مبارک کے پاس پہنچ گیا تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا وہ تمام روایات صحیح ہیں جو امام بخاری نے آپ سے روایت کیں؟ آپ نے ارشاد فرمایا صحیح ہیں۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم کیا میں آپ سے ان روایات کی روایت کر سکتا ہوں؟ فرمایا ہاں مجھ سے تم ان کی روایت کرو۔ سید یاسین طرزادہ شیخ شراباتی مذکور فرماتے ہیں اس بنیاد اور اجازت پر میں بخاری کی یوں روایت کرتا ہوں:

عن سیدنا و مولانا السید أحمد شریف التونسی عن شیخہ الشیخ جمال الدین القیروانی عن شیخہ الشیخ یحییٰ الخطاب۔ اور یہ سلسلہ اسناد ان کے حج پر جانے کے وقت سے ہے۔ جب دسویں صدی کے آخر میں اپنے جد امجد شیخ محمد بن عبدالرحمٰن خطاب مالکی سے روایت کرتے ہیں جو ''مختصر'' کے شارح ہیں جسے جناب خلیل نے مرتب فرمایا۔ عن الشیخ عبدالمعطی العارف باللہ المالکی التونسی عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بعد شیخ شراباتی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے شیخ شیخ احمد نخلی مکی کی سند ذکر فرمائی۔ وہ اس بارے میں شیخ عبدالمعطی تونسی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرتے ہیں اور شیخ عبدالمعطی تونسی رحمۃ اللہ علیہ نے شیخ محمد خطاب کو اپنے سے روایت کرنے کی اجازت عطا فرمائی۔ اسی طرح ہر ایک شیخ اپنے بعد والے کو اجازت عطا فرماتا رہا۔ حتیٰ کہ ہم تک اجازت پہنچی۔ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم ہے پھر مجھے سید احمد بن عبدالقادر رفاعی نے بھی اجازت عطا فرمائی۔ میں ان سے بھی اسی سند کے ساتھ روایت کرتا ہوں۔ سید احمد رفاعی مذکور اس کی روایت شیخ یحییٰ خطاب سے وہ اپنے باپ اور چچا سے روایت کرتے ہیں اور وہ اپنے دادا شیخ عبدالمعطی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرتے ہیں۔ علامہ شراباتی نے ذکر کیا ہے کہ سید احمد بن عبدالقادر رفاعی مکی ثم مدنی جو شیخ احمد نخلی کے شیخ ہیں، ان سے انہوں نے بخاری کی روایت کی اور اس کی سند وہی سند ہے جو

شیخ معطی تک پہنچتی ہے اور آپ ان اولیاء کرام میں سے ہیں جو مشہور کرامات والے تھے۔ میں نے آپ کی بعض کرامات اس کتاب میں ان سے نقل کی ہیں۔

حضرت ابوالولید عبدالملک بن محمد بن ابی میسرہ یافعی رحمۃ اللہ علیہ

آپ بہت بڑے فقیہ، عالم باعمل اور تلاش علم میں بہت سفر کرنے والی شخصیت تھے۔ علم حدیث اس کے طرق اور روایات کے بڑے عارف تھے۔ شیخ حافظ کے لقب سے معروف تھے۔ حج کے لیے مکہ مکرمہ کا قصد کیا اور وہاں پہنچ کر بہت سے علماء کرام سے علم حاصل کیا۔ یونہی دیگر شہروں کے علماء سے بھی استفادہ کیا۔ آپ کی اقامت جوہ نامی شہر میں تھی۔ 493ھ میں انتقال فرمایا۔ آپ کی قبر اس علاقہ میں زیارت گاہ عام وخاص ہے۔ لوگ اس سے برکت حاصل کرتے ہیں اور مشک کی اس سے خوشبو پاتے ہیں۔ جندی کہتے ہیں کہ مجھے ایک ثقہ شخص نے بتایا کہ آپ کی قبر پر ہر جمعہ کی رات کو ایک سبز رنگ کا پرندہ موجود نظر آتا ہے۔ ایسا پرندہ دیکھنے میں نہیں آیا۔ (قالہ الشرجی)

حضرت عبدالملک طبری رحمۃ اللہ علیہ

آپ حرم مکی کے شیخ اور زہد وروع میں مشہور بزرگ ہوئے۔ آپ کی یہ کرامت بیان کی گئی ہے کہ وہاں ایک حوض تھا اور پانی اس کی تہہ میں یعنی بہت نیچے تھا۔ اس تک شیخ موصوف کے علاوہ دوسرے کا ہاتھ نہیں پہنچتا تھا۔ آپ جب وضو کرنا چاہتے تو پانی آپ کی خاطر بلند ہو جاتا اور فارغ ہونے کے بعد پھر نیچے چلا جاتا تھا۔

علامہ مراغی کہتے ہیں میں نے ایک دن آپ سے ملاقات کرنا چاہی۔ آپ اس دن اپنی جگہ پر مجھے نظر نہ آئے۔ میں آپ کی آواز سن رہا تھا۔ پھر میں نے آپ کو تلاش کیا تو ایک غیر آباد جگہ میں آپ ملے جو آواز مجھے سنائی دے رہی تھی وہ آپ کے سینہ کے جوش مارنے کی آواز تھی۔ آپ مسجد میں نہیں سویا کرتے تھے آپ سے جب اس کی وجہ پوچھی گئی تو فرمایا میں ایک دفعہ مسجد میں سویا تھا کہ دو آدمی آئے دونوں نے مجھے حکم دیا کہ یہاں مسجد میں تم نہیں سوؤ گے۔ میں نے ان سے پوچھا تم کون ہو؟ کہنے لگے ہم فرشتے ہیں۔ اس کے بعد میں مسجد میں نہیں سویا۔ مراغی مذکور کا نام زین الدین بن حسین ہے۔ مدینہ منورہ میں رہائش تھی۔ اور کتاب ''تحقیق النصرۃ بتلخیص معالم دار الہجرۃ'' ان کی تصنیف ہے۔ 816ھ میں آپ نے انتقال فرمایا۔ (قالہ المناوی)

حضرت عبدالواحد بن زید رحمۃ اللہ علیہ

ولی کی دعا سے دولت مل گئی

جناب قشیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں آپ عارفین کے امام اور سلف صالحین میں سے بہت بڑے صوفی ہوئے۔ مزید بیان کرتے ہیں ہمیں شیخ ابوعبدالرحمن سلمی نے بتایا کہ ہمیں جناب حارث خطابی نے انہیں محمد بن فضل نے انہیں علی بن مسلم نے، انہیں سعید بن یحییٰ بصری نے بتایا کہ کچھ لوگ قریش خاندان سے، جناب عبدالواحد بن زید کے پاس رہا کرتے تھے۔ ایک دن ان سب نے جناب شیخ سے عرض کیا ہم تنگ دستی اور محتاجی سے خطرہ محسوس کرتے ہیں۔ آپ نے ان کی بات سن کر اپنا سر

آسمان کی طرف اٹھایا اور اللہ تعالیٰ سے عرض کی اے اللہ! میں تیرے بلند و بالا نام کا واسطہ دے کر سوال کرتا ہوں۔ وہ نام کہ جس سے تو اپنے ولیوں میں سے چاہتا ہے باکرامت کر دیتا ہے اور اپنے دوستوں میں سے جسے چاہتا ہے اسے صفا عطا کر دیتا ہے کہ تو ہمیں اپنے خزانہ غیب سے رزق عطا فرما۔ اتنا رزق کہ جس سے ہم شیطان کے وسوسوں سے بچ جائیں جو ہمارے دلوں میں وہ ڈالتا ہے اور ہمارے ان ساتھیوں کے دلوں میں جو ڈالتا ہے۔ تو حنان، منان، قدیم الاحسان ہے۔ اے اللہ! سوال ابھی ابھی پورا فرما دے۔ راوی بیان کرتے ہیں خدا کی قسم! میں نے چھت میں سے گڑگڑ کی آواز سنی۔ پھر ہم پر دیناروں اور درہموں کی بارش ہونے لگی۔ جناب عبدالواحد بن زید نے فرمایا اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی دولت سے غنی ہو جاؤ اور دوسروں کی طرف نہ دیکھنا۔ ان سب حاضرین نے وہ لے لیے لیکن جناب عبدالواحد بن زید نے ان میں سے ایک درہم بھی نہ لیا۔

زمین کی کنکریاں سونا بن گئیں

جناب قشیری فرماتے ہیں میں نے محمد بن حسین کو یہ کہتے سنا کہ ہمیں ابوالحارث خطابی نے انہیں محمد بن فضل نے، انہیں علی بن مسلم نے اور انہیں سعید بن یحییٰ بصری نے بتایا کہ میں عبدالواحد بن زید کے پاس آیا۔ اس وقت آپ سایہ میں بیٹھے ہوئے تھے۔ میں نے عرض کی اگر آپ اللہ تعالیٰ سے سوال کریں کہ وہ آپ کے رزق میں فراخی عطا کر دے تو وہ آپ کا سوال ضرور پورا کر دے گا۔ آپ نے فرمایا میرا پروردگار اپنے بندے کی مصلحتیں بہتر جانتا ہے۔ پھر آپ نے زمین سے کنکریاں اٹھائیں اور دعا کی اے اللہ! اگر تو چاہتا ہے کہ یہ کنکریاں سونا ہو جائیں تو ہو جائیں گی۔ خدا کی قسم! وہ کنکریاں ان کے ہاتھ میں ہی سونا بن گئیں۔ آپ نے وہ میری طرف پھینک دیں اور فرمایا انہیں تم خرچ کر لینا۔ دنیا میں بہتری نہیں مگر آخرت کے لیے۔

بیان کیا گیا کہ شیخ موصوف کو فالج ہو گیا تھا۔ نماز کا وقت شروع ہوا اور آپ کو وضو بنانے کی ضرورت پیش آئی۔ آواز دی کوئی ہے یہاں؟ کوئی بھی نہ بولا۔ آپ کو وقت نکل جانے کا خطرہ ہوا تو اللہ تعالیٰ سے عرض کیا اے اللہ! میری گرہیں کھول دے تاکہ میں طہارت کر لوں۔ پھر تو جو بہتر جانے اسی حالت میں رکھنا آپ فوراً صحیح ہو گئے۔ وضو بنایا پھر واپس بستر پر آئے اور دوبارہ حالت پہلے والی ہو گئی۔

امام یافعی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں آپ سلف صالحین کی اس جماعت کے ایک فرد ہیں جنہوں نے عشاء کے وضو سے چالیس سال متواتر صبح کی نماز ادا کی۔ شیخ نے فرمایا ایک رات میں اپنا وظیفہ و اوراد نہ پڑھ سکا۔ اچانک ایک عورت آئی جس سے زیادہ خوبصورت میں نے کوئی عورت نہ دیکھی۔ اس نے سبز ریشمی کپڑے پہنے ہوئے تھے۔ اور کہہ رہی تھی اے ابن زید! میری تلاش میں محنت کر میں تیری طلب میں کوشاں ہوں۔ پھر اس نے شعر پڑھا۔ چنانچہ عبدالواحد اٹھ کھڑے ہوئے اور اپنے نفس کو قسم دلائی کہ وہ رات کو نہیں سوئے گا۔

حضرت عبدالواحد بن برکات بن نصر قرشی مفتی رحمۃ اللہ علیہ

آپ اکابر فقہا اور اجل صلحاء میں سے تھے۔ اپنے بیٹے سے فرمایا جب میں مرنے لگوں تو لوگوں کو خبر نہ کرنا مجھے اپنے

گناہوں کے باعث شرم آتی ہے۔ اس نے کہا پدر بزرگوار! میں نے لوگوں کو آپ کے بارے میں خیر کہتے پایا ہے۔ جب آپ کا انتقال ہوا تو اس نے لوگوں کو نہ بتایا۔ بغیر کسی کے بتائے لوگ دوڑے ہوئے آئے اور بتایا کہ ہاتف نے انہیں خبر دی ہے۔ اے لوگو! حاضر ہو جاؤ اللہ کے ولی کے پاس آؤ ان کا نماز جنازہ پڑھو اور انہیں دفن کرو۔ (قالہ سخاوی)

حضرت عبد الواحد بن مجذوب رحمۃ اللہ علیہ

صاحب کشف مجذوب بزرگ تھے۔ آپ کی ایک کرامت جناب شیخ حشیش حمصانی نے بیان کی۔ وہ یہ کہ ایک مرتبہ میں شیخ موصوف کے پاس سے گزرا۔ آپ اس وقت اونٹوں کے پانی پینے کی جگہ کے قریب کھڑے تھے۔ آپ نے میری طرف نظر جلال سے دیکھا۔ زمین کانپ اٹھی اور یوں چکرانے لگی جس طرح چکی کا پاٹ گھومتا ہے حتیٰ کہ میں اپنے آپ سے غائب ہو گیا اور زمین پر گر گیا۔ شیخ موصوف نے گیارہویں صدی کے شروع میں انتقال فرمایا۔ (قالہ المناوی)

حضرت ابو الخطاب عبد الوہاب بن ابراہیم بن محمد بن عنبسہ عدنی رحمۃ اللہ علیہ

آپ اصل میں طیرنہ بستی کے رہنے والے ہیں۔ عدنی بایں وجہ کہلائے کہ آپ کو عدن میں عہدہ قضا سونپا گیا تھا۔ آپ ایک صالح فقیہ تھے اور مشہور فاضل تھے۔ آپ کے صالح خواب آپ کے فضل وصلاح پر دلالت کرتے ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کرم نوازی

آپ سے مروی ہے فرماتے ہیں میں نے خواب میں سرکار ابد قرار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کی۔ میں نے یہ خواب طیرنہ بستی میں دیکھا۔ جمعرات کی شب سات رمضان المبارک 415ھ تھا۔ آپ ایک گھر میں تشریف فرما تھے۔ جسے میں نے دیکھا تھا۔ ایک چبوترہ پر تشریف فرما تھے اور بہت سے لوگ آپ سے کچھ فاصلہ پر بیٹھے ہوئے تھے۔ میں آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوا۔ آپ کے قریب ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میری موت قریب ہے اور میں آپ سے التجا کرتا ہوں کہ آپ میری یہ قمیص زیب تن فرمائیں۔ پھر مجھے عنایت فرما دیں تاکہ میں اس کے بارے میں اپنے ورثاء کو وصیت کر دوں کہ جب میں مر جاؤں تو مجھے یہ بطور کفن پہنانا۔ ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی برکت سے مجھے جہنم کی آگ سے بچالے۔ پھر میں نے وہی قمیص حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسم اقدس پر دیکھی۔ آپ پھر اٹھ کر دوسری جگہ تشریف لے گئے میں نے دیکھا کہ آپ کا سینہ مبارک کھلا ہوا ہے اس پر قمیص نہیں۔ میں آپ کے قریب ہوا۔ آپ نے مجھ سے اور میں نے آپ سے معانقہ کیا۔ حتیٰ کہ مجھے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سینہ اقدس کے مبارک بالوں کی چبھن اپنے سینہ پر محسوس ہوئی۔ میں نے اپنا منہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دہن اقدس پر رکھا اور آپ سے درخواست کی کہ آپ اپنا لعاب دہن میرے منہ میں ڈال دیں۔ میں نے عرض کی حضور! اللہ تعالیٰ سے سوال کیجئے کہ وہ مجھے اور آپ کو رفیق اعلیٰ میں جمع فرمائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میری درخواست بھی سماعت فرما رہے تھے اور مجھے اپنے سینہ اقدس سے بھی لگایا ہوا تھا اور میری درخواست کا جواب بھی عنایت فرما رہے تھے۔ میرے لیے دعا بھی فرما رہے تھے اور میں نے بھی آپ کے جسم اطہر کو اپنے ساتھ چمٹایا ہوا تھا۔

اس کے بعد آپ ﷺ ایک اور جگہ تشریف لے گئے اور میں آپ کے سامنے بیٹھ گیا۔ آپ نے چہرہ انور میری طرف کیا اور مجھے کچھ عطا فرما کر ارشاد فرمانے لگے کہ یہ اس سامنے بیٹھی عورت کو دے دو۔ میں نے اس کی طرف دیکھا اور میرے کپڑے میں جو چیز تھی میں نے نکالی اِدھر حضور ﷺ سے عرض کیا یا رسول اللہ! میرے پاس صرف یہی چیز ہے یعنی تلاش کرنے کے بعد مجھے دو دینار اور تقریباً بیس درہم ملے۔ میں نے یہ عورت کو دے دیئے۔ پھر میری آنکھ کھل گئی۔ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے گھر والوں کو وصیت کر دی کہ اس قمیض کو میرا کفن بنانا۔ شیخ موصوف نے ۴۲۰ھ میں انتقال فرمایا۔ آپ کے دادا عنبسہ حدیث پاک کے مشہور راوی ہیں۔ (قالہ الشرجی)

حضور ﷺ سے احادیث کی تصدیق

آپ کے بہترین خوابوں میں سے ایک یہ بھی ہے خود بیان فرماتے ہیں میں نے دیکھا گویا میں ایک گھر میں داخل ہوا ہوں۔ میری وہاں حضور ﷺ سے ملاقات ہوئی۔ آپ قیام فرما ہیں۔ آپ کے ساتھ کچھ اور بھی حضرات ہیں۔ جن میں سے بعض سے میری جان پہچان ہے وہ بھی ادباً کھڑے ہیں۔ ایک جگہ چراغ رکھا ہوا ہے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: اِنْ تَجْتَنِبُوْا كَبَآىِٕرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَیِّاٰتِكُمْ (النساء: 31) (اگر تم کبیرہ گناہوں سے بچتے رہے جن سے تمہیں منع کیا گیا ہے تو ہم تمہارے گناہ معاف کر دیں گے)۔ اور آپ سے ہم تک یہ روایت پہنچی ہے: اِدَّخَرْتُ شَفَاعَتِیْ لِاَھْلِ الْکَبَائِرِ مِنْ اُمَّتِیْ، (میں نے اپنی شفاعت اپنی امت کے کبیرہ گناہ کرنے والوں کے لیے ذخیرہ کر رکھی ہے)۔ تو جب اللہ تعالیٰ صغیرہ گناہوں سے ہم پر چشم پوشی فرمائے گا۔ اور آپ ﷺ گناہ کبیرہ پر ہماری شفاعت فرمائیں گے تو پھر ہم ایسے میں اللہ تعالیٰ کی رحمت کے امیدوار ہوں گے۔ یہ سن کر آپ ﷺ نے فرمایا بات یہی ہے یونہی ہو گا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! ﷺ میں نے تفسیر نقاش میں جناب حمید سے اور وہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثٌ تَحْتَ ظِلِّ الْعَرْشِ فِیْ ظِلِّ اللّٰهِ یَوْمَ لَا ظِلَّ اِلَّا ظِلُّهٗ قَالُوْا مَنْ هُمْ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ فَقَالَ مَنْ فَرَّجَ عَنْ مَكْرُوْبٍ مِنْ اُمَّتِیْ وَ اَحْیَا سُنَّتِیْ وَ اَكْثَرَ الصَّلَاةَ عَلَیَّ۔ تین آدمی کل قیامت میں اللہ تعالیٰ کے عرش کے سایہ میں ہوں گے جس دن صرف وہی ایک سایہ ہو گا۔ صحابہ کرام نے عرض کیا حضور! وہ تین کون ہیں؟ فرمایا ایک وہ جس نے میرے کسی امتی کا دکھ درد دور کرنے کی کوشش کی، دوسرا وہ جس نے میری سنت زندہ کی، اور تیسرا وہ جس نے مجھ پر بکثرت درود و سلام بھیجا۔

حضرت تاج الدین ذاکر رحمۃ اللہ علیہ

مصر میں آپ اکابر عارفین میں سے ایک ہوئے اور عظیم ولی تھے۔

سات دن تک ایک ہی وضو

امام شعرانی بیان کرتے ہیں آپ کی کرامات میں سے ایک یہ تھی کہ آپ ایک مرتبہ وضو کر کے سات دن اسی پر بسر فرمایا

کرتے تھے۔ جیسا کہ آپ کے بارے میں اس بات کی خبر آپ کے ہی ایک خادم شیخ عبدالباسط طحاوی نے بھی دی۔ انہوں نے کہا کہ بالآخر یہ مدت آپ کی عمر میں سات دن سے بڑھ کر گیارہ دن تک بڑھ گئی۔ فرمایا جامع طولون میں چند لوگوں نے اس بارے میں آپ کا امتحان لینے کا ارادہ کیا انہوں نے آپ کو جیزہ کے علاقہ میں موسم ربیع میں بلایا۔ دعوت کی اور آپ کو کھانے کے لیے میوہ جات، مرغ، دودھ اور چاول وغیرہ پیش کیے۔ آپ ان کے ساتھ یہ تمام اشیاء کھاتے رہے۔ پھر انہوں نے نہ تو دن کو وضو کیا اور نہ ہی رات کو، متواتر سات دن اسی طرح وضو کیے بغیر گزار دیے۔ شیخ موصوف کو اس بارے میں کہا گیا۔ یا سیدی! آپ کا تو یہ لوگ امتحان لے رہے تھے۔ آپ کو تشویش لاحق ہوئی اور دوڑتے ہوئے دریا کی طرف آ کر ایک کشتی میں سوار ہو گئے اور آپ کا امتحان لینے والے دوسری کشتی میں بیٹھ گئے۔ کشتی ان سمیت ڈوب گئی۔

امام شعرانی ہی کہتے ہیں مجھے میرے بھائی شیخ صالح شمس الدین مرصفی نے بتایا کہ مجھے شیخ موصوف نے بتایا کہ مجھے چالیس سال ہو گئے ہیں کہ میں عشاء کے وضو سے فجر کی نماز ادا کرتا ہوں۔ آپ کے بعد آپ کا سجادہ لپیٹ دیا گیا اور پچیس سال آپ نے زمین پر اپنا پہلو نہ رکھا۔ نیز فرمایا ہمارے مشائخ کرام میں سے اتنی مدت باوضو رہنا کسی اور سے وقوع پذیر نہ ہوا۔ مگر جارحی ایسے تھے ان کے بارے میں ہمیں یہ بات پہنچی کہ آپ پورا رمضان ایک وضو سے باوضو رہے۔ یہ اس وقت ہوا جب غوری نے ابن عثمان کے ساتھ جنگ کرنے کی غرض سے سفر کیا تھا۔

نجم غزی بیان کرتے ہیں جب غوری نے سلطان سلیم بن عثمان سے جنگ کرنے کے لیے سفر کیا تو شیخ تاج الدین ذاکر سے عرض کیا کہ آپ ہمارے ساتھ سفر میں چلیں۔ اور آپ کے علاوہ شہر کے دوسرے مشائخ کو بھی چلنے کے لیے کہا لیکن کسی نے ہاں نہ کی۔ اس پر غوری نے انہیں ڈرایا دھمکایا۔ شیخ تاج الدین نے کہا اب ہم ملاقات نہیں کریں گے اور نہ ہی وہ واپس آئے گا اور ہم فوت ہو چکے ہوں گے۔ پھر ایسے ہی ہوا شیخ تاج الدین 923ھ میں فوت ہوئے اور مصر میں اپنی عبادت گاہ میں دفن کیے گئے۔

حضرت عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ

آپ اپنے دور سے تا عصر حاضر امام العارفین ہیں اور اہل ایمان کو جن حضرات کی تالیفات و تصنیفات سے بہت زیادہ نفع ملا ان میں سے ایک قدآور شخصیت ہیں۔ خود امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ نے مجھ پر جو احسانات فرمائے ان میں سے ایک احسان یہ بھی فرمایا کہ حاکمان وقت وغیرہ کو خواب میں ایسے امور اس نے دکھائے جن کی بنا پر ان لوگوں کی مجھ سے عقیدت بڑھ گئی اور اس میں یہ بھی احسان تھا کہ اللہ تعالیٰ نے عام بندوں سے مجھے پردہ میں رکھا۔ حالانکہ نہ کوئی میرا راز و نیاز کا معاملہ ہے۔ اور نہ کوئی اس پر دلیل کہ میں صالح شخص ہوں''۔

ان میں سے ایک واقعہ کا تعین امیر محمد دفتر دار سے ہے۔ اس کے پاس بہت سے لوگ ہر رات جمع ہوتے اور علماء و فقراء کی بدگوئی کرتے۔ ان لوگوں نے ایک رات میرا بھی برے الفاظ سے تذکرہ کیا۔ اسے دفتر دار نے قبول کر لیا اور وہ مجھے برا سمجھنے لگا وہ اٹھ کر چلے گئے۔ جب رات کو دفتر دار سویا تو کیا دیکھتا ہے کہ ایک بہت بڑی فوج مصر میں داخل ہونا چاہتی ہے۔ اس فوج کا

بادشاہ مصر کے دروازے پر کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا شہر میں داخل نہ ہونا۔ جب تک کہ تم مصر کے مالک سے مشورہ نہ کرلو اور وہ ہمیں شہر کے دروازے کی چابی نہ عطا کر دے۔ فوجیوں نے پوچھا وہ کون ہیں؟ بادشاہ نے کہا فلاں۔ اس کا قاصد میرے پاس آیا میں موجود نہ تھا۔ اسے میرا بیٹا عبدالرحمٰن ملا۔ اس نے ان کے لیے چابی بھیج دی۔ صبح جب دفتر دار اٹھا تو وہ میرا معتقد ہو چکا تھا۔

دوسرا واقعہ سیدی محمد ابن امیر شیخ سوق امیر الجیوش اور ان کے بھائی سیدی شیخ شرف الدین کے متعلق ہے۔ اول الذکر یعنی محمد ابن امیر کا واقعہ یوں ہے کہ مکہ شریف میں یہ قریب الموت ہو گئے اور وصیت بھی کر دی۔ پھر اس نے مجھے دیکھا کہ دیوار سے باہر نکلا ہوں۔ اور اس کا میں نے ہاتھ پکڑ کر کہا اٹھو تم تندرست ہو تو وہ اس سے صحت یاب ہو گئے۔ انہوں نے ذکر کیا کہ میرا امام شعرانی کو دیکھنا جاگتے ہوئے تھا۔ اگر یہ صحیح ہے تو یہ ان کی انتہائی عقیدت کا مظہر ہے۔ کیونکہ جس کا اعتقاد ضعیف ہو وہ بیداری میں نہیں دیکھ سکتا ہے ہاں ان کے بھائی شیخ شرف الدین کا واقعہ تو وہ یوں ہے کہ وہ بیمار ہوئے۔ اور میں مکہ میں مسافر کے طور پر گیا ہوا تھا۔ حتیٰ کہ وہ موت کے قریب پہنچ گیا۔ پھر اس نے اپنے آپ کو خلیج میں باب قوس کے پل کے نیچے بے یار و مددگار دیکھا۔ اور وہ موجوں پر ہاتھ مار رہا تھا کہ خلیج سے باہر نکلے۔ وہ ذکر کرتا ہے کہ میں نے آپ کو دیکھا کہ آپ نے میرا ہاتھ پکڑا اور پل کے نیچے سے مجھے نکال دیا اور وہ اس مرض سے چھٹکارا پا گیا۔

ایک واقعہ کا تعلق سیدی یحییٰ وراق سے ہے۔ جب یہ حجاز کی طرف سفر پر روانہ ہوئے تو راستہ میں ان کا خچر سخت مشقت کی وجہ سے جواب دے گیا۔ جب آپ اس سے ناامید ہو گئے تو مجھے دیکھا کہ میں نے اس خچر کو اٹھا کر کھڑا کر دیا ہے۔ یہ اس نے حالت بیداری میں دیکھا وہ تندرست ہو کر کھڑا ہو گیا۔ اور اس پر سوار ہو کر انہوں نے حج کیا۔ جب مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے تو ہر رات مجھے دیکھتے کہ میں ان کے ساتھ طواف کر رہا ہوں۔ پھر انہوں نے مجھ سے یہ دریافت کیا: کہ آپ نے میرے ساتھ طواف کرتے کرتے ختم کیوں کر دیا تھا۔ یہ واقعہ اس بات کی دلیل ہے کہ اس کا میرے متعلق اعتقاد صحیح تھا۔ جب کسی فقیر کے بارے میں اعتقاد صحیح ہو تو اس کا مرید جب چاہے جہاں چاہے دیکھ سکتا ہے اگرچہ دونوں کے درمیان کتنے ہی سال کی مسافت ہو، اور دیکھنا بھی جاگتے ہوئے سر کی آنکھوں سے متحقق ہوتا ہے۔

اسی طرح کا ایک واقعہ یہ بھی ہے کہ شیخ عبداللہ احد نے مجھے ایک رقعہ لکھا۔ شیخ موصوف سیدی عمر خبتیتی رحمۃ اللہ علیہ کے اصحاب میں سے ہیں۔ رقعہ یہ تھا کہ میں نے تمہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ عالیہ میں دیکھا۔ آپ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو حکم دیا میرے یہ دونوں جبے عبدالوہاب کو پہنا دو اور کہہ دو کہ کون (کائنات) میں جیسے چاہیں تصرف کریں کوئی مانع نہیں۔ شیخ عبداللہ راوی فرماتے ہیں میں اس بات کو دیکھ کر شیخ کے فقراء کا خادم بن گیا۔ آپ کے بارے میں میرا اعتقاد اور بڑھ گیا۔

امیر عامر بن بغداد کا فقراء کے بارے میں کوئی زیادہ اعتقاد نہ تھا۔ مگر وہ میرا بڑا معتقد تھا۔ اس نے مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ عالیہ میں دیکھا۔ آپ میری طرف تشریف لا رہے ہیں اور مجھ سے گفتگو فرماتے ہیں پھر یوں ہوا کہ عامر مذکور نے کوشش کی کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک کو چوم لے لیکن جب بھی بوسہ دینے کے لیے وہ آگے بڑھتا تو مجھے درمیان میں رکاوٹ پاتا اور وہ کہا کرتا تھا کہ ضرورت میں کسی کو واسطوں کی محتاجی نہیں ہوتی۔ اصل میں قدرت اللہ تعالیٰ کی ہی ہے۔ (اس

اعتقاد کی وجہ سے اسے رکاوٹ کا سامنا کرنا پڑا) اس خواب کو دیکھ کر وہ میرے بارے میں (بلکہ ہر ولی کے بارے میں) صلاح کا معتقد ہو گیا اور پھر لوگوں کی حاجات وضروریات پوری کر دیا کرتا تھا۔ جن کے بارے میں اسے لکھ بھیجتا۔

ایک واقعہ شیخ سعد الدین صنادیدی کے ساتھ پیش آیا۔ یہ شخص سیدی احمد بدوی کے مولد میں میری شرکت پر سخت معترض تھا اور کہتا تھا فلاں آدمی (شعرانی) اس مولد میں کس طرح آتا ہے حالانکہ اس میں یہ یہ منکرات ہیں؟ اس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت ہوئی۔ دیکھا کہ آپ نے مجھے اپنے سینہ کے ساتھ ملایا ہوا ہے اور میرے پستان سے خالص دودھ بہہ رہا ہے اور لوگ اسے پی رہے ہیں۔ یہاں تک کہ مولد میں جس قدر حضرات تھے سب نے پیا اور سیر ہو گئے۔ اور سیدی احمد بدوی رحمۃ اللہ علیہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ اقدس کے سامنے کھڑے ہیں اور بلند آواز سے اعلان کر رہے ہیں: من أراد المدد فليزر عبد الوهاب۔ (جو مدد چاہتا ہے اسے عبدالوہاب کی زیارت کرنی چاہیے)۔ پھر وہ خواب سے بیدار ہو گیا اور میرے بارے میں بڑے معتقدین میں شامل ہو گیا۔

بیماری کو اپنے اوپر مسلط کر لیا

امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ کے احسانات میں سے مجھ پر ایک یہ بھی بڑا احسان تھا کہ مجھے جس شخص کے بارے میں معلوم ہوتا کہ وہ کسی بیماری یا دکھ درد میں مبتلا ہے تو اس پریشانی میں میں بھی اس کا شریک ہو جاتا۔ خاص کر سلطان اعظم کے بارے میں تو یہ بات سب سے زیادہ تھی۔ وہ اگر بیمار پڑتا تو میں بھی بیمار ہو جاتا۔ اور ایسا بارہا ہوا۔ وہ میرے پاس آتا اور میری فضیلت کا شکریہ ادا کرتا۔ اہل کشف کو بھی اس بات کی اطلاع تھی وہ آپس میں گفتگو کیا کرتے تھے کہ اگر میں بادشاہ کے پاؤں کا درد اپنے اوپر نہ ڈال لیتا جب وہ رافضیوں سے جنگ کرنے چلا تھا تو وہ قطعاً سفر پر روانہ نہ ہوتا اور نہ ہی اسے بھلائی ملتی۔

روئے زمین کی نگرانی اور سیر

فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ کے انعامات میں سے ایک عظیم نعمت مجھ پر یہ تھی کہ روئے زمین کے دکھی اور پریشان لوگوں کی مدد کرنے اور ان کی ڈھارس بندھانے کی اللہ تعالیٰ نے مجھے ہمت عطا فرمائی تھی۔ کوئی شخص خواہ وہ جنگلات میں ہوتا، صحراؤں میں ہوتا، شہروں اور بستیوں میں ہوتا میں ان کا پرسان حال تھا۔ میں اپنے دل کے ساتھ پوری زمین کا تقریباً تین گھنٹوں میں چکر لگا لیتا۔ میرے چکر لگانے کی صورت اور طریقہ یہ تھا کہ میں اپنی انگلی کے ساتھ شہروں، بستیوں، پہاڑوں اور میدانوں کی طرف اشارہ کرتا اور کہتا اللہ اللہ اللہ، پھر میں مصر عتیقہ سے ابتداء کرتا۔ پھر قاہرہ پھر اس کی بستیاں حتیٰ کہ میں غزہ شہر پہنچ جاتا۔ پھر قدس، پھر شام، پھر حلب، پھر بلاد عجم، پھر بلاد ترکیہ، پھر بلاد روم، پھر بحر محیط سے بلاد مغرب کی طرف رخ کرتا۔ اس کا ایک ایک شہر پھر کر اسکندریہ آ جاتا پھر وہاں سے دمیاط، وہاں سے اقصیٰ صعید، پھر اقصیٰ بلاد عبید، پھر بلاد جراج یہ میرے پانچویں دادا جان کا علاقہ ہے۔ پھر وہاں بلاد تکرور کی طرف چلا جاتا۔ پھر بلاد سکوت، وہاں سے بلاد نجاشی، پھر اقصیٰ بلاد حبشہ، پھر وہاں سے

بلاد ہند، پھر بلاد سندھ، پھر بلاد چین، پھر واپس بلاد یمن، پھر مکہ مکرمہ، پھر باب المعلاۃ سے نکل کر درب حجازی کی طرف چلتے ہوئے بدر تک، پھر صفراء اور پھر مدینہ منورہ میں آ جاتا۔ باب النور سے میں آقائے دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے آنے کی اجازت طلب کرتا۔ پھر اجازت ملنے پر میں داخل ہو کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کھڑا رہتا۔ پھر میں آپ پر صلوٰۃ و سلام اور آپ کے دونوں ساتھیوں (ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما) پر درود و سلام عرض کرتا، بقیع کی زیارت کرتا۔ پھر کہتا: سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ۚ وَسَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ ۚ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ (الصافات) جب میں واپس مصر میں اپنے گھر آتا تو میں سخت تھکاوٹ کی وجہ سے چور چور ہوا ہوتا۔ گویا میں نے بہت بڑا پہاڑ اٹھایا ہوا تھا۔ مجھے نہیں معلوم کہ مجھ سے پہلے اس طرح کا روئے زمین کا چکر کسی اور نے لگایا ہو۔

اس مقام و مرتبہ کا ابتدائی حصول 923ھ میں ہوا۔ میں نے اپنے آپ کو ایک بہت بڑے پرندے کے پروں میں دیکھا۔ وہ ایک لحظہ میں مجھے ساری زمین پر لے گیا۔ وہ مشائخ کرام کی قبور پر سے اڑتا ہوا گزرتا ان کا چکر لگاتا اور میں بھی ساتھ ہی ہوتا۔ صرف دو شخصیات کی قبور پر سے وہ نہ گزرا۔ ایک سید احمد بدوی رحمۃ اللہ علیہ کی قبر اور دوسری قبر سیدی ابراہیم دسوقی رحمۃ اللہ علیہ کی تھی۔ ان دونوں بزرگوں کی قبور کے قریب اس نے مجھے نیچے اتارا اور قبور کے نیچے سے وہ گزرا۔ مجھے آج تک ان دونوں بزرگوں کے ساتھ اس معاملہ کی حکمت معلوم نہ ہو سکی۔

فرماتے ہیں واقعات میں سے ایک واقعہ یہ بھی ہوا کہ حبشہ کے کسی شہر کا باشندہ ہمارے ہاتھ مشرف بہ اسلام ہو گیا۔ ہم مصر میں تھے میں نے اسے اس کے شہر کے بارے میں پوچھا اور اس گرجا کے متعلق پوچھا جو اس کے گھر کی گلی کے آخر میں تھا اور اس کے ہمسایہ کے گھر درخت کا پوچھا۔ تو اس نے ان تمام باتوں میں میری تصدیق کی پھر اس نے حاضرین سے کہا یہ شخص (امام شعرانی) صالح ہے۔ کیونکہ یہ میرے شہر اور میرے پڑوسی کے گھر کے بارے میں سب کچھ جانتا ہے۔ حالانکہ میں اپنے جسم کے ساتھ وہاں کبھی بھی نہ گیا تھا۔ صرف میں نے اپنے قلب سے وہ جگہیں دیکھی تھیں۔

فرماتے ہیں اس طرح کا واقعہ سیدنا لوط علیہ السلام کے خادم (یعنی آپ کی قبر انور کے خادم) کے ساتھ پیش آیا۔ جب وہ مصر آیا تو میں نے اس سے پوچھا کہ سیدنا لوط علیہ السلام کی قبر انور کے مقابل لیموں کا اگا ہوا درخت موجود ہے؟ کہنے لگا وہ سالم موجود ہے۔ اس کی کوئی چیز بھی نہیں کاٹی گئی۔ حالانکہ میں نے اسے بھی صرف قلب سے ہی دیکھا تھا۔

ایک واقعہ کا تعلق جنات سے ہے۔ وہ یہ کہ جنات نے ایک مرتبہ میری طرف بہتر سوالات لکھ کر بھیجے۔ جن کا تعلق علم التوحید کے ساتھ تھا۔ بھیجے اس لیے تاکہ میں ان کا جواب لکھ بھیجوں اور سوالات لانے والے جن بولے ہمارے علماء ان سوالات کے جوابات دینے سے عاجز آ گئے ہیں۔ اور انہوں نے کہا ہے کہ ان کے جوابات کی تحقیق صرف انسانوں کے علماء ہی کر سکتے ہیں۔ انہوں نے سوالات میں مجھے شیخ الاسلام کا نام دیا۔ میں نے ان کا جواب تقریباً پانچ دفتروں پر مشتمل لکھا اور اس کا نام "کشف الحجاب والران عن وجہ اسئلۃ الجان" رکھا۔

دنیا کی ہر چیز کی تسبیح سنائی دیتی

فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ کے احسانات میں سے ایک احسان اس کا مجھ پر یہ تھا کہ مجھ سے حجابات اٹھا دیئے۔ حتیٰ کہ میں جمادات اور حیوانات کی تسبیحات سن لیا کرتا تھا۔ یہ رفع حجاب نماز مغرب سے طلوع فجر تک رہتا تھا۔ اس کا سبب یوں ہوا کہ میں نے ایک مرتبہ شیخ صالح ورع زاہد سیدی امین الدین امام جامع غمری رحمۃ اللہ علیہ کی اقتداء میں نماز مغرب کی ادائگی کے لیے تکبیر تحریمہ کہی۔ اس کے بعد میرے حجابات اٹھ گئے اور میں نے مسجد کے ستونوں، دیواروں، چٹائیوں اور فرش کے پتھروں کی تسبیحات سنیں۔ حتیٰ کہ میں مدہوش ہو گیا اور پھر میری کیفیت یہ ہو گئی کہ مصر کے اردگرد جو شخص گفتگو کرتا مجھے سنائی دیتی۔ پھر اس میں اور وسعت آ گئی حتیٰ کہ باہر کی بستیوں تک کے لوگوں کی گفتگو سنتا۔ پھر تمام زمین کے باشندوں کی گفتگو سنائی دینے تک معاملہ پہنچ گیا۔ پھر بحر محیط اور دیگر دریاؤں وسمندروں کی مچھلیوں کی تسبیحات بھی سنائی دینے لگیں۔ بحر محیط کی مچھلیوں کی تسبیحات میں سے ایک تسبیح کے یہ الفاظ تھے: سبحان الملك الخلاق رب الجمادات والحیوانات و النبات والأرزاق سبحان من لاینسی قوت أحد من خلقه ولا یقطع بره عن عصاه۔ یہ واقعہ 923ھ میں پیش آیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے مجھ پر اپنی رحمت نازل فرمائی اور طلوع فجر کے وقت ان تسبیحات کی سماعت کو پردہ میں کر لیا۔ کیونکہ مجھے دہشت نے آ گھیرا تھا اور کشف کے طریقہ سے ان تسبیحات کا علم میرے لیے باقی رکھا اس سے میرا ایمان اور مضبوط ہو گیا۔

کیڑے مکوڑے پر رحم کرنا فائدہ دیتا ہے

امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ بیان فرماتے ہیں میری بیوی فاطمہ ام عبدالرحمٰن کو دل سوج جانے کی شکایت ہو گئی۔ اس کی والدہ چلائی اور اسے اس کی موت یقینی نظر آنے لگی۔ مجھے اس پر بہت تشویش ہوئی۔ اچانک کوئی کہنے والا مجھ سے کہہ رہا تھا جب کہ میں بیت الخلا میں تھا کہ مکھی کو دوسری مذکر مکھی کے چنگل سے بچاؤ جو تمہارے چہرے کے سامنے والے سوراخ میں ہے۔ ہم تمہاری بیوی کی خلاصی کر دیں گے۔ میں سوراخ کے پاس گیا وہ بہت تنگ تھا۔ اتنا تنگ کہ اس میں انگلی بھی داخل نہ ہو سکتی تھی۔ میں نے تیلی سی لکڑی پکڑی اور اس میں داخل کر دی۔ پھر میں نے دونوں مکھیوں کو باہر نکال لیا۔ میں نے دیکھا کہ ایک مکھی دوسری کی گرفت میں ہے۔ اس نے اس کی گردن دبوچی ہوئی ہے اور وہ بھن بھن کر رہی ہے جیسے تکلیف سے چیخ رہی ہو۔ میں نے اسے چھڑایا تو اس کے ساتھ ہی میری بیوی کی تکلیف بھی جاتی رہی۔ وہ اسی وقت تندرست ہو گئی اور اس کی والدہ خوش ہو گئی۔ اس دن سے میں نے کسی کیڑے مکوڑے پر احسان کرنا اور اس کے کام آنے کو معمولی نہ سمجھا اور نہ ہی کسی حیوان اور زمین پر چلنے والے کے ساتھ نیکی کرنے کو حقیر جانا۔ لیکن یہ ان کیڑے مکوڑے اور حیوانات کے علاوہ ہیں جن کا شارع صلی اللہ علیہ وسلم نے مار ڈالنے کا حکم دیا ہے۔

مخلوق میں سے کسی کا قطعاً ڈر نہیں

اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص احسان سے مجھے یہ بات بھی عطا فرمائی کہ مخلوق سے مطلقاً مجھے کوئی خوف نہ تھا خواہ سانپ ہو یا

بچھو، مگر مچھ ہو یا چور یا جن وغیرہ کوئی مخلوق ہو۔ میں ان سے بچتا اس لیے تھا کہ شریعت مطہرہ نے اس بات کا حکم دیا ہے کہ آدمی کو اللہ تعالیٰ نے اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنے سے منع فرمایا ہے۔ اس لیے نہیں کہ مجھے ان میں سے کسی چیز سے خوف آتا تھا۔ پھر اس کے ساتھ یہ بھی کہ میں اس بات کو بھول جاؤں کہ ان اشیاء میں نفع و نقصان کا معاملہ اللہ تعالیٰ کی ذات کی طرف سے ہوتا ہے۔ یہ بات اللہ تعالیٰ نے مجھے اس وقت ہی عطا فرما دی تھی جب میں ابھی بالغ بھی نہ ہوا تھا۔ میں نہ کبھی کسی درندے سے ڈرا نہ آگ سے، نہ رات کے اندھیرے میں کسی اور چیز سے مجھے کبھی خوف آیا۔ ہاں اتنی بات ہے کہ ہر انسان میں طبعی طور پر جوان اشیاء سے ڈر ہوتا ہے وہ معمولی درجہ کا مجھ میں بھی تھا لیکن اتنا طاقتور نہیں کہ اس کا کچھ اثر میرے یقین پر اثر انداز ہو سکے اور اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کو ڈگمگا دے۔ یہ بات ذہن نشین رہنی چاہیے۔ میرے ساتھ یہ واقعہ بھی ہوا کہ ایک پرانی قبر جس پر گنبد وغیرہ بنا ہوا تھا، عرصہ سے لوگوں کا وہاں آنا جانا بند تھا۔ کیونکہ وہاں چاروں طرف پتھر ہی پتھر تھے اور ان پتھروں میں بڑے بڑے خطرناک سانپ رہتے تھے۔ ہم میں سے کسی کو جرأت نہ ہوتی کہ اس قبر کی زیارت کے لیے جائے۔ نہ دن کے وقت اور نہ ہی رات کے وقت۔ ہاں قبر کے احاطہ سے باہر کھڑے ہو کر زیارت ہوتی تھی۔ بہرحال میں ایک سیاہ رات میں سردیوں کے موسم میں اس مزار کے اندر چلا گیا اور جا کر سو گیا۔ سانپ صبح تک میرے اردگرد پھرتے رہے میرا ایک بال بھی بیکا نہ کیا۔ جب دن نکلا تو میں نے ان کے رینگ کر چلنے کی جگہ دیکھی جو آدمی کے ہاتھ جرابر چوڑی تھی۔ شہر والوں کو یہ دیکھ کر بڑا تعجب ہوا۔ مجھ سے پوچھنے لگے اس رات تم کس طرح بچ گئے؟ میں نے انہیں جواب دیا کہ میرا یہ عقیدہ مجھے بچا گیا کہ اللہ تعالیٰ کے اذن کے بغیر کوئی سانپ وغیرہ کسی کو قطعاً نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ اللہ تعالیٰ سانپ وغیرہ کی طرف قدرت کی زبان سے یہ الہام کرتا ہے کہ فلاں آدمی کی طرف جاؤ اور فلاں جگہ جا کر اسے ڈسو تا کہ وہ بیمار ہو جائے یا اندھا ہو جائے یا مر جائے وغیرہ۔ اللہ تعالیٰ کے ارادہ کے بغیر کسی کو سانپ ہرگز ڈس نہیں سکتا۔ جو شخص ابتدا کو دیکھتا ہے وہ انجام سے نہیں ڈرتا۔ یعنی جس کی نگاہ میں اللہ تعالیٰ کا قادر مطلق اور فعال ہونا ہوتا ہے اسے کسی سے ڈرنے کی کیا ضرورت ہے۔

مگر مچھ بھاگ گئے

امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ آپ بیتی بیان فرماتے ہیں۔ یہ 919ھ کا واقعہ ہے کہ میں صعید کی طرف سفر پر روانہ ہوا۔ کشتی میں ہم جب سوار ہوئے تو تقریباً سات مگر مچھ ہمارے پیچھے لگ گئے۔ ان میں سے ہر ایک بیل کے برابر ہوگا۔ کشتی میں سوار تمام لوگ خوف زدہ ہو گئے۔ اور ڈر کے مارے کشتی کے کنارے کی طرف کوئی بھی بیٹھنے کو تیار نہ تھا۔ کہ کہیں اسے مگر مچھ وہاں سے کھینچ نہ لے۔ میں نے تہبند باندھا اور دریا میں مگرمچھوں کے درمیان اتر گیا۔ وہ سب مجھے دیکھ کر بھاگ گئے۔ میں پھر کشتی میں سوار ہو گیا۔ لوگوں نے اس پر تعجب کیا۔

جن پکڑ لیا

فرماتے ہیں ایک دن میرے ساتھ یہ واقعہ پیش آیا کہ میں ام خوند مدرسہ میں تھا۔ مدرسہ کے ایک کمرہ میں رات کے وقت

میرے پاس ایک جن آتا اور چراغ بجھا دیتا۔ پھر گھر میں ادھر ادھر تیر مارنے شروع کر دیتا۔ بچے اس کی حرکتوں سے ڈرتے۔ ایک رات میں چھپ کر بیٹھ گیا۔ جب آیا تو میں نے اس کی ٹانگ پکڑ لی وہ چیخنے لگا اس کی ٹانگ باریک ہوتی گئی اور سرد پڑتی گئی۔ حتیٰ کہ بال برابر باریک ہو گئی۔ پھر میرے ہاتھ سے نکل گئی۔ اس دن سے پھر وہ کبھی ظاہر نہیں ہوا۔

ایک مرتبہ میں اپنے ایک ساتھی کے ہاں غیر آباد آبادی سے دور کسی جگہ گیا۔ وہاں جنات رہتے تھے۔ میں نے چراغ جلایا اور عشا کے بعد دروازہ بند کر کے وہ مجھے اکیلا وہاں چھوڑ گیا۔ خود گھر آ گیا۔ ایک جن آیا اور اس نے چراغ بجھا دیا۔ اس کے ساتھ جنات کی کافی تعداد تھی۔ چراغ بجھنے کے بعد انہوں نے میرے اردگرد صبح تک تیر اندازی کی یعنی شرارتیں کیں میں نے انہیں کہا اللہ تعالیٰ کی عزت کی قسم! اگر تم میں سے کوئی میرے قابو آ گیا تو اسے مجھ سے کوئی بھی نہ چھڑا سکے گا۔ نہ تم میں سے کوئی اور نہ ہی ملک احمر میں یہ طاقت ہے۔ میں سو گیا اور بغیر کسی خوف کے میں سویا رہا۔

میں ایک مرتبہ جامع غمری میں موجود ایک چھوٹے سے تالاب پر گیا۔ جہاں سے لوگ لوٹا بھر کر وضو کرتے تھے۔ میں بھی وضو کرنے گیا تھا رات سخت سیاہ تھی۔ اس تالاب میں کسی چیز نے ہلچل مچا دی جو دیکھنے میں بھینسے کی مانند تھی۔ وہ پانی کی سطح پر ابھر آئی حتیٰ کہ پانی کے برابر ہو گئی۔ اور ناحیۃ الحنفیہ کی طرف نیچے چل پڑی۔ میں نے اپنے کپڑے اتارے اور تالاب میں اس پر چھلانگ لگا دی۔ وہ میرے نیچے سے بھاگ گئی اور مجھے نہ مل سکی۔ میں موذی اشیاء سے اس لیے نہیں ڈرا کرتا تھا کہ میں یقین سے مقام تدریج میں تھا۔ یونہی میں چور سے کبھی نہیں ڈرا۔ کیونکہ چور کا مجھ سے مطالبہ کپڑے وغیرہ ہی ہوتا ہے۔ یعنی دنیا کی اشیاء چاہتا ہے اور میں بحمدہ تعالیٰ جب کوئی چور دیکھتا ہوں تو اسے خوش دلی سے یہ اشیاء خود دیتا ہوں۔ پھر اس کے ساتھ ساتھ میں اسے دنیا اور آخرت میں بری الذمہ بھی کر دیتا ہوں۔

اللہ تعالیٰ اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کلام کا امتیاز

امام شعرانی فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے مجھ پر ایک احسان یہ بھی فرمایا کہ میں اس کی کلام کی معرفت رکھتا ہوں۔ اس کے کلام اور دوسروں کے کلام میں امتیاز جانتا ہوں اگرچہ کتنے ہی پردوں کے پیچھے سے آواز کیوں نہ ہو۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ بھی نعمت عطا فرمائی کہ میں حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کلام نبوت کو جانتا ہوں۔ اور دوسرے لوگوں کی گفتگو سے الگ پہچان لیتا ہوں۔ اور آپ کے کلام میں درج شدہ باتوں کو میں بخوبی پہچان جاتا ہوں۔ یونہی اللہ تعالیٰ نے مجھے غلط اور صحیح تحریروں کا امتیاز بھی عطا فرمایا۔ جھوٹی تحریر کے الفاظ مجھے مردہ بے روح نظر آتے ہیں اور وہ حروف جو حق وصداقت پر مبنی ہوں وہ زندہ دکھائی دیتے ہیں۔ یونہی اللہ تعالیٰ نے مجھے جھوٹی گواہی کی معرفت بھی عطا فرمائی۔ میں اسے بولنے والے کے انداز گفتگو سے پہچان جاتا ہوں۔ اس کے بعد میں نے اپنے قلب سے اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ کی تو یہ تمام باتیں مجھ سے پردہ میں کر دی گئیں۔ یہ 950ھ کا واقعہ ہے۔ ایسا اللہ تعالیٰ سے ادب اور شریعت مطہرہ کے آداب کی وجہ سے ہوا۔

دیکھے بغیر کتاب پر حاشیہ لکھ دیا

ہمارے شیخ الشیخ حسن عدوی حمزاوی نے اپنی تصنیف ''البراۃ'' کی شرح میں سیدی شیخ امام عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر کرتے ہوئے لکھا۔ امام شعرانی کا ایک واقعہ جوان کے شیخ، شیخ الاسلام ناصر الدین لقانی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ پیش آیا۔ وہ ایک کرامت ہے جو عقل کو حیران کر دیتی ہے اس کرامت کی حکایت فاضل ہمام سیدی ابو صالح ملیجی شافعی ہاشمی نے اپنی کتاب ''تذکرہ اولی الالباب فی مناقب الشعرانی سیدی عبدالوہاب'' میں کی ہے۔ فرماتے ہیں امام شعرانی کا ایک واقعہ ان کے اپنے شیخ جناب شیخ الاسلام ناصر الدین لقانی کے ساتھ یوں پیش آیا کہ ایک چغل خور نے جو امام شعرانی کا بدخواہ تھا، شیخ ناصر الدین اور سید عبدالوہاب کے درمیان عداوت اور بہتان طرازی کے رنگ میں چغلی کھائی۔ اس نے شیخ ناصر الدین سے کہا کہ شیخ عبدالوہاب شعرانی اجنبی مردوں اور عورتوں سے ملتا جلتا ہے۔ شیخ ناصر الدین نے اسے سچ جان لیا اور شیخ شعرانی کے بارے میں بدگمان ہو گئے۔ جب اس کا علم امام شعرانی کو ہوا تو آپ شیخ ناصر الدین کے پاس آئے اور ان سے کتاب ''مدونہ'' سیدنا امام مالک بن انس رضی اللہ عنہ مانگی کہ مجھے عاریۃً عطا فرما دی جائے۔ شیخ ناصر الدین نے آپ سے کہا ہو سکتا ہے کہ تو بہت جلد ان گناہوں اور نافرمانیوں سے باز آ جائے جن میں آج کل تو پڑا ہوا ہے اور تجھے شریعت مطہرہ سے تمسک کی توفیق مل جائے انہیں سیدی عبدالوہاب نے کہا انشاء اللہ یہ ہو جائے گا۔ کیونکہ آپ کی نظر عنایت میری طرف ہے۔ شیخ ناصر الدین نے اپنے نقیب سے فرمایا کہ کتب خانہ سے کتاب ''مدونہ'' انہیں نکال کر دے دو۔ اور ان کے گدھے پر لاد دو۔ نقیب کو مزید فرمایا تم بھی شیخ کے ساتھ چلے جاؤ۔ چنانچہ نقیب بھی امام شعرانی کے ساتھ ان کے گھر آیا۔ مدونہ کتاب دی اور واپسی کا ارادہ کیا تو شیخ شعرانی نے فرمایا واپس نہ جاؤ۔ آج کی رات ہمارے ہاں آرام گاہ میں بسر کرو۔ صبح اپنے شیخ کی طرف چلے جانا۔ نقیب نے آپ کی بات مان لی اور رات شیخ شعرانی کے پاس ہی بسر کی۔ آرام گاہ میں نقیب آپ کے ساتھ بیٹھ گیا۔ حتیٰ کہ تہائی رات گزر گئی۔ پھر شیخ خلوت میں داخل ہوئے وہاں تقریباً پندرہ منٹ ٹھہرے پھر وہاں سے نکل کر نقیب کے پاس آ گئے اسے نیند سے جگایا اور کہا اٹھو کہ اللہ تعالیٰ کی سنگت منتظر ہے۔ ضائع ہونے سے پہلے اسے حاصل کر لو۔ نقیب اٹھ بیٹھا، وضو کیا اور تہجد کے لیے وہ اور شیخ شعرانی دونوں کھڑے ہو گئے صبح صادق تک وہ دونوں تہجد میں مصروف رہے۔ پھر صبح کی نماز ادا فرمائی اور سپیدی ظاہر ہونے تک قرآن کریم کی تلاوت کی۔ پھر بیٹھ کر اپنے اوراد و وظائف پڑھنے شروع کر دیئے۔ حتیٰ کہ سورج ایک نیزہ کے برابر بلند ہو گیا۔ پھر چاشت کی نماز ادا کی۔ پھر نقیب کا ہاتھ پکڑا اور خلوت گاہ میں ناشتہ کے لیے لے گئے۔ پھر فرمایا کتاب مدونہ لے جاؤ اور اپنے شیخ کے پاس اب جاؤ اور ہماری طرف سے ان کی مہربانی فرمانے پر شکریہ ادا کرنا۔ اس پر نقیب صاحب کو بہت غصہ آیا اور بہت غم بھی ہوا اور دل میں ہی کہا ایک رات کے لیے اس کتاب کے لانے اور واپس کرنے سے کیا فائدہ؟ نقیب کو یہ نہ پتہ چلا کہ شیخ شعرانی نے اس میں کیا کچھ کر دیا تھا۔ پھر جب نقیب مدونہ کتاب کو لے کر واپس شیخ ناصر الدین کے پاس آیا تو کتاب کو دیکھ کر شیخ موصوف کی اور بدگمانی بڑھی اور ان سے طبیعت زیادہ متنفر ہو گئی۔ پھر ان سے کسی نے ایک مسئلہ پوچھا تو انہوں نے اس میں توقف کیا پھر مدونہ کتاب منگوائی۔ تا کہ اس میں سے مسئلہ کا جواب دیکھا جائے۔ اس کی ایک جلد

لے کر کھولی اس میں اول سے آخر تک سیدی عبدالوہاب شعرانی کے ہاتھ کی لکھی تحریر دیکھی جو اصل نسخہ سے مختصر تھی۔ یہ دیکھ کر شیخ ناصر الدین نے مدونۃ کے تمام حصے منگوائے۔ دیکھا تو تمام حصوں پر اسی طرح مختصر ہوا ہے۔ جس طرح ایک جزء پر دیکھا تھا اس سے اشارہ ملتا تھا کہ امام شعرانی نے تمام اجزاء پڑھے تھے اور مختصر سے وقت میں پڑھ کر اس کا اختصار بھی تحریر فرما دیا۔ شیخ ناصر الدین نے نقیب سے پوچھا کہ شیخ عبدالوہاب شعرانی نے اس کتاب میں جو کچھ لکھا وہ کیسے کیا؟ نقیب نے جواب دیا خدا کی قسم! اے میرے آقا! وہ تو رات بھر صرف پندرہ منٹ کے لیے میری آنکھوں سے اوجھل ہوئے تھے۔ اس کے علاوہ ہم دونوں اکٹھے رات بھر رہے۔ آپ نے نہ تو اپنا ورد وظیفہ چھوڑا اور نہ ہی تہجد چھوڑی یہ سن کر شیخ ناصر الدین ننگے سر ننگے پاؤں چلتے ہوئے امام شعرانی کے پاس حاضر ہوئے اور اللہ تعالیٰ سے استغفار کی اور ان کے سامنے بیٹھ گئے۔ کہنے لگے میں نے تمام صوفیہ کرام پر جو اعتراض کیا، اس سے اللہ تعالیٰ کے حضور توبہ کرتا ہوں پھر سیدی عبدالوہاب نے انہیں کہا میرا ارادہ تھا کہ میں آپ کو اس مختصر پر مطلع کرتا جو میں نے "مدونۃ" کا اختصار کیا۔ اور وہ بھی فلاں رات میں۔ اگر اس مختصر میں قابلیت کی بات ہے تو اللہ تعالیٰ کا فضل ہے اور اس کی برکت نیز اس کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت ہے اور اگر قابلیت نہ دیکھو تو پانی میں ڈال کر اسے مٹا دینا۔ شیخ ناصر الدین لقانی اس پر مطلع ہوئے۔ اور اس پر تقریظ لکھی جس میں شیخ شعرانی کی مختصر کی بہت تعریف کی اور یہ بات معلوم ہونی چاہیے کہ شیخ عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ کا مختصر سے وقت میں اتنا عظیم کام سرانجام دینا دراصل زمانہ کو سکیڑنے کا مظہر ہے۔ کتاب "مدونۃ" امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب پر لکھی گئی عظیم کتاب ہے۔ جس کے مولف ابو عبداللہ عبدالرحمٰن ابن القاسم مکی ہیں۔ اس کتاب کی کئی مجلدات ہیں۔

سیدی عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب "الیواقیت والجواہر" کے آخر میں لکھتے ہیں۔ یہ کتاب تقریباً پچیس اجزاء پر مشتمل ہے جن کی تقطیع بڑی ہے یہ کتاب اکہتر بحثوں پر مشتمل ہے۔ لکھتے ہیں کہ میں نے یہ کتاب ایک مہینہ سے کم عرصہ میں تحریر کی۔ اور میں نے اس کی بحثوں کی تعداد کے مطابق "فتوحات" کا مطالعہ کیا۔ میرا معمول یہ تھا کہ ہر ایک بحث سے پہلے پوری "فتوحات" کو پڑھتا تا کہ اس میں سے مجھے بحث کے مناسب اقوال مل جائیں۔ امام شعرانی کی یہ بات علماء نے ان کی کرامت میں شمار کی ہے۔ کیونکہ "فتوحات" دس ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے۔ اس حساب کے اعتبار سے امام موصوف نے ایک دن میں اسے دو مرتبہ مکمل کیا اور ایک مرتبہ آدھی فتوحات کا مطالعہ کیا۔ کیونکہ ان کی اپنی کتاب پچیس ابحاث پر مشتمل ہے۔ ہم اس سے پہلے کرامات کی بحث میں لکھ آئے ہیں کہ ہر صاحب کرامت کو اس کی تصدیق کرنا اور ماننا لازم ہے جیسا کہ یہی بات اگر دوسرے سے صادر ہوتی تو اقرار و تسلیم لازم تھا۔

امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ نے "العہود" میں فرمایا میرے گھر میں ایک جن عورت رہتی تھی۔ جب وہ میرے قریب آتی تو میرے رونگھٹے کھڑے ہو جایا کرتے تھے۔ پھر میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا تو وہ اس وقت دور ہو جاتی پھر مسجد کی طرف جن راستوں سے میں جاتا وہ ان میں کھڑی ہو جایا کرتی تھی۔ سخت اندھیرا ہوتا لیکن میں اس سے کبھی بھی نہیں ڈرا بلکہ میں اس کے قریب سے سیاہ راتوں میں گزر جاتا اور اسے السلام علیکم کہتا۔ میرے دل میں اس سے نہ کوئی نفرت آئی اور نہ ہی گھبراہٹ۔ حالانکہ انسانی طبیعت

میں جنات کا خوف ہوتا ہی ہے۔ ایک مرتبہ کا قصہ ہے کہ مہنگائی اور ضروریات زندگی کی کم یابی کے دور میں جنات کی ایک جماعت میرے ہاں ٹھہر گئی۔ میں انہیں کہا کرتا تھا کھانا پینا معروف طریقہ سے خوب کھاؤ۔ اور اپنے مسلمان بھائیوں کو تکلیف مت دیا کرو۔ میں نے سنا کہ انہوں نے اس کے جواب میں کہا ''ہم نے سنا اور آپ کا کہا مانا''۔ میرے ساتھ ان کے علاوہ اور بھی بہت سے واقعات جنات کے ضمن میں آئے۔ میں نے ان میں سے چند اس لئے ذکر کیے ہیں کہ تمہیں معلوم ہو جائے کہ جو شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی رات دن کی دعائیں اور اوراد و وظائف پڑھتا ہے اسے کوئی جن اور انسان نہیں ستا سکتا۔

آپ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ کا ایک احسان مجھ پر یہ بھی تھا کہ میرے رزق میں وہ برکت ڈال دیتا۔ بسا اوقات یوں ہوتا کہ مہمانوں کے کھانے کے لیے میرے پاس تھوڑی سی خورک ہوتی لیکن جب وہ کھاتے تو خوب پیٹ بھر کر کھاتے اور وہ کم نہ پڑتی۔ میرے پاس ایک مرتبہ چودہ کسان آئے۔ میں نے کھانے کے لیے صرف ایک روٹی دی۔ ان سب نے پیٹ بھر کر کھانا کھایا۔ وہ ایک روٹی ہی انہیں کفایت کر گئی۔

فرماتے ہیں ایک واقعہ جو قلندریہ حضرات کے ساتھ پیش آیا۔ یہ لوگ عمود السواری کے قریب تشریف فرما تھے۔ میں ان سے ملنے گیا۔ ان میں سے ایک نوجوان کو میں نے بعض ائمہ کے اقوال کے خلاف باتیں کرتے دیکھا جو ظاہراً شرع کے بھی خلاف نظر آئیں۔ یہ دیکھ کر میرا دل تنگ پڑ گیا۔ میں نے آسمان کی طرف نظر اٹھائی۔ اچانک ایک شخص مجھے ہوا میں بیٹھا ہوا دکھائی دیا۔ وہ وہیں بیٹھا وضو کر رہا تھا۔ مجھے کہنے لگا تو قلندریہ سے تنگ دل ہوتا ہے۔ میں بھی ان کا ہی ایک فرد ہوں۔ یہ سن کر میں نے اللہ تعالیٰ سے استغفار کی اور لوگوں پر عام طور پر اعتراض کرنے سے میں نے توبہ کر لی۔

اللہ تعالیٰ کے بے پایاں احسانات سے ایک احسان مجھ پر یہ بھی تھا کہ میں اپنے قلب سے جسے چاہتا آواز دیتا۔ جن دوستوں کو میں آواز دیتا خواہ وہ کتنی ہی دور مسافت پر کیوں نہ رہتے ہوتے یا ان کا گھر مصر میں ہی ہوتا وہ کوئی لفظ بولے بغیر ہی آ جاتے۔ اور اگر میرے ساتھیوں میں سے کوئی میرے پاس آنے کا ارادہ کر کے میری طرف چل پڑتا تو میں اگر دل سے اس کو واپس ہو جانے کا کہتا وہ واپس ہو جاتا۔ ان میں سے ایک شجاع اغاۃ الغرب ہیں جو قلعہ میں رہائش پذیر ہیں۔ ان میں سے ایک شیخ عبداللہ عجمی ہیں جو امام زین العابدین کے مقام پر ہیں۔ ان میں سے شیخ سراج الدین حانوتی حنفی بھی ہیں۔ ان میں سے ایک شیخ شمس الدین خطیب شربینی وغیرہ بھی ہیں۔ یہ سب کچھ ان حضرات کے ساتھ اس وجہ سے تھا کہ انہیں مجھ سے اور مجھے ان سے بہت زیادہ ربط تھا۔ یہ بات ہر ایک فقیر کو میسر نہیں بلکہ ان میں صرف بعض کو۔

امام شعرانی ایک اور نعمت الٰہیہ کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے مجھے اس بات کی پہچان اور اطلاع عطا فرمائی تھی کہ جب بھی میں کسی ولی کی (قبر کی) زیارت کے لیے جاتا تو مجھے معلوم ہو جاتا کہ صاحب قبر تشریف فرما ہیں یا نہیں۔ کیونکہ اکثر اولیاء کرام وصال کے بعد اپنی اپنی قبروں سے ادھر ادھر آتے جاتے ہیں۔ یہ قدم (صاحب مزار کا ہونا یا نہ ہونا) سیدی علی خواص رحمۃ اللہ علیہ کا تھا۔ آپ جب کسی کو دیکھتے کہ یہ شخص فلاں ولی کی زیارت کے لیے ان کی قبر پر جا رہا ہے تو فرماتے جلدی جاؤ۔ کیونکہ صاحب قبر ولی ابھی فلاں جگہ جانے کی تیاری فرما رہے ہیں اور کبھی اس کی بجائے یوں فرماتے: نہ جاؤ کیونکہ

وہ آج یہاں نہیں ہیں۔ میں ایک مرتبہ سیدی عمر بن فارض رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کے لیے حاضر ہوا تو آپ مجھے اپنی قبر میں نہ ملے۔ بعد میں وہ میری خاطر تشریف لائے اور فرمانے لگے میں معذرت چاہتا ہوں۔ مجھے ایک ضروری کام کے لیے کہیں جانا پڑا تھا۔ سیدی علی بدری رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے سیدی ابوالعباس مرسی رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کو جانا ہو تو ہفتہ کے دن صبح صادق سے پہلے جاؤ۔ اس وقت آپ تشریف فرما ہوتے ہیں اور سیدی ابراہیم اعرج کی زیارت کرنے جانا ہو تو جمعہ کی رات مغرب کے بعد جاؤ۔ سیدی یاقوت عرشی رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت پیر کے دن نماز ظہر کے بعد کرو اور اگر میں فوت ہو جاؤں تو ہفتہ کے دن صبح کی نماز کے بعد آنا۔ سیدی عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ کے مناقب اور کرامات اتنی ہیں کہ گنتی میں نہیں آتیں۔ ہم اسی پر اکتفا کرتے ہیں۔ آپ نے 983ھ میں وصال فرمایا۔

حضرت عبدالوہاب عفیفی رحمۃ اللہ علیہ

آپ مصر کے رہنے والے شافعی المذہب بزرگ تھے۔ صوفیہ کرام کے امام، بہت بڑے ولی، ممتاز عالم دین اور صوفی شخصیت تھے۔ آپ نے شیخ احمد بن مصطفیٰ اسکندری سے علم حاصل کیا جو صباغ کے نام سے مشہور تھے۔ ان کے علاوہ سالم بن احمد نفراوی سے بھی تعلیم حاصل کی اور شاذلی طریقہ جناب سیدی محمد تہامی سے حاصل کیا۔ آپ کی بکثرت کرامات میں سے ایک یہ ہے کہ علامہ عیسیٰ براوی نے آپ کو حج کے وقت عرفات میں دیکھا۔ حالانکہ آپ مصر سے باہر نہیں نکلے تھے۔ 1182ھ میں انتقال فرمایا۔ مجاورین کے قریب مدفون ہوئے۔ آپ کی قبر مشہور ہے اور زیارت کرنے دور دراز سے لوگ آتے ہیں اور قضائے حاجات کے لیے آپ کی قبر تریاق ہے۔ (قالہ المرادی)

حضرت عبدالہادی حمصی رحمۃ اللہ علیہ

ولی کی نعت خود بخود چل پڑی

آپ بابرکت شخصیت تھے مجذوب لیکن صاحب کرامات تھے راوی بیان کرتے ہیں مجھے حمص کے مفتی جناب فاضل شیخ عبدالحمید سباعی وغیرہ حمص کے رہنے والوں نے بتایا کہ جب شیخ موصوف کا انتقال ہو گیا تو ان سے عجیب کرامت لوگوں نے دیکھی۔ وہ یہ کہ جو لوگ آپ کے نماز جنازہ میں شریک تھے انہوں نے ایک معین جگہ آپ کو دفن کرنے کا پروگرام بنایا۔ جب اس مخصوص جگہ گئے اور وہاں پہنچ کر آپ کی میت کو چارپائی سے نیچے اتارنے کی کوشش کی تو چارپائی سے میت نہ اٹھا سکے۔ اس کام میں لوگوں کے ہاتھ بھی زخمی ہو گئے لیکن مقصد حاصل نہ کر سکے۔ پھر جب انہوں نے ایک اور جگہ لے جانے کا ارادہ کیا، یہ جگہ شیخ سلیمان کی قبر کے قریب تھی۔ اسی جگہ ان کے بھائی شیخ حسن کی بھی قبر تھی تو شیخ موصوف کی چارپائی خود بخود چل پڑی۔ حتیٰ کہ اپنے بھائی کی قبر کے پاس جا کر رک گئی۔ پھر آپ کو وہاں دفن کر دیا گیا۔ یہ 1193ھ کا واقعہ ہے۔

حضرت عبلہ ورزم رحمۃ اللہ علیہما

یہ دونوں بزرگ صلاح میں مشہور و معروف تھے۔ جناب شرجی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں ان کے زمانہ اور دور کی تحقیق نہ کر سکا

کہ یہ کس دور کی بزرگ شخصیات تھیں ان دونوں کی قبریں زبید شہر میں باب سہام کے قبرستان میں ہیں۔ دونوں کی لوگ زیارت کرنے بھی آتے ہیں اور حصول برکات کی غرض سے بھی لوگ حاضر ہوتے ہیں۔ یہ دونوں قبریں شیخ احمد صیاد رحمۃ اللہ علیہ کی قبر کی مشرقی سمت میں واقع ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ یہ دونوں بزرگ جبرتی اور حنفی تھے۔ ان میں سے رزم نامی بزرگ جناب عبلہ کے ہاں پڑھتے تھے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ جو کتاب یہ پڑھتے تھے اس کی تکمیل سے قبل ان کے استاد محترم کا انتقال ہو گیا۔ رزم کو اس کا بہت افسوس ہوا کہ کتاب بھی مکمل نہ ہوئی اور شیخ بھی انتقال فرما گئے۔ انہوں نے پھر شیخ کو خواب میں دیکھا انہوں نے کہا بقیہ کتاب میری قبر کے نزدیک بیٹھ کر مکمل کرلو۔ چنانچہ انہوں نے ایسے ہی کیا۔ بیان کرتے ہیں کہ میں کتاب پڑھتا اور اس میں جو اشکالات سامنے آتے وہ میں آپ سے عرض کرتا اور آپ اسے حل فرما دیتے۔ یہ بات لوگوں میں درجہ شہرت تک پھیلی ہوئی ہے۔

حضرت عبید اللہ احرار رحمۃ اللہ علیہ

حضرت عبید اللہ بن محمود بن شہاب الدین شاشی سمرقندی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ، قطب دائرۃ العارفین اور علم کے ایسے خزانے کہ جو کبھی خالی نہ ہوتے ہوں۔ آپ صاحب کرامات تھے۔

ولی کے خادم کو ستانا موت کو دعوت دینا ہے

آپ نے ایک مرتبہ قرش شہر جانے کا ارادہ کیا۔ اتنے میں ایک خادم آیا جو آپ کے اونٹوں کی دیکھ بھال کیا کرتا تھا جس کا نام قرہ احمد العربی تھا۔ وہ رو رہا تھا اور کہنے لگا کہ سید احمد سارو نے مجھے مارا ہے اور بہت زیادہ مجھ پر ظلم کیا ہے۔ اس کی فریاد سن کر شیخ صاحب بہت متاثر ہوئے۔ آپ خاموش ہو گئے جب واپس سمرقند تشریف لائے تو امراء نے آپ کا استقبال کیا۔ ان میں سید احمد سارو بھی تھے۔ جب سب اکٹھے ہوئے تو آپ سید احمد کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمانے لگے تو نے میرے خادم کو پیٹا ہے اور اس پر ظلم کیا ہے۔ تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ میں بھی اسی طرح تکلیف پہنچانے اور ظلم کرنے کے طریقے جانتا ہوں۔ یہ کہہ کر آپ نے اسے مجلس سے نکال دیا اور عصر کے وقت تک غصہ میں رہے۔ کسی سے کوئی بات چیت نہ کی۔ ہفتہ کے بعد سید احمد مذکور بیمار ہو گیا جب بیماری شدید ہو گئی تو اس نے سلطان کی طرف کسی کو بھیج کر یہ خبر دی کہ مجھ سے جناب سیدنا و مولانا کی بے ادبی ہو گئی ہے۔ لہٰذا آپ میری طرف سے معذرت پیش کریں اور درخواست کریں کہ مجھے معاف کر دیا جائے۔ سلطان نے اپنے امراء میں سے ایک ایسے امیر کو شیخ صاحب کے پاس بھیجا جو آپ کے ہاں مقبول و منظور تھا۔ اس نے آکر آپ سے عرض کیا کہ بادشاہ نے فلاں کی طرف سے مجھے معذرت کرنے کے لیے بھیجا ہے لہٰذا آپ اسے معاف فرما دیں۔ آپ نے اس کی گفتگو سن کر فرمایا بادشاہ مجھ سے مردوں کو زندہ کرنے کا مطالبہ کرتا ہے؟ میں عیسیٰ نہیں ہوں کہ مردوں کو زندہ کرتا پھروں۔ چنانچہ وہ گستاخ امیر اسی دن فوت ہو گیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور شیخ کی صورت

آپ کے ایک ساتھی لطف اللہ ختلانی کا بیان ہے میں نے بچپن میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کی۔ آپ ایسی صورت میں جلوہ گر تھے کہ جس کی نظیر میں نے نہیں دیکھی پھر جب اللہ تعالیٰ نے مجھے شیخ صاحب کی ملاقات کا شرف بخشا تو آپ نے فرمایا کچھ لوگ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مختلف صورتوں میں دیکھتے ہیں دوران گفتگو شیخ نے میری طرف دیکھا تو میں نے ان کی وہی صورت دیکھی جو صورت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی میں نے دیکھی تھی۔ یہ دیکھ کر میں نے شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی ملازمت کا فیصلہ کرلیا۔

دل کے خطرات پر آگاہی

ایک دن آپ کے ہاتھ میں ''شرح السنازل'' تھی جو شیخ عبدالرزاق کاش کی تصنیف ہے۔ بعض علماء آپ سے اس کتاب کے کچھ مسائل دریافت کر رہے تھے۔ میں نے بھی ایک مسئلہ کے بارے میں کچھ کہا کہ ہوسکتا ہے کہ اس میں اس معنی کا احتمال ہو۔ آپ نے فرمایا قوم کا کلام علماء کی تاویلات کے تحت نہیں آتا۔ میں خاموش ہوگیا اور دل میں کہا میں نے جو کہا ہے وہ قوم کی اصلاح کے خلاف نہیں تھا۔ آپ نے نہ جانے اسے قبول کیوں نہیں کیا؟ آپ غصہ میں آگئے اور چند باتیں کیں مجھے یوں لگا کہ گویا مجھ پر پہاڑ آن گرا ہے۔ میں نے آپ کے چہرے کو دیکھا تو مجھے آپ کی پیشانی سے نور اٹھتا ہوا دکھائی دیا۔ وہ بڑھنا شروع ہوگیا حتیٰ کہ گھر اور حویلی اس سے بھر گئے یہ دیکھ کر مجھ پر اس قدر رعب طاری ہوگیا کہ میں مرنے کے قریب ہوگیا۔ پھر آہستہ آہستہ اس میں کمی آتی گئی۔ حتیٰ کہ آپ پہلی حالت پر واپس آگئے۔

کم رفتار گھوڑا تیز ہوگیا

جناب لطف اللہ ختلانی بیان کرتے ہیں ایک سفر میں میں آپ کے ساتھ تھا۔ آپ گھوڑے پر سوار تھے جو بہت تیز رفتار تھا۔ لیکن میں جس گھوڑے پر تھا وہ سست رفتار تھا۔ لہٰذا میں آپ سے آگے ہوگیا تاکہ سست رفتاری کی وجہ سے پیچھے نہ رہ جاؤں۔ جب آپ میرے پاس پہنچے تو آپ نے میرے گھوڑے کو کوڑا (چھانٹا) مارا اور فرمایا کیا تمہاری سواری تیز رفتار نہیں؟ اس کے ساتھ ہی گھوڑا تیز رفتار ہوگیا۔

محبت بدل ڈالی

آپ کا ایک خلیفہ اپنی آپ بیتی بیان کرتا ہے۔ آپ کی خدمت اقدس سے مشرف ہونے سے قبل میں ایک خوبصورت لڑکے پر عاشق تھا۔ جب کاشکند میں مجھے آپ کی صحبت نصیب ہوئی تو موسم بہار میں ایک دن میرے دل میں یہ خیال آیا کہ سمرقند جانا چاہیے تاکہ اس لڑکے کا دیدار ہوجائے اور نوروز کی عید ہم دونوں اکٹھے منائیں۔ میں نے شیخ صاحب سے اجازت طلب کی لیکن آپ نے انکار کردیا۔ پھر آپ نوروز کے دن صحرا کی طرف نکلے میں بھی آپ کے ساتھ ہوگیا۔ مجھے انتہائی گھٹن محسوس ہورہی تھی اور سمرقند جانے کو دل مچل رہا تھا تاکہ دوست کو مل سکوں۔ شیخ صاحب نے پھولوں کا گچھا لیا اور مجھے پکڑا دیا اور فرمایا مولانا ناصرالدین! تمہیں اس لڑکے کے ساتھ مل بیٹھنے سے شرم نہیں آتی اور اس کا تذکرہ کرتے ہوئے حیا نہیں

کرتے۔ اور موسم نوروز میں اس کے ہمراہ ہونے پر تمہیں ذرا بھی جھجک نہیں آتی؟ یہ سن کر مجھے بیان سے باہر شرمندگی ہوئی جب آپ میری حالت پر مطلع ہوئے تو میری طرف توجہ فرمائی۔ جس سے میرا سب کچھ زائل ہو گیا اور لڑکے کی محبت کی جگہ شیخ صاحب کی محبت موجزن ہو گئی۔

لج پال پریت نوں توڑدے نہیں

جناب قاضی محمد زاہد سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں شیخ عبید اللہ احرار رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ میرے اتصال کا سبب یہ تھا کہ میں ایک طالب علم کے ہمراہ سمرقند سے ہرات جانے کے لیے سفر پہ نکلا اس طالب علم کا نام شیخ نعمت اللہ تھا۔ مقصد یہ تھا کہ وہاں علماء سے ملیں گے اور علم حاصل کریں گے۔ جب چلتے چلتے ہم ایک بستی شارمان میں پہنچے تو سخت گرمی کی وجہ سے وہاں کچھ دن ہم نے قیام کیا۔ ہم ابھی اس بستی میں تھے کہ ایک دن شیخ موصوف یہاں تشریف لائے۔ عصر کا وقت تھا ہم نے سنا تو ہم بھی آپ کی زیارت کے لیے حاضر ہوئے۔ آپ نے ملاقات کے وقت مجھ سے پوچھا تم کہاں کے رہنے والے ہو؟ میں نے عرض کیا سمرقند کا رہنے والا ہوں۔ پھر آپ ہم سے خوبصورت باتیں کرنے لگے اور دوران گفتگو آپ نے میرے بارے میں ایک ایک بات بتادی جو میرے دل میں تھی۔ حتیٰ کہ آپ نے ہرات جانے کی میری غرض بھی بیان فرمادی۔ جب میں نے یہ دیکھا تو میرا دل آپ سے مکمل طور پر وابستہ ہو گیا۔ پھر آپ نے مجھے کہا اگر تمہارا مقصود علم طلب کرنا ہے تو وہ یہاں بھی حاصل ہو سکتا ہے۔ اس سے مجھے یقین ہو گیا کہ میرے دل کے ہر خطرہ اور خیال سے آپ واقف ہیں۔ اس کے باوجود میرے دل سے ہرات کی طرف سفر کرنے کی محبت نہ نکلی جب آپ کو بذریعہ کشف اس کا علم ہوا تو آپ کے متبعین میں سے ایک نے مجھے کہا ابھی آپ کچھ لکھ رہے ہیں۔ اس لیے ذرا ٹھہر جاؤ۔ چنانچہ میں نے تھوڑا سا انتظار کیا۔ جب آپ لکھنے سے فارغ ہوئے تو اپنی جگہ سے اٹھ کھڑے ہوئے اور میری طرف تشریف لائے پھر پوچھا تم مجھے اپنے اہم کام کے بارے میں بتاؤ کہ ہرات جانے کی وجہ طریقت حاصل کرنا ہے یا علم پڑھنا؟ یہ سن کر مجھ پر دہشت طاری ہو گئی کیونکہ آپ کا جلال ہی ایسا تھا۔ میں خاموش ہو گیا۔ اس پر میرے ساتھی نے آپ سے عرض کی بلکہ اس کا غالب مقصود طریقت ہے۔ علم کی طلب تو اصلی بات پر پردہ ڈالنے کی وجہ سے ہے۔ پھر آپ نے مجھے اپنے ساتھ لیا اور اپنے باغ کی طرف لے گئے۔ ہم چلتے رہے حتیٰ کہ لوگوں کی نظروں سے اوجھل ہو گئے۔ پھر آپ ٹھہر گئے۔ آپ نے جب سے میرا ہاتھ پکڑا اسی وقت سے مجھے غیبت (اپنے آپ سے گم ہو جانا) نے پکڑ لیا۔ وہ بڑھتی گئی حتیٰ کہ میں کافی وقت بے خبر رہا۔ جب مجھے افاقہ ہوا آپ نے مجھ سے پھر گفتگو کرنے کا سلسلہ شروع فرمادیا۔ پھر فرمایا شاید تو میرا خط پڑھنے کی ہمت پاتا ہے۔ آپ نے اپنی جیب سے ایک ورقہ نکالا۔ پھر اسے پڑھا اور لپیٹ کر مجھے دے دیا اور فرمایا اسے محفوظ کر لو اور یاد کر لو۔ میں نے اس میں دیکھا۔ تو یہ الفاظ تحریر تھے:

"حقيقة العبادة خضوع و خشوع و انكسار يظهر على قلب ابن آدم من شهود عظمة الله تعالى و هذا السعادة موقوفة على محبة الله تعالى وهي موقوفة على اتباع سيد الأولين والآخرين عليه الصلوٰة و السلام و هو موقوف على معرفة طريقه فلذلك لزم بالضرورة مصاحبة العلماء الوارثين لعلوم الدين و تلقي علوم النافعة عنهم حتى تظهر

المعارف الإلٰهية المنوطة بمتابعته صلى الله عليه وسلم ومجانبة علماء السؤ الذين اتخذوا الدين وسيلة لجمع الدنيا وسببا للجاه والمتصوفة الذين يتناولون مايجدون من حلال وحرام وعدم الإصغاء للمسائل المخالفة لعقائد أهل السنة والجماعت من مشكلات علم الكلام والتصوف، والسلام''۔

(خشوع وخضوع اور انکسار عبادت کی حقیقت ہے۔ انسان کے قلب میں اللہ تعالیٰ کی عظمت کے مشاہدہ کے باعث یہ باتیں ظاہر ہوتی ہیں اور یہ سعادت (حقیقت عبادت) اللہ تعالیٰ کی محبت پر موقوف ہے اور محبت باری تعالیٰ جناب سید الاولین والآخرین کی اتباع پر موقوف ہے اور اتباع رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے طریقہ کی پہچان پر موقوف ہے۔ اس لیے یہ بات انتہائی ضروری اور لازم ہے کہ ان علماء کی صحبت اختیار کی جائے جو دینی علوم کے وارث ہیں اور ان سے نفع بخش علوم حاصل کیے جائیں تاکہ معارف الٰہیہ کا ظہور ہو جن کا دارومدار حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت میں ہے اور ضروری ہے کہ علمائے سوء سے دور رہا جائے۔ جنہوں نے دین کو دنیا جمع کرنے کا وسیلہ بنالیا ہے اور جاہ و مرتبہ کا سبب بنالیا ہے اور ان نام نہاد صوفیوں سے بھی اجتناب کیا جائے جو حلال و حرام سب کچھ ہڑپ کر جاتے ہیں اور عقائد اہل سنت کے خلاف مسائل کی طرف کوئی دھیان نہیں دیتے جن کا تعلق علم کلام، تصوف کی مشکلات سے ہے۔ والسلام)

آپ پھر اپنی مجلس میں واپس تشریف لے آئے پھر سورۂ فاتحہ پڑھی اور مجھے ہرات کی طرف سفر کرنے کے لیے رخصت فرمایا۔ پھر میں آپ کے حکم کے مطابق بخاری کا ارادہ کیے روانہ ہوا۔ ابھی میں چند ہی قدم چلا تھا کہ آپ نے میرے پیچھے ایک آدمی کو رقعہ دے کر بھیجا جو شیخ کلاں نجل امام جلیل مولانا سعد الدین کاشغری کی طرف لکھا ہوا تھا۔ اس میں تحریر تھا تم پر اس رقعہ کے لانے والے کے حالات کا ملاحظہ لازم ہے اور اغیار کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے سے اس کی حفاظت کرنا تمہاری ذمہ داری ہے۔ جب میں نے آپ کی طرف سے یہ سلوک دیکھا تو میرے دل کی تہ میں آپ کی محبت موجزن ہوگئی اور آپ کے اخلاص نے میرے دل میں گھر کرلیا۔ لیکن میں نے اپنا ارادہ نہ بدلا۔ بلکہ رقعہ لیا اور چل پڑا۔ میں نے راستہ میں بہت زیادہ مشقت اٹھائی میں جب دو یا تین مرحلے طے کرلیتا تو میری سواری کمزور پڑ جاتی اور تھک جاتی۔ حتیٰ کہ میں نے بخاری تک سات گھوڑے تبدیل کیے۔ جب میں بخاری پہنچ گیا میری آنکھیں بہت سخت دکھنے لگیں جو کئی دن رہیں۔ جب ٹھیک ہوئیں میں نے سفر کا ارادہ باندھا تو مجھے ہڈیاں توڑ بخار ہوگیا۔ اب میں نے غور کیا اور سوچا کہ اگر میں اب بھی سفر سے باز نہ آیا تو ہلاک ہو جاؤں گا۔ لہٰذا میں نے عزم سفر ترک کردیا اور سفر کی امید منقطع کردی۔ اور میں نے شیخ صاحب سے ملاقات کا عزم کرلیا۔ حتیٰ کہ جب میں کاشکند پہنچا تو دل نے چاہا کہ شیخ الیاس عشقی کی پہلے زیارت کروں۔ میں نے اپنی کتابیں، کپڑے اور سواری ایک دوست کے ہاں بطور امانت رکھیں اور میں ان کی طرف چل پڑا۔ راستہ میں مجھے ان کا ایک خادم مل گیا میں نے اسے کہا میرے ساتھ چلو تاکہ تمہارے شیخ عشقی سے ملاقات کریں۔ اس نے مجھے کہا تمہاری سواری کہاں ہے میں نے کہا فلاں کے پاس بطور امانت چھوڑ آیا ہوں۔ خادم کہنے لگا جاؤ اور جا کر اس سے اپنی امانتیں لے آؤ۔ اور میرے گھر میں رکھ دو۔ پھر ہم شیخ موصوف کی زیارت کے لیے روانہ ہوئے۔ جب ہم جا رہے تھے تو مجھے کسی کی آواز سنائی دی۔ مجھے کہا جا رہا تھا تیری

سواری گم ہوگئی ہے اور اس پر لدا سامان بھی ساتھ ہی گم ہو گیا ہے۔ میں اس آواز کو سن کر حیران رہ گیا اور میرا رنگ اڑ گیا۔ میں بیٹھ گیا اور اس بارے میں سوچنا شروع کر دیا اچانک میرے دل میں خیال آیا ہو سکتا ہے کہ یہ سب کچھ مجھے اس لیے دیکھنا پڑ رہا ہو کہ شیخ عبید اللہ احرار رحمۃ اللہ علیہ اس زیارت پر خوش نہ ہوں۔ کیونکہ سادات کرام اپنے متبعین کے بارے میں بڑے غیرت والے ہوتے ہیں۔ اس لیے یہ کیسے ممکن ہوگا کہ میں کسی اور شیخ کی زیارت کے لیے جاؤں اور میرے شیخ میری طرف مکمل توجہ نہ رکھیں؟ لہٰذا ہو سکتا ہے کہ مجھے اس سے بھی زیادہ پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑے تو میں نے شیخ عشقی کی زیارت کرنے کا ارادہ ترک کر دیا اور میں نے اب شیخ عبید اللہ احرار رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کا پختہ ارادہ کر لیا کہ سب سے پہلے زیارت کروں گا۔ پھر کوئی اور کام۔ ابھی میرا یہ ارادہ مکمل طور پر ذہن میں نہیں آیا تھا کہ ایک شخص میرے پاس آیا اور کہنے لگا مجھے تمہاری سواری مع سازو سامان مل گئی ہے۔ میں اس شخص کے پاس آیا جس کے پاس میں نے اپنی چیزیں امانت رکھی تھیں۔ اس نے مجھے کہا اے محمد! میں نے تمہاری سواری اس جگہ باندھی تھی پھر چند لمحوں بعد وہ میری نظر سے اوجھل ہوگئی۔ میں ادھر ادھر اسے تلاش کرنے نکلا کہیں نہ ملی۔ حتیٰ کہ میں ناامید ہو گیا پھر میں گھر آ گیا تو میں نے دیکھا کہ تمہارا گھوڑا بازار میں لوگوں کے درمیان کھڑا ہے اور اس پر لدی اشیاء میں سے ایک چیز بھی غائب نہیں۔ حالانکہ بازار میں بہت زیادہ بھیڑ تھی میں یہ سن کر بہت زیادہ حیران رہ گیا۔ پھر میں نے گھوڑا پکڑا اور سمرقند کا رخ کیا۔ جب شیخ موصوف کے پاس حاضر ہوا تو آپ نے مجھے دیکھ کر تبسم فرمایا۔ اور فرمانے لگے أهلا و سهلا و مرحبا میں نے اس کے بعد آپ کی دہلیز کو نہ چھوڑا۔ شیخ صاحب نے کندکراں بستی میں 895ھ میں انتقال فرمایا۔ آپ کے پوتے شیخ محمد یحییٰ اور دوسرے بہت سے لوگوں نے بتایا جو آپ کے وصال کے وقت موجود تھے کہ وصال کے وقت شیخ صاحب کے آخری سانس کے ساتھ آپ کے ابروؤں کے درمیان سے ایسا نور ظاہر ہوا جس سے چراغ کی روشنی بجھ گئی۔

حضرت عبید اللہ بن محمد نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ

آپ امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی رحمۃ اللہ علیہ کے پوتے ہیں ان کے والد گرامی کا نام شیخ محمد معصوم ہے۔ نقشبندی بزرگوں میں سے بہت بڑے ولی ہوئے۔ آپ کی ایک کرامت یہ ہے کہ ایک مجذوم نے آپ سے دعا کرائی کہ اللہ تعالیٰ مجھے شفا عطا فرمائے آپ نے اسے اپنے وضو کا پانی پلایا تو اسی وقت شفایاب ہو گیا۔ ایک اور کرامت یہ بیان کی گئی ہے کہ آپ کے ایک دوست کے سامنے بہت بڑا سانپ آ گیا۔ اس نے آپ کی عدم موجودگی میں غائبانہ آپ سے مدد طلب کی تو اس نے دیکھا کہ شیخ موصوف اس کے سامنے موجود ہیں اور آپ نے اس اژدھا کو مار ڈالا ہے۔ 1093ھ میں آپ کا انتقال ہوا۔ (قالہ النبہانی)

حضرت عبید رحمۃ اللہ علیہ

یعنی شیخ حسین بن علی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک صحبت یافتہ شخصیت حضرت عبید رحمۃ اللہ علیہ۔ آپ کی کرامات ایسی تھیں کہ سن کر آدمی پر دہشت طاری ہو جاتی ہے۔ ان میں سے ایک کرامت یہ تھی کہ آپ بادل کو حکم دیتے کہ بارش برسا تو فوراً بارش برس پڑتی جو شخص آپ سے بدسلوکی کرتا تو آپ اپنے حال سے اس وقت اسے موت کی نیند سلا دیتے تھے۔ آپ ایک مرتبہ جعفریہ تشریف

لے گئے۔ آپ کے پیچھے تقریباً پچاس بچے آپ کا مذاق اڑاتے تھے۔ آپ نے کہا اے عزرائیل! اگر تو نے ان کی روحیں ابھی قبض نہ کیں تو میں تجھے فرشتوں کے دفتر سے خارج کر دوں گا۔ اسی وقت وہ تمام مر گئے۔ ایک قاضی صاحب نے آپ سے کہا چپ ہو جاؤ۔ آپ نے اسے فرمایا تم چپ ہو جاؤ۔ اس کے ساتھ ہی وہ گونگا، اندھا اور بہرا ہو گیا۔ آپ ایک مرتبہ کشتی میں سوار سفر کر رہے تھے۔ وہ کیچڑ میں پھنس گئی کہ نکلنا ناممکن ہو گیا۔ آپ نے فرمایا میرے جو بال کے دھاگے کے ساتھ اسے باندھ دو۔ لوگوں نے ایسے کیا تو وہ چل پڑی حتیٰ کہ کیچڑ سے باہر نکل گئی۔ اس کے علاوہ اور بھی بہت سی عجیب و غریب کرامات ہیں۔ آپ کو وصال کے بعد ان کے شیخ جناب ابوعلی کے پاس ہی دفن کیا گیا۔ (قالہ المناوی)

حضرت عتبہ غلام رحمۃ اللہ علیہ

بیان کیا جاتا ہے آپ ٹانگوں سے معذور تھے۔ اور کبھی موج میں آ کر کہتے اے قمری! اگر میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت گزار ہوں تو آ اور میری ہتھیلی پر بیٹھ جا۔ قمری آتی اور آپ کے ہاتھ پر آ کر بیٹھ جاتی۔ (قالہ القشیری)

حضرت عتیق دمشقی رحمۃ اللہ علیہ

آپ بہت بڑے عارف تھے۔ حضرت شیخ ابوالنجا، فوی رحمۃ اللہ علیہ کے خاص ساتھی تھے۔ فرماتے ہیں ہم شیخ ابوالنجاء رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت میں رہنے والے چالیس ولی تھے۔ ان میں سے جناب عبدالرحیم فردانی اقطاب میں سے ایک شیخ ابوحسن بن صباح رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ ابوالربیع اور شیخ ابوظریف اور قرشی بھی تھے۔

آٹے کی چکی خود بخود چلتی رہی

آپ کی کرامت یہ تھی کہ آپ ایک مرتبہ مذکور اولیائے کرام کے ساتھ اپنے شیخ کی سنگت میں حاضری دینے مکہ مکرمہ روانہ ہوئے۔ راستہ میں ایک گھر میں ٹھہرے تو شیخ نے ان میں سے ہر ایک کی ذمہ داری لگائی کہ چکی سے آٹا پیس کر لانا ہے۔ چنانچہ ابن ظریف اپنی باری پر آٹا پیسنے گئے۔ ان کے پاس جناب عتیق صاحب ترجمہ آئے دیکھا کہ خود نماز پڑھ رہے ہیں اور چکی خود بخود آٹا پیس رہی ہے۔ یہ دیکھ کر انہیں اپنے حال پر چھوڑا اور مسجد میں آ کر بیٹھ گئے۔ آپ کے پاس رومی تشریف لائے ان کے پاس چمڑے کا ایک ٹکڑا تھا جس سے صرف ایک طاقیہ بن سکتا تھا۔ انہوں نے ان سے کہا اس کپڑے کا ایک طاقیہ کاٹ دو۔ آپ نے اسی کپڑے سے چار طاقیہ کاٹے۔ اتنے میں ابن ظریف آ گئے اور ابھی یہ بزرگ کپڑا کاٹ رہے تھے کہ ابن ظریف نے انہیں کہا یہ کیا ہے؟ کہنے لگے یہ اسی طرح کا کام ہے جو کل تم نے آٹا پیستے وقت کیا تھا۔ آپ نے ساتویں صدی میں انتقال فرمایا۔ (صغریٰ المناوی)

حضرت ابوعمرو عثمان بن مرزوق بن حمید بن سلامہ مصری قرشی رحمۃ اللہ علیہ

سیلاب تھم گیا

آپ مصر کے مشائخ میں سے جانی پہچانی شخصیت تھے۔ بہت بڑے عارف اور مشہور علماء کے سردار تھے۔ امام احمد

رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب کے مفتی تھے۔ ایک مرتبہ مصر میں بہت سیلاب آ گیا۔ قریب تھا کہ مصر ڈوب جاتا اور تمام کھیتیاں برباد ہو جاتیں۔ لوگوں نے جناب شیخ رحمۃ اللہ علیہ سے فریاد کی۔ آپ باہر تشریف لائے اور دریائے نیل کے ایک کنارے پر بیٹھ کر وضو کیا تو پانی اسی وقت کم ہو گیا اور تقریباً دو ہاتھ اتر گیا۔ پھر اور کم ہوا حتیٰ کہ زمین دکھائی دینے لگی اور لوگوں نے دوسرے دن بیج بوئے اور کاشت کاری کر دی۔

دریا کا کم پانی پورا ہو گیا

ایک سال دریائے نیل کا پانی کم ہو گیا۔ اکثر زراعت ختم ہو گئی اور نرخ بہت بڑھ گئے لوگوں نے شیخ ابو عمرو سے فریاد کی۔ آپ نے اس کے کنارے لوٹے سے وضو کیا جو آپ کے خادم کے پاس تھا۔ پانی اسی دن زیادہ ہو گیا اور بڑھتا رہا حتیٰ کہ اپنی عادت کے مطابق دریا پر ہو گیا۔ اس سال زراعت میں بڑی برکت ہوئی۔ ایسی کہ اس سے پہلے اس قدر برکت دیکھنے میں نہ آئی تھی۔

ریت کو ستو بنا دیا

آپ کے ایک خادم جناب شیخ صالح احمد بن برکات سعدی مقری رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں میں ایک دفعہ جناب ابو عمرو کے ساتھ شام روانہ ہوا۔ اور میں ان دنوں ثانی اثنین کے مقام تجرید میں تھا۔ تین دن سے میں نے نہ کچھ کھایا نہ پیا تھا۔ اس وجہ سے میں قریب تھا کہ زمین پر گر پڑتا۔ جب شیخ عمرو نے میری حالت دیکھی تو ایک ریت کے ٹیلے کی طرف متوجہ ہوئے۔ اس سے ریت کے چلو بھرنے شروع کر دیئے اور مجھے دینے شروع کر دیئے۔ میں جب ہاتھ میں لیتا تو وہ ریت کی بجائے ستو ہوتی جس میں چینی ملی ہوئی ہوتی۔ میں نے خوب سیر ہو کر کھائے پھر آپ نے ریت کے ٹیلے میں ہاتھ مارا تو اس سے میٹھے پانی کا ایک چشمہ پھوٹا میں نے سیر ہو کر پیا۔

مختصر وقت میں طویل سفر

امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں۔ آپ نے ایک دن نماز عشاء مصر میں اپنے گھر میں ادا فرمائی۔ پھر آپ اپنے ایک خادم ابو العباس مقری کے ہمراہ گھر سے باہر نکل کر چلتے رہے۔ چلتے چلتے دونوں مکہ شریف پہنچ گئے۔ دونوں نے وہاں کافی وقت نماز ادا کرنے میں گزارا۔ پھر وہاں سے مدینہ منورہ کی طرف نکلے۔ مدینہ شریف پہنچ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوئے پھر بیت المقدس گئے وہاں کچھ دیر نماز ادا کی۔ پھر واپس مصر آ گئے۔ ابھی صبح صادق نہیں ہوئی تھی ابو العباس کہتے ہیں میں نے اس رات تھکن بالکل محسوس نہ کی۔

منہ میں لعاب دہن ڈالنے سے بولی تبدیل ہو جاتی

اگر کوئی عربی شخص چاہتا کہ وہ غیر عربی میں گفتگو کرے اور کوئی غیر عرب چاہتا کہ عربی میں کلام کرے تو آپ اس کے منہ میں پھونک کے ذریعے لعاب دہن کے چھینٹے ڈالتے تو اسے مطلوبہ لغت آ جاتی۔ پھر یوں بولتا کہ یہ اس کی مادری زبان ہے۔

مصر میں ہی آپ نے 564ھ میں ستر سال سے اوپر کی عمر میں انتقال فرمایا اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی قبر کی مشرقی جانب ستون کے قریب دفن کیے گئے۔ قبر کی زیارت کی جاتی ہے۔

حضرت ابوعمرو عثمان بن مرزوہ بطائحی رحمۃ اللہ علیہ

ولی کی پیدائش پر اللہ نے چالیس اولیاء اور پیدا کیے

آپ مشہور مشائخ میں سے ہوئے ہیں بہت بڑے مرد خدا اور صاحب کرامات تھے۔ بطائح میں گیارہ سال تک پھرتے رہے ہر سال اونی جبہ زیب تن فرمایا کرتے جو ایک شخص لا کر دیا کرتا تھا۔ ایک رات نماز تہجد میں مصروف تھے کہ اچانک اللہ تعالیٰ کی بارگاہ کے دروازے کھل گئے اور انوار و تجلیات ظاہر ہونے لگیں۔ آپ سات سال متواتر آسمان کی طرف سر اٹھائے کھڑے رہے۔ نہ کچھ کھایا نہ پیا اور نہ ہی اپنے حالات کا احساس ہوا۔ پھر بشریت میں واپس آ گئے پھر آپ کو حکم ملا کہ اب اپنی بستی میں چلے جاؤ۔ اور اپنی بیوی سے ہم بستری کرو۔ اب تمہارے ہاں ایک لڑکے کی پیدائش کا وقت آن پہنچا ہے۔ آپ گھر تشریف لائے۔ دروازے پر دستک دی اور اپنی اہلیہ کو اپنے حال کی خبر دی تو بیوی بولی اگر فیصلہ ہو چکا ہے اور تقدیر میں طے ہو چکا ہے تو میرے بارے میں لوگوں کو بتا دو۔ آپ یہ سن کر چھت پر چڑھ گئے اور آواز دی: اے بستی کے رہنے والو! میں فلاں ہوں۔ سوار ہو جاؤ میں بھی سوار ہونے والا ہوں۔ (یعنی اپنی اپنی بیویوں سے ہم بستری کرلو) اللہ تعالیٰ نے آپ کی آواز سب تک پہنچائی اور آپ کے اعلان کا مطلب بھی سمجھ گئے۔ تو جس شخص کی آپ سے موافقت ہو گئی اور اس رات اپنی بیوی سے ہم بستر ہوا اور حمل ٹھہر گیا تو اللہ تعالیٰ نے اسے صالح بیٹا عطا فرما دیا۔ بیان کرتے ہیں کہ اس رات چالیس مردوں نے آپ سے موافقت کی۔ ان کے ہاں چالیس ولی اللہ پیدا ہوئے۔ آپ نے پھر غسل کیا اور باہر جنگل میں نکل آئے۔ اور پہلے کی طرح کھڑے ہو گئے حتیٰ کہ زمین سے گھاس وغیرہ اگ کر آپ کی ناف تک بلند ہو گئی۔ شیروں، وحشی جانوروں اور پرندوں تک کو آپ سے محبت والفت ہو گئی۔ پھر بشریت میں واپس آ گئے اور چودہ سال کے فرض قضا کیے۔ آپ کے قریب درندے اور کتے آپس میں کھیلتے تھے۔

مردہ پرندوں کو زندہ کر دیا

سات آدمی جو بندوق سے شکار کرنے کے ماہر تھے، اس جنگل میں شکار کھیلنے آئے جس میں شیخ عثمان بن مرزوہ موجود تھے۔ انہوں نے آپ کے قریب بہت سے پرندوں کا شکار کیا۔ ہر پرندہ زمین پر گرنے سے پہلے ہی مر جاتا تھا۔ یہ دیکھ کر موصوف نے ان کو کہا ان کا کھانا حلال نہیں۔ شکاریوں نے پوچھا کیوں؟ آپ نے فرمایا اس لیے کہ یہ مردار ہیں۔ انہوں نے عام آدمیوں کی طرح مذاق اڑاتے ہوئے کہا تم انہیں زندہ کر کے دکھاؤ؟ آپ نے پڑھا: بسم اللہ واللہ اکبر، اللّٰھم أحیاھا یا محیی العظام وھی رمیم۔ (اے اللہ! اے ہڈیوں کے راکھ ہونے کے بعد زندہ کرنے والے ان کو زندہ کر دے)۔ یہ سن کر تمام پرندے زندہ ہو گئے اور اڑ گئے حتیٰ کہ نظروں سے اوجھل ہو گئے۔ شکاریوں نے جب یہ کرامت اپنی آنکھوں سے

دیکھی تو توبہ کی اور آپ کی خدمت بجا لائے۔

بیماروں کو تندرست کر دیا

شیخ عثمان مذکور کے پاس جنگل میں دو آدمی حاضر ہوئے ان میں سے ایک اندھا اور دوسرا جذام کا مریض تھا۔ اس لیے حاضر ہوئے تا کہ آپ سے دعا کرائیں اور آرام ہو جائے۔ ان دونوں کو راستے میں تیسرا شخص مل گیا۔ اسے ان دونوں نے اپنے ارادہ کی اطلاع دی۔ وہ بولا یہ عیسیٰ بن مریم تو نہیں ہیں؟ اگر میں آنکھوں سے دیکھ لوں کہ اس نے ان دونوں کا دکھ دور کر دیا تو پھر بھی میں اس کی تصدیق نہیں کروں گا۔ جیسا کہ اولیاء کرام کے منکرین بکواس کیا کرتے تھے۔ ان دونوں کے ساتھ ساتھ شیخ کی طرف وہ بھی چل پڑا۔ بدبختی نے بادل نخواستہ ان کے ساتھ آنے پر مجبور کیا۔ جب یہ تینوں پہنچ گئے تو شیخ موصوف نے کہا اے اندھے پن اور اے مرض جذام ان دونوں سے اتر کر اس منکر کو پکڑ لو۔ وہ دونوں فوراً صحت یاب ہو گئے اور منکر اندھا اور جذام والا ہو گیا۔ پھر آپ نے اس منکر سے پوچھا اب تیری مرضی ہے کہ تصدیق کرے یا انکار پر قائم رہے۔ پھر وہ اسی حالت میں مر گیا۔ شیخ موصوف سیدی احمد رفاعی رضی اللہ عنہ کے ہم عصر تھے جو بطائح میں سکونت پذیر تھے۔ وہیں انتقال فرمایا اور ان کی قبر زیارت گاہ ہے۔ آپ کہا کرتے تھے میری روح کو بلایا گیا تو اس نے جواب قبول کر لیا ہے۔ جب وقت انتقال آیا تو کہنے لگے لبیک پھر وصال فرما گئے۔ (قال السراج)

بیل شیروں کو کھلا کر نیا دے دیا

جناب تاذفی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں شیخ ابو الفتح بن ابی غنائم واسطی نے کہا کہ ایک شخص جناب شیخ احمد بن رفاعی کے پاس ایک بہت کمزور بیل کو کھینچتا ہوا لے کر آیا اور عرض کرنے لگا اے میرے آقا میرے اور میرے گھر والوں کے لیے اس بیل کے علاوہ اور کوئی ذریعہ معاش نہیں۔ اور اس کے علاوہ کوئی روپیہ دھیلا بھی نہیں کہ اس کے بجائے نیا خرید سکیں۔ اور یہ کام کاج کرنے سے عاجز ہو چکا ہے آپ اس کے لیے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ اسے قوت اور برکت عطا فرما دے۔ شیخ احمد رضی اللہ عنہ نے اسے فرمایا اسے شیخ عثمان بن مرزوق کے پاس لے جاؤ۔ میرا سلام کہنا اور ان سے دعا کرانا۔ میرے بیٹے اس بیل کے لیے اور تمام اپنے تمام کے لیے ان سے دعا کا کہنا۔ فرماتے ہیں بیل کا مالک بیل کو کھینچتا ہوا شیخ عثمان بن مرزوق کے پاس لے گیا۔ دیکھا کہ آپ اس وقت جنگل میں تشریف فرما تھے۔ ان کے ارد گرد شیر بخوشی بیٹھے تھے۔ آپ نے اسے فرمایا آگے آ جاؤ۔ یہ آگے بڑھا۔ آپ نے ابتدا کرتے ہوئے کہا اللہ تعالیٰ کے ولی شیخ احمد کو سلام۔ اللہ تعالیٰ اس کا مددگار اور تمام مسلمانوں کا خیر خواہ بنائے۔ پھر آپ نے ایک شیر کی طرف اشارہ کیا وہ اٹھا اور اس نے بیل کو چیر پھاڑ دیا اور اس میں سے کچھ کھا لیا۔ پھر شیخ نے اسے فرمایا اٹھو اور چلا جا۔ وہ چلا گیا پھر دوسرے شیر کو حکم دیا اٹھو اور تم بھی کچھ کھا لو۔ اسے بھی جیسے کہا وہ چلا گیا۔ اس طرح ایک کے بعد دوسرے شیر کو حکم دیتے رہے وہ کھا کر چلا جاتا حتی کہ بیل کا گوشت مکمل طور پر شیروں نے کھا لیا۔ اسی دوران ایک موٹا تازہ بیل اچانک کہیں سے آ نکلا اور شیخ کے سامنے آ کھڑا ہو گیا۔ شیخ نے بیل کے مالک سے فرمایا تم اپنے بیل کے بدلے میں یہ

لے لو۔ وہ اٹھا اور اٹھ کر اس موٹے تازے بیل کو پکڑ لایا۔ دل میں کہنے لگا کہ میرا بیل تو ہلاک ہو گیا اور یہ بیل میں لے کر چل پڑا تو ہو سکتا ہے کہ کوئی اسے پہچان لے اور مجھے اس کی وجہ سے پریشان ہونا پڑے۔ اچانک ایک آدمی آیا اور دوڑتا ہوا جناب شیخ کے پاس آ کر کھڑا ہو گیا۔ ان کے ہاتھ چومے اور عرض کرنے لگا اے آقا! میں نے آپ کے لیے ایک بیل کی نذر مانی تھی اور اسے لے کر جنگل میں آپ کے پاس حاضر ہونے کے لیے چل پڑا۔ وہ مجھ سے بھاگ گیا۔ نہ معلوم وہ کدھر گیا آپ نے اسے کہا بیٹا! دیکھو تو سہی وہ تو یہاں پہنچ چکا ہے اور وہ سامنے کھڑا ہے۔ جب اس شخص نے اپنا بیل دیکھا تو فوراً شیخ کے قدموں پر لوٹ گیا اور چومنے لگا۔ اور عرض کرنے لگا اے آقا! اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہر چیز کی پہچان عطا فرمادی اور ہر چیز کو آپ کی معرفت عطا کر دی۔ حتیٰ کہ چار پائے بھی آپ کو جانتے ہیں۔ آپ نے اسے فرمایا اے بندہ خدا! حبیب اپنے حبیب سے کچھ بھی چھپا کر نہیں رکھتا اور جسے اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل ہو جاتی ہے اسے ہر چیز کی جان پہچان ہو جاتی ہے۔ اس کے بعد شیخ نے بیل کے مالک کو فرمایا تو اپنے دل سے میرے ساتھ جھگڑا کرتا ہے اور کہتا ہے کہ میرا بیل تو ہلاک ہو گیا ہے اور میں ڈرتا ہوں کہ یہ موٹا تازہ بیل جو شیخ نے مجھے دیا اگر کسی نے اسے پہچان لیا تو مجھے اس کی وجہ سے پریشانی کا سامنا کرنا پڑے گا؟ یہ سن کر اس نے رونا شروع کر دیا۔ پھر شیخ نے اسے فرمایا کیا تمہیں معلوم نہیں کہ میں تیرے دل کی باتیں جانتا ہوں؟ جاؤ بیل ساتھ لے جاؤ اللہ تعالیٰ تمہیں اس میں برکت عطا فرمائے گا۔ چنانچہ اس نے بیل لیا اور واپس آ گیا۔ چلتے وقت دل میں خیال آیا ہو سکتا ہے کہ کوئی شیر مجھے یا میرے بیل کو نقصان پہنچائے۔ شیخ صاحب نے اسے کہا تو اس بات سے ہے کہ کوئی شیر تجھے یا تیرے بیل کو نقصان پہنچائے گا؟ عرض کرنے لگا جی حضور! یہی خیال آیا ہے۔ آپ نے اپنے سامنے موجود ایک شیر کو حکم دیا۔ اٹھو اور اس کے ساتھ جاؤ اور وہاں تک اس کی حفاظت کرو جہاں اسے اپنے اور بیل کے بارے میں اطمینان ہو جائے۔ چنانچہ وہ شیر اس کے ساتھ چل پڑا۔ کبھی دائیں کبھی بائیں۔ کبھی آگے کبھی پیچھے ہو جاتا اور جو چیز اس کی طرف بڑھتی اسے بھگا دیتا۔ اسی طرح چلتے چلتے وہ شخص اپنے ٹھکانے پر آ گیا۔ پھر یہ بیل والا آدمی شیخ احمد رفاعی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں حاضر ہوا اور سارا قصہ کہہ سنایا۔ سن کر شیخ احمد رو پڑے اور کہنے لگے ابن مروزہ ایسی شخصیت ان کے بعد کسی عورت کے ہاں پیدا ہونی ناممکن ہے پھر اللہ تعالیٰ نے اس شخص کو بیل میں بڑی برکت عطا فرمائی۔ اس کی وجہ سے بہت سا مال ہاتھ آیا یہ سب دراصل شیخ کی برکت کا نتیجہ ہے۔

حضرت ابو عفان عثمان بن ابی القاسم بن احمد بن اقبال یمنی رحمۃ اللہ علیہ

آپ فقیہ، عالم باعمل، زاہد، متقی اور دنیا سے بیزار بزرگ تھے۔ دنیا ان کی نظروں میں ہیچ تھی۔ آپ کو ایک مرتبہ مدرسہ منصوریہ حنفیہ میں پڑھانے کے لیے پیشکش ہوئی تو آپ نے انکار کر دیا۔ یہ مدرسہ زبید میں واقع ہے بلکہ انکار سے بڑھ کر آپ نے بہت زیادہ ناپسند کیا۔ حالانکہ آپ کی بظاہر حالت فقر و فاقہ اور حاجت کی تھی۔

بغیر غائب ہوئے حج کیا

مروی ہے کہ آپ کے گاؤں میں ایک شخص عراق کا رہنے والا آیا۔ جب اس کی ملاقات شیخ موصوف سے ہوئی تو درس کے

کسی آدمی سے پوچھا کیا فقیہ موصوف نے اس سال حج کیا ہے؟ اس نے کہا نہیں۔ تو عراقی بولا خدا کی قسم! میں نے ان کو حرم میں اس سال پانچوں وقت نمازیں ادا کرتے دیکھا ہے پھر وہ شخص فقیہ کو جھک کر چومنے لگا۔ اور ان سے دعا کا طالب ہوا۔

ولی سے منسوب چیز کو نقصان پہنچانا ناممکن ہے

اتفاق سے آپ کے گاؤں کے ایک آدمی کا انتقال ہو گیا اور وہ نہایت غریب تھا اور اس نے حکومت کا کچھ پیسہ بھی دینا تھا۔ وادی زبید کے چیئرمین نے اس بستی کے نمبردار کو لکھا کہ مرنے والے کے گھر کو بند کر کے سرکاری مہر لگا دی جائے اور اس میں موجود مال و اسباب کو بستی کے دو آدمیوں کی موجودگی میں نیچے اتارا جائے۔ اور وہ دونوں آدمی شیخ عثمان کے مدرسہ کے طالب علم ہونے چاہئیں۔ نمبردار نے ان کی طرف پیغام بھیجا ان میں سے صرف ایک موجود تھا اسے بلایا۔ وہ فقیہ موصوف کے پاس گیا اور واقعہ بیان کیا۔ فقیہ نے اسے فرمایا ان کے ساتھ کبھی بھی نہ جانا۔ چنانچہ یہ طالب علم باہر آیا اور پیغام لانے والے کو کہہ دیا کہ میں معذرت کرتا ہوں نہیں جا سکتا۔ اس نے معذرت قبول نہ کی اور ارادہ کیا کہ گھسیٹ کر ساتھ لے جائے۔ فقیہ کے درس میں سے بہت سے درویش باہر نکلے اور اسے چھڑا کر لے آئے۔ پھر نمبردار خود شیخ کے پاس گیا۔ اس نے اپنے آپ کو ہتھیار سے مسلح کیا ہوا تھا۔ ارادہ تھا کہ فقیہ کو اذیت دوں گا اور اس کے درویشوں کو بھی مزا چکھاؤں گا کہ انکار کیسے کیا جاتا ہے۔ ادھر اس نے چیئرمین کو بھی رقعہ بھیج دیا۔ جس میں سب کچھ لکھ دیا۔ مدرسہ کے لوگوں پر بہت پریشانی چھا گئی۔ جب چیئرمین کو پتہ چلا تو غصہ میں آگ بگولا ہو گیا۔ اور خود مع اپنے ساتھیوں کے فقیہ کی بستی کی طرف چل پڑا تاکہ فقیہ اور اس کے درویشوں کو گرفت میں لے زبید شہر سے جب وہ چلا تو رات ہو چکی تھی۔ ساری رات وہ اپنے ساتھیوں سمیت چلتے رہے لیکن فقیہ کی بستی تک نہ پہنچ سکے اور نہ ہی انہیں اس بستی کا راستہ معلوم ہوا حالانکہ وہ دور بھی نہ تھی۔ اور رات دن اکثر یہاں ان کا آنا جانا بھی رہتا تھا۔ جب صبح ہوئی تو انہوں نے اپنے چلنے کے نشانات دیکھے۔ نظر آیا کہ جہاں سے چلتے پھر پھرا کر وہیں آ جاتے۔ پھر دوسری جگہ جاتے وہاں سے چلتے تو پھر پہلی جگہ پر ہی آتے۔ اس سے چیئرمین کو معلوم ہو گیا کہ اس کی وجہ فقیہ موصوف کا حال ہے لہذا اس نے اپنا ارادہ بدل دیا توبہ کی نیت کی اور فقیہ سے ملاقات کا قصد کیا۔ ان سے ملا اور معذرت طلب کی۔ فقیہ موصوف نے معاف کر دیا اور معذرت قبول کر لی۔ فقیہ موصوف کی اور بھی بکثرت کرامات ہیں۔ آپ راسخ فی العلم شخصیت تھے۔ بہت سے لوگوں نے آپ سے نفع اٹھایا اور ان پر صلاح غالب تھی۔ 776ھ میں فوت ہوئے۔

حضرت ابو عفان عثمان بن علی بن سعید بن شاروح رحمۃ اللہ علیہ

ولی بادشاہ ہوتا ہے

آپ فقیہ، عالم، فاضل اور کامل بزرگ تھے۔ تصوف کا آپ پر غلبہ تھا۔ شیخ مدافع رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت پائی۔ کسی نے شیخ مدافع رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا آپ کے بعد ہم کس کی صحبت میں بیٹھیں گے؟ تو انہوں نے فرمایا فقیہ عثمان بن شاروح کی صحبت میں۔ قاضی محمد بن علی نے بتایا کہ شیخ علی رمیمہ نے انہیں ایک دن پوچھا قاضی صاحب! بادشاہ کون ہے؟ کہتے ہیں کہ میں نے جواب دیا

ملک مظفر بادشاہ ہے۔ انہوں نے کہا یہ جو کچھ تم نے جواب دیا ہے میں یہ گمان نہ کرتا تھا۔ حتیٰ کہ رات آئی میں اپنے وظائف کے لیے اٹھ کھڑا ہوا۔ میں نماز ادا کر رہا تھا کہ تمام گھر سے بلکہ کھڑکیوں میں سے آواز آ رہی تھی: جاء السلطان جاء السلطان (بادشاہ آ گیا، بادشاہ آ گیا)۔ میرے گمان میں غالب طور پر یہ بات آئی کہ ملک مظفر بہت جلد میرے گھر تشریف لائیں گے۔ جب میں صبح کو اٹھا اور سورج بلند ہو گیا تو میں نے دیکھا کہ عثمان بن شاروح میری طرف چلتے آ رہے ہیں، بہت کمزور ہیں اور ہاتھ میں عصا پکڑا ہوا ہے۔ اس پر ٹیک لگا کر آہستہ آہستہ میری طرف تشریف لا رہے ہیں۔ حتیٰ کہ میرے پاس پہنچ گئے۔ میرے گھر کے قریب آپ کا کھیت تھا۔ جس میں کھیتی بہت اچھی تھی میں نے آپ سے کہا اے فقیہ! آپ کے کھیت کی پیداوار کتنی اچھی ہے آپ نے یہ سن کر ٹھنڈی آہ بھری اور فرمایا میری کھیتی تو خدا کی قسم آخرت ہے۔ جب میں نے آپ کی یہ بات سنی تو میرے دل نے کہا کہ بادشاہ تو یہی ہیں جن کی آمد کا اشارہ ہوا تھا۔ میں نے آپ سے عرض کیا ہاں واقعی آپ ہی بادشاہ ہیں۔ فرمانے لگے میں تمہیں خاتمہ بالخیر کی خوشخبری دیتا ہوں۔ انہی فقیہ محترم سے بہت سے مشائخ کرام نے خرقہ حاصل کیا ان میں شیخ عمر سن کا نام بھی ہے۔ شرجی نے ان کے حالات کے بعد ان کا سن وصال ذکر نہیں کیا۔

حضرت عثمان سروجی رحمۃ اللہ علیہ

غائبانہ ہاتھ سے مدد کرنا

آپ سمیاط کی تعمیر و ترقی کے وقت وہاں موجود تھے۔ ایک بہت بڑا تانبے کا برتن جو آپ کے عبادت خانہ میں تھا، وہ آپ کے مکان میں موجود تالاب میں گر پڑا۔ خادم لوہے کے بڑے بڑے کنڈے لے کر آیا۔ جن کی مدد سے ایسے بڑے برتن باہر نکالے جاتے تھے۔ ان سے نکالنے کی انتھک کوشش کی لیکن وہ برتن نہ نکل سکا۔ خادم نے آپ سے اپنی مجبوری کی شکایت کی اور یہ بھی عرض کیا کہ میں حوض میں اتر بھی نہیں سکتا تو آپ نے فرمایا ایک مرتبہ کنڈا ڈال کر پھر کوشش کرو۔ خادم آیا اور کنڈا ڈال کر نکالنے لگا تو دیکھا کہ شیخ موصوف کا ہاتھ بھی کنڈے کے ساتھ نیچے پانی میں اترتا جا رہا ہے حتیٰ کہ تانبے کا بھاری برتن نکل آیا اور شیخ موصوف محراب میں ہی تشریف فرما تھے اور خادم صحن کے درمیان میں موجود تھا۔

غیر آباد کنواں سے نجات

جناب سراج دمشقی نے کہا ثقہ لوگوں کی ایک جماعت سے ہم تک یہ روایت پہنچی جناب محمد بن شبل بیری رحمۃ اللہ علیہ اپنی آپ بیتی سناتے ہیں۔ میں اپنے ساتھیوں سمیت ایک مرتبہ جنگلی کبوتروں کا شکار کرنے باہر نکلا۔ ہم میں سے ہر ایک نے ایک غیر آباد کنواں منتخب کر لیا۔ کیونکہ ایسے کنواں میں جنگلی کبوتر گزر بسر کرتے ہیں۔ میں اپنے مقررہ کنواں میں اتر گیا اور اس میں سے جس قدر کبوتر ملے میں نے پکڑے اور ذبح کر لیے پھر مجھے کنواں کی مشرقی دیوار کی طرف ڈبی دار ایک پرندہ نظر آیا۔ میں اس کے قریب گیا تو وہ اڑ گیا۔ اور میری روشنی بھی بجھا گیا۔ ایسا تین مرتبہ ہوا تیسری مرتبہ کے بعد مجھے بہت ڈر لگا۔ اور مجھے خیال آیا کہ اب میں اس کنواں سے باہر نہیں جا سکوں گا۔ میں نے ان الفاظ سے استغاثہ کیا: **یا شیخ عثمان خلصنی من ھذہ**

الشدۃ۔(اے شیخ عثمان! اس سختی سے مجھے نجات دلاؤ)۔ چنانچہ اسی وقت میں نے آپ کا ہاتھ اپنے سر پر رکھ محسوس کیا۔ میں نے مضبوطی سے ہاتھ پکڑا ہاتھ نے مجھے اٹھا کر کنواں سے باہر کنارے پر لا ڈال دیا۔ میں کافی وقت بے ہوش رہا۔ میرے ساتھی بڑے حیران ہوئے۔ مجھے افاقہ ہوا تو میری عجیب حالت تھی میں نے ساتھیوں کو بالکل کچھ نہ بتایا اور دل میں کہا شیخ عثمان کے لیے ان میں سے بیس کبوتر بطور نذر ہیں۔ میں بیرہ شہر میں آیا۔ آپ کے ہاتھ پاؤں چومے اور کبوتر بیچنے کے لیے چلنے کی تیاری کی۔ شیخ عثمان نے اپنی عبادت گاہ کے دروازے پر دیکھا تو کہا اے محمد! میں آپ کے پاس آ گیا۔ قدم بوسی کی فرمانے لگے بھائی! کل تو نے ہمیں بہت تھکا دیا تھا۔ میں نے عرض کیا یا سیدی، جزاک اللہ خیرا، پھر فرمایا میرے بیس کبوتر کدھر ہیں؟ چنانچہ میں نے آپ کی نذر کر دیئے۔

کرامت کے منکر کو معافی مانگنا پڑی

سراج دمشقی نے کہا کہ ایک ثقہ شخص سے ہم تک یہ روایت پہنچی جو مرتے وقت بہت سی مشکلات میں گھرا ہوا تھا۔ بیان کیا کہ شیخ عثمان ہمارے ہاں بیرہ میں مقیم تھے۔ ہم ان کے بارے میں کسی قسم کا کوئی اعتقاد نہ رکھتے تھے۔ میں نے ایک مرتبہ ایک دن کی مسافت پر جانے کا ارادہ کیا۔ قلعہ المسلمین کی طرف جانے کا ارادہ تھا جو قلعہ الردم کے نام سے مشہور تھا۔ مجھے ایک کردی شخص ملا۔ اس نے مجھ سے شیخ عثمان کے بارے پوچھا اور مجھے کہا کہ میری طرف سے انہیں بہت بہت سلام عرض کرنا۔ اور میری طرف سے بہت محبت اور دوستی کا پیغام بھی پہنچانا۔ اور عرض کرنا کہ میری مدد فرماتے رہا کریں۔ میں نے کردی کی یہ باتیں سن کر اسے کہا معلوم ہوتا ہے تو اس شیخ کی بہت تعظیم کرتا ہے اور اس کی تیرے نزدیک بہت قدر و منزلت ہے وہ کہنے لگا تم مجھے برا بھلا مت کہو۔ میرے ساتھ ایک واقعہ پیش آ چکا ہے۔ جس کی وجہ سے میں آپ کا بہت قدر دان ہوں۔ ہوا یوں کہ میں ایک مرتبہ ایک بہت اونچی جگہ سے گر پڑا جو تقریباً ایک سو آدمیوں کے قد برابر اونچی تھی۔ (کم از کم پانچ سو فٹ اونچی جگہ) میں ہوا میں نیچے آ رہا تھا تو میں نے اس دوران شیخ کی برکت سے مدد طلب کی۔ آپ نے اسی وقت ہوا میں ہی اپنے دست مبارک کو لہرایا۔ مجھے ہاتھ پر لیا اور زمین پر آرام سے رکھ دیا۔ میں نے جب کردی سے یہ واقعہ سنا تو میں نے اس کا انکار کیا اور میں اسے سخت برا بھلا کہنے لگا۔ اس نے اصرار کیا اور کہا میں اولیاء کرام کی کرامات پر ایمان رکھنے والا ہوں۔ اور میں اس بارے میں سچ کہہ رہا ہوں۔ پھر جب میں بیرہ کی طرف واپس آیا۔ فرات دریا میں ایک کشتی کے ذریعہ میری واپسی تھی۔ جب کشتی چلتے چلتے شیخ موصوف کے سامنے آئی۔ آپ اس وقت اپنی عبادت گاہ کے دروازے پر بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ نے مجھے آواز دی اے فلاں! فقراء ایسے ہی ہوتے ہیں۔ وہ صلحاء پر ایمان نہیں رکھتے پھر جنہیں ان پر ایمان ہوتا ہے ان کا انکار کرتے ہیں اور ان کی کرامات کے ماننے والے کو تنگ کرتے ہیں۔ یہ سن کر میں نے کہا ''استغفر اللہ واتوب الیہ'' (میں اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتا ہوں اور اس کی طرف توجہ کرتا ہوں)۔ پھر میں کشتی سے اترا۔ اور آپ کے قریب جا کر آپ کے ہاتھ پاؤں کو چوم لیا۔ اور میں نے اپنی تقصیر اور جہالت کو تسلیم کر لیا۔

جناب سراج بیان کرتے ہیں شیخ عثمان بن شیخ یونس جعبری سروجی بیرہ میں مقیم تھے۔ ہم نے آپ کی زیارت کی اور آپ

کی برکات ہمیں حاصل ہوئیں۔ یہ ساتویں کی پہلی دہائی کا واقعہ ہے۔ آپ کی بہت سی کرامات ہیں۔ 698ھ میں انتقال فرمایا۔ جبانہ بیرہ میں مدفون ہیں اور آپ کی قبر زیارت گاہ ہے۔

حضرت عثمان عدوی بقاعی رحمۃ اللہ علیہ

لحد میں اتارتے وقت میت غائب ہوگئی

جناب سراج بیان کرتے ہیں ہمیں شیخ تقی الدین محمد بن ابی البرکات بن ابی الفضل بعلی انصاری حنبلی قادری اپنے والد سے خبر دیتے ہیں۔ انہوں نے بتایا شیخ عثمان عدوی نے مجھے دیر نامی بستی میں طلب کیا۔ میں اس وقت دمشق میں تھا۔ دولت ناصریہ کا دور تھا۔ آپ مریض تھے۔ جب میں آیا تو فرمانے لگے میں چاہتا ہوں کہ تو مجھے لحد میں اتار دے۔ پھر آپ چوتھے دن انتقال فرما گئے اور مرتے وقت فرمایا میرے بھائی! مجھے اگر خطرہ ہے تو اس بات کا کہ کہیں زمین پھٹ نہ جائے اور پتھر اور مٹی کہیں گر نہ جائیں (یعنی میرے دفن ہونے کے بعد یہ باتیں پیش آنے کا خطرہ ہے) لیکن میں اللہ تعالیٰ کے کرم سے امیدوار ہوں کہ وہ مجھے یہاں نہیں چھوڑے گا۔ پھر جب میں لحد میں اتارنے کے لیے خود اترا اور انہیں سپرد خاک کرنا چاہا تو مجھے کفن اور روئی کے سوا اور کچھ نظر نہ آیا۔ مجھ پر کافی وقت غشی طاری رہی۔ پھر میں ہوش میں آیا لیکن رعب میں دبا ہوا تھا اور جتنے لوگ وہاں حاضر تھے، ان پر بھی اس کے اثرات واضح تھے۔ لیکن کسی کو معلوم نہ تھا کہ اس کا سبب کیا ہے۔ پھر انہوں نے مجھے قسم دلائی تو میں نے انہیں واقعہ بیان کر دیا۔ سن کر وہ بولے اسی وجہ سے ہم پر اثر تھا۔ سراج کہتے ہیں ہم کہا کرتے تھے۔ مخبر کی عدالت معلوم ہے اور مخبر عنہ کی پاکیزگی محقق بالشام ہے اور آپ واقع اس کرامت کے اہل تھے۔ (مطلب یہ کہ جس نے ہمیں یہ واقعہ بتایا اس کا عادل معتبر ہونا واضح ہے اور جس بزرگ کا واقعہ سنایا ان کی بزرگی اور ولایت شام میں سبھی جانتے ہیں)

حضرت عثمان مسعودی رحمۃ اللہ علیہ

تاتار کو مایوس لوٹنا پڑا

بعلبک قدیم کے رہنے والے دو عادل آدمیوں نے ہم سے بیان کیا۔ انہیں ایک دمشقی سپاہی نے واقعہ سنایا۔ وہ یہ کہ بعلبک میں ایک صالح مرد رہتا تھا۔ جسے شیخ عثمان مسعود مصری کہا جاتا ہے۔ وہ اپنے گوشہ تنہائی میں رہا کرتے تھے جسے عبدالمولی انجینئر نے تعمیر کیا تھا۔ ان کی اچھی شہرت تھی وہاں کافی عرصہ ٹھہرنے کے بعد ایک دوسرے راستہ سے غازان محمود آیا جس کے ساتھ تاتاریوں کی فوج تھی۔ یہ 699ھ کا واقعہ ہے۔ لوگوں نے شیخ موصوف سے اس بارے میں پوچھا تو شیخ نے جواب دیا ہمارے دل ٹھنڈے ہیں جب مسلمانوں کو شکست کا سامنا کرنا پڑا تو شیخ کے ساتھی خوف زدہ ہو گئے۔ آپ نے انہیں فرمایا ہمیں امید ہے کہ دشمن یہاں داخل نہیں ہوگا۔ یہ سن کر اکثر مطمئن ہو گئے اور قلعہ میں داخل نہ ہوئے۔ کچھ دن شہر کا محاصرہ کرنے کے بعد انہوں نے ایک بھرپور حملہ کرنے کا ارادہ کیا۔ پچیس ہزار کی فوج لے کر شہر کے پانچ دروازوں کی طرف سے حملہ کرنے کا پروگرام بنایا لوگوں میں خوف و ہراس پھیل گیا۔ شیخ موصوف کے ساتھی شیخ کے پاس جمع ہو گئے آپ نے ان

کے لیے کوئی بات ظاہر نہ کی۔ لیکن اتنی بات کہی اٹھو ہم چند قدم اللہ تعالیٰ کے لیے چلتے ہیں۔ چنانچہ سب اٹھ کھڑے ہوئے اور شہر کی فصیل کی طرف چل پڑے۔ آپ بھی باب الحجارہ کی جانب روانہ ہو گئے۔ وہاں جا کر بیٹھ گئے اور کوئی بات چیت نہ کی۔ وہاں آپ کے سامنے ایک آدمی آیا جو شہر سے باہر کا رہنے والا تھا۔ لباس دیہاتیوں والا اور گفتگو بھی ان جیسی تھی۔ اس کے پاس لوہے کی لاٹھی تھی۔ پھر شیخ نے اپنے دائیں ہاتھ سے اشارہ کیا کہ اس آدمی کی طرف جاؤ۔ پھر فرمایا کھڑے ہو جاؤ پھر ہم عبادت خانہ کی طرف تیزی سے آئے ابھی ہم پہنچنے نہ پائے تھے کہ تمام تاتاری چلے گئے جیسا کہ وہاں تھے ہی نہیں۔ سراج کہتے ہیں ہم اسے حقیقتاً سچا واقعہ سمجھتے ہیں کہا کہ شیخ عثمان مذکور جانے پہچانے اولیاء کرام میں سے تھے اور طریقت کے سردار تھے۔ آپ کے اوصاف میں سے یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ نہ آپ روٹی کھاتے اور نہ ہی پانی پیتے تھے اور نہ ہی زمین پر پہلو رکھتے تھے۔ لوگوں نے آپ کی بہت سی کرامات ہم سے بیان کیں۔

حضرت ابوعمرو عثمان بن عبداللہ بن محمد بن یحییٰ عیانی رحمۃ اللہ علیہ

آپ فقیہ، زاہد، متقی اور صالح مرد تھے۔، بکثرت اکیلے رہتے تھے۔ صرف اپنے گھر میں ہی درس دیتے۔ گھر سے بہت کم باہر تشریف لاتے۔ صرف نماز جمعہ کے لیے باہر آتے آپ کی تدریس بڑی مبارک تھی۔ سنت نبوی سے تمسک فرماتے۔ دنیا بہت تھوڑی مقدار میں تھی تھوڑی سی دنیا پر ہی قناعت فرماتے تھے۔ صاحب کرامات تھے۔

موت کی پیشگی اطلاع

مروی ہے آپ نے ایک مرتبہ اپنے بھتیجے سے کہا میں تمہیں اپنا خواب سناتا ہوں۔ اگر میں زندہ رہا تو کسی کو وہ خواب نہ بتانا اور اگر فوت ہو گیا تو تجھے اختیار ہے۔ وہ خواب یہ ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک جماعت کے ساتھ دیکھا۔ آپ میرے پاس تشریف لائے اور میری آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا۔ میں نے دعا کی اے اللہ! اس بوسہ کو اپنے ہاں ذخیرہ اور امانت بنا لے اور مجھے معاف کر دے۔ اے سب سے بہتر معاف فرمانے والے! میرا گمان یہ ہے کہ اس خواب کے بعد میں بہت کم عرصہ زندہ رہوں گا۔ آپ سے آپ کے بھتیجے نے پوچھا ایسا کیوں؟ فرمانے لگے خطیب ابن نباتہ نے خواب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بوسہ دیتے دیکھا تھا۔ اس کے بعد وہ صرف بارہ دن زندہ رہے۔ پھر عثمان فقیہ مذکور بھی اس خواب کے بعد صرف بارہ دن ہی زندہ رہے 713ھ میں انتقال فرمایا۔ اس وقت ان کی عمر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر شریف کے برابر یعنی تریسٹھ برس تھی۔ (قالہ السرجی)

حضرت عثمان حطاب رحمۃ اللہ علیہ

مشائخ عارفین میں سے ایک بڑے شیخ تھے اور جناب ابوبکر قدوسی رحمۃ اللہ علیہ کے اصحاب میں سے جلیل القدر شخصیت تھے۔ آپ کی ایک کرامت یہ بیان کی گئی ہے کہ جب ایوان کبیر کی تعمیر شروع کی گئی تو وہاں پرانی بنیادیں رکاوٹ بن گئیں۔ آپ سلطان کے پاس تشریف لے گئے اور کہا بادشاہ سلامت یہ پرانی بنیادیں دراصل مسجد تھی۔ لوگوں نے اسے گرا کر ہموار کر دیا تھا۔ سلطان نے آپ کی بات کی تصدیق کی اور اس بنیاد کی نشاندہی کر کے اتنی جگہ سے ایوان کبیر کی تعمیر رکوا دی اور یہ لکھ دیا کہ

یہ جگہ شیخ موصوف اپنی عبادت گاہ میں شامل کر لیں۔ لوگوں نے ایک قاضی صاحب کو رشوت دی۔ وہ بادشاہ کے پاس گیا اور کہنے لگا بادشاہ سلامت! لوگوں کے اعتراضات تو پھر بھی آپ پر باقی ہیں۔ آپ نے ایک فقیر اور مجذوب کے کہنے پر اتنا بڑا فیصلہ کر دیا ہے۔ سلطان نے کہا میرے نزدیک شیخ کی بات حقیقت تھی۔ اس لیے میں نے اس جگہ کو ایوان کبیر میں داخل کرنے سے روک دیا تھا۔ پھر محراب اور دو ستون نمودار ہوئے۔ پھر شیخ نے سلطان کے پیچھے کسی کو بھیجا وہ آیا تو اس نے اپنی آنکھوں سے دیکھا اور سلطان نے مطالبہ کیا کہ اس کی تعمیر کا سارا خرچہ میں برداشت کروں گا۔ لیکن شیخ نے انکار کر دیا۔ پھر بادشاہ نے کہا اچھا میں یہاں مٹی گرانے میں مدد کروں گا۔ آپ نے فرمایا نہیں ہم ہی اسے مکمل تیار کریں گے۔ یہ وجہ تھی کہ اس کے اب تک بلند ہونے کی اور باقی ماندہ عبادت خانہ شیخ ابوبکر دقدوسی رحمۃ اللہ علیہ کا تھا۔

قطب وقت کو دیکھنے کے لیے ہمت چاہیے

شیخ عثمان مذکور کہتے ہیں جب میں نے اپنے شیخ سیدی ابوبکر دقدوسی رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ حج کیا تو میں نے آپ سے درخواست کی کہ قطب وقت کے ساتھ میری ملاقات کروا دیں۔ فرمایا یہاں بیٹھ جاؤ اور خود چلے گئے۔ کچھ دیر مجھ سے غائب رہے۔ پھر میرا سر بوجھل ہو گیا کہ میں اسے اٹھانے کی ہمت نہ پاتا۔ حتیٰ کہ میری داڑھی میرے کندھے کے ساتھ لگ گئی۔ پھر دو آدمی میرے قریب بیٹھے گفتگو کرتے رہے۔ ایک طرف زمزم اور دوسری طرف مقام ابراہیم تھا اور قطب وقت کی باتیں جو میں نے سنیں ان میں سے ایک یہ تھی اے عثمان! تو نے ہم سے انس کیا، ہم پر برکت اتر آئی۔ پھر قطب وقت نے میرے شیخ سے کہا اس کو وصیت کرو۔ اس سے یہ کام ہو گا پھر اس نے سورۂ فاتحہ اور سورۂ قریش پڑھیں۔ دونوں ہم سے رخصت ہو گئے پھر سیدی ابوبکر رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے۔ فرمانے لگے سر اٹھاؤ۔ میں نے عرض کیا مجھ میں ہمت نہیں۔ آپ میری گردن کو آہستہ آہستہ ملنے لگے۔ اور میرا سر پکڑ کر ادھر ادھر ہلانے لگے حتیٰ کہ میں اپنی عام حالت پر آ گیا۔ پھر فرمایا اے عثمان! تیرا یہ حال ہو گیا حالانکہ تو نے قطب وقت کو آنکھوں سے دیکھا نہیں۔ اگر دیکھ لیتا تو کیا حالت ہوتی؟ اس وجہ سے میرے آقا عثمان رحمۃ اللہ علیہ اپنے کسی ہم نشین سے اٹھ کر جانا چاہتے تو سورۂ فاتحہ اور سورۂ قریش ضرور پڑھتے۔ آپ نے آٹھ سو سے کچھ اوپر سن ہجری میں انتقال فرمایا۔

علامہ مناوی بیان کرتے ہیں مصر میں آپ کی عبادت گاہ میں دعا مقبول ہوتی ہے اور جناب دیمی کے عبادت خانہ میں بھی قبول ہوتی ہے یہ عبادت خانہ مسجد معلق کے قریب اور عثمان حطاب کی عبادت گاہ سے متصل ہے۔ جسے کوئی حاجت ہو وہ سات مرتبہ سورۂ فاتحہ پڑھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ و سلام دس مرتبہ پڑھے پھر کہے: اللهم إني أسألك بحق هذين الشخين أن تقضي حاجتي۔ (اے اللہ! میں تجھ سے ان دو شیوخ کے حق کا وسیلہ پیش کر کے عرض کرتا ہوں کہ میری حاجت پوری فرما دے)۔ تو اس کی حاجت پوری ہو جائے گی۔ شیخ عثمان حطاب رحمۃ اللہ علیہ قدس شریف کی زیارت کے لیے تشریف لے گئے۔ آپ نے اپنے ساتھیوں کو خبر دی۔ جب کہ آپ ابھی گھر سے نکلے ہی تھے کہ میں اس سفر میں انتقال کر جاؤں گا۔ آپ نے قدس میں ہی انتقال فرمایا اور وہیں دفن کیے گئے آپ کی وفات آٹھ سو سے اوپر سن ہجری میں ہوئی۔

حضرت عثمان بن ابراہیم ابی سیفین رحمۃ اللہ علیہ

زیلعی، عقیلی اور یمنی بھی آپ کی نسبتیں ہیں۔ صاحب بلدۃ اللحیہ تھے۔ اکابر عارفین میں سے تھے اور صاحب کرامات باہرہ تھے۔

تھوڑا سا کھانا وہ بھی بچ گیا

آپ کے چچا کا بیٹا عارف باللہ احمد سطیحہ نے دعوت ولیمہ کی۔ یہ دعوت کسی کے ختنہ یا شادی کے سلسلے میں تھی جو اس کے مخصوص آدمی کی خوشی میں تھی۔ اسے معلوم نہ ہوا کہ بہت سے جانے پہچانے چہرے اور قبائل عرب جمع ہو گئے تاکہ ولیمہ میں حاضر ہو کر شیخ سے برکت حاصل کریں۔ صاحب دعوت نے ان کے کھانے کی بھی تیاری نہیں کی۔ اور نہ ہی ان کے اہتمام کی ہمت تھی اور جو کھانا پکا تھا وہ بھی بہت نا کافی تھا۔ چنانچہ وہ حیران ہو گئے کہ کیا کیا جائے تو انہوں نے اپنے خاص آدمی سے اس بارے میں گفتگو کی تو اس خاص نے مشورہ دیا کہ فقیہ عثمان کی خدمات حاصل کرو۔ چنانچہ آپ کا چچا زاد بھائی آپ کے پاس حاضر ہوا اور عرض کرنے لگا چچا جان! میں آپ کے پاس ایک مشکل کے سلسلہ میں حاضر ہوا ہوں پھر سارا قصہ بیان کر دیا۔ آپ نے اسے کہا اس میں کوئی مخالفت نہیں۔ ہم تمہاری مدد کے لیے تیار ہیں۔ اٹھے اور اس کے ساتھ اس کے گھر روانہ ہو گئے۔ عورتوں کو حکم دیا کہ کھانے پکانے والا کمرہ خالی کر دیں تاکہ تمام معاملات وہ خود سرانجام دیں چنانچہ وہ کمرہ عورتوں سے خالی کرالیا گیا۔ اور آپ نے حکم دیا کہ پہلے عورتوں کو کھانا کھلایا جائے۔ برتن لائے گئے، آپ نے اپنے دست اقدس سے ان میں کھانا ڈالا اور سالن وغیرہ بھی ڈال دیا۔ چنانچہ تمام عورتوں نے خوب سیر ہو کر کھالیا۔ ادھر کھانا ابھی باقی بچا ہوا تھا۔ پھر مردوں کی باری آئی تمام حاضرین کو کھانے کے لیے بلایا گیا۔ شیخ موصوف برتنوں میں کھانا ڈالتے اور لوگ کھاتے۔ بالآخر جب سب کھا چکے تو دیکھا کہ ہانڈیوں اور دیگچوں وغیرہ میں پکی چیزیں اتنی ہی مقدار میں موجود ہیں۔ جس قدر شروع میں تھیں کوئی کمی واقع نہ ہوئی۔ اسی طرح کے بہت سے واقعات شیخ صاحب سے مروی ہیں۔ اور مشہور کرامات ہیں۔ 1021ھ میں آپ نے عیسیٰ بن احمد کے جزیرہ میں انتقال فرمایا جو بلاد یمن میں ہے وہیں مدفون ہوئے۔ آپ نے اپنے پیچھے صالح اولاد چھوڑی۔

حضرت عدی بن مسافر رحمۃ اللہ علیہ

قبل از وقت واقعات کی اطلاع اور ان کا بندوبست

آپ عراق کے بہت بڑے اور مشہور مشائخ میں سے تھے۔ جن کی ولایت پر سب متفق ہیں۔ جناب سراج بیان کرتے ہیں کہ ہمیں یہ روایت ملی کہ شیخ ابو اسرائیل یعقوب بن عبدالمقتدر بن احمد حمیدی اربلی سائح نے فرمایا میں نے ایک مرتبہ شیخ عدی بن مسافر سے عبادان جانے کے لیے الوداعی ملاقات کی تو آپ نے رخصت کرتے وقت فرمایا جب تمہیں کوئی درندہ ڈراتا ہوا دکھائی دے تو اسے کہنا تمہیں عدی بن مسافر کہتے ہیں چلا جا اور مجھے چھوڑ دے۔ اور جب تجھے دریائی خطرہ درپیش ہو تو کہنا اے موجو! تمہیں عدی بن مسافر کہتے ہیں، تھم جاؤ چنانچہ میں چل پڑا۔ اور راستہ میں مجھے کوئی وحشی جانور ملتا تو میں اسے

شیخ کی بات کہتا۔ وہ سر جھکاتا اور چلا جاتا۔ پھر جب ہم دریا میں ڈوبنے لگے تو میں نے شیخ موصوف کی کہی بات کہہ ڈالی۔ فوراً ہوا تھم گئی اور دریا کی روانی میں سکون آ گیا۔

غیبی اشیاء کا دیکھنا

جناب سراج بیان کرتے ہیں ان کرامات میں سے جو ہمیں بطور روایت آپ کی طرف سے سنائی گئیں، ایک یہ بھی ہے کہ شیخ سے ایک دن عرض کیا حضور! آپ مجھے کچھ غیبی چیزیں دکھائیں۔ آپ نے مجھے ایک رومال عطا فرمایا اور حکم دیا کہ اسے اپنے منہ پر رکھو۔ میں نے رکھا پھر فرمایا اب اٹھالو۔ میں نے جب اٹھایا تو کراماً کاتبین نظر آئے اور میں نے انہیں اچھے برے اعمال لکھتے دیکھا یہ حالت مجھ پر تین دن رہی جس سے میری زندگی مکدر ہو گئی میں نے پھر آپ سے مدد طلب کی تو آپ نے رومال میرے منہ پر رکھا پھر اٹھالیا۔ اب وہ سب کچھ نظروں سے اوجھل ہو گیا جو تین دن نظر آتا رہا۔

عرش کے نیچے اذان دینے والے پرندے کی آواز سنانا

جناب شیخ ابوحفص عمر ہی بیان کرتے ہیں ایک دن شیخ عدی بن مسافر رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے ایک پرندے کی بات بتائی جو نماز کے اوقات میں عرش معلی کے نیچے اذان دیتا ہے۔ میں نے عرض کیا حضور! مجھے بھی اس کی آواز سنائیں۔ جب ظہر کا وقت ہوا فرمایا میرے قریب آؤ اور اپنے کان میرے کانوں کے قریب لاؤ۔ میں نے جب ایسے کیا تو مجھے اس پرندے کے بولنے کی آواز سنائی دی جس سے میں کچھ دیر تک بے ہوش ہو رہا۔

شیخ عدی بن مسافر رحمۃ اللہ علیہ کا لقب شرف الدین تھا اور ابو الفضائل کنیت تھی۔ مروان بن حکم اموی کے خاندان (اولاد) میں سے تھے۔ کہا گیا کہ آپ دراصل حوران کے رہنے والے تھے۔ کہا گیا کہ بیت فار کے باشندے تھے۔ یہ ایک سرسبز گاؤں ہے جو جبل لبنان کے قریب ہے۔ پھر آپ نے جبل ہکار میں موجود بالس نامی جگہ کو اپنا وطن بنالیا جو موصل کے مشرق میں واقع ہے اور یہیں آپ کا وصال ہوا۔

امام سخاوی بیان کرتے ہیں عدی رحمۃ اللہ علیہ کے والد جناب مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے تیس سال متواتر مختلف شہروں میں تجرد کی زندگی بسر کی۔ ایک رات آپ سوئے ہوئے تھے کہ کسی کہنے والے نے کہا اے شیخ مسافر! آج رات اپنی بیوی کے پاس جاؤ اور اس سے ہم بستری کرو۔ اس سے ایک بچہ پیدا ہوگا۔ یہ آواز سن کر آپ اپنے گھر کی طرف روانہ ہو گئے اسی رات گھر پہنچ گئے۔ دروازے پر دستک دی۔ اندر سے بیوی نے پوچھا کون؟ فرمایا تمہارا خاوند مسافر ہوں۔ مجھے حکم ملا ہے کہ تیرے پاس آؤں اور آج رات تجھ سے ہم بستری کروں۔ جس سے تو ایک صالح بچہ کی ماں بنے گی۔ تو ہی نہیں بلکہ آج رات جس عورت کو اپنے خاوند سے ہم بستری کا اتفاق ہوگا وہ لازماً امید سے ہو جائے گی اور وہ بھی لڑکا جنے گی یا کوئی ولی پیدا ہوگا۔ یہ سن کر ان کی بیوی نے کہا اگر تم آج کی رات مجھ سے ہم بستری کرنا چاہتے ہو تو اس ٹیلے پر چڑھ کر آواز لگاؤ۔ یوں کہ اے بستی والو! میں مسافر ہوں اپنی بیوی کے پاس آیا ہوں۔ مجھے حکم دیا گیا کہ آج کی رات میں اپنی بیوی کے پاس جاؤں اور اس سے ہم بستری کروں

تا کہ وہ ایک صالح بچے کی ماں بنے۔ آپ نے بیوی سے پوچھا یہ اعلان میں آخر کیوں کروں؟ کہنے لگی اس لیے کہ تم آج رات مجھ سے ہم بستری کرو گے پھر چلے جاؤ گے میں امید سے ہو جاؤں گی۔ جب گاؤں والے مجھے حاملہ دیکھیں گے تو کہیں گے تیرا خاوند تو تیس سال سے شہر بہ شہر پھر رہا ہے گھر آیا بھی نہیں۔ یہ حمل کہاں سے اور کس کا ہے؟ چنانچہ جناب مسافر نے اپنی بیوی کے کہنے کے مطابق عمل کیا پھر ہم بستری کی اور حمل ٹھہر گیا۔ جب حمل کو پورے سات ماہ گزرے تو شیخ مسلمہ اور عقیل کا گزر اس عورت کے قریب سے ہوا۔ شیخ مسلمہ نے شیخ عقیل سے کہا ہماری طرف سے ولی اللہ کو سلام کہو۔ جناب عقیل نے پوچھا! کہاں ہے ولی اللہ؟ شیخ مسلمہ نے کہا یہ عورت ایک ولی اللہ کو پیٹ میں لیے ہوئے ہے اس کا نام عدی ہے۔ جناب عقیل نے عورت کی طرف دیکھا تو ایک نور چڑھتا ہوا دکھائی دیا۔ دونوں حضرات نے اسے سلام کیا اور آگے بڑھ گئے۔ پھر سات سال بعد بھی دونوں بزرگ مسلمہ اور عقیل اسی مکان کے قریب سے گزرے تو جناب مسلمہ نے عدی کو دیکھا کہ وہ بچوں کے ساتھ گیند سے کھیل رہا ہے۔ شیخ مسلمہ نے جناب عقیل سے کہا کیا تم اس لڑکے کو پہچانتے ہو؟ آپ نے ان سے پوچھا یہ کون ہے؟ فرمایا یہ عدی بن مسافر ہے پھر دونوں نے انہیں سلام کیا۔ تو عدی نے ان کے سلام کے جواب میں دو مرتبہ سلام کہا۔ اس پر جناب مسلمہ نے پوچھا ہم نے تمہیں ایک مرتبہ سلام کہا لیکن تو نے دو مرتبہ لوٹایا۔ اس کی کیا وجہ ہے؟ آپ نے جواب دیا دوسری مرتبہ دراصل اس سلام کا جواب تھا جو آپ دونوں حضرات نے مجھے اس وقت کہا تھا جب میں والدہ کے پیٹ میں تھا۔

امام مناوی بیان کرتے ہیں کہ سیدی عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اگر نبوت مجاہدہ اور کوشش سے ملتی تو عدی اسے ضرور حاصل کر لیتا۔ آپ جب سجدہ کرتے تو آپ کے سر کا بھیجا یوں آواز دیتا جیسا کسی بلند جگہ سے پتھر لڑھک رہا ہو۔ آپ کا اکثر قیام بحر محیط کے چھپے جزیرہ میں ہوا کرتا تھا۔

بے مثال زہد اور ولی کی ملاقات

علامہ تاذفی نے ''قلائد الجواہر'' میں لکھا۔ منقول ہے کہ ابو اسرائیل یعقوب بن عبدالمقتدر سائح رحمۃ اللہ علیہ تین سال تنہا پہاڑ میں کھڑے رہے۔ حتیٰ کہ ان کی کھال اتر کر دوسری مرتبہ جسم پر آئی، ایک دن بھیڑیا آیا۔ اس نے آپ کو چاٹنا شروع کیا۔ پھر سفید گابھے کی طرح آپ کو چھوڑ گیا۔ آپ میں کچھ خود پسندی آگئی تو بھیڑیے نے سرخ آنکھیں نکال کر ان کی طرف دیکھا اور ان پر پیشاب کر دیا۔ انہوں نے دل میں کہا اگر اللہ تعالیٰ میرے مقدر میں کوئی ولی کر دیتا؟ اچانک شیخ عدی اپنے پاس ایک طرف کھڑے دیکھے۔ آپ نے اسے سلام نہ کیا۔ دل میں یہ خیال آیا کہ انہوں نے نہ جانے مجھے سلام کیوں نہیں کیا۔ آپ نے فرمایا ہم اس شخص کو سلام کہہ کر اور مرحبا کہہ کر نہیں ملتے جس پر بھیڑیے پیشاب کر جائیں پھر آپ نے وہ سب کچھ بیان کر دیا جوان کے ساتھ پیش آیا تھا تو انہوں نے اس پر انقطاع کی خواہش کی۔ شیخ عدی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنا پاؤں ایک چٹان پر مارا اس سے میٹھا پانی پھوٹ نکلا اور دوسرا پاؤں مارا تو ایک انار کا درخت زمین سے نکل آیا۔ آپ نے اس درخت سے کہا میں عدی ہوں۔ اللہ تعالیٰ کے حکم سے ایک دن میٹھا اور ایک دن کھٹا انار اگائے۔ اے ابو اسرائیل! یہیں قیام کرو۔ اس درخت سے کھاتے رہو اور اس چشمہ کا پانی پیتے رہو۔ جب تمہارا ارادہ ہو کہ مجھے ملو تو مجھے یاد کرنا میں فوراً آ جاؤں گا۔ پھر اسے وہیں چھوڑ دیا اور واپس

چلے گئے۔ پھر وہ (ابو اسرائیل) کئی سال وہیں ہی رہے۔

ولی کا ولی سے واسطہ

شیخ عمر قیسی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا میں شیخ عدی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں سات سال رہا۔ اس دوران میں نے بہت سی کرامات کا مشاہدہ کیا۔ آپ نے ایک دن مجھے فرمایا بحر محیط کے چھٹے جزیرے میں جاؤ۔ وہاں تمہیں ایک مسجد دکھائی دے گی۔ اس میں چلے جانا وہاں تمہیں ایک شیخ ملیں گے ان سے کہنا تمہیں جناب عدی نے یہ پیغام دیا ہے کہ پیشکش سے بچو اور جس کام میں اپنا ارادہ شامل ہو اسے اپنے لیے بہتر اور پسند نہ کرو۔ یہ کہہ کر آپ نے میرے دونوں کندھوں کے درمیان ہاتھ مارا تو مجھے مکان اور شیخ دونوں نظر آ گئے۔ میں نے شیخ مذکور کو پیغام دیا تو وہ رو پڑے اور شیخ عدی کے لیے دعا کی اور مجھے فرمایا سات خاص حضرات میں سے ایک اس وقت حالت نزع میں ہے اور عنقریب دنیا سے رخصت ہو رہا ہے اور میرے ارادے نے لالچ کیا کہ اس کی جگہ مجھے مل جائے۔ اس کے بعد شیخ عدی نے پھر میرے کندھوں کے درمیان ہاتھ مارا تو میں نے اپنے آپ کو شیخ کے عبادت خانہ میں موجود پایا۔

قبر میں عذاب ہوتا دیکھا اور اللہ سے معافی دلوادی

جناب شیخ رجا بار ستقی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک دن شیخ عدی رحمۃ اللہ علیہ اپنے عبادت خانہ سے باہر تشریف لائے اور اپنے کھیتوں کی سمت چل دیے۔ پھر میری طرف مڑ کر دیکھا اور فرمایا اے رجا! کیا تو نہیں سن رہا کہ یہ قبر والا مجھ سے مدد طلب کر رہا ہے؟ آپ نے اپنے دست مبارک سے ایک قبر کی طرف اشارہ کر کے یہ فرمایا پھر میں نے دیکھا کہ اس کی قبر سے دھواں بلند ہو رہا ہے۔ پھر آپ اس کی قبر کی طرف تشریف لے گئے اور وہاں ٹھہر گئے۔ آپ لگا تار اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے رہے حتیٰ کہ اس کی قبر سے دھواں نکلنا بند ہو گیا۔ پھر میری طرف دیکھا اور فرمایا اے رجا! اسے معاف کر دیا گیا ہے اور عذاب اس سے اٹھا لیا گیا ہے۔ شیخ پھر قبر کے قریب گئے اور آواز دی۔ آپ نے کردی زبان میں اسے خطاب کرتے ہوئے کہا اے حسین! خوشا خوشا، یعنی تم اب ٹھیک ہو۔ اس نے عرض کیا جی حضور! بہت خوش ہوں مجھ سے عذاب اٹھ گیا ہے۔ میں نے آپ سے یہ باتیں سنیں۔ پھر ہم واپس عبادت خانہ آ گئے۔

مردے کو زندہ کر دیا

جناب شیخ عمر قیسی بیان کرتے ہیں میں ایک دن حضرت عدی بن مسافر رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں تھا۔ آپ کی زیارت کے لیے کردوں اور بوزی باشندوں کی ایک جماعت آئی۔ ان میں ایک آدمی حسین خطیب کے نام سے مشہور تھا۔ شیخ نے اسے فرمایا اے حسین! تم اور تمہارے ساتھی سب اٹھو اور پتھر لا کر دیوار بناؤ۔ پتھروں کی یہ دیوار باغ کے اردگرد بنائی جانی تھی شیخ خود اٹھے اور ساری جماعت اٹھ کھڑی ہوئی۔ شیخ پہاڑ پر چڑھ گئے۔ وہاں سے پتھر کاٹ کر نیچے لڑھکانا شروع کر دیے اور لوگ ان پتھروں کو وہاں سے اس جگہ منتقل کر رہے تھے جہاں دیوار بنانی مقصود تھی۔ ایک پتھر ان میں سے ایک آدمی کو لگا۔ اس کا

گوشت اس کی ہڈی کے ساتھ جالگا۔ یعنی گوشت پس گیا اور وہ آدمی زمین پر گر گیا اسی وقت مر گیا یہ دیکھ کر خطیب حسین نے آواز دی کہ فلاں ساتھی مر گیا ہے۔ شیخ صاحب پہاڑ سے نیچے تشریف لائے اور اس آدمی کے پاس آئے جو پتھر لگنے سے فوت ہو گیا تھا۔ آپ نے اس کے پاس کھڑے ہو کر آسمان کی طرف ہاتھ اٹھایا اور دعا کی وہ شخص اللہ تعالیٰ کے حکم سے فوراً اٹھ کر کھڑا ہو گیا گویا اسے کچھ ہوا ہی نہیں تھا۔

دو پہاڑ ملا بھی دیے اور جدا بھی کر دیے

مروی ہے ایک دن آپ کی خدمت عالیہ میں امیر ابراہیم مہدانی صاحب قلعہ الجراحیہ حاضر ہوا۔ اس کے ساتھ صوفی فقراء کی ایک جماعت بھی تھی۔ امیر موصوف کو شیخ سے بہت زیادہ محبت تھی وہ اگرچہ دوسرے فقراء سے بھی محبت کرتا تھا لیکن شیخ عدی رحمۃ اللہ علیہ سے بہت زیادہ محبت تھی شیخ عدی رحمۃ اللہ علیہ کے مقام و مرتبہ کا کسی اور کو نہ سمجھتا تھا۔ صوفیہ کرام امیر موصوف کے ہاں آیا جایا کرتے تھے اور یہ انہیں شیخ عدی رحمۃ اللہ علیہ کے فضائل و مناقب سنایا کرتا تھا۔ انہوں نے ایک دفعہ کہا ہم ضرور شیخ عدی کے ہاں جائیں گے اور ان سے چند مسائل کا امتحان لیں گے چنانچہ وہ امیر کے ساتھ آ گئے۔ جب شیخ کے پاس سب بیٹھ گئے۔ انہیں سلام کیا تو ان میں سے ایک صوفی فقیر نے شیخ سے کچھ باتیں پوچھیں۔ شیخ خاموش رہے۔ اس سے باتیں پوچھنے والے نے یہ عقیدہ بنالیا کہ شیخ کو جواب نہیں آتا۔ لہٰذا ان کا خاموش رہنا ان کے بے بس ہونے کی دلیل ہے۔ شیخ نے اس کی نیت بھانپ لی اور آپ جماعت کی طرف متوجہ ہوئے اور بے قرار نظر آ رہے تھے۔ فرمانے لگے اللہ تعالیٰ کے کچھ بندے ہیں اگر ان میں سے کوئی ایک ان دو پہاڑوں کو کہے کہ مل جاؤ تو پہاڑ فوراً مل جائیں۔ صوفیہ کرام نے دونوں پہاڑوں کی طرف دیکھا کہ وہ فوراً مل گئے اور ایک پہاڑ ہو گئے۔ جب انہوں نے اپنی آنکھوں سے یہ دیکھ لیا تو سب آپ کے قدموں پر گر گئے۔ آپ اس وقت جلال کی حالت میں ڈوبے ہوئے تھے۔ آپ نے اپنے ہاتھوں سے پھر ان پہاڑوں کو اشارہ فرمایا تو وہ اپنی پہلی حالت پر آ گئے۔ آپ نے صوفیہ کرام کی معافی قبول کر لی اور سب صوفی آپ کے شاگرد بن گئے پھر اس کے بعد اجازت لی اور رخصت ہو گئے۔

اندھے، برص والے اور جذام والے کو تندرست کر دیا

شیخ عمر رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں۔ ایک دن میں جناب شیخ موصوف کے ہاں تھا تو صالحین کے بارے میں گفتگو چل نکلی اور ان کے حالات پر بات چیت ہونے لگی۔ شیخ عدی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا یہاں ایک مرد خدا ہے جو مادر زاد اندھوں، برص کی بیماری والوں اور کوڑھوں کو تندرست کر دیتا ہے۔ لیکن نبوت کا مدعی نہیں۔ میں نے شیخ کی اس بات کو اپنے دل میں بہت بڑا جانا اور خیال کیا کہ ایسا کرنے والا کون ہو سکتا ہے۔ میں نے جناب شیخ سے رخصت لی اور گھر آ گیا۔ پھر کچھ دنوں بعد دوبارہ زیارت کا ارادہ کیا۔ اور میں نے جو باتیں شیخ سے سنی تھیں، ابھی تک ان کا اثر مجھ میں باقی تھا۔ جب میں شیخ کے ہاں پہنچا اور سلام عرض کیا تو آپ نے مجھے کہا اے عمر! کیا تم ہمارے ساتھ سفر پر جانے کے لیے آمادہ ہو لیکن ایک شرط ہے کہ تم بولو گے نہیں؟ میں نے عرض کیا حضور! منظور ہے آپ اپنے گھر سے باہر نکلے۔ میں بھی آپ کے پیچھے پیچھے تھا۔ چلتے چلتے ہم ایک بڑے میدان میں

پہنچے مجھے سخت بھوک لگ گئی۔ جس کی وجہ سے میں شیخ موصوف سے الگ ہونے لگا۔ آپ نے میری طرف دیکھا اور فرمایا اے عمر! چلنے سے قاصر ہو چکے ہو میں نے عرض کیا حضور! سخت بھوک لگی ہے۔ اس نے لاچار کر دیا ہے۔ آپ ایک خشک جھاڑی کا پھل توڑتے اور میرے منہ میں ڈال دیتے میں اسے کھاتا تو وہ تر معلوم ہوتا۔ جب میں نے کافی مقدار میں کھا لیا اور میرا دل مضبوط ہو گیا تو شیخ آگے چل پڑے۔ میرے دل نے کہا جھاڑی کا خشک پھل تم بھی خود توڑ کر کھاؤ میں نے ان میں سے ایک توڑ کر منہ میں ڈالا تو میرا منہ کڑوا ہو گیا اور میں نے اسے باہر پھینک دیا۔ شیخ نے میری طرف دیکھا اور فرمایا اے دبیر! میں نے عرض کی جی حضور! میں دبیر ہوں۔ پھر ہم اور آگے چلے تو ایک گاؤں دکھائی دیا جس میں چشمہ تھا اور چشمہ کے قریب ایک درخت تھا۔ درخت کے نیچے ایک نوجوان تھا جو اندھا، کوڑھ کا مریض اور لنجا تھا۔ جب میں نے اسے دیکھا تو مجھے شیخ کی وہ بات یاد آ گئی۔ میں نے دل میں کہا اگر شیخ کا وہ کہنا سچ تھا تو آج شیخ اسے تندرست کر دیں گے۔ آپ نے میری طرف دیکھا اور فرمایا اے عمر! تیرے دل میں کیا کھٹکا ہے۔ میں نے عرض کیا حضور! آپ کے دل میں اللہ تعالیٰ کی جو حرمت ہے اس کا صدقہ اور شیخ عقیل اور شیخ مسلمہ کی حرمت کا صدقہ کیا آپ اس بیمار آدمی کے لیے تندرست ہونے کی دعا نہیں کریں گے؟ آپ نے فرمایا اے عمر! ہمارا پردہ اور راز فاش نہ کرنا۔ چنانچہ میں نے آپ کو قسم اٹھا کر یقین دلایا کہ راز، راز ہی رہے گا۔ آپ چشمہ کی طرف تشریف لے گئے۔ قبلہ رخ کھڑے ہوئے۔ دو رکعت نماز ادا کی، پھر فرمایا جب مجھے سجدہ میں دعا کرتے پاؤ تو میری دعا میں آمین کہنا۔ جب آپ نے دعا کی میں نے آمین کہی۔ پھر کھڑے ہوئے اور اپنا دست مبارک اس نوجوان پر پھیرا اور اسے کہا اللہ تعالیٰ کے حکم سے کھڑا ہو جا وہ اٹھ کر دوڑنے لگا گویا کسی قسم کی بیماری اسے تھی ہی نہیں۔ اس نے بستی والوں سے کہا کہ میرے قریب سے دو آدمی گزرے تھے۔ ان میں سے ایک نے میرے جسم پر ہاتھ پھیرا تو میں تندرست ہو گیا۔ پھر بستی کے باشندے ہماری طرف دوڑ پڑے۔ جب شیخ نے انہیں دیکھا تو آپ نے مجھے اپنے سامنے بٹھا لیا اور اپنی آستین سے مجھ کو ڈھانپ لیا۔ پھر وہ لوگ ہمیں نہ دیکھ سکے۔ جب وہ ناامید ہو کر واپس چلے گئے تو شیخ اٹھے اور واپس چلے پڑے۔ میں بھی آپ کے پیچھے پیچھے چل پڑا۔ ابھی کچھ دیر ہی چلے ہوں گے کہ ہم اچانک شیخ کے عبادت خانہ میں موجود تھے۔

مرید کے ہر حال پر شیخ کی نظر ہوتی ہے

شیخ اسماعیل تونسی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا میں اور تونسی لوگوں کی ایک جماعت شیخ عدی رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کرنے چلے۔ جب ہم آپ کے پاس پہنچ گئے تو ہم نے آپ کو سلام کہا اور بیٹھ گئے۔ حضرات اولیاء کرام کی کرامات اور ان کے درجات کے بارے میں گفتگو چل نکلی۔ شیخ عدی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہر وہ شیخ جو اپنے مرید کے بارے میں یہ نہیں جانتا کہ رات بھر اس کے دل نے کتنے پلٹے کھائے، وہ شیخ نہیں اگرچہ اس کا مرید زمین کے مشرق یا مغرب میں ہو۔ میں نے یہ بات سن کر دل میں کہا یہ تو بڑا مشکل کام ہو گیا۔ میں اپنی بیوی سے ہم بستری کرتا ہوں اور کیا شیخ میری طرف دیکھ رہے ہوتے ہیں؟ جب میں واپس گھر آیا۔ میں نے ایک مہینہ مکمل اپنی بیوی سے علیحدگی اختیار کیے رکھی۔ پھر شیخ عدی رحمۃ اللہ علیہ کو میرے بارے میں علم ہو گیا کہ میں کس حال میں ہوں۔ آپ نے اپنے قریب بیٹھنے والے فقراء سے فرمایا جب تم اپنے گھروں کو جاؤ تو تم میں سے ایک تونسیہ

جائے اور اسماعیل کو کہنا کہ میرے پاس آئے۔ جب انہوں نے شیخ کا پیغام اسماعیل کو پہنچایا تو فرماتے ہیں میں اسی وقت کھڑا ہو گیا اور آپ کی زیارت کا قصد کر لیا۔ جب میں آپ کے پاس پہنچا سلام کیا تو آپ نے مجھے ڈانٹ پلائی اور جھڑک دی۔ اور فرمایا اے اسماعیل! شیخ جو پسند کرتا ہے وہ دیکھ لیتا ہے۔ اس کا مرید خواہ حلال پر ہو یا حرام پر ہو۔ خبردار آئندہ ایسی سوچ نہ سوچنا۔ میں نے آپ کا حکم سر آنکھوں پر لیا اور اجازت لے کر واپس لوٹ آیا۔

بظاہر ننگے پاؤں درحقیقت نور کی ڈولی میں

شیخ محمد بن رشار رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا میں جناب شیخ کے پاس تھا اور آپ نے جب اپنے بھائی کے بیٹے کی بیوی کے پاس جانے کا ارادہ کیا تو میں بھی ساتھ ہو لیا۔ آپ کے بھتیجے کا نام ابوالبرکات تھا۔ اورزق البوریہ ان کی رہائش تھی۔ جب ہمارا گزر ایک ایسی جگہ سے ہوا جہاں ہر طرف کانٹے ہی کانٹے تھے تو میں نے دل میں کہا ہمارے ساتھیوں میں سے کچھ تو گھوڑوں پر سوار ہیں، کچھ پیدل ہیں اور انہوں نے جوتیاں پہن رکھی ہیں۔ جس سے کانٹے نہیں چبھتے اور شیخ عدی بالکل ننگے پاؤں چل رہے ہیں۔ یہ بات مجھ پر بہت بھاری ہوئی اتنی کہ میں رو پڑا۔ تو اللہ تعالیٰ نے میری آنکھوں سے پردہ اٹھا دیا تو میں کیا دیکھتا ہوں کہ شیخ نور کی ایک ڈولی پر سوار ہیں جو زمین سے سات ہاتھ بلند ہے۔

ولی بہت بڑا عالم ہوتا ہے

جناب ابوالبرکات رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میرے چچا شیخ عدی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں ایک مرتبہ تیس فقیر حاضر ہوئے۔ ان میں سے دس نے کہا ہمارے آقا! ہم سے حقیقت کے بارے میں کچھ گفتگو فرمائیے۔ آپ نے ان سے اسی موضوع پر گفتگو کی تو وہ دس کے دس پگھل گئے ان کی جگہ صرف پانی ہی نظر آتا تھا۔ پھر دوسرے دس فقیروں نے کہا کہ ہم سے محبت کی حقیقت کے بارے میں گفتگو فرمائیے۔ آپ نے کلام فرمایا تو یہ دس کے دس مر گئے۔ پھر آخری دس نے عرض کیا ہم سے فقر کی حقیقت کے بارے میں گفتگو فرمائیے۔ آپ گویا ہوئے تو انہوں نے اپنے اپنے جسم پر سے تمام کپڑے اتار پھینکے اور ننگے بدن جنگل کی طرف نکل کھڑے ہوئے۔

درختوں کا سجدہ کرنا

ایک دن آپ کے پاس کچھ لوگ آئے۔ عرض کرنے لگے حضور! ہم آپ سے درخواست کرتے ہیں کہ ہمیں اولیاء کرام کی کرامات میں سے کچھ دکھائیں۔ آپ نے فرمایا میرے بھائیو! ہم فقیر ہیں (جاؤ کسی ولی سے جا کر یہ مطالبہ کرو) وہ کہنے لگے نہیں حضرت: ہمیں ضرور دکھایئے۔ آپ نے ان سے کہا اللہ تعالیٰ کے کچھ بندے ایسے ہوتے ہیں جو ان درختوں کو حکم دیں کہ اللہ تعالیٰ کو سجدہ کرو (تو وہ سجدہ میں گر پڑیں) آپ کے اس ارشاد کے ساتھ ہی وہ تمام درخت سجدے میں پڑ گئے۔ اس کرامت کا یہ نتیجہ ہوا کہ آج تک جو درخت بھی وہاں اگتا ہے وہ سیدھا نہیں ہوتا بلکہ آپ کی عبادت گاہ کی طرف جھکا ہوا ہوتا ہے۔ آپ نے 585ھ میں انتقال فرمایا۔ اپنی عبادت گاہ میں ہی دفن کیے گئے آپ کی قبر زیارت گاہ اور متبرک جگہ ہے۔ اور "قلائد الجواہر فی مناقب الشیخ عبدالقادر" میں آپ کی وفات 555ھ بھی اور بقول بعض 557ھ لکھی گئی ہے۔

حضرت عربی فشتالی مغربی رحمۃ اللہ علیہ

سیدی عبدالعزیز دباغ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں سیدی عربی فشتالی رحمۃ اللہ علیہ ولی اللہ تھے۔ عالم، فقیہ اور مقری بھی تھے ان کی ایک ہمشیرہ تھی اور ہمشیرہ کی ایک بیٹی تھی۔ اس بیٹی کا والد علال قمارشی بڑا امیر اور فارغ البال شخص تھا۔ علال قمارشی کے انتقال کے بعد اس کی بیوہ نے مکناسہ الزیتون کے ایک شخص سے شادی کر لی اور اس کی بیٹی (شیخ عربی فشتالی کی بھانجی) شیخ عربی کے پاس رہ گئی۔ انہوں نے اس کی تربیت کی اور دیکھ بھال کی۔ آپ کو اس بچی سے بہت پیار تھا اور آپ اس کی ضروریات بھی پوری کرتے تھے۔ سیدی عربی ولی ہونے کے ساتھ ساتھ فقیہ اور مقری بھی تھے۔ اپنے اہل وعیال کو درس دیا کرتے تھے۔ اور طالب علم آپ سے اپنی تختیاں درست کراتے اور ان پر نیا سبق لکھواتے۔ ابومسعود بھی ان طالب علموں میں سے ایک تھے جو آپ سے علم حاصل کرتے تھے۔ ایک دن جب پڑھائی کی مجلس مکمل ہوئی تو انہوں نے آواز دے کر ابومسعود کو بلایا اور فرمایا میں چاہتا ہوں کہ اپنی بھانجی کی تجھ سے شادی کر دوں۔ آپ کی ہمشیرہ کا نام راضیہ اور بھانجی کا نام فارحہ تھا۔ ابومسعود نے جواب دیا اگر آپ نکاح میں دیتے ہیں تو مجھے قبول ہے۔ فرمایا میں اسے تیری زوجیت میں دیتا ہوں۔ ابومسعود نے کہا میں نے قبول کی۔ پھر سیدی عربی نے اسے کہا حق مہر اور جہیز کا تمام سامان میرے ذمہ ہے۔ اس میں سے تجھے کچھ بھی نہیں کرنا۔ یہ سن کر ابومسعود بہت زیادہ خوش ہوئے۔ سیدی عربی اس سے قبل بھی ابومسعود کو بہت چاہتے اور محبت کرتے تھے آپ جب بھی ملتے تو جو کچھ بن پڑتا اسے دے دیتے اور وہ خوش ہو جایا کرتا تھا۔ جب عقد مکمل ہو گیا تو سیدی عربی نے اپنی بھانجی کو سامان جہیز دیا اور اسے اس کے خاوند ابومسعود کے گھر روانہ کر دیا۔ اس کے بعد آپ کی ملاقات ہوئی تو فرمایا میری دکان پر آنا۔ آپ بکریوں کی سریاں بھون کر فروخت کیا کرتے تھے۔ ابومسعود روزانہ نماز عصر کے بعد آتے اور آپ انہیں دو عدد سریاں دیتے۔ سیدی دباغ رحمۃ اللہ علیہ اپنی والدہ سے روایت کرتے ہیں سیدی عربی رحمۃ اللہ علیہ اپنی والدہ سے روایت کرتے ہیں سیدی عربی رحمۃ اللہ علیہ میرے (بعد عزیز دباغ) والد گرامی سید مسعود کے ساتھ بہت حسن سلوک فرمایا کرتے تھے اور بہترین کھانے وغیرہ بطور ہدیہ بھیج کر اظہار محبت کیا کرتے تھے۔

ولادت سے بہت پہلے خوشخبری

سیدی عربی فشتالی رحمۃ اللہ علیہ نے بہت پہلے جناب عبدالعزیز دباغ کی ولادت کی خوشخبری سنا دی تھی۔ واقعہ یوں ہوا کہ آپ نے اپنی بھانجی کو فرمایا جو سیدی دباغ کی والدہ ہیں تمہارے ہاں ایک بچہ اور آئے گا۔ اس کا نام عبدالعزیز ہے اور وہ ولایت میں عظیم الشان ہو گا۔ سیدی عبدالعزیز فرماتے ہیں میں نے اپنی والدہ کو فرماتے سنا کہ سیدی عربی فشتالی نے کہا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی۔ آپ نے مجھے فرمایا تیری بھانجی کے ہاں ہمارا ایک بہت بڑا لڑکا پیدا ہو گا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم اس کے والد کا نام کیا ہو گا؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابومسعود۔ سیدی عربی کی یہ تمنا تھی کہ وہ شیخ عبدالعزیز دباغ کی ولادت کے وقت زندہ رہتے اور یہ موقع دیکھ سکتے۔ پھر جب 1090ھ میں وباء پھیلی تو اس وبا میں سیدی

عربی فشتالی کا انتقال ہوگیا۔ جب آپ کے وصال کا وقت آیا تو آپ نے ابو مسعود کی طرف آدمی بھیجا اور اپنے ہاں انہیں بلوایا۔ آپ تشریف لائے تو پوچھا تمہاری بیوی کدھر ہے؟ چنانچہ انہیں بلوایا گیا دونوں حاضر تھے۔ تو سیدی عربی نے انہیں فرمایا یہ چیزیں تمہارے ہاں امانت ہیں اس وقت تک جب تمہارے ہاں ایک لڑکے کا اضافہ نہیں ہوجاتا جس کا نام عبدالعزیز ہے۔ یہ امانتیں اسے دے دینا۔ جناب دباغ فرماتے ہیں وہ امانتیں ایک سر پر رکھنے کا کپڑا اور ایک سیاہ موزہ تھا۔ کیونکہ اس دور میں یہی پہنا جاتا تھا۔ فرماتے ہیں میری والدہ نے امانت لی اور اسے محفوظ کرلیا۔ پھر میری والدہ کے ہاں ایک بچی کا اضافہ ہوا۔ وہ جب تک خدا نے چاہا زندہ رہی پھر میں پیدا ہوا۔ یوں ایک لڑکے کا اضافہ ہوگیا۔ میں بالغ ہوگیا اور رمضان شریف کے روزے رکھنے کے قابل ہوگیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے میری والدہ کو الہام کیا کہ امانت لے آؤ اور جس کی ہے اسے دے دو۔ آپ نے امانت لاکر فرمایا بیٹا! سیدی عربی فشتالی رحمۃ اللہ علیہ نے اس امانت کی تیرے لیے وصیت فرمائی تھی۔ فرماتے ہیں میں نے امانت لے لی سر والے کپڑے کو میں نے سر پر باندھا اور موزوں کو پاؤں میں ڈال لیا۔ اس سے مجھے عظیم ٹھنڈک محسوس ہوئی۔ حتیٰ کہ میری آنکھوں میں آنسو آگئے اور جو سیدی عربی نے فرمایا تھا میں وہ سمجھ گیا اور آپ کا اشارہ میری سمجھ میں آگیا۔ والحمدللہ رب العالمین

دور رہنے والے کی موت کی خبر

''البریز'' میں ایک کرامت نقل کی گئی ہے جس کی روایت کرنے والے ولی کبیر شیخ سیدی احمد بن عبداللہ صاحب الحنفیہ مغربی ہیں بیان فرماتے ہیں ایک مرتبہ میں مقام سایس میں سیدی عربی فشتالی کے ہمراہ تھا۔ آپ نے اچانک مجھے فرمایا بہت بڑا معاملہ ہوگیا ہے میں نے عرض کیا وہ کیا حضور! فرمانے لگے سیدی محمد بن ناصر رحمۃ اللہ علیہ کا ابھی انتقال ہوگیا ہے۔ میں نے عرض کیا آپ کو کس نے بتایا؟ فرمانے لگے وہ واقعی انتقال کر گئے ہیں۔ فرماتے ہیں میں بڑا حیران و پریشان تھا (کہ کسی نے خبر بھی نہیں دی اور بڑے اعتماد کے ساتھ ان کے انتقال کی خبر دے رہے ہیں) پھر آپ نے ارشاد فرمایا ذرا اس شخص کو دیکھ جو دور سامنے نظر آرہا ہے۔ میں نے دیکھا تو وہ بہت دور ہونے کی وجہ سے ایک سایہ سا دکھائی دیتا تھا۔ فرمایا وہ ہمارے پاس سیدی محمد بن ناصر کی انتقال کی خبر لا رہا ہے۔ فرماتے ہیں کہ ہم چلتے رہے حتیٰ کہ اس شخص سے آن ملے ہم نے اس سے پوچھا کیا خبر ہے؟ کہنے لگا سیدی محمد بن ناصر کا انتقال ہوگیا ہے۔

شادی کی پیشگی اطلاع

سیدی احمد بن عبداللہ بیان کرتے ہیں میں ایک دن قروین میں تھا۔ وہاں مجھے سیدی عربی ملے۔ میری شادی کرنے کی کوئی نیت نہ تھی۔ جب آپ نے مجھے دیکھا تو فرمایا عورت (بیوی) مبارک ہو میں نے عرض کیا کون سی عورت؟ فرمانے لگے وہ جس سے تم شادی کروگے۔ میں نے عرض کیا حضور! میرے دل میں تو شادی کا خیال تک نہیں۔ فرمانے لگے تم ضرور شادی کروگے۔ سیدی احمد بن عبداللہ بیان کرتے ہیں اس کے سات دن بعد ہی میرے دل نے شادی کی خواہش کی پھر میری شادی ہوگئی۔

سیدی عربی رحمۃ اللہ علیہ اپنی حالت چھپایا کرتے اور اپنے اسرار کو پوشیدہ رکھتے ایک دن آپ نے اپنے بعض شاگردوں سے گفتگو کرتے ہوئے فرمایا کیا تم گمان کرتے ہو کہ کشف بھی کوئی حقیقت ہے؟ وہ تو ایک چالاکی ہے اور شعبدہ بازی ہے اور ذہن کی تیزی ہے۔ اگر تمہیں اس میں شک ہو تو میری طرف دیکھو تم مجھے بھی جانتے ہو اور میرے حالات سے بھی بخوبی واقف ہو اور تمہیں یہ بھی پتہ ہے کہ میں کوئی ولی نہیں ہوں۔ انہوں نے کہا ٹھیک ہے ہم سب کچھ جانتے ہیں اور ہمیں یہ بھی علم ہے کہ آپ ولی اللہ نہیں ہیں۔ اس کے بعد سیدی عربی فشتالی نے ان طلبہ میں سے ایک کو معین کر کے فرمایا کیا تو نے یہ ارادہ نہیں کیا تھا کہ فلاں وقت فلاں کام کرے گا؟ طالب علم بولا ہاں ایسا ہوا ہے اس پر سیدی عربی بولے یہ وہی ہے جو ابھی میں نے تم سے کہا تھا کہ کشف ایک چالاکی ہے انہوں نے بھی یہی خیال کیا کہ کشف واقعی چالاکی ہے۔

حکومت کا خاتمہ

سیدی مہدی بن یحییٰ کہتے ہیں میں نے سیدی احمد بن عبداللہ سے یہ کہتے سنا۔ میں سیدی عربی فشتالی کے ہمراہ سوق الخمیس میں تھا۔ آپ نے فرمایا بادشاہ مولوی رشید رحمۃ اللہ علیہ اپنے ملک میں تھا اور اس کی حکومت کامیابی سے چل رہی تھی اس کا نہ کوئی مخالف اور نہ کوئی بدخواہ تھا۔ حکومت ملنے کی مبارک بادیاں آ رہی تھیں اس دوران کہ میں سیدی عربی رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ سوق الخمیس میں تھا۔ آپ نے مجھے فرمایا میں ابھی مولوی رشید کے مرنے پر رونے کی آواز سن رہا ہوں۔ ان کی موت مراکش میں ہوئی تھی میں نے پوچھا حضرت! یہ کیونکر ہوا؟ ابھی تو اس کی حکومت زوروں پر تھی۔ راوی بیان کرتے ہیں ابھی تھوڑا سا وقت گزرا ہوگا کہ مولوی رشید کی موت کی خبر آ گئی۔ (قالہ فی الابریز)

حضرت عرفہ قیروانی مغربی رحمۃ اللہ علیہ

آپ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے مقلد تھے۔ عارف باللہ اور شیخ سیدی علی بن میمون رحمۃ اللہ علیہ کے شیخ تھے۔

نماز کے وقت زنجیریں خود بخود ٹوٹ جاتیں

آپ کی ایک کرامت سیدی محمد بن شیخ علوان نے اپنی کتاب ''تحفۃ الحبیب'' میں ذکر کی ہے۔ وہ یہ کہ سلطان المغرب نے آپ کو ایک جھوٹے اور چغل خور کی شکایت پر قید کر دیا اور زنجیریں ڈال کر قید خانے میں ڈال دیا۔ جب نماز کا وقت آتا تو شیخ موصوف زنجیروں کی طرف اشارہ فرماتے وہ ٹوٹ کر گر پڑتیں۔ آپ کھڑے ہو کر نماز ادا فرما لیتے۔ یہ دیکھ کر آپ کے ساتھ قید میں رہنے والے قیدی نے کہا جب آپ کا اللہ تعالیٰ کے ہاں اس قدر مقام و مرتبہ ہے تو کس وجہ سے یہاں قید خانے میں پڑا رہنا پسند کیا ہے؟ آپ نے فرمایا میرا یہاں سے نکلنا ایک مقررہ وقت پر ہوگا جو ابھی نہیں آیا۔ آپ اسی حالت میں قید خانہ میں رہے۔ حتیٰ کہ سلطان المغرب نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے فرمایا جلدی سے عرفہ کو انتہائی تعظیم و تکریم کے ساتھ قید خانے سے رہا کر دو۔ اور دیکھو تمہیں ان سے معافی مانگنی پڑے گی۔ اور اپنے قصور کا اعتراف کرنا پڑے گا۔ ورنہ تو غصہ کے تحت آ جائے گا۔ کیونکہ وہ اولیاء اللہ میں سے ہے جب سلطان المغرب صبح کو اٹھا تو آپ

کو انتہائی تعظیم و تکریم سے رہا کیا۔ آپ کی عمر کافی لمبی ہوئی 948ھ میں انتقال فرمایا۔ شیخ سیدی علی بن میمون (جوان کے مرید تھے) کی وفات سے تیس سال بعد انتقال فرمایا۔

سیدہ عروسہ الصحر ا رحمۃ اللہ علیہا

آپ صاحب ''التذکرہ والتکملہ'' ابوالحسن بن طاہر بن غلبون کی صاحبزادی ہیں۔ شادی کے بعد پہلی رات کو ہی انتقال فرما گئیں۔ اس کا سبب یہ ہوا کہ ان کی شادی ان کے چچازاد سے ہوئی وہ بیاہ کر انہیں گھر لے گئے۔ پہلی رات جب ان کے پاس آئے اور ان کا گھونگٹ اٹھایا اور انہوں نے اپنے چچازاد کو دیکھا اس سے قبل اس پاکباز عورت نے اپنے والد گرامی کے علاوہ کسی مرد کی شکل نہ دیکھی تھی تو چچازاد کی شکل دیکھ کر بہت شرم وحیا محسوس کی۔ اسی وقت پسینہ چھوٹنے سے اندھی ہوگئیں۔ پھر اللہ تعالیٰ سے دعا کی اے اللہ! مجھے کسی کے ہاتھوں بے عزت نہ کرنا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول کر لی اور اسی وقت فوت ہو گئیں۔ اس کا راز ان کی قبر سے ظاہر ہوا حتیٰ کہ کوئی انسان اگر ان کی قبر پر موجود پرانے پتھروں پر ہاتھ رکھتا اور سخت گرمی ہوتی تو وہ پسینہ کا اثر ان میں پاتا۔ موصوفہ کی قبر قبولیت دعا کے لیے معروف ہے اور سیدہ کی قبر ان کے والد ابوالحسن بن طاہر بن غلبون کی قبر کے نزدیک مصر میں واقع ہے۔ (قالہ السخاوی)

حضرت عزاز بن مستودع بطائحی رحمۃ اللہ علیہ

آپ جلیل القدر شیخ اور بہت بڑے عارف شخصیت تھے۔ اور صالحین میں سے مشہور اور مقربین کے سردار تھے۔ آپ کی علامات صادق اور کرامات مشہور تھیں۔ آپ تمکین تام اور تصرف عام کے مالک تھے۔

نوجوان کی ٹوٹی پنڈلی ہاتھ پھیر کر جوڑ دی

بیان کیا گیا ہے کہ آپ کا ایک مرتبہ جنگل میں ایک ایسے شخص کے قریب سے گزر ہوا جسے شیر نے پھاڑ دیا تھا۔ اس کی پنڈلی توڑ کر دو ٹکڑے کر دی تھی وہ شیر اس قدر خوفناک تھا کہ عام لوگ اور ڈاکو تک اس سے ڈرتے تھے۔ جب شیر کو شیخ نے دیکھا تو اس پر چیخ ماری۔ جس سے وہ بھاگ کھڑا ہوا۔ پھر آپ نے اس کی طرف لوبیا جتنی کنکر ماری تو وہ گر کر مر گیا۔ پھر آپ نوجوان کے پاس تشریف لائے اور اس کی ٹوٹی پنڈلی کو اس کی جگہ پر رکھا اور اپنا ہاتھ اس پر پھیرا تو وہ جوان اسی وقت کھڑا ہو گیا اور اپنے گھر کی طرف دوڑ کر چلا گیا۔

دشمن پر فتح کی پیشگوئی

آپ کی کرامات میں سے ایک کرامت ہم تک یوں پہنچی کہ خلیفہ مقتدی بامر اللہ نے آپ سے درخواست کی کہ بغداد تشریف لائیں تاکہ آپ سے برکات حاصل کی جا سکیں۔ جب آپ بغداد پہنچ کر خلیفہ کے محل میں جانے لگے تو محل کی ہر دہلیز سے گزرتے وقت جو پردہ لٹکتا ہوا نظر آیا اس کے آپ نے ٹکڑے ٹکڑے کر دیے پھر خلیفہ سے کہا عجم کا بادشاہ تم پر ایک فوج لے کر حملہ آور ہوگا جس کے سامنے ٹھہرنا تمہارے بس کی بات نہیں ہوگا۔ وہ تمہاری فوج پر بھی قبضہ کر لے گا اور خود تمہیں بھی گرفتار

کر لے گا پھر وہی ہوا جو شیخ نے کہا تھا بادشاہ کو قید کر دیا گیا اور بغداد میں نظر بند کر دیا گیا۔ کئی دنوں بعد تاوان دے کر خلاصی ہوئی۔ آپ عراق میں شق النقیبات میں رہائش پذیر رہے اور یہیں انتقال فرمایا۔

جناب تاذفی بیان کرتے ہیں شیخ عبداللطیف نے کہا شیخ عزاز رحمۃ اللہ علیہ ایک مرتبہ کھجوروں کے درختوں کے پاس سے گزر رہے تھے تو آپ کو پکی ہوئی تازہ کھجور کھانے کی خواہش ہوئی۔ میں نے دیکھا کہ کھجور کے گابھے آپ کی طرف جھکتے۔ آپ ان میں سے کھجوریں توڑ کر کھاتے پھر واپس وہ اپنی حالت میں ہو جاتے۔

ولی اللہ کی خواہش پوری کر دے گی

آپ کے خادم شیخ جلیل ابوالمعمر اسماعیل واسطی بیان کرتے ہیں۔ میں نے اپنے شیخ جناب شیخ عزاز رحمۃ اللہ علیہ سے سنا فرمایا مجھ پر ابتدا میں اک ایسی حالت طاری ہوئی جس میں چالیس دن میں نے کھائے پیے بغیر گزار دیئے۔ ان دنوں میں میری یہ حالت تھی کہ دو چیزوں کے درمیان فرق کرنا بھی ختم ہو گیا تھا۔ پھر میں احساسات کی دنیا میں واپس آیا اور خود اپنے آپ سے پندرہ دن اور بے خبر رہا۔ پھر عادت کے مطابق میری حالت ہو گئی میرے دل نے چاہا کہ گندم کی موٹی تازی روٹی، بھنی ہوئی مچھلی اور سرخ رنگ کے نئے برتن میں میٹھا پانی ملے۔ میں اس وقت دریائے کنارے پر تھا۔ میں نے موجوں کے درمیان سیاہ رنگ کی کچھ چیزیں دیکھیں۔ جب وہ میرے قریب آئیں تو وہ تین مچھلیاں تھیں۔ ان میں سے ایک نے اپنی پشت پر دو روٹیاں، دوسری نے ایک برتن میں بھنی ہوئی مچھلی اور تیسری نے سرخ رنگ کے نئے برتن میں پانی اٹھایا ہوا تھا۔ موجیں انہیں دائیں بائیں تھپیڑے لگا رہی تھیں۔ حتیٰ کہ وہ میرے قریب آ گئیں۔ پھر ان میں سے ہر ایک نے اپنی پشت پر رکھی چیز میری طرف پھینک دی۔ اس طرح جیسے کوئی انسان کسی دوسرے انسان کے سامنے رکھ دیتا ہے۔ پھر جدھر سے آئیں ادھر چلی گئیں۔ میں نے دونوں روٹیاں کھائیں۔ وہ گندم کے آٹے سے بنی ہوئی تھیں اور ان سے گندم کے بخارات اٹھ رہے تھے۔ میں نے وہ کھائیں۔ بھنی ہوئی مچھلی کھائی اور نئے برتن سے پانی پیا۔ اتنا لذیذ کہ دنیا میں ایسا لذیذ پانی کبھی نہ پیا، کھانے پینے سے میرا پیٹ بھر گیا۔ لیکن ان اشیاء کا دسواں حصہ بھی کم نہ ہوا۔ بقیہ میں نے چھوڑ دیا اور آگے چل پڑا۔

حضرت عزالدین بن نعیم رحمۃ اللہ علیہ

جو چاہا فقیر نے دے دیا

جناب سراج بیان کرتے ہیں۔ ہمیں بتایا گیا کہ سلطان ملک ظاہر رکن الدین ابوالفتح بیبرس بن عبداللہ صالحی رحمۃ اللہ علیہ ایک دن شیخ عز الدین بن نعیم کی زیارت کے لیے آئے۔ راستے میں اپنے ساتھی سے کہا ہماری خواہش ہے کہ آج ہمیں شیخ عز الدین پلائیں کھلائیں۔ اور وہ بھی ایسا کہ جسے آگ سے نہ پکایا گیا ہو۔ یہ سن کر ساتھی نے اسے بہت مشکل کام سمجھا۔ ملک ظاہر نے کہا اس مرد خدا کے نزدیک یہ کوئی بڑا کام نہیں۔ بہر حال جب یہ لوگ شیخ کے پاس پہنچے تو شیخ نے ان کے سامنے ایک گڑھا کھودنے کا حکم دیا۔ پھر اس میں ایک ہنڈیا میں ان کی طلب کے مطابق اشیاء ڈال کر رکھنے کو کہا۔ جب گڑھے میں ہنڈیا رکھ دی

گئی تو فرمایا اوپر مٹی ڈال دو۔ پھر کچھ دیر بعد اسے نکالا گیا اس میں بہترین قسم کا پلاؤ تھا اور ایسی آنچ پر پکا تھا کہ اس سے بہتر نہ پک سکتا تھا۔ ان لوگوں کو دیکھ کر خطرہ محسوس ہوا کہ اگر ہم نے فوراً کھایا تو اس کی گرمی سے ہمارے ہاتھ منہ کا گوشت گر جائے گا یہ دیکھتے ہوئے شیخ عزالدین نے فرمایا کھاؤ تمہیں کوئی خطرہ نہیں۔ پھر بار بار سلطان نے عرض کیا حضور! کسی چیز کی تمنا فرمائیں لیکن آپ نے یہی فرمایا مجھے کوئی تمنا نہیں اس سے ان لوگوں کا فقراء پر اور اعتقاد بڑھ گیا۔

شراب بہترین شہد بن گیا

جناب سراج ہی بیان کرتے ہیں صاحب حماۃ المحروسہ نے باغیوں کے اشارہ پر ایک مرتبہ شیخ کے پاس شراب سے بھری چند سواریاں بھیجیں تاکہ ان کی بزرگی کا امتحان لیا جائے۔ جب شراب سے بھرے برتن سامنے لائے گئے تو شیخ نے فرمایا انہیں کھولو میں نے شراب گرادی ہے۔ حاضرین کہنے لگے یا سیدی! یہ اس طرح اب بھی شراب ہی ہے۔ ان لوگوں نے یہ بات اپنے خیال کے پیش نظر کہی۔ آپ نے پھر فرمایا کھولو۔ چنانچہ جب ان برتنوں کے منہ کھولے گئے تو ان میں کچھ بھی نہ تھا۔ آپ نے فرمایا انہیں انڈیلو۔ جب انڈیلا گیا تو ان میں عمدہ قسم کا شہد نکلا۔ فقراء نے کچھ کھایا اور بقیہ حماۃ کے والی کو بھیج دیا۔ اس کے ساتھ ایک چمڑے کے برتن میں کنکریاں اور روئی ڈال کر وہ بھی بھیج دیا۔ جب یہ اشیاء والی حماۃ کے پاس پہنچیں تو اس نے بھیجنے والے (شراب بھیجنے والے) پر سخت ناراضگی کا اظہار کیا اور اسے معلوم ہو گیا کہ یہ شخص ظالم ہے۔

جناب سراج فرماتے ہیں عزالدین موصوف رحمۃ اللہ علیہ بہت بڑے ولی اور محققین کے سردار تھے۔ آپ کے احوال و کرامات مشہور و معروف تھیں۔ آپ کا مقام سلیمیہ میں تھا جو حماۃ کے زیر انتظام تھی۔ 675ھ میں انتقال فرمایا۔ اور سیمیہ کے مغرب میں صلۃ نامی بستی میں دفن کیے گئے۔ آپ کی قبر زیارت گاہ ہے اور ہر سال آپ کے یوم وصال پر عظیم محفل منعقد ہوتی ہے۔ آپ کے بہت سے تابع ہیں۔ جن میں سے بہت بڑے بڑے مشائخ بھی ہیں۔ ہم نے ان کی عظیم حالت دیکھی۔

حضرت شیخ عسالی خلوتی کردی دمشقی رحمۃ اللہ علیہ، ان کا اسم گرامی احمد ہے۔ ان کا تذکرہ اسی کے تحت گزر چکا ہے۔

حضرت عسکر بن حصین ابوتراب نخشبی رحمۃ اللہ علیہ

پاؤں مار کر زمین سے پانی اور پیالا نکالا

جناب قشیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ہمیں محمد بن محمد بن عبداللہ صوفی نے انہیں احمد بن یوسف خیاط نے بتایا کہ میں نے ابوعلی روذباری سے کہتے سنا کہ میں نے ابوالعباس شرقی سے سنا کہ ہم ایک مرتبہ ابوتراب نخشبی کے ساتھ مکہ شریف کے راستہ میں جا رہے تھے۔ آپ راستہ سے ایک طرف ہٹ گئے۔ آپ سے آپ کے ایک ساتھی نے عرض کیا میں پیاسا ہوں۔ آپ نے زمین پر پاؤں مارا۔ اس سے میٹھے پانی کا چشمہ پھوٹ نکلا۔ اس نوجوان نے عرض کیا میں چاہتا ہوں کہ پانی پیالے میں بھر کر پیئوں۔ آپ نے زمین پر ہاتھ مارا اور نوجوان کو سفید شیشے کا گلاس پکڑا دیا۔ اتنا خوبصورت کہ کبھی ایسا پیالہ دیکھنے میں نہ آیا۔ اس نے خود پیا ہمیں بھی پلایا۔ وہ پیالہ مکہ تک ہمارے پاس ہی رہا۔ ایک دن مجھے ابوتراب موصوف نے کہا تیرے ساتھی ان

کاموں کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟ جو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو عطا کیے ہوئے ہیں۔ میں نے عرض کیا میں نے ہر ایک کو دیکھا وہ ان باتوں پر یقین رکھتے ہیں۔

غیب سے کیلے مل گئے

جناب قشیری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا میں نے ابو حاتم سجستانی سے سنا۔ انہوں نے ابو نصر سراج سے سنا فرمایا ہمیں ابو تراب نخشبی کی ایک کرامت وجیہہ نے لکھوائی۔ وہ یہ کہ محمد بن یوسف بناء کہتے ہیں کہ ابو تراب صاحب کرامات تھے۔ میں نے آپ کی معیت میں ایک سال سفر کیا۔ آپ کے ساتھ چالیس آدمیوں کی جماعت تھی۔ پھر ہمیں ایک مرتبہ سخت بھوک لگی تو ابو تراب راستہ سے ایک طرف ہو گئے۔ واپس آئے تو آپ کے ہاتھوں میں کیلے لگی شاخ تھی۔ آپ نے ہمیں دی۔ ہم میں سے ایک نوجوان نے نہ کھایا اس سے ابو تراب موصوف نے کہا کھاؤ کہنے لگا جس حالت کا میں معتقد ہوں وہ معلومات کا ترک کرنا ہے اور اب آپ میری معلوم بن چکے ہیں۔ لہٰذا اب کے بعد میں آپ کی صحبت میں نہیں رہوں گا۔ اسے جناب ابو تراب نے کہا جو تمہارے لیے واقع ہوا اسی کے ساتھ ہو جاؤ۔

علامہ مناوی کہتے ہیں شیخ موصوف نے 654ھ میں انتقال فرمایا۔ بادیہ یا بقول بعض نہشتہ السباع میں فوت ہوئے۔ اور کچھ لوگ کہتے ہیں کہ آپ کو وہاں کھڑے دیکھا گیا کہ کسی چیز کا کوئی سہارا نہیں لیا ہوا (یعنی مرنے کے بعد) یہ دیکھ کر آپ کے کسی ساتھی نے ارادہ کیا کہ وہاں سے اٹھ کر لے جائے۔ اور کسی جگہ دفن کر کے چھپا دے۔ لیکن اس کو ہاتف سے آواز آئی: دع ولی اللہ مع اللہ (اللہ کے ولی کو اللہ کے ساتھ چھوڑ دو)۔

حضرت عطا ازرق رحمۃ اللہ علیہ

بڑھئی کی لکڑیوں کا بورا آٹا بن گیا

آپ کو ایک مرتبہ آپ کی بیوی نے دو درہم دیئے اور کہا ان کا ہمارے لیے آٹا خرید لائیں آپ بازار تشریف لے گئے۔ وہاں ایک روتا ہوا غلام ملا۔ آپ نے اس سے پوچھا کیوں رو رہے ہو؟ کہنے لگا میرے آقا نے مجھے دو درہم دیے تھے اور بازار بھیجا تھا کہ ان کی فلاں چیز خرید لاؤں۔ اتفاق سے وہ درہم کہیں کھو گئے ہیں۔ مجھے خوف ہے کہ وہ مجھے ماریں گے۔ جناب عطا نے اپنے دو درہم اسے دے دیئے اور شام تک نماز میں مصروف رہے اور انتظار میں تھے کہ کسی طرف سے کوئی دروازہ کھل جائے لیکن کچھ بھی حاصل نہ ہوا۔ پھر اپنے ایک دوست کی دکان پر بیٹھ گئے جو بڑھئی تھا۔ اس نے آپ سے کہا کہ لکڑیوں کا برادہ ہی لے جاؤ۔ شاید تمہیں اس کی ضرورت پڑ جائے اور روٹیاں پکانے کے لیے اس سے تنور گرم کر سکو۔ میرے پاس اور کوئی چیز نہیں جو پیش کر سکوں۔ آپ نے لکڑیوں کا برادہ اپنے آٹے والے تھیلے میں ڈالا اور گھر لوٹ آئے دروازہ کھولا اور تھیلا اندر پھینک کر مسجد چلے گئے۔ وہاں عشاء ادا کی اور بیٹھ گئے رات کا کچھ حصہ گزر گیا۔ اتنی دیر مسجد میں اس لیے ٹھہرے تاکہ گھر والے انتظار کر کے سو جائیں۔ ان کے سونے کے بعد گھر جاؤں تاکہ آٹا نہ لانے پر وہ مجھ سے جھگڑا نہ کریں پھر گھر

تشریف لائے تو دیکھا کہ گھر والے روٹیاں پکا رہے ہیں۔ ان سے پوچھا تمہارے پاس یہ آٹا کہاں سے آیا ہے؟ انہوں نے کہا اس سے جو تم تھیلے میں لائے تھے۔ جب تک تم زندہ رہو اس وقت تک آٹا اسی سے لانا جس سے اس دفعہ لائے ہو۔ آپ نے فرمایا ان شاء اللہ ایسا ہی کروں گا۔

چور نے توبہ کرلی

ایک مرتبہ شیخ صاحب صحرا میں تشریف لے گئے۔ تاکہ رات وہاں نماز میں گزاریں، ایک چور سامنے آ گیا۔ آپ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی اے اللہ! جیسے تو چاہے مجھے اس سے بچالے۔ چنانچہ چور کے ہاتھ سوکھ گئے اور پاؤں بے حس ہو گئے۔ اس نے رونا اور چیخنا چلانا شروع کر دیا۔ اور کہنے لگا خدا کی قسم! آئندہ یہ کام نہیں کروں گا۔ اللہ تعالیٰ نے اسے معاف کر دیا اور تندرست ہو گیا۔ پھر وہ آپ کے پیچھے پیچھے چل پڑا۔ ملاقات کی اور پوچھنے لگا میں تمہیں اللہ کا واسطہ دیتا ہوں۔ بتاؤ کہ تم کون ہو؟ آپ نے فرمایا عطا ہوں۔ جب صبح ہوئی تو لوگوں سے پوچھنے لگا کیا تم عطا نامی شخص کو جانتے ہو جو ایک صالح شخص ہے اور رات کو صحرا میں نکل کر اللہ تعالیٰ کے حضور بندگی بجالاتا ہے۔ نماز ادا کرتا ہے۔ لوگوں نے کہا ہاں ہم جانتے ہیں اس کا نام عطا سلمی ہے۔ چنانچہ وہ پوچھتے پوچھتے عطا سلمی کے گھر پہنچ گیا۔ ان سے ملا اور کہنے لگا میں آپ کے پاس توبہ کرنے کے لیے آیا ہوں۔ فلاں فلاں کام مجھ سے ہو گیا تھا۔ لہٰذا آپ اللہ تعالیٰ سے میرے لیے دعا کریں۔ یہ سن کر عطا سلمی نے آسمان کی طرف ہاتھ اٹھائے اور رونا شروع کر دیا اور کہا خدا تیرا بھلا کرے۔ میں وہ عطا نہیں ہوں۔ وہ تو عطا ازرق ہیں۔ (قالہ الامام الیافعی)

حضرت عفان بن سلیمان بغدادی رحمۃ اللہ علیہ

آپ بہت بڑے تاجر اور بہت زیادہ صدقہ خیرات کرنے والی شخصیت تھے آپ جب تک پانچ سو گھر والوں کو کھانا نہیں کھلایا کرتے تھے اور گندم کے ایک ہزار اونٹ بیواؤں اور فقیروں میں بانٹ نہیں دیا کرتے تھے اس وقت تک سوتے نہیں تھے۔ ایک بحری نے ارادہ کیا کہ آپ کی قبر کی کھڑکیاں اکھاڑ کر لے جاؤں تو اس نے کسی کو یہ کہتے سنا ایسا نہ کرنا اس قبر والے کی اللہ تعالیٰ کے نزدیک بڑی عزت ہے۔ آپ کی قبر کا حدود اربعہ کچھ یوں ہیں اس کا اگلا حصہ زقاق ضیق تک پچھلا حصہ زقاق قنادیل تک مشرقی طرف سوق بربر اور مغربی طرف دار نماط تک ہے۔ یہ قبر مصر عتیقہ میں سوق الغنم میں واقع ہے۔ حافظ الدین اللہ عبیدی خلیفہ مصر نے خواب میں ایک کہنے والے کو کہتے سنا اے عبدالمجید! عفان بن سلیمان کی قبر کی زیارت کیوں نہیں کرتے؟ اس خواب کے بعد وہ سوار ہوئے اور قبر کی زیارت کی اور وہاں دعا مانگی۔ شیخ موصوف کی بہت سی عجیب حکایات ہیں جن کا تعلق کرم وسخاوت کے ساتھ ہے۔ علامہ سخاوی نے "تحفۃ الاحباب" میں ان کا ذکر کیا ہے۔

حضرت عقیل منبجی رحمۃ اللہ علیہ

دریا کے نیچے سے گزرنا

آپ جلیل القدر مشائخ اور طریقت کے عظیم بزرگوں میں سے ہوئے ہیں۔ اپنے وقت میں شام کے تمام شیوخ کے شیخ

تھے۔ آپ کی صحبت سے فیض پانے والوں میں شیخ عدی بن مسافر بھی تھے۔ آپ ایک مرتبہ شیخ مسلمہ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس حاضر ہونے والے حضرات کی جماعت کے ساتھ نکلے۔ جب فرات فاطمی پر پہنچے تو ان سب حضرات نے اپنا اپنا مصلیٰ پانی پر ڈالا اور اس پر بیٹھ کر دریا عبور کر گئے۔ اور شیخ عقیل موصوف کے لیے ان کا مصلیٰ بھی پانی میں رکھا گیا۔ آپ اس پر بیٹھے اور پانی میں نیچے چلے گئے حتیٰ کہ دوسری طرف سے باہر جا نکلے اور آپ کی کوئی چیز بھی تر نہ ہوئی تھی۔ جب انہوں نے شیخ مسلمہ رحمۃ اللہ علیہ کو ان کے بارے میں بتایا تو انہوں نے فرمایا: عقیل من الغواصین عقیل غوطہ لگانے والوں میں سے ہے۔ اسی وجہ سے آپ کو غواص بھی کہا جاتا ہے۔

ہوا میں اڑنا

مروی ہے شیخ عقیل بلاد شرق میں ایک گاؤں میں مقیم تھے۔ وہاں سے منتقل ہونے کا ارادہ فرمایا تو ایک منار پر چڑھ کر آواز نکالی جب لوگ آپ کے پاس جمع ہو گئے تو آپ ہوا میں اڑنے لگے اور لوگ دیکھ رہے تھے۔ پھر واپس آ گئے تو دیکھا کہ شیخ موصوف اپنے گاؤں منبج میں تشریف فرما ہیں۔ اسی لیے آپ کو طیار بھی کہا جاتا ہے۔

ہر چیز زیر تصرف

شیخ عقیل ایک دن منبج سے باہر پہاڑ کے دامن میں تشریف فرما تھے۔ اس وقت آپ کے ساتھ صلحاء کی ایک جماعت بھی تھی۔ ان میں سے ایک نے عرض کیا یا سیدی! سچے کی کیا علامت ہے؟ آپ نے فرمایا اگر اس پہاڑ کو کہے کہ حرکت کر تو وہ حرکت کرنے لگے۔ اس کے ساتھ ہی پہاڑ حرکت میں آ گیا۔ اس نے پوچھا وجود میں تصرف کی کیا علامت ہے؟ آپ نے فرمایا اگر وہ خشکی کے وحشی جانوروں کو حکم دے کہ وہ جمع ہو جائیں اور میرے پاس آ جائیں تو ایسا ہو جائے۔ ابھی آپ نے یہ جواب مکمل بھی نہ فرمایا تھا کہ پہاڑ پر سے وحشی جانور اترنا شروع ہو گئے۔ حتیٰ کہ فضا تنگ ہو گئی اور مچھلی شکار کرنے والوں نے بتایا کہ اس وقت فرات کا کنارہ مچھلیوں سے بھر گیا تھا ان میں ہر قسم کی مچھلی تھی اس نے پھر پوچھا کہ اپنے دور کے مبارک شخص کی کیا علامت ہے؟ آپ نے فرمایا اگر اس چٹان پر اپنا پاؤں رگڑے تو اس سے چشمے پھوٹ پڑیں۔ اس کے ساتھ ہی آپ کے سامنے والی چٹان پھٹ پڑی۔ اس سے چشمے بھی پھوٹے اور پھر حالت پر ہو گئی۔ شیخ موصوف نے منبج میں ہی انتقال فرمایا اور آپ کی قبر مشہور زیارت گاہ ہے۔ آپ وہ پہلی شخصیت ہیں جو شام میں خرقہ عمیرہ کے ساتھ داخل ہوئے۔ منبج جو کہ حلب کے زیر انتظام مقام ہے، آپ وہاں چالیس سے کچھ اوپر سال قیام پذیر رہے۔ وہیں انتقال فرمایا اور وہیں آپ کی قبر مشہور زیارت گاہ ہے۔

جناب تاذفی بیان کرتے ہیں شیخ عثمان بن مرزوق نے کہا شیخ عقیل منبجی اپنے ابتدائی دور میں شیخ مسلمہ رحمۃ اللہ علیہ کے ستر مرید صاحب حال حضرات کے ساتھ ایک غار میں تشریف فرما تھے۔ ان میں سے ہر ایک نے اپنا اپنا پھل دار ڈنڈا غار میں ایک جگہ رکھ دیا۔ کچھ اشخاص ہوا میں اڑتے ہوئے آئے اور ان ڈنڈوں کو اٹھانا شروع کر دیا حتیٰ کہ جناب عقیل کے ڈنڈے کی

باری آئی لیکن وہ نہ اٹھا سکے۔ نہ اکیلا اور نہ ہی سب مل کر جب مذکورہ ستر آدمی اپنے شیخ جناب مسلمہ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس گئے اور انہیں اس واقعہ کی خبر دی تو آپ نے فرمایا وہ آنے والے اس دور کے اولیاء اللہ ہیں تو جس کا انہوں نے ڈنڈا اٹھایا وہ اور اٹھانے والا دونوں برابر مقام کے ولی ہیں۔ یا پھر ڈنڈے والا کم درجہ ولی ہے۔ اسی لیے ان میں سے ایک ایک کو یا سب مل کر جناب عقیل کا ڈنڈا اٹھانے کی طاقت نہ ہوئی کیونکہ ان میں آپ کے مقام بلند و بالا کا کوئی بھی نہ تھا۔

حضرت علاؤ الدین رحمۃ اللہ علیہ

آپ شیخ شجاع کی عبادت گاہ کے شیخ تھے جو ادرنہ شہر میں ہے۔ آپ صاحب کرامت اور اکابر اولیاء کرام میں سے ہوئے۔

قلعہ فتح کرا دیا

کتاب ''العقد المنظوم فی ذکر افاضل الروم'' میں آپ کی ایک کرامت منقول ہے جسے ہمارے شیخ جناب مصلح الدین بن علاؤ الدین موصوف نے بیان کیا۔ فرماتے ہیں ہم شیخ شجاع مذکور کے عبادت خانہ سے باہر بیٹھے ہوئے تھے۔ ہمارے ساتھ آپ کے بعض مرید بھی تھے۔ یہ عبادت خانہ ادرنہ شہر کے محلہ دباغین میں واقع ہے۔ ایک دباغ شخص آیا اس نے میرے والد کے ہاتھ چومے اور پاؤں کا بوسہ لیا اور کہنے لگا اگر آپ نہ ہوتے تو قلعہ فتح نہ ہوتا۔ میرے والد گرامی نے پوچھا یہ کون سا قلعہ ہے؟ مجھے اس کی کوئی خبر نہیں اور نہ ہی یہاں کوئی اس کی نشانی نظر آتی ہے۔ وہ شخص اپنی عاجزانہ اور تھکی ماندی گفتگو بار بار دہرا رہا تھا اور آپ لگاتار انکار کر رہے تھے۔ ہم نے اس شخص سے قصہ پوچھا تو وہ کہنے لگا میں اپنے بہت سے ہم قوم دباغ لوگوں کے ہمراہ سلطان کے ساتھ مل کر لڑنے کے لیے گئے۔ جب ہم نے فلاں قلعہ کا محاصرہ کر لیا اور اس کے فتح کا ارادہ کیا اور اس کے لیے لڑائی بھڑک اٹھی اور نیزے تلواریں ٹکرانے لگیں۔ قلعہ کی فتح مشکل ہوگئی اور فتح روٹھ گئی۔ فوج حیران رہ گئی اور قلعہ کی فتح سے سب ناامید ہوگئے۔ اچانک ایک شیخ نظر آئے ان کے ہاتھ میں جھنڈا تھا۔ وہ دشمن پر ٹوٹ پڑے اور انہیں یوں بکھیر دیا جس طرح تیز آندھی گرد و غبار کو بکھیر دیتی ہے۔ پھر وہ بزرگ قلعہ پر چڑھ گئے اور اس پر جھنڈا گاڑ دیا۔ ان کے پیچھے مسلمان فوج کا ایک جتھا بھی پہنچ گیا اور اسی جگہ سے وہ بھی قلعہ میں داخل ہوگیا۔ اس بزرگ کی برکت سے قلعہ کی فتح آسان ہوگئی۔ پھر میں نے اور میرے بعض ساتھیوں نے غور سے اس شخص کو دیکھا تو وہ شیخ علاؤ الدین تھے۔ لہٰذا ہمیں بالکل یقین ہے کہ آپ ان تمام حضرات کے ساتھ تھے جو جنگ کے لیے نکلے تھے۔ اور قلعہ کی فتح کے وقت بھی وہ موجود تھے لیکن ہمیں تعجب ہوا کہ راستہ میں سے آپ ہم سے غائب ہوگئے تھے۔ اور واپسی پر ہمارے ساتھ نہیں آئے۔ شیخ مصلح الدین بیان کرتے ہیں جب بعد میں میں اپنے والد صاحب کے ساتھ تنہائی میں بیٹھا ہوا تھا تو میں نے آپ سے اس معاملہ کی حقیقت کے بارے میں پوچھا اور میں نے آپ کو قسم دلا دی کہ مجھے اس کے متعلق ضرور کھول کر بات بتائیں۔ آپ نے جواب میں صرف اس قدر ارشاد فرمایا اسے وہی شخص جان سکتا ہے جو اس مرتبہ تک پہنچا ہوا ہو۔ اور تو بھی ان شاء اللہ اس سے واقف ہو جائے گا۔ جب اس مرتبہ پر پہنچے گا۔

حضرت علوی بن علوی بن محمد شہیر بخالع قسم رحمۃ اللہ علیہ

آپ اپنے دور کے امام اور شریعت وطریقت میں یکتا تھے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہم کلامی

آپ کی کرامات میں سے روشن ترین کرامت یہ تھی کہ آپ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوئے تھے اور آپ سے مشکل امور کے بارے میں سوال کیا کرتے تھے جن کا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واضح جواب ارشاد فرمایا کرتے تھے۔ آپ کا یہ معمول تھا کہ جب تشہد میں یا اس کے علاوہ بھی السلام علیك أیها النبی و رحمة الله و بركاته کہتے تو اپنے کانوں سے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنتے: وعلیك السلام یا شیخ و رحمة الله و بركاته آپ بعض دفعہ ان الفاظ کو تکرار کے ساتھ پڑھتے (نماز میں) تو کسی نے ان سے پوچھا تم بار بار کیوں پڑھتے ہو؟ فرمانے لگے اس وقت تک پڑھتا رہتا ہوں جب تک حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جواب نہیں سن پاتا۔ شیخ موصوف نے تریم میں 527ھ میں انتقال فرمایا اور زنبل مقبرہ میں دفن کیے گئے۔ (ذکرہ فی المشرع الروی)

حضرت علوی ابن استاذ اعظم فقیہ مقدم رحمۃ اللہ علیہ

آپ فخر سادات اور اکابر اولیاء میں سے ہوئے ہیں اور بہت سی کرامات آپ سے وقوع پذیر ہوئیں۔

جنات کو بھگا دیا

ایک پردیسی شخص تریم شہر میں ٹھہرا اور وہ جنات سے کام لیا کرتا تھا۔ اور جو اس کے حکم کی تعمیل نہ کرتا اسے تکلیف دیا کرتا تھا اس بنا پر شہر کے اکثر جانے پہچانے آدمی اس کے ہاں آتے جاتے تھے۔ اور اس کی ملاقات کو فخر سمجھتے تھے۔ اور جو اس کی زیارت کو نہ آتا اسے وہ برا بھلا کہتا اور تکلیف واذیت پہنچانے کا ڈراوا بھی دیتا۔ اس نے ایک مرتبہ بہت سے لوگوں کی موجودگی میں سید علوی مذکور کو برا بھلا کہا کیونکہ آپ اس کی زیارت کے لیے نہیں گئے تھے۔ ان لوگوں میں سے ایک شخص کھڑا ہو گیا جو بنو حرام سے تعلق رکھتا تھا اور عیسیٰ بن عمرو اس کا نام تھا اس نے اس پردیسی جنوں والے کو تھپڑ دے مارا اور گالی بھی دی اور کہا کہ تم جیسا آدمی ان کے بارے میں ایسی گفتگو کرے حالانکہ ہم ان کے سامنے بول نہیں سکتے۔ پھر اس تھپڑ مارنے والے کو خطرہ محسوس ہوا کہ کہیں جنات کے ذریعے مجھے تکلیف نہ پہنچائے۔ چنانچہ سید علوی کے پاس آیا دیکھا کہ آپ مسجد بنی علوی میں نماز ادا فرما رہے ہیں۔ فارغ ہوئے اور سارا واقعہ سنایا آپ نے اسے فرمایا تمہیں کوئی خطرہ نہیں جہاں چاہو آؤ جاؤ۔ لیکن اس کا دل مطمئن نہ ہوا۔ اور سید علوی کا ساتھ چھوڑنا گوارا نہ کیا۔ پھر سید علوی دروازے کی طرف تشریف لے گئے دروازہ کو ہلایا پھر ایک آواز سنائی دی۔ جیسے کہ پرندے کی آواز ہوتی ہے پھر دوسرے دروازے کی طرف گئے یہاں بھی اسی طرح کیا اور ویسی ہی آواز سنائی دی پھر فرمانے لگے پردیسی شخص کے پاس دو جن تھے۔ جن کے ذریعہ لوگوں کو تکلیف پہنچاتا تھا ہم نے ان دونوں کو قتل کر دیا ہے۔ یہ سن کر عیسیٰ بن عمرو کا دل خوش ہو گیا اور دوسرے لوگوں کو بھی اس کی اس نے خبر دی۔ جب اس

پردیسی کو معلوم ہوا کہ اس کے دونوں جن قتل کر دیئے گئے ہیں تو وہ شہر سے بھاگ گیا۔

ولی پر اعتراض باعث ندامت ہوتا ہے

ایک شخص کو اپنے وضو میں وسوسہ پڑا کرتا تھا۔ جس کی وجہ سے وہ وضو میں دیر لگاتا اور دیکھتا تھا کہ شیخ علوی اور ان کے ساتھی جلدی وضو کر لیتے ہیں تو کہنے لگا ان لوگوں کو اچھی طرح وضو کرنا نہیں آتا۔ اور ان حضرات پر اعتراض کرنا شروع کر دیا۔ پھر ایک مرتبہ اتفاق پڑا کہ سید علوی نے وضو کرنے کے لیے پانی مانگا آپ کو بتایا گیا کہ وسوسے والا آدمی کنوئیں پر وضو کر رہا ہے۔ آپ نے اس کے بارے میں بددعا کی وہ سخت پیاس میں مبتلا ہو گیا۔ اس نے پانی کا بھرا ایک ڈول پی لیا۔ پیاس پھر بھی نہ بجھی، دوسرا پیا، پیاس اب بھی باقی تھی پھر چل پڑا اور اپنے آپ کو کیچڑ میں ڈال دیا اسے پتہ چل گیا کہ یہ سب کچھ اس کے شیخ موصوف پر اعتراض کرنے کی وجہ سے ہوا۔ آپ کی بارگاہ میں معذرت کرنے کے لیے حاضر ہوا۔ اور اپنے کیے پر نادم اور تائب ہوا آپ نے اسے معاف کر دیا۔ پھر اس نے آپ سے دعا کی درخواست کی تاکہ وسوسہ دور ہو جائے۔ آپ نے دعا فرمائی اور وسوسہ سے اس کی جان چھوٹ گئی۔

عمر بتادی

ایک کرامت یہ ہے کہ علی بن عبداللہ باغریب ابھی تین ماہ کا بچہ تھا کہ بہت سخت بیمار ہو گیا۔ اس کی والدہ اسے سید علوی کے پاس لائی۔ اور وہ اس پر بہت مہربان تھی۔ لیکن اسے اس کی موت کا یقین ہو چکا تھا۔ آپ نے اس کی والدہ کو فرمایا اس کی عمر سو سال ہے تین مہینہ کا بچہ ابھی نہیں مرے گا۔ آپ نے اس کی عافیت کے لیے دعا فرمائی۔ چنانچہ وہ تندرست ہو گیا اور سو سال کی عمر پائی۔

زمین کی پیداوار کو تسبیح کرتا پایا

بیان کیا گیا ہے کہ آپ کے والد نے آپ کو بچپن کی حالت میں کھیت کی طرف بھیجا تاکہ وہاں سے بکریوں کے لیے کچھ چارہ کاٹ لائیں۔ آپ واپس والد کے پاس آ گئے اور بالکل خالی ہاتھ تھے۔ عرض کیا ابا جان! میں نے تمام پودوں اور پیداواری اشیاء کو اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتے پایا تو مجھے یہ دیکھ کر شرم آئی کہ اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرنے والی چیز کو میں کاٹ کر گھر لاؤں۔ آپ نے اس وقت ان کے لیے خیر و برکت کی دعا فرمائی۔ 669ھ میں تریم شہر میں آپ نے انتقال فرمایا۔ اور زنبل مقبرہ میں دفن کیے گئے۔ آپ کی قبر دعا کی قبولیت کے لیے مشہور ہے۔

ولی سے جھگڑا کرنے پر راستہ نہ دکھائی دیا

آپ کے بھائی احمد نامی نے کسی چیز کے بارے میں آپ سے جھگڑا کیا۔ چنانچہ سید علوی نے بھی مقابلہ کیا بالآخر ان کا بھائی شکست کھا گیا اور کہنے لگا ہم شہر سے چلے جاتے ہیں اور اسے تمہارے لیے چھوڑ دیتے ہیں۔ احمد خود بیان کرتے ہیں پھر جب میں نے شہر سے باہر نکلنے کا ارادہ کیا تو راستہ مجھ پر بند ہو گیا اور زمین مجھ پر تنگ ہو گئی۔ اب میرے لیے اپنے بھائی سید

علوی کے ساتھ صلح صفائی کرنے کے علاوہ اور کوئی چارہ نہ رہا۔ لہٰذا میں آپ کے پاس آیا اور جو مجھ سے ہوا اس کی معافی مانگی اور نادم ہوا۔ آپ میرے اس رویہ پر بڑے خوش ہوئے اور جو میرا ارادہ تھا وہ مجھے دے دیا۔ (قالہ فی المشرع الروی)

حضرت علوی بن محمد صاحب دویلہ رحمۃ اللہ علیہ

آپ کی جلالت شان اور ولایت پر اجماع ہے اور علم و تصوف میں آپ کی مہارت پر سب کو اتفاق ہے۔

کنوئیں کے پانی پر بہت بڑا پتھر آ گیا

آپ کے والد صاحب نے آپ کو ایک کنواں ہبہ کیا پھر واپس لے لیا پھر جب انہوں نے اس سے پانی نکالنا چاہا تو دیکھا کہ ایک چٹان موجود ہے جس نے پانی کا راستہ بند کر دیا ہے۔ لوگوں نے آپ کے والد کو خبر دی کہ معاملہ یہ ہو گیا ہے تو انہیں معلوم ہو گیا کہ یہ برخوردار نے کیا ہے۔ چنانچہ انہوں نے کنواں دوبارہ انہیں ہبہ کر دیا کنواں پہلی حالت پر آ گیا۔

سیلاب تھم گیا اور بہے برتن نکلوا دیئے

ایک مرتبہ نالہ میں بہت بڑی طغیانی آ گئی۔ آپ اپنے ساتھیوں کے ہمراہ پہاڑ کی ایک جانب آئے۔ اوپر چڑھے۔ لیکن پانی بھی متواتر بلند ہو رہا تھا۔ لوگوں کو اس سے خلاصی کا کوئی راستہ نہ ملا تو آپ نے وضو کر کے دو رکعت ادا کیں۔ پھر اپنا عصا پکڑا اور اسے مارا چنانچہ پانی اسی جگہ تھم گیا۔ ان کے گھروں کا سامان بھی سیلاب میں ڈوب گیا۔ جب زمین خشک ہوئی تو آپ نے ان سے کہا یہاں سے زمین کھودو۔ جب زمین کھودی تو کچھ سامان وہاں سے ملا۔ پھر ایک اور جگہ کے بارے میں کھودنے کا حکم دیا۔ چنانچہ وہاں سے بقیہ سامان مل گیا۔ اسی طرح مختلف جگہوں سے آپ نے سامان نکلوایا۔

سخت کورے کے باوجود زمین کی پیداوار موجود رہی

ایک کرامت یہ تھی کہ ایک مرتبہ سخت کورا پڑا۔ جس سے کھیتوں کی تمام پیداوار ضائع ہو گئی۔ آپ سے کہا گیا کہ آپ کے کھیت کی پیداوار بھی دوسرے کھیتوں کی طرح ضائع ہو گئی۔ آپ نے فرمایا میرے کھیت کی پیداوار ضائع نہیں ہوئی۔ لوگوں نے جا کر دیکھا تو واقعی وہ موجود تھی۔

انگلیاں نیزے دکھائی دیں

راصع بن دویس نے اپنے خادموں میں سے کوکسی کو آل باعلوی کے پاس بھیجا تا کہ عادت کے مطابق ظلماً اس سے اس کے کھیت کی پیداوار سے وصول کریں۔ انہوں نے کھیت کے مالک کی بے عزتی کی۔ یہ سن کر شیخ موصوف راصع بن دویس کے پاس گئے۔ اور عادت کے مطابق ظلماً لینے سے منع کیا اور آپ نے اپنی دو انگلیوں سے اس کی طرف اشارہ کیا۔ چنانچہ اس نے چھوڑ دینے کا حکم دے دیا۔ پھر راصع بن دویس سے پوچھا گیا تو نے کیونکر اسے چھوڑ دیا؟ کہنے لگا میں نے دیکھا کہ شیخ کی دونوں انگلیاں نہیں بلکہ دو تیر ہیں جو قریب تھا کہ میری آنکھیں پھوڑ ڈالتیں۔

گمشدہ اونٹ کو ہوا میں اڑ کر تلاش کر لیا

آل باعلوی کا ایک اونٹ بھاگ نکلا۔ لوگ اس کے پیچھے بھاگے لیکن وہ ان کی نظروں سے اوجھل ہو گیا اور کوئی نشان نہ ملا کہ کدھر گیا ہے۔ دوڑتے دوڑتے یہ لوگ اپنا راستہ بھول گئے۔ اور اس کے ساتھ ساتھ انہیں پیاس نے بھی آ ستایا۔ شیخ موصوف نے دیکھ کر اپنی چادر بچھائی۔ اس پر دو رکعت نماز ادا کی اور کچھ پڑھا اور کہا کہ وہ ہمارے مطلوب کی طرف ہماری رہنمائی کرے۔ چنانچہ چادر ہوا میں اڑی اور آپ کے پیچھے پیچھے لوگ چل پڑے۔ یہاں تک کہ انہیں اونٹ بھی مل گیا اور راستہ بھی نظر آ گیا۔

بیماروں کو شفا مل گئی

آپ کے ساتھیوں کی ایک جماعت کو ایک مرتبہ مرض لاحق ہو گیا۔ انہوں نے آپ سے مدد چاہی اور اللہ تعالیٰ سے سوال کیا تو اللہ تعالیٰ نے انہیں اس مرض سے آرام عطا فرما دیا۔ آپ کی اولاد میں سے کسی کو آنکھ دکھنے کا مرض ہوا جس سے نیند نہ آتی تھی۔ اس نے اپنے والد گرامی کی مدد طلب کی۔ پھر اسے عظیم نور اٹھتا ہوا نظر آیا۔ وہ سو گیا اور صبح اٹھا تو بالکل تندرست تھا۔ 778ھ میں آپ نے انتقال فرمایا۔

حضرت علوی بن احمد عیدروس رحمۃ اللہ علیہ

آل باعلوی کے سادات میں سے بہت بڑے ولی اور عارف کامل ہوئے ہیں۔ آپ کی بہت سی کرامات ہیں۔

ولی کے وسیلہ سے اولاد ہونا

آپ کی ایک کرامت جناب احمد بن حسن باعشر حضرمی نے بیان کی کہ میں بہت امیر تھا لیکن اولاد نہ تھی۔ میں نے اپنی حالت سید شیخ بن عبداللہ بن شیخ بن طٰہٰ باعلوی سے بیان کی تو آپ فرمانے لگے بتی میں شیخ سید علوی بن احمد عیدروس کے پاس چلے جاؤ۔ بتی تریم کے زیر انتظام ایک بستی کا نام ہے۔ تمہاری حاجت بر آئے گی۔ بیان کرتے ہیں کہ میں ان کے پاس گیا۔ دوران سفر راستے میں چور مل گئے۔ انہوں نے میرے ساتھ برا ارادہ کیا۔ یعنی میرا مال چرانے کی کوشش کی تو اچانک ایک گھڑ سوار کی شکل وصورت میں آدمی نمودار ہوا۔ جس نے انہیں چوری کرنے سے روک دیا۔ میں اپنے مقصد تک پہنچ گیا۔ جب سید علوی نے مجھے دیکھا میں نے سلام عرض کیا۔ جواب کے بعد فرمانے لگے ہم نے تمہیں دشمن سے بچا لیا ہے اور واپس چلے جاؤ تمہیں تمہارا مقصد حاصل ہو گیا۔ میں اسی وقت واپس آ گیا۔ گھر آیا اور اپنی بیوی سے ہم بستر ہوا۔ اسے حمل ٹھہر گیا اور اللہ تعالیٰ نے ہمیں لڑکا عطا فرمایا جس کا نام شیخ احمد بن عبداللہ باعشر رکھا وہ امام علامہ شہیر ہوا۔ یونہی یہ کرامت بعض حضرمی حضرات نے بھی بیان کی ہے۔

حضرت علی زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ

ولی مشیت باری تعالیٰ کے تحت ہوتا ہے

آپ آل بیت کے عظیم سپوت اور بہت بڑے امام ہیں۔ مدینہ منورہ سے عبدالملک بن مروان قید کر کے لایا اور انہیں محافظ کے سپرد کیا۔ امام زہری رحمۃ اللہ علیہ ان سے ملنے تشریف لائے تاکہ آپ کو رخصت کریں تو رو پڑے۔ اور کہنے لگے میری خواہش ہے کہ آپ کی جگہ میں قید ہو جاؤں۔ آپ نے امام زہری کو بتایا کیا تم گمان کرتے ہو کہ یہ مجھے تکلیف پہنچائیں گے؟ اگر میں چاہوں تو یہ سب کچھ نہ ہو۔ مجھے اللہ تعالیٰ کا عذاب یاد آتا ہے۔ پھر آپ نے زنجیروں سے پاؤں نکالے ہتھکڑی سے ہاتھ نکالے پھر فرمایا میں مدینہ منورہ سے دو دن متواتر اسی حالت میں ان کے ساتھ رہوں گا۔ فرماتے ہیں ابھی چار راتیں بھی گزرنے نہ پائیں کہ آپ کو جن کی سپرد داری میں دیا گیا تھا وہ مدینہ شریف آئے۔ آپ کو تلاش کیا لیکن آپ نہ ملے میں نے ان میں سے بعض سے پوچھا تو اس نے کہا ہم نے آپ کو دیکھا کہ آپ لوگوں کے مقتدا ہیں۔ آپ سواری پر سے نیچے اترے ہوئے تھے۔ ہم آپ کے اردگرد پہرا دے رہے تھے۔ جب صبح صادق ہوئی تو ہمیں نظر نہ آئے صرف زنجیریں اور ہتھکڑیاں پڑی نظر آئیں۔

امام زہری بیان کرتے ہیں اس کے بعد میں جناب عبداللہ کے ہاں حاضر ہوا انہوں نے مجھے پوچھا تو میں نے انہیں خبر دی۔ تو انہوں نے فرمایا آپ میرے پاس آئے تھے جس دن آپ کے معاون گم ہو گئے تھے۔ تو مجھے فرمانے لگے میں اور تو نہیں۔ میں نے عرض کیا آپ میرے ہاں قیام فرمائیں۔ فرمانے لگے مجھے یہ پسند نہیں۔ پھر باہر تشریف لے گئے۔ خدا کی قسم! میرا دل ان کے بارے میں خوف سے بھر گیا۔

واقعات کی اطلاع

عبدالملک نے حجاج بن یوسف کی طرف رقعہ لکھا اما بعد فانظر دماء الخ "بنو عبدالمطلب کے خون میں غور کرو۔ ان کے خون گرانے سے اجتناب برتنا۔ کیونکہ میں نے آل بنی سفیان کے حالات کا مشاہدہ کیا ہے کہ جب انہوں نے ان کے خون سے ہولی کھیلی تو وہ چند دن ہی ٹھہر سکے تھے"۔ یہ رقعہ حجاج کی طرف عبدالملک نے خفیہ طریقہ سے بھیجا اور تاکید کی کہ اسے چھپائے ہی رکھنا۔ لیکن حضرت امام علی زین العابدین رضی اللہ عنہ پر لکھتے وقت ہی یہ رقعہ منکشف ہو گیا تھا۔ انہوں نے عبدالملک کی طرف رقعہ لکھا کہ تم نے فلاں دن فلاں مہینہ حجاج بن یوسف کی طرف ہمارے بنو عبدالمطلب کے بارے میں ایک رقعہ لکھا تھا جس کا مضمون یہ تھا۔ اللہ تعالیٰ تجھے اس کی جزائے خیر دے۔ یہ رقعہ امام زین العابدین رضی اللہ عنہ نے عبدالملک کی طرف اپنے غلام کے ہاتھ روانہ فرمایا۔ جب عبدالملک کے پاس رقعہ پہنچا تو اس نے اس رقعہ پر ڈالی گئی تاریخ اپنے اس رقعہ کی تاریخ کے عین موافق پائی جو اس نے حجاج کی طرف بھیجا تھا اور امام زین العابدین کے غلام کا رقعہ لے کر آنا بھی اسی تاریخ کے مطابق تھا جس تاریخ کو عبدالملک کا ایلچی رقعہ لے کر حجاج کی طرف روانہ ہوا تھا۔ اس پر وہ بہت خوش ہوئے اور عبدالملک نے امام زین

العابدین رحمۃ اللہ علیہ کی طرف ان کے غلام کے ہاتھ ایک سواری سے لدا سامان اور لباس بھیجا اور دعا کی درخواست بھی کی۔

آپ کی ایک کرامت یہ بھی بیان کی گئی کہ ایک مرتبہ آپ کی اونٹنی نے مستی کرنا شروع کر دی۔ آپ نے اسے بٹھایا اور کوڑا دکھایا اور فرمایا سیدھی ہو کر چلو ورنہ یہ دیکھ لو۔ چنانچہ اس کے بعد اس نے مستی چھوڑ دی۔ آپ نے 94ھ میں انتقال فرمایا اور اہل بیت کے احاطہ میں بقیع میں دفن کیے گئے۔ (قالہ الشبلی)

حضرت علی بن بکار شامی رحمۃ اللہ علیہ

درندے بھی ولی اللہ سے سکون پاتے ہیں

آپ نے حضرت ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت پائی۔ آپ کی ایک کرامت یہ ہے کہ ایک مرتبہ آپ اور ابو اسحاق فزاری ایندھن اکٹھا کرنے کے لیے گئے ابن بکار نے دیر لگا دی۔ ان کی تلاش میں ابو اسحاق پہاڑ میں ادھر ادھر گھومتے رہے۔ دیکھا تو آپ چار زانو بیٹھے ہوئے ہیں اور آپ کی گود میں شیر کا سر ہے اور شیر مزے سے سو رہا ہے۔ آپ اس سے مکھیاں وغیرہ اڑا رہے ہیں۔ یہ دیکھ کر ابو اسحاق نے کہا آپ کو کس بات نے یہاں بٹھایا ہوا ہے؟ کہنے لگے اس شیر نے میرے ہاں پناہ لی۔ میں نے اس پر ترس کھایا۔ لہٰذا میں انتظار کر رہا ہوں کہ وہ جاگے اور میں فارغ ہو کر تم سے آملوں۔

انتڑیاں نکلنے کے بعد ہی تیرہ آدمی مار دیے

کسی جنگ میں آپ کو نیزہ لگا جس سے آپ کی انتڑیاں نکل کر گھوڑے کی کاٹھی پر آن پڑیں۔ آپ نے انہیں پیٹ میں واپس لوٹایا اور اوپر عمامہ باندھ دیا اور برابر لڑتے رہے حتیٰ کہ آپ نے نیزہ سے مضبوط مردوں کو قتل کر دیا۔

گھوڑے کی گفتگو

آپ ایک جنگ میں شریک تھے۔ مسلمانوں کو شکست ہوئی آپ بھی ان کے ساتھ بھاگ کھڑے ہوئے۔ لیکن گھوڑے نے بھاگنے میں سستی کی اس پر آپ نے اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ پڑھا۔ گھوڑے نے بھی یہی الفاظ کہے اور کہا کہ تم نے میری گھاس اور میرے چارے کے لیے فلاں پر بھروسہ کیا تھا۔ آپ نے اس کے بعد قسم اٹھالی کہ زندگی بھر اس کا چارہ کسی پر نہیں ڈالوں گا۔ آپ خود اپنے چار پایوں کے لیے دانہ وغیرہ صاف کیا کرتے تھے۔ مصیصہ میں آپ نے 199ھ میں انتقال فرمایا۔ (ذکرہ المناوی)

حضرت علی رضا بن موسیٰ کاظم بن جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ

آپ اکابر ائمہ میں سے عظیم شخصیت تھے۔ امت میں اہل بیت کا بہت بڑے چراغ، نبوت کا دمکتا ماہتاب، علم و عرفان اور کرم و جوانمردی کا خزانہ اور عظیم القدر و مشہور الذکر تھے۔

موت کے وقت خوراک بتادی

آپ کی بے شمار کرامات میں سے ایک یہ تھی کہ آپ نے فرمایا میں انگور اور انار مرنے سے پہلے کھاؤں گا۔ پھر ایسے ہی ہوا آپ نے ایک صحیح تندرست شخص سے فرمایا اس کے لیے تیاری کر جس سے چھٹکارا نہیں۔ یہ شخص تین دن بعد فوت ہو گیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گہرا تعلق

حاکم نے ہی محمد بن عیسیٰ بن ابی حبیب سے روایت کیا۔ کہا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا آپ اس جگہ تشریف فرما تھے جہاں ہمارے شہر میں حاجی حضرات اترا کرتے تھے۔ میں نے آپ کے پاس ایک تھال دیکھا جو کھجور کے پتوں سے بنایا گیا تھا۔ اس میں صیحانی کھجوریں تھیں۔ آپ نے مجھے اٹھارہ کھجوریں عطا فرمائیں۔ بیس دن بعد میرے ہاں مدینہ منورہ سے علی رضا تشریف لائے اور اسی جگہ اترے۔ جہاں میں نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی تھی لوگ علی رضا کی بارگاہ میں سلام عرض کرنے کے لیے ٹوٹ پڑے۔ میں بھی آپ کی زیارت کے لیے گیا دیکھا تو آپ بالکل اسی جگہ تشریف فرما ہیں اور آپ کے سامنے ایک تھال میں کھجوریں پڑی ہوئی ہیں۔ آپ نے ان میں سے ایک مٹھی بھر کر کھجوریں عطا فرمائیں۔ میں نے بینے کے بعد ان کی گنتی کی تو برابر اٹھارہ کھجوریں تھیں جتنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں مجھے عطا فرمائی تھیں۔ میں نے علی رضا سے عرض کیا حضور! کچھ اور عنایت فرما دیں۔ آپ نے فرمایا اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تجھے زیادہ دیتے تو میں بھی زیادہ دے دیتا۔

دروازوں کے پردے ہوا میں اٹھادیے

جناب شیخ عبد اللہ بشراوی اپنی کتاب ''الاتحاف بحب الاشراف'' میں سیدی علی رضا رحمۃ اللہ علیہ کے حالات زندگی تحریر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ان کے مناقب بڑے بلند اور صفات بڑی عمدہ تھیں۔ آپ ہاشمی خاندان کے چشم و چراغ تھے اور آپ کی جڑ اور اصل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ آپ کی کرامات لاتعداد تھیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ جب مامون نے اپنے بعد ولی عہد آپ کو مقرر کیا تو مامون کے دائیں بائیں بیٹھنے والوں میں کچھ لوگ ایسے تھے جنہیں یہ نامزدگی اچھی نہ لگی اور انہیں خطرہ محسوس ہوا کہ خلافت بنو عباس سے ختم ہو جائے گی اور بنو فاطمہ میں چلی جائے گی۔ اس سوچ کی وجہ سے ان میں جناب علی رضا رحمۃ اللہ علیہ سے نفرت پیدا ہو گئی جناب علی رضا کی عادت کریمہ تھی کہ آپ جب مامون کے گھر ملاقات کے لیے تشریف لاتے تو وہ نوکر چاکر جو دربان ہوتے یا پردہ ہٹانے کی ذمہ داری ان کے سپرد ہوتی یہ سب اور دوسرے خادم آپ کا استقبال کرتے اور سلام عرض کرتے۔ پردہ ہٹاتے تاکہ آپ اندر تشریف لا سکیں۔ جب ان لوگوں کو آپ سے نفرت ہو گئی اور اس فیصلہ کے بارے میں پریشان ہو گئے۔ اور ان کے دلوں میں حسد و بغض داخل ہو گیا تو آپس میں انہوں نے مشورہ کیا۔ اب جب علی رضا مامون سے ملنے آئیں۔ ہم ان سے منہ موڑ لیں گے اور دروازوں کے پردے نہیں اٹھائیں گے۔ اس پر سب متفق ہو گئے ابھی وہ یہ مشورہ کر کے بیٹھے ہی تھے کہ آپ تشریف لائے اور اپنی عادت کے مطابق ملاقات کرنے اندر آنے لگے تو ان لوگوں کو اپنے

مشورہ پر عمل کرنے کی ہمت نہ پڑی۔ چنانچہ سب کھڑے ہوئے استقبال کیا اور دروازوں کے پردے بھی پہلے کی طرح اٹھائے جب آپ اندر تشریف لے گئے تو ایک دوسرے کو ملامت کرنے لگے۔ تم نے اپنے منصوب اور مشورے پر عمل نہیں کیا۔ پھر یہ طے پایا کہ اب جو ہو گیا سو ہو گیا آئندہ اگر آئے تو پھر لازماً ہم اپنے مشورے پر عمل کریں گے۔ جب دوسرے دن آپ حسب عادت تشریف لائے اب کی باری یہ کھڑے تو ہو گئے سلام بھی کیا لیکن پردے نہ اٹھائے۔ فوراً تیز ہوا چلی اس نے پردوں کو اٹھا دیا اور آپ اندر تشریف لے گئے۔ پھر باہر نکلتے وقت بھی تیز ہوا نے آپ کی خاطر پردے اٹھا دیئے۔ اب یہ سب ایک دوسرے کا منہ دیکھنے لگے اور کہنے لگے اس شخص کا اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت بڑا مرتبہ ہے۔ اور اس کی ان پر بڑی مہربانی ہے۔ دیکھو کہ ہوا کیسے آئی اور ان کے اندر جاتے وقت اور باہر آتے وقت اس نے کس طرح پردوں کو اٹھا دیا۔ ہذا چھوڑ دو اپنے مشورے کو اور دوبارہ اپنی اپنی ڈیوٹی دو۔

ولی کسی سے ڈرتا نہیں

صفوان بن یحییٰ بیان کرتے ہیں جب حضرت موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا اور ان کے صاحبزادے ابوالحسن ان کے جانشین مقرر ہوئے۔ اور انہوں نے گفتگو کی ہمیں اس کی وجہ سے آپ کے بارے میں خطرہ لاحق ہوا اور ہم نے ان سے عرض کیا آپ نے تو بہت بڑا کام ظاہر کر دیا ہے اور ہم آپ کے بارے میں ہارون الرشید سے ڈرتے ہیں۔ فرمایا وہ پورا زور لگا لے میرا بال بھی بیکا نہ کر سکے گا۔

اشارۃً موت کی پہلے سے خبر دی

مسافر بیان کرتے ہیں میں ابوالحسن علی رضا کے ساتھ منیٰ میں تھا تو جناب یحییٰ بن خالد برکی وہاں سے گزرے۔ انہوں نے غبار کی وجہ سے اپنا منہ رومال میں لپیٹا ہوا تھا۔ انہیں دیکھ کر جناب علی رضا نے کہا یہ مسکین لوگ نہیں جانتے کہ اس سال ان کے ساتھ کیا ہونے والا ہے ان کا کام جو ہو گا سو ہو گا۔ فرمایا اس سے بھی زیادہ تعجب کی بات یہ ہے کہ میں اور ہارون رشید ان دو انگلیوں کی طرح ہیں۔ آپ نے شہادت کی انگلی اور درمیانی انگلی ملا کر بتایا۔ مسافر بیان کرتے ہیں خدا کی قسم! مجھے جناب علی رضا کی ہارون کے بارے میں بات کی سمجھ اس وقت آئی جب علی رضا رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا۔ اور انہیں ہارون الرشید کے ساتھ دفن کیا گیا۔

موسیٰ بن مروان بیان کرتے ہیں میں نے علی رضا رضی اللہ عنہ کو مدینہ منورہ کی مسجد میں دیکھا اور اس مسجد میں ہارون الرشید خطبہ دے رہا تھا۔ آپ نے فرمایا مجھے اور اس (ہارون) کو تم دیکھو گے کہ ایک ہی گھر میں ہم دونوں دفن کیے جائیں گے۔

جناب حمزہ بن جعفر ارجانی کہتے ہیں ایک مرتبہ ہارون الرشید مسجد حرام کے ایک دروازے سے باہر آیا اور جناب علی رضا ایک دوسرے دروازے سے باہر تشریف لائے تو جناب علی رضا نے فرمایا اے وہ شخص! جو گھر کے اعتبار سے مجھ سے دور ہے لیکن میری تیری ملاقات کی جگہ ایک ہی ہے۔ بے شک طوس مجھے اور تجھے دونوں کو جمع کر دے گی۔

پیٹ میں حمل کا علم

بکر بن صالح سے روایت کیا گیا ہے کہ میں جناب رضا کے پاس حاضر ہوا۔ اور عرض کیا میری بیوی جو محمد بن سنان کی ہمشیرہ ہے اور وہ آپ کا خاص آدمی ہے، امید سے ہے اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ لڑکا عطا ہو۔ آپ نے فرمایا اس کے پیٹ میں دو بچے ہیں۔ جب وہ جنے ایک کا نام محمد اور دوسرے کا نام ام عمرو رکھنا۔ چنانچہ میں کوفہ آ گیا۔ پھر میری بیوی نے دو بچوں کو جنم دیا۔ ایک لڑکا اور ایک لڑکی تھی۔ لڑکے کا نام محمد اور لڑکی کا نام ام عمرو رکھا۔ جیسا انہوں نے فرمایا تھا۔ میں نے اپنی والدہ سے پوچھا ام عمرو کا کیا معنی ہے؟ فرمانے لگیں میری دادی تھیں ان کا نام ام عمرو تھا۔

آئندہ کی خبر

جناب حسن بن موسیٰ بیان کرتے ہیں ہم بنو ہاشم کے چند نوجوان جناب علی رضا کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ ادھر سے جعفر بن عمر علوی کا گزر ہوا۔ اس کی داڑھی گرد و غبار سے اٹی ہوئی تھی ہم میں سے بعض نے بعض کی طرف دیکھا اور یہ دیکھنا مذاق کے انداز میں تھا۔ کیونکہ جعفر بن عمر کی شکل و شباہت ہی ایسی تھی یہ دیکھ کر جناب علی رضا فرمانے لگے تم بہت جلد دیکھو گے کہ اس کے پاس وافر مال ہوگا۔ بہت سے نوکر چاکر ہوں گے اور شکل و صورت بہت اچھی ہوگی۔ آپ کی اس بات کو ابھی ایک ماہ بھی نہ گزرا تھا کہ اسے مدینہ کا والی مقرر کر دیا گیا۔ اس کی حالت سدھر گئی وہ ہمارے پاس سے گزرتا اور اس کے دائیں بائیں خادم اور نوکر ہوتے تھے تو ہم اس کی آمد پر کھڑے ہو جایا کرتے تھے اور اس کی تعظیم کیا کرتے تھے اور ہم اس کی دعوتیں کیا کرتے تھے۔

حسین بن یسار بیان کرتے ہیں مجھے علی رضا نے بتایا عبداللہ محمد کو قتل کر دے گا۔ میں نے پوچھا کیا عبداللہ بن ہارون محمد بن ہارون کو قتل کرے گا؟ فرمایا ہاں۔ پھر ایسے ہی ہوا۔ شبراوی نے یہی لکھا ہے۔ نقل کی گئی کرامات ماسوائے پہلی کرامت کے امام مناوی نے بھی ذکر کی ہیں۔ ان کے علاوہ اور بھی آپ کے مناقب ذکر کیے پھر لکھا کہ آپ کی وفات 203ھ صفر کے آخری دنوں میں خراسان میں واقع طوس میں ہوئی۔

حضرت ابوالحسن علی بن زیاد کنانی زیادی رحمۃ اللہ علیہ

بادل بھی ولی اللہ کی زمین جانتے ہیں

آپ فقیہ، عالم، صالح اور مشہور کرامات والی شخصیت تھے۔ بیان کیا گیا کہ وادی لحج میں آنے والا پانی منقطع ہو گیا۔ یہاں فقیہ مذکور کی زمین تھی جسے جرب کہا جاتا تھا۔ بادل آیا اور فقیہ موصوف کی زمین پر برسا۔ ادھر ادھر دوسرے کھیتوں پر نہ برسا۔ اس واقعہ کے بعد ایک مسافر کہیں سے آیا۔ اس نے فقیہ مذکور کا اتہ پتہ پوچھا اسے ان کا گھر بتایا گیا۔ ملاقات ہوئی تو اس نے آپ سے برکت کے حصول کی کوشش کی اور دعا کی درخواست کی۔ اس پردیسی سے اس کی وجہ پوچھی گئی تو کہنے لگا میں فلاں شہر میں تھا۔ اچانک مجھے ایک بادل کا ٹکڑا اڑتا ہوا دکھائی دیا اور اس کے پیچھے کوئی کہنے والا کہہ رہا تھا وادی لحج کی طرف جا اور فقیہ کی زمین کو سیراب کر۔ آپ کی اولاد اب بھی اسی پر باقی ہے اقروظ نام کی قوم آپ کی ہم نسب تھی۔ یہ لوگ وہاں رہائش

پذیر تھے اور یہ لوگ بنی اسرائیل کے معروف قبیلہ بنو قریظہ سے ہیں۔

اہل لجم کے ایک فقیہ صاحب خیر وصلاح میں بڑے مشہور تھے۔ انہیں جب کوئی پریشانی آتی تو اپنے ساتھیوں سے کہتے ہمیں فقیہ زیادی کی زمین کی طرف لے چلو۔ فقیہ موصوف کی زمین شہر سے دور تھی۔ لوگ ان کے ساتھ زمین کی طرف چل پڑتے جب وہاں پہنچ جاتے تو تمام پریشانیاں ختم ہو جاتیں۔ 235ھ میں شیخ موصوف نے انتقال فرمایا۔

حضرت علی بن موفق ابوالحسن رحمۃ اللہ علیہ

آپ کی کرامت تھی ایک دن میں اذان دینے کے لیے نکلا۔ مجھے ایک کاغذ ملا میں نے اسے اٹھا کر آستین میں رکھ لیا اور نماز ادا کی۔ پھر اسے پڑھا تو اس میں تحریر تھا: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم یا علی بن الموفق تخاف الفقر وانا ربك اے علی بن موفق! تو فقر سے ڈرتا ہے حالانکہ میں تیرا رب ہوں۔ آپ ایک سخت ٹھنڈی رات نماز کے لیے اٹھے دیکھا تو آپ کے دائیں بائیں حقیقی بھائی سوئے ہوئے ہیں، آپ رو پڑے۔ ہاتف سے آواز آئی ہم نے تمہیں جگایا اور انہیں سونے دیا تو ہمارے سامنے کیوں روتا ہے؟ انہوں نے ابن ابی حواری سے طریقت سیکھی۔ 265ھ میں انتقال فرمایا۔

حضرت علی بن محمد بن سہل بن صائغ دینوری رحمۃ اللہ علیہ

آپ صوفیہ کرام کے صدر اور مشہور ولی ہوئے ہیں۔ آپ کی کرامت یہ بیان کی گئی ہے کہ آپ جب گرمی میں دھوپ کے اندر نماز ادا فرماتے تو گدھ ان پر سایہ کرتے۔ 297ھ میں انتقال فرمایا۔ خود بیان فرماتے ہیں ایک مرتبہ مجھے شہوت ہوئی تو میں نے بیس سال دل کو گم کیے رکھا۔ پھر اسے بیس سال حق پر جمع کیا۔ پھر میں نے چیزوں کو ''کن فیکون'' کہنا چھوڑ دیا۔ یہ بھی بیس سال چھوڑے رکھا۔ اس کی وجہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ادب تھا۔ آپ قرافہ میں پہاڑ کے نیچے دفن کیے گئے۔ (قالہ المناوی)

اور ظاہر یہ نظر آتا ہے کہ آپ اور شخصیت ہیں اور آگے ذکر ہونے والے علی ابی الحسن دینوری دوسرے بزرگ ہیں کیونکہ ان دونوں کی تاریخ وفات مختلف ہے اگرچہ کئی اوصاف میں دونوں مشترک ہیں۔

حضرت علی بن محمد زین صغیر بغدادی رحمۃ اللہ علیہ

محبت خدا میں غرق

آپ کبار مشائخ میں سے اپنے زمانہ کے امام تھے۔ آپ پر صوفیہ کرام کی ریاست ختم ہوگئی۔ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت پائی۔ ان سے استفادہ کیا اور ان سے بہت سی کتابیں پڑھیں۔ خود بیان فرماتے ہیں میں مکہ مکرمہ میں تھا کہ میرا دل بے قرار سا ہو گیا۔ میں مدینہ منورہ جانے کے ارادے سے مکہ سے باہر نکلا۔ راستہ میں تھوڑی دور جانے کے بعد مجھے ایک زمین پر پڑا ہوا نوجوان دکھائی دیا اور موت کی کیفیت میں مبتلا نظر آتا تھا۔ میں نے اس کے قریب جا کر لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ پڑھا تو اس نے اپنی آنکھیں کھولیں اور کہا:

أنا إن مت فالهوى حشو قلبي　　وبداء الهوى يموت الكرام

(میں اگر مر بھی گیا تو کیا ہوا محبت پھر بھی میرے دل کا برتن ہے اور (سچی بات تو یہ ہی ہے کہ) محبت کی بیماری سے ہی سخی لوگ مرا کرتے ہیں)۔

یہ کہا اور پھر خدا کو پیارا ہو گیا۔ میں نے اس کے کفن و دفن کا بندوبست کیا۔ اس کے بعد میری بے قراری ختم ہو گئی اور میں واپس مکہ شریف آ گیا۔ آپ کے کلام میں سے یہ بھی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کا ذکر غالب ہو جاتا ہے تو دنیا و آخرت اس میں فنا ہو جاتی ہے۔ فرماتے ہیں توحید یہ ہے کہ تو اللہ وحدہ کی طرف اپنے تمام کاموں میں رجوع کرے اور تجھے معلوم ہونا چاہیے اور تو یہ جانتا ہو کہ جو کچھ تیرے دل میں حاصل ہوا پس اللہ تعالیٰ اس کے خلاف ہے۔ (یعنی اللہ تعالیٰ کا تصور اور اس کی ہویت مقدسہ اس تصور سے بلند و بالا ہے جو آدمی کے دل میں ہوتا ہے) مکہ میں ہی 328ھ میں آپ نے انتقال فرمایا۔

حضرت علی بن محمد بن سہل ابوالحسن دینوری رحمۃ اللہ علیہ

آپ مشہور امام العارفین اور اولیاء اور صالحین میں سے ایک بڑی بزرگ شخصیت تھے۔ آپ کی کرامات میں سے ایک یہ بیان کی گئی ہے کہ ایک نوجوان نے آ کر آپ کے سر کا بوسہ لیا۔ آپ نے اسے فرمایا جاؤ اور جا کر اپنی والدہ سے وہ سخت گفتگو بخشواؤ جو تم نے اس سے کی ہے۔ تمہارے لیے اس (بوسہ لینے) سے وہ کہیں بہتر ہے۔ آپ جب اپنی عبادت گاہ میں رات بسر فرماتے تو تہجد کی ادائیگی کے لیے آپ کے سر پر قندیل جلتی ہوتی۔

لوگوں میں مقبولیت

آپ پہاڑوں میں ایسی جگہ تشریف لے جایا کرتے جہاں درندے رہائش رکھتے۔ چالیس دن متواتر وہاں قیام فرماتے۔ اس دوران کسی کو بھی جرأت نہ ہوتی کہ آپ تک پہنچ جاتا۔ پھر جب آپ واپس تشریف لاتے تو ہر آدمی اپنا کاروبار چھوڑ دیتا اور برکت حاصل کرنے اور تعظیم کی خاطر آپ کی زیارت کے لیے آ جاتا۔ ایک مرتبہ ایک مغرب کا رہنے والا شخص مغرب سے ایک رقعہ لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ خادم اندر آئے اور عرض کیا کہ دروازے پر ایک مغربی آدمی رقعہ لیے حاضر ہے۔ آپ نے فرمایا میں اس کا رقعہ اس مرتبہ قبول نہیں کروں گا۔ کیونکہ اس نے خیانت کی ہے وہ یہ کہ راستہ میں اس نے رقعہ کھولا تھا۔ پھر معلوم ہوا کہ ایسا ہوا تھا۔

بات نہ ماننے پر جانی نقصان

ایک کردی کا ایک آٹا پیسنے والے پر کچھ قرض تھا۔ شیخ موصوف رحمۃ اللہ علیہ کی قبر کے پاس اس سے اس کی ملاقات ہو گئی تو آٹا پیسنے والے نے کچھ مہلت دینے کی درخواست کی۔ کردی نے انکار کر دیا۔ اسے پکڑا اور ابھی تقریباً بیس قدم بھی نہ چلا ہو گا کہ ایک قبر میں اپنے گھوڑے سمیت دھنس گیا اور مر گیا۔ شیخ موصوف فرمایا کرتے تھے جس شخص کی کرامات زندگی میں رونما ہوتی ہوں ایسی کرامات اگر اس کے انتقال کے بعد اس سے وقوع پذیر نہ ہو سکیں تو وہ سچا نہیں ہے۔ 330ھ میں مصر میں انتقال

فرمایا اور قرافہ میں دفن کیے گئے۔ (قالہ المناوی)

حضرت ابوالحسن علی بن ابراہیم حوفی رحمۃ اللہ علیہ

صاحب قبر سے علم حاصل کیا

آپ بیک وقت امام، علامہ اور زاہد ہونے کے ساتھ ساتھ علوم تفسیر میں بہت سی کتابوں کے مصنف بھی ہوئے۔ ان سے ہی بیان کیا گیا ہے کہ آپ ایک مرتبہ ایک مسئلہ کی تحقیق کے سلسلہ میں مصر سے بغداد تشریف لے گئے۔ جب بغداد میں داخل ہوئے تو شیخ کا انتقال ہو گیا تھا (جن کے پاس آئے تھے) چنانچہ لوگوں سے ان کی قبر کے بارے میں پوچھا۔ کہاں واقع ہے؟ پتہ چلنے پر وہاں پہنچے قبر پر ختم پڑھا پھر سو گئے تو خواب میں صاحب قبر کی زیارت ہوئی۔ عرض کیا کہ حضور! میں تو مصر سے آپ کے پاس مسئلہ کی طلب میں حاضر ہوا تھا۔ آپ نے اس مسئلہ کا جواب ان پر خواب میں واضح کر دیا اور اس کے ساتھ ساتھ پانچ اور مسئلے بھی سمجھا دیئے جب آنکھ کھلی اور بغداد سے واپسی کا ارادہ کیا تو اچانک ایک آواز دینے والے نے آواز دی جو شخص اس شہر میں علی بن ابراہیم حوفی نام کا آیا ہے، اس کے لیے اعلان ہے کہ وہ لازماً امیر المومنین سے ملاقات کرے۔ شیخ موصوف بیان کرتے ہیں میرے دل نے مجھے واپس چلے جانے پر پھسلایا۔ پھر اچانک ایک عورت کی آواز آئی اے فلاں! اے فلاں! میں اس کی آواز سے بہت خوش ہوا اور مجھے خیر کی توقع ہوئی (یعنی امیر المومنین کا مجھے بلانا کسی بہتری کے لیے ہے) میں خلیفہ کے محل میں آیا تو دیکھا کہ میری خاطر محل سے نیچے اتر کر ننگے پاؤں دروازے پر کھڑا ہے۔ جونہی اس کی نظر مجھ پر پڑی میری طرف چل پڑا۔ مجھے سلام کیا اور کہا اندر تشریف لائیے میں اندر چلا گیا۔ وہ میرے لیے پردہ اٹھاتا گیا جب وہ بیٹھ گیا میں بھی بیٹھ گیا تو اس نے مجھے کہا رات خواب میں شیخ نے تمہیں کیا فرمایا تھا؟ میں نے واقعہ سنایا۔ اس دوران کہ وہ مجھ سے باتیں کر رہا تھا اچانک شور بپا ہوا کہ رومی فوج فلاں جگہ آ گئی ہے۔ یہ سن کر خلیفہ نے شیخ موصوف سے عرض کی یا سیدی! فوج بہت کمزور ہے اور میں مسلمانوں کے بارے میں ڈرتا ہوں لہٰذا اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے۔ شیخ موصوف نے ہاتھ پھیلائے دعا کی اور خلیفہ سے اجازت لی اور چلتے بنے۔ خلیفہ نے بہت سے دینار اور غلام دینے کا حکم دیا لیکن آپ نے ان میں سے صرف دو درہم قبول کیے۔ باقی سب کچھ وہیں چھوڑ کر مصر کی جانب چل پڑے۔ پھر کچھ دنوں بعد شور مچا اور خلیفہ تک خبر پہنچی کہ رومی سب کے سب ہلاک ہو گئے۔ اور ان کا آخری آدمی اس وقت ہلاک ہوا تھا جس وقت شیخ موصوف نے دعا کی تھی۔ بتانے والے نے بتایا تھا کہ فلاں دن فلاں وقت اور فلاں ساعت تھی۔ شیخ موصوف نے مصر میں ہی انتقال فرمایا۔ قرافہ میں ادفوی کی قبر کے قریب دفن کیے گئے۔

حضرت علی بن علیم رحمۃ اللہ علیہ

آپ مشہور اولیاء کرام میں سے عظیم بزرگ تھے۔ جن کا تعلق ارض فلسطین سے تھا۔ السید الجلیل، الکبیر، سلطان الاولیاء، قدوۃ العارفین، سید اہل الطریقۃ المحققین، صاحب المقامات والمواہب والکرامات والخوارق الباہرات، مجاہد فی سبیل اللہ،

الملازم لطاعۃ اللہ، المشہور علی بن علیم۔ آپ کا نسب امیر المومنین سیدنا حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے جا ملتا ہے۔ جو یہ ہے علی بن عیل بن محمد بن یوسف بن یعقوب بن عبدالرحمن ابن السید الجلیل الصحابی عبداللہ ابن امیر المومنین ابی حفص عمر بن الخطاب القرشی رضی اللہ عنہ وعن اصحاب رسول اللہ، سید علی بن علیل رحمۃ اللہ علیہ کی قبر انور ساحل ارسوف پر نمکین پانی والے سمندر کے کنارے واقع ہے جو کبھی آباد علاقہ تھا۔ لیکن اب شمالی یافا کا یہ حصہ غیر آباد ہے۔ شمالی یافا اور ان کی قبر کے درمیان تقریباً چھ میل کی مسافت ہے۔ آپ کی قبر پر بہت بڑی درگاہ ہے۔ وہاں کے گردونواح کے لوگ تمام کے تمام ان کے بہت عقیدت مند ہیں۔ آپ کے مناقب میں سے یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ افرنگی آپ کے بہت عقیدت مند تھے اور آپ کی ولایت کے معترف تھے۔ صاحب ''الانس الجلیل'' شیخ مجیر الدین حنبلی نے لکھا کہ مجھے بتایا گیا کہ فرنگی جب ان کی قبر پر آتے ہیں جو سمندر میں واقع ہے تو اپنے سروں سے کپڑا اتار لیتے ہیں اور ان کی طرف جھکتے ہوئے جاتے ہیں۔ آپ نے 474ھ میں انتقال فرمایا۔ جب ملک ظاہر نے یافا اور ارسوف کی فتح کے وقت پیرس میں پڑاؤ ڈالا تو آپ کی زیارت کے لیے گیا۔ بہت سی نذریں مانیں اور بہت سی اشیاء وقف کیں۔ ان کی قبر کے نزدیک دعا مانگی تو اللہ تعالیٰ نے مختلف شہروں کو فتح کرنا اس کے لیے آسان کر دیا۔ ہر سال گرمی کے موسم میں ان کا سالانہ عرس ہوتا ہے۔ دور دراز شہروں سے لوگ حاضری کے ارادے سے آتے ہیں جن کی تعداد خدا ہی بہتر جانتا ہے اور بڑے بڑے قیمتی مال ان کی نذر کرتے ہیں۔ اور اس کتاب کا مصنف (علامہ نبہانی) کہتا ہے کہ مجھے بھی بارہا آپ کی زیارت کا شرف حاصل ہوا۔ آپ کی برکات حاصل ہوئیں۔ آپ کی قبر شریف پر بہت بڑی عمارت ہے لیکن گنبد نہیں ہے۔ کیونکہ آپ اسے قبول نہیں فرماتے۔ وہاں ایک جامع مسجد اور بہت سے اوقاف ہیں۔ جن کی پیداوار سے ہر وہ شخص کھانا کھاتا ہے جو دور دراز سے آپ کی زیارت کے لیے حاضر ہوتا ہے اور مہمانوں وزائرین کے کھانے پینے کے علاوہ رات بسر کرنے کا عمدہ انتظام ہے۔ اوقاف کا غلہ زائرین پر خرچ کرنے، جامع کے اخراجات اور ملازمین کی ضروریات پوری کرنے کے بعد جو بچ جاتا ہے اسے دربار کا متولی عمری لے لیتا ہے جو شام کے اکابرین میں سے ہے اور شام کی پرانی عمارتیں انہی حضرات کی ہیں۔

حضرت علی بن حسن خلعی رحمۃ اللہ علیہ

ایک قمیص میں ہی سردی گرمی میں گزارا کرنا

آپ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے مقلد بہت بڑے محدث اور موصل کے رہنے والے تھے۔ اصل وطن آپ کا مصر تھا۔ آپ کی ایک کرامت یہ تھی کہ آپ گرمی وسردی میں صرف ایک قمیص پہنا کرتے تھے۔ آپ سے اس بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا مجھے ایک مرتبہ بخار ہو گیا۔ میں رات کو اٹھا تو ہاتف نے میرا نام لے کر آواز دی۔ میں نے جواب میں لبیک داعی اللہ کہا۔ یوں آواز دینے والا کہنے لگا لبیک ربی اللہ، پھر تمہیں کوئی دکھ درد نہیں ہوگا۔ میں نے عرض کیا میرے اللہ! میرے سردار! کیا بخار بھی نہیں ستائے گا؟ آواز آئی ہم نے اسے حکم دے دیا ہے کہ تیرا پیچھا چھوڑ دے۔ میں نے پھر عرض کیا اور سردی؟ فرمایا سردی بھی تیرا

کچھ نہ بگاڑے گی۔ اس وقت سے مجھے سردی گرمی کا احساس نہیں ہوتا۔ 492ھ میں انتقال فرمایا۔ قرافہ میں دفن ہوئے آپ کی قبر قاضی الحق کی قبر کے نام سے مشہور ہے۔

امام سخاوی نے کہا شیخ ابوالحسن خلعی یہ وہی بزرگ ہیں جو حدیث میں ''صاحب الخلیعات'' کہتے ہیں۔ ان سے ابن رفاعہ نے حکایت کیا کہ جنات ان سے قرآن کریم پڑھتے تھے ان کی زیارت کے لیے آتے تھے اور ان سے حدیث پاک سنتے تھے۔

حضرت ابوالحسن علی بن ابی بکر بن خمیر عرشانی رحمۃ اللہ علیہ

لمبا سفر وقت کم

آپ فقیہ، امام کبیر، عارف اور عالم تھے۔ علم حدیث کا ان پر غلبہ تھا جس کی وجہ سے اسی کے ساتھ ان کی پہچان تھی۔ ان کی اپنے دور میں نظیر نہ تھی۔ ابن سمرہ نے اپنے ''طبقات'' میں ان کی بہت خوب اور پسندیدہ تعریف کی ہے۔ جندی نے بھی ان کا ذکر کیا اور ان کی بہت تعریف کی۔ کہا گیا ہے کہ شیخ موصوف کی یہ بات نقل متواتر سے ثابت ہے کہ آپ اپنے طالب علمی کے دور میں عرشان گاؤں سے احاظہ یا المشرق نامی گاؤں میں روزانہ پڑھنے جایا کرتے تھے۔ جب کہ ان دونوں گاؤں اور آپ کے گاؤں عرشان کے درمیان تیز چلنے والے شخص کا ایک دن مکمل خرچ ہوتا تھا۔ وہاں سے پڑھ کر رات پھر واپس اپنے گھر آ جاتے۔ جب آپ کا آنا بہت مشہور ہو گیا تو عرب کی ایک جماعت نے ان کا راستہ روکنا چاہا۔ آپ ان کے قریب سے گزر جاتے لیکن انہیں ان کا علم نہ ہوتا صرف اسی وقت پتہ چلتا جب آپ ان سے کافی مسافت آگے جا چکے ہوتے جہاں جا ملنا ان کے بس سے باہر ہوتا۔ جب آپ سے بارہا ایسا ہوا کہ وہ انہیں نہ دیکھ پاتے اور آپ ان سے دور چلے جاتے تو انہوں نے سمجھا کہ آپ ان سے پردہ میں رہنے کو اپنائے ہوئے ہیں۔ اس سے ان کی نیت تبدیل ہوگئی اور ایک دن وہ راستہ روک کر بیٹھ گئے۔ آپ ان سے ظاہر ہوئے تو سب کھڑے ہو گئے اور آپ کو سلام کیا اور آپ سے دعا کا سوال کیا اور یہ بھی مطالبہ کیا کہ ان کے دلوں میں جو کچھ انہوں نے چھپا رکھا تھا، اسے دور فرما دیں۔ سو آپ نے انہیں معاف کر دیا۔ آپ فقیہ یحییٰ صاحب ''البیان'' کے شیخ ہیں۔ وہ ان کی بہت تعریف کیا کرتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ میں نے ان سے بڑا حافظ حدیث اور عارف حدیث نہیں دیکھا۔ آپ نماز بروقت ادا کرنے میں بہت زیادہ پابندی کیا کرتے تھے۔ آپ نے اپنی موت کی بیماری میں بھی نماز کھڑے ہو کر بیٹھ کر یا پہلو پہ جس طرح بھی ادا ہو سکی ادا کی۔ جب حالت نزع میں تھے تو لوگوں نے آپ کو یہ کہتے سنا لبیک لبیک۔ لوگوں نے پوچھا آپ کا کیا مطلب ہے؟ فرمانے لگے اللہ تعالیٰ نے مجھے بلایا ہے۔ مجھے میرے رب کی طرف اٹھا دو۔ پھر اس کے بعد انتقال فرما گئے آپ نے 557ھ میں انتقال فرمایا۔

حضرت علی بن ابراہیم انصاری رحمۃ اللہ علیہ

دلی کے رقعہ سے اسلام لائے اور مغفرت پائی

آپ اپنے دور کے امام زاہد تھے اور ابن بنت ابی سعد کے نام سے مشہور تھے۔ آپ کی ایک کرامت یہ تھی کہ اژدھے

آپ کے ہاتھوں سے پانی پی پیا کرتے تھے۔ جب کسی مریض کو دم کرتے تو اسے شفا ہو جاتی۔ آپ کے قرب میں ایک نصرانی رہتا تھا۔ اس پر موت کا وقت آیا تو شیخ موصوف نے اس کی طرف ایک خادم کو بھیجا جو شیخ کا رقعہ لے کر گیا۔ جس میں "الشہادۃ" لکھی ہوئی تھی (أشهد أن لا اله الا الله و أشهد أن محمدا عبده و رسوله) نصرانی اس رقعہ کو محض دیکھنے سے ہی خود بھی مسلمان ہو گیا اور اس کے تمام گھر والے بھی اسلام لے آئے۔ وہ رقعہ پھر اس کے کفن میں رکھ دیا گیا۔ خواب میں کسی نے اس سے پوچھا تمہارے ساتھ کیا سلوک ہوا؟ کہنے لگا اس رقعہ کے سبب بخش دیا گیا۔ 564ھ میں آپ نے انتقال فرمایا۔ جب آپ کو غسل دینے کے لیے تختہ پر رکھا گیا تو لوگوں نے آواز سنی لیکن آواز والا نظر نہیں آ رہا تھا۔ آواز یہ تھی: "هنيئا لك يا من قدم على الله بقلب خاشع و بصر دامع" مبارک ہو آنے والے! تو اللہ تعالیٰ کے حضور عاجز دل اور رونے والی آنکھ لے کر حاضر ہوا ہے۔ قرافہ میں آپ کو دفن کیا گیا۔

حضرت علی بن ہیتی رحمۃ اللہ علیہ

مقتول کو زندہ کر کے قاتل کا پوچھا

شیخ موصوف ایک مرتبہ دو بستیوں کے باشندوں کے پاس تشریف لے گئے۔ جنہوں نے ایک دوسرے کے خلاف جنگ کرنے کے لیے تلواریں نیاموں سے باہر نکالی ہوئی تھیں وہاں ایک قتل کیے گئے شخص کی لاش پڑی ہوئی تھی۔ دونوں فریق اس مقتول کے قتل کرنے کا الزام ایک دوسرے پر لگا رہے تھے۔ شیخ موصوف نے مقتول کی پیشانی کو پکڑا اور پوچھا اے عبداللہ! تجھے کس نے قتل کیا ہے؟ وہ اٹھ کر بیٹھ گیا۔ آنکھیں کھولیں اور آپ کی طرف دیکھا۔ پھر اس نے قاتل کا نام اس کے باپ کا نام بتایا پھر فوت ہو گیا۔

گم شدہ سونے کا ہار مل گیا

جناب سراج بیان کرتے ہیں شیخ موصوف ایک دن اپنی سواری پر سوار ہو کر عراق کے زیر انتظام علاقے نہر الملک کے ایک گاؤں تشریف لے گئے۔ وہاں کے ایک باشندے کے ہاں مہمان بنے۔ اس نے خوشی سے مہمان بنایا اور آپ نے گھر والے سے فرمایا وہ سامنے جو مرغ ہے اسے ذبح کر کے گوشت پکاؤ اسے ذبح کیا گیا پھر جب اس کا پیٹ چاک کیا گیا تو سونے کے موتی اس کی دانہ دانی سے نکلے۔ یہ دیکھ کر وہ شخص حیران رہ گیا کیونکہ اس سے کچھ دیر قبل اس کی ہمشیرہ کا ایک ہار گم ہو گیا تھا۔ جس میں سونے کے موتی جڑے ہوئے تھے۔ وہ اس مرغ نے کھا لیا تھا لیکن اس نے اس ہار کی تہمت اپنی بیوی پر دھری تھی اور اس سلسلہ میں نوبت یہاں تک پہنچ چکی تھی کہ آنے والی رات کو اسے قتل کر دیا جاتا تھا۔ شیخ صاحب نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھے تمہارے متعلق تمام حالات کی اطلاع فرما دی میں نے اللہ تعالیٰ سے درخواست کی کہ وہ مجھے اس سلسلہ میں تمہیں حالات بتانے کی اجازت عطا فرمائے تو مجھے اجازت مل گئی اور میں یوں تمہارے ہاں مہمان بن گیا۔

علم سلب بھی کیا اور واپس بھی کر دیا

فقہاء، مشائخ اور فقراء کی بہت بڑی تعداد زیران میں حاضر ہوئی۔ محفل سماع شروع ہوئی۔ مشائخ کرام نے اس سے اپنا حصہ حاصل کیا۔ چونکہ فقہاء کرام اسے اچھا نہیں سمجھتے تھے تو انہوں نے اسے دل سے برا جانا۔ پھر ہوا یہ کہ شیخ علی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کا چکر لگایا اور آپ جس فقیہ کے سامنے آتے، اس کی طرف دیکھتے تو اس کے ساتھ ہی اس کی ساری معلومات حتی کہ قرآن کریم ختم تک ہو جاتے اور کچھ بھی یاد نہ رہتا۔ فقہاء کرام وہاں سے اٹھے واپس آ گئے اور ایک مہینہ یونہی دولت علم کے ختم ہونے پر گزارا۔ پھر مہینہ بعد دوبارہ حاضر خدمت ہوئے۔ آپ کی قدم بوسی کی اور استغفار کی۔ آپ نے ان کے لیے دستر خوان لگایا خود بھی کھایا اور ہر فقیہ کو اپنے ہاتھ سے ایک ایک لقمہ کھلایا۔ جونہی وہ لقمہ چبا کر پیٹ میں اتارتے، اسی لمحے کھوئی ہوئی یادداشت واپس آ جاتی۔

ولی سے مدد مانگی اور کامیابی مل گئی

ملک العجم نے بغداد پر حملہ کرنے کا منصوبہ بنایا اور خلیفہ نے اس کے مقابلہ سے عاجزی پائی۔ اور اس کو بہت مشکل اور عظیم معاملہ جانا۔ وہ اٹھا اور سید حاسر کار غوث پاک شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس حاضر ہوا۔ اتفاق سے اس وقت آپ کے پاس شیخ علی بن ہیتی رحمۃ اللہ علیہ موجود تھے۔ خلیفہ نے شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ سے اس بارے میں مدد طلب کی تو شیخ نے ابن ہیتی رحمۃ اللہ علیہ سے کہا ان لوگوں کو بغداد سے چلے جانے کا کہہ دو۔ شیخ ابن ہیتی نے کہا جناب کا ارشاد سر آنکھوں پر۔ پھر شیخ ابن ہیتی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے خادم سے کہا جاؤ اور اس عجمی فوج کے پاس جب پہنچو گے تو تمہیں تین آدمی بیٹھے نظر آئیں گے جو اپنے اوپر تہبند کا سائبان بنا کر اس کے نیچے بیٹھے ہوں گے۔ انہیں کہنا کہ تمہیں علی بن ہیتی نے کہا ہے کہ یہاں سے تشریف لے جاؤ۔ اگر وہ کہیں کہ ہم خود بخود نہیں آئے بلکہ کسی کے حکم سے آئے ہیں تو انہیں کہنا کہ میں بھی کسی کے حکم سے آیا ہوں۔ جب خادم ان کے پاس پہنچا اور شیخ موصوف نے جو کچھ کہا تھا وہ گفتگو ہوئی تو انہوں نے وہ لاٹھی پھینک دی۔ جس پر تہبند کھڑا کر کے خیمہ بنایا گیا تھا اور تہبند لپیٹا اور عجم کی طرف روانہ ہو گئے۔ ادھر تمام فوجیوں نے اپنے اپنے خیمے اکھیڑے اور ان تینوں حضرات کے پیچھے پیچھے عجم کی طرف روانہ ہو گئے۔ امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے علی بن ہیتی رحمۃ اللہ علیہ کے دل کی گرہ اسی وقت کھول دی گئی تھی جب ان کی عمر سات برس تھی۔ آپ مغیبات کی خبریں دیا کرتے تھے۔ اور آپ کے ہاتھوں کرامات ظاہر ہوئی تھیں۔ علامہ مناوی کہتے ہیں شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ ان کی بہت تعظیم و توقیر کیا کرتے تھے اور یہ بھی فرمایا کرتے تھے ہر ولی ہماری مہمانی میں ہے مگر ابن ہیتی وہ ولی ہے جس کے ہم مہمان ہیں۔

سوکھے درخت سے تازہ پھل

جناب تاذفی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں شیخ ابوالحسن جوسقی رحمۃ اللہ علیہ بیان فرماتے ہیں ایک مرتبہ میں نے شیخ کو ایسی جگہ سے دیکھا کہ میرے خیال میں آپ مجھے وہاں نہیں دیکھ رہے تھے۔ آپ ایک پرانی کھجور کے نیچے ایسی جگہ تشریف فرما تھے جہاں درخت

اور پانی کم یاب تھے۔ میں نے دیکھا کہ کھجور کا درخت تروتازہ ہے اور اس کی تمام شاخوں پر کھجوریں لگی ہوئی ہیں۔ کھجوروں سے لدی ٹہنیاں آپ کے قریب جھک کر آئی ہوئی ہیں۔ آپ اس سے پھل اتارتے اور تناول فرماتے ہیں۔ حالانکہ اس وقت عراق کی سرزمین پر کھجوروں کے درخت پھل سے بالکل خالی تھے۔ پھر آپ اٹھے اور چل پڑے۔ میں بھی آپ کے پیچھے پیچھے ہولیا۔ آپ اپنے مکان میں تشریف لے آئے میں حاضر ہوا۔ میں نے وہاں کھجوریں دیکھیں اور اجازت لے کر وہ کھائیں اس کا ذائقہ مشک کے ذائقہ سے ملتا جلتا تھا۔

ولی کی خادمہ کی ناراضگی بھی باعث تکلیف ہے

شیخ ابو محمد مسعود حارثی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہمارے شیخ جناب شیخ علی بن ہیتی رحمۃ اللہ علیہ ایک عورت کے ہاں تشریف فرماتے تھے جو ان کی خدمت کیا کرتی تھی۔ اس کا نام ریحانہ تھا اور ست البہاء اس کا لقب تھا۔ وہ بیمار ہوگئی اور بیماری بھی وہ کہ جس میں وہ دنیا سے رخصت ہوگئی۔ اس نے شیخ سے عرض کیا یا سیدی! تازہ کھجوریں کھانے کو دل چاہتا ہے لیکن اس وقت زیران بستی میں کہیں بھی تازہ کھجوروں کا نام تک نہ تھا۔ وہاں ایک بستی قطفنا میں ایک شخص کے پاس تازہ کھجوریں تھیں۔ جس کا نام عبدالسلام تھا اور وہ نیک آدمی تھا شیخ نے اپنا چہرہ اس کی طرف پھیرا (اس کے گاؤں قطفنا کی طرف) اور وہیں بیٹھے بیٹھے ارشاد فرمایا اے عبدالسلام! ریحانہ خادمہ کے لیے اپنی کھجوروں میں سے کچھ کھجوریں لے آؤ۔ اللہ تعالیٰ نے عبدالسلام کو شیخ کی آواز سنوادی۔ اس نے کھجوریں لیں اور شیخ کی طرف روانہ ہوگیا۔ جب پہنچا تو کھجوریں اس خادمہ کے سامنے رکھ دیں۔ خادمہ نے کھائیں پھر عبدالسلام نے خادمہ سے کہا یا سیدتی! آپ کے سامنے پڑی اشیاء ان کھجوروں سے کہیں زیادہ پاکیزہ، اعلیٰ اور ستھری ہیں۔ ان کے ہوتے ہوئے کھجوروں کی کیا ضرورت تھی؟ یہ سن کر خادمہ بولی اے عبدالسلام! ہوں میں خادمہ شیخ علی بن ہیتی رحمۃ اللہ علیہ کی اور دنیا و آخرت کی کوئی چیز مجھے نہ ملے؟ جاؤ چلے جاؤ۔ تم ضرور نصرانی ہو جاؤ گے پھر وہ خادمہ انتقال کر گئیں۔ رحمۃ اللہ علیہا، پھر عبدالسلام بغداد روانہ ہوا۔ راستہ میں اسے چند نصرانی عورتیں نظر آئیں۔ ان میں سے ایک پر یہ عاشق ہوگیا اور اس سے کہا کہ میں تجھ سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔ اس نے کہا شادی صرف ایک شرط پر ہوسکتی ہے وہ یہ کہ تو بھی نصرانی بن جائے اس نے یہ شرط مان لی۔ شادی ہوگئی پھر اس عورت کے شہر میں دونوں رہے بچے بچیاں پیدا ہوئے۔ پھر عبدالسلام سخت بیمار پڑ گیا۔ شیخ علی بن ہیتی رحمۃ اللہ علیہ کو اس کی اطلاع کی گئی۔ آپ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی اے اللہ! میں نہیں پسند کرتا کہ کل قیامت میں اس کا حشر نصاریٰ کے ساتھ ہو۔ (لعنہم اللہ تعالیٰ) آپ نے شیخ عمر بزاز سے فرمایا فلاں گاؤں میں جاؤ اور عبدالسلام سے ملو اس پر پانی کا بھرا گھڑا ڈالنا اور اسے میرے پاس لے آنا۔ چنانچہ شیخ عمر بزاز آیا۔ دیکھا کہ عبدالسلام سخت بیمار ہے اس پر پانی انڈیلا وہ اٹھ کھڑا ہوا اور اسلام لے آیا۔ اس کی بیوی بھی اور اولاد بلکہ گھر کے تمام افراد مسلمان ہوگئے۔ بیماری سے بالکل شفا مل گئی۔ اب تمام افراد شیخ علی بن ہیتی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں حاضر ہوئے۔ شیخ موصوف کی برکت سے عبدالسلام نے وہ سب کچھ پالیا جو کھو چکا تھا۔ شیخ صاحب زیران میں سکونت فرما رہے۔ یہ ایک بستی کا نام ہے جو عراق کے اندر نہر الملک کے زیر انتظام ہے۔ یہیں شیخ موصوف نے 564ھ میں انتقال فرمایا۔ اس وقت آپ کی عمر ایک سو بیس سال سے زیادہ ہو چکی تھی۔

حضرت ابوالحسن علی بن عمر بن محمد اہدل رحمۃ اللہ علیہ

جناب شرجی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں شیخ موصوف کے دادا محمد مذکور اور ان کے چچا کے دو بیٹے عراق میں تصوف کی طرف آئے۔ وہ دونوں وادی سہام کی ایک طرف رہائش پذیر ہو گئے۔ اور آپ کے چچا کے دونوں بیٹوں میں سے ایک وادی سرود کی طرف چلا گیا۔ یہی وہ شخص ہے جو مشائخ بنی قدیمی کا جد اعلیٰ ہے اور تیسرا حضر موت کی طرف روانہ ہو گیا۔ یہ مشائخ آل باعلوی کے جد ہیں۔ شیخ موصوف کا نسب اور ان کے چچا کے دونوں بیٹوں کا نسب حضرت امام حسین بن علی علیہ السلام سے جا ملتا ہے۔

ڈوب کر مرنے والا زندہ ہو گیا

آپ کی ایک کرامت یہ ہے کہ ایک بچہ دادی جاحف کی غیر آباد جگہ میں ڈوب کر مر گیا۔ اس کی ماں شیخ موصوف کے پاس روتی ہوئی آئی۔ آپ اس کی بپتا سن کر اس کے ساتھ نالے (وادی) کی طرف تشریف لے گئے۔ ایک فقیر نالے کے پانی میں اترا غوطہ لگایا اور پانی میں سے بچہ کو ڈھونڈ نکالا۔ باہر نکال کر شیخ کے سامنے رکھ دیا۔ آپ نے کچھ دیر کے لیے اپنا گرم کپڑا اس پر ڈالا اور دونوں ہونٹ آپ ہلاتے رہے۔ بچے نے چھینک ماری اور اٹھ کر آپ کے ساتھ چلنے لگا۔

دروازہ خود بخود کھل گیا

آپ کے صاحبزادے جناب شیخ فقیہ عمر بیان کرتے ہیں میں بخوبی جانتا ہوں میں ابھی چھوٹی عمر کا تھا۔ ایک رات میں نے اپنی والدہ سے کہا دروازہ کھولیے مجھے ایک ضرورت (بول و براز) کے لیے باہر جانا پڑ گیا ہے لیکن والدہ نے دروازہ نہ کھولا تو مجھے میرے ابا جان نے کہا جاؤ دروازہ کھلا ہوا ہے۔ میں اٹھا تو دروازہ واقعی کھلا ہوا پایا میں باہر چلا گیا۔ پھر مجھے امی جان نے آواز دی اے عمر! میں نے باہر سے جواب دیا جی امی جان! پوچھنے لگیں کہاں سے باہر گئے ہو؟ یہ سن کر ابا جان بولے اب تو دروازہ کھول دو (کہ وہ اندر آ جائے) اگر آپ خاموش رہتے یا میں خاموش رہتا تو جہاں سے باہر آیا تھا وہیں سے اندر بھی آ جاتا۔ آپ نے 601ھ میں انتقال فرمایا۔

حضرت علی بن وہب ربیعی رحمۃ اللہ علیہ

آپ عارفین کے صدر اور اولیائے صدیقین کے سردار تھے۔ شیخ ابوبکر، امام شیخ علی بن وہب رحمۃ اللہ علیہ سے بیان کرتے ہیں میں نے شیخ موصوف کے ساتھ چالیس سال نمازیں ادا کیں۔ میں نے ... سے آپ کی ابتدائی حالت کے متعلق پوچھا فرمایا ایک مسجد میں میں علم اور عبادت میں مشغول تھا جو ظاہر البدریہ میں تھی۔ ایک رات سوتے میں اچانک مجھے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی زیارت ہوئی۔ آپ نے ارشاد فرمایا مجھے حکم دیا گیا ہے کہ تجھے یہ ٹوپی پہناؤں۔ آپ نے اپنی آستین سے وہ ٹوپی نکالی اور میرے سر پر رکھ دی۔ میری آنکھ کھل گئی اور وہ ٹوپی بعینہٖ میرے سر پر تھی۔

بے مثال اور ولی شاگرد

شیخ علی بن وہب رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد مشہور شخصیات تھیں۔ جن میں سے شیخ قیس شامی اور شیخ سعد صالحی کے بھی نام آتے ہیں۔ مذکور ہے کہ آپ نے انتقال کے وقت چالیس اصحاب حال شاگرد اپنے پیچھے چھوڑے۔ وہ سب ایک مرتبہ ان کی عبادت گاہ کے مقابل ایک باغیچے میں جمع ہوئے۔ ان میں سے ہر ایک نے اس باغیچے میں اگی گھاس وغیرہ کی ایک ایک مٹھی پکڑی۔ اس پر پھونکنا شروع کر دیا تو ہر ایک کی مٹھی کی گھاس میں مختلف پھول اگ آئے۔ سفید، زرد، سبز اور مختلف رنگوں سے مرکب۔ حتی کہ ان میں سے بعض نے بعض کے لیے تمکین کا اقرار کیا۔ (یعنی ولایت میں مخصوص مرتبہ کی پختگی)

خود بخود کام ہوتے رہے

شیخ موصوف رحمۃ اللہ علیہ ایک دور میں کھیتی باڑی بھی کرتے رہے۔ ہوتا یوں تھا کہ آپ کھیتی باڑی کے لیے ہل میں جتے بیلوں کی جوڑی کو کبھی ہاتھ تک نہ لگاتے۔ بلکہ دور بیٹھے حکم دیتے چلو تو وہ چل پڑتے۔ حکم دیتے کھڑے ہو جاؤ وہ کھڑے ہو جاتے۔ بعض دفعہ یوں بھی ہوتا کہ آپ بیج ڈالتے وہ اسی وقت اگ پڑتے۔ آپ کی ایک گائے مرگئی اس کا سینگ پکڑا اور دعا کی اے اللہ! اسے میرے لیے زندہ کر دے وہ اسی وقت زندہ ہوگئی۔ آپ بازار نامی بستی میں رہتے تھے۔ جو سنجار کے سامنے واقع ہے۔ صرف تین گھنٹے کی مسافت ہے۔ وہیں اسی سال سے زائد کی عمر میں انتقال فرمایا۔ آپ کی قبر انور زیارت گاہ عام و خاص ہے۔ (قالہ السراج)

چٹان کے دو حصے ہو گئے جواب تک موجود ہیں

جناب تاذفی نے کہا شیخ موصوف شیخ عدی بن مسافر اور شیخ موسیٰ زوالی ایک مرتبہ ایک بہت بڑی چٹان کے قریب جمع ہوئے جو بلاد مشرق میں جبل شکر یہ میں واقع تھی۔ ان دونوں شیوخ نے شیخ علی بن وہب سے پوچھا توحید کیا ہے؟ آپ نے فرمایا یہ ہے۔ آپ نے اس بڑی چٹان کی طرف اشارہ کیا اور منہ سے ''اللہ'' کہا وہ چٹان دو حصوں میں ٹوٹ گئی۔ چٹان آج بھی معروف ہے۔ لوگ اس کے دونوں ٹکڑوں کے درمیان نماز ادا کرتے ہیں۔

کھوئی ہوئی ولایت دو چند کر کے واپس کرا دی

شیخ موصوف کے بیٹے شیخ محمد بیان کرتے ہیں میرے والد گرامی کے زمانہ میں ایک شخص جس کا نام شیخ محمد بن احمد تھا، ہمدان کا رہنے والا تھا۔ اس کی حالت ختم ہوگئی اور احوال وصفات چھپ گئیں۔ اس کے احوال میں سے ایک حالت یہ تھی کہ وہ اپنی بصیرت سے ملکوت سے لے کر عرش تک دیکھا کرتا تھا۔ چنانچہ وہ اپنی کھوئی ہوئی حالت کی واپسی کے لیے بہت سے شہروں میں گھوما لیکن کسی نے بھی اس کا حال واپس نہ کرایا۔ پھر وہ شیخ موصوف کے پاس آیا آپ اسے ملے اور بڑی عزت کی اور فرمایا اے محمد! میں تجھے تیرا حال بھی لوٹاؤں گا اور کچھ زیادہ بھی عطا کروں گا۔ پھر ارشاد فرمایا اپنی آنکھیں بند کرو۔ اس نے بند کر لیں تو ملکوت اعلیٰ سے عرش تک سب کچھ دکھائی دیا۔ پھر آپ نے اسے کہا یہ ہے تیرا حال جو تو کھو چکا تھا۔ اس کے علاوہ دو

چیزیں تمہیں اور دیتا ہوں۔ پھر فرمایا اپنی آنکھیں بند کرو۔ اس نے بند کیں تو اس نے ملکوت اسفل سے بہموت تک سب کچھ دیکھا پھر فرمایا ان دونوں میں سے یہ ایک ہو گیا۔ اب دوسرا، وہ یہ ہے کہ ہم نے تمہیں قدم عطا کر دیا ہے۔ تم اس سے تمام دنیا طے کر سکتے ہو تو اس نے ایک پاؤں اٹھایا اور وہ شیخ کے پاس تھا تو دوسرا قدم ہمدان میں رکھا۔

انار کے چھلکے حلوہ بن گئے

آپ کی برکت کا نمونہ یہ بھی ہے کہ فقراء کی ایک جماعت آپ کے ہاں آئی اور انہوں نے آپ سے حلوہ طلب کیا۔ آپ گھر تشریف لے گئے۔ اور انار کے چھلکے لیے انہیں آگ میں بھونا اور پانی میں ڈبونے کے بعد ان فقراء کے سامنے لا رکھے۔ انہوں نے ایسا حلوہ کھایا کہ دنیا کا خوبصورت ترین لذیذ اور پاکیزہ تر حلوہ تھا۔

تانبے کے برتن سونا بن گئے

آپ کے پاس ایک مغربی شخص آیا جس کا نام عبدالرحمٰن تھا۔ اس نے آپ کے سامنے چاندی کے ڈلے رکھے (یعنی خالص چاندی کو پگھلا کر اسے سانچے میں ڈال کر باہر نکالا ہوا) کہنے لگا یا سیدی! میری طرف سے یہ میرے کام کا نذرانہ ہے۔ میں فقیروں کے لیے دے رہا ہوں قبول فرمایے۔ شیخ نے موجود ایک فقیر کو حکم دیا جس کے پاس تانبے کے برتن ہوں وہ سب میرے پاس لے آؤ۔ آپ کے پاس ڈھیروں برتن جمع ہو گئے اور عبادت خانہ کے درمیان رکھ دیئے گئے۔ شیخ اٹھے اور ان برتنوں میں سے گزرے ان میں سے بعض سونا بن گئے اور بعض چاندی میں تبدیل ہو گئے۔ صرف دو تھال جوں کے توں رہے پھر شیخ نے برتنوں کے مالکوں سے کہا جس جس کے برتن ہیں وہ اپنا اپنا برتن لے لو تو انہوں نے سونے اور چاندی کے بنے ہوئے برتن لے لیے۔ پھر عبدالرحمن سے کہا اے بیٹے! اللہ تعالیٰ نے یہ سب کچھ مجھے عطا فرما دیا ہے ہم نے اسے چھوڑ دیا۔ اور نہ ہی ہمیں اس کی حاجت ہے تم اپنے چاندی کے ڈلے اٹھا لو۔ پھر شیخ سے پوچھا گیا کہ برتنوں میں سے کچھ سونے اور کچھ چاندی کے بنے اور دو تھال ویسے کے ویسے ہی رہے اس کی کیا وجہ تھی؟ آپ نے ارشاد فرمایا جو برتن لے کر آیا اور اس کے دل میں کوئی حرج اور تنگی نہ تھی بلکہ خوشی خوشی لایا وہ برتن سونا بن گئے اور جن کے مالکوں کے دل میں کچھ کچھ تنگی تھی وہ چاندی ہو گئے اور جن کی نیت بدظنی پر مبنی تھی ان کے برتن اپنی حالت پر رہے۔

علامہ مناوی بیان کرتے ہیں شیخ علی بن وہب نے سات سال کی عمر میں قرآن کریم حفظ کر لیا تھا اور ان کے دل میں طریقت میں مشغول ہونے کا خیال تک بھی نہ تھا۔ پھر انہوں نے خواب میں سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو دیکھا۔ آپ نے فرمایا مجھے حکم دیا گیا ہے کہ یہ ٹوپی تمہیں پہناؤں۔ چنانچہ آپ نے وہ پہنا دی پھر کچھ دنوں بعد حضرت خضر علیہ السلام کی زیارت ہوئی۔ انہوں نے انہیں فرمایا باہر نکلو اور لوگوں کو نفع پہنچاؤ۔ یہ سن کر کچھ دیر ٹھہرے تو سرکار ابد قرار صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی۔ آپ نے بھی رات کے ابتدائی حصہ میں یہی حکم ارشاد فرمایا۔ پھر انہوں نے رات کے آخری حصہ میں حق باری تعالیٰ کو دیکھا حکم ہوا اے میرے بندے! میں نے اپنی زمین میں تجھے اپنا برگزیدہ بنا دیا ہے چنانچہ آپ گھر سے باہر تشریف لائے تو لوگ

ہر طرف سے آپ کی طرف دوڑتے ہوئے آئے اور سنجار میں مریدوں کی تربیت آپ پر ختم ہوگئی۔

حضرت ابوالحسن علی بن حمید صباغ رحمۃ اللہ علیہ

شیطان کے اغوا کرنے کے طریقے

جناب سراج رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں شیخ ابوالفضل اسماعیل بن ابی القاسم نصر اللہ سنائی اپنے والد سے بیان کرتے ہیں شیخ ابو الحسن بن صباغ رحمۃ اللہ علیہ نے ایک شخص کو خلوت میں بٹھایا۔ آپ خلوت میں بیٹھے لوگوں کی دیکھ بھال فرمایا کرتے تھے۔ ہر رات اور دن ان کے حالات سے آگاہی رکھتے۔ آپ شخص مذکور کے پاس رمضان شریف کی آخری راتوں میں سے ایک رات تشریف لے گئے۔ دیکھا تو وہ رو رہا تھا۔ آپ نے اس سے رونے کی وجہ پوچھی۔ کہنے لگا میں نے لیلۃ القدر کا مشاہدہ کیا ہے۔ ہر چیز سجدہ میں پڑی ہوئی تھی میں نے بھی سجدہ کرنا چاہا۔ لیکن جب سجدہ کے لیے جھکتا تو میرے باطن میں مجھے لوہے کی سلاخ کی طرح کوئی چیز محسوس ہوتی جو مجھے سجدہ نہ کرنے دیتی۔ آپ نے اسے فرمایا برخوردار! رونے دھونے کی ضرورت نہیں۔ وہ سلاخ میرا راز تھا جو تیرے اندر بطور امانت رکھا گیا ہے اور تو نے جو کچھ دیکھا وہ شیطانی واردات تھی تاکہ وہ تجھ سے اپنے لیے سجدہ کرواتا۔ اگر تو ایسا کر لیتا تو اسے تجھے گمراہ کرنے کا راستہ مل جاتا۔ شیخ کی یہ بات سن کر وہ فقیر کہتا ہے کہ میرے دل میں خواہ مخواہ ایک بات بیٹھ گئی اور میں سوچنے لگا کہ شیخ کی اس بات کی صحت کہاں سے مجھے معلوم ہوگی؟ ابھی میرے دل میں یہ خیال مکمل بھی نہ ہوا تھا کہ شیخ فرمانے لگے میں تجھے اس بارے میں بتاتا ہوں۔ تو دلیل طلب کرتا ہے پھر آپ نے اپنا دایاں ہاتھ لمبا کیا۔ میں نے دیکھا کہ وہ مشرق کے آخری کنارے تک جا پہنچا ہے پھر آپ نے بایاں ہاتھ مغرب کی طرف بڑھایا وہ انتہائی مغرب تک دراز ہوگیا۔ پھر آپ نے آہستہ آہستہ اسے کھینچا اور میں نے جو کچھ لیلۃ القدر کے رنگ میں دیکھا تھا، وہ جمع ہوگیا یہاں تک کہ آپ کے دونوں ہاتھ کے درمیان صرف ایک بالشت کی مقدار رہ گئی۔ وہ نور اور اس میں جو کچھ تھا وہ ایک انسان کی شکل وصورت جیسا ہوگیا۔ جس کی چیخ تھی جو انتہائی ڈراؤنی تھی اور وہ کہہ رہا تھا اے غوث! اے غوث! میں واپس نہیں آؤں گا۔ آپ جوں جوں اپنے دونوں ہاتھ قریب کرتے اس کی چیخ و پکار میں اضافہ ہو جاتا۔ پھر شیخ نے کہا ''اللہ'' اس کی ادائیگی پر آپ کے منہ سے نور کی ایک بجلی کوندی جس نے ہر چیز کو روشن کر دیا اور میں نے ہر چیز دیکھی وہ صورت انسانی سیاہ رنگ والی اور انتہائی بدبودار ہوگئی۔ اس نے ایسی چیخ ماری کہ میری روح نکلنے کے قریب ہوگئی۔ پھر وہ دھواں بن گئی اور ہوا میں بلند ہوگئی اور نیست و نابود ہوگئی۔

کپڑا اڑا لا اور گھر پہنچا دیا

ابوالحسن علی بن یوسف قرشی مصری موذن کہتے ہیں میں نے اپنے چچا شیخ فاضل ابو عبداللہ محمد بن احمد بن سنان قرشی سے سنا فرمایا میں شیخ ابوالحسن بن صباغ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت کیا کرتا تھا۔ مجھے اپنے اہل وعیال سے غائب ہوئے تقریباً نو ماہ ہو چکے تھے۔ ایک دن میں قنا میں رباط کے اندر تھا۔ میرے دل میں گھر جانے کا شوق ابھرا۔ آپ نے یک لخت مجھے پوچھا کیا تو اہل وعیال

کے پاس جانے کا شوق رکھتا ہے؟ میں نے عرض کی جی حضور! آپ نے مجھے ایک گھر میں تنہا داخل کیا اور فرمایا اوپر چادر اوڑھ لو (بکل مار لو) پھر فرمایا سر اٹھاؤ۔ میں نے سر اٹھایا تو کیا دیکھتا ہوں کہ مصر میں اپنے گھر کے دروازے پر کھڑا ہوں۔ میرے گھر والوں نے مجھے خوش آمدید کہا۔ سلام کیا میں دہشت زدہ ہو گیا لیکن میں نے اپنا معاملہ ظاہر نہ ہونے دیا بقیہ دن میں نے گھر میں ہی گزارا۔ اور دو مرتبہ میں نے گھر والوں کے ساتھ مل کر کھانا کھایا اور اپنی والدہ کو میں نے بیس درہم بھی دیئے۔ جب مغرب کی اذان ہوئی تو میں گھر سے باہر آیا۔ باہر نکلا تو کیا دیکھتا ہوں کہ میں قنا میں موجود ہوں اور شیخ کھڑے ہیں۔ شیخ نے پوچھا کیا تو نے اپنے گھر والوں کو دیکھنے کا شوق پورا کر لیا ہے؟ میں نے عرض کیا جی۔ پھر میں شیخ موصوف کے پاس ایک مہینہ رہا۔ اور اس کے بعد اجازت مانگی اجازت ملنے پر میں گھر چلا گیا۔ جب مصر پہنچا تو راستہ میں مجھے پندرہ دن مزید لگ گئے۔ گھر داخل ہوا تو گھر والے بہت خوش ہوئے اور کہنے لگے ہم تو تم سے ناامید ہو گئے تھے اور ہمارے خیال میں تو تم قتل کر دیئے گئے ہو۔ کیونکہ تم مغرب ادا کرنے کے لیے نکلے تھے اور واپس نہیں آئے۔ میں نے اپنی والدہ سے بیس درہم لے لیے اور شیخ کی زندگی میں میں نے یہ بات نہ بتائی۔

مگرمچھ سے آدمی چھڑا لیا

شیخ علم الدین منفلوطی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے فرماتے ہیں میں ایک دن شیخ ابوالحسن ابن الصباغ کے ساتھ سمندر کے ساحل پر تھا۔ آپ لوٹے کے پانی سے وضو کر رہے تھے۔ آپ نے ایک چیخ سنی پوچھا یہ آواز کس کی ہے؟ بتایا گیا کہ مگرمچھ نے ایک شخص کو پکڑ لیا ہے۔ یہ بات سن کر آپ نے وضو کرنا چھوڑ دیا اور جلدی سے اس طرف روانہ ہوئے۔ آپ نے دیکھ کہ مگرمچھ ایک آدمی کو موجوں میں لے جا چکا ہے۔ آپ نے مگرمچھ پر چیخ ماری اور زور سے اسے کہا کھڑے ہو جاؤ وہ کھڑا ہو گیا۔ آپ پانی پر سے یہ کہتے ہوئے اس طرف چل پڑے بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ آپ پانی پر یوں چلتے جا رہے تھے جیسا کہ زمین پر کوئی چل رہا ہو۔ حالانکہ سمندر ٹھاٹھیں مار رہا تھا بہر حال آپ اس تک پہنچ گئے۔ مگرمچھ کو حکم دیا اسے پھینک دو۔ اس نے پھینک دیا۔ اس دوران وہ اس کی ایک ران ضائع کر چکا تھا۔ آپ نے مگرمچھ پر ہاتھ رکھا اور کہا مر جا وہ مر گیا۔ مرد کو کہا خشکی کی طرف چل۔ وہ کہنے لگا میں ایک ران سے معذور ہو چکا ہوں اور تیرنا بھی نہیں جانتا۔ تو آپ نے فرمایا چھو کہ یہی نجات کا راستہ ہے۔ آپ نے خشکی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے یہ کہا چنانچہ وہ خشکی کی طرف یوں چلنے لگا جس طرح پتھر لڑھکتا ہے۔ دونوں خشکی پر آ گئے اور لوگ کنارے پر کھڑے دیکھ رہے تھے۔ پھر وہ اپنی حالت پر آ گئے لوگوں نے مگرمچھ کو مرا ہوا پانی سے نکالا۔

پھوٹی آنکھ درست کر دی

شیخ قدوہ ابوبکر بن شافع کہتے ہیں دو فقیر ایک مرتبہ قنا بازار میں لڑ پڑے۔ یہ شیخ ابوالحسن بن صباغ رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے کی بات ہے۔ اس قدر لڑے کہ ایک نے دوسرے فقیر کی آنکھ پھوڑ دی۔ ان دونوں کو قنا کے والی کے پاس لے جایا گیا۔ والی نے

ان کا معاملہ شیخ کے سپرد کیا۔ شیخ موصوف نے پہلے دستر خوان لگانے کا حکم دیا۔ اس پر کھانا کھایا پھر آپ نے ترجمان کو حکم دیا۔ چنانچہ وہ دونوں فقیر دوسرے فقراء کے ہمراہ اندر آئے۔ اندر آتے وقت جس فقیر کی آنکھ پھوڑ دی گئی تھی، اس نے اپنا سر استغفار کرتے ہوئے ننگا کر لیا تھا۔ یہ دیکھ کر شیخ موصوف نے پوچھا کس وجہ سے ایسا کر رہے ہو؟ وہ کہنے لگا کہ میرے ساتھی کے لیے ایسی وجہ بنی ہوگی کہ جس کی بنا پر اس نے میری آنکھ پھوڑ دی۔ بلاوجہ تو وہ ایسا نہیں کر سکتا تھا۔ یہ سن کر اس کا ساتھی بول پڑا اے اللہ! میری رسوائی اور ندامت کے طفیل اور میرے ساتھی کے حلم وحوصلہ کے طفیل تو اس کی پھوٹی آنکھ لوٹا دے۔ تو وہ بالکل تندرست ہوگئی۔ راوی کہا کرتے تھے ان دونوں کے دل کی یہ صفائی دراصل شیخ کی برکت کا نتیجہ تھی۔

کبوتر کی آواز پر رونا اور بے خود ہو جانا

شیخ العارف ابوالحجاج اقصری کہتے ہیں ایک مرتبہ شیخ ابوالحسن بن صباغ رحمۃ اللہ علیہ کا گزر چاشت کے وقت قوص کے باغات سے ہوا۔ آپ نے ایک درخت پر ایک کبوتر کی دردناک کوکو کرنے کی آواز سنی۔ آپ نے اس طرف کان لگائے۔ پھر آپ پر وجدو استغراق کی کیفیت طاری ہوگئی اور یہ اشعار پڑھے:

حمام الأراك ألا فأخبرينا　　بمن تهتفين ومن تندبينا

فقد شقق نوحك منا القلوب　　فأذريت و يحك ماء معينا

تعال نقم مأتما للفراق　　و نندب أحبابنا الظاعنينا

وأسعدك بالنوح كي تسعدي　　فإن الحزين يواسي الحزينا

(پیلو کے درخت پر بیٹھے کبوتر! ذرا ہمیں بتا تو سہی کہ کس کے لیے تو کوکو کر رہا ہے اور کس میت پر تو آنسو بہا رہا ہے؟ تیرے رونے نے ہمارے دل چیر دیے ہیں۔ تجھ پر افسوس کہ تو جاری پانی کو گرا رہا ہے۔ آ تا کہ ہم مل کر اپنے بچھڑے دوستوں کی جدائی پر روئیں۔ میں رونے میں تیری مدد کرتا ہوں تا کہ تو میری مدد کرے کیونکہ دکھی دوسرے دکھی کا ہمدرد ہوتا ہے)۔

یہ اشعار پڑھے اور پھر کافی دیر روتے رہے۔ اس کے بعد یہ اشعار پڑھے:

أيبكي حمام الأيك من فقد الفه　　وأصبر عنه كيف ذاك يكون

ولم لا أبكي و أندب ما مضى　　وداء الهوى بين الضلوع دفين

وقد كان قلبي قبل حبك قاسيا　　وإن دامت البلوى به سيلين

ألاهل على الشوق المبرح مسعد　　وهل لي على الوجد الشديد معين

کیا گنجان درخت پر بیٹھا کبوتر اپنے محبوب کے دور ہو جانے پر روتا ہو اور میں صبر کیے رہوں؟ یہ کیسے ہو سکتا ہے اور میں نہ روؤں اور کیوں نہ گزرے حالات پر آنسو بہاؤں حالانکہ محبت کا مرض میری پسلیوں میں دفن ہے۔ تیری محبت کے دیکھنے سے قبل میرا دل بہت سخت تھا اور اگر لگاتار اس پر پریشانیاں آتی رہیں تو بہت جلد نرم ہو جائے گا۔ سنتے ہو، کیا تکلیف دہ شوق میں کوئی غم گسار ہے اور کیا سخت مصیبت میں کوئی حامی و مددگار ہے۔

ان اشعار کے کہنے کے بعد آپ بے ہوش ہو کر گر پڑے پھر جب ہوش میں آئے تو یہ اشعار پڑھے:

غنی فی الفراق صوتا حزینا إن بین الضلوع داء دفینا

کل أمر الدنیا حقیر یسیر غیر أن یفقد القرین القرینا

ثم جد لی بدمع عینیك بالله وکن لی علی البکاء معینا

فسأبکی الدماء فضلا عن الدمع ویوم الفراق أبکی العیونا

(جدائی میں دردناک آواز سے مجھے کچھ گا کر سنا۔ کیوں کہ پسلیوں میں مدفون بہت بڑی بیماری ہے۔ دنیا کا ہر کام معمولی اور آسان ہے۔ صرف اور صرف ایک ہی کام سخت اور تکلیف دہ ہے وہ یہ کہ کوئی دوست اپنا دوست گنوا بیٹھے۔ پھر خدا کے لیے اپنی آنکھوں کے آنسوؤں سے میرے لیے بھی کوئی سامان مہیا کر اور رونے میں میری مدد کر۔ میں بہت جلد خون کے آنسو روؤں گا۔ پانی کے آنسو کیا ہیں۔ جدائی کے دن آنکھیں بہت روتی ہیں)۔

شیخ ابوالعجاج اقصری بیان کرتے ہیں ان اشعار کے ساتھ ہی آپ کی آنکھوں سے خون جاری ہو گیا اور آنسو بہت کم ہو گئے۔ ادھر کبوتر درخت پر سے نیچے گر گیا۔ اس نے اپنے پر پھڑ پھڑائے۔ یونہی تڑپ کر جان دے دی۔

جناب سراج دمشقی کہتے ہیں یہ شیخ یعنی ابوالحسن علی بن حمید بن صباغ مشائخ میں سے مشہور شخصیت اور بہت بڑے مرد خدا تھے اور عارفین کے صدر تھے۔ شیخ ابو محمد عبدالرحیم ابن احمد مغربی اور ابو محمد عبدالرزاق بن محمد جزولی رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت پائی۔ ان کے بارے میں شیخ عبدالرحیم نے فرمایا ابوالحسن اس دروازے سے داخل ہوئے جس سے ہم داخل نہیں ہوئے۔ اور شیخ عبدالرزاق نے ان کے متعلق فرمایا "ابوالحسن کو جو سر بطور امانت عطا کیا گیا وہ ہمیں عطا نہیں ہوا"۔ آپ ایسے بزرگ تھے کہ شیر اور بری کیڑے مکوڑے آپ کی پناہ میں رہا کرتے تھے۔ ہر مخلوق حتیٰ کہ پتھر بھی آپ سے باتیں کرتے تھے اور جڑی بوٹیاں بھی آپ سے گفتگو کرتیں۔ آپ فرمایا کرتے تھے جسے اللہ تعالیٰ بلاتا ہے اور گفتگو کرتا ہے اس سے ہر چیز گفتگو کرتی ہے۔ آپ سے پوچھا گیا جو شخص اللہ تعالیٰ کے جلال کے انوار کا مشاہدہ کرنے والا ہو، اس کا وجود میں نظر اور دیکھنا کیسا ہے؟ فرمایا وہ وجود کے ساتھ قائم کو دیکھتا ہے جس سے ہر موجود کا وجود قائم ہوتا ہے۔ اگر وہ ناقص کی طرف نظر کرے تو اسے کامل بنا دے یا کسی بھولے کی طرف دیکھے تو اسے ذاکر بنا دے۔ آپ سے پوچھا گیا جس کا یہ وصف ہو اس کی علامت کیا ہے؟ فرمایا علامت یہ ہے کہ اگر وہ اس پتھر کی طرف دیکھے تو پتھر اس کی ہیبت سے پگھل جائے۔ آپ نے ایک بہت بڑے اور سخت پتھر کی طرف دیکھا تو وہ پانی پانی ہو گیا۔

جناب مناوی فرماتے ہیں حافظ منذری نے بیان کیا۔ آپ تربیت کرنے میں مریدوں کے لیے بہترین مربی تھے۔ سالکین کے بہت سے افراد نے آپ سے نفع اٹھایا۔ میں نے ان کی موت کی بیماری میں زیارت کی تو انہیں اس وقت یہ کہتے ہوئے سنا "مجھ میں کیا ہے؟ اس کا جواب دیا گیا ہم نے تجھے فقر میں مبتلا کیا تو تو نے کیا شک کیا۔ ہم نے تجھ پر بہت سی نعمتیں نچھاور کیں تو تو نے ہم سے منہ کیوں موڑ لیا۔ کچھ بھی باقی نہ بچا مگر اہل بلا کے اوصاف بچے پس ہم نے تجھے آزمایا تاکہ تو اہل بلا پر

حجت ہو جائے''۔

تاذفی کہتے ہیں کہ شیخ ابوالحجاج اقصری نے کہا مصر کے باشندوں میں سے ایک کا حال گم ہو گیا۔ وہ آپ کے پاس آیا اور بہت گڑگڑایا۔ اس شخص نے قسم اٹھائی کہ آپ میرے حال کے واپس کرنے پر قادر ہیں۔ آپ نے اسے فرمایا صبر کرو۔ تاکہ میں تمہاری حالت کے واپس کرنے کے بارے میں اجازت لے لوں۔ وہ شخص آپ کے پاس تین دن ٹھہرا رہا۔ چوتھے دن آپ نے اس کے ساتھ مل کر شہد اور دودھ نوش کیا تو اس نے اپنا حال پہلے سے دگنا پایا۔ اسے شیخ موصوف نے فرمایا میں نے تیرے حال کی واپسی کی اجازت مانگی تھی جب مل گئی تو تو نے جس وقت میرے ساتھ دودھ پیا اسی وقت تیرا پہلا حال تجھے لوٹا دیا گیا اور جب تو نے میرے ساتھ شہد کھایا تو تیرا حال دوگنا ہو گیا۔ لیکن تو اسے بروئے کار لانے کی ابھی قدرت نہیں پائے گا۔ یہ قدرت اور تصرف اس وقت ملے گا جب تو میرے شہر سے باہر چلا جائے گا۔ بہر حال اسے اس کا کھویا ہوا پہلا حال بھی مل گیا اور ساتھ ہی اتنا اور بھی عطا ہوا۔ لیکن اس میں تصرف کی طاقت نہ تھی۔ جب شیخ کے شہر کے تمام مکانات اور شہر کے متعلقات کی حدود سے باہر آ گیا تو تصرف بھی مل گیا۔

آپ نے ایک مرتبہ سات آدمیوں کے لیے پکے کھانے میں برکت کی دعا فرمائی تو اسی کھانے کو سو مردوں نے کھایا۔ پھر بھی کچھ بچ گیا۔ شیخ موصوف قنا میں رہائش پذیر رہے۔ 613ھ میں وہیں انتقال فرمایا اور اپنے شیخ عبدالرحیم قناوی کے قریب دفن کیے گئے۔ آپ کی قبر کے نزدیک مانگی ہوئی دعا مستجاب ہوتی ہے۔

حضرت علی بن ابی مدین رحمۃ اللہ علیہ

گائے ساری عمر بیل بن گئی

آپ مغرب کے غوث ہیں۔ مغرب میں مصر کے شہروں میں سے ایک شہر منوفیہ میں واقع طبلیہ منتقل ہو گئے۔ آپ شیخ مدین بن احمد اشمونی کے دادا ہیں۔ جب شیخ موصوف بلاد مغرب سے تشریف لائے اور طبلیہ میں داخل ہوئے جہاں ان کو دفن کیا گیا اس وقت آپ فقیر تھے۔ کوئی چیز ملک میں نہ تھی۔ آپ کو سخت پیاس لگی۔ قریب سے ایک آدمی گزرا جس کے پاس دودھ دیتی گائے تھی۔ آپ نے اسے کہا میرے لیے کچھ دودھ نکالو۔ تاکہ میں پی کر پیاس بجھاؤں وہ کہنے لگا: یہ تو بیل ہے تو وہ گائے اسی وقت بیل بن گئی اور پھر مرنے تک بیل ہی رہی۔ آپ سے بہت سی کرامات واقع ہوئیں۔ یہاں کے باشندوں کے لیے یہ ممکن نہ رہا کہ آپ کو اپنے شہر سے نکال باہر کریں۔ آپ کا اسی شہر میں انتقال ہوا۔ (قالہ الشعرانی)

حضرت علی بن ابی بکر بن ادریس ادریسی عقوبلی رحمۃ اللہ علیہ

لنجا ٹھیک ہو گیا

آپ نے شیخ علی بن ہیتی رحمۃ اللہ علیہ سے کسب فیض کیا اور شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت بھی پائی۔ جناب سراج کہتے ہیں

شیخ ابوالفضل صالح بن یعقوب تیمی عقوبی نے بیان کیا میرے والد صاحب نے کہا میرے بیٹے اسماعیل کی عمر پانچ برس کی تھی اور وہ لنجا تھا۔ (یعنی ٹانگوں سے معذور تھا) میں اسے شیخ علی بن ادریس کے پاس لے کر آیا۔ اور ان سے اس کی شفا کا سوال کیا انہوں نے انکار کر دیا۔ پھر میں نے یہ بچہ ان کے قریب ہی رکھ دیا۔ آپ نے اسے نارنگی ماری جو اس کے گھٹنے کو جا لگی وہ لگتے ہی کھڑا ہو گیا اور دوڑنا شروع کر دیا۔ لوگوں نے اللہ اکبر کا نعرہ لگایا اور وہ بچہ میرے ساتھ چلا آیا۔

غائبانہ تیر سے ہلاک کر دیا

جناب سراج ہی بیان کرتے ہیں ابوالمعالی عبدالرحیم بن مظفر بن مہذب قرنتی اپنے والد گرامی سے بیان کرتے ہیں ان کے والد گرامی ابن ادریس کے اصحاب میں سے تھے۔ بیان کرتے ہیں ہم پر ایک مرتبہ قرنت کے عامل نے بے پناہ ظلم کیا میں اس کی شکایت کرنے شیخ کے ہاں حاضر ہوا۔ میں آپ کے پاس عقوبہ میں تین دن مقیم رہا اور کچھ بھی زبان سے نہ کہا۔ کیونکہ آپ کی ہیبت ہی اس قدر تھی کہ میں بول ہی نہ سکا۔ آپ نے چوتھی رات نماز مغرب ایک باغ میں ادا فرمائی۔ آپ کے اصحاب آپ کے اردگرد بیٹھ گئے۔ ان میں سے ایک کے ہاتھ میں کمان تھی اور تیر بھی تھا۔ آپ نے کمان لے کر اس پر تیر چڑھایا اور مجھے فرمایا تیر چلاؤ۔ میں نے عرض کیا یا سیدی! اگر آپ چاہتے ہیں تو ٹھیک ہے پھر آپ نے نیچے رکھ دیا۔ پھر اٹھایا اور پہلے کی طرح فرمایا اسے چلاؤ۔ میں نے بھی پہلے جواب کی طرح جواب دیا۔ پھر تیسری بار بھی ایسے ہی سب کچھ ہوا۔ پھر آپ نے وہ تیر چلایا اور وہ تقریباً چار گز کے فاصلہ پر موجود درخت کی اصل (جڑ یا مڈھ) کو جا لگا۔ فرمانے لگے میں نے تیر مارا اور وہ تیر میں نے فلاں عامل کو مارا ہے جو قرنت کا عامل ہے۔ سو میں نے تکبیر کہی اور سب حاضرین نے بھی تکبیر کہی۔ پھر صبح سویرے خبر آئی کہ عامل صاحب رات جب اپنے بستر میں کپڑا اوڑھ کر سو گئے تھے جو دوسری منزل پر تھا اچانک ایک تیر آیا۔ نہ معلوم وہ کدھر سے آیا جس نے عامل کو ذبح کر دیا۔ شیخ موصوف نے 619ھ میں انتقال فرمایا اور عقوبہ میں واقع اپنی عبادت گاہ میں دفن کیے گئے یہ شہر مشرقی بغداد کا ایک شہر ہے جو ایک دن کی مسافت پر جانب شمال واقع ہے۔

شیخین کا گستاخ ذبح کر دیا گیا

جناب سراج نے اپنی کتاب "تفاح الارواح" میں شیخ علی بن ادریس مذکور کی کرامت کی مناسبت سے ایک کرامت سیدنا ابوبکر صدیق اور عمر بن خطاب رضی اللہ عنہما کی کرامت بھی ذکر کی ہے۔ لکھا کہ ہمیں عبداللہ بن معاذ عشری نے اپنے بھائی مثنی سے اور انہوں نے جابر نحوی سے روایت کیا۔ جابر نحوی بیان کرتے ہیں میرا ایک پڑوسی تھا جو ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کا گستاخ تھا۔ میں نے اسے منع کیا تو وہ پہلے سے بھی زیادہ بکنے لگا۔ ایک دن میں اس کے پاس سے نہایت غصے میں اٹھ گیا۔ کیونکہ ایسے بکواس کا جو جواب ہو سکتا ہے میرے پاس ایسا جواب نہ تھا۔ پھر مجھے نیند آ گئی۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم میرا ایک پڑوسی ہے جو ان دونوں حضرات کا گستاخ ہے۔ میں نے رد کا لیکن وہ اور زیادہ گستاخی کرنے لگا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے قریب کھڑے ایک شخص سے فرمایا اس گستاخ کے پاس جاؤ اور اسے ذبح کر دو چنانچہ وہ شخص روانہ ہو گیا۔ جب میں صبح کو اٹھا تو میں

نے سوچا اس کے پاس چلتا ہوں اور اسے اس خواب میں دیکھے واقعہ کی اطلاع کرتا ہوں۔ ہوسکتا ہے کہ وہ باز آ جائے۔ جب میں اس ارادے سے اس کے گھر کی طرف روانہ ہوا اور اس کے دروازے پر پہنچا تو کسی چلانے والے کی چیخ سنائی دی۔ میں نے دریافت کیا کہ کیا معاملہ ہے؟ لوگوں نے مجھے بتایا کہ فلاں آدمی کو رات کسی نے ذبح کر دیا ہے اور وہ مر گیا ہے۔ میں نے اس قسم کے بہت سے واقعات اپنی کتاب ''الاسالیب البدیعة فی فضل الصحابة واقناع الشیعة'' میں ذکر کیے ہیں جو میری ایک اور کتاب ''شواہد الحق فی الاستغاثة بسید الخلق صلی اللہ علیہ وسلم'' کے حاشیہ پر چھپی ہے۔

حضرت ابوالحسن علی بن عبدالملک بن افلح رحمۃ اللہ علیہ

آپ اکابر اولیاء کرام میں سے اور صاحب کرامات واحوال بزرگ تھے۔ صاحب خلق وتربیت بھی تھے۔ ان کی طرف شیخ ابواللیث بن جمیل پیغام لے کر آئے اور ان سے فیصلہ کرایا پھر ان کی خدمت میں رہے۔ حتیٰ کہ مہذب ہو گئے۔ آپ کی کرامات میں سے ایک یہ کرامت بھی تھی کہ آپ محفل سماع کا شوق فرمایا کرتے تھے۔ پھر جب دوران سماع آپ وجد میں آتے اور کھڑے ہو کر ادھر ادھر حرکت فرماتے تو حاضرین محفل یوں آواز سنتے کہ فضا میں کوئی شخص کوے کی طرح کائیں کائیں کر رہا ہے اور یہ سننا واقعۃً ہوتا۔ آپ کی یہ کرامت اس قدر لوگوں میں مشہور ہے کہ ہر شخص اسے جانتا ہے۔ آپ کی کرامات بہت زیادہ ہیں۔ زبیدہ شہر میں آپ کی طرف سے ایک جگہ فقراء کے لیے وقف کی گئی۔ وہیں آپ کی عبادت گاہ بھی ہے۔ سبھی اس کا احترام کرتے ہیں۔ وہاں اور اس کے گرد ونواح میں شیخ موصوف کی اولاد آباد ہے جو بہترین اور صالح لوگوں پر مشتمل ہے۔ ان میں سے بعض تو ولایت تامہ میں مشہور ہوئے۔ ان کا نسب قحطان تک پہنچتا ہے۔ آپ کی قبر باب سہام کے قبرستان میں واقع ہے اور بہت مشہور زیارت گاہ متبرک اور قضائے حاجات کے لیے مجرب ہے۔

حکمت عملی سے طریقت پر لگا دیا

مروی ہے شیخ ابوالغیث بن جمیل جب شیخ موصوف کی ملاقات کا ارادہ لے کر ان سے ملنے گئے تو شہر زبید کے باب الشارق سے داخل ہوئے۔ ان کے پاس شیخ موصوف کی خانقاہ کے لیے ایندھن تھا۔ جب دروازے سے گزرنے لگے تو ایک دربان سے جھگڑا ہو گیا۔ اس دربار نے ان کے منہ پر طمانچہ دے مارا۔ آپ شیخ کے پاس آ گئے اور شکایت کی۔ سن کر شیخ ان کے ساتھ دربان کی طرف چل پڑے ان کے ساتھ فقراء کی جماعت بھی تھی۔ شیخ ابوالغیث بن جمیل کہتے ہیں میرا خیال تھا کہ میں طمانچہ مارنے والے دربان کی نشاندہی کروں گا تو شیخ موصوف اس کی واجبی ٹھکائی کریں گے اور اسے ادب سکھائیں گے۔ آپ نے اس کی بجائے مجھے فرمایا اے ابوالغیث! اس دربان کے پاؤں چومو۔ اب میرے لیے شیخ کے حکم کو تسلیم کرنے کے علاوہ اور کوئی چارہ نہ تھا۔ میں نے اس کے پاؤں چومے۔ پھر ہم واپس آ گئے پھر جب ہم تھوڑا سا چلے تھے کہ وہی دربان ہمارے پاس آیا اور توبہ کر لی۔ اور شیخ ابوالحسن علی کے ہاتھ طریقت اپنانے کا عہد کیا۔ پھر وہ بھی فقراء میں سے ہو گیا۔ شیخ علی موصوف کرامات کو پوشیدہ رکھنا پسند فرمایا کرتے تھے۔ اور شیخ ابواللیث کو کرامات کے اظہار سے منع فرمایا کرتے تھے۔ جب ان سے بار بار اس کی خلاف ورزی

دیکھنے میں آئی تو آپ نے انہیں شہر سے چلے جانے کا حکم دیا اور فرمایا یہ شہر ان باتوں کا متحمل نہیں ہو سکتا۔

حضرت ابوالحسن علی بن عمر اہدل رحمۃ اللہ علیہ

آپ یمن کے اکابر صوفیہ میں سے تھے اور آپ اولیاء کرام کے امام تھے۔

صدقہ کی برکت سے پندرہ سال عمر بڑھ گئی

جناب شرجی آپ کی ایک کرامت ذکر فرماتے ہیں آپ نے اپنے شہر کے ایک سرکاری ملازم کے بارے میں بتایا کہ وہ اس رات کو مر جائے گا۔ یہ سن کر وہ شخص اور اس کے تمام گھر والے سخت پریشان ہو گئے۔ انہیں کسی نے کہا اس کی طرف سے صدقہ وخیرات کرو۔ چنانچہ انہوں نے اس کی طرف سے بہت سا صدقہ وخیرات کیا۔ جب صبح ہوئی تو وہ ملازم مسجد میں آیا اور شیخ موصوف کے ساتھ نماز صبح ادا کی۔ جماعت میں شریک تمام نمازی اس کی طرف دیکھے جا رہے تھے کہ وہ زندہ ہے۔ شیخ موصوف نے ایک فقیر کو حکم دیا کہ اس ملازم کے گھر جاؤ۔ اسے بھی ساتھ لے جاؤ اور اس کی وہ چٹائی اٹھا کر دیکھو جس پر یہ سویا تھا اور چٹائی کے نیچے جو چیز نظر آئے اسے کہنا فوراً شیخ کے پاس چلو چنانچہ وہ ملازم اور فقیر دونوں اس کے گھر آئے۔ چٹائی اٹھائی تو نیچے بہت بڑا اژدھا موجود تھا۔ اسے کہا گیا کہ شیخ کے پاس چلو۔ وہ چلتا ہوا اس کے ساتھ شیخ موصوف کے پاس آ گیا۔ شیخ کے پاس پہنچ کر اس نے اپنا سر شیخ کے سجادہ پر رکھ دیا۔ شیخ نے اپنا ہاتھ اس کے سر پر رکھا اور اسے کہا اس شخص کی اجل آج کی رات لکھی گئی تھی۔ پھر اس کی طرف سے پندرہ دینار صدقہ کیے گئے تو اللہ تعالیٰ نے اس کی عمر میں پندرہ سال کا اضافہ فرما دیا۔ لیکن بات وہی ہے کہ تو اس کے لیے اور وہ تیرے لیے ہے یعنی اس کی موت تیرے ڈسنے سے ہی ہو گی۔ جب پندرہ برس گزر گئے تو یہ شخص وادی میں اپنی زمین کو سیراب کر رہا تھا کہ اس اژدھے نے ڈسا اور مر گیا۔

تین دن کی مری ہوئی بلی آواز سن کر آ گئی

آپ کی ایک کرامت علامہ امام یافعی نے اپنی کتاب ''نشر المحاسن'' میں ذکر کی ہے۔ فرماتے ہیں شیخ علی اہدل کی ایک بلی تھی جس کا نام لؤلؤہ تھا شیخ اسے اپنے رات کے کھانے سے کچھ کھلایا کرتے تھے۔ شیخ کے ایک خادم نے ایک مرتبہ اس کو مارا تو وہ مر گئی۔ اسے اٹھا کر دور کہیں پھینک آیا۔ جب شیخ نے دیکھا کہ بلی گم ہے دو یا تین دن خاموش رہے۔ پھر اس خادم سے پوچھا۔ لؤلؤہ کہاں ہے؟ وہ کہنے لگا مجھے کیا خبر؟ آپ نے پوچھا تو واقعی نہیں جانتا؟ پھر شیخ نے آواز دی اے لؤلؤہ! تو بلی عادت کے مطابق دوڑتی ہوئی شیخ کے پاس حاضر ہو گئی۔ شیخ کی کرامات مشہور ہیں اور ان کے احوال معروف ہیں۔

شیخ ابوالغیث رحمۃ اللہ علیہ جب بھی آپ کے احوال بیان کرتے تو کہا کرتے تھے دن کے اوقات میں سے اکثر وقت محسوسات کی دنیا سے بے خبر اور غائب رہتے اور اللہ تعالیٰ کے انوار وتجلیات سے لبریز ہوتے۔ جب کوئی آواز سنتے تو اسے اللہ کی طرف سے سمجھتے۔ اور جب کسی چیز کو محسوس کرتے تو اللہ تعالیٰ کے ساتھ ادب کے اعتبار سے کھڑے رہتے۔ شیخ موصوف نے چھ سے کچھ اوپر صدی ہجری میں انتقال فرمایا۔ آپ کی انتقال کے وقت عمر صرف تیس برس تھی اتنی عمر میں ... جو آپ نے عظیم

شہرت پائی اور کرامات کا آپ سے ظہور ہوا۔ آپ امی تھے۔ ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء آپ کے دو صاحبزادے عمر اور ابو بکر تھے۔ آپ کی اولاد یمن میں رہتی ہے۔ ان جیسا مشہور اور بڑا خاندان شاید ہی کوئی دیکھنے میں آئے۔ ان کی اولاد میں خیر و صلاح غالب ہے اور ان میں سے بہت سے حضرات ولی بھی مشہور ہوئے۔

امام یافعی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں نے بہت سے صالحین اور باوثوق لوگوں سے سنا کہ یہ سب حضرات جناب شیخ ابو الغیث رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ شیخ اور فقیہ دونوں بزرگ جو عواجہ کے ساتھی ہیں، ایک مرتبہ میرے شیخ سید علی اہدل کے پاس آئے اور دونوں نے مطالبہ کیا کہ آپ ہمارے ساتھ فلاں موضع چلیں۔ آپ ان کے ساتھ چل پڑے میں بھی ان کے ساتھ ہو گیا۔ ایک رات میں نے شیخ اور فقیہ دونوں کو ہوا میں اڑتے دیکھا پھر وہ ہوا میں ہی ٹھہر گئے۔ دونوں کے ہاتھ میں ننگی تلوار بھی تھی میں اور جناب شیخ علی اہدل زمین پر تھے اور چلے جا رہے تھے۔ میں نے جو کچھ دیکھا وہ جناب علی نے بتا دیا۔ شیخ علی نے مجھے فرمایا اے ابو الغیث! یہ دونوں حضرات تولیت اور عزل کے مقام میں ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے حکم سے والی بناتے بھی ہیں اور ہٹاتے بھی ہیں۔ عنقریب میں بھی ان دونوں کا وارث ہوں گا اور تو بھی۔

حضرت ابو الحسن علی بن قاسم بصیر یمنی رحمۃ اللہ علیہ

بصیر نام سے آپ معروف و مشہور تھے۔ حالانکہ آپ نابینا تھے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ نابینا کو بصیر کہنا ان حضرات کی اصطلاح ہے۔ لہٰذا یہ نام باب الاضداد سے ہے۔ یعنی حالت کے خلاف نام۔ آپ اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے کبیر شخصیت اور صاحب احوال و مکاشفات و کرامات تھے۔

دور سے دیکھنا

آپ سے مروی ہے ایک دن آپ نے کہا میں ایک بچی کو دیکھ رہا ہوں جو ساحل کے قریب ایک بستی میں ہے۔ ایک لحہ وہ آٹا گوندھتی ہے ایک لحہ اپنی مینڈھیوں کو دیکھتی ہے اور ہنڈیا کو آگ پر چڑھاتی ہے جس بچی کے بارے میں آپ فرما رہے تھے، اس کی بستی اور شیخ موصوف کے درمیان بہت زیادہ مسافت تھی۔

آپ سے ہی یہ مروی ہے ایک دن آپ نے فرمایا میں بغداد کی گلیوں میں بکھرے دانے دیکھ رہا ہوں۔ آپ کی اپنی رہائش ایک بستی میں تھی جو وادی صبیا میں واقع روضہ نامی تھی۔ یہ وادی حلی اور حازان کے درمیان واقع ہے اور مشہور ہے۔ ان اطراف کے رہنے والے لوگوں کو شیخ مذکور کے ساتھ بہت عقیدت تھی اور وہ آپ کی بہت سی کرامات کی روایت کرتے تھے۔ آپ کی وہاں اولاد مبارکہ بھی ہے۔ جنہیں ان کی نسبت کی وجہ سے بنو بصیر کہا جاتا ہے۔ (قالہ الشرجی)

حضرت ابو الحسن علی بن محمد ابن الغریب رحمۃ اللہ علیہ

اونٹنی نے دفن کرنے کی جگہ بتائی

آپ بہت بڑے عابد تھے۔ صالحین میں سے تھے۔ کرامات ظاہرہ آپ سے منقول و مروی ہیں۔ بہت زیادہ تنہائی پسند

اور عبادت میں مشغول رہا کرتے تھے۔ آپ کا زیادہ وقت اور اکثر عبادت مسجد معاذ میں ہوئی۔ یہ مسجد وادی زبید کے کنارے پر واقع ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ آپ کے آباؤ اجداد ہرمہ نامی بستی کے رہنے والے تھے۔ آپ کے والد ایک غریب (پردیسی) آدمی مغرب سے آئے تھے۔ اس بستی میں انہوں نے یہیں کی ایک عورت سے شادی کی۔ جس سے یہ بچہ پیدا ہوا۔ اس بچے کو ابن الغریب کہا جانے لگا۔ لوگوں کو آپ سے بہت زیادہ عقیدت تھی۔ جب آپ کا انتقال ہوا تو مسجد میں ہوا۔ دفنانے کے بارے میں لوگوں میں اختلاف ہو گیا ہر بستی والا چاہتا تھا کہ ہماری بستی میں دفن ہوں۔ جب بات بڑھ گئی اور فیصلہ نہ ہو سکا تو سب کا اتفاق اس بات پر ہوا کہ آپ کی میت کو ایک اونٹنی پر لاد دیتے ہیں وہ جہاں جا کر بیٹھ جائے گی وہیں آپ کو دفن کریں گے۔ چنانچہ اونٹنی یمن کی طرف چل پڑی حتیٰ کہ سلامہ بستی میں آ گئی اور وہاں بیٹھی جہاں اس وقت موصوف کی قبر ہے۔ اس بستی میں آپ کی قبر مشہور ہے۔ لوگ دور دراز سے زیارت کرنے آتے ہیں۔ خیر و برکت حاصل کرتے ہیں جو آپ کی پناہ میں آ جاتا ہے اسے کوئی تکلیف نہیں چھوتی اور جو زیادتی کرتا ہے اسی وقت سزا پا لیتا ہے۔ اس کا بارہا تجربہ ہوا۔ آپ کی تاریخ وفات مذکور نہیں۔

حضرت ابوالحسن علی بن عمر بن حسین بن عیسیٰ بن ابی النہی رحمۃ اللہ علیہ

آپ فقیہ، صالح عابد اور زاہد تھے۔ کمال عبادت سے موصوف اور صلاحیت میں معروف تھے۔ لوگوں سے اکثر الگ رہا کرتے تھے۔ شروع میں کچھ علم میں مشغول رہے۔ پھر عبادت کی طرف متوجہ ہو گئے۔ آپ شہر کی جامع مسجد کے ایک کمرے میں مستقل رہائش پذیر ہو گئے۔ آپ کی غالب خوراک درختوں سے تھی۔ اور بچپن میں ہی اللہ تعالیٰ کی عنایت حاصل ہوئی تھی۔ آپ سے بہت سی کرامات کا ظہور ہوا۔

قبر کا شفا بخش درخت اور منکرین کا حشر

آپ کی عظیم کرامت وہ ہے جسے جندی نے اپنی تاریخ میں ذکر کیا۔ اس نے اس کرامت کو متصل سند کے ساتھ بیان کیا۔ جو امام ابن ابی الصیف پر پہنچتی ہے کہا کہ ہم ایک مرتبہ مکہ شریف میں حرم کے اندر بیٹھے ہوئے تھے کہ فضا سے ہاتف کی آواز سنائی دی "اللہ تعالیٰ کا ایک ولی جس کا نام علی بن عمر ہے، وہ اقلیم اخضر میں مخلاف جعفر میں رہائش پذیر ہے، اس کا انتقال ہو گیا۔ اس کی نماز جنازہ پڑھو"۔ بیان کرتے ہیں ہم نے نماز جنازہ پڑھی۔ پھر ہم نے یہ تاریخ نوٹ کر لی۔ حتیٰ کہ مخلاف کے باشندوں کی ایک جماعت حج کرنے کے لیے آئی ہم نے ان سے پوچھا کہ فلاں تاریخ وہاں کس کا انتقال ہوا تھا؟ وہ کہنے لگے آپ کا رہنے والا ایک شخص تھا جس کا نام علی بن عمر تھا، وہ فوت ہوا تھا پھر ان لوگوں نے ان کا ذکر خیر کیا۔ جس سے مجھے معلوم ہو گیا کہ اس ہاتف کی آواز سے مراد وہی شخص تھا۔ جندی کہتے ہیں شیخ موصوف کی قبر ان قبور میں سے ایک ہے جو حصول برکت اور قبولیت دعا کے لیے مشہور ہیں۔ اس کی عجیب تر برکت جو مجھے ثقہ لوگوں نے بتائی وہ یہ ہے کہ آپ کی قبر پر ایک بیری کا درخت تھا۔ بخار میں مبتلا شخص اس کے پتے لے کر اپنے سر پر ملتے تو بخار اتر جاتا تھا۔ یہ بات بہت مشہور ہو گئی۔ حتیٰ کہ

دور دراز کے لوگ یہاں بیری کے پتے حاصل کرنے آیا کرتے تھے۔ آپ کے باشندوں میں یہ غالب عادت تھی کہ عیدوں کے موقع پر ان کے اور دیہاتیوں کے درمیان لڑائی ہوا کرتی تھی۔ ایک عید کے وقت ان میں خوب لڑائی ہوئی۔ جس میں دیہاتی جیت گئے۔ حتیٰ کہ وہ شہری لوگوں کے گھروں میں داخل ہو گئے۔ ان میں سے بعض نے کہا یہ درخت جس کی یہ لوگ عبادت کرتے ہیں، ہمیں اس کا صفایا کر دینا چاہیے ہم اسے کاٹے بغیر نہیں چھوڑیں گے۔ ان میں سے ہی بعض عقل مندوں نے ایسا کرنے سے انہیں روکا۔ لیکن انہوں نے ان کی ایک نہ سنی۔ اور بعض جاہل درخت کو کاٹنے کے لیے دوڑ پڑے۔ حتیٰ کہ کاٹ دیا اور زمین پر گرا دیا۔ یہ دیکھ کر شہر کے باشندوں کو بہت غصہ آیا اور ان کی طرف گھروں سے باہر نکلے۔ لڑائی ہوئی اور اس مرتبہ شہریوں نے ان دیہاتیوں کو سخت شکست دی اور ان میں سے کئی ایک کو قتل کر دیا۔ سب سے پہلا قتل ہونے والا وہ منحوس تھا جس نے درخت کاٹا تھا۔ فقیہ موصوف کی بہت سی ایسی کرامات مذکور ہیں اور احوال مشہور ہیں۔

حضرت ابوالحسن علی بن ابی بکر تباعی رحمۃ اللہ علیہ

آپ فقیہ، عالم، صالح اور پرہیزگار شخصیت تھے۔ آپ کی بہت سی کرامات تھیں آپ نے بہت سے اکابر علماء سے دین سیکھا۔ اور پھر بہت سے لوگوں کو سکھایا پھر آپ پر عبادت کا غلبہ ہو گیا۔ لوگوں میں صلاحیت کے اعتبار سے مشہور ہوئے۔ حتیٰ کہ دور دراز کے لوگ آپ سے برکت حاصل کرنے اور آپ کی زیارت کرنے کے لیے حاضر ہوتے تھے۔

بزرگوں کا بعد وصال رہنمائی کرنا

جندی کہتے ہیں مجھے فقیہ موصوف کے گاؤں کے ہی ایک آدمی نے بتایا میں (گاؤں کا آدمی) روزانہ رات قرآن کریم کی کچھ تلاوت کرتا اور اس کا ثواب اپنے والدین کو بخشا کرتا تھا۔ پھر کچھ مدت کے لیے یہ سلسلہ میں نے منقطع کر دیا۔ پھر مجھے خواب میں والدین دکھائی دیے۔ انہوں نے مجھے اس رویہ پر ملامت کی اور مجھ سے کہا کہ خدا واسطے اپنا سلسلہ ایصال ثواب منقطع نہ کرو۔ اسے پہلے کی طرح جاری وساری کرو۔ پھر ان دونوں نے اپنے قریب کھڑے شخص کی طرف اشارہ کیا اور کہا کہ یہ شخصیت فقیہ علی بن ابی بکر ہیں۔ ہم نے تمہیں ان کے سپرد کیا تو جو ثواب کا ہدیہ ہمیں بھیجا کرتا تھا وہ جاری رکھنا۔ اس کے بعد فقیہ موصوف نے فرمایا ہاں۔ تمہارے والدین نے تجھے میرے سپرد کر دیا ہے۔ لہٰذا تو ان کے ساتھ اسی طرح پیش آ جس طرح پہلے تھا۔ میں نے فقیہ موصوف سے عرض کیا حضور! آپ کا ارشاد سر آنکھوں پر۔ آپ کے لیے بھی اور ان دونوں کے لیے بھی وہ سلسلہ جاری رہے گا پھر میں خواب سے بیدار ہو گیا اور آئندہ کے لیے وہ سلسلہ جاری کر دیا۔

حکایت بیان کرنے والے کہتے ہیں کچھ عرصہ اس خواب کے بعد میرے سینے میں سخت درد ہوا۔ جس سے میں نڈھال ہو گیا۔ میرے دل میں خیال آیا کہ فقیہ موصوف کی زیارت کو جانا چاہیے اور وہاں دعا کرنی چاہیے۔ اس کے بعد میں پھر سو گیا اچانک جناب فقیہ علی بن ابی بکر نظر آئے۔ میں نے ان سے درخواست کی کہ آپ میرے سینہ پر ہاتھ پھیریں۔ آپ نے میری درخواست منظور کر لی۔ پھر میں نے عرض کیا کہ میری غرض تو آپ کی زیارت کرنا تھی۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا خوش آمدید! آ

جاتا میں صبح اٹھا تو صبح صبح ہی آپ کی قبر کی طرف روانہ ہو گیا۔ جب وہاں پہنچا تو آپ کی قبر کے نزدیک اناروں کے درختوں میں سے ایک درخت پر ایک انار لگا نظر آیا۔ اس وقت انار کا موسم نہ تھا اور اس درخت کے پھل کھٹے ہوتے تھے لیکن جب میں نے وہ کھایا تو بہت میٹھا نکلا۔ میں نے جب کھایا اسی وقت مجھے درد کا آرام آ گیا۔ جندی بیان کرتے ہیں کہ فقیہ موصوف کی قبر مخدر بستی کے قبرستان میں ہے جسے مسدارۃ کہتے ہیں۔ اور اس کا شمار ان قبور میں ہے جو برکت کے حصول کے لیے مشہور ہیں۔

ایک صالح مرد کا بیان ہے میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ اس قبرستان والوں کے پاس تشریف لائے اور انہوں نے آپ سے شفاعت کی درخواست کی۔ آپ نے فرمایا یہ (فقیہ علی بن ابی بکر) میری مہر ہیں اور مسدارۃ کے رہنے والوں کے لیے جہنم کی آگ سے بچانے کے لیے ذمہ دار ہیں۔ جب یہ بات عام پھیل گئی تو اردگرد کی بستیوں کے رہنے والے یہی خواہش رکھتے تھے کہ مرنے کے بعد انہیں مسدارۃ قبرستان میں ہی دفن کیا جائے تا کہ جہنم کی آگ سے بچ سکیں۔ (قالہ الشرجی)

حضرت ابوالحسن علی بن سالم بن عتاب عبیدی رحمۃ اللہ علیہ

آپ کو عمیدی بھی کہا جاتا ہے۔ عبیدی میں ان کے دادا کی طرف نسبت ہے اور عمیدی میں وادی عمید کی طرف نسبت ہے۔ یہ وادی جند شہر سے آدھے مرحلہ پر واقع ہے۔ آپ فقیہ، عارف اور عالم تھے۔ آپ نے بہت سے نامور علماء سے دین پڑھا۔ جن میں فقیہ سفیان ابینی وغیرہ شامل ہیں۔ پھر عبادت کا غلبہ ہو گیا۔ قبولیت دعا اور صلاح میں شہرت پائی۔ ایسی کہ دور دراز کے لوگ آپ سے دعا کرانے آتے تھے۔ آپ جب رات کے وقت اپنے وظائف پڑھنے کے لیے اٹھتے تو سارا گھر روشن ہو جاتا۔ یوں لگتا کہ کسی نے چراغ جلا دیا ہے۔ لوگ آتے اور آپ کے گھر کے اردگرد جمع ہو جاتے۔ اللہ تعالیٰ سے دعائیں کرتے تو ان کی دعاؤں میں بہت جلد قبولیت کا اثر دیکھنے میں آتا۔

جندی بیان کرتے ہیں مجھے میرے شیخ فقیہ علی اصحی نے بتایا کہ انہیں صحیح اور باوثوق روایت سے یہ کرامت ملی کہ فقیہ موصوف رات جب اپنے اوراد و وظائف کے لیے اٹھتے تو وہ جگہ روشن ہو جاتی جیسا کسی نے شمع روشن کر دی ہو۔ بعض فقہاء نے جب یہ کرامت سنی تو کہنے لگے بعض دفعہ ایسی باتیں شیطان کی طرف سے بھی ہوتی ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ یہ بھی اسی کی طرف سے ہو۔ چنانچہ یہی فقیہ ایک مرتبہ شیخ موصوف کی زیارت کے لیے ان کے ہاں گئے تو انہوں نے ان کی اچھی خاصی تعظیم کی۔ رات ان کے ہاں بسر کی پھر جب رات کو فقیہ موصوف کے اوراد پڑھنے کا وقت آیا تو وہ اپنی عادت کے مطابق اٹھے اور مہمان فقیہ نے دیکھا کہ پورا گھر بہت زیادہ جگمگا رہا ہے۔ اتنی روشنی تھی کہ فقیہ مذکور کو دیوار پر چلتی چیونٹی دکھائی دینے لگی۔ یہ دیکھ کر انہیں معلوم ہوا کہ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے۔ شیطانی حرکت نہیں پھر توبہ کی اور اللہ تعالیٰ سے استغفار کی اور فقیہ کا دل پاکیزہ ہو گیا۔

زمین نے چھپی امانتیں بتا دیں

آپ کا ایک ساتھی تھا۔ جس کے پاس لوگ امانتیں رکھتے تھے بہت دیانتدار شخص تھا۔ تقدیر سے وہ فوت ہو گیا اور فوت بھی اچانک ہوا۔ جب امانت والوں کو اس کے مرنے کی خبر ہوئی تو سب اکٹھے ہو گئے اور کہنے لگے جب تک ہماری امانتیں

واپس نہیں کی جاتیں ہم اسے دفن نہیں کرنے دیں گے۔ بڑی منت سماجت سے انہیں منوایا گیا اور مذکور کو دفن کر دیا گیا۔ ادھر اس کی بیوی اور اس کے بچے گھر سے بھاگ گئے۔ کیونکہ انہیں امانت والوں سے خطرہ تھا اور امانتیں ان کے سپرد کی تھیں پھر اس کی بیوی نے اپنے بچے کو فقیہ موصوف کے پاس بھیجا تا کہ انہیں سب کچھ بتا دے کہ مرنے والے نے ہمیں امانتوں کے بارے میں کچھ بھی نہیں بتایا تھا۔ اور امانت والوں سے ہمیں پریشان کرنے اور تکلیف پہنچانے کا خطرہ ہے۔ جب بچے نے فقیہ موصوف کو صورتحال بتائی تو انہوں نے اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّاۤ اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَ پڑھا اور بچے کو دلاسا دیا اور اس کے فوت شدہ باپ کے لیے رحمت کی دعا کی پھر فقیہ موصوف نے زمین پر سے ایک سفید کنکری اٹھائی اور بچے کو کہا بیٹا! اس کنکری کو اچھی طرح دیکھ لو اور پہچان لو تو اور تیری والدہ اب اپنے گھر لوٹ آؤ۔ پھر جہاں تمہیں یہ کنکری پڑی ملے اس جگہ کو کھودنا۔ پھر اس کے بعد فقیہ موصوف نے وہ کنکری پھینک دی۔ پھینکتے وقت کنکری ان کے گھر کی طرف پھینکی۔

بچہ واپس والدہ کے پاس آیا اور جو کچھ فقیہ موصوف نے بتایا، سب کچھ اپنی والدہ کو بتا دیا۔ ماں بولی بیٹا! فقیہ موصوف کے متعلق بہت سی باتیں معروف و مشہور ہیں جو ہمارے اس کام سے کہیں بڑی ہیں۔ مطلب یہ کہ یہ کام ان کے لیے کوئی بڑا کام نہیں۔ پھر جب رات ہوئی تو ماں بیٹا اپنے گھر واپس آئے۔ ان کے پاس چراغ بھی تھا۔ عورت نے گھر کے اندر ایک سفید کنکری پڑی دیکھی۔ وہ ایسی ہی تھی جیسی بچے نے بتائی تھی اس نے بچے سے پوچھا میں تمہیں ایک کنکری دکھاتی ہوں۔ اسے غور سے دیکھ کر بتاؤ کہ کیا یہ وہی ہے جو فقیہ نے پھینکی تھی؟ دیکھ کر بچہ بولا ہاں یہ وہی ہے۔ خدا کی قسم! پھر دونوں نے وہاں سے زمین کھودنا شروع کر دی۔ کھودتے کھودتے انہیں ایک برتن ملا۔ جس میں لوگوں کی تمام امانتیں موجود تھیں۔ اور ہر امانت پر اس کے مالک کا نام بھی لکھا ہوا تھا۔ انہوں نے رات تسلی کے ساتھ بسر کی۔ جب صبح اٹھے تو امانت والوں کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر انہیں ان کی امانتیں واپس کیں۔

بیان کیا گیا ہے کہ آپ کی مجلس میں ایک شخص آیا کرتا تھا جو بدعت کی طرف منسوب تھا یعنی لوگ اسے بدعتی کہا کرتے تھے۔ فقیہ موصوف نے اللہ تعالیٰ سے سوال کیا کہ اس شخص کی صحیح حقیقت مجھ پر منکشف فرما دے۔ کیا واقعی بدعتی ہے؟ اسی دوران کسی کہنے والے نے کہا یایھا الذین امنوا لا تتخذوا عدوی و عدوکم اولیاء، (اے مومنو! میرے اور اپنے دشمن کو دوست مت بناؤ)۔ اس کے بعد فقیہ موصوف نے اسے اپنی صحبت میں نہ رہنے دیا۔ فقیہ موصوف نے چھٹی صدی کے آخر میں انتقال فرمایا۔

حضرت ابوالحسن علی بن یغنم رحمۃ اللہ علیہ

بدعتی نے تقدیر پر مناظرہ کیا اور تائب ہو گیا

آپ بہت بڑے مشائخ اور صاحب حال و کرامات و مکاشفات ہوئے ہیں۔ آپ کی ایک کرامت یہ ہے کہ ایک بدعتی (معتزلی) فقیہ احمد بن موسیٰ عجیل کے پاس آیا یہ بدعتی صنعاء کے نواح کا رہنے والا تھا۔ ارادہ یہ تھا کہ فقیہ مذکور سے تقدیر کے

بارے میں مناظرہ کرے گا۔ اپنے ساتھ تیار شدہ چند مسائل بھی لایا۔ جن میں یہ مناظرہ کرنا چاہتا تھا۔ فقیہ احمد بن موسیٰ نے کہا کہ تم شیخ علی بن یغنم کے پاس جاؤ۔ تمہارا جواب صرف ان کے پاس ہی ہے۔ یہ کہہ کر اس کے ساتھ ایک آدمی بھیجا جو اسے علی بن یغنم کے ہاں چھوڑ آیا۔ جب یہ بدعتی ان کے پاس پہنچا گفتگو ہوئی اور کہنے لگا یا شیخ! تم کہتے ہو کہ انسان کھڑا ہوتا ہے یا بیٹھتا ہے یہ سب اللہ تعالیٰ کی قدرت سے ہوتا ہے اور میری طرف دیکھو۔ میں اپنی قدرت سے اٹھتا ہوں اور اپنی قدرت سے ہی بیٹھتا ہوں۔ یہ کہہ کر وہ اٹھنے بیٹھنے لگا اور شیخ اس کی طرف دیکھ رہے تھے۔ جب وہ چند مرتبہ اٹھک بیٹھک کر کے بیٹھ گیا تو شیخ اس سے باتوں میں مشغول ہو گئے۔ اور فرمانے لگے جس عقیدہ پر ہوا سے چھوڑ دو باز آ جاؤ۔ لیکن وہ جواب میں کہتا میں عقیدہ اس وقت تک تبدیل نہیں کروں گا جب تک آپ اپنے عقیدہ کی سچائی پر کوئی دلیل و حجت پیش نہ کریں۔ یہ سن کر شیخ موصوف نے اسے کہا اب اپنی قدرت سے کھڑے ہو جاؤ۔ اس نے یہ سن کر اٹھنے کی ہر ممکن کوشش کی۔ لیکن اٹھنا تو دور کی بات وہ حرکت تک نہ سکا۔ یہ دیکھ کر اس نے اللہ تعالیٰ سے توبہ کی اور شیخ سے معذرت کی اور ان سے دعا کی درخواست کی کہ مجھے چھوڑ دیجئے۔ آپ نے اس کے لیے دعا کی وہ ٹھیک ٹھاک کھڑا ہو گیا اور مذہب اہل سنت و جماعت کی طرف آ گیا۔ شیخ مذکور کی یہ کرامت بہت مشہور ہوئی۔ اس کے علاوہ بھی ان کی کرامات مشہور ہیں۔ آپ کی قیام گاہ جبل برع میں تھی۔ وہاں ان کی مبارک اولاد موجود ہے۔ امام شرجی نے یہ بیان کیا کہ ان کی تاریخ وفات کی مجھے تحقیق نہ ہو سکی۔ بلکہ ان کا دور وہی دور تھا جس میں فقیہ احمد بن موسیٰ عجیل موجود تھے۔

حضرت علی کردی رحمۃ اللہ علیہ

حرام کمائی کا فرش اکھیڑ دیا

آپ اکابر اولیاء کرام میں سے تھے۔ تصرف عظیم کے مالک اور صاحب کرامات کثیرہ تھے۔ آپ کی ایک کرامت یہ تھی کہ آپ نے ایک دفعہ دمشق کے ایک مشہور شخص بدرالدین نامی سے کہا کہ تم اپنے گھر میں فقراء کے لیے سماع کا اہتمام کرو۔ اور انہیں کچھ کھانے کو بھی دینا۔ اس نے کہا آپ کا حکم سر آنکھوں پر۔ اس نے فقراء کی اولاد کے لیے کھانے کا انتظام کیا جو جامع مسجد وغیرہ میں معروف تھے۔ وہ اس کے گھر جمع تھے کہ اچانک شیخ علی اس گھر تشریف لے آئے آپ نے اس گھر کے چبوترے پر چینی کے بھرے لفافے دیکھے۔ آپ نے گھر والے کو حکم دیا کہ ان تمام لفافوں کو تالاب میں ڈال دو۔ کہنے لگا حضور! تمام لفافے؟ آپ نے فرمایا ہاں تمام لفافے۔ پھر اس نے تمام لفافے تالاب میں ڈال دیے۔ فقراء اب شربت پی رہے ہیں۔ اور دن ختم ہونے تک سماع میں مشغول رہے۔ پھر انہوں نے کھانا کھایا اور اپنے اپنے گھر چل دیے۔ شیخ علی نے ان کے جانے کے بعد گھر والے کو کہا چلو اور مجھے اندر داخل کر کے دروازہ بند کر دو اور تالہ لگا دو اور میرے پاس تین دن سے پہلے نہ آنا۔ اس نے ایسا ہی کیا اور آپ کو گھر میں اکیلا ہی چھوڑ دیا۔ جب دوسرا دن آیا اس کی راستہ میں شیخ سے ملاقات ہو گئی اور انہیں سلام کیا پھر اپنے گھر چلا گیا تو دیکھا کہ وہ بند پڑا ہے۔ اس نے اسے کھولا اور اندر گیا تو دیکھا کہ اس کا سنگ مرمر کا

فرش اکھڑا اکھڑا ہوا ہے یہ دیکھ کر وہ شیخ علی کے ہاں آیا اور کہنے لگا اے آقا! آپ نے سنگ مرمر کا فرش کیوں اکھیڑ ادیا؟ فرمانے لگے اے بدر الدین! تو آدمی تو بڑا اچھا ہے اور فقراء کی مہمان نوازی ایسے فرش پر بیٹھا کر کرتا ہے جو حرام کی کمائی سے بنا ہوا ہے۔ وہ کہنے لگا اے میرے آقا! یہ گھر مجھے باپ دادا کی وراثت سے ملا ہے۔ یہ بات سن کر شیخ کو اس پر بہت غصہ آیا۔ اس نے علیحدہ ہو کر غور وفکر کیا۔ اور شیخ کے اس کام میں سوچ وبچار کی اور شیخ کے کشف کو جانا۔ اسے یاد آ گیا کہ شیخ نے جو کچھ کیا وہ درست کیا ہے۔ پھر اس نے ان کاریگروں کے پاس ایک آدمی کو بھیجا جنہوں نے یہ فرش لگایا تھا اور ان سے پوچھا کہ تم سچ سچ بتاؤ کہ اس گھر کا فرش لگاتے وقت تم نے کیا حرکت کی؟ انہوں نے کہا ہاں واقعی اس میں عیب ہے۔ ہم نے اس میں ناجائز کیا تھا۔ اس نے کہا تمہیں صاف صاف بتانا پڑے گا کہ کیا ہوا۔ میں تمہیں اس بارے میں کوئی سزا جرمانہ وغیرہ نہیں کروں گا۔ اس پر وہ بولے تمہاری سنگ مرمر کی ٹائلیں ہم نے بیچ دی تھیں اور جامع مسجد کی ٹائلیں ہم نے یہاں لگائی تھیں۔

جب عارف کبیر امام شہاب الدین عمر بن محمد سہروردی صاحب ''عوارف المعارف'' دمشق تشریف لائے۔ آپ کا یہاں تشریف لانا ایک رقعہ پہنچانے کے سلسلہ میں ہوا جو خلیفہ نے ملک عادل کی طرف لکھا تھا۔ جس میں انعام واکرام وغیرہ دینے کا حکم تھا تو آپ نے اپنے ساتھیوں سے کہا میں علی الکردی کی زیارت کرنا چاہتا ہوں۔ لوگوں نے انہیں کہا مولانا! ایسا نہ کیجئے۔ آپ امام الوجود ہیں اور جس شخص کی زیارت کرنے کا ارادہ ظاہر فرمار ہے ہیں وہ نماز تک بھی ادا نہیں کرتا اور اکثر ننگا گھومتا پھرتا ہے۔ شیخ سہروردی نے فرمایا میرا ارادہ اٹل ہے۔ شیخ علی کردی کا اکثر ٹھکانہ جامع مسجد میں ہوتا تھا۔ پھر مسجد میں ایک اور عاشق اور دیوانہ آیا جسے یاقوت کہتے تھے۔ جونہی یہ شخص مسجد کے دروازے سے اندر آیا تو شیخ علی کردی یہاں سے دمشق چلے گئے۔ اور وہاں باب الصغیر کے قریب ایک جگہ قیام کیا جو فقراء کے لیے وقف تھی۔ آپ پھر واپس تشریف نہیں لائے اور یاقوت وہاں رعب جمائے بیٹھا رہا۔ لوگوں نے شیخ شہاب الدین سہروردی سے عرض کیا کہ شیخ علی کردی اب جبانہ میں رہتے ہیں۔ آپ اپنی خچر پر سوار ہوئے اور ان کی خدمت میں حاضر ہونے چل پڑے۔ اور ایسا شخص تلاش کیا جو ان کے مقام کی نشاندہی کرے۔ جب آپ ان کی رہائش گاہ کے قریب پہنچے تو سواری سے اتر کر پیدل چل پڑے۔ جب آپ کو علی کردی نے دیکھا کہ بالکل قریب آ گئے ہیں تو وہ ننگا ہو گیا۔ شیخ شہاب الدین نے کہا یہ جو حرکت آپ نے کی ہے ہمیں آپ سے روک نہیں سکتی اور دیکھو ہم آپ کے مہمان ہیں۔ پھر آپ علی کردی کے پاس گئے اور سلام کر کے بیٹھ گئے۔ اچانک دو آدمی کچھ اٹھائے ہوئے آئے۔ ان کے پاس کچھ کھانے پینے کی اشیاء تھیں۔ ان سے پوچھا گیا کہ تمہیں کہاں جانا ہے۔ کس کے پاس آئے ہو؟ کہنے لگے کہ ہم کردی کے پاس آئے ہیں۔ شیخ علی کردی نے انہیں فرمایا میرے مہمان کے سامنے رکھ دو۔ پھر شیخ شہاب الدین سہروردی سے کہا بسم اللہ! یہ آپ کی مہمانی ہے۔ شیخ سہروردی نے کھایا۔ آپ (شیخ سہروردی) علی کردی کی بہت تعظیم کیا کرتے تھے۔

شیخ صفی الدین بن ابی منصور بیان کرتے ہیں دمشق میں شیخ علی کردی کی کرامات میں سے جو مجھے دیکھنے کا اتفاق ہوا ان میں سے ایک یہ ہے، شیخ موصوف واضح طور پر خدا کی محبت میں وارفتہ تھے۔ دمشق کے باشندوں پر اس طرح حکم چلاتے تھے جس طرح مالک اپنے غلاموں پر چلاتا ہے۔ جب میں دمشق گیا تو میں تیرا سالہ جوان تھا اور خادم، لباس وغیرہ خوبصورت تھا۔

میں جامع مسجد میں بیٹھ گیا۔ جب میں علی کردی سے ملنے گیا اچانک میں نے دیکھا کہ میری طرف ایک شخص چلا آ رہا ہے۔ اس کا سر بہت بڑا ہے اور اس نے پیوند لگی گدڑی پہنی ہوئی ہے۔ اس نے جامع مسجد کی کھلی جگہ جو باب جیرون کی طرف تھی اسے چیر ڈالا۔ حتیٰ کہ وہ شخص میرے پاس آ گیا میں اس وقت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کے حجرہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے اپنے ہاتھ میری طرف لمبے کیے دونوں سیبوں سے بھرے ہوئے تھے۔ مجھے کہا لے لو۔ میں اس سے ڈر گیا اور پیچھے ہٹ گیا تو اس نے میری طرف سیب پھینکا۔ ایک کے بعد دوسرا۔ یوں تمام سیب میری طرف پھینک کر چلتا بنا۔ اس کے بعد میرے پاس شیخ ابو القاسم صقلی تشریف لائے۔ اور ان کے ساتھ میری والدہ کے ماموں شیخ نجم الدین بھی تھے۔ آپ دمشق میں مدرس تھے میں نے ان دونوں سے سارا واقعہ سنایا۔ وہ دونوں یہ واقعہ سن کر بہت زیادہ حیران ہوئے اور مجھے فرمایا تمہیں مبارک ہو۔ بہت جلد تیری شان ظاہر ہوگی۔ یہ شخص شام کا قطب ہے۔ ان کا نام علی کردی ہے تمہارے پاس مہمانی لے کر آیا تھا۔ کسی کے ساتھ ایسا سلوک کرنا ان سے بہت کم دیکھنے میں آیا ہے۔ میں پھر وہاں سے اٹھا اور ان کے پاس گیا اور باب جیرون کے قریب انہیں سلام کر کے ان کے ہاتھ چومے۔ انہوں نے میرے چہرے کی طرف خوشی سے دیکھا اور مجھ پر ہنس دیئے پھر میں نے ان کے بارے میں شیخ عتیق سے پوچھا فرمانے لگے بیٹا! اپنے وقت کے اس معاملہ میں وہ امام ہیں۔ امام یافعی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ واقعہ ذکر فرمایا ہے۔

حضرت ابوالحسن علی ارسوفی شیخ صرفندی رحمۃ اللہ علیہ

امام سخاوی نے لکھا ہے کہ کسی نے شیخ صرفندی کو خواب میں دیکھا کہ وہ اعلان فرما رہے ہیں میرے شیخ کی زیارت پہلے کرو اور پھر میری زیارت کو آؤ۔ کیونکہ میں جو کچھ بھی ہوں ان کی وجہ سے ہوں۔ ان کی قبر پر مانگی ہوئی دعا مستجاب ہوتی ہے۔ دونوں حضرات شافعی بحری کے دروازے کے قریب مدفون ہیں۔

حضرت ابوالحسن علی فران رحمۃ اللہ علیہ

ایک وقت میں کئی جگہ ہونا

آپ مصر کے رہنے والے تھے۔ آپ کا ایک واقعہ بیان کیا جاتا ہے کہ ایک عورت آپ کے پاس آئی۔ اس کے پاس گوندھے آٹے کی دو کچی روٹیاں تھیں۔ وہ انہیں پکانا چاہتی تھی۔ آپ نے وہ روٹیاں اسے پکا کر دیں۔ جب آپ نے روٹیاں تندور سے نکال کر دیں تو وہ رونے لگی اور لمبے لمبے سانس لینے لگی۔ آپ نے پوچھا کیوں رو رہی ہو؟ کہنے لگی کہ میرا اکلوتا بیٹا حجاز میں ہے۔ میں چاہتی ہوں کہ وہ ان روٹیوں کو کھائے۔ لیکن وہ یہاں نہیں۔ اس کی یاد نے مجھے رلا دیا ہے۔ یہ رات وقوف عرفہ کی رات تھی۔ آپ نے اس عورت سے کہا روٹیوں کو رومال میں لپیٹ دو اور میرے پاس چھوڑ دو۔ چنانچہ وہ روٹیاں چھوڑ کر گھر چلی گئی۔ جب حاجی حضرات آئے تو اس کا بیٹا بھی آیا اور اس کے پاس وہ روٹیوں والا رومال تھا۔ پوچھنے لگی لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ، یہ رومال تجھے کب ملا تھا؟ کہنے لگا وقوف عرفہ کی رات کو ملا تھا۔ اس وقت اس میں گرم گرم دو روٹیاں بھی تھیں۔ یہ بات

پھیل گئی اور لوگوں میں مشہور ہوگئی۔ حاجی حضرات حج کر کے واپس آئے تو کہتے فلاں روٹیاں لگانے والا ہمارے ساتھ حج کے موقع پر فلاں جگہ تھا۔ حالانکہ شیخ موصوف اپنے گھر سے باہر تشریف نہیں لے گئے تھے اور یہاں کے لوگ روزانہ انہیں گھر پر ہی دیکھتے تھے۔ آپ کی اس کرامت کا انکار نہیں کیا جا سکتا۔ کیونکہ اولیائے کرام میں سے بعض ایسے بھی ہوتے ہیں جن کے لیے زمین سکڑ جاتی ہے اور دور دراز آنا جانا ان کے ایک قدم اٹھانے پر موقوف ہوتا ہے۔ ذلك فضل الله يؤتيه من يشاء والله ذو الفضل العظيم آپ نے مصر میں انتقال فرمایا اور قرافہ میں دفن کیے گئے۔ آپ اپنی آنکھ میں سرمہ کی سلائی اس وقت نہ پھیرتے جب تک اس پر تین مرتبہ سورۂ اخلاص نہ پڑھ لیتے آپ کے پاس ایک مرتبہ ایک ذمی (غیر مسلم) آیا، وہ اندھا تھا۔ آپ نے اسے فرمایا اگر تو اسلام قبول کرلے تو اللہ تعالیٰ تیری بینائی لوٹا دے گا۔ کہنے لگا کیا اسلام بینائی واپس کرتا ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں۔ وہ بولا خدا کی قسم! میں تمہیں ہرگز جھوٹا نہیں کہتا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ ہی معبود برحق ہے اور جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے رسول ہیں۔ وہ واپس ہوا تو انکھیارا تھا۔

حضرت ابوالحسن علی بن صالح اندلسی کحال رحمۃ اللہ علیہ

قبر کی مٹی سے دکھتی آنکھ ٹھیک ہوجاتی

آپ کی ایک کرامت یہ ہے کہ جس کو آشوب چشم ہوجاتا اور آپ کی قبر پر آکر قرآن کریم کی کچھ تلاوت کرتا اور بسم اللہ الرحمن الرحیم اچھے خیال سے پڑھ کر آپ کی قبر کی مٹی آنکھوں پر ملتا تو اسے نفع ہوتا۔ بہت سے لوگوں نے اسے آزمایا اور اس میں انہوں نے شفا پائی۔ امام سخاوی نے یہ کرامت اپنی تصنیف ''تحفۃ الاحباب'' میں لکھی ہے۔ شیخ موصوف کی قبر مصر میں ہی صلہ نامی معروف مشہد کے قریب ہے۔

حضرت ابوالحسن علی بن مرزوق ردینی رحمۃ اللہ علیہ

ادائے قرض کے لیے مجرب طریقہ

امام سخاوی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں قرشی نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ جو شخص شیخ موصوف کی قبر پر آتا ہے اور وہ مقروض ہو اور یوں کہے اللهم بما بينك و بين صاحب هذا القبر عبدك الرديني الا ما وفيت ديني (اے اللہ! تیرے اور اس قبر والے کے درمیان جو تعلق ہے اس کا واسطہ دیتا ہوں کہ میرا قرض ادا کرنے کا کوئی راستہ عطا فرما)۔ یہ کہنے سے اس کے قرض کی ادائیگی کا ضرور بندوبست ہوجاتا ہے۔

حضرت ابوالحسن بن قضاعی مصری رحمۃ اللہ علیہ

آپ مصر کے اکابر مشائخ میں سے تھے۔ شیخ ابوالحسن دینوری وغیرہ مشائخ کی صحبت پائی۔ جب شیخ دینوری کا انتقال ہوا اور ان کے بعد آپ خلیفہ مقرر ہوئے تو آپ سے بہت سی کرامات ظاہر ہوئیں۔

شیطان بھاگ گیا

آپ کی ایک کرامت آپ خود بیان فرماتے ہیں ہم کچھ ساتھی عرفہ کی رات سوڈان کی ایک غار میں تھے۔ وہاں ہم دعا کے لیے جمع ہوئے تھے ہمارے نفس پاکیزہ اور ہمارے دل خشوع وخضوع سے لبریز تھے۔ اچانک ایک خوبصورت کپڑوں اور حسین چہرہ والا ایک نوجوان بہترین گھوڑے پر سوار وہاں آ گیا اور مکان کے نیچے اس نے کھیلنا شروع کر دیا۔ جب میرے ساتھیوں نے اسے دیکھا تو دعا اور ذکر چھوڑ کر اس کی طرف مشغول ہو گئے۔ میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا مجھے خطرہ محسوس ہوتا ہے کہ کہیں یہ ابلیس نہ ہو۔ یہاں اس لیے آیا تا کہ تمہیں اللہ تعالیٰ کے ذکر اور عبادت سے محروم کر دے۔ خدا کی قسم! ابھی میں نے یہ بات مکمل بھی نہ کی تھی کہ وہ گھوڑے سمیت زمین میں دھنس گیا۔

سپاہی کو دروازہ نہ ملا

آپ کے پاس ایک مظلوم آیا۔ اس وقت آپ نماز ادا کر رہے تھے عرض کرنے لگا حضور! مجھے بچا لیجئے میرے پیچھے پولیس کا آدمی لگا ہوا ہے اور وہ بالکل قریب آ چکا ہے۔ شیخ نے سلام پھیرا اور مڑ کر پیچھے دروازے کی طرف دیکھا اور ہاتھ سے اس کی طرف اشارہ کیا۔ چنانچہ وہ دروازہ وہاں سے غائب ہو گیا۔ اور دروازے کی جگہ دیوار بن گئی۔ جب پولیس والا آیا تو اسے کوئی دروازہ نظر نہ آیا اور واپس ہو گیا جب واپس ہو گیا تو شیخ نے ہاتھ سے دیوار کی طرف دوبارہ اشارہ فرمایا تو وہاں دروازہ پہلے کی طرح موجود ہو گیا۔ وہ مظلوم وہاں سے نکل کر اپنے کام کی طرف روانہ ہو گیا۔ شیخ موصوف نے مصر میں انتقال فرمایا اور ان کی قبر ابو عبد اللہ تکروری رحمۃ اللہ علیہ کی قبر کے قریب ہے جو نقعہ میں بنی کندہ کے قبرستان میں ہے۔

حضرت ابوالحسن بن حارث لیثی رحمۃ اللہ علیہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خوراک کا بندوبست فرما دیا

جناب ابو عبد اللہ رصاع نے اپنی تصنیف ''تحفہ'' میں لکھا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس پر صلوٰۃ وسلام کی فضیلت پر دلالت کرنے والی حکایات میں سے ایک یہ بھی ہے جو شیخ ابوالحسن بن حارث لیثی مذکور کی ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں صلوٰۃ وسلام بھیجنے میں شیخ موصوف مشغول رہا کرتے تھے۔ فرماتے ہیں کچھ عرصہ میرے مالی حالات بہت خراب ہو گئے۔ حتیٰ کہ کھانے پینے کے لیے بھی میرے پاس کچھ نہ رہا۔ ادھر عید بھی قریب تھی اور ہم تمام گھر کے افراد انتہائی تنگ دستی کی زندگی بسر کر رہے تھے۔ حتیٰ کہ عید کی رات آ گئی اور ہمارے پاس نہ کھانے کو اور نہ پہننے کو کچھ تھا۔ ہم نے رات انتہائی پریشانی اور شدید مایوسی میں بسر کرنے پر اتفاق کیا۔ ابھی رات کے دو گھنٹے گزرے ہوں گے کہ کسی نے دروازے پر دستک دی اور ہمیں گفتگو کرنے کی آواز سنائی دی۔ ہم نے دروازہ کھولا۔ اچانک کچھ آدمی شمعیں اٹھائے ہوئے دروازے پر کھڑے تھے اور ایک فلاں آدمی کا بیٹا بھی ان میں موجود تھا۔ وہ اپنے وقت اور زمانہ کا خاص آدمی تھا وہ اندر ہمارے پاس تشریف لائے۔ ہم ان کے ایسے وقت آنے پر حیران تھے۔ اس نے مجھے کہا کہ جو بات مجھے تمہارے پاس لانے کی سبب بنی وہ یہ ہے کہ میں نے

رسول کریم ﷺ کو خواب میں دیکھا۔ آپ نے مجھے ارشاد فرمایا ابوالحسن اور اس کے اہل وعیال اس وقت نہایت تنگ دستی میں ہیں۔ لہٰذا تمہیں جس قدر گنجائش ہے اس رات وہ ان کے گھر پہنچا دو تا کہ وہ اپنی اولاد کو کپڑے بھی پہنائے اور انہیں کھانے پینے کے لیے بھی دے اور ان کے تمام گھر کے افراد عید کے موقع پر خوش ہو جائیں۔ میں حضور ﷺ کا یہ ارشاد سن کر اٹھا اور یہ کپڑے اور کھانے پینے کی اشیاء لیں اور درزیوں کے پاس آدمی بھیجا۔ وہ بھی میرے ساتھ آئے ہیں۔ پھر اس نے درزیوں کو حکم دیا کہ ان کے کپڑوں کا ناپ لو اور کہا کہ سب سے پہلے بچوں کے کپڑے سینا۔ کیونکہ بچے زیادہ دیر برداشت نہیں کر سکتے اور بڑے صبر کر لیتے ہیں چنانچہ وہ ان کے پاس صبح تک بیٹھے رہے۔ پھر صبح ہوئی تو تمام اہل خانہ خوش تھے۔ ایسی خوشی کہ ان کے وہم وگمان میں بھی نہ تھی۔

حضرت ابوالحسن بن جالوت رحمۃ اللہ علیہ

ولی کا قبر سے آواز دینا

رعینی نے اپنی سند کے ساتھ اپنے شیخ ابوحیان اندلسی کے واسطے سے ایک واقعہ بیان کیا۔ اس واقعہ یا کرامت کے اصل راوی فقیہ، مقری، صالح ابوتمام غالب بن حسن بن احمد بن سید بونہ خزائی ہیں۔ بیان فرماتے ہیں میں نے شیخ ابوالحسن بن جالوت کی قبر کی زیارت کی چونکہ پہلی مرتبہ زیارت کرنے آیا تھا۔ اس لیے مجھے آپ کی قبر کے بارے میں شبہ پڑ گیا کہ کون سی ہے تو میں لوٹ آیا۔ پھر مجھے ایک آواز سنائی دی جو ایک معین قبر سے آ رہی تھی اے غالب! کیا تم واپس جا رہے ہو اور میری زیارت نہیں کرو گے؟ میں نے پھر اس قبر کی زیارت کی اور وہاں کچھ دیر کے لیے بیٹھ گیا۔ پھر ابوالحسن مذکور کے صاحبزادے تشریف لائے تو میں نے ان سے پوچھا آپ کے والد گرامی کی قبر کون سی ہے؟ کہنے لگے یہی جس کے قریب تم بیٹھے ہوئے ہو۔ روایت کرنے والے یہ غالب نامی بزرگ اور ابن جالوت یہ دونوں حضرات شیخ احمد بن سید بونہ خزائی کے اصحاب میں سے ہیں اور خزائی موصوف شیخ ابومدین کے اصحاب میں سے ہیں۔ (قالہ فی نفح الطیب)

حضرت ابوالحسن طرائفی رحمۃ اللہ علیہ

ولی را ولی می شناسد

آپ مصر کے رہنے والے ہیں اور ابوالضیف کنیت سے مشہور ہیں۔ آپ فقراء سے محبت کرنے والے اور ان کی انتہائی عزت کرنے والے بزرگ تھے۔ ایک دن آپ اپنی دکان میں تشریف فرما تھے کہ وہاں سے دس فقیروں کا گزر ہوا۔ انہوں نے آپ کو سلام کیا۔ آپ نے سلام کا جواب دیا اور انہیں اپنے گھر مہمان بنایا۔ بہت عزت واکرام سے پیش آئے۔ ہر فقیر سے پوچھتے کہ تمہارا دل کیا چاہتا ہے پھر جو وہ کہتا اس کے لیے حاضر کر دیتے لیکن ایک فقیر نے کھانے کے لیے کوئی خواہش نہ کی آپ نے اس سے اس کی حالت پوچھی تو کہنے لگا مجھے اپنی صاحبزادی نکاح میں دے دو۔ میں اسے بیوی بنانا چاہتا ہوں کیا

آپ میری یہ حاجت پوری کریں گے؟ آپ کی بیٹی انتہائی خوبصورت تھی۔ آپ نے اس فقیر سے کہا میں اس بارے میں اپنی بیٹی سے مشورہ کر کے بتاتا ہوں۔ آپ بیٹی کے پاس گئے اور اسے پوچھا فقیروں میں سے ایک نے مطالبہ کیا ہے کہ وہ تجھے اپنی بیوی بنانا چاہتا ہے، تمہاری کیا رائے ہے؟ بیٹی بولی ابا جان! اس سے بڑھ کر اور سعادت کیا ہو سکتی ہے۔ اس کے بعد شیخ موصوف نے تحریر لکھی اور اس فقیر کو قیمتی کپڑے پہنائے اور اپنی بیٹی کو بھی شادی والے کپڑے پہنائے۔ فقیر کو آپ نے کھانا کھلایا اور اپنی بیٹی کو اس رات فقیر کے ہاں رخصت کر دیا۔ شیخ موصوف رات کو سوئے۔ خواب میں کیا دیکھتے ہیں کہ قیامت قائم ہے اور تمام انسان محشر میں اکٹھے ہیں اور اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر تجلیات نازل فرما رہے ہیں۔ اچانک ایک منادی نے ندا کی طرائفی کہاں ہے؟ اسے موقف میں لایا گیا اور بہترین الفاظ سے انہیں خطاب کیا گیا اور انہیں کہا گیا اس محل کو دیکھو۔ انہوں نے اس کی طرف دیکھا۔ وہ بہت بڑا محل تھا پھر ان سے کہا گیا یہ محل آپ کا ہے اور انہیں سبز سندس کے کپڑے پہنائے گئے اور ان کی خدمت میں عظیم حوریں لائی گئیں۔ پھر بہت بڑا دستر خوان چنا گیا۔ ان سے کہا گیا کھائیے۔ انہوں نے کھایا پھر انہیں کہا گیا یہ اس کا بدلہ ہے جو تم نے فقیر کے ساتھ اچھا سلوک کیا ہے۔ پھر ان سے کہا گیا یہ میرا چہرہ ہے اسے دیکھو۔ اسی دوران ان کی آنکھ کھل گئی اور اس خواب کے دیکھنے پر بہت خوش تھے۔ پھر آپ نے ارادہ کیا کہ اس فقیر کے پاس جاؤں یا پھر اسے اپنے ہی گھر مستقل طور پر رکھ لوں۔ آپ فقیر کے پاس آئے۔ سلام کیا اور پوچھا رات کیسے گزری اور بیوی کے ساتھ کیسا وقت گزرا؟ فقیر نے کہا آپ کا آج کی رات اپنے رب کے ساتھ کیسا گزران ہوا۔ جس نے تمہیں بہت سی خیرات اور نعمتیں عطا فرمائیں یہ سن کر شیخ بہت خوش ہوئے۔ یہ کرامت امام سخاوی نے بیان کی ہے۔ یہ اگرچہ ایک نامعلوم فقیر کی کرامت ہے۔ اس اعتبار سے مناسب یہ تھا کہ اسے کتاب کے آخر میں ذکر کیا جاتا۔ مگر یہاں اس لیے ذکر کی گئی کہ اس میں شیخ طرائفی کی بہت زیادہ عظمت نظر آتی ہے۔

حضرت ابوالحسن جوسقی رحمۃ اللہ علیہ

شیطان کو جکڑ دیا

شیخ مبرد محاربی سے روایت ہے میں اور شیخ عبدالرحمٰن حبیش اور کچھ دوسرے بزرگ حضرات نے شیخ ابوالحسن جوسقی کی زیارت کا ارادہ کیا، جب ہمارا گزر دجلہ کی اس جگہ سے ہوا جو شیخ جوسقی رحمۃ اللہ علیہ کے بالکل مقابل تھی تو ہم نے ایک بدصورت بدبودار اور زنجیروں میں جکڑا ہوا شخص دیکھا اس نے ہمیں آواز دی ہم اس کی طرف مڑ گئے وہ کہنے لگا۔ شیخ جوسقی سے میری خلاصی کی درخواست کرنا۔ جو کچھ تمہیں نظر آ رہا ہے یہ انہوں نے ہی میرے ساتھ کیا ہے پھر جب ہم شیخ کے پاس پہنچے اور ارادہ کیا کہ اس شخص کی درخواست کریں۔ تو آپ نے ہمارے بولنے سے پہلے ہی فرما دیا اس کے بارے میں مجھ سے سفارش نہ کرنا۔ وہ شیطان ہے وہ غریب فقراء کو پریشان کیا کرتا تھا۔ میں نے اسے بارہا منع کیا لیکن وہ باز نہ آیا۔ اس لیے اسے باندھ کر سزا دی گئی ہے۔

محفل سماع کا عجیب منظر

شیخ ابوالحسن موصوف جوسقی محفل سماع میں تشریف لائے۔ اس محفل میں شیخ ابومحمد عبدالرحمٰن بن حبیش بغدادی وغیرہ مشائخ اور صلحاء کرام موجود تھے۔ قوال نے یہ شعر پڑھے:

أبت غلبات الشوق إلا تطلعا　إليك و يأبى العدل إلا تجتبا

وما كان صدى عنك صدملالة　ولا ذلك الإقبال إلا تقربا

ولا كان ذاك الحب إلا وسيلة　ولا ذلك الإ غضاء إلا تهيبا

على رقيب منك حل بمهجتى　إذا رمت تسهيلا على تصعبا

''شوق کے غلبوں اور محبت کی زیادتی نے مجھ میں اس چیز کا اضافہ کیا کہ تیرے چہرے کو بروقت دیکھا کروں اور ملامت کرنے والوں نے بھی سردست ہٹ جانے کا ہی ارادہ کیا ہے اور تجھ سے منہ موڑنا کسی پریشانی یا پشیمانی کی بنا پر نہ تھا۔ اور تمہاری طرف بڑھنا تو صرف تمہارے قرب کے حصول کی خاطر تھا۔ جس محبت نے یہ رنگ دکھائے وہ تو صرف تم تک پہنچنے کا ایک وسیلہ تھی اور وہ منہ موڑنا صرف اسی لیے تھا تا کہ خوف پیدا ہو۔ مجھ میں تمہاری طرف سے ایک رقیب دل میں چھپا بیٹھا ہے۔ جب تو مجھ پر آسانی اور تسلی کے حصول کی خاطر تیر چلاتا ہے تو وہ مشکل اور پریشان کن معلوم ہوتا ہے''۔

شیخ ابوالحسن خوش ہو گئے۔ جماعت میں سے ایک آدمی کو گلے سے لگایا جو کبڑا تھا وہ سیدھا ہو گیا اس دن یہ سب نے دیکھا۔

ابوالبیقی بیان کرتے ہیں ایک دن دوپہر کے وقت میں جوسقی سے گزرا تو میں نے شیخ ابوالحسن کو جھاڑیوں اور غیر آباد جگہ میں تنہا دیکھا۔ وہ دائیں بائیں جھوم رہے تھے اور ان کے جھومنے کی حالت میں ایک شعر میں نے ان سے سنا:

و تهت فى كل قفر وجدا بقرة عينى

پھر کافی دیر روتے رہے اور اس کے بعد یہ شعر کہے:

روحى إليك بكلها قد أجمعت　لو أن فيك هلاكها ما أقلت

تبكى عليك بكلها فى كلها　حتى يقال من البكاء تقطعت

فانظر إليها نظرة بمودة　فلربما منعتها فتمنعت

''میری روح مکمل طور پر تیری طرف اکٹھی ہو چکی ہے۔ اگر تجھ میں اس کی ہلاکت نظر آئے تو بھی وہ اس سے پیچھے نہیں ہٹے گا۔ وہ تم پر ہی مکمل طور پر روتی ہے اور اس قدر روتی ہے کہ لوگ کہتے ہیں کہ رو رو کر یہ فنا ہو جائے گی۔ لہٰذا تم بھی تو اس پر پیار و محبت کی ایک نظر ڈالو۔ ممکن ہے کہ تم اگر اسے ایسا کرنے سے روکو تو یہ رک جائے''۔

اس کے بعد شیخ موصوف نے زوردار چیخ ماری اور بے ہوش ہو کر گر گئے پھر جب افاقہ ہوا تو یہ شعر کہے:

أجلك أن أشكو الهوى منك اننى　اجلك أن تومى إليك الأصابع

و أصرف طرفي نحو غيرك عامدا على أنه بالرغم نحوك راجع

''آپ کی خاطر ہی میں آپ سے محبت اور عشق کی شکایت کرتا ہوں اور بے شک میں آپ کی ہی خاطر انگلیوں سے آپ کی طرف اشارہ کرتا ہوں اور میں اپنی نگاہ دوسروں کی طرف جان بوجھ کر پھیرتا ہوں کیونکہ مجھے یہ یقین ہے کہ وہ پھر لوٹ کر تمہاری طرف پلٹے گی''۔

پھر آپ نے خوشی سے لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللهِ پڑھا اور یہ شعر کہے:

تبادرت لي حتى إذا ما تبادرت معانيك في معناي أد هشتني عني

و عرفتني إياك حتى كأنني أرى كل ما ألقاه من دهشتي مني

فوا أسفي إن فاتني منك لحظه ووا أسفي إن حلت عن موضع الظن

''تو میری طرف بہت جلد آیا حتیٰ کہ جب تیرے اوصاف میری ذات میں بہت تیز رفتاری سے داخل ہو گئے تو انہوں نے مجھے خود اپنے آپ سے ہی دہشت زدہ کر دیا۔ اور تو نے اپنی پہچان مجھے یوں کرائی کہ میں اپنی ذات پر محسوس کرنے والی ہر دہشت کو اپنی طرف سے ہی سمجھتا ہوں۔ بہت افسوس ہو گا اس لمحے پر کہ جس لمحے میں تجھے بھول جاؤں۔ اور اس پر افسوس ہو گا کہ اگر تو میرے گمان کے مقام سے ادھر ادھر ہٹ جائے یعنی میرا گمان تمہارے بارے میں بدل جائے''۔

اس غیر آباد جگہ پر کھجور کے دو درخت بھی تھے۔ جہاں شیخ پر یہ کیفیت طاری تھی۔ ایک ہرا بھرا پھل دار اور دوسرا خشک پھلوں پتوں کے بغیر تھا۔ میں نے پھلدار کھجور کی جانب سے آواز سنی اے ابوالحسن! میں تم سے خدا واسطے سوال کرتا ہوں کہ کیا آپ میرا پھل نہیں کھائیں گے آپ نے اس کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ کھجوروں کی ٹہنیاں آپ کی طرف جھک گئیں۔ آپ نے اس کا پھل کھایا پھر آپ خشک کھجور کے درخت کے پاس سے گزرے تو وہ بھی بولا اے ابوالحسن! میں آپ سے خدا واسطے سوال کرتا ہوں کہ آپ میرے قریب وضو فرمائیں۔ پھر وہاں زمین میں سے ایک چشمہ پھوٹ نکلا۔ آپ نے وضو بھی کیا اور اس کا پانی بھی پیا۔ وہ درخت اسی وقت ہرا بھرا اور پھل دار ہو گیا۔ پھر چشمہ کا پانی زمین میں جذب ہو گیا اور چشمہ ختم ہو گیا۔ آپ وہاں سے یہ کہتے ہوئے چل دیئے۔ ''اے میرے مولا! جسے تو خطاب کرتا ہے اس سے ہر چیز بات کرتی ہے''۔ راوی بیان کرتے ہیں میں دور دراز کا سفر طے کر کے اس مقام پر آتا اور یہاں آ کر مجھے یہ سب باتیں یاد آتیں۔ میں اپنے آنسو پونچھتا اور ان دونوں کھجوروں کے درختوں سے کھجوریں کھاتا تاکہ موصوف کی برکت حاصل کر سکوں۔ شیخ ابوالحسن موصوف عظیم مرد خدا تھے اور جلیل القدر شیخ تھے۔ اور طریقت میں مضبوط شخصیت تھے آپ شیخ علی بن ہیتی رحمۃ اللہ علیہ کے اصحاب میں سے تھے۔ اور آپ گاہے بگاہے شیخ سید عبدالقادر گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس تشریف لایا کرتے تھے۔ آپ کی سکونت جوسق میں تھی جوسر زمین عراق میں پہاڑ کے قریب بہتی نہر پر ایک شہر ہے بڑی عمر پائی۔ جوسق میں آپ کا مزار ہے۔ (قالہ السراج)

حضرت علی ابوالحسن بقال رحمۃ اللہ علیہ

شہید محبت کا مقام

آپ اکابر اولیاء کرام میں سے ہوئے ہیں۔ آپ کی ایک کرامت یہ ہے کہ ایک مرتبہ ابن فارض کا ان سے گزر ہوا۔ دیکھا تو آپ وضو کر رہے تھے لیکن ترتیب کے بغیر۔ ابن فارض آپ کو نہیں جانتا تھا دیکھ کر کہنے لگا تم اپنی عمر گزار چکے ہو اور دار الاسلام میں رہتے بھی ہو اور وضو غلط کرتے ہو؟ شیخ نے ابن فارض کی طرف دیکھا اور فرمایا میں نے وضو بالکل ترتیب سے ہی کیا ہے لیکن تمہیں کچھ نظر بھی تو آئے؟ اگر تمہاری آنکھیں ہوتیں تو اس طرح دیکھتے۔ یہ کہتے ہوئے شیخ نے ابن فارض کا ہاتھ پکڑا اور انہیں کعبہ شریف دکھا دیا اور کہا اے عمر! تم پر حقیقت حال یہاں مصر میں نہیں بلکہ حجاز مقدس میں کھلے گی۔ یہ دیکھ کر ابن فارض آپ کے قدموں پر جھک گیا اور استغفار کرنے لگا۔ جب ابن فارض نے سفر کیا اور مکہ مکرمہ میں مقیم ہوا تو اس نے مکہ میں ہی شیخ بقال موصوف کی آواز سنی۔ جب کہ آپ خود اس وقت مصر میں تھے "اے عمر! قاہرہ جلدی آؤ میرے مرنے کے وقت حاضر ہو جاؤ اور جلدی کر"۔ وہ اسی وقت مکہ سے قاہرہ روانہ ہو گیا۔ جب شیخ کے گھر پہنچا تو دیکھا کہ آپ بالکل انتقال کرنے والے ہیں۔ آپ نے اسے فرمایا اے عمر! وہ دینار لے لو۔ اس نے لے لیے۔ فرمایا ان سے میرا کفن و دفن اور فلاں فلاں کام کرنا۔ اور جو لوگ میری میت کو یہاں سے اٹھا کر قرافہ لے جائیں کے ان میں سے ہر ایک کو ایک ایک دینار دینا۔ وہاں میری چارپائی زمین پر رکھ دینا۔ آپ نے اس جگہ کی نشاندہی کرتے ہوئے فرمایا۔ فارض کی معروف مسجد جو مراکع موسیٰ کے قریب پہاڑ کی ہموار زمین میں ہے وہاں میری میت رکھنا پھر انتظار کرنا۔ ایک آدمی پہاڑ سے تمہاری طرف اتر کر آئے گا اور کھڑے دیکھتے رہنا وہ کیا کرتا ہے۔ چنانچہ ابن فارض نے آپ کے فوت ہونے کے بعد تجہیز و تکفین کی اور آپ کے حکم کے مطابق اس مخصوص جگہ پر آپ کی چارپائی لا کر رکھ دی۔ پہاڑ سے ایک شخص پرندے کی طرح تیز رفتاری سے نیچے اترا۔ ابن فارض نے اسے پہچان لیا۔ اسے ایک مرتبہ بازار میں کسی کو تھپڑ مارتے دیکھا تھا۔ یہ بزرگ بازاروں میں ایسے ہی کیا کرتے تھے۔ اس بزرگ نے کہا اے عمر! آگے بڑھو اور نماز جنازہ پڑھو۔ انہوں نے نماز ادا کی۔ پھر انہوں نے سبز رنگ کے پرندے دیکھے اور کچھ سفید رنگ کے بھی تھے جو زمین و آسمان کے درمیان فضا میں نماز جنازہ پڑھ رہے تھے۔ پھر ایک سبز رنگ کا پرندہ ان کے پاؤں کی طرف سے آیا۔ جس نے آپ کو نگل لیا اور آسمان کی طرف بلند ہو گیا اور اس کے ساتھ ہی دوسرے سبز اور سفید پرندے بھی اڑ گئے اور ان کی تسبیح تھی۔ اڑتے اڑتے وہ آنکھوں سے اوجھل ہو گئے۔ آپ نے کہا، اے عمر! تعجب کیوں کرتے ہو تم جانتے ہو کہ حضرات شہداء کرام کی صرف روحیں یقیناً سبز پرندوں کے پوٹوں میں ہوتی ہیں۔ لیکن جو محبت کے شہید ہوتے ہیں ان کی روحوں کے ساتھ ان کے جسم بھی سبز پرندوں کے پوٹوں میں ہوتے ہیں۔

حضرت ابوالحسن علی بن ابراہیم بن مسلم انصاری مصری رحمۃ اللہ علیہ

آپ کی کرامات میں سے ایک دو کرامتیں یہ ہیں کہ آپ جب بھی کسی مریض کو دم کرتے وہ ٹھیک ہو جاتا اژدھے آپ

کے ہاتھ سے پانی پیا کرتے تھے۔آپ کی بیوی آپ سے یہ کلمات سنا کرتی تھیں: اللھم کل ذنب تعاظم فھوفی جانب عفوك یسیر (اے اللہ! ہر بڑا گناہ تیری معافی کے مقابلہ میں چھوٹا ہے)۔(قالہ السخاوی)

حضرت علی ملیجی رحمۃ اللہ علیہ

آپ اکابر اولیاء کرام مشاہیر صوفیہ عظام میں سے تھے۔شیخ ابوالفتح واسطی جو سید احمد رفاعی کے خلیفہ تھے کے اصحاب میں سے تھے۔

ولیوں کا ایک دوسرے سے خوش کن باتیں کرنا

آپ کی کرامت یہ بیان کی گئی ہے کہ سیدی احمد بدوی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ایک معمار تھا جو ان کے ہاں تعمیراتی کام کیا کرتا تھا۔ ایک مرتبہ سیدی علی ملیجی نے اسے اپنے ہاں آنے کی دعوت دی اور اجرت زیادہ دینے کا وعدہ کیا۔چنانچہ وہ معمار ملیج کی طرف چل پڑا۔جب وہاں پہنچ گیا تو اس کا تعمیر کرنے والا ہاتھ (دایاں ہاتھ) اتر کر گر گیا۔اس گرے ہوئے ہاتھ کو سیدی علی نے پکڑا اس پر تھوک لگایا اور اسے بازو سے جوڑ دیا وہ جڑ گیا۔اور سید احمد بدوی کی طرف پیغام بھیجا کہ تم توڑتے جاؤ ہم جوڑتے رہیں گے۔ آپ ان سے خوش گفتاری فرما رہے تھے۔ان کا عرس شریف ہر سال سید احمد بدوی کے عرس سے ایک جمعہ پہلے منایا جاتا ہے۔ دونوں حضرات کے عرس میں بہت سے لوگ حاضر ہوتے ہیں۔حاضرین کے کھانے پینے کا وسیع انتظام ہوتا ہے۔

سید عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ہمیں یہ خبر پہنچی کہ سلطان محمد بن قلاوون ایک مرتبہ اپنے لشکر سمیت شیخ موصوف کی زیارت کے لیے گیا۔اس وقت ہنڈیا میں دو پیالے مسور کی دال تھی۔تمام لشکر کے لیے کافی ہوگئی۔

سید عبدالعزیز دیرینی اکثر شیخ موصوف کی زیارت کو جایا کرتے تھے۔شیخ ملیجی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مرتبہ ان کے لیے ایک چوزہ پکوایا۔شیخ دیرینی نے تناول فرمایا۔پھر سیدی علی ملیجی رحمۃ اللہ علیہ سے کہا میرے لیے ضروری ہوگیا کہ اس کھانے کا بدلہ چکاؤں۔چنانچہ انہوں نے ایک مرتبہ شیخ ملیجی کی دعوت کی۔اور ان کی مہمان نوازی کے لیے آپ نے بھی ایک چوزہ پکوایا۔ اس پر ان کی بیوی کو تشویش لاحق ہوئی۔یعنی چوزہ ذبح کر کے پکانے سے خوش نہ ہوئی۔جب وہ آئی تو سیدی علی نے کہا ٹھہر جاؤ۔ادھر چوزہ اٹھ کر دوڑنے لگا۔آپ نے ان کی بیوی کو کہا تم تشویش نہ کرو ہمارے لیے شوربہ ہی کافی ہے۔(قالہ الشعرانی)

حضرت ابوالحسن علی بن احمد حرانی اندلسی رحمۃ اللہ علیہ

آپ اپنے دور میں سلف صالحین کی نشانی اور بعد میں آنے والے حضرات کے لیے قیادت فرمانے والے بزرگ تھے۔ امام، زاہد، ورع اور صالح شخصیت تھے۔خود فرماتے ہیں میں سات سال تک متواتر نفس کے خلاف جہاد کرنے میں مشغول رہا۔حتی کہ میری یہ کیفیت ہوگئی کہ اگر مجھے کوئی دینار دیتا یا دھتکارتا دونوں سے مجھے کوئی فرق نہ پڑتا۔

نفس کشی اور غیب سے روزی

ایک دن صبح کو شیخ اٹھے تو ان کے پاس اپنے اہل و عیال کے لیے کچھ بھی نہ تھا۔آپ کی ایک لونڈی تھی جس کا نام کریمہ تھا

بہت بد اخلاق تھی۔ اس نے گھر کے اخراجات کے لیے آپ سے درخواست کی اور بڑے رعب وداب سے مطالبہ کیا۔ کہنے لگی چھوٹے معصوم بچوں کے لیے بھی تمہارے پاس کچھ نہیں۔ آپ نے اسے کہا ابھی وکیل کی طرف سے کچھ آ جائے گا جس سے ہم اپنا پیٹ بھر لیں گے۔ ابھی گفتگو جاری تھی کہ اچانک سامان اٹھانے والے مزدور نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ اس نے گندم اٹھائی ہوئی تھی۔ شیخ نے لونڈی سے کہا اے کریمہ! تجھے کتنی جلدی پڑی ہے؟ یہ دیکھو کہ وکیل نے گندم بھیج دی ہے۔ کہنے لگی اسے کون پیس دے گا اور کون روٹیاں پکائے گا؟ آپ نے حکم دیا اگر یہ بات ہے تو پھر اس کا صدقہ کر دو۔ وہ صدقہ کر دی گئی آپ نے پھر لونڈی سے کہا اچھا اب اس سے بہتر تیرے پاس آئے گا۔ اس نے تھوڑی دیر انتظار کیا۔ پھر جو منہ میں آیا شیخ کو کہہ ڈالا۔ ابھی وہ شیخ کو کوس ہی رہی تھی کہ ایک مزدور آٹا اٹھائے ہوئے آ گیا۔ آپ نے لونڈی سے کہا یہ دیکھو آٹا ہے جو گندم کی بہ نسبت پکانا آسان ہے۔ لونڈی نے اس پر بھی صبر و شکر نہ کیا۔ آپ نے اسے بھی صدقہ کرنے کا حکم دیا جب آٹے کو بھی صدقہ کے طور پر دے دیا گیا تو لونڈی اور بھڑکی اور خوب برسی۔ اتفاقاً ایک شخص آیا اس نے اپنے سر پر کھانا پکا ہوا اٹھا رکھا تھا۔ آپ نے لونڈی سے کہا اے کریمہ! تیری پریشانی اس وکیل نے دور کر دی ہے اس نے تجھ پر مہربانی کر دی ہے۔

آپ کی کرامات میں سے ایک یہ بھی تھی کہ آپ کے چند طلبہ نے ایک مرتبہ خوش طبعی کرنے کے لیے پروگرام بنایا اور عورتوں کے زیورات لے کر اپنے میں ایک طالب علم کو پہنائے۔ پروگرام ختم ہو گیا پھر جب یہ طلبہ شیخ موصوف کی مجلس میں آئے تو وہ طالب علم کہ جس نے ہاتھوں میں عورتوں کے زیورات پہنے تھے، گفتگو کرنے لگا اور ہاتھ سے اشارہ کرنے لگا تو شیخ نے فرمایا وہ ہاتھ جس کو زیورات سے سجایا گیا تھا قیامت میں اس کی طرف اشارہ نہیں کیا جائے گا۔

دعا کے ساتھ ہی بارش برس پڑی

جبایہ میں لوگوں کو خشک موسم کا سامنا کرنا پڑا۔ شیخ موصوف نے اپنے گھر کسی آدمی کو بھیجا تا کہ وہاں سے فقراء کے لیے پانی لے آئے۔ جب یہ شخص آپ کے گھر پہنچا تو لونڈی کریمہ نے پانی دینے سے انکار کر دیا اور آنے والے کو خوب ڈانٹ بھی پلائی۔ آپ نے جب اس لونڈی کی گفتگو سنی تو اس غلام کو فرمایا جاؤ اور اسے کہو اے کریمہ! خدا کی قسم! ہم ابھی بارش کے پانی سے پئیں گے۔ آپ نے آنکھ کے ایک کونے سے آسمان کی طرف دیکھا اور اللہ تعالیٰ سے دعا کی ہاتھ اٹھائے ادھر موذن نے اذان شروع کر دی۔ موذن نے ابھی اذان مکمل بھی نہ کی تھی کہ بارش اس طرح موسلا دھار شروع ہو گئی جیسا کسی نے مشکیزہ کا منہ کھول دیا ہو۔ شیخ موصوف نے شام کے شہر حماۃ میں 637ھ میں انتقال فرمایا۔ (قالہ فی نفح الطیب)

حضرت ابوالحسن علی بن قاسم عرف حکمی رحمۃ اللہ علیہ

آپ بہت بڑے امام، عالم اور عامل تھے۔ حرض شہر میں علم دین پڑھا۔ پھر فقیہ ابراہیم بن زفریا سے پڑھا۔ پھر فقیہ محمد بن یوسف ضجاعی کی خدمت میں آ گئے جو نابینا تھے۔ ان سے بہت سے فنون میں نفع اٹھایا۔ حتیٰ کہ مسلمانوں کے امام بن گئے۔ ایسے امام کہ جن سے لوگوں نے علم و صلاح حاصل کی، بہت سی مخلوق خدا نے ان سے کسب فیض کیا اور مختلف شہروں میں

آپ کے واسطے سے علم دین پھیلا۔

ولی کو تنگ کرنے والا بادشاہ خود تنگ ہو گیا

جندی نے بیان کیا مجھے ایک باوثوق شخص نے بتایا کہ آپ کے درس سے ساٹھ حضرات مدرس بن کر مختلف اطراف میں تدریس کے فرائض سرانجام دینے لگے۔ آپ کو شافعی صغیر کہتے تھے۔ آپ کی مختلف علوم وفنون میں بہت سی مفید اور مبارک تصنیفات ہیں۔ آپ صاحب زہد و ورع اور بہت سی کرامات والے ولی تھے۔ آپ کو زبید شہر کا قاضی بنانے کی پیشکش ہوئی۔ بلکہ حکم دیا گیا لیکن آپ نے انکار کر دیا۔ پھر بادشاہ کے مدارس میں سے ایک مدرسہ میں تدریس کے فرائض سرانجام دینے کا حکم دیا گیا۔ آپ نے اسے بھی رد فرما دیا۔ پھر آپ کو مدرسہ کا حساب کتاب رکھنے والا مقرر کر دیا گیا۔ آپ نے کچھ عرصہ لکھت پڑت کی۔ پھر بادشاہ نے اپنے مدرسہ میں پڑھانے کی پیشکش کی تو آپ نے اسے ناپسند کیا اور انکار کر دیا۔ اس پر سلطان نے سرکاری لکھاریوں کو کہا کہ انہیں زمین پر گھسیٹو۔ انہوں نے گھسیٹنا شروع کر دیا۔ حتیٰ کہ آپ کی قمیص گلے میں تنگ ہوگئی اور گلا گھٹنے لگا۔ آپ نے اسی حالت میں کہا اے قمیص! بادشاہ کا گلا گھونٹ دے۔ اس وقت بادشاہ کی قمیص بادشاہ کا گلا گھونٹنے لگی۔ جب تنگ ہو گیا تو کہنے لگا انہیں چھوڑ دو، انہیں چھوڑ دو۔ کیونکہ اسے معلوم ہو گیا تھا کہ یہ سب کچھ فقیہ کی طرف سے ہو رہا ہے۔ پھر بادشاہ نے آپ سے معذرت کی۔ یوں اسے آپ کے فضل وصلاح کو تسلیم کرنا پڑا۔ امام یافعی نے یہ حکایت اسی طرح ذکر کی ہے اور سلطان کا نام ونشان نہیں لکھا۔ میرا خیال ہے کہ یہ سلطان ملک منصور بن رسول تھا۔ شیخ موصوف کا انتقال 604ھ میں ہوا۔ اور زبید شہر میں ہی باب سہام کے قبرستان میں دفن ہوئے۔ آپ کی وہاں قبر مشہور زیارت گاہ اور متبرک ہے اور روایت ہے کہ جو شخص آپ کی قبر کے نزدیک اکتالیس مرتبہ سورۂ یاسین پڑھے اس طرح کہ درمیان میں کوئی گفتگو نہ کرے تو اس کی کیسی بھی حاجت ہو، وہ پوری ہو جاتی ہے۔ میں نے بھی اس کا تجربہ کیا اور اسے صحیح پایا۔ والحمد للہ علی ذلک، (قالہ الشرجی) اور امام مناوی نے اپنی تصنیف "طبقات صغریٰ" میں آپ کا سن وفات 640ھ لکھا ہے۔ میں یہ فیصلہ نہیں کر پایا کہ ان دونوں میں سے کس سے تحریف ہوئی ہے۔

حضرت علی حریری رحمۃ اللہ علیہ

آپ طریقت کے اہم رکن، اولیاء کرام کے امام، بہت بڑے صوفی اور مشہور عارف ہوئے ہیں۔

ظالم بادشاہ سے بے تکلف گفتگو

جناب سراج نے کہا ہمیں بتایا گیا کہ جب خوارزمی شام میں داخل ہوئے اور ان کا بادشاہ بسر کے قریب اترا یہ لوگ بہت زیادہ فسادی تھے اور بہت سے شہروں کو انہوں نے تہ وبالا کر دیا تھا تو آپ نے ایک ساتھی سے کہا اٹھو اور ہمیں اس ظالم وجابر کے پاس لے چلو وہ ڈر گیا اور کہنے لگا یا سیدی! ہمارا ان ظالموں سے کیا کام؟ آپ اکیلے ہیں اور یہ ظالم کافی تعداد میں ہیں۔ ہم اس کی ظالمانہ عادت سے ڈرتے ہیں اور ہو سکتا ہے کہ ہماری وجہ سے دوسروں کو تکلیف پہنچے۔ آپ نے فرمایا اٹھو تو سہی اور اللہ

تعالیٰ کی نشانیاں تو دیکھو آپ اپنے گدھے پر سوار ہوئے اور ہم اس جابر بادشاہ کی طرف چل پڑے۔ جب ہم اس کے خیمہ کے قریب پہنچے تو شیخ نے اس بادشاہ سے یوں ملاقات کی جیسے کوئی جاننے والا ملتا ہے۔ یعنی جسے بادشاہ کے بادشاہ ہونے کا علم نہ ہو۔ وہ بادشاہ کو عام آدمی سمجھ کر ملتا ہے۔ شیخ بادشاہ کے سامنے بیٹھ گئے اور ادھر ادھر جسم کو حرکت دیتے تھے، پھر شیخ نے اسے کئی کاموں کے کرنے اور بعض باتوں کے نہ کرنے کا حکم دیا۔ جیسا آپ نے چاہا اور ہر بات کے ساتھ آپ زمین پر اپنا عصا بھی مارتے تھے۔ اور کہتے تھے ایسے ہی ہوگا۔ بادشاہ کہتا آپ کا ارشاد سر آنکھوں پر۔ گفتگو چلتی رہی حتیٰ کہ اس کی مراد پوری ہوگئی۔

سراج کہتے ہیں اس قسم کا واقعہ اگر بنی اسرائیل کے کسی پیغمبر کے ساتھ پیش آتا تو بہت بڑا واقعہ ہوتا۔ مجھے اس واقعہ کی خبر ایک نوجوان نے دی جو بچپن سے ہی شیخ کی خدمت میں حاضر ہوگیا تھا۔ اور یہ نوجوان دمشق میں جانی پہچانی شخصیت تھا۔ ایسا نوجوان تھا کہ احوال و طریقت سے راضی اور باخبر تھا۔ اس پر آثار سکینہ و وقار تھے۔ اسے شیخ داؤد دست کہتے تھے۔ اللہ تعالیٰ اس کی قبر کو ٹھنڈک عطا فرمائے۔

ایک درہم دے کر حج کرایا

سراج ہی بیان کرتے ہیں شیخ علی حریری کے ساتھیوں میں سے ایک نے ان سے عرض کیا کہ حج کے لیے میری مالی مدد کی جائے۔ شیخ نے اسے ایک چھوٹا سا کپڑا دیا جس میں کوئی چیز بندھی ہوئی تھی۔ اس نے خیال کیا کہ دینار ہوگا۔ شیخ نے دے کر فرمایا اس میں سے اپنا خرچہ کر لینا اور ہمارا مال ہمیں دے دینا۔ یہ شخص بیان کرتا ہے کہ میں نے جب گانٹھ کھولی تو ایک درہم نکلا۔ مجھے بڑا دکھ ہوا اور ارادہ کیا کہ یہ شیخ کو واپس کر دوں۔ پھر شیخ کے حال کا مجھ پر غلبہ ہوگیا۔ یعنی میں نے واپس کرنے کے ارادہ کی بجائے شیخ کے صاحب حال ہونے کو ترجیح دی۔ اور درہم اپنے پاس ہی رکھ لیا۔ میں نے خیال کیا کہ اس میں برکت ہو سکتی ہے۔ میں نے اسے خرچ کرنا شروع کر دیا۔ جب میں ایک درہم خرچ کر لیتا تو کپڑے میں پھر سے ایک اور درہم موجود ہوتا۔ اسی ایک درہم نے مجھے غنی کر دیا اور میرے واپس آنے تک میری ضروریات اسی سے پوری ہوتی رہیں اور ہم سے یہ روایت بھی کیا گیا کہ ایسا ہی سلوک شیخ موصوف نے اپنے ساتھیوں میں سے دو اور آدمیوں سے بھی کیا۔ اگر وہ چاہتے تو ہزاروں سے ایسا کر سکتے تھے۔

اپنی نذر کا جانور پہلے ہی پہچان لیا

مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مقدرات نے ایک مرتبہ شیخ علامہ تقی الدین بن صلاح رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ علی حریری رحمۃ اللہ علیہ کو ایک مکان میں اکٹھا کر دیا۔ شیخ علی نے کہا آج ہم لازماً شیخ تقی الدین کی مہمانی کریں گے۔ انہیں فقیری چیز کھلائیں گے۔ ابھی آپ کی گفتگو بھی مکمل ہونے نہ پائی تھی کہ وہاں سے بکریوں کا ایک ریوڑ گزرا۔ آپ نے اپنے ایک ساتھی کو کہا اٹھو اور ان میں سے وہ بکری جو سب سے موٹی تازی ہے، پکڑ لاؤ۔ شاید وہ سو درہم کے برابر ہوگی۔ شیخ تقی الدین نے دل میں کہا یہ امتحان ہے۔ شیخ علی مجھے حرام کھلانا چاہتا ہے لیکن میں تو نہیں کھاؤں گا۔ انہیں بہت پریشانی لاحق ہوئی۔ بہر حال جب کھانا پک کر تیار ہوگیا اور

خادموں نے دسترخوان بچھانے کا ارادہ کیا تو شیخ تقی الدین کو نازیبا اور ناپسندیدہ بات کہنے کا موقع ملا۔ لیکن ابھی وہ کچھ بھی کہہ نہ پائے تھے کہ ایک شخص اندر آیا اور پوچھنے لگا کہ یہاں سے آج ہمارا چرواہا گزرا ہے؟ انہوں نے پوچھا آپ کے دریافت کرنے کا کیا مطلب ہے؟ کہنے لگا کہ اس چرواہے کے پاس میری بکریاں بھی تھیں۔ ان میں سے ایک بکری ایسی تھی جو شیخ علی حریری کی نذر تھی۔ انہوں نے جواب دیا کہ ہاں گزرا تھا اور ہم نے ان صفات کی بکری اس سے لے لی تھی اور پھر اسے ذبح کیا، پکایا اور اس وقت دسترخوان پر مہمانوں کے لیے چن دی گئی ہے۔ یہ سن کر اس شخص نے اللہ تعالیٰ کا شکریہ ادا کیا کہ اس نے بکری اسی کے پاس پہنچا دی جس کی تھی۔ اب شیخ علی حریری نے جناب شیخ تقی الدین کی طرف دیکھا اور کہا اے میرے آقا! غلام اپنے مولیٰ پر اپنے ظن کے مطابق کیسے الزام دھر سکتا ہے۔ شیخ تقی الدین نے کہا میں اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتا ہوں اپنے اس دلی ارادہ پر جو مجھ میں آیا تھا، میرے پاس کوئی ایسی تدبیر نہ تھی جو حق پر کسی طریقہ سے مجھے مطلع کر دیتی۔ شیخ موصوف 645ھ میں فوت ہوئے۔ اور حوران کے علاقہ میں واقعہ بسر الحریر بستی میں دفن کیے گئے۔

علامہ مناوی بیان کرتے ہیں شیخ علی حریری نے خود آپ بیتی سنائی ایک مرتبہ سلطان الذکر کا مجھ پر غلبہ ہوا۔ یہ میرے ابتدائی ایام کا واقعہ ہے ایسا غلبہ کہ مجھے اپنی ضروریات اور مصالح بھی یاد نہ رہیں۔ اس وقت میرا ذکر ''اللہ اللہ'' تھا۔ میں اپنے تمام اعضاء کو اپنے ساتھ ذکر کرتے سنتا تھا۔ میں اس حالت میں متواتر دو مہینہ رہا۔ لیکن مجھ میں جسمانی کمزوری نہ آئی۔ ایک رات میری زبان خشک ہوگئی میری حرکت بھی ختم ہوگئی۔ صرف اس قدر احساس باقی تھا کہ میں اپنے اعضاء کا ذکر کرنا سنتا تھا۔ اچانک دیوار پھٹی اور اس میں چمکتے دمکتے ستارے کی طرح نور نکلا۔ پھر وہ نور میرے منہ میں داخل ہوگیا۔ جب پورا گھر اس سے روشن ہوگیا اور میرے منہ میں داخل ہوا تو مجھے اس کی حلاوت اور ٹھنڈک اپنے تمام اعضاء میں محسوس ہوئی۔ حتیٰ کہ ہر بال کی جڑ سے بھی یہی کیفیت محسوس ہوئی۔ میں کافی عرصہ کھانے پینے کا محتاج نہ رہا۔ گھر والے مجھے مار پیٹ کر کھانے پر مجبور کرتے تھے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو تمام عمر مجھے کھانے پینے کی ضرورت نہ پڑتی۔

حضرت سید ابو الحسن علی شاذلی رحمۃ اللہ علیہ

سلسلہ شاذلیہ کے بہت بڑے شیخ، سید، شریف، صوفیہ اور اولیاء کے امام اور امت محمدیہ کے مایہ ناز بزرگ تھے۔ خود فرماتے ہیں ایک مرتبہ میں نے اسی دن متواتر بھوکے رہ کر گزارے تو میرے دل میں خیال پیدا ہوا کہ اب تو مجھے ولایت وغیرہ میں سے کچھ نہ کچھ حصہ مل گیا ہوگا۔ اچانک مجھے غار سے نکلتی ایک عورت نظر آئی اس کا چہرہ اتنا حسین تھا جیسا کہ سورج کی روشنی پھوٹ رہی ہو وہ مجھے کہنے لگی، منحوس منحوس۔ صرف اسی دن بھوکا رہا اور اللہ تعالیٰ کو اپنے کام کی خوبی اور بڑائی بتانی شروع کر دی ہے اور میں ہوں کہ متواتر چھ ماہ ہوگئے کہ کھانے کو منہ لگا کر نہیں دیکھا اور پھر بھی اللہ تعالیٰ کو جتایا نہیں۔

سید ابو الحسن شاذلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ایک مرتبہ سفر کے دوران مجھے خیال آیا اور میں نے کہا میرے اللہ! میں تیرا شکر گزار بندہ کب بنوں گا؟ میں نے ایک کہنے والے کی آواز سنی اس نے کہا جب تو اللہ تعالیٰ کو صرف اپنے اوپر نعمتیں بخشنے والا سمجھے گا اس وقت عبد شکور بن جائے گا۔ میں نے عرض کیا باری تعالیٰ! میں یہ کیسے سمجھوں کہ تو نے صرف میرے اوپر ہی نعمتیں اتاری ہیں۔

حالانکہ تو نے حضرات انبیاء کرام، علماء اور بادشاہوں کو بھی تو نعمتوں سے نوازا ہے؟ پھر میں نے ایک کہنے والے کو یہ کہتے سنا کہ اگر پیغمبر نہ ہوتے تو ہدایت نہ پاتا۔ اگر علماء نہ ہوتے تو کسی کی پیروی نہ کرتا۔ اگر بادشاہ نہ ہوتے تو امن میں نہ رہتا۔ یہ سب میری طرف سے تجھ پہ نعمت ہیں۔

شیخ شاذلی رحمۃ اللہ علیہ بیان فرماتے ہیں میں اور میرا ساتھی دونوں ایک غار میں مقیم تھے۔ ہم اللہ تعالیٰ کی طرف پہنچنے کے لیے راستہ کی تلاش میں تھے ہم کہتے تھے کہ کل ہم پر راستہ کھل جائے گا۔ پرسوں کھل جائے گا۔ اسی دوران ایک شخص ہمارے پاس آیا۔ بڑا بارعب اور ہیبت والا شخص تھا۔ ہم نے اس سے پوچھا آپ کون ہیں؟ کہنے لگا عبد الملک ہم نے جان لیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کا کوئی ولی ہے۔ ہم نے اس سے پوچھا آپ کا کیا حال ہے؟ کہنے لگا اس کا کیا حال ہوگا جو کہتا پھرتا ہے کہ کل راستہ کھل جائے گا پرسوں کھل جائے گا، نہ یہ ولایت ہے اور نہ فلاح۔ اے نفس! تو اللہ تعالیٰ کی عبادت صرف اللہ کی خاطر کیوں نہیں کرتا؟ جناب شاذلی بیان کرتے ہیں یہ سن کر ہماری آنکھیں کھل گئیں اور ہمیں پتہ چل گیا کہ یہ شخص ہمارے پاس کہاں سے آیا ہے۔ ہم نے توبہ کی اور اللہ تعالیٰ سے استغفار کی پھر ہم پر راستہ کھل گیا۔

فرماتے ہیں دوران سیاحت میں ایک دفعہ زمین کے ایک ٹیلے پر سو گیا۔ درندے آئے۔ انہوں نے میرے اردگرد چکر کاٹے اور صبح تک میرے اردگرد پھرتے رہے۔ میں نے اس رات جو انس پایا وہ اس سے پہلے کبھی نہیں پایا تھا۔ جب میں صبح اٹھا تو میرے دل میں خیال آیا کہ اب مجھے اللہ تعالیٰ کے ساتھ انس و محبت کا کچھ مقام حاصل ہو گیا ہے۔ میں نیچے وادی میں اترا وہاں بہت سے چکور رہتے تھے جنہیں میں نہ دیکھ سکا۔ جب انہیں میرا پتہ چلا کہ میں آ رہا ہوں تو تمام کے تمام ایک ہی مرتبہ اڑ گئے۔ میرا دل رعب سے تھرتھرا گیا۔ میں نے کسی کہنے والے کو کہتے ہوئے سنا "اے وہ شخص! جو کل رات درندوں سے انس و محبت پا رہا تھا، آج تجھے کیا ہوا کہ چکوروں کے پھڑپھڑانے سے ڈر گیا ہے؟ لیکن اصل بات یہ ہے کہ کل رات تو ہمارے ساتھ تھا۔ اور اس وقت تو اپنے نفس کے ساتھ ہے۔ (قالہ الامام الیافعی)

پیدائش کی خبر

امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ابن لبان نے ابن عطاء اللہ سے وہ یاقوت عرشی سے اور وہ ابو العباس مرسی سے اور آپ ابو الحسن شاذلی رحمۃ اللہ علیہ سے بیان کرتے ہیں جناب شاذلی کہا کرتے تھے کہ مصر میں عنقریب ایک مرد خدا ظاہر (پیدا) ہوگا جو محمد حنفی کے نام سے معروف و مشہور ہوگا۔ وہ اس گھر کا فاتح ہوگا اور اپنے زمانہ میں شہرت پائے گا۔ اور اس کی شان عظیم ہوگی۔ حضرت شاذلی رحمۃ اللہ علیہ سے ہی ایک اور روایت ہے کہ مصر میں عنقریب ایک جوان پیدا ہوگا جو الشاب التائب کے نام سے شہرت پائے گا۔ حنفی المذہب ہوگا اور اس کا نام محمد بن حسن ہوگا۔ اس کے دائیں گال پر تل ہوگا۔ سفید رنگ جو سرخی کی طرف مائل اور آنکھیں سیاہ ہوں گی اور یتیموں، فقیروں کی پرورش و تربیت کرے گا۔

"حزب البحر" رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان اقدس سے نکلے کلمات ہیں

آپ کی ایک کرامت یہ تھی کہ جب بعض فقہاء نے آپ کی حزب، "حزب البحر" پر اعتراض کیا تو شیخ موصوف نے فرمایا

خدا کی قسم! میں نے یہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان اقدس سے لی ہے۔ آپ نے اس کا ایک ایک حرف ادا کیا اور میں نے اسے یاد کر لیا۔

آپ فرمایا کرتے تھے حنفی (محمد بن حسن حنفی) میرے بعد پانچواں خلیفہ ہے۔ پھر ایسے ہی ہوا کیونکہ حنفی مذکور نے جناب ناصر الدین ابن میلق سے طریقت حاصل کی۔ انہوں نے اپنے دادا شیخ شہاب الدین بن میلق سے انہوں نے شیخ یاقوت عرشی سے اور انہوں نے شیخ مرسی اور شیخ مرسی نے جناب شاذلی سے فیض لیا۔

امام مناوی کہتے ہیں جناب علی ابوالحسن بن عبدالجبار شاذلی کی کرامات میں سے یہ بھی ہے کہ آپ سے پوچھا گیا۔ آپ کا شیخ کون ہے؟ فرمایا گزشتہ ایام میں تو میرے شیخ جناب شیخ عبدالسلام بن مشیش تھے لیکن اب میں دس سمندروں سے سیراب ہوتا ہوں پانچ آسمانی اور پانچ زمینی سمندروں سے۔ ابن دقیق العید کہتے ہیں میں نے شیخ شاذلی سے بڑا عارف باللہ نہیں دیکھا۔ آپ نے فرمایا میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور نوح علیہ السلام اور ایک فرشتے کو ان دونوں کے سامنے کھڑا دیکھا۔ وہ کہہ رہا تھا اگر نوح علیہ السلام اپنی قوم سے وہ کچھ جانتے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قوم سے جانا تو اللہ تعالیٰ سے ''لا تذر'' کے الفاظ سے دعا نہ کرتے اور اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی قوم کے بارے میں وہ علم ہوتا جو نوح علیہ السلام کو اپنی قوم سے تھا تو لمحہ بھر بھی انہیں مہلت نہ دیتے۔ لیکن آپ کو معلوم تھا کہ ان کی آئندہ نسلوں میں وہ لوگ بھی ہوں گے جو ایمان لائیں گے اور اپنے رب کی ملاقات سے سعادت پائیں گے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی: اللّٰھم اغفر قومی فانھم لا یعلمون (اے اللہ! میری قوم کو معاف کر دے۔ وہ یقیناً جانتے نہیں ہیں)۔

آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ اس گروہ (اولیاء کرام) کو انسانوں سے آزماتا ہے۔ خاص کر اہل جدال (مناظرین وخواہ مخواہ حجت کرنے والے علماء) تو بہت کم ایسے ہوتے ہیں جن کا سینہ اپنے ہم عصر ولی کی تصدیق کے لیے کھل جائے۔ وہ یہی کہتے ہیں ہاں ہم جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے ولی ہوتے ہیں لیکن وہ کہاں ہیں؟

جناب مرسی کہتے ہیں میں نے ملکوت کی سیر کرتے ہوئے شیخ ابومدین کو دیکھا کہ وہ عرش کے ستون کے ساتھ چمٹے ہوئے ہیں۔ میں نے ان سے پوچھا تمہارے علوم کتنے ہیں؟ کہنے لگے اکہتر۔ میں نے پوچھا آپ کا مقام کیا ہے؟ کہنے لگے خلفاء کا چوتھا اور سات ابدال کا سر۔ میں نے پوچھا شاذلی کے بارے میں آپ کیا کہتے ہیں؟ فرمایا وہ مجھ سے چالیس علوم میں زیادہ ہیں۔ وہ ایسا سمندر ہیں جس کا احاطہ نہیں کیا جا سکتا۔

جب شیخ شاذلی رحمۃ اللہ علیہ اسکندریہ تشریف لائے تو ان کی آمد سے قبل ابوالفتح واسطی وہاں موجود تھے۔ آپ اسکندریہ سے باہر کھڑے ہو گئے اور ان سے آنے کی اجازت مانگی تو انہوں نے جواب دیا کہ ایک ٹوپی دوسروں پر نہیں آ سکتی۔ چنانچہ ابوالفتح اسی رات انتقال فرما گئے۔ مناوی کہتے ہیں یہ اس لیے ہوا کہ جو فقیر کسی دوسرے فقیر کی اجازت کے بغیر اس کے شہر میں داخل ہوتا ہے تو ان میں سے جو فقیر اعلیٰ مقام کا مالک ہو گا وہ دوسروں کی ولایت یا تو سلب کر لے گا یا اسے قتل کر دے گا۔

ولی کا معتقد بادشاہ وقت

ہمارے شیخ جناب حسن عدوی نے قصیدہ بردہ کی شرح میں لکھا۔ شیخ شاذلی رحمۃ اللہ علیہ کی کرامات میں سے ایک کرامت یہ تھی کہ آپ جب مغربی (افریقی ملک سوڈان وغیرہ) سے تشریف لائے تو لوگوں نے سلطان کو ان کے بارے میں غلط اور بری تحریر پر مبنی خطوط لکھے۔ آپ اسکندریہ سے نکلے اور سلطان کے پاس تشریف لے گئے۔ سلطان آپ کا عقیدت مند ہو گیا۔ لوگوں نے پھر سلطان کو خطوط لکھے کہ یہ شخص کیمیا گر ہے۔ سلطان کی عقیدت کم ہو گئی یا بالکل ختم ہو گئی۔ پھر اتفاق سے ایک واقعہ پیش آیا وہ یہ کہ سلطان کے گھر کا خزانچی ایسا کام کر بیٹھا جس سے اسے سزائے موت دینا لازم ہو گیا تھا۔ وہ سلطان سے ڈرتا ہوا بھاگ کر شیخ شاذلی کے پاس اسکندریہ میں آ گیا۔ آپ نے اسے پناہ دے دی اور بچانے کا وعدہ فرما لیا۔ سلطان نے ان کی طرف ایلچی بھیجا اور اس نے آپ کو سلطان کی طرف سے غصے میں بھری باتیں کہیں اور کہا کہ تم میرے غلاموں اور نوکروں سے مہربانہ سلوک کرتے ہو؟ آپ نے جواباً فرمایا ہم ان لوگوں میں سے ہیں جو اصلاح کرتے ہیں ان میں سے نہیں جو فساد بپا کرتے ہیں۔ پھر آپ نے اس غلام کو تنہائی سے باہر نکالا اور فرمایا اس پتھر پر پیشاب کرو۔ اس نے پیشاب کیا تو وہ پتھر سونا بن گیا جو تقریباً پانچ قنطار (تقریباً ساڑھے چھ من) وزن کا تھا۔ شیخ نے کہا یہ اٹھاؤ اور سلطان کو دینا تا کہ اسے بیت المال میں جمع کرے۔ پھر جب ایلچی واپس سلطان کے پاس آیا اور سارا قصہ بتایا تو سلطان پھر آپ کا عقیدت مند ہو گیا اور غلط فہمی دور کر لی۔ پھر ایک مرتبہ آپ کی زیارت کے لیے آیا اور شیخ سے اپنا غلام مانگا تا کہ اس سے جس قدر چاہے پتھروں پر پیشاب کرائے (اور وہ سونا بن جائیں) شیخ نے فرمایا اس بارے میں اصل بات تو اللہ تعالیٰ کا اذن ہے۔ پھر ہمیشہ کے لیے سلطان آپ کا عقیدت مند رہا۔ اور آپ کو اس نے بہت سا مال اور رزق دینا چاہا لیکن آپ نے انکار فرما دیا اور فرمایا وہ شخص جس کا خادم پتھر پر پیشاب کرے تو پتھر اللہ تعالیٰ کے اذن سے سونا بن جائے وہ مخلوق میں سے کسی کا محتاج نہیں ہوتا۔

دلوں کے ارادے جان لینا

آپ نے ایک مرتبہ زہد کے بارے میں گفتگو فرمائی اس وقت مجلس وعظ میں ایک فقیر بھی موجود تھا۔ جس کے کپڑے پھٹے پرانے تھے اور شیخ موصوف کے جسم پر اس وقت بہترین لباس تھا۔ فقیر نے دل میں کہا کہ شیخ کیسے زہد کے بارے میں گفتگو کر رہے ہیں خود ان پر لباس ایسا بڑھیا اور قیمتی ہے؟ دنیا میں زاہد تو میں ہوں۔ شیخ موصوف نے اس کی طرف دیکھا اور فرمایا تمہارے یہ پھٹے پرانے کپڑے دنیا میں رغبت کے کپڑے ہیں۔ کیونکہ یہ تیرے بارے میں زبان فقر سے پکار پکار کر کہہ رہے ہیں کہ یہ فقیر ہے، زاہد ہے یعنی تو نے دنیا کو دکھانے کے لیے ایسے کپڑے پہنے ہوئے ہیں اور ہمارے کپڑے غنی اور امیری کی زبان میں کہہ رہے ہیں۔ اور لوگوں سے تعریف سننے کے لیے نہیں پہن رکھے۔ یہ سنتے ہی فقیر تمام مجمع کے سامنے اٹھ کھڑا ہوا۔ اور کہنے لگا خدا کی قسم! یہ بات میں نے اپنے دل میں ہی کہی تھی۔ میں اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتا ہوں اور توبہ کرتا ہوں۔ شیخ موصوف نے اسے پھر نیا لباس پہنایا اور ایک استاد کا پتہ دیا جنہیں ابن الدہان کہتے تھے اور فرمایا اللہ تعالیٰ تجھ پر اخیار کے

دلوں کی نوازشات برسائے اور تجھے جو ملا اس میں برکت عطا فرمائے اور تیرا خاتمہ بالخیر ہو۔

شیخ شاذلی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ صحرائے عیذاب میں میری ملاقات حضرت خضر علیہ السلام سے ہوئی۔ آپ نے مجھے کہا اے ابوالحسن! اللہ تعالیٰ نے لطف جمیل تیرا ساتھی بنا دیا اور کہیں ٹھہرنے اور کوچ کرنے میں وہ تیرا صاحب ہے۔

شیخ شاذلی کی بارگاہ رسالت میں مقبولیت

شیخ ابوعبداللہ شاطبی رحمۃ اللہ علیہ کہا کرتے تھے میں ہر رات کئی مرتبہ شیخ ابوالحسن شاذلی رحمۃ اللہ علیہ کی رضامندی کی دعا کیا کرتا تھا۔ یعنی مجھ سے راضی رہیں اور اللہ ان سے راضی رہے اور میں اللہ تعالیٰ سے اپنی تمام حاجات میں ان کا وسیلہ عرض کرتا تھا تو مجھے ان سے خلاصی مل جاتی۔ پھر میں نے خواب میں سرکار ابد قرار صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی۔ میں نے آپ سے عرض کیا یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) میں نماز کے بعد شیخ ابوالحسن شاذلی کی رضامندی چاہتا ہوں۔ اور اللہ تعالیٰ سے اپنی تمام حاجات میں ان کا وسیلہ عرض کر کے سوال کرتا ہوں تو میری دعا قبول ہو جاتی ہے۔ کیا آپ اس بارے میں مجھ پر کوئی ناراضگی تو نہیں فرماتے کہ میں آپ کی بجائے شیخ شاذلی کا وسیلہ پکڑتا ہوں؟ میری بات سن کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ابوالحسن میرا حسی اور معنوی دونوں طرح سے بیٹا ہے اور بیٹا اپنے باپ کا جزو ہوتا ہے۔ لہٰذا جس نے جزو کا وسیلہ پکڑا اس نے کل کو وسیلہ بنایا جب تو ابوالحسن کا وسیلہ دے کر سوال کرتا ہے تو تو درحقیقت اللہ تعالیٰ کے حضور مجھے ہی وسیلہ بنا رہا ہوتا ہے۔ شیخ موصوف ابوالحسن شاذلی رحمۃ اللہ علیہ رمضان المبارک میں صحرائے عیذاب میں فوت ہوئے۔ جب آپ حج کے لیے تشریف لے جا رہے تھے۔ آپ کو وہیں دفن کر دیا گیا۔ وہاں کا پانی کھارا تھا پھر آپ کے دفن ہونے کے بعد میٹھا ہو گیا۔ آپ کا انتقال 656ھ میں ہوا۔

حضرت ابوالحسن علی بن حسن اصابی رحمۃ اللہ علیہ

آپ بہت بڑے فقیہ، عالم، فاضل اور کامل شخصیت تھے۔ بہت سے علوم میں مہارت حاصل کی۔ حتیٰ کہ اپنے دور کے ممتاز اور مشار الیہ ہو گئے۔ جب ملک مظفر نے تعز شہر میں اپنا مدرسہ بنایا تو اس نے اپنے دور کے علماء اور فقہاء سے پوچھا کہ اس مدرسہ میں کس کی تقرری کی جائے تو سب نے شیخ موصوف کا نام لیا اور ان کی خدمات حاصل کرنے کی فرمائش کی۔ ملک مظفر نے آپ کو اس مدرسہ میں مدرس مقرر کیا۔ آپ تھوڑا عرصہ ہی اس عہدہ پر کام کر سکے۔ پھر واپس اپنے شہر تشریف لے آئے اور امام غزالی کی کتاب ''احیاء العلوم'' کا مطالعہ فرمانا شروع کر دیا پھر عبادت کی طرف متوجہ ہو گئے۔ اور لوگوں سے دور تنہائی میں رہنا اختیار فرمایا۔ اس کے لیے ایک ایسی جگہ کا ارادہ کیا جہاں کوئی آبادی نہ تھی۔ درندوں اور وحشی جانوروں کے علاوہ کچھ نہ تھا۔ آپ بیان کرتے تھے کہ میں نے جب اس جگہ جانے کا قصد کیا تو کوئی چیز ساتھ لے جانے کے لیے تیار نہ کی اور نہ ہی کسی چیز کا خوف مجھ میں تھا۔ درندوں کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا میرا معمول بن گیا تھا۔ وہ دائیں بائیں پھرتے لیکن کسی قسم کی تکلیف نہ پہنچاتے۔ وہاں کافی عرصہ آپ مقیم رہے۔ فرماتے ہیں کہ ایک دن میں نے شدت بھوک کی وجہ سے محسوس کیا کہ میری قوتیں جواب دے چکی ہیں کیونکہ میری خوراک صرف اور صرف درخت تھے۔ میں نے اچانک آواز سنی کہ بہت سے لوگ قرآن

کریم کی تلاوت کر رہے ہیں اور خوبصورت آواز سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کر رہے ہیں اور بہترین سریلی آوازیں تھیں۔ جب میں نے یہ آوازیں سنیں تو انہوں نے مجھے میری خوراک کا کام دیا مجھ میں قوت بحال ہوگئی اور میں پھر اٹھ کر ان آوازوں کی طرف گیا۔ لیکن وہاں مجھے کوئی دکھائی نہ دیا۔ میں نے دل میں کہا اگر میرے اندر کوئی خیر و بھلائی پائی جاتی تو ضرور میں ان آواز والوں سے ملاقات کر پاتا اور وہ مجھ سے نہ چھپتے۔ جب میرے دل میں یہ خیال آیا تو کسی کہنے والے کو میں نے کہتے سنا اے فقیہ! اللہ تعالیٰ تجھ سے یہ کام نہیں لینا چاہتا۔ جاؤ واپس گھر چلے جاؤ اور علم پھیلاؤ۔ یہ تمہارے حق میں اس عبادت سے بہتر ہے جس کے لیے تم نے گھر بار چھوڑا۔ میں نے کہا میں تم سے اللہ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں جس نے تمہیں دیا جو دیا بتاؤ کہ تم جنات میں سے ہو یا انسانوں میں سے؟ وہ کہنے لگا میں انسانوں میں سے ہوں میں نے کہا پھر میرے سامنے ظاہر ہو جاؤ چنانچہ وہ ایک خوبصورت حسین وجمیل آدمی کی صورت میں مجھے دکھائی دیا۔ اس نے ایک چادر اوڑھ رکھی تھی اور ٹوپی پہن رکھی تھی۔ دونوں اون کی بنی ہوئی تھیں۔ مجھے سلام کیا میں نے سلام کیا پھر وہی بات اس نے مجھ سے دوبارہ اسی شکل وصورت میں کہی۔ میں نے دل میں کہا شاید یہ شیطان ہو۔ وہ کہنے لگا خدا کی قسم! میں شیطان نہیں ہوں۔ میں نے تمہیں نصیحت کی ہے۔ اب تمہاری مرضی یہیں بیٹھے رہو یا اٹھ کر شہر چلے جاؤ۔ لیکن اللہ تعالیٰ سے استخارہ کر لینا پھر وہ شخص میری آنکھوں سے اوجھل ہو گیا میں اٹھا اور نماز استخارہ ادا کی۔ اس کے بعد مجھے وہاں ٹھہرنے کی ہمت نہ پڑی۔ جب میں نے واپسی کا پختہ ارادہ کر لیا تو وحشت اور گھبراہٹ نے مجھے گھیر لیا۔ بہر حال میں شہر پہنچ گیا۔ آپ جب شہر کے قریب پہنچے تو تمام لوگ اپنے اپنے گھروں سے بہت خوش اور مبارک بادیاں دیتے ہوئے نکل آئے۔ دیکھا کہ آپ سے نور کے فوارے پھوٹ رہے ہیں اور اس قدر زیادہ تھے کہ دیکھنے والے چندھیا جاتے تھے۔ آپ پھر اپنے شہر میں ہی ٹک گئے۔ اور علم پھیلایا اور بہت سی مفید کتابیں تصنیف فرمائیں۔ آپ پھر اسی طرح تعلیم میں مصروف رہے۔ حتیٰ کہ 657ھ میں آپ نے محفد بستی میں انتقال فرمایا یہاں آپ کی قبر مشہور زیارت گاہ ہے۔ لوگ اس سے برکتیں حاصل کرنے آتے ہیں۔ آپ کی قبر سے مشک کی خوشبو آتی ہے۔ خاص کر جمعہ کی رات کو تو بہت خوشبو محسوس ہوتی ہے۔ یہ جندی نے ذکر کیا۔ (قالہ الشرجی)

حضرت ابوالحسن علی بن احمد رمیمہ رحمۃ اللہ علیہ

کسی کی موت کا علم

آپ بہت بڑے شیخ کامل اور صاحب کرامات ومکاشفات کثیرہ تھے۔ شیخ مدافع وغیرہ کی صحبت پائی ان سے نفع بھی پایا اور صبر پہاڑ میں تنہائی کی زندگی بسر کی۔ یہ یمن کا ایک مشہور پہاڑ ہے۔ آپ کی کرامت قاضی محمد بن علی نے بیان کی جو اس وقت تعز شہر کا حاکم تھا۔ بیان کیا کہ ملک مظفر نے شیخ عبداللہ بن عباس اور امیر معروف ابن الدایہ کو مصر کے مصاحب کے پاس بھیجا۔ کچھ عرصہ گزرنے کے بعد یمن میں خبر پہنچی کہ ابن عباس کا مصری شہر میں انتقال ہو گیا ہے۔ قاضی صاحب بیان کرتے ہیں میں ابن عباس کے دروازے پر گیا۔ وہاں سے مجھے رونے کی آواز آئی جس نے مجھے سخت پریشان کیا۔ کیونکہ ابن عباس

میرا بہت پیارا دوست تھا۔ میں شیخ ابوالحسن مذکور کے پاس گیا اور انہیں یہ واقعہ اور خبر سنائی۔ آپ کچھ دیر کے لیے سر جھکائے بیٹھے رہے پھر سر اٹھایا اور فرمایا ابن عباس کا انتقال نہیں ہوا۔ ابن الدایہ فوت ہوا ہے۔ قاضی صاحب بیان کرتے ہیں اس کے بعد میں ابن عباس کے اہل وعیال کے پاس گیا اور میں نے انہیں یہ سب کچھ بتایا۔ پھر کچھ دنوں بعد خبر ملی کہ حقیقۃً ابن الدایہ ہی کا انتقال ہوا تھا اور ابن عباس بخیر وعافیت ہے۔ جیسا کہ شیخ موصوف نے ذکر کیا تھا۔ شیخ موصوف کا صبر اور تعز اور ان دونوں شہروں کے نواحی علاقوں میں بڑا مرتبہ اور عظیم حیثیت مسلم تھی۔ لوگوں کی آپ سے بڑی عمدہ عقیدت تھی۔ 663ھ میں آپ نے انتقال فرمایا۔ آپ کی قبر انور صبر پہاڑ پر آباد شہر میں ہے۔ زیارت اور حصول برکت کے لیے لوگ وہاں جاتے ہیں۔ آپ کی وہاں اولاد اور نسل بھی موجود ہے۔ بہت مبارک خاندان ہے۔ ان کی تعظیم واحترام کیا جاتا ہے۔

حضرت ابوالحسن علی بن عبداللہ صاحب مقداحہ رحمۃ اللہ علیہ

آپ بہت بڑے صالح اور کامل مربی تھے۔ شروع شروع آپ بکریاں چرایا کرتے تھے اور وہ بھی اپنے شہر کے گردونواح میں۔ ایک رات آپ کے ہاں ایک فقیر آیا۔ شیخ موصوف کی بیوی نے شیخ سے کہا اس فقیر سے معذرت کرلو۔ کیونکہ اس وقت ہمارے پاس اسے کھلانے پلانے کے لیے کچھ بھی نہیں ہے۔ جب شیخ نے فقیر کے پاس جانے کا ارادہ کیا تو لاچار ہو گئے اور پاؤں چلنے سے رک گئے۔ فوراً دل میں خیال آیا کہ ایسا فقیر کے حال کی وجہ سے ہوا ہے لہٰذا نیت تبدیل کر لی اور اس کی عزت وتعظیم کا ارادہ کرلیا۔ اس ارادے کی وجہ سے جکڑے ہوئے پاؤں کھل گئے اور فقیر کی طرف گئے اسے گھر لے آئے۔ اور اپنی بیوی سے کہا اس کے لیے کھانا وغیرہ تیار کرو۔ بیوی نے اسے ناپسند جانا۔ شیخ نے بیوی کو ہر طرح سے کھانا تیار کرنے کو کہا لیکن وہ اپنی ضد پر اڑی رہی۔ پھر آپ خود اٹھے آٹا گوندھا۔ جب بیوی نے دیکھا تو اٹھی اور فقیر کے لیے آٹے گھی کو ملا کر کھانا تیار کیا۔ شیخ اور فقیر دونوں نے مل کر کھایا۔ جب کھا کر فارغ ہوئے تو فقیر نے شیخ کے سر اور سینہ پر ہاتھ پھیرا اور رخصت ہو گیا۔ جب دونوں جدا ہو گئے تو شیخ کے دل میں بات پکی طرح بیٹھ گئی کہ میں اس سال حج کروں گا۔ پھر اپنی بکریاں بیچیں۔ ان کی وصول شدہ قیمت سے قرض اتارا اور بقیہ قیمت سے حج کا پروگرام بنایا۔ حج کیا فارغ ہو کر واپس آئے تو شہر کے قریب آپ کو ایک جماعت مشائخ بیٹھی نظر آئی۔ آپ نے ان میں سے ایک شیخ کے پاس جانے کا ارادہ کیا جن کا نام عبداللہ رمیش تھا۔ ان کی صحبت میں رہے اور ان کے ان مکانات کی دیکھ بھال کرنے لگے جو فقراء کے لیے بوقف تھے۔ کافی عرصہ ان کے پاس قیام کیا۔ حتیٰ کہ کرامات عظیمہ کا ظہور ہوا اور شیخ عبداللہ نے ایک دن آواز سنی۔ جس میں کہا گیا تھا کہ یہ شخص تمہارے اصحاب میں سے نہیں ہے۔ بلکہ شیخ ابوالغیث بن جمیل کے اصحاب میں سے ہے۔ اس آواز کے سننے کے بعد آپ نے انہیں فرمایا اے علی! شیخ ابوالغیث کے پاس چلے جاؤ کیونکہ تمہارے شیخ وہی ہیں۔ آپ ان کے ہاں آ گئے۔ شیخ ابوالحسن موصوف نے 668ھ میں انتقال فرمایا۔ (قالہ الشرجی)

حضرت ابوالحسن ششتری (علی بن عبداللہ نمیری) رحمۃ اللہ علیہ

آپ اندلس میں رہنے کی وجہ سے اندلسی بھی کہلاتے ہیں بہت بڑے امام اور مشہور صوفی تھے۔ جناب ابومحمد بن سبعین سے تصوف حاصل کیا۔ جب آپ شام سے ساحل دمیاط پر پہنچے، اس وقت آپ مرض موت کے بیمار تھے تو آپ بحیرۂ روم کے ساحل پر موجود ایک بستی میں ٹھہر گئے۔ پوچھا اس بستی کا نام کیا ہے؟ بتایا گیا اسے طینہ کہتے ہیں۔ فرمایا طینہ، طینہ کی مشتاق ہے۔ آپ نے وصیت فرمائی کہ مجھے دمیاط کے قبرستان میں دفن کیا جائے کیونکہ طینہ بستی جنگل اور غیر آباد جگہ میں تھی اور قریب ترین شہر دمیاط ہی تھا۔ فقراء نے آپ کی میت کو اپنے کندھوں پر اٹھایا۔ دمیاط لے آئے یہ 668ھ کا واقعہ ہے۔

قید میں مرید کو آواز دے کر رہائی دلا دی

صاحب ''عنوان الدرایہ'' نے آپ کی ایک کرامت تحریر کی ہے وہ یہ کہ شیخ موصوف ایک مرتبہ دوران سفر خشکی میں چلتے جا رہے تھے۔ آپ کے ساتھیوں میں سے ایک شخص احمد نامی قید میں تھا۔ فقراء نے سنا کہ شیخ آواز دے رہے ہیں اے احمد! ہماری طرف آ جاؤ۔ آپ سے پوچھا گیا یا سیدی! یہ کون احمد ہے؟ جسے آپ اس صحرا میں بلا رہے ہیں۔ آپ نے ان سے فرمایا یہ وہ شخص ہے جسے کل تم دیکھ کر خوش ہو جاؤ گے ان شاء اللہ تعالیٰ۔ جب کل ہوئی تو شیخ اور آپ کے ساتھی قابس شہر میں داخل ہوئے۔ جب شہر میں قدم رکھا ہی تھا کہ اچانک اسی قیدی آدمی سے ملاقات ہوگئی۔ شیخ نے فقراء سے کہا ہم سب کے لیے گھاٹی میں مشقت جھیلنے کے بعد مبارک ہو اپنے بھائی سے مصافحہ کرو جسے جنگل میں آواز دی گئی تھی۔

ولی کی خدمت سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت

بجانہ میں آپ کے پاس بجانہ کا ہی ایک شخص حاضر ہوا جو ابوالحسن بن علال کے نام سے معروف تھا۔ لوگ اسے دیانتدار سمجھ کر اپنی امانتیں اس کے پاس رکھتے تھے اس نے دیکھا کہ شیخ موصوف بعض اہل علم کا ذکر کر رہے ہیں۔ اسے آپ کی علمی گفتگو اور عمل والوں کی قدر و منزلت دیکھ کر خوشی ہوئی۔ علماء بھی ان کو اچھے الفاظ سے یاد کرتے تھے۔ لہٰذا یہ شخص آپ کے شیخ ہونے اور پیشوا ہونے کا معتقد ہو گیا۔ پھر اس نے ارادہ کیا کہ اپنے مال میں سے بیس دینار فقراء کو دے دیئے جائیں۔ اللہ تعالیٰ کے دیے کا شکر ادا کرتے ہوئے ان کے پاس کھانے پینے کی اشیاء بھی جمع کیں۔ جب اپنے پروگرام کے مطابق سب کچھ جمع کر چکا اور ارادہ کیا کہ فقراء میں اسے تقسیم کر دوں تو اس نے تمام سامان میں سے آدھا انہیں دے دیا اور بقیہ آدھا حصہ رکھ لیا تاکہ جب شیخ موصوف بجایہ سے واپس تشریف لے جائیں گے تو ان کے ساتھی فقراء کے لیے وہ بطور زادِ راہ کام آئے۔ جب رات ہوئی تو اس شخص نے خواب میں سرکار ابد قرار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کا شرف حاصل کیا۔ آپ کے ساتھ حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہما بھی تھے۔ یہ شخص بیان کرتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت مبارکہ کی خوشی میں میں آپ کے قریب چلا گیا اور عرض کیا یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائیں۔ آپ نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی طرف دیکھا اور انہیں فرمایا: اے ابوبکر! اسے دے دو۔ اسی وقت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے ہاتھ میں پکڑی ایک

روٹی کے دو حصے کیے اور نصف مجھے عطا فرما دی۔ پھر میری آنکھ کھل گئی مجھ پر اس مبارک خواب کی وجہ سے وجد کی کیفیت طاری ہو گئی۔ میں نے اپنی بیوی اور دیگر افراد خانہ کو جگایا اور اپنے آپ کو عبادت میں مشغول کر دیا۔ جب صبح ہوئی تو میں گھر سے شیخ موصوف کی زیارت کے لیے چل پڑا اور کچھ کھانے پینے کی اشیاء کے ساتھ نصف درہم بھی ساتھ لیے۔ جو میں نے پہلے گن کر جدا رکھے ہوئے تھے۔ جب میں نے یہ اشیاء شیخ کو دیں تو شیخ نے فرمایا اے علی! قریب آؤ۔ جب میں قریب ہوا تو فرمانے لگے اے علی! اگر تو جمع شدہ تمام اشیاء اور مکمل درہم لے آتا۔ اور یہی تیری نیت بھی ہوتی تو تجھے مکمل روٹی مل جاتی۔ (قالہ فی نفح الطیب)

حضرت علی بکا رحمۃ اللہ علیہ

سیدنا حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے شہر کے زاویہ کے جانشین تھے۔ عبادت، صلاح اور ہر مسافر و زائر کو کھانا کھلانے میں مصروف تھے۔ ملک منصور قلاوون آپ کی بڑی تعریف کیا کرتا تھا۔ اور بتایا کرتا تھا کہ جب میں امیر تھا تو آپ کے پاس حاضر ہوا کرتا تھا۔ آپ نے میرے بارے میں بہت سی اشیاء بطور کشف بیان فرمائیں جو بعد میں اسی طرح ہوئیں۔

بکثرت رونے کا سبب

آپ کے بکثرت رونے کا سبب یہ ہوا کہ آپ ایک صاحب احوال شخص کے ہمراہ بغداد سے کہیں جانے کے لیے جب باہر نکل آئے تو دونوں ایک ہی ساعت میں ایک ایسے شہر میں پہنچ گئے جس کے اور بغداد کے درمیان ایک سال کی مسافت تھی۔ آپ کو اس شخص نے کہا میں فلاں وقت مرنے والا ہوں۔ لہٰذا تو وہاں میرے پاس ہونا۔ جب وہ وقت آیا تو میں ان کے پاس پہنچ گیا۔ اس وقت آپ سیاق میں تھے اور شرقی جانب پھر گئے۔ شیخ علی موصوف نے انہیں دوسری طرف پھیرنا چاہا تو کہنے لگے تم خواہ مخواہ زور نہ لگاؤ۔ میں نے ادھر ہی چہرہ کیے ہوئے مرنا ہے۔ آپ نے پھر راہبانہ گفتگو شروع کی اور انتقال فرما گئے۔ شیخ علی نے انہیں اٹھایا اور قریب ایک گرجا میں لے گئے دیکھا کہ گرجا کے لوگ بہت غمزدہ اور پریشان ہیں۔ پوچھا تمہیں کیا ہوا؟ کہنے لگے ہمارے ہاں ایک بہت بوڑھا سو سالہ شخص تھا آج کا دن آیا تو وہ مر گیا لیکن اسلام لا کر فوت ہوا ہے۔ شیخ علی نے کہا تم اس کے بدلے میں یہ میت لے لو۔ یہ کہا اور اس شخص کی میت ان کے سپرد کر دی اور اس سے ان بوڑھے کی میت لے لی پھر اس کی تجہیز و تکفین کرنے کے بعد اسے دفن کر دیا۔ شیخ علی بکا نے 680ھ میں انتقال فرمایا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے شہر سے کچھ دور سیاہ پتھروں والی زمین میں دفن ہوئے جو شمال کی طرف ہے۔ (قالہ فی الانس الجلیل)

حضرت علی بن عمر حمیری رحمۃ اللہ علیہ

شرجی نے ان کا تذکرہ ان کے بیٹے حسین کی سوانح میں کیا ہے۔ اس نے وہاں ان کی ایک کرامت بھی لکھی ہے۔ وہ یہ کہ بعض باوثوق حضرات نے بیان کیا کہ اس نے حسین بن علی مذکور کو ایک دن ان کے والد کی قبر پر دیکھا وہ بے ہوش پڑے تھے۔ اس نے لوگوں کو بلایا جو انہیں اٹھا کر ان کے گھر لے گئے وہ بدستور بے ہوش تھے۔ جب ہوش میں آئے تو کسی نے ان سے بے ہوشی کا سبب پوچھا۔ کہنے لگے میں نے والد صاحب کی قبر پر قرآن کریم کی آیات پڑھیں۔ ان میں مجھ سے کوئی غلطی

ہوگئی تھی تو میں نے اپنے والد صاحب کی قبر سے سنا۔ انہوں نے مجھے غلطی سے آگاہ کیا۔ اس پر میں اپنے آپ پر قابو نہ رکھ سکا اور بے ہوش ہو گیا۔

اس سے قبل ان کے بھائی حسن بن علی کا ذکر ہم اسی کتاب میں کر چکے ہیں۔ آپ آب کے رہائشی تھے۔ اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے والد گرامی واقعی صالحین میں سے تھے کہ قبر سے ان کی غلطی بتائی۔ ان کے بیٹے حسین 568ھ میں انتقال فرمایا۔ یہ درحقیقت ان کے والد کی کرامت ہے۔

حضرت علی بن علوی بن احمد بن استاذ اعظم رحمۃ اللہ علیہ

آپ مشہور امام اور مشائخ اسلام میں سے تھے۔ آپ ولایت کبریٰ اور علم ظاہری و باطنی کے جامع تھے۔

سات سال سے رکی بارش برس پڑی

آپ جب حج سے واپس تریم تشریف لائے تو اس علاقہ میں آپ نے دیکھا کہ سات سال سے بارش نہیں ہوئی وہاں کے سرکردہ لوگوں نے آپ سے دعا کی درخواست کی تاکہ بارش ہو جائے۔ آپ مسجد کی طرف تشریف لے گئے اور رات بھر عبادت میں مصروف رہے۔ دعا کرتے رہے جب لوگ صبح اٹھے تو دیکھا کہ ہر چھوٹا بڑا نالہ کناروں تک بہہ رہا ہے یعنی بہت بارش ہوئی۔

کمینہ باز نہ آیا اور سزا پائی

ایک کمینہ اور ذلیل شخص آپ کی عبادت گاہ کے بالکل متصل اپنی آشنا کے ساتھ تنہائی میں گفتگو کیا کرتا تھا۔ شیخ موصوف نے اسے منع کیا لیکن وہ باز نہ آیا پھر ایک مرتبہ شیخ اس کے خواب میں آئے اور اس کے کانوں میں ایک لکڑی ڈال دی۔ جس سے اسے بڑی تکلیف ہوئی۔ اٹھا تو کان کا درد بدستور موجود تھا۔ اب وہ رات دن کان کے فکر میں ادھر ادھر سے دوائی پوچھتا۔ استعمال کرتا لیکن کوئی فائدہ نہ ہوتا۔ بالآخر شیخ موصوف کے پاس آیا استغفار کی توبہ کی اور وعدہ کیا کہ آئندہ وہ کبھی ایسی ویسی حرکت نہیں کرے گا۔ شیخ موصوف نے لہسن نچوڑ کر فرمایا کان میں ڈال لو۔ جونہی اس نے لہسن کا پانی ڈالا سکون آ گیا۔ پھر یوں ہوا کہ ہر سال اسی مقررہ تاریخ پر کان میں درد اٹھتا اور اس وقت تک درد دور نہ ہوتا جب تک لہسن کا پانی اس میں نہ ڈالتا۔

آپ کے بھائی شیخ سید خلیل محمد فقیہ آپ کے اہل و عیال کا خرچہ ادا کیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ ان پر بہت زیادہ قرض چڑھ گیا۔ انہوں نے شیخ موصوف کی طرف مکہ میں خط لکھا۔ جس میں قرض کی کثرت اور خالی ہاتھ ہونے کی شکایت لکھی۔ آپ نے جواب میں لکھا زراعت کرو، قرضہ وغیرہ سب ادا ہو جائے گا اور خرچ کرو تنگی اور بے سروسامانی کا خطرہ نہ رکھو اور تمہاری موت پاک دامنی کی حالت میں ہو گی۔ (یعنی کسی کا لین دین نہ ہو گا) انہوں نے شیخ کی ہدایت پر عمل کیا۔ پھر وہی ہوا جو شیخ نے لکھا تھا۔ (قالہ الشلی)

حضرت علی بن صباغ رحمۃ اللہ علیہ

ابوالحسن قوصی ثم سکندری اکابر اولیاء کرام میں سے اور شیخ عبدالرحیم قناوی کے مشہور صحبت یافتہ شخصیت تھے۔ آپ کی ایک عجیب کرامت بیان کی گئی ہے۔ وہ یہ کہ ایک شخص نے ایک قریب البلوغ لڑکے سے آپ کی قبر کے نزدیک بدفعلی کرنے کا ارادہ کیا۔ شیخ موصوف نے قبر میں سے اسے آواز دی کیا تجھے شرم وحیا نہیں آتی؟ وہ اسی وقت بے ہوش ہو گیا۔ آپ نے 687ھ میں اسکندریہ میں انتقال فرمایا۔ ان کا ذکر مناوی اور شعرانی نے کیا ہے اور ظاہر یہی معلوم ہوتا ہے۔ علی بن حمید صباغ جن کا تذکرہ گزر چکا ہے یہ اور وہ دو مختلف شخصیات ہیں۔ اگر چہ بہت سی باتوں میں باہم ملتے جلتے ہیں ان کی تاریخ پیدائش و وفات اور باپ کے نام میں بھی اختلاف ہے۔

حضرت علی بن احمد جعفر شیخ کمال الدین بن عبدالظاہر ہاشمی جعفری قوصی رحمۃ اللہ علیہ

آپ شافعی المذہب تھے۔ اخمیمی بھی آپ کی نسبت تھی۔ اکابر اولیاء اور یکتا صوفی شخصیت تھے۔ آپ کی کرامات میں سے ایک یہ تھی کہ آپ جب گھر تشریف لاتے اور دروازہ بند ہوتا تو دروازے کے سوراخوں میں سے اندر آ جاتے تھے۔ وہ اس قدر باریک اور تنگ ہوتے کہ چیونٹی کا گزرنا بھی مشکل ہوتا۔ آپ نے جب مکہ مکرمہ کی مجاوری اختیار کی تو حجر اسود کو دیکھا کہ اپنی جگہ سے اکھڑ کر باہر آ گیا ہے۔ اس کے دو ہاتھ، دو پاؤں اور چہرہ مہرہ بھی ہے۔ کچھ دیر چلا پھر اپنی جگہ واپس آ گیا۔

توجہ سے مسلمان کر دیا

آپ ایک دفعہ اپنے گھر کے قریب والی بڑی سڑک سے گزر رہے تھے کہ اچانک ایک خوبصورت عورت سے آمنا سامنا ہو گیا۔ آپ کچھ دیر کے لیے ٹھہر گئے۔ پھر زور سے چیخ ماری اسی وقت وہ عورت زمین پر اتر آئی اور فوراً شہادتین پڑھ کر مسلمان ہو گئی۔ اس سے قبل وہ نصرانیت میں تھی۔ آپ نے اپنے ساتھی سے کہا کہ تم نے اس کے ظاہری حسن و جمال کو دیکھا لیکن مجھے اس کا کفر ظاہری پسند نہ آیا میں نے توجہ دی وہ مسلمان ہو گئی۔ آپ نے 700ھ میں بمقام اخمیم انتقال فرمایا۔

حضرت علی بن مرتضٰی حضرمی رحمۃ اللہ علیہ

فاسق وفاجر کو ابدال بنا دیا

جناب شیخ علی بن مرتضی ان حضرات میں سے ایک تھے جنہیں شیخ کبیر محمد بن ابی الطل کی صحبت حاصل ہوئی۔ ان کی ایک کرامت یہ بیان کی گئی ہے کہ آپ ایک دن زبید سے باہر نکلے اور مشہور ساحل اہواب کی طرف چل پڑے۔ آپ کے ساتھ آپ کا ایک شاگرد بھی تھا۔ راستہ میں ایک کھیت کے قریب سے گزرے۔ اس میں مکئی کے بڑے بڑے پودے تھے۔ آپ نے شاگرد کو حکم دیا مکئی کا ایک پودا (پتوں کے بغیر) اپنے ساتھ لے لو۔ شاگرد نے لے لیا۔ لیکن دل میں سوچتا تھا کہ ایسا شیخ نے کیوں فرمایا اور یہ بھی دل میں کہتا تھا کہ شیخ نے اسے کس کام کے لیے استعمال کرنا ہے؟ شیخ بدستور خاموش رہے۔

دونوں چلتے جا رہے ہیں۔ بیان کرتے ہیں کہ ہم غلاموں کے ایک محلہ میں پہنچے۔ جنہیں السنا کم کہا جاتا تھا۔ وہ مردار کھاتے تھے۔ نشہ آور اشیاء پیتے تھے اور نماز روزے کا نام تک نہ جانتے تھے۔ جب ہم وہاں پہنچے تو اس وقت انہوں نے شراب پی رکھی تھی اور مستی کی حالت میں لہو ولعب میں مشغول تھے۔ ہنسی مذاق اور گانے بجانے کے علاوہ ایک دوسرے کو مار پیٹ بھی رہے تھے۔ شیخ نے شاگرد کو حکم دیا وہ لمبے قد کا بوڑھا جو ڈھول پیٹ رہا ہے، اسے میرے پاس بلا لاؤ۔ شاگرد نے بوڑھے سے آ کر کہا تمہیں وہ کھڑے شیخ بلا رہے ہیں۔ لہٰذا ان کی طرف چلو۔ اس نے گلے میں ڈھول اتار پھینکا اور اس شاگرد کے ساتھ شیخ کی طرف چل پڑا۔ راوی بیان کرتا ہے جب وہ بوڑھا شیخ کے سامنے بیٹھ گیا تو شیخ نے شاگرد کو حکم دیا کہ مکی کے اس کانے کے ساتھ اسے مارو۔ شاگرد نے مارنا شروع کر دیا اتنی مرتبہ مارا کہ حد کی تعداد مکمل ہو گئی۔ (مثلاً شراب کی حد اسی کوڑے) پھر شیخ نے اس بوڑھے سے کہا ہمارے آگے آگے چلو۔ اب یہ لوگ چلتے چلتے سمندر کے کنارے پہنچے۔ شیخ نے بوڑھے سے کہا کہ تم اپنے کپڑے بھی دھوؤ اور غسل بھی کرو۔ آپ نے اسے غسل کرنے کا طریقہ سکھایا۔ خود شیخ امام بنے بوڑھا اور شاگرد دونوں مقتدی تھے۔ شیخ نے نماز پڑھائی فارغ ہوئے تو شیخ نے اٹھ کر اپنا مصلیٰ سمندر کے پانی پر بچھا دیا اور بوڑھے سے کہا آگے بڑھو وہ اٹھا اور اس نے اپنے دونوں پاؤں مصلیٰ پر رکھ دیئے اور مصلیٰ پانی پر چلنا شروع ہو گیا چلتے چلتے وہ بوڑھا ہماری آنکھوں سے غائب ہو گیا۔ اس کے بعد شاگرد نے شیخ موصوف کی طرف دیکھا اور عرض کرنے لگا ہائے مصیبت! ہائے افسوس! مجھے آپ کے ساتھ آپ کی خدمت کرتے اتنا عرصہ گزر گیا لیکن مجھے ایسی کوئی چیز حاصل نہ ہوئی اور یہ بوڑھا چند ہی لمحوں میں اس مقام پر پہنچ گیا اور اسے یہ کرامت عطا ہو گئی۔ یہ بات سن کر شیخ موصوف رو پڑے اور فرمانے لگے میرے بیٹے! میں کیا کروں؟ یہ تو اللہ تعالیٰ کا کام تھا مجھے حکم دیا گیا کہ فلاں ابدال کا انتقال ہو گیا ہے اس کی جگہ فلاں کو بھیج دو۔ میں نے اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کی جس طرح خادم اپنے مالک کی تعمیل کرتا ہے۔ میری بھی خواہش تھی کہ مجھے یہ مقام مل جائے۔ یہ امام یافعی نے بیان کیا ہے۔ شیخ موصوف نے عدن میں انتقال فرمایا اور وہاں آپ کی قبر مشہور زیارت گاہ ہے۔

حضرت علی بدوی شاذلی تلمیذ سیدی یاقوت عرشی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ موصوف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں بسا اوقات مجھے میرے شیخ جناب یاقوت عرشی رحمۃ اللہ علیہ کسی ضرورت کی خاطر اسکندریہ سے اندلس کے شہروں میں جانے کا فرمایا کرتے تھے میں وہاں جاتا اور واپس آتا۔ آنے جانے میں صرف ایک دن صرف ہوتا۔ یہ میرے قدموں کے جلدی اٹھانے کی وجہ سے تھا۔ یہ نہیں کہ زمین کو میرے لیے سکیڑ دیا جاتا تھا۔

منکر ولایت کا انکار ختم ہو گیا

بیان کیا گیا ہے کہ شیخ بدوی مذکور کے سسران کے ولی، صاحب کرامات اور صالح ہونے کے شدت سے منکر تھے۔ شیخ ایک مرتبہ اسکندریہ سے باہر تشریف لائے۔ آپ نے ایک باغ دیکھا جس میں پھل دار درخت تھے۔ آپ نے فقراء سے کہا اس میں جاؤ اور انجیر کے درختوں سے انجیر توڑ کر کھاؤ لیکن خرنوب کی جانب انجیر کے درختوں کا پھل نہ کھانا۔ فقراء باغ میں

داخل ہوئے اور انجیر کھائے۔ لیکن آپ کے سسر نے پھل نہ کھایا۔ وہ کہنے لگا میں روزے سے ہوں۔ شیخ موصوف نے حکم دیا کہ جلدی جلدی کھالو اور باغ سے باہر آ جاؤ۔ ورنہ باغ کا مالک آ جائے گا اور تمہیں مارے پیٹے گا۔ یہ سن کر آپ کے سسر کا انکار اور بڑھ گیا اور دل میں کہنے لگا یہ شخص کیسے اہل صلاح میں سے ہو سکتا ہے حالانکہ وہ اور اس کے ساتھی مالک کی اجازت کے بغیر اس کے باغ میں سے پھل کھا رہے ہیں جو حرام ہے۔ پھر شیخ اور ان کے ساتھی فقراء باغ میں تیز تیز قدم اٹھاتے ہوئے باہر نکل آئے۔ جب کچھ دور گئے تو اچانک دو آدمیوں نے آ کر شیخ کو سلام کیا اور جماعت کو بھی سلام کیا۔ پھر انہوں نے درخواست کی کہ آپ اور آپ کے ساتھی فقراء سے ہم درخواست کرتے ہیں کہ آپ حضرات ہمارے ساتھ ہمارے باغ میں چلیں کیونکہ ہم نے آپ حضرات کے لیے اپنے باغ میں سے انجیر کا پھل نکال رکھا ہے صرف وہ درخت جو خرنوب کی جانب ہیں، چونکہ وہ ہمارے نہیں ان کے علاوہ باقی تمام انجیر آپ کی نذر ہیں۔ یہ سن کر شیخ نے اپنے سسر کی طرف دیکھا اور ان سے کہا اے روزہ دار! آپ نے پھل کھانے کا موقع ضائع کر دیا۔ اس پر آپ کے سسر نے استغفار کیا اور فقراء کے بارے میں انکار کرنے کی جرأت پر توبہ کی۔

شیخ علی بدوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی صحبت میں بیٹھنے والوں کو فرمایا کرتے تھے جو مکھن اور بالائی بچ جاتی ہے، اسے مہمانوں کے لیے رکھ چھوڑا کرو۔ آپ ان سے کہا کرتے تھے اپنی آنکھیں بند کرو، وہ بند کرتے پھر کھولنے کا فرماتے تو کھول کر دیکھتے کہ تمام برتن مختلف کھانوں سے بھرے پڑے ہوتے تھے۔

شیخ صاحب فرماتے ہیں ایک دن میں صبح اٹھا تو اتفاق سے میری بینائی ختم ہو چکی تھی۔ اس سے میرا سینہ تنگ ہو گیا۔ مجھے کوئی سبب معلوم نہ ہوا کہ کیونکر اندھا ہو گیا ہوں یہی حالت سات دن تک متواتر رہی۔ پھر مجھے کسی کہنے والے نے کہا اے علی! اللہ تعالیٰ نے تمہارے ساتھ جو کچھ کیا ہے وہ صرف تمہارے اکرام اور عزت افزائی کے لیے کیا ہے کہتے ہیں میں نے پوچھا اس میں اکرام کیسے ہے؟ جواب ملا تم جب اللہ تعالیٰ کے کسی بندے کو نافرمانی اور معصیت میں دیکھتے ہو تو اس کی وجہ سے جھاڑ پلاتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے تجھ پر رحم کرتے ہوئے تمہاری بینائی چھین لی اور ان پر بھی یوں اللہ کا کرم ہو گیا تاکہ تم ان پر سخت گیری نہ کرو۔ یعنی نہ تمہیں نظر آئے گا نہ انہیں ڈانٹو گے۔ اس طرح وہ بھی بچ گئے اور تم بھی۔ فرماتے ہیں یہ سن کر میں نے اللہ تعالیٰ سے استغفار کی اور توبہ کی۔ پھر مجھے میری بینائی لوٹا دی گئی۔ شیخ تاج الدین بن عطاء اللہ کہتے ہیں اس کے بعد شیخ کی یہ حالت ہو گئی تھی کہ آپ کو جب کوئی شخص ملنے آتا اور آپ دیکھتے کہ اس کا دل سیاہ ہے تو اسے کہتے ہمیں برکت حاصل ہوئی ہے۔ اس سے بڑے میٹھے اور پیارے انداز میں گفتگو فرماتے اور اس کے لیے اللہ تعالیٰ سے توبہ کا سوال کرتے۔ یہ امام شعرانی نے ''منن'' میں لکھا ہے۔

حضرت علی بن عبداللہ صوفی شنینی رحمۃ اللہ علیہ

آپ یمن کے رہنے والے تھے۔ ''القرشیہ'' کے مصنف تھے۔ فقراء اور صوفیہ کے شیخ تھے۔ آپ نے شیخ ابن مہنا وغیرہ سے طریقت حاصل کی۔

ایک دن کی مسافت پر موجود چیز کا دیکھنا

آپ صاحب کشف وکرامت بزرگ تھے۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ ایک مرتبہ ایک شخص کا گدھا چوری ہو گیا وہ آپ کے پاس روتا ہوا آیا اور عرض کرنے لگا۔ اس پر لدے سامان میں پانچ سو دینار بھی تھے۔ اس کی بپتا سن کر شیخ نے فرمایا فلاں بستی میں تمہارا گدھا ہے۔ حالانکہ اس بستی اور آپ کے درمیان ایک دن کی مسافت تھی۔ آپ نے فرمایا وہ دیکھو۔ اس نے دیکھا تو گدھا ایک مکان کے کونے میں بندھا ہوا کھڑا تھا۔ آپ نے فرمایا اس شہر میں جاؤ اور جا کر پکڑ لو۔ چنانچہ وہ شخص اس شہر میں گیا اور اس میں دیکھے ہوئے مکان میں داخل ہوا۔ گدھا وہاں ہی کھڑا تھا وہاں سے لیا اور واپس آ گیا۔

آپ کی ایک کرامت علامہ مناوی نے بیان کی کہ آپ کی ایک مرتبہ ایک فقیہ سے ملاقات ہوئی۔ فرمانے لگے اے فقیہ! فقراء میں کچھ ایسے بھی ہوتے ہیں کہ وہ اگر اس دیوار کو حکم دیں کہ حرکت کر وہ فوراً تعمیل حکم کرتے ہوئے حرکت میں آ جائے۔ پھر آپ نے اس دیوار پر اپنا ہاتھ مارا وہ کانپ اٹھی۔ قریب تھا کہ وہ گر پڑتی۔ شیخ موصوف نے آٹھویں صدی کے ابتدائی سالوں میں انتقال فرمایا۔

حضرت علی بن یوسف بن علی اشکل یمنی رحمۃ اللہ علیہ

آپ نے علم وطریقت ولی کبیر مشہور فقیہ جناب اسماعیل حضرمی سے حاصل کی، حتیٰ کہ اپنے دور کے بڑے علماء اور اولیاء میں سے ہو گئے۔

مشکل کشا

آپ سے بہت سی کرامات ظاہر ہوئیں۔ جن میں سے ایک زبیدی شرجی نے ذکر کی ہے۔ وہ یہ کہ آپ کا بھانجا احمد بن عمر احجف سرکاری ملازم تھا اور ملک مظفر کے گھر میں ذمہ داری تھی۔ کسی چکر میں ملک مظفر اس پر ناراض ہو گیا اور اسے پھانسی کا حکم دے دیا۔ جب اس کی اطلاع اس کے گھر پہنچی تو اس کی والدہ اپنے بھائی شیخ علی موصوف کے پاس آئی اور رو پڑی اور اپنے بیٹے کے بارے میں کہنے لگی جب تک اس کا مسئلہ حل نہیں ہوتا میں یہاں سے نہیں جاؤں گی۔ آپ نے اسے فرمایا ڈرو نہیں تمہارے بیٹے کی خیر ہی خیر ہے۔ کل سورج چمکنے سے پہلے ہی وہ اس طرف سے سرخ رنگ کے گھوڑے پر سوار لگام پکڑے آ نکلے گا۔ شہر والوں کو شیخ کی بات کا علم ہو گیا۔ چنانچہ سب لوگ صبح انتظار میں کھڑے دیکھ رہے تھے اور وہ لڑکا ادھر ہی سے آتا دکھائی دیا جدھر سے شیخ نے فرمایا تھا۔ اور اسی طرح اسی قسم کے گھوڑے پر سوار تھا وہ سیدھا اپنے ماموں کی زیارت کے لیے آیا اور ملاقات کے بعد بتایا کہ سلطان نے مجھے اس رات طلب کیا تھا اور مجھے کہا میں نے رات ایک شخص کو اس روشن دان سے اندر آتے ہوئے دیکھا۔ اس کے ہاتھ سے آگ کا ایک شعلہ نکلا۔ مجھے کہنے لگا اگر تو نے احمد بن احجف کی خطا معاف نہ کی تو تیری روح نکال لی جائے گی۔ سلطان نے کہا کہ میں نے اس سے پوچھا تم کون ہو؟ کہنے لگا میں علی بن یوسف اشکل ہوں۔ اس کے بعد سلطان نے مجھے رہا کر دیا اور کہا اگر تم فقیہ موصوف کو میرے ہاں اپنے ساتھ لے آؤ تو تمہیں اتنا اتنا اکرام وانعام

ملے گا۔ اس کے بعد بھانجے نے فقیہ موصوف سے گزارش کی کہ آپ میرے ساتھ سلطان کے ہاں تشریف لے چلیں تو آپ نے اسے ناپسند کیا اور فرمایا میں ہمیشہ کے لیے سلطان کے سامنے نہیں آؤں گا۔ آپ کا بھانجا واپس سلطان کے پاس گیا اور بات چیت کی رپورٹ دی۔ پھر خود سلطان گھوڑے پر سوار ہو کر آپ کی زیارت کے لیے چل پڑا۔ اس کے ساتھ اس کے بہت سے ساتھی بھی تھے رات کو یہ لوگ بہ نیت زیارت چلے تھے۔ جب سلطان وغیرہ آپ کے گھر کے قریب آپہنچے تو آپ سے اندر آنے اور ملاقات کرنے کی اجازت مانگی۔ آپ نے اجازت نہ دی اور اس کے ایلچی سے فرمایا اگر سلطان اپنی تمام حاجات و ضروریات کا حل چاہتا ہے تو اسے کہو وہ واپس چلا جائے۔ چنانچہ یہ سن کر سلطان واپس آ گیا پھر سلطان نے آپ کی اولاد کے لیے حکم دیا کہ ان کی اراضی سے کسی قسم کا کوئی ٹیکس وغیرہ نہ لیا جائے اور یہ رعایت ان کے لیے ہمیشہ کے لیے ہے۔

حضرت علی بن احمد بن عمر زیلعی عقیلی یمنی رحمۃ اللہ علیہ

آپ اولیاء صالحین و عارفین میں سے تھے۔ آپ جب بھی بارش برسنے کے لیے دعا کرتے اور ارادہ کرتے کہ جب تک بارش نہیں ہوگی میں نہیں اٹھوں گا تو بارش فوراً ہو جاتی۔ حتیٰ کہ آپ کی پہچان ہی یہ ہوگئی یعنی لوگ آپ کو بارش والا بزرگ کہتے اور پانی والا ولی بھی کہتے۔ آپ کا خاندان بنو زیلع خیر وصلاحیت والے لوگوں کا خاندان ہے۔

حضرت علی تکروزی رحمۃ اللہ علیہ

امام یافعی بیان کرتے ہیں مجھے خود شیخ نے بتایا میں ایک مرتبہ مقررہ محفل سماع میں حاضر ہوا تو دوران سماع مجھ پر ایک کیفیت و حالت وارد ہوگئی جو کافی مدت موجود رہی۔ میں اس حالت میں دیکھتا کہ شراب کی نہریں ہیں اور میں انہیں پی جاتا ہوں۔ پھر بھی سیراب نہیں ہوتا یہ دنیوی شراب نہ تھی۔ میں نے یہ جاگتے ہوئے دیکھا۔ پھر اس کے بعد مجھے نور نظر آیا۔ جب میں شراب پیتا تھا تو مجھ میں بہت طاقت اور حالت آ جاتی۔ اگر اس وقت مجھے سات مضبوط آدمی بھی پکڑنا اور مجھ پر قابو پانا چاہتے تو ان کے سانس پھول جاتے اور اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈال لیتے۔ اور جب میں نور دیکھتا تو مجھ میں ضعف اور کمزوری آ جاتی۔ آپ نے مجھ سے پوچھا ان دونوں حالتوں میں سے کون سی حالت افضل ہے؟ میں نے کہا یہ ایسی چیز ہے کہ میرا حال ابھی یہاں تک پہنچا ہی نہیں میں کیا بتا سکتا ہوں کہ کون سی افضل ہے جب میں جانتا ہی نہیں۔ شیخ موصوف کے انتقال کے بعد مصر میں قرافہ کے اندر آپ کو دفن کیا گیا۔

حضرت علی ارزق رحمۃ اللہ علیہ

موت کا علم

آپ یمن کے مشہور عارف ہوئے ہیں ہر وقت اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مصروف رہتے۔ آپ کی کرامات میں سے ایک یہ ہے کہ آپ ایک مرتبہ بیمار ہوئے اور بالکل مرنے کے آثار نظر آنے لگے۔ یہ دیکھ کر ایک شخص نے آپ سے کہا آخری وقت ہے وصیت کر لیں۔ فرمانے لگے میں اس بیماری میں نہیں مروں گا۔ میں نے اس مکان میں ایک چراغ دیکھا جو فضا میں جل رہا

تھا۔ ہوا کے جھونکے اس پر پڑتے اسے بجھانے کی کوشش کرتے لیکن وہ نہ بجھا۔ آپ کو اس بیماری سے شفا ہوگئی اور اس کے بعد دو سال تک زندہ رہے پھر بیمار ہوئے اور وصیت بھی کی اور فرمانے لگے اب چراغ بجھ گیا ہے۔ (قالہ المناوی)

حضرت علی بن عمر حمیری رحمۃ اللہ علیہ

یمن کے ایک صاحب کرامت ولی ہوئے۔ ان کا صاحبزادہ ولی اللہ حسین بن علی بچپن میں ان کی قبر کے پاس قرآن کریم پڑھتا تھا۔ اگر پڑھنے میں غلطی کرتا تو آپ درست کرا دیتے تھے۔

حضرت علی بن محمد ہبلی مصری دبیران رحمۃ اللہ علیہ

آپ امام عبداللہ محاملی کی قبر کے قریب مدفون ہیں۔ آپ کے دبیران نام پڑنے کی وجہ خود آپ نے بیان فرمائی کہ میں ایک دن گھر سے باہر نکلا تو میری ملاقات ایسے لوگوں سے ہوئی جن سب کے چہرے سفید تھے۔ میں ان کے چہروں کے نور سے بڑا متعجب ہوا۔ میں نے ان کی سنگت پسند کر لی۔ لہٰذا میں متواتر دو دن ان کی صحبت میں رہا۔ اس دوران میں نے ان میں سے کسی کو کھاتے یا پیتے نہ دیکھا۔ میرے دل میں نہ کھانے پینے سے تشویش لاحق ہوگئی کہ میں کب تک برداشت کر سکوں گا۔ انہوں نے مجھے کہا لڑکے! تجھے کیا ہوا؟ میں نے کہا بھوکا پیاسا ہوں۔ کہنے لگے تو ہماری سنگت کی صلاحیت نہیں رکھتا۔ پھر انہوں نے اپنے میں سے ہی ایک شخص سے کہا کہ اسے واپس چھوڑ آؤ۔ اس نے میرا ہاتھ پکڑا۔ میں کیا دیکھتا ہوں کہ میں اپنے گھر کے دروازے پر کھڑا ہوں اور ان کی صحبت مجھ سے ختم ہوگئی۔ اس واقعہ کی وجہ سے میں نے اپنا نام ''دبیران'' رکھ لیا۔ آپ کے بارے میں بتایا جاتا ہے کہ انہوں نے اپنی قبر اپنے ہاتھوں سے کھودی تھی۔ گاہے بگاہے آتے اور قبر میں اتر کر کروٹیں لیتے اور کہتے یا قبیر جاءٹ دبیر، اے قبر! دبیر آ گیا ہے۔ (قالہ السخاوی)

حضرت علی بن ابراہیم بجلی رحمۃ اللہ علیہ

آپ فقیہ اور زاہد تھے۔ ''المہذب'' زبانی یاد تھی۔ بہت سی کرامات آپ سے وقوع پذیر ہوئیں۔

دفن شدہ امانت بتادی

ایک شخص نے ایک عورت کے ہاں امانت رکھی اور وہ سفر پر چلا گیا۔ عورت فوت ہوگئی لیکن امانت کا علم نہ ہو سکا کہ کہاں رکھی گئی ہے۔ جب وہ شخص سفر سے واپس آیا تو اس نے شیخ موصوف سے شکایت کی۔ آپ نے فرمایا اس کی قبر مجھے بتاؤ۔ آپ آئے کچھ دیر وہاں ٹھہرے پھر اس عورت کے بیٹے سے کہا تمہارے گھر میں مہندی کا درخت ہے۔ اس کے نیچے کھدائی کرو۔ انہوں نے کھدائی کی تو امانت اس میں دفن کی گئی مل گئی۔ 715ھ میں انتقال فرمایا۔

علامہ شرجی نے کہا شیخ علی بن ابراہیم بجلی اہل خیر و صلاح تھے اور بہت سی کرامات والے تھے۔ ایک کرامت یہ بھی تھی کہ ان کے والد گرامی ان سے بہت محبت کیا کرتے تھے اور انہیں اپنی بقیہ اولاد پر مقدم سمجھتے تھے۔ آپ سے اس بارے میں پوچھا گیا تو فرمانے لگے جس رات یہ پیدا ہوا تھا تمام گھر روشن ہو گیا تھا۔ حتیٰ کہ میں نے ہر چیز دیکھ لی۔

آپ نے اپنے والد گرامی کے ساتھ مدینہ منورہ کی جانب مغرب میں واقع مسجد فتح کی زیارت کی۔ دوران زیارت ایک کتا ان پر بھونکا۔ اس کتے پر ان کے بیٹے شیخ موصوف نے تھوک ڈالا کتا اسی وقت مر گیا۔ آپ نے اپنے والد گرامی کو اس کرامت کے ظاہر کرنے سے روک دیا۔ اپنے والد کے بعد آپ ہی باہر سے آنے والے وفود اور غریب و مسکین کی دیکھ بھال کیا کرتے تھے اور مسلمانوں کی ضروریات کا پورا کرنا انہوں نے ہی اپنے ذمے لے رکھا تھا۔

جناب جندی فرماتے ہیں مجھے فقیہ محمد بن علی حضرمی نے بتایا آپ اپنے دور کے زبید شہر میں یکتا فقیہ تھے۔ فرمایا کہ جب میں فقیہ علی بن ابراہیم کے پاس اس ارادے سے آیا کہ ان سے کچھ پڑھوں اور انہیں سناؤں۔ اس وقت میرے دل میں سکون نہ تھا۔ ادھر ادھر کے خیالات اور عدم سکون کافور ہو گیا۔ اپنے دل میں بہت سے مسائل بھی میں نے سوچ کر جمع کر رکھے تھے۔ جن کا مجھے حل تلاش تھا۔ لیکن شیخ موصوف کے ہاں ایک ہی دفعہ پڑھنے سے یہ تمام مسائل بھی خود بخود حل ہو گئے۔ میں نے جان لیا کہ یہ سب برکت شیخ موصوف کی ہی ہے۔ اسی سے یہ کام بنا ہے پھر مجھے روزانہ اپنے فہم میں اضافہ ہوتا معلوم ہونے لگا۔ فقیہ مذکور شیخ بجلی رحمۃ اللہ علیہ نے بکثرت حج کیے۔ حتیٰ کہ تیس سے کچھ اوپر مرتبہ آپ کے حج شمار کیے گئے ہیں۔ بجلی خاندان کے افراد تقریباً سبھی اہل خیر و صلاح ہیں اور ان کی شہرت بیان کی محتاج نہیں ہے۔ ان کے جد امجد فقیہ محمد بن حسین بجلی ہیں جو شیخ موصوف کے دادا ہیں۔ ان کے دادا کا نام ابراہیم تھا۔ رحمہم اللہ اجمعین۔ (ذکرہ الشرجی)

حضرت علی رامیتنی رحمۃ اللہ علیہ

ولی کی ناراضگی کا نقصان اور معافی سے فائدہ

آپ سلسلہ نقشبندیہ کے عظیم بزرگ تھے۔ آپ کی ایک کرامت یہ تھی کہ آپ کے ایک ہم عصر سید اتا برودہ اور ان کے درمیان کچھ اختلاف تھا۔ ایک دن سید مذکور سے آپ کی شان میں کچھ نازیبا الفاظ نکل گئے جو بے ادبی سے بریز تھے۔ اتفاق کی بات کہ اس دن ترکوں کی ایک جماعت نے سید مذکور کے شہر پر حملہ کر دیا۔ خوب لوٹ مار کی، اور بہت سے مقامی لوگوں کو قیدی بنا لیا۔ ان قیدیوں میں سے ایک سید مذکور کا بیٹا بھی تھا۔ جب انہیں اپنے بیٹے کی گرفتاری کی اطلاع پہنچی تو جان گئے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مجھے یہ سزا اس گستاخی اور بے ادبی کی دی گئی ہے جو مجھ سے شیخ موصوف کے بارے میں ہوئی۔ چنانچہ وہ دوڑتے ہوئے شیخ کے ہاں آئے اور معافی مانگی اور معذرت چاہی۔ اس کے بعد شیخ موصوف اور اس وقت ان کی مجلس میں جو علماء و مشائخ موجود تھے، سب اٹھ کر سید مذکور کے گھر تشریف لائے۔ شیخ موصوف کو اگرچہ سید مذکور نے ابھی اپنے بیٹے کی گرفتاری کا نہیں بتایا تھا لیکن شیخ نے یہ سب کچھ جان لیا۔ جب یہ سب لوگ آ گئے اور خادم نے دستر خوان بچھا کر اس پر کھانے لگا دیے تو شیخ موصوف نے کہا کہ میں تو اس وقت تک کھانے کی طرف ہاتھ نہیں بڑھاؤں گا اور نہیں کھاؤں گا جب تک ان کا بیٹا نہ آئے اور ہمارے ساتھ مل کر نہ کھائے۔ یہ کہہ کر آپ خاموش ہو گئے اور حاضرین اس کے بیٹے کی آمد کے منتظر تھے۔ اچانک کسی نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ جب دروازہ کھولا تو دیکھا کہ سید مذکور کا بیٹا آ گیا ہے۔ تمام حاضرین حیران و پریشان رہ گئے اور ان

پر عجیب گھبراہٹ طاری تھی۔ سبھی اس لڑکے سے دریافت کرنے لگے کہ تمہاری قید سے خلاصی کیونکر ہوئی؟ کس طرح یہاں پہنچے وغیرہ وغیرہ؟ اس نے کہا میں خود نہیں جانتا کہ یہ سب کچھ کیسے ہوا۔ مجھے تو اتنا پتہ ہے کہ میں اس وقت ایک ترک کی قید میں تھا۔ پھر میں نے دیکھا کہ تمہارے پاس موجود ہوں حالانکہ ان دونوں مقامات (قید کی جگہ اور اس گھر) میں دس دن کی مسافت تھی۔ یہ دیکھ کر تمام حاضرین کو شیخ موصوف کے فضل و کرامت کا یقین ہو گیا۔

اپنے جیسا کر دیا

ایک سید زادے ایک دن آپ کی زیارت کے لیے تشریف لائے۔ اس وقت آپ کے ہاں مہمان کی خاطر تواضع کے لیے بالکل کوئی چیز نہ تھی۔ آپ مہمان سید کے ساتھ بیٹھ گئے اور وہ اس بات کو بڑی اہمیت دے رہے تھے کہ کوئی چیز موجود نہیں۔ ابھی کچھ دیر نہ ہوئی تھی کہ آپ کا ایک مرید آیا جس کے والد صاحب باورچی تھے اور اپنے ساتھ پیالہ بھر کر ثرید لایا۔ (شوربے میں بھیگی ہوئی روٹی کے ٹکڑے) اور شیخ موصوف کے سامنے رکھ دیا۔ پھر انتہائی عاجزی اور انکساری سے کھڑا ہو گیا اور آپ سے عرض کرنے لگا حضور! میں نے یہ آپ کے نام کی خاطر پکایا تھا۔ امید ہے کہ آپ اسے قبول فرمائیں گے۔ شیخ موصوف کے منہ سے اللہ اکبر نکلا۔ کیونکہ انہیں اس مرید کی انکساری اور سچی پکی خدمت سے بہت خوشی حاصل ہوئی۔ آپ نے اور مہمان سید دونوں نے کھانا کھایا۔ پھر جب مہمان چلے گئے تو آپ نے غلام یعنی مرید کو بلایا اور فرمایا اللہ تعالیٰ تیرے رزق میں برکت عطا فرمائے اور تیرا ہدیہ قبول فرمائے۔ تو جو چاہتا ہے آج مجھ سے مانگ لے ان شاء اللہ وہ تجھے ضرور مل جائے گا۔ اس مرید کی ہمت بڑی بلند اور سوچ بہت اونچی تھی۔ عرض کرنے لگا میری انتہائی مراد یہ ہے کہ میں صورت و سیرت میں آپ جیسا ہو جاؤں۔ یہ سن کر شیخ نے کہا کام بہت مشکل ہے طاقت سے باہر دکھائی دیتا ہے کہنے لگا مجھے صرف اور صرف یہی چاہیے۔ اس کے علاوہ میں کچھ نہیں مانگتا۔ اس پر شیخ موصوف نے اس کا ہاتھ پکڑا اور اسے اپنی خلوت گاہ میں لے گئے وہاں اس کی طرف مکمل توجہ فرمائی اور اپنی بلند ہمت سے اس پر مہربانی کرنی چاہی۔ کچھ دیر بعد غلام باہر آیا تو وہ صورت و سیرت میں شیخ موصوف کی مثل ہو چکا تھ۔ کوئی دیکھنے والا شیخ اور غلام میں فرق و امتیاز نہ کر سکتا تھا۔ اس کے بعد غلام چالیس دن یا اس سے کچھ کم دن زندہ رہا۔ پھر انتقال کر گیا۔

ولی کی تبلیغ کا عظیم طریقہ

آپ کو جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ حکم ملا کہ بخاری سے خوارزم جاؤ تو آپ اسی وقت خوارزم کی طرف چل پڑے جب یہاں پہنچے تو شہر کی فصیل کے قریب دروازے پر اتر گئے اور ایک ایلچی خوارزم کے بادشاہ کی طرف بھیجا تاکہ اس سے جا کر کہے ایک فقیر نساج (کپڑا بننے والا) تمہارے شہر میں داخل ہونا چاہتا ہے اور یہاں رہائش رکھنا چاہتا ہے اگر تم اسے اجازت دے دو تو وہ اندر آ جائے ورنہ واپس چلا جائے۔ شیخ نے ایلچی سے کہا تھا کہ اگر وہ اجازت دے دے تو اجازت نامہ لکھوا کر اس پر سرکاری مہر لگوا لینا جب شیخ کا ایلچی بادشاہ کے پاس آیا اور شیخ کے بارے میں بات چیت کی تو سلطان اور اس کے ماتحت تمام

افراد مسخر ہو گئے۔ اور اس کی گفتگو سے مسخر ہونے کے بعد بادشاہ نے ازراہ مذاق کہا یہ لوگ واقعی بے وقوف اور احمق ہیں۔ جو چاہتا ہے اسے لکھ کر مہر لگا دو۔ ایلچی نے جب سرکاری اجازت نامہ لے لیا تو واپس شیخ موصوف کی خدمت میں آ گیا۔ شیخ موصوف پھر شہر میں داخل ہو گئے اور اپنے طریقہ میں مشغول ہو گئے۔ آپ ہر روز بازار جایا کرتے اور مختلف کام کاج کرنے والوں کے پاس کھڑے ہو جاتے۔ انہیں فرماتے تمہاری ایک دن کی کیا اجرت ہے؟ وہ بتاتے کہ اتنی اتنی ہے آپ انہیں فرماتے کہ تمہاری آج کی اجرت میں دے دیتا ہوں تم میرے ساتھ آؤ۔ وضو کرو اور ہمارے ساتھ بیٹھ کر اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو جو مغرب تک جاری رہے گا۔ چنانچہ جو شخص آپ کا کہنا مان لیتا اور حلقہ ذکر میں آ جاتا اسے روزانہ کی اجرت تو مل ہی جاتی لیکن اس کے ساتھ ساتھ اس میں ایسی حالت پیدا ہو جاتی جو اسے شیخ سے جدا ہونے سے روکتی۔ اور آپ کی صحبت میں ہی رہنے کی طرف کھینچتی ابھی کچھ ہی دن گزرے تھے کہ آپ کے مریدین اور آپ کے پیچھے چلنے والے بہت ہو گئے یہ دیکھ کر ایک حاسد نے بادشاہ کے پاس جا کر چغلی کھائی کہا کہ حضور! آپ کے شہر میں ایک شیخ آیا ہے جس کے پاس لوگوں کی بھیڑ لگی رہتی ہے اور اس میں دن بدن اضافہ ہو رہا ہے۔ شاگرد اور ساتھی لگاتار بڑھتے جا رہے تھے اس سے خطرہ ہے کہ کہیں یہ لوگ آپ کی حکومت میں فتنہ و فساد بپا نہ کر دیں۔ جس کا مقابلہ کرنا ناممکن ہو جائے گا۔ یہ سن کر بادشاہ اور اس کے ساتھی چوکنے ہو گئے اور انہیں واقعی خطرہ محسوس ہو گیا جس کی بنا پر انہوں نے شیخ کو شہر سے نکالنے کا ارادہ کر لیا۔ جب آپ کو یہ خبر پہنچی تو آپ نے وہی ایلچی بھیجا جو مہر لگا اجازت نامہ لے کر آیا تھا۔ اور اس کے ہاتھ وہی مہر لگی تحریری اجازت بھی بھیج دی۔ اور آپ نے ایلچی سے فرمایا جاؤ بادشاہ کو جا کر بتاؤ کہ ہم خود بخود یہاں نہیں آئے۔ تمہاری اجازت لے کر آئے تھے۔ اب اگر تم اپنا حکم تبدیل کرنا چاہتے ہو تو ٹھیک ہے ہم نکل جائیں گے۔ جب ایلچی بادشاہ کے پاس پہنچا اور اسے مہر لگی تحریر دکھائی تو اس نے معذرت کی۔ اور شیخ سے خلوص محبت کا اظہار کیا۔ چنانچہ سلطان کو آپ کی وجہ سے بہت زیادہ پکڑ آئی اور شیخ کی گفتگو سنائی تو بادشاہ بہت شرمندہ ہوا۔ پھر بعد میں وہ شیخ موصوف کی زیارت کے لیے آیا اور جو کچھ ہوا اس میں کامیابیاں حاصل ہوئیں۔ شیخ موصوف نے 715ھ میں انتقال فرمایا۔ اس وقت ان کی عمر ایک سو تیس برس کی تھی۔ (قالہ الخافی)

حضرت ابوالحسن علی بن موسیٰ ہاملی فقیہ حنفی رحمۃ اللہ علیہ

آپ بہت بڑے امام، عالم، ذہین، عظیم القدر، مشہور الذکر اور کریم النفس بزرگ تھے۔ آپ اپنے قبیلہ معروفہ اصول میں ہر بات میں مقتدا و پیشوا تھے۔ آپ کی سکونت ایک معروف بستی حمرانیہ میں تھی جو شمیر پہاڑ کی طرف واقع ہے۔ آپ بادشاہوں اور دیگر لوگوں کے نزدیک بارعب شخصیت تھے۔ علم کے کمال کے ساتھ ساتھ آپ بہت زیادہ عبادت گزار اور صاحب کرامات بھی تھے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنے غلاموں پر مہربانی

آپ کی ایک کرامت آپ کے صاحبزادے امام کبیر علامہ ابوبکر ملقب بہ سراج نے بیان کی جو بہت سی تصانیف کے

مصنف ہیں جنہیں انہوں نے مختلف علوم میں لکھا۔ فرماتے ہیں میں نے سرکار ابد قرار صلی اللہ علیہ وسلم، ابوبکر صدیق، عمر بن خطاب رضی اللہ عنہما کو اپنے والد گرامی کی مسجد میں لوگوں کے حلقہ میں تشریف فرما دیکھا۔ والد گرامی کی مسجد حمرانیہ بستی میں ہے۔ یہ زیارت سات سو چودہ ہجری رمضان المبارک کی سترہویں شب کو ہوئی تھی۔ میں نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے سنا اے ابوبکر! اے عمر! دونوں اٹھو اور فقیہ (علی بن موسیٰ مذکور) کے سر پر بوسہ دو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی طرف اشارہ فرمایا۔ دونوں صاحب اٹھے اور میرے والد گرامی کے سر پر بوسہ دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کے (والد گرامی) قریب کھڑے تھے اور فقیہ بیٹھے ہوئے تھے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ارد گرد چکر لگا رہے تھے۔ جیسا کہ طواف کرنے والا چکر لگاتا ہے اور آپ فرماتے جاتے تھے: أنا أحب هذا، أنا أحب هذا (میں اس سے محبت کرتا ہوں میں اس سے محبت کرتا ہوں) حتیٰ کہ قریب تھا کہ آپ خود کو میرے والد پر گرا دیتے۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ''قدوری'' کتاب منگوائی۔ آپ کے سامنے میرے والد کی کتابوں میں سے قدوری کا نسخہ پیش کیا گیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اسے پڑھا گیا۔ امام شرجی نے یہ بیان کیا ہے کہ میں نے یہ واقعہ اور کرامت فقیہ سراج کے ہاتھ سے لکھی تحریر سے نقل کی ہے جنہوں نے اسے دیکھا اور ضبط کیا۔ شیخ موصوف نے سات سو بیس 720ھ سے کچھ اوپر سن ہجری میں انتقال فرمایا۔

حضرت ابوالحسن علی بن عبداللہ طواشی رحمۃ اللہ علیہ

''حل'' کے مصنف، بہت بڑے شیخ، عارف اور ولی کامل تھے۔ جلیل القدر اور ذکر خدا کرنے والوں میں سے مشہور شخصیت تھے۔ صاحب کرامات اور صادق روحانیت والے بزرگ تھے۔ امام یافعی رحمۃ اللہ علیہ کے شیخ تھے۔ امام موصوف کہ جن سے لاتعداد لوگوں نے طریقت سیکھی، امام یافعی نے اپنی تصنیف میں ان کا ذکر کرتے ہوئے ان کی بہت تعریف کی اور ان کے حالات میں کافی اوراق لکھے۔ لکھتے ہیں شیخ موصوف کو سلوک کے ساتھ جذبہ حق بھی حاصل تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر اپنے فیض خاص سے فیوض و برکات نازل فرمائیں۔ ان کا دل انوار قدسیہ سے بھر دیا اور انہیں صفات نفس سے پاک کر دیا۔ جمال کے پردے ان کے سامنے سے ہٹا دیے گئے اور معارف و اسرار ان پر منکشف کر دیے۔ یہ چند الفاظ وہ ہیں جو امام یافعی نے ان کے بارے تحریر کیے۔

بکواسی فلسفی آگ میں جل گیا

آپ کی کرامات میں سے ایک کرامت یہ ذکر کی گئی ہے کہ آپ ایک مرتبہ نماز جمعہ کے لیے تشریف لے جا رہے تھے۔ آپ کے ساتھ اور بھی بہت سے حضرات تھے۔ آپ کا گزر ایک انسان کے قریب سے ہوا جسے فلسفہ کی بدہضمی ہوئی تھی اس نے آپ کو گالی دی اور آپ پر دست درازی بھی کی۔ آپ کے ساتھیوں نے اسے سبق سکھانے کا ارادہ کیا لیکن شیخ نے فرمایا اسے چھوڑ دو۔ اس کے لیے وہی کافی ہے جو اس کے پاس ہے۔ اسی وقت اس میں سے آگ کے شعلے نکلنے لگے۔ حاضرین میں سے کسی نے پانی لیا اور اس پر ڈالنا شروع کر دیا لیکن شعلے بجھنے کا نام ہی نہیں لیتے تھے جس قدر خدا کو منظور تھا جب اتنا جل

گیا تو شعلے بجھ گئے۔ یہ کرامت ان کرامتوں میں سے ایک ہے جو ان شہروں میں ہر عام و خاص جانتا ہے کیونکہ اس کا ظہور بہت سے لوگوں کی موجودگی میں ہوا تھا۔

حفاظت کی خبر

فقیہ احمد بن موسیٰ بن عجیل کی اولاد میں سے ایک آدمی ایک قافلہ کے ساتھ مکہ مشرفہ روانہ ہوا۔ چلتے چلتے جب حلی شہر میں پہنچے تو انہیں اطلاع ملی کہ عرب (ڈاکو) راستہ میں ڈاکے ڈال رہے ہیں۔ اس شخص نے ایک آدمی جناب شیخ علی موصوف کے پاس بھیجا تاکہ ان سے مشورہ لے کہ ہم سفر خشکی کی جانب کریں یا کشتی کے ذریعہ جائیں؟ جب ایلچی شیخ موصوف کے ہاں پہنچا تو اس نے شیخ کو معمولی انسان سمجھا اور دل میں کہا اگر فقیہ مذکور شیخ سے اس بارے میں مشورہ کرتے تو بہت بہتر ہوتا۔ کیونکہ یہ بہت مشہور ہے۔ جب پیغام پہنچا تو شیخ نے پیغام لانے والے سے کہا جاؤ اور فقیہ سے کہہ دو، چاہے تو خشکی کی طرف سے جائے اور چاہے تو کشتی پر سفر طے کرے، ان کے لیے ہر دو طرف سلامتی ہی ہے اور معلوم ہونا چاہیے کہ مشہور لوگ برکت میں چھپے ہوئے ہوتے ہیں۔

دو ولیوں کے درمیان فرق جاننے کا ایک طریقہ

امام یافعی نے شیخ علی موصوف کی بہت سی کرامات ذکر فرمائیں۔ ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ ایک مرتبہ خلوت میں شیخ موصوف کے پاس میں بھی حاضر تھا۔ میرے دل میں آیا کہ میرے شیخ اور فلاں شیخ، ان دونوں میں سے افضل کون ہے؟ جب میرے دل میں یہ خیال آیا تو شیخ موصوف نے مجھے فرمایا رسول اور نبی کے درمیان کیا فرق ہے؟ میں نے چاہا کہ جو فرق ان دونوں میں ہے، اسے عرض کروں لیکن میرے بولنے سے پہلے ہی آپ بول اٹھے آپ نے اس فرق کو بہترین عبارت کے ذریعہ بیان فرمایا جو مختصر اور جامع تھی جس کا خلاصہ یہ تھا کہ رسول وہ ہوتا ہے جس کی طرف وحی آئے اسے لوگوں کی طرف بھیجا جائے اور معجزات سے اس کی تائید کی جائے جو اس کے حق پر ہونے پر دلالت کریں۔ لیکن نبی ان سے متصف نہیں ہوتا۔ یونہی اولیاء کرام میں سے کچھ وہ ہوتے ہیں جن کی مریدوں کی رہنمائی، کرامات اور براہین سے تائید کی جاتی ہے اور کچھ وہ ہوتے ہیں جو اپنی ذات کے اعتبار سے صاحب فضل ہوتے ہیں لیکن مذکورہ اشیاء میں سے کچھ ان کے لیے نہیں ہوتا۔ میں اس سے سمجھ گیا کہ آپ کے اور فلاں بزرگ کے درمیان فرق ایسا ہی ہے جیسا کہ رسول اور نبی کے درمیان ہوتا ہے۔ شیخ علی مذکور ولایت کے اس درجہ پر متمکن تھے جو بہت عظیم اور بلند و بالا تھا۔

امام یافعی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کے بارے میں ان کے حالات زندگی لکھتے ہوئے کہا "پھر میں نے آپ کی زیارت کے لیے آخری سفر کیا۔ جب آپ کے پاس پہنچا تو میں نے ایسی ایسی باتیں دیکھیں جن سے میری عقل مدہوش ہوگئی اور ایسے ایسے حالات، معارف، اسرار، مکاشفات، کرامات اور انوار دیکھے جن سے میری فکر محو حیرت رہ گئی۔ آپ سے میں نے بہت سی باتوں کا مشاہدہ کیا۔ ان تمام کے ذکر کرنے کے لیے یہ کتاب تنگ ہے"۔ پھر لکھا مجھے بہت سے بزرگوں نے خرقے پہنائے۔

میں نے ان میں سے کسی ایک میں بھی وہ حسن سلوک طریقت، جمع بین الشریعت والطریقت، بلند ہمتی، معارف ومکاشفات و کرامات کی کثرت نہ پائی جو شیخ علی موصوف کے اندر تھی۔

شیخ موصوف رحمۃ اللہ علیہ کے تین صاحبزادے تھے عبداللہ، محمد سنی، ابوبکر، جناب عبداللہ ولی اللہ تھے ان کی ظاہر کرامات بھی تھیں۔ ان کے اوران کے علاقہ کے زیدی فرقہ کے ماننے والوں کے درمیان مناظرہ اور بحث وتمحیص جاری رہتی۔ آپ نے ایک دن انہیں کہا تم مجھے اور اپنے قاضی کو ایک ہی گھر میں بند کر کے اس گھر کو آگ لگا دو جو حق پر ہوا وہ بچ جائے گا اور جو جھوٹا ہو گا جل جائے گا۔ انہوں نے ایسا نہ کیا کیونکہ انہیں بھی معلوم تھا کہ حق پر آپ ہی ہیں اور ولایت کاملہ کے مالک ہیں۔ ان کے دوسرے بھائی ابوبکر بھی صالح مرد تھے۔ ان کا نسب قبیلہ مشہورہ الاسد سے چلتا ہے۔ ان کے تیسرے بھائی شیخ محمد کا تذکرہ ان کے والد گرامی کے سوانح میں مذکور ہے۔ وہاں ان کی کرامت بھی ذکر کی گئی ہے۔ میں نے اس کتاب میں انہیں علیحدہ اور مستقل نام کے تحت ذکر کیا ہے اور ان کی مذکورہ کرامت بھی ذکر کی ہے۔ شیخ موصوف کی وفات 748ھ میں ہوئی۔ اور حلی شہر میں دفن کیے گئے۔ آپ کی یہاں قبر مشہور زیارت گاہ ہے اور دور دراز سے لوگ برکت حاصل کرنے حاضر ہوتے ہیں۔ ان کی قبر پر بہت بڑا مزار بھی ہے اور خوبصورت چوکھٹ بھی ہے۔ امام شرجی زبیدی نے کہا کہ میں نے آٹھ صد پینتیس میں ان کی قبر کی زیارت کی جب میں حج پر گیا۔ میں نے ان کی قبر پر محبت، نور اور برکت کے ایسے آثار دیکھے جو تعریف وتوصیف سے باہر ہیں۔

علامہ مناوی نے بیان کیا کہ ایک امیر کا ظلم کرنے میں بڑا چرچا تھا۔ آپ نے اسے کہا تم باز آجاؤ ورنہ آگ آرہی ہے۔ اس نے پوچھا کب آرہی ہے؟ آپ نے فرمایا جمعہ کی رات کو۔ جب جمعہ کی رات کو سحری کا وقت ختم ہوا موذن چھت پر چڑھا تا کہ اذان دے تو اس نے دیکھا کہ دور سے منارہ کی طرح آگ بلند ہو رہی ہے یہ دیکھ کر اس کی چیخ نکل گئی۔ اور کہنے لگا لوگو! یہ وہی چیز ہے جس سے شیخ نے تمہیں ڈرایا تھا۔ پھر وہ لوگ آئے اور انہوں نے اپنے اپنے منہ شیخ کے سامنے مٹی پر رگڑے چنانچہ وہ آگ واپس چلی گئی۔

شیطان بھاگ گیا

ایک کرامت یہ ہے کہ ایک شخص نے تنہائی میں بیٹھنے کا پروگرام بنایا جب وہ بیٹھ گیا تو شیطان نے اسے مختلف صورتوں میں نظر آکر پریشان کر دیا۔ شیخ نے اسے فرمایا اب جب تو اسے دیکھے تو میرا نام لے کر مجھے آواز دینا۔ اس نے ایسے ہی کیا۔ ابھی اس کی ندا مکمل بھی نہ ہوئی تھی کہ شیخ فوراً اس کے خلوت کدہ میں تشریف لے آئے اور شیطان دم دبا کر بھاگ اٹھا۔

حضرت ابوالحسن علی بن ابی بکر بن محمد بن شداد یمنی رحمۃ اللہ علیہ

آپ امام، فقیہ، محدث اور مقری تھے۔ آپ عابد، زاہد اور متقی تھے۔ علم کامل کے ساتھ آپ صاحب کرامات بھی تھے۔

علم قرأت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سیکھا

آپ کی ایک کرامت یہ ہے جسے فقیہ علی خزرجی نے اپنی تاریخ میں لکھا۔ لکھتے ہیں مجھے میرے شیخ مقری محمد ابن شنینہ نے

بتایا جو عابد اور صالح مرد تھے فرمایا میں خواب میں سرکار ابد قرار صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوا۔ میں نے آپ سے درخواست کی کہ حضور! میں قرآن کریم میں سے کچھ آیات آپ کو سنانا چاہتا ہوں۔ آپ نے مجھے فرمایا جاؤ علی بن شداد کو جا کر سناؤ بے شک اس نے ہمیں سنایا ہے یا فرمایا کہ اس نے صرف ہمیں ہی سنایا ہے۔

پیٹ میں حمل کا علم اور آئندہ کے حالات

بادشاہ آپ کے گھر کے دروازے کے قریب سے گزرا کرتا تھا اور یہاں سے گزر کر جامع مسجد جایا کرتا تھا۔ آپ کے گھر کی ایک عورت ایک جگہ سے منہ باہر نکال کر سلطان کو دیکھتی تھی۔ آپ نے اسے ایسا کرنے سے روکا اور کئی مرتبہ روکا۔ ایک دفعہ پھر بادشاہ گزرا اور اس عورت نے حسب سابق پھر اسے دیکھا۔ اس دن وہ امید سے تھی آپ نے اسے پھر سمجھایا اور راتے اچھا نہ جانا اور فرمایا تیرے پیٹ میں یہ جو لڑکا ہے وہ پیدا ہونے کے بعد بادشاہ کا خادم ہی بنے گا۔ پھر وہی ہوا جو شیخ نے فرمایا تھا۔ اس کے ہاں لڑکا پیدا ہوا وہ حکومت کی خدمت ہی کیا کرتا تھا۔ شیخ موصوف نے 771ھ میں انتقال فرمایا اور آپ کی قبر مقبرہ سہام میں مشہور زیارت گاہ اور متبرک ہے۔ (قالہ الشرجی)

حضرت علی سدار رحمۃ اللہ علیہ

موت کی اطلاع

آپ بحرانی عارف کبیر تھے۔ آپ کی ایک کرامت یہ بیان کی گئی ہے کہ آپ بیری کے پتے بیچا کرتے تھے۔ ایک شخص آیا اور آپ سے مہندی خریدنے لگا۔ آپ نے مہندی کی بجائے بیری کے پتے دے دیئے۔ اس نے واپس کر دیے اور کہنے لگا مجھے دلہن کے لیے مہندی چاہیے۔ آپ نے فرمایا رات کے گزرنے پر تمہیں بیری کے پتوں کی ضرورت پڑے گی۔ لے جاؤ چنانچہ وہ دلہن رات کے آخری حصے میں فوت ہو گئی۔ شیخ موصوف نے 778ھ میں انتقال فرمایا۔ مصر میں اپنی عبادت گاہ و دیم کے پڑوس میں دفن ہوئے۔ (ذکرہ المناوی)

حضرت ابوالحسن علی بن موسیٰ جبرتی فشلی رحمۃ اللہ علیہ

آپ فقیہ، عالم اور صالح شخص تھے۔ آپ کو جذبات حق میں سے جذبہ حاصل تھا (یعنی مجذوب تھے) آپ کو بعض دفعہ ذہول ہو جاتا تھا (یعنی دفاعی صلاحیتیں چھپ جاتیں) آپ سے ایسی بہت سی باتوں کا ظہور ہوا جو مکاشفات کے ضمن میں آتی ہیں اور آپ کی ولایت اور تمکن پر دلالت کرتی ہیں۔ آپ کی غالب عادت کریمہ یہ تھی کہ جب بھی کوئی شخص آپ سے بات چیت کرتا تو اس کا جواب قرآن کی آیت سے دیتے جس سے مخاطب اپنی حاجت سمجھ جاتا۔ آپ شیخ کبیر جناب اسماعیل بن ابراہیم جبرتی کے شیوخ میں سے تھے۔ ان کے بہت عقیدت مند اور عظمت کے قائل تھے۔ جب انہیں کوئی کام پڑتا تو ان کے مشورہ کے بغیر اور ان سے اجازت لیے بغیر وہ نہ کرتے۔

چور نکلتے ہی کوتوال کے ہاتھ آ گیا

آپ جب رات کے وقت مسجد میں ہوتے تو چور آ کر ان کے گھر کا صفایا کر دیتا۔ ایسا کئی دفعہ ہوا۔ ایک مرتبہ ایسا اتفاق ہوا کہ چور آیا آپ اس وقت بیٹھے ہوئے تھے۔ اس نے آپ کے وہ کپڑے بھی اتار لیے جو آپ نے اوڑھ رکھے تھے (یعنی چادر وغیرہ) اس نے آپ کے بقیہ کپڑے زبردستی اتارنے کی کوشش کی۔ تو آپ نے فرمایا کیا تو مجھے ننگا کر کے چھوڑے گا؟ اس نے آپ کی ایک نہ سنی اور کپڑے لے کر مسجد کی دیوار سے کود گیا۔ جیسا اس کی عادت تھی۔ جب چھلانگ لگا کر زمین پر اترا ہی تھا تو کوتوال کے ہاتھ چڑھ گیا۔ اسے پکڑ کر شہر کے والی کے پاس لے گئے اور وہ اس دن نامراد اور خالی ہاتھ گیا۔ رات اس نے نگرانی میں گزاری صبح ہوئی تو والی نے اس کی گردن اڑانے کا حکم دیا اور فقیہ موصوف کے کپڑے واپس کرنے کا حکم دیا۔

ولی کی وجہ سے چھت گرنے سے رکی رہی

جب زبید شہر میں بہت بڑی آگ لگی تھی اور وہ مسجد بھی جل گئی تھی جس میں فقیہ موصوف تھے۔ اس کے نیچے دکانیں تھیں جو ایندھن سے بھری پڑی تھیں۔ آپ مسجد میں تھے جو مدرسہ سابقہ کے بالکل سامنے تھی، مسجد کو چاروں طرف سے آگ نے آن لیا۔ لیکن فقیہ کو آگ نے چھوا تک نہیں۔ یہاں تک کہ شیخ اسماعیل فقراء کی جماعت کے ہمراہ آئے اور آپ کو ایک فقیر کی پشت پر بٹھایا۔ جونہی فقیر آپ کو اٹھائے مسجد سے باہر آیا۔ فوراً مسجد کی چھت گر پڑی۔ یہ دیکھ کر حاضرین کو علم ہو گیا کہ چھت کا ابھی تک نہ گرنا صرف فقیہ موصوف کی برکت کی وجہ سے تھا۔ آپ کی کرامات اور اس قسم کے واقعات اور بھی بہت ہیں۔ 791ھ میں آپ نے انتقال فرمایا۔ آپ کی قبر باب سہام کے مقبرہ میں مشہور زیارت گاہ اور متبرک ہے۔ شیخ اسماعیل کہا کرتے تھے جس نے فقیہ موصوف کی قبر پر چار مرتبہ سورۂ یٰسین پڑھی اس کی حاجت پوری ہو جائے گی۔ (قالہ الشرجی)

حضرت علی بن محمد وفا سکندری رحمۃ اللہ علیہ

آپ اصل میں مصری ہیں۔ شاذلی، مالکی اور مشہور صوفی ہوئے۔ بہت مشہور ولی بھی تھے۔ اپنے دور کے یکتا اور معرفت کے سمندر تھے۔ امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا میں نے اولیاء کرام کے کلام کو تھوڑا بھی اور زیادہ بھی مطالعہ کیا لیکن شیخ کے کلام ایسا کلام علم سے بھرا اور پرتاثیر کسی دوسرے کا کلام نہیں پایا۔ جناب شیخ سراج الدین بلقینی ان کا سخت انکار کرتے تھے۔ حتیٰ کہ ایک مرتبہ وہ افریقی لوگوں کے ساتھ اس محفل میں داخل ہوئے جو سیدی علی کے مولد کے سلسلہ میں منعقد تھی تو شیخ سراج الدین نے ان کے پاؤں میں رسی بندھی دیکھی اور سیدی علی اسے کھولتے ہیں اور شیخ سراج الدین اس کو پھر باندھ دیتے ہیں جب کہ وہ سوتے جاگتے کے درمیان حال میں تھے۔ پھر سیدی علی نے اپنا قصیدہ شروع کیا۔ جس کا اول شعر یہ تھا:

یاأیها المربوط إنا نرید حلك　　وأنت ترید تربط رجلی إلى رجلك

(اے رسی میں بندھے ہوئے! ہم تجھے کھولنا چاہتے ہیں اور تو میرا پاؤں اپنے پاؤں کے ساتھ باندھنے کا ارادہ کیے بیٹھا ہے)۔

علامہ مناوی بیان کرتے ہیں ایک عجم سے آیا ہوا ولی اللہ آپ کے دستر خوان پر بیٹھا۔ اس نے لیموں ڈھونڈا لیکن دستر خوان پر نظر نہ آئے۔ جب شیخ موصوف کے ہاں سے بلایا گیا تو آپ نے ہاتھ بڑھا کر اس عجمی ولی کے بیٹے کا ہار اس کے شہر سے پکڑ کر سامنے رکھا اور کہا اسے پہچانو۔ اس نے پہچانا پھر معذرت کی اور توبہ کی۔

دروازہ خود بخود کھل جاتا

آپ رات کے وقت اپنے گھر واقع "بحارہ عبدالواسط" سے نکل کر باغ کی طرف تشریف لے جاتے تو دروازے خود بخود کھل جاتے پھر بند ہو جاتے۔ ایک رات والی باہر سے آیا اس نے دیکھا کہ باب زویلہ کھلا ہوا ہے۔ اس نے دربان کو مارنے کا ارادہ کیا تو اس نے کہا ہر رات سیدی علی آتے ہیں دروازوں کو اشارہ ہی کرتے ہیں تو وہ کھل جاتے ہیں۔ جب میں جاگتا ہوں تو بند کر دیتا ہوں اور کسی وقت میں سو جاتا ہوں۔ یہ سن کر والی نے کہا میں ان پر انکار کرنے سے رجوع کرتا ہوں۔ یعنی پہلے میں انہیں مرد خدا جانتا تھا، اب میں انہیں ولی اللہ سمجھتا ہوں۔

آپ کا ظاہر اس قدر خوبصورت ہوتا کہ ایسے لگتا جیسے کوئی بادشاہ جا رہا ہے۔ بہترین کپڑے زیب تن فرماتے۔ یہ دیکھ کر ایک وزیر ابن الزیتون ان کی ولایت کا منکر ہوا۔ اور اس نے دل میں کہا اس نے دنیاداروں کے لیے کچھ چھوڑا ہی نہیں کہاں ہے اس میں فقر جو اولیاء کرام کی علامت ہے؟ آپ نے اس کی طرف دیکھا اور فرمایا ہاں ہم نے تمہارے لیے اور تم جیسے دنیاداروں کے لیے دنیا میں ذلت اور آخرت میں عذاب چھوڑ رکھا ہے۔

ایک وزیر نے مقیاس کے پڑوس میں شاندار گھر بنوایا پھر اس نے آپ کو بلوایا تاکہ گھر میں برکت ہو جائے۔ بعد میں اہل و عیال کو اس میں منتقل کرنے کا پروگرام تھا۔ آپ نے اس وزیر سے کہا اللہ تعالیٰ تمہیں جزائے خیر عطا فرمائے۔ تو نے ہمارے لیے ایسا عمدہ گھر بنوایا ہے وزیر نے سمجھا کہ آپ اس سے مذاق کر رہے ہیں۔ پھر وزیر چلا گیا اور آپ بھی آ گئے بعد میں وزیر کو مکان کا کوئی دروازہ نظر نہ آتا۔ اس نے شیخ موصوف کو مکان کی چابی بھیج دی اور اس مکان کو آپ کی اولاد پر وقف کر دیا۔

آپ جب حج پر تشریف لے گئے تو دیگر حجاج کرام کو بہت پیاس لگی تھی کہ انہیں پیاس سے مر جانے کا خطرہ ہونے لگا۔ آپ کے پاس آئے۔ آپ نے چند اشعار پڑھے جن میں پہلا شعر یہ تھا:

أسق العطاش تکرما والعقل طاش من الظما

(پیاسوں کو باعزت طریقہ سے پانی عطا کر۔ پیاس سے تو عقل بھی اڑ گئی)۔

اسی وقت ایسی بارش ہوئی کہ مشکیزوں کے منہ کھول دیئے گئے 807ھ میں انتقال فرمایا۔

حضرت ابوالحسن علی بن احمد بن عمر بن خشیر رحمۃ اللہ علیہ

آپ کا عبادت، قیام، صیام، تلاوت اور اذکار نبویہ پر مداومت میں بڑا مقام تھا اور شریعت مطہرہ اور اس کے تقاضوں پر عمل نہایت محترم تھا۔

لوگوں کو بروقت بچالیا

آپ کی کرامات میں سے ایک یہ ہے کہ آپ ایک مرتبہ اپنے شہر سے صبح کے وقت جمعہ ادا کرنے کے لیے وادی مور میں واقع شہر واسط کی طرف جانے کے لیے باہر تشریف لائے۔ آپ وہاں نماز جمعہ سے قبل ہی پہنچ گئے۔ حالانکہ دونوں مقامات کے درمیان تیز رفتار سوار کا ایک دن کا سفر ہے۔ آپ نے دیکھا کہ لوگ جمعہ ادا کرنے کے لیے جمع ہو چکے ہیں۔ آپ نے انہیں حکم دیا کہ جامع مسجد کے اگلے حصہ سے سب لوگ پچھلے حصہ میں آ جائیں۔ جونہی حاضرین نے اگلا حصہ خالی کیا تو مسجد کی اوپر والی چھت نیچے پر آ گری اور سب نمازی حضرات محفوظ رہے۔ یہ آپ کی برکت تھی۔ ایک واقعہ میں آپ کی بہت سی کرامات ہیں۔ ایک یہ کہ مسجد کے بوسیدہ ہونے کی اطلاع، دوسرا دور کا سفر بہت جلد طے کر لینا، تیسرا لوگوں کو ہلاک ہونے سے بچانا وغیرہ۔ 822ھ میں آپ نے انتقال فرمایا۔ جناب شرجی نے کہا کہ یہ بنو حشیبر صاحبان ولایت وصلاح ہیں اور ان کی ان علاقوں میں بہت زیادہ شہرت ہے۔

حضرت علاؤالدین ابوالحسن علی بن تاج الدین ابوالوفا بدری قدسی رحمۃ اللہ علیہ

آپ بہت بڑے زاہد، صالح اور حافظ قرآن تھے۔ بہت زیادہ تلاوت کرنے والے بزرگ تھے۔ صلاح اور تصرف بالحال میں شہرت تامہ رکھتے تھے۔ بہت سیاحت کرنے والے تھے۔ ایک مرتبہ دوران سیاحت آپ کو ڈاکوؤں نے آلیا۔ آپ نے ان پر چیخ ماری وہ بے ہوش ہو گئے۔ اس وقت تک انہیں آرام نہ آیا جب تک اس طرف کے لوگوں نے آپ سے اس کے افاقہ کا سوال نہ کیا اور آپ سے نرمی کرنے کی درخواست نہ کی۔ آپ نے پانی پر پھونک ماری جس سے لعاب دہن کے معمولی چھینٹے پانی پر پڑے۔ یہ پانی ان کے چہرے پر چھڑکا گیا انہیں افاقہ ہو گیا اور وہ توجہ کرنے لگے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں پر سے غفلت کے پردے اٹھا لیے۔ چنانچہ انہوں نے شیخ موصوف کی خدمت کو اپنے اوپر لازم کر لیا۔ پھر ان سے احوال کا ظہور ہوا اور اسی کیفیت پر فوت ہوئے۔ ان کی قبریں زیارت گاہ ہیں۔ آپ کے اس کے علاوہ بھی بہت سے تصرفات ہیں۔ ایک یہ کہ کچھ لوگوں نے آپ کے لیے آگ جلائی اور آپ سے درخواست کی کہ اپنے حال میں سے کچھ ظاہر کیا جائے۔ آپ نے اپنے ایک غلام کی طرف اشارہ کیا۔ وہ ذکر کرتے ہوئے آگ میں کود گیا۔ اس پر وجد کی کیفیت طاری تھی۔ وہ دائیں بائیں آگ پر گھومتا رہا حتیٰ کہ لکڑیاں جل کر راکھ ہو گئیں۔

حضرت علی بن محمد باعلوی صاحب حوطہ رحمۃ اللہ علیہ

آپ ایک مشہور ولی اور یکتا عالم دین تھے۔ آپ کا مقام تریم شہر کے قریب حوطہ تھا۔ آپ اس میں عبادت کیا کرتے تھے۔ آپ نے کھجوروں کے پودے لگائے۔ وہ آباد باغ بن گیا اور اس باغ کے پھلوں اور درختوں کا بھی مرتبہ تھا۔ لوگ ان کی عزت کیا کرتے تھے۔ جو شخص کھجوروں کے اس باغ میں بے ادبی کرتا وہ سخت سزا پا کر واپس آتا اور تباہی و بربادی میں پڑ جاتا۔ جو چارپایہ آپ کی کھیتی کو نقصان پہنچاتا اسی وقت مر جاتا۔ بیان کیا گیا کہ ایک دیہاتی نے ان میں بیری کے پتے

توڑے تو اسے کہا گیا تمہیں نقصان پہنچے گا۔ کہنے لگا میں نے اس لئے توڑے ہیں تا کہ اپنے سر کے بالوں میں لگاؤں تا کہ وہ لمبے اور گھنے ہو جائیں (میری نیت بے ادبی کی نہیں ہے) جب اس نے ان پتوں کو استعمال کیا تو سر کے تمام بال جھڑ گئے۔
بیان کیا گیا کہ محمد بن احمد بن جبارہ نے آپ کی زمین سے ایک نرکل (کانا) ظلما اکھیڑا۔ جب اسے اس کے خادم نے اٹھانے کی کوشش کی تو زمین سے نہ اٹھا سکا۔ اس نے اپنے ساتھیوں کو آواز دی کہ وہ اس کے اٹھانے میں اس کی مدد کریں۔ سب نے مل کر اٹھانا چاہا لیکن کامیاب نہ ہوئے۔ اتنے میں شیخ موصوف آ گئے اور وہ لوگ اسی حال میں تھے۔ آپ کو دیکھ کر معذرت کرنے لگے۔ استغفار کی اور نادم ہوئے۔ آپ نے انہیں کہا اب اٹھا سکتے ہو، تمہارے لیے حلال ہے۔
ایک مرتبہ آپ کا شاگرد آیا۔ جس کا نام محمد بن حسن تھا وہ ابھی کنوارا تھا۔ آپ نے اسے فرمایا شادی کر لو۔ کیونکہ میں تمہاری پشت میں ایک لڑکا دیکھ رہا ہوں جس کی والدہ آل باعلوی کی نہیں ہے۔ اس نے مانیہ بنت شیخ عبداللہ بن محمد بن حکم باقشیر سے شادی کر لی پھر اس کے ہاں اس کا ایک بیٹا عبداللہ پیدا ہوا۔ آپ نے 838ھ میں انتقال فرمایا اور زنبل نامی مقبرہ میں دفن کئے گئے۔ (قالہ فی المشرع الروی)

حضرت علی برلسی مصری رحمۃ اللہ علیہ

امام الاولیاء، قدوۃ الاصفیاء شیخ علی برلسی کی ایک کرامت یہ بیان کی گئی ہے کہ آپ نے اپنے شاگرد ایوب سے کہا جو آپ کے عبادت خانہ کی صفائی کیا کرتا تھا قاضی کو معزول کر دو۔ یہ شاگرد بادشاہ کے پاس بیت الخلاء کی دیوار پھاڑ کر گیا۔ بادشاہ اس وقت بیت الخلاء میں تھا۔ اسے حکم دیا کہ قاضی کو معزول کر دو ورنہ تمہیں بیت الخلاء میں ہی دھنسا دیا جائے گا۔ وہ کانپ گیا اور قاضی کو معزول کر دیا۔ (قالہ المناوی)

حضرت سید علی بن قوام ہندی رحمۃ اللہ علیہ

آپ سلسلہ نقشبندیہ کے عظیم ولی تھے۔ آپ کی پیدائش، قیام گاہ اور مدفن دہلی کی جانب شرقی جانپور میں تھا۔ بہت بڑے ولی اللہ تھے۔ تصرفات عجیبہ اور جذب قوی کے مالک تھے۔ ایک بزرگ کا کہنا ہے کہ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں قطب ربانی شیخ سید عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کے بعد ان جیسا خوارق و کرامات والا بزرگ ظاہر نہیں ہوا۔ آپ کا طریقہ یہ تھا کہ چاشت کے وقت کے علاوہ کسی کو بھی ان سے ملاقات کی اجازت نہ تھی۔ بقیہ وقت ان پر جذب کی کیفیت طاری ہوتی تھی۔ اس بات کا تمام لوگوں کو علم تھا۔ اس لیے کوئی بھی ایسے وقت میں ان سے ملاقات نہ کرتا تھا۔
ایک دفعہ ایک دیہاتی آیا جو سید موصوف کی اولاد میں سے تھا وہ چاہتا تھا کہ ان سے ملے۔ اس نے اندر جا کر ملنے کی کوشش کی لیکن خادم نے منع کیا۔ وہ روکنے سے نہ رکا اور اندر چلا گیا۔ جب آپ کے قریب گیا۔ سید موصوف نے اس کی آواز سنی۔ پوچھا تو کون ہے؟ کہنے لگا میں فلاں بن فلاں ہوں۔ آپ نے فرمایا درخت کی اوٹ میں بھاگ جا۔ وہاں ایک بہت بڑا درخت تھا۔ ورنہ جل جائے گا۔ وہ بھاگ کر درخت کے پیچھے چھپ گیا۔ ادھر سید موصوف کے باطن سے آگ نکلی جس نے تمام

درخت جلا دیا۔صرف اس کا اصل جلنے سے بچا رہا۔یوں وہ شخص جلنے سے بچ گیا۔اسے محبی نے ذکر کیا ہے۔

حضرت علی بن شہاب شعراوی رحمۃ اللہ علیہ

آپ شیخ عبدالوہاب کے دادا ہیں۔آپ کا سلسلہ نسب سلطان تلمسان ابوعبداللہ پر ختم ہوتا ہے جو چوتھے درجے کے دادا ہیں۔پھر اس کے بعد سلسلہ نسب سید محمد بن حنفیہ تک جاتا ہے۔آپ بہت بڑے پرہیزگار، زاہد، مجاہد اور عبادت گزار تھے۔

ولی پر اعتراض اچھا نہیں ہوتا

آپ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ اے اللہ! اس شہر میں برج حمام صحیح نہ رہے تو ایسے ہی ہوا۔شیخ عارف متبولی رحمۃ اللہ علیہ جب ریف تشریف لایا کرتے تو فرماتے ہمارا ٹھکانہ علی شعراوی کے ہاں ہے۔ایک مرتبہ آئے تو صالحیہ اور برشوم کے باشندوں نے راستہ روک کر کہا ہم فقراء کو انجیر کھلائیں۔آپ نے فرمایا ہم تو یہاں نہیں بلکہ شیخ موصوف کے ہاں جا کر کھائیں گے۔فقراء نے کہا اپنے شہر کے انجیر کھانے سے انکار کرتے ہیں۔اور دوسرے مقام میں جا کر اور چیزیں کھاتے ہیں۔جب شیخ موصوف کے پاس پہنچے تو آپ نے ان کے لیے ایک بڑا ٹوکرا نکالا۔جس میں بہترین قسم کے انجیر تھے۔یہ دیکھ کر فقراء نے استغفار کی اور اعتراض کرنے سے توبہ کی۔ستاون 57 برس کی عمر میں 891ھ میں انتقال فرمایا۔

حضرت علی بن ابی بکر سقاف رحمۃ اللہ علیہ

آپ امام الاولیاء والصوفیہ ہوئے اور شیخ الفقہاء والعلما بھی تھے۔

دل کے خواطر سے آگاہی

آپ کی کرامت یہ تھی کہ آپ کی صحبت میں بیٹھنے والے حضرات جو باتیں دل میں چھپائے ہوتے، آپ پر وہ منکشف ہو جاتیں۔آپ کے ایک شاگرد المعلم الصالح باحرل بیان کرتے ہیں میں جناب شیخ موصوف کے ہاں ذکر میں مشغول تھا۔مجھے دل میں کچھ خیالات وخواطر آئے۔آپ میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا اللہ کا ذکر ان خواطر سے کہیں بہتر ہے۔

ایک پارسا عورت نہیہ بنت مبارک بارشید نے جو حافظ محمد بن علی معلم کی والدہ ہیں، اپنے دل میں یہ بات پوشیدہ رکھی کہ جب اس کا فلاں مقصود ومطلوب پورا ہوگیا تو وہ شیخ موصوف کے لئے اپنے ہاتھ سے کاتے ہوئے سوت کا چوغہ بنا کردے گی۔اس کا مقصود پورا ہوگیا اور جو دل میں عہد پوشیدہ رکھا تھا وہ یاد نہ رہا۔شیخ موصوف نے کسی کو اس کی طرف بھیجا اور اسے یاد دلایا کہ اس نے کیا عہد کیا تھا چنانچہ یاد آجانے پر اس نے اپنا مخفی عہد پورا کردیا۔

گمشدہ رقم بتادی

آپ کے ایک صحبت یافتہ بتاتے ہیں میں اپنے چند دوستوں کو رخصت کرنے کی غرض سے تریم سے باہر آیا۔میرے پاس سواوقیہ ان کا بطور امانت تھا وہ راستہ میں کہیں گر گیا میں اپنے شیخ جناب علی موصوف کے پاس حاضر ہوا اور واقعہ کی خبر

دی۔ آپ نے فرمایا جس راستہ سے آئے ہو اسی سے واپس ہو جاؤ۔ میں واپس لوٹا تو کیا دیکھتا ہوں کہ مذکور درہم ایک دیوار کے ساتھ پڑے ہوئے ہیں وہ دیوار عام راستہ پر واقع تھی۔

ایک ثقہ آدمی بیان کرتا ہے کہ میری بیٹی کی آنکھ میں پھوڑا نکل آیا۔ میں اسے ساتھ لے کر شیخ موصوف کے پاس آیا۔ آپ نے اپنا ہاتھ اسکی آنکھ پر پھیرا تو پھوڑا غائب ہو گیا۔ یوں تندرست ہوگئی کہ کچھ تھا ہی نہیں۔ یہی راوی بیان کرتے ہیں میری بھتیجی کی آنکھ نکل گئی میں اس کے لئے شیخ کی بارگاہ میں حاضر ہوا۔ آپ نے اسے اپنے دست اقدس میں لے کر آنکھ کی جگہ پر رکھا تو وہ بالکل پہلے کی طرح اپنے مقام میں کام کرنے لگ پڑی۔ میں نے عرض کیا اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ اس کی شادی کا بندوبست ہو جائے آپ نے اس کے لئے دعا کی اس کی شادی ہوگئی حالانکہ بن بیاہی کافی عمر کی ہوگئی تھی۔

یہی ثقہ بزرگ بیان کرتے ہیں کہ میرا ایک سونے کا زیور کہیں کھو گیا۔ میں جناب شیخ کے پاس آیا اور دعا کرائی تا کہ گم شدہ زیور واپس مل جائے۔ آپ نے دعا فرمائی جب صبح کو میں اٹھا تو وہی زیور کھجور کے درخت کے نیچے پڑا مل گیا۔ 895ھ میں آپ نے انتقال فرمایا اور زنبل مقبرہ میں دفن کئے گئے۔ (قالہ المشرع الروی)

حضرت علی جرتی رحمۃ اللہ علیہ

آپ وہ بزرگ ہیں کہ جن کا معتقد ملک اشرف قایتبائی بھی تھا۔ آپ کی ایک کرامت یہ مذکور ہے کہ ایک سخت اندھیری رات آپ کی قبر پر قندیل کی طرح نور دیکھا گیا جسے وہاں کے باشندوں نے دیکھا۔ یہ کرامت بہت مشہور ہے۔ آپ مصر میں اس مسجد میں مدفون ہیں جو سلطان قامیبائی کی عمارت کے مشرق میں واقع تھی۔ مسجد غیر آباد ہوگئی۔ اس کے نشانات بھی ختم ہو گئے۔ صرف شیخ کا مدفن بچا ہوا ہے اس کے اردگرد بڑی دیوار ہے جس کا کوئی دروازہ نظر نہیں آتا اور نہ ہی چھت ہے۔ آپ کی قبر بالکل ظاہر ہے اور زیارت گاہ ہے لوگوں کے دلوں میں آپ کی بہت عقیدت ہے۔ ایک کرامت یہ بھی لکھی گئی ہے کہ مسافر اور دیہاتیوں کے قافلے وہاں آکر ٹھہرتے ہیں۔ آپ کی قبر کے اردگرد احاطہ میں اپنا ساز و سامان رکھ دیتے ہیں۔ کوئی چوکیدار یا پہرہ دینے والا بھی نہیں ہوتا۔ اس کے باوجود کئی کئی دن اور راتیں سامان بھی اور وہ خود بھی بالکل امن کے ساتھ رہتے ہیں۔ کسی چور نے کبھی بھی ان پر دست درازی نہیں کی۔ لوگوں کا یہ عقیدہ ہے کہ جس نے بھی وہاں کسی قسم کی زیادتی اور جنایت کا ارتکاب کیا اسے جسمانی یا مالی نقصان اٹھانا پڑے گا۔ اور یہ بات اس وقت سے آج تک برابر مشہور چلی آرہی ہے۔ یہ کرامت علامہ جبرتی نے اپنی تاریخ میں ذکر کی ہے۔

حضرت علی محلی رحمۃ اللہ علیہ

شیشے کو سونا بنا دینا

آپ اللہ تعالیٰ کے گنے چنے بندوں میں سے ایک تھے۔ آپ کی کرامات میں سے ایک یہ تھی کہ جب بھی کوئی فقیر کسی دنیوی معاملہ میں مالی امداد کی درخواست کرتا تو آپ اس سے فرماتے جاؤ اور جس قدر شیشہ لا سکو لے آؤ۔ جب وہ لے کر آتا تو

آپ فرماتے اسے آگ میں پگھلاؤ۔ جب پگھل جاتا تو شیخ موصوف مٹی کی تھوڑی سی مقدار ہاتھ میں لیتے پھر اس پر یہ الفاظ پڑھتے: ''بسم اللہ'' اسے ہلاتے تو وہ اسی وقت سونا بن گیا ہوتا۔

ایک مرتبہ دمیاط میں قاضی صاحب نے آپ کی مخالفت کی اور بزرگ ماننے سے انکار کر دیا۔ قاضی نے پوچھا آپ کا کیا مذہب ہے؟ فرمانے لگے حنشی یعنی ہیپیرا ہوں۔ پھر قاضی پر پھونک ماری۔ وہ اسی وقت مر گیا۔

ایک دفعہ سیدی حسین ابو علی نے آپ کو سلام بھیجا۔ آپ نے سلام لانے والے سے کہا کہ ہم تمہیں سلام کی مثال میں ایک ہدیہ دیتے ہیں۔ پھر آپ نے سمندر کے پانی سے چلو بھرا۔ اس میں پانی نہ تھا بلکہ قیمتی جواہر تھے۔ فقیر (سلام لانے والے) نے کہا مجھے اور میرے شیخ کو ان جواہرات کی کوئی ضرورت نہیں۔ آپ نے وہ واپس سمندر میں ڈال دیے۔

پل بھر میں گھر پہنچا دیا

علامہ مناوی بیان کرتے ہیں آپ سے ایک شخص نے درخواست کی کہ آپ دمیاط تشریف لے چلیں۔ کیونکہ وہاں کے باشندے آپ کو بہت چاہتے ہیں۔ آپ نے فرمایا تم تو ابھی ان کے پاس جاؤ۔ (میری بات چھوڑو) وہ شخص آپ کے ساتھ کشتی میں سوار ہو گیا۔ آپ نے فرمایا اپنی آنکھیں بند کر لو۔ اس نے بند کر لیں پھر فرمایا اب کھول لو۔ جب آنکھیں کھولیں تو کیا دیکھتا ہے کہ دمیاط کے ساحل پر موجود ہے۔

آپ مختلف اشیاء مثلاً کھجوریں، ککڑی، گلاب اور چنبیلی کے پھول وغیرہ کو خلط ملط کر دیتے تھے۔ جیسے ایک ہی مخلوط چیز بن گئی ہو۔ آپ اس سے بیچتے لیکن ان اشیاء کا ذائقہ اور خوشبو جدا جدا ہی رہتی۔ 901ھ میں آپ نے انتقال فرمایا۔

حضرت علی بن جمال نبتیتی رحمۃ اللہ علیہ

آپ سیدی ابوالعباس غمری کے صحبت یافتہ حضرات میں سے تھے اور تکالیف برداشت کرنے میں چند گنے چنے بزرگوں میں سے ایک تھے۔ ایک مرتبہ شیخ موصوف، سیدی ابوالعباس غمری، سیدی محمد بن عنان، سیدی محمد منیر، سیدی ابوبکر حدیدی اور سیدی محمد عدل نے ایک ہی سال حج کیا۔ یہ تمام شیوخ حرم نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں بیٹھے کھجوریں کھانے لگے۔ رات ایسی تھی کہ چاند کی روشنی بھی نہ تھی۔ سیدی ابوبکر حدیدی نے کہا کہ ہم میں سے کوئی بھی اپنے ساتھی سے تعداد میں زیادہ کھجوریں نہیں کھائے گا۔ جب کھجوریں کھا کر فارغ ہوئے۔ گٹھلیاں گنی گئیں تو ہر ایک تعداد میں برابر ہی نکلیں۔

امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ بیان فرماتے ہیں میں بارہا اپنے شیخ جناب شیخ الاسلام زکریا کے ہاں شیخ موصوف سے ملا اور مدرسہ کاملیہ میں بھی کئی مرتبہ ملاقات حاصل ہوئی مجھے آپ کے ساتھ مل کر کچھ روحانیت حاصل ہوئی۔ میں آپ کی برکت اپنے دل میں اس وقت بھی پاتا ہوں۔ آپ نے مجھے ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی وہ حدیث پاک بھی سنائی جو ان لوگوں کے بارے میں تھی جو لوگوں کو ناراض کر کے اللہ تعالیٰ کو راضی کرنا چاہتے ہیں۔ اور شیخ موصوف نے مجھے فرمایا اس حدیث کو یاد کر لو۔ بہت جلد تمہیں لوگوں سے ایسی باتیں سننا پڑیں گی جو تمہاری آزمائش قرار پائیں گی۔

آپ حضرت خضر علیہ السلام سے ملنے والے بزرگ تھے۔ جناب خضر سے ملاقات ان کی ولایت کی سب سے پہلی دلیل ہے کیونکہ حضرت خضر علیہ السلام صرف اسی سے ملتے ہیں جس کا ولایت محمدیہ میں قدم پکا اور مضبوط ہوتا ہو۔ امام شعرانی بیان کرتے ہیں آپ کو میں نے مدرسہ کاملیہ میں یہ ارشاد فرماتے سنا کہ حضرت خضر علیہ السلام کسی آدمی کے ساتھ اس وقت تک ملاقات نہیں فرماتے جب تک اس میں تین باتیں نہ پائی جاتی ہوں۔ اگر یہ تین خصلتیں نہ ہوں تو کبھی بھی اس سے نہیں ملتے۔ اگرچہ وہ عبادت کرنے میں فرشتوں کی طرح ہر وقت عبادت میں مصروف رہتا ہو۔ پہلی خصلت یہ کہ بندہ اپنے تمام احوال میں ان کے طریقوں پر چلتا ہو۔ دوسری یہ کہ اسے دنیا کی حرص نہ ہو۔ تیسری یہ کہ اہل اسلام کے لیے اس کا سینہ نرم اور سلامتی سے بھرا ہوا ہو۔ نہ اس میں حسد، نہ دھوکہ دہی اور نہ کھوٹ ہو۔ آپ نو سو سے اوپر ہجری میں فوت ہوئے اور ہتیت میں واقع اپنے زاویہ میں دفن ہوئے۔

حضرت سید شریف علی بن میمون رحمۃ اللہ علیہ

آپ ہاشمی، قرشی، مغربی، غماری اور فاسی کی نسبت بھی رکھتے ہیں۔ سیدی علوان حموی اور سیدی محمد بن عراق کے شیخ ہیں۔ بہت بڑے عارف ولی اور مشہور مرشد کامل ہوئے۔ حضرت ابو العباس احمد توزی دباسی سے طریقت حاصل کی اور انہیں تباسی مغربی بھی کہا ہے۔ پھر ان کے ہاں سے مشرق کی طرف متوجہ ہوئے اور بیروت میں تشریف لے آئے یہاں ان کی ملاقات سیدی محمد بن عراق سے ہوئی۔ یہ دسویں صدی کے ابتدا کا واقعہ ہے۔ ان کی پہلی ملاقات ابن الحمراء کی عبادت گاہ میں ہوئی جو حضرت یحییٰ علیہ السلام کی جامع مسجد کے نزدیک ہے۔ ان کے ساتھ ملاقات میں امام اوزاعی بھی تھے جو گھوڑے پر سوار تھے۔ شیخ گھڑسواری میں بہت ماہر تھے۔ اس بارے میں بھی ان کے کمالات مشہور تھے۔

شیر کا روپ دھار لیا

آپ کی ایک کرامت یہ ہے کہ دو فقیروں کے درمیان کچھ ان بن ہوگئی جو آپ کے ہاں تجرد کی زندگی بسر کر رہے تھے۔ ان میں سے ایک اٹھ کر جدھر منہ آیا چل دیا۔ شیخ نے جب یہ سنا تو آپ نے اس فقیر سے کہا جو اس کا سبب بنا تھا یا تو اسے میرے پاس لے آؤ یا تم بھی چلے جاؤ۔ ابھی کچھ دیر ہی گزری تھی کہ جو منہ اٹھائے چلا گیا تھا واپس شیخ کے پاس آ گیا اور رو رہا تھا۔ اس نے بتایا کہ شیخ نے شیر کی شکل و صورت بنائی تھی اور میں جب دوسری جگہ جانا چاہتا وہ شیر میرا راستہ روک لیتا۔

بارش ہوگئی

دمشق میں 913ھ کے سال بارش نہ ہوئی۔ سید علی نے ایک کاغذ لیا اور اپنے ہاتھ سے دمشق کے نائب سیبائی کی طرف پیغام لکھا۔ نائب وہ کاغذ لیے جمعہ کے دن چار رمضان المبارک کو جامع اموی میں آیا۔ یہ رقعہ اس نے مفتی دار العدل سید کمال الدین بن حمزہ اور تینوں مذاہب کے قاضی صاحبان کو پڑھ کر سنایا شافعی المسلک قاضی جناب ابن فرفور، مالکی جناب خیر الدین اور حنبلی جناب نجم الدین بن مفلح تھے انہوں نے قرآن کریم اور احادیث مبارکہ میں سے ایسی آیات و احادیث پڑھیں جن

میں ظلم کرنے سے بچنے اور اس کے خطرناک نتائج مذکور ہوئے تھے پھر وہ نائب وہاں سے اٹھ کر فقہاء اور قاضی صاحبان کے پاس گیا۔ انہیں اوقاف کا مال کھانے سے ڈرایا۔ پھر باران رحمت کی طلب کے لیے تیار ہوا اور اس کے متعلق کچھ باتیں کیں اور سلف صالحین سے نقل شدہ کلام بیان کیا۔ اس انداز میں یہ سب کچھ شیخ نے بیان فرمایا کہ سپاہی کی آنکھیں ڈبڈبا گئیں وہ ابھی کاغذ پر لکھی تحریر پڑھ ہی رہے تھے کہ بارش شروع ہوگئی اور اللہ تعالیٰ مہربان ہو گیا۔ ابن طولون نے یہ واقعہ اسی طرح ذکر کیا ہے۔ غزی نے کہا مجھے اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ ایک ظاہر کرامت ہے۔

انجام کار بتادیا

آپ کی ایک کرامت یہ ہے جسے آپ کے خلیفہ شیخ علوان حموی نے ابن حبیب کے شعری مجموعہ تائیہ کی شرح میں لکھا ہے کہ ایک شخص جو دمشق کی جانی پہچانی شخصیت اور علم و تدریس میں بہت بڑا فاضل تھا اس نے کہا کہ مجھے یہ خبر پہنچی کہ آپ نے میرے بارے میں غور و خوض کیا اور فرمایا اس کا کوئی نتیجہ نہیں نکلے گا پھر یونہی ہوا وہ شخص تجرد میں رہ کر ہر قسم کی ریاضت اور مجاہدے کر بیٹھا لیکن بے کار۔

خشک بیل انگوروں سے بھر گئی

سیدی محمد بن سید علوان نے اپنے ''تحفہ'' میں لکھا ہے کہ مجدل معوش کے رہنے والوں میں سے بہت سے لوگوں نے مجھے بتایا مجدل معوش شیخ موصوف کے گاؤں کا نام ہے اور یہیں ان کی قبر بھی ہے۔ بتایا گیا کہ ان کی بستی میں بھی اور اس کے قرب و جوار میں بھی انگوروں کی بہت بیلیں تھیں۔ جن کی ٹہنیاں سوکھ چکی تھیں اور ان کی جڑیں خراب ہوگئی تھیں اور بالکل بے کار ہوگئی تھیں۔ جب سے شیخ موصوف نے اس بستی میں قدم رکھا تو بنجر زمینیں قابل کاشت ہوگئیں اور خشک جگہیں لہلہانے لگیں اور انگوروں کی بیلیں اپنی بہترین حالت پر آگئیں۔ ان میں انگور لگنے شروع ہو گئے۔ بیان کرتے ہیں کہ اس وقت سے اب تک وہ لگاتار پھل دے رہی ہیں۔ یہ صرف شیخ موصوف کی برکت کا نتیجہ ہے۔

ولی کی قبر پر پناہ لینے والے جانور کو ستانے والا گرفت میں آ گیا

یہ بھی کرامت مذکور ہے کہ ایک اہل علم نے مجھے بتایا جو سیدی علی بن میمون کی قبر کی زیارت کے لیے جا رہا تھا۔ یہ 937ھ کا واقعہ ہے۔ بیان کرتا ہے جس بزرگ کی زیارت کے لیے تم جا رہے ہو میں نے اپنی آنکھوں سے ان کی عجیب کرامت دیکھی۔ وہ یہ کہ ایک سرکاری فوجی نے کتا یا باز ایک ہرن پر چھوڑا۔ ہرن چھلانگیں لگاتے ہوئے اس جگہ پر آ گیا جہاں شیخ موصوف دفن ہیں وہ اندر آ گیا اور شیخ کی قبر کے سایہ میں کھڑا ہو گیا۔ اس نے اپنے بچاؤ کے لیے ہی یہ طریقہ اپنایا تھا۔ اس کے پیچھے فوجی بھی آ گیا۔ اسے کہا گیا اسے چھوڑ دو کیونکہ اس نے شیخ کی قبر کے قریب آ کر پناہ لے لی ہے۔ اس فوجی نے ان باتوں کی طرف کان نہ لگائے، آگے بڑھ کر ہرن کو پکڑ لیا۔ ہرن نے اب ادھر ادھر بھاگنے کی کوئی کوشش نہ کی فوجی نے اسے ذبح کرایا اور اس کا گوشت کھا لیا۔ جونہی گوشت کھانے سے فارغ ہوا اس کے پیٹ میں شدید درد اٹھا اور وہ اس کے

مرنے تک رہا۔ وہ اسی رات مر گیا۔ جب اسے غسل دیا گیا تو تختہ غسل پر اس کے جسم کی بوٹیاں بوٹیاں ہو گئیں۔ جیسا کہ اس نے کوئی زہریلی چیز کھالی ہو۔ راوی بیان کرتا ہے کہ یہ دیکھ کر میں اور میرے سوا دوسرے لوگوں نے یہی سمجھا کہ یہ سب کچھ شیخ کی وجہ سے ہوا ہے۔

سیدی محمد بن سید علوان نے کہا سیدی علی بن میمون رحمۃ اللہ علیہ کے دمشق چھوڑنے اور مجدل معوش آنے کی وجہ یہ تھی کہ مجدل معوش لبنان کے پہاڑ کے قریب بیروت کے زیر انتظام ایک بستی ہے۔ بیروت اور اس کے درمیان تقریباً بیس میل کا فاصلہ ہے۔ میں آپ کے پاس حاضر ہوا۔ آپ اس وقت صالحیہ دمشق میں پابند زندگی بسر کر رہے تھے۔ میں آپ کی خدمت میں لگا تار رہا۔ حتیٰ کہ ایک وقت آیا کہ آپ نے وعظ ونصیحت اور تادیب کی مجلس چھوڑ دی اور مختلف وادیوں میں موجود بستیوں اور پہاڑوں کے اوپر واقع آبادیوں کے بارے میں پوچھنے لگے۔ آپ کو من جملہ تمام آبادیوں میں سے ایک بستی کا نام بتایا گیا۔ سیدی محمد بن عراق نے مجدل معوش کا ذکر کیا تو آپ نے اس بستی کی طرف ہجرت فرمائی۔

جناب غزی کہتے ہیں مجھے ہمارے شیخ شہاب حنوی نے بتایا کہ مجھے میرے والد گرامی شیخ یونس نے بتایا کہ شیخ علوان حموی نے مجھے 924ھ میں بتایا کہ وہ حماۃ میں وعظ کیا کرتے تھے۔ جیسا کہ عام واعظین کا طریقہ ہوتا ہے۔ وہ یہ کہ کاپی وغیرہ پر لکھی ہوئی ایسی احادیث جو نرم دلی پیدا کرتی ہوں۔ کمیاب اور نادر حکمتیں اور خوبصورت واقعات وخبریں بیان کی جاتی تھیں۔ میرے قریب سے سید حسیب نسیب سیدی علی بن میمون کا گزر ہوا۔ میں اس وقت حماۃ میں وعظ کر رہا تھا۔ آپ کھڑے ہو گئے پھر فرمانے لگے اے علوان! سر سے وعظ کرو، کاغذوں سے وعظ کرنا چھوڑ دو۔ یہ سن کر میں نے اسے کوئی اہمیت نہ دی۔ آپ نے یہی بات دوسری اور پھر تیسری مرتبہ دہرائی میں سمجھ گیا کہ آپ ولی اللہ ہیں۔ میں نے عرض کیا یا سیدی! میں سر سے وعظ کرنا یعنی زبانی اور بن دیکھے غائبانہ وعظ کرنا اچھی طرح نہیں جانتا۔ آپ نے فرمایا بلکہ تم سر سے ہی وعظ کرو۔ میں نے پھر عرض کیا یا سیدی! پھر آپ میری مدد فرمائیں۔ فرمانے لگے شروع کر دو اور اللہ تعالیٰ پر توکل کرو۔ فرماتے ہیں جب میں صبح اٹھا اور مجلس میں آیا تو میں نے اپنے ساتھ احتیاطاً لکھے ہوئے اوراق لے لیے اور انہیں آستین میں چھپایا ہوا تھا۔ بیان کرتے ہیں جب میں آیا تو اچانک سامنے سے مجھے موصوف مل گئے۔ میں نے بن دیکھے غائبانہ وعظ کرنا شروع کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر اس مشکل کو آسان کر دیا جواب تک جاری ہے یعنی اس کے بعد اب تک میں زبانی ہی وعظ کرتا ہوں۔ شیخ موصوف نے 917ھ میں انتقال فرمایا اور مجدل معوش میں پہاڑ کے قریب غیر آباد زمین میں بموجب وصیت دفن کیے گئے۔ اور ابن طولون کہتے ہیں یہ صحیح ہے کہ آپ مذکورہ سال 917ھ میں فوت ہوئے۔ لیکن آپ کو مجدل معوش کے قریب ایک ٹیلہ پر دفن کیا گیا۔

(اس کتاب کے مصنف یوسف نبہانی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں): آپ کے دور میں اس مذکورہ بستی کے رہنے والے مسلمان تھے۔ اب اس میں مسلمانوں کی جگہ دروز اور عیسائی آباد ہیں۔ مجھے ایک ایسے شخص نے بتایا جس نے اس آبادی میں مسلمانوں کے صرف دو گھر دیکھے۔ اللہ تعالیٰ نے کچھ عیسائیوں کو مسخر کر دیا اور چار و ناچار انہوں نے شیخ موصوف کی قبر کے تعویذ وان کو نئے سرے سے تعمیر کیا ہے۔

حضرت علی وحیش رحمۃ اللہ علیہ

مکان گرنے کی پیشگی اطلاع

آپ کی ایک کرامت یہ بیان ہوئی کہ آپ نے بنات الخطا سے کہا یہاں سے نکل جاؤ۔ کیونکہ سرائے عنقریب گرنے والی ہے کہیں تم نیچے نہ آ جاؤ۔ ان میں سے صرف ایک نے آپ کی بات مانی اور اٹھ کر باہر ہو گئی۔ باقی تمام کی تمام بیٹھی رہیں اور چھت ان پر آن گری اور سب مر گئیں۔

آپ جب کسی شہر کے بوڑھے وغیرہ کو دیکھتے تو اسے گدھی سے نیچے اتار لیتے اور اسے کہتے اس گدھی کا سر میرے سامنے پکڑ کر رکھو تا کہ میں اس میں کچھ کروں۔ اگر شہر کا بوڑھا انکار کرتا تو گدھی زمین میں گڑ جاتی۔ ایک قدم بھی چلنے کی ہمت نہ پاتی اور اگر وہ سنتا تو اسے بہت زیادہ شرمندگی حاصل ہوتی۔ لوگ اس سے مذاق کرتے ہوئے گزر جاتے۔ امام شعرانی نے یہ بیان کیا ہے کہ مجھے سیدی محمد بن عثمان نے اس بارے میں بتایا کہ یہ لوگ عام لوگوں کے خیالات میں ایسے کام کرتے نظر آتے ہیں۔ ان کاموں کی کوئی حقیقت نہیں ہوتی۔ 917ھ میں آپ نے انتقال فرمایا۔

حضرت علی بلبلی رحمۃ اللہ علیہ

مغرب کے رہنے والے تھے۔ شیخ، زاہد، صالح تھے۔ قاہرہ میں تشریف لے آئے تھے۔ عبادت میں بہت آگے بڑھے ہوئے تھے۔ سلطان غوری کے دور حکومت میں مصر میں داخل ہوئے۔ اس وقت آپ نے پیٹ پر سات دینار حج کے اخراجات کے لیے باندھے ہوئے تھے۔ لوگوں سے مانگ کر کھایا کرتے تھے۔ ایک دن جلون بازار میں گئے پہلی دکان پر کھڑے ہوئے۔ اس کے مالک نے آپ سے کہا معاف کرو۔ پھر دوسری دکان پر کھڑے ہوئے۔ اس نے بھی یہی کہا تیسری پر جب کھڑے ہوئے تو دکاندار نے کہا کہ تم نے اپنے پیٹ پر جو سات دینار باندھ رکھے ہیں ان میں سے ایک خرچ کر لو۔ رہا حج کا خرچہ تو وہ اللہ تعالیٰ پر چھوڑ دو۔ آپ نے یہ سن کر ساتوں دینار کھولے اور سر عام سڑک پر انہیں پھینک دیا۔ پھر ایک دینار بھی اس کے بعد آپ نے نہ باندھا۔ نو سو بیس ہجری کے بعد آپ نے وصال فرمایا۔ (قالہ النجم الغزی)

حضرت علی دمیری رحمۃ اللہ علیہ

مصر کے رہنے والے شیخ، صالح اور مجذوب شخصیت تھے۔ بیت الخلا میں قضائے حاجت کے لیے تین ماہ بعد ایک مرتبہ داخل ہوا کرتے تھے۔ قاہرہ میں 924ھ میں انتقال فرمایا اور دونوں قصروں کے درمیان دفن کیے گئے آپ کی قبر مشہور زیارت گاہ ہے۔ (قالہ الغزی)

حضرت علی کردی رحمۃ اللہ علیہ

آپ شافعی المسلک دمشق کے رہنے والے عارف باللہ تھے اور یہاں کے مشہور اولیاء کرام میں سے ہوئے ہیں۔ مجدل

معوش کا سفر کیا اور سیدی محمد بن عراق سے طریقت حاصل کی جب آپ وہاں تھے۔ یہ واقعہ سیدی علی بن میمون کے انتقال کے بعد کا ہے۔ آپ اپنی اصلیت (ولایت) کو لوگوں کے درمیان مجذوبانہ طریقے سے چھپایا کرتے تھے۔

زنجیریں اور ہتھکڑیاں ٹوٹ گئیں

آپ کے مشہور واقعات میں سے ایک یہ ہے کہ آپ جان بردی غزالی کے پاس گئے جب وہ دمشق میں نائب مقرر تھا۔ اس وقت شیخ موصوف نے جنگی لباس پہنا ہوا تھا اور ہاتھ میں تیزہ تھا۔ غزالی یہ دیکھ کر تنگ دل ہوا اور حکم دیا کہ انہیں پکڑ لیں جائے۔ چنانچہ آپ کو پکڑ کر لوہے کی زنجیروں میں جکڑ دیا گیا اور بیمارستان میں ڈال دیا گیا۔ وہاں آپ کو چھوڑ کر سب چل دیئے۔ ابھی ایک ہی لمحہ گزرا ہوگا کہ آپ زنجیروں اور ہتھکڑیوں سے آزاد باہر پھر رہے تھے۔ حالانکہ کسی نے بھی آپ کو باہر نکالنے کے لیے قدم نہیں اٹھایا تھا۔

آئندہ کے حالات بتادیے

جناب غزی بیان کرتے ہیں مجھے ایک باوثوق شخص نے بتایا اسے شیخ علی بن عبدالرحیم صالحی نے اور انہیں شیخ صالح برہان ابراہیم نشیلی نے یہ واقعہ سنایا کہ ایک دن شیخ علی کردی جامع اموی میں ایک کمرے میں تشریف فرما تھے کہ ایک انسان کا وہاں سے گزر ہوا اور اس نے آپ کو سلام کیا۔ شیخ علی کردی نے اس کے سلام کا جواب دیتے ہوئے کہا ''وعلیک السلام سلیمان سلیمان''۔ پھر شیخ نے اپنے قریب بیٹھے شخص کی طرف دیکھا اور کہا یہ بادشاہ سلیمان ہے۔ لوگوں نے اٹھ کر ادھر ادھر دیکھا تو اس کا کوئی نام ونشان نہ پایا۔ اور نہ ہی اس کے بارے میں کسی کو کچھ معلوم تھا۔ پھر شیخ موصوف کا جب انتقال ہو گیا تو یہی سلیمان آپ کے انتقال کے تھوڑے عرصہ بعد سلطنت کا والی بن گیا۔ شیخ موصوف نے 925ھ میں بمقام کلاسہ انتقال فرمایا اور بموجب وصیت آپ کو قاسیونی کی ہموار جگہ میں واقع روضہ میں دفن کیا گیا۔

حضرت علی مرصفی رحمۃ اللہ علیہ

ایک لمحہ میں مکمل قرآن پڑھنا

امام شعرانی نے ''الطبقات'' میں لکھا ہے مجھے سیدی ابوالعباس حریثی نے بتایا کہ انہوں نے مغرب اور عشا کے درمیان وقت میں پانچ مرتبہ پورا قرآن ختم کیا ہے۔ میں نے یہ بات شیخ علی مرصفی سے بیان کی تو شیخ فقیر نے فرمایا کہ ان کے ساتھ یہ واقع ہو چکا ہے کہ چوبیس گھنٹوں (ایک دن رات) میں 36 لاکھ مرتبہ قرآن کریم پڑھا ہے۔ ہر درجہ میں ایک ہزار ختم۔ امام شعرانی نے خود اپنے بارے میں اس قسم کی کرامت کا تذکرہ بھی کیا ہے میں نے اسے ابوالعباس حریثی کے واقعات میں درج کیا ہے جن کا نام یوسف ہے۔ عارف نابلسی نے ''الطریقۃ المحمدیہ'' کی شرح میں مذکورہ کرامت لکھنے کے بعد کہا ہے ''یہ بات اولیاء اللہ کے لیے کوئی مشکل نہیں ہے جن کی روحانیت ان کی جسمانیت پہ غالب ہوتی ہے اور روح تو من امر اللہ ہے اور امر اللہ مانند آنکھ جھپکنے کے ہوتا ہے۔ کلمح البصر أو هو أقرب جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔ اس لیے کلمات قرآنیہ کا ان کے

ترجمہ سمیت ولی کی زبان پر ایک لمحہ میں جاری ہو جانا کوئی بعید نہیں۔ واللہ علی کل شیء قدیر

حضرت شیخ شرنوبی رحمۃ اللہ علیہ

آپ اکابر اولیاء کرام میں سے تھے۔ آپ پر استغراق کی کیفیت کا غلبہ رہتا تھا اور خود اس حالت میں اپنی کرامات کا ذکر کر دیا کرتے تھے۔ اس سے وہ لوگ جنہیں اس معاملہ کا علم نہ تھا وہ سمجھتے تھے کہ یہ شخص کرامات کا محض دعویدار ہے۔ صاحب کرامت ہی نہیں لیکن آپ اپنی کرامات تحدیث نعمت کے طور پر بیان فرمایا کرتے تھے۔

امام شعرانی فرماتے ہیں مجھے آپ نے بتایا کہ ایک مرتبہ ایک شخص ہوا کے دوش پر سوار ہو کر اڑتا ہوا ان کے مکانات میں سے کسی مکان میں داخل ہوا۔ اس نے توبہ کی۔ آپ نے فرمایا واپس چلے جاؤ اور کل دروازے سے داخل ہو کر اندر آنا۔ میں نے آپ سے پوچھا وہ کون تھا؟ فرمانے لگے وہ عبدالقادر دشطوطی تھے۔ آپ نے 933ھ میں انتقال فرمایا اور قرافہ میں شیخ محمد مغربی کے قریب دفن کیے گئے۔

حضرت علی بن عطیہ بن حسن حداد رحمۃ اللہ علیہ

آپ علوان حموی کے نام سے مشہور تھے۔ شامی علاقوں میں علم وعمل اور ارشاد میں اپنے دور کے مشہور ترین بزرگ تھے۔ آپ کی کرامات کا تذکرہ آپ کے صاحبزادے سیدی محمد شمس الدین نے اپنی کتاب ''تحفۃ الحبیب'' میں کیا ہے اس کتاب میں انہوں نے ان کی بہت سی کرامات درج فرمائیں۔

اولاد نرینہ مل گئی

آپ کی ایک کرامت یہ لکھی ہے کہ آپ کے اصحاب میں سے ایک نے آپ سے شکایت کی کہ لڑکا کوئی نہیں۔ یہ شخص جب بھی ملتا تو یہی عرض کرتا کہ حضور! اولاد نرینہ نہیں ہے۔ پھر خدا کا کرنا ہوا کہ ایک مرتبہ وہ اور اس کا باپ حرم شریف میں تھے کہ اچانک شیخ موصوف پر حال طاری ہو گیا۔ شیخ نے اسے آواز دی اور فرمایا میرے قریب آؤ۔ قریب آنے پر آپ نے اس کی پشت پر اپنا مبارک ہاتھ مارا۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اسے کئی لڑکے عطا فرمائے۔

چراغ بغیر تیل کے جلتا رہا

ایک رات آپ بعض فقراء کے ساتھ نماز عشاء کے بعد سلوک کے بارے میں گفتگو فرما رہے تھے۔ گھر میں چراغ جل رہا تھا۔ دوران گفتگو اس کا تیل جل کر ختم ہو گیا۔ یہ دیکھ ایک فقیر اٹھا اور اس نے اس میں تیل ڈالا وہ بجھ گیا۔ اس نے ارادہ کیا کہ اسے روشن کرے تو شیخ نے فرمایا بیٹھ جاؤ اللہ تعالیٰ کے کچھ بندے ایسے بھی ہوتے ہیں کہ وہ اگر چراغ کو حکم دیں کہ تیل کے بغیر جلتا رہے تو وہ جلتا رہتا ہے۔ شیخ موصوف نے یہ الفاظ مکمل بھی نہ کیے تھے کہ چراغ بغیر جلائے اور بغیر تیل ڈالے خود بخود جل اٹھا اور رات کے آخر تک جلتا رہا۔ بلکہ سورج طلوع ہونے تک وہ جلتا رہا۔ آپ کے صاحبزادہ کہتے ہیں جس شخص نے یہ واقعہ مجھے سنایا میرا خیال ہے اس نے یہ کہا کہ چراغ اس وقت تک جلتا رہا یا نہ بجھا جب تک شیخ نے خود نہ بجھایا۔

ولی کا مدد کرنا

شیخ محمد ابن شیخ علوان نے کہا کہ مجھے ایک اہل علم نے خبر دی جو مصر میں مسافر تھے۔ جب وہ واپس آرہے تھے تو راستہ میں اس کا گھوڑا تھک کر چلنے سے عاجز آگیا۔ بڑی پریشانی ہوئی ادھر بارش بھی شروع تھی۔ میں گمان کرتا ہوں کہ اس اہل علم نے یہ بھی کہا تھا کہ ہم پانی کے بالکل قریب تھے کہ میرے گھوڑے پر لدا سامان نیچے گر گیا اور دوسرے ساتھی چھوڑ کر آگے جا چکے تھے۔ وہ اکیلا ہی رہ گیا تو اس نے شیخ موصوف کا نام لے کر پکارا۔ ابھی کچھ ہی لمحات گزرے تھے کہ شیخ موصوف کو اس نے وہاں کھڑے دیکھا۔ آپ نے اسے بڑی محبت اور نرمی سے کہا اے فلاں! کس نے قافلہ سے تجھے پیچھے رکھا ہے؟ تو اس نے اپنے گھوڑے کی حالت بیان کی۔ اس کے ساتھ یہ شیخ موصوف نے گھوڑے کو ایک طرف سے پکڑ کر کھڑا کر دیا۔ اس پر اس کا سامان لادا پھر وہ اس پر سوار ہوا اور آپ نے اس طرح اسے مختصر مدت میں قافلہ کے ساتھ ملا دیا۔ اس شخص نے آپ کو بہت ڈھونڈا لیکن کہیں نہ پایا اور نہ ہی یہ معلوم ہو سکا کہ مجھے یہاں پہنچا کر خود شیخ کدھر تشریف لے گئے۔

آپ کے صاحبزادے بیان کرتے ہیں مجھے آپ کے اصحاب میں سے ایک باوثوق جماعت نے بتایا کہ ہم لوگ ایک مرتبہ ہندوستان کے علاقہ میں بغرض تجارت گئے ہوئے تھے، ہم ایک سفر میں کشتیوں میں سوار تھے جو تاجروں کا سامان ادھر ادھر لے جاتی تھی اچانک زوردار مخالف ہوا چل پڑی۔ جس سے ہمیں اپنی موت نظر آنے لگی۔ ہم نے شیخ موصوف سے مدد طلب کی۔ ان کا نام پکارا۔ پکارنے کے ساتھ ہی ہم کیا دیکھتے ہیں کہ آپ اپنی شکل وصورت میں ہی سمندر کے پانی سے باہر تشریف لائے۔ اور آپ نے وہی کپڑے پہن رکھے تھے جو عادتاً آپ زیب تن فرمایا کرتے تھے۔ آپ نے کشتی کو کندھوں پر اٹھایا اور اسے اٹھائے ہوئے تمام سواریوں اور ساز وسامان سمیت ساحل پر بسلامت لے آئے۔ لوگ آپ کی طرف دیکھ رہے تھے حتیٰ کہ آپ کی نظروں سے اوجھل ہو گئے۔

آپ کو کتنی مرتبہ مختلف محفلوں اور مجلسوں میں جاگتے اور سوتے میں لوگوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ آپ کے صاحبزادہ ہی بیان کرتے ہیں جب سلطان سلیمان نے رودس فتح کیا تو میرے والد گرامی نے شیخ موصوف کو دیکھا گیا کہ آپ سفید یا ملے جلے رنگ والے گھوڑے پر سوار ہیں۔ فتح سے تقریباً ایک گھنٹہ پہلے شیخ موصوف کی قوم نے آپ کو دیکھا کہ آپ تشریف لائے ہیں اور آپ نے شہر کا دروازہ کھولا ہے پھر وہ شخص کہ جس نے آپ کو دیکھا تھا اور دیکھنے کے بعد وزیروں اور بادشاہ کے خاص ساتھیوں کو شیخ کی موجودگی کی خبر بھی دی تھی، وہ اور یہ سب جلدی سے شہر کے دروازے کی طرف چل دیئے۔ دیکھا تو وہ واقعی کھلا ہوا تھا اور شیخ موصوف کو ایک شخص نے دیکھا جو انہیں پہچانتا تھا۔ آپ کے ساتھ بہت سے اور آدمی بھی ہیں جو نماز ادا کر رہے ہیں۔ تہلیل وتکبیر میں مصروف ہیں۔ کلمہ ایمان بلند آواز سے پڑھ رہے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارکہ پر صلوٰۃ وسلام بلند آواز سے بھیج رہے ہیں۔ وہ شخص آیا اور اسے دیکھ کر شیخ نے فوراً پہلے اسے سلام کیا پھر شیخ نے اس کی طرف غصہ سے دیکھا اور اس کی نظروں سے اوجھل ہو گئے۔ اس نے اس بات کی خبر کچھ وزیروں اور اپنے اردگرد کھڑے دوسرے لوگوں کو دی تو حاضرین میں سے بعض نے اس کی تصدیق کی اور کہا میں نے بھی فلاں شخص کو فلاں فلاں شکل وصورت

میں دیکھا تھا۔ وزیر نے جب یہ سنا تو بڑا حیران ہوا اور شیخ موصوف کے بارے میں اس کی عقیدت میں اضافہ ہو گیا۔ پھر جب وہ شخص واپس آیا اور حماۃ میں اس نے شیخ موصوف سے ملاقات کی تو رو پڑا۔ آپ نے اسے فرمایا سنو! تم نے جو کچھ دیکھا ہے اسے لوگوں میں نہ پھیلانا ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے اور جب اس نے اس بارے میں چند لوگوں سے خفیہ طور پر باتیں کیں تو شیخ نے آدمی بھیج کر اسے ڈانٹ پلائی اور فرمایا تجھے کیا ہو گیا ہے۔ اس گفتگو سے تجھے کیا ملے گا۔ اور اس کی تہ میں تو کیا پائے گا؟ کیا تجھے علم نہیں کہ من حسن اسلام المرء ترکه مالا یعنیه (لایعنی گفتگو کو ترک کر دینا انسان کے لیے اسلام کی خوبصورتی ہے)۔

مزید بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں مجھے چند چوروں نے توبہ کر لینے کے بعد آپ بیتی سنائی کہ ہم شیخ موصوف کی قبر پر اس ارادے سے گئے کہ کوئی نقصان کریں جب ہم وہاں پہنچے تو دیکھا کہ شیخ کھڑے نماز ادا کر رہے ہیں اور وہ جگہ نور سے بھری ہوئی ہے حالانکہ رات سخت اندھیری تھی وہاں نہ چراغ تھا نہ ہی دیا۔

آپ کے بارے میں مجھے ایسے آدمی نے آپ کی کرامت سنائی جس کی صداقت میں مجھے کوئی شبہ نہیں۔ وہ یہ کہ حکومتی عہدیداروں میں سے بعض نے زبردستی مجھے میری رہائش گاہ سے اٹھایا اور لے جا کر قید میں ڈال دیا۔ میری گردن اور ہاتھ پاؤں پر لوہے کی زنجیریں ڈال دیں۔ جب رات ہوئی تو میں نے شیخ موصوف سے استغاثہ (مدد طلب کرنا) کیا تو فوراً میری زنجیریں وغیرہ کھل کر گر پڑیں۔ میں اپنے پاؤں پر کھڑا ہو گیا۔ دیکھا تو فوراً قید خانہ کا دروازہ کھلا۔ ادھر قید خانہ کے محافظ قید خانے کے دروازے پر سوئے ہوئے تھے۔ میں بالکل امن و اطمینان سے نکلا نہ ان کا کوئی خطرہ اور نہ کسی اور کا حتیٰ کہ میں واپس صحیح سالم اپنے شہر میں آ گیا۔

آپ کے صاحبزادے ہی بیان کرتے ہیں آپ نے اپنے ساتھیوں میں سے ایک کو رمضان شریف میں فرمایا جب میں کل کلام و وعظ کی مجلس میں وعظ کر رہا ہوں گا تو مسجد کے دروازے سے تین یہودی گزریں گے ان میں سے دو تو واپس چلے جائیں گے اور ایک آگے بڑھے گا اور مسجد کے دروازے پر کھڑا ہو کر وعظ سنے گا۔ پھر وہ مجلس میں اسلام قبول کرے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مجھے دو باتوں میں سے ایک کو اختیار کرنے کا اذن دیا ہے۔ وہ یہ کہ میری مجلس میں کوئی ایک آدمی فوت ہو جائے یا پھر یہودی مسلمان ہو جائے تو میں نے اللہ تعالیٰ سے یہودی کا مسلمان ہونا مانگا اور مسلمان کی زندگی مانگی اور میں نے اپنے دل میں اس کا ثبوت بھی پا لیا پھر جب شیخ صبح اٹھے اور جامع میں اپنی کرسی پر رونق افروز ہوئے اور وعظ فرمانا شروع کیا تو پھر ویسے ہی ہوا جیسا فرمایا تھا۔

صاحبزادہ مزید بیان کرتے ہیں مجھے ایک بزرگ نے جناب ابن میمون کی یہ بات بتائی کہ آپ نے (ابن میمون) سیدی علوان حموی کے بارے میں فرمایا ''اس مرد خدا کے بارے میں ادھر ادھر کی گفتگو اور سوئے ظن سے بچو۔ خدا کی قسم! روئے زمین کے بادشاہ اس کے اعتقاد و انقیاد (فرمانبرداری) کے آگے جھک جائیں گے۔ گویا میں ان کے دروازے پر زیارت، محبت، اعتقاد اور تبرک کو اکٹھا دیکھ رہا ہوں اور لازماً ان کی شہرت مشرق و مغرب میں پھیلے گی اور اللہ تعالیٰ ان کی محبت سے لوگوں کے دلوں کو سکون بخشے گا''۔ پھر ویسے ہی ہوا جیسا انہوں نے فرمایا۔ غزی نے کہا کہ یہاں تک کی باتیں جو میں نے نقل کیں ان

کا ماخذ ان کے صاحبزادے سیدی محمد رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف ''تحفۃ الحبیب'' ہے۔ شیخ موصوف رحمۃ اللہ علیہ حماۃ میں 936ھ میں فوت ہوئے۔ آپ کے صاحبزادہ بیان کرتے ہیں آپ نے اپنی موت کی خبر مجھے اپنے بیمار ہونے سے پہلے ہی دے دی تھی اور کچھ ایسے امور کی نشاندہی فرمائی جوان کی موت کے بعد آپ کے شہر میں ہونے والے تھے ان میں سے کچھ کا تعلق آپ کے اصحاب سے تھا اور بعض دوسروں کے بارے میں تھے۔ یہ سب واقعات یوں پورے ہوئے جس طرح صبح صادق پھوٹتی ہے۔ آپ کے صاحبزادے شیخ شمس الدین محمد نے اپنی تصنیف ''تحفۃ الحبیب'' میں خود اپنا واقعہ بھی بیان فرمایا وہ یہ کہ آپ (صاحبزادہ صاحب) بچپن میں قوت برداشت اور فہم وادراک کے اعتبار سے بہت کمزور تھے۔ اسی کمزوری میں حد بلوغ تک پہنچے بلکہ عمر کے اضافہ کے ساتھ فہم میں مزید کمی ہوتی رہی۔ ایک رات ایسا ہوا کہ ان کے والد گرامی اچانک ان کے پاس تشریف لائے۔ سحری کا وقت تھا۔ آپ پر حال طاری تھا۔ دوران حال آپ نے لوگوں کے چند اشعار پڑھے۔ جب حال کی کیفیت ختم ہوئی تو آپ اپنے گھر سے تشریف لائے اور ایک تانبے کے ایک کھلے برتن سے وضو کرنے لگے جب آپ وضو سے فارغ ہوئے تو شیخ شمس الدین محمد (آپ کے صاحبزادہ) نے آپ کے وضو کا پانی پی لیا۔ اس کی برکت سے فہم و حفظ میں اس دن سے مضبوطی آگئی ایسی قوت کہ اس کے بعد کسی قلبی مطلب کے سمجھنے میں آپ کو ذرا بھر توقف نہ ہوا۔ آپ کے فرزند ارجمند شیخ محمد نے مذکور تصنیف علم حقیقت کے موضوع پر تالیف فرمائی ہے۔ اسے 943ھ میں مکمل کیا اور ''تحفۃ الحبیب'' اس کا نام رکھا۔ یہ تمام واقعات و کرامات اس کتاب سے امام غزی نے نقل کیے اور بعض امام مناوی نے بھی ذکر کیے آپ (شیخ علوان رحمۃ اللہ علیہ) عجیب تواضع وانکساری فرمانے والے بزرگ تھے۔ آپ کی تواضع کے واقعات میں نے ایک کتاب کے آخر میں لکھے دیکھے ہیں جس کا نام ''نسمات الاسحار'' لکھا ہے: ''مجھے بعض لوگوں کے ساتھ اتفاقی باتوں کا سامنا کرنا وہ اس طرح کہ اللہ تعالیٰ نے میرے منہ سے ایسی باتیں اتفاقیہ نکلوادیں جو باتیں اتفاق سے لوگ مجھ سے سننا چاہتے تھے۔ ایسا ہی اتفاقی واقعہ ایک آدمی کے ساتھ دن میں تین مرتبہ ہوا۔ وہ شخص اپنے وہم کے مطابق میرے بارے میں کہا کرتا تھا کہ میں صاحب مکاشفات ہوں اور میں اللہ تعالیٰ سے پناہ چاہتا ہوں کہ میں جاہلوں میں سے ہوں۔ اور یہ کہ اس شخص کی مذکورہ بات سے کبھی میرے دل کو سکون حاصل ہوا ہو۔ ایسا نہیں حالانکہ آپ اکابر اولیاء کرام اور صوفیہ حضرات کے امام تھے۔ پھر ایسی تواضع واقعی عجیب بات ہے''۔

حضرت علی شہاب الدین نشلی رحمۃ اللہ علیہ

آپ مصر کے رہنے والے اور طویل لقب سے مشہور تھے۔ اصحاب نوبہ میں سے مصر میں سات سال مقیم رہے۔

جنبی کو تھپڑ مار دیا

آپ کی ایک کرامت یہ ہے کہ آپ سے ایک مرتبہ جامع غمری میں ایک شخص آتا ہوا ملا جو جنبی تھا۔ آپ نے اس کے منہ پر تھپڑ مارا اور فرمایا جاؤ غسل کرو۔ ایک آدمی آپ کے پاس اپنے ہی غلام سے لواطت (لونڈے بازی) کر کے آیا اور درخواست کرنے لگا کہ میرے لیے دعا فرمائیے۔ آپ نے لکڑی لے کر اسے سو مرتبہ ماری۔ پھر فرمایا اے کتے! تو غلام سے

ساتھ بدفعلی کرتا ہے۔

فیض کس سے ملے گا

امام شعرانی کی آپ سے ملاقات ہوئی وہ انہیں جانتے تھے پوچھا تمہارے باپ کا کیا حال ہے؟ انہوں نے کہا میرے والد کا انتقال ہو گیا ہے۔ فرمایا نہیں تمہارا باپ زندہ ہے پوچھا وہ کون ہے فرمانے لگے شونی۔ وہ انہیں جانتے تک نہ تھے۔ پھر امام شعرانی نے ان کے بارے میں لوگوں سے پوچھا کہ شیخ شونی کون ہیں، کہاں رہتے ہیں؟ جب پتہ چلا تو ان سے ملاقات ہوئی۔ انہی سے امام شعرانی نے روحانی نفع پایا تھا۔ شیخ موصوف نو سو چالس سے کچھ اوپر صدی میں مصر کے اندر ہی فوت ہوئے اور اپنی عبادت گاہ میں ہی دفن کیے گئے۔ (قالہ المناوی)

حضرت علی خواص رحمۃ اللہ علیہ

آپ اکابر عارفین، مشہور ولی اور امام صوفیہ تھے۔ امام شعرانی کے شیخ تھے۔ انہوں نے ان کے بارے میں فرمایا میں نے سیدی محمد بن عنان رحمۃ اللہ علیہ سے فرماتے سنا کہ شیخ علی برلسی کو مصر اور اس کے نواح میں موجود بستیوں کے تین چوتھائی حصہ میں تصرف کا اختیار دیا گیا تھا۔ پھر ایک اور مرتبہ میں نے ان سے ہی سنا کہ ارباب احوال میں سے کسی میں یہ ہمت و طاقت نہیں کہ مصر میں شیخ علی خواص کی اجازت لیے بغیر داخل ہو سکے۔

ذمہ دار اولیاء کرام کی ذمہ داریوں کا علم

آپ روئے زمین کے ان تمام اولیاء کرام کو جانتے تھے جو مختلف امور کے ذمہ دار ہوتے ہیں۔ آپ یہ بھی جانتے تھے کہ ان میں کس کو کس وقت ولایت سپرد کی جائے گی کس کو کس وقت معزول کر دیا جائے گا۔ میں نے یہ مقام کسی اور ولی میں اور مشائخ مصر میں سے آج تک نہیں دیکھا۔ آپ کو فقراء کے دلوں پر عجیب اطلاع و واقفیت تھی، فرمایا کرتے تھے آج فلاں ولی کی فتوحات میں اس قدر اضافہ ہوگا۔ فلاں کی فتوحات آج اتنی کم ہو جائیں گی، فلاں کی فتوحات اس کے مرنے تک لگاتار رہیں گی۔ فلاں کی ایک سال ایک مہینہ، ایک ہفتہ یا جمعہ تک رہیں گی۔ پھر ویسے ہی ہوتا جیسا آپ نے خبر دی ہوتی۔

ایک مرتبہ آپ کے قریب سے ایک فقیر گزرا جس کو عظیم فتوحات حاصل تھیں۔ آپ نے اس کی طرف دیکھ کر فرمایا۔ اس کی فتوحات عنقریب زائل ہو جائیں گی پھر اس فقیر کے قریب سے ایک صاحب حال شخص گزرا تو فقیر نے اس کے بارے میں ایسی باتیں کہیں جو اس کی شان کے لائق نہ تھیں۔ چنانچہ وہ صاحب حال اس فقیر کی طرف آیا اور اس کے گرد اپنی جوتی پھیری۔ فوراً اس کی فتوحات سلب ہو گئیں۔ پھر اس فقیر سے شیخ موصوف نے فرمایا بیٹا! شان کے لائق ادب نہ کرنے سے فتوحات نہیں رہتیں پھر اسی حالت سلب میں وہ فقیر اپنی عمر پوری کر کے فوت ہو گیا۔

جب ابن عنان مصر میں آیا تو اس نے ایک فقیر کو شیخ کے پاس بھیجا تا کہ آ کر دیکھے کہ آپ کے ساتھ کس تعداد میں ڈیوٹی والے ولی ہیں؟ وہ فقیر آپ کے پاس آیا اور دیکھ کر واپس گیا اور ابن عنان کو بتایا کہ ان کے پاس سات ایسے ولی ہیں وہ کہنے لگا

اللہ بخشنے والا ہے اور واپس اپنے شہر میں سلامتی کے ساتھ آ گیا۔

لوگوں کی مجموعی تکلیف اپنے اوپر ڈال لی

جناب شیخ محمد بن عنان رحمۃ اللہ علیہ نے ایک رات مصر میں بہت بڑی مصیبت نازل ہوتے دیکھی تو انہوں نے شیخ علی موصوف کے پاس ایک شخص کو بھیجا۔ آپ نے کہا اللہ نے اسے خیر کی بشارت نہیں دی لیکن برکت کا بدلہ ہو سکتا ہے۔ اتنے میں جان بلاط آیا جو مصر کے محتسب کا موتمر تھا۔ اس نے شیخ علی موصوف کو دکان سے پکڑا انہیں کوڑے لگائے اور ان کے کندھے میں سوراخ کیا، ناک میں نکیل ڈالی اور مصر میں بولاق میں گھمایا پھر جب شیخ محمد رحمۃ اللہ علیہ نے نماز ظہر ادا کی تو کہنے لگے تمام تعریفیں اس اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جس نے اس امت میں ایسے افراد پیدا کیے جو امت پر اترنے والی بلائیں اور تکالیف اپنے اوپر ڈال لیتے ہیں یہ کہہ کر پھر سجدہ میں گر گئے۔

آپ کو کبھی کسی نے ظہر کی نماز با جماعت ادا کرتے نہیں دیکھا۔ اور نہ ہی اکیلے ادا کرتے دیکھا بلکہ ظہر کی اذان کے وقت آپ اپنی دکان کا دروازہ بند کر کے کچھ دیر کے لیے کہیں چلے جاتے پھر واپس آ جاتے پھر ہوا یوں کہ کچھ لوگوں نے آپ کو جامع ابیض میں ظہر کی نماز ادا کرتے دیکھا جو رملہ لد میں واقع ہے۔ مسجد کے خادم نے لوگوں کو بتایا کہ وہ ہر روز ظہر کی نماز یہیں ادا کرتے ہیں۔

آپ فرمایا کرتے تھے دریائے نیل کی خدمت میرے سپرد کی گئی ہے۔ دریائے نیل کے پانی کا بلند ہونا یا اترنا اور مادقوں کی تروتازگی اور پیداوار کا پک کر تیار ہونا، یہ سب میری اس توجہ سے ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتی ہے۔ آپ کے زمانہ کے اولیاء کرام بھی اس کا اقرار کرتے تھے۔

سیدی محمد عنان کے پاس جب کوئی شخص ضرورت و حاجت لے کر آتا مثلاً ایسا شخص جس کی پھانسی کا بادشاہ نے حکم دے دیا ہو، یا کسی والی نے فریب دہی یا کسی حرام کام کے ارتکاب کی وجہ سے کوئی سزا سنائی ہو تو آپ اس شخص کو شیخ علی خواص رحمۃ اللہ علیہ کے پاس بھیج دیتے اور ساتھ ہی کہہ دیتے کہ ان شہروں اور بستیوں میں تصرف کرنا ہمارے پاس نہیں ہے تو شیخ کی برکت سے اس شخص کی حاجت پوری ہو جاتی۔

پھانسی کی سزا معاف ہو گئی

آپ کے پاس ایک عورت آئی۔ میں اس وقت آپ کے پاس ہی بیٹھا ہوا تھا۔ کہنے لگی اے میرے آقا! صاحب سے پہلے سرکاری آدمی میرے بیٹے کو پھانسی دینے کے لیے تیار بیٹھے ہیں کچھ کیجئے۔ آپ نے فرمایا فوراً شیخ علی برسی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس جاؤ۔ چنانچہ وہ عورت، لڑکے کی ماں اٹھی اور شیخ برسی کے پاس آ گئی۔ شیخ نے فرمایا میری روح اس بچے کے ساتھ ہے اور ان شاء اللہ تعالیٰ بادشاہ کی طرف سے ایک قاصد لڑکے کو پھانسی دینے سے پہلے تمہیں ملے گا۔ اس وقت لڑکے وتختہ دار پر چڑھا چکے ہوں گے۔ اچانک ایک سفارش آئی جس پر لڑکے کو رہا کر دیا گیا۔ یہ کرامت امام شعرانی نے طبقات میں ذکر فرمائی ہے۔

لوٹا باتیں کرتا تھا

امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ نے ''العہود'' میں لکھا ہے کہ میں نے سیدی علی خواص رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ایک بڑا لوٹا دیکھا جو آپ نے اپنی دکان میں اپنے قریب ایک طرف رکھا ہوا تھا۔ اس دکان میں اس لوٹے کے علاوہ اور کوئی چیز نہ تھی۔ آپ ہر مہینہ اس دکان کی اجرت اس لوٹے کی وجہ سے دگنی دیا کرتے تھے۔ آپ کے پاس جو کوئی کسی پریشانی کے بارے میں آتا جیسا کہ قتل کیے جانے کا خوف یا پھانسی وغیرہ کا معاملہ تو آپ اس شخص سے فرماتے یہ دروازہ کھولو اور لوٹے میں سے پانی پیو۔ پیتے وقت نیت یہ ہونی چاہیے کہ میری حاجت پوری ہو جائے۔ لوگ ایسے ہی کرتے تو ان کی مشکلات اور حاجات حل ہو جاتیں۔ میں نے اس بارے میں شیخ موصوف سے پوچھا یہ کیا معاملہ ہے؟ فرمانے لگے چالیس (ولی) ہر رات اس لوٹے میں سے پانی پیتے ہیں اور پیتے وقت لوٹا ان کو ہر اس شخص کی حاجت بتا دیتا ہے جس نے ان کے پینے سے پہلے اس سے پانی پی لیا ہوتا ہے پھر یہ چالیس ولی اس کی حاجت و ضرورت پوری کر دیتے ہیں۔

''المنن'' میں امام شعرانی نے لکھا میں نے شیخ موصوف کو دیکھا کہ آپ دریائے نیل میں اس جگہ اترے جہاں پانی کی بلندی ماپنے کا آلہ لگا ہوا تھا یہ اس وقت کی بات ہے جب دریائے نیل کا پانی زیادہ ہونے سے تھم گیا تھا۔ آپ نے وضو کیا اس کے ساتھ ہی دریا کا پانی بڑھنا شروع ہو گیا حتیٰ کہ اس دن ایک ہاتھ برابر بلند ہو گیا۔

خشک کھجور کا درخت پھل لے آیا

ہمارے مدرسہ قدیمہ میں کھجور کے درخت نے پھل دینا بند کر دیا۔ یہ سلسلہ کافی عرصہ جاری رہا تو میں نے اس کا تذکرہ شیخ موصوف سے کیا۔ آپ نے مجھے فرمایا جاؤ اور اسے کہہ دو کہ الحاج علی خواص نے تمہیں حکم دیا ہے کہ اس سال تم پر پھل آنا چاہیے ورنہ تمہیں کاٹ دیں گے۔ اسی سال اس پر کھجوریں لگ گئیں اور اس قدر زیادہ تھیں کہ ہمیں ان کے اٹھانے کے لیے قلی (مزدور) بلانے پڑے۔

ولیوں کی مہمان نوازی

شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے بتایا اولیاء کرام کی ایک جماعت جبل مقطم میں ہمیشہ مقیم رہتی ہے وہ اپنے خادموں کو زمین کی ہر طرف روانہ کرتے ہیں تاکہ اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے جو خوراک جہاں کہیں تقسیم کر کے رکھی ہے، وہ لے آئیں۔ مجھے میرے بھائی افضل الدین رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ ایک مرتبہ قسمت مجھے ان بزرگوں میں سے سات بزرگوں کے پاس لے گئی جو ایک غار کے اندر تھے۔ انہوں نے مجھے بیٹھنے کا اشارہ کیا، میں بیٹھ گیا۔ پھر وہ آپس میں باتیں کرتے ہوئے کہنے لگے فلاں نے بہت دیر کر دی ہے، فلاں نے بہت دیر کر دی ہے۔ مجھے اس بارے میں کچھ بھی معلوم نہ تھا۔ پھر ایک شخص اندر آیا تو انہوں نے اس سے پوچھا تمہیں دیر کس نے کرائی؟ ہمارے پاس یہ مہمان بیٹھا ہوا ہے۔ وہ کہنے لگا میں نے آپ حضرات کی خوراک کی تلاش میں زمین کا چپہ چپہ چھان مارا لیکن تمہارے مقام و مرتبہ کے مطابق کچھ نہ ملا۔ صرف ایک عورت جو مراکش شہر میں رہتی ہے، اس

سے کچھ ملا۔ یہ کہتے ہوئے اس نے ان بزرگوں کی طرف ہاتھ بڑھا کر تھوڑی سی کھجوریں انہیں دیں۔ انہوں نے مجھے کہا آئے آؤ اور کھالو۔ میں نے دل میں کہا میں اس پرانی سوکھی کھجوروں کا کیا کروں گا۔ اور ان کی سختی کی وجہ سے میں انہیں چبا بھی نہیں سکوں گا؟ ان میں سے ایک نے مجھے کہا اس رات ہمیں صرف یہی حلال چیز ملی ہے پھر اس نے اس پر اپنا ہاتھ پھیرا تو وہ حلوہ بن گیا۔ تو میں نے ان کے ساتھ کھایا۔

امی ہوتے ہوئے قرآن وحدیث کے بہترین معانی بیان کرنا

امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں شیخ موصوف رحمۃ اللہ علیہ امی تھے لکھنا پڑھنا کچھ بھی نہ جانتے تھے۔ اس کے باوجود آپ قرآن کریم اور سنت نبویہ کے ایسے ایسے معانی بیان فرمایا کرتے تھے کہ علماء انہیں سن کر حیران رہ جاتے تھے۔ آپ کے کشف کا محل اور مقام لوح محفوظ تھا جو کمی بیشی اور مٹنے سے محفوظ تھا۔ آپ جب کوئی بات کہتے تو لازماً وہ اسی طرح وقوع پذیر ہوتی جس طرح آپ نے کہی ہوتی۔ میں مختلف لوگوں کو آپ کے ہاں بھیجا کرتا تھا جو اپنے اپنے حالات کے بارے میں آپ سے مشورے کرتے۔ آپ کبھی بھی اس سے ان کی حالت پوچھنے کی ضرورت محسوس نہ کرتے بلکہ ہر شخص کو اس کا واقعہ اس کی حالت خود اس کے بیان کرنے سے پہلے ہی بتا دیتے کہ تمہارا یہ کام ہے تم اس مسئلہ کے لیے آئے ہو۔ کسی کو فرماتے ہاں طلاق دے دو۔ کسی کو فرماتے ہاں شریک کرلو۔ کسی کو فرماتے صبر کرو، سفر کرلو، سفر نہ کرو۔ ہر شخص آپ کی بات سن کر حیران رہ جاتا اور کہتا کہ میرا مسئلہ کس نے آپ کو پہلے ہی بتا دیا ہے؟

آپ کی طبابت (علاج کرنا) بھی بڑی عجیب تھی۔ استسقا، جذام، فالج اور دوسری ایسی امراض کا علاج کرتے جن کے دور ہونے کی اطباء کے پاس کوئی دوا نہ ہوتی۔ آپ جس چیز کے استعمال کرنے کا اشارہ فرماتے اسی سے شفاء ہو جاتی۔ امام شعرانی نے یہ بھی لکھا ہے کہ ہمارے شیخ جناب علی خواص رحمۃ اللہ علیہ حضرات اولیاء کرام کے درمیان نسابہ کے نام سے مشہور تھے۔ اس لیے کہ آپ ہر حیوان کی اس جنس کے جد اول کی طرف نسبت کرتے تھے۔ آپ کی کرامات، علوم و اسرار اس قدر ہیں کہ امام شعرانی کی کتابیں بھری پڑی ہیں اور وہ کتابیں لوگوں کے پاس موجود ہیں۔ لہٰذا یہاں انہیں نقل کرنے کی چنداں ضرورت نہیں ہے۔ رحمۃ اللہ ونفعنا بہ فی الدنیا والآخرۃ

حضرت علی ابوخودہ رحمۃ اللہ علیہ

آپ بہت بڑے ولی اور عظیم تصرفات کے مالک بزرگ تھے۔ امام شعرانی کہتے ہیں میں نے شیخ موصوف کو باب الشعریہ کے باہر اپنے غلام کو فرماتے سنا "اس شخص کے پاؤں میں جو پھوڑا ہے اس سے اسے کون نجات دے گا؟" تو اس بارے میں کچھ جانتا ہے یعنی شیخ عبدالقادر دشطوطی رحمۃ اللہ علیہ۔ پھر جب آپ ان کے قریب سے گزرے تو شیخ عبدالقادر کے پیٹ میں مروڑ اٹھا، اور ان کے پاؤں کا پھوڑا اس چبوترے پر بہہ گیا۔ جس پر آپ بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ نے کہا اللہ تجھے ملے گا۔ اس سے انہوں نے پہچان لیا کہ یہ ابوخودہ ہیں۔ عبدالقادر شیخ کی آنکھوں کی بینائی ختم ہو چکی تھی اور سیدی علی رحمۃ اللہ علیہ کی خود لوہے کی بنی

ہوئی تھی۔ جس کا وزن تقریباً ایک من دس سیر تھا۔ آپ رات دن ہر وقت اسے اٹھائے پھرتے تھے۔
مجھے شیخ یوسف حریثی نے خبر دی۔ فرمایا میں ایک دن دمیاط میں تھا۔ آپ نے ایک کشتی میں سفر کرنے کا ارادہ کیا جو سواریوں اور ساز و سامان سے بھر چکی تھی اب اس میں کسی ایک کے بیٹھنے کی جگہ باقی نہ تھی۔ سواریوں نے ملاح سے کہا اگر تو نے اس (شیخ موصوف) کو لے لیا اور کشتی پر سوار رہنے دیا تو کشتی ڈوب جائے گی۔ اس لیے کہ یہ آدمی لونڈے باز ہے۔ یہ سن کر ملاح نے آپ کو کشتی سے اتار دیا۔ جب سواریوں نے آپ کو کشتی سے باہر نکال دیا تو آپ نے کشتی کو خطاب کرتے ہوئے کہا یا مرکب تسمری۔ (اے کشتی! کھڑی رہو)۔ آپ کے کہنے کے بعد کسی کو یہ قدرت نہ رہی کہ وہ کشتی کو چلائے۔ خواہ ہوا موافق چلے یا غیر موافق۔ وہ سب اس سے نیچے اتر آئے پھر بھی نہ چلی۔
شیخ یوسف مذکور نے ہی مجھے بتایا ایک مرتبہ میں شیخ موصوف کے ساتھ کشتی پر سوار تھا کہ لگا تار ہوا چلنے لگی۔ آپ نے اپنا ڈنڈا مارا لیکن ہوا نہ تھمی۔ پھر آپ اپنے غلاموں سمیت کشتی سے اتر کر پانی پر چلنے لگے۔ چلتے چلتے آپ شربین پہنچ گئے اور لوگ دیکھ رہے تھے۔

حضرت علی بن یاسین شیخ الاسلام نور الدین طرابلسی رحمۃ اللہ علیہ

آپ مصر کے حنفیوں کے شیخ اور قاضی القضاۃ تھے۔ شعراوی نے کہا کہ آپ اپنی معین تنخواہ میں سے نہیں کھاتے تھے۔ اروام کے قاضیوں نے ایک مرتبہ آپ سے ناراضگی کا اظہار کیا کیونکہ آپ نے اپنے مذہب راجح کے مطابق ایک فتویٰ دیا تھا۔ چنانچہ قاضی صاحبان نے اسے تحریری طور پر سلطان کے پاس بھیج دیا اور آپ کے بارے میں کچھ اس قسم کے اعتراضات کیے جن سے آپ بری تھے۔ سلطان نے اس پر حکم دیا کہ انہیں یا تو جلاوطن کر دو یا پھر قتل کر دیا جائے آپ کے پاس سلطان کی تحریر اس دن پہنچی جس دن آپ انتقال فرما چکے تھے۔ یہ آپ کی کرامت تھی۔ 942ھ میں آپ نے انتقال فرمایا۔

حضرت علی شونی مصری رحمۃ اللہ علیہ

آپ طریقت کے امام، بہت بڑے صوفی اور مشہور ولی ہیں۔ آپ کی یہ کرامت تھی کہ لوگ آپ کو عرفات اور مطاف میں دیکھا کرتے تھے۔ پھر وہ مصر میں واپس آ کر مصریوں کو اس کی خبر دیا کرتے تھے۔

اولیاء کرام کے خواب

امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ بیان فرماتے ہیں ایک مرتبہ میں نے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا۔ آپ نے مجھے فرمایا میں تجھ سے، نور الدین طرابلسی اور نور الدین شونی سے ناراض ہوں۔ جس رات مجھے یہ زیارت ہوئی اس رات میں روضہ بنو وفا میں سویا ہوا تھا۔ میں نے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا ہم ان شاء اللہ کل سویرے ہی آپ کی زیارت کرنے حاضر ہوں گے۔ آپ نے فرمایا نہیں ابھی چلو۔ آپ نے میرا ہاتھ پکڑا اور روضہ سے چل پڑے۔ حتیٰ کہ آپ مجھے اپنی قبر انور کے پاس لے آئے۔ آپ نے تخت بچھایا جو ہلال کے قریب تھا۔ اتنا قریب کہ میں مرکب نحاس کو اپنے ہاتھ سے پکڑنے اور تھامنے کی کیفیت میں تھا۔

آپ مجھے وہاں چھوڑ کر کہیں چلے گئے پھر واپس آئے تو آپ نے ہاتھ میں خربوزہ، تازہ پنیر اور نرم نرم روٹی پکڑی ہوئی تھی۔ فرمانے لگے کھالو۔ ایک دنیوی بادشاہ اس جگہ کھانے کی حسرت لیے مرگیا۔ میں واپس آیا اور شیخ نورالدین طرابلسی کو یہ واقعہ سنایا تو وہ اسی وقت امام شافعی رضی اللہ عنہ کی زیارت کے لیے چل پڑے۔ پھر میں شیخ نورالدین شونی کے پاس گیا۔ انہیں بھی یہ واقعہ سنایا۔ اس وقت ان کے پاس عزعز بیٹھا ہوا تھا جو برکات سلطان مکہ کا صاحب الشریف تھا۔ وہ کہنے لگا یہ جھوٹا خواب ہے۔ امام شافعی رضی اللہ عنہ ایسا شخص تم جیسوں کو زیارت کے بارے میں ڈانٹ پلائے اور غصہ کرے؟ شریف عزعز اس رات جب سویا تو خواب میں امام شافعی رضی اللہ عنہ کو دیکھا۔ آپ نے اسے فرمایا عبدالوہاب شعرانی کی بات صحیح ہے میں نے تینوں کو ڈانٹ پلائی ہے۔ وہ پھر شیخ نورالدین کے پاس آیا اور اپنا واقعہ سنایا پھر کہا کہ مجھے آپ نے فرمایا کہ اگر مصر میں شونی نہ ہوتا تو اس کے باسیوں پر اترتا جو اترتا۔

امام شعرانی رضی اللہ عنہ ہی بیان فرماتے ہیں میں نے ایک مرتبہ مصر میں سڑکوں پر اعلان کرتے ایک شخص سے سنا "بے شک رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم شیخ نورالدین شونی رضی اللہ عنہ کے ہاں تشریف فرما ہیں جو آپ سے ملاقات کرنا چاہتا ہو وہ مدرسہ سیوفیہ پہنچ جائے"۔ چنانچہ میں مدرسہ مذکورہ کی طرف چل پڑا۔ جب میں مدرسہ میں داخل ہوا تو اس کے پہلے دروازے پر مجھے سیدنا حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نظر آئے۔ میں نے انہیں سلام کیا پھر دوسرے دروازے پر حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ نظر آئے میں نے انہیں بھی سلام کیا پھر مجھے ایک اور شخص نظر آیا جو تیسرے دروازے پر کھڑا تھا لیکن میں اسے پہچان نہ سکا کہ وہ کون ہے پھر جب میں شیخ موصوف کی خلوت گاہ کے دروازے کے قریب کھڑا ہوا تو مجھے شیخ نظر آئے لیکن میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو موجود نہ پایا۔ پھر میں نے شیخ کے چہرے کی طرف بغور دیکھا تو مجھے سرکار ابد قرار صلی اللہ علیہ وسلم دکھائی دیئے۔ سفید شفاف پانی آپ کی پیشانی سے آپ کے قدموں تک جاری تھا۔ پھر شیخ کا جسم غائب ہو گیا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم اقدس ظاہر ہو گیا۔ میں نے سلام عرض کیا۔ آپ نے مجھے خوش آمدید کہا اور مجھے چند ایسے کاموں کی وصیت فرمائی جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت (حدیث) میں وارد ہیں آپ نے ان کے بارے میں مجھے بہت تاکید فرمائی۔ پھر میری آنکھ کھل گئی۔ پھر جب میں نے یہ واقعہ شیخ کو بتایا۔ فرمانے لگے خدا کی قسم! میں نے اپنی تمام عمر میں اس قدر سرور نہ پایا جس قدر سرور اس واقعہ سے حاصل ہوا۔ یہ کہتے ہوئے آپ نے رونا شروع کر دیا۔ اتنے روئے کہ آپ کی داڑھی مبارک بھیگ گئی۔

جب آپ کا انتقال ہوا تو میں نے آپ کی قبر انور کو دیکھا کہ وہ جہاں تک نظر جاتی تھی اس قدر وسیع تھی اور آپ سبز ریشمی لحاف میں لپٹے ہوئے ہیں۔ جس کی چوڑائی کھیت کی طرح ہے۔ اس کے ڈھائی سال بعد تقریباً میں نے آپ کی پھر زیارت کی۔ آپ نے مجھے فرمایا مجھ پر چادر ڈال دو کیونکہ میں برہنہ ہوں۔ میں آپ کے اس ارشاد کی مراد نہ سمجھ سکا۔ پھر میرا بیٹا محمد اسی رات فوت ہو گیا ہم اسے دفن کرنے کے لیے قبر میں اترے۔ یہ قبر شیخ موصوف کے پہلو میں فسقیہ میں تیار کی گئی تھی۔ میں نے آپ کو دیکھا آپ برہنہ پڑے دیکھا آپ کے جسم پر آپ کا کفن نہ تھا اور نہ ہی اور کوئی کپڑے کا ٹکڑا تھا۔ میں نے دیکھا کہ آپ کا جسم بالکل تروتازہ ہے اور آپ کی پشت سے خون کے قطرے ٹپک رہے تھے۔ یعنی بعینہ جسم کی وہی حالت و کیفیت تھی

جس حالت میں دفن کیا گیا۔ آپ کے جسم میں کسی قسم کی کوئی تبدیلی نہ آئی تھی۔ میں نے چادر کے ساتھ انہیں ڈھانپ دیا اور کہا جب آپ قبر سے اٹھیں گے اور آپ کو فرشتے لباس پہنادیں گے تو میری چادر میری طرف بھیج دینا۔ یہ واقعہ اس پر بہت بڑی دلیل ہے کہ آپ شہید محبت ہیں۔ دو سال سے بھی زیادہ عرصہ گزرنے کے باوجود آپ کا جسم اقدس بالکل صحیح سالم تھا۔ زمین نے اسے معمولی سا بھی نقصان نہ پہنچایا اور جسم اقدس نہ پھٹا نہ پھولا نہ اس میں بدبو پیدا ہوئی ہم نے آپ کی پشت سے بالکل تازہ تازہ خون بہتا دیکھا۔ اس خون کی وجہ یہ تھی کہ آپ انتقال سے قبل جب بیمار ہوئے تو پورے ستاون دن کسی کو ہمت نہ پڑی کہ آپ کا پہلو بدلتا۔ بس پشت کے بل آپ لیٹے رہے جس کی وجہ سے پشت کا گوشت پگھل گیا تھا۔ انتقال کے بعد ہم نے روئی لے کر اسے باندھ دیا تھا اور کیلے کے پتے اس پر رکھ دیئے تھے۔ آپ نے بیماری کے دوران اوہ یا اوں وغیرہ الفاظ جو درد کے وقت عادۃً نکلتے ہیں، کبھی نہ نکالے۔

درود و سلام کی محفل کے بانی

نجم غزی کہتے ہیں شیخ علی شونی رحمۃ اللہ علیہ ہی وہ بزرگ شخصیت ہیں جنہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مقدسہ پر صلوٰۃ و سلام کی مجلس باقاعدہ کرانا شروع کروائی پھر بہت سے اسلامی ممالک میں یہ بات پھیل گئی۔ آپ خود اور بہت سے لوگ سیدی احمد بدوی کے مقام پر جمع ہو جاتے تھے۔ پھر جمعہ کی رات اور جمعہ کے دن جامعہ ازہر میں جمع ہوتے۔ آپ حاضرین کے ساتھ عشاء سے صبح تک بیٹھتے۔ پھر نماز فجر کے بعد سے لے کر جمعہ کی نماز کے لیے جانے تک تشریف فرما ہوتے۔ نماز جمعہ ادا کرنے کے بعد پھر عصر تک۔ عصر کے بعد نماز مغرب تک یونہی سلسلہ جاری رہتا۔ یہ سلسلہ تقریباً بیس سال تک مقام احمدی میں جاری رہا۔ پھر سینتالیس برس جامع ازہر میں بدستور جاری رہا۔ اور طریقہ وہی تھا جو اوپر مذکور ہوا۔ پورا وقت صلوٰۃ و سلام میں بسر ہوتا۔ آپ حاضرین کے ساتھ دس ہزار مرتبہ دن میں اور دس ہزار مرتبہ رات میں صلوٰۃ و سلام پڑھا کرتے تھے۔ 944ھ میں آپ نے انتقال فرمایا۔

حضرت علی ذویب رحمۃ اللہ علیہ

امام شعرانی کہتے ہیں آپ ان اکابرین میں سے تھے جو ملامتی کہلواتے ہیں۔ کئی مرتبہ آپ نے مجھے سلام بھیجا لیکن میں آپ کی زیارت صرف خواب میں ہی کر سکا۔ وہ یوں کہ میں نے ایک کہنے والے کو کہتے سنا: لا الہ الا اللہ علی الذویب قطب الشرقیہ (اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں علی زدیب شرقیہ کا قطب ہے)۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ فلاں ہندوستان میں مرے گا۔ فلاں کا انتقال شام میں اور فلاں کا حجاز میں ہوگا۔ کچھ عرصہ گزرنے کے بعد ویسی ہی خبر آتی جیسا آپ پہلے سے بتا چکے ہوتے تھے۔ آپ دریا اور سمندر کے پانی پر چلا کرتے تھے۔ کسی نے کبھی بھی آپ کو کشتی پر سوار نہیں دیکھا۔

علامہ مناوی بیان کرتے ہیں آپ روزانہ دنیا میں رونما ہونے والے بڑے بڑے واقعات بتا دیا کرتے تھے۔ پھر ویسے ہی ہوتا جیسا آپ نے بیان کیا ہوتا۔ آپ کو ہر سال حج کے موقع پر میدان عرفات میں دیکھا جاتا لیکن جب کوئی شخص

آپ کو پہچان لیتا تو آپ پوشیدہ ہو جاتے۔ 947ھ میں آپ نے انتقال فرمایا۔ شرقیہ میں اپنے گھر میں ہی دفن کیے گئے۔

حضرت علی بحیری رحمۃ اللہ علیہ

بہت بڑے عارف اور صاحب کرامت بزرگ تھے۔

چالیس ابدالوں میں سے ایک تھے

امام شعرانی بیان کرتے ہیں آپ کی ایک کرامت یہ ہے جسے بعض صالحین فقراء نے بیان کیا۔ وہ یہ کہ مجھ فقیر نے سنا کہ سیدی علی بحیری رحمۃ اللہ علیہ چالیس ابدالوں میں سے ایک ہیں۔ میں نے اس کا انکار کیا۔ پھر میں جامع ازہر کے مؤذنوں کے کمرے کے نیچے سو گیا۔ خواب میں دیکھتا ہوں ایک جماعت آتی ہے وہ چلی جاتی ہے۔ دوسری آتی اور چلی جاتی ہے۔ اسی طرح تانتا بندھا ہوا ہے اور وہ سب یہی کہہ رہے ہیں بل هوامام الاربعین، (بلکہ وہ تو چالیس کے امام ہیں)۔

غزی بیان کرتے ہیں شیخ علی بحیری رحمۃ اللہ علیہ سیدی ابوالعباس غمری اور سیدی ابراہیم متبولی رحمۃ اللہ علیہ کے جلیل القدر اصحاب میں سے تھے۔ تقریباً ساٹھ سال آپ نے زمین پر پہلو نہیں لگایا (یعنی سونے کے لیے نہیں لیٹے) اور آپ فرشتوں اور بہت سے اولیاء کرام کی روحوں کو بذریعہ کشف دیکھا کرتے تھے اور ابلیس کو بھی کشف کے ذریعے دیکھ کر اسے ڈنڈے سے مارتے تھے وہ اس سے بڑا ڈرتا تھا۔ شیطان نے ایک مرتبہ آپ سے کہا اے علی! میں ڈنڈے سے نہیں ڈرتا۔ میں تو اس نور سے ڈرتا ہوں جو تمہارے دل میں ہے۔ شیخ موصوف نے دمیاط میں 952ھ میں انتقال فرمایا اور زاویہ المنیر میں دفن کیے گئے اور بقول مناوی آپ کا سن وصال 953ھ ہے۔

حضرت علی بن احمد شیخ ابوالحسن کیزوانی رحمۃ اللہ علیہ

حموی آپ کی نسبت ہے۔ شاذلی سلسلہ سے تعلق رکھنے والے صوفی اور عارف باللہ شخصیت ہیں۔ سیدی علی بن میمون مغربی سے طریقت حاصل کی۔ آپ کو لوگوں کے دلی تصورات و خیالات کی اطلاع ہوتی تھی۔

شیر بھاگ گیا

"الشقائق النعمانیہ" کے مصنف رقمطراز ہیں کہ انہوں نے ایک مرتبہ سیدی علی بن میمون کے ساتھ سفر کیا جو حماۃ کے نواح میں کئی دن جاری رہا۔ ان علاقوں میں شیر بکثرت رہتے تھے۔ لوگوں نے شیروں کے بارے میں شیخ ابن میمون سے شکایت کی کہ ان کی وجہ سے ہم پریشان ہیں۔ آپ نے فرمایا اعلان کر دو کہ چلے جائیں۔ لوگوں نے اعلان کیا لیکن ان پر کوئی اثر نہ ہوا۔ پھر شکایت کی آپ نے دوبارہ اعلان کرنے کا حکم دیا۔ اس مرتبہ بھی انہوں نے کوئی اثر نہ لیا۔ پھر شیخ کیزوانی مذکور ان کے پاس آئے تو شیر ان کی آمد سے قبل ہی لوگوں کی نظروں سے چھپ گئے اور لوگوں کو معلوم نہ ہو سکا کہ انہیں زمین نگل گئی یا وہ اپنی جگہ خاکستر ہو گئے۔

امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں شیخ موصوف نے مجھے اپنے الفاظ سے یہ واقعہ بتایا کہ میری ابتدائی حالت ایسی تھی کہ پانچ ماہ

تک میں نے نیند نہیں کی۔ اگر سویا بھی تو بیٹھے بیٹھے، لیٹ کر ایک مرتبہ بھی نہ سویا۔ میرا ابتدائی وقت حلب شہر میں بسر ہوا۔ وہاں میرے پاس لوگوں کا آنا جانا شروع ہو گیا اور یہ سلسلہ بہت بڑھ گیا۔ لاتعداد لوگ آتے پھر ایک مرتبہ اس شہر میں فتنہ آپڑا۔ بعض لوگوں نے کہا کہ یہ سب کچھ اس (شیخ کیزوانی مذکور) کے اشارہ سے ہوا ہے۔ چنانچہ لوگوں نے مجھے حلب سے باہر نکال دیا اور میں رودس چلا گیا۔ وہاں تین سال ٹھہرا رہا پھر مجھے خواب میں خوند خوند خاص نے دیکھا۔ میں نے اسے کہا میں مکہ میں مقیم ہونا چاہتا ہوں۔ میں حلب واپس نہیں آؤں گا۔ وہ کہنے لگا تو کون ہے۔ میں نے کہا کیزوانی ہوں پھر اس نے بادشاہ سیمان سے اس بارے میں گفتگو کی تو اس نے مجھے مکہ بھیج دیا اور مرنے تک وہیں مقیم رہا۔ ان کا انتقال 955ھ میں مکہ مکرمہ اور طائف کے درمیان ہوا اور وہیں دفن کیے گئے۔ (قالہ الغزی)

حضرت علی عباسی رحمۃ اللہ علیہ

بہت بڑے عابد اور زاہد تھے۔ شیخ ابوالعباس غمری اور شیخ ابراہیم متبولی کے جلیل القدر اصحاب میں سے تھے۔ سات سال تک شدید مرض کے سوا زمین پر پہلو نہیں لگایا۔ آپ کی ایک کرامت یہ ہے کہ آپ جب ذکر کرتے تو زبان کے ساتھ دل بھی ذکر کرتا۔ سننے والا جس طرح زبان کے ذکر کو سنتا اسی طرح دل کا ذکر بھی سنتا تھا۔ امام شعرانی بیان کرتے ہیں جب پہلی مرتبہ میں نے ان سے ملاقات کی تو وہ رات تھی اور اس وقت ذکر میں مشغول تھے۔ میں نے ذرا دور سے جب ذکر کی آواز سنی تو سوچا کہ یہاں دو آدمی ذکر کر رہے ہیں لیکن جب نزدیک آیا تو آپ اکیلے ہی تھے (زبان اور دل کے ذکر کی دو آوازیں آرہی تھیں) آپ کے لیے وضو کا پانی جب دیر سے آتا تو اس کی وجہ یہ ہوتی تھی کہ آپ قرافہ کے اولیاء کو حکم دیا کرتے تھے کہ مجھے پانی پلا دو تو وہ پانی لیے حاضر ہوتے۔ شیخ موصوف نے مصر کے شہر منزلہ میں 956ھ میں انتقال فرمایا۔ (ذکرہ المناوی)

حضرت علی جمازی رحمۃ اللہ علیہ

آپ بہت بڑے ولی اور عارف کبیر تھے۔

پرندوں پر حکومت

آپ کی ایک کرامت علامہ مناوی نے یوں بیان فرمائی کہ آپ ایک مرتبہ مصر سے صعید بستی کے فقراء کی زیارت کے لیے نکلے۔ آپ کے ساتھ چالیس فقراء کی جماعت بھی تھی۔ آپ دوران سفر جس شہر یا بستی میں ٹھہرتے تو وہاں کے بہت سے لوگ آپ سے ملنے آجاتے حتیٰ کہ آپ ساتھیوں سمیت چلتے چلتے ملوی بستی میں پہنچے۔ اس بستی میں ایک صاحب طریقت شخص رہتا تھا جس کا نام شیخ محمد تھا۔ اس کا طریقہ اور عادت یہ تھی کہ جب کھیت میں دیکھتا کہ ایک ایک کر کے بہت سے پرندے اکٹھے ہو گئے ہیں تو ان کی طرف اپنے کسی مرید کو بھیجتا اور کہتا کہ جاؤ اور جا کر پرندوں سے کہو اے پرندو! میرے چچا شیخ محمد تمہیں بلا رہے ہیں ان کے پاس چلو۔ یہ کہہ کر وہ مرید واپس چل پڑتا تو اس کے پیچھے پیچھے وہاں موجود تمام پرندے چل پڑتے۔ جن میں کبوتر، فاختائیں اور بطخیں وغیرہ بھی ہوتیں۔ یہ سب جانور شیخ کی عبادت گاہ کے دروازے پر آکر رک جاتے۔ انہیں شیخ

اپنے ہاتھ سے پکڑتے اور تمام کو اپنی جماعت کے لیے ذبح کر دیتے۔ اگر کچھ کھانا بچ جاتا تو اسے بستی میں لوگوں کو دے دیا جاتا۔ جب شیخ علی جمازی مذکور وہاں تشریف لائے تو اپنی جماعت سمیت مسجد کی طرف تشریف لے گئے۔ وہاں نماز ظہر ادا کی، پھر مجلس بپا کی۔ ابھی مجلس جاری تھی کہ اچانک وہی مرید دوڑتا ہوا آیا۔ اس کے پیچھے پیچھے پرندے بھی آ رہے تھے۔ یوں حکم کے بندھے ہوئے جیسے کوئی عقل والا انسان اطاعت و انقیاد کرتا ہے حتیٰ کہ وہ مرید مسجد کے دروازے پر آ کر کھڑا ہو گیا۔ شیخ نے اس مرید کو حکم دیا۔ اے پرندو! اڑ جاؤ۔ وہ سب اڑ گئے یہ دیکھ کر وہ مرید اپنے استاد کے پاس گیا اور واقعہ بیان کیا۔ تن کر وہ فقیر جناب شیخ علی جمازی سے ملنے آیا۔ بوقت ملاقات اس نے پوچھا کہ آپ کو یہاں کیسے آنا ہوا اور ہمارے ساتھ مقابلہ کرنے پر کس نے ابھارا؟ شیخ موصوف نے فرمایا بھائی جان! میں جانتا ہوں کہ جو اللہ تعالیٰ کا مطیع ہو جاتا ہے اس کی اطاعت ہر چیز کرتی ہے لیکن کیا آپ یہ نہیں جانتے کہ ان پرندوں میں سے کچھ ایسے بھی ہیں جن کے پیچھے گھونسلوں میں انہوں نے انڈے دیئے ہوتے ہیں اور بعض کے چھوٹے چھوٹے بچے ہیں۔ جنہیں یہ دانا دنکا چن کر کھلاتے ہیں، ان کے ذبح کر دینے کے بعد انڈے بھی ضائع گئے اور بچے بھی مر گئے۔ یہ تو تیری سنگدلی ہے۔ یہ بات سن کر وہ فقیر باز آ گیا۔ استغفار کی اور بہت سا کھانا آپ اور آپ کے ساتھیوں کے لیے منگوایا۔ آپ نے اپنے ساتھیوں میں اعلان کر دیا کہ ہماری جماعت میں سے جس نے ایک لقمہ بھی کھایا وہ ہمارے قریب مت آئے۔ پھر آپ اپنے ساتھیوں سمیت وہاں سے تشریف لے گئے۔ آپ نو سو ستر ہجری کے لگ بھگ فوت ہوئے اور جمازیہ میں ہی دفن ہوئے۔

حضرت علی بن بیرم رحمۃ اللہ علیہ

جناب علی بن بیرم بن علی رومی الاصل تھے۔ دمشق میں رہائش پذیر ہونے کی وجہ سے دمشقی کہلائے، ملا علاؤ الدین مجذوب نقطجی کے مسلک کے معروف آدمی تھے۔ شیخ یونس زبال سے تعلیم لی۔ جب ان کا انتقال ہو گیا تو شیخ موصوف ان کے اس مکان کی طرف آئے جہاں نماز جمعہ کے بعد ذکر کی محفل منعقد ہوتی تھی۔ یہ جگہ یا مکان سیدی یحییٰ بن زکریا علیہما السلام کی قبر انور کے سامنے جامع اموی میں قبلہ کی طرف تھی۔ آپ ان کی عبادت گاہ سویقہ صاروجا میں سکونت پذیر ہوئے اور ایک غار بنوائی جو بانیاس کے بازو کے قریب تھی۔ ملا اسلام عجمی جامع میں ناظم تھے۔ ایک مرتبہ نقطجی کو ڈانٹا اور قراءت میں چشم پوشی کرنے اور حاضری لگانے میں کوتاہی پر ملامت کی۔ کیونکہ اس کی ذمہ داری تھی کہ مختلف درجات کے طلبہ کی حاضری لگائے تاکہ غیر حاضر رہنے والے یا دیر سے آنے والے طلبہ کا پتہ چلنے پر ان کے خلاف مناسب کارروائی کی جا سکے۔ ملا اسلام کے لیے سنجق دروازے کے قریب ظہر سے پہلے عصر تک بیٹھنے کے لیے ایک عمدہ قالین بچھایا جاتا۔ پھر وہاں کتابیں اور رجسٹر وغیرہ رکھ دی جاتیں۔ ایک دن شیخ علی نقطجی تشریف لائے تو دیکھا کہ قالین بچھا ہوا ہے۔ آپ پر حال کی کیفیت طاری ہوئی اور ادھر ادھر جھومنے لگے۔ حتیٰ کہ قالین کو پکڑا اور سر سے اوپر لے جا کے اٹھا کر زمین پر دے مارا۔ پھر ذکر و تہلیل میں مشغول ہو گئے اور جامع میں چلے گئے۔ ابھی ناظم پر تین دن ہی گزرے تھے کہ فوت ہو گیا۔ جناب نقطجی نے 984ھ میں انتقال فرمایا۔

حضرت علی نورالدین بن عظمہ رحمۃ اللہ علیہ

آپ ان بڑے اولیاء کرام میں سے ہوئے جو مجذوب تھے۔ آپ کی حالت یہ تھی کہ جب کوئی اجذ غبی آپ کو دیکھتا تو اسے اپنی ولایت سے کاٹ ڈالتے۔ اہل طریقت آپ کے مقام و مرتبہ کو جانتے تھے حتیٰ کہ بعض اصحاب طریقت مصر میں آپ کی زندگی میں داخل نہ ہوئے۔ اس قدر آپ کی ہیبت تھی۔ آپ کی ایک کرامت حشیش حمصانی نے بیان کی۔ وہ یہ کہ ایک دن میں ان کے قریب سے گزرا۔ جب میں نے ان کو برہنہ دیکھا تو میرے دل میں آیا کہ یہ ولی نہیں ہوسکتا۔ ابھی میرا یہ خیال مکمل بھی نہ ہونے پایا تھا کہ میں نے محسوس کیا کہ میں شیخ موصوف کی انگلیوں کے درمیان ہوں آپ اسے جدھر چاہتے ہیں الٹ پلٹ کرتے ہیں اور مجھ سے فرمانے لگے ان لوگوں کے دلوں کی طرف دیکھا کرو شرمگاہوں کو مت دیکھا کرو۔ گیارہویں صدی کے شروع میں آپ نے انتقال فرمایا اور مصر میں اس عبادت خانہ میں دفن کیے گئے جو مصر میں سویقۃ الصباغین میں ان کے لیے تعمیر کیا گیا تھا۔ (قالہ المناوی)

حضرت علی بن احمد بن خضر مطوعی رحمۃ اللہ علیہ

آپ لوگوں میں حشیش حمصانی کے نام سے مشہور ہیں۔ آپ اصل میں بلبیس کے شاملات میں سے بلہا سوید کے رہنے والے تھے۔ آپ بہت بڑے عارف ولی تھے۔ امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ سے تعلیم لی آپ کی کرامات میں سے ایک یہ تھی کہ آپ جس کسی ولی کی مثلاً امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی قبر کی زیارت کرتے تو ان پر روحانیت ظاہر ہوتی ایسا واقعہ ان کے ساتھ امام شافعی اور سیدہ نفیسہ وغیرہما کے ساتھ پیش آیا۔ جس کے بارے میں آپ نے خود بیان فرمایا۔ آپ نے یہ بھی بتایا کہ میں نے بحر الظلمات دیکھا ہے۔ وہاں ایک شہر ہے جس کے باشندے صرف اندھیرے میں دیکھ سکتے ہیں اور یہ کہ میں نے قاف پہاڑ کے پیچھے ایک جگہ دیکھی جس کی زمین خود بخود حرکت کرتی ہے اس کا نام رجراج ہے وہاں کوئی باشندہ نہیں اور یہ کہ میں نے ارم ذات العماد بھی دیکھی اور یہ کہ میں نے حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات کی۔ میں نے دیکھا کہ آپ مختلف صورتوں میں ظاہر ہوتے ہیں اور میں نے قطب وقت کی بھی زیارت کی۔ دیکھا کہ وہ روزانہ نئے رنگ کا لباس زیب تن کرتے ہیں۔

حضرت علی بن محمد بن غلیس رحمۃ اللہ علیہ

آپ عمر بن محمد کے بھائی اور عظیم شان والے بزرگ ہیں آپ جب بیت المقدس میں تھے تو ایک نور دیکھا جو آسمان سے شروع ہوتا تھا اور مسجد شریف کے گنبد تک لمبا دکھائی دیتا۔ آپ اس نور کی طرف آئے تو اس میں ایک عورت دیکھی۔ وہ ولیہ تھی اور نور اس سے متصل تھا۔ آپ نے اس سے درخواست کی کہ مجھے اخوت میں لے لو۔ (یعنی طریقت میں بھائی بنالو) تو اس نے آپ کو اخوت میں لے لیا۔ پھر آپ وہاں سے سفر کر گئے اور اس عورت کے پاس اپنا لوٹا چھوڑ گئے۔ اچانک ایک دن لوٹا ٹوٹ کر ٹھیکریاں ہوگیا۔ حالانکہ کسی نے اسے ہاتھ بھی نہ لگایا تھا اس دن کی تاریخ نوٹ کر لی گئی تو بعد میں معلوم ہوا کہ یہی دن شیخ موصوف کے انتقال کا دن تھا۔ (قالہ المناوی)

حضرت علی ترکمانی رحمۃ اللہ علیہ

آپ اصل میں حمص کے رہنے والے اور اطاسی کی نسبت سے مشہور تھے۔حمص کے علماء آل طاسی کے جد بزرگوار ہیں۔ ابن حنبلی نے اپنی تاریخ میں ان کا تذکرہ کیا ہے جہاں اس نے احمد بن خلیل بن علی ترکمانی آطاسی کے حالات لکھے ہیں۔ یہ (احمد بن حنبلی آطاسی) حمص میں مفتی اور بہت بڑے عالم تھے۔ لکھتے ہیں کہ ان کے دادا بزرگوار علی ترکمانی عارف باللہ تھے۔ ان کے بارے میں شیخ فاضل صوفی محمود نے پہلے سے خبر دی تھی صوفی محمود موصوف شیخ سیدی ملوان حموی کے سسر تھے۔ ان سے اولیاء کرام ایسی کرامات کا ظہور ان کے انتقال کے بعد ہوا۔ وہ یوں کہ جب ان کو فوت ہونے کے بعد غسل دینے والے کے سامنے رکھا گیا تو جس کپڑے کے ٹکڑے سے آپ کی شرمگاہ کو ڈھانپا گیا تھا وہ تھوڑا سا سرک گیا۔ آپ نے ہاتھ بڑھا کر اسے اس طرح درست کر دیا کہ جس سے پردہ پوشی ہوگئی۔ یہ کرامت محبی نے ''خلاصۃ الاثر'' میں لکھی ہے۔

حضرت علی جمل انماطی رحمۃ اللہ علیہ

آپ قلیوب کے نزدیک ایک بستی کے رہنے والے تھے۔ راسخ عالم دین تھے۔ شیخ حشیش حمصانی کہتے ہیں میں اپنے والد گرامی کے ساتھ ان کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میں نے دیکھا کہ آپ حلقہ ذکر کے درمیان کھڑے ہیں۔ پھر آپ نے فقراء کے ارد گرد پھیرا لگایا۔ ہر ایک کے پاس انفرادی طور پر کچھ دیر کے لیے کھڑے ہوئے اور اس کی طرف کچھ جھکے مجھے میرے والد محترم نے کہا اے حشیش! دیکھو اور بتاؤ کہ شیخ کیا کر رہے ہیں؟ میں نے غور سے دیکھا تو مجھے آپ کا سینہ شیشہ کی مانند دکھائی دیا اور جب آپ کسی مرید کے پاس کھڑے ہوتے ہیں تو اسے اس کی حالت دکھاتے ہیں کہ اس نے کون سی اور نیکی وغیرہ کی۔ اور اسے دکھاتے ہیں کہ وہ کس منزلت اور مقام میں ہے۔ شیخ موصوف نے گیارہویں صدی کے شروع میں انتقال فرمایا اور اپنی عبادت گاہ میں اس لکیر پر دفن کیے گئے جو باب البحر کی طرف جگہ کو تقسیم کرنے والی تھی۔ (قالہ السناوی)

حضرت سید علی بن عبداللہ بلفقیہ رحمۃ اللہ علیہ

آپ مشہور شیخ ہیں اور مکہ مشرفہ کے صاحب الشبیکہ صوفی ہیں۔ آپ کے مشائخ میں سے جن سے آپ نے تعلیم پائی ایک شخصیت امام عالم ابن حجر ہیتمی رحمۃ اللہ علیہ بھی ہیں۔ آپ صاحب کرامات کثیرہ ہیں۔ ان کے حالات زندگی اور کرامات کا تذکرہ انہی کے ایک شاگرد شیخ بن عبداللہ عیدروس نے سلسلہ میں کیا ہے۔ لکھا ہے کہ آپ مشائخ عارفین میں سے تھے اور حقیقت میں ان کے قدم نہایت راسخ تھے۔ اکثر خاموش رہا کرتے تھے۔

بیان کیا گیا ہے کہ جب شیخ موصوف نے جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی آخری زیارت کی تو لوگوں کو منع کر دیا کہ کوئی بھی میرے ساتھ اندر نہ آئے۔ حجرہ میں میں اکیلا ہی جاؤں گا لیکن اس کے باوجود آپ کا خادم پیچھے پیچھے ہو لیا۔ جب آپ حجرہ مقدسہ میں داخل ہوئے اور انوار دیکھے تو خادم چیخ اٹھا آپ نے خادم کے بارے میں دعا کی کہ اس کی آنکھیں لے لی جائیں یعنی بینائی ختم ہو جائے۔ پھر جب صبح ہوئی تو بہت بڑا سیلاب آیا اور سید موصوف نے اپنے خادم کو منع کیا کہ سیلاب کی طرف نہ

جانا لیکن وہ چلا گیا اور اس میں نہانا شروع کر دیا۔ سیلاب اسے بہا کر لے گیا اور دور کسی جگہ اس کی لاش پھینک دی۔ پرندوں نے اس کی آنکھیں نوچ لی تھیں۔ آپ کی بہت سی کرامات ہیں۔ آپ نے 1021ھ میں انتقال فرمایا۔ حرم شریف میں ان کی نماز جنازہ ادا کی گئی اور قبلہ کی جانب ان کے والد عبداللہ کی قبر کے نزدیک انہیں دفن کیا گیا۔ (قالہ الشلی)

حضرت علی بن یحییٰ نور الدین زیادی رحمۃ اللہ علیہ

مصر کے رہنے والے اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے مقلد تھے۔ امام اور عالی شان حجت ہیں۔ مصر کے علماء کے سردار ہیں۔ عالم علماء اور عارف اولیاء میں سے تھے۔ آپ سے بہت سی کرامات کا صدور ہوا۔ ایک یہ تھی کہ آپ ایک مرتبہ اپنی قرابت دار ایک عورت سے ملنے تشریف لے گئے۔ وہ اس وقت کنویں سے پانی بھر رہی تھی۔ جب اس نے آپ کو اپنی طرف آتے دیکھا تو آپ کی طرف لپکی اور آپ کے ہاتھ چوم لیے ادھر ڈول کنویں میں گر گیا۔ اس سے اسے کچھ صدمہ ہوا۔ چنانچہ شیخ موصوف کنویں پر تشریف لائے اور ڈول اپنے ہاتھ سے کنویں کی تہہ سے نکالا۔ یوں کہ نہ آپ نکالنے کے لیے جھکے اور نہ ہی اسے کھینچنے کی تکلیف اٹھائی۔ پانی سے بھرا ڈول اس عورت کو دے دیا۔ 1024ھ میں آپ نے انتقال فرمایا۔ تربۃ المجاورین کے دروازے میں دفن کیے گئے۔ آپ کے دیگر مشائخ کرام کے علاوہ عارف باللہ شہاب الدین بلقینی شیخ المحیا جامع ازہر جو شونی شیخ المحیا جامع ازہر کے خلیفہ تھے، بھی ہیں۔ آپ نے اپنے ہاتھ اور خط سے ان کے اجازت نامے میں لکھا: انا مدینۃ العلم وعلی بابھا۔ ان دونوں کے انتقال کے بعد پھر بات یہی ہوئی جو اس جملہ میں لکھی ہوئی تھی۔ جناب بلقینی رحمۃ اللہ علیہ کو تربۃ مجاورین کے صدر اور زیادی مذکور کو دروازے کے قریب دفن کیا گیا۔ (قالہ المحبی)

حضرت علی بن علی ابو الضیاء نور الدین بشرا ملسی رحمۃ اللہ علیہ

قاہرہ کے رہنے والے شافعی المسلک بزرگ ہیں۔ خاتمۃ المحققین اور علماء کرام میں سے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ بہت بڑے ولی اور صاحب کرامات بھی تھے۔ آپ کی ایک کرامت آپ کے شاگرد احمد بنا دمیاطی نے بیان کی کہ میں نے خواب میں شیخ موصوف کو ان کی وفات سے چند دن پہلے دیکھا۔ آپ نے مجھے اپنے غسل کے بارے میں ذمہ داری سونپی۔ میں دمیاط سے مصر پہنچا۔ جس دن آپ نے وصال فرمایا اس دن کی صبح کو میں وہاں پہنچا میں نے اپنے ہاتھوں سے آپ کو غسل دیا کفن پہنایا۔ موصوف بیان کرتے ہیں کہ میں نے آپ کو غسل سے قبل جب وضو کرایا تو آپ سے ایسا نور ظاہر ہوا جس سے تمام گھر روشن ہو گیا اور نور اتنا تیز تھا کہ اس کی طرف دیکھا نہیں جا سکتا تھا۔ شیخ موصوف نے 1087ھ میں انتقال فرمایا اور جامع ازہر میں آپ کی نماز جنازہ ادا کی گئی۔

حضرت علی بن ابی بکر بن مقبول صاحب خال زیلعی عقیلی یمنی رحمۃ اللہ علیہ

آپ اکابر اولیاء کرام اور اللہ تعالیٰ کے صالح بندوں میں ایک بہترین شخصیت تھے۔

مشکل میں مدد کرنا

آپ کی بہت سی کرامات میں سے ایک یہ بیان کی گئی ہے کہ آپ کی کشتی میں ایک مرتبہ ایک ساتھی سفر کر رہا تھا۔ یہ قصیہ سے ینبع کی طرف تھا۔ چلتے چلتے سمندر میں طوفان آ گیا اور کشتی کے اندر سواریاں بہت پریشان ہو گئیں۔ انہیں اپنی ہلاکت نظر آنے لگی۔ اس ساتھی نے دل میں کہا سبحان اللہ! لوگ کہتے ہیں کہ اس کشتی کا مالک ولی اللہ ہے۔ کیسا ولی اللہ ہے کہ اپنی کشتی کا بھی خیال نہیں رکھتا؟ یہ بات اس کے دل میں بیٹھ گئی۔ پھر اسے اونگھ آئی تو دیکھا کہ شیخ موصوف نے کشتی کا [illegible] اپنے ہاتھ میں پکڑا ہوا ہے اور اسے کھینچ رہے ہیں۔ پھر اسی دوران شیخ نے اس شخص کی طرف دیکھ کر فرمایا اے فلاں! انہیں خوف نہیں کھانا چاہیے ہم اپنی ذمہ داریوں سے غافل نہیں ہیں۔ نیند سے بیدار ہو جاؤ تم بالکل امن میں ہو۔ جب وہ نیند سے اٹھا تو دیکھا کہ بات بن گئی ہے خطرہ ٹل گیا ہے اور کشتی کنارے پہنچ چکی ہے۔ اس کے تمام سوار بسلامت ہیں اور شیخ پہنچ گئے ہیں۔ اس شخص نے پھر شیخ موصوف کو کشتی میں اسی شکل و صورت میں موجود دیکھا جو اسے نیند میں نظر آئی تھی۔

ولی کو تنگ کرنا نقصان دہ ہوتا ہے

امیر محمد امیر صعید آپ کا بہت زیادہ عقیدت مند تھا۔ اس کا ایک گھوڑا تھا۔ ایک مرتبہ عرض کرنے لگا یا شیخ! یہ گھوڑا خرید لیجئے اور اس کی قیمت قسط وار اپنی صوابدید پر دے دینا۔ آپ نے وہ گھوڑا دو ہزار قرش کا خرید لیا۔ کچھ مدت کے بعد وزیر مصر کی طرف سے اسے پریشانی کا سامنا کرنا پڑا حتیٰ کہ وزیر مصر نے سرکاری فوج بھیج کر اس پر حملہ کرا دیا انہوں نے اسے قتل کر دیا اور جو ساز و سامان تھا سب پر قبضہ کر لیا۔ کاغذات جو قبضہ میں لیے گئے ان میں ایک تحریر ملی جس پر شیخ موصوف کے ذمہ دین کا ذکر تھا اور یہ بھی کہ کس قدر رقم ان کی طرف بقایا ہے۔ اس تحریر کے مطابق شیخ موصوف سے بقیہ رقم کا مطالبہ کیا گیا۔ آپ نے انہیں بتایا کہ میں نے یہ گھوڑا امیر سے قیمتاً لیا تھا اور آہستہ آہستہ اس کی قیمت یعنی قسطوں پر دینا ٹھہری تھی۔ میں اس وقت بقایا پوری رقم دینے کی ہمت نہیں رکھتا۔ ہاں تم گھوڑا لے جا سکتے ہو، ایلچی نہ مانا۔ طے یہ پایا کہ شیخ موصوف اور دیگران تمام لوگوں کو کہ جن کی طرف کوئی مطالبہ تھا، سب کو ایک شخص کی نگرانی میں مصر پہنچایا جائے اور ان کا معاملہ وزیر مصر کے سامنے رکھا جائے۔ چنانچہ آپ دیگر مطلوبہ اشخاص کے ہمراہ مصر لائے گئے۔ ان کے ساتھ وزیر کا ایلچی تھا۔ اس نے راستہ میں ان حضرات کی سخت بے ادبی کی اور خاص کر شیخ موصوف کو کشتی میں ایسی جگہ بٹھایا جو ان کی شایان شان نہ تھی۔ یہ کشتی انہیں لیے جانب مصر روانہ ہوئی۔ دوسرے لوگوں کو اس ایلچی نے آپ کے سامنے بیٹھنے سے بھی منع کر دیا۔ شیخ موصوف نے اسے سمجھایا کہ تم جو کچھ چاہتے ہو اور جو سلوک کر رہے ہو، اس کا تمہیں کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ اس کے ساتھ ہی ایلچی کی کمر میں ایک ایسی چیز نکل آئی جو اسے بیٹھنے نہیں دیتی تھی اور کھانے پینے سے بھی اس نے اسے محروم کر دیا تھا۔ یہ چیز اس پر بہت شدید واقع ہوئی حتیٰ کہ صبر نہ کر سکا اور آپ کی طرف ایک شخص کو بھیج کر توبہ کا اظہار کیا۔ آپ نے قرآن کریم میں سے کچھ پڑھا۔ اسے اسی وقت آرام آ گیا۔ پھر بنفس نفیس وہ آپ کی خدمت کرنے لگا مصر تک اس نے خادمانہ سلوک کیا۔ جب مصر پہنچے تو آپ سے عرض کرنے لگا یا

سیدی! آپ میرے گھر تشریف لے چلیے۔ میں آپ کی تمام ضروریات وحاجات خود پوری کروں گا۔ آپ نے انکار فرمایا۔ پھر آپ مصر میں اپنے کسی ساتھی کے پاس تشریف لے گئے جو یمن کا رہنے والا تھا۔ پھر آپ رئیس مصر امیر غیطاس کے پاس تشریف لے گئے اسے تمام بات بتائی۔ اس نے آپ کی انتہائی عزت وتکریم کی اور آپ سے کچھ بھی نہ لیا بلکہ آپ کی سفارش دوسرے مطلوب اشخاص کے بارے میں قبول کر کے ان تمام کو بھی کچھ لیے بغیر چھوڑ دیا گیا وہ سب خوشی خوشی واپس آ گئے۔ پھر شیخ موصوف نے مکہ مکرمہ میں 1195ھ میں انتقال فرمایا اور شبیکہ میں دفن کیے گئے۔ (قالہ الحبی)

حضرت علی صاحب بقرہ رحمۃ اللہ علیہ

سیدی مصطفی بکری نے اپنی کتاب ''برء الاسقام فی زیارۃ بررۃ والقام من مزارات الشام'' میں ذکر کیا ہے کہ ہمارا گزر شیخ صالح محب فائح، شیخ علی صاحب بقرہ کی قبر سے ہوا۔ ان کے پہلو میں ہی ان کی بقرہ (گائے) دفن کی گئی ہے۔ ہم نے ان کے ایصال ثواب کے لیے سورۂ فاتحہ پڑھی اور اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ اللہ تعالیٰ ہمیں تجارت میں نفع عطا فرمائے۔ میں نے اپنے بھائی سے پوچھا جس نے ہماری دعوت کی تھی اس کا نام ابراہیم بن احمد باحی تھا کہ شیخ موصوف کو صاحب بقرہ کیوں کہتے ہیں؟ اس کا سبب کیا تھا؟ اس نے بتایا کہ شیخ کی ایک گائے تھی اس سے کھیتی باڑی بھی کیا کرتے تھے۔ ایک دن آپ نے اس سے دودھ نکالنا چاہا۔ وہ بول پڑی اے شیخ! دو باتوں میں سے ایک بات، دودھ یا کھیتی باڑی۔ آپ اسے گاؤں والوں کے پاس لے آئے اور اسے کہا کہ وہی بات دہراؤ جو مجھ سے کہی تھی۔ گائے نے وہی بات سب کے سامنے کہہ ڈالی۔ آپ نے اسے فرمایا جاؤ تم آزاد ہو نہ کھیتی باڑی اور نہ ہی دودھ، تم سے کوئی کام نہیں لیا جائے گا۔ پھر آپ گر پڑے اور روح پرواز کر گئی یہ دیکھ کر گائے بھی گر پڑی اور مر گئی۔ ہم نے دونوں کو دفن کر دیا اور دونوں کی زیارت کرنے لوگ آتے ہیں۔ ہم نے ان دونوں کی پہلے بھی زیارت کی تھی جب ہم اپنے بہت سے بھائیوں کے ساتھ ادھر آئے تھے۔ زیارت کے وقت ہمیں بہت بڑا فیض ملا۔ ہم نے ان کے مزارات پر کافی دیر یاد خدا میں وقت گزارا۔

میں نے یہ واقعہ اس نسخہ سے ذکر کیا ہے جو جناب مصطفی بکری کے ہاتھ سے لکھا ہوا ہے وہ اس وقت قدس میں مسجد اقصیٰ کے قریب آل ابی السعود کے زاویہ میں موجود ہے آپ نے یہ نسخہ اپنی زندگی میں ہی دیگر اپنی کتابوں کے ساتھ وقف کر دیا تھا۔ اب ان کتابوں میں سے بہت کم وہاں رہ گئی ہیں۔

حضرت علی بیومی رحمۃ اللہ علیہ

امام، ولی، صالح، معتقد، مجذوب، عالم، عامل شیخ علی ابن حجازی بن محمد بیومی مصری شافعی خلوتی احمدی اکابر اولیاء کرام اور ارکان طریقت میں سے ایک تھے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات اور کسب فیض

جناب جبرتی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں شیخ موصوف کی کتاب ''رسالہ خلوتیہ'' کے آخر میں دوٹوک الفاظ میں آپ نے اپنے بارے

میں لکھا ''اللہ تعالیٰ نے مجھ پر بے پایاں احسانات فرمائے اور لاتعداد کرم کیے۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ میں نے شیخ دمرداش رحمۃ اللہ علیہ کو آسمان پر دیکھا۔ آپ نے مجھے فرمایا۔ دنیا اور آخرت میں خوف مت کر میں نبی کریم ﷺ کو خلوت میں مولد کے اندر دیکھا کرتا تھا۔ آپ نے ایک سال مجھے ارشاد فرمایا دنیا اور آخرت میں خوف مت کر۔ میں نے یہ بھی دیکھا کہ حضور ﷺ نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے فرمایا ذرا پیچھے ہٹو کہ ہم دمرداش کے عبادت خانہ کو جھانک کر دیکھیں۔ آپ یہاں تشریف لائے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی ہمراہ تھے۔ دونوں حضرات میرے ہاں خلوت میں تشریف فرما ہوئے۔ میرے پاس دونوں کھڑے ہو گئے اور میں اللہ اللہ کہہ رہا تھا۔ خلوت میں مجھے وہم ہوا کہ حضور ﷺ کی زیارت واقعی ہو رہی ہے یا میرا وہم ہے۔ میں نے فوراً شیخ کبیر یعنی شیخ دمرداش محمدی کو دیکھا۔ آپ مجھے فرما رہے تھے جب کہ آپ اپنی قبر کے قریب تھے کہ اپنا ہاتھ حضور نبی کریم ﷺ کی طرف بڑھاؤ۔ آپ میرے ہاں تشریف فرما ہیں میں کردی رحمۃ اللہ علیہ کی خلوت میں تھا یعنی شیخ شرف الدین جو حسینیہ میں مدفون ہیں اور میں سونے اور جاگنے کی حالت کی درمیانی حالت میں تھا۔ میں بیٹھا ہوا تھا فوراً جاگ اٹھا تو میں نے دیکھا کہ تمام جگہ نور سے منور ہے۔ میں شیخ کے ہاں ٹھہر گیا خلوت میں دوبارہ آنے کی ہمت نہ پڑتی کیونکہ ہیبت زدہ ہو گیا تھا۔ رات کے آخر تک نہ آسکا۔ ایک مرتبہ آپ نے تبسم فرمایا اور مجھے انگوٹھی عنایت فرمائی اور فرمایا اس خدا کی قسم! جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ کل یہ راز کھلے گا جو میرے اور تیرے درمیان ہے۔ مجھے شیخ کردی نے پکڑا اور مکہ مکرمہ پہنچا دیا۔ مجھے آنکھ سے مکہ دکھایا میں سید احمد بدوی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس حاضر ہوا۔ ان کے پاس اس وقت حضور ختمی مرتبت ﷺ جلوہ فرما تھے۔ آپ نے میرے بارے میں فیصلہ دیا میں حضور ﷺ سے استغاثہ کر رہا تھا۔ اس کا سبب یہ تھا کہ مجھے آپ ﷺ کے مولد مبارک میں آنے سے کچھ تردد ہوا پھر اللہ تعالیٰ نے اس کے بعد میری مدد فرمائی اور یہ مدد بھی حضور ﷺ کی برکت کا نتیجہ تھی۔ اس سے پہلے آپ نے دو مرتبہ مجھے سرخ رنگ کا لباس پہنایا۔ ایک مرتبہ برکۃ الحجاج میں اور دوسری مرتبہ اپنی جگہ اور اپنے مقام یعنی قبر انور کے اندر اور حکم دیا کہ کردی کے پاس جاؤ۔ کہتے ہیں کہ میں نے ایک مرتبہ مدینہ منورہ سے اپنے آپ کو باہر پایا۔ اور میں نے کہا میں اس وقت تک داخل نہیں ہوں گا جب تک حضور ﷺ کی اپنے داخلہ کے بارے میں رضامندی نہ حاصل ہو جائے اور آپ میرا اندر آنا قبول نہ فرمالیں۔ آپ نے پنکھا دے کر ایک آدمی کو میری طرف بھیجا۔ اس نے مجھے پنکھے سے ہوا دینا شروع کی اور کہنے لگا القبول حاصل قبولیت ہو گئی ہے۔ اور دیکھا کہ آپ مجھ سے فرما رہے تھے میں تجھ سے بات چیت کرنا پسند رکھتا ہوں۔ آپ نے مجھے اپنے سامنے کھڑا کیا اور فرمایا کیا تو حکم ربوبیت پر معترض ہے؟ میں جاگ اٹھا اس کا اثر مجھ میں موجود تھا لیکن سبب معلوم نہ تھا۔

جبرتی فرماتے ہیں میں نے مذکورہ رسالہ کے حاشیہ پر لکھا دیکھا جس کا مضمون یہ تھا: میں نے نبی کریم ﷺ کو رمضان المبارک گیارہ سو ستاون ہجری ۲۷ کی رات دیکھا۔ آپ اس طبقہ میں تشریف فرما تھے جو رواق کی جانب ہے اور آپ تیز تیز کہیں تشریف لے جا رہے تھے۔ میں آپ کے پیچھے پیچھے چل پڑا اور عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے محروم نہ رکھیں۔ پس آپ ہمارے لیے ایک کھلی جگہ رک گئے۔ میں خدمت عالیہ میں حاضر ہو کر آپ کی ایک طرف کھڑا ہو گیا اور ایک حاضر شخص سے میں نے کہا

حضور سیدنا نبی کی داڑھی شریف کو دیکھو اور اس میں سے سفید بال گنو کہ کتنے ہیں؟

آپ کی کرامات میں سے ایک یہ تھی کہ آپ ڈاکوؤں کو توبہ کی طرف لایا کرتے تھے وہ اپنی پہلی حالت (ڈاکہ نہ ڈالنے والی) پر واپس آ جاتے اور آپ کے مرید بن جاتے تھے۔ یہ بات میں نے باوثوق حضرات سے سنی ہے۔ ان ڈاکوؤں میں سے بعض صالح (ولی) بن جاتے تھے بعض دفعہ شیخ موصوف انہیں بڑے بڑے سنگلوں سے مسجد ظاہر کے ستون سے باندھ دیتے تھے۔ کبھی ان کی گردنوں میں طوق ڈال دیا کرتے تھے اور کوئی طریقہ بھی جسے آپ ان کے تقاضائے حال کے مناسب سمجھتے، اختیار کرتے آپ جب سوار ہوتے تو یہ سب ڈاکو آپ کے پیچھے اسلحہ اور ڈنڈے لے کر چلتے۔ آپ کا شاہانہ رعب و داب تھا۔ جب آپ مشہد حسینی میں داخل ہوتے تو ذکر میں آپ پر وجد طاری ہو جاتا۔ حتیٰ کہ آپ جنگلی درندے کی طرح نظر آتے۔ انتہائی قوت آ جاتی اور لوگ آپ سے دور بھاگتے۔ جب ذکر سے فارغ ہو کر بیٹھتے تو انتہائی کمزور دکھائی دیتے۔ آپ کو دیکھنے والا کبھی دیکھتا کہ آپ کا چہرہ وحشی جانوروں کی طرح ہوتا، اور کبھی بیل کی طرح کبھی ہرنی کی طرح ہوتا۔ مصر میں رہتے ہوئے مصطفیٰ کمال پاشا آپ کی طرف میلان رکھتا تھا۔ آپ کا معتقد تھا اور زیارت کرنے آتا تھا۔ آپ نے ایک دفعہ اسے کہا فلاں وقت تجھے ملک کی صدارت کے لیے طلب کیا جائے گا۔ پھر ویسے ہی ہوا جو شیخ نے فرمایا تھا۔ جب یہ صدر بن گیا تو اس نے مصر میں کسی کو بھیجا اور آپ کی خاطر ایک مسجد تعمیر کروائی جس کا نام حسینیہ ہے سبیل بنوائی، سرکاری حکم نامہ لکھوایا اور قبہ بنوایا۔ اس کے اندر شیخ علی ید الامیر عثمان آغا وکیل دار السعادۃ کا مدفن ہے۔ جب شیخ موصوف کا انتقال ہوا لوگ آپ کی نماز جنازہ پڑھنے نکلے اور ازہر میں آپ کی نماز جنازہ ادا کر کے مسجد کے اندر ہی معروف قبہ میں دفن کیے گئے۔ آپ نے 1183ھ میں انتقال فرمایا۔

حضرت شیخ علی بن عبد البر وتائی شافعی رحمۃ اللہ علیہ

آپ مناسک حج پر لکھی گئی کتاب ''عمدۃ الابرار فی احکام الحج والاعتمار'' کے مصنف ہیں۔ یہ کتاب مطبعہ مکہ مشرفہ میں طبع ہوئی تھی۔ میں نے اس کے آخر میں ان کے بارے میں کچھ حالات پڑھے۔ جنہیں شیخ عمر عبد الکریم بن عبد الرسول عطار نے جمع کیا۔ ان میں آپ کی چند کرامات کا بھی انہوں نے تذکرہ کیا ہے جن میں سے ایک کرامت درج ذیل ہے۔

تالاب میں زمین پر کھیلنا

مجھے ایک باوثوق شخص نے خبر دی جو شیخ موصوف کو بچپن سے جانتا تھا اور آپ کے دیگر افراد خانہ کو بھی میں جانتا تھا کہ یہ بچپن میں ایک مرتبہ پانی کے تالاب میں گر گئے۔ اس میں کافی دیر پڑے رہے۔ حتیٰ کہ آپ کے گھر والوں کو اس کی خبر ہوئی۔ وہ آئے تاکہ آپ کو تالاب سے نکالیں۔ جب دیکھا تو آپ تالاب کی زمین پر کھیل رہے تھے اور پانی نے نہ تو آپ کو کوئی نقصان پہنچایا اور نہ ہی آپ کے کھیلنے میں رکاوٹ بنا۔

اس کتاب میں آپ کے حالات لکھتے ہوئے بتایا گیا کہ آپ مصر قاہرہ میں 1170ھ میں پیدا ہوئے۔ وہیں بہترین

طریقے اور مضبوط سیرت کے طور پر آپ کی تربیت ہوئی۔ قاہرہ میں ہی آپ نے شمس محمد بن شنوانی وغیرہ سے تعلیم حاصل کی۔ اٹھارہ سال کی عمر میں ہی آپ نے مختلف علوم میں تصانیف لکھیں اور طریقہ خلوتیہ آپ نے سیدی احمد دردیر رضی اللہ عنہ سے حاصل کیا اور سید مرتضیٰ کے پاس کافی دیر خدمت گزاری میں رہے۔ آپ سے علم حدیث پڑھا۔ سید مرتضیٰ موصوف ان کی بڑی عزت کرتے اور ان پر بہت اعتماد کرتے تھے حتیٰ کہ ''احیاء العلوم'' کی شرح لکھتے وقت جب اس کے چند اوراق تیار ہو جاتے تو آپ کو دیتے اور ساتھ حکم دیتے اس میں جو مٹانا چاہو مٹا دینا اور جسے چاہو بڑھا دینا۔ آپ صاحب عبادت، مجاہدات اور کشف وکرامات بھی تھے حتیٰ کہ حضور نبی کریم ﷺ کی خواب میں زیارت کی۔ آپ نے اپنی شہادت کی انگلی شیخ موصوف کے منہ میں رکھی ہوئی تھی۔ اسے منہ میں ہی آپ نے حرکت دینا شروع کر دیا اور ساتھ ساتھ انہیں کہتے جاتے تھے: یکفیت من اللیل لا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر واللہ اکبر۔ رات کو تمہارا مذکورہ الفاظ پڑھنا تمہارے لیے کافی ہیں۔ شیخ موصوف کثرت سے خواب میں حضور ﷺ کی زیارت کرنے والی شخصیت تھے۔ دو مرتبہ انہوں نے آپ ﷺ کو جاگتے ہوئے سر کی آنکھوں سے بھی دیکھا۔ ان میں سے ایک مرتبہ اس وقت زیارت ہوئی جب شیخ سورہ طٰہٰ پڑھ رہے تھے۔ انہوں نے اللہ تبارک وتعالیٰ کو بھی خواب میں دو مرتبہ دیکھا۔ ان میں سے ایک مرتبہ دیکھنے کے وقت اللہ تعالیٰ نے انہیں اسم اعظم اپنا مرحمت فرمایا۔ اور دوسری مرتبہ گردن میں شال ڈالنے کا طریقہ سکھایا جو مصر کے علماء کی عادت تھی جیسا کہ ان تمام باتوں کی خبر مجھے شیخ نے بذات خود بھی دی۔ آپ رات کے وقت بارہ رکعت نفل ادا فرمایا کرتے تھے۔ ان بارہ رکعتوں میں تین مرتبہ نماز تسبیح ادا فرماتے تھے۔ پھر آپ مکہ مکرمہ آ گئے یہ 1202ھ کا واقعہ ہے یہاں آپ تین سال ٹھہرے۔ ان تین سالوں میں اس قدر علوم پھیلائے جو تیس سالوں میں نہیں پھیلائے جا سکتے تھے۔ پھر حضور ﷺ کی زیارت کے بعد واپس مصر تشریف لے آئے۔ پھر آپ کو مدینہ منورہ واپس آنے کا حکم ملا۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ حکم حضور ﷺ کی طرف سے تھا۔ آپ نے انہیں خوشخبری دی کہ تمہاری موت مدینہ منورہ میں ہوگی۔ آپ مدینہ منورہ تشریف لے گئے۔ پہلے سیدھے مکہ مکرمہ گئے، حج کیا، اس کے بعد مدینہ منورہ میں تشریف لے آئے۔ پھر وہیں رہے حتیٰ کہ 1211ھ میں وہیں انتقال فرمایا۔ آپ اپنے دور کے اولیاء کرام میں سے سب سے آگے تھے۔

حضرت شیخ علی سویلم مصری مجذوب رحمۃ اللہ علیہ

آپ عکا میں مقیم تھے۔ آپ صاحب حال بزرگ تھے۔ صدقات وزکوٰۃ قبول کر لیا کرتے تھے لیکن ہر شخص سے نہیں۔ بعض دفعہ کوئی شخص آپ کو کچھ دیتا تو آپ لینے سے انکار کر دیتے اور کبھی یوں ہوتا کہ کسی ایسے سے آپ خود مانگنا شروع کر دیتے جو آپ کو دینے کا ارادہ نہ رکھتا۔ بعض دفعہ کسی چھوٹے بچے کے ہاتھ میں کوئی گھٹیا سی چیز دیکھتے جیسا کہ روٹی کا لقمہ یا کسی پھل کا ٹکڑا وغیرہ تو آپ اس کے پیچھے ہو لیتے۔ اس سے بہت چاپلوسی کرتے تاکہ آپ کو وہ چیز دے دے اور بچہ آپ کو ترخاتا اور نہ دیتا۔ بہت سے آدمی یہ تمنا رکھتے تھے کہ آپ ان سے کچھ لے لیں۔ لیکن آپ نہ لیتے اور آپ کی عادت یہ تھی کہ جو روپیہ پیسہ لیتے وہ عکا کے ایک آدمی کے پاس جمع کرا دیتے۔ اس شخص نے تمام دکانداروں کو کہہ رکھا تھا کہ شیخ موصوف جس سے جو مانگیں

وہ دے دیا کرے۔ اس کی قیمت وہ ادا کر دیا کرے گا۔ بعض دفعہ آپ خود رقم ہاتھ میں لے کر اشارہ کرتے کہ جاؤ فلاں چیز رقم دے کر لے آؤ۔

آپ کے ہاتھوں بہت سی کرامات بھی واقع ہوئیں۔ ایک یہ تھی کہ ایک شخص جو مٹھائیاں بیچتا تھا۔ اس کے پاس شیخ علی سویلم موصوف تشریف لائے اور اسے فرمایا یہ مٹھائی مجھے دے دو۔ ایک مٹھائی کی طرف اشارہ کیا اس نے اس کی کافی مقدار آپ کے سامنے رکھ دی۔ آپ نے اسے باہم ملا دیا۔ اس میں کچھ مٹھائی تازہ اور کچھ پہلے کی پڑی ہوئی تھی۔ دکاندار کو یہ لالچ تھا کہ شیخ تمام مٹھائی کی قیمت ادا کر دیں گے یا اس شخص سے وہ لے لے گا جس کے پاس آپ رقم جمع کرایا کرتے تھے۔ جب شیخ نے مٹھائی (تازہ اور باسی) باہم ملا دی تو فرمانے لگے مجھے نہیں چاہیے۔ اس سے حلوائی کی طبیعت بہت مکدر ہوگئی۔ اس نے اٹھا لی اور اٹھا کر دکان کے اندر رکھ دی اور اس کی فروخت سے ناامید ہوگیا۔ کچھ وقت گزرا ہوگا کہ حوران کے چند کسان آئے۔ انہوں نے اس حلوائی کو کہا کہ ہمیں وہ مٹھائی دو جو اندر رکھی ہوئی ہے دکاندار نے انہیں دوسری مٹھائیوں کی طرف موڑنے کی کوشش کی اور کہتا کہ اسے چھوڑو۔ اس سے یہ مٹھائی اچھی ہے۔ چنانچہ انہوں نے کہا ہمیں اور نہیں چاہیے۔ ہم وہی اندر والی مٹھائی کھائیں گے۔ مجبوراً بادل نخواستہ اٹھا اور اٹھا کر لے آیا۔ دکاندار نے رقم وصول کی اور کسان لے کر چلتے بنے۔ دکاندار کو معلوم ہوا کہ یہ سب کچھ شیخ موصوف کی برکت سے ہوا ہے۔ ان کی کرامت ہے۔ آپ نے 1300ھ کے بعد عکا میں ہی انتقال فرمایا میں نے شیخ موصوف کو بارہا دیکھا کہ آپ سردی کے موسم میں بازار کے اندر بیٹھے ہوئے ہیں۔ آپ کے جسم پر ایسا کپڑا تک نہ ہوتا جو سردی سے بچانے والا ہو آپ ایسے امراض میں مبتلا تھے جن کی عام آدمی طاقت نہیں رکھتا۔ آپ ایسے صابر تھے کہ کسی نے کبھی آپ کے منہ سے سخت لفظ یا دکھ درد بھری آہ نہیں سنی۔ آپ اس کیفیت میں لمبے عرصہ تک گرفتار رہتے۔

حضرت شیخ علی یشرطی شاذلی رحمۃ اللہ علیہ

آپ مصر کے بڑے مشائخ کرام میں سے ایک سرکردہ شخصیت تھے۔ طریقہ عالیہ شاذلیہ نے آپ سے شہرت پائی۔ خاص کر شام میں اسے عظیم شہرت سے ہمکنار کیا۔ بہت سے لوگوں نے آپ سے نفع اٹھایا اور بہت سے نقصان میں رہے۔ نقصان پانے والے ایسے لوگ تھے جنہوں نے سچے پکے راستہ سے دوری اختیار کی اور بھلائی کے راستہ سے ہٹے رہے۔ ان پر جہالت کا غلبہ تھا۔ حتیٰ کہ ان لوگوں نے نماز، روزے وغیرہ عبادات بھی چھوڑ دی تھیں اور حلال وحرام کے درمیان کوئی فرق نہ کرتے تھے۔ ایسے لوگ شام کے مختلف شہروں میں موجود تھے جیسا کہ عکا کے زیر انتظام شہر صفد میں، نابلس کے زیر انتظام شہروں میں سے طوباس اور ام الفحم وغیرہ۔ شیخ موصوف کو جب ان لوگوں کے بارے میں اور ان کے حالات کے متعلق علم ہوا اور ان کی بدسیرتی جانی تو آپ نے اپنی زندگی میں ہی ان علاقوں شہروں میں رہنے والے اپنے مریدوں کو لکھا اور ان لوگوں کو بھی لکھا جو اپنے ہم مشرب وہم نسبت تھے کہ تم لوگ ایسے بداعمال لوگوں سے میل جول نہ رکھنا۔ آپ نے دوٹوک انداز میں فرمایا میں ان سے بیزار ہوں میرا ان کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ میں نے انہیں طریقت سے باہر نکال دیا ہے۔ آپ اسی عزیمت اور حق گوئی پر تادم آخر قائم رہے۔ آپ ان لوگوں سے غصہ کی حالت میں ہی دار فانی سے کوچ کر گئے۔ آپ کے انتقال کے

بعد آج تک ان شہروں میں اس قسم کے لوگ موجود ہیں۔

علم لدنی

شیخ بہتیمی کی کرامات میں سے ایک کرامت مجھ سے ایک ایسے شخص نے بیان کی جو آپ سے طریقت میں نفع اٹھانے والا ہے یعنی میرا دوست عالم فاضل شیخ احمد خماش نابلسی۔ مجھ سے انہوں نے بیان کیا کہ میں نابلس میں تفسیر کے اسباق پڑھایا کرتا تھا۔ روزانہ میرے درس میں ایک عام آدمی جو جولاہا نظر آتا تھا، وہ آیا کرتا تھا درس کے بعد مجھ سے پوچھتا کیا اس آیت کی تفسیر اس کے علاوہ اور بھی ہے جو تم نے بیان کی؟ میں جواب دیتا میں نہیں جانتا۔ پھر وہ کہتا ہاں اس کی اور بھی تفسیر ہے اور وہ یہ ہے، وہ تفسیر ایسی کرتا جو قابل قبول ہوتی۔ لیکن مجھے علم نہ تھا کہ وہ یہ کہاں سے سیکھ کر آتا ہے۔ جب یہ معاملہ کئی بار ہوا تو میں نے ایک دن اس سے پوچھ ہی لیا کہ یہ تفسیر تمہیں کس نے سکھائی پڑھائی ہے؟ کہنے لگا یہ مجھے میرے شیخ علی نور الدین یشرطی شاذلی نے پڑھائی ہے اور اگر تمہارا ارادہ ہو کہ یہ تفسیر جانو اور پڑھو تو سلسلہ شاذلیہ حاصل کر لو۔ اس میں داخل ہو جاؤ تمہارا مقصد پورا ہو جائے گا۔ میں نے اس کی گفتگو کو کوئی اہمیت نہ دی۔ پھر اس دن کے گزرنے پر جب رات پڑی تو میں نے خواب میں دیکھا کہ یہی جولاہا میرے پاس آیا ہے اس گھر میں جس میں میں رہائش پذیر تھا۔ اس کے ساتھ ایک شیخ صاحب بھی ہیں جنہیں میں نہیں پہچانتا تھا۔ جونہی یہ دونوں حضرات دروازے سے داخل ہوئے پورا حجرہ نور سے منور ہو گیا۔ دونوں میری طرف آگے بڑھے میں سو رہا تھا۔ شیخ نے جولاہے سے فرمایا اسے یونہی اٹھا لو۔ ان میں سے ایک نے میرے ہاتھ اور دوسرے نے پاؤں پکڑے اور زمین سے مجھے اوپر اٹھا لیا۔ اور وہ دونوں مشک کی طرح مجھے ٹٹولنے لگے۔ وہ لگاتار ایسے ہی کرتے رہے حتی کہ میں نے محسوس کیا کہ میں ان کے ہاتھوں میں اس قدر نرم ہو چکا ہوں جیسا گوندھا ہوا آٹا ہوتا ہے۔ انہوں نے اس کے بعد مجھے زمین پر رکھ دیا پھر دوسری دفعہ اٹھایا۔ انہوں نے پھر پہلے کی طرح میرے ساتھ برتاؤ کرنا شروع کر دیا حتی کہ مجھے یوں محسوس ہوا کہ میں ان کے ہاتھوں میں جمے ہوئے دودھ کی طرح ہوں۔ انہوں نے پھر زمین پر رکھ دیا پھر تیسری مرتبہ اٹھایا اور پھر اس کے بعد مجھے محسوس ہوا کہ میں ان کے ہاتھوں میں پانی کی طرح ہوں جو موج میں ہے۔ اس پر شیخ نے کہا اس سے یہ اب کافی ہے۔ یہ کہہ کر وہ دونوں کہیں تشریف لے گئے۔ دوسرے دن جب میں نے تفسیر کا درس حسب عادت پڑھا دیا تو وہ پھر آ گیا اور مجھے کہنے لگا مبارک ہو۔ میں نے پوچھا کس چیز کی؟ کہنے لگا سبحان اللہ! کیا اس رات میں اپنے شیخ جناب علی یشرطی کے ساتھ تیرے پاس نہیں آیا تھا۔ پھر اس نے سارا قصہ بیان کر ڈالا۔

مجھے شیخ احمد خماش مذکور نے بتایا اس کے بعد میں شیخ موصوف کا معتقد ہو گیا اور عکا میں ان کی زیارت سے مشرف ہوا۔ میں نے پھر ان سے طریقت حاصل کی اور عظیم نفع اٹھایا۔ میں جب ان سے ملا تو آپ کی شکل و صورت بعینہ وہی تھی جو مجھے خواب میں نظر آئی تھی۔ ذرا برابر بھی فرق نہ تھا۔ یہ آپ کی کرامت ہی تو ہے۔ شیخ موصوف نے سو سال سے زیادہ عمر میں عکا میں ہی انتقال فرمایا۔ آپ نے اپنی تمام زندگی اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں بسر فرمائی اور عبادت و ذکر میں ہر دم مشغول رہے اور ظاہری دنیوی زندگی بہت فقیرانہ تھی۔ حالانکہ آپ پر دنیا لوٹ لوٹ پڑتی رہی۔ آپ بہت مہمان نواز تھے۔ مہمان اور مریدوں کو بہت مدد

خوراک دیتے اور خود گندم کی روٹی اور زیتون کے تیل پر گزارا فرماتے۔ ایسے ہی آپ کے معمولات اور خورد ونوش کے بارے میں مجھے ایسے لوگوں نے بتایا جو آپ کے خادم تھے اور آپ کے حالات سے بخوبی واقف تھے۔ ایک ہزار تین سو پندرہ ہجری کے بعد یہ باتیں لوگوں نے مجھ سے بیان کیں۔ آپ کو عکا میں دفن کیا گیا۔ آپ کی قبر اور عبادت گاہ کی لوگ زیارت کرنے آتے ہیں۔ آپ کے وصال کے بعد آپ کے خلیفہ آپ کے ہی صاحبزادہ شیخ ابراہیم ہیں جو اس (کتاب کی تصنیف کے) وقت موجود ہیں۔ شیخ موصوف نے نوے سال سے زائد عمر میں شادی کی جس سے دو بیٹیاں پیدا ہوئیں۔ وہ بھی اس وقت حیات ہیں۔ میں نے شیخ موصوف سے طریقہ شاذلیہ حصول برکت کے لیے حاصل کیا۔ میں نے آپ سے رعایت، محبت اور اپنی طرف خصوصی توجہ پائی۔ مجھے الحمدللہ آپ کی برکت حاصل ہوئی۔ آپ سے قبل میں نے طریقہ شاذلیہ آپ ہی کے ایک پیر بھائی شیخ محمد فاسی سے حاصل کیا تھا جو مشہور شخصیت تھے اور مکہ مشرفہ میں مدفون ہیں۔ ان دونوں حضرات نے طریقہ شاذلیہ شیخ محمد ظافر مدنی سے حاصل کیا تھا۔ آپ قسطنطنیہ میں مقیم تھے۔ اللہ تعالیٰ ان سب پر رحم فرمائے۔

حضرت شیخ علی عمری رحمۃ اللہ علیہ

آپ سلسلہ شاذلیہ کے طرابلس میں رہنے والے مشہور ولی ہوئے۔ آپ کی کرامات اور خوارق ہر نوع میں بکثرت ہیں۔ دمشق میں پیدا ہوئے اور آپ کا سلسلہ نسب سیدنا حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے جا ملتا ہے۔ ان کے والد گرامی الشیخ مصطفیٰ عمری بھی بہت بڑے ولی اور صاحب کرامات مشہورہ اور مناقب ماثورہ تھے۔ جب شیخ علی عمری موصوف ابھی گود میں ہی تھے اور زیر تربیت ہی تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر اپنے اسرار کا فیضان فرمایا اور بچپن سے ہی ولایت پر سرفراز فرما دیئے گئے۔ بچپن میں ہی آپ سے کرامات وخوارق کا صدور ہو گیا۔ اس پر ان کے والد گرامی نے انہیں فرمایا اس بات کو شیخ نے خود اپنی زبانی مجھ سے بیان کیا کہ دمشق مجھے اور تجھے دونوں کو برداشت نہیں کر سکتا۔ یہاں صرف ایک کی گنجائش ہے۔ لہٰذا تو بحر شامی کے ساحل پر واقع شہر لاذقیہ چلا جا۔ آپ یہاں تشریف لے آئے۔ ابھی آپ کی عمر بیس برس بھی نہ ہوئی تھی۔ مجھے شیخ موصوف نے بتایا کہ میں پھر بیروت آ گیا۔ جب میں بازار میں سے گزر رہا تھا کہ ایک طباخ (باورچی) نے مجھے دیکھا میں بڑا خوبصورت تھا۔ اسے مجھ سے شیطانی محبت ہو گئی۔ مجھ سے پوچھنے لگا کہ میں کہاں سے آیا ہوں، کہاں جانے کا ارادہ ہے وغیرہ وغیرہ؟ میں نے اس کے سوالوں کا جواب دیا اور آگے چل دیا۔ میں نے ایک کشتی دیکھی جو طرابلس جانے کے لیے تیار تھی میں اس پر سوار ہو گیا۔ میں نے دیکھا کہ وہ باورچی بھی آن پہنچا اور اس نے پکوائی کا تقریباً تمام سامان ساتھ لے لیا تھا۔ وہ بھی کشتی میں رکھ لیا آ کر بالکل میرے پہلو میں بیٹھ گیا اور کہنے لگے میں بھی طرابلس جا رہا ہوں، جب رات کا اندھیرا چھا گیا اور میں سویا ہوا تھا میں نے اس کا ہاتھ اپنے جسم سے لگتا ہوا اور چھوتا ہوا محسوس کیا میں نے زوردار چیخ ماری۔ جس سے کشتی میں سوار تمام لوگ جاگ اٹھے اس باورچی کی عقل میں خلل آ گیا کچھ نیم پاگل سا ہو گیا۔ اس نے اپنا پکوائی والا سامان پانی میں پھینکنا شروع کر دیا۔ حتیٰ کہ تمام سامان اس نے پھینک دیا میں نے کشتی والوں سے کہا اسے کشتی کے ستونوں سے باندھ دو۔ ورنہ یہ خود کو بھی پانی میں پھینک دے گا۔ پھر اس کے والی وارث تم سے اس کے بارے میں پوچھتے پھریں گے۔ انہوں نے میری تجویز پر عمل کرتے ہوئے اسے

باندھ دیا۔ حتیٰ کہ جب ہم طرابلس پہنچے تو اسے کھول کر خشکی پر نکال دیا مجھے نہیں معلوم کہ اس کے بعد اس کے ساتھ کیا ہوا۔
شیخ فرماتے ہیں اس کے بعد میں لاذقیہ آ گیا۔ یہاں آ کر میں نے جامع عوینی میں خلوت نشینی اختیار کر لی۔ سات سال تک خلوت نشین رہا اور اس دوران ذکر و اذکار میں مشغول رہا۔ پھر مجھ پر حال نے غلبہ کیا۔ پھر میں جدھر منہ آیا نکل گیا کبھی پہاڑوں میں کبھی جنگلات میں اور کبھی غیر آباد جگہوں میں پھرتا رہا۔ یہ سلسلہ کئی سال تک جاری رہا پھر مجھے صحو حاصل ہو گیا یعنی حال کی کیفیت ختم ہو گئی اور سمجھنے بوجھنے لگا۔ چنانچہ میں دوبارہ لاذقیہ آ گیا۔ یہاں سکونت رکھی پھر یہاں ہی شادی ہوئی پھر کچھ سالوں بعد طرابلس آ گیا تا حال یہیں ہوں۔
شیخ موصوف رحمۃ اللہ علیہ کی کرامات لاتعداد ہیں۔ میری آنکھوں نے اس دور میں کوئی ولی نہیں دیکھا اور نہ ہی آج سے دو سال قبل تک کسی ولی کے بارے میں میں نے سنا کہ اس قدر کرامات اور خوارق کسی سے وقوع پذیر ہوئی ہوں جس قدر شیخ علی عمری رحمۃ اللہ علیہ سے ظہور پذیر ہوئیں۔ یہ کثرت کے اعتبار سے بھی اور عجیب و غریب ہونے کے ساتھ ساتھ ہر قسم کی کرامات کے اعتبار سے بے نظیر و بے مثل ہیں اور میں نہیں گمان کرتا کہ مشہور اولیاء کرام جیسا کہ چاروں اقطاب وغیرہ کے ہاتھوں بہت زیادہ تعداد میں اور زیادہ تعجب والی کرامات صادر ہوئیں، وہ شیخ موصوف کی کرامات سے فائق ہیں۔ میری اس بات پر تمہیں قطعاً تعجب نہیں کرنا چاہیے۔ کیونکہ اِنَّ الْفَضْلَ بِیَدِ اللّٰهِ ۚ یُؤْتِیْهِ مَنْ یَّشَآءُ (آل عمران:73) (فضل اللہ تعالیٰ کے قبضہ قدرت میں ہے جسے وہ چاہتا ہے دے دیتا ہے)۔ اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کی ذات پر یہ اعتراض ہو سکتا ہے کیونکہ وہ کسی شخصیت کو بعض اشیاء کے ساتھ مخصوص کر دیتا ہے۔ علاوہ ازیں ہمارے یہ شیخ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے خاندان و نسب سے تعلق رکھتے ہیں جو دریائے نیل اور حضرت ساریہ کے واقعات والی شخصیت ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان دو کرامات کے علاوہ بھی کرامات کے مظہر تھے اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے بارے میں خبر دی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو الہام ہوتا تھا۔ آپ بعض دفعہ قرآنی آیات کے ان کے اترنے سے پہلے ہی تلاوت فرما دیا کرتے تھے۔ یہ بات آپ کی بہت عظیم کرامت ہے۔ اگر اس کے علاوہ اور کوئی کرامت نہ بھی ہوتی تو صرف یہی ایک کافی تھی۔ لہٰذا اس میں کوئی غیر معمولی بات نہیں اور نہ ہی یہ عجب دکھائی دیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے شیخ موصوف کو ان کے جد امجد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بعض خصوصیات سے نواز دیا ہو جن کی بنا پر آپ دوسرے اولیاء کرام سے ممتاز ہو جائیں جو آپ کے ہم عصر ہوئے۔ جیسا کہ ان کے جد اعلیٰ کو اللہ تعالیٰ نے خصوصیات عطا فرمائیں اگر میں شیخ کی کرامات ہی لکھنا شروع کر دوں اور اس کتاب میں ان تمام کو جمع کر دوں تو بہت بڑی کتاب اور کئی جلدوں پر محیط ہو جائے۔ کیونکہ ایسا بہت کم واقع ہوا کہ شیخ موصوف کے ہاں کوئی مسلمان ملاقات کرنے آیا ہو یا مسلمان کے علاوہ کوئی دوسرا آپ سے ملا ہو اور اس نے بوقت ملاقات کم از کم ایک کرامت نہ دیکھی ہو۔ بلکہ بیک وقت ایک شخص کو کئی کرامات دیکھنے کا اتفاق ہوتا رہا۔ حتیٰ کہ آپ کی کرامات کی کثرت کی وجہ سے لوگ آپ کی کرامت کو کرامت کی بجائے آپ کی عادت کہا کرتے تھے۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ بہت سے محروم لوگ آپ سے کرامات کا بارہا مشاہدہ کرتے تھے اور ان کرامات کو وہ کرامات نہیں سمجھتے تھے۔ کیونکہ لوگوں کو یہ معلوم نہ تھا کہ آپ ولی اللہ ہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ کے ہاتھوں ان خارق عادت افعال کو

کرامت کے رنگ میں ظاہر فرمایا۔ بلکہ لوگ روزمرہ کرامات دیکھ کر اتنا کہا کرتے تھے کہ آپ عجیب آدمی ہیں اور عجیب و غریب ان کی باتیں ہوتی ہیں۔ طرابلس میں میرا بھی کچھ ایسے نام نہاد علماء سے واسطہ پڑا جو آپ کی ولایت کے منکر تھے۔ ان کا عقیدہ یہ تھا کہ ولی کوئی معین اور مخصوص شخص نہیں ہوتا بلکہ یہ کہتے تھے کہ ہاں اللہ تعالیٰ کے ولی ہوتے ہیں ہم ان کی پہچان نہیں رکھتے۔ وہ کسی مسلمان کو ولایت کا اہل نہیں سمجھتے تھے۔ خواہ وہ کس قدر اطاعت گزار اور صاحب کرامات کیوں نہ ہو۔ ایسے خشک عالم اس دور میں بھی کافی مل جاتے ہیں۔ ان میں سے جو طرابلس میں ایسے عالم تھے، ایک مولوی صاحب سے میں نے پوچھا کیا تم نے شیخ موصوف کی کوئی بھی کرامت نہیں دیکھی؟ کہنے لگا ان سے بہت سی باتیں عادت کے خلاف دیکھی ہیں لیکن میں انہیں کرامات کہنے کو ہرگز تیار نہیں ہوں۔ وہ صرف عجیب و غریب باتیں ہیں۔ میں ایک نہیں کئی مرتبہ ان سے ایسی باتیں دیکھ چکا ہوں۔ میں نے اس سے پوچھا کہ جب تم انہیں عادت کے خلاف تسلیم کرتے ہو تو کیا وجہ ہے کہ انہی باتوں کو کرامت کہنے کے لیے تیار نہیں ہو۔ حالانکہ وہ ایک نیک مسلمان شخص سے واقع ہو رہی ہیں؟ اس سوال کا اس سے کوئی جواب نہ بن پایا۔ صرف یہی کہ وہ آپ میں ولایت کو تسلیم نہیں کرتا تھا۔ وہ شیخ موصوف کے علاوہ کسی اور کو بھی ولی تسلیم نہ کرتا تھا۔ اس لیے جب ولی ہی تسلیم نہ کیا تو اس کے خلاف عادت کام کو کرامت کیسے کہتا۔ ایسے لوگوں اور خشک ملاؤں کا یہی عذر ہو سکتا ہے یا ہم انہیں معذور کہہ سکتے ہیں کہ ان لوگوں کے دلوں پر اندھیروں کے دبیز پردے پڑے ہوئے ہیں جو حب دنیا اور بزرگوں کی مخالفت کی وجہ سے پڑے ہیں۔ انہی پردوں نے ایسے لوگوں کو روک رکھا ہے کہ نہ کسی کو ولی مانو اور نہ اس کے خلاف عادت کاموں کو کرامت تسلیم کرو۔ اسی لیے انہیں کسی ولی اللہ سے عقیدت نہیں ہوتی اور نہ ہی ان کی کرامات کی تصدیق ان سے متوقع ہوتی ہے۔ سو اللہ تعالیٰ کی بہت تعریف اور اس کا احسان عظیم ہے کہ اس نے ہمیں ایسے علم اور اس کے اندھیروں سے بچائے رکھا اور منکرین اولیاء سے اس نے ہمیں افضل بنایا۔ **فضلنا علی کثیر ممن خلقنا تفضیلا**۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا عظیم فضل اس بندہ ناچیز پر یہ ہے کہ جب سے میں نے ہوش سنبھالا تو اولیاء کرام کی محبت میں ہوش سنبھالا۔ ان کا عقیدت مند رہا۔ ان کی کرامات کی تصدیق کی، ان کی برکات سے فائدہ اٹھایا اور ان کی توجہات کا اکتساب کیا۔ اللہ تعالیٰ اپنے تمام ولیوں پر رحمت خاصہ نازل فرمائے اور ہمیں ان کے فیوض وبرکات سے زیادہ سے زیادہ مستفیض و مستفید فرمائے۔ آمین

ولی کے خیالات پر اطلاع

اب میں سیدی شیخ علی عمری کی چند کرامات بیان کرتا ہوں۔ ان میں سے کچھ تو میں نے اپنی آنکھ سے دیکھیں اور کچھ وہ ہیں جنہیں دیکھنے والوں نے مجھ سے بیان کیا۔ ایک کرامت یہ ہے کہ لاذقیہ میں جب میں آپ سے پہلی مرتبہ ملا۔ اس وقت میں وہاں محکمہ جزاء کا رئیس تھا۔ یہ 1306ھ کا واقعہ ہے۔ میں نے دیکھا کہ آپ دوسرے حاضرین کی بہ نسبت میری طرف خاص متوجہ ہوئے۔ آپ نے میری موجودگی اور حاضری پر بڑی مسرت کا اظہار فرمایا اور خوش آمدید کہا اور گفتگو کرتے وقت مجھے مخاطب فرمایا۔ دوران گفتگو آپ مجھے ایسی باتیں فرمانے اور بیان کرنے لگے جن کا تعلق میرے دل سے تھا اور وہ میرے پوشیدہ حالات تھے اور میری خفیہ نیتیں تھیں جنہیں صرف میں ہی جانتا تھا۔ میں نے پہلے سے آپ کی ولایت کا سن رکھا تھا۔ پھر

میں نے خود اسے حقیقۃً پایا۔ اور میں نے جانا کہ آپ نے میرے ساتھ دوران گفتگو جو طریقہ اختیار فرمایا یہ بھی کرامت کی ہی ایک قسم ہے اس سے میرے دل میں آپ کی محبت بہت شدید ہوگئی۔ ایسی کہ میرے لیے آپ سے جدائی مشکل کام بن گیا۔

غیب کی خبر

پھر ایک اور مجلس میں میں نے آپ سے ایک اپنی اہم مشکل کے بارے میں درخواست کی۔ وہ یہ کہ میں نے لاذقیہ میں ایک عورت سے شادی کی تھی۔ لیکن اس کے اخلاق میرے موافق نہ ہوئے۔ میں نے اسے طلاق دینے کا ارادہ کر لیا اور وہ بھی جلدی تاکہ ہمارا باہم مل جل کر رہنا کم سے کم رہے۔ مجھے یہ خطرہ لاحق تھا کہ کہیں وہ میرے بچے کی ماں نہ بننے والی ہو۔ اس بات نے مجھے بہت پریشان کیا جب میں نے شیخ کو اپنی بیوی کے ساتھ مذکور قصہ کی اطلاع دی۔ مجھے فرمانے لگے آج رات اس سے ہم بستری کرنا، حمل ختم ہو جائے گا۔ میں نے عرض کیا حضور! میں تو ڈرتا ہوں کہ اس سے پہلے جو ہم بستری کر چکا ہوں کہیں اس سے وہ حاملہ نہ ہوگئی ہو۔ آپ مجھے ہم بستری کرنے کا حکم دے رہے ہیں۔ اب جب کہ میں طلاق دینے پر تلا بیٹھا ہوں۔ آپ ہم بستری کرنے کا حکم دے رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا وہ حاملہ ہے اور اب جماع کرنے سے حمل گر جائے گا۔ میں اس سے قبل بیس دن یا کچھ کم اس سے ہم بستری کر چکا تھا۔ میں نے شیخ کی بات مان لی۔ کیونکہ میں آپ کا بہت معتقد تھا کہ آپ جو کچھ فرما رہے ہیں وہی درست ہوگا۔ میں اس رات اس کے ساتھ سویا جب وہ نیند سے بیدار ہوئی۔ صبح اٹھتے ہی مجھے کہنے لگی مجھے حیض آ گیا ہے۔ میں نے یہ دیکھ کر شیخ کی کرامت کو سچا پایا۔ پھر حیض کے اختتام پر میں نے اسے طلاق دے دی۔ جب صبح کے وقت گھر سے فارغ ہو کر میں شیخ موصوف سے ملنے گیا تو میں نے دیکھا کہ انہوں نے سرخ رنگ کا سرمہ آنکھ میں ڈال رکھا ہے جیسا کہ خون کا رنگ ہوتا ہے۔ جب میں آپ کے سامنے بیٹھ گیا۔ آپ نے اپنی آنکھ پر انگلی رکھ کر مجھے اشارۃً بتانا چاہا کہ تمہاری بیوی کو حیض آ گیا ہے۔ میں اس اشارہ کو سمجھ گیا۔ لیکن میں جان بوجھ کر نادان بنا رہا۔ پھر آپ نے واضح اور دو ٹوک الفاظ میں فرمایا اور بار بار انگلی اپنی آنکھ پر رکھتے۔ میں بھی متواتر تغافل برتتا رہا۔ گویا آپ کے اشارہ سے میں نے کچھ بھی نہیں جانا۔ جب آپ نے یہ دیکھا تو اپنی جگہ سے اٹھے اور میری طرف تشریف لائے اور میرے پہلو کے قریب بیٹھ گئے۔ مجھے آہستہ سے فرمانے لگے میں نے جو تمہیں اشارۃً بتانا چاہا وہ تمہیں سمجھ نہیں آیا؟ اسے (تمہاری بیوی کو) حیض کا خون جاری ہو گیا ہے جیسا کہ میں نے تمہیں کہا تھا۔ میں نے شیخ موصوف کے ہاتھ چوم لیے اور میری عقیدت اور بڑھ گئی۔

بے رخی برتنے پر گورنر کو معزول کر دیا

اس وقت سلطان کی طرف سے لاذقیہ کا گورنر احمد باشا ابا ظہ تھا۔ اس عہدہ کو وہ لوگ اپنی اصطلاح میں متصرف کہتے تھے۔ قسطنطنیہ میں ہوتے ہوئے اس سے قبل شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے ساتھ بہت بڑی نیکی اور بھلائی کی تھی۔ اب جب کہ شیخ صاحب لاذقیہ تشریف لائے تو اس کے گھر بطور مہمان ٹھہرنے کے لیے تشریف لے گئے۔ اس نے اپنی جماعت میں سے ایک آدمی سے کہا کہ تم شیخ موصوف کو اپنے گھر لے جاؤ۔ اس نے آپ کو اپنے ساتھ لیا اور گھر آ گئے۔ کچھ دن گزرنے کے بعد میں آپ

کے پاس اسی آدمی کے گھر بیٹھا ہوا تھا جس کے گھر آپ کو مہمان بنایا گیا تھا۔ اس کا نام محمد آفندی اسطہ تھا اور طرابلس شام کا رہنے والا تھا اس آدمی (مہمان نواز) نے بتایا کہ گورنر مذکور نے آپ کے لیے ہدیہ روانہ کیا ہے یہ کہہ کر اس نے ہدیہ آپ کو دکھایا وہ بچی بچائی چیزوں کے ٹکڑے تھے جن کی معمولی قیمت تھی۔ یہ ہدیہ بتاتا تھا کہ گورنر کو شیخ سے کوئی سروکار نہیں ہے اور اس کے دل میں ان کا مقام ایک عام آدمی کا سا ہے لیکن اس کے مقابلے میں شیخ صاحب نے قسطنطنیہ میں جو بھلائی اس کے ساتھ کی تھی اگر اس کی اور اس کی قیمت لگا کر فرق واضح کیا جائے تو دو سو گنا سے بھی زیادہ فرق نظر آئے گا۔ اور یہ بھلائی درحقیقت سلطان کے ایما پر کی گئی تھی جب متصرف باشا مذکور نے آپ کے ساتھ یہ معاملہ کیا کہ اس سے پہلے تو اپنے گھر میں شیخ کو مہمان بنا کر رکھنا گوارا نہ کیا اور پھر اس پر مزید یہ کہ ہدیہ اور تحفہ ایسا بھیجا جو بالکل ردی تھا۔ شیخ کو جب اس کی اطلاع ملی تو بہت غصہ آیا۔ اس قدر کہ چہرے پر غصہ کے آثار دکھائی دے رہے تھے۔ آپ نے آسمان کی طرف نظریں اٹھا کر یوں کہنا شروع کر دیا تو نے مجھ سے ایسا وعدہ تو نہ کیا تھا تو نے مجھ سے ایسا وعدہ تو نہ کیا تھا۔ یہی جملہ آپ نے غصے کی حالت میں بار بار دہرایا۔ پھر غصہ ٹھنڈا ہوا اور خاموش ہو گئے ہماری طرف دیکھ کر کہنے لگے متصرف (گورنر) احمد باشا معزول کر دیا گیا ہے۔ اس وقت آپ نے یہ اعلان فرمایا۔ بظاہر ایسا کوئی سبب نہ تھا جو اس کے معزول ہونے کا اشارہ کرتا۔ ہم نے یہ اعلان آپ سے بار بار سنا۔ ہم نے بھی کئی دفعہ اس بارے میں پوچھا۔ جواب وہی تھا کہ متصرف معزول کر دیا گیا ہے اور یہ یقیناً ہو کر رہے گا۔ اس کے بعد شیخ طرابلس تشریف لے آئے پھر کچھ دنوں بعد آپ سے ملاقات کرنے لاذقیہ میں والی ولایت کبیر حمدی باشا آیا جو اب بیروت میں مدفون ہے، اسے متصرف احمد باشا پر سخت غصہ آیا اور قسطنطنیہ میں اس کی برطرفی کا حکم لکھ بھیجا۔ چنانچہ اسے معزول کر کے اس کی جگہ دوسرا متصرف مقرر کیا گیا۔ یہ سب کچھ چالیس دن کے اندر اندر ہو گیا۔

کسی کے مرنے کی بہت پہلے اطلاع اور اسکی جگہ تقرری کی بھی

شیخ کی کرامات میں سے ایک کرامت یہ ہے جو مجھے رؤف پاشا نے بتائی۔ رؤف باشا قدس میں بطور متصرف مقرر تھا پھر بیروت اور شام وغیرہ کا وزیر اور والی بنا دیا گیا اس وقت وہ سلانیک کا والی ہے یہ شخص مسلمانوں کے بہترین والیوں میں سے ہے۔ اس کے علاوہ یہی کرامت مجھے محمود آغا خزندار نے بتائی جو لاذقیہ کی مشہور و معروف شخصیت ہے۔ دونوں نے مختلف اوقات میں یہ کرامت بیان کی اور دونوں کی بیان کردہ کرامت باہم مطابقت بھی رکھتی ہے۔ کرامت یہ ہے کہ مجھے محمود آغا نے جب بتایا تو اس وقت شیخ بھی بیٹھے سن رہے تھے۔ شیخ کی تجھے میں ایک بہت عجیب کرامت سناتا ہوں۔ ہوا یوں کہ آپ کئی سال پہلے اس شہر میں تشریف لائے تھے۔ آپ میرے ہاں تشریف فرما تھے اور اسی مکان میں کہ جس میں اب بھی آپ میری دائیں جانب تشریف فرما ہیں، موجود تھے۔ میری بائیں جانب اس وقت ایک شخص عثمان آغا نامی بیٹھا ہوا تھا۔ یہ شخص طرابلس میں پولیس کا سربراہ تھا۔ میں اس وقت سرکاری ملازم نہ تھا۔ شیخ صاحب نے میرے کان میں کہا جسے عثمان آغا مذکور نہ سن پائے کہ عنقریب عثمان آغا فوت ہو جائے گا اور ہم تجھے اس کی جگہ والی مقرر کرتے ہیں۔ میں نے عرض کیا یا سیدی! اس کے مرنے کے بغیر بھی تو آپ مجھے والی مقرر کر سکتے ہیں؟ فرمانے لگے اللہ تعالیٰ بہت جلد اسے موت دے دے گا اور تجھے اس کی جگہ والی

بنادے گا۔محمود آغا کہتا ہے ابھی اس بات کوصرف تین دن ہی گزرے تھے کہ عثمان آغافوت ہو گیااور مجھے اس کی جگہ سرکاری حکم کے تحت والی مقرر کر دیا گیا۔ جب شیخ موصوف نے مجھے اس بارے میں بتایا تو اس وقت عثمان آغا بالکل صحیح تندرست تھا۔محمود آغا بیان کرتا ہے کہ میں طرابلس گیااور اپنی ذمہ داری قبول کی۔ پھر شیخ صاحب اپنی عادت کے مطابق مجھے بعض ایسے لوگوں کے کام کرنے کا حکم دیتے سفارش کرتے جو آپ سے جا کر التجا کرتے تھے میں آپ کی بات مانتااور ان کا کام کر دیا کرتا تھا۔ جب یہ معاملہ حد سے بڑھ گیا تو میں پریشان ہوااور بالآخر آپ کا سفارش کرنا رد کر دیتا۔ کچھ دن یونہی گزرے کہ میں آپ کی سفارش قبول نہ کرتا تھا تو اوپر سے سرکاری حکم آگیا کہ اسے (مجھے) معزول کر دیا گیا ہے۔

غیب کی خبر

میں جب لاذقیہ سے قدس روانہ ہوا کیونکہ محکمہ عدل وانصاف کی سربراہی میرے سپرد تھی۔ میری وہاں رؤف پاشا مذکور سے ملاقات ہوئی یہ ایک بہت بڑا سرکاری افسر ہوتے ہوئے حضرات اولیاء کرام کا نہایت عقیدت مند تھا۔ دوران گفتگو اس نے شیخ عمری رحمۃ اللہ علیہ کی ولایت اور شان میں کچھ باتیں کرتے ہوئے کہا۔ میں نے شیخ موصوف کی بہت سی کرامات کا مشاہدہ کیا ہے۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ میں جب طرابلس میں متصرف (گورنر) تھا۔ والی کی طرف سے حکم آیا کہ میں کچھ فوج اور سپاہی لے کر لاذقیہ کے اطراف میں جبال نصیریہ جاؤں تا کہ وہاں کے لوگوں سے حکومت کا مال موصول کروں۔ مجھے اس سفر سے خوف ہوا کہ کہیں ایسے واقعات پیش نہ آجائیں جو میرے لیے باعث پریشانی بن جائیں اور ان کا نتیجہ اچھا نہ نکلے۔ میرے دل میں آیا کہ جناب شیخ عمری رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے ساتھ لیتا ہوں تا کہ ان کی برکت کی مجھے حمایت حاصل رہے اور کسی پریشانی کا مجھے سامنا نہ کرنا پڑے۔ آپ سے درخواست کی لیکن آپ نے انکار کر دیا۔ میں نے بہت زیادہ منت سماجت کی۔ آپ نے اتنا ہی نہ جانے کا اصرار کیا۔ میں بادل نخواستہ فوج کے کچھ افراد ساتھ لے کر روانہ ہو گیا۔ جب میں لاذقیہ پہنچ کر کچھ دونوں کے لئے ٹھہرا تا کہ اپنا کام مکمل کرلوں تو ایک دن دیکھا کہ شیخ صاحب بنفس نفیس خود تشریف لے آئے ہیں میرے پاس آئے تو میں نے آپ سے عرض کیا آپ نے اس طرح بے وقعت اور اطلاع کیے بغیر مجھے خوش نہیں کیا۔ جبکہ میں نے بہت زیادہ منت سماجت کے طور پر سفر پر روانہ ہونے سے پہلے آپ سے درخواست کی تھی کہ آپ میرے ساتھ چلیں۔ اس وقت آپ نے انکار کر دیا تھا۔ اب آپ کا اپنے آپ تشریف لانا مجھے اتنا اچھا اور خوش کن نہیں لگا۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا میں خود بخود نہیں آیا۔ مجھے یہاں حاضر ہونے کا حکم دیا گیا ہے۔ تا کہ عثمان آغا کی نماز جنازہ میں شرکت کروں جو پولیس کا سربراہ ہے۔ اسے دفن کر کے واپس طرابلس لوٹ جاؤں گا۔ رؤف پاشا بیان کرتا ہے کہ میں اس خبر سے دہشت زدہ ہو گیا کیونکہ شیخ موصوف نے جب یہ بات ارشاد فرمائی تھی اس وقت عثمان آغا ہمارے سامنے ٹھیک ٹھاک حالت میں کھڑا تھا۔ بیماری کا اس میں نام تک نہ تھا پھر وہ دو یا تین دن بیمار رہا کہ لوگوں نے کہنا شروع کر دیا کہ عثمان آغا کا انتقال ہو گیا ہے لیکن کسی کو معلوم نہ ہو سکا کہ اس کی موت کیسے ہوئی حالانکہ دو دن پہلے وہ بالکل تندرست تھا۔ پھر شیخ موصوف میرے پاس تشریف لائے اور فرمایا میں تم سے رخصت ہونا چاہتا ہوں اور طرابلس کی طرف سفر کرنا چاہتا ہوں۔ میں نے آپ سے عرض کیا آپ ابھی سفر نہ کریں ہمارے ہاں

قیام فرمائیں۔ فرمانے لگے کیا میں نے تمہیں بتایا نہیں کہ مجھے حکم دیا گیا تھا کہ عثمان آغا کی نماز جنازہ میں شرکت کروں وہ فوت ہو گیا۔ میں نے اس کی نماز جنازہ ادا کر لی۔ اسے دفن بھی کر دیا گیا لہٰذا جس کام کے لئے مجھے بھیجا گیا تھا وہ مکمل ہو گیا ہے اس لئے اب میں طرابلس جا رہا ہوں۔ یہ کہکر آپ جانب طرابلس چل پڑے۔

پانی کے تالاب میں چھلانگ لگائی اور باغ میں جا نکلے

آپ کی ایک اور حیران کن کرامت مجھے لاذقیہ کے ایک باشندے نے بیان کی۔ یہ شخص میرے پاس آیا جایا کرتا تھا۔ اس کا نام ابو احمد محمد بیر قدار تھا۔ اسی ۸۰ سال کی عمر میں اس کا انتقال ہوا۔ مجھے بتایا کہ ایک مرتبہ میں شیخ عمری رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ ایک باغ کی طرف گیا۔ اس وقت شیخ ہمارے شہر میں قیام فرماتے تھے۔ جس باغ میں ہم گئے اس میں ایک پانی سے بھرا تالاب بھی تھا۔ ہم ایک جماعت کی صورت میں تھے اور سب نے شیخ سمیت خوش طبعی کے لیے تالاب میں نہانا شروع کر دیا ہم اس سے قبل آپ سے بہت سی کرامات دیکھ چکے تھے عجیب ترین کرامت آج ہمیں دیکھنا نصیب ہوئی آپ نے کپڑوں سمیت تالاب میں چھلانگ لگا دی اور غوطہ لگایا ہمیں اس بات نے دہشت زدہ کر دیا۔ بہر حال ہم کھڑے پانی کی طرف دیکھتے رہے کہ ابھی شیخ پانی سے باہر نکلتے ہیں لیکن آپ نہ نکلے۔ جب کافی وقت گزر گیا اور آپ پانی سے باہر نہ نکلے تو ہمیں آپ کی ہلاکت کا خوف لاحق ہو گیا۔ ہم نے تالاب میں آپ کو آوازیں دینا شروع کر دیں۔ آپ نے ہماری آوازیں سن کر باغ میں سے جواب دیا۔ جدھر سے ہمیں آپ کی آواز سنائی دی ادھر ہم چل پڑے۔ جب آپ نے ہمیں آتے دیکھا تو ہنس کر فرمانے لگے میں یہاں ہوں۔

دور تک آواز پہنچا دینا

مجھے ابو احمد بیر قدار نے ہی یہ کرامت بتائی کہ میں ایک جماعت کے ہمراہ شیخ موصوف سمیت ایک باغ کی طرف دل بہلانے کے لیے گیا ہم اکثر شیخ موصوف کے ساتھ باغات کی طرف جایا کرتے تھے جب ہم باغ میں پہنچے اس باغ اور ہمارے شہر کے درمیان ایک میل کے لگ بھگ فاصلہ تھا ہمارا ایک ساتھی پیچھے رہ گیا۔ اس نے وعدہ کیا تھا کہ وہ حاضر ہو گا لیکن وہ حاضر نہ ہوا ہم نے مشورہ کیا کہ ہم میں سے کوئی شخص اسے آگے جا کر آواز دے کیونکہ ہم سب کا وہ دوست تھا۔ شیخ عمری رضی اللہ عنہ نے ہم سے کہا تم میں سے کوئی بھی اسے آواز دینے نہیں جائے گا۔ میں یہیں سے اسے آواز دے دیتا ہوں۔ ہم نے آپ کی بات پر تعجب کیا ہمارا خیال تھا کہ آپ ہم سے مذاق کر رہے ہیں کیونکہ فاصلہ اور مسافت کافی تھی۔ اتنی دور آواز نہیں پہنچ سکتی تھی۔ آپ نے آواز دی اے فلاں! اے فلاں! آ جاؤ۔ اور فرمانے لگے میں نے اسے آواز دیدی ہے ابھی وہ آ جائے گا۔ ابھی آپ راستے کی مسافت ہی طے کر پائے تھے کہ آدمی آ گیا۔ پہنچتے ہی اس نے شیخ کی طرف دیکھا اور کہنے لگا آپ نے کس لئے مجھے آواز دی تھی۔ میرا انتظار کیوں نہ کیا میں نے آپ کی آواز اپنے گھر کے دروازے پر سنی اسی وقت میں نے اپنے کپڑے پہنے اور میں باہر نکلا لیکن آپ مجھے نظر نہ آئے میں آپ کے پیچھے پیچھے راستہ پر چل پڑا۔ لیکن یہاں پہنچنے تک میں

آپ سے نہ مل سکا۔ ہم اس کی یہ باتیں سن کر ہنسنے لگے۔ اور اسے ہم نے کہا شیخ نے تمہیں یہیں سے آواز دی تھی۔ اس نے قسم اٹھائی کہ میں نے شیخ کی آواز اپنے گھر کے دروازے سے سنی تھی۔ شیخ کی یہ کرامت آپ کے جد امجد سیدنا حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی کرامت کی مثل ہے آپ نے فرمایا تھا: یا ساریۃ الجبل

آپ کی کرامات میں سے ایک کرامت میری بیوی صفیہ کے والد مرحوم جناب محمد بک سجعان نے بتائی۔ میرے سسر مشہور پہلوان تھے بلند ہمت اور پسندیدہ اخلاق والے تھے اور ایسے سچ بولنے والے شخص تھے کہ جھوٹ کبھی بھی ان کے قریب نہیں پھٹکا۔ ستتر برس کی عمر میں ۱۳۰۸ میں بیروت میں انتقال ہوا۔ شیخ موصوف کے بہت زیادہ عقیدت مند تھے۔ ان کی بہت عزت کیا کرتے تھے۔ آپ کے کام کاج اور خدمت واطاعت میں ہر وقت کمربستہ رہتے تھے۔ میں نے انہیں ان کی وفات کے بعد خواب میں دیکھا۔ یوں نظر آئے جیسے کوئی خدمت گار سپاہی ہوتا ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حجرہ مبارکہ میں خدمت سرانجام دے رہے ہیں۔ میں نے پوچھا یہ بزرگی آپ کو کہاں سے حاصل ہوئی اور یہ عظیم فضل کس فعل کی وجہ سے نصیب ہوا ہے؟ کہنے لگے یہ سب کچھ مجھے شیخ عمری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت کی برکت سے ملا ہے۔

بیمار کا عجیب علاج

میرے سسر نے آپ کی ایک اور کرامت بیان کی جو بہت ہی عجیب وغریب کرامت ہے اور بتائی بھی اس وقت جب شیخ موصوف رحمۃ اللہ علیہ موجود خود سن رہے تھے۔ فرماتے ہیں میں اپنی جوانی کے دنوں میں لاذقیہ میں گورنمنٹ کا ملازم تھا۔ میری ملازمت سپاہی کے ساتھ تھی۔ میرے ماتحت کافی تعداد میں سپاہی تھے۔ ہمیں حکم ملا کہ ہم جبل نصیریہ جائیں تاکہ وہاں کے لوگوں سے سرکاری رقم وصول کریں۔ میرے ماتحت جو لوگ تھے ان میں ایک سپاہی بڑا بہادر تھا وہ بیمار ہو گیا۔ لاذقیہ میں ٹھہرنے کی تاخیر اسی کے سبب ہوئی تھی کیونکہ بہادری کی وجہ سے وہ ہمارے لئے بہت عزیز تھا اور خدشہ تھا کہ جب ہم نصیریہ لوگوں کے پاس مال وصول کرنے جائیں گے تو کہیں وہ لڑائی کے لیے تیار نہ ہو جائیں ان باتوں کی وجہ سے اس کا ہمارے ساتھ جانا بہت ضروری تھا۔ شیخ عمری رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں حاضر ہوا اور عرض کیا یا سیدی! یہ بیمار آدمی ہمیں بہت عزیز ہے اور اس کی بہادری ہمارے لیے بہت نفع بخش ہے ہم اس کے بارے میں کیا کریں؟ شیخ موصوف نے مجھ سے فرمایا اٹھو اس کے پاس چلتے ہیں۔ میں آپ کے ساتھ اس بیمار کے پاس گیا۔ جب ہم اس کے گھر داخل ہوئے تو شیخ نے اس کی بندوق دیکھی کہ اس کے سرہانے لٹکی ہوئی ہے۔ آپ نے اسے اپنے دست اقدس میں پکڑا اور دبا دی۔ گولی اس مریض کے پیٹ میں سے گزر کر پشت کی طرف سے نکل گئی اور دیوار میں جا گھسی اور خدا کی قسم! میں یہ سب کچھ دیکھ رہا تھا۔ جب شیخ نے اس قدر کام کر لیا تو فوراً بندوق پھینک دی اور اپنا تھوک لیا اور جس جگہ گولی لگی تھی وہاں ملنا شروع کر دیا اور جہاں سے باہر نکلی تھی وہاں بھی ملنا شروع کر دیا۔ اسی وقت مریض کو آپ نے اپنے ہاتھ سے تھاما اور سیدھا کھڑا کر دیا اور اسے فرمایا جہاں مرضی ہے چلو پھرو۔ میرے جناب محمد بک رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اسی کے ساتھ اس کی بیماری ختم ہو گئی وہ اٹھ کھڑا ہوا گویا اسے بیماری تھی ہی نہیں۔ اور ہمیں جو سرکاری حکم ملا تھا ہم اسے لے کر روانہ ہو گئے۔ میرے سسر نے جو کرامت بیان کی میں نے اسے اپنے الفاظ میں بیان کر دیا ہے۔

گھوڑے کو اوپر اٹھا کر دریا عبور کیا

یہ کرامت بھی مجھے میرے سسر جناب محمد بک سجعان نے بتائی اور وہ بھی شیخ کی موجودگی میں کہ شیخ خود سن رہے تھے۔ بیان کرتے ہیں میں شیخ موصوف رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ لاذقیہ سے طرابلس آیا۔ ہم خشکی کے راستے گھوڑوں پر سوار تھے۔ صرف میں اور شیخ دو ہی آدمی تھے جب راستہ میں چلتے چلتے ایک نہر (دریا) پر پہنچے تو میں نے دریا کی دوسری جانب نصیریہ کے چند ڈاکو ایک درخت کے نیچے بیٹھے دیکھے۔ میں نے شیخ کی خدمت میں عرض کیا میرے شیخ! ڈاکو بیٹھے ہوئے عنقریب ہم پر ڈاکہ ڈالیں گے اور نقصان پہنچائیں گے۔ اس لیے کچھ کرنا چاہیے۔ آپ نے مجھے فرمایا ڈرو مت۔ میں ان کے بھگانے کے لیے ایک حیلہ کرتا ہوں جس سے انہیں ہم پر ڈاکہ ڈالنے کی ہمت نہ پڑے گی۔ آپ اپنے گھوڑے سے نیچے اترے پھر گھوڑے کی چاروں ٹانگیں پکڑ کر زمین سے اٹھا کر اپنے اوپر رکھ لیا اور اسی حالت میں دریا کے پانی میں اتر گئے۔ دریا میں چلتے رہے حتیٰ کہ دوسرے کنارے جا پہنچے۔ جب نصیریہ نے یہ دیکھا تو وہاں سے بھاگ کھڑے ہوئے۔ ہم انہیں بھاگتے دیکھ رہے تھے۔ ان کا خیال یہ تھا کہ یہ کوئی جن ہے کیونکہ ایسا کام جو شیخ نے گھوڑے کے ساتھ کیا وہ کوئی انسان نہیں کر سکتا تھا۔ شیخ نے ہنسنا شروع کر دیا اور فرمایا دیکھو کیسے بھاگ گئے۔

دور سے تلوار کا وار کر کے سر کاٹ دینا

یہ ایک کرامت بھی شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی موجودگی میں مجھے میرے سسر نے ہی سنائی کہ ایک مرتبہ میں نے شیخ موصوف کے ہمراہ لاذقیہ سے خشکی کے راستہ سفر کیا۔ دوران سفر اچانک پہاڑ سے نصیریہ ڈاکو ہم پر آ نکلے۔ ان کی تعداد کافی تھی۔ ہمیں ان کے مقابلہ کی ہمت نہ تھی۔ مجھے اس سے سخت خوف ہوا۔ شیخ نے مجھے فرمایا ڈرو نہیں دیکھو کہ عنقریب میں ان کے ساتھ کیا کرتا ہوں۔ آپ کے پاس تلوار تھی۔ اسے آپ نے نیام سے باہر نکالا۔ گھوڑے کو ان کی طرف بڑھایا اور تلوار آپ کے ہاتھ میں تھی دور سے ہی ان ڈاکوؤں پر آپ نے وار کرنا شروع کر دیا۔ درمیان میں کافی مسافت تھی میں یہ منظر دیکھ رہا تھا۔ آپ تلوار سے ان ڈاکوؤں میں سے کسی ایک کے سر کی طرف اشارہ کر کے وار کرتے وہ زمین پر گر پڑتا کوئی سبب ظاہری بھی نہ تھا جب ڈاکوؤں نے یہ دیکھا تو بقیہ سب بھاگ کھڑے ہوئے اور شیخ میری طرف واپس آ گئے۔ آپ کی یہ کرامت عجیب ترین کرامت تھی جو میں نے آپ سے دیکھی۔

پانی کے قطرے درہم بن گئے

میرے سسر ہی بیان کرتے ہیں کہ میں طرابلس میں کافی عرصہ رہا۔ میں نے ایک مرتبہ شیخ رحمۃ اللہ علیہ سے مال و دولت کی کمی کی شکایت کی۔ جب کہ میں آپ کے ہمراہ دریا کے کنارے جا رہا تھا۔ آپ نے پانی کا چلو بھرا وہ اچانک درہم بن گئے۔ مجھے فرمایا لے لو اور میرے ساتھ زہد و ریاضت میں مصروف ہو جاؤ۔ میں نے لینے سے انکار کر دیا۔ آپ نے وہ پانی میں پھینک دیے۔

نبض پر کنٹرول

میرے سسر جناب محمد بک سجعان بیان کرتے ہیں ایک طبیب نے مجھے بتایا جو طرابلس میں تھا کہ میں نے شیخ عمری سے جو دیکھا اس سے عجیب تر کبھی نہ دیکھا۔ آپ کو میں نے اپنی نبض پر مختار پایا۔ ہوا یوں کہ آپ نے ایک مرتبہ میری طرف ہاتھ بڑھایا تاکہ میں آپ کی نبض پر ہاتھ رکھوں اور اس سے آپ کی کیفیت معلوم کروں۔ میں نے دیکھا کہ آپ کی نبض بہت تیز تیز حرکت کر رہی ہے۔ جیسا کہ آپ کسی سخت بیماری میں مبتلا ہیں میں نے آپ کا ہاتھ چھوڑ دیا۔ دوسری مرتبہ اسی لمحے آپ نے پھر میری طرف ہاتھ بڑھایا۔ میں نے نبض دیکھی تو بالکل معتدل تھی۔ گویا آپ مکمل صحت مند ہیں۔ اسی طرح تین چار مرتبہ ہوا۔ میں جب بھی نئے سرے سے آپ کی نبض دیکھتا تو پہلے سے مختلف محسوس ہوتی۔ حتیٰ کہ ایک دفعہ تو تلاش بسیار کے باوجود نبض کی حرکت ہی محسوس نہ کر سکا۔ یہ بات میں نے آج تک نہ سنی تھی اور نہ ہی اس کا حصول کسی کے لیے ممکن ہے۔

ہوا سے درہم و دینار پکڑنا

مجھے شیخ عبداللہ دبوسی رحمۃ اللہ علیہ نے بتایا آپ شیخ موصوف کے مخصوص اصحاب میں سے تھے۔ بیان کرتے ہیں کہ کئی مرتبہ آپ نے ہوا میں ہاتھ بلند کیا۔ ہاتھ بالکل خالی ہوتا تھا ہوا میں ہاتھ بند کرتے پھر کھولتے تو اس میں مال (درہم و دینار) ہوتا۔

دریا پر گھوڑا اچلایا

یہ کرامت مجھ سے محمود آغا ہارون نے بیان کی جو لاذقیہ کی جانی پہچانی شخصیت تھے کہا کہ ایک دن میں شیخ عمری رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ گھوڑے پر سوار ہو کر دریا کی طرف چل پڑا۔ ہم دریا میں اتر گئے اور گھوڑوں پر سواری کی حالت میں ہم نے دریا میں کافی سفر طے کیا۔ حتیٰ کہ میرا گھوڑا تیرنے لگا اور میں بالکل ڈوبنے کے قریب ہو گیا۔ ادھر شیخ کے گھوڑے کے صرف سم گیلے ہوئے تھے۔ یوں لگتا تھا کہ آپ پانی کی بجائے زمین پر چل رہے ہیں۔ میں نے چلانا شروع کر دیا واپس چلو واپس چلو۔ چنانچہ ہم واپس آ گئے۔

نمکین پانی میٹھا ہو گیا

یہی محمود آغا آپ کی ایک اور کرامت بیان کرتے ہیں کہ میں جناب شیخ موصوف کے ساتھ نمکین سمندر کے کنارے پر تھا مجھے سخت پیاس لگی۔ جب شیخ کو میرے بارے میں میرے پیاسے ہونے کا علم ہوا تو انہوں نے نمکین سمندر کے پانی سے چلو بھرا اور مجھے کہا پیو۔ میں نے پیا تو بہت میٹھا پانی تھا۔ نمک کا اس میں نام تک نہ تھا۔

سرکش گھوڑا مسخر ہو گیا

یہ کرامت بھی جناب محمود آغا نے ہی بیان کی اور لاذقیہ کے باشندے اسے بخوبی جانتے ہیں۔ ان میں یہ کرامت بہت مشہور ہے۔ اب تک اسے بیان کرتے چلے آ رہے ہیں۔ وہ یہ ہے کہ محمد آغا مذکور کے والد شیخ آغا لاذقیہ کی مشہور ترین شخصیت تھے۔ یہاں کے باشندوں میں سے صالح، متقی، افضل، سخی اور علماء اولیاء کے ساتھ بہت زیادہ عقیدت رکھنے والے شخص تھے۔

ان حضرات کی بہت زیادہ عزت واکرام کرتے فقراء اور غرباء کی ضروریات پوری کرتے تھے اس کے ساتھ ساتھ بہت بڑے امیر تھے۔ زرعی زمین اور دیگر سامان آرام وعیش وافر مقدار میں تھا۔ ان کے پاس ایک ایسا سرکش گھوڑا تھا کہ کسی کو بھی اس کی پشت پر بیٹھنے کی قدرت نہ تھی۔ حتیٰ کہ اسے چارہ ڈالنے والا بھی ڈرتے ہوئے دور سے چارہ رکھ دیا کرتا تھا اور پانی بھی دور رکھ دیتا تھا تا کہ بوقت ضرورت پی لے۔

ایک مرتبہ شیخ عمری رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے مالک گنج آغا سے کہا اس سرکش گھوڑے پر سوار ہونے کی مجھے اجازت دو۔ گنج راضی ہوگیا اور کہنے لگا آپ اس گھوڑے کے علاوہ کسی اور گھوڑے پر سوار ہو جائیں کیونکہ اس پر سوار ہونے سے میں آپ کے بارے میں نقصان کا خطرہ محسوس کرتا ہوں۔ شیخ نے اصرار کیا کہ میں اسی سرکش گھوڑے پر ہی سوار ہوں گا۔ اس اصرار پر گنج آغا نے گھوڑوں کی دیکھ بھال کرنے والے کو حکم دیا کہ اسے لے آؤ اور شیخ کے ہاتھ اس کی لگام تھما دو۔ چنانچہ وہ لے آیا اور شیخ کے سپرد کر دیا۔ شیخ نے اپنا ہاتھ اس کے سر پر پھیرا تو وہ بالکل مطیع اور ماتحت ہوگیا۔ شیخ اس پر جل ڈالے بغیر خالی پشت پر سوار ہو گئے اور شہر کے اندر سے لے کر نکلے۔ حتیٰ کہ شیخ محمد غربی کی جامع کی سیڑھیوں کے پاس تشریف لے آئے۔ یہ بہت بڑے ولی اور مشہور صاحب کرامت بزرگ تھے۔ یہ جامع شہر کے قریب جبل صغیر کے دامن میں مشرق کی طرف واقع ہے۔ شہر سے اس تک جانے کے لیے بہت سی سیڑھیاں طے کرنا پڑتی ہیں جو تقریباً ستر سیڑھیاں یا اس کے لگ بھگ ہیں۔ میرے ذہن میں ان کی صحیح تعداد نہیں لیکن بہت دور تک اور تنگ اور ان میں کھڑے پتھر لگے ہوئے ہیں یعنی عام سیڑھیوں کی طرح اس کے پتھر بچھے ہوئے نہیں ہیں۔ جب شیخ صاحب اس سرکش گھوڑے پر سوار ہو کر ان سیڑھیوں تک پہنچے۔ آپ کا پروگرام یہ تھا کہ شہر کے دروازے سے نکل کر ہموار زمین پر چلتا ہوا سیڑھیوں تک جاؤں۔ آپ نے دیکھا کہ ایک پادری لاذقیہ کا رہنے والا اس دروازے سے داخل ہوا۔ اس کے ساتھ بہت سے چار پائے تھے۔ بعض پر بوجھ لدا ہوا تھا اور اس کے ہمراہ اس کے ساتھی بھی تھے۔ شیخ صاحب نے اس کے گزرنے کا انتظار نہ کیا اور وہاں دوسرا راستہ بھی کوئی نہ تھا۔ صرف یہی آخری بلند سیڑھی تھی۔ آپ نے سرکش گھوڑے کو ہانکا۔ اسے ایڑ لگائی تو وہ ایک ایک سیڑھی چڑھتا گیا۔ یہاں تک کہ سب سے آخری سیڑھی پر پہنچ گیا اور لوگ کھڑے دیکھ رہے تھے اور تعجب کر رہے تھے۔ جب آپ اس آخری سیڑھی پر چڑھ گئے۔ آپ نے گھوڑے کو ڈھلوان پر اتارا۔ اسی طرح ان سیڑھیوں پر سے سوار ہو کر اترتے چلے آئے۔ اور اس تنگ سیڑھی سے خشکی پر آ گئے۔ آپ کی یہ کرامت اہل لاذقیہ کا ہر باشندہ جانتا ہے اور اسے وہ نسل در نسل بیان کرتے چلے آ رہے ہیں۔ جب شیخ وہاں تشریف لے آئے میں بھی وہاں آپ کے ساتھ چڑھائی میں تھا۔ اس آخری سیڑھی سے آپ نے بعض سیڑھیوں کی طرف اشارہ فرماتے ہوئے بتایا کہ وہ تھوڑی سی ٹوٹ گئی ہیں وہ اس طرح کہ چڑھتے وقت گھوڑے کے سم لگنے سے ان میں سے بعض کو نقصان پہنچا تھا۔

ولی کے بارے میں دل سے معتقد ہونا ضروری ہے

لاذقیہ کی ہی ایک مشہور شخصیت الحاج ابراہیم حداد نے مجھے شیخ موصوف کی یہ کرامت بیان کی۔ میں تجارت کے سلسلہ میں بیروت میں تھا۔ اس وقت شیخ عمری رحمۃ اللہ علیہ بھی وہیں تشریف فرما تھے۔ جب میں واپس پلٹا تو میں نے آپ کو وابور میں دیکھا

جس میں میرا سفر کرنے کا ارادہ تھا۔ آپ اس وقت طرابلس جانے کی تیاری میں تھے آپ کو الوداع کرنے اور چند قدم ساتھ چلنے کے لیے بیروت کے بہت سے نامی گرامی لوگ اور اکابر جمع تھے۔ میرے دل میں خیال آیا اور آپ کے بارے میں یہ اعتراض دل میں پیدا ہوا کہ آپ کی یہ شہرت اور تعظیم جو لوگوں میں دیکھنے میں آ رہی ہے یہ حالت اولیاء کرام کی نہیں ہوتی۔ کیونکہ اولیاء کرام تو خاموشی اور اپنے کو چھپائے رکھنے کو پسند کرتے ہیں۔ ابھی میرے دل میں یہ خیالات آ ہی رہے تھے کہ میں نے دیکھا کہ شیخ موصوف اپنے قریب کے لوگوں کو چھوڑ کر میری طرف آ رہے ہیں۔ میرے پاس پہنچ کر فرمانے لگے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں توبہ کرو ورنہ میں تجھے ادب سکھا کر چھوڑوں گا۔ آپ سے میں نے عرض کیا اے میرے آقا! میں نے توبہ کی پھر میں نے آپ کے ہاتھ چوم لیے۔

بخار اتار کر دوسرے کو چڑھا دیا

شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی ایک کرامت کا تعلق اس وقت سے ہے جب آپ بیروت تشریف لائے اور آپ نے ایک مشہور تاجر الحاج ابراہیم طیارہ کے گھر بطور مہمان قیام فرمایا۔ یہ کرامت مجھے الحاج ابراہیم نے اپنی زبانی بیان کی۔ ابراہیم مذکور صالح اور صادق تاجر تھا۔ کرامت یہ تھی کہ اس تاجر کے پاس ایک عیسائی تاجر آیا جو بیروت کے مالدار لوگوں میں سے تھا۔ اس کا ایک ہی بیٹا تھا اس کے علاوہ اس کی کوئی اولاد نہ تھی وہ سخت بیمار ہو گیا جس سے طبیب بھی عاجز آ گئے۔ اور اس کی شفا سے ناامید ہو گئے۔ اسے ایک جاننے والے مسلمان نے بتایا کہ تم شیخ علی عمری کے پاس جاؤ۔ شاید تمہارے بیٹے کو ان کے ہاتھوں شفا مل جائے۔ یہ تاجر شخص الحاج ابراہیم کے گھر آیا اور شیخ سے اپنے بیٹے کے بارے میں درخواست کی۔ شیخ اٹھے اور اس کے ساتھ چل پڑے۔ اس کے ساتھ ابراہیم وغیرہ چند آدمی اور بھی تھے جب آپ تاجر کے گھر داخل ہوئے اور اس بیمار لڑکے کے کمرے میں تشریف لے گئے۔ جاتے ہی آپ نے اس لڑکے کی طرف دیکھا اس وقت وہ لڑکا سخت بخار میں مبتلا تھا۔ شیخ نے فرمایا اسے کوئی غم نہیں۔ اس کے باپ سے کہا تمہارا بیٹا اس بیماری سے نہیں مرے گا۔ عنقریب اللہ تعالیٰ کے فضل سے شفا پائے گا۔ پھر اس لڑکے کے سر پر آپ نے ہاتھ رکھ کر کچھ آیات پڑھیں پھر باہر تشریف لے آئے اور اپنے ساتھیوں سمیت بازار کی طرف چل پڑے۔ چلتے چلتے ایک دکان میں تشریف لے گئے جہاں ایک شخص برف کے ساتھ ٹھنڈے کیے گئے مشروب بیچ رہا تھا۔ الحاج ابراہیم بیان کرتا ہے کہ ہم بھی آپ کے ساتھ دکان میں داخل ہو گئے اور سب بیٹھ گئے پھر شیخ موصوف نے دکاندار کو حکم دیا کہ دو پیالے پانی کے بھرے ایک شکر ملا کر میٹھا ہو اور دوسرا کھٹا ہو اور دونوں میں برف ذرا زیادہ ڈالے۔ اس نے اس حکم کے مطابق پانی کے دو پیالے تیار کر دیے ابھی وہ مکمل نہ ہونے پائے تھے کہ دکان کے دروازے سے دو آدمی گزرے دونوں نصرانی تھے اور جبل لبنان کے باشندے تھے آپ نے دکاندار سے کہا ان دونوں کو بلا کر ایک ایک پانی کا پیالہ انہیں دے دو۔ اس نے آواز دی اور آنے پر انہیں ایک ایک پیالہ پکڑا دیا۔ ان میں سے ہر ایک نے ابھی پانی پیا بھی نہ تھا کہ بخار کی وجہ سے دونوں کانپنے لگے پھر وہ چلے گئے۔ شیخ صاحب نے بعد میں بتایا کہ لڑکا جو بیمار تھا وہ بھی نصرانی تھا لیکن کمزور تھا اور تپ کو برداشت کرنے کی اس میں ہمت نہ تھی۔ یہ دونوں نصرانی بنے کٹے ہیں۔ یہ بخار کی سختی جھیل سکتے ہیں اس لیے اس کا

بخار میں نے ان پر ڈال دیا ہے۔ الحاج ابراہیم بیان کرتے ہیں جب ہم واپس گھر آئے تو اس لڑکے کا باپ شیخ کا شکریہ ادا کرنے کے آیا کہ میرے بیٹے کا بخار دور ہو گیا اور صحت یاب ہو گیا دوبارہ بخار نہیں ہوا اور صحت و عافیت مکمل طور پر حاصل ہو گئی۔ شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں اس نے بہت سے ہدیے پیش کیے۔ شیخ موصوف نے مجھے فرمایا اس شخص پر میرا اس وقت تک قرض تھا وہ تو اس نے ادا کر دیا ہے۔ اور اس کے ہدیے ہر سال مجھے ملتے رہیں گے جو یہ طرابلس بھیج دیا کرے گا۔

حیوان بھی ولی کا احترام کرتے ہیں

الحاج ابراہیم مذکور نے ہی مجھے شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی ایک اور کرامت سنائی۔ الحاج ابراہیم بیروت کے ان تاجروں میں سے ہے جو میرے نزدیک بہت صالح اور سچا انسان ہے ایسا تاجر بیروت میں مجھے کوئی دوسرا نظر نہیں آیا۔ بیان کرتے ہیں میں جناب شیخ کے ساتھ بیروت سے باہر ہوا خوری کے لیے نکلا۔ ہم نے ایک بندر بندھا ہوا دیکھا ہم وہاں اس کے پاس کھڑے ہو گئے تا کہ اس سے دل لگی کریں۔ شیخ نے اپنا عصا اس کی طرف بڑھایا اور اسے معمولی سا چبھویا۔ بندر نے عصا پکڑ لیا اور اسے چومنے لگا۔ اسے اپنے سر پر رکھ لیا یہ سب کچھ اس نے اپنی مرضی سے کیا۔ جب میں نے بندر کو ایسے کرتا دیکھا تو خیال آیا کہ ہو سکتا ہے کہ یہ بندر سدھایا گیا ہو۔ اس لیے اس نے سیکھ کر ایسے کیا ہو۔ لہٰذا میں اپنے اس خیال کو دور کرنے کے لیے خود تجربہ کرنا چاہتا تھا تا کہ حقیقت حال جان سکوں۔ چنانچہ میں نے شیخ صاحب کے ہاتھ سے عصا اپنے ہاتھ میں لیا اور بندر کے ساتھ اسی طرح کیا جس طرح شیخ نے کیا تھا۔ بندر نے عصا پکڑا لیکن اسے بوسہ نہ دیا اس نے عصا کو اپنے پیچھے پھیرا جس سے اس نے ہمارے ساتھ مذاق کیا ہم یہ دیکھ کر ہنس پڑے۔ شیخ موصوف نے دوبارہ عصا پکڑ کر اسے چبھویا۔ بندر نے اسے ہاتھ میں پکڑا اور پہلے کی طرح چوم کر سر پر لیا۔ یہ آپ کی بہت عجیب کرامت ہے۔ ابراہیم الحاج مذکور نے مجھے یہ کرامت اسی دن کی رات کو بتائی جس دن یہ کرامت اس نے دیکھی۔ میں نے اس رات انہیں اپنے گھر دعوت پر بلایا تھا اور شام کا کھانا کھلانے کا وعدہ لیا تھا۔ اس کرامت کے ساتھ ساتھ الحاج ابراہیم مذکور نے شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی ایک اور کرامت بھی مجھے سنائی جو آگے ذکر کر رہا ہوں یہ کرامت اسی دن دوپہر کے وقت شیخ کے خادم محمد دبوسی کے ساتھ پیش آئی تھی۔

وہ کرامت یہ ہے کہ میں (ابراہیم مذکور) اس دن حمام میں شیخ کے ساتھ گیا ہمارے ساتھ آپ کا خادم محمد دبوسی طرابلسی بھی تھا۔ رشتہ میں یہ شیخ کی ایک بیوی کا بھائی لگتا تھا۔ حمام میں ہمارے علاوہ اور کوئی نہ تھا۔ بیان کرتا ہے کہ میں نے شیخ سے ایک عجیب خرق عادت کرامت دیکھی۔ وہ یہ کہ آپ کو اس خادم پر کسی وجہ سے غصہ آ گیا اور ارادہ کیا کہ اسے مناسب تادیب کی جائے شیخ نے اپنے تہبند کے نیچے ہاتھ ڈال کر دونوں ہاتھوں سے اپنا آلہ تناسل پکڑا وہ کافی لمبا ہو گیا حتیٰ کہ کندھوں تک اس کی لمبائی ہو گئی بلکہ اس سے بھی کچھ زیادہ۔ پھر اس کے ساتھ اس خادم کو آپ نے مارنا شروع کر دیا اور خادم تکلیف کی وجہ سے چلا رہا تھا۔ آپ نے اسے چند ضربیں لگائیں پھر چھوڑ دیا اور آلہ تناسل دوبارہ اپنی اصل حالت پر آ گیا۔ میں سمجھ گیا کہ خادم نے ضرور کوئی ایسی حرکت کی ہو گی جس کی وجہ سے آپ نے اس کی تادیب کے لیے ایسا کیا ہے۔ جب الحاج ابراہیم نے شیخ صاحب کی یہ کرامت بیان کی اس وقت شیخ بھی کھڑے تھے۔ آپ نے مجھے فرمایا اس کی بات نہ ماننا اور اس واقعہ کو سچا نہ

جاننا۔ادھر دیکھو یہ کہتے ہوئے آپ نے زبردستی میرا ہاتھ پکڑا اور اپنے آلہ تناسل کی جگہ پر رکھ دیا۔ مجھے وہاں کچھ بھی محسوس نہ ہوا۔حتیٰ کہ اس قدر بھی محسوس نہ ہوا کہ جس سے مرد ہونے کا پتہ چلتا ہو بالکل کچھ بھی نہ تھا۔اس قسم کی عجیب وغریب خلاف عادت اتنی باتیں آپ سے دیکھنے میں آئیں جن کا شمار مشکل ہے۔اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے اور اپنی رضامندی نصیب کرے۔آمین

عصا نیزہ بن گیا

ایک مرتبہ شیخ رحمۃ اللہ علیہ میرے گھر بیروت میں تشریف فرما تھے آپ سے میری بیوی کے حقیقی بھائی امین بک سجعان نے اپنے کندھوں کے درمیان درد کی شکایت کی۔شیخ نے چھوٹا سا عصا پکڑا اور اس کے کندھوں کے درمیان درد والی جگہ پر چبھونا شروع کر دیا۔اس سے اسے بہت تکلیف ہوئی اور کہنے لگا یہ عصا ہے کہ نیزہ ہے جو مجھے شیخ چبھو رہے ہیں۔پھر آپ نے وہاں بیٹھے کچھ اور لوگوں کو بھی چبھویا۔ہر ایک یہی کہتا کہ یہ عصا نہیں بلکہ نیزہ چبھویا گیا ہے حتیٰ کہ میری باری آ گئی۔میں نے آپ سے عرض کیا حضور! میں آپ کا معتقد ہوں۔مجھے نیزے کی ضرورت نہیں فرمانے لگے یہ تو ہو کر رہے گا۔اس کے چبھوئے بغیر گزارا نہیں۔ہاں اتنی بات ہے کہ تیرے لیے ذرا تخفیف کر دیتا ہوں۔آپ نے میرا پاؤں ہاتھ میں لیا اور اس کے نچلے حصہ میں عصا کو چبھویا۔میں نے بھی محسوس کیا کہ پاؤں میں نیزہ چبھ رہا ہے مجھے اس میں کوئی شک نہ تھا۔میں نے عرض کیا آپ نے سچ فرمایا آپ نے سچ فرمایا پھر آپ نے عصا مجھ سے اٹھا لیا۔

لاعلاج مرض کا عجیب علاج

شیخ رحمۃ اللہ علیہ جب بیروت میں تھے تو ان دنوں میرا حقیقی بھائی بیروت آیا جس کا نام الحاج مصطفیٰ تھا۔اسے ایک لاعلاج مرض تھا وہ تقریباً تیرہ سال سے اس مرض میں مبتلا تھا۔مرض معدہ میں تھا اور اس قدر تکلیف دہ کہ ابھی مرا کہ ابھی مرا۔لیکن اللہ تعالیٰ نے اسے اس مرض سے شفا تو عطا فرما دی لیکن معدہ انتہائی کمزور ہو چکا تھا اور اسے اس کی وجہ سے سخت درد رہتا تھا۔اور زندگی بے کاری ہو کر رہ گئی تھی۔ایک اور بیماری اس کی گردن میں تھی جسے خنازیر کہتے ہیں اس نے اور بھی کمزور کر دیا تھا اور گردن کے بارے میں بہت تشویش تھی۔میں اسے اپنے ساتھ شیخ صاحب کے پاس لے گیا جب کہ اس شدید تکلیف میں تھا۔شیخ نے فرمایا ضروری ہے کہ پہلے اسے بیروت کے ماہر اطباء کے پاس لے جا کر دکھاؤ اگر وہ اس کے علاج سے عاجزی کا اظہار کریں تو میں دوا دے دوں گا۔میں چند حکیموں کے پاس اسے لے گیا انہوں نے اس کا علاج تجویز کیا لیکن کسی چیز نے فائدہ نہ دیا پھر ہم شیخ کے پاس اسے علاج کے لیے آئے۔آپ نے فرمایا میں جانتا تھا کہ کسی حکیم اور طبیب سے اس کا علاج سودمند نہ ہوگا۔اس کے باوجود میں نے تمہیں ان کے پاس اس لیے بھیجا تا کہ تمہیں معلوم ہو جائے کہ مرض کتنا اہم ہے۔ان شاء اللہ اس کی شفا میرے ہاتھ میں ہے۔پھر آپ نے میرے بھائی کو آواز دی اور فرمایا اپنے پیٹ پر سے کپڑا اٹھاؤ۔اور پیٹ کو ننگا کرو اس نے کپڑا اٹھا دیا۔شیخ نے ایک چھری اپنے ہاتھ میں پکڑی جو بالکل چھوٹی سی تھی اور وہ چھری چھونے سے تیر

کی بنی ہوئی تھی۔ آپ نے اس چھری کو اس کے معدہ میں گھسا دیا اور اندر سے اسے حرکت دینے لگے۔ ایک جگہ سے اٹھا کر دوسری جگہ رکھتے (یعنی معدہ کے اندر ہی) آپ نے ایسے بار بار کیا پھر دوسری رات بھی ایسے ہی کیا اور تیسری رات بھی اسی طرح کیا۔ پھر فرمایا اب معدہ کا مکمل علاج ہو گیا ہے۔ الحمدللہ آپ اس کے بعد خنازیر کا علاج بھی چھری سے ہی کرنے لگے۔ آپ نے خنازیر کی جگہ کو پہلی، دوسری اور تیسری رات کاٹا پھر فرمایا الحمدللہ شفا ہو گئی ہے میرے بھائی نے مجھے بتایا کہ آپ جب چھری میرے معدے میں مارتے تھے تو مجھے انتڑیوں میں لوہے کی ٹھنڈک محسوس ہوتی تھی اور مجھے تکلیف بھی ہوتی تھی۔ یونہی آپ نے جب میری گردن کا علاج کیا تب بھی یہی کیفیت تھی۔ یہ اور بات ہے کہ اس سے خون کا ایک قطرہ بھی نہ گرا۔ شیخ رحمۃ اللہ علیہ جب چھری باہر کھینچتے تو تھوڑا سا تھوک انگلی پر لگا کر زخم کی جگہ لگا دیتے خون نہ نکلنے میں یہی راز تھا۔ واللہ اعلم

پھر میرا بھائی سفر پر روانہ ہو گیا اور ایک مہینہ بعد واپس آیا اور آتے وقت اپنے ساتھ شہد، جما ہوا دودھ اور کلونجی ساتھ لایا جو ہدیۃً شیخ صاحب کی خدمت میں پیش کی۔ ہمارے گھر میں سبز رنگ کا خربوزہ تھا۔ میں نے بھائی کی گردن دیکھی تو خنازیر کا نام و نشان تک نہ تھا۔ میں نے معدہ کی بیماری کے بارے میں پوچھا تو کہنے لگا مکمل طور پر ختم ہو گئی ہے۔ الحمدللہ، لیکن اس کے بعد ایک اور مرض آ گیا ہے۔ وہ یہ کہ میرے سر میں چکر آنے شروع ہو گئے ہیں اسے عام لوگ دوخان کی بیماری کہتے ہیں۔ یہ بیماری مجھے پہلے نہ تھی۔ پھر جب ہم شیخ کو سلام کرنے لگے تو آپ کو اس نئی بیماری کا ہم نے بتایا۔ آپ نے فوراً فرمایا تمہارے گھر میں شہد موجود ہے جما ہوا دودھ اور کلونجی بھی ہے ان میں سے ہر ایک اتنی اتنی مقدار لے کر سبز خربوزے کو توڑ کر اس میں یہ اشیاء ملا کر اسے کھلاؤ اور اسے اچھی طرح چبا کر کھائے۔ اللہ کے حکم سے شفا ہو جائے گی۔ علی الصبح میرے بھائی نے ایسے ہی کیا تو باذن اللہ اسے شفا ہو گئی۔ اب اس میں معمولی بیماری بھی نہ رہی تھی اس میں آپ کی دوسری کرامت بھی ہے وہ یہ کہ آپ کو بذریعہ کشف معلوم ہو گیا کہ میرا بھائی کیا کیا چیز ہدیہ کے طور پر لایا تھا اور یہ بھی آپ کو معلوم ہو گیا کہ ہمارے گھر میں خربوزہ بھی ہے۔ واللہ اعلم

لاعلاج مرض کا چھری سے علاج

جب آپ رحمۃ اللہ علیہ بیروت میں قیام پذیر تھے تو نابلس کے علماء میں سے ایک عالم جن کا نام شیخ عباس خماش تھا، میرے پاس آئے اور مجھ سے اپنے ایک مرض کی شکایت کی جو لاعلاج تھا اور اطباء نے جواب دے دیا تھا۔ اس نے بہت سی ادویات بھی استعمال کیں لیکن کوئی افاقہ و فائدہ نہ ہوا۔ بیماری اس کی یہ تھی کہ اس کے چمڑے میں گرمی بھر گئی تھی جو ہر وقت اسے ستاتی تھی۔ وہ ہر وقت کھجلی کرتا رہتا تھا جس سے وہ بہت پریشان تھا۔ میں نے اسے اپنے بھائی کے ساتھ پیش آنے والا واقعہ سنایا کہ کس طرح شیخ نے اس کے لاعلاج مرض کا علاج کیا۔ میں نے اسے کہا کہ آپ کو بھی میرے ساتھ شیخ موصوف کے پاس چلنا چاہیے۔ چنانچہ ہم دونوں شیخ موصوف کے پاس آئے۔ جب شیخ نے اسے دیکھا تو فرمانے لگے انشاء اللہ شفا ہو جائے گی۔ آپ اسے اپنے ساتھ حجرے میں لے گئے۔ میں بھی اس کے ساتھ ہی تھا۔ پھر اس کے معدہ پر سے کپڑا ہٹایا اور تیر سے بنی ہوئی چھوٹی سی چھری کئی جگہ چبھوئی۔ اسے پھر باہر چمڑے کی طرف کھینچا اور اس کی انتڑیوں میں گھسیڑ دیا۔ آپ نے میرا ہاتھ پکڑا

اور مجھے اس جگہ ہاتھ رکھ کر محسوس کرایا۔ چھری کا پھل اس شخص کے پیٹ کے اندر تک گھس گیا تھا۔ اس کے بعد آپ نے اسے چھوڑ دیا اور چھری نکال کر اپنی ہتھیلی پر رکھ لی۔ ہم حجرے سے باہر آنے کے لیے کھڑے ہوئے تاکہ جہاں عام لوگ بیٹھتے ہیں وہاں آ جائیں تو اس عالم نے شیخ سے عرض کی میری پشت باقی رہ گئی ہے کہ آپ نے اس پر چھری استعمال نہیں فرمائی اس وقت شیخ موصوف نے میری چھتری پکڑی اور اس کو اس کی پشت میں چبھو دیا اسے سخت درد ہوا۔ اور کہنے لگا کہ میری پشت سے شیخ نے چھتری نہیں بلکہ تیر نکالا ہے۔ جس سے مجھے بہت تکلیف ہوئی تھی پھر ہم چلے گئے۔ میں نے اس عالم سے بعد میں دریافت کیا کہ اب کیسے ہو؟ کہنے لگا اللہ کا شکر ہے کہ شیخ کے علاج سے بالکل تندرست ہو گیا ہوں اور مرض دوبارہ نہیں ہوا۔

پانی سے علاج کر دیا

آپ جب لاذقیہ تشریف لائے تو میری والدہ کو ایک بیماری نے پریشان کر رکھا تھا۔ میں نے شیخ موصوف سے اس بارے میں درخواست کی۔ ہمیں یہ بھی معلوم نہ تھا کہ مرض کیا ہے۔ شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا یہ کوئی چیز نہیں۔ صرف رحم کی بیماریوں میں سے ایک ہے جو ایسی عورتوں کو ہو جایا کرتی ہے جو حیض میں آنے کی عمر سے بڑھ جائیں۔ پھر آپ نے پانی سے بھرا پیالہ لیا اس پر کچھ پڑھ کر دم کیا اور فرمایا یہ لے جاؤ اور انہیں پلا دینا۔ اللہ تعالیٰ کے حکم سے شفا ہو جائے گی۔ میں نے پیالہ لیا والدہ کے پاس آ کر انہیں پلایا۔ پینے کے ساتھ ہی فرمانے لگیں کہ بیماری مکمل طور پر ختم ہو گئی ہے۔ یہ بیماری پھر اب تک لوٹ کر نہیں آئی۔ میری والدہ ابھی بقید حیات ہیں۔ اس واقعہ کو بیس سال سے زائد کا عرصہ گزر چکا ہے والدہ کی عمر نوے سال سے متجاوز نہیں ہوئی۔ والحمدللہ

سادہ پانی میٹھا ہو گیا

میں ایک مرتبہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس وقت آپ لاذقیہ میں تشریف فرما تھے۔ یہ 1304ھ کا واقعہ ہے۔ آپ جس گھر میں بطور مہمان قیام پذیر تھے اس مہمان نواز کا نام محمد آفندی اسطہ تھا جو طرابلس شام کا رہنے والا تھا۔ مجھے کہنے لگا کاش! کہ تم تھوڑا سا پہلے آ جاتے اور شیخ کی کرامت دیکھ لیتے۔ وہ یہ تھی کہ آپ نے اس شہر کے متصرف کو پینے کے لیے خالص پانی دیا جو اس وقت آپ سے ملنے آیا تھا اس کا نام جودت پاشا تھا۔ اس نے جب پیا تو وہ سکنجبین یعنی اس میں چینی اور لیموں ملا ہوا پانی بن گیا تھا۔ اس پر میں نے شیخ موصوف سے عرض کیا آپ سے میں بھی یہی پانی پینا چاہتا ہوں لیکن آپ نے انکار کر دیا۔ میں نے آپ سے بہت زیادہ اصرار کیا اور منت سماجت کی تب آپ نے خالص پانی کا پیالہ اپنے دائیں ہاتھ میں لیا اور اس سے تھوڑا تھوڑا کر کے دوسرے پیالے میں پانی ڈالنے لگے یہاں تک کہ وہ خالص پانی سے بھر گیا جس میں چینی اور لیموں بالکل ملے ہوئے نہ تھے پھر وہ مجھے پکڑا دیا میں نے بھی سکنجبین پی۔ ایسی کہ زندگی بھر اس ذائقہ کی نہ پی تھی۔ آپ نے پیالے کا تمام پانی مجھے نہ پینے دیا۔ بلکہ میرے ہاتھ سے لے کر حاضرین کو دیا۔ انہوں نے وہ پی لیا۔

زیادہ دینار قبول نہ فرمائے

لاذقیہ میں ہی آپ قیام پذیر تھے۔ میں بھی آپ کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ ایک محفل بپا تھی۔ دوسری طرف شام کا ایک مشہور شخص عبدالقادر آفندی میدانی بھی ناشد پاشا والی کے ساتھ موجود تھا۔ اس نے شیخ سے عرض کی کہ جب آپ قسطنطنیہ میں تھے اور سلطان نے آپ کو بہت سے دینار پیش کیے لیکن آپ نے لینے سے انکار کر دیا تھا آپ یہ واقعہ ہمیں سنا دیجئے یہ قصہ سب جانتے تھے۔ شیخ نے فرمایا ہوا یوں کہ میں سلطان طواشی کے ایک خادم بہرام آغا کے ساتھ شاہی باغ میں تھا۔ جو سرائے سلطانی کے اندر واقع ہے اور سلطان اپنے محل سے جھانک کر ہمیں دیکھ رہا تھا۔ بہرام آغا سلطان کے پاس گیا واپس آیا تو اس کے ہاتھ میں بہت بڑی تھیلی تھی کہنے لگا آپ یہ تھیلی بادشاہ کی طرف سے بطور ہدیہ قبول کر لیجئے۔ میں نے اسے کہا مجھے اس کی کوئی ضرورت نہیں۔ اس نے بہت اصرار کیا میں نے اسے کہا اصرار کرنے کی ضرورت نہیں میں اسے نہیں لوں گی وہ کہنے لگا کہ میں اپنے میں یہ ہمت نہیں پاتا کہ اسے واپس سلطان کے پاس لے جا کر پیش کروں اور کہوں کہ شیخ موصوف نے اسے قبول نہیں کیا۔ اس لیے آپ میرے ساتھ تشریف لے چلیے اور خود اس سے معذرت کیجئے کہ مجھے اس کی ضرورت نہیں۔ میں اس کے ساتھ چل پڑا حتیٰ کہ ہم سلطان کے پاس آ گئے۔ بہرام آغا نے بتایا کہ شیخ انکاری ہیں تھیلی نہیں لیتے۔ سلطان نے مجھے تھیلی لینے کو کہا۔ میں نے انکار کر دیا اور اسے کہا مجھے اس کی ضرورت نہیں۔ جب سلطان نے اصرار کیا تو میں نے تھیلی نکال کر دکھائی۔ یہ گفتگو فرماتے ہوئے شیخ نے اپنی جیب سے ایک تھیلی نکالی۔ اسے میں نے بھی دیکھا اور تمام حاضرین محفل نے بھی دیکھا۔ وہ بالکل خالی تھی صرف اس کے نچلے حصے میں معمولی سی کوئی چیز تھی۔ اس تھیلی کی طرف عبدالقادر آفندی میدانی مذکور نے ہاتھ بڑھایا اور کہا یہ چھوٹی چھوٹی چابیاں ہیں۔ انہیں تھیلی کے دھاگہ کے ساتھ باندھا گیا تھا۔ دھاگہ کھولا گیا اور تھیلی کو الٹایا گیا۔ اسے آپ اپنی ایک جانب رکھی کرسی پر مارنے لگے اور فرما رہے تھے کہ میں نے سلطان سے کہا یہ تھیلی حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی برکت سے کبھی خالی نہیں ہوگی۔ شیخ موصوف یہ فرماتے اور اس کے ساتھ بار بار آپ اپنی تھیلی کو کرسی پر مارتے تھے۔ آپ جب بھی اسے کرسی پر مارتے تو ہم دیکھتے کہ ہر مرتبہ وہ تھیلی پہلے سے زیادہ بھرتی جا رہی ہے۔ آپ اسے لگاتار مارتے رہے حتیٰ کہ اس کے باندھنے کے لیے دھاگہ چھوٹا پڑ گیا اور باندھنا مشکل ہو گیا۔ اس پر آپ نے وہ تھیلی دوبارہ اپنی جیب میں ڈال لی۔ جیب میں ڈالنے سے قبل اس تھیلی کی طرف عبدالقادر آفندی نے ہاتھ بڑھایا اور کہنے لگا یا شیخ! اب میں اس تھیلی کو ٹٹولنا چاہتا ہوں۔ خدا کی قسم! اس تھیلی میں صرف وہ چھوٹی چھوٹی چابیاں تھیں۔ اس کے علاوہ کچھ بھی نہ تھا۔ شیخ ہنس پڑے اور فرمانے لگے پھر بادشاہ نے میری معذرت قبول کر لی۔ میرے قریب ایک عیسائی آدمی بیٹھا ہوا تھا۔ میں نے اس سے پوچھا کیا تو نے یہ تھیلی نہیں دیکھی تھی جب شیخ نے یہ اپنی جیب سے خالی نکالی تھی اور اسے بھر دیا تھا؟ وہ کہنے لگا ہاں یہ سب کچھ دیکھا ہے بہت عجیب واقعہ ہے۔ پھر شیخ کے پاس ایک شخص آیا جو لاذقیہ میں آپ کے مکان کا وکیل تھا۔ آپ نے اسے اس وقت خریدا تھا جب آپ وہاں مقیم تھے اور طرابلس ابھی نہیں آئے تھے۔ وہ کہنے لگے گھر کی دیکھ بھال وغیرہ کے لیے ہمیں کچھ رقم کی ضرورت ہے۔ اس نے رقم کی مقدار بیان کی جو ضروری تھی۔ آپ نے اسی تھیلی میں سے ہاتھ ڈال کر دس مجیدی

ریال اسے دیے جو پچاس درہم کے برابر تھے۔ تھیلی جوں کی توں رہی۔ یہ کرامت میں نے اور بہت سے حاضرین نے اپنی آنکھوں سے دیکھی۔

حکم نافذ ہو گیا

آپ کے لاذقیہ رہائش پذیر ہونے کے دوران آپ کے پاس میرے محکمہ کا ایک خاص رکن حاضر ہوا۔ میں نے اسے سزا سنانے والے محکمہ میں ذمہ داری سونپی اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ شخص بہت برے اخلاق والا تھا۔ میں نے اپنے سے اسے دور کرنا چاہا تا کہ مجھے راحت وسکون میسر آئے۔ اس محکمہ کی مشقت کی وجہ سے اس نے مجھ سے درخواست کی کہ میں اسے وہاں سے نکالوں لیکن میں نے انکار کر دیا۔ چنانچہ وہ شیخ کے پاس چلا گیا اور آپ سے درخواست کی کہ آپ مجھے اس بارے میں اس کی چاہت کے مطابق حکم دیں۔ شیخ نے مجھے حکم دیا کہ اسے اس محکمہ کی مشقت سے نکال دو میں نے مانا اور عرض کیا یہ شخص امانت دار ہے۔ اور اس کی امانت اور اہمیت کے پیش نظر میں نے اسے یہ ذمہ داری سونپی ہے۔ میری بات سن کر شیخ ہنس پڑے اور مجھے فرمایا تم نہیں تو کوئی اور اسے نکالنے والا آ جائے گا۔ وہ شخص شیخ پر بھی اعتراض کرنے سے نہ چوکتا تھا اور شیخ بھی اسے پسند نہیں فرماتے تھے۔ لیکن آپ کی عادت یہ تھی کہ جو شخص آپ سے کسی پریشانی اور حاجت کے بارے میں عرض کرتا خواہ وہ آپ کا خیر خواہ ہوتا یا معترض، آپ اس کی ضرورت وحاجت پوری فرما دیا کرتے تھے۔ اس بات چیت کے کچھ ہی عرصہ بعد جو زیادہ سے زیادہ تین دن ہوں گے ولایت کے والی ناشد پاشا نے اس محکمہ کے تمام افسران کو باہر نکال بھیجنے کا حکم صادر فرمایا اس وقت وہ لاذقیہ میں تھا۔ ان تمام میں سے ایک آدمی یہ بھی تھا اور حکم دیا کہ دوسروں کو اس ذمہ داری پر لگایا جائے چنانچہ ہم نے پھر اور آدمیوں کا بندوبست کیا۔ اور یہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ وہاں سے نکل گیا۔

حکم واپس ہو گیا

لاذقیہ میں شیخ سے میں نے ملاقات کی۔ پھر یہاں سے آپ نے طرابلس کا سفر کیا اور طرابلس تشریف لے گئے۔ اس کے بعد قسطنطنیہ سے مجھے ایک قابل اعتماد آدمی کا رقعہ ملا۔ یہ شخص احمد جودت پاشا کا مقرب تھا جو محکمہ عدل والانصاف کا وزیر تھا۔ اس نے رقعہ میں لکھا کہ محکمہ انصاف کے ناظم نے تمہیں دمشق میں اس محکمہ کا رئیس (افسر اعلیٰ) مقرر کیا ہے اور اس نے اس بارے میں ضروری احکام جاری کر دیے ہیں اور کل وہ صدر اعظم کے پاس کاغذات بھیج دے گا تا کہ حتمی منظوری کے لیے وہ انہیں سلطان کے سامنے پیش کرے۔ جب سلطان کا ارادہ اس بارے میں مجھے معلوم ہوا اور اس نے اس کا حکم دے دیا تو میں تمہیں اس کی خوشخبری کے طور پر تار روانہ کروں گا۔ اب میں نے رقعہ پیشگی اس لیے لکھ بھیجا ہے تا کہ تمہیں خوشخبری پہلے ہی سنا دوں۔ جب مجھے یہ رقعہ ملا تو میں نے سیدی شیخ عمری رحمۃ اللہ علیہ کی طرف رقعہ لکھ بھیجا جس میں میں نے انہیں عرض کیا تھا کہ میرے پاس ایک مصدقہ اور سچی خبر پہنچی ہے جو قسطنطنیہ سے میرے دوست نے لکھی ہے کہ مجھے دمشق میں محکمہ انصاف کا رئیس مقرر کر دیا گیا ہے لیکن میں اس منصب کا انجام نہیں جانتا۔ اب لاذقیہ میں جس عہدہ پر کام کر رہا ہوں میں بہت خوش اور آرام سے ہوں اور

مجھے معلوم نہیں کہ دمشق میں مجھے راحت وسکون ملتا ہے یا نہیں؟ لہٰذا آپ اپنی رائے کے بارے میں مجھے مطلع فرمائیں۔ آپ نے جوابی رقعہ میں لکھ بھیجا کہ تمہیں دمشق میں محکمہ انصاف کا اعلیٰ افسر مقرر نہیں کیا جائے گا۔ باقی ہر کام اللہ تعالیٰ کی مشیت پر ہے اور ہر کام کا ایک وقت مقرر ہوتا ہے لہٰذا تمہیں پریشان ہونے کی کوئی ضرورت نہیں۔ جب شیخ کا یہ رقعہ مجھے ملا اس کے بعد اس دوست کا ایک اور رقعہ آیا جس نے مجھے پہلے خوشخبری دی تھی لکھا کہ تمہاری تقرری کھٹائی میں پڑ گئی ہے اور کسی اور کو اس عہدہ کے لیے تجویز کیا گیا ہے۔ مستقبل میں ان شاء اللہ خیر کا پیغام ملے گا۔

غیب کی اطلاع

آپ کی ایک کرامت یہ ہے کہ میں لاذقیہ میں محکمہ انصاف کا اعلیٰ افسر تھا۔ یہاں سے میرا تبادلہ قدس میں اسی عہدہ پر ہو گیا۔ لاذقیہ میں ایک مفتی صاحب تھے جن کا نام عبدالقادر آفندی تھا۔ لاذقیہ میں ان کے خاندان کا تقریباً ڈیڑھ سو سال سے فتویٰ چل رہا تھا۔ ان کے اصل جد امجد کا تعلق ایران سے تھا، وہاں سے وہ لوگ لاذقیہ آ گئے۔ اور ان کے جد امجد یہاں کے مفتی بنا دیئے گئے۔ ان کے بعد یہ ذمہ داری اور منصب ان کی اولاد میں ابھی تک باقی چلا آ رہا ہے۔ مجھے بتایا گیا کہ سیدنا شیخ عبدالغنی نابلسی رحمۃ اللہ علیہ ایک مرتبہ لاذقیہ تشریف لائے تھے تو آپ کی اس وقت کے مفتی صاحب (جد امجد) نے بڑی آؤ بھگت کی اور بہت احترام واکرام سے پیش آئے تو سیدی نابلسی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کے لیے اور ان کی اولاد کے لیے دعا کی تھی کہ افتاء کا معاملہ اللہ تمہارے پاس ہی رکھے گا۔ عبدالقادر آفندی مذکور کو مجھ سے محبت نہ تھی اور نہ ہی مجھے اچھا سمجھتا تھا کیونکہ میں نے ایک مرتبہ اس کی ضرورت پوری نہ کی تھی جو میرے محکمہ کے متعلق تھی اور اس نے اسے پورا کرنے کی مجھے درخواست بھی کی تھی۔ جب مجھے یہ حکم ملا کہ اب تمہاری ذمہ داری یہاں سے تبدیل ہو کر قدس مقرر کر دی گئی ہے تو انہی مفتی صاحب نے کچھ ایسی میرے خلاف حرکات کیں جو مجھے بری لگیں۔ پھر میں ایک بحری جہاز کے ذریعہ یافا کے لیے روانہ ہوا تا کہ قدس پہنچ جاؤں۔ جب یہ جہاز طرابلس پہنچا اس کا پروگرام یہ ہوتا تھا کہ طرابلس میں ایک دن مکمل ٹھہرتا تو میں اس سے اتر کر شہر میں گیا تا کہ سید علی عمری رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات کر لوں۔ میں آپ کے گھر حاضر ہوا لیکن آپ اس وقت گھر تشریف فرما نہ تھے۔ لوگوں نے مجھے بتایا کہ آپ باغات میں گھومنے نکل گئے ہیں لیکن انہیں یہ علم نہیں کہ وہ اس وقت کہاں ہیں۔ اور بتایا کہ وہ شام ڈھلے واپس لوٹیں گے یہ سن کر میں بہت زیادہ پریشان ہوا۔ طرابلس کے ایک باشندہ نے مجھے اپنے گھر دعوت کے لیے کہا میں وہاں گیا اس کے پاس شام تک رہا۔ میں وہاں سے اسکلہ طرابلس گیا شہر اور اس جگہ کے درمیان تقریباً ایک میل کی مسافت تھی جسے آدھ گھنٹہ میں طے کیا جا سکتا تھا۔ جب میں ابھی راستہ میں ہی تھا اور میں عربی گھوڑے پر سوار تھا میں نے دیکھا کہ سامنے سے شیخ علی عمری رحمۃ اللہ علیہ تشریف لا رہے ہیں۔ اسکلہ کی جانب سے آپ ساتھیوں سمیت گھوڑوں پر سوار چلے آ رہے تھے۔ جب میں نے آپ کو دیکھا تو بہت خوش ہوا۔ پھر کچھ دیر ہم وہاں بیٹھے رہے۔ بیٹھتے ہوئے سب سے پہلی بات جو آپ نے مجھے فرمائی وہ یہ کہ لاذقیہ کے مفتی صاحب سے مواخذہ نہ کرنا۔ انہوں نے جو کہا اسے بھول جاؤ۔ میں نے آپ کے اس ارشاد کو بھی آپ کی کرامت ہی سمجھا۔ مجھے آپ کے ساتھیوں نے بتایا خدا کی قسم! عجیب بات ہے کہ شہر کی طرف جانے کا ہمارا یہ راستہ نہیں ہے۔

وہ دوسرا راستہ ہے جو اس سے بہت زیادہ مختصر اور قریب ہے جب ہم نے اس قریب ترین راستے پر چلنا چاہا تو شیخ نے ہمیں کہا کہ ہم اسکلہ کی طرف سے جائیں گے۔ ہم نے عرض کیا ہمارے آقا! یہ ہمارا راستہ نہیں ہے اور یہ ہے بھی لمبا۔ اس لیے اسے اختیار کرنے کی کوئی وجہ نہیں آپ نے انکار کر دیا اور اصرار کیا کہ اسی راستہ سے واپس جائیں گے۔ ہم نے با دل نخواستہ آپ کی بات مان لی۔ اب جب کہ ہم نے تمہیں دیکھا ہے تو اس راستہ سے آنے کا راز ہم پر کھل گیا ہے اور ہمیں اس کی حکمت معلوم ہوئی۔ آپ کی کرامات میں سے یہ بھی ایک کرامت ہے۔ اس کے بعد میں نے آپ سے اجازت لی اور سفر پر روانہ ہو گیا۔

قتل عام کو روکنے کا عجیب طریقہ

شیخ صاحب جب بیروت میں تھے اس وقت یہاں کا والی دولت عثمانیہ کا ایک وزیر علی پاشا مرحوم تھا۔ یہ شخص بہت اچھے اخلاق کا مالک تھا اور شیخ موصوف کی بہت تعظیم و توقیر کیا کرتا تھا۔ اتفاق ایسا ہوا کہ ان دنوں بیروت میں مختلف حوادث و واقعات میں کئی آدمی قتل ہو گئے۔ اس سے والی مذکور کو تشویش ہوئی۔ شیخ رحمۃ اللہ علیہ اس کے پاس تشریف فرما تھے میں بھی وہاں موجود تھا تو والی مذکور نے ان امور کی شکایت کی اور ان سے پریشانی کا اظہار کیا۔ اس وقت شیخ صاحب نے اپنے ہاتھ میں شیشہ کا پیالہ پکڑا ہوا تھا۔ آپ نے اسے زور سے دبایا وہ ٹوٹ گیا اور شیخ کا ہاتھ زخمی ہو گیا۔ خون بہنا شروع ہو گیا۔ خادم برتن لائے تاکہ اس میں آپ کا خون آلود ہاتھ دھلایا جائے۔ والی مذکور گھبرا گیا پھر شیخ صاحب نے اسے سمجھایا کہ میں نے یہ جان بوجھ کر کیا ہے تاکہ خونی حادثات ختم ہو جائیں اور بیروت میں قتل کے واقعات رک جائیں پھر یونہی ہوا۔ اس دن کے بعد قتل کا کوئی واقعہ رونما نہ ہوا۔ حتیٰ کہ کچھ عرصہ بعد والی مذکور فوت ہو گیا اور وہاں اور والی مقرر کر دیا گیا۔

خواہ مخواہ ضد کرنے کا نتیجہ

بیروت میں رہائش کے دوران شیخ صاحب ایک رات احمد پاشا مرحوم سے ملنے گئے۔ یہ شخص بیروت کی ممتاز شخصیت تھے اور ان بڑے لوگوں میں سے ایک تھا جو اولیاء کرام اور صلحاء سے عقیدت رکھتے ہیں۔ میں بھی شیخ موصوف کے ہمراہ تھا۔ آپ نے وہاں طرابلس کا ایک مشہور آدمی بھی دیکھا۔ جب آپ وہاں سے باہر نکلے تو وہ بھی نکل آیا اور آپ سے عرض کرنے لگا میں بھی آپ کے ساتھ الحاج ابراہیم کے گھر چلوں گا اور اس کے ہاں آپ کے ساتھ میں بھی بطور مہمان رہوں گا۔ شیخ موصوف اس کی بات سے کچھ شرما سے گئے اور یہ بات آپ کو پسند نہ آئی۔ لیکن آپ نے اسے کوئی اہمیت نہ دی اس لیے کہ یہ احتمال تھا کہ شاید یہ شخص مذاق کر رہا ہو۔ اس کے باوجود شیخ نے اسے کہا کہ تمہارا پروگرام ہمیں قبول نہیں۔ اس نے انکار کر دیا اور اصرار کرنے لگا۔ جس سے معلوم ہوا کہ وہ مذاق نہیں کر رہا تھا بلکہ وہ حقیقۃً یہ پروگرام بنا چکا تھا۔ چنانچہ شیخ موصوف میری طرف متوجہ ہوئے اور تھوڑا سا جھک کر سرگوشی کرتے ہوئے فرمایا میں اس کے ساتھ عنقریب ایسا کام کروں گا جس کی وجہ سے اس کا ہمارے ساتھ ٹھہرنا مشکل ہو جائے گا۔ جب چلتے چلتے ہم ایک ایسے مکان کے قریب پہنچے جہاں سے مختلف گلیاں نکلتی تھیں۔ شیخ موصوف نے اس شخص سے کہا خدا حافظ۔ یعنی آپ کا اسے یہ بتانا تھا کہ اب تم جہاں چاہے جا سکتے ہو ہماری طرف سے اجازت ہے اور ہم الحاج ابراہیم کے گھر جا رہے ہیں۔ اس نے پہلے کی طرح جانے سے انکار کیا اور ساتھ چلنے پر اصرار کیا۔ شیخ

رحمۃ اللہ علیہ نے ذرا سخت لہجہ میں اسے کہا آؤ، آؤ چلیں۔ وہ آپ کے ساتھ چلتے چلتے ابراہیم الحاج کے گھر چلا گیا اور میں وہاں سے اپنے گھر آ گیا۔ صبح معلوم ہوا کہ وہ شخص جب اس حجرے میں سونے لگا جہاں شیخ موصوف اور آپ کا خادم آپ کی زوجہ کا بھائی محمد دبوسی نے سوناتھا گھر والوں نے اس کے لیے بستر بچھایا تا کہ وہ بھی آرام سے سو جائے۔ جب کچھ رات ہوئی تو وہاں ناموس نامی مچھر بہت سی تعداد میں جمع ہو گئے۔ شیخ اور خادم دونوں میں سے کسی کے پاس بھی ان مچھروں میں سے ایک مچھر بھی نہ آتا تھا اور اس پر یوں ٹوٹ پڑے تھے جس طرح شہد کی مکھیاں کسی کو گھیر لیتی ہیں۔ وہ حجرے سے باہر کھلے میدان میں نکل آیا لیکن مچھروں نے اسے یہاں بھی نہ چھوڑا حتیٰ کہ وہ گھر سے باہر آ گیا۔ اس وقت آدھی رات ہو چکی تھی چنانچہ وہ وہاں سے گھبرا کر چلا گیا پھر واپس نہیں آیا۔

تمباکو کڑوا ہو گیا

شیخ رحمۃ اللہ علیہ ایک مرتبہ میرے گھر رونق افروز تھے۔ حاضرین میں سے ایک شخص حقہ میں تمباکو پی رہا تھا وہ شخص کسی کام کے لیے باہر گیا پھر جلدی ہی واپس آ گیا جب باہر نکلا تو شیخ موصوف اپنی جگہ سے اٹھ کر اس کے حقہ کے پاس گئے اسے پکڑا اور دو چار کش لگائے۔ پھر اسے جوں کا توں چھوڑ کر اپنی جگہ واپس آ گئے گویا آپ نے اس کی عدم موجودگی میں کوئی کام کیا ہی نہیں جب وہ واپس آیا اور حقہ سے کش بھرا تو فوراً بولا میرے حقہ کے ساتھ کسی نے کیا کیا ہے؟ ہم نے اس سے پوچھا کیا ہو گیا؟ کہنے لگا کہ تمباکو بہت زیادہ کڑوا ہو گیا ہے اتنا کڑوا کہ میں کش لگا نہیں سکتا ہم سب ہنس پڑے اور جو بات ہوئی تھی ہم نے اسے بتا دی۔ پھر شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے اس سے دوبارہ کش بھرا تو فرمانے لگے اس میں تو کوئی کڑواہٹ نہیں ہے چنانچہ اس آدمی نے حقہ پکڑا اور کش بھرا اور کہنے لگا اب تو یہ اپنی حالت کے مطابق ہو گیا ہے۔ اس کی کڑواہٹ جاتی رہی ہے۔ میں نے کئی مرتبہ دیکھا کہ آپ حقہ میں تمباکو بھر کر کش لگاتے یا سگار پیتے۔ تھوڑا سا استعمال کرنے کے بعد اس کے مالک کو دے دیتے تو وہ اس میں مشک کی طرح خوشبو پاتا۔ آپ کے بارہا ایسا کرنے سے یوں معلوم ہوتا تھا کہ آپ کی یہ عادت بن گئی ہے کرامت کا ظن نہ ہوتا۔

آپ نے بیروت میں قیام کے بعد جب طرابلس روانہ ہونے کا پروگرام بنایا یہ 1306ھ کا واقعہ ہے۔ بیروت میں آپ بعض اسباب کی وجہ سے چند مہینے قیام پذیر رہے میں تمباکو پینے کا عادی تھا۔ پھر اللہ تعالیٰ کی توفیق سے پندرہ سال ہوئے میں نے تمباکو کا استعمال کرنا چھوڑ دیا۔ جب شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے سفر کا ارادہ فرمایا تو میں نے اس سلسلے میں آپ سے درخواست کی کہ میں چاہتا ہوں کہ بہت سی مقدار میں تمباکو لے آؤں اور آپ اپنا دست اقدس اس پر رکھیں تا کہ وہ میرے لیے مشک کی طرح خوشبو دینے والا بن جائے اور میرے لیے کافی مدت کام آ سکے۔ میری درخواست سن کر آپ نے فرمایا لے آؤ۔ میں نے کافی مقدار میں تمباکو حاضر کر دیا۔ آپ نے صرف اس کے اوپر ہی ہاتھ رکھا اور اس کپڑے کے چاروں کونے پکڑ کر اسے باندھ دیا۔ میں نے عرض کیا یا سیدی! اپنے مبارک ہاتھ سے اسے اوپر نیچے کر کے تمام تمباکو کو مشک کی خوشبو والا بنا دیں۔ آپ نے صرف اس کے اوپر ہی ہاتھ رکھا ہے جس سے اس کا صرف بالائی حصہ ہی خوشبو والا ہو گا۔ آپ فرمانے لگے میرے ہاتھ کے لگانے سے ہی تمام تمباکو میں خوشبو پھیل گئی ہے۔ اس لیے اسے الٹ پلٹ کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ یہ سن کر میں نے تمباکو کو

آپ کے سامنے سے اٹھالیا۔ پھر چھ ماہ تک میں نے اسے استعمال کیا اس کی خوشبو ابتداء سے انتہا تک ایک جیسی تھی۔ اس پر عجب یہ کہ میرا حقیقی بھائی شیخ محمد جمال الدین جو عکا میں سرکاری احکام پر عمل درآمد کا نگران تھا وہ بیروت آیا میرے پاس اس تمبا کو میں سے تھوڑا سا باقی تھا میں نے اسے وہ دیا۔ رات کے وقت میرا بھائی میرے ساتھ بیروت کے قاضی رامز بک مرحوم کے ہاں گیا۔ قاضی صاحب مرحوم کا ایک بیٹا جمال بک تھا، وہ آیا۔ جب ہم اندر بیٹھے ہوئے تھے اور میرا بھائی سگار کے ذریعہ وہ تمبا کو پی رہا تھا۔ جمال بک نے اندر آتے ہی فوراً پوچھا شیخ عمری رحمۃ اللہ علیہ کی خوشبو کہاں سے آرہی ہے؟ مجھے ان کی خوشبو محسوس ہو رہی ہے۔ ہم نے اسے بتایا کہ یہ خوشبو تمبا کو کی ہے۔ ہم اس کے ادراک پر حیران رہ گئے۔

دیوار سے لگا پیالہ

شیخ رحمۃ اللہ علیہ جب بیروت میں الحاج ابراہیم طیارہ کے گھر تشریف فرما تھے تو ایک مرتبہ مجھے الحاج مذکور نے یہ شیشہ کا یہ پیالہ دیکھو جو حجرے کی دیوار کی انتہائی بلندی پر چپکا ہوا تھا۔ میں نے دیکھا تو ابراہیم مذکور نے اس کے بارے میں مجھے بتایا کہ خادم اس پیالہ میں شیخ صاحب کے لیے پانی لے کر آیا تھا جب آپ اس سے قبل یہاں دسترخوان پر تشریف فرما تھے۔ آپ نے اس سے پانی پیا۔ پھر اسے دیوار کی بالائی طرف پھینکا وہ وہیں چپک گیا جیسا تمہیں نظر آرہا ہے۔ پھر شیخ صاحب نے اسے فرمایا کہ اسے یہاں سے اتار لو تو انہوں نے اتار لیا۔

میں ایک مرتبہ شیخ صاحب کے پاس الحاج ابراہیم کے گھر بیٹھا ہوا تھا۔ آپ نے پانی طلب کیا پانی لایا گیا آپ نے پیالہ میں سے پانی پی کر پیالہ کو اپنے سامنے پڑی لکڑی کی میز پر رکھ دیا۔ خادم آیا تا کہ اسے اٹھا کر لے جائے جب اٹھانا چاہا تو دیکھا کہ وہ تو میز کے ساتھ چپک گیا ہے۔ اس کے اٹھانے کے ساتھ میز بھی اٹھی جاتی ہے۔ یہ دیکھ کر شیخ ہنس پڑے اور ہم بھی ہنس پڑے اور خادم سے پوچھنے لگے کیا واقعہ ہوا؟ پیالہ میں تو کچھ بھی نہیں ہے پھر شیخ نے پیالہ اپنے ہاتھ سے اٹھا کر خادم کو دے دیا۔

داڑھی رکھوانے کا عجیب طریقہ

لاذقیہ میں جب آپ قیام پذیر تھے تو ایک رات ہم آپ کے پاس بیٹھے ادھر ادھر کے واقعات سن سنا رہے تھے۔ یہ محفل شہر لاذقیہ کے متصرف کے گھر بپا تھی اور بھی بہت سے لوگ محفل میں موجود تھے۔ ان میں سے ایک شخص اپنی داڑھی مونڈ رہا تھا۔ اس کی عمر تیس سال کے لگ بھگ تھی اور احمد آفندی سکتہ اس کا نام تھا۔ طرابلس کا رہنے والا تھا لاذقیہ میں حکومت کی طرف سے محرر تھا۔ اسے شیخ موصوف نے آواز دی اور فرمایا میرے پاس زمین پر سے چھوٹی سی لکڑی اٹھا کر لاؤ۔ اس نے ادھر ادھر تلاش کیا حتیٰ کہ مل گئی اور آپ کی خدمت میں پیش کر دی۔ شیخ نے اسے ہاتھ میں لیا اور اسے فرمایا بیٹھ جاؤ۔ وہ بیٹھ گیا اور شیخ نے اس کی داڑھی کے اطراف سے بال مونڈنا شروع کر دیے۔ اس سے اسے بتانا چاہتے تھے کہ داڑھی مونڈنی نہیں چاہیے۔ بلکہ اسے یونہی رکھنا چاہیے۔ میں آیا اور اس کی ایک طرف بیٹھ گیا۔ میں نے دیکھا کہ آپ کے ہاتھ میں پکڑی لکڑی سے اس طرح

بال نیچے گر رہے ہیں جس طرح تیز استرے سے گرتے ہیں۔ اس کے بعد وہ شخص پوری داڑھی والا بن گیا۔ یعنی پھر نہ مونڈی۔

ذبح کرنے کا عجیب ہتھیار

بیروت کا سابق والی رشید پاشا تین سال سے طرابلس میں مقیم تھا۔ ایک دن شیخ عمری رحمۃ اللہ علیہ اس کے ہمراہ طرابلس سے باہر نکلے کچھ لوگ وہاں بکری کا بچہ ان کے اکرام کے لیے ذبح کرنا چاہتے تھے لیکن انہیں چھری نہ ملی۔ شیخ اٹھے اور ایک لکڑی لے کر اس سے اس بچہ کو ذبح کر دیا اور ذبح بھی بہت اچھا کیا۔ یہ دیکھ کر والی اور حاضرین دہشت زدہ ہو گئے۔ اگر تم اعتراض کرو کہ ذبح حلال کے لیے شرط یہ ہے کہ وہ کسی ایسے آلہ سے ذبح ہو جو دھار والا ہو اور تیز ہوتا کہ اس سے رگیں کٹ کر خون بہہ جائے اور تیز دھار کے علاوہ کسی اور چیز مثلاً ہڈی وغیرہ سے ذبح کرنے سے جانور حلال نہیں ہوتا تو لکڑی بھی تیز دھار والا آلہ نہیں، اس سے ذبح کرنے سے ذبیحہ کس طرح حلال ہو گیا؟ میں اس کے جواب میں کہتا ہوں کہ شیخ نے بظاہر لکڑی سے ذبح کرتے دکھایا لیکن دراصل غیب سے انہوں نے تیز دھار والے آلے کے ساتھ ہی ذبح کیا ہے اگرچہ ہمیں نظر نہیں آیا اور کرامت اس میں بھی حاصل ہے۔ کیونکہ لکڑی سے تو واقعی ذبح نہیں کیا جا سکتا اور تم یہ بات بھی بخوبی جانتے ہو کہ ہم اہل سنت و جماعت کا عقیدہ یہ ہے کہ چھری بنفسہ ذبح نہیں کرتی۔ آگ خود بخود نہیں جلاتی۔ کھانے سے خود بخود بھوک نہیں مٹتی پانی بنفسہ سیر نہیں کرتا بلکہ اللہ تعالیٰ ہی چھری کے چلانے کے بعد ذبح ہونا پیدا فرماتا ہے۔ آگ جلانے کے بعد اللہ تعالیٰ ہی اس میں جلانے کی صفت پیدا فرماتا ہے۔ اسی طرح خوراک و پانی میں بھی تاثیر اللہ تعالیٰ کی طرف سے پیدا کی جاتی ہے۔ اس پر اور باتوں کو بھی قیاس کر سکتے ہو۔

آنکھ دکھنے کا عجیب علاج

آپ سے یہ کرامت اس قدر کثیر تعداد میں وقوع پذیر ہوئی کہ یہ آپ کی کرامت کی بجائے عادت میں شمار کی جانے لگی۔ وہ یہ کہ جب بھی کوئی شخص آپ کے پاس آنکھ دکھنے یا آنکھ کی کسی اور بیماری کی شکایت لے کر آتا تو آپ اسے فرماتے زمین پر پڑی چھوٹی سی لکڑی یا گھاس پھوس لے آ وہ لے آتا۔ آپ اسے اپنے ہاتھ میں پکڑ کر کبھی تو اس پر پھونک دیتے اور کبھی اپنی زبان پر یا دونوں ہونٹوں کے درمیان رکھ کر اٹھا لیتے اور پڑھتے: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ پھر ہر آنکھ میں اسے تین تین مرتبہ پھیرتے تو غالباً شفا ہو جاتی۔ ایسا کرنے سے مریض کو سخت درد ہوتا۔ وہ یوں سمجھتا کہ کوئی بہت زیادہ چبھنے والا سرمہ آپ نے لگا دیا ہے۔ میں خود بھی اس تجربہ سے گزرا ہوں۔ آپ نے جب میری آنکھ میں تنکا پھیرا تو یوں محسوس ہوا کہ میری آنکھ پھوٹنے والی ہے۔ میں اگر آنکھ کھولنا چاہتا تو بہت مشکل سے کھول پاتا تھا۔ پھر آہستہ آہستہ درد دور ہو جاتا اور بالکل ختم ہو جاتا میں نے درد کے اختتام پر آنکھیں کھولیں تو وہ بالکل تر و تازہ تھیں، تندرست تھیں اور ان میں دیکھنے کی صلاحیت پہلے سے زیادہ ہو چکی تھی۔ یہی کیفیت ہر اس شخص کے ساتھ ہوتی جو آپ سے اس طرح کا علاج کراتا۔

بے بس بیمار کو کھڑا کر دیا

آپ 1314ھ میں بیروت تشریف لائے اور عبدالقادر آفندی دنا فجی کے ہاں بطور مہمان آپ نے قیام فرمایا۔ یہ شخص بیروت کے بڑے بڑے لوگوں میں سے ایک تھا۔ آپ کے پاس ایک بیمار کو لایا گیا جو زندگی سے ناامید ہو چکا تھا اسے گھر سے چارپائی وغیرہ پر اٹھا کر لایا گیا تھا۔ وہ حرکت تک نہ کر سکتا تھا۔ آپ نے ان لانے والوں کو فرمایا اسے پشت کے بل لٹا دو۔ انہوں نے آپ کے کہنے کے مطابق لٹا دیا۔ لوگ بیٹھے دیکھ رہے تھے۔ شیخ صاحب اس پر اپنا ہاتھ پھیرنا شروع ہو گئے اور ساتھ ساتھ کچھ پڑھتے جا رہے تھے اور اس کے لیے شفا کی دعا بھی فرماتے۔ پھر اسے اس کے ہاتھوں سے پکڑا اور فرمایا اللہ تعالیٰ کے حکم سے کھڑا ہو جا۔ اسے زمین پر سے اٹھا کر کھڑا کر دیا وہ اسی وقت کھڑا ہو گیا۔ اس نے شیخ رحمۃ اللہ علیہ کا ہاتھ چوما اور اپنے گھر پیدل چل کر گیا۔ یہ آپ کی بہت عظیم کرامت ہے میں اس کرامت کے واقع ہونے کے تھوڑی دیر بعد وہاں پہنچا تو حاضرین نے مجھے یہ کرامت سنائی۔

ولی سے ہر وقت مزاح درست نہیں ہوتا

یہ کرامت مجھے ایک ثقہ آدمی نے سنائی جو طرابلس کا باشندہ تھا۔ مجھے یاد پڑتا ہے کہ شاید یہ شخص الحاج محمد دبوسی تھے۔ بہر حال سنانے والے نے مجھے سنایا کہ یہاں طرابلس میں ایک کم حیا نوجوان رہتا ہے جسے اپنے آلہ تناسل کے بارے میں کچھ تعجب تھا ہے وہ گاہے بگاہے شیخ رحمۃ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ٹھنڈا ٹھنڈا مذاق کر لیا کرتا تھا۔ جب اس نوجوان کو آپ کبھی دیکھتے کہ اس نے اپنے آلہ تناسل کو ہاتھ لگایا ہوا ہے تو وہ آپ کو از روئے مذاق کہتا کیا آپ کے پاس بھی ایسا آلہ تناسل ہے؟ شیخ رحمۃ اللہ علیہ سن کر ہنس دیا کرتے جب کئی مرتبہ اس نوجوان نے آپ سے یہ مذاق کیا تو ایک مرتبہ بوقت ملاقات اس نے اپنی عادت کے مطابق وہی کچھ کیا تو شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے اس مرتبہ اپنا ہاتھ مارا فرمایا چلے جاؤ۔ اس کے ساتھ ہی اس کا آلہ تناسل بالکل غائب ہو گیا۔ یوں اسے محسوس ہوتا کہ میں عورت ہوں مرد نام کی کوئی چیز حرکت کرتی نظر نہ آتی تھی۔ اس سے اس شخص کو بہت غم ہوا۔ گھر گیا اور اپنی بیوی کو مٹھائی وغیرہ دے کر کہا جاؤ اور شیخ موصوف کو یہ اشیاء بطور ہدیہ پیش کرنا اور عرض کرنا کہ میرے خاوند کی گستاخی معاف کر دی جائے۔ چنانچہ وہ مذکورہ اشیاء لے کر شیخ موصوف کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ آپ نے وہ اشیاء ایک شرط پر قبول فرمالیں وہ یہ کہ آئندہ کے لیے ادب و احترام پیش نظر رکھے اور شرم و حیا اپنائے۔ اس کی بیوی نے آپ کی شرط مان لی۔ آپ نے فرمایا جاؤ تمہارا مقصود حاصل ہو گیا ہے۔ وہ گھر آ گئی پوچھا تو خاوند نے بتایا کہ مسئلہ حل ہو گیا ہے۔ اس کے بعد وہ شخص جناب شیخ صاحب کے منہ نہ لگا۔

لوہا کا موم بن جانا

آپ کی ایک کرامت یہ بھی تھی کہ لوہا آپ کے ہاتھ لگنے سے ہی نرم ہو جاتا تھا۔ میں نے لاذقیہ میں خود اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ آپ نے ایک حجرے کی موٹی تازی لوہے کی بنی چابی اپنے دائیں ہاتھ کی انگلیوں میں رکھی اور اسے کسی آلہ کے بغیر

آپ نے ٹیڑھا کر دیا۔ اس قسم کے واقعات دیکھنے والوں نے مجھے بتایا یہ کرامت آپ سے بکثرت دیکھنے میں آئی ہے۔

چاندی کا نرم ہو جانا

مجھے قدس میں آپ کے ہاتھوں چاندی موم ہوتے دیکھایا گیا۔ اس وقت وہاں کا متصرف رؤف پاشا تھا۔ یہ واقعہ انیس مجیدی سکہ جات کے ساتھ دیکھنے میں آیا۔ متصرف مذکور کے ہاتھ میں وہ سکے مروڑے ہوئے موجود تھے۔ مجھے اس نے بتایا کہ یہ کام شیخ علی عمری رحمۃ اللہ علیہ نے کیا ہے۔ آپ نے ان سکوں کو اپنے ہاتھ میں پکڑا۔ اس وقت یہ سکے اپنی اصلی حالت میں چوڑے چوڑے تھے۔ آپ نے ان کا کچھ حصہ اپنی پیشانی پر رکھا اور دوسرا حصہ اپنی انگلیوں میں لے کر انہیں ٹیڑھا کر دیا۔ کوئی ہتھیار آپ کے پاس نہ تھا سکے فوراً ٹیڑھے ہو گئے اور آپ کی پیشانی پر معمولی سا بھی نشان نہ پڑا، میں نے وہ سکے اپنے پاس محفوظ کر لیے تھے۔ یہ وہی سکے ہیں جو آپ نے مجھے دے دیئے تھے۔ میرے لیے یہ باعث برکت ہیں۔ شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے یہ کام مجیدی مکمل سکے اور اس کے چوتھائی سکہ کے ساتھ کئی مرتبہ کیا۔ میں نے ان میں سے چند سکے اپنے ایک دوست فاضل محمد علی آفندی انس کے پاس بھی دیکھے جو ہمارے محکمہ کا سب رجسٹرار تھا۔ اس نے یہ سکے اپنے والد گرامی جناب حسن آفندی سے لیے تھے جو شیخ موصوف کے خاص الخاص مرید اور بہت زیادہ عقیدت مند تھے۔

آپ کی ایک اور اسی قسم کی کرامت میں نے ثقہ آدمی سے سنی جس نے اپنی آنکھوں سے اسے دیکھا۔ لیکن میں اس وقت راوی کا نام بھول گیا ہوں۔ بہر حال اس نے بتایا کہ شیخ عمری رحمۃ اللہ علیہ ایک مرتبہ بیروت تشریف لائے جب مشہور تاجر عمر آفندی غزاوی ابھی زندہ تھا۔ آپ اس تاجر کے ہاں مہمان کے طور پر ٹھہرے ہوئے تھے۔ ایک وقت آپ کہیں سے واپس تشریف لائے تو آپ کے خادم کسی کام سے باہر نکلے ہوئے تھے اور مہمان خانہ کے دروازے بند اور ان پر تالے پڑے ہوئے تھے۔ آپ کے ساتھی یہ دیکھ کر پریشان ہو گئے اور ان میں کچھ ادھر ادھر خادموں کو تلاش کرنے کے لیے جانے لگے تاکہ ان سے دروازوں پر پڑے تالوں کی چابیاں لے کر اندر داخل ہوں۔ انہیں دیکھ کر شیخ صاحب فرمانے لگے چھوڑو کوئی ضروری نہیں۔ اس کے بعد نے آپ نے دروازے کو ایک ایک کر کے ہاتھ لگایا تو وہ خود بخود کھلتے گئے۔ پھر کچھ وقت گزرنے کے بعد خادم بھی آ گئے اور کنجیاں ان کے پاس ہی تھیں۔

بے موسم کا پھل

آپ جب چاہتے اور جس قسم کا پھل چاہتے اسی وقت لا سکتے تھے۔ یہ کرامت آپ سے بہت سے لوگوں نے مجھے سنائی۔ جنہوں نے اپنی آنکھوں سے اسے دیکھا طرابلس میں آپ کے گھر میں ایک حجرہ تھا۔ اس سے آپ پھل وغیرہ جو چاہتے، برآمد کر لیا کرتے تھے۔ سردیوں میں گرمیوں کے پھل اور گرمیوں میں سردیوں کے حجرے سے لے آیا کرتے تھے۔

کشتی کا رخ موڑ دیا

جب ہمیں خبر ملی کہ آپ طرابلس سے لاذقیہ تشریف لا رہے ہیں اور دریائی (سمندری) راستہ کے ذریعہ لانچ پر بیٹھ کر

آپ کی آمد کے استقبال کے لیے اسکلہ تک گئے۔ ہم نے دیکھا کہ سمندر جوش میں ہے اور ہم نے دیکھا کہ طوفان کی وجہ سے کشتی نے بندرگاہ کا راستہ ترک کر دیا ہے اور شمال کی جانب جا رہی ہے لاذقیہ کی بندگاہ پر نہ ٹھہر سکتی تو وہ اسکندرونہ کی طرف چلی جاتی۔ یہ دیکھ کر ہم شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ ملاقات سے ناامید ہو گئے اور واپسی کا پروگرام بنایا جہاں ہم کھڑے تھے وہاں سے شہر تک تقریباً آدھ گھنٹہ کا سفر تھا۔ ادھر کشتی لاذقیہ سے کافی دور جا چکی تھی اور ام ہانی کے صاحبزادے کے مزار کے سامنے پہنچ چکی تھی۔ یہ مزار لاذقیہ سے شمال کی جانب تقریباً دو گھنٹے کی مسافت پر واقع ہے یہاں ایک پرانی جامع بھی ہے جو مصری جراکسہ بادشاہوں کے دور کی تعمیر شدہ ہے لیکن یہ معلوم نہ ہو سکا کہ اسے تعمیر کرنے والے کا نام کیا تھا اور نہ ہی اس کا سن تعمیر معلوم ہو سکا۔ بہر حال وہاں کے لوگ یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ سیدنا حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی ہمشیرہ ام ہانی کے صاحبزادہ کا مزار ہے۔ واللہ اعلم بالحقیقہ

ہم جب شیخ صاحب سے ملاقات ہونے سے ناامید ہو کر واپس لوٹنے کا پروگرام بنا چکے تھے تو اچانک ہم نے دیکھا کہ کشتی نے رخ پھیر لیا ہے اور لاذقیہ کی طرف واپس مڑ چکی ہے ہم وہاں تعجب میں ڈوبے کھڑے ہو گئے اور انتظار میں پڑ گئے۔ حتیٰ کہ کشتی لاذقیہ کی بندگاہ پر آ گئی۔ شیخ رحمۃ اللہ علیہ کشتی سے باہر تشریف لائے۔ ہم نے آپ کو سلام عرض کیا۔ آپ کے کشتی سوار ساتھیوں نے ہمیں بتایا کہ جب ہم سمندری طوفان کی وجہ سے کشتی کے لاذقیہ کی بندگاہ پر نہ ٹھہرنے سے بڑے پریشان تھے تو ڈرے سہمے ہوئے ہم سب نے جناب شیخ سے درخواست کی کہ آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ کشتی لاذقیہ میں ٹھہر جائے۔ آپ نے ہمیں فرمایا وہاں ہی ٹھہرے گی اور تم انشاء اللہ وہیں اترو گے جب کشتی لاذقیہ سے آگے نکل گئی۔ ہم پھر آپ کے پاس حاضر ہوئے اور عرض کرنے لگے حضور! آپ کا وعدہ پورا نہیں ہوا۔ فرمانے لگے ابھی وہ واپس پلٹے گی اور وہیں ٹھہرے گی۔ ادھر کشتی لحہ بہ لحہ لاذقیہ سے دور ہوتی جا رہی تھی اور ہم بھی بار بار آپ سے درخواست کرتے اور وعدہ یاد دلاتے۔ آپ ہر مرتبہ ہمیں یہی جواب ارشاد فرماتے انشاء اللہ وہیں ٹھہرے گی اور تم وہاں ہی اترو گے۔ پھر جب کسی ظاہری سبب کے بغیر کشتی واپس مڑی تو تمام کشتی سواروں نے آپ کے ہاتھ چوم لیے اور عرض کرنے لگے اللہ تعالیٰ نے آپ کا قول و وعدہ سچ کر دکھایا ہے۔ یہ آپ کی بہت بڑی کرامت ہے۔

امی ہونے کے باوجود ہر زبان میں لکھنا

شیخ صاحب امی تھے نہ کسی سے کچھ پڑھا تھا اور نہ کبھی لکھنے کی کوشش کی تھی لیکن اس کے باوجود جب ضرورت پڑتی تو جس زبان میں لکھنے کی ضرورت پڑتی اسی زبان میں لکھ لیتے تھے۔ میں نے آپ کے ہاتھ سے لکھے فارسی کے دو بیت خود دیکھے جو الحاج ابراہیم کے گھر کی دیوار پر لکھے تھے۔

لکڑی کو منہ میں ڈال کر جس رنگ کی چاہتے کتابت فرما لیتے

آپ کی کرامات میں سے یہ بھی ہے کہ آپ زمین پر پڑی کوئی لکڑی اٹھا لیتے یا کوئی شخص آپ کو لا کر پکڑا دیتا پھر اسے

اپنے منہ میں رکھ کر (یعنی لکڑی کا اگلا حصہ) باہر نکال کر جس رنگ کی چاہتے تحریر لکھتے۔ میں نے خود اپنی آنکھوں سے بارہا مشاہدہ کیا۔ آپ اپنے تھوک سے سیاہ تحریر لکھتے یعنی لکڑی کے سرے پر تھوک لگا کر اس سے سیاہ رنگ کی تحریر کاغذ پر لکھتے۔ میں نے ان حضرات سے اس بارے میں سنا جنہوں نے سیاہ رنگ کے علاوہ کسی اور رنگ میں تحریریں دیکھیں۔ بہر حال آپ کے تھوک اور آپ کی پھونک میں عظیم راز تھا۔ اس کے علاوہ آپ کے پورے جسم کو اللہ تعالیٰ کے راز و اسرار کا مجموعہ کہا جاتا ہے۔ آپ اپنا تھوک شریف کسی کی آنکھ میں سلائی سے لگا کر ڈالتے تو اس آدمی کی حسب منشا وہ ہلکا یا تیز ہوتا اور جس قدر وہ چبھنے والا سرمہ استعمال کرتا اتنی ہی چبھن اسے آپ کے تھوک سے محسوس ہوتی تھی پھر آپ تھوک کو ہی خوشبو کے طور پر استعمال فرماتے۔ جس سے جیسی خوشبو چاہتے وہی محسوس ہوتی۔ آپ کے تھوک کے عجیب تر اسرار میں سے ایک یہ بھی ہے کہ آپ جب اپنے عصا (لاٹھی) میں سے نیزہ نکالنا چاہتے یعنی لاٹھی کا سرا نیزے کی نوک بن جائے تو آپ اس پر اپنا تھوک ملتے۔ پھر اسے جو چاہتے بنا لیتے۔ میں نے خود اس لاٹھی کے سرے کی نوک کو اپنے پاؤں میں چبھا کر دیکھا۔ جب آپ نے اپنے تھوک سے اس میں تبدیلی کی تھی تو مجھے اپنے پاؤں میں اس کی چبھن محسوس ہوئی۔ یہ ایسے ہی حقیقت ہے جیسا کہ میں نے آپ کی دیگر کرامات کو حق پایا۔ بعض اعتراض کرنے والوں اور اولیاء کرام کے فیوض و برکات سے محروم لوگوں کو شیطان اس بات کی تلقین کرتا ہے کہ شیخ کے تھوک کی یہ کرامت نہیں بلکہ شیخ اپنے منہ میں لوگوں کی نظر سے اوجھل ہو کر خوشبو یا کسی رنگ کی سیاہی رکھ لیتے ہیں اور لوگوں کے سامنے اسے بطور کرامت ظاہر کرتے ہیں۔ ان لوگوں کی یہ رائے بالکل فاسد ہے اور باطل ہے کیونکہ شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی کرامات اس قدر مختلف اقسام پر مشتمل ہیں جو شمار نہیں ہو سکتیں۔ اب تھوک میں تو یہ احتمال فاسد بلکہ باطل نکال سکتے ہیں دوسری لاتعداد کرامات میں کیا کہیں گے؟ اور تھوک کے بارے میں بھی جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ ایک ہی وقت میں متباین چیزوں کا اس سے تعلق ظاہر ہوتا ہے۔ علاوہ ازیں میں نے اور دیگر حضرات نے بارہا یہ دیکھا کہ آپ کے تھوک سے متعلق کرامات آپ کے کھانے اور پینے کے فوراً بعد دیکھنے میں آئیں۔ کھانا کھانے اور پانی وغیرہ پینے کے وقت منہ میں رکھی گئی کوئی چیز بعد میں اپنا رنگ وغیرہ کب ظاہر کر سکتی ہے۔ اس لیے ان محروم لوگوں کی بدظنی خود شیطانی وسوسوں میں سے ایک ہے اور اسباب حرمان میں سے ایک سبب ہے۔ ان فیوض و برکات سے محروم لوگوں میں سے کچھ ایسے بھی ہیں جو شیخ صاحب کے بارے میں بدظن بھی ہیں اور وہ یوں کہتے ہیں کہ شیخ نے کچھ جنات اپنے ماتحت کر رکھے ہیں۔ وہ شیخ کے ہر حکم کو بجا لاتے ہیں اور بعض پوشیدہ باتوں کی اطلاع بھی کر دیتے ہیں۔ ان لوگوں کا یہ کہنا بھی دراصل شیطانی وسوسہ ہی ہے کیونکہ جنات سے وہ تمام واقعات جو شیخ سے رونما ہوئے، ان کا رونما ہونا ناممکن ہے اور مختلف اقسام کی کرامات کے ظہور کی ان میں قدرت نہیں ہے اور نہ ہی وہ کل پوشیدہ باتیں جان سکتے ہیں۔ خاص کر مستقبل کی پوشیدہ اور آنے والی باتیں تو ان کے علم سے بالکل ہی باہر ہوتی ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا ہے۔ لَّوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ الْغَيْبَ مَا لَبِثُوا فِي الْعَذَابِ الْمُهِينِ ۝ (سبا) (اگر وہ غیب جانتے ہوتے تو اس ذلیل کرنے والے عذاب میں گرفتار نہ ہوتے)۔ جنات نے یہ بات حضرت سلیمان علیہ السلام کے قصہ میں کہی جسے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ذکر کیا ہے۔ اس کے باوجود اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ آپ جنات سے کام لیا کرتے تھے اور

ان کے علاوہ اور روحانی اشیاء سے خدمت لیا کرتے تھے، ایسے کاموں میں جو ان سے لیے جانے ممکن ہیں تو یہ بھی آپ کی کرامات میں سے ایک کرامت ہی ہے کیونکہ جنات وغیرہ کی تسخیر بھی تو بہت بڑا خرق عادت کام ہے اور یہ منصب غالباً صالحین میں سے بہت کم حضرات کونصیب ہوتا ہے۔ اس کے لیے بندگی پر مداومت اور ہر وقت ذکر میں مشغول رہنا پڑتا ہے۔ (واللہ اعلم) اور فاسق وفاجر شخص کے ہاتھوں اگر ایسی چیز صادر ہو جس کا فسق وفجور سب کو معلوم ہو تو اس کے بارے میں جنات کے ذریعے ایسے کاموں کا ہو جانا کرامت کے زمرے میں نہیں آئے گا۔ ہم تو یہ کہتے ہیں کہ ایسا ان لوگوں سے بعض وظائف کے کرنے اور مختلف طریقوں سے تسخیر کا عمل کرنے سے ہوتا ہے جو ان کی ولایت کی نشانی نہیں ہو سکتے۔

آپ اس قدر قوی اور مضبوط شخصیت کے مالک تھے کہ عام لوگوں کی عادات کے خلاف آپ کی قوت دیکھنے میں آئی اور یہ بھی من جملہ کرامات میں سے ہے۔ میں نے بارہا اس کا مشاہدہ کیا کہ آپ تقریباً نوے سال کی عمر ہوتے ہوئے بڑھاپے کے باوجود تشریف فرما ہیں اور حاضرین میں سے مضبوط ترین چند آدمیوں کو بلا کر فرماتے مجھے ذرا زمین پر سے اٹھا کر کھڑا کر دو۔ وہ آپ کے ہاتھ بازو وغیرہ پکڑ کر اٹھاتے اور پوری قوت صرف کرتے لیکن اس کے باوجود آپ کو اٹھانا تو کجا حرکت بھی نہ دے سکتے۔ آپ یوں لگتے کہ ایک بڑی چٹان زمین پر پڑی ہوئی ہے اور جب چاہتے تو صرف ایک آدمی اور وہ بھی کمزور کے سہارے کھڑے ہو جاتے۔ کسی قسم کا تکلف نہ فرماتے حالانکہ آپ بڑھاپے کے ساتھ ساتھ موٹے بھی تھے۔

غیب سے خرچ کرنا

آپ کا خرچہ غیب سے چلتا تھا۔ آپ نے بہت سی شادیاں کیں۔ ان میں سے ایک شادی آپ نے نوے سال کی عمر میں کی اور وہ بھی کنواری عورت سے۔ اس سے بیوی کے حقوق بخوبی ادا فرماتے رہے۔ اپنے اہل وعیال کو آپ فراخ دلی سے کھانے پینے کی اشیاء مہیا کیا کرتے تھے۔ آپ کے پاس بہترین گھوڑے تھے جو فی سبیل اللہ (جہاد کے لیے) باندھ رکھے تھے۔ آپ کو مسکوف کی لڑائی میں دولت عثمانیہ کے ہمراہ لڑتے کچھ لوگوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ یہ دیکھنے والے بلاشک و شبہ سچے لوگ تھے۔ حالانکہ آپ ان دونوں طرابلس سے باہر نہیں نکلے تھے۔ لیکن شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے احوال اس کرامت کی تصدیق کرتے ہیں کہ طرابلس سے نہ نکلنے کے باوجود آپ نے مسکوف کی لڑائی میں شرکت فرمائی اور آپ کا کوئی ذریعہ کسب نہ تھا۔ لیکن اس کے باوجود آپ نے لاذقیہ میں ایک مکان اور طرابلس میں دو مکان خریدے تھے۔ ان دونوں طرابلسی مکانات میں سے ایک بہت بڑا مکان تھا۔ آپ نے جب ان میں سے کوئی مکان خریدا تو نہ معلوم اس کی ادائیگی کے لیے رقم کہاں سے آ گئی۔ جب دوسرا مکان طرابلس میں خریدا تو فروخت کرنے والا آیا اور کہنے لگا مجھے اس کی قیمت بہت جلد چاہیے۔ آپ نے اسے ایک تھیلی سے اس کی مطلوبہ رقم نکال کر اسی وقت دے دی۔ حالانکہ وہ رقم اس قدر زیادہ تھی کہ اس تھیلی میں اس کا چوتھائی حصہ بھی نہ آ سکتا تھا۔

آپ لوگوں سے ہدایا اور صدقات قبول فرما لیا کرتے تھے لیکن دوسری طرف آپ کی خیرات اور صدقات کی ادائیگی دیکھی جائے جو آپ یتیموں، بیواؤں اور دیگر ضرورت مندوں کو دیا کرتے تھے وہ ان صدقات سے کہیں زیادہ ہوتی جو لوگوں

سے آپ کو ملا کرتی تھی۔ یہاں تک میں نے شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی چالیس کرامات کا ذکر کیا ہے۔ ان کرامات میں ضمناً اور بھی بہت سی کرامات نظر آتی ہیں۔ اسی پر اکتفا کرتا ہوں حالانکہ آپ کے بارے میں جو کرامات میں نے سن رکھی ہیں اور جن کا میں نے خود مشاہدہ کیا وہ لاتعداد ہیں۔ بہت سے لوگوں نے مجھے سنائیں۔ یہ کتاب لکھتے وقت ان میں سے کافی لوگوں کے مجھے نام یاد نہیں آ رہے اور نہ ہی بہت سی کرامات ذہن میں آ رہی ہیں۔ بہر حال شیخ رحمۃ اللہ علیہ اخلاق حسنہ کے پیکر تھے۔ عمدہ صفات کے حامل تھے۔ امیر و غریب اور صغیر و کبیر ہر کے لیے انتہائی نرم دل تھے اور صالحین کے دشمنوں کی طرف سے اذیتوں کو خندہ پیشانی سے برداشت کیا کرتے تھے۔ آپ کے صبر و استقلال کو دیکھا جائے تو یہی نظر آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی خصوصی مدد اور اس کا مخصوص فیض آپ کے شامل حال ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو دنیا و آخرت میں ان کی برکات سے بہرہ ور فرمائے۔ آمین! آپ نے 1322ھ میں طرابلس شام میں انتقال فرمایا۔ وہیں دفن کیے گئے اپنے پیچھے کافی تعداد میں بچے بچیاں چھوڑ گئے۔

آپ نے اپنی وفات کا پہلے سے ہی بتا دیا تھا اور اپنے دفن کیے جانے کا مقام متعین فرما دیا تھا۔ یعنی آپ کے گھر کے بالکل قریب، چنانچہ انتقال کے بعد آپ کو وہیں دفن کیا گیا۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ کے بعض عقیدت مند آپ کا باقاعدہ مزار اور گنبد وغیرہ بنا رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو بزرگوں سے عقیدت رکھنے کی توفیق بخشے۔

حضرت علی بن محمد بن حسین حبشی باعلوی رحمۃ اللہ علیہ

بیداری میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے شرف ملاقات

آپ سادات خاندان کے عظیم بزرگ اور حضر موت کے ایک شہر سیون میں مقیم تھے۔ مشہور ولی اور بہت بڑے عالم دین تھے۔ مجھے بہت سے باوثوق حضرات نے بتایا جن کا تعلق سادات باعلوی سے ہے، ان کے علاوہ اوروں نے بھی بتایا کہ سید مذکور افراد اولیاء، اعیان العارفین، سادات الصوفیہ اور اکابرین المقربین میں سے تھے۔ آپ کا ان مذکورہ صفات سے متصف ہونا اس پر اس شہر اور اس کے اطراف کے تمام لوگوں کا اتفاق تھا۔ خواہ اس نے آپ کی زیارت کی ہو یا آپ کے بارے میں صرف سن رکھا ہو۔ اور ان لوگوں کا اس بات پر بھی اتفاق ہے کہ آپ اپنے جد امجد حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بہت بڑے محب ہیں۔ آپ کا اکثر وقت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدح، ذکر اور آپ پر صلوٰۃ و سلام عرض کرنے میں بسر ہوتا ہے۔ اس بارے میں آپ کی خوبیاں اور صفات جانی پہچانی ہیں۔ مجھے ایک باوثوق آدمی نے خبر دی کہ سید مذکور وہ شخصیت ہیں جو بیداری میں جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوتے ہیں۔ یہ کرامت بلاشبہ بہت عظیم اور اعلیٰ مقام کی حامل کرامت ہے۔ سید موصوف اور میرے درمیان خط و کتابت نہ ہو سکی۔ لیکن دور رہتے ہوئے بھی آپ کو مجھ سے پیار تھا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی مجھ پر بہت بڑی نعمت ہے میں نے ایک قصیدہ لکھا ہے جس کا نام ''طیبۃ الغراء فی مدح سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم'' ہے۔ سید موصوف نے اس کی تعریف میں تین شعر کہے اور تین شعر ایک رقعہ کے ساتھ آپ کے ایک شاگرد نے بھیجے۔ جس کا نام عالم فاضل کامل شیخ محمد ابن عوض بافضل حضرمی ہے۔ اس رقعہ میں آپ کے شاگرد نے جو کچھ لکھا اس میں اس میں یہ بھی تحریر تھی کہ جب مجھے ''طیبۃ الغراء''

منظوم نعت کا مجموعہ ملا اور اس کے بارے میں امام عارف باللہ علی بن محمد بن حسین حبشی کو سیون شہر میں علم ہوا، اسے پڑھا تو اس پر یہ اشعار لکھے:۔

لك بالسبق أذعن الشعرآء یا محبا قد صح منه الولاء
شاقنی فی القریض ما حررته منك فی المصطفی الید البیضاء
أنت تروی والعاشقون ظمآء لیت شعری بالشرب زاد الظمآء

(تمام شعراء نے تمہارے بارے میں سبقت لے جانے پر یقین کیا ہے۔ اے دوست! اس سے سچی محبت ٹپکتی ہے۔ جو کچھ تم نے لکھا، اس نے مجھے بھی شعر کہنے کا شوق دلا دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت وثنا میں تمہیں کافی دسترس اور ناموری ہے۔ تم سیر ہو چکے ہو اور عاشق لوگ پیاسے ہیں۔ کاش! کہ میرے شعر بھی محبت کی پیاس میں اضافہ کا سبب بنتے)۔

اس سے مجھے بہت زیادہ خوشی ہوئی جب کہ میں آپ کے بارے میں عظیم المرتبت ہونا سن چکا تھا۔ میں امید رکھتا ہوں کہ ان کے ذریعہ برکات نبویہ اور عرفانی خوشبویات مجھے آئندہ بھی میسر آئیں گی۔ سید موصوف رحمۃ اللہ علیہ کے ایک حقیقی بھائی ہیں جو علم وعرفان اور تحقیق کے میدان کے شہسوار ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ بہت بڑے ولی، امام الاولیاء اور مشہور صوفی بھی ہیں یعنی سیدی علامہ محقق فاضل، مرشد کامل ومکمل سید حسین بن محمد بن حسین حبشی علوی جو اس وقت مکہ مکرمہ میں مقیم ہیں، ماضی میں آپ بیروت، شام اور قدس میں بھی تشریف فرما رہے۔ میں نے ان سے ملاقات کا شرف پایا ہے۔ ان کی دست بوسی نصیب ہوئی اور ان کی برکات بھی حاصل ہوئیں۔ آپ سادات آل باعلوی وغیرہ میں سے اس دور کے منفرد بزرگ ہیں جو کثرت علم وعمل اور ولایت وعرفان سے متصف ہیں۔ بالجملہ یہ دونوں بھائی علم وعرفان کے آسمان کے درخشندہ ستارے ہیں اور نور بکھیرتے سیارے ہیں جو شریعت کے آسمان پر طلوع ہیں۔ دونوں حضرات علم وارشاد کے شیخ بھی ہیں جن سے لوگوں کو نفع مل رہا ہے۔ ان کی برکت سے آبادیوں پر اللہ تعالیٰ کا رحم نازل ہوتا ہے۔ دونوں بزرگوں کی خدمت میں ہر وقت بہت سے طلبہ دین اور مرید موجود رہتے ہیں اور علم ومعرفت کے انوار ہدایت سے اقتباس کرتے ہیں۔

مجھے ایک ایسے شخص نے بتایا جو ان کے حالات سے واقف ہے کہ یہ دونوں بھائی ایک دوسرے کا انتہائی احترام کرتے ہیں جو قرابت اور دوستی کے لائق ہے۔ سید علی چونکہ عمر میں اپنے بھائی سید حسین سے چھوٹے ہیں اس لیے یہ اپنے بڑے بھائی کا بہت زیادہ احترام واکرام اور ادب کرتے ہیں اور جب ان کے بڑے بھائی کبھی ملاقات کے لیے مکہ مکرمہ سے سیون حضرموت میں تشریف لاتے تاکہ صلہ رحمی پر عمل ہو سکے تو یہ (سید علی) اپنی ریاست علمی اور حکومت طریقت جو انہیں اپنے طلبہ اور مریدوں پر تھی اسے ان کے سپرد کر دیتے۔ پھر جتنے دن یہ بڑے بھائی سیون میں قیام پذیر ہوتے اتنے دن طلبہ اور مریدوں پر ان کا حکم چلتا اور ان شہروں میں اقامت ذکر بھی ان کے حکم سے ہوتا۔ اسی طرح جب برادر خورد جناب سید علی کبھی ان سے ملنے مکہ معظمہ تشریف لے جاتے تو سید حسین برادر بزرگ بھی ان سے وہی سلوک کرتے جو سیون میں یہ ان سے کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ ان دونوں جلیل القدر اماموں سے راضی ہو اور ہمیں ان کی برکات اور ان کے اسلاف کے فیوض وبرکات سے

مستفیض و مستفید فرمائے۔ آمین

حضرت عماد الدین رحمۃ اللہ علیہ

آپ ناصریہ تالاب کے قریب مدفون ہیں اور اونٹوں کا کاروبار (کرایہ پر دینا) کرتے تھے۔ آپ کی کرامات میں سے یہ بیان کی گئی ہے کہ آپ اونٹوں اور دیگر حیوانات سے گفتگو فرمایا کرتے تھے اور یہ بھی ایک کرامت بیان کی گئی ہے کہ ایک مرتبہ چور آپ کے اونٹوں والے مکان میں داخل ہوئے۔ اس وقت آپ اندر موجود تھے انہوں نے کچھ چرایا۔ جب وہ باہر نکلنے لگے تو انہیں نکلنے کا کوئی راستہ دکھائی نہ دیا حتیٰ کہ صبح صادق ہوگئی اور وہ اندر ہی رہے پھر انہوں نے چوری ترک کر دی۔ آپ کا آٹھویں صدی ہجری میں انتقال ہوا۔

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ

امام ثعالبی نے اپنی تصنیف ''العلوم الفاخرۃ'' میں لکھا ہے کہ فقیہ شاکر بن مسلم نے ابن حبیب سے وہ ابن ماجشون سے اور وہ ابن دراوردی سے روایت کرتے ہیں ایک شام کا باشندہ اندر کھڑا تھا وہ اس کا علاج کر رہے تھے۔ اس کے ساتھ اس کی بیوی بھی تھی ان کا ایک بیٹا کچھ عرصہ قبل شہید ہوگیا تھا۔ اس شامی مرد نے قریب ایک طرف نظر دوڑائی تو اسے اپنی طرف ایک گھڑ سوار آتا دکھائی دیا۔ یہ دیکھ کر اس نے اپنی بیوی سے کہا ذرا اس گھڑ سوار کو تو دیکھو اس کی شکل وصورت ہمارے بیٹے سے کس قدر ملتی جلتی ہے جو شہید ہوگیا ہے۔ بیوی کہنے لگی اللہ تم پر رحم کرے شیطان نے تجھے دھوکہ میں ڈال دیا ہے۔ یہ ہمارا بیٹا کیسے ہوسکتا ہے؟ حالانکہ وہ فوت ہو چکا ہے شامی مرد نے اس کے شغل کو دیکھا چند ہی لمحوں بعد وہ ان دونوں کے قریب آ کھڑا ہوا انہیں سلام کیا۔ اس شامی نے اسے غور سے دیکھا دونوں نے سلام کا جواب دیا اور بغور دیکھا تو وہ درحقیقت ان کا ہی بیٹا نکلا۔ چنانچہ وہ دونوں ڈرتے ہوئے شرماتے ہوئے اور خوشی اور تعجب کے ملے جلے جذبات کے ساتھ اسے خوش آمدید کہنے کھڑے ہوگئے اس نے انہیں کہا تم دونوں اپنی جگہ پر ہی ٹھہرے رہو۔ میں تمہارے لیے نہیں آیا اور نہ ہی تم دونوں میرے لیے اور میں تمہارے لیے ہوں۔ میں دراصل تمہارے علاوہ کسی اور کے پاس آیا ہوں اور سوچا کہ تمہاری بھی زیارت کرتا چلوں۔ جس کے لیے میں آیا ہوں وہ حضرت عمر بن عبد العزیز امیر المومنین رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ آپ انتقال فرما گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے تمام شہداء نے ان کی نماز جنازہ میں شرکت کی اجازت طلب کی تھی۔ اللہ نے اجازت عطا فرما دی۔ میں بھی ان کے پاس آیا ہوں۔ پھر اس نے ان دونوں کے حالات دریافت کیے ان کی تعظیم کی۔ اللہ تعالیٰ سے بہتر آخرت کی دعا کی سلام کیا اور چلتا بنا۔ اس واقعہ سے یہاں کے لوگوں کو حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال کا علم ہوا۔

''تحفۃ الانام'' میں آپ کی ایک کرامت لکھی گئی ہے کہ بھیڑیے اور بکریاں اکٹھے چراگاہ میں پھرتے، نہ بکریاں بھیڑیوں سے ڈرتیں اور نہ بھیڑیے بکریوں پر حملہ آور ہوتے۔ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے 101ھ میں انتالیس سال کی عمر میں انتقال فرمایا اور حمص کے علاقہ سمعان میں مدفون ہوئے۔

حضرت امام ابوحفص عمر ذہبی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ طوسی سے فقہ پڑھی۔ آپ مذہب اشعری میں بڑے سخت تھے۔ اکثر تبسم کی حالت میں رہتے۔ بیان کیا گیا ہے کہ ایک دن آپ کے پاس ایک یہودی آیا اور پچاس مسئلوں میں اس نے آپ سے مناظرہ کیا آپ نے اسے لاجواب کر دیا۔ جب یہودی نے دیکھا کہ اب میں شکست کھا چکا ہوں اور کوئی دلیل و حجت نہیں رہی تو کہنے لگا تم مسلمان یہ گمان کرتے ہو کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے نبی پر کتاب اتاری ہے جس میں یہ مذکور ہے: وقالت الیھود ید اللہ مغلولۃ غلت أیدیھم، (یہودیوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کا ہاتھ باندھا ہوا ہے ان کے ہاتھ بھی بندھے ہوئے ہیں)۔ آپ نے فرمایا ہاں۔ یہ آیت ہے۔ کہنے لگا دیکھو میرا ہاتھ بالکل کھلا ہے بندھا ہوا نہیں ہے یہ کہتے ہوئے اس نے اپنا ہاتھ نکالا۔ راوی بیان کرتا ہے کہ شیخ موصوف نے یہ دیکھ کر اپنا ہاتھ باہر نکالا اور یہودی کو ہاتھ سے خوب پیٹا پھر فرمایا اے یہودی! اب تو مجھے مار جس طرح میں نے تجھے مارا ہے۔ کہنے لگا میں بھی تم پر سختی کروں گا۔ آپ نے فرمایا اس وقت تیرا ہاتھ باندھا ہوا ہوگا پھر یہودی جب صبح اٹھا تو دیکھا کہ اس کا ہاتھ حقیقتاً بندھا ہوا ہے۔ (قالہ السخاوی)

حضرت عمر ابوسلمہ حداد امام ابوحفص نیشاپوری رحمۃ اللہ علیہ

بھٹی سے تپتا ہوا لوہا ہاتھ سے پکڑ لیا

شیخ خراسان رحمۃ اللہ علیہ کی ایک کرامت یہ ہے کہ آپ لوہار تھے ایک مرتبہ آپ کا غلام لوہے کی بھٹی کو دھکا رہا تھا کہ آپ اللہ تعالیٰ کے ذکر اور اس کی محبت میں گم ہو گئے۔ حتیٰ کہ حواس بشریہ ظاہرہ بھی بے خبر ہو گئے۔ ادھر بھٹی میں لوہا رکھا ہوا تھا تاکہ گرم ہونے پر نکالا جائے لیکن شدت ذکر کی وجہ سے گرم لوہے کو آلات کے ذریعہ باہر نکالنے کے بجائے آپ نے ہاتھ سے باہر نکالا۔ یہ دیکھ کر غلام نے چیخ ماری یا شیخ! گرم لوہا آپ نے ہاتھ میں پکڑا ہوا ہے اور کسی آلہ کے استعمال کے بغیر؟ جب اس کی چیخ سے آپ احساس کی دنیا میں واپس آئے تو لوہا پھینکا اور جنگلات میں گردش کے لیے نکل کھڑے ہوئے اور کہتے جا رہے تھے محبت کی شرط یہ ہے کہ اسے چھپایا جائے اور اس پر پردہ ڈالا جائے یہ نہیں کہ اس کا ڈھنڈورا پیٹا جائے اور اسے سرعام دکھایا جائے۔

بیماری کا دوسرے پر منتقل کر دینا

جناب مرتعش بیان کرتے ہیں میں جناب ابوحفص حداد رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ ایک بیمار کے پاس گیا آپ اس کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے تھے۔ ابوحفص مذکور نے مریض سے پوچھا کیا تو ہمارے ساتھ باہر جانا اور تندرست ہونا پسند کرتا ہے؟ اس نے عرض کی جی حضور! آپ نے پھر لوگوں سے پوچھا اس کی بیماری تم اٹھا لو گے؟ انہوں نے عرض کی جی۔ پھر ہم اور وہ بیمار وہاں سے چل پڑے۔ وہ تندرست ہو گیا اور ہم سبھی اس کی بیماری کے اپنے اوپر پڑ جانے کی وجہ سے بستر پر لیٹ گئے۔

264ھ میں موصوف کا انتقال ہوا۔ (قالہ المناوی)

حضرت عمر بن محمد بن غلیس رحمۃ اللہ علیہ

آپ بہت بڑے عابد اور کثیر المناقب شخصیت تھے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ انہیں اسم اعظم عطا کیا گیا تھا۔ جناب جندی نے کہا کہ میں نے نقل متواتر سے یہ بات سنی کہ شیخ موصوف اور ان کے بھائی جناب علی ایک دفعہ ایک مجلس میں بیٹھے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا تذکرہ کر رہے تھے کہ اچانک آسمان سے سبز رنگ کا ایک ورق ان دونوں پر گرا جس میں لکھا تھا: ''ھذہ براءۃ من اللہ لعمرو علی ابنی غلیس من النار''۔ یہ اس امر کی دستاویز ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عمر و علی دونوں کو جہنم کی آگ سے بچا لیا ہے جو غلیس کے صاحبزادے ہیں۔ حبشی نے ''کتاب الاعتبار'' میں ذکر کیا ہے کہ ان دونوں میں سے ایک نے بوقت ولادت کلمہ طیبہ پڑھا تھا۔ جناب عمر موصوف سات سودس سے کچھ اوپر ہجری میں فوت ہوئے۔ (قالہ المناوی)

میں کہتا ہوں کہ کئی سال ہوئے مجھے ایک مرد صالح نے بتایا جو ہماری بستی اجزم کا رہنے والا تھا کہ اس کا ایک دودھ پیتا بچہ تھا۔ میں نے اسے فصیح زبان سے لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہتے سنا۔ یہی کلمہ اس کی والدہ نے بھی سنا۔ دونوں اس سے بہت حیران ہوئے پھر یہ شخص فوت ہو گیا اور اس کے بعد مجھے نہیں معلوم ہو سکا کہ اس بچے کے ساتھ کیا ہوا۔

حضرت عمر بن فارض رحمۃ اللہ علیہ

آپ مشہور اولیاء کرام اور اکابر عارفین میں سے ایک تھے علامہ مناوی ذکر کرتے ہیں کہ عمر بن علی مذکور دراصل حموی ہیں ان کی ولادت مصر میں ہوئی اور ابن فارض کے نام سے مشہور ہوئے۔

منکرین اولیاء کا انجام

آپ کی کرامات میں سے ایک یہ ہے کہ شمس بن عمارہ مالکی آپ کی ولایت کا منکر تھا۔ ایک دفعہ وہ اپنے بھائی یوسف سے ملنے گیا تو بہت پیاس لگی ادھر ادھر کہیں پانی نہ ملا۔ دیکھا تو شیخ موصوف کی قبر پر ایک پانی کا مٹکا پڑا دکھائی دیا۔ وہاں سے پانی پی کر اپنی پیاس بجھائی پھر انکار سے رجوع کر لیا۔ علامہ مناوی ہی بیان کرتے ہیں کہ غربن جماعہ بھی آپ کا منکر تھا۔ اس نے خواب دیکھا کہ بہت سے لوگ شیخ موصوف کے سامنے کھڑے کیے گئے ہیں۔ اسے کہا گیا یہ ہیں وہ لوگ جو منکر ہیں۔ پھر ان کی زبانیں کاٹی گئیں۔ یہ منظر دیکھ کر غربن جماعہ بڑبڑاتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا اور انکار سے رجوع کر لیا۔

علامہ مناوی نے ہی بیان کیا کہ جب قاضی القضاۃ شیخ الاسلام محمد بن الیاس کو مقرر کیا گیا تو اسے شیخ سے کچھ دل میں ناپسندیدگی آ گئی جس کی بنا پر وہ آپ کی زیارت کے لیے آنے والوں کو ڈراتا دھمکاتا تھا۔ اور اس شخص کو بھی جو جمعہ کے دن ان کی قبر پر حاضر ہو کر ان کا کلام پڑھتا، ڈانٹ ڈپٹ کرتا۔ چنانچہ اس کے نتیجہ میں قاضی صاحب کو ایک مرض نے آن دبوچا۔ اس سے اس وقت تک جان نہ چھوٹی جب تک اپنے رویے سے رجوع نہ کر لیا۔ اسی قسم کی شیخ موصوف کی بہت سی کرامات ہیں۔

جناب مناوی فرماتے ہیں کہ مجھ سے فقیہ العصر جناب شیخ رملی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا کہ ایک منکر اولیاء نے دیکھا کہ قیامت قائم ہو چکی ہے اور بڑے بڑے برتن گاڑ دیئے گئے، ان میں کھولتا پانی ڈالا گیا کہ جس سے شرارے اڑتے نظر آ رہے تھے پھر

کچھ لوگوں کو جماعتوں کی صورت میں لایا گیا۔ پھر انہیں ان برتنوں کے کھولتے پانی میں ڈالا گیا۔ جس سے ان کا گوشت اور ہڈیاں تک گل گئے۔ اس سے پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟ جواب ملا کہ ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ اور ابن فارض رحمۃ اللہ علیہ کے منکر ہیں۔

علامہ مناوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں سیدی عمر رحمۃ اللہ علیہ نے حافظ ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ سے علم پڑھا اور ان سے تعلیم حاصل کرنے والوں میں حافظ منذری وغیرہ کے اسماء گرامی ہیں۔ پھر تعلیم و تعلم کو چھوڑ کر تخلیہ اور صوفیہ کرام کے راستہ پر چل پڑے خوب زہد و ریاضت کی۔ پھر اپنے والد گرامی سے سیاحت کی اجازت طلب کی۔ اجازت ملنے پر جبل مقطم میں چلے گئے اور اسی کی ایک وادی میں ٹھہر گئے۔ کبھی وہاں کسی پرانی مسجد میں چلے جاتے جو قرافہ کی غیر آباد جگہوں میں واقع تھی۔ کچھ مدت یونہی گزارنے کے بعد والد گرامی کے پاس واپس آ گئے۔ کچھ عرصہ ان کے پاس ٹھہرے رہے۔ پھر تنہائی کا شوق ہوا اور واپس پہاڑ میں تشریف لے گئے۔ پھر یونہی زندگی بسر کرتے رہے حتیٰ کہ جنگلی جانوروں کو آپ سے اور آپ کو ان سے محبت ہو گئی۔ آپ سے وہ بھاگتے نہ تھے لیکن اس قدر محنت شاقہ کرنے کے باوجود طریقت و معرفت کا دروازہ نہ کھلا۔ حتیٰ کہ شیخ بقال نے انہیں خبر دی کہ سلسلہ فتح مکہ مکرمہ میں کھلے گا۔ یہ سن کر آپ فوراً مکہ شریف کی طرف چل دیے۔ حالانکہ حج کے مہینے ابھی شروع بھی نہ ہوئے تھے۔ اب ہر وقت آپ کے پیش نظر کعبہ مکرمہ تھا حتیٰ کہ اس میں داخل ہوئے مکہ شریف اور ان کے درمیان دس رات کی مسافت کی وادی تھی۔ آپ پر طریقت و ولایت کے دروازے کھل گئے۔ آپ اس وادی سے چل پڑے اور مکہ مکرمہ تک آپ کے ساتھ ایک شیر ساتھ ہو لیا۔ مکہ شریف پہنچنے کے بعد آپ نے یہاں پانچ نمازیں ادا فرمائیں۔ پھر اسی دن اپنی جگہ واپس تشریف لے آئے آپ نے اپنی نظم کا اکثر حصہ وہیں تصنیف فرمایا۔ شیر آپ سے گفتگو کرتا اور آپ سے درخواست کرتا کہ مجھ پر سوار ہو جائیں لیکن آپ انکار فرما دیتے۔ آپ نے اسی کیفیت میں پندرہ سال گزارے۔ پھر مصر واپس تشریف لے آئے جامع ازہر میں بقاعۃ الخطابہ میں مقیم ہو گئے۔ آئمہ کرام آپ کے پاس تشریف لاتے اور خاص و عام آپ کی زیارت کے لیے حاضر ہوتے حتیٰ کہ ملک کامل بھی آپ کی زیارت کے لیے گھوڑے پر آتا اور اتر کر زیارت سے مشرف ہوتا۔ آپ سے اس نے درخواست کی کہ جس طرح امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی قبر انور پر چار دیواری بنا کر گنبد بنایا گیا ہے اسی طرح آپ کی قبر پر بھی کیا جائے۔ لیکن آپ نے انکار کر دیا آپ شکل و صورت میں حسین و جمیل تھے اور لباس بھی عمدہ زیب تن فرمایا کرتے تھے۔ دوستوں کے دوست اور یاروں کے یار تھے۔ طبیعت کے بہت نرم، زبان کے میٹھے اور گفتگو میں فصیح و بلیغ تھے۔ آپ کے بہت سے مناقب ہیں۔ 632ھ میں انتقال فرمایا اور قرافہ میں دفن کیے گئے۔

حضرت شہاب الدین عمر بن محمد بن عبداللہ بن محمد بن عمویہ سہروردی رحمۃ اللہ علیہ

صاحب ''عوارف المعارف''، آپ عراق کے ان مردان خدا میں سے ہوئے ہیں جن پر اس شان کی ریاست (یعنی طریقت) ختم ہو گئی۔ آپ عالم، فاضل، نہایت ذہین، ادیب، فصیح اور معرفت کے حامل بزرگ تھے۔ علم لدنی کا بہت بڑا حصہ آپ کو عطا کیا گیا تھا۔ مغیبات کے بارے میں گفتگو فرمایا کرتے تھے۔ صاحب کرامات اور خرق عادت امور ان سے بکثرت صادر ہوئے۔ کتاب و سنت سے ان کا تمسک ہوتا۔ احکام شرعیہ میں مجتہد تھے اور مقام حقیقت کے پیشرو تھے۔

جناب نجم الدین نقلیسی جو شیخ موصوف کی صحبت سے مستفیض تھے، بیان کرتے ہیں شیخ کے ہاں میں ایک مرتبہ چالیس دنوں کے لیے گوشہ نشین ہوا۔ بغداد شریف کا یہ واقعہ ہے جب چالیسواں دن ہوا تو میں نے ایک بلند پہاڑ پر شیخ شہاب الدین عمر سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کو کھڑے دیکھا۔ آپ کے پاس بہت سے جواہرات ہیں اور آپ نے اپنے ہاتھ میں ایک صالح (پیمائش کا ایک پیمانہ) پکڑا ہوا تھا۔ اس پیمانے کو بھر بھر کر لوگوں میں بانٹ رہے ہیں اور لوگ آپ کی طرف اس کے حصول کے لیے بھاگے چلے آرہے ہیں۔ جواہرات جب کم ہوتے تو پھر خود بخود مکمل ہو جاتے۔ گویا چشمہ پھوٹ رہا ہے۔ بیان کرتے ہیں کہ میں پھر چلہ خانہ سے اس دن کے آخری حصہ میں نکلا اور سیدھا آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ تاکہ یہ واقعہ آپ سے عرض کروں۔ میرے بولنے سے پہلے ہی آپ نے ارشاد فرمایا بیٹا! تو نے جو کچھ دیکھا ہے، حق ہے۔ اس جیسی اور بھی کئی باتیں ہیں جو شیخ سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی برکت سے مجھے ملی ہیں۔ یہ امور مجھے علم کلام کے عوض میں عطا ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے شیخ سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ کھلے بنا دیے ہیں وہ صاحب تصریف ہیں اور ان کا تصرف نافذ ہے اور خرق عادت امور دائمی طور پر اللہ تعالیٰ نے انہیں ودیعت کر رکھے ہیں۔ آپ نے 632ھ میں انتقال فرمایا۔ (قالہ التاذفی)

حضرت ابوالخطاب عمر بن سعید بن ابی السعود ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ

آپ عقیب کے باشندے ہیں۔ یہ بستی یمن کے مشہور شہر جبلہ کے قریب واقع ہے۔ آپ فقیہ، عالم، امام کبیر، عارف کامل، عابد، زاہد علم وطریقت کے جامع اور صاحب کرامات ومکاشفات تھے۔

اپنے شیخ کے انتقال کا علم

جب شیخ موصوف کے شیخ فقیہ محمد بن عمر رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ہوا تو آپ کے شیخ مذکور کے انتقال کی جگہ آپ کی رہائش سے کافی دور تھی ان کا انتقال رات کے وقت ہوا تھا۔ جس بستی میں آپ کے شیخ رہتے تھے اس کے رہنے والوں کو بھی آپ کے انتقال کا علم نہ ہوا۔ جب فقیہ مذکور وہاں تشریف لے گئے آپ کے ساتھ اور بہت سے ساتھی بھی تھے تاکہ شیخ مذکور کو دفن کریں تو ان لوگوں کی آمد سے بستی والوں کو شیخ کے انتقال کا علم ہوا۔ وہ سب حیران رہ گئے کہ نہ کسی نے انہیں پیغام پہنچایا اور نہ ہی کوئی اور طریقہ ایسا تھا جس سے انہیں آپ کی وفات کا علم ہوتا۔ اس سے انہیں معلوم ہوا کہ آپ کو اس انتقال کا علم بذریعہ کشف ہوا ہے۔

مروی ہے ایک شخص ایک مرتبہ ایک بہت بڑے عالم دین کے پاس آیا جو وہاں کا رہنے والا تھا اور آکر عرض کی یا سیدی! میں نے خواب میں عظیم نور دیکھا ہے جو تعکر بستی کی طرف سے اٹھ رہا تھا۔ زمین سے اس قدر بلند ہوا گویا آسمان کو پھاڑ کر اوپر نکل گیا۔ اس عالم کبیر نے جواب دیا یا خواب کی تعبیر بتائی کہ تعکر کی طرف ایک قطب وقت تشریف فرما ہیں جس دن ان کا انتقال ہو گا زمین کانپ اٹھے گی اس کا کانپنا ان کی موت کی وجہ سے ہو گا۔ فقیہ عمر موصوف کی بستی کا نام تعکر تھا یہ ایک خوبصورت پہاڑ اور محفوظ ترین جگہ پر واقع ہے۔

ایک مخصوص درود شریف

فقیہ عمر رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا گیا ہے۔ آپ نے فرمایا رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس نے روزانہ یہ درود شریف 33 مرتبہ پڑھا جب وہ مرے گا تو اس کی قبر اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آرام گاہ کے درمیان کے پردے اٹھا دیے جائیں گے۔ اور درود شریف یہ ہے: اللّٰھم صلّ علیٰ محمّد صلوٰۃ تکون لك رضاء ولحقه أداء

ولی کی موت پر زمین نے بھی افسوس کیا

جب فقیہ موصوف رحمۃ اللہ علیہ نے انتقال فرمایا تو اس دن بہت بڑا زلزلہ آیا۔ جناب جندی بیان کرتے ہیں مجھے ایک باوثوق شخص نے بتایا کہ میں صنعاء میں تھا دیکھا کہ قاضی عمر بن سعید کا ایک ایسے شخص کے پاس سے گزر ہوا جسے یہودی تورات کا بہت بڑا عالم کہتے تھے تو قاضی صاحب موصوف نے اس سے پوچھا زلزلہ کی کیا وجہ ہوسکتی ہے؟ کہنے لگا تم مسلمانوں میں سے ایک بہت بڑے عالم دین کا انتقال ہو گیا ہے۔ راوی بیان کرتا ہے کہ بعد میں یہ خبر آ گئی کہ اس دن فقیہ عمر رحمۃ اللہ علیہ نے انتقال فرمایا تھا۔ یہ اس شخص کے قول کی تائید ہوگئی (جو چند سطور اوپر ذکر ہو چکا ہے) جس نے کہا تھا کہ فقیہ موصوف کے انتقال پر زمین کانپے گی۔ موصوف نے 663ھ میں انتقال فرمایا۔ مذکور پہاڑ میں آپ کی قبر شریف مشہور زیارت گاہ ہے۔ زیارت اور برکت کے حصول کے لیے دور دراز سے لوگ ہاں آتے ہیں۔

علاوہ ازیں جو شخص آپ کی پناہ لے لیتا ہے، اسے کوئی شخص تکلیف پہنچانے کی ہمت نہیں کرسکتا۔ بلکہ آپ کی بستی کے تمام رہائش پذیر افراد ہر قسم کے خوف دنیوی سے امن میں ہیں اور جو شخص اس کے باسیوں یا آپ کی پناہ لینے والوں میں سے کسی کو تنگ کرنے کی کوشش کرتا ہے تو اسے فی الفور سخت سزا کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اس بات کا بارہا تجربہ کیا گیا۔ جندی بیان کرتے ہیں کہ میں نے فقیہ عمر موصوف کی قبر کے مشابہ جند میں فقیہ زید یفائی کے علاوہ کسی اور بزرگ کی قبر نہیں دیکھی۔ جب کوئی زیارت کی غرض سے آنے والا ان دونوں بزرگوں میں سے کسی ایک کی پناہ اور ذمہ چاہتا ہے تو اسے ایک سفید بال مل جاتا ہے وہ اسے لے لیتا ہے پھر اس کی حاجت پوری ہو جاتی ہے۔ وہ خیر و برکت میں رہتا ہے جب تک وہ (سفید بال) اس کے پاس رہتا ہے۔

حضرت عمر بن مبارک جعفی رحمۃ اللہ علیہ

کٹی ہوئی زبان حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جوڑ دی

آپ مشہور واعظ اور صالح عالم تھے۔ ان کے بلند احوال اور عظیم الشان کرامات ہیں۔ ایک کرامت یہ ہے کہ ایک مرتبہ آپ حج سے فارغ ہو کر جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے در اقدس پر حاضری کے لیے حاضر ہوئے۔ آپ کی اور آپ کے دونوں ساتھیوں (ابوبکر صدیق، عمر فاروق رضی اللہ عنہما) کی مدح و ثنا کہی جو قصیدہ کے رنگ میں تھی (مدحیہ قصیدہ لکھا یا پڑھا) جب قصیدہ عرض کر کے فارغ ہوئے تو ایک رافضی (شیعہ) نے آپ کو اپنے ہاں مہمان بننے کی درخواست کی۔ آپ بطور مہمان اس کے

گھر تشریف لے گئے۔ جب اندر تشریف لے گئے تو اس نے دروازے بند کر دیئے اور تلوار لے کر آ گیا اور کہنے لگا دو باتوں میں سے جو پسند کرتے ہو کر لو یا تو تمہارا سر کاٹا جائے گا یا وہ زبان کاٹ دی جائے گی جس سے تم نے یہ یہ کرنے والوں کی تعریف کی ہے۔ اس نے سب وشتم کیا۔ پھر آپ کی زبان کاٹ ڈالی آپ کٹی زبان ہاتھ میں لیے سرکار ابد قرار صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر انور پر حاضر ہو گئے خوب گڑ گڑائے۔ پھر اسی حال میں نیند آ گئی تو خواب میں شفیع معظم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی۔ آپ نے ان کی کٹی زبان پھر وہیں جوڑ دی جب بیدار ہوئے تو دیکھا کہ زبان پہلے کی طرح بالکل اپنی جگہ پر صحیح کام کر رہی ہے۔ یہ بات علامہ مناوی نے بیان کی۔ میں کہتا ہوں کہ انہوں نے لکھا ہے: میں نے یہ قصہ امام یافعی رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا ہے اور جس کتاب میں منقول ہے اس کا نام "الاسالیب البدیعہ فی فضل الصحابہ" اور شواہد الحق کے حاشیہ پر چھپی کتاب "اقناع الشیعہ" ہے۔ یہ میری تصانیف ہیں۔

حضرت عمر بن احمد بن اسعد حذاء رحمۃ اللہ علیہ

قبر سے آواز سننا

آپ علم وعمل اور کرامات کے اعتبار سے اپنے دور کی جانی پہچانی شخصیت تھے۔ ایک کرامت یہ نقل کی گئی ہے کہ آپ کثرت سے قبرستان میں جایا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ تشریف لے گئے اور ایک قبر سے کسی فوت شدہ شخص نے آواز دی کہا اے عمر! تم صرف ان لوگوں کی قبروں پر جاتے ہو جو صاحب جاہ ہیں۔ (دوسروں کی قبور پر بھی جایا کرو) آپ نے اس کی طرف مڑ کر دیکھا پھر اس کی زیارت کرنے گئے اور بعد میں مرتے دم تک اس کی قبر کی زیارت کرتے رہے۔ یہ قبر جس سے آواز آئی تھی، سروی کے نام سے معروف ومشہور ہے۔

حضرت عمر بن عثمان حکمی زحم الدارین رحمۃ اللہ علیہ

آپ جلیل القدر مشائخ عظام میں سے تھے اور صاحب احوال وکرامات بھی تھے۔ فقیہ، عالم، بہت روزے رکھنے والے، رات جاگنے والے اور خلوت پسند ہونے کے ساتھ ساتھ بکثرت اعتکاف بیٹھا کرتے تھے۔ اپنے ہم نشینوں کو فرمایا کرتے تھے جب میں اعتکاف کی جگہ سے اٹھ کر باہر آؤں تو اس پر خوشی کا اظہار مت کیا کرو کیونکہ جو چیز مجھ سے نکلتی تمہیں نظر آ رہی ہے وہ وہی ہے (یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے نورانی چہرہ ہوتا تھا)۔

ان کی کرامت میں سے ایک علامہ شرجی نے بیان کی جو فقیہ محمد بن ابی حربہ رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ پیش آئی اور مشہور کرامت ہے وہ یہ کہ ایک مرتبہ شیخ عمر موصوف محفل سماع میں تھے۔ اس محفل میں چھپ چھپا کر فقیہ ابو حربہ بھی تشریف لے آئے اور سماع کے احاطہ سے باہر ہی بیٹھ گئے۔ شیخ عمر موصوف پر سماع بے فائدہ ہو گیا۔ یعنی سماع سے عام طور پر انہیں جو لطف وسرور اور روحانی کیفیات حاصل ہوتی تھیں وہ ختم ہو گئیں اور سماع باندھ دیا گیا۔ ایسا کہ شیخ موصوف حرکت کرنے سے بھی گئے اور قوال کچھ بولنے اور پڑھنے کی ہمت سے محروم ہو گئے۔ شیخ موصوف صرف یہ کہہ رہے تھے کہ کس نے ہم سے جھگڑا کیا، کون ہماری دشمنی

پر اتر آیا ہے؟ لوگوں میں اس شخص کی تلاش تھی جس نے یہ بند باندھا تھا حتیٰ کہ فقیہ موصوف کا پتہ چل گیا۔ جس سے معلوم ہو گیا کہ یہ سب انہی کا کیا دھرا ہے آپ اپنے تصرف کو بروئے کار لائے۔ وہ یوں کہ فقیہ موصوف کو لوگوں کے درمیان سے اس ارادے سے اٹھا دیا کہ وہ یمن کی طرف چلے جائیں۔ چنانچہ فقیہ موصوف وہاں سے اٹھے اور یمن چلے گئے اور ایسے گئے کہ دوبارہ اپنے شہر میں آنا نصیب نہ ہوا۔ بلکہ موزع نامی شہر میں آئے اور یہاں فقیہ عبداللہ خطیب کے پاس ٹھہر گئے۔ پھر شیخ موصوف رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال کے بعد ہی انہیں اپنے شہر آنا نصیب ہوا۔ یہ واقعہ فقیہ ابوحربہ کے ابتدائی دور کا ہے۔ اس حکایت کو امام یافعی وغیرہ نے بھی ذکر فرمایا ہے۔

علامہ مناوی نے ذکر کیا کہ آپ کی اولاد میں سے بعض نے اپنے دور کے ایک ظالم کی شکایت کی۔ آپ کے پاس اس شکایت کے تین دن بعد ایک آدمی آیا سلام کیا۔ جب چند لمحے گزار کر وہ واپس جانے لگا تو آپ نے اپنے ساتھیوں سے پوچھا یہ وہی ہے؟ انہوں نے کہا جی وہی ہے۔ آپ نے فرمایا میں تو اسے مرا ہوا گمان کرتا ہوں۔ وہ شخص گھر پہنچنے سے قبل ہی مر گیا۔ شیخ موصوف رحمۃ اللہ علیہ جب خلوت سے باہر تشریف لاتے تو کسی دیکھنے والے میں یہ ہمت نہ ہوتی کہ وہ آپ کی طرف دیکھے۔ کیونکہ آپ کے چہرے سے ظاہر ہونے والا نور اور ہیبت شدید ہوا کرتی تھی۔

حضرت ابوحفص عمر بن محمد بن شیخ عمر معترض رحمۃ اللہ علیہ

سرکاری قرض داروں کی فہرست میں سے نام خارج کر دیا

آپ جلیل القدر شیخ اور صاحب احوال و کرامات شخصیت تھے۔ ایک کرامت یہ ہے کہ آپ کا ایک ہم نشین تھا جس پر سرکاری خزانے کے تین سو دینار تھے لیکن وہ ادائیگی سے عاجز تھا۔ اس سے مطالبہ کیا گیا اور سختی بھی کی گئی چنانچہ وہ شخص تنگ آ کر شیخ موصوف کے پاس آ گیا آپ نے معذرت کی لیکن اس نے پیچھا نہ چھوڑا۔ اور کہنے لگا کہ میں آپ کی کوئی اور بات قبول نہیں کروں گا۔ صرف یہ ارشاد فرما دیں کہ میں نے تیرے قرض کا رجسٹر بند کر دیا۔ یعنی سرکاری رجسٹر پر میرا نام قرض دہندگان میں نہ رہے۔ آپ نے فرمایا چلو میں نے تمہارے نام کا رجسٹر بند کر دیا ہے۔ جب سرکاری خزانے کے ملازمین نے رجسٹر میں دیکھا تو اس کے نام کا رجسٹر بند پایا۔ حالانکہ اس نے قرض ادا بھی نہیں کیا تھا۔

آپ کی ایک کرامت علامہ شرجی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھی وہ یہ کہ واسط کے باشندوں کی ایک جماعت آپ کے ہاں بھاگ کر آ گئی اور ان لوگوں نے آپ کے ہاں بہت سی کھانے پینے کی اشیاء بطور امانت رکھیں۔ ان کے پیچھے پیچھے حکومت کے کارندے بھی آ گئے اور آپ سے کہنے لگے ہم آپ سے وہ کھانے پینے کی اشیاء طلب کرتے ہیں جو واسط سے آنے والوں نے آپ کے پاس رکھی ہیں۔ آپ ان کو ساتھ لے کر اس جگہ تشریف لے گئے جہاں مذکورہ اشیاء رکھی تھیں۔ لیکن انہیں وہاں کھانے پینے کی کوئی چیز دکھائی نہ دی اس قسم کی آپ سے بہت کرامات منقول ہیں۔

حضرت ابوحفص عمر بن اکسع معلم رحمۃ اللہ علیہ

آپ فقیہ، مشہور ولی اور بیت الاکسع کے مالک تھے۔ یہ ایک مشہور بستی ہے جو فقیہ ابن عجیل کے گھر کی طرف ان کے قریب ہی ہے۔ آپ اللہ تعالیٰ کے صالح بندوں میں سے ایک بزرگ شخصیت تھے۔ صاحب کرامات وافادات تھے۔ فقیہ بکر عرشانی کے انتقال کے بعد لوگوں کو یمن سے ساتھ لے جا کر مکہ مشرفہ حج کرانے جایا کرتے تھے۔ راستہ میں آپ سے کرامات کثیرہ کا ظہور ہوتا۔ اس قدر آپ کی کرامات کی شہرت ہوئی کہ چور ڈاکو آپ کا اور آپ کے ساتھیوں کا راستہ نہ روکتے تھے۔

مروی ہے کہ فقیہ احمد بن موسیٰ ابن عجیل نے ایک سال آپ کے ساتھ حج کیا جب انہوں نے آپ کا عزم، ہمت اور عرب وغیرہ کی تسخیر دیکھی تو پوچھا اے معلم! تمہارے بعد لوگوں میں کون ہوگا؟ فرمانے لگے اے احمد! اللہ تعالیٰ کے بعد لوگوں کے لیے تم ہوگے پھر ایسے ہی ہوا جیسا آپ نے کہا تھا۔ آپ کے بعد لوگوں کے ساتھ فقیہ احمد نے حج کیا۔ لوگوں نے اس بات کو فقیہ عمر مذکور کی کرامت شمار کیا۔ بنو اکسع علم وصلاح والے لوگوں کا مسکن ہے۔ بنو عجیل کے قرابت دار ہیں۔ یہ تمام حضرات مشہور عرب تھے۔ (قالہ الشرجی)

حضرت ابوحفص عمر بن محمد بن ابی بکر رحیتی یمنی رحمۃ اللہ علیہ

رحیتا بستی کی طرف منسوب ہیں۔ صاحب عبادت، زہد، وجد اور اجتہاد تھے۔ دن رات ہر وقت اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مشغول رہتے بلکہ ہر حال میں ذاکر رہتے۔ آپ سے بہت سی کرامات کا ظہور ہوا۔

اپنی موت کا علم

آپ ایک دفعہ سخت بیمار پڑ گئے اور قریب الموت دکھائی دینے لگے۔ اس حالت کو دیکھ کر آپ کے بعض ہم نشینوں نے عرض کیا کہ وصیت لکھوا دیں تو فرمانے لگے میں اس بیماری میں نہیں مروں گا کیونکہ میں نے اس مکان میں ایک چراغ دیکھا ہے جو کھلی جگہ جل رہا ہے۔ ہوائیں اسے بجھانے کی کوشش کرتی ہیں لیکن وہ نہیں بجھا۔ اس کے بعد شیخ موصوف کی بیماری ٹھیک ہوگئی اور دو سال تک زندہ رہے پھر بیمار پڑے اور ضروری باتوں کی وصیت لکھوا دی اور فرمانے لگے اب میں نے وہی چراغ دیکھا کہ وہ بجھ گیا ہے جس سے میں نے جان لیا کہ میرے دن پورے ہو چکے ہیں۔ آپ اسی مرض سے انتقال کر گئے۔

حضرت عمر شاوی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت عمر شاوی اشعث رحمۃ اللہ علیہ سیدی محمد شاوی کے دادا تھے۔ صاحب کرامت بزرگ تھے۔

قبر سے نکل کر گھوڑے پر سوار ہونا

آپ کی کرامت یہ تھی کہ آپ کی زیارت کو آنے والے کسی شخص کو اگر کوئی تنگ کرتا تو آپ قبر میں سے گھوڑے پر سوار حالت میں باہر تشریف لاتے اور تنگ کرنے والے ڈاکوؤں وغیرہ کو بھگا دیتے اور واپس قبر میں تشریف لے جاتے۔ آپ نے

آٹھویں صدی میں انتقال فرمایا۔ مناوی نے طبقات صغریٰ میں اسے نقل کیا ہے۔

حضرت عمر بن عمران بن صدقہ رحمۃ اللہ علیہ

زین الدین، ہلالی، اموی، فقیہ، محدث اور صوفی کامل تھے۔ آپ کی ایک کرامت درج ذیل ہے۔

سرکاری کتوں نے آپ کو نقصان نہ پہنچایا

تاتاری بادشاہ نے آپ پر تہمت لگائی کہ مصری لوگوں کو آپ ان (تاتاریوں) کی خبریں خفیہ طور پر پہنچاتے ہیں۔ اس نے آپ کو ایک اور آدمی کے ساتھ سرکاری کتوں کے آگے ڈال دیا۔ کتوں نے ان کے ساتھی کو کاٹ کھایا لیکن آپ کو کوئی تکلیف نہ پہنچائی۔ آپ اس حالت میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے رہے۔ یہ کرامت دیکھ کر تاتاریوں کی نگاہ میں آپ معظم ہو گئے۔ انہوں نے آپ کی بہت تعظیم کی۔ پھر آپ ان کے ہاں کافی عرصہ ٹھہرے اور رافضیوں اور بدعتیوں کے ساتھ جہاد میں مصروف رہے۔ پھر دمشق تشریف لے آئے یہاں ایک اتفاقی واقعہ ہو گیا جس کی وجہ سے دمشق کے قلعہ میں قید کر دیئے گئے جن دنوں تیمیہ وہاں تھا۔ پانچ سال قید رہنے کے بعد آپ کو چھوڑ دیا گیا۔ 754ھ میں آپ نے انتقال فرمایا۔

حضرت عمر روشنی رحمۃ اللہ علیہ

حقیقت سے بے خبر مفتی

امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ نے ''العہود'' میں لکھا ہے مجھے شیخ احمد ضریر نے جو منیۃ الخنازیر شرقیہ میں مقیم ہیں، بتایا میں شیخ الشیخ د مرداش جناب شیخ عمر روشنی کا مصر میں ہمسایہ تھا۔ تبریز العجم کے شہر میں ایک تبریزی عالم دین ملا عبداللطیف وہاں کا بہت بڑا مفتی تھا۔ مفتی صاحب مذکورہ جامع کبیر میں شیخ عمر موصوف کی منعقدہ مجلس ذکر کو درہم برہم کرنے اور اس کے انعقاد کو روکنے کی کوشش کیا کرتا تھا۔ اس کا موقف یہ تھا کہ مسجدیں دراصل نماز کے لیے بنائی جاتی ہیں۔ بزرگوں اور ولیوں کا ذکر یہاں نہیں ہونا چاہیے۔ اس مجلس میں تقریباً پانچ ہزار آدمی شرکت کیا کرتے تھے۔ شیخ عمر نے کہا اگر ہم آہستہ آواز سے ذکر کریں تو پھر اجازت ہو گی؟ مفتی صاحب کہنے لگے آہستہ ذکر کرنے کی صورت میں میں منع نہیں کروں گا۔ اس پر شیخ عمر موصوف نے فقراء کو حکم دیا اے فقراء کی جماعت! ذکر میں اپنی اپنی آواز پست رکھو اور جو شخص اس پر قابو نہ پاسکے اور وہ آہستہ آواز سے ذکر کرنے میں دقت محسوس کرے تو اسے اپنے اوپر دباؤ ڈال کر آہستہ ذکر کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ آپ کے ارشاد پر فقراء نے عمل کیا لیکن اس پابندی کی وجہ سے اس دن ذکر کرنے والوں میں سے پانچ سو آدمی بیمار ہو گئے اور انہیں اٹھا کر وہاں سے لایا گیا۔ چودہ افراد کے جگر جل کر ان کی پسلیوں سے باہر آ گئے اور وہ فوت ہو گئے۔ شیخ احمد نے کہا میں نے ان چودہ ذاکرین کے جگروں کو ٹٹول کر دیکھا تو مجھے یوں محسوس ہوا جیسے آگ پر جگر بھونے گئے ہیں اور ان میں بھونے جانے کی بو آ رہی تھی۔ پھر شیخ عمر موصوف نے ملا عبداللطیف مفتی اور ان کی جماعت کے پاس اپنا آدمی بھیجا اور پیغام بھجوایا کہ کیا کوئی عقل مند یہ کہے گا کہ یہ لوگ جو فوت ہو گئے ہیں ان کی فوتیدگی میں تمہارا دخل نہیں لیکن اللہ تعالیٰ کا تیر کوئی دور نہیں شیخ احمد بیان کرتے ہیں اسی رات ملا

عبداللطیف کا مکان گر پڑا اور وہ، اس کے اہل وعیال، نوکر چاکر اور چار پائے سبھی دب کر مر گئے کوئی بھی سالم نہ رہا۔ یہ دن تبریز میں دیکھے جانے کے قابل تھا۔

ولی کا ولی کو عجیب پیغام دینا

علامہ مناوی بیان کرتے ہیں جناب عمر روشنی رحمۃ اللہ علیہ علی الاطلاق خلوتیہ کے شیخ ہیں۔ آپ سے کسب فیض کے لیے دنیا کے ہر کونے سے لوگ حاضر ہوئے۔ آپ اصل میں تبریز عجم کے رہنے والے تھے۔ مصر سے شیخ دمرداش محمدی وغیرہ حضرات ان کے ہاں حصول طریقت کے لیے حاضر ہوئے۔ جب انہوں (دمرداش) نے مصر سے شیخ روشنی موصوف کے پاس جانے کا ارادہ کیا تو شیخ ابراہیم مواہبی نے انہیں ایک تھیلی دی اور کہا کہ یہ تھیلی شیخ روشنی کو دے دینا۔ جب یہاں پہنچے تو بموجب حکم تھیلی شیخ کی خدمت میں پیش کی۔ انہوں نے کھولی تو اس میں ایک ٹیڑھی کیل، تختی اور پیالہ تین چیزیں تھیں۔ شیخ نے حاضرین سے پوچھا تم جانتے ہو کہ ان اشیاء کے بھیجنے سے ان کی کیا مراد ہے؟ پھر خود ہی بتایا کہ ٹیڑھی کیل کا مطلب یہ ہے کہ ان کا دل بہت سخت ہے اور ٹیڑھا بھی ہے۔ تو ہم نے اسے نرم بھی کر دیا اور سیدھا بھی کر دیا۔ تختی یہ کہہ رہی ہے کہ ان کا دل معارف و مطالب سے خالی ہے ہم نے ان کی لوح قلب پر یہ بھی منقش کر دیے۔ اور پیالہ کہتا ہے کہ ان کی جھولی خالی ہے ہم نے اسے بھی بھر دیا ہے۔ اب وہ کامل ہو گئے ہیں دونوں کے درمیان چھ ماہ کی مسافت تھی۔

آپ کی صاحبزادیوں میں سے ایک نے اپنی والدہ سے کچھ کھانے کو مانگا۔ بولیں میرے پاس کچھ نہیں جاؤ خلوت میں ابا سے جا کر مانگو۔ لڑکی نے خلوت گاہ کا دروازہ کھولا اندر داخل ہوئی لیکن وہاں اسے کوئی بھی نظر نہ آیا۔ اس نے ابا جان کی جگہ خون کا ایک چھوٹا سا تالاب دیکھا اس نے اپنی انگلی ڈبوئی پھر باہر نکل آئی۔ شیخ اس وقت جلالی تجلیات کے تحت تھے جن کی وجہ سے وہ پگھل کر سرخ رنگ کا پانی ہو گئے تھے۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت انہیں پھر اصل حالت پر لے آئی لیکن اس کے بعد آپ کے جسم پر اس لڑکی کی انگلی پر لگا خون انگلی کی صورت میں گڑھا بنا ہوا باقی رہا۔ آپ کی اور بھی بہت سی مشہور کرامات ہیں۔ نویں صدی ہجری کے آخر میں انتقال فرمایا۔

حضرت عمر محضار رحمۃ اللہ علیہ

جناب عمر محضار بن شیخ عبدالرحمٰن سقاف رحمۃ اللہ علیہ مشہور امام اور بہت بڑے ولی تھے۔ آپ کی کرامات میں سے ایک یہ تھی کہ آپ نے ہر قسم کی جائیداد کا کوئی محافظ مقرر نہیں کیا تھا اور جو شخص ان کی کسی چیز کو اٹھاتا اور اجازت لیے بغیر لے جانے کی کوشش کرتا تو اسی وقت سزا پاتا۔ حتیٰ کہ آپ کے کھیت میں بھی اگر کوئی چار پایہ کسی کا بھی بغیر آپ کی اجازت کے چرتا کھیتی کھاتا تو اسی وقت وہ مر جاتا۔ بیان کیا گیا ہے کہ ایک کوے نے آپ کی ملکیتی کھجور کے درخت سے کچھ کھانا چاہا آپ نے اسے اڑا دیا۔ لیکن وہ اڑنے کے بعد پھر درخت پر آ بیٹھا تو وہ اسی وقت مر گیا۔

جنگلی حیوانات ولی کا حکم مانتے ہیں

بیان کیا گیا ہے کہ آپ کے ایک کارندے نے آپ سے شکایت کی کہ کثیر تعداد میں ہرنیاں کھیت چر جاتی ہیں اور اس کا ایک ہمسایہ اس پر اس کا مذاق اڑایا کرتا ہے۔ آپ نے اسے فرمایا جب وہ کھیت میں داخل ہوں تو انہیں آواز دے کر کہہ دینا کہ فلاں کے کھیت میں چلی جاؤ۔ چنانچہ ان کے داخل ہونے پر اس نے یہی آواز دی پھر وہ ہرنیاں آواز سنتے ہی اس آدمی کے کھیت کی طرف چلی گئی صرف ایک ہرنی کھڑی رہ گئی۔ اس نے پاس آ کر اسے پکڑا اور ذبح کر لیا۔

شادی کا قبل از وقت اعلان

آپ کے کسی خادم نے بیان کیا میری ایک چچازاد بہن تھی بہت سے لوگوں نے اس سے شادی کرنا چاہی لیکن وہ نہ مانی۔ میں نے اپنے شیخ جناب عمر مذکور کو اس بارے میں بتایا تو فرمانے لگے اس سے صرف تو ہی شادی کرے گا اور تجھ سے اس کے ہاں ایک لڑکا بھی پیدا ہوگا۔ میں نے اس بات کو ناممکن سمجھا کیونکہ اس کے ساتھ شادی کرنے کی مجھ میں قدرت و ہمت نہ تھی۔ پھر اس نے مجھ سے شادی کرنے کا اظہار کیا۔ چنانچہ ہماری شادی ہوگئی اور ایک لڑکا بھی پیدا ہوا۔

چوری شدہ زیورات کی دستیابی

ایک شخص آپ کے پاس آیا اور کہنے لگا میری بیوی کے زیورات چوری ہو گئے ہیں کچھ کیجئے۔ آپ نے فرمایا منادی کر دو کہ جس کے پاس میری بیوی کے زیورات ہیں، وہ واپس کر دے ورنہ تین دن بعد وہ مر جائے گا۔ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ اگر تین دن گزرنے تک کسی نے واپس نہ کیے تو چور مر جائے گا اور تجھے مرے ہوئے چور کے کپڑوں میں سے تیری بیوی کے زیورات مل جائیں گے۔ اس نے اعلان کر دیا کسی نے واپس نہ کیے۔ تین دن کے بعد چور مر گیا اس کے کپڑوں کی تلاشی لینے پر زیورات اس سے برآمد ہوئے۔

مستقبل کی خبر

جناب عمر بن علی باغریب نے شہر کے امیر عبداللہ بن احمد ہبی کی آپ کے پاس شکایت کی۔ آپ نے اسے فرمایا ابن ہبی بہت جلد شہر سے صرف ایک قمیص میں نکالا جائے گا۔ پھر یمن کے امراء میں سے ایک امیر آیا۔ اس نے ابن ہبی کو معزول کر کے اس کا تمام مال چھین لینے کا حکم دیا۔ چنانچہ اس کے حکم کے مطابق اس کا تمام مال چھین کر شہر سے صرف ایک قمیص میں نکال دیا گیا۔

ایک جماعت نے بدو سے اس کا اونٹ چرا لیا۔ جس پر شیخ موصوف کے لیے اشیائے خوردنی لدی ہوئی تھیں۔ آپ نے چوروں کے سردار کے پاس کسی کو بھیجا اور حکم دیا کہ اونٹ مع سامان واپس کر دیا جائے۔ اس نے اونٹ تو واپس کر دیا لیکن کھانے پینے کا سامان واپس نہ کیا اور کہلا بھیجا کہ جنہوں نے یہ چیزیں چرائی ہیں ان سے طلب کرو۔ اس پر شیخ نے فرمایا ہم یہ کمزور اور دبلا پتلا اونٹ ذبح نہیں کریں گے۔ ہم تو خوب موٹا تازہ اونٹ ذبح کریں گے۔ اور آپ نے فرمایا عشاء کے وقت اسے قتل کر دیا جائے گا۔ پھر ویسے ہی ہوا جیسے آپ نے فرمایا تھا۔

طعام میں برکت

آپ نے اپنے ایک خادم کو گھڑے میں دانے بھر کر عطا فرمائے۔ وہ گھر لے گیا۔ اہل خانہ اس میں سے روزانہ جس قدر ضرورت ہوتی نکال کر خرچ کرتے۔ یہ سلسلہ کئی مہینے چلتا رہا۔ پھر اس کی بیوی نے اسے عظیم جان کر اس گھڑے میں موجود دانوں کا وزن کیا تو وہ اتنے ہی وزن کے نکلے جتنے شیخ نے عطا فرمائے تھے۔ پھر چند دن گزرنے کے بعد وہ ختم ہو گئے گھر والوں نے شیخ سے شکایت کی تو آپ نے فرمایا اگر تم ان کی پیمائش نہ کرتے تو وہ سال بھر تمہارے لیے کافی ہوتے۔

بے موسمی کھجوریں دیں

آپ نے اپنے ایک ہم نشین سے پوچھا تمہیں کیا چاہیے؟ وہ کہنے لگا تازہ کھجور۔ اس وقت سردی کا موسم تھا اور تازہ کھجوریں موجود نہ تھیں۔ پھر وہ شخص مقبرہ میں داخل ہوا زیارت کی۔ دیکھا کہ ایک شخص شیخ موصوف کے پاس کھڑا ہے۔ شیخ نے کچھ دیر اس سے باتیں کیں پھر اس نے فرمایا کہ یہ آپ کے ساتھی کا صبح کا کھانا ہے۔ شیخ نے اپنے ساتھی سے کہا یہ پکڑلو۔ اس نے دیکھا تو وہ تازہ کھجوریں تھیں۔ وہ ششدر رہ گیا۔ اسے یہ ہمت نہ ہوئی کہ پوچھتا وہ شخص کون تھا اور کھجوریں کہاں سے لایا تھا؟

مریدوں کی نگرانی

بیان کیا گیا ہے کہ آپ کے ایک مرید نے ایک اجنبی عورت کے ساتھ تنہائی میں برا ارادہ کیا۔ جب اس کے ساتھ بدفعلی کے لیے تیار ہوا تو شیخ کی طرف سے ایک آدمی آیا اور آواز دی کہ جلدی سے شیخ صاحب کے پاس پہنچو وہ تمہیں بلا رہے ہیں۔ جب یہ مرید آپ کے پاس پہنچا تو آپ نے اس کے منہ پر مٹی پھینکی اور اس سے کہا قریب تھا کہ تو برباد ہو جاتا پھر اس سے عہد لیا کہ آئندہ کبھی بھی ایسی حرکت نہیں کرے گا پھر وہ مرید بریدۃ المشتاص میں ایک مہینہ رہا۔ اس دوران صرف پانی پر گزارا کیا۔

شیخ موصوف حج پر روانہ ہوئے تو راستہ میں چالیس دن متواتر آپ نے کچھ بھی نہ کھایا نہ پیا۔ اس کے باوجود آپ کی قوت میں کوئی کمی نہ آئی اور نہ ہی پیدل چلنے میں کوئی فرق پڑا۔ اس دوران آپ کی خوراک غالب دودھ تھی۔ یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ آپ نے مکہ مکرمہ میں ایک گائے اجرت پر لی تاکہ اس کا دودھ پیا کریں۔ آپ کے لیے اس کا دودھ لوگ لاتے۔ ایک دن دودھ میں پانی ملا کر لائے تو گائے اسی دن مر گئی۔ آپ اللہ تعالیٰ کا اسم ''اللطیف'' ایک سانس میں ایک ہزار مرتبہ پڑھا کرتے تھے۔ یونہی یا ''حفیظ'' بھی اتنا ہی پڑھتے تھے۔

ولی کا غصہ اچھا نہیں ہوتا

آپ جب کسی پر غصہ کھاتے تو اسے جذام کا مرض ہو جاتا یا کوئی اور سخت قسم کی بیماری میں مبتلا ہو جاتا۔ ایسا آپ کی ناراضگی کے تین دن بعد ہوتا۔ آپ سے اس بارے میں پوچھا گیا کیا آپ اس بات سے نہیں ڈرتے کہ ان بیماریوں میں سے کوئی آپ کو بھی لگ سکتی ہے؟ فرمانے لگے میں تو کسی کے لیے ان بیماریوں میں مبتلا ہونے کی بددعا نہیں کرتا۔ لیکن معاملہ یوں

ہے کہ میں جب کسی پر غصہ کھاتا ہوں تو میرے باطن میں ایک آگ سی اٹھتی ہے وہ اس وقت تک بجھتی نہیں جب تک اس شخص کو مرض نہ لگے جس نے مجھے ناراض کیا ہوتا یا وہ توبہ کر لے۔

ولی کی دعا

آپ کی دعا اللہ تعالیٰ قبول فرماتا۔ آپ نے جماعت کے لیے دعا فرمائی اور ان کی جو طلب تھی سب پوری ہوگئی۔ ایک شخص بہت سخت بیمار ہوا آپ کے پاس آیا دعا کرائی فوراً تندرست ہوگیا۔ ایک عورت کو مرگی کا سخت دورہ پڑتا۔ اس کی دوا سے وہ عاجز ہوگئی۔ آپ کے پاس حاضر ہوئی۔ آپ نے اس کے لیے عافیت کی دعا کی تو وہ تندرست ہوگئی۔ ایک اور شخص حاضر ہوا کہنے لگا درہموں سے بھری میری ہتھیلی گم ہوگئی ہے۔ آپ نے اس کے لیے دعا فرمائی تو اچانک ایک چوہا نظر آیا۔ اس نے تھیلی منہ میں پکڑی ہوئی تھی اور اسے جا کر وہیں رکھ آیا جہاں سے اٹھائی تھی۔ آپ کی کرامات بکثرت ہیں۔ 833ھ میں تریم میں آپ نے انتقال فرمایا۔ اس وقت آپ نماز ظہر ادا فرما رہے تھے اور حالت سجدہ میں روح پرواز کر گئی۔ زنبل مقبرہ میں مدفون ہوئے۔

حضرت عمر بن عبدالرحمٰن باعلوی رحمۃ اللہ علیہ

ولی کی سفارش نہ ماننے پر گرفت

آپ صاحب الحمرا مشہور ہیں۔ سید، امام، بہت بڑے عالم اور علم و عرفان میں یکتائے روزگار تھے۔ آپ کی کرامات میں سے ایک یہ ہے کہ آپ نے عبدالوہاب بن داؤد ظاہری کی طرف ایک آدمی کو چند سفارشات کے ساتھ روانہ فرمایا۔ آپ کے ایلچی نے اس سے گھوڑے پر سوار حالت میں ملاقات کی۔ گھوڑے پر بیٹھے ہوئے ہی سفارشی رقعہ دے دیا۔ کھول کر پڑھا تو اس میں سفارشات کو بہت زیادہ پایا اور کہنے لگا اس سید کی بہت سفارشات ہیں کون کون سی پوری کروں۔ یہ کہہ کر گھوڑے کو ڈانٹ پلائی اور ایڑ لگائی لیکن وہ نہ چلا۔ پھر اسے مارا تب بھی نہ چلا۔ اس کے بعد اس نے ایلچی کو بلوایا رقعہ لیا اور حکم دیا کہ اس میں درج تمام سفارشات و مطالبات تسلیم کر لیے جائیں۔ شیخ موصوف نے یمن میں 889ھ میں انتقال فرمایا اور تعز شہر میں دفن کیے گئے۔

حضرت عمر الکردی رحمۃ اللہ علیہ

اشیاء خوردنی کی تبدیلی

حکومت کے افراد آپ کے بہت عقیدت مند تھے۔ جب وہ آپ کی زیارت کے لیے آئے تو عمدہ کھانے اور مٹھائیاں ساتھ لائے۔ آپ یہ چیزیں گھاس جمع کرنے والوں کو کھلا دیتے۔ انہیں فرماتے پتہ نہیں کیوں تمہاری آنکھیں مجھے سرخ نظر آتی ہیں۔ ان حکومتی افراد کی لائی ہوئی اشیاء آپ اپنے مریدوں کو کھانے کے لیے نہیں دیتے تھے۔ اس پر مریدوں نے کچھ

اعتراض کیا تو آپ نے فرمایا ان کھانے کی اشیاء کو ایک بڑے ٹوکرے میں ڈال کر اس پر بڑی سی چادر ڈال دو۔ اور جزیرہ کے درمیان واقع تالاب کے پاس لے جاؤ۔ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ فرمایا اب کپڑا اٹھاؤ اور کھانا شروع کر دو۔ جب انہوں نے کھانے پر دی گئی چادر کو ہٹایا تو دیکھا کہ وہاں کھانے کے بجائے گبریلے موجود ہیں۔ آپ نے فرمایا کھاتے کیوں نہیں ہو؟ کہنے لگے کیا ہم گبریلا کھائیں؟ آپ نے فرمایا تم روزانہ گبریلا نہ کھانے پر مجھے ملامت کرتے ہو؟

حضرت عمر مجذوب رحمۃ اللہ علیہ

مستقبل کی خبر دینا

آپ قدیم مصر میں امیر الجیوش بازار میں مقیم تھے۔ بہت کشف والے بزرگ تھے۔ امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں ان تمام واقعات میں جو میرے اور شیخ موصوف کے درمیان رونما ہوئے، ایک یہ بھی ہے کہ جب بادشاہ قانصوہ غوری نے مرج دابق کی طرف سفر کیا۔ یہ سفر جس سال ہوا اس میں سلطان سلیم بن عثمان کے ساتھ معرکہ میں اس بادشاہ کا انتقال ہو گیا تھا۔ میں نے شیخ عمر موصوف سے پوچھا کیا سلطان ابن عثمان مصر میں داخل ہوگا؟ فرمانے لگے ہاں داخل ہوگا اور وہ اس جگہ سے گزرے گا اور اس جگہ پر گھوڑے کے سم لگیں گے۔ ہم نے شیخ موصوف کی یہ بات ذہن نشین کر لی۔ پھر سلطان ابن عثمان مصر میں داخل ہوا اور اس کے گھوڑے کے سم اسی جگہ پر لگے جس کی شیخ موصوف نے نشاندہی کی تھی۔ شیخ مستقبل میں پیش آنے والے امور کی خبر دے دیا کرتے تھے اور یہ بھی بتا دیا کرتے تھے کہ کون شخص والیان مصر میں سے ہوگا۔ کون معزول ہوگا اور کون کب مرے گا؟ شیخ نے نو سو سے کچھ اوپر صدی ہجری میں انتقال فرمایا۔

حضرت عمر بجائی مغربی رحمۃ اللہ علیہ

آئندہ کے واقعات کی اطلاع دینا

آپ کی کرامات میں سے ایک کرامت یہ تھی کہ آپ مستقبل میں رونما ہونے والے واقعات کی پیشگی خبر دے دیا کرتے تھے۔ خاص کر حکومت کے والیوں کے بارے میں بہت کچھ بتا دیا کرتے تھے۔

علامہ مناوی بیان کرتے ہیں شیخ موصوف نے جراکسہ کی حکومت کے خاتمہ اور دولت عثمانیہ کے اقبال کی بہت پہلے خبر دے دی تھی۔ آپ ایک مرتبہ جا رہے تھے راستہ میں لوگوں کو دیکھا کہ وہ غوری کے لیے رنگ برنگا گنبد تعمیر کر رہے ہیں۔ آپ نے انہیں فرمایا یہ اس کی قبر کی جگہ نہیں ہے وہ قتل کیا جائے گا اور اس کی قبر کو کوئی نہیں جانتا۔ آپ کو مدونہ کتاب مکمل حفظ تھی اور روزانہ روزہ رکھتے تھے۔ 920ھ میں آپ نے انتقال فرمایا۔ عبداللہ بن وہب کی باڑ میں قاضی بقا کی قبر کے نزدیک قرافہ میں آپ کو دفن کیا گیا۔ یہ امام شعرانی نے لکھا ہے اور لکھا کہ شیخ موصوف نے میرے حق میں بہت سی بابرکت دعائیں کیں جن کا اثر (قبولیت) میں نے دیکھا۔

حضرت عمر الشروتی رحمۃ اللہ علیہ

شروتی ایک گاؤں ہے جو بلقا کے زیر انتظام ہے اس کی نسبت سے شرقی کہلاتے تھے۔ آپ کے آباؤ اجداد یہیں کے باشندے تھے لیکن شیخ موصوف خود عجلون عبد صالح ولی کے شہر میں پیدا ہوئے۔ آپ مجذوب تھے اور اکثر اوقات حالت صحو میں رہتے تھے۔ لوگوں سے مصافحہ لیا کرتے تھے۔ پھر جس شخص سے مصافحہ کرتے اس میں چیخنے چلانے کی کیفیت آ جاتی تھی اور آپ کے ساتھ شہروں میں پھرنے لگتا۔ یہ بات آپ سے شیخ موسیٰ کناوی نے ذکر کی ہے۔ انہوں نے یہ بھی ذکر کیا ہے کہ میں نے ان سے بہت سے احوال اور مکاشفات بھی دیکھے۔ طریقت کی تعلیم آپ نے سیدی احمد عادہ سے حاصل کی جنہوں نے سیدی محمد ریموِنی سے حاصل کی تھی۔ شیخ موصوف نے 940ھ میں انتقال فرمایا۔ (قالہ النجم الغزی)

حضرت شیخ امام سراج الدین عمر عبادی رحمۃ اللہ علیہ

آپ شافعی المذہب اور مصر کے رہنے والے تھے۔ بہت بڑے عالم اور صوفی تھے اور آپ کی دعائیں مقبول تھیں۔ جب حج پر تشریف لے گئے اور فراغت کے بعد سرکار ابد قرار صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے لیے حاضری دی تو ان کی خاطر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حجرہ شریف کھول دیا گیا۔ لوگ سوئے ہوئے تھے اور کوئی کھولنے والا بھی نہ تھا۔ چنانچہ شیخ موصوف اندر گئے زیارت سے مشرف ہوئے پھر واپس باہر آ گئے اور الٹے پاؤں باہر آئے۔ جیسا کہ ان کی عادت تھی۔ نو سو چالیس سے کچھ اوپر سن ہجری میں انتقال فرمایا۔

حضرت عمر بن محمد باشیبان رحمۃ اللہ علیہ

دور کے آدمیوں کے نام اور صورتیں بتادیں

آپ بہت بڑے ولی اور آل باعلوی کے بہترین عالم تھے۔ بیان کیا گیا ہے کہ شیخ علامہ علی بن علی بایزید دوعنی رحمۃ اللہ علیہ جو شحر میں مدفون ہیں اور "ارشاد" کتاب کی شرح "النکت" کے مصنف اور صاحب فتاویٰ مشہور ہیں، آپ نے حضرموت جانے کا ارادہ کیا تا کہ وہاں محققین سادات سے مل کر طریقت حاصل کریں۔ جب ان کی ملاقات سید عمر مذکور سے ہوئی تو ان کی قدر و منزلت جانی اور ان کا جو استحقاق تھا وہ دیا بہت تعریف بھی کی۔ پھر فقیہ بایزید مذکور نے حضرت ہود علیہ السلام کی قبر انور کی زیارت کے لیے جانے کا عزم کیا۔ جب شیخ عمر موصوف سے الوداعی ملاقات کر کے اجازت مانگی تو شیخ عمر موصوف نے فرمایا تمہیں حضرت ہود علیہ السلام کی قبر کے قریب ایک صاحب کشف آدمی ملے گا جس کا نام محمد بن سلیمان باشیبان ہے۔ وہ ایسی باتیں کرتا ہے کہ لوگ اسے خوابوں کی گفتگو قرار دیتے ہیں حالانکہ وہ کشف کے طریقہ سے بول رہا ہوتا ہے۔ تم اس سے ضرور ملنا اور ان کے پاس رہنا ان سے برکت کے حصول کی التماس کرنا۔ اور دیکھو ان کے ہاں بزرگوں کی اولاد میں سے دولڑکے بھی تمہیں ملیں گے۔ ان میں سے ایک کا نام عقیل بن عبداللہ اور دوسرے کا عبدالودود ہے۔ آپ نے فقیہ موصوف کو مزید فرمایا کہ تم بہت جلد اپنے گھر خیر و عافیت سے پہنچ جاؤ گے۔ پھر دوبارہ ہماری ملاقات کے لیے آنا۔ فقیہ علی کہتے ہیں کہ میں نے یہ تمام باتیں جوں کی توں درست

پائیں۔ ان لڑکوں سے میری ملاقات ہوئی جن کے آپ نے نام بتائے تھے۔ اس صاحب کشف بزرگ سے بھی ملا۔ پھر واپس اپنے گھر آ گیا۔ عرصہ تیس سال کے بعد میں دوبارہ حضر موت حاضر ہوا۔ شیخ موصوف نے 944ھ میں قسم شہر میں انتقال فرمایا۔

حضرت عمر بن علی بن غنیم رحمۃ اللہ علیہ

آپ شافعی المسلک تھے۔ اور نبتیت کی نسبت سے غنیتی کہلاتے ہیں۔ قرآن کریم حفظ تھا اور "التنبیہ" کا ربع العبادات بھی زبانی یاد تھا۔ بہت سے مشہور حضرات کی صحبت پائی۔ جن میں شیخ الاسلام زکریا، امام الکاملیہ اور الونائی بھی ہیں۔ پھر عبادت کی طرف متوجہ ہو گئے اور تصوف و ورع اور زہد کا راستہ چلے بہت محنت کی اور کامیابی حاصل کی۔ شیخ صالح زواوی مغربی سے طریقت حاصل کی ان سے نفع حاصل کیا۔ انہوں نے انہیں "ارشاد" کی اجازت دے دی۔ ان سے کسب فیض کرنے والوں میں شیخ یوسف صفی اور اسماعیل بن علی جمال ایسے بزرگ ہیں۔ شیخ احمد زاہد کے قواعد میں سے بکثرت قواعد انہیں یاد تھے۔ زراعت ذریعہ معاش تھا۔ آپ کی شہرت ہوگئی اور قدر و منزلت بلند ہوگئی اور دور دراز سے لوگ بقصد حصول برکت آپ کے پاس حاضر ہوتے۔ آپ کا یہ حال تھا کہ اپنی قمیص بعض دفعہ اتار کر کسی سائل کو دے دیتے اور بعض دفعہ تو عمامہ بھی دے دیتے اور خود ننگے سر ہو جاتے۔

چھڑی سے دشمن کو تتر بتر کر دیا

آپ ایک گاؤں میں تھے کہ اس گاؤں والوں کے دشمنوں نے اس گاؤں پر حملہ کرنے اور لوٹ مار مچانے کا ارادہ کیا۔ آپ کو علم ہوا تو آپ نے ایک لکڑی سے ان کی طرف دائیں بائیں اشارہ کیا۔ اشارے کے ساتھ ہی وہ دشمن ادھر ادھر ہو گئے۔

کپڑے سے آگ کو اشارہ کیا تو اس نے کوئی نقصان نہ پہنچایا

آپ کے کھیت کی پیداوار کھلیان میں تھی کہ آگ بھڑک اٹھی۔ آپ نے ہاتھ میں پکڑے ایک کپڑے سے اشارہ کیا تو آگ واپس ہوگئی اور کھلیان میں جمع شدہ آپ کے غلہ کو کچھ بھی نقصان نہ پہنچا سکی۔

ولی کی قدرت و تصرف

آپ کو ایک مرتبہ سید علاؤ الدین سنہوری نے کہا کہ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ فقراء میں سے بعض ایسے ہوتے ہیں کہ وہ اژدھا کو ہاتھ میں پکڑ لیا کرتے تھے وہ انہیں کوئی نقصان نہیں پہنچا تا تھا۔ اتنے میں ایک بہت بڑا سانپ وہاں سے گزرا تو شیخ موصوف نے اسے اس کے سر سے پکڑ لیا۔ اس کے منہ میں تھوکا تو اس کا گوشت جدا ہو کر زمین پر گر پڑا۔

دل کی بات بتادی

محمد صفی نے کھانا بنایا جو بہت تھوڑی مقدار میں تھا وہاں سے شیخ موصوف کا گزر ہوا۔ تو صفی مذکور نے دل میں کہا کہ شیخ کا امتحان لینا چاہیے کہ جوان کے بارے میں مجھے خبر ملی ہے کہ آپ تھوڑے کھانے کو زیادہ کر دیتے ہیں، یہ درست ہے؟ تو شیخ

نے مفی مذکور کو اس کے دل کی بات بتادی کہ تمہارا یہ ارادہ ہے۔

چور کی شناخت

چور نے کسی کا سامان چرالیا تو چند لوگوں کو چوری کرنے کے شبہ میں شیخ موصوف کے ہاں لایا گیا۔ آپ نے ان میں سے ایک سے فرمایا اس شخص کا چوری کردہ مال واپس کردو۔ نشانی یا دلیل یہ ہے کہ کچھ دیر پہلے تم نے اپنی والدہ سے کہا تھا کہ یہ مال دروازے کے سامنے زمین میں دفن کردو۔ یہ سن کر وہ شخص بہت شرمندہ ہوا۔ اور پھر اس نے مالک کو اس کا چرایا ہوا مال واپس کردیا۔

حضرت عمر ابوصیری رحمۃ اللہ علیہ

آپ عابد، عارف اور بہت بڑے ولی تھے۔ سترہ سال آپ قطبانیہ میں مقیم رہے۔ مصر میں حسینیہ کے قریب بھی قیام فرمایا۔

جسم کا پھیل کر بہت بڑا ہو جانا

آپ ایک دن حرم کی میں بیٹھے تھے کچھ لوگ دائیں بائیں موجود تھے۔ آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے کچھ بندے ایسے بھی ہوتے ہیں کہ اگر وہ اپنا پاؤں زمین پر رکھیں تو پاؤں کا کچھ حصہ پوری زمین پر اور کچھ حصہ اس سے بچ بھی جاتا ہے جو زمین کی حد سے باہر ہوتا ہے۔ حاضرین نے اس بات کو بہت بڑی بات سمجھا اور ایسا ہونا ناممکن قرار دیا۔ آپ نے ان سے پوچھا تم بتاؤ کہ ایک آدمی اگر اپنا ہاتھ مشکیزے کے منہ پر رکھے تو کیا ایسا نہیں ہوگا کہ اس کے ہاتھ کا کچھ حصہ مشکیزے کے منہ پر ہوگا اور کچھ حصہ اس سے خارج ہوگا؟ سب نے کہا ہاں ٹھیک ہے ایسے ہی ہوتا ہے۔ آپ نے فرمایا پھر میری بات بھی درست ہے۔ پھر آپ نے حالت بدلی حتیٰ کہ آپ کے جسم سے مسجد حرام بھر گئی پھر جسم اور بڑھا حتیٰ کہ پورا حرم بھر گیا۔ پھر آپ نے اس سے ایک قدم نکالا تو اس کی ایک طرف مشرق اور دوسری طرف مغرب تھا۔ پھر آہستہ آہستہ سکڑتے گئے حتیٰ کہ پہلی حالت پر آ گئے۔

حضرت عمر بن احمد بن عمر زیلعی رحمۃ اللہ علیہ

صاحب بلدہ لحیہ عقیلی، یمنی، بہت بڑے ولی اور صاحب کشف بزرگ تھے۔

خزانہ کی نشاندہی

مروی ہے آپ کے پاس ایک شخص آیا اور کثرت اولاد اور فاقہ وفقر کی شکایت کی۔ آپ نے اسے فرمایا فلاں پہاڑ کی طرف چلے جاؤ وہاں خزانہ ہے۔ جس پر ایک بہت بڑے جن کا پہرہ ہے۔ اسے کہنا کہ تمہیں فقیہ عمر نے پیغام دیا ہے کہ یہاں سے ادھر ادھر ہٹ جاتا کہ میں اپنی ضرورت پوری کرلوں۔ وہ شخص پہاڑ کی طرف روانہ ہو گیا وہاں پہنچ کر شیخ کے حکم کے مطابق عمل کیا۔ اپنی ضرورت پوری کی اور جس قدر خزانہ ملا اس سے وہ امیر ہو گیا۔

آپ سے یہ مروی ہے کہ آپ کے ہم نشینوں میں سے کوئی جب کسی نافرمانی اور گناہ کا ارادہ کرتا تو آپ کو بذریعہ کشف

اس کی نیت کا علم ہو جاتا اور آپ اسے ڈانٹ دیتے۔

حضرت عمر عقیبی رحمۃ اللہ علیہ

آپ شافعی المسلک، دمشق کے رہنے والے حموی اور اسکافی کے نام سے مشہور تھے۔ بہت بڑے اور مشہور ولی تھے۔ سیدی شیخ علوان حموی کے خلیفہ تھے۔ دمشق شام میں ارشاد میں مصروف ہوئے۔ بہت سے لوگوں نے آپ سے نفع اٹھایا۔

رافضی کا سنی ہو جانا

آپ کی ایک کرامت یہ بیان کی گئی ہے کہ ایک رافضی نے آپ سے درخواست کی کہ مجھے اپنی صحبت میں رکھیں اور اپنے فقیروں میں شامل فرمالیں۔ شیخ موصوف نے اس کی درخواست قبول فرمالی۔ حالانکہ وہ بدعقیدہ تھا۔ جب شیخ کی صحبت میں اسے کافی عرصہ گزر گیا اور اسے وہم ہوا کہ شیخ نے مجھے سچا ہی سمجھ لیا ہے (یعنی میرے شیعہ ہونے کو وہ صحیح جانتے ہیں ورنہ مجھے کبھی نہ کبھی اس کے بارے میں کچھ کہتے) آپ نے ایک دفعہ اسے کہا اے فلاں! میرا دل چاہتا ہے کہ کل میں قاسیون پہاڑ دیکھنے جاؤں اور یہ بھی ارادہ ہے کہ تمہارے علاوہ اور کوئی میرے ساتھ نہ ہو۔ لہٰذا کل صبح سویرے آجانا اکٹھے پہاڑ کی طرف چلیں گے۔ چنانچہ صبح سویرے وہ اٹھا اور شیخ عمر کے عبادت خانے پہنچ گیا۔ پھر ان کے ساتھ پہاڑ کی طرف روانہ ہو گیا چلتے چلتے پہاڑ کے درمیان پہنچے تو شیخ نے کہا مجھے تھکاوٹ ہو گئی ہے اور میں اب مزید چل نہیں سکتا۔ یہ دیکھ کر وہ رافضی حیران ہو گیا کہ اب ان کا کیا کروں۔ ادھر دھوپ بھی پوری آب و تاب کے ساتھ پڑ رہی تھی۔ کہنے لگا یا سیدی! میں آپ کو اپنی پیٹھ پر اٹھا لیتا ہوں۔ شیخ نے اسے فرمایا میں تمہیں تکلیف نہیں دینا چاہتا اور مجھے یہ بھی خطرہ ہے کہ تمہیں اس سے خواہ مخواہ مشقت اٹھانی پڑے گی لیکن کیا کروں مجھ میں بالکل ہمت نہیں رہی۔ ایک قدم بھی نہیں چل سکتا پھر وہ رافضی نیچے بیٹھا اور شیخ کو اپنی پیٹھ پر بٹھایا اٹھا اور چند قدم چل کر تھک گیا اور ٹھہر گیا۔ اس پر شیخ نے اسے کہا اے فلاں! لوگوں میں مشہور ہے: ان الرافضۃ حمیر الیھود یرکبونھم یوم القیامۃ علی الصراط ویکبکبون جمیعا فی النار۔ (رافضی یہودیوں کے گدھے ہیں ان پر یہودی قیامت کے دن سوار ہو کر پل صراط سے گزریں گے۔ گزرتے ہوئے سبھی جہنم میں جا گریں گے)۔ اے رافضی! تو اب اس دنیا میں میری محبت کا دعویدار ہے اور اس قدر وسیع راستے میں بھی مجھے اٹھانے سے عاجز آگیا ہے۔ لہٰذا خدا کی قسم دیتا ہوں کہ اگر تیرے دل میں بدعت کا کچھ حصہ بھی ہے اور شیخین رحمۃ اللہ علیہما سے تھوڑا سا بھی بغض ہے تو اس سے رجوع کر اور اللہ تعالیٰ سے توبہ کر۔ یہ سن کر وہ بہت رویا۔ اس نے اپنی بدعت کا اعتراف کیا اور دل سے نکال دیا۔ اللہ تعالیٰ سے توبہ بھی کی۔ پھر یہی رافضی سیدنا ابوبکر اور عمر بن خطاب رضی اللہ عنہما کی تعریف کیا کرتا تھا اور شیخ کے سچے پکے مریدوں میں سے ہو گیا۔ شیخ صاحب نے 951ھ میں انتقال فرمایا۔ اور دمشق میں اپنی عبادت گاہ میں ہی دفن کیا گیا۔

جناب غزی بیان کرتے ہیں ہمارے شیخ مفتی السادۃ الشافعیہ فی دمشق جناب شہاب عیثماوی نے بتایا کہ جس دن شیخ موصوف نے انتقال فرمایا اس دن سورج کی آب و تاب میں تبدیلی آگئی۔ یوں لگتا تھا کہ سورج کو گرہن ہو گیا ہے۔ اندھیرا چھا

گیا تھا۔

حضرت عمر بن عبداللہ بن عمر ہزوان رحمۃ اللہ علیہ

شیخ عبداللہ بن شیخ عیدروس ان کی تعریف وتوصیف کیا کرتے تھے۔ ذکر کیا گیا ہے کہ آپ نے بہت سے ہونے والے واقعات کی پیشگی اطلاع کر دی تھی۔ پھر وہ ایسے ہی ہوئے جیسا آپ نے فرمایا تھا۔ اس وقت آپ وصال فرما چکے تھے۔ یونہی اور لوگوں نے بیان کیا ہے کہ شیخ موصوف آئندہ پیش آنے والے امور کی پہلے سے اطلاع دے دیا کرتے تھے۔ آپ نے 987ھ میں انتقال فرمایا اور زنبل مقبرہ میں دفن کیے گئے۔

حضرت عمر سلمونی مطوعی رحمۃ اللہ علیہ

آپ اولیاء عارفین میں سے تھے۔ جناب شیخ حشیش حمصانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا میں بہلبا سوید جو جوبلبیس کے زیر انتظام شہر ہے، کی ایک مسجد میں گیا تو میں نے شیخ موصوف کو حیران کن شکل میں دیکھا۔ وہ یہ کہ آپ کا سر محراب میں تھا اور پاؤں ایک آٹا پینے والی جگہ پر تھے جو جامع کے سامنے تھی۔ یوں نظر آئے جیسا کہ بہت بڑا کھجور کا درخت ہے۔ مجھے آپ سے فیض ملا۔ آپ کا گیارہویں صدی ہجری کی ابتدا میں انتقال ہوا۔

حضرت عمر بن ابراہیم بن محمد شحیبر قدیمی حسینی رحمۃ اللہ علیہ

ہر تکلیف دور ہو جاتی

آپ بہت بڑے بزرگ اور صاحب حال شخصیت تھے۔ گفتگو بڑی جامع فرماتے۔ بہت سی مشہور کرامات کا آپ سے صدور ہوا۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ آپ اکثر وقت جدہ میں ایک تخت پر تشریف فرما ہوتے۔ جو آپ کی نشست کے لیے باب حریف کی شامی سمت رکھا گیا تھا۔ جس شخص کو کوئی بھی حاجت درپیش ہوتی وہاں حاضر ہوتا اور اپنی ضرورت وتکلیف میں آپ کا وسیلہ پکڑتا تو اللہ تعالیٰ کے اذن سے اس کا مسئلہ حل ہو جاتا۔ آپ کا تخت اب بھی جدہ میں اسی جگہ موجود ہے لوگ اسے ہاتھ لگا کر (چھو کر) برکت حاصل کرتے ہیں لیکن کسی کو اس پر بیٹھنے کی قدرت نہیں ہوتی۔ اور جس نے اس پر بیٹھنے کی کوشش کی اسی دن مارا گیا۔ اس کا تجربہ کیا گیا ہے اور لوگ اس تخت پر بیٹھنے میں وحشت محسوس کرتے ہیں کیونکہ اس کا خوف لوگوں کے دلوں میں ہے۔ 1010ھ میں آپ نے انتقال فرمایا۔

حضرت عمرو بن عتبہ رحمۃ اللہ علیہ

بادلوں کا سایہ کرنا

جناب قشیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں نے جناب ابوعبداللہ شیرازی سے کہتے سنا کہ مجھے علی بن ابراہیم نے خبر دی کہا کہ ہمیں عثمان بن احمد نے حسین بن عمر نے خبر دی کہ میں نے بشر بن حرث سے سنا وہ عمرو بن عتبہ کے بارے میں بیان کرتے ہیں کہ آپ

نماز ادا فرماتے اور آپ پر بادل سایہ کیے ہوئے ہوتے تھے اور درندے آپ کے اردگرد اپنی اپنی دم ہلا رہے ہوتے تھے۔

حضرت ابوعبداللہ عمرو بن عبداللہ بن سلیمان بن سیری رحمۃ اللہ علیہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے خواب میں شرف ملاقات

آپ فقیہ، عالم، صالح، متقی، زاہد اور مجتہد تھے۔ ''صاحب البیان'' یحییٰ بن ابی الخیر سے فقہ حاصل کی۔ آپ کے خواب صالح ہوا کرتے تھے۔ ایک خواب یہ مذکور ہے کہ انہوں نے اپنے شیخ مذکور کی صاحبزادی سے نکاح کیا وہ ان کے ہاں نفاس میں فوت ہوگئیں پھر اس کی ہمشیرہ سے شادی کی اسے بھی حمل ٹھہر گیا۔ جب ولادت کا وقت قریب آیا تو اس کے بارے میں بھی انہیں خطرہ محسوس ہوا کہ کہیں اپنی بہن کی طرح بچہ جنتے وقت یہ بھی انتقال نہ کر جائے۔ اس سے پریشان ہوئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت سے مشرف ہوئے۔ آپ نے انہیں ان کی موجودہ بیوی کی سلامتی کی خوشخبری دی اور یہ بھی کہ اس کے ہاں بچہ (لڑکا) پیدا ہوگا اور حکم دیا کہ نومولود کا نام محمد رکھنا۔ اس کے ساتھ ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی خوشخبری دی کہ اس کے بعد ایک اور لڑکا بھی یہ عورت جنے گی۔ اس کے بارے میں آپ نے حکم دیا کہ اس کا نام اسماعیل رکھنا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے چہرے پر ہاتھ پھیر کر بیماری ختم کردی

شیخ موصوف کے چہرے پر چھوٹے چھوٹے دانے نکل آئے۔ جس طرح چھوٹے چھوٹے پھوڑے ہوتے ہیں۔ آپ کو اس سے پریشانی ہوئی اور یمن میں ایک حکیم کے پاس بغرض علاج جانے کا ارادہ کیا جو جبلہ شہر میں رہتا تھا۔ جب رات وہاں پہنچے تو خواب میں حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کو دیکھا۔ عرض کیا یا روح اللہ! میرے چہرے پر دست شفا پھیر دیجیے اور آرام آنے کی میرے حق میں دعا فرما دیجیے۔ حضرت مسیح علیہ السلام نے کرم فرمایا اور ان کی درخواست قبول فرمائی جب خواب سے اٹھے تو چہرے پر سے تمام دانے غائب تھے۔ یہ دیکھ کر اللہ تعالیٰ کا شکر بجالائے۔ پھر صبح روشن ہونے کے بعد شیشہ میں اپنا چہرہ دیکھا تو چہرہ انوار و تجلیات سے چمک رہا تھا۔ شیخ موصوف نے 555ھ میں مکہ مکرمہ میں انتقال فرمایا۔

حضرت ابومحمد عمرو بن علی بن عمرو تبائی رحمۃ اللہ علیہ

تبائی دراصل قبیلہ ذی تباع کی طرف نسبت ہے جو حمیر قبیلہ کی ایک شاخ ہے۔ آپ فقیہ، عالم، فاضل، عارف کامل تھے۔ علم کی فراوانی کے ساتھ ساتھ صاحب عبادت و زہد و کرامات بھی تھے۔

دیوار کا چوٹ کھا کر کانپ جانا

الشیخ ابوالغیث بن جمیل اور شیخ موصوف کے درمیان شدید محبت تھی۔ شیخ ابوالغیث نے فقیہ عمرو کے اشارہ فرمانے سے آخری عمر میں سماع ترک کر دیا تھا۔ جب اس بات کا علم شیخ علی بن عبداللہ شمینی کو ہوا جن کا تذکرہ پچھلے اوراق میں گزر چکا ہے تو فقیہ موصوف نے ان کی قیام گاہ پر جانے کا قصد کیا۔ وہاں فقیہ موصوف کی ان سے اور جناب شیخ ابوالغیث بن جمیل سے

ملاقات ہوئی۔ پھر انہوں نے جناب فقیہ موصوف سے کہا اے فقیہ! آپ فقراء کے احوال کا انکار کرتے ہیں۔ فقیہ فرمانے لگے میں تو صرف ان پر انکار کرتا ہوں جن پر اللہ اور اس کے رسول نے انکار کیا ہوتا ہے۔ شیخ علی نے کہا جو تم کہہ رہے ہو اگر حق ہے تو اس ستون کے بارے میں تم کیا کہتے ہو؟ اس کے ساتھ ہی اپنا ہاتھ ستون پر مارا وہ کانپنے لگا قریب تھا کہ گر جاتا یہ دیکھ کر شیخ ابوالغیث اور شیخ علی دونوں معذرت کرنے کے لیے کھڑے ہو گئے اور فقیہ کا حال انہیں معلوم ہو گیا اور یہ بھی کہ وہ اہل ولایت میں سے ہیں۔ نفعنا اللہ بھم اجمعین۔ فقیہ مذکور نے 665ھ میں انتقال فرمایا۔

حضرت عمرو کاری رحمۃ اللہ علیہ

جناب سراج نے "تفاح الارواح" میں لکھا ہے شیخ حیدر بغدادی نے ہمیں شمس بن صفی جزری سے بیان کیا کہ میں نے شیخ سوید سنجاری رحمۃ اللہ علیہ کے غلام شیخ عبدالعزیز سے پوچھا کہ شیخ عمرو کاری کے بارے میں کچھ بتاؤ کہنے لگے کارشہر میں چلے جاؤ۔ تجھے بہت جلد مقبرہ میں ایک شخص نظر آئے گا اس سے شیخ عمرو کاری کی قبر کے بارے میں پوچھنا وہ تمہیں بتا دے گا میں کار گیا۔ میں نے وہاں ایک آدمی کو اون کاتتے دیکھا۔ اس نے پہل کرتے ہوئے مجھ سے پوچھا تم عمرو کاری کی قبر پر جانا چاہتے ہو؟ میں نے عرض کی جی۔ اس نے کہا یہ جگہ ہے۔ پھر کہنے لگا لوگوں نے اسے دفن کیا جب اس جگہ دفن کرنے کے بعد واپس ہوئے تو اس کی قبر پر بیل آ چڑھے اور انہوں نے اپنے کھروں تلے اسے روند ڈالا۔ جب میں واپس آیا تو جناب عبدالعزیز سے ساری بات بیان کی کہنے لگے وہی اون کاتنے والا ہی تو عمرو کاری تھا۔ میں پھر گاہے بگاہے کار آتا جاتا رہا اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا کہ وہ مجھے عمرو کاری کی ایک مرتبہ زیارت کرا دے۔ میں نے ایک مرتبہ انہیں دیکھ ہی لیا اور ان سے اپنے لیے دعا کی درخواست کی۔ انہوں نے کرم نوازی فرمائی اور دعا کر دی اور میں نے ان سے درخواست کی کہ مجھے وہ شخص بھی دکھائیں اور بتائیں جس نے تاتاریوں کو پناہ دی۔ فرمانے لگے لشکر کی طرف چلے جاؤ خیموں کے اندر دیکھنا تمہیں ایک سیاہ رنگ کا خیمہ نظر آئے گا۔ اس کی طنابیں بھی سیاہ اور اس کے بانس بھی سیاہ رنگ کے ہوں گے۔ اس کے نیچے ایک آدمی بیٹھا ہو گا جس کا بچھونا بھی کالے رنگ کا ہے اس نے سیاہ رنگ کا درویشی کمبل اوڑھ رکھا ہو گا اور بائیں آنکھ سے محروم ہو گا یہی شخص مغلوں کو پناہ دینے والا ہے۔ جب میں وہاں گیا تو یہ تمام باتیں دیکھیں مجھے اس شخص نے کہا کہ ادھر آؤ۔ یہ اشارہ سے مجھے کہا جب میں اس کے قریب گیا تو کہنے لگا شیخ عمرو کاری کا کیا حال ہے؟ ان کے بارے میں مجھے کچھ بتاؤ۔ میں نے کہا آپ کو وہ سلام کہتے ہیں کہنے لگے وعلیہ السلام وہ ایک ایسا شخص ہے جسے دنیا و آخرت دونوں جہانوں میں ہمیشگی نصیب ہوئی ہے۔ پھر وہ شخص کہنے لگا کیا تم دیکھنا چاہتے ہو کہ ہم کس حال میں ہیں؟ میں نے عرض کیا جی ضرور۔ اس نے خیمہ کے بانس کو پاؤں سے ٹھوکر لگائی خیمہ گر پڑا۔ میں نے دیکھا کہ تمام خیمے ان کی پشتوں پر ہیں اور وہاں سے کوچ کا ارادہ کر لیا ہے۔ پھر اس شخص نے مجھ سے پوچھا کچھ دیکھا ہے؟ میں نے عرض کیا ہاں۔ پھر خیمہ کا بانس کھڑا کر دیا تو تمام خیمے تن گئے۔ میں نے اس کے بعد اس سے دعا کی درخواست کی اور واپس آ گیا کار موصل کے مشرق میں واقع ایک بستی کا نام ہے۔

حضرت عمران بن داوٗد بن علی غافقی رحمۃ اللہ علیہ

آپ مصر کے رہنے والے عامل علماء میں سے تھے اور عارف ولی تھے۔

مرنے کے بعد انگلی کھڑی کر دینا

بیان کیا گیا ہے کہ شیخ موصوف نے وصیت فرمائی تھی کہ ان کے مرنے کے بعد ان کی انگوٹھی ان کی انگلی میں ڈال دی جائے جب انتقال فرمایا اور آپ کو غسل دیا گیا غسل کے بعد غسل دینے والے نے کفن پہنانا چاہا تو شیخ نے اپنی انگلی کھڑی کر دی۔ یہ دیکھ کر غسل دینے والے نے آپ کے گھر والوں کو بتایا کہ کیا ہو گیا میں شیخ کی انگلی اٹھی ہوئی دیکھ رہا ہوں؟ انہوں نے کہا ہمیں کوئی خبر نہیں پھر کسی نے بتایا کہ شیخ نے یہ وصیت کی تھی کہ میری انگوٹھی میرے مرنے کے بعد میری انگلی میں ڈال دی جائے۔ لہذا آپ انگوٹھی ڈالنے کا اشارہ کر رہے ہیں۔ اس پر حاضرین نے آپ کی انگوٹھی آپ کی انگلی میں ڈالی۔ آپ کی انگلی اپنی حالت پر آ گئی۔ دیکھا گیا تو اس انگوٹھی پر ''عبد مذنب و رب غفور'' لکھا ہوا تھا۔

حضرت عیسیٰ بن اقبال ہتار رحمۃ اللہ علیہ

ہتار ہاء کے کسرہ کے ساتھ ہے۔ بہت بڑے مشائخ کرام میں سے تھے صاحب احوال، کرامات، مقامات و مکاشفات تھے۔

بیٹے کی ولادت پہلے ہی بتادی

جندی نے اپنی سند کے ساتھ شیخ علی الفتی سے روایت کی ہے۔ یہ بزرگ جند شہر کے جانے پہچانے صوفی تھے۔ انہوں نے بیان کیا کہ میں نے شیخ عیسیٰ موصوف کی ان کی رہائش گاہ پر زیارت کرنے کی نیت کی۔ جب وہاں پہنچا تو چند دن میں نے ان کے ہاں قیام کیا۔ آپ نے ایک رات مجھ سے فرمایا اے علی! تمہارے ہاں آج رات ایک لڑکا پیدا ہوا ہے۔ بیان کرتے ہیں کہ میں جب واپس اپنے شہر میں آیا تو دیکھا بچہ بہت خوبصورت ہے جو اسی رات کو پیدا ہوا تھا جس رات شیخ نے خوشخبری دی تھی شیخ موصوف کی کرامات اور آپ کے مکاشفات لاتعداد ہیں۔

آپ کی ایک کرامت یہ ہے کہ شیخ ابو الغیث بن جمیل زبید شہر سے اپنے شیخ علی بن افلح سے رخصت ہو کر شیخ عیسیٰ مذکور کے ہاں آئے۔ شیخ ابو الغیث بیان کرتے ہیں کہ مجھ پر شیخ عیسیٰ کی حالت منکشف ہوئی۔ میں نے دیکھا کہ ایک سینگ زمین میں اور دوسرا آسمان پر رکھا ہوا ہے۔ مجھے کہا کہ ابو الغیث! تو سینگ مارنا چاہتا ہے میں نے عرض کیا نہیں میرے آقا!

دل کے خیالات پر اطلاع

شیخ احمد بن جعد بیان کرتے ہیں میں نے شیخ عیسیٰ موصوف کی زیارت کا قصد کیا۔ حاضر ہوا تو شیخ موصوف کے کپڑے بڑے قیمتی دیکھے اور بن ٹھن کر بیٹھے نظر آئے۔ میں نے دل میں کہا کہ یہ شخص ولی نہیں ہو سکتا۔ میرا اعتقاد ان کے بارے میں

تبدیل ہوگیا۔ شیخ موصوف نے میرے ان خیالات کو بذریعہ کشف جان لیا اور فرمانے لگے اے بیٹا! جب تک اللہ تعالیٰ کی رضا میں مجھے فلاں فلاں آزمائش سے نہیں گزارا گیا جن کا تعلق میری جلد (کھال) کے ساتھ تھا اس وقت تک میں نے ایسے کپڑے نہیں پہنے تھے۔ آپ کی یہ بات سن کر میرے دل کا خیال کافور ہوگیا میں نے معذرت کی اور آپ سے دعا کی التماس کی۔

مرنے کے بعد فیض

ابو محمد مسعود بن عبداللہ حسینی رحمۃ اللہ علیہ وادی رمع کی حدود میں ایک عرب کے غلام تھے۔ آپ کو جذام کا مرض ہوگیا تو آپ کو اپنے مالکوں اور آقاؤں نے گھر سے نکال دیا۔ آپ نے تربید بستی کا ارادہ کیا کہ وہاں چلا جاؤں۔ چنانچہ وہاں جب پہنچے تو شیخ عیسیٰ ہتار کا انتقال ہو چکا تھا۔ ان کے صاحبزادے شیخ ابو بکر سے ملاقات ہوئی۔ انہوں نے خوش آمدید کہا۔ بڑی تعظیم کی اور فوراً حکم دیا کہ یہ شخص منصب شیخیت پر مقرر کر دیا گیا ہے۔ لہٰذا اس کے حکم کی تعمیل کی جائے۔ پھر انہیں حکم دیا کہ اپنے آقاؤں کے شہر میں واپس چلے جائیں۔ یہ سب کچھ صاحبزادہ نے اپنے والد گرامی کے اشارہ سے کیا تھا۔ کیونکہ ان کے والد گرامی جناب عیسیٰ ہتار نے وصال کے وقت انہیں فرمایا تھا۔ فلاں طرف سے ایک شخص بیماری میں گرفتار تمہارے پاس آئے گا۔ اشارہ کر کے جہت بھی بتادی تھی جدھر سے شیخ مسعود گئے تھے۔ فرمایا جب وہ شخص یہاں تمہارے پاس پہنچے تو اسے میرا اسلام کہنا اور اس سے اپنے لیے دعا بھی طلب کرنا اور اسے حکومت بھی دے دینا۔ جب شیخ ابو بکر نے اپنے والد گرامی کے ارشاد کے مطابق عمل کر لیا تو شیخ مسعود واپس اپنے شہر کی طرف چل پڑے۔ راستہ میں ایک جگہ بیٹھ گئے جہاں ان دنوں آپ کی رباط (فقراء کے لیے وقف مکان) ہے اس وقت اس جگہ پر کانٹے دار بیری کے درخت تھے۔ آپ ایک درخت کے سایہ میں بیٹھ گئے۔ حتیٰ کہ لوگوں کو آپ کے بارے میں علم ہوگیا کہ آپ صاحب حال بزرگ ہیں۔ آپ کے لیے وہاں سرائے تعمیر کی۔ پھر آپ سے بہت سی کرامات کا ظہور ہوا اور شیخ عیسیٰ رحمۃ اللہ علیہ کے آثار آپ سے ظاہر ہوئے۔ آپ کی شہرت دور دراز تک پھیل گئی۔ پھر اسی کامل حالت میں رہتے ہوئے انتقال فرما گئے اور مذکور رباط میں ہی دفن کر دیے گئے۔ آپ کی وہاں قبر مشہور ہے۔ زیارت وحصول برکت کے لیے لوگ حاضر ہوتے ہیں۔

مناوی بیان کرتے ہیں ایک مرتبہ اہل یمن پر راکھ اڑ کر چھا گئی۔ تین دن متواتر آسمان پر چھائی رہی۔ حتیٰ کہ فضا اندھیرے میں ڈوب گئی۔ سیاہ رنگ کی راکھ نیچے گرنے لگی۔ شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے کسی ساتھی پر منکشف ہوا کہ اہل یمن کو صاعقہ گھیرنے والی ہے، ان کے لیے سفارش کیجئے۔ ان میں سے ہی ایک آدمی کی سفارش قبول ہوگی جسے عیسیٰ ہتار کہتے ہیں۔ یہ 600ھ کا واقعہ ہے۔

شراب کو گھی اور شہد میں تبدیل کر دیا

آپ کے پاس ایک گانے والی مشہور بدکارہ عورت آئی تا کہ زیارت کرے۔ آپ کی جب اس پر نظر پڑی تو تائب ہوگئی اور سب غلط کام چھوڑ دیئے۔ آپ نے ایک فقیر سے اس کا نکاح کر دیا۔ شیخ نے بطور ولیمہ عصیدہ تیار کیا (گھی اور آٹا ملا کر تیار کیا جاتا ہے) اور سالن کے بغیر رکھ دیا۔ بیٹھے انتظار کر رہے تھے کہ سالن کوئی لے کر آئے۔ اس گانے والی عورت کا ایک

دوست تھا جو حکومت کے امیروں میں سے تھا اس نے دو بوتلیں شراب کی بھیجیں اور ایلچی کو مذاق کے طور پر کہا کہ شیخ سے کہنا یہ سالن ہے اسے عصیدہ کے ساتھ استعمال کر لو۔ آپ نے دونوں بوتلیں پکڑیں پھر ایک میں سے گھی اور دوسری میں سے شہد نکلا۔ شیخ موصوف نے 606ھ میں انتقال فرمایا مناوی نے کہا کہ آپ کی عمر ایک سو ساٹھ سال تھی۔ دو سو اور تین سو سال تک کی عمر بھی بیان کی گئی ہے۔

حضرت ابو محمد عیسیٰ بن حجاج عامری رحمۃ اللہ علیہ

عامری عامر کی طرف نسبت ہے یہ لوگ رعد بستی کے قریب پہاڑ میں رہتے ہیں۔ آپ شیخ ابو الغیث بن جمیل رحمۃ اللہ علیہ کے بڑے صحبت یافتہ لوگوں میں سے ایک تھے اور صاحب احوال و کرامات تھے۔

شیخ کے کہنے پر تیس سال پیاس سے گزار دیے

آپ کے مجاہدات میں سے یہ مروی ہے کہ تیس سال آپ نے کچھ نہیں پیا۔ ایک مرتبہ آپ کو اپنے بعض ہم نشینوں نے عرض کیا یا شیخ! آپ تھوڑا سا پانی کیوں نہیں پی لیتے؟ جب کہ آپ کی گفتگو ختم ہوتی جا رہی ہے۔ یعنی پیاسے رہ کر زبان اس قدر خشک ہو چکی ہے کہ بات چیت نہیں ہو سکتی؟ آپ نے فرمایا میں نے بھی بارہا پانی پینے کا عزم کیا لیکن مجھے صرف اس بات نے روکے رکھا ہے کہ میں اور میرے ساتھیوں نے ایک مرتبہ شیخ سے یہ عہد کیا تھا کہ ہم کچھ بھی نہیں پئیں گے۔ کچھ عرصہ بعد شیخ نے میرے ساتھیوں کو پینے کی اجازت دے دی اور مجھے نہ دی اور میں چاہتا ہوں کہ میں اپنے شیخ سے اس حال میں ملوں کہ ان کے حکم کی تعمیل کر رہا ہوں۔ یعنی میری موت اسی طرح پیاس میں آ جائے اور میں مرنے کے بعد اپنے شیخ جناب ابو الغیث کی خدمت میں ان کے حکم کو ماننے والا بن کر حاضر ہوں۔ شیخ موصوف نے 664ھ میں انتقال فرمایا۔

حضرت عیسیٰ کردی رحمۃ اللہ علیہ

قید سے زنجیروں سمیت اٹھا لیا

جناب سراج نے ''تفاح الارواح'' میں لکھا ہے کہ شیخ عیسیٰ کردی رحمۃ اللہ علیہ کے اصحاب کی ایک جماعت نے ہم سے آپ کی یہ کرامت بیان کی کہ ایک عورت بہت زیادہ روتی چلاتی آپ کے پاس آئی اور کہنے لگی یا حضرت! فرنگیوں نے میرے بیٹے کو برج اللاذقیہ میں قیدی بنا لیا ہے۔ اس کی رہائی کا آپ کے سوا کوئی اور طریقہ مجھے دکھائی نہیں دیتا اور میں بخوبی جانتی ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایسی قدرت عطا فرمائی ہے۔ نماز جمعہ کے بعد اس عورت نے بہت آہ و زاری کی اور شیخ کی منت سماجت کی۔ شیخ موصوف نے فرمایا ان شاء اللہ صبح ہفتہ کے دن وہ میرے پاس ہو گا آ کر لے جانا وہ گھر چلی گئی۔ صبح سویرے آئی تو اپنے بیٹے کو دیکھا کہ شیخ کے ہاں موجود ہے۔ اس کے ساتھ دوسرے قیدی بھی ہیں اور ان کے پاؤں میں زنجیریں پڑی ہوئی ہیں۔ ہم نے ان قیدیوں سے پوچھا کہ کیا واقعہ ہوا ہے وہ بیان کرنے لگے آدھی رات کے وقت قید خانہ کا دروازہ کھلا۔ ہم سمجھے خیر نہیں یا تو ہمیں اب قتل کر دیں گے یا پھر طرابلس بھیج دیں گے۔ جہاں اس سے بھی زیادہ سخت قید ہوتی ہے پھر ہمیں یہی پتہ چلا

کہ جناب شیخ عیسیٰ نے ہمیں وہاں سے اٹھایا اور لاذ قیہ سے تقریباً تین گھنٹے کی مسافت پر واقع نہر کبیر کے نزدیک زمین پر لا ڈالا اور فرمایا صیہون کی طرف جانے کا نصف راستہ طے ہو چکا ہے۔ اتنا ہی باقی ہے تم میری کشتی پر بیٹھ کر وہاں چلے جاؤ میرا نام عیسیٰ ہے۔ ہم وہاں کشتی پر سوار ہوئے اور یہاں آئے تو شیخ کو یہاں پایا۔ پھر اس عورت نے اپنا بیٹا لیا اور گھر کی طرف چل دی اس دن لوگوں کی بھیڑ دیکھنے کے قابل تھی۔

ولی کی ٹوہ لگانے کی سزا

جناب سراج ہی بیان کرتے ہیں خطیب شہاب الدین احمد جو، جوسق میں شیخ عیسیٰ مذکور کے نائب تھے، ان کے بھائی شیخ محمد صید ح نے بتایا کہ شیخ عیسیٰ ہر رات عشا کی نماز کے بعد باہر نکل جایا کرتے تھے۔ اور اذان فجر کے قریب واپس آتے۔ ایک رات میں بھی آپ کے پیچھے پیچھے ہو لیا۔ آپ نے مڑ کر میری طرف دیکھا تو میں وہیں کھڑے کا کھڑا رہ گیا۔ نہ آگے جانے کی ہمت رہی اور نہ واپس مڑنے کی طاقت۔ حتیٰ کہ آپ واپس تشریف لائے اور میرا کان پکڑ کر دبایا اور کہا کہ میرے پیچھے آنے سے توبہ کرو میں نے توبہ کی۔

جناب سراج کہتے ہیں کہ شیخ عیسیٰ کردی رحمۃ اللہ علیہ اکابر اولیاء کرام اور مشہور صوفیہ میں سے تھے۔ ان کی عظیم کرامات تھیں۔ لاذ قیہ شہر میں ان کی بیٹھک تھی یہاں سے انہیں امیر سیف الدین قلادون صاحب صیہون جوسق لے گیا۔ وہ وادی ارنک کا خوبصورت علاقہ تھا۔ ان کی رہائش گاہ کی بالائی کھڑکیاں ایک خوشنما باغ میں کھلتی تھیں۔ شیخ عیسیٰ نے 666ھ میں انتقال فرمایا اور جوسق کے قریب ہی دفن کیے گئے۔ امیر سیف الدین نے یہ جگہ دس ہزار مرتبہ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ پڑھنے کے ہدیہ میں دی تھی۔ امیر مذکور شیخ سے بے حد محبت کرتا تھا اور تمام صیہون کے باشندے بھی شیخ سے بے پناہ عقیدت رکھتے تھے۔ جب شیخ نے انتقال فرمایا تو ننگے سر پاؤں شریک ہوا۔ سراج نے کہا کہ ہمیں جوسق کے قریب موجود شیخ موصوف کی قبر پر کافی وقت بسر کرنے کا موقع ملا۔ یہ اس وقت کی بات ہے جب میرے والد صیہون اور اس کے گردونواح قصبوں کے عرصہ چھ سال تک قاضی القضاۃ رہے تھے۔ میں (نبہانی) کہتا ہوں کہ سراج آٹھویں صدی ہجری کے بزرگ ہیں۔

حضرت عیسیٰ بن نجم برلسی رحمۃ اللہ علیہ

خفیر بحر ابرلس جناب عیسیٰ موصوف مشہور اور بڑے ولی تھے۔ امام شعرانی نے ان کی ایک کرامت بیان فرمائی ہے۔

سترہ سال ایک وضو سے رہنا

جناب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں مجھ سے مرصفی نے بیان کیا کہ جناب عیسیٰ موصوف نے سترہ سال ایک وضو کے ساتھ بسر کیے۔ ہوا یوں کہ جب ان کے پہلو میں ان کا تخت عصر کی اذان کے وقت رکھا گیا تو آپ نے تقیب سے کہا مجھے کوئی نہ جگائے۔ چنانچہ اس کے بعد آپ سترہ سال تک ٹھہرے رہے۔ لوگ دیکھتے تھے کہ آپ کا سانس اندر جاتا ہے پھر باہر آتا ہے یعنی جس طرح سویا ہوا آدمی سانس لیتا ہے۔ آپ سانس لیتے رہے اور سترہ سال گزر گئے۔ پھر سترہ سال کے بعد اٹھے اور اسی وضو

سے نماز عصر ادا کی۔ جب آپ پہلو کے بل لیٹے تھے تو آپ کی کمر میں ایک تھیلی بندھی ہوئی تھی۔ جب بیدار ہوئے اور اسے کھولا تو اس کے نیچے سے کیڑے گرنے لگے۔ یہ حالت آپ سے دیکھی گئی آپ کی حالت یہ بھی تھی کہ مشاہدہ میں ہزار سال گزارتے لیکن ادھر صرف چند منٹ گزرے ہوتے۔ ایک شخص نے نذر مانی کہ اگر میری گھوڑی نے نر بچہ جنا تو وہ شیخ موصوف کی نذر ہوگا۔ چنانچہ گھوڑے نے بچھیرا جنا۔ جب وہ بڑا ہوا تو اس نے اسے بیچ دینے کا ارادہ کیا۔ اسے فروخت کرنے کے لیے جاتے ہوئے شیخ موصوف کی قبر کے قریب سے گزرا تو اس نے اسے لات ماری اور بھاگ کر شیخ موصوف کی قبر میں داخل ہو گیا پھر باہر نہ آیا۔ یہ کرامت علامہ مناوی رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر فرمائی ہے۔

حضرت ابو محمد عیسیٰ بن مطیر حکمی رحمۃ اللہ علیہ

آپ اصل میں مشہور قبیلہ حکمی سے تھے آپ کے والد مطیر اس قبیلہ کی جانی پہچانی شخصیت تھے۔ عیسیٰ موصوف اپنے گاؤں ضمد سے باہر نکلے یہ بستی جازان شہر کے قریب تھی اور علم دین حاصل کرنے کے لیے چل پڑے۔ پھر پہاڑوں اور آبادیوں میں علم کی تحصیل میں رہے۔ حتیٰ کہ بہت سے علوم میں دسترس حاصل کر لی۔ پھر ان کی شہرت ہوئی اور ہر طرف چرچا ہوا اور کرامات بھی ظاہر ہوئیں۔

طیب وغیر طیب کھانے کی پہچان

فقیہ عثمان شرعبی نے بیان کیا۔ فقیہ موصوف نے آپ سے فیض حاصل کیا تھا۔ بیان کیا کہ مدرسہ کے ہمسایوں میں سے ایک نے دعوت ولیمہ کی۔ گھر والوں نے اس میں بہترین کھانے کا بندوست کیا اور اس دعوت میں شرکت کے لیے اس نے فقہاء کرام اور مشہور شخصیات کو بلایا۔ جناب عیسیٰ مذکور بھی ان میں سے ایک تھے جنہیں دعوت دی گئی جب سب لوگ آگئے اور کھا کر واپس چلنے لگے تو فقیہ موصوف بھی اپنی رہائش گاہ میں واپس آگئے لیکن دعوت میں کھایا گیا کھانا زیادہ دیر آپ کے معدہ میں نہ ٹھہر سکا۔ قے آئی اور سارا کھانا باہر نکل آیا۔ پھر اندر سے تھوڑا سا خون بھی باہر آیا۔ پھر انہوں نے فقیہ عثمان (راوی) سے کہا یہ شخص کون ہے جس نے ہماری دعوت کی؟ عرض کیا اے میرے آقا! وہ ایک دولت مند آدمی ہے۔ فرمانے لگے خدا کی قسم! اگر مجھے معلوم ہوتا تو میں کبھی دعوت میں کھانا نہ کھاتا۔ لیکن میں نے فقہاء کرام کی تقلید کی اور انہیں کھاتے دیکھ کر کھا لیا۔ فقیہ عثمان نے کہا کہ فقیہ موصوف نے مجھے حکم دے رکھا تھا کہ میں ان کی خوراک کا بندوست کیا کروں اور آپ مجھے فرمایا کرتے تھے اپنے گھر والوں کو بتا دینا کہ میرے کھانے میں دوسرا کھانا نہ ملانا۔ میں اس کی گھر والوں کو وصیت کرتا رہتا اور اس بارے میں کوشش کرتا رہتا اور وہ بھی اس بارے میں محتاط رہتے تھے۔ پھر اتفاق سے میں اک دن فقیہ موصوف کے ہاں مصروف رہا۔ کیونکہ میری کوئی ضرورت تھی۔ میری بے خبری میں میرے گھر والوں نے فقیہ موصوف کے لیے کھانا بھیجا۔ میں نے ان کی خدمت میں پیش کر دیا، روٹی گندم کی بنی ہوئی تھی اور گوشت میں بھگوئی ہوئی تھی۔ جب فقیہ موصوف نے کھانے کے لیے ہاتھ بڑھایا تو آپ کو دیکھا کہ اس سے منہ پھیرے ہوئے ہیں آپ نے ایک لقمہ ہاتھ میں لیا اسے اوپر نیچے کرنے لگے۔ پھر اسے

منہ کے قریب لے جاتے تاکہ کھائیں لیکن منہ میں نہ ڈالتے۔ بعض دفعہ لقمہ کو زبان سے لگا بھی لیتے لیکن پھر اسے ہٹا لیتے۔ گوشت پکے ہوئے میں سے بوٹی لیتے اور بڑی خوشی سے اسے کھا لیتے تھے۔ اسی طرح گوشت تو آپ نے چبا کر کھا لیا لیکن روٹی چھوڑ دی۔ فقیہ عثمان بیان کرتے ہیں جب میں واپس گھر آیا تو میں نے اس کھانے کے بارے میں دریافت کیا تو جواب دیا ہم نے بازار میں ایک آدمی کو روٹیاں لانے کے لیے بھیجا تھا تو وہ سلطان کے لیے پکائی گئی روٹیاں بازار سے لے آیا۔ جب ہم نے ان روٹیوں کی صفائی اور خوبصورتی دیکھی تو انہیں واپس کرنا ہم نے اچھا نہ جانا ہم نے انہیں سالن میں بھگو کر ثرید بنا دیا اور پھر تمہاری طرف بھیج دیا۔ میں نے گھر والوں سے کہا آئندہ ایسے نہ کرنا۔ پھر میں نے انہیں فقیہ موصوف سے جو دیکھا وہ سب بیان کر دیا۔ فقیہ موصوف رحمۃ اللہ علیہ نے 680 میں یمن کے شہر بیت حسین میں انتقال فرمایا۔ (قالہ الشرجی)

حضرت عیسیٰ بن موسیٰ بن عبدالرزاق رحمۃ اللہ علیہ

آپ بہت بڑے عابد، صالح اور زاہد تھے۔ بہت سی کرامات اور خارق عادت امور آپ سے ظاہر ہوئے۔

شیطان چلا اٹھا

ایک کرامت یہ بیان کی گئی ہے کہ ایک عورت پر شیطان عاشق ہو گیا اور اس کے پاس گوہ کی صورت میں آتا اور جب چاہتا اس سے ہم بستری کرتا، اور اگر مذکورہ عورت اسے خواہش پوری نہ کرنے دیتی تو اسے سزا دیتا۔ چنانچہ وہ شیطان کی اس کرتوت سے قریب الموت ہو گئی۔ اس کے خاوند نے ایک مرتبہ شیخ موصوف کی دعوت کی اور انہیں اپنا مہمان بنایا جب شیخ موصوف اس کے گھر تشریف لائے تو فرمانے لگے اس گھر میں شیطان ہے۔ پھر آپ نے اپنا عصا ایک جگہ گاڑ دیا۔ فوراً شیطان نے چیخنا شروع کر دیا۔ ہائے مجھے قتل کرنے لگے ہو مجھے چھوڑ دو۔ میں چلا جاؤں گا، واپس نہیں آؤں گا۔ لوگ یہ سب کچھ دیکھ رہے تھے بعد میں واقعی شیطان اس گھر میں کبھی بھی نہیں آیا۔ پھر آپ کے پاس عورت کو لایا گیا اسے حمل نہ تھا۔ اس کے خاوند سے فرمایا کہ اس سے ہم بستری کرو۔ اس نے کی اللہ تعالیٰ نے اسے دو لڑکے عطا فرمائے ایک اور عورت لائی گئی جو حمل سے ناامید ہو چکی تھی۔ آپ نے اسے فرمایا تو حاملہ ہو گی اور چار لڑکوں کو جنم دے گی۔ پھر ویسے ہی ہوا جیسا آپ نے فرمایا تھا۔ (صغریٰ المناوی)

حضرت قطب الدین عیسیٰ بن محمد رحمۃ اللہ علیہ

قطب غائب ہو جاتا اور پھر آ جاتا ہے

امام محقق سید شریف حسنی شافعی صوفی صفوی رحمۃ اللہ علیہ کی اتفاق سے ایک کرامت ان کے شاگرد شیخ محمد گیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے دیکھی۔ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ایک رات خواب میں شیخ موصوف کی زیارت کی۔ آپ کے اردگرد بہت سے لوگ جمع تھے اور بڑا شاندار مکان ہے۔ بیان کرتے ہیں کہ مجھے بتایا گیا کہ یہ قطب ہیں۔ پھر مجھ سے کچھ دیر کے لیے غائب ہو گئے۔ میں نے دل میں کہا کہ قطب کی شان یہ ہوتی ہے کہ کبھی تو وہ آنکھوں کے سامنے سے اوجھل ہو جاتا ہے اور پھر دوسرے لمحے ہی دکھائی دینے لگتا ہے۔ کہتے ہیں کہ اس کے ساتھ ہی شیخ دوبارہ مجھے دکھائی دینے لگے۔ میں جب صبح اٹھا تو شیخ موصوف کے ہاں حاضر ہوا۔

میں شیخ موصوف سے ایک دن نہ مل سکا تھا کیونکہ مجھے کوئی کام تھا۔ آپ نے میری طرف کسی کو بلانے کے لیے بھیجا تھا اور آپ کی خواہش تھی کہ میں آپ کے ساتھ کھانا کھاؤں۔ لیکن بامر مجبوری میں نہ آ سکا۔ آج جب علی الصبح میں حاضر ہوا تو آپ نے مجھے دیکھتے ہی فرمایا ٹھیک ہے دن کے وقت تو تم ہم سے غائب رہے ہو لیکن رات کو نہیں۔

حضرت عیسیٰ بن احمد زیلعی عقیلی رحمۃ اللہ علیہ

آپ ان بزرگوں میں سے تھے جو اللہ تعالیٰ کی محبت میں ڈوبے ہوئے تھے۔ جب آپ گھر سے باہر نکلتے اور محبت خداوندی میں سرشار ہو کر جنگل پہاڑ وغیرہ کی طرف نکل کھڑے ہوتے آپ کو کہیں بھی آرام نہ آتا، دیکھنے والوں نے دیکھا کہ آپ شیروں کی کچھار میں چلے جاتے۔ اس میں شیر موجود ہوتے۔ آپ کے قریب ضرور آتے لیکن کوئی تکلیف نہ پہنچاتے۔

بننے والے حاکم کی پیشگی اطلاع

لحیہ شہر میں ایک سیاہ رنگ کا ایک حبشی رہتا تھا۔ جسے تمام لوگ جانتے تھے بہت بڑا چہرہ اور بڑے بڑے ہونٹ تھے۔ آپ کے پاس گاہے بگاہے آیا کرتا ایک مرتبہ آیا۔ آپ اس وقت لوگوں کے درمیان تشریف فرما تھے اور لوگوں سے آپ گفتگو فرما رہے تھے۔ جس کا مفہوم کچھ یہ تھا کہ تم پر ایک والی حکومت کرنے آئے گا جو غلام ہوگا اور اس کی شکل وصورت اس سے ملتی جلتی ہوگی۔ اپنے احکام نافذ کرے گا اور خوب شہرت پائے گا۔ چنانچہ شیخ موصوف کا انتقال ہو گیا۔ آپ کے بعد نقیب سعید مجذوبی آیا جو حسن بن قاسم کے غلاموں میں سے تھا حسن بن قاسم لحیہ شہر کا متولی تھا۔ وہ بالکل اس کی مشابہت رکھتا تھا۔ شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے 1040ھ میں لحیہ میں انتقال فرمایا۔

حضرت عیسیٰ مراکشی رحمۃ اللہ علیہ

مراکش کے مفتی تھے۔ جناب محمد بن محمد بن سلیمان فاسی متوفی فی دمشق 1094ھ جو بہت بڑے عالم تھے، انہوں نے شیخ موصوف کو اپنے مشائخ کرام کی فہرست میں شمار کیا۔ جیسا کہ علامہ محبی کی تصنیف ''خلاصۃ الاثر'' میں موجود ہے۔ انہوں نے بیان کیا کہ ایک دن میری ملاقات علامہ عیسیٰ مراکشی مفتی مراکش سے ہوئی۔ میں نے دیکھا کہ کثیر تعداد میں لوگوں نے آپ کو گھیر رکھا ہے اور ہر ایک کی کوشش ہے کہ وہ آپ کے ہاتھوں اور گھٹنوں کو چوم لے۔ میں نے بھی دھکم پیل کرتے ہوئے تبرکاً آپ کے ہاتھوں کا بوسہ لے لیا۔ بیان کرتے ہیں کہ مفتی موصوف میری طرف جھکے۔ کسی اور کے لیے آپ نہیں جھکتے تھے اور فرمانے لگے میں نے تمہیں اپنی تمام مرویات کی اجازت دے دی۔ گویا آپ کے الفاظ اب بھی میرے دل میں گونج رہے ہیں۔ یہ بات اس وقت کی ہے جب میں ابھی علم دین کی طلب میں مشغول ہی نہ ہوا تھا اور نہ ہی میں نے اس وقت طالب علموں کا سا لباس پہن رکھا تھا۔ تاکہ کہا جائے کہ آپ نے میری کوئی علامت دیکھ کر یہ کہا ہوگا۔ اور نہ ہی آپ کی یہ عادت تھی کہ ہر ایک کو اجازت دیتے پھریں، چاہے وہ اہل ہو یا نہ ہو بلکہ آپ سے اجازت حاصل کرنے میں آپ کے مخصوص ترین ہم نشینوں میں سے بھی صرف گنتی کے چند آدمی تھے۔ جہاں تک میرا گمان ہے، بہر حال میں وہاں سے آ گیا اور آٹھ سال علم دین

کی طلب میں مفتی موصوف سے غائب رہا۔ آٹھ سال پڑھنے اور علم دین حاصل کرنے کے بعد میں ایک مرتبہ واپس جناب مفتی صاحب کے ہاں حاضر ہوا اور 1060ھ میں نئے سرے سے اجازت حاصل کی۔ آپ نے ایک سال بعد انتقال فرمایا۔

حضرت عیسیٰ بن محمود حنبلی صالحی دمشقی خلوتی رحمۃ اللہ علیہ

آپ استاد سید محمد بن محمود عباسی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ تھے۔ اپنے دور کے صالح فاضلین اور اکابر علماء میں سے تھے۔ بہت بڑے ولی بھی تھے۔ آپ کو بکثرت سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی تھی۔ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو فرمایا مرحبا مرحبا اور ان کا نام بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لیا۔ بعض اوقات آپ پر حال طاری ہوتا تو آپ عاشقوں کی طرح جدھر منہ ہوتا چل پڑتے۔ میدانوں اور جنگلات میں پھرتے۔ بیروت میں اکیلے چلے جاتے۔ لبنان کے پہاڑ پر گھومتے رہتے۔ آپ کے ساتھ ایک عصا اور گدڑی ہوتی۔ گھاس کھاتے اور زمینی چشموں کا پانی پیتے اور بعض دفعہ وحشی جانوروں سے گفتگو بھی فرماتے۔ یہ آپ کی کرامت تھی۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے قبر سے لقمہ دیا

آپ کی کرامات میں سے ایک بہت بڑی کرامت یہ ہے کہ آپ جب مصر میں طالب علمی کے دور میں رہائش پذیر تھے تو آپ کو اولیاء اور صالحین کی زیارت کا بہت شوق تھا۔ گویا اس کا ادھار کھائے بیٹھے ہیں۔ خاص کر امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار اقدس کی زیارت تو انہیں ہر وقت ستاتی تھی۔ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر بیٹھ کر آپ قرآن کریم کی تلاوت موجود فقرات درمیان اس انداز سے فرماتے کہ کبھی آپ کے حسن ادائیگی پر تعجب کرتے تھے۔ اور آپ کی فصاحت کہ جس کے ساتھ مس کی لطافت بھی تھی، کو بہت سراہتے تھے۔ ایک مرتبہ ایک آیت کو بار بار پڑھا اور امام صاحب کی قبر انور کے قریب بیٹھے تھے لیکن بار بار پڑھنے کے باوجود اگلی آیت ذہن سے اتری ہوئی یاد نہ آسکی۔ خاموش ہو گئے تو امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے قبر کے اندر سے آپ کو لقمہ دے کر آیت بتادی۔

مرنے سے پہلے موت کی اطلاع کرنا

آپ کی ایک کرامت یہ بھی بیان کی گئی ہے کہ آپ کسی آدمی کی موت کا مرنے سے کئی دن پہلے اظہار کر دیا کرتے تھے۔ پھر جو آپ نے فرمایا ہوتا اسی طرح ہوتا۔ 1093ھ میں آپ نے دمشق میں انتقال فرمایا اور اپنے شیخ عباسی کے قریب دفن کیے گئے جو دمشق میں مقبرہ فرادیس کہلاتا ہے۔

جناب مرادی نے "سلک الدرر" میں لکھا ہے کہ جناب عیسیٰ بن کنان صالحی دمشقی خلوتی حنبلی اولیاء، عارفین اور مرشدین کاملین میں سے تھے۔ طریقت اپنے شیخ سید محمد عباسی خلوتی سے حاصل کی۔ شیخ یوسف حنفی دمشقی خلوتی نے بیان کیا جو دار الخلافہ قسطنطنیہ میں تشریف فرما تھے، کہ شیخ موصوف نے خلوتی طریقہ سید محمد عباسی مذکور سے حاصل کیا۔ جب شیخ کا انتقال ہو گیا تو وفات کی رات آپ غمگین ہو کر لیٹ گئے۔ اور پریشان تھے کہ میں ان کے ہاں کس طرح پہنچوں۔ کیونکہ ان کا انتقال

دمشق میں ہوا تھا انہوں نے خواب میں دیکھا کہ میں شیخ کی قبر میں داخل ہوا ہوں اور شیخ محمد عباسی کی قبر کھلی ہوئی ہے اور آپ اس میں گھٹنوں کے بل بیٹھے ہوئے دونوں ہاتھ ان پر ٹیک لگائے تشریف فرما ہیں۔ انہوں نے انہیں زندگی میں اسی طرح اسی حالت میں دیکھا تھا۔ جب دیکھا تو آپ نے انہیں فرمایا یوسف! عیسیٰ سے اخذ (حصول طریقت) کرو، عیسیٰ سے لو۔ میں انہیں اپنے پیچھے اپنا جانشین چھوڑ آیا ہوں۔ میں جاگا۔ یہ وقت رات کا آخری حصہ تھا میں نے وضو بنایا اور شیخ عیسیٰ بن کنان کے ہاں مدرسہ شمیصانیہ گیا۔ میں نے روشنی دیکھی کہ شمع جل رہی ہے میں نے آپ کی خلوت گاہ میں جھانک کر دیکھا تو آپ نماز تہجد پڑھتے نظر آئے۔ میں نے انتظار کیا۔ حتیٰ کہ آپ نماز سے فارغ ہو گئے اور مجھے فرمانے لگے اگر تمہیں شیخ عباسی نہ بھیجتے تو تو ہمارے پاس نہ آتا۔ چلو آ گئے ہو تو بیٹھ جاؤ۔ میں بیٹھ گیا آپ نے مجھے بیعت میں لیا اور مجھ سے عہد لیا۔ پھر دوسری رات شیخ یوسف فرماتے ہیں میں نے اپنے آپ کو دیکھا کہ جس قبر میں شیخ عباسی مدفون ہیں اس میں داخل ہو گیا ہوں۔ آپ کی قبر کھلی ہوئی ہے اور شیخ اسی حالت میں تشریف فرما ہیں جو پہلے گزر چکی ہے۔ آپ نے مجھ سے پوچھا اے یوسف! کیا عیسیٰ سے اخذ طریقت کر لیا ہے؟ میں نے عرض کیا یا سیدی! کر لیا ہے۔ فرمانے لگے: أسعدك الله

حرف غین

حرف ''غین'' سے جن اولیاء کرام کے اسماء شروع ہوتے ہیں ان میں سے بعض کے حالات وکرامات

حضرت غریب ذویب رحمۃ اللہ علیہ

خربوزے نے بھیڑیے کا منہ پکڑ لیا

آپ دراصل بلبلا سوید کی آبادیوں میں سے کسی ایک سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ پر جذب کی کیفیت غالب رہتی۔ آپ کی کرامات میں سے ایک یہ ہے کہ آپ نے خربوزے کاشت کیے۔ رات کو ایک بھیڑیا آیا۔ اس نے ان میں سے ایک خربوزہ کھانا چاہا۔ خربوزے کو منہ لگایا کہ اس نے بھیڑیئے کا منہ پکڑ لیا۔ بھیڑیا وہیں پکڑا ہوا ہے ادھر سے شیخ تشریف لے آئے اور ماجرا دیکھا۔ آپ نے بھیڑیئے سے پوچھا اگر تو توبہ کرتا ہے تو میں خربوزے کو کہہ دیتا ہوں کہ تجھے چھوڑ دے۔ اس نے آپ کو اشارہ سے بتایا جی میں توبہ کرتا ہوں۔ آپ نے خربوزہ سے کہا: یا بطیخة اطلقیه۔ (اے خربوزے! اسے چھوڑ دو)۔ یہ سن کر خربوزے نے بھیڑیئے کا منہ چھوڑ دیا اور بھیڑیا چلتا بنا۔

حیوانات کی شکل اختیار کرنا

شیخ موصوف مختلف حیوانات کی شکل تبدیل کیا کرتے تھے۔ ایک دن آپ سارس کی شکل میں متشکل تھے آپ اسی حالت میں اپنی جماعت میں تشریف لائے اور سارس کی طرح آواز نکالنا شروع کر دی لوگوں نے کوئی جواب نہ دیا پھر واپس اپنی انسانی شکل وصورت میں آگئے اور ان لوگوں سے پوچھنے لگے میں نے تمہیں لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ پڑھنے کو کہا تھا تم نے میرے کہنے پر کوئی عمل نہیں کیا۔ لوگ عرض کرنے لگے حضور! ہمیں پرندوں کی بولیاں سمجھ نہیں آتیں۔ شیخ موصوف جب کسی چار پائے پر سوار ہوتے تو آپ سے اس قدر نور نکلتا کہ قریب والے لوگ اس سے جل جاتے۔ فقراء نے اسی خدشہ کے پیش نظر آپ سے علیحدگی اختیار کر لی اور آپس میں عہد و پیمان باندھ لیا کہ شیخ سے آئندہ ملاقات نہ کریں گے اور نہ ہی گفتگو کریں گے۔ پھر شیخ موصوف شعیب نامی غار میں چلے گئے وہاں قیام پذیر ہو گئے اور اپنے اوپر قسم کھالی کہ وہ کسی سے نہیں ملیں گے۔ پھر اس پر ہی قائم رہے حتیٰ کہ دسویں صدی ہجری کے ابتدائی سالوں میں انتقال فرما گئے۔ (قالہ المناوی)

حضرت غنائم سعودی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ، صالح، عارف، ناسک، فقیہ، مقری، محدث، معتقد، سارک جناب نجم الدین ابو الغنائم محمد بن شیخ عارف زین الدین ابی بکر بن جمال الدین ابن عبداللہ مطوعی ریاضی شافعی مشہور غنائم کی جائے پیدائش شرباص گاؤں ہے جو فارسکور کے ملحقہ گاؤں میں سے ایک ہے۔ آپ نے وہاں شروع سے ہی اچھی ترتیب پائی۔ پھر آپ کے والد گرامی کا انتقال ہو گیا۔ آپ کے والد گرامی ان فقراء گرامی قدر کے شیوخ میں سے تھے جن کا تعلق شیخ منصور باز اشہب کے ساتھ تھا۔

بکری کے تھنوں سے شہد نکالا

آپ بکریوں سے بہت زیادہ پیار کیا کرتے تھے۔ پھر اتفاق سے آپ نے ایک بے قد والی بکری خریدی جس کے سینگ سیدھے اوپر کی طرف تھے۔ کافی خوبصورتی تھی آپ نے اس کا نام مبارکہ رکھا۔ اس بکری کا یہ طریقہ تھا کہ صبح شیخ موصوف کے گھر سے چرنے کے لیے باہر نکل جاتی اور بغیر کسی چرواہے کے خود بخود ایسی جگہوں سے گھاس وغیرہ کھاتی جو کسی کی ملکیت نہ ہوتیں پھر شام کو واپس بھی خود بخود آ جاتی۔ اس کے دودھ سے فقراء اور مہمانوں کی خدمت کی جاتی تھی۔ اس کی نسل کافی بڑھ گئی۔ ایک دن شیخ موصوف کے ہاں ایک فقیر بطور مہمان آیا جو صاحب حالات اور صاحت مقامات تھے۔ اس نے شیخ کا امتحان لینے کا ارادہ کیا جب یہ فقیر آپ کے پاس آیا تو آپ نے بکری کو زور سے آواز دی: مبارکہ ھیا۔ (اے مبارکہ! جلدی میرے پاس آؤ)۔ وہ دوڑتی ہوئی آپ کے پاس آگئی۔ آپ نے اسے دوہا اور دودھ اس فقیر مہمان کی طرف بڑھایا جو آپ کے پاس آیا تھا اور اسے کہا اللہ کا نام لے کر دودھ پی لیجئے۔ فقیر نے دودھ میں سے کچھ پیا۔ پھر اپنا ہاتھ اٹھالیا اور کہنے لگا اے آقا! میں چاہتا ہوں اور میری خواہش ہے کہ اس دودھ کے ساتھ تھوڑا سا شہد بھی ہو جائے تاکہ معتدل ہو جائے۔ یہ سن کر شیخ نے ایک بکری کی طرف دیکھا اور اس کو بھی مبارکہ کے نام سے آواز دی وہ بھی آ گئی۔ شیخ نے اس کے تھنوں سے دودھ کی جگہ شہد نکالا۔ اپنے ہاتھ سے شہد نکال کر مہمان فقیر کو پیش کیا۔ اس نے اس میں سے کچھ پیا پھر فقیر مہمان نے چاہا کہ اٹھ کر رخصت ہو۔ جب اپنی جگہ سے اٹھا تو جو راز اس کے پاس تھا وہ سلب ہو گیا تھا وہ رو رہا تھا اور روتے روتے چلا گیا۔ اس کے بعد وہ کسی کو بھی نظر نہیں آیا۔ جب یہ کرامت شیخ سے ظاہر ہوئی تو لوگوں کو آپ سے بے پناہ عقیدت و محبت ہو گئی۔ آپ کے پاس حصول برکت اور زیارت کے لیے جوق در جوق لوگ آنا شروع ہو گئے۔ اس کرامت کے ظہور کے بعد آپ کو غنائم اور ابو الغنائم کے نام سے پکارا جانے لگا۔ آپ نے شیخ قطب الدین قسطلانی وغیرہ سے فقہ پڑھی۔ اپنی عبادت گاہ میں 683ھ ستائیس شعبان کو انتقال فرمایا۔

حضرت غنیم مطوعی رحمۃ اللہ علیہ

آپ عجیب وغریب حال اور کرامات والے بزرگ تھے۔ آپ کو غنیم الکاشف کہا جاتا تھا۔ کیونکہ آپ کے مکاشفات بہت زیادہ تھے۔ آپ منزل نعیم کے اصل باشندے تھے جو مصر کے بلبیس شہر کے قریب واقع ہے اور آپ اولاد عریف خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔

حلال وحرام گوشت الگ کر دیا

ابن سنجر آپ کا منکر تھا اس نے آپ کا امتحان لینے کا ارادہ کیا۔ آپ کو اپنے ہاں مہمان بننے کی دعوت دی اور آپ کی تواضع کے لیے چند گائیں ذبح کیں اور کچھ کا گلا گھونٹ کر مار دیا۔ پھر دونوں اقسام کی گائیوں کا گوشت خلط ملط کر دیا اور چاول میں ڈال کر پلاؤ پکوایا۔ پھر آپ کے دسترخوان پر لایا گیا۔ جب دسترخوان پر پلاؤ رکھا گیا تو آپ نے حلال گوشت حرام گوشت

سے الگ کر دیا اور حلال کے بارے میں فرمایا یہ گوشت تو ہم فقراء کا حصہ ہے اور یہ تمہارا اور تمہارے ساتھیوں کا حصہ ہے۔ وہ کہنے لگا ہم نے تو تمام کا تمام گوشت فقراء کے لیے تیار کیا ہے اس لیے لازماً آپ لوگ ہی کھائیں گے آپ نے جب اس کی یہ بات سنی تو گوشت میں پکے چاولوں (پلاؤ) کی طرف اشارہ فرمایا تو سارے کا سارا کھانا کیڑوں کی شکل میں تبدیل ہو گیا۔

آئندہ پیش آنے والے واقعات کی اطلاع

آپ جب سیاحت کے لیے مختلف شہروں میں جاتے جیسا کہ آپ کی عادت تھی تو آپ اپنے ساتھیوں سے فرماتے کہ تم فلاں شہر میں جاؤ گے وہاں فلاں بن فلاں تمہاری مہمان نوازی کرے گا اور فلاں آدمی فلاں طریقہ کے مطابق تمہارے لیے کھانے پینے کی اشیاء تیار کرے گا۔ فلاں کی اتنی بیویاں اور اتنے بچے ہیں۔ فلاں یوں ہے آپ جو کچھ فرماتے ویسے ہی ہوتا۔ حالانکہ آپ نے ان میں سے کسی کو دیکھا تک نہ ہوتا تھا۔

ایک شخص نے آپ کی مہمانی کی اور ارادہ تھا کہ آپ کی آزمائش کرے۔ کھانے کے لیے اس نے دودھ میں چاول ڈال کر پیش کیے آپ نے اس کی طرف دیکھا اور اسے کہا اسے ہمارے سامنے سے اٹھالو۔ فقراء اس قسم کا کھانا نہیں کھایا کرتے۔ اس نے آپ سے بہت اصرار کیا اور گڑگڑا کر التجا کی۔ اس پر آپ نے اسے فرمایا تو نے انہیں کتیا کے دودھ میں ڈال کر پکایا پھر اسے ہمارے پاس لے آیا۔ یہ سن کر اس نے اعتراف کیا اور معافی طلب کی اور توبہ کی۔ شیخ موصوف رحمۃ اللہ علیہ حالت بیداری میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوا کرتے تھے۔ اس سلسلہ میں ان کی بہت سی حکایات اور عجیب و غریب واقعات ہیں جن کے ذکر سے کتاب طویل ہو جائے گی۔ آپ کی دیگر کرامات بھی بکثرت تھیں۔ نو سو پچاس ہجری کے لگ بھگ آپ نے انتقال فرمایا۔

حضرت غیاث الدین ہندی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ ابوعبداللہ محمد بن عمر بن شوعان یمنی آپ کا پورا نام و نسب ہے۔ زبیدی شرجی نے ابن شرعان مذکور کے سوانح حیات لکھتے ہوئے لکھا ہے کہ آپ شیخ المشائخ تھے اور آپ کے ولی ہونے پر یہ واقعہ دلالت کرتا ہے کہ ہندوستان کے صالحین علماء میں سے ایک بہت بڑے عالم دین تشریف لائے۔ جن کا نام شیخ غیاث الدین تھا۔ ان سے زبید شہر میں بہت سے حنفی اور شافعی فقہاء کرام نے فقہ حاصل کی اور دیگر بہت سے علوم بھی حاصل کیے۔ ان کے شاگردوں میں سے ایک شاگرد جناب فقیہ محمد بھی تھے جو دیگر ساتھیوں سے حصول علم میں زیادہ تھے۔ شیخ غیاث الدین ان کی تعریف کیا کرتے تھے پھر انہیں خرقہ عطا فرمایا اور حکم دیا کہ آگے کسی کو پانچ سال سے پہلے نہ پہنانا۔ جب پانچ سال گزر گئے تو شیخ غیاث الدین کا اپنے شہر میں انتقال ہو گیا۔ یہ واقعہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ شیخ غیاث الدین مذکور کو اپنی موت کا پہلے سے کشف تھا کہ وہ اتنے سال مزید زندہ رہیں گے۔ اور یہ بھی کہ فقیہ موصوف ان کے سر کا وارث بنے گا اور ان کا بدل ہو گا۔ کیونکہ بدل کا یہ کام ہوتا ہے کہ وہ جس کا بدل ہوتا ہے اس کے انتقال سے قبل تصرف نہیں کر سکتا اور اس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ فقیہ محمد مذکور فرمایا کرتے تھے

''بزدوی'' کتاب کے کچھ مسائل مجھے مشکل لگتے ہیں۔ جب یہ مدت گزر گئی تو وہ خود بخود حل ہو گئے اور ایسے واضح ہو گئے کہ اشکال کا نام ونشان نہ رہا۔ یہ بات اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ ان کے علوم میں زیادتی، نور معرفت اور مقام میں رفعت نصیب ہوئی۔ 822ھ میں شیخ موصوف نے انتقال فرمایا اور فقیہ ابن ابی بکر بن صنکار کے قریب باب سہام میں دفن کیے گئے۔ آپ کی قبر وہاں مشہور زیارت گاہ ہے۔

حضرت شیخ غیاث رحمۃ اللہ علیہ

یمن کے تاجر غائبانہ مدد طلب کرتے تھے

سید، شریف، عارف باللہ، ابو الغیث، شحری یمنی مکہ مکرمہ میں تشریف فرما رہے۔ آپ کی کرامات میں سے ایک کرامت یہ تھی کہ یمن کے تاجر لوگ اور ان کے علاوہ بھی آپ سے غائبانہ مدد طلب کرتے تھے۔ جب یہ تاجر حضرات سمندری یا دریائی سفر میں ہوتے تھے اور وہاں کوئی مشکل پیش آجاتی پھر آپ سے مدد کی طلب گاری کی برکت سے خلاصی پا لیتے تھے۔ آپ کے لیے مختلف اشیاء کی نذر مانتے جو ان کی خدمت میں بھیج دیا کرتے جب ان کی اغراض پوری ہو جاتی تھیں۔ مکہ شریف میں ہی موصوف نے 1014ھ میں انتقال فرمایا۔ اور باب المعلاۃ کے قریب شعب اعلیٰ میں ام المومنین سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے قریب دفن کیے گئے۔ (قالہ المحبی)

حرف فاء

حرف ''الفاء'' سے جن اولیاء کرام کے اسماء گرامی شروع ہوتے ہیں۔ ان میں سے بعض کی بعض کرامات کا بیان۔

سیدہ فاطمہ نیشاپوریہ رحمۃ اللہ علیہا

موصوفہ ان برگزیدہ عورتوں میں سے ایک تھیں جو بہت عبادت گزار اور صالحہ تھیں۔ آپ حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ کی استانی تھیں۔ حضرت ابو یزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ نے ان سے ملاقات کی۔ فرمایا میں نے اپنی عمر میں صرف ایک مرد اور ایک خاتون دیکھی ہے وہ خاتون سیدہ فاطمہ نیشاپوری تھیں۔ میں نے موصوفہ سے جب بھی کسی مقام کے بارے میں گفتگو کی تو انہیں اس کے بارے میں آنکھ سے دیکھنے والی پایا۔ جناب ذوالنون کہتے ہیں میں نے ان سے بڑھ کر جلیل القدر عورت نہیں دیکھی۔ مکہ مکرمہ میں مقیم تھیں اور عمرہ کرتے ہوئے 223ھ میں انتقال فرمایا۔ (قالہ المناوی)

سیدہ فاطمۃ عیناء بنت قاسم طیب بن محمد مامون بن جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہم

موصوفہ کی ایک کرامت یہ بیان کی گئی کہ آپ کی ایک خادمہ آپ کی قبر پر قرآن کریم پڑھا کرتی تھی۔ ایک مرتبہ وہ سورۂ ''الکہف'' پڑھ رہی تھی تو کسی جگہ غلط پڑھ گئی۔ سیدہ نے قبر کے اندر سے ہی اسے غلطی سے آگاہ کر دیا۔ مصر میں 240ھ میں انتقال فرمایا اور ان کی قبر مشہور زیارت گاہ ہے۔ (قالہ السخاوی)

سیدہ فاطمہ بنت مثنی رحمۃ اللہ علیہا

آپ اشبیلیہ کی رہنے والی تھیں۔ سیدی محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ نے ''روح القدس'' میں لکھا ہے کہ میں نے موصوفہ سے ملاقات کی جب کہ ان کی عمر نوے کی دہائی میں پہنچ چکی تھی۔ ان کی خوراک صرف وہ گرا پڑا کھانا ہوتا جو لوگ کھا کر بچا ہوا اپنے گھروں کے باہر پھینک دیتے تھے۔ وہ بھی بہت تھوڑی مقدار میں کھاتی تھیں۔ میں جب ان کی خدمت میں بیٹھتا تو مجھے ان کے چہرے سے اٹھتے نور اور گالوں کی عجیب چمک ان کی طرف دیکھنے سے روک دیتی تھی۔ حالانکہ ان کی عمر اس وقت نوے کی دہائی میں تھی۔ ان کی قرآن کریم میں سے سورۂ فاتحہ تھی (یعنی اسی سورت کو پڑھتیں اور مختلف کام اسی سے لیتی تھیں) مجھے خود فرمایا مجھے سورۂ فاتحہ عطا کی گئی ہے میں جس کام کے لیے چاہتی ہوں اس سے وہ کام لے لیتی ہوں۔ میں نے ان کے لیے اپنے ہاتھ سے کانوں کا گھر بنایا جس میں آپ رہائش پذیر تھیں۔ فرمایا کرتی تھیں میرے پاس آنے والوں میں سے کسی کو مجھ پر تعجب نہیں ہوا۔ صرف فلاں فلاں نے مجھے متعجب کیا۔ اس فلاں سے ان کی مراد میں (ابن عربی) تھا۔ ان سے پوچھا گیا اس کی کیا وجہ ہے؟ تو فرمایا تم میں سے جو بھی میری ملاقات کو آتا ہے وہ مکمل نہیں آتا بلکہ وہ بعض ہوتا ہے۔ اور بقیہ بعض اپنے اہل و عیال اور گھر بار کے لیے چھوڑ آتا ہے۔ صرف محمد بن عربی ایسا شخص ہے جو میرا بیٹا اور میری آنکھوں کا تارا ہے۔ وہ جب آتا ہے تو کل داخل ہوتا ہے، جب کھڑا ہوتا ہے تو کل کھڑا ہو جاتا ہے اور بیٹھتا ہے تو کل بیٹھتا ہے وہ اپنے پیچھے اپنے لیے کچھ بھی

چھوڑ کر نہیں آتا اور طریقہ بھی ایسے ہی ہونا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ نے اس بزرگ عورت پر اپنی ملک پیش کی تو اس میں سے کسی چیز پر وہ نہ ٹھہری۔ بلکہ وہ کہا کرتی تھیں تو ہی کل شے ہے۔ تیرے سوا مجھ پر بدشگونی ہے۔ اللہ تعالیٰ میں (اس کی محبت میں) کھوئی ہوئی تھیں جو دیکھتا تو انہیں کہتا کہ یہ عورت بے وقوف ہے۔ آپ اس کے جواب میں فرماتیں بے وقوف وہ ہوتا ہے جو اپنے رب کو نہیں پہچانتا۔ موصوفہ بہت مہربان اور رحم دل عورت تھیں۔

عید کی رات ابو عامر موذن نے انہیں جامع مسجد میں درہ سے مارا۔ آپ نے اس کی طرف نظر بھر کر دیکھا اور چلی گئیں۔ آپ کی طبیعت کچھ مکدر ہو چکی تھی۔ موذن مذکور نے رات گزاری جب سحری کا وقت ہوا تو موصوفہ نے اس کی اذان کی آواز سنی تو اللہ تعالیٰ سے عرض کی اے میرے رب! میرا مواخذہ نہ کرنا، میرے دل میں غصہ آ گیا تھا اور وہ بھی ایسے شخص پر جو راتوں کے اندھیروں میں تیرا ذکر کرتا ہے اور دوسرے لوگ سوئے ہوئے ہوتے ہیں۔ اذان تو میرے حبیب کا ذکر ہے جو اس کی زبان پر جاری ہے۔ اے اللہ! میرے غصہ کھانے کی وجہ سے اس سے مواخذہ نہ فرمانا۔ جب صبح ہوئی نماز عید کے بعد شہر کے فقہاء سلطان کو سلام کرنے کے لیے تشریف لے گئے۔ ان حضرات میں مذکور موذن بھی شامل ہو گیا۔ اس کی شمولیت دنیوی لالچ کی وجہ سے تھی۔ بادشاہ نے پوچھا یہ کون ہے؟ اسے بتایا گیا کہ جامع مسجد کا موذن ہے۔ سلطان نے پوچھا فقہاء کرام کے ساتھ اسے اندر آنے کی کس نے اجازت دی ہے؟ اسے باہر نکالو۔ یہ کہہ کر بادشاہ نے موذن کو تھپڑ رسید کیا اور باہر نکال دیا۔ سلطان کے ہاں کسی نے اس کے بارے میں سفارش کی تو سلطان نے معاف کر دیا۔ حالانکہ سلطان اسے سخت سزا دینے کا فیصلہ کر چکا تھا۔ پھر اس پارسا عورت سے موذن کا یہ واقعہ بیان کیا گیا تو فرمایا مجھے علم ہے۔ اگر میں اللہ تعالیٰ سے اس کے بارے میں سزا کی تخفیف کا سوال نہ کرتی تو اسے قتل کر دیا جاتا۔ موصوفہ عجیب شان والی تھی۔

''فتوحات مکیہ'' میں جناب ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں میں نے از خود اپنے ہاتھوں سے ایک بزرگ پارسا عورت کی خدمت کی جو اشبیلیہ کی رہنے والی عارفہ تھی۔ اس کا نام فاطمہ بنت مثنی قرطبی تھا۔ میں نے کئی سال اس کی خدمت میں گزارے۔ اس وقت جب کہ میں اس کا خادم تھا اس کی عمر پچانوے برس سے زیادہ تھی۔ اس کے باوجود مجھے اس کے چہرے کو دیکھنے سے شرم آتی تھی کیونکہ اس کا چہرہ بہت حسین اور گال انتہائی خوبصورت تھے۔ تم یوں سمجھو کہ یہ بڑھیا نہیں بلکہ چودہ سال کی دوشیزہ ہے۔ اس عورت کا اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایک خاص حال (تعلق) تھا۔ جس قدر لوگ اس کی خدمت کرتے ان سب میں سے وہ میرے ساتھ زیادہ مہربان اور مشفق تھی اور فرمایا کرتی تھی میں نے ابن عربی جیسا کوئی خادم نہیں پایا۔ وہ جب آتا ہے تو مکمل آتا ہے باہر کچھ بھی چھوڑ کر نہیں آتا اور جب میرے ہاں سے چلا جاتا ہے تو پورا چلا جاتا ہے میرے پاس اس کا کوئی حصہ نہیں رہتا۔ میں نے اس پارسا عورت کو یہ کہتے ہوئے سنا ''مجھے اس شخص پر تعجب ہے جو کہتا ہے کہ مجھے اللہ تعالیٰ سے محبت ہے پھر وہ اس پر خوش نہیں ہوتا حالانکہ وہ اس کے پاس ہوتا ہے۔ اس کی نظر رحمت اس کی طرف ہر وقت متوجہ ہوتی ہے۔ وہ ایک لمحے کے لیے بھی اس سے غائب نہیں ہوتا۔ یہ جو محبت کے دعویدار روتے رہتے ہیں یہ اس کی محبت کا دعویٰ کیسے کرتے ہیں۔ دعویٰ محبت کا کرتے ہیں اور محبوب ہر وقت ان کے پاس موجود ہو پھر رونا کس بات پر؟ کیا انہیں شرم نہیں آتی کہ

اس کا اللہ رب العزت کے ہاں قرب مقربین کے قرب سے کہیں زیادہ ہے اور محب تمام لوگوں سے عظیم ہوتا ہے اور وہ اس کے سامنے موجود بھی ہوتا ہے تو ایسے میں رونے کا کیا موقع ہے؟ واقعی ان لوگوں کا رونا ایک عجوبہ سے کم نہیں ہے۔ پھر مجھے فرماتیں اے میرے بیٹے! جو کچھ میں نے کہا ہے اس کے متعلق تم کیا کہتے ہو؟ میں عرض کرتا امی جان! بات آپ کی ہی بات ہے۔ فرماتیں خدا کی قسم! میں متعجب ہوں۔ اللہ رب العزت جو میرا حبیب ہے، اس نے مجھے فاتحۃ الکتاب عطا فرمائی ہے وہ میری خدمت کرتی ہے۔ خدا کی قسم! اس نے بھی مجھے خدا سے دوسری طرف (اپنی طرف) مشغول نہیں کیا۔ یہ بات جب اس بزرگ عورت نے بتائی تو مجھے اس کا مقام معلوم ہوا۔ جب اس نے کہا کہ سورۂ فاتحہ میری خدمت کرتی ہے۔ ایک مرتبہ ہم بیٹھے ہوئے تھے۔ اچانک ایک عورت آئی وہ مجھے کہنے لگی اے میرے بھائی! میرا خاوند شریش شذونہ میں ہے۔ مجھے خبر ملی ہے کہ اس نے وہاں شادی کر لی ہے تمہاری اس بارے میں کیا رائے ہے؟ میں نے اس عورت سے پوچھا کیا تو چاہتی ہے کہ وہ واپس آ جائے؟ کہنے لگی ہاں یہی چاہتی ہوں۔ میں نے یہ سن کر اپنا منہ اس بزرگ عورت کی طرف کیا اور عرض کیا امی جان! آپ نے اس عورت کی بات نہیں سنی؟ پوچھنے لگیں بیٹا! کیا چاہتے ہو؟ میں نے عرض کیا اسی وقت اس کا کام ہونا چاہیے۔ اس کی حاجت یہ ہے کہ اس کا خاوند آ جائے میں بھی اس کی سفارش کرتا ہوں۔ فرمانے لگیں ٹھیک ہے تمہارے کہنے کے مطابق ہی ہوگا۔ میں فاتحۃ الکتاب کو اس کی طرف بھیجتی ہوں اور وصیت کرتی ہوں کہ اس عورت کے خاوند کو ساتھ لے کر آئے۔ پھر اس نے فاتحۃ الکتاب پڑھنا شروع کی۔ میں نے بھی اس کے ساتھ پڑھنی شروع کر دی۔ فاتحہ پڑھتے وقت مجھے اس بزرگ عورت کے مقام کا علم ہوا۔ وہ یوں کہ اس کی قراءت کے ساتھ ایک ہوائی جسم کی صورت پیدا ہوئی۔ پھر اس نے اس صورت کو روانہ کر دیا۔ جب صورت بن گئی تو اس عورت نے اسے کہا میں سن رہا تھا کہ اے فاتحۃ الکتاب! شریش شذونہ میں جاؤ اور اس عورت کے خاوند کو لے کر آؤ، اسے مت چھوڑنا جب تک وہ یہاں نہ آ جائے۔ پھر صرف اتنا وقت ہی گزر رہا تھا جس قدر وہاں سے آنے میں وقت صرف ہوتا ہے تو وہ شخص اپنی بیوی کے پاس پہنچ گیا۔ موصوفہ رحمۃ اللہ علیہا دف بجایا کرتیں اور خوشی کا اظہار کرتی تھیں میں انہیں کہا کرتا تھا کہ آپ یہ کیا کرتی ہیں؟ تو مجھے فرماتیں خدا کی قسم! میں خوشی مناتی ہوں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مجھے عزت بخشی اور اپنے ولیوں میں مجھے شامل فرمایا اور صرف اپنے لیے مجھے چن لیا ہے۔ میں کون ہوں اور کیا ہوں اس نے انسانوں میں سے مجھے چن لیا۔ میرے رب کی عزت کی قسم! اس نے مجھے عزت کے اس مقام پر فائز فرما دیا ہے جسے میں بیان نہیں کر سکتی۔ میں جب بھی کسی اور چیز کی طرف اعتماد کرتے ہوئے اور اللہ تعالیٰ سے غفلت میں پڑ کر دیکھتی ہوں تو اس دیکھنے پر گرفت میں آ جاتی ہوں۔ پھر موصوفہ نے مجھے اس سے بھی زیادہ عجیب حالات دکھائے۔ میں بذات خود اس کی خدمت میں لگا رہا اور میں نے اپنے ہاتھوں سے اس کے لیے کانوں کا مکان بنایا جو اس کے قد کے برابر اونچا تھا۔ وہ اس میں مرتے دم تک رہی۔ مجھے کہا کرتی تھیں میں تیری خدا کی طرف سے ماں ہوں۔ اور نور تیری مٹی کے رشتہ کی ماں ہے۔ جب میری والدہ اس کی ملاقات کے لیے تشریف لاتیں تو ان سے کہتیں اے نور! یہ میرا بیٹا ہے اور وہ تیرا باپ ہے۔ اس کی بات ماننا اور نافرمانی نہ کرنا۔

سیدہ فاطمہ بنت عباس رحمۃ اللہ علیہا

شیخہ، مفتیہ، مدرسہ، فقیہہ، عابدہ، عالمہ، زاہدہ، صوفیہ، ام زینب سیدہ فاطمہ بغدادیہ حنبلیہ واعظہ تھیں۔ منبر پر چڑھ کر وعظ فرماتیں اور لوگوں کو نصیحتیں فرماتیں۔ ان کی تربیت سے بہت سی عورتوں نے فیض پایا۔ ابن تیمیہ وغیرہ ان کے علم پر تعجب کرتے تھے اور ان کی ذہانت اور خشوع وخضوع کی تعریف کیا کرتے تھے۔ ابن تیمیہ نے کہا میرے دل میں اس عورت کے بارے میں ایک اعتراض تھا وہ یہ کہ عورت ہوتے ہوئے یہ منبر پر وعظ کرتی ہے۔ ایسا نہیں کرنا چاہیے۔ میں نے اسے اس بات سے روکنے کا ارادہ کیا تو میں نے خواب میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا آپ نے فرمایا: هذه المرأة صالحة، (یہ عورت نیک (دل) ہے)۔ موصوفہ نے 714ھ میں قاہرہ میں نویں ذی الحج کو انتقال فرمایا۔

حضرت فتح بن شحرف ابونصر کشی رحمۃ اللہ علیہ

آپ بہت بڑے عارف، زاہد اور صاحب معرفت وکرامات شخصیت تھے۔ آپ نے متواتر تیس سال تک روٹی نہیں کھائی۔ خود بیان کرتے ہیں میں نے رب العزت کو خواب میں دیکھا تو اس نے مجھے فرمایا "اے فتح! ڈر میں تجھے بے خبری پر نہیں پکڑوں گا" پھر میں نے سات سال پہاڑوں میں گزارے۔ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے کہا خراسان میں ان جیسا دوسرا نہیں پیدا ہوا۔ تیس سال تک آسمان کی طرف نہیں دیکھا پھر تیس سال بعد سر اٹھایا اور آنکھیں کھولیں اور آسمان کی طرف دیکھا پھر کہا میرا شوق تیری طرف آنے کے لیے بڑی دیر سے تڑپ رہا ہے۔ لہٰذا میرا اپنی طرف آنا جلدی لکھ دے۔ پھر آپ 283ھ میں انتقال فرما گئے۔ ابن حواری رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں میں نے آپ کو غسل دیا تو دیکھا کہ آپ کی دائیں ران پر کلمہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ لکھا ہوا ہے میں نے وہم کیا کہ شاید سیاہی وغیرہ سے لکھا ہوا ہے لیکن غور کرنے سے معلوم ہوا کہ یہ تو چمڑے کے اندر رگوں کی صورت میں لکھا ہے۔ آپ کی نماز جنازہ میں تقریباً تیس ہزار آدمی شریک ہوئے۔ (قالہ المناوی)

حضرت فتح بن سعید موصلی رحمۃ اللہ علیہ

ارادت مندوں کی خبر گیری

آپ اکابر اولیاء کرام اور عظیم صوفیہ میں سے تھے۔ آپ کی ایک کرامت یہ تھی کہ پانی پر چلتے تھے۔ جناب عبداللہ بن جلا بیان کرتے ہیں میں جناب سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں بغداد میں تھا رات کا کچھ حصہ گزرنے پر وہ شیخ فتح موصلی کی زیارت کے لیے اٹھے۔ چوکیدار نے پکڑ لیا اور سزا دینے کا حکم دیا پھر جلاد نے مارنے کے لیے ہاتھ میں درہ لیا۔ جب ہاتھ اوپر اٹھایا تو وہیں ہاتھ رک گیا وہ ہاتھ کو نیچے لانے کی طاقت کھو بیٹھا تھا۔ امیر نے اسے ڈانٹا اور کہا کیوں نہیں مارتے ہو؟ کہنے لگا میرے قریب ایک طرف کوئی شیخ کھڑے ہیں۔ وہ کہتے ہیں اسے نہ مارنا میں کوشش کرتا ہوں کہ کوڑا لگاؤں لیکن میرا ہاتھ حرکت ہی نہیں کرتا تو جب غور سے دیکھا تو وہ شیخ فتح موصلی رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ آپ نے بقول مناوی 320ھ میں انتقال فرمایا۔

سیدہ فخریہ بنت عثمان ام یوسف بصرویہ رحمۃ اللہ علیہا

بہت روزے رکھنے والی اور راتوں کو یاد خدا میں بسر کرنے والی عورت تھیں اپنے دور کی صوفیہ اور یکتا ولیہ تھیں۔ چالیس سال تک قدس میں مقیم رہیں۔ ساری ساری رات باب حرم پر کھڑی رہتیں، نماز پڑھتی رہتیں پھر جب دروازہ کھلتا تو سب سے پہلے داخل ہونے والی آپ ہوتی تھیں۔ یونہی جب رات کو دروازہ بند کرتے تو سب سے آخر میں باہر آنے والی آپ ہی ہوتی تھیں۔

دعا قبول ہوگئی

سیدہ موصوفہ نے دعا کی کہ ان کی موت مکہ مکرمہ میں آئے اور سیدہ خدیجۃ الکبریٰ ام المومنین رضی اللہ عنہا کے قریب دفن ہوں تو اللہ تعالیٰ نے ان کی یہ دعا منظور فرمالی۔ چنانچہ موصوفہ نے مکہ مکرمہ میں انتقال فرمایا اور 753ھ میں ام المومنین رضی اللہ عنہا کے قریب دفن کی گئیں۔

حضرت فرج بن عبداللہ ابوالسرور نوبی رحمۃ اللہ علیہ

آپ یمن کے رہنے والے تھے۔ صاحب کمالات وکرامات تھے۔ شیخ عیسیٰ ہتار رحمۃ اللہ علیہ سے طریقت حاصل کی اور اپنے شیخ کے انتقال کے بعد جند شہر میں منتقل ہوگئے۔

ہاتھی مرگیا اور بادشاہ تائب ہوگیا

آپ کی ایک کرامت علامہ مناوی نے ذکر فرمائی کہ آپ کے دور میں ایک شخص مرغم صوفی نامی تھا۔ اس نے سلطان مسعود کے خلاف بغاوت کردی۔ سلطان مذکور یمن میں بنوایوب کے بادشاہوں میں سے آخری بادشاہ تھا۔ صوفی مذکور کے ساتھ بہت آدمی تھے۔ ان دونوں کے مابین کئی مرتبہ جھگڑا ہوا بالآخر صوفی مذکور بھاگ نکلا۔ اس کے بعد سلطان کی نظر میں صوفیوں کی قدر ومنزلت کم ہوگئی بلکہ وہ صوفیہ سے نفرت کرنے لگا اور اس نے صوفیہ کے لباس گوڈری اور جبہ وغیرہ پر پابندی لگادی اور جو اس قسم کا لباس پہنے نظر آتا اسے بھی سزا دیتا۔ ایک دن شکار کے لیے سلطان مذکور باہر نکلا تو دیکھا کہ راستہ میں سامنے سے گوڈری اور صوفیہ کا لباس پہنے شیخ فرج موصوف رحمۃ اللہ علیہ آرہے ہیں بڑا غصہ آیا اور مہاوت (ہاتھی چلانے والا) سے کہا اس صوفی کو ہاتھی کے نیچے کچل ڈال۔ اس نے سلطان کا حکم مانتے ہوئے ہاتھی کو آپ پر چھوڑ دیا جب ہاتھی آپ کے قریب آیا تو آپ نے زوردار آواز میں ''اللہ'' کہا۔ اس سے ہاتھی فوراً مرگیا اور مہاوت بے ہوش ہوگیا۔ یہ دیکھ کر بادشاہ اپنی سواری سے نیچے اترا اپنے سر پر سے شاہانہ تاج اتارا اور جھک کر شیخ کے ہاتھ چوم لیے اور معذرت کرنے لگا۔ آپ نے فرمایا بیٹا! فقراء کے ساتھ ادب سے پیش آیا کرو۔ اس نے کہا حضور! آپ کی بات پر ان شاء اللہ عمل ہوگا۔ شیخ موصوف نے جند میں آٹھویں صدی ہجری کے ابتدائی سالوں میں انتقال فرمایا اور آپ کی قبر شریف حاجات کی قضا کے لیے مجرب ہے۔

حضرت فرج مجذوب رحمۃ اللہ علیہ

امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں مجھے شیخ جمال الدین ابن شیخ الاسلام زکریا رحمۃ اللہ علیہ نے بتایا کہ شیخ فرج مجذوب سے ان کی ملاقات ہوئی۔ اس وقت میرے پاس چالیس نصف (ایک سکہ کا نام) تھے۔ شیخ فرج موصوف نے ایک نصف مانگا میں نے دے دیا۔ پھر ایک اور طلب کیا میں نے وہ بھی دے دیا۔ اس طرح لگاتار ایک ایک نصف شیخ موصوف مانگتے رہے۔ میں دیتا رہا حتی کہ صرف ایک نصف باقی رہ گیا۔ انتالیس دے چکا تھا۔ آپ نے فرمایا ایک اور نصف مجھے دو۔ میں نے عرض کیا یا شیخ! مجھے اس کی ضرورت ہے۔ فرمانے لگے میں نے تیرے لیے دیئے گئے ''نصف'' کی وصولی کا حکم شموال نامی یہودی کو لکھ دیا ہے وہ تجھے انتالیس دینار دے گا۔ میں اسی دن بیٹھا ہوا تھا کہ ایک یہودی نے دروازہ پر دستک دی۔ میں نے پوچھا کون ہے؟ کہنے لگا میں یہودی ہوں۔ میں نے کہا اندر آ جاؤ۔ اندر آیا اور کہنے لگا تمہارے والد صاحب نے مجھے چالیس دینار بطور قرض دیئے تھے۔ ان کے اور میرے درمیان صرف اللہ گواہ تھا۔ میں ان میں سے ایک دینار کم لایا ہوں۔ کیونکہ مجھے انتالیس ہی دستیاب ہوئے ہیں۔ لہٰذا ایک دینار سے مجھے بری الذمہ کردو۔ یہ کہتے ہوئے اس نے انتالیس دینار میرے ہاتھ پر رکھ دیئے وہ دن جائے کہ شیخ موصوف نے جب بھی جو چیز مجھ سے مانگی اس کے دینے میں میں نے کبھی پس وپیش نہیں کی۔ سید جمال الدین مذکور کہتے ہیں کہ میں اس بات پر بہت نادم ہوا کہ میں نے شیخ موصوف کو آخری نصف کیوں نہ دیا۔ انہوں نے مجھے ہر نصف کے بدلہ میں ایک دینار عطا فرمایا۔ پھر کہا کہ میں اللہ تعالیٰ کے حضور توبہ کرتا ہوں کہ آئندہ اگر کسی بھی ولی اللہ نے مجھ سے کوئی چیز طلب کی تو ہرگز انکار نہیں کروں گا۔

اے بھائی! تو ذرا نظر انصاف اور عقیدت سے دیکھ کہ سید جمال الدین کا ایمان آخری نصف کے نہ دینے سے کس طرح مضبوط ہوا۔ اگر اس بات پر سے پردہ اٹھ گیا ہوتا اور پہلے سے انہیں منکشف ہو جاتا کہ میرا دیا ہوا ضائع نہیں جائے گا تو کبھی بھی آخری نصف کے دینے میں وہ توقف نہ کرتے بلکہ فوراً بلا توقف ادا کر دیتے''۔

سید جمال الدین مذکور بیان کرتے ہیں کہ اس کے بعد میں جب شیخ فرج موصوف سے ملا تو میں نے مذکورہ قصہ انہیں سنایا۔ تو فرمانے لگے میں نے یہ معاملہ تیرے ساتھ اس لیے کیا تھا تاکہ تجھے اللہ تعالیٰ کا بندوں کے ساتھ معاملہ کرنا بتاؤں جب میں اور تو دونوں اللہ تعالیٰ کے ''عبد'' ہیں۔ میں نے بندہ ہوتے ہوئے تجھ سے لیا گیا مال کئی گنا کر کے واپس لوٹایا تو اللہ تعالیٰ اس سے بھی زیادہ واپس کرتا ہے و من اوفی بعهده من الله۔ میں نے عرض کیا آپ نے مجھے یوں کیوں نہیں فرمایا تھا۔ مجھے ایک نصف دو میں تمہیں ایک کے بدلہ میں ایک دینار دوں گا۔ فرمانے لگے اس طرح تو امتحان کا فائدہ نہ ہوتا۔ کیوں کہ اس طرح بتا دینے سے عوض تمہارے سامنے ہوتا اور تم جو دیتے اس لالچ پر دیتے کہ مجھے اس کے عوض میں دگنا چوگنا مل جائے گا۔ اس لیے امتحان کا نتیجہ کوئی نہ ہوتا۔ امتحان کا نتیجہ تبھی نکلتا ہے جب ممتحن معاوضہ بیان نہ کرے اور امتحان دینے والے کو وہم ہو کہ مجھے اس کے عوض میں کچھ بھی نہیں ملے گا۔ شیخ موصوف نے مصر میں انتقال فرمایا اور دسویں صدی ہجری میں انتقال ہوا۔ آپ کو شیخ بہاؤالدین کے زاویہ میں دفن کیا گیا جو شعریہ کے دروازہ میں ہے۔ امام شعرانی نے ''العهود'' میں اسے ذکر فرمایا ہے۔

علامہ مناوی بیان کرتے ہیں کہ مجھے میرے والد صاحب نے بتایا کہ وہ ان کے پاس آئے اور شیخ موصوف نے میرے والد صاحب سے کہا کہ مجھے تیس نصف دو۔ میرے دل نے صرف پانچ نصف دینے کو تسلیم کیا میں نے پانچ دے دیئے۔ شیخ نے لے لیے پھر ہوا یوں کہ آپ پانچ نصف لے کر چلتے رہے۔ جب کسی دکان پر سے گزرتے ایک نصف اس دکان میں پھینک کر آگے تشریف لے جاتے۔ والد بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص ایک رقعہ لے کر میرے پاس آیا جو سیدی کی طرف سے اشبولی کی طرف آیا تھا۔ لکھا تھا کہ انہوں نے آپ کی طرف تیس بوریاں گندم بھیجی ہے۔ یہ اسی دن کا واقعہ ہے پھر میرے پاس ایک آدمی آیا اس نے آ کر ان میں سے پانچ بوریاں مجھے دیں بقیہ پچیس بوریاں کدھر گئیں مجھے اس کی کوئی خبر نہیں اور نہ ہی کوئی نشان ملا۔

حضرت فضل بن احمد میہنی رحمۃ اللہ علیہ

شیر پر سوار کرا دیا

شیخ الصوفیہ جناب فضل مذکور شافعی المسلک تھے۔ آپ کی ایک کرامت یہ تھی کہ ایک تاجر اپنے ساتھیوں سے بچھڑ گیا اس کا شیخ موصوف کے پاس سے گزر ہوا۔ آپ نے اس کا حال دریافت کیا۔ اس نے سارا واقعہ بیان کر دیا وہاں سے ایک شیر گزر رہا تھا۔ آپ نے اس تاجر کو فرمایا اس شیر پر سوار ہو جاؤ اور شیر کو حکم دیا اسے اس کے ساتھیوں کے پاس پہنچا آؤ۔ چنانچہ شیر نے اسے ساتھیوں تک پہنچا دیا پھر اپنا راستہ لیا۔

ایک اور کرامت علامہ مناوی نے ذکر کی ہے وہ یہ کہ ایک صالح آپ کا خادم بازار سے آ رہا تھا۔ اس کے دونوں ہاتھ مشغول تھے۔ یعنی سر پر رکھے سامان کو دونوں ہاتھوں سے تھامے ہوا تھا ادھر اس کی شلوار کا ازار بند کھل گیا۔ شیخ نے اپنے پاس بیٹھے لوگوں میں سے ایک کو حکم دیا۔ صالح خادم ابھی تک نہ وہاں پہنچا تھا اور نہ ہی نظر آ رہا تھا فرمایا کہ اٹھو اور اس کی شلوار کا ازار بند باندھ آؤ۔ آپ نے 440ھ میں انتقال فرمایا۔

حضرت ابوسعید فضل اللہ بن ابی الخیر رحمۃ اللہ علیہ

کئی برس بعد کا واقعہ بتا دیا

آپ سیدنا حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے ہم نشینوں میں سے ایک تھے۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کے شیخ جناب ابوعلی فضل بن محمد فارمدی طوسی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا کہ شیخ ابوسعید موصوف میہنہ سے طوس تشریف لائے یہ اس وقت کی بات ہے کہ ابھی مجھے میرے شیخ ابوالقاسم علی گرگانی نے وعظ و نصیحت اور گفتگو کرنے کی اجازت نہیں عطا فرمائی تھی۔ میں ایک دن شیخ ابوسعید موصوف کی زیارت کرنے گیا۔ بوقت ملاقات آپ نے مجھے فرمایا اے ابوعلی! تیار ہو جا عنقریب تجھ پر معرفت و طریقت کے دروازے کھول دیئے جائیں گے۔ پھر تو ان کی زبان میں بلبل کی طرح گفتگو کرے گا۔ شیخ موصوف کی اس بشارت دینے کے بعد ابھی زیادہ مدت نہیں گزری تھی کہ مجھے میرے شیخ نے مجلس منعقد کرنے کی اجازت عطا فرمائی اور کلام کا دروازہ مجھ پر کھل گیا۔

حضرت فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ

سلف صالحین کے بہت بڑے امام اور اکابر عارفین میں سے تھے۔ آپ کا کتب تصوف میں کثرت سے ذکر موجود ہے اور بار بار تصوف کے موضوع پر آپ کی شخصیت کا تذکرہ آتا ہے۔ اس کے پیش نظر آپ کے فضائل و کرامات کے بارے میں تفصیل کی یہاں کوئی ضرورت نہیں۔ صرف ایک کرامت بطور تبرک ذکر کی جاتی ہے۔

منیٰ کا پہاڑ حرکت میں آ گیا

امام قشیری رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں شیخ موصوف رحمۃ اللہ علیہ منیٰ کے ایک پہاڑ پر موجود تھے کہنے لگے اللہ تعالیٰ کے اولیاء میں سے اگر کوئی ولی اس پہاڑ کو حکم دے کہ تو لمبا ہو جا تو یہ لمبا ہو جائے۔ امام موصوف بیان کرتے ہیں اس بات کے ساتھ ہی پہاڑ نے حرکت کرنا شروع کر دی۔ تو آپ نے فرمایا ساکن ہو جا میں نے تیرا ارادہ نہ کیا تھا اس پر پہاڑ ساکن ہو گیا۔

حرف قاف

حرف ''القاف'' سے شروع ہونے والے چند اولیاء کرام کا تذکرہ۔

حضرت ابو محمد القاسم بن عبد اللہ بصری رحمۃ اللہ علیہ

شیخ، صالح ابو عبد اللہ محمد بلخی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: ابو محمد گوشہ نشین تھے۔ غیر آباد مقامات پر رہائش رکھتے ہیں کسی کو معلوم نہ تھا کہ آپ کی غذا کا کیا انتظام ہے معرفت و طریقت میں راسخ القدم بزرگ تھے انہوں نے واقعہ بیان فرمایا۔

مختصر وقت میں دور دراز کی سیر

فرماتے ہیں میں مکہ مکرمہ میں مجاور تھا۔ ایک روز میں چاشت کے وقت مقام ابراہیم میں بیٹھا ہوا تھا کہ اچانک ابو محمد بن عبد اللہ بصری تشریف لائے۔ آپ کے ساتھ چار آدمی اور بھی تھے انہوں نے چند رکعت ادا کیں۔ پھر طواف کے سات سات چکر لگائے پھر باب بنی شیبہ سے باہر نکل آئے میں بھی ان کے پیچھے پیچھے چل پڑا۔ ان میں سے ایک نے مجھے واپس جانے کا کہا۔ شیخ موصوف نے فرمایا اسے کچھ نہ کہو آنے دو۔ پھر رک گئے اور پانچ صفیں بنائیں یعنی سب سے آگے شیخ موصوف رحمۃ اللہ علیہ ان کے پیچھے، دوسرا، تیسرا، چوتھا اور سب سے آخر میں میں کھڑا ہو گیا۔ شیخ نے ہر ایک کو حکم دیا کہ وہ چلتے وقت اپنا قدم اس جگہ رکھے جہاں اس سے اگلے شخص کا پڑا تھا۔ یوں ہم چاروں شیخ موصوف کے پیچھے پیچھے چل پڑے زمین ہمارے پاؤں میں سکڑتی جا رہی تھی۔ تھوڑے ہی عرصہ بعد ہم مدینۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم میں پہنچ گئے۔ سرکار کا روضہ مقدسہ دیکھ کر ہم سب خوش ہوئے یہاں ہم نے نماز ظہر ادا کی پھر یہاں سے چل پڑے۔ جیسا کہ ہمیں ہدایت کی گئی تھی کچھ ہی عرصہ بعد ہم بیت المقدس میں تھے۔ یہاں ہم نے نماز عصر ادا کی۔ پھر اسی طرح آگے چل پڑے۔ تھوڑے سے عرصہ بعد ہم یاجوج ماجوج کی سد (دیوار) کے پاس آ گئے۔ یہاں ہم نے نماز مغرب ادا کی پھر آگے چل دیئے۔ چند ساعتوں کے بعد قاف پہاڑ میں آ گئے۔

یہاں عشاادا کی اور پہاڑ کی چوٹی پر بیٹھ گئے۔ ہم شیخ موصوف کے اردگرد بیٹھے تھے اور شیخ ہمارے درمیان تشریف فرما تھے وہاں آپ کے پاس پہاڑ کی مختلف اطراف سے کچھ مرد حاضر ہوئے ہم آپ کے اردگرد تھے اور آپ ہیبت ناک شیر کی طرح نظر آرہے تھے۔ آنے والے مردوں کی نورانیت نے سورج اور چاند کو بھی مات کر دیا تھا۔ انہوں نے سلام کیا اور شیخ موصوف کے سامنے ادب واحترام کے ساتھ بیٹھ گئے۔ پھر کچھ اور لوگ آسمان سے ہوا میں اڑتے ہوئے اترے وہ کوندتی بجلی کی طرح تھے انہوں نے شیخ موصوف کو گھیرے میں لے لیا اور آپ سے باتیں کرنے لگے ان میں سے بعض کی آواز بجلی کی کڑک جیسی تھی بعض کی رعد کی طرح تھی بعض کے آنسو بہہ رہے تھے اور بعض چیختے اور ہوا میں ادھر ادھر دوڑتے تھے۔ حتیٰ کہ وہ ہم سے غائب ہو گئے۔ پہاڑ قریب تھا کہ ہمارے نیچے کانپ اٹھتا ہم وہاں نماز فجر تک رہے۔ نماز سے فارغ ہو کر شیخ موصوف پہاڑ کی دوسری طرف اترے ہم بھی ساتھ تھے۔ وہاں زمین دیکھی جو بہت زیادہ سفید اور بکثرت انوار وتجلیات والی ہے اور لطیف ونرم ہے ہمیں اس کا کنارہ نظر نہ آیا۔ اذفر کی خوشبو ہمارے پاؤں کے نیچے سے پھوٹ رہی تھی۔ ہمارا کئی گروہوں کے پاس سے گزر ہوا۔ ان کی صورتیں آدمیوں جیسی تھیں وہ اللہ تعالیٰ کا ذکر اور مختلف تسبیحات پڑھ رہے تھے ان کی آوازیں اتنی خوبصورت تھیں کہ ایسی آواز ہم نے کبھی نہ سنی تھی۔ اس کے انوار اس قدر تھے قریب تھا کہ آنکھیں اچک لی جاتیں اگر موت کا وقت مقرر نہ ہوتا تو انہیں ان کی آواز سننے والا اسی وقت مر جاتا۔ شیخ موصوف رحمۃ اللہ علیہ ان کے کناروں میں تسبیح میں مشغول ہو گئے۔ کبھی تو شوق کی وجہ سے آپ دائیں جانب اور کبھی بائیں جانب جھکتے اور کبھی اس کی فضا میں بلند ہو جاتے۔ جیسا کہ تیر جا رہا ہو اور کبھی آپ کی زبان پر یہ الفاظ ہوتے۔ شوق ومحبت مجھے تیری طرف پریشان کرتے ہیں۔ تجھ سے دوری اور جدائی مجھے قتل کر دیتی ہے اور تیرا خوف مجھے ادھ موا کر دیتا ہے اور تیری امید کے سہارے میں زندہ ہوں۔ تیرا مجھ سے منہ پھیرنا میری موت ہے اور تیری محبت نے مجھے دیوانہ کر رکھا ہے۔ تیرا قرب مجھے جمع رکھتا ہے اور تیرا انس مجھے پھیلا دیتا ہے اور میری تنہائی تیرے ساتھ ملوث ہے تو مجھ پر رحم فرما کہ میرے تمام کاموں کی باگ دوڑ تیرے قبضہ میں ہے۔ آپ اسی کیفیت میں رہے حتیٰ کہ چاشت کا وقت ہو گیا پھر واپس اس جگہ ہم آگئے جہاں سے گئے تھے اور جو کچھ ہم نے دیکھا وہ کل ہو گیا۔ یا ہم نے کل گزشتہ کی طرح کبھی نہ دیکھا تھا۔ پھر تھوڑے سے عرصہ بعد ہم ایک ایسے شہر میں آگئے جو سونے چاندی سے تعمیر کیا گیا تھا۔ اس میں درخت باہم معانقہ کر رہے تھے اور برابر نہریں بہہ رہی تھیں اور پکے ہوئے تازہ پھل تھے بہت سے میوے تھے ہم وہاں گئے اور کھایا پیا۔ ہم میں سے ہر ایک کو حکم دیا گیا کہ ایک ایک سیب لے لو پھر ہم میں سے ہر ایک کو ایک ایک سیب مل گیا مگر اس ساتھی کو نہ ملا جس نے مجھے واپس چلے جانے کا کہا تھا اس کو ہمت نہ ہوئی۔ پھر شیخ موصوف نے اسے فرمایا دراصل یہ تیری بے ادبی اور اس کے دل توڑنے کی وجہ سے ہوا ہے یہ کہتے ہوئے میری طرف اشارہ کیا اور فرمایا اے شخص! اللہ تعالیٰ سے معافی مانگ۔ پھر فرمایا کہ یہ معاملہ سراسر ادب کا ہے اور احکام کی رعایت اس میں انتہائی ضروری ہوتی ہے۔ پھر شیخ نے فرمایا اپنے ساتھیوں کی طرح تم بھی اب ایک سیب لے لو۔ اس نے ہاتھ بڑھا کر سیب لے لیا۔ پھر شیخ نے فرمایا یہ اولیاء کرام کا شہر ہے اس میں صرف ولی ہی داخل ہو سکتا ہے پھر ہمیں لے کر چل پڑے چلتے چلتے جس خشک درخت کے قریب سے گزرتے وہ فوراً سرسبز ہو جاتا

کسی تکلیف زدہ اور پریشان حال کے قریب سے گزرتے وہ تندرست ہو جاتا۔ حتیٰ کہ ہم مکہ شریف آ گئے یہاں ہم نے نماز ظہر ادا کی اور مجھ سے عہد لیا کہ ان کی زندگی میں اس بات کا میں کسی سے ذکر نہ کروں گا میں نے عہد کیا پھر وہ غائب ہو گئے میں نے نہ دیکھا کہ کدھر گئے۔ پھر مدت کے بعد مجھے شوق اٹھا کہ شیخ کی دوبارہ زیارت کرنی چاہیے۔ میں بصرہ گیا میں ان کے ہاں چند دن ٹھہرا۔ ایک دن مصر سے باہر تشریف لائے اور سیدنا حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کی طرف تشریف لائے۔ جب دور سے قبر نظر آئی واپس لوٹ آئے پھر دوبارہ قبر کی جانب گئے اور زیارت کی۔ اس وقت آپ سر جھکائے بڑے مؤدب تھے۔ اس کے بعد میں نے ان سے پوچھا کہ ایسا آپ نے کیوں کیا؟ فرمانے لگے کہ میں نے جب حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کو دیکھا تو آپ اس وقت بیٹھے ہوئے تھے اور سبز رنگ کا حلہ زیب تن فرمایا ہوا تھا اور موتیوں سے جڑا تاج سر پر رکھا تھا۔ آپ کے پاس دو حوریں بیٹھی تھیں یہ دیکھ کر میں شرما گیا اور واپس ہو گیا تو حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے مجھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قسم دی کہ آجاؤ میں واپس گیا۔ راوی بیان کرتے ہیں خدا کی قسم! میں نے آپ کی زندگی میں اس واقعہ کے بارے میں کسی کو اطلاع نہ دی۔ (قالہ السراج)

علامہ مناوی کہتے ہیں کہ شیخ موصوف مالکی المذہب تھے۔ ابو العباس حضرت خضر علیہ السلام کے ساتھ ملاقات ہوئی اور ان سے کئی امور دیکھے ان کی بہت سی کرامات تھیں۔

ولی کے خیال پر مطلع

ایک کرامت شیخ عارف شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں میں بصرہ کی طرف چلا تا کہ وہاں پہنچ کر شیخ موصوف کی زیارت کروں۔ میں جب بصرہ کے قریب گیا تو مجھے بہت سے مویشی چرتے نظر آئے اور کافی لہلہاتی زمین اور کھجوروں کے باغ بھی دکھائی دیئے۔ میں نے ہر ایک کے بارے میں پوچھا تو مجھے بتایا گیا کہ یہ سب کچھ شیخ ابو محمد کا ہے۔ اس پر میرے دل میں خیال آیا کہ یہ حالت تو بادشاہوں کی ہوتی ہے۔ بہر حال میں بصرہ میں داخل ہوا اور میں سورۃ الانعام کی تلاوت کر رہا تھا۔ میرے دل میں آیا کہ دیکھتا ہوں کہ کس آیت پر شیخ کے گھر پہنچتا ہوں جو آیت ہوگی اس سے شیخ کی حالت کے بارے میں اندازہ لگالوں گا۔ جب میں نے شیخ موصوف کی دہلیز پر قدم رکھا تو اس وقت میں اس آیت کی تلاوت کر رہا تھا: أُولَٰئِكَ الَّذِينَ هَدَى اللَّهُ فَبِهُدَاهُمُ اقْتَدِهْ (انعام: 90)، اندر سے آپ کا خادم دوڑتا ہوا نکلا۔ ابھی میں نے اندر آنے کی اجازت بھی طلب نہ کی تھی، میں اندر گیا۔ شیخ موصوف نے مجھے اپنے پاس بلایا اور کہا "اے عمر! خدا سے ڈر جو کچھ تو نے باہر دیکھا ہے وہ زمین پر ہے۔ اس بندے کے دل میں ان میں سے کوئی چیز بھی نہیں ہے"۔ اس سے میں بہت زیادہ متعجب ہوا۔

امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ بیان فرماتے ہیں شیخ موصوف رحمۃ اللہ علیہ مشائخ عراق میں سے عظیم شخصیت تھے اور عجیب و غریب واقعات و حالات والے تھے۔ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب پر فتویٰ دیا کرتے تھے اور شریعت و طریقت کے مسائل کے بارے میں ایک اونچی کرسی پر بیٹھ کر گفتگو فرمایا کرتے تھے۔ شیخ رحمۃ اللہ علیہ جب خلوت گاہ سے باہر تشریف لاتے تو جس خشک درخت کے قریب سے گزرتے وہ پتوں والا ہو جاتا اور کسی بیمار کے قریب سے گزرتے تو اسے آرام ہو جاتا۔ آپ بصرہ میں ہی سکونت

پذیر رہے اور 580ھ سے قبل وہیں انتقال فرمایا۔ مصر کے باہر دفن کیے گئے اور آپ کی قبر مشہور زیارت گاہ ہے۔ جب آپ کی نماز جنازہ ادا کی گئی تو فضا میں سے ڈھولوں کی آواز سنائی دی نماز جنازہ میں شریک لوگ جب تکبیر کہتے تو انہیں آسمان سے یہ آوازیں سنائی دیتیں۔

حضرت قاسم تلمیذ ابی بکر یعقوری رحمۃ اللہ علیہ

جناب سراج بیان کرتے ہیں شیخ قاسم موصوف اپنے شیخ جناب ابوبکر کے ہمراہ ایک باغ میں محفل سماع میں شریک ہوئے۔ موجود فقراء کا دل بہت خوش ہوا۔ آپ مجلس سے باہر نکلے اور باڑ پر لٹکے ایک چھوٹے سے پتے پر بیٹھ گئے جو چڑیا کا بوجھ بھی برداشت نہ کر سکتا تھا۔ موجود فقراء نے شیخ کو اس کی خبر کر دی۔ شیخ باہر تشریف لائے اور فرمایا اے قسیم! اسی وقت مصر میں چلا جا چنانچہ انہوں نے مصر کی طرف اسی وقت سفر کیا پھر ان کی کسی کو کوئی خبر نہ ملی۔

حضرت قاسم نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ پر جان قربان کر دی

شیخ موصوف رحمۃ اللہ علیہ سیدی عبید اللہ احرار رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت میں رہنے والے عظیم بزرگ ہیں۔ شیخ محمد زاہد رحمۃ اللہ علیہ جو سیدی عبید اللہ احرار کے خلیفہ ہیں، بیان کرتے ہیں ایک مرتبہ سیدی عبید اللہ احرار بیمار پڑ گئے مجھے ارشاد فرمایا کہ ہرات سے طبیب منگواؤ۔ اتنے میں مولانا قاسم موصوف تشریف لے آئے اور کہنے لگے یا مولانا محمد! جلدی جلدی ہرات جاؤ اور واپس آ جاؤ۔ کیونکہ شیخ اور آقا کو میں بیمار نہیں دیکھ سکتا۔ انہوں نے مجھے بہت تاکید کے ساتھ جانے پر تیار کیا۔ میں ہرات گیا وہاں سے ایک طبیب لے کر آیا جب شیخ صاحب کے ہاں حاضر ہوئے تو دیکھا کہ آپ بالکل تندرست ہیں اور ہماری عدم موجودگی میں مولانا قاسم موصوف انتقال کر چکے تھے۔ ہم صرف پچیس دن غائب رہے۔ میں نے شیخ موصوف سے اس کا سبب پوچھ کہ مولانا قاسم کو کس طرح موت آئی ہے فرمانے لگے تمہارے جانے کے بعد ایک دن وہ آئے اور کہنے لگے کہ حضرت! میں نے آپ پر اپنی جان قربان کر دی۔ میں نے کہا ایسا نہ کرو۔ کیونکہ بہت سے لوگوں کا تم سے تعلق ہے یعنی اہل و عیال کی ضروریات تم پر ہیں اور تم ابھی ہو بھی نوجوان۔ وہ کہنے لگا میں حضرت! آپ سے مشورہ طلب کرنے کے لیے حاضر نہیں ہوا بلکہ میں نے تو پکا ارادہ کر لیا ہے اور حتمی فیصلہ کر کے آپ کے پاس حاضر ہوا ہوں اور اللہ تعالیٰ نے یہ فدیہ مجھ سے قبول بھی فرما لیا ہے۔ شیخ فرماتے ہیں میں نے اسے بہت روکا منع کیا لیکن اس نے میری ایک نہ سنی۔ وہ میری ہر بات پر وہی پہلے والا ہی جواب دیتا اور پھر یہ کہہ کر چلا گیا۔ فرمایا دوسرے دن شیخ موصوف کی بیماری مولانا قاسم میں بعینہٖ منتقل ہو گئی اور اسی بیماری میں مولانا نے 891ھ میں انتقال فرمایا اور شیخ مکمل صحت یاب ہو گئے اور اس طبیب کی کوئی ضرورت نہ پڑی جو ہرات سے میں لے کر آیا تھا۔ (قالہ الجامی)

حضرت قریمزان صبی قراد رحمۃ اللہ علیہ

حقیر کام کرنے والے کو حقارت سے مت دیکھو

امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے سیدی علی خواص رحمۃ اللہ علیہ سے سنا۔ ایک مرتبہ آپ نے فرمایا کہ بظاہر حقیر اور معمولی کام کرنے والوں پر بدظنی اور برا بھلا کہنے سے بچو۔ جیسا کہ کوئی شخص بندر نچاتا ہے۔ لکڑیوں کی چھال کا کام کرتا ہے وغیرہ۔ کیونکہ بعض دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں علماء اور صالحین کے ایمان کو سلب کر لینے کی قوت عطا کی ہوتی ہے۔ جب کوئی عالم یا صالح ان کے مقابلہ میں اپنے آپ کو بہتر سمجھتا ہے اور یہ بات یقینی ہے کہ بڑے بڑے اولیاء کرام چھوٹے لوگوں سے اپنا آپ کھو بیٹھتے ہیں اور ان کی صلاحیت وولایت چھوٹے لوگ چھین لیتے ہیں جب یہ بڑے بڑے ولی اپنے آپ کو کسی سے بڑا سمجھتے ہیں جیسا کہ سیدی محمد بن ہارون رحمۃ اللہ علیہ سے ایک واقعہ ذکر کیا گیا ہے کہ آپ نے جناب ابراہیم دسوقی رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت کی پیشگوئی اس وقت کر دی تھی جب آپ ابھی شکم مادر میں تھے۔ سیدی محمد مذکور جب نماز جمعہ ادا کر کے تشریف لاتے تو لوگ آپ کے گھر تک آپ کے ساتھ ہوتے۔ کوئی بھی پیچھے رہنے پر تیار نہ ہوتا ان تمام کی خواہش یہ ہوتی تھی کہ شیخ موصوف کی زیارت کریں۔ اور آپ اس کی طرف نظر عنایت فرمائیں۔ ایک دن آپ کا گزر ایک بچے سے ہوا جو دیوار کے نیچے بیٹھا اپنے کپڑوں میں سے جوئیں نکال رہا تھا۔ اس نے پاؤں پسار رکھے تھے شیخ کے گزرتے وقت بھی اس نے پاؤں نہ سمیٹے۔ یہ دیکھ کر سیدی محمد موصوف نے دل میں کہا یہ بچہ ادب کرنا نہیں جانتا۔ اس کے قریب سے مجھ جیسا آدمی گزرے اور وہ پسارے ہوئے پاؤں بھی نہیں سمیٹتا۔ اسی وقت سیدی محمد موصوف سے سب کچھ اس بچے نے چھین لیا نہ وہ خوبصورتی رہی نہ لوگوں کی کشش۔ اس کے ساتھ ہی تمام لوگ ادھر ادھر بکھر گئے۔ آپ اپنے گھر پہنچے تو ایک آدمی بھی ساتھ نہ تھا۔ آپ نے اپنے نفس کو تنبیہ کی واپس بچے کے پاس آئے کہ وہ ان کے لیے استغفار کرے لیکن بچہ وہاں موجود نہ تھا لوگوں سے پوچھا یہاں ایک بچہ موجود تھا وہ کدھر گیا ہے؟ لوگوں نے کہا یہ ایک بندر نچانے والے کا بچہ تھا شاید وہ سکندریہ چلا گیا ہے۔ شیخ نے سکندریہ کا رخ کیا وہاں بھی نہ ملا، لوگوں نے کہا ہو سکتا ہے محلۃ الکبریٰ چلا گیا ہو۔ آپ واپس آئے وہاں بھی موجود نہ تھا۔ لوگوں نے کہا شاید مصر روانہ ہو گیا ہو شیخ مصر کی طرف چلے گئے وہاں ریت کے ایک چھوٹے سے ٹیلے پر نظر آ گیا وہاں تماشا کر رہا تھا۔ شیخ وہاں تماشا دیکھنے والے لوگوں کے حلقہ میں کھڑے ہو گئے۔ بندر نچانے والے بڑے آدمی نے اپنے بچے سے کہا اس (شیخ موصوف) کے سامنے کھڑے ہو جاؤ بندر تیری طرف آ رہا ہے۔ وہ شیخ سے کھلتا رہا حتیٰ کہ کھیل سے فارغ ہوئے پھر شیخ کو بلایا اور کہنے لگا آپ جیسے علم وصلاح کے مالک اور مشہور آدمی کے لیے اپنے دل میں کیا یہ خیال لانا مناسب ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی کسی مخلوق سے بہتر ہے؟ کیا تم نہیں جانتے کہ ابلیس کا یہی گناہ تھا جس کی وجہ سے وہ اللہ تعالیٰ کے حضور سے پھٹکارہ گیا۔ شیخ موصوف نے کہا میری توبہ۔ اس نے کہا ہم سب اسی قسم کے خیالات سے توبہ کرتے ہیں۔ پھر استاد نے بچے سے کہا اے قریمزان! اس کا علم اور معرفت تم نے کہاں رکھی تھی جب تو نے سلب کی تھی؟ بچہ نے جواب دیا اس مچھر کے بچے کے دل میں

رکھا آیا تھا جس کے قریب بیٹھا دیوار سے ٹیک لگائے میں جوئیں نکال رہا تھا۔ استاد نے کہا کہ اسے اس کی چیز واپس کر دے۔ قریمزان نے کہا جاؤ اور جونشانی بتاتا ہوں اس کے مطابق دیکھ کر کہنا کہ قریمزان اللباب تیرے دروازے پر ہے مجھے میرا حال واپس کر دے۔ چنانچہ سیدی محمد بن ہارون اپنے شہر واپس آئے اور اسی دیوار کے قریب آئے اس میں سوراخ پایا، انہیں نشانی یاد آ گئی تو وہ موجود تھی وہ باہر نکلا اور اس نے ان کے منہ پر پھنکارہ جس سے ان کا حال انہیں واپس مل گیا۔ اسی وقت لوگوں کا جمگھٹا ہو گیا آپ کی طرف بھاگے چلے آ رہے ہیں۔ حتیٰ کہ بعض سے، بعض کو تکلیف بھی ہوئی کیونکہ بھیڑ تھی اور بھیڑ میں ایسا ہو ہی جایا کرتا ہے۔ پھر شیخ موصوف نے ہدیہ و نذرانہ لیا اور قریمزان کو دینے کے لیے روانہ ہوئے۔ پہنچے تو اس نے آپ سے پوچھا تیرے جس علم کو خچر کا ایک بچہ اٹھائے پھرتا رہا تو اس سے اپنے کو کس طرح بہتر سمجھتا رہا؟ وہ وقت جائے لیکن اس کے بعد شیخ موصوف نے اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سے کسی کو بھی کم نہ جانا۔ حتیٰ کہ آپ کا انتقال ہو گیا۔

حضرت قضیب بان موصلی رحمۃ اللہ علیہ

ان کا اسم گرامی حسن تھا۔ اس کے تحت ان کا تذکرہ ہو چکا ہے۔

حضرت قطب الدین بن عبد السلام حدادی مناوی رحمۃ اللہ علیہ

آپ شافعی المسلک تھے اور ہمارے جد امجد جناب قاضی القضاۃ شیخ الاسلام یحییٰ مناوی رحمۃ اللہ علیہ کے دادا محترم تھے۔ بہت بڑے عارف اور متقی ولی تھے۔ طریقت اپنے آباؤ اجداد سے حاصل کی۔ مغرب میں پیدا ہوئے اور حدادہ گاؤں میں پرورش پائی جو تیونس کے نقشہ میں ہے۔ پھر عمر کے آخر میں منیہ بنی خصیم تشریف لے گئے جو سرزمین مصر کی ایک بستی ہے۔ اپنے والد گرامی کی صحبت میں منازل طریقت طے کیں اور سلوک کی طرف گامزن ہوئے لوگوں کو بہت فائدہ پہنچایا اور ہر طرف سے لوگ آپ کے پاس آئے حتیٰ کہ آپ کی جماعت سترہ ہزار تک پہنچ گئی۔

کیڑے مکوڑے بھی حکم مانتے ہیں

آپ کی ایک کرامت یہ بیان کی گئی ہے کہ منیہ کے کھیتوں میں ایک سال کیڑے چھا گئے اور اس کے ارد گرد بھی یہ بیماری پھیل گئی۔ آپ نے اپنی جماعت کے بعض افراد سے کہا جاؤ اور باہر کھیتوں کی طرف نکل کر آواز دو اے کیڑوں کی جماعت! قطب الدین تمہیں کہتا ہے کہ ہمارے شہروں سے چلے جاؤ اور لوگوں کے کھیتوں میں سے جو تم نے کھایا ہے واپس کر دو تمام زمین سرسبز شاداب ہو گئی اس کے بعد کیڑے دیکھنے میں نہیں آئے۔

بارش اسی وقت برس پڑی

صعید کے باشندوں پر قحط پڑا۔ بارش نہ ہوئی بادل آتے لیکن بارش نہ ہوتی۔ اسی طرح دھند چھائی رہتی۔ آپ باہر کھلے میدان میں کھڑے ہو گئے۔ اور آسمان کی طرف سر اٹھا کر کہا اے بادل! ہمیں سیراب کرو ورنہ ہمارے شہروں پر سے مت گزرنا۔ اسی وقت بارش شروع ہو گئی اور لوگوں کو اس سے بہت نفع ہوا۔

بھیڑیے حکم مان کر چلے گئے

منیہ کے گرد و نواح میں بھیڑیے بہت تھے اور بکریوں اور بھیڑوں کو اچک کر لے جاتے تھے۔ ایک مرتبہ ایک بھیڑیے نے آپ کی ایک بکری اچک لی۔ آپ نے اپنے کسی مرید سے فرمایا باہر جنگل کی طرف جاؤ اور آواز دو جس نے قطب الدین کی بکری اٹھائی ہے وہ واپس کر دے اور آئندہ آنے والی رات سے ہرگز کوئی بھیڑیا اس علاقے میں نہ گزرے۔ اس وقت بکری دوڑتی ہوئی واپس آ گئی اور اس علاقہ میں دوبارہ بھیڑیے نظر نہ آئے۔ شیخ موصوف نے آٹھویں صدی کے آخری سالوں میں انتقال فرمایا اور اس جگہ مدفون ہوئے جو صعید اقصی میں واقع ہے۔

حضرت قطب الدین نیشاپوری رحمۃ اللہ علیہ

آپ بہت بڑے امام، عالم، قطب اور عابد تھے۔ صالح علماء میں سے، بہترین واعظ بھی تھے ابن بطوطہ نے اپنے سفر نامے میں لکھا ہے کہ میں نیشاپور ان کے ہاں ٹھہرا بہترین مہمان نواز بھی ہیں اور پاسبان نواز بھی۔ میں نے شیخ موصوف کے دلائل اور عجیب کرامات دیکھیں میں نے نیشاپور سے ایک ترکی غلام خریدا تھا آپ نے وہ غلام میرے ساتھ دیکھا اور فرمایا یہ غلام تمہارے لائق نہیں اسے بیچ ڈالو۔ میں نے عرض کیا حضور ٹھیک ہے۔ میں نے دوسرے دن غلام فروخت کر دیا جسے ایک تاجر نے خرید لیا تھا۔ میں نے پھر شیخ موصوف سے رخصت چاہی اور واپس آ گیا۔ جب میں بسطام شہر میں آیا تو مجھے میرے ایک دوست نے خط لکھا جو نیشاپور رہتا تھا۔ اس نے خط میں اور باتوں کے ساتھ یہ بھی لکھا تھا کہ فلاں غلام نے ترکوں کے کچھ بچے قتل کر دیئے ہیں جن کے بدلہ میں اسے بھی قتل کر دیا گیا ہے یہ کرامت بالکل واضح ہے۔

حرف کاف

حرف ''کاف'' سے شروع ہونے والے چند اولیاء کرام کی چند کرامات

حضرت شیخ ابو الغنائم کلیب بن شریف فقیہ مصری رحمۃ اللہ علیہ

آپ مستجاب الدعوات صوفی تھے۔ ایک شخص نے بیان کیا کہ میں نے ایک سال حج کیا۔ ہمارے ساتھ شیخ ابو الغنائم موصوف بھی تھے۔ اتفاق سے عربوں کی ایک جماعت نے قافلہ کو لوٹنے کے لیے چڑھائی کر دی۔ قاضی مجلی چلایا! اے ابو الغنائم! آپ نے اسے آواز دی تم مت گھبراؤ قافلہ کے آگے اس کی حفاظت کرنے والا موجود ہے۔ عرب جماعت جب بھی قافلوں کو لوٹنے کا پروگرام بناتی تو انہیں اپنے اور قافلہ کے درمیان ایک ایسا شخص نظر آتا جو انہیں قافلہ کی طرف جانے سے روکتا انہیں قافلہ کی ایک چیز بھی لینے کی ہمت نہ ہوئی۔

یہی شخص ایک اور واقعہ بیان کرتا ہے کہ ہم کچھ آدمی جا رہے تھے کہ ہمیں پیاس نے آ ستایا۔ لوگوں نے شیخ موصوف سے شکایت کی کہ ہمیں پیاس لگی ہے۔ فرمانے لگے پانی تمہارے آگے راستہ میں ہے اسی گھنٹہ میں تم وہاں اترو گے۔ ابھی ہم لوگ چند قدم ہی چلے ہوں گے کہ پانی کا ایک چشمہ دکھائی دیا ہم سواریوں سے اترے اور پانی پیا بھی اور اپنی اپنی مشکوں میں بھر

بھی گیا۔ پھر چشمہ کو تلاش کیا لیکن نہ مل سکا۔ شیخ موصوف کا مصر میں انتقال ہوا اور قرافہ میں دفن کیے گئے۔

حضرت شیخ کمالی رحمۃ اللہ علیہ

آپ قدسی بھی کہلاتے ہیں آپ کمال بن ابی شریف نہیں ہیں۔ کیونکہ یہ کمال (یعنی شیخ موصوف) سید تاج الدین ابو الوفا کے اقارب میں سے تھے۔ آپ جلیل القدر آدمی اور صاحب احوال و مکاشفات تھے۔ زیادہ وقت آپ پر جذب کی کیفیت طاری رہتی اور اپنے نفس کے محاسبہ میں غالب وقت گزارتے۔ ایک دن ایک شخص پر غصہ آ گیا اسے غصیلی نگاہ سے دیکھا تو وہ اسی وقت مر گیا۔ شیخ موصوف کے تصرفات اور حالات اس قدر ہیں جو فہم و ادراک سے باہر ہیں۔ آٹھویں صدی کے بعد انتقال فرمایا اور برج العرب کے قریب قدس کی آبادی سے باہر دفن کیے گئے جہاں سے ایک راستہ القتابستی کی طرف جاتا ہے۔

حرف لام

چند ایسے اولیاء کرام کی چند کرامات جن کے اسماء گرامی حرف "اللام" سے شروع ہوتے ہیں۔

حضرت لطف اللہ رومی التوقانی رحمۃ اللہ علیہ

آپ بہت بڑے عالم، عامل اور کامل صوفی تھے۔ آپ کی ایک کرامت یہ ذکر کی گئی ہے کہ ایک مرتبہ آپ بورصاحین پہاڑ پر تشریف فرما تھے۔ آپ درس دے رہے تھے۔ آپ اپنے ساتھیوں کے ہمراہ سیر و تفریح کے لیے گئے تو ان کے قریب سے ایک شخص کسی بستی کا رہنے والا گزرا اس کے ہاتھ میں گھوڑے کی لگام تھی اور اس کی گردن میں توبرہ تھا۔ اس نے پانی پیا اور لیٹ گیا۔ شیخ موصوف نے اسے دیکھا پھر کہا کہ یہ شخص فلاں قصبہ کا رہنے والا ہے۔ اس کا گھوڑا کھو گیا ہے اس کی تلاش میں ہے اور اس کے توبرے میں آدھی روٹی، پنیر کا ایک ٹکڑا اور تین پیاز ہیں۔ حاضرین نے اس شخص کو بلایا اور اس سے پوچھا تو اس نے بتایا کہ واقعی میرا گھوڑا کھو گیا ہے اور میرے توبرے میں فلاں فلاں چیز ہے۔ جیسا کہ شیخ نے بتایا تھا ویسے ہی نکلا۔

حضرت لیث بن سعد رحمۃ اللہ علیہ

بہت بڑے اور مشہور امام ہوئے۔ آئمہ مجتہدین میں سے ایک کبیر امام تھے۔ دین مبین کی صحابہ کرام اور تابعین کے بعد خدمت کرنے والے عظیم انسان تھے۔ جناب فتح بن محمود اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ جناب لیث رضی اللہ عنہ نے مکان تعمیر کیا تو ابن رفاعہ نے دشمنی کی وجہ سے رات کے وقت اسے گرا دیا۔ آپ نے دوسری مرتبہ بنایا تو اس نے پھر گرا دیا۔ جب تیسری رات ہوئی تو ایک آنے والا خواب میں آیا اور کہا اے ابوالحارث! سنیے

وَنُرِيْدُ اَنْ نَّمُنَّ عَلَى الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا فِي الْاَرْضِ وَ نَجْعَلَهُمْ اَىِٕمَّةً وَّ نَجْعَلَهُمُ الْوٰرِثِيْنَ ۙ وَ نُمَكِّنَ لَهُمْ فِي الْاَرْضِ (القصص)

پھر جب صبح اٹھے تو ابن رفاعہ کو فالج ہو چکا تھا، اس کے بعد ابن رفاعہ مر گیا۔

جناب محمد بن وہب بیان کرتے ہیں میں نے امام لیث رحمۃ اللہ علیہ سے سنا کہ میں اس شخص کو جانتا ہوں جو کبھی حرام کے قریب نہیں آیا۔ جناب محمد بن وہب کہتے ہیں کہ ہم نے پہچان لیا کہ اس شخص سے مراد خود ان کی اپنی ذات ہے۔ کیونکہ ایسی بات کسی اور کے بارے میں کسی کو معلوم نہ تھی۔ جب امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ مصر تشریف لائے تو امام لیث رحمۃ اللہ علیہ کی قبر پر حاضر ہوئے۔ زیارت کی اور فرمانے لگے مجھے جس چیز کے کھو جانے کا سب سے زیادہ افسوس ہے وہ ابن ابی ذئب اور لیث بن سعد رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔ جناب لیث کا مصر میں 195ھ میں انتقال ہوا۔ وہاں آپ کی قبر مشہور زیارت گاہ ہے اور دعا کی قبولیت کے لیے معروف و مبارک ہے۔ (قالہ السخاوی)

حرف میم

حرف ''المیم'' سے شروع ہونے والے اولیاء کرام کی چند کرامات۔

حضرت ماجد کردی رحمۃ اللہ علیہ

چھاگل میں کھانے کی ہر چیز

ایک شخص شیخ ماجد کردی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آیا تا کہ وہ الوداعی ملاقات کرلے۔ اس کی آمد حج کے مہینوں کے علاوہ کسی مہینہ میں تھی۔ بوقت ملاقات کہنے لگا میں نے حج کا پختہ ارادہ کرلیا ہے اور یہ بھی پختہ ارادہ ہے کہ اپنے ساتھ سامان خورد ونوش نہیں لے جاؤں گا۔ شیخ موصوف نے اسے اپنی چھاگل عطا فرمائی اور فرمایا اگر تو وضو کرنا چاہے گا تو اس سے تجھے پانی مل جائے گا۔ اگر پیاس لگی تو پینے کے لیے اس میں سے دودھ تجھے ملے گا اور اگر بھوک لگی تو اس میں سے تجھے ستو ملیں گے۔ اس کے بعد وہ سفر حج پر روانہ ہو گیا۔ گھر سے مکہ مکرمہ تک پھر سرزمین حجاز میں جتنے دن مقیم رہا اور پھر واپس عراق آیا اس تمام مدت میں جب اسے وضو کی ضرورت پڑی تو چھاگل میں سے نمکین پانی ملتا۔ اگر پیاس لگی تو میٹھا پانی ملتا اور دودھ اور شہد ایسا میٹھا کہ دنیا میں اس کی مثل نہ تھا یا کھانا کھانے کی ضرورت ہوتی تو ستو اور شکر برآمد ہوتی۔

غیب سے مہمانوں کا رزق آنا

جناب سراج بیان کرتے ہیں ہمیں شیخ ماجد کردی رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے شیخ صالح سلمان رحمۃ اللہ علیہ نے بتایا کہ میں ایک مرتبہ اپنے والد گرامی کے پاس خلوت میں تھا۔ وہاں کھانے پینے کی ایک بھی چیز نہ تھی۔ آپ وہاں سے باہر آئے تو بیس فقیر آپ کے مہمان بن کر آئے۔ آپ نے مجھے فرمایا اندر جاؤ یعنی خلوت گاہ میں اور کھانا لے آؤ۔ بیان کرتے ہیں کہ میں نے آپ کے حکم کی مخالفت کرنے کی ہمت نہ کی۔ حالانکہ مجھے اچھی طرح معلوم تھا کہ اندر کچھ بھی نہیں ہے میں بادل نخواستہ اندر گیا۔ میرے ساتھ دو اور خادم بھی تھے جب اندر گئے تو ہم نے وہاں کھانے کے بھرے برتن دیکھے۔ ہم نے انہیں اٹھایا اور باہر مہمانوں کے پاس لے آئے ان سب مہمانوں نے کھانا کھایا پھر تیس فقیر اور آگئے۔ آپ نے مجھے پہلے کی طرح پھر حکم دیا

ہم نے اس مرتبہ خلوت گاہ میں بہت سے برتن کھانے سے بھرے ہوئے دیکھے یہ برتن نئے تھے ہم باہر لے آئے اور مہمانوں کو کھانا کھلایا۔ آپ نے پھر ان دونوں خادموں کی طرف دیکھا دیکھتے ہی وہ بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ انہیں بے ہوشی کی حالت میں ان کے گھر لے جایا گیا جیسا کہ لکڑی اٹھا کر لائی جاتی ہے اس حالت میں کئی دن رہے پھر ان کی مائیں روتی ہوئی اور شکایت کرتی ہوئی شیخ کے پاس آئیں۔ شیخ نے مجھے فرمایا اے سلیمان! ان دونوں کو لے آؤ میں ان کے پاس گیا اور ہر ایک سے کہا کہ تمہیں میرے ابا جان بلا رہے ہیں۔ وہ اٹھے گویا انہیں کچھ بھی نہ تھا میں ان دونوں کو لے کر ابا جان کے پاس آ گیا وہ دونوں کافی وقت آپ سے معافی مانگتے رہے۔ آپ نے ان کی طرف منہ کیا انہیں پوچھا ان میں سے ایک بولا جب میں دوسری مرتبہ آپ کے خلوت خانہ میں مہمانوں کا کھانا لانے کے لیے گیا تھا تو میرے دل میں خیال آیا تھا کہ یہ جادو ہے دوسرے نے کہا کہ شیخ جنات میں سے ہیں۔

لڑکا عطا کر دیا

امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں آپ کسی کا بوجھ مفت میں نہیں اٹھاتے تھے بوجھ اٹھانے کے پیسے یا کپڑے لیا کرتے تھے۔ ایک امیر کی عورت آپ کے پاس آئی اور عرض کرنے لگی کہ میرا خاوند امیر مجھ پر ایک شادی کرنا چاہتا ہے کیونکہ میرے ہاں کوئی اولاد نہیں ہوتی۔ آپ نے اسے فرمایا تیرے پاس کوئی نیاز ہے تو مجھے پیش کر۔ اس نے ایک کنگن اتار کر دے دیا جو اس نے پہن رکھا تھا۔ آپ نے اسے فرمایا یہ ایک کنگن بچے کی خوشی کے لیے ناکافی ہے اگر تو دوسرا کنگن نہیں دیتی تو تیرے ہاں اللہ تعالیٰ کی قدرت سے بیٹی ہوگی۔ اس پر اس عورت نے آپ کو دوسرا کنگن بھی پیش کر دیا۔ آپ نے فرمایا تیرے ہاں بیٹا پیدا ہوگا لیکن اس کے دائیں ہاتھ میں ایک انگلی زیادہ ہوگی۔ پھر یوں ہی ہوا۔ جیسا آپ نے کہا تھا شیخ ماجد رحمۃ اللہ علیہ جبل حمرین میں سکونت پذیر رہے۔ یہ پہاڑ عراق کی سرزمین میں ہے۔ یہیں آپ نے 561ھ میں انتقال فرمایا۔ وہاں آپ کی قبر مشہور زیارت گاہ ہے۔

رجال غیب سے ملاقات اور ان کی خواہش پوری کرنا

جناب تاذفی رحمۃ اللہ علیہ ذکر کرتے ہیں شیخ موصوف کے صاحبزادے جناب سلیمان نے بیان کیا کہ مجھے ایک دن والد صاحب نے فرمایا اے سلیمان! اس وقت جاؤ تمہیں تین شخص رجال غیب میں سے ملیں گے جو زمین پر ادھر ادھر پھرتے رہتے ہیں۔ انہیں کہنا کہ میرے ابا جان تمہیں سلام کہتے ہیں اور پوچھتے ہیں تمہاری کیا خواہش ہے؟ میں ان کے پاس آیا اور آپ کا سلام دیا۔ خواہش پوچھی ایک نے کہا مجھے سیب چاہیے دوسرے نے انار اور تیسرے نے انگور کی خواہش کی۔ میں واپس ابا جان کے پاس آیا اور ان کی خواہشات آپ سے بیان کیں۔ آپ نے مجھے فرمایا کہ فلاں درخت کے پاس جاؤ اور اس سے جو ان تین رجال غیب نے مانگا، وہ توڑ لاؤ۔ میں درخت کے پاس گیا مجھے اس سے وہ پھل مل گئے میں اس درخت کو پہلے سے بخوبی جانتا تھا۔ وہ بالکل سوکھا ہوا تھا اور ہمارے گھر کے بالکل قریب تھا۔ میں اس درخت سے مذکورہ پھل توڑ کر والد گرامی

کے پاس لے آیا۔ فرمانے لگے انہیں ان کی طرف لے جاؤ میں لے کر گیا۔ دو نے اپنی خواہش کے مطابق پھل کھالیا، لیکن تیسرا جس نے سیب مانگا تھا: وہ کہنے لگا میں اپنی بجائے یہ سیب تمہیں دیتا ہوں تم کھالو اور وہ دونوں اڑ گئے۔ یہ تیسرا جب ان کی طرح اڑنے لگا تو اڑنے کی طاقت نہ پائی۔ پھر اس کے لیے میرے ابا جان نے استغفار کی۔ اس سیب میں سے تھوڑا سا کھایا باقی اسے کھانے کو دیا۔ اس نے جب کھالیا تو میرے والد صاحب نے اس کے کندھوں کے درمیان اپنا ہاتھ مارا تو وہ بھی ان دونوں کے ساتھ روانہ ہو گیا۔

حضرت مالک بن سعید فاروقی رحمۃ اللہ علیہ

قبر پر مکان بنانے والے کا ہاتھ پکڑ لیا

امیر بہاؤ الدین قراقوش آیا تا کہ شیخ موصوف کی قبر کی جگہ مکان تعمیر کرے جب کسی سرکاری افسر نے آپ کی قبر کی جگہ کھودنی شروع کی تو اسے قبر کے اندر سے کسی کی آواز سنائی دی اپنے ہاتھ کو روک لو۔ اس کے ساتھ ہی افسر کے ہاتھ خشک اور بے جان ہو گئے۔ وہاں جمع لوگوں نے اس سے پوچھا تمہیں کیا ہو گیا ہے جواب دیا کہ میں نے اس قبر سے آواز سنی ہے میں جب بھی ارادہ کرتا ہوں کہ اس کی مٹی کھودوں تو میرے ہاتھ کام کرنے سے رک جاتے ہیں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ ہی سچا معبود ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔ شیخ موصوف ہفتہ کے دن فوت ہوئے جب ربیع الاول شریف کے گزرنے میں چار دن باقی تھے۔ (چھبیس ربیع الاول) یہ 405ھ کا واقعہ ہے۔

حضرت شیخ مانع رحمۃ اللہ علیہ

جناب سراج بیان کرتے ہیں ہمیں بتایا گیا کہ شیخ مانع موصوف کی عبادت گاہ میں محفل سماع ہر ہفتہ منعقد ہوتی ہے اور آپ کے اصحاب میں سے ایک شخص پانی سے بھری مشک اٹھا کر لا رہا تھا۔ جب اس نے شیخ موصوف کو سماع میں مصروف و مشغول دیکھا تو اس نے مشک کا منہ کھول دیا کسی کو ایک قطرہ پانی کا نظر نہ آیا اور جو یہ کام کرتا تھا وہ میرے دوستوں میں سے تھا۔

مروی ہے کہ شیخ مانع رحمۃ اللہ علیہ جب سماع میں حاضر لوگوں کو دیکھتے کہ وہ قوال حضرات کا خیال نہیں کر رہے یعنی کچھ دینے میں بخل کر رہے ہیں تو آپ کو اس سے صدمہ ہوتا۔ پھر آپ اپنی گردن کے صاف حصہ پر ہاتھ پھیرنا شروع کر دیتے۔ پھر قوالوں کے طبلوں میں مقررہ درہم کئی مرتبہ ڈال دیتے اور وہ بھی ایسے کہ ابھی ٹکسال سے بن کر آئے ہیں۔ یہ دیکھ کر حاضرین کی عقلیں دنگ رہ جاتیں۔

منہدم حمام دکھایا

مروی ہے کہ شیخ مانع رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ایک رات بیس آدمی آئے جو آپ کی محبت کے مدعی تھے اور آپ کی پناہ لیا کرتے تھے۔ کہنے لگے آج ہم شیخ سے خلاف عادت کچھ دیکھنا چاہتے ہیں۔ شیخ نے پوچھا کیا چاہتے ہو؟ کہنے لگے حمام۔ فرمایا میرے بچو! ہمارے ساتھ چلو۔ جہاں تم چاہتے ہو یعنی جس حمام کو دیکھنا چاہتے ہو وہاں چلتے ہیں۔ چنانچہ سبھی اٹھے اور ایک ایسے حمام کا

ارادہ کیا جو کئی سالوں سے متواتر خراب وغیر آباد چلا آ رہا تھا۔ وہ دمشق شہر کے اندر باب توما میں کبھی تھا اب تو ملیامیٹ ہو چکا تھا اور زمین کے برابر ہو گیا تھا۔ جب یہ سب لوگ وہاں پہنچے تو دیکھا کہ حمام کا دروازہ کھلا ہے اس سے روشنی نظر آ رہی ہے۔ وہ اندر چلے گئے وہاں کچھ لوگوں کو بیٹھے ہوئے پایا یعنی حمام چلانے والے لوگ بیٹھے تھے اور قندیل ان پر لٹک رہی تھی۔ تالاب ٹھنڈے پانی سے بھرا ہوا تھا۔ غسل کرنے کے برتن اس میں رکھے ہوئے تھے اور اس کے منتظمین حسب عادت اپنی ذمہ داری نبھا رہے تھے۔ بڑی بڑی تھالیاں حمام کی ضرورت سے بھری پڑی تھیں۔ یعنی بیری کے پتے، صابون، آشنان اور کنگھیاں وغیرہ رکھی تھیں۔ ان لوگوں نے آنے والوں کو مرحبا کہا اور ان کی خدمت میں مشغول ہو گئے اور جو یہ چاہتے تھے وہ عادت کے مطابق سب کچھ ان سے کیا گیا جب حمام سے فارغ ہوئے تو انہیں خوبصورت تولیے پیش کیے گئے۔ پھر انہوں نے کپڑے پہنے اور باہر آ گئے۔ باہر آتے وقت ان کی کیفیت مکمل طور پر نشہ میں دھت آدمی کی طرح تھی۔ پھر انہوں نے کہا ممکن ہے ہم غلطی پر ہوں۔ یعنی جو کچھ دیکھا وہ حقیقت نہ ہو۔ انہوں نے پتھر اور ٹھیکریاں اٹھائیں اور ان سے قریب کی دیواروں پر مختلف رنگ کی لکیریں کھینچیں پھر جب صبح اٹھے اور ان دیواروں کے قریب سے گزرے تو انہوں نے حمام کو جوں کا توں پایا اور جو پتھروں سے لکیریں لگائی تھیں اور وہ پتھر ویسے کے ویسے ہی تھے۔

مرنے کے بعد میت کا تصرف واختیار

جناب سراج ہی بیان کرتے ہیں جب شیخ مانع رحمۃ اللہ علیہ نے انتقال فرمایا اور آپ کی میت اٹھانے والوں نے اٹھائی۔ وہ لے کر چلتے رہے یہاں تک کہ اسی برج کے سامنے پہنچے جس کے بارے میں لوگ کہتے ہیں کہ وہ بالکل کعبہ مشرفہ کی سیدھ میں واقع ہے۔ لوگ وہاں کھڑے ہوتے تھے اور دعا مانگتے ہیں۔ یہ برج دمشق کی فصیل میں مشہور ہے تو یہاں پہنچ کر آپ کی میت کو اٹھا کر چلنے والے رک گئے۔ ان سے کہا گیا چلو چلتے کیوں نہیں؟ کہنے لگے ہمارے پاؤں باندھ دیئے گئے ہیں۔ اس جماعت نے آگے جانے سے انکار کر دیا۔ لوگوں نے ان سے میت لے کر دوسری جماعت کو دے دی۔ تو ان کا حال بھی وہی ہوا جو پہلوں کا ہوا تھا۔ مجبوراً شیخ موصوف کو اسی جگہ دفن کیا گیا۔ آپ کی قبر کو جاننے والے زیارت کے لیے آتے ہیں۔

غیب سے رزق کا اہتمام

سراج بیان کرتے ہیں میرے ایک خادم خاص جو شیخ کا بھی خادم خاص تھا، نے بتایا کہ شیخ بیمار ہوتے اور بغیر کسی کام کاج کے بہت زیادہ خرچ کرتے تھے۔ میرے دل میں آیا کہ ان کے پاس کوئی خفیہ خزانہ ہے اسے معلوم کرنا چاہیے۔ تو مجھے فرمانے لگے بیٹا! میرے تمام کپڑوں کی تلاشی لے لو ان میں سے تمہیں ایک چیز بھی نہ ملے گی۔ میں نے کپڑوں کی خوب تلاشی لی اوپر نیچے دیکھا لیکن کچھ نہ ملا۔ اور نہ ہی ان کپڑوں میں کوئی ایسی جگہ پائی جس میں پیسے رکھے جا سکتے ہیں۔ فرمانے لگے بیٹا! اللہ تعالیٰ سے استغفار کر اور دیکھ کہ اللہ تعالیٰ رازق ہے بڑی طاقت کا مالک ہے۔ موصوف شیخ مانع بن اسماعیل بن علی حموی دمشقی بہت بڑے مرد خدا تھے اور مشہور ولی تھے۔ طریقت کے سردار تھے آپ کی عظیم کرامات ہیں۔ شیخ محمد صیاد رحمۃ اللہ علیہ کے

اصحاب میں سے بزرگ شخصیت تھے۔ آپ اور آپ کی نسل کا مقام متکین ہے۔ یہ بستی حماۃ کے مغرب میں ایک دن کے فاصلہ پر واقع ہے۔ شیخ موصوف اور ان کی اولاد کے عظیم حالات ہیں۔

حضرت مبارک اسود رحمۃ اللہ علیہ

مرنے کے بعد بھی جواب دیا

جناب محمد وراق رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ایک سیاہ رنگ کا آدمی جسے مبارک کہتے تھے، وہ مباح کاموں کو سرانجام دیتے تھے ہم انہیں پوچھا کرتے تھے کہ اے مبارک! تم شادی کیوں نہیں کرتے؟ وہ فرماتے میں اللہ تعالیٰ سے سوال کرتا ہوں کہ وہ حورعین کے ساتھ میری شادی کرے۔ جناب وراق کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم ایک جہاد میں شریک تھے۔ دشمن نے ہم پر حملہ کر دیا جس میں مبارک مذکور کو دشمن نے قتل کر دیا۔ ہم جب ان کی لاش کے پاس گئے تو دیکھا کہ ان کا سر ایک طرف پڑا ہوا ہے اور دھڑ دوسری سمت گرا ہوا ہے۔ آپ اپنے پیٹ پر جھکے ہوئے ہیں اور دونوں ہاتھ سینہ کے نیچے ہیں ہم وہاں کھڑے ہو گئے اور ان سے ہم نے پوچھا اے مبارک! کتنی حورعین سے اللہ تعالیٰ نے تیری شادی کی ہے؟ انہوں نے سینے کے نیچے سے ہاتھ نکالا اور ہماری طرف تین انگلیوں کا اشارہ کر کے بتایا کہ تین حورعین سے میری شادی ہوئی ہے۔ یہ کرامت امام یافعی رحمۃ اللہ علیہ نے ''روض الریاحین'' میں ذکر کی ہے۔

حضرت مبارک منوفی رحمۃ اللہ علیہ

گم شدہ اشیاء بتانا

آپ عجیب وغریب حال کے مالک تھے اور صاحب کرامت بھی تھے۔ ایک کرامت یہ تھی کہ آپ لوگوں کو ان کے دلوں کے راز اور مخفی باتیں بتا دیا کرتے تھے۔ ایک اور کرامت یہ ہے کہ جب کسی شخص کی کوئی چیز گم ہو جاتی تو آپ اس کے مالک کو فرما دیتے فلاں جگہ چلے جاؤ تمہاری چیز وہاں موجود ہے۔ وہ جاتا تو اسے آپ کے بتائے ہوئے کے مطابق وہاں سے کھوئی ہوئی چیز مل جاتی۔ آپ نے آٹھویں صدی ہجری میں انتقال کیا۔

حضرت سلطان نورالدین محمود زنگی رحمۃ اللہ علیہ

ابن خلکان وغیرہ نے کہا کہ سلطان نورالدین محمود عمادالدین زنگی ایک عادل بادشاہ تھا۔ کنیت ابوالقاسم تھی۔ یہی وہ بادشاہ تھا جسے زمین پر دارالحدیث بنانے کا سب سے پہلے شرف ملا۔ اس نے بہت زیادہ کتابیں وقف کیں اور ہر نیک کام میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے والا تھا۔ مساجد اور دینی مدارس بلاد اسلامیہ میں تعمیر کیے دینی علوم پھیلائے اور بہت سے اوقاف قائم کیے اور دین کے جاننے اور پڑھنے پڑھانے والوں سے بہت محبت کرتا تھا۔ نیکی کمانے کا بڑا حریص تھا۔ لڑائی میں ڈٹ جانے والا اور بہترین تیرانداز تھا صرف اپنی خاص ملک سے کھاتا، پیتا، پہنتا اور صدقہ وخیرات کرتا تھا۔ یا پھر غنیمت سے جو حصہ ملتا اس سے

یہ کام سرانجام دیتا تھا۔ مال غنیمت میں سے اس قدر لیتا تھا جتنا علماء کرام اس کا حصہ بتاتے کسی دوسرے پر زیادتی نہ کرتا اور جو چیز ﷺ نے حرام کر دی ہے یعنی سونا، ریشم اور چاندی، ان میں کوئی چیز بھی نہ پہنتا۔ اس نے اپنی تمام حکومت میں شراب پینے اور اس کے لین دین پر پابندی لگا دی تھی۔ عوام میں اس کی اچھی شہرت ہوگئی اور اس کے انصاف کا چرچا مشرق و مغرب اور ہر جگہ پھیل گیا۔ شام کی تمام فصیلیں بنوائیں۔ حلب، حمص، حماۃ اور دمشق وغیرہ میں قلعے تعمیر کیے۔ شفا خانے بنوائے ان میں سے بہت بڑا اسپتال دمشق میں تعمیر کروایا۔ اسے تمام مسلمانوں کے لیے وقف کر دیا خواہ غنی ہو یا فقیر۔ اور ایک بہت بڑا مسافر خانہ مسلمان فقراء کے لیے وقف کیا۔ 11 شوال 569ھ میں سلطان نے انتقال فرمایا اور دمشق شام کے قلعہ میں دفن کیا گیا۔ یہ مدرسہ سلطان نے خوامین کے پڑوس میں مغربی جانب حنفی المسلک حضرات کے لیے تعمیر کرایا تھا۔

آپ کی قبر پر مانگی دعا قبول ہوتی ہے

ابن حورانی نے کتاب ''الاشارات الی اماکن الزیارات'' میں سلطان کی ایک کرامت نقل کی ہے۔ اس کتاب میں زیارات سے مراد زیارات دمشق ہیں اور ظاہر یہ ہے کہ ابن حورانی دسویں ہجری کے علماء میں سے تھے۔ جیسا کہ ''کشف الظنون'' سے مفہوم ہوتا ہے لکھتے ہیں کہ سلطان محمود زنگی کی قبر پر دعا مستجاب ہوتی ہے۔ یہ بات اہل علم کے ہاں بہت مشہور ہے۔ حافظ محمد بن حسن صاحب ''مجمع الاحباب'' اور کمال دمیری نے ''حیات الحیوان'' اور صاحب ''طبقات الحنفیہ'' اور بصروی نے فضائل سلطان'' میں اسے ذکر کیا ہے۔ ہمارے شیخ جناب ابو العباس طیبی فرمایا کرتے ہیں کہ یقیناً یہ بات مجرب ہے ہم نے بارہا اس کا تجربہ بھی کیا ہے۔

حضرت محمود کوسوی رحمۃ اللہ علیہ

چھت نے ہلنا شروع کر دیا

سید عبید اللہ احرار نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ کے بہت بڑے صاحب جناب ابو سعید اوبہی رحمۃ اللہ علیہ بیان فرماتے ہیں کہ میں جب چھوٹی عمر کا تھا تو اپنے والد گرامی کے ساتھ شیخ شمس الدین محمود کوسوی کی مجلس میں گیا۔ میں نے انہیں اس آیت کے بارے میں فرماتے سنا:

أحسن کما أحسن اللہ إلیك، (احسان کر جیسا کہ تجھ پر اللہ تعالیٰ نے احسان کیا)۔

فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں نے تجھے عدم سے وجود بخشا اور ظاہر کیا۔ پھر تجھے اللہ تعالیٰ نے اپنے قول ''احسن'' سے تعلیم دی۔ یعنی اس نے فرمایا کہ تو بھی احسان کر جس طرح میں نے احسان کیا۔ یعنی تو مجھ میں فنا ہو جا یہاں تک کہ تو باطن ہو جائے اور میں ظاہر ہو جاؤں پھر متواتر آپ اسی طرح سے حقائق بھرا کلام ارشاد فرماتے رہے۔ چونکہ یہ کلام بہت زیادہ گہرا تھا جو لوگوں کی سمجھ سے بالا تھا اس وجہ سے حاضرین اونگھنے لگے اور اکثریت اسی کیفیت میں مبتلا ہوگئی آپ نے سلسلہ کلام منقطع کر کے فرمایا:

لوگو! تمہیں کیا ہو گیا ہے تم میری باتیں نہیں سن رہے اور تم اونگھ رہے ہو۔ میں اگر مسجد کی چھت سے مخاطب ہو کر گفتگو کروں تو وہ بھی میرے کلام سے متاثر ہو جائے اور میرا وعظ اس میں بھی اثر انداز ہو۔ آپ نے یہ کہتے ہوئے چھت کی طرف اشارہ فرمایا۔ چھت لکڑی کی بنی ہوئی تھی تو چھت کی لکڑیاں ہلنے لگیں اور یوں حرکت میں آگئیں جس طرح زلزلہ کے وقت زمین کانپتی ہے۔ یہ دیکھ کر اکثر حاضرین مسجد کی چھت سے باہر کھلے میدان میں بھاگ کر آ گئے اور جو حاضرین آپ کے منبر کے قریب تھے انہوں نے منبر کے پائے مضبوطی سے پکڑ لیے اس کے بعد آپ کافی وقت خاموش رہے۔ حتیٰ کہ لوگ اپنی اپنی جگہ پر آ گئے۔ آپ نے پھر پہلے موضوع پر گفتگو شروع فرمادی۔

حضرت محمود بیلونی حلبی رحمۃ اللہ علیہ

طلب سے پہلے ہی ضرورت پوری کر دی

نجم غزی نے موصوف کی جمیع علوم عقلیہ، نقلیہ اور صوفیہ میں سب سے زیادہ تعریف کرنے کے بعد لکھا ہے کہ موصوف ان علوم کے ماہر استاذ ہونے کے ساتھ ساتھ اپنی مجلس میں کرامات بھی ظاہر کر دیا کرتے تھے اور مجلس میں بیٹھنے والوں کے دلوں کے خیالات کا انکشاف بھی ہوتا تھا۔ غزی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں شیخ موصوف 1007ھ میں بارادہ حج ہمارے ہاں دمشق تشریف لائے۔ رجب کی پندرہویں رات میرے دل میں آیا کہ میں آپ سے فتویٰ دینے اور تدریس کی اجازت مانگوں جب میں صبح اٹھا اور موصوف کی زیارت کرنے گیا۔ آپ دمشق میں شہر کے اندر عادلیۃ الصغریٰ میں قیام پذیر تھے میں جب پہنچا تو دیکھا کہ آپ نے پہلے سے ہی میرے لیے فتویٰ دینے اور تدریس کرنے کا اجازت نامہ لکھ رکھا تھا، وہ مجھے عطا فرما دیا۔ غزی مزید لکھتے ہیں کہ شیخ موصوف یکتائے روزگار تھے۔ جلالت علم وفضل کی رونق اور عبادت کی نورانیت آپ پر نمایاں نظر آتی تھی۔ آپ کا چہرہ نور کی بارش کر رہا ہوتا تھا آپ کی جو بھی زیارت کرتا وہ گواہی دیتا کہ آپ واقعی ان علماء میں سے ہیں جو باعمل ہوتے ہیں اور اولیاء صالحین میں سے ہیں۔ پھر لکھا کہ ہم نے آپ کو بہرہ پایا۔ اس قدر کہ جب تک کہ آپ کے کان میں بات نہ کی جاتی نہ سنتے۔ فرمانے لگے اس بہرے پر اللہ کی نعمتوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ میں غیبت وغیرہ نہیں سن سکتا۔ ہاں جب میرے قریب قرآن کریم کی تلاوت کی جائے تو میں سن لیتا ہوں۔ غزی کہتے ہیں کہ آپ نے اسی رجب کے آخر میں دمشق سے مصر کی طرف کوچ فرمایا۔ آپ نے رمضان شریف یا اس کے بعد انتقال فرمایا۔ آپ کی نماز جنازہ اور فوتیدگی پر قاضی القضاۃ مصر جناب یحییٰ بن زکریا رحمۃ اللہ علیہ بھی شریک ہوئے۔

کئی سال بعد کے واقعات کی اطلاع

جناب نجم بیان کرتے ہیں جب میں والد گرامی جناب زکریا کے ساتھ بہ ارادہ حج حلب پہنچا تو ہماری ملاقات محمود بیلونی سے ہوئی۔ آپ نے مجھے فرمایا:

نراك إن شآء اللہ قاضیا بحلب ثم بمصر، "ہم تجھے ان شاء اللہ حلب میں قاضی کے طور پر دیکھیں گے پھر مصر میں"۔

بیان کرتے ہیں کہ جب میں حلب کا قاضی بنا دیا گیا، میں شیخ موصوف کا بہت معتقد تھا تو آپ کے مذکور قول کے آخری حصہ (پھر مصر میں) کی تاویل یہ کیا کرتا تھا کہ حلب کے بعد مصر کا بھی مجھے قاضی بنا دیا جائے گا۔ اور میری تحقیق کے مطابق میں اس حصہ کا تعلق اور مفہوم اس طرح نہ لیتا تھا کہ ہم انشاء اللہ حلب میں قاضی کے طور پر دیکھیں گے اور پھر مصر میں بھی ہماری تم سے ملاقات ہوگی۔ یعنی ''ثم بمصر'' کو مع معطوف علیہ کے ''نراک'' کے متعلق کیا جائے (لیکن یہ احتمال تو ہو سکتا تھا) بہر حال جب مجھے مصر کا قاضی مقرر کیا گیا تو شیخ موصوف کے متعلق میرا اعتقاد اور مضبوط ہو گیا اور اس کی حقیقت یوں سامنے آئی کہ شیخ موصوف نے مصر میں میرے قاضی ہوتے ہوئے مجھ سے ملاقات فرمائی۔ جیسا کہ اس سے قبل آپ نے حلب میں میرا قاضی ہونا دیکھ لیا تھا۔ مجھے شیخ موصوف کے کشف کا سچا ہونا ظاہر ہو گیا۔

حضرت محمود اسکداری رحمۃ اللہ علیہ

جناب محبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں آپ قطب الاقطاب اور مظہر فیوضات رب الارباب تھے۔ مشہور عارف باللہ شیخ افتادہ مشہور سے طریقت حاصل کی۔

فوت شدہ کو چلتا پھرتا دیکھنا

آپ سے یہ واقعہ حکایت کیا گیا ہے فرمایا کہ استاد محترم کے ایک دوست کا انتقال ہو گیا میں نے اسے مدت بعد جاگتے ہوئے دیکھا۔ اس وقت وہ شیخ کے دروازے سے نکل رہا تھا۔ میں نے سلام کیا اس نے بھی سلام کا جواب دیا۔ پھر میں اندر شیخ کے پاس حاضر ہوا اور انہیں اس واقعہ کی خبر دی اور عرض کیا یا شیخ! کیا جو کچھ میں نے دیکھا ہے وہ غلط خیال تھا یا خواب کا واقعہ تھا؟ آپ نے مجھے بتایا۔ بیٹا! بے شک ریاضت کر کے تیری روح مضبوط ہو چکی ہے۔ جو تو نے دیکھا وہ اس کے آثار میں سے تھا اور میں خود اپنی ریاضت کے زمانہ میں جب کبھی بازار جایا کرتا تھا تو مجھے فوت شدہ انسان زندہ انسانوں سے زیادہ نظر آتے تھے۔

غیب کی خبر بتا دی

نجم غزی بیان کرتے ہیں سلطان شیخ موصوف کا معتقد تھا اور آپ کی بہت تعظیم کرتا تھا اور ہر کام آپ کی رائے کے مطابق کیا کرتا تھا۔ شیخ موصوف کے کئی مکاشفات اور حکایات بادشاہ کے ساتھ پیش آئیں جن سے وہ بہت متاثر تھا۔ ان میں ایک یہ ہے کہ سلطان خود اپنے چند خاص آدمیوں کے ہمراہ اسکدار کے ایک تفریحی مقام پر گیا۔ وہاں اس نے بھنا ہوا گوشت طلب کیا چنانچہ گوشت لایا گیا اور ایک گڑھا کھود کر سلطان کے سامنے بھونا گیا۔ جب سلطان نے اسے کھانا چاہا تو شیخ محمود تشریف لائے اور اس میں سے ایک لقمہ بھی کھانے سے منع کر دیا۔ اور اسے کہا اس گڑھے میں ایک طرف سانپ تھا آگ میں وہ جل گیا تھا اور اس کا زہر گوشت میں موجود ہے۔ پھر آپ نے تجربہ کے لیے فرمایا کہ گوشت کا ایک ٹکڑا کتے کو ڈالا جائے جو وہاں موجود تھا۔ جب کتے نے گوشت کا ٹکڑا کھایا تو اسی وقت مر گیا۔ پھر لوگوں نے وہ گڑھا مزید کھودا تو واقعی سانپ کے آثار نظر آئے جیسا کہ شیخ نے فرمایا تھا۔

گم شدہ چیز مصلیٰ کے نیچے سے نکال دی

بیان کیا گیا ہے کہ سلطان نے ایک بڑے وزیر کو معزول کر دیا اور وزارت کی مہر اسکدار میں مقیم ایک وزیر کی طرف بھیجی جو شخص مہر لے جا رہا تھا وہ راستہ میں ڈوب گیا مہر اس کے پاس تھی وہ بھی ڈوب گئی۔ جب سلطان کو یہ خبر پہنچی تو وہ شیخ محمود کی طرف متوجہ ہوا اور سارا معاملہ ان سے ذکر کیا۔ آپ کا جواب یہ تھا جاؤ میرا مصلیٰ اٹھاؤ اور اس کے نیچے سے مہر اٹھا لاؤ۔

فاضل ادیب جناب یحییٰ بن عمر عسکری حموی رحمۃ اللہ علیہ بیان فرماتے ہیں میں نے بچپن میں روم کا سفر کیا اور اس وقت میری مالی حالت اچھی نہ تھی۔ جب مجھے کسی چیز کی ضرورت پڑتی جو میری ضروریات زندگی سے تعلق رکھتی تھی تو میں جس دکاندار کے پاس وہ چیز ہوتی لے لیا کرتا تھا۔ اس طرح مجھ پر ان دکاندار حضرات کی مجموعی طور کافی رقم اکٹھی ہو گئی۔ میں گاہے بگاہے شیخ محمد اسکداری کے ہاں حاضر ہوا کرتا تو آپ نے اپنی طرف سے ایک مرتبہ میرا خرچہ مجھے عطا کر دیا۔ پھر جب میں نے اپنا تمام ادھار چکا دیا تو نہ کسی کا مجھ پر اور نہ میرا کسی پر کچھ ذمہ رہا یعنی جس قدر ادھار تھا اس قدر شیخ موصوف نے رقم عطا فرمائی شیخ موصوف کی بہت تصنیفات بھی ہیں۔ پہلے حکومت کے نائب کے طور پر کام کرتے رہے پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنی طرف لگا دیا۔ آپ نے طریقت اپنائی۔ حتیٰ کہ اہل ولایت و تحقیق میں بڑے بزرگ ہو گئے۔ 1038ھ میں انتقال فرمایا اور اسکدار میں اپنی عبادت گاہ میں ہی اپنی بنائی ہوئی جگہ میں دفن کیے گئے۔

حضرت محمود کردی شیخانی رحمۃ اللہ علیہ

آپ مدینہ منورہ میں تشریف رکھتے تھے۔ شیخ عبدالغنی نابلسی رحمۃ اللہ علیہ ''شرح صلاۃ الغوث الجیلانی'' میں رقمطراز ہیں کہ مدینہ منورہ میں شیخ محمود کردی رحمۃ اللہ علیہ سے میری ملاقات ہوئی ایک ہزار دو سو پانچ کا واقعہ ہے میں نے آپ کو اپنے گھر دعوت دی آپ تشریف لائے اور میں نے خوب خدمت کی اور احترام و اکرام بھی کیا۔ آپ نے مجھے بتایا کہ کئی مرتبہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جاگتے ہوئے ملاقات کرنے کا شرف رکھتا ہوں۔ میں نے اس بات کی یوں تصدیق کی کہ آپ سے میں نے اس کی سچائی پر بہت سی علامات کا مشاہدہ کیا۔ میں (علامہ نبہانی) نے اپنی کتاب ''سعادۃ الدارین فی الصلاۃ علی سید الکونین'' میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار بالمشافہ اور خواب میں دیدار کے متعلق بہت کچھ تحریر کیا ہے۔ میں گمان کرتا ہوں کہ اس سے قبل اس موضوع پر ایسی جامع کتاب نہیں لکھی گئی۔

میں نے کتاب شیخ محمود کردی مذکور کی کتاب ''الباقیات الصالحات'' میں لکھا دیکھا کہ شیخ نے سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کی قبر انور کی زیارت کی۔ جب حاضر ہو کر سلام عرض کیا تو سید الشہداء امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کا سلام انہوں نے بالتحقیق اپنے کانوں سے سنا جو قبر کے اندر سے آپ نے دیا۔ اور حکم دیا کہ اپنے ہونے والے بیٹے کا نام میرے نام پر رکھنا پھر ان کے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوا۔ جس کا نام انہوں نے حمزہ رکھا۔ اسی کتاب میں یہ بھی ذکر فرمایا کہ انہوں نے حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ عالیہ میں مواجہہ حجرہ شریفہ میں عرض کیا تو آپ نے سلام کا جواب ارشاد فرمایا۔ یہ جواب بھی انہوں نے حقیقتاً بلا شک و شبہ سنا۔ اللہ تعالیٰ

ہمیں بھی ان کی برکات سے مستفیض فرمائے۔ آمین

حضرت الشیخ محمود کردی کورانی رحمۃ اللہ علیہ

آپ خلوتی شیوخ میں سے تھے۔ 1195ھ تین محرم کو انتقال فرمایا۔ اور سیدی مصطفیٰ بکری کے قریب مصر میں صحرا کے اندر مدفون ہیں۔

جبرتی نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ موصوف ہمارے شیخ استاد، امام، عارف، ہر نیک کام کے کعبہ، عمدۃ الواصلین، قدوۃ السالکین، صاحب کرامات ظاہرہ والاشارت الباہرہ شخصیت تھے۔ استاد شمس الدین حفنی سے عہد لیا۔ اپنے نفس قدسیہ پر بہت سے علوم لدنیہ کا فیض پایا۔ ان کا ''الحکم'' کے موضوع پر ایک رسالہ بھی ہے۔ اس کا سبب تالیف ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ میں نے ایک مرتبہ خواب میں شیخ محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کی۔ آپ نے مجھے ایک کنجی عطا فرمائی اور حکم دیا جاؤ اس سے خزانہ کھولو میں بیدار ہوا۔ یہ بات میری زبان پر جاری تھی اور میرے دل میں وارد ہوا کہ میں اسے کتابی صورت میں لکھوں گا۔ میں جب اس دلی خیال کو ہٹانے کی کوشش کرتا تو وہ پھر سے دل میں پختہ ہو جاتا۔ جس سے میں نے جان لیا کہ یہ امر الٰہی ہے۔ پھر میں نے بغیر تکلف کے مختصر وقت میں لکھ ڈالا۔ یوں محسوس ہوتا ہے کہ میرے دل میں جو کچھ ہے وہ زبان نے لکھوا دیا۔ اس کتاب کی شرح ان کے ہی ایک خلیفہ شیخ الاسلام شیخ عبداللہ شرقاوی شیخ الجامع الازہر نے لکھی۔ اور اس کی ایک اور شرح ان کے ایک دوسرے خلیفہ استاذ علامہ سید عبدالقادر بن عبداللطیف رافعی بیساری عمری حنفی طرابلسی نے بھی تحریر فرمائی شیخ موصوف نے حضرت خضر علیہ السلام سے بارہا ملاقات کی۔ آپ کو جاگتی آنکھوں سے دیکھا اور حالت خواب میں بھی بار ہا زیارت ہوئی۔ ان کے ساتھ ذکر خدا میں مصروف ہو جاتے حتیٰ کہ انہیں جاگ آ جاتی۔ شیخ موصوف اللہ تعالیٰ کے ذکر میں رات دن مصروف و مشغول رہتے۔ ایک مرتبہ فرمانے لگے امام غزالی کی کتاب ''احیاء العلوم'' میں جو باتیں مذکور ہیں، میں ان کے مطالعہ کے بغیر ہی ان پر عمل پیرا رہا۔ پھر جب میں نے اس کا مطالعہ کیا تو میں نے اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ اس توفیق پر اس کا شکریہ ادا کیا اور اس پر بھی کہ اس نے مجھے کسی استاد کے بغیر علم دین عطا فرما دیا۔

جب شیخ موصوف کی عمر اٹھارہ برس کی ہوئی تو انہوں نے خواب میں شیخ محمود حفناوی رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا کہنے والے نے کہا کہ یہ بزرگ تیرے شیخ ہیں۔ اس سے شیخ موصوف کے دل کا تعلق ان سے ہو گیا اور اپنے شہر ساقس سے جو کوران کا ایک شہر ہے، روانہ ہوئے اور مصر پہنچے اور یہاں شیخ محمود حفناوی سے ملاقات ہوئی ان سے طریقہ خلوتیہ حاصل کیا اور ان کے ہاتھوں سلوک کی منزلیں طے کرنا شروع کیں۔ اس سے قبل شیخ موصوف طریقہ قصیری رحمۃ اللہ علیہ پر تھے۔ انہوں نے شیخ محمود حفناوی رحمۃ اللہ علیہ سے ابتدا میں ہی عرض کر دیا تھا اے آقا! میں سلوک کی منازل آپ کے ہاتھوں ہی طے کروں گا۔ لیکن شیخ علی قصیری رحمۃ اللہ علیہ کے بتائے ہوئے اوراد و وظائف ترک نہیں کروں گا۔ یعنی اوراد ان کے اور سلوک طریقت آپ کا۔ شیخ نے آپ کو اس کی اجازت دے دی اور کوئی سختی نہ کی کہ شیخ قصیری رحمۃ اللہ علیہ کے وظائف چھوڑ دے کیونکہ انہیں معلوم ہو گیا تھا کہ ان کا شیخ قصیری رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ معاملہ سچا ہے۔ چنانچہ شیخ کردی موصوف جناب شیخ محمود حفناوی کی خدمت میں کافی مدت رہے۔ انہوں نے انہیں

ساتوں طریقہ کے اسماء کی تلقین کی۔ حتیٰ کہ انہوں نے ساتوں مقامات طے کر لیے۔ پھر شیخ محمود حفناوی نے ان کے لیے عظیم اجازت نامہ تحریر فرمایا۔ جس میں انہوں نے ان کے کمال مقامات کی ترقی وغیرہ کا تذکرہ فرمایا۔ اور ارشاد تربیت مریدین کی اجازت فرمائی۔ شیخ محمود حفناوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی آخری عمر میں جب کوئی شخص آپ سے درخواست کرتا کہ مجھے طریقت سکھایئے تو اسے فرمایا کرتے کہ شیخ محمود کے پاس چلے جاؤ اور آپ اپنی اکثر جماعت کو فرمایا کرتے کہ شیخ محمود کی تم پر دوستی اور میل ملاقات لازمی ہے۔ اگر میں جو تمہارے دلوں میں میرے متعلق ہے، نہ جانتا ہوتا تو میں تم سب کو حکم دیتا کہ تم سب شیخ محمود سے طریقت حاصل کرو اور جو وہ کہیں اس پر عمل کرو۔

جب ان کے شیخ کے شیخ جناب شیخ مصطفیٰ بکری تشریف لائے تو شیخ محمود ان کی خدمت میں رہنے لگے اور ان سے بہت سے حقائق کا علم حاصل کیا۔ ان سے انہیں شدید محبت ہوگئی۔ جب شیخ مصطفیٰ بکری نے دیکھا کہ یہ طریقہ خلوتیہ کے اوراد نہیں پڑھتے بلکہ اوراد قیصری پر گامزن ہیں تو انہوں نے انہیں اس پر ڈانٹ پلائی اور انہیں پوچھا کیا تیرے لیے مناسب و لائق ہے کہ طریقت ہماری پر چلے اور اوراد دوسروں کے پڑھے یا اوراد بھی ہمارے ہی پڑھو یا پھر ہمیں بالکل چھوڑ دو۔ یہ سن کر انہوں نے عرض کیا یا سیدی! تم وہ حضرات ہو جنہیں اللہ تعالیٰ نے دنیا والوں کے لیے رحمت بنایا ہے۔ مجھے شیخ قیصری کے اوراد ترک کرنے سے شیخ موصوف سے ڈر لگتا ہے اور پھر یہ بھی کہ یہ اوراد میں نے بچپن میں شروع کیے تھے۔ اب تک کرتا چلا آرہا ہوں۔ ان اوراد کو اب بڑا ہو کر چھوڑ دینا میں پسند نہیں کرتا۔ اس کے جواب میں سید بکری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اللہ تعالیٰ سے استخارہ کرو دیکھو کیا فیصلہ ہوتا ہے۔ شاید اللہ تعالیٰ تمہارا سینہ کھول دے۔ میں نے پھر استخارہ کیا اور سو گیا۔ خواب میں جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوا۔ آپ کے دائیں جناب قیصری اور سیدی بکری آپ کے بائیں جانب تھے اور میں ان سب کے سامنے تھا۔ جناب قیصری نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا میرا طریقہ آپ کے طریقہ کے مطابق نہیں ہے؟ کیا میرے اوراد آپ کے نور سے حاصل نہیں کیے گئے؟ اگر ایسا ہے تو سید بکری جو یہ موجود ہیں، یہ کیوں میرے اوارد کے چھوڑنے کا حکم دیتے ہیں؟ سید بکری نے عرض کیا یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک شخص چلے ہمارے ہاتھوں پر ہم اس کی تربیت کی ذمہ داری اٹھائیں کیا اسے یہ زیب دیتا ہے کہ وہ اوراد ہمارے غیر کے پڑھے اور ہمارے اوراد کو ترک کردے؟

جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دونوں سے فرمایا اس بارے میں تم قرعہ ڈال لو۔ اس کے بعد شیخ محمود حفناوی کی آنکھ کھل گئی۔ اس خواب کی اطلاع انہوں نے شیخ بکری کو دی تو سید بکری نے فرمایا قرعہ کا مطلب ہے کہ تمہارے سینہ کا انشراح ہوگا اپنے انشراح صدر کو جانو اور اس کے مطابق عمل کرو۔ شیخ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اس کے ایک یا زائد راتیں گزارنے پر میں نے سیدی ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خواب میں زیارت کی۔ آپ نے مجھے فرمایا اے محمود! میرے بیٹے سید مصطفیٰ کے ساتھ مکمل طور پر وابستہ ہو جا۔ ان کے وظائف دیکھو جو سحری کے وقت پڑھتے ہیں۔ وہ آسمانوں اور زمین کے درمیان نور مجسم سے لکھے ہوئے ہیں۔ ان کا ہر ایک حرف پہاڑ کی مانند ہے اس سے میرا انشراح صدر ہو گیا۔ اور میں نے سید بکری رحمۃ اللہ علیہ کے اوراد کو لازم کر لیا اور جناب قیصری کے اوراد سے جو ہمت بنی وہ حاصل کر لیا۔

موصوف نے ہی خبر دی کہ میں نے جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت کی، مبارک رات میں بہت سے فقراء جمع تھے۔ ان کے ساتھ صبح تک اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مشغول رہا۔ میرے پاس کچھ دنیوی ساز و سامان تھا۔ میرے دل پر زہد کے بارے میں ایک حالت وارد ہوئی تو جو کچھ میرے پاس تھا میں نے فقراء پر تقسیم کر دیا۔ اسی دوران جماعت میں ایک نے چلا کر کہا: اللہ بحال قوی، جب وہ فارغ ہوئے تو شیخ رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا یا شیخ! میں نے ہاتف سے یہ کہتے ہوئے سنا، اے شیخ محمود! تیری رات اللہ تعالیٰ کے نزدیک مقبول ہوگئی ہے۔ کہتے ہیں کہ پھر جب میں نے نماز فجر ادا کر لی تو سو گیا۔ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی۔ آپ نے مجھے فرمایا: اے شیخ محمود! تیری رات اللہ کے نزدیک مقبول ہوگئی ہے، ہاتھ آگے بڑھا کہ میں تجھے اجازت دوں۔

پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے شیخ محمود کا ہاتھ پکڑا اور سید بکری رحمۃ اللہ علیہ بھی مجلس میں موجود تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا بھی ہاتھ پکڑا پھر آپ نے اپنا دست اقدس دونوں ہاتھوں کے درمیان رکھا اور فرمایا میں چاہتا ہوں کہ تمہارے اور سید بکری کے درمیان بھائی چارہ قائم کرا دوں۔ اور میں بھی تم دونوں کے ساتھ مواخات کرتا ہوں جو ہم میں سے ناجی ہو وہ دوسرے کا ہاتھ پکڑ کر نجات کا سبب بنے گا۔ میں بیدار ہوا تو بہت خوش تھا۔ چند لمحے ہی گزرے ہوں گے کہ جناب سید بکری کی طرف سے ایک آدمی آیا اور کہنے لگا آپ کو سید بکری بلا رہے ہیں میں نے وضو بنایا اور سید بکری کے ہاں جانے کے لیے روانہ ہو گیا۔ میری عادت یہ تھی کہ میں روزانہ ان کی زیارت کرتا اور باوضو ہو کر حاضر ہوتا۔ اس مرتبہ جب آپ نے مجھے دیکھا تو پوچھا آج تم نے دیر کیوں کر دی ہے؟ میں نے عرض کیا یا سیدی! کل رات ہم جاگتے رہے صبح نماز کے بعد سو گیا تھا۔ اس لیے دیر ہوگئی ہے۔ سید بکری نے پوچھا یا سیدی! کیا کوئی بشارت یا اشارہ ہوا؟ میں نے عرض کیا یا سیدی! بشارت تو آپ کے پاس ہے۔ پوچھنے لگے بتاؤ کہ کیا دیکھا؟ میں یہ سن کر حیران ہو گیا۔ اور عرض کی کہ میرے آقا! میں نے یہ یہ خواب میں دیکھا ہے۔ فرمانے لگے اے ملا محمود! تیرا خواب حق ہے اور یہ خواب میرے اور تمہارے لیے خوشخبری ہے۔ کیونکہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم تو قطعی ناجی ہیں اور ہم بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے نجات پانے والے ہیں۔ شیخ موصوف کے اور بھی بہت سے مناقب ہیں جن کا شمار نہیں۔ آپ ان بزرگوں میں سے تھے جنہیں کثرت سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا شرف حاصل ہوا۔ شاید ہی کوئی رات گزری ہوگی کہ انہیں اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نہ ہوتی ہو۔ اللہ رب العزت کو بھی انہوں نے خواب میں کافی مرتبہ دیکھا۔ ایک مرتبہ دیکھا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے محمود! میں تجھ سے بہت محبت رکھتا ہوں اور جو تجھ سے محبت رکھے اس سے بھی محبت رکھتا ہوں۔ شیخ موصوف فرمایا کرتے تھے:

''من أحبني دخل الجنة''، (مجھ سے محبت رکھنے والا جنت میں داخل ہوگا)۔ اس بات کی شیخ نے مجھے آگے بیان کرنے کی اجازت دے دی تھی۔

جبرتی بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ شیخ محمود موصوف نے مجھے بتایا کہ بسا اوقات میں اپنے بال بچوں کے ساتھ ہنس کھیل رہا ہوتا ہوں۔ اور میرا دل آسمان دنیا میں عالم بالا پر ہوتا ہے یا دوسرے یا تیسرے آسمان پر عرش معلیٰ کی بلندیوں پر ہوتا ہے۔

ایک دن میں نے شیخ موصوف کے خلیفہ عارف باللہ سیدی محمد بدیر قدسی رحمۃ اللہ علیہ سے بیان کیا کہ شیخ موصوف کی ایک کرامت یہ بھی تھی کہ آپ جو بھی علم کی بات سماعت فرماتے وہ آپ کو حفظ ہو جاتی تھی اور کافی عرصہ گزر جانے کے باوجود ذہن میں محفوظ رہتی تھی۔ میری یہ بات سن کر آپ کے موصوف خلیفہ نے کہا بلکہ شیخ کی کرامات میں سے جو بات شمار کی جانی چاہیے وہ یہ ہے کہ آپ نے علم نافع کی کوئی بات بھی سنی تو اس پر خود عمل کیا اور دائمی عمل کیا۔ میں نے کہا آپ نے واقعی سچ کہا ہے۔ خدا کی قسم! شیخ کی یہی حالت ہے ایک مرتبہ میں آپ کو "ریاض الریاحین" سنایا کرتا تھا جو امام یافعی کی تالیف ہے جب مکمل سنا چکا ہوتا تو پھر محفل میں آپ نے مجھ سے پوچھا اس کتاب میں جن مردان خدا کا ذکر ہے ان میں سے کسی جیسا آج اس وقت بھی کوئی مرد خدا موجود ہے جو صاحب کرامات ہو؟ بعض حاضرین نے عرض کیا یا سیدی! رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں خیر اب بھی موجود ہے۔ شیخ موصوف نے فرمایا طریقت میں میں اس بھی زیادہ آگے نکل چکا ہوں۔ میں تمہیں آج رات اپنے ساتھ پیش آنے والے واقعہ کی حکایت سناتا ہوں۔

میں بیٹھا رات کے وقت اپنے وظائف و اوراد پڑھ رہا تھا مجھے پیاس نے آ ستایا، سخت گرمی تھی اور وقت بھی کافی گرم تھا۔ میں نے اپنے بچوں کی والدہ کو دیکھا کہ وہ سو رہی ہیں تو میں نے شفقت کرتے ہوئے اسے جگانا مناسب نہ سمجھا۔ ابھی میرے دل کی بات مکمل بھی نہ ہونے پائی تھی کہ میں نے دیکھا کہ ہوا پانی بنتی جا رہی ہے۔ اور یوں ہو گیا کہ میں چاروں طرف سے پانی کے بہت بڑے کنوئیں میں گھرا ہوا ہوں وہ پانی بلند ہوتا رہا حتیٰ کہ میرے منہ تک آ گیا۔ میں نے اسے پیا ایسا پانی میں نے کبھی نہ پیا تھا پھر وہ اترنا شروع ہو گیا۔ حتیٰ کہ ایک قطرہ بھی باقی نہ تھا اور وہاں کی کوئی چیز بالکل تر نہ ہوئی۔

سردی کے موسم میں ایک رات مجھے سخت سردی لگی میں بیٹھا اپنے اوراد پڑھ رہا تھا۔ میرے جسم پر سے میرا کپڑا ابھی گر گیا تھا جسے میں نے سردی سے بچنے کے لیے اوڑھ رکھا تھا۔ میری حالت یہ تھی کہ میرا ہاتھ کمزور تھا اور میں اس سے وہ اترا ہوا کپڑا اٹھا کر اوڑھ نہ سکتا تھا۔ میں نے ارادہ کیا کہ بچوں کی والدہ کو جگاؤں لیکن شفقت کی وجہ سے میں نے اسے نہ جگایا۔ ابھی میرے دل کی بات پوری بھی نہ ہوئی تھی کہ میں نے دیکھا کہ ایک بہت بڑی انگیٹھی دھکتے کوئلوں سے بھری میرے سامنے رکھ دی گئی ہے۔ اور وہ میرے پاس اس وقت تک پڑی رہی کہ میرا جسم گرم ہو گیا اور آگ کی تپش مجھے تنگ کرنے لگی۔ میں نے دل میں سوچا کیا یہ آگ حسی ہے یا خیال ہے؟ میں نے اپنی انگلی اس کے قریب کی تو آگ کی تپش سے انگلی جلنے کے قریب ہو گئی۔ اس سے مجھے معلوم ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ کرامت ہے۔ پھر وہ انگیٹھی اٹھالی گئی۔ شیخ موصوف نے 1195ھ میں انتقال فرمایا۔ جامعہ ازہر میں آپ کی نماز جنازہ ادا کی گئی اور سید مصطفیٰ بکری کے پڑوس میں صحرا کے اندر دفن کیے گئے۔ سلیمان جمل رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ نے ان کے غسل کا اہتمام کیا تھا۔

حضرت شیخ محمود صلاح رحمۃ اللہ علیہ

آپ غزہ کی ایک بستی کے رہنے والے تھے۔ اس وقت اس بستی کا نام میرے ذہن میں نہیں آ رہا۔ 1305ھ میں قدس میں ان سے میری ملاقات ہوئی۔ میں نے ان میں کچھ ایسی باتیں دیکھیں جو ان کے ولی اللہ ہونے پر دلالت کرتی تھیں اور

صاحب کرامت اور خوارق عادت کی دلیل تھیں۔ لوگوں کو میں نے دیکھا کہ بعض تو آپ کے معتقد تھے اور کچھ تنقید کرنے والے بھی تھے۔

خفیہ گناہوں کی اطلاع پانا

مجھے ایک ایسے شخص نے بتایا جو قدس میں رہتا تھا اور میں اسے باوثوق آدمی سمجھتا تھا۔ اس نے بیان کیا کہ میں نے شیخ موصوف سے چند کرامات خود دیکھیں ان میں ایک یہ ہے کہ بعض دفعہ خفیہ طور پر مجھ سے کوئی گناہ سرزد ہو جاتا جسے کوئی دوسرا انسان نہ جانتا تو میں نے دیکھا کہ شیخ محمود مذکور کچھ ایسی باتیں مجھ سے کرتے جس سے میں جان لیتا کہ آپ کو بذریعہ کشف میری غلطیوں کا علم ہو جاتا ہے۔ ایک مرتبہ میں نے شیخ موصوف سے اپنی سرعت انزال کی شکایت کی تو فرمانے لگے یہ اس سے بہتر ہے کہ تجھے معصیت پر طاقت آ جائے۔ تو مجھے معلوم ہو گیا کہ آپ کو اس بات کا علم ہے پھر شیخ نے اپنی پیٹھ میری پیٹھ سے مل کر مجھے اوپر اٹھایا۔ تو میں نے اللہ تعالیٰ سے توبہ کر لی اور اسی وقت سرعت انزال کی میری شکایت دور ہو گئی۔ قدس شریف میں فوج کا جو سربراہ تھا، وہ آپ کا بہت زیادہ عقیدت مند تھا۔ اور آپ کے ساتھ بہت زیادہ احسان سے پیش آیا کرتا تھا۔ کیونکہ وہ آپ سے بہت سی کرامات اور برکات دیکھ چکا تھا۔ اس نے مجھے بتایا کہ ہوا میں اڑنے والے اولیاء کرام شیخ موصوف کی زیارت کو آتے تھے۔ انہیں اڑتا ہوا میں بھی دیکھا کرتا تھا۔ شیخ موصوف نے 1310ھ میں انتقال فرمایا۔ شیخ موصوف انتقال سے قبل بیروت تشریف لائے تھے تو بطور مہمان میرے ہاں ٹھہرے پھر اپنے علاقہ کو روانہ ہو گئے۔ بعد میں مجھے خبر ملی کہ آپ کا انتقال ہو گیا ہے۔

حضرت محسین برلسی رحمۃ اللہ علیہ

موصوف کشف تام والے ولی تھے۔ آپ کے پاس بکری کا بچہ اور مرغ ہر وقت بندھا ہوا رہتا اور اکثر اوقات گرمی سردی میں آپ کے نزدیک آگ جلتی رہتی۔ سیدی علی خواص رحمۃ اللہ علیہ کو جب مصریوں پر کسی بلا کے نزول کے آثار معلوم ہوتے تو لوگوں سے فرماتے شیخ محسین کے پاس جاؤ اور جا کر دیکھو کہ ان کے قریب اس وقت آگ جل رہی ہے یا ٹھنڈی ہے؟ اگر بجھی ہوئی ہے تو مصر میں حالات بہت اچھے اور وافر نعمتیں موجود ہوں گی اور لوگ بہت آسودہ حال ہوں گے۔ ایک مرتبہ شیخ محسین رحمۃ اللہ علیہ نے آگ جلائی تو شیخ علی خواص نے فرمایا ''اللہ اسے خیر کی بشارت نہیں دے گا''۔ پھر مصر کے باشندے سخت پریشانی میں مبتلا ہو گئے کیونکہ ہندوستان کے شہروں کے ساتھ ان کے روابط اور لین دین کھٹائی میں پڑ گیا تھا۔

امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں شیخ موصوف مجھے وہ تمام واقعات ایک ایک کر کے بتا دیا کرتے تھے جو مجھے گھر میں پیش آیا کرتے تھے۔

ایک مرتبہ مجھ سے بے ادبی ہو گئی تو شیخ موصوف نے میری طرف کسی کو بھیج کر اس بارے میں آگاہ فرمایا۔ آپ اس وقت رمیلہ میں تھے۔ ہوا یوں کہ امیر جانم کو استنبول طلب کیا گیا تھا تو میں نے ایک رقعہ اصحاب نوبہ کی طرف اس بارے میں لکھ جو

عجم و روم کے نواحی علاقوں میں تھا۔ انہیں اس بارے میں وصیت کی تھی۔ وہ رقعہ لپیٹ کر اس کے سر پر رکھا اور نکل گیا تو شیخ محسین نے اسی وقت میرے پاس ایک آدمی بھیجا۔ لکھا لوگ تمہاری آنکھ میں ہیں جیسا کہ ڈول ہوتا ہے۔ شہر میں مونچھوں والے صرف تم ہی ہو۔ اصحاب نوبہ کو تم لکھتے ہو اور شہر کے مالکوں سے اجازت نہیں لیتے۔ میں نے استغفار کی پھر آپ نے میری طرف پیغام بھجوایا۔ جب تم سے کوئی شخص مصر کے والیوں کے بارے میں پوچھے تو اپنے دل سے مشورہ کر لیا کرنا۔ اصحاب نوبہ کو ان کا حق دیا کرو اور ادب کیا کرو۔ پھر اس کے بعد جو چاہو کرنا کوئی حرج نہیں کیونکہ وہ بے ادب کو پسند نہیں کرتے۔

امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ نے ''المنن'' میں لکھا ہے میں شیخ موصوف کے پاس بیٹھا ہوا تھا آپ کے دائیں پاؤں میں پھوڑا سا تھا۔ ایک شخص نے کہا جس ذات (اللہ تعالیٰ) نے دائیں پاؤں میں یہ پھوڑا ظاہر کیا ہے وہ دوسرے بائیں پاؤں میں بھی ظاہر کرے گا۔ اس نے یہ بات مذاق کے انداز میں کہی۔ تو شیخ موصوف نے اس پر کہا اس کا مستحق وہی ہوگا جس نے فلاں وقت اپنے پڑوسی کی عورت کو تندور کی چھت پر پکڑا تھا۔ یہ بات سنتے ہی اس شخص کا رنگ اڑ گیا۔ میں نے اس سے پوچھا تجھے کیا ہوا؟ کہنے لگا شیخ موصوف نے جو کچھ فرمایا وہ ٹھیک ہے۔ اس کی عمر ستاون برس کی تھی۔ پھر وہ تعجب کے انداز میں کہنے لگا اس وقت یہ شیخ کہاں تھے اور میں کہاں تھا؟ یعنی ہم ایک شہر میں بھی نہ تھے پھر بھی شیخ کو میری بات کا علم ہو گیا۔ شیخ موصوف نو سو چالیس سے کچھ اوپر سن ہجری میں فوت ہوئے اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی قبر انور کے قریب البارزی کے احاطہ میں دفن کیے گئے۔

حضرت محی الدین بن عربی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کا تذکرہ اسم محمد کے نام والے اولیاء کرام میں مذکور ہو چکا ہے۔

حضرت محی الدین اسکلیبی رحمۃ اللہ علیہ

عارف باللہ شیخ محی الدین موصوف پہلے علم دین کے حصول میں مشغول ہوئے پھر شیخ ابراہیم قیصری سے طریقت حاصل کی۔ اس طرح علم و عمل کی ریاست جمع کر لی۔ سلطان بایزید خان اس وقت اماسیہ شہر کا امیر تھا۔ شیخ کی اس سے ملاقات ہوئی جب کہ آپ حج کے لیے تشریف لے جا رہے تھے۔ آپ نے اسے فرمایا جب میں حجاز مقدس سے واپس آؤں گا میں دیکھ رہا ہوں کہ تو اس سے پہلے سلطنت کے تخت پر بیٹھ چکا ہوگا۔ پھر ویسے ہی ہوا جیسا کہ شیخ نے فرمایا تھا۔ اس سلطان کو قسطنطنیہ میں بہت عظمت نصیب ہوئی۔

سزا معاف کرا دی

آپ کے احباب میں سے ایک لڑکا بالکل نوجوان تھا۔ اس سے سلطان کے قانون کے مطابق ایک ایسا جرم سرزد ہو گیا جس کی بڑی سزا تھی۔ اس کے والد نے شیخ موصوف سے مدد طلب کی اور بہت منت سماجت کی کہ آپ وزراء سے اس کی خلاصی کی گفتگو فرمائیں۔ شیخ موصوف نے فرمایا میں اس کی طرف متوجہ ہوتا ہوں جوان سے عظیم و برتر ذات ہے پھر دوسری صبح وہ نوجوان کچہری میں لایا گیا تاکہ اس کو سزا سنائی جائے۔ وہاں موجود تمام وزراء میں ہر ایک نے اس کی شکایت کی بجائے اس

کی تعریف کرنا شروع کر دی اور بلا اختیار وہ اس کی صفائی پیش کر رہے تھے اور اس کے حق میں گواہی دے رہے تھے پس اس نوجوان کو چھوڑ دیا گیا۔ اس کی خلاصی کے بعد وزراء کو بہت تعجب ہوا کہ ان کی نیتیں سزا کی بجائے اس کی سفارش میں کیسے تبدیل ہو گئیں یہ سب کچھ شیخ موصوف کی برکت کا نتیجہ تھا۔

معزول کو بحال کرا دیا

یہ کرامت شیخ عارف باللہ عبدالرحیم مؤید نے بیان فرمائی۔ آپ شیخ موصوف کے خلیفہ تھے۔ فرماتے ہیں میرا بھائی عبدالرحمٰن بن مؤید فوج کے محکمہ قضا سے معزول کر دیا گیا تھا یہ سلطان سلیم خان کے ابتدائی ایام کا واقعہ ہے۔ بیان کرتے ہیں کہ میں ایک دن بھائی کے ہاں گیا تو انہیں پریشان حال دیکھا۔ میں انہیں شیخ موصوف کے پاس لے گیا۔ شیخ نے اسے نصیحت فرمائی اور عزت و جاہ سے کنارہ کش ہو جانے کی بات کی۔ لیکن ان کے بھائی نے اسے قبول نہ کیا اور چپ رہا۔ پھر شیخ موصوف نے حکم دیا کہ دری بچھاؤ اور اس پر مصلیٰ بچھا دو۔ پھر آپ نے میرے بھائی کو حکم دیا کہ اس کے اوپر بیٹھ جاؤ اور اس طرح بیٹھو جس طرح قاضی ہونے کے دوران تم اپنی نشست پر بیٹھتے ہو۔ میرا بھائی وہاں اس طرح بیٹھ گیا۔ پھر شیخ نے فرمایا: ''بارک اللہ تعالیٰ فی المنصب'' (اللہ تمہیں تمہارا منصب مبارک کرے)۔ بیان کرتے ہیں کہ ابھی پندرہ دن بھی نہ گزرے تھے یا اس سے کم و بیش گزرے ہوں گے کہ سلطان سلیم خان کی طرف سے حکم آ گیا کہ اسے قاضی مقرر کر دیا گیا ہے۔ سلطان اس وقت اور نہ شہر میں تھا اور روم ایلی کی ولایت میں قاضی مقرر کیا وہ اس کی کوئی امید بھی نہ رکھتا تھا یہ کرامت ''الشقائق النعمانیہ'' میں مذکور ہے۔

بخار کو بھگانے کا عجیب طریقہ

''عقد منظوم'' میں لکھا ہے جس کی حکایت شیخ مصطفیٰ رحمۃ اللہ علیہ نے کی ہے۔ کہتے ہیں کہ میں چھ سات سال کا تھا کہ سخت بخار میں مبتلا ہو گیا۔ بخار اس قدر شدید تھا کہ میری موت قریب نظر آنے لگی اتفاق سے شیخ محی الدین مذکور اد رنہ شہر میں تشریف لائے میرے والد صاحب نے میرا ہاتھ پکڑا اور آپ کی مجلس شریف میں لے آئے۔ میں نے شیخ موصوف کے ہاتھوں کو چوما اور ان کے سامنے بیٹھ گیا۔ میرے والد سے پوچھا تو انہوں نے عرض کیا کہ یہ میرا بیٹا مصطفیٰ ہے سخت بخار میں مبتلا ہے ہم تو اس کی موت قریب دیکھتے ہیں۔ اس کے بارے میں ہم آپ کی ہمت عالیہ کے امیدوار ہیں۔ شیخ موصوف نے فرمایا اسے بازار لے جاؤ اور وہاں سے بکری کے بالوں یا بھیڑ کی اون کا بنا کوئی کپڑا خرید کر اسے پہنا دو۔ ان شاء اللہ بخار چھوڑ جائے گا۔ بیان فرماتے ہیں میرے والد محترم مجھے بازار لے گئے اور شیخ موصوف کی وصیت کے مطابق عمل کیا تو بخار نے اسی دن میرا پیچھا چھوڑ دیا اور جب تک وہ کپڑا میرے جسم پر رہا بخار دوبارہ نہیں ہوا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے حصول فیض

مولیٰ علامہ محی الدین اخی زادہ نے یہ کرامت بیان فرمائی کہ ایک دن میں شیخ عارف باللہ شیخ محی الدین حکیم حلبی سے ملا۔

ہم کافی دیر گفتگو میں مصروف رہے۔ مختلف مشائخ کرام کے بارے میں سلسلہ گفتگو جاری تھا تو مجھے فرمانے لگے شیخ محی الدین اسکلیبی کے بارے میں تمہارا کیا اعتقاد ہے؟ میں نے عرض کیا کہ میں ان کے بارے میں حسن ظن رکھتا ہوں۔ اور میرا ان کے متعلق اعتقاد بہت اچھا ہے۔ لیکن ان سے میں نے ایسی کوئی بات نہیں دیکھی جو ان کی خوبی وولایت پر دلیل بنتی ہو۔ فرمانے لگے تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ شیخ اسکلیبی رحمۃ اللہ علیہ اولیاء کاملین میں سے تھے اور معارف الٰہیہ میں قدموں سے لے کر چوٹی تک بھرے ہوئے تھے۔ ان کی پاکیزہ روح اب بھی اس کائنات میں متصرف ہے۔ ارباب سلوک اور معارف الٰہیہ کے طالب علم ان کے معارف حلبیہ سے مستفید ہوتے ہیں میں تمہیں اپنے ساتھ پیش آیا واقعہ سناتا ہوں۔

ایک دن میں نماز صبح کے بعد محراب میں بیٹھا تھا اور مرید اپنے اپنے طور پر اوراد میں مشغول تھے۔ مسجد میں مریدوں کے علاوہ اور بھی لوگ موجود تھے۔ اچانک شیخ محی الدین اسکلیبی مسجد کے دروازے سے اندر تشریف لائے ان کے ہاتھ میں شیوخ بیرامیہ کا مخصوص کپڑا تھا جب میں نے آپ کو دیکھا تو تعظیماً کھڑا ہو گیا۔ آپ میرے پاس تشریف لائے میں نے سلام کا جواب دیا۔ تو فرمانے لگے یہ کپڑا جو میرے ہاتھ میں ہے، یہ سید الانام سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تیرے پہنانے کے لیے ارسال فرمایا ہے۔ جب میں تیار ہو گیا تو انہوں نے مجھے وہ کپڑا پہنایا۔ جب پہن لیا تو مجھ پر فتوح اور کشف کا ایسا حصول ہوا جو بیان نہیں کیا جا سکتا۔ پھر فرمانے لگے اللہ تعالیٰ تجھے برکت دے اور اس مقام کو تیرے لیے بابرکت بنائے۔ اب تیری طریقت مکمل ہو گئی ہے اور تیرا معاملہ انتہا کو پہنچ گیا ہے۔ پھر شیخ اسکلیبی وہاں سے تشریف لے گئے اور فوراً غائب ہو گئے کپڑا مجھ کو پہنا کر چھوڑ گئے۔ میں گمان کرتا تھا کہ اس واقعہ کی مسجد میں موجود تمام حاضرین کو اطلاع ہو چکی ہو گی اور انہوں نے یہ سب کچھ دیکھ لیا ہو گا۔ لیکن پتہ چلا کہ وہ سب اس سے بے خبر ہیں اور انہیں ہمارے درمیان ہونے والے واقعہ کا قطعاً علم نہیں۔ شیخ موصوف کے تشریف لانے میرے اٹھ کر سلام کرنے وغیرہ کا انہیں پتہ تک نہ چلا۔ میں نے مذکورہ کپڑا عرصہ دراز تک پہنا رکھا حتیٰ کہ وہ بوسیدہ ہو گیا اور میں نے پھر اسے گھر میں رکھ دیا۔

غیب سے مدد کرنا

یہ کرامت شیخ علاؤ الدین نے ذکر کی اور تصوف کی لڑی میں ان کے شامل ہونے کا سبب بھی یہی کرامت بنی۔ شیخ علاؤ الدین مذکور ابتدائی دور میں سلطان بایزید خان کے افراد میں سے تھے (درباری آدمی تھے) اتفاق سے ایک مرتبہ انہوں نے کفار کے علاقے پر حملہ کیا اس حملہ میں شیخ علاؤ الدین بھی شامل تھے۔ جب اس جنگ سے واپس لوٹے تو راستہ میں سخت سردی اور بکثرت بارش نے انہیں آ گھیرا اور بادل جھوم جھوم کر آ رہے تھے۔ ندی نالے سیلاب سے بھرے پڑے تھے۔ مغرب سے کچھ پہلے شیخ علاؤ الدین کا گزر ایک بستی سے ہوا۔ بستی والوں سے کہا کہ میں بطور مہمان وہاں رات بسر کرنا چاہتا ہوں۔ انہوں نے مہمان بنانے سے انکار کر دیا۔ اس بستی سے آگے چلے گئے ادھر رات کا اندھیرا چھا رہا تھا آسمان بارش برسا رہا تھا سیلاب زوروں پر تھا اور ہر نالہ یوں لگتا تھا کہ دریا بن گیا ہے۔ آسمان سے عذاب الیم اتر رہا تھا اور شیخ ایک نہر پر پہنچے جسے نہر اسود کہتے تھے یہ نہر بہتے سیلاب کے پانی اور اترتی بارش کی وجہ سے اپنی حدود سے پھیل چکی تھی۔ اس کی طغیانی زوروں

پر تھی اور بے قابو تھی۔ یہاں تک کہ اس پر موجود پل پانی سے ڈوب جانے سے دکھائی نہیں دیتا تھا۔ نہر ارد گرد وادیوں میں پھیل چکی تھیں۔ شیخ نہر کے ابتدائی پانی میں داخل ہوئے۔ انہیں معلوم نہ تھا کہ اس کے پیچھے بہت زیادہ پانی ہے کیونکہ رات کے اندھیرے کی وجہ سے کچھ بھی دکھائی نہ دیتا تھا۔ اور بادل بھی گھٹا ٹوپ چھائے ہوئے تھے۔ جب پانی میں کچھ دیر چلے تو پانی کی بلندی سے واسطہ پڑا حتیٰ کہ اتنا بلند ہو گیا کہ ان کی سواری پر غالب آ گیا۔ اب انہیں ڈوبنے کا خوف لاحق ہوا اور ارادہ کیا کہ میں واپس ہو جاؤں۔ پھر واپسی کے لیے اس راستہ پر چلنے کا ارادہ کیا جدھر سے آئے تھے تو حیرت اور پریشانی کے سوا کچھ نہ بن پڑا۔ اب انہیں اپنی ہلاکت اور بربادی کا یقین ہو گیا۔ اس حال میں انہوں نے استغفار کرنا شروع کر دیا اور اللہ تعالیٰ کے حضور گڑگڑا کر دعا کرنے لگے اور موت و ہلاکت کا انتظار کرنے لگے۔ اچانک پیچھے سے ایک آواز سنائی دی مڑ کر دیکھا تو ایک شخص دکھائی دیا۔ جس کی شکل و صورت مسافروں کی سی تھی۔ چنانچہ شیخ علاؤ الدین کو اس مسافر نے سلام کیا اور پوچھا تم راستہ کھو چکے ہو اور بڑی پریشانی میں ہو؟ شیخ نے کہا جی ایسا ہی ہے۔ پھر وہ مسافر شخص آگے ہو گیا اور شیخ سے کہا میرے پیچھے پیچھے چلے آؤ، گھبراؤ نہیں۔ وہ آدمی آگے آگے اور شیخ اس کے پیچھے پیچھے چل پڑے۔ حتیٰ کہ دونوں پل پر پہنچ گئے اسے عبور کیا اور پھر پانی میں چلتے رہے۔ حتیٰ کہ پانی گھوڑے کے گھٹنوں تک رہ گیا۔ شیخ بیان کرتے ہیں کہ اس شخص نے مجھے اشارہ سے کہا کہ اس طرف اس مقام کی طرف اب چلے جاؤ ان شاء اللہ اس سختی سے نجات پا جاؤ گے۔ اچانک بجلی کوندی جس سے میری نظر خیرہ ہو گئی۔ جب میری نظر درست ہوئی تو میں نے اس شخص کو گم پایا۔ میں اس کی بتائی ہوئی سمت کی طرف چل پڑا اور پریشان کن اور موت کی وادی سے بچ گیا۔ میں اس شخص کی رہنمائی اور خود اس سے بڑا حیران تھا کہ یہ کیا معاملہ ہے۔ شیخ علاؤ الدین رحمۃ اللہ علیہ مزید بیان کرتے ہیں کہ جب میں ادرنہ کے محفوظ علاقہ میں پہنچ گیا اور پھر یہاں رہتے مجھے کئی دن گزر گئے اور انتظامی فوج اس شہر میں واپس آئی۔ اہل محلہ کے چند لوگ میرے پاس تشریف لائے اور انہوں نے ایک ضیافت کا انتظام کیا میں نے انہیں اس کا سبب پوچھا تو کہنے لگے کہ سلطان کے ایک شیخ خاص دوست ہیں جسے شیخ محی الدین اسکیبی کہتے ہیں۔ بزرگ شخصیت اور اللہ تعالیٰ کے ولی ہیں۔ ہم ان کی صحبت سے برکت حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ اور ان کی زیارت سے مستفیض ہونا چاہتے ہیں شیخ علاؤ الدین کہتے ہیں کہ میں بھی ان میں شامل ہو گیا اور میں بھی مہمانوں کی آؤ بھگت اور اس کا انتظام کرنے والوں میں داخل ہو گیا۔ پھر انہوں نے کھانا حاضر کیا مجلس کا اہتمام کیا اور شیخ موصوف کو بلایا۔ انہوں نے ان کی دعوت قبول کر لی۔ اور ان کی مجلس میں تشریف لائے۔ جب میں نے انہیں دیکھا تو فوراً پہچان لیا کہ یہ تو وہی مسافر ہے جس نے مجھے فلاں رات طوفان و باد باراں سے رہائی دلائی تھی۔ بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنے اوپر سختی کر کے صبر کیا۔ حتیٰ کہ مجلس ختم ہوئی اور مہمان تشریف لے گئے اور مہمان نواز بھی ادھر ادھر ہو گئے۔ میں شیخ موصوف کے پاس گیا۔ ان کے پاؤں چومے پوچھنے لگے۔ تم کون ہو؟ حضور! وہی ہوں جسے آپ نے فلاں جگہ ہلاکت و تباہی سے بچایا تھا۔ میں نے تمام واقعہ آپ سے کہہ ڈالا۔ آپ نے اس سے انکار کیا اور مجھ سے ناراضگی کا اظہار کیا اور فرمایا تجھے غلطی لگی ہے اور وہم ہوا ہے۔ اور تو مجھے بدنام کر رہا ہے۔ اور مجھ پر بہتان باندھ رہا ہے۔ میں نے عرض کیا یا سیدی! مجھے یقین اور جزم ہے کہ وہ آپ ہی تھے۔ میرے یقین کو آپ ادھر

ادھر کی باتوں سے ڈگمگا نہیں سکتے۔ اب ان کو اعتراف کے بغیر کوئی چارہ نہ رہا مجھے اپنے قریب کیا اور قصہ کا اقرار کیا اور مجھے وصیت فرمائی کہ اسے پوشیدہ رکھنا اور اس کی اشاعت اور عام لوگوں میں اس کی شہرت نہ کرنا میں اس مجلس سے ابھی اٹھا بھی نہ تھا کہ میرے دل میں تصوف کی طرف رغبت تامہ پیدا ہو چکی تھی۔ میرا شوق بڑھ چکا تھا اور اللہ رب الارباب کی طرف توجہ بڑھ چکی تھی۔ بالآخر میں نے شیخ موصوف کے ہاتھوں پر توبہ کر لی اور ان کے مریدوں میں شامل ہو گیا۔ اس کے بعد "العقد المنظوم" کے مصنف نے ذکر کیا کہ شیخ علاؤ الدین جو اس راویت کے راوی ہیں، وہ روم کے جلیل القدر مشائخ میں سے ہو گئے۔ صاحب کرامات تھے۔ حتیٰ کہ شیخ کے دربار کے متولی بن گئے جو ادرنہ میں ہے۔ آپ کی عمر سو سال سے کچھ اوپر ہوئی اور 920ھ میں اسکلیب میں انتقال فرمایا۔

حضرت محی الدین ذہبی رحمۃ اللہ علیہ

آپ اولیاء عارفین اور صاحبان کشف و کرامات میں سے تھے۔ علم کیمیا کی آپ پر تہمت لگائی گئی۔ ان کے شاگرد عارف باللہ شیخ یتیم دمشقی بیان کرتے ہیں میرے دل میں خیال آیا کہ میں ان کے پاس جاؤں اور آپ سے درخواست کروں کہ مجھے علم کیمیا سکھائیں۔ پھر میرے دل میں خیال آیا کہ ہو سکتا ہے کہ وہ تجھے کیمیا نہ سکھائیں۔ اگر تو (شیخ یتیم دمشقی) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانیت کی طرف متوجہ ہو جائے اور اس کا شیخ موصوف سے مطالبہ کرے۔ کہتے ہیں کہ میری عادت یہ تھی کہ جب میں شیخ محی الدین ذہبی کی دکان پر حاضر ہوتا جس میں آپ سونا کوٹتے تھے اور وہ دکان مدرسہ قیمریہ کے مقابل قیمیریہ بازار میں واقع تھی تو آپ مجھے دور سے دیکھ کر دکان کی کھڑکی کھول دیا کرتے تھے۔ جب مذکورہ رات بسر کرنے کے بعد میں صبح اٹھ کر آپ کے ہاں گیا اور دکان پر میری نظر پڑی تو آج شیخ موصوف نے حسب عادت اس کی کھڑکی نہ کھولی جب میں آپ کے پاس پہنچ گیا اور قریب بیٹھ گیا تو مجھے فرمانے لگے اے محمد! نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کائنات میں مختلف انواع کی سعادات پھیلی ہوئی ہیں اور تیرے لائق یہ ہے کہ تو آپ سے دنیا فانی کے بارے میں مدد طلب کرنا چاہتا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ مدد کیوں نہیں طلب کرتا کہ آپ تجھے معارف عطا فرما دیں پھر اپنے گھر میں منقطع ہو گئے آپ کا شاگرد یتیم مذکور 1005ھ میں فوت ہوا۔

حضرت شیخ محی الدین فاخوری بیروتی مخلوتی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ موصوف شیخ محمد جسر کبیر شہیر طرابلسی کے خلیفہ تھے۔ موصوف بہت زیادہ طاعات و عبادت کرنے والی شخصیت تھے اور ان شہروں میں ارشاد کے ہر وقت درپے رہتے تھے۔ ان سے ان کے شیخ کے صاحبزادے جناب علامہ شیخ حسین آفندی جسر نے طریقت حاصل کی جواب موجود ہیں۔ کیونکہ انہیں اپنے والد گرامی سے اخذ طریقت کا موقع نہ ملا تھا۔ سبھی لوگ اس پر متفق ہیں کہ آپ اولیاء اللہ میں سے تھے اور آپ شیخ جسر کبیر کے افضل و اکمل خلفاء میں سے تھے۔ بیروت میں ان کے مکان میں مرض موت میں میں نے ان کی زیارت کی۔ ان کے ہاتھ چومے آپ نے میرے لیے دعا فرمائی۔ اور مجھے اس کی برکت حاصل ہوئی۔ یہ 1305ھ کا واقعہ ہے۔ آپ نے بیروت میں ہی انتقال فرمایا اور زاویہ مجیدیہ میں اپنی عبادت گاہ میں مدفون ہوئے۔

میں نے ثقہ حضرات سے سنا کہ آپ صاحب کرامت بھی تھے۔ ایک کرامت مجھے شیخ موصوف کے داماد رجل صالح شیخ محی الدین صولی نے بتائی۔ فرمایا کہ شیخ موصوف اہل طرابلس سے بہت محبت کرتے تھے اور وہ آپ کی اکثر زیارت کرنے آتے تھے آپ بسا اوقات ان میں سے بعض حضرات کی آمد پر دریا پر کشتی ٹھہرنے کی جگہ تشریف لے آتے۔ حالانکہ آپ کو کسی نے بھی اپنے آنے کی خبر نہ دی ہوتی۔ لوگ آپ کو استقبال کے لیے موجود دیکھ کر حیران رہ جاتے اور وہ جانتے تھے کہ یہ شیخ کے کشف کا نتیجہ ہے۔ ایسا بارہا آپ سے دیکھنے میں آیا۔ اہل طرابلس آپ سے ہی اپنی تجارت اور سفر پہ جانے کے لیے مشورہ کیا کرتے تھے۔ پھر جو شخص آپ کے مشورہ پر عمل کرتا کامیاب ہوتا اور جو خلاف کرتا وہ پچھتاتا۔ انہوں نے مجھے اس بارے میں بہت سی حکایات بھی سنائیں جواب میں بھول چکا ہوں۔ مختصر یہ کہ اہل طرابلس اور اہل بیروت میں سے جو آپ کے بارے میں کچھ جانتا ہے، وہ آپ کے ولی اللہ ہونے میں اختلاف نہیں کرتا اور نہ ہی آپ کے عبد صالح ہونے میں اسے اختلاف ہے۔

حضرت شیخ مختار بن احمد بن ابی بکر کنتی رحمۃ اللہ علیہ

آپ عقبہ بن نافع فہری فاتح بلاد مغرب کی اولاد میں سے تھے اور سلسلہ قادریہ سے متعلق تھے۔ کنتی کنت کی طرف نسبت ہے جو مغرب میں بلاد الصحرا کے آخری حصہ میں واقع زمین کا نام ہے۔ 1142ھ میں پیدا ہوئے تھے اور 1262ھ میں انتقال فرمایا۔ آپ مغرب کے مشہور اولیاء میں سے تھے اور قدر و منزلت کے اعتبار سے ان میں عظیم صاحب معرفت تھے۔

سر پر ہاتھ رکھا تو گھر پہنچا دیا

آپ کی ایک کرامت آپ کے خلیفہ شیخ احمد سیری رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں شیخ کے زاویہ میں بیٹھا اپنے بعض عزیزوں اور قرابت داروں کے بارے میں سوچ رہا تھا کہ ان کا کیا حال ہوگا۔ اچانک شیخ موصوف نے میرے سر پر ہاتھ رکھا جس سے میں نے اپنے آپ کو اپنے شہر میں موجود پایا۔ حالانکہ میرے اور میرے شہر کے درمیان چالیس مرحلہ کی مسافت تھی۔ پھر میں نے وہاں اپنی غرض پوری کی اور اس کے بعد اپنے آپ کو دوبارہ شیخ موصوف کے زاویہ میں موجود پایا۔ مجھے یہ کرامت سیدی علامہ شریف شیخ سید محمد عبدالحیٔ کتانی فاسی نے بھی بتائی۔ جب وہ حج سے فارغ ہو کر واپسی پر بیروت سے گزر رہے تھے اور انہوں نے فرمایا کہ مجھے یہ کرامت شیخ شعیب بن جلالی دغوغی نے اپنے شیخ جناب شیخ احمد سیری مذکور نے سنائی جن کے ساتھ یہ کرامت واقع ہوئی۔

چار پائے کو مر جانے کے بعد زندہ کر دیا

شیخ مختار مذکور کی ایک کرامت یہ بھی ہے جو مجھے سیدی شیخ محمد عبدالحیٔ مذکور نے ہی بتائی۔ ان کو یہ کرامت محمد بن مدنی نے بتائی جو مغرب میں واقع دار البیضاء کے رہنے والے تھے۔ بتایا کہ شیخ مختار موصوف نے ایک مرے ہوئے چار پائے کو زندہ کر دیا۔ میں نے اس چار پائے کی نسل بھی دیکھی ہے۔ سیدی شیخ عبدالحیٔ بیان کرتے ہیں کہ طریقہ کنتیہ قادریہ مغرب میں مشہور

سلاسل طریقت میں سے ہے۔ جیسا کہ اس سلسلہ کے بانی مغرب اور سوڈان کے مشہور اور بزرگ ترین ولی تھے۔

حضرت ابو محمد مخلوف قبائلی رحمۃ اللہ علیہ

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے شیخ موصوف قرطبہ میں رہائش پذیر رہے اور تادم حیات یہیں رہے۔ سیدی محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ ''روح القدس'' میں لکھتے ہیں کہ میں اپنے والد گرامی کو شیخ موصوف کے پاس لے گیا۔ آپ نے ان کے لیے دعا فرمائی۔ ہم ان کے پاس صبح سے عصر تک ٹھہرے تھے نماز عصر ادا کی اور شیخ موصوف کے کھانے سے ہم نے کھانا کھایا۔ جب بھی کوئی شخص آپ کے گھر داخل ہوتا تو شیخ کی زیارت سے قبل ہی اس پر عجیب حالت طاری ہو جاتی جب زیارت ہوتی تو عجیب منظر دکھائی دیتا۔ آپ اونی کپڑے زیب تن کیے ہوئے ہوتے آپ ہر وقت ذکر کی حالت میں رہتے تھے اور اپنے اوراد مکمل کرنے کے بعد بھی یاد خدا میں مشغول رہتے۔ آپ روزانہ فلاں فلاں ذکر کی ہزار ہزار مرتبہ پڑھائی کرتے تھے۔ یونہی تکبیر، تحمید اور تہلیل کی بھی ہزار ہزار تسبیح پڑھتے تھے۔ جب دعا فرماتے تو تمام آسمانوں اور زمین والوں بلکہ دریا و سمندر کی مچھلیوں تک کو شریک فرماتے۔ نصیحت فرمانے میں دیر نہ کرتے۔

تمنا کرنے سے کافر مسلمان ہو گیا

آپ نے ارادہ فرمایا کہ اپنے گھر میں کنواں کھودیں۔ تو ایک کافر قیدی آگے بڑھا اور اپنی خدمات پیش کیں۔ اس نے کنواں کھودنا شروع کر دیا۔ شیخ موصوف نے کہا کہ اس کافر نے ہماری خدمت کی ہے ہم اللہ تعالیٰ سے اس کے اسلام کا سوال کرتے ہیں۔ پھر رات کو تخلیہ میں تشریف لے گئے اور اللہ تعالیٰ سے اس کے اسلام قبول کرنے کا سوال کیا۔ جب صبح ہوئی تو کافر اپنے کام کے لیے حاضر ہوا اب وہ مسلمان ہو چکا تھا۔ اب اس سے پوچھا گیا کہ تیرے مسلمان ہونے کا کیا سبب ہے؟ کہنے لگا میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھا آپ نے مجھے حکم دیا کہ آپ پر ایمان لاؤں تو میں ایمان لے آیا اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ابو محمد مخلوف کی سفارش اور درخواست سے یہ کام ہوا۔

فوتیدگی پر حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی تشریف آوری

سیدی محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں آپ کو خوش و خرم حالت میں چھوڑ کر اپنے گھر آ گیا۔ جب رات ہوئی میں بستر پر آرام کی غرض سے گیا تو خواب میں میں نے دیکھا۔ ایک وسیع و عریض زمین ہے اور بادل زمین کے بالکل قریب ہیں۔ گھوڑوں کے ہنہنانے کی آوازیں آ رہی ہیں اور لگاموں کی جھنکار محسوس ہو رہی ہے۔ میں نے بہت سے حضرات دیکھے کہ وہ گھوڑوں پر سوار تھے اور وہ اس فضا میں گھوڑوں پر سے اترنا شروع ہو گئے حتیٰ کہ فضا ان سے بھر گئی۔ میں نے ان جیسے خوبصورت چہروں والے کبھی نہ دیکھے تھے اور نہ ہی ان جیسے ستھرے اور پاکیزہ کپڑے کبھی نظر آئے۔ ان کے گھوڑے بھی حسن و جمال میں اپنی مثال آپ تھے۔ اور میں نے ان میں سے ایک شخص کو دیکھا جس کا قد بہت لمبا تھا اور داڑھی بھی بڑی تھی، نوجوان تھا اور اس کا ہاتھ اس کی ٹھوڑی کی طرف تھا۔ چہرہ بھی کشادہ تھا۔ میں اس جماعت کے درمیان چلا گیا اور اس طویل

القامت نوجوان سے میں نے پوچھا مجھے بتاؤ کہ یہ جم غفیر کیا ہے؟ وہ کہنے لگا یہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام ہیں حضرت آدم علیہ السلام سے جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک سارے انبیاء تشریف لا چکے ہیں۔ میں نے کہا آپ کون ہیں؟ وہ فرمانے گئے میں قوم عاد کی طرف بھیجا گیا نبی ہود ہوں۔ میں نے ان سے پوچھا کہ آپ حضرات کس مقصد کے لیے یہاں تشریف فرما ہیں وہ فرمانے لگے ہم سب ابو مخلوف کی عیادت اور ان کو دیکھنے آئے ہیں۔ میں جب خواب سے بیدار ہوا تو جناب ابو محمد مخلوف کے بارے میں پوچھا تو معلوم ہوا کہ وہ اس رات بیمار ہو گئے ہیں۔ پھر چند دن زندہ رہنے کے بعد انتقال فرما گئے۔

حضرت ابو احمد مدافع بن احمد بن محمد معینی رحمۃ اللہ علیہ

خولان کی ایک قوم بنو معین کی طرف آپ کی نسبت ہے۔ آپ صاحب احوال و کرامات و مکاشفات تھے۔ تمام لوگ آپ کی ولایت پر متفق ہیں۔ آپ نے شیخ علی بن حداد کے ہاتھ سے طریقت اخذ کی اور اس واسطہ سے کہ انہوں نے شیخ کبیر غوث اعظم عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ کے دست اقدس سے اخذ طریقت کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر بکثرت فتوحات فرمائیں۔ پھر ان کی شہرت اور چرچا دور دراز تک پھیل گیا۔ آپ کی رہائش تعز شہر کی جانب غربی میں موجود جیز بستی میں تھی۔ آپ کی رباط (فقراء کے لیے وقف عمارت) ہے اور آپ کی اولاد اور آپ کے آثار اب تک موجود ہیں۔

گمشدہ حالت واپس مل گئی

شیخ ابو الغیث بن جمیل کے ابتدائی دور میں احوال میں سے ایک حالت گم ہو گئی۔ آپ شیخ موصوف کے پاس پہنچے اور ان کے پاس کئی دن قیام کیا حتی کہ اللہ تعالیٰ نے گم شدہ حالت واپس کر دی۔

لڑکیوں کے ہونے والے خاوندوں کا علم

آپ کے مکاشفات میں سے ایک یہ ہے کہ آپ کی دو صاحبزادیاں تھیں۔ بہت سے مشہور لوگوں نے ان سے شادی کرنے کی چاہت کا اظہار کیا۔ آپ نے ان میں سے کسی کو ہاں نہ فرمائی۔ ایک مرتبہ آپ کے ایک خاص الخاص آدمی نے پوچھا کہ آپ ہاں کیوں نہیں فرماتے؟ فرمانے لگے ان کے خاوند سمندر پار رہتے ہیں عنقریب وہ یہاں آ جائیں گے۔ پھر جب شریف ابو الحدید اور اس کا بھائی دونوں آئے تو آپ نے ان دونوں کے ساتھ اپنی صاحبزادیوں کی شادی کر دی۔ اس سے لوگوں کو معلوم ہوا کہ آپ کو یہ بات بذریعہ کشف معلوم ہوئی تھی۔ شیخ موصوف نے 618ھ میں ظفار شہر میں انتقال فرمایا آپ کی قبر مشہور زیارت گاہ ہے۔ لوگ برکت حاصل کرنے اور حاجات برآری کے لیے وہاں حاضر ہوتے ہیں۔

بیان کیا گیا ہے کہ ملک مظفر بن رسول نے ایک مرتبہ شیخ کے کسی بچے پر سختی کرنے کا ارادہ کیا۔ کیونکہ ملک موصوف کو اس بچے کے بارے میں کچھ لوگوں نے شکایت کی تھی۔ ملک مظفر نے خواب میں شیخ موصوف کو دیکھا کہ وہ اسے فرما رہے ہیں اے یوسف! اگر تو نے عمر پر سختی کی تو ہم بھی تم پر سختی کریں گے۔ اس کے بعد سلطان نے اپنا ارادہ تبدیل کر لیا۔ اس کے علاوہ بھی شیخ موصوف کی بہت سی کرامات ہیں۔ (قالہ الشرجی)

حضرت مدین بن ابی مدین مغربی رحمۃ اللہ علیہ

اذان سننے کے لیے اپنی میت رکوادی

موصوف کی کرامات میں سے ایک کرامت علامہ مناوی نے بیان کی کہ جب شیخ موصوف کا انتقال ہوا۔ اور لوگ آپ کی میت کو مقبرہ کی طرف اٹھا کر لے جارہے تھے۔ ادھر موذن نے اذان کہنا شروع کردی ادھر آپ کی میت چارپائی اٹھانے والوں پر بہت زیادہ بوجھل ہوگئی۔ حتیٰ کہ وہ اٹھانے سے عاجز ہوگئے اور نیچے رکھ دی جب موذن اذان سے فارغ ہوا تو لوگوں نے آپ کی چارپائی کو ہلا کر دیکھا تو وہ بہت ہلکی ہو چکی تھی جیسا کہ پہلے تھی اس پر لوگوں کو بہت تعجب ہوا۔ آپ کے صاحبزادے سے اس بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا ابا جان کی عادت تھی کہ جب مؤذن اذان دیتا تو آپ اٹھ کر قدموں پر کھڑے ہو جاتے۔ اذان کا جواب کھڑے ہو کر دیتے اور اذان سے فارغ ہونے تک نہ بیٹھتے۔ آپ کے والد بہت بڑے فقیہ اور محدث تھے اور آنکھوں کی بینائی نہ تھی۔ جب آپ سے کوئی مسئلہ دریافت کیا جاتا تو فرماتے فلاں کتاب میں ہے۔ جب اس کتاب میں انہیں نہ ملتا تو کتاب اپنے ہاتھ میں لیتے اور ہاتھ سے اس کی ورق گردانی کرتے پھر جہاں مسئلہ لکھا ہوتا وہاں ہاتھ رکھ کر فرماتے یہ ہے تمہارے مسئلہ کا جواب۔ آپ نے 650ھ میں انتقال فرمایا اور جامع شیخ عبدالقادر دشطوطی میں مدفون ہوئے۔ مزار پر بہت بڑا گنبد ہے۔ آپ کی قبر زیارت گاہ ہے۔

حضرت مدین بن احمد اشمونی رحمۃ اللہ علیہ

سید احمد زاہد اور سیدی محمد حنفی رحمۃ اللہ علیہ کے اصحاب میں سے آپ کبیر عارف ہوئے ہیں۔ قطر مصری میں آپ پر طریقت کی ریاست اور مریدوں کی تربیت ختم ہوگئی۔ آپ سیدی مدین مغربی جو مشہور ولی ہوئے، ان کی اولاد میں سے ہیں۔

ٹیڑھا مینار ہلا کر سیدھا کر دیا

امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ جب آپ کی عبادت گاہ پر موجود مینار کی تعمیر کی گئی تو فارغ ہونے پر معلوم ہوا کہ یہ ٹیڑھا ہے۔ حارۃ کے باشندوں کو اس سے خوف ہوا کہ کسی وقت بھی گر کر جانی نقصان ہو سکتا ہے۔ تمام انجینئر اس پر متفق ہوگئے کہ اسے گرا دینا ضروری ہے۔ شیخ موصوف ان کی طرف اپنی کھڑاؤں پہنے تشریف لائے آپ نے اپنی پشت مینار سے لگائی اور اسے ہلایا۔ لوگ دیکھ رہے تھے تو اسی وقت مینار سیدھا ہو گیا اور آج تک اسی طرح قائم ہے۔

پانی میں ڈوبی تھیلی مصلےٰ کے نیچے سے نکال دی

آپ اپنے شہر کی طرف ایک مرتبہ سفر فرما رہے تھے اور کچھ فقرا ساتھ تھے ان میں سے ایک فقیر نے عرض کیا کہ میں چاہتا ہوں کہ اپنا سب کچھ بیچ کر آپ کے پاس آجاؤں آپ نے بھی یہی مشورہ دیا۔ چنانچہ اس نے اپنی گائے اور کچھ سامان فروخت کر دیا جو رقم ملی وہ تھیلی میں ڈال کر پگڑی کے نیچے سر پر رکھ لی جب کشتی پر سوار ہوا تو دریائے نیل میں ان دنوں بہت پانی تھا

جس کی وجہ سے اس کی پگڑی مع تھیلی دریائے نیل میں گر پڑی۔ اب خالی ہاتھ شیخ موصوف کے پاس حاضر ہوا اور جو واقعہ پیش آیا عرض کیا۔ سیدی مدین رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مصلیٰ کی ایک طرف اٹھائی اور وہ گم شدہ تھیلی اٹھا کر اسے دے دی اس میں سے پانی کے قطرے ٹپک رہے تھے۔

تیس دیناروں پہ جنت کا سودا ہو گیا

شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ایک عورت آئی۔ عرض کرنے لگی یہ ہیں تیس دینار آپ قبول فرمائیں اور مجھے جنتی ہونے کی ضمانت دے دیں۔ شیخ نے اس سے ہنسی فرماتے ہوئے کہا یہ تھوڑے ہیں۔ کہنے لگی میرے پاس ہیں ہی اتنے۔ اس پر آپ نے اللہ تعالیٰ سے اس کے جنتی ہونے کی ضمانت اٹھالی۔ وہ عورت فوت ہو گئی اس کے وارثوں کو اس بات کا پتہ چلا کہ وہ تیس دینار شیخ کو دے چکی تھی۔ چنانچہ اس کے وارث شیخ موصوف کے پاس آئے اور آپ سے تیس دیناروں کا مطالبہ کرنے لگے اور کہنے لگے یہ ضمانت صحیح نہیں ہے چنانچہ وہ عورت ان وارثوں کو خواب میں ملی اور ان سے کہنے لگی میری طرف سے شیخ کے احسان و فضل کا شکریہ ادا کرو۔ کیونکہ میں جنت میں داخل ہو چکی ہوں۔ چنانچہ ان وارثوں نے شیخ کا پیچھا چھوڑ دیا۔

کھڑاؤں نے ظالم سے نجات دلادی

بیان کیا گیا ہے کہ ایک دن شیخ موصوف رحمۃ اللہ علیہ اپنی عبادت گاہ میں موجود چبوترے پر بیٹھے وضو فرما رہے تھے۔ اچانک آپ نے اپنی ایک کھڑاؤں اٹھائی اور اسے مشرقی شہروں کی طرف پھینک دیا۔ جیسے کسی کو مارنے کے لیے پھینکی جاتی ہے۔ پھر ایک سال بعد مشرقی شہروں سے ایک شخص شیخ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ کھڑاؤں اس کے ہاتھ میں تھی۔ اس نے بتایا کہ ایک بدمعاش ظالم نے جنگل میں میری بیٹی سے بدکاری کا ارادہ کیا تو اس وقت بیٹی نے یوں فریاد کی تھی کہ اے میرے ابا کے شیخ! مجھے بچالو۔ یہ الفاظ اس نے اس لیے کہے تھے کہ اس وقت اسے یہ معلوم نہ تھا کہ میرے شیخ کا نام مدین ہے۔ بہر حال اس کھڑاؤں نے اسے بدمعاش کی بدمعاشی سے بچالیا۔ مذکورہ کھڑاؤں اب تک اس کی اولاد کے پاس ہے۔

دل کے حالات پر اطلاع

امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے جناب شیخ عارف باللہ سیدی محمد حریفیش دنوشری رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا کہ شیخ دنوشری مذکور سیدی محمد غمری رحمۃ اللہ علیہ کے اصحاب میں سے تھے۔ بیان کرتے ہیں کہ جب ہمارے شیخ کا انتقال ہو گیا آپ کے بعد کسی اور کے پاس اکٹھا ہونے میں ہمیں کوئی تعجب نہ ہوا یعنی اپنے شیخ جیسا کوئی کہیں نصیب نہ ہوا اور نہ ہی کوئی ایسا شخص سننے میں آیا تو میں نے ایک مرتبہ ایک فقیر سے پوچھا تو وہ کہنے لگا کہ تم سید مدین کے پاس جاؤ۔ جب میں وہاں پہنچا لوگوں سے پوچھا کہ سیدی مدین کہاں ہیں؟ تو جواب ملا رباط (وقف شدہ مکان برائے فقرا) میں وضو فرما رہے ہیں میں وہاں حاضر ہوا دیکھا کہ ایک بہت بڑی پگڑی، بڑا جبہ پہنے ہوئے ایک شخص وضو کر رہا ہے۔ لوٹا اور گرتے پانی کے لیے ایک تھال اور تولیہ حبشی غلام ہاتھ میں لیے کھڑا ہے۔ میں نے اس سے پوچھا سیدی مدین کہاں ہیں؟ اس نے اشارہ سے بتایا کہ یہی ہیں۔ میں نے

دل میں کہا: ''لا ذا بذاك ولا عتبا علی الزمن'' یہ مصرعہ میں نے ''عتب'' کی تاء مفتوحہ کے ساتھ پڑھا۔ کیونکہ میں نے اپنے شیخ سیدی محمد رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ زمانہ گزارا تھا۔ آپ جبہ بھی پہنتے تھے لیکن ہلکا سا عمامہ اور پیوند لگے کپڑے زیب تن ہوتے تھے۔ اس لیے شیخ مدین کے لباس کو دیکھ کر کچھ اچھا نہ لگا۔ ادھر مجھے مردان خدا کے احوال کا ابھی علم نہ تھا کہ وہ کس کس حال میں ہوتے ہیں۔ فوراً شیخ مدین نے مجھے فرمایا مصرعہ درست کروں۔ یوں کہو: ''لاذا بذاك ولا عتبا علی الزمن''، یعنی حرف تاء پر فتحہ کی جگہ سکون پڑھوں۔ میں نے یہ سن کر اللہ اکبر کہا۔ فرمانے لگے اپنے شہر سے چلے تو خبیث نفس کے ساتھ چلے، تم فقرا کو اپنے ترازو پر تولنا چاہتے ہو اور وہ بھی اس نفس کے ترازو کے ساتھ جواب تک تمہارے قابو میں نہیں آیا۔ میں نے عرض کیا میں اللہ کی طرف توبہ کرتا ہوں۔ آپ نے مجھ سے عہد لیا مجھے اپنی غلامی میں رکھنا منظور فرمایا۔ میں اس سے اب تک سیدی مدین رحمۃ اللہ علیہ کی برکت میں ہوں۔ میں نے یہی حکایت وکرامت سیدی علی مرصفی سے سن رکھی تھی۔ وہ اسے اپنے شیخ سیدی محمد بن اخت سیدی مدین عن سیدی محمد حریفیش رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرتے تھے۔ پھر جب میں سیدی محمد حریفیش سے 915ھ دنوشر میں ملا تو آپ نے ذرا دل لگی کے انداز میں یہی واقعہ مجھے سنایا۔ جب میں واپس قاہرہ آیا تو میں نے اس کی خبر سیدی علی کودی میں بڑا خوش تھا۔ انہوں نے مجھے ہنسنے کے انداز میں فرمایا میں بغیر سند کے تھا اب میں سند والا ہو گیا ہوں۔

سرکاری خزانے کی کمی پوری کردی

سلطان چقمق کے خزانہ میں کمی واقع ہوگئی تو اس نے سیدی مدین کے پاس پیغام بھیجا تا کہ آپ سے اس سلسلہ میں مدد لی جائے اور فوج کے اخراجات پورے کیے جاسکیں۔ آپ نے سلطان کے لیے پتھر کی ایک بڑی سیل بھیجی اسے اٹھانے والے سلطان کے پاس لے آئے۔ سلطان نے دیکھا کہ وہ خزانہ ہے یعنی سونا ہے۔ اس نے اسے فروخت کر کے اس کی قیمت بیت المال میں رکھ دی۔ یوں سلطان کی حالت درست ہوگئی۔ سلطان نے کہا اصل بادشاہ تو یہ لوگ ہیں۔ آپ کے پاس ایک شخص آیا جو بوڑھا ہو رہا تھا۔ عرض کرنے لگا یا سیدی! میرا مقصود یہ ہے کہ میں مختصر مدت میں قرآن کریم کا حافظ ہو جاؤں۔ آپ نے فرمایا اس خلوت گاہ میں چلے جاؤ۔ صبح اٹھا تو وہ پورے قرآن کریم کا حافظ ہو چکا تھا۔ (1)

یہودی کا مسلمان ہونا پہلے سے معلوم تھا

علامہ مناوی ذکر کرتے ہیں کہ سیدی مدین کے ہاں ایک یہودی طبیب تھا جو آپ کے ہاں ٹھہرے ہوئے فقرا کا بلا معاوضہ علاج معالجہ کیا کرتا تھا۔ لوگوں نے سیدی مدین پر اعتراض کیا کہ آپ نے اس یہودی طبیب کو اپنے عبادت خانہ میں آنے اور علاج کرنے کی اجازت دے کر اچھا نہیں کیا آپ کو جب اس کا علم ہوا تو فرمانے لگے وہ تو مسلمان ہے۔ اس بات کو

1۔ شیخ موصوف کی عادت تھی کہ آپ خود مسائل فقہیہ کا جواب نہیں دیتے تھے۔ بلکہ سائل کو عیسیٰ عزیز کے پاس بھیج دیتے تھے۔ عیسیٰ موصوف شیخ کے عبادت خانہ میں ٹھہرے ہوئے تھے۔ ایک دفعہ چند لوگ شیخ کا امتحان لینے کی غرض سے آئے۔ آپ نے انہیں حسب عادت عیسیٰ عزیز کے پاس جانے کا فرمایا۔ انہوں نے کہا ہمیں تو آپ سے ہی جواب چاہیے۔ فرمایا اس کا جواب تمہارے پاس موجود فلاں کتاب کے دسویں ورق کی ساتویں سطر پر لکھا ہے۔ انہوں نے ایسے ہی پایا پھر استغفار کی اور تائب ہو گئے۔

ابھی چند دن ہی گزرے ہوں گے کہ وہ یہودی طبیب اپنی خوشی اور مرضی سے اسلام لے آیا۔ آپ کے راز و اسرار کی باتیں لکھنے والا کہتا ہے کہ شیخ مدین رحمۃ اللہ علیہ نے جس واقعہ کی جو خبر دی اور مستقبل کے بارے میں جو کہا وہ ضرور ہو کر رہا۔ آپ نے 862ھ میں انتقال فرمایا۔

حضرت مرزوق بن حسن بن علی صریفی یمنی رحمۃ اللہ علیہ

آپ صاحب کرامت و مکاشفات ولی تھے کسی سے کچھ نہ پڑھا تھا۔ اللہ تعالیٰ کی عنایت اور وہبی فتوحات آپ کو حاصل تھیں۔ آپ علماء کے ساتھ ان کے علوم کے بارے گفتگو فرمایا کرتے تھے۔ آپ کی اولاد میں سے کسی کا ایک شخص پر قرض ہو گیا۔ اس صاحبزادے نے اس سے قرض واپس طلب کیا۔ اس نے شیخ سے شکایت کر دی آپ کو اس قرض کا بھی علم نہ تھا۔ آپ نے صاحبزادہ کو بلایا اور اسے فرمایا تمہارے پاس مال آیا اور تم قرض وصول کرنے والے بھی بن گئے۔ لہٰذا تم زندہ رہنے کی صلاحیت نہیں رکھتے۔ وہ صاحبزادہ اسی وقت اسی مجلس میں گر کر فوت ہو گیا۔ شیخ مدین رحمۃ اللہ علیہ کا بھی اس سے ملتا جلتا واقعہ ہے۔ وہ یہ کہ آپ کا ایک چھوٹی عمر کا بچہ تھا جو بیٹھا آپ کے پاس کھیل رہا تھا۔ اسے دیکھ کر شیخ موصوف کا دل اس کی طرف مشغول ہو گیا۔ جب دیکھا کہ وہ آپ کے لیے آزمائش بن گیا ہے اور اللہ تعالیٰ سے توجہ ہٹ جانے کا سبب بن گیا ہے تو آپ نے اس کی طرف تیز نظر سے دیکھا وہ اسی وقت فوت ہو گیا۔ (قالہ المناوی)

جناب شرجی بیان کرتے ہیں کہ شیخ موصوف مشائخ کبار میں سے تھے اور کرامات و مکاشفات زاہرہ سے متصف شخصیت تھے۔ صاحب خلق اور تربیت تھے۔ بہت سے لوگوں کو آپ کی صحبت نصیب ہوئی اور آپ کی صحبت سے مستفید ہوئے۔ شیخ موصوف زبید شہر میں موجود بنو مرزوق حضرات کے جداعلیٰ ہیں۔ انہی کی طرف ان کی نسبت ہے اور آپ ہی ان کی پہچان ہیں۔ ان کے جداعلیٰ ذؤال کی طرف سے منتقل ہو کر اس شہر میں آ بسے تھے اور یہیں شیخ موصوف پیدا ہوئے تھے۔ تصوف کا طریقہ اختیار فرمایا اور فقیہ ابراہیم فشلی کی صحبت میں رہے۔ ان سے بیعت کی اور مستفید ہوئے آپ ان پڑھ تھے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کو عنایت شریفہ کا حصول ہوا اور علوم کثیرہ آپ پر کھول دیئے گئے۔ بڑے بارعب بزرگ تھے۔ علماء کے ساتھ ان کے علوم کے بارے میں گفتگو فرمایا کرتے تھے۔ شیخ احمد صیاد، شیخ ابو الغیث بن جمیل اور شیخ محمد حکمی وغیرہ نفعنا اللہ بھم اجمعین ایسے ذی قدر علماء کرام کے ساتھ آپ نے علمی گفتگو فرمائی۔

پکا ہوا گوشت الگ الگ کر دیا

آپ کی مشہور کرامات میں سے ایک یہ ہے جسے شیخ یحییٰ مرزوقی نے اپنی اس کتاب میں درج فرمایا ہے جس میں انہوں نے مشائخ بنی مرزوق کی کرامات درج کی ہیں وہ یہ کہ ملک مسعود بن ایوب نے آپ کے حال کا امتحان لینے کے لیے اپنے ہاں بلایا اس نے شیخ موصوف اور آپ کے ساتھیوں کے لیے دعوت کا اہتمام کیا۔ اس کے لیے ایک بیل اور ایک خچر ذبح کی ہر ایک کو الگ الگ پکایا اور برتنوں میں ڈال کر کھانے کو دیا۔ شیخ موصوف نے نقیب الفقرا (فقرا میں سے ایک اہم فقیر) کو حکم دیا۔

وہ ان برتنوں کو الگ الگ کر دے۔ اس طرح کہ جن تھالیوں میں بیل کا گوشت ڈالا گیا وہ فقرا کے لیے ان کے سامنے رکھ دی جائیں اور جن میں خچر کا گوشت ڈالا گیا وہ بادشاہ کے غلاموں کی طرف کر دی جائیں۔ سلطان نے ان کی وجہ پوچھی۔ آپ نے فرمایا یہ گوشت فقرا کے لائق ہے اور وہ شاہی غلاموں کے لیے مناسب ہے۔ یہ دیکھ کر سلطان آپ کے فضل کا معترف ہو گیا اور آپ کی ولایت کو مان گیا۔ اٹھا اور آپ کے ہاتھ چوم لیے اور پھر آپ سے درخواست کی کہ کوئی حکم ارشاد فرمائیں۔ آپ نے اسے فقرا کی طرح حکم دیا۔

تمام حاضرین کو کعبہ دکھا دیا

شیخ مرزوق رحمۃ اللہ علیہ کی ایک کرامت جو بہت ہی مشہور ہوئی، وہ یہ ہے کہ جب قاضی ابوبکر ابن ابی عقامہ نے اپنی مسجد زبید شہر کی عید گاہ کے قریب بنوانے کا ارادہ کیا اور محراب کی تنصیب کا معاملہ آیا تو قاضی موصوف اور تعمیر کرنے والے کے درمیان اس میں اختلاف ہو گیا اور بات لمبی ہو گئی۔ بہت سے لوگ جمع تھے ان میں ایک شخص مرزوق رحمۃ اللہ علیہ بھی تھے کیونکہ یہ مسجد آپ کے گھر کے قریب بن رہی تھی۔ حاضرین سے شیخ نے فرمایا قبلہ ادھر ہے۔ قاضی مذکور نے شیخ کی بات کو تسلیم نہ کیا اور سخت مخالفت کی۔ اس پر شیخ موصوف نے کہا قبلہ ادھر ہی ہے اور یہ ہے کعبہ مکرمہ۔ قاضی صاحب نے کعبہ دیکھا اور سب حاضرین نے بھی دیکھا وقت چاشت تھا۔ پھر شیخ موصوف پر غشی طاری ہو گئی اور بے سدھ و بے خبر ہو گئے حتیٰ کے بالکل حواس کھو بیٹھے اور درخت کی طرح بے شعور کھڑے رہے۔ آپ کو اس حال میں اٹھا کر ان کے گھر لایا گیا اس واقعہ کے بعد جلد ہی شیخ موصوف انتقال فرما گئے۔

عذاب سے رہائی دلادی

ایک امیر ابن اید مرفوت ہو گیا۔ ملک مظفر بن رسول کے گھر والوں کا استاد تھا اور مرنے کے بعد اسے شیخ مرزوق رحمۃ اللہ علیہ کی قبر کے قریب دفن کیا گیا۔ اس کے چچازاد بھائی نے اس کی قبر پر خیمہ لگوایا جیسا کہ دولت مندوں کا طریقہ تھا۔ اس خیمہ میں ان کا چچازاد اور کچھ لوگ اور بھی رات گزارنے کے لیے ٹھہر گئے۔ خواب میں چچازاد نے دیکھا کہ فرشتوں کی ایک جماعت آئی ہے ان کے پاس آگ کا اونٹ اور اس پر آگ کا کجاوا تھا۔ انہوں نے استاد موصوف کو قبر سے نکالا اور کجاوہ میں ڈالنے کا ارادہ کیا۔ وہ چیخ رہا تھا اور اپنے اوپر آن پڑی سختی کی وجہ سے فریاد کر رہا تھا۔ اس نے خواب میں دیکھا کہ شیخ مرزوق رحمۃ اللہ علیہ اپنی قبر سے باہر تشریف لائے ان فرشتوں سے کہا اسے چھوڑ دو۔ فرشتوں نے کہا اے شیخ! ہمیں اس کا حکم دیا گیا ہے۔ شیخ نے کہا میں نے اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے شفاعت کر لی ہے اور ہر اس شخص کے بارے میں بھی جس کی قبر میری قبر کے قریب ہو گی۔ اس پر فرشتوں نے اسے چھوڑ دیا اور اوپر اڑ گئے۔ پھر صبح کے وقت خواب دیکھنے والے نے اپنے سب ساتھیوں کو خواب کا واقعہ بتایا پھر خیمہ اکھاڑ لیا اور شیخ مرزوق رحمۃ اللہ علیہ کے پوتے کے ہاتھ میں اپنی باگ دوڑ دے دی۔ مختصر یہ کہ شیخ مرزوق رحمۃ اللہ علیہ کی کرامات بکثرت ہیں۔ آپ نے 619ھ میں انتقال فرمایا۔ آپ کی قبر مقبرہ باب سہام میں ان مشہور قبروں میں سے ایک

ہے جو مشہور زیارت گاہ اور حصول برکت کے لیے مرجع عوام ہے۔ بہت کم ایسا ہوتا ہے کہ کسی ضرورت مند کی ضرورت پوری نہ ہوتی ہو۔ (قالہ الشرجی)

حضرت مرزوق بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ

حیوان تک خادم بن گئے

آپ اکابر اولیاء کرام میں سے اور صاحب کرامت خارقہ شخصیت تھے۔ آپ کی ایک کرامت ''طبقات الزبیدی'' میں مذکور ہے۔ وہ یہ کہ آپ کا ایک گدھا تھا جس پر شیخ موصوف سوار ہو کر کھیتی پک جانے کے دور میں کسانوں سے نذرانہ وصول کرنے جایا کرتے تھے۔ جب آپ کا انتقال ہو گیا تو یونہی گدھا خود بخود ان مواضع و مقامات پر چلا جایا کرتا تھا جہاں اسے شیخ موصوف اپنی حیات میں لے جایا کرتے تھے اور لوگ اسے غلہ وغیرہ ہبہ کر دیتے۔ حتیٰ کہ اس کی پشت پر وہ تمام نذرانے اکٹھے ہو جاتے اور انہیں یہ گدھا لے کر شیخ موصوف کی اولاد کے پاس آ جاتا یہ سلسلہ طویل مدت تک چلتا رہا۔ حتیٰ کہ شیخ موصوف کی اولاد جوان ہو گئی اور انہوں نے خود اپنے کام کاج سنبھال لیے۔ آپ کی یہ کرامت ہر شخص جانتا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی تھا کہ اگر کوئی شخص اس گدھے پر رکھے گئے غلے وغیرہ میں سے کوئی چیز اٹھانے کی ہمت کرتا تو اس کا ہاتھ گدھے پر لدے ہوئے سامان کے ساتھ چپک جاتا۔ وہ ہر ممکن کوشش کرتا لیکن چھڑا نہ سکتا۔ حتیٰ کہ اسی حالت میں وہ شیخ کی اولاد کے پاس آتا اور آپ کی اولاد میں سے کوئی آ کر اس کا ہاتھ چھڑاتا۔ (قالہ المناوی)

حضرت شیخ مرشد رحمۃ اللہ علیہ

چالیس سال صرف ایک منقہ کا دانہ روزانہ کھایا

امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مجھے شیخ موصوف نے خود بتایا کہ وہ چالیس سال تک روزانہ صرف ایک منقہ کے دانے پر اکتفا کرتے تھے۔ حتیٰ کہ آپ کا پیٹ آپ کی پشت کے ساتھ لگ گیا۔ نیز آپ نے مجھے اپنے ابتدائی حالات سے لے کر اب تک کے حالات بھی بتائے اور میرے بہت سے باطنی امور میں مجھے مطلع کیا جو مجھ میں خلل انداز رہے۔ مجھے آپ سے مدد حاصل ہوئی۔ آپ کی آخری عمر میں سوڈان کے فقرا کا ایک گروہ حاضر ہوا۔ وہ آپ کے انتہائی عقیدت مند ہو گئے۔ 940ھ میں آپ نے انتقال فرمایا اور قلعہ الجبل کے قریب باب الوزیر میں دفن کیے گئے آپ کی عمر سو سال کے لگ بھگ تھی۔

حضرت مردان مجذوب مصری رحمۃ اللہ علیہ

مسلمانوں کی جنگوں میں مدد کرنا

آپ مصر کے شہروں میں گھومتے رہتے تھے اور لوگوں کو آپ سے کرامات اور خرق عادت کام دیکھنے کا بہت موقع ملتا۔ آپ جب بازار میں جا رہے ہوتے تو جو شخص سامنے آتا اگر اس نے کوئی جرم کیا ہوتا یا اس کے دل میں معصیت آتی تو آپ اسے تھپڑ

رسید کرتے۔ یہاں تک کہ وہ شخص اس برے خیال اور برائی سے رجوع نہ کرلیتا اور کسی کو ہمت نہ پڑتی کہ آپ کو ایسا کرنے سے روکتا۔ بعض دفعہ آپ کو منع کرنے کی کوشش کی گئی تو منع کرنے والے کا ہاتھ شل ہوگیا۔ شیخ علی خواص رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ شیخ مروان موصوف نے کافروں کے خلاف کوئی جنگ بھی شرکت کے بغیر نہیں گزاری بلکہ آپ کا ہر دن کفار سے جنگ کرنے میں گزرتا آپ کے جسم پر جو زخم تھے وہ اسی سبب سے تھے۔ آپ فتح رودس میں حاضر تھے۔ فقرائے مصر میں بہت شہرت تھی۔ خاص گران کاموں میں جو آپ نے سلطان سلیمان بن عثمان کے دور میں غزوات میں سرانجام دیئے۔ شیخ موصوف نے 955ھ میں انتقال فرمایا اور باب الفتوح کے باہر جامع مہناوی میں دفن کیے گئے۔ آپ کی قبر زیارت گاہ ہے۔ (قالہ الغزی)

سیدہ مریم بنت عبداللہ بن محمد بن احمد بن اسماعیل بن قاسم مرسی بن طباطبا رحمۃ اللہ علیہا

موصوفہ کی قبر مٹی کے ڈھیر میں دبی ہوئی تھی۔ جزیرہ اور اس کے گرد و نواح کے لوگ یہاں سے ستون کی طرح بلند اور سیدھا نور نکلتا ہوا دیکھا کرتے تھے۔ یہ نظارہ اکثر راتوں کو ہوتا تھا۔ اس کی خبر حافظ کو ملی تو انہوں نے اس جگہ کھدائی کی جس سے ان کی قبر ظاہر ہوئی۔ اس پر ایک تختہ نصب تھا جس پر سیدہ موصوفہ کا نسب لکھا ہوا تھا جو مذکور ہوا ہے۔ اس نے یہاں مسجد تعمیر کرنے کا حکم دیا اس پر گنبد بنایا اور مٹی کا ٹیلہ ان کے سرہانے کردیا۔ مسجد مذکور دعا کی اجابت کے لیے مشہور ہے۔

حضرت ابوجہیر ضریر مسعود رحمۃ اللہ علیہ

ولی کے انتقال پر اولیاء کرام تشریف لاتے ہیں

''طبقات مناوی صغری'' میں جناب صالح المری کا ایک واقعہ ذکر کیا گیا ہے۔ فرماتے ہیں کہ میں ایک دن گھر سے جناب شیخ ابوجہیر ضریر رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کے لیے نکلا۔ آپ شہر سے باہر ایک مسجد تعمیر کرکے اس میں عبادت کیا کرتے تھے میں ابھی راستہ میں ہی تھا کہ جناب محمد بن واسع رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات ہوگئی۔ مجھ سے پوچھنے لگے کدھر جارہے ہو؟ میں نے کہا ابوجہیر کی زیارت کرنے جارہا ہوں۔ فرمانے لگے میرا بھی یہی ارادہ ہے پھر ہم دونوں چل پڑے (1) پھر ہمیں اچانک حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ مل گئے۔ آپ نے ہم سے پوچھا کدھر کا ارادہ ہے؟ ہم نے کہا ابوجہیر کی ملاقات کرنے جارہے ہیں۔ فرمانے لگے میں بھی ادھر ہی جارہا ہوں۔ تھوڑی دور گئے تو حضرت ثابت بنانی دکھائی دیئے علیک سلیک کے بعد وہ بھی فرمانے لگے کہ میرا تمہارا ایک ہی ارادہ ہے اور فرمایا اللہ تعالیٰ کا شکر ہے جس نے ہمیں اکٹھا کردیا۔ صالح مری راوی بیان کرتے ہیں کہ ہم بغیر کسی جگہ کے چلتے رہے۔ جب ہم ایک خوبصورت مقام پر پہنچے تو جناب ثابت بنانی رحمۃ اللہ علیہ فرمانے لگے آؤ یہاں دو رکعت نماز ادا کرلیں۔ حتیٰ کہ ہم جب قیامت کے روز اللہ تعالیٰ کے حضور جمع ہوں گے تو یہ ہماری گواہ بنے گی۔ پھر ہم جناب ابوجہیر کے مکان پر حاضر ہوئے ہم نے آپ سے اندر آنے کی اجازت طلب کرنا اچھا نہ جانا اور مکان سے باہر ہی بیٹھ گئے۔ جب ظہر کا

1۔ پھر تھوڑی دیر بعد حبیب عجمی آ گئے۔ انہوں نے پوچھا: کدھر کا پروگرام ہے ہم نے کہا ابوجہیر سے ملنے جارہے ہیں۔ وہ فرمانے لگے میں بھی اسی ارادے سے نکلا ہوں، چنانچہ یہ آگے چل پڑے۔

وقت ہوا تو آپ باہر تشریف لائے اذان دی اور نماز کھڑی ہو گئی انہوں نے بھی نماز ادا کی اور ہم نے بھی آپ کے ساتھ نماز ادا کی۔ پھر آپ کی خدمت میں حضرت محمد بن واسع کھڑے ہوئے فرمانے لگے تم کون ہو؟ محمد بن واسع نے جواب دیا میں آپ کا بھائی محمد بن واسع ہوں۔ فرمانے لگے اچھا تو تم ہی وہ ہو جسے لوگ کہتے ہیں کہ بصرہ میں سب سے اچھی نماز ادا کرنے والا ہے۔ یہ سن کر آپ خاموش رہے۔ پھر جناب ثابت بنانی اٹھے اور ان سے بھی انہوں نے پوچھا تم کون ہو؟ کہنے لگے میرا نام ثابت بنانی ہے اچھا تو تم وہ ہو جسے لوگ کہتے ہیں بصرہ میں بہت زیادہ نمازیں ادا کرنے والا ہے؟ آپ بھی خاموش رہے۔ پھر حضرت مالک بن دینار اٹھے ان سے پوچھا تم کون ہو؟ انہوں نے جواب دیا مالک بن دینار ہوں۔ فرمایا چھوڑو چھوڑو، تمہیں ہی کہا جاتا ہے کہ بصرہ میں سب سے بڑا زاہد ہے؟ آپ بھی چپ رہے پھر حبیب عجمی اٹھے پوچھا کون ہو؟ بتایا کہ میں حبیب عجمی ہوں۔ فرمانے لگے اچھا تم ہو جسے مستجاب الدعوات کہتے ہیں؟ آپ نہ بولے صالح مری بیان کرتے ہیں پھر میں اٹھا۔ آپ نے مجھ سے بھی پوچھا کون ہو؟ عرض کیا صالح مری کہتے ہیں اچھا تو تم وہی ہو جسے بصرہ کے لوگ خوبصورت آواز والا کہتے ہیں؟ پھر فرمانے لگے ہمیں تمہاری خوش آوازی کا شوق تھا۔ اللہ تعالیٰ کی کتاب میں سے پانچ آیات ہمیں سناؤ۔ صالح مری کہتے ہیں کہ میں نے پھر يَوْمَ يَرَوْنَ الْمَلٰٓئِكَةَ لَا بُشْرٰى يَوْمَئِذٍ لِّلْمُجْرِمِيْنَ (الفرقان:22) سے تلاوت شروع کی جب پڑھتے پڑھتے میں هَبَآءً مَّنْثُوْرًا⊙ تک پہنچا تو آپ نے چیخ ماری اور بے ہوش ہو گئے۔ جب افاقہ ہوا فرمایا مجھے دوبارہ اپنی قرأت سناؤ۔ میں نے دوسری مرتبہ پڑھا دوسری مرتبہ بھی چیخ مار کر بے ہوش ہو گئے اور اب کے دنیا چھوڑ گئے۔ پھر آپ کی بیوی تشریف لائیں اور پوچھا تم کون ہو ہم نے انہیں اپنی شناخت کرائی تو کہنے لگیں اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّاۤ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ، کیا ابوجہیر انتقال کر گئے ہیں؟ ہم نے کہا جی۔ اللہ تعالیٰ آپ کو صبر جمیل اور اجر عظیم عطا فرمائے۔ اچھا یہ تو بتایئے کہ آپ کو ان کی موت کا کیسے پتہ چلا؟ کہنے لگیں ان کی بکثرت دعا تھی کہ اے اللہ! میری موت پر اپنے اولیاء کو جمع فرمانا تو تمہیں دیکھ کر مجھے پتہ چل گیا کہ تم صرف اس کی موت پر آئے ہو۔ پھر ہم نے انہیں غسل دیا، کفن پہنایا، نماز جنازہ پڑھی اور دفن کر دیا۔ یہ کرامت امام یافعی نے "روض الریاحین" میں درج فرمائی ہے۔

حضرت مسعود دراوی رحمۃ اللہ علیہ

مزدوروں کو اجرت دے کر درود شریف پڑھوانا

"کنوز الاسرار" میں لکھا ہے کہ یہ حکایت وکرامت جناب شیخ سیدی مسعود رحمۃ اللہ علیہ سے بیان کی گئی ہے۔ آپ بلاد فارس کے اولیاء میں سے تھے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے محبین میں سے ایک محب تھے۔ آپ اس جگہ تشریف لے جاتے جہاں لوگ جمع ہوتے مزدور وغیرہ وہاں سے مل جاتے تھے پھر وہاں سے آپ بقدر ضرورت مزدور اور کام کرنے کے خواہشمند افراد کو ساتھ لیتے۔ وہ سمجھتے کہ آپ ہمیں کسی کام کے کرنے کے لیے لے جا رہے ہیں۔ جب سب لوگ شیخ موصوف کے گھر پہنچتے تو آپ ان سے فرماتے بیٹھو کہ ہم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ عالیہ میں نذرانہ صلوٰۃ وسلام عرض کرتے ہیں۔ عصر تک یہ سلسلہ لگاتار جاری

رہتا۔ پھر آپ ان مزدوروں اور کارندوں سے فرماتے جس قدر آسانی سے زیادہ کام کر سکتے ہو، کر لیا کرو۔ جیسا کہ تعمیر کا کام لینے والا مزدوروں سے کہا کرتا ہے۔ پھر آپ ان کو مزدوری عطا فرماتے اور وہ اپنے اپنے گھر روانہ ہو جاتے۔ شیخ موصوف اپنے حسن عقیدت اور صدق دل کی بدولت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جاگتے ہوئے زیارت بھی کیا کرتے تھے۔

حضرت ابو عبد اللہ مسعود بن عبد اللہ جاوی رحمۃ اللہ علیہ

عدن شہر اور اس کے گرد و نواح میں آپ شیخ کبیر کے طور پر مشہور تھے۔ آپ اہل عواجہ کے فقہاء اور شیوخ کے صحبت یافتہ تھے۔ آپ کی صحبت فقیہ کبیر جناب اسماعیل حضرمی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ بھی تھی۔ ان تمام بزرگوں سے مستفید ہوئے اور ان کی برکات حاصل کیں۔ صاحب خلق اور تربیت تھے۔ بڑے بڑے شیوخ نے ان سے نفع حاصل کیا جیسا کہ شیخ عبد اللہ بن اسعد یافعی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ، شیخ یافعی مذکور نے اپنی تاریخ میں ان کا تذکرہ کیا بڑی تعریف لکھی اور ان کے بارے میں لکھا کہ ہمارے شیخ موصوف مشہور ولی، انفاس صادقہ کے مالک، کرامات خارقہ کے مظہر، مواہب سنیہ اور مقامات جلیلہ کے حامل تھے۔ ایک اور جگہ لکھتے ہیں آپ وہ پہلے بزرگ ہیں جنہوں نے مجھے اشارہ (کسی کے حکم) سے خرقہ پہنایا جو انہیں کہا گیا تھا۔ مزید لکھتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ ان کی معیت میں ایک صالح کی قبر پر گیا تو مجھے سمجھ آئی کہ آپ نے صاحب قبر سے گفتگو فرمائی ہے۔ امام یافعی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کی تاریخ وفات کی تحقیق نہیں فرمائی۔ (قالہ الشرجی)

حضرت مسعود بن عبد اللہ مغربی رحمۃ اللہ علیہ

شراب کا مٹکا شہد میں تبدیل ہو گیا

آپ دمشق میں قیام پذیر تھے۔ شیخ، صالح، عارف باللہ اور عقیدت کا مرکز تھا۔ نجم غزی بیان کرتے ہیں مجھے بتایا گیا کہ آپ اپنے ہاتھ کی کمائی سے کھایا کرتے تھے۔ مغربی طرز کے دروازے بناتے تھے جو دمشق کے باغات کی دیواروں میں لگائے جاتے تھے۔ ایک مرتبہ ایک فوجی آپ کے درپے ہو گیا۔ آپ نے اس وقت کام کاج والے کپڑے پہن رکھے تھے۔ فوجی کہنے لگا یہ مٹکا اٹھاؤ اور جہاں کہتا ہوں وہاں لے چلو۔ اس میں شراب تھی شیخ نے اسے اٹھالیا۔ جب وہ مقررہ جگہ پر پہنچے تو مٹکا نیچے رکھ دیا۔ فوجی نے کھول کر دیکھا اور چکھا تو وہ شراب کی بجائے شہد بن چکا تھا۔ شیخ مٹکا رکھ کر گھر آ گئے تھے وہ آپ کے گھر آیا اور معذرت کی اور آپ کے ہاتھوں پر توبہ کی۔ دمشق کے لوگ شیخ موصوف کے بہت زیادہ عقیدت مند تھے۔ آپ کے ہاتھوں کو چومتے ان سے برکت حاصل کرتے 985ھ میں شیخ موصوف نے انتقال فرمایا۔

حضرت مسلم بن سار تابعی رحمۃ اللہ علیہ

پل بھر میں دور دراز کا سفر طے کرادیا

آپ کی ایک کرامت یہ بیان کی گئی ہے کہ آپ نے بصرہ میں آٹھ ذوالحج کو اپنے ساتھیوں سے پوچھا کیا تم حج کرنا

چاہتے ہو؟ انہوں نے کہا یہ شخص بدحواسی کی بات کر رہا ہے۔ بھلا آٹھویں ذوالحج کو بصرہ میں ہوں اور حج بھی کریں، یہ کیونکر ہو سکتا ہے؟ لیکن اس کے باوجود ہم اس کے کہنے پر عمل کریں گے۔ آپ نے فرمایا جس کا حج کرنے کا ارادہ ہے وہ تیار ہو کر شہر سے باہر نکل آئے۔ چنانچہ یہ لوگ شہر سے باہر صحرا کی طرف نکلے اور سواریاں بھی ان کے پاس تھیں۔ آپ نے فرمایا ان سواریوں کی لگامیں چھوڑ دو۔ رات کے وقت جب صبح ہوئی تو انہیں اپنے سامنے جبال تہامہ نظر آئے (مکہ شریف کے پہاڑ دکھائی دینے لگے)۔

ایک دن آپ دجلہ پر تشریف لائے دجلہ اس وقت بھرا ہوا تھا۔ آپ اس کے پانی پر چلنے لگے پھر مڑ کر دیکھا اور اپنے ساتھیوں سے کہا کیا تمہاری کوئی چیز تو گم نہیں ہوئی؟ آپ نے 101ھ میں انتقال فرمایا۔ حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ نے ان کے وصال کے ایک سال بعد دیکھا۔ انہیں سلام کیا جس کا انہوں نے جواب نہ دیا۔ مالک بن دینار کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا آپ کو سلام کا جواب دینے سے کس بات نے روکا؟ فرمانے لگے میں میت ہوں کیسے جواب دوں؟ پوچھا اللہ تعالیٰ نے آپ سے کیا سلوک فرمایا: فرمایا بڑے بڑے زلزلے اور ڈراونی باتیں تھیں۔ پوچھا پھر اس کے بعد کیا ہوا؟ فرمانے لگے کریم سے تم کس بات کی توقع رکھتے ہو؟ اللہ تعالیٰ نے میری نیکیاں قبول فرمالیں، گناہ مٹا دیئے اور ہمارا تاوان معاف فرما دیا ہے۔ (قالہ المناوی)

حضرت ابوداؤد مسلم سلمی رحمۃ اللہ علیہ

حلال وحرام کو الگ الگ کر دیا

شیخ مسلم سلمی کے دور میں ایک شخص خضر سلطانی کے نام کا تھا۔ اس کا ملک ظاہر کے پاس ہر س میں آنا جانا رہتا تھا۔ سلطان بھی اس پر مہربان تھا اور عقیدت مند بھی تھا۔ صاحب بہاؤالدین کی شیخ مسلم موصوف کے ساتھ عقیدت زیادہ تھی۔ کیونکہ وہ ان کا حال دیکھ چکا تھا۔ اتفاق ہوا کہ صاحب بہاؤالدین ایک دن سلطان ملک ظاہر کے ہاں موجود تھا اس وقت سلطان کے پاس شیخ خضر سلطانی بھی موجود تھے۔ صاحب بہاؤالدین نے سلطان سے کہا کہ اگر تم میرے صاحب کو آزماؤ تو ان کے زیادہ معتقد ہو جاؤ گے سلطان نے جواب دیا نہیں بلکہ یہ (شیخ خضر سلطانی) ان میں ممتاز ہیں۔ صاحب نے اس سے کہا اگر بادشاہ سلامت چاہیں تو میں اپنے صاحب کو بلوالوں؟ بادشاہ نے کہا ٹھیک ہے بلوالو۔ چنانچہ شیخ موصوف تشریف لے آئے۔ آپ کے ساتھ چند آدمی بھی تھے۔ سلطان نے شیخ مسلم اور خضر کے امتحان کا پروگرام بنایا۔ اس نے حکم دیا کہ کھانا دو قسم کا پکایا جائے حلال طیب سے اور حرام دال سے کارندوں نے ایسے ہی کیا کھانا تیار ہو گیا تو ان دونوں شیوخ اور ان کے ساتھیوں کے سامنے پیش کیا گیا تاکہ کھائیں۔ دستر خوان لگایا گیا خادم اپنی اپنی ذمہ داری کے لیے کھڑے ہو گئے تاکہ فقرا اور مہمانوں کو جس چیز کی ضرورت ہو فوراً حاضر کریں۔ شیخ مسلم اپنے قدموں پر کھڑے ہو گئے اور خادم سے کہا آج فقرا کی خدمت کا فریضہ میں سرانجام دوں گا۔ پھر آپ اپنے ساتھیوں کو ایک طرف کرنے لگے اور حلال کھانا لے کر ان کے سامنے رکھنا

شروع کر دیا۔ پھر شیخ خضر اور ان کے ساتھیوں کو دوسری طرف بٹھایا اور حرام کھانا ان کے سامنے رکھا۔ پھر فرمایا کھاؤ پاکیزہ کھانا پاکیزہ لوگوں کے لیے اور خبیث کھانا خبیثوں کے لیے ہے۔ اس دن سے سلطان کو شیخ مسلم کے مقام وحال کا علم ہوا اور ان کی برکت سے آگاہی ہوئی۔ پھر وہ شیخ خضر کے قریب نہ پھٹکا۔ سلطان موصوف نے مصر میں جمعۃ المبارک کے دن 990ھ میں انتقال فرمایا اور اس مقبرہ میں دفن کئے گئے جو ان کے لیے صاحب بہاؤ الدین محمد بن علی ابن حنا نے تعمیر کروایا تھا۔ شیخ مسلم اس کی تعمیر کے بعد فوت ہوئے اور اس کی ایک جانب دفن ہوئے۔ (قالہ السخاوی)

حضرت مسلمہ بن خدیج تجیبی رحمۃ اللہ علیہ

آپ اکابر تابعین میں سے تھے۔ آپ کی کرامت یہ بیان کی گئی ہے کہ حجاج نے آپ کو قید میں ڈال دیا۔ نیند کی حالت میں آپ کے پاس کوئی آنے والا آیا اور کہنے لگا اللہ تعالیٰ سے دعا کرو۔ عرض کرنے لگے کیسے میں دعا کروں؟ کہنے والے نے بتایا یوں کہو: اللھم یا من لا یعلم کیف ھو الا ھو فرج عنی۔ (اے اللہ! اے وہ ذات! وہ کس حال میں ہے اسے تو ہی بہتر جانتا ہے مجھ سے تنگی دور فرما دے)۔ جب حجاج صبح اٹھا تو آپ سمیت چالیس آدمیوں کو حاضر کرنے کا حکم دیا۔ ان میں سے انتالیس کو واپس جیل بھیج دیا اور آپ کو چھوڑ دیا۔ آپ کی اکثر دعا یہ ہوتی تھی: اللھم لا تشغلنی بما تکفلت لی بہ ولا تحرمنی وأن أسألک ولا تعذبنی وأنا استغفرک۔ (اے اللہ! مجھے توان باتوں میں مشغول نہ رکھنا جو تو نے مجھے دے رکھی ہیں مجھے محروم نہ رکھنا میں تجھ سے تیرا سوالی ہوں۔ مجھے عذاب نہ دینا، میں تجھ سے مغفرت کا طالب ہوں۔ مصر میں ہی انتقال فرمایا اور یہیں دفن کیے گئے۔ (قالہ السخاوی)

حضرت مسلمۃ بن نعمہ سروجی رحمۃ اللہ علیہ

آپ شیخ المشائخ، سید الاولیاء، رئیس الاصفیاء اور شیخ عقیل منبجی رحمۃ اللہ علیہ کے شیخ ہیں۔

فرنگی فوج کو اشارہ سے روک دیا

جناب سراج بیان کرتے ہیں جب فرنگی اور ارمن کی کفار فوج نے سروج شہر پر حملہ کیا تو اس کے رہنے والے سے افراد کو قید کر لیا بہت سے قتل کر دیے۔ پھر انہوں نے شیخ موصوف کی عبادت گاہ پر حملہ کا ارادہ کیا۔ اس کی خبر آپ کے مریدوں کو ملی تو انہوں نے شیخ سے عرض کیا یا سیدی! دشمن ہماری طرف آ گیا ہے۔ فرمانے لگے صبر کرو۔ مریدوں نے پھر پہلی بات عرض کی۔ حتیٰ کہ کہنے لگے کہ ہمارے اور ان کے درمیان اب صرف پتھر پھینکنے کی مسافت رہ گئی ہے۔ اس پر شیخ موصوف اپنی عبادت گاہ سے باہر تشریف لائے اور اپنے دست مبارک سے انہیں واپس چلے جانے کا اشارہ فرمایا۔ اشارہ کے ساتھ ہی ان کے گھوڑے زبردستی واپس مڑنے لگے۔ ان کے سوار ان کو روکنے کی کوشش کرتے لیکن کامیاب نہ ہوئے۔ اس طرح کفار فوج کے بہت سے فوجی مارے گئے اور ان کے گھوڑے وغیرہ بھی کام آ گئے ان کی تعداد کم ہو گئی اور بدحال ہو گئے۔ مجبوراً گھوڑوں پر سے اترے اور بڑے ادب واحترام کے ساتھ آپ کی عبادت گاہ کی طرف پیدل چل کر آنے لگے۔ انہوں نے آپ کے

پاس کچھ نمائندے بھیجے جو معذرت کریں اور آپ سے معافی مانگیں۔ چنانچہ جب مذکور نمائندے پہنچے تو آپ نے کہا جاؤ اور جا کر انہیں ہماری طرف سے یہ جواب دے دو تم نے جو شیخ کے نمائندے کے ساتھ کیا تھا ان شاء اللہ کل دن چڑھے اس کا جواب مل جائے گا۔ آپ کے اس ارشاد کو وہ نہ سمجھ سکے۔ پھر صبح دن چڑھے مسلمان فوج نے ان پر چڑھائی کر دی۔ پھر ان سے وہ سلوک کیا جس کے وہ مستحق تھے۔ ان کی جڑیں کاٹ دیں اور انہیں اچھی طرح تباہ و برباد کر دیا۔

دشمن کی قید سے اپنے بیٹے کو رہا کرا لیا

جناب سراج ہی بیان فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ذلیل دشمن نے آپ کے صاحبزادہ نعمت رحمۃ اللہ علیہ کو قید کر لیا ان کے ہاں کافی عرصہ جیل میں رہے۔ جب رات آئی تو ان کی والدہ رو پڑیں۔ آپ نے پوچھا کیوں رو رہی ہو؟ کہا میرا حال کیسا ہے کہ میرا بیٹا قید میں ہے؟ فرمایا پھر کیا چاہتی ہو؟ کہا شیخ کا صدقہ درکار ہے۔ فرمایا کل انشاء اللہ ہم اسے لے آئیں گے۔ پھر جب صبح ہوئی تو آپ نے فرمایا کہ فلاں ٹیلے کی طرف جاؤ اور تلاش کرو۔ لوگ گئے اور تلاش کرنے پر بیٹا وہاں مل گیا۔ اس کے قریب شیر موجود تھا۔ صاحبزادے سے پوچھا کیسے آنا ہوا؟ بیان کیا کہ یہ شیر قید خانے میں آیا تھا۔ اس نے مجھے اپنی پیٹھ پر بٹھایا اور اس جگہ لا کر اتار دیا۔ جب اسے لے کر گھر روانہ ہوئے تو شیر نے بھی اپنا راستہ لیا۔ یہ مقام تل حرل تھا جہاں سے صاحبزادہ کو لائے تھے یہ شیخ موصوف رحمۃ اللہ علیہ کی قبر کی جانب مشرق میں واقع ایک بستی کا نام ہے۔ دونوں کے درمیان ایک گھنٹہ یا زائد کا سفر ہے۔

حج پر گئے شخص کو روٹی دے دی

روایت ہے کہ آپ کے عبادت خانے سے ایک شخص حج پر گیا۔ جب عید الاضحیٰ کی رات آئی تو اس کی ماں نے کہا ہم نے روٹیاں اور کیک بنائے ہیں اور میرے دل میں ہے کہ آج فلاں بھی یہاں ہوتا اور وہ بھی کھا لیتا۔ شیخ موصوف نے فرمایا اس کا حصہ مجھے پکڑاؤ میں اسے اس کے لیے اپنے تہبند میں چھپا لیتا ہوں۔ جب حاجی مذکور واپس آیا تو اس نے تہبند حاضر کر دیا۔ اس کی ماں نے پوچھا تو کہنے لگا میں اور میرے ساتھی عید کی رات ایک جگہ تھے کہ ہمیں یہ تہبند ملا تھا۔ اس میں روٹیاں اور کیک بندھے ہوئے تھے اس قدر گرم کہ ابھی تنور سے نکال کر کوئی لایا ہے۔ شیخ موصوف نے 422ھ میں اپنے گاؤں میں ہی انتقال فرمایا جو سروج شہر سے ڈیڑھ گھنٹہ کی مسافت پر واقع ہے۔

حضرت مصطفیٰ بن زین الدین بن عبد القادر ابن سوار رحمۃ اللہ علیہ

آپ حموی الاصل ہیں۔ دمشق میں پیدا ہوئے اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے مسلک پر تھے۔ دمشق میں شیخ المحیا تھے۔ بہت بڑے امام صالح اور عبادت گزار تھے۔ آپ علوم کی نشر و اشاعت میں لگے رہتے تھے اور جامع اموی میں سوموار کی رات اور میں محلہ قبر عاتکہ کی جامع بزدوی میں محفل میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں شرکت کیا کرتے تھے جو شب بھر جاری رہتی تھی اور حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ عالیہ میں صلوٰۃ وسلام کا باحسن طریقہ قیام فرماتے تھے۔ جناب محبی بیان کرتے ہیں ان کے ایک

شاگرد ہمارے ساتھی شیخ عبداللہ بن علی عاتکی نے آپ کے انتقال کے بعد آپ کو خواب میں دیکھا۔ ابھی انتقال کو دو راتیں گزری تھیں۔ دیکھا کہ آپ ہوا میں اڑ رہے ہیں۔ عرض کیا یا سیدی! کہاں اڑے جا رہے ہیں؟ فرمایا اعلیٰ علیین کی طرف۔ پوچھا یہ عظمت آپ کو کس وجہ سے ملی؟ فرمانے لگے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر کثرت صلوٰۃ وسلام کی برکت سے ملی ہے۔ آپ کا ایک صاحبزادہ زین الدین تھا بہت بڑا فاضل تھا۔ اتفاق سے اپنے والد کے فوت ہونے کے بعد دوسرے دن یہ بھی فوت ہو گیا۔ مروی ہے کہ انہوں نے اپنے والد گرامی کو تلقین کی اور تلقین سے فارغ ہونے پر اللہ تعالیٰ سے دعا کی: "اے اللہ! مجھے بھی میرے والد کے ساتھ ملا دے"۔ ان کی دعا قبول کر لی گئی۔ ان کے والد گرامی کو کسی نے خواب میں دیکھا۔ کہہ رہے تھے کہ زین الدین کو جو ہم سے محبت اور اشتیاق تھا وہ اسے ہماری طرف کھینچ لایا۔ ہم اس کے فراق وجدائی کی قدرت نہ رکھتے تھے۔ شیخ موصوف نے 1071ھ میں انتقال فرمایا اور محلہ قبر عاتکہ میں دقاقین کے احاطہ میں دفن کیے گئے۔

حضرت مصطفیٰ شیبانی رحمۃ اللہ علیہ

آپ صالحی دمشقی بھی کہلاتے ہیں۔ تجلیات الٰہیہ کی معرفت سے بھرپور ایک مجذوب ولی تھے۔ راوی بیان کرتے ہیں کہ شیخ موصوف کی سوانح عمری استاذ صدیقی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھی ہے یعنی سیدی مصطفیٰ بکری نے اپنی کتاب "السیوف الحداد" میں تحریر کی ہے۔ اس میں یہ بھی مذکور ہے کہ شیخ موصوف نے مجھ سے ایک مصریہ (مصر کا رائج الوقت سکہ) مانگا۔ جب کہ میں سیدی یحییٰ پیغمبر علیہ السلام کی قبر انور پر بیٹھا ہوا تھا۔ میں نے انہیں کہا لوگوں کو تو آپ کے بارے میں گمان ہے کہ آپ صاحب کشف ہیں۔ اگر واقعی آپ ایسے ہیں تو پھر آپ نے مجھ سے مصریہ کیوں طلب کیا جب کہ آپ کو علم ہے کہ میرے پاس ایک بھی مصریہ نہیں؟ یہ بات سن کر آپ چلے گئے اور دوبارہ نہ آئے۔ کبھی کبھار دور سے مجھے دیکھتے تو آواز دیتے سید سید! میں کھڑا ہو جاتا یعنی رک جاتا۔ جب آپ مجھے اچھی طرح پہچان لیتے تو فرماتے جاؤ تم وہ نہیں ہو جو میں سمجھا تھا اور مجھے چھوڑ کر آپ آگے روانہ ہو جاتے۔ میں نے اصحاب نوبہ کے لیے نذر مانی ہوئی تھی کہ فلاں کام اگر ہو گیا تو میں سات مصریہ اصحاب نوبہ کو دوں گا۔ چنانچہ میں یہ نذر اتارنا بھول گیا تھا۔ ایک مرتبہ آپ میرے پاس کھڑے ہو گئے اور مجھ سے مصریہ طلب کیا۔ اس وقت میرے پاس تھا۔ میں نے دے دیا دوسرا مانگا وہ بھی دے دیا۔ جب ساتواں مانگا اور میں نے دے دیا تو لے کر چلتے بنے۔ مجھے آپ کے چلے جانے کے بعد ذہن میں آیا کہ میں نے تو سات مصریہ نذر دینے تھے اور آپ وہ نذر لے گئے ہیں۔ شیخ مصطفیٰ شیبانی مذکور نے 1133ھ میں انتقال فرمایا۔ صالحیہ دمشق میں فوت ہوئے اور قاسیون کی ہموار زمین میں دفن کیے گئے۔

حضرت مصطفیٰ بن کمال الدین بکری رحمۃ اللہ علیہ

جبرتی لکھتے ہیں استاذ اعظم، قدوۃ السالکین، شیخ الطریقہ والحقیقہ، مربی المریدین، امام مسلک خلوتی رحمۃ اللہ علیہ نے جب اسلامبول کی طرف کوچ فرمایا تو وہاں گمنامی کی چادر اوڑھ لی۔ وہاں ایک سال قیام پذیر رہے اور ادھر ادھر کوچ فرمانے کا حکم نہ ملا اور نہ ہی کسی کو معلوم ہوا کہ آپ کس حال میں ہیں جب سال مکمل ہوا، رات عبادت کے لیے اٹھے حسب عادت نماز تہجد ادا

کی پھر سحری کے اوراد و وظائف پڑھنے کے لیے بیٹھ گئے تو دل میں محبت نے انگڑائی لی کہ حضور ﷺ کی روحانیت اس مجلس میں آ جائے پھر خلفائے اربعہ کی روحانیت، ائمہ اربعہ، چاروں قطب اور چاروں مقرب فرشتوں کی روحانیت نصیب ہو جائے۔ آپ اسی خیال میں تھے کہ اچانک ایک شخص اندر آیا اس نے اپنا تہبند گھٹنوں کی طرف اٹھایا یوں کہ وہ لوگوں کے اوپر سے گزر رہا ہے۔ حتیٰ کہ وہ ایک جگہ جا کر بیٹھ گیا۔ پھر جب شیخ موصوف اپنا درود کا وظیفہ مکمل کر چکے وہ شخص اٹھا اور آپ کو سلام کیا۔ پھر اے مصطفیٰ! تم نے کیا کیا ہے؟ عرض کرنے لگے میں نے تو کچھ بھی نہیں کیا۔ اس شخص نے کہا کیا تم نے مجھے لوگوں کے اوپر سے پھلانگتے ہوئے نہیں دیکھا تھا؟ کہنے لگے، ہاں! ایسا تو دیکھا ہے۔ اس نے کہا میں نے یہ اس طرح اس لیے کیا ہے کہ جن حضرات کی روحانیت کی موجودگی کی تو نے خواہش کی تھی وہ تمام کی تمام موجود تھیں۔ ان میں کوئی بھی غیر حاضر نہ تھی اور میں تیری دعوت پر آیا ہوں۔ اس لیے مجھے واپسی کی اجازت دو تمہیں فتح اور مدد حاصل ہو چکی ہے۔ یہ مذکور شخص ولی، صوفی سید محمد تافلاتی رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ سید مصطفیٰ بکری نے اپنی تصنیفات میں جہاں والد کا لفظ ذکر فرمایا اس سے مراد سید محمد تافلاتی مذکور ہیں۔ سید مصطفیٰ بکری رحمۃ اللہ علیہ نے نبی کریم ﷺ کی زیارت کی۔ آپ ﷺ نے پوچھا تمہیں یہ مدد کہاں سے ملی ہے؟ انہوں نے عرض کی آپ سے یا رسول اللہ! ﷺ آپ نے ارشاد فرمایا ٹھیک ہے۔ حضرت خضر علیہ السلام سے تین مرتبہ ملاقات ہوئی۔ انہوں نے انہیں مشرق کی صحبت پیش کی لیکن یہ راضی نہ ہوئے۔ شیخ بکری موصوف کی کثیر تالیفات و تصنیفات ہیں جو بہت نافع ہیں۔ انہوں نے خلوتیہ طریقہ کو نئی زندگی بخشی آپ کے دور سے آج تک طریقہ خلوتیہ کے مشائخ میں سے آپ کی نظیر دیکھنے میں نہیں آئی۔

جناب مرادی نے ''سلک الدرر'' میں لکھا ہے آپ کا نسب یہ ہے۔ مصطفیٰ بکری بن کمال الدین بن علی بن کمال الدین بن عبدالقادر محی الدین صدیقی حنفی دمشقی بکری استاذ کبیر عارف ربانی شہیر صاحب کشف، صاحب عوارف المعارف و تالیف و تحریرات۔ عالم، علامہ اوحد ابو المعارف قطب الدین رحمۃ اللہ علیہ ہزاروں میں سے ایک تھے اور مشرق و مغرب میں ان کی تالیفات کی شہرت ہے اور عرب و عجم میں مشہور ہیں۔ زمانہ کے واحد عالم دین اور عظیم ولی ہوئے۔ 1099ھ میں دمشق میں پیدا ہوئے۔ بچپن میں والد کا سایہ سر سے اٹھ گیا تھا۔ علم دین کی طلب میں مشغول ہو گئے اور مشہور علماء سے پڑھا اور انہیں جن حضرات نے اجازت دی ان میں شیخ محمد بدیری دمیاطی جو ابن المیت کے نام سے مشہور ہیں، شیخ محمد عقیلہ مکی، شیخ شہاب احمد نخلی مکی، عبداللہ بن سالم بصری مکی وغیرہ کے اسماء گرامی قابل ذکر ہیں۔ آپ کافی عرصہ استاد شیخ عبدالغنی نابلسی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس رہے اور کتب تصوف ان سے پڑھیں جو سیدی شیخ محی الدین ابن عربی کی تصانیف ہیں اور کچھ فقہ بھی پڑھی۔ شیخ عبداللطیف حلبی سے طریقہ خلوتیہ حاصل کیا۔ انہوں نے ایک مرتبہ شیخ عبداللطیف حلبی کو یہ فرماتے سنا کہ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تمام زندگی میں صرف ڈیڑھ آدمی سے مل سکے۔ انہوں نے شیخ موصوف سے عرض کیا آپ ایسے کتنے لوگوں سے ملے جو تمام و کمال اوصاف سے متصف ہیں؟ آپ نے جواباً فرمایا تو ہے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔ پھر شیخ عبداللطیف حلبی کا انتقال ہو گیا۔ آپ کے تمام شاگردان کے بعد مصطفیٰ کمال الدین بکری کے ارد گرد جمع ہو گئے اور ان سے تجدید بیعت کی ان کی شہرت ہو گئی اور ہر

طرف ان کا چرچا ہو گیا اور ان کی جماعت کثیر اور ان کے جھنڈے دور دراز تک پھیل گئے۔ بہت سے شہروں کا سفر کیا۔ مثلاً قسطنطنیہ، بلاد روم، عراق، حلب، موصل، بلاد شام، لبنان، بغداد، قدس، مصر اور حجاز۔ ان تمام شہروں میں ان سے طریقت پھیلی اور ارشاد عام ہوا۔ ان شہروں میں موجود تمام اولیاء کرام کی زیارت کی خواہ وہ انتقال فرما گئے تھے یا زندہ تھے۔ عرصہ دراز تک قدس میں تشریف فرما رہے۔ تصنیف و تالیف کا سلسلہ سفر و حضر میں جاری رکھا۔ جنات کے تمام گروہوں سے اس بات کا عہد لیا کہ وہ ان کے مریدوں میں سے کسی کو تکلیف نہیں پہنچائیں گے۔ یہ عہد ایک مجلس میں لیا گیا جس میں سید محمد تافلاتی مفتی قدس وغیرہ آپ کے مرید موجود تھے۔ آپ سے بکثرت لوگوں نے بیعت لی۔ جنات میں سے سات بادشاہ بھی تھے۔ ان کے نام آپ کی بعض تالیفات میں مذکور ہیں۔ پھر آپ جب جانب مصر روانہ ہوئے تو آپ کا آپ کے بزرگ خلیفہ استاذ حنفی نے استقبال کیا۔ ان کے ساتھ مصر کے علماء اور مشہور شخصیات بھی استقبال کے لیے تھیں۔ آپ کے لیے علیحدہ مکان کا بندوبست کر دیا گیا۔ آپ یہاں ارشاد کے لیے ہمہ تن مصروف رہے اور لوگ آپ کی طرف دوڑ دوڑ کر آتے تھے۔ ہر وقت بھیڑ لگی رہتی تھی۔

آپ کی کرامات ان گنت ہیں آپ کے اخراجات شاہانہ تھے۔ اس قدر اہتمام ہوتا تھا کہ بڑے بڑے امیر اور دنیادار بھی ایسے اخراجات کی ہمت نہ رکھتے تھے۔ اس کے باوجود آمدنی کا کوئی معقول ذریعہ نہ تھا جس سے معمولی اخراجات پورے ہو سکتے۔ لیکن آپ کے ہاتھوں میں توکل کی کنجی تھی اور قرآن کریم کی آیت ''ھذا عطاؤنا'' کا خزانہ آپ کے پاس تھا۔

جناب مرادی بیان کرتے ہیں شیخ موصوف کی سوانح ان کے صاحبزادے شیخ ابوالفتح محمد کمال الدین بکری نے لکھی جس کا نام انہوں نے ''التلخیصات البکریہ فی ترجمہ خلاصۃ البکریہ'' رکھا ہے۔ اس میں انہوں نے شیخ موصوف کے بعض اوصاف جمیلہ پر گفتگو بھی فرمائی اور جلیل القدر احوال پر بھی سیر حاصل گفتگو فرمائی۔ آپ کے خلفاء میں سے بیس کے لگ بھگ اہل اسرار و انوار تھے جن کا شیخ موصوف کی زندگی میں انتقال ہو گیا تھا۔ آپ ان سے بہت خوش تھے پھر مصنف موصوف نے آپ کے احوال پر کافی گفتگو کی جنہیں پڑھ کر معلوم ہوتا ہے کہ ایسے احوال محالات میں سے ہیں۔ مختصر یہ کہ شیخ موصوف رحمۃ اللہ علیہ نے علم، عمل، ورع اور ولایت میں یکتا و تنہا بزرگ تھے۔ یہ مضمون میں نے تاریخ مرادی سے لیا ہے جس میں اختصار بھی ہوا اور تقدیم و تاخیر بھی ہوئی ہے۔

شیخ حسن بن علی شمہ مصری فوی نے اپنی کتاب جسے انہوں نے اپنے شیخ حنفی کے بارے میں تحریر کیا شیخ حنفی مذکور سیدی مصطفیٰ بکری کے خلیفہ اعظم تھے، میں لکھا کہ مجھے میرے استاد محترم نے اپنے شیخ سید مصطفیٰ بکری کے بارے میں بتایا کہ انہوں نے اپنے بارے میں ایک تالیف فرمائی جو تقریباً چالیس دفاتر پر مشتمل تھی۔ اس کے باوجود بھی مضمون نامکمل تھا۔ انہوں نے حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک مرتبہ خواب میں زیارت کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے پوچھا یہ مدد تمہیں کہاں سے ملی ہے؟ تو انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ سے ملی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے جواب میں ''ہاں'' کا اشارہ فرمایا۔ حضرت خضر علیہ السلام سے ان کی تین مرتبہ ملاقات ہوئی انہوں نے انہیں مشرق کی قطبیت عطا کرنا چاہی۔ لیکن یہ راضی نہ ہوئے۔ مزید لکھا کہ ایک باوثوق شخصیت نے مجھے بتایا کہ آپ (مصطفیٰ بکری رحمۃ اللہ علیہ) جب زمین پر چلتے تھے تو

آپ کے لیے نور کا فرش بچھا دیا جاتا تھا۔ آپ اس پر چلتے حتیٰ کہ ایک دفعہ آپ اپنے ہم عصر اولیاء کرام میں سے بعض کے ساتھ روانہ ہوئے تو اس ولی نے اپنی جوتیاں اتار لیں۔ آپ نے اس سے پوچھا کہ تم نے جوتیاں کیوں اتار لی ہیں؟ عرض کرنے لگا کہ مجھے آپ کی کرامت والے فرش پر جوتیوں سمیت چلتے حیا آتی ہے۔ شیخ موصوف رحمۃ اللہ علیہ سیلاب سے زیادہ سخی اور راز میں تلوار سے زیادہ تیز تھے۔ آپ کو ہر قسم کے علوم کی کنجیاں عطا کر دی گئی تھیں۔ حتیٰ کہ اس بات کا اولیاء عصر، محققین زمانہ اور مشرق و مغرب کے اہل علم کو یقین ہو گیا تھا کہ واقعتاً آپ ہر علم کے خزانہ کے مالک ہیں۔ آپ نے جنات کے سرداروں اور بادشاہوں سے عہد لیا اور تمام موجودات کے لیے آپ کی مدد عام تھی۔ میں نے اپنے استاد محترم قطب حفنی سے یہ بھی سنا کہ آپ شیخ موصوف کے انتقال کے بعد فرمایا کرتے میں اب یہ خواہش کرتا ہوں کہ اگر ہمارے استاد صدیقی زندہ ہوتے میں ان کا خادم ہوتا۔ اس کے علاوہ مجھے اور کوئی کام نہ ہوتا۔ اور میں آپ کے عتاب اور ڈانٹ ڈپٹ سے محفوظ ہوتا پھر مولانا سید صدیقی نے 1161ھ میں حج کیا۔ حجاز سے واپس قاہرہ تشریف لے آئے پھر ایک ماہ بعد بیمار ہو گئے۔ ادھر سید بدوی رحمۃ اللہ علیہ کی یادگار محفل مولد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا وقت بھی آ گیا۔ شیخ استاد محترم جناب حفنی نے ارادہ کیا کہ مصطفیٰ صدیقی بکری کی بیماری کی وجہ سے اس محفل میں شرکت نہ کی جائے تو آپ نے انہیں اشارہ فرمایا کہ محفل سے غیر حاضر نہ ہوں۔ اس پر ہمارے استاد محترم مولد شریف میں حاضری کے لیے تشریف لے گئے اور ان کی عدم موجودگی میں سید صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ہو گیا۔ قاہرہ کے باہر قرافہ کبریٰ میں دفن کیے گئے۔ آپ کی وہاں قبر زیارت گاہ عام و خاص مشہور ہے۔ میرے استاد محترم نے اس سال شعبان المعظم کے مہینہ میں عظیم الشان محفل مولد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اہتمام کیا جس میں حاضری کے لیے لوگوں نے دور دراز سے سفر کیا اور بہت سا سامان بھی لوگ لائے۔ اس کے ساتھ ساتھ ان کی امیدوں اور تمناؤں کی بھی بہتات تھی۔ بالجملہ سید جلیل مصطفیٰ بکری رحمۃ اللہ علیہ کے مناقب لاتعداد ہیں۔

آپ کی سب سے بڑی کرامت یہ ہے کہ آپ نے نظم و نثر میں کثیر کتب تصنیف فرمائیں۔ حالانکہ آپ طریقت کی تعلیم، مختلف اطراف واکناف کا سفر اور ہر قسم کی عبادت اور لوگوں کے اجتماعات میں بھی مشغول و مصروف رہتے تھے۔ شیخ حسن شمہ موصوف نے فرمایا کہ آپ کی تالیفات کی تعداد دو سو کے لگ بھگ ہے اور آپ کے اوراد و احزاب ساٹھ سے زیادہ ہیں۔ مرادی نے کہا آپ نے بہت سی نفع بخش تالیفات فرمائیں۔ ان میں سے ایک ہمزیہ رسالہ کی شرح، درود الوسائل کی شرح، امام شعرانی کے حزب کی شرح، ابوعبداللہ نحوی کے قصیدہ منفرجہ کی شرح اور امام غزالی کے قصیدہ کی شرح قابل ذکر ہیں۔ امام غزالی کے جس قصیدہ کی شیخ موصوف نے شرح لکھی اس کا پہلا شعر یہ ہے:

الشدة أودت بالمهج يا رب فعجل بالفرج

تائیہ ابن فارض کے بیت کی شرح، آپ نے بارہ مقامے، بارہ سفرنامے اور سات شعری دیوان تحریر فرمائے۔ تصوف میں الفیہ، علوم طریقت میں انوار اجیز، رسالہ شبرید، قید الجبرتی ترجمة مصطفیٰ بن عمرو، مرهم الفواد الشجی فی ذکر یسیر من مأثر شیخنا الدکدکجی

المنهل العذب السائغ او رادہ فی ذکر صلوٰت الطریق وأو رادہ

الروضات العرشیۃ علی الصلوات المشیشیۃ

کرو مریش التھانی فی الکلام علی صلوات ابن مشیش الدانی

فیض القدوس السلام علی صلوٰت سیدی عبد السلام

اللمحات الرافعات غواشی التدھیش عن معانی صلوات ابن مشیش

الورد السحری جو اکناف و اطراف عالم میں مشہور ہے اس کی برکات ہر جگہ موجود ہیں۔ بے مثال وظائف اور غیر متناہی حقائق جن کی شہرت بیان کی محتاج نہیں اور جن کے معانی کے اسرار و رموز حیطہ تحریر نہیں آسکتے۔ ان کی تین شروح جن کے نام یہ ہیں:

۱۔ الضیاء الشمسی علی الفتح القدسی (دو ضخیم جلدوں میں)

۲۔ رفیع المعانی جس کا نام ہے: "اللمح الندسی علی الفتح القدسی"

۳۔ المنح الأنسی علی الفتح القدسی

السیوف الحداد فی الرد علی الزندقۃ والإلحاد

الفرق المؤذن بالطوب فی الفرق بین العجم والعرب، یہ دونوں تصانیف عجیب و غریب ہیں۔ ان میں دلوں کی خواہشات اور ہر قسم کا مطلوب ومقصود موجود ہے۔

الوصیۃ الجنیۃ للسالکین فی طریقۃ الخلوتیۃ

النصیحۃ الجنیۃ فی معرفۃ آداب کسوۃ الخلوتیۃ

الحواشی السنیۃ علی الوصیہ الحلبیۃ

بلوغ المرام فی خلوتیۃ الشام

نظم القلادۃ فی معرفۃ کیفیۃ إجلاس المرید علی السجادۃ۔ یہ کتاب حقیقت میں چند مقامات ہیں جن کی تفصیل یہ ہے: الأولی المقامۃ الرومیۃ والمدامۃ الرومیۃ، الثانیۃ المقامۃ العراقیۃ والمدامۃ الإشراقیۃ، الثالثۃ المقامۃ الشامیۃ والمدامۃ الشافیۃ، الرابعۃ الصمصامۃ الھندیۃ فی المقامۃ الھندیۃ۔ یہ مقامات بلاغت وفصاحت کے اعلیٰ نمونے ہیں۔

بلغۃ المرید و منتھی موقف السعید (نظم)

الفیۃ فی التصوف یہ تمام کتب آپ نے طریقت کے آداب عالیہ میں تحریر فرمائیں دیگر موضوعات پر لکھی گئی چند اور کتابوں کے نام:

تشیید المکانۃ لمن حفظ الأمانۃ۔ تسلیۃ الأحزان و تصلیۃ الأشجان۔ رشف قنانی الصفائی الکشف عن

معانی التصوف والمتصوف ۔ الصفا المدام البکری فی بعض أقسام الذکر۔ الثغر البسام فیمن یجهل من نفسه المقام۔ الکاس الرائق فی سبب اختلاف الطرائق۔ التواصی بالصبر والحق امتثالا لأمر الحق۔ الوارد الطارق و اللمح الفارق۔ الهدیة الندیة للأمة المحمدیة۔ الموارد البهیة فی الحکم الإلهیة علی الحروف المعجمة الشهیة۔ جمع الموارد من کل شارد۔ الکمالات الخواطر علی الضمیر والخاطر۔ الجواب الشافی واللباب الکافی۔ جریدة المآرب و خریدة کل سارب و شارب۔ هدیه الأحباب فیما للخلوة من الشروط والآداب۔ الکوکب المحی من اللمس بشرح قصیدة الجیلی سلاف تریك الشمس۔ رسالة الصحبة التی انتخبتها الخدمة والمحبة۔ رسالة فی روضة الوجود۔ رفع الستر والرداء عن قول العارف أروم قد طال المدی۔ أرجوزة لأمثال المیدانیة فی الرتبة الکیانیة۔ المطلب الروی علی ضرب الإمام النووی۔ شرح علی ورد الشیخ احمد العسالی۔ شرح علی رسالة سیدی الشیخ ارسلان۔ البسط التام فی نظم رسالة السیوطی المقدام۔ الدر الفائق فی الصلوة علی أشرف الخلائق۔ فیوضات البکریة علی الصلوات البکریة لسیدی محمد البکری الکبیر۔ الصلاة الهامعة بمحبة الخلفاء الجامعة۔ نیل نیل وفا علی صلوات سیدی علی وفا۔ المدد الکبری علی صلوات البکری۔ صلوات أخری غیر السابقة لسیدی محمد البکری۔ الهبات الأنوریة علی الصلوات الأکبریة لسیدی محی الدین العربی۔ اللمح الندیة فی الصلوات المهدیة۔ النوافح القریبة الکاشفة عن خصائص الذات المهدیة۔ الهدیة الندیة للأمة المحمدیة فیما جاء فی فضل الذات المهدیة۔ أحادیث نبویة و مقدمة أربعون حدیثا و خاتمة سنیة۔ الأربعون الموروثة الانتباه فیما یقال عند والانتباه۔ تفریج الهموم و تفریق الغموم فی الرحلة إلی بلاد الروم۔ الخمرة المحسیة فی الرحلة القدسیة۔ الحلة الذهبیه فی الرحلة الحلبیة۔ الحلة المغنیة، رسوم الهموم والغموم فی الرحلة الثانیة الی بلاد الروم۔ الثانیة الانسیة فی الرحلة القدسیه۔ کشط الصدا و غسل الران فی زیارة العراق وما والاها من البلدان۔ الفیض الجلیل فی أراضی الخلیل۔ النحلة النصریة فی رحلة المصریة۔ برء الأسقام فی زمزم والمقام۔ رد الإحسان فی الرحلة إلی جبل لبنان۔ لمع برق المقامات العوال فی زیارة سیدی حسن الراعی وولده عبد العال۔ بهجة الأذکیاء فی التوسل بالمشهور من الأنبیاء۔ الابتهالات السامیة والدعوات النامیة۔ الورد السنی بالتوجه الوالی والمنهل الصافی۔ التوسلات العظمة بالحروف المعجمة۔ الفیض الوافر والمدد المسافر فی ورود المسافر۔ الورد الأسنی فی التوسل بأسمائه الحسنی۔ سبیل النجاء والالتجاء فی التوسل بحروف الهجاء۔ أوراد الأیام السبعة ولیالیها۔

شیخ موصوف رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے بہت سے مشائخ کرام کے حالات زندگی بھی قلمبند فرمائے اور ان لوگوں کے بھی کہ جن سے آپ کی ملاقات ہوئی۔ چند کتب کے نام درج ذیل ہیں:

الکوکب الثاقب فیما لشیخنا من المناقب۔ الثغر الباسم فی ترجمة الشیخ قاسم۔ الفتح الطری الجنی فی بعض

مآثر شیخنا عبد الغنی۔ الصراط القویم فی ترجمة الشیخ عبد الکریم۔ الدرر المنتشرات فی الحضرات العندیة فی الغور المبشرات بالذات العبدیة المحمدیة۔ دیوان الروح والارواح عوارف الجواد التی لم یطرقهن طارق

اس کتاب میں آپ نے بدیع اور عجیب و غریب انداز اختیار فرمایا۔ اس کتاب میں آپ نے اپنے ابتدائی دور کے واقعات سے لے کر انتہا تک اجمالاً ذکر فرمائے۔ یہ ان چند کتب کے نام ہیں جن کی مجھے واقفیت ہوئی اور میری سماعت میں آئیں۔ آپ کی ان مذکورہ کتب کے علاوہ بھی تالیفات ہیں۔ (ماذکرہ المرادی)

کتاب ہذا کا مصنف یوسف نبہانی گوش گزار ہے کہ اس فقیر کو شیخ موصوف رحمۃ اللہ علیہ کی بہت سی تصنیف کردہ کتب پڑھنے کا موقع نصیب ہوا۔ وللہ الحمد میں نے موصوف کے ہاتھ سے لکھا المقامة الرومیة دیکھا۔ اور اس پر اس کے ناظم کے ہاتھ کی تقریظ بھی موجود ہے۔ یعنی علامہ شیخ یوسف حفنی صاحب حاشیہ اشمونی علامہ موصوف استاد حفنی مشہور کے بھائی ہیں، تقریظ کے الفاظ یہ ہیں:

تقول مقامات الحریری أن رأت	مقامة هذا القطب کالکوکب الدری
تضاءل قدری عندها و لطائفی	و أین ثری الأقدام من أنفس الدر
فهذی لأهل الظرف تبدی ظرائفا	و للواصل المشتاق من أعظم السر
فکیف و منشیها فرید زمانه	أجل همام قال نودیت فی سر

(مقامات حریری اگر شیخ مصطفیٰ بکری قطب وقت کے مقامات دیکھ لیتے جو چمکتے ستاروں کی مانند ہیں تو یوں کہتے کہ میری قدر و منزلت اور لطائف اس کے سامنے حقیر و ذلیل ہو گئے ہیں۔ اور بہترین موتی کہاں اور پاؤں کی مٹی کہاں؟ شیخ موصوف کے مقامات ظریف لوگوں کی ظرافت کا سامان بہم پہنچاتے ہیں اور واصل مشتاق کے لیے بہت بڑا راز ہیں۔ یہ شان اس کی کیوں نہ ہو۔ یعنی ایسی لازماً ہونی چاہیے کیونکہ اس کے مصنف اور لکھاری اپنے زمانہ کے یکتا بزرگ ہیں۔ ہاں سردار نے کہا کہ مجھے اندر سے یہی آواز دی گئی ہے)۔

میں (علامہ نبہانی) نے شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے خط مبارک سے کئی دوسری کتابوں پر لکھی تحریرات بھی دیکھیں جو آل ابی السعود کے پاس ان دنوں موجود ہیں۔ (جب علامہ نبہانی زندہ تھے) یہ وہ کتابیں ہیں جو شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی میں ہی وقف کر دی تھیں۔ ان کتابوں کو مسجد اقصیٰ کے قریب ان کے عبادت خانہ میں رکھا گیا تھا۔ اب ان میں سے اکثر ضائع ہو چکی ہیں چند کتب باقی بچی ہوئی ہیں۔ وہ آل ابی السعود کے بعض افراد کے پاس ہیں۔ میرے پاس شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی تالیفات میں سے کافی تعداد میں کتابیں ہیں جن کا ذکر مرادی نے کیا اور کچھ ایسی بھی ہیں جن کا انہوں نے ذکر نہیں کیا۔ ان تمام کتب میں سے ایک "شرح حزب النووی" ہے۔ اس کتاب کے آخر میں آپ کے دست اقدس کی تحریر اس کے مالک کی اجازت کے لیے ہے جس کے الفاظ یہ ہیں:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ الحمد لله العلی العظیم وصلی الله علی سیدنا محمد و علی آله وسلم، و بعد فقد أجزت مالك هذا الکتاب الشیخ محمد به و بأصله المشهور، و بما لنا من أوراد و أذکار و صلوات علی النبی

المختار، قال ذالك و رقمه العبد الفقير اليه تعالى مصطفى سبط آل الحسنين الأحسنين الصديقي عفا الله عنه بمنه و كرمه آمين

میں نے چاہا کہ سیدی مصطفیٰ بکری رحمۃ اللہ علیہ کے فوائد میں سے چند وہ لکھوں جو آپ نے اپنی کتاب ''السیوف الحداد فی أعناق أهل الزندقة والإلحاد'' میں تحریر فرمائے ہیں۔ ان فوائد کا تعلق ان لوگوں کے ساتھ ہے جو اپنے آپ کو صوفی گمان کرتے ہیں لیکن احکام شرعیہ کے پابند نہیں ہوتے۔ شیخ رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں سیدی علی بن علوان نے فرمایا یعنی سیدی حموی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تصنیف ''مصباح الهداية و مفتاح الولاية'' میں لکھا ہے۔ عالم کو چاہیے کہ وہ اپنے شاگردوں کو شریعت ضبط کرنے کے بعد علم سلوک، طریقت اور حقیقت کی رغبت دلائے۔ یعنی علم شریعت پہلے اور دیگر علوم بعد میں اگر اس ترتیب کو مدنظر نہ رکھا گیا تو علم حقیقت بدون علم شریعت زندقہ اور بے دینی ہوتا ہے۔ ہم نے اس بات کا مشاہدہ کیا اور اس کی خبر بھی ہے بلکہ مرشد صادق وہ ہے جو مریدوں کو سب سے پہلے احکام شرع اور ان کے ضبط کی طرف متوجہ کرے اور نفس کی تطہیر، دل کی صفائی اور اس کی جلا دائمی ذکر اور مجاہدہ سے ہوتی ہے اگر حقیقت نے اس قدر علوم و احکام پر عمل پیرا ہونے کے بعد تجلی کی تو وہ نور علی نور ہوگی۔ اور اگر حقیقت میں ایسے شخص پر فتح کا دروازہ نہ کھلا تب بھی شریعت کے میدان اور طریقت کے باغ میں سلامتی کے کنارے پر ہوگا اور وہ شخص جو شریعت کے حصول سے قبل محقق بننا چاہتا ہے اور حفظ شریعت سے پہلے حقیقت حاصل کرنا چاہتا ہے اور اس کا قول وفعل شریعت کے مطابق نہیں تو وہ حقیقت کی بجائے زندیقیت کی طرف جلد پہنچے گا۔ ہاں اگر مجذوب ہے اور جذب ربانی سے سرشار ہے تو وہ اس صورت میں ایسے طور پر ہوتا ہے جسے وہی جانتا ہے جو وہاں موجود ہوتا ہے اور ایسے مجذوب سے بسا اوقات ایسے افعال سرزد ہوتے ہیں جو بظاہر شریعت کے مخالف ہوتے ہیں لیکن وہ حقیقت کے اعتبار سے سچا ہوتا ہے اس کی شہادت قرآن کریم میں موجود اس واقعہ سے ہوتی ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام کے مابین ہوا۔ لیکن اس جگہ بھی قدم پھسلنے اور محض زبانی جمع خرچ کے دعویٰ اور غلط قسم کے لوگ ایسا کرتے مل جاتے ہیں۔ یعنی جذب ربانی سے کوئی رابطہ نہیں۔ محض مجذوب کی طرح نقل اتار کر لوگوں کو پھانستے ہیں۔ بخاری، مسلم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح حدیث روایت کی: ''المتشبع بما لم يعط كلابس ثوبي زور'' (وہ شخص جو ایسا روپ دھارتا ہے جس کا وہ اہل نہیں اور نہ ہی اسے وہ مرتبہ و مقام عطا کیا گیا ہے تو وہ سمجھے جیسا کسی نے جھوٹ کے کپڑے پہن رکھے ہیں)۔ اور یہ بھی حدیث صحیح مروی ہے: ومن ادعى دعوى كاذبة ليتكثر بها لم يزده الله عزوجل الا قلة (رواہ مسلم)

(جو شخص جھوٹا دعویٰ کرتا ہے تاکہ اس کے ذریعہ کثرت جمع کرے تو اللہ تعالیٰ اسے لازماً قلت ہی عطا کرتا ہے)۔

میں کہتا ہوں کہ میں نے جو اپنے ہاں ذوق محسوس کیا وہ یہ ہے کہ جب بھی میں (طہارت وضو) کے بغیر سویا تو میں نے اپنے نفس کو مشقت اور تکلیف میں پایا اور خواب و برباد جگہوں میں پایا۔ اور ایسے امور میں مصروف دیکھا جو طبیعت کو پریشان کرنے والے ہوتے ہیں اور جب بھی مسنون حالت میں سویا تو میں نے اپنے آپ کو بسط و سرور میں پایا اور صاف ستھرے مقامات دیکھے۔ حتیٰ کہ جب میں نیند کے غلبہ یا سردی کی شدت کی وجہ سے وضو نہ کر پاتا تو تیمم لازماً کر لیتا اور اگر میں تیمم نہ کرتا

تو پھر انہی حالات وواقعات سے نفس کو واسطہ پڑتا جن کا ذکر ہو چکا ہے۔ بہت دفعہ مجھے یہ اتفاق ہوا کہ مجھے غسل کی ضرورت پڑتی اور میں غسل کرنے سے قبل سو جاتا تو مجھے خوفناک امور دیکھنے پڑتے جو مجھے جھنجھوڑ کر رکھ دیتے اور بعض دفعہ تو وہ امور مجھے پریشان کر دیتے۔ اور جب بے وضو ہو جاتا یا وضو نہ کرتا تو میں اپنے باطن میں تنگی پاتا اور باطنی قبض محسوس ہوتی اور یونہی جب دن رات کا قیام چھوٹ جاتا تو اس دن میں باطن میں بہت تبدیلی محسوس کرتا۔ لیکن مجھے اس کا سبب صرف یہی معلوم ہوتا ہے کہ میں نے رات کا قیام ترک کیا حالانکہ میرا اس میں کوئی دخل نہ ہوتا۔

اور ان باتوں میں سے جو میں نے اپنے نفس میں مشاہدہ کیں کہ جب مجھ پر ایسا وقت گزرا جس میں اللہ تعالیٰ کے ذکر میں میرا وقت بہ نسبت غفلت کے زیادہ گزرا، مجھے اس وقت اپنے دل میں انشراح اور قلب میں جو وسعت حاصل ہوتی اسے زبان سے بیان نہیں کیا جا سکتا کیونکہ یہ امر وجدانی ہے۔ اور یہ بھی بارہا اتفاق ہوا کہ جب عشاء سے قبل مجھ پر نیند کا غلبہ ہوتا اس وقت سونا مکروہ ہے تو میں ایسی کیفیت محسوس کرتا کہ کوئی آہستہ سے میرے منہ پر مار رہا ہے تو میں اس سے افاقہ محسوس کرتا تو وہ اس سے منہ موڑ لیتا پھر ایسی ہی کیفیت سے واسطہ پڑتا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی مجھ بندے پر خاص نعمتوں میں سے ہے۔

اور میں نے دل پر جو حرام کھانے کے اثرات کا مشاہدہ کیا۔ وہ یہ کہ حرام کھانا دل پر ظلمت اور پردہ ڈال دیتا ہے۔ جو نفس کے مجاہدہ کے بغیر زائل نہیں ہوتے اور دل کو اللہ کے ذکر میں مشغول کرنے کے علاوہ کوئی چارہ نظر نہیں آتا۔ اور دل میں اللہ تعالیٰ کے خوف کی آگ پیدا کرنے اور اس کی صفائی کا شوق پیدا کرنے کے علاوہ کوئی علاج نہیں۔ اور اکثر اہل طریقت جب رزق حرام کا بوجھ دل پر محسوس کرتے ہیں تو وہ قے کر دینا بہت پسند کرتے ہیں۔ جس طرح کہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے کیا تھا۔ بسا اوقات طریق کے میدان کے چھوٹے شہسوار یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ان کے دل سمندر کی طرح بے کنار اور وسیع ہیں۔ اس میں اگر ایک ڈول گندے پانی کا گر جائے تو کچھ نہیں بگڑتا۔ اسی طرح ایک آدھ لقمہ حرام یا ایک مرتبہ حرام خوری سے دل پر کچھ اثر نہیں پڑتا۔ حالانکہ اہل طریقت نے دوٹوک الفاظ میں فرمایا ہے کہ حرام کی ظلمت ہر ایک کے دل پر اثر کرتی ہے اور یہ بہ حسب مقام ومرتبہ ہے۔ حتیٰ کہ قطب وقت بھی اس سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا اور سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا فعل حجت قطعیہ اور بلند ترین دلیل ہے ہم جو اپنے دلوں میں مشاہدہ کرتے ہیں۔ جب ہم سے کوئی بے ہودہ گفتگو مثلاً غیبت یا کسی کو تکلیف دینا خواہ وہ تکلیف قلب سے تعلق رکھتی ہو تو قلب کی سیر ضرور متاثر ہوتی ہے اور اس میں انقباض وجمود اور تنگی آ جاتی ہے۔ حتیٰ کہ یوں محسوس ہوتا ہے کہ دو پہاڑوں کے درمیان دل آ گیا اور دونوں پہاڑ آپس میں ملتے جا رہے ہیں اور اس کی پریشانی بڑھتی جا رہی ہے جب کبھی معصیت بڑی ہوتی ہے تو اس وقت گھبراہٹ اور بلا بھی شدید ہوتی ہے۔ یہ جو کچھ میں بیان کر رہا ہوں اس کے ساتھ غلطی کے بعد فوراً توبہ کر لی جائے۔ استغفار کی جائے اور جرم کا اعتراف کرتے ہوئے اس پر اصرار نہ کرنے کا عہد کریں۔ لیکن یہ سب کچھ بندے پر اللہ تعالیٰ کا لطف وفضل ہے کہ وہ اپنے بندے کو تنبیہ کر دیتا ہے اور گناہوں سے روک دیتا ہے۔ ان لوگوں کے حالات سے دھوکہ نہیں کھانا چاہیے جن کے دلوں پر مردنی چھا گئی ہو اور گناہوں نے ان کو گھیرے میں لے رکھا ہو۔ انہیں نہ تو دل کی سختی کا احساس ہوتا ہے اور نہ ہی وہ غلط کاموں یا حرام خوری کے اثرات کا ادراک

رکھتے ہیں۔ حدیث شریف میں وارد ہے:

ان العبد إذا خطاء خطيئة نكتت في قلبه نكتة سوداء فإذا هو نزع واستغفر وتاب صقل قلبه وإن عاد زيد فيها حتى تعلو على قلبه وهو الران الذي ذكره الله كَلَّا بَلْ ۜ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ

(رواه الامام احمد والترمذي والنسائي وغيرهم عن ابي هريره)

(آدمی جب کوئی گناہ کرتا ہے تو اس کے دل میں سیاہ نقطہ بن جاتا ہے جب وہ اسے اتار دیتا ہے استغفار کرتا ہے، توبہ کرتا ہے تو اس کا دل پھر سے چمک اٹھتا ہے اور اگر دوبارہ وہی گناہ کرتا ہے تو اس سیاہ نقطہ کی سیاہی بڑھ جاتی ہے۔ کرتے کرتے اس کے پورے دل پر چھا جاتی ہے اور قرآن کریم کے لفظ "ران" سے یہی مراد ہے جو اس آیت میں وارد ہوا كَلَّا بَلْ ۜ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ)۔ اس روایت کو امام احمد، ترمذی اور نسائی وغیرہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

ہمارا یہ بھی مشاہدہ ہے کہ ہم جب نماز کو اس کے تمام آداب سمیت بجالائیں تو اپنے دلوں میں نور عظیم موجود پاتے ہیں۔ حتیٰ کہ نماز میں ادھر ادھر نظر پھیرنا اس تاثیر کو کمزور کر دیتا ہے کیونکہ حدیث شریف میں آیا ہے: "ایاکم والالتفت فی الصلوة فانها هلكة" (دیکھو نماز میں اپنے اوپر ادھر ادھر دیکھنے سے کنٹرول کرو کیونکہ ایسا کرنا تباہی ہے)۔ حدیث پاک میں یہ بھی مذکور ہے کہ آدمی جب نماز میں ادھر ادھر نظر اٹھاتا ہے تو اسے اس کا رب (زبان حال سے) پوچھتا ہے: اے ابن آدم! کدھر دیکھ رہا ہے؟ میں تیرے لیے اس سے بہتر ہوں جدھر تیری نظر دیکھتی ہے۔ ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں: لا تلتفتوا في صلاتكم فإنه لاصلوة للملتفت إلى غير ذلك (دوران نماز ادھر ادھر مت دیکھو کیونکہ ادھر ادھر نظریں پھیرنے والی کی نماز (مکمل) نہیں ہوتی)۔

مختصر اور حاصل کلام یہ کہ شریعت مطہرہ کے ہر نیک عمل سے عامل کو نور و سرور حاصل ہوتا ہے جس سے اسے اللہ تعالیٰ کی قربت اور حضوری کا سامان مہیا ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس کی برکت سے اس کے دل پر پڑے پردے دور فرما دیتا ہے اور جو شخص شریعت مطہرہ کے آداب میں خلل ڈالتا ہے اور اسباب شریعت کو مضبوطی سے نہیں تھامتا اور اس پر یہ دعویٰ کرتا ہو کہ وہ واصل ہے تو وہ اس دعویٰ میں سچا ہے لیکن واصل الی الحق نہیں بلکہ وہ واصل الی سقر (جہنم) ہے یا وہ واصل ہونے کا مدعی تو نہیں لیکن کہتا ہے کہ اس طرح حصول حاصل ہو جاتا ہے تو یہ بھی درست ہے لیکن یہ حصول حق کی بجائے گائے بیل کی صفت کا حصول پائے گا۔ اللہ تعالیٰ جس کو توفیق عطا فرما دیتا ہے وہ وجدان عیان کے بعد کسی دلیل ظاہری یا برہان کا ضرورت مند نہیں رہتا۔ رات آجانے کے بعد خوشبو کی ضرورت نہیں رہتی اور عبادان کے بعد کوئی گھر نہیں۔ شریعت مطہرہ کے احکام سے لو لگانا اور ان پر عمل پیرا ہونا مریم علیہا السلام کی کھجور سے زیادہ برکت والا ہے۔ ادھر عطر منشم سے زیادہ معطر ہے۔ اور ہاں اپنے آپ کو اس زندیق فرقہ سے بچائے رکھنا۔ یہ ذلیل لوگ ہیں تو ان کے پیچھے چل کر اپنے دل کے حق پر قائم ہونے کی جمعیت کو ضائع نہ کر دینا۔ اللہ تعالیٰ کی مضبوط رسی کو تھامے رکھنا، فرائض و نوافل کی ادائیگی کا دل کو عادی بنا لے۔ اس لیے کہ جناب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہدیہ اور شریعت مستنیرہ پر عمل پیرا کو حیرت نہیں رہتی اور نہ ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم، ابوبکر، عمر رضی اللہ عنہما اور دیگر حضرات صحابہ

کرام کی سیرت کے علاوہ اور کوئی سیرت ہے ہاں لیکن معاملہ اور فیصلہ وہی ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں فرمایا جس نے اس سے ہدایت طلب کی اسے مل گئی۔ مَنْ یَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ ۚ وَ مَنْ یُّضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ وَلِیًّا مُّرْشِدًا ﴿۱۷﴾ (الکہف) (جسے اللہ تعالیٰ ہدایت دے دے، وہی ہدایت یافتہ ہے اور جسے گمراہ کر دیتا ہے تم اس کے لیے کوئی دوست اور رشد و ہدایت والا نہ پاؤ گے)۔ سیدی مصطفیٰ بکری رحمۃ اللہ علیہ کا کلام اختصار اور تصرف قلیل کے ساتھ یہاں تکمیل کو پہنچا۔

پھر مصطفیٰ بکری موصوف نے لکھا کہ ان لوگوں کو جن طریقوں سے شیطان نے گمراہ کیا اور انہیں راہ راست سے پھسلا کر نامرادی اور خسارے کے گڑھے میں دھکیل دیا ان میں سے ایک طریقہ اس کا یہ ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ شیطان ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتا اسے ہماری طرف آنے کی ہمت ہی نہیں ہے۔ یہ بات وہ شخص کیسے تسلیم کر سکتا ہے جس کے دل میں ذرہ بھر بھی ایمان ہے اور ان شیطانی دھوکوں اور مکاریوں کی طرف وہ شخص کس طرح مائل ہو سکتا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد اس کے سامنے ہو جو اللہ پاک نے اپنی کتاب قدیم اور خطاب عظیم میں ذکر فرمایا: اِنَّ الشَّیْطٰنَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْهُ عَدُوًّا ؕ اِنَّمَا یَدْعُوْا حِزْبَهٗ لِیَكُوْنُوْا مِنْ اَصْحٰبِ السَّعِیْرِ ﴿۶﴾ (فاطر) (بے شک شیطان تمہارا دشمن ہے۔ لہٰذا تم بھی اسے اپنا دشمن بناؤ یقیناً وہ اپنی جماعت کو دعوت دیتا ہے تاکہ وہ اس کی مان کر دوزخی ہو جائیں)۔

اس آیت اور اس جیسی اور بہت سی آیات مبارکہ کے شیخ موصوف نے فوائد نافعہ ذکر فرمائے۔ پھر فرمایا میں نے اپنے ابتدائی دور سلوک میں جو میں اپنے شیخ جناب عبداللطیف رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ طے کر رہا تھا دیکھا میں ایک وسیع جگہ موجود ہوں جہاں انگوروں کے بہت بڑے گچھے ہیں اور کافی تعداد میں لوگ بھی موجود ہیں۔ میں گویا ذکر میں مشغول ہوں اور ان لوگوں کی طرف میرا دھیان نہیں کہ وہ کیا کر رہے ہیں۔ میں نے ایک مذموم اور پستہ قد آدمی دیکھا جس کے سر پر طنطور اور ہاتھ میں تین موتی تھے۔ اس نے وہ موتی انگوروں کے گچھوں میں رکھ دیے اور اعلان کیا کہ تم لوگوں میں سے جو ان موتیوں کو تلاش کر لے گا میں اسے اتنے دینار انعام دوں گا۔ وہ تمام لوگ ایک دوسرے سے بڑھ کر موتیوں کی تلاش میں مصروف ہو گئے۔ انگوروں کے گچھوں کو ادھر ادھر کرتے تاکہ کہیں سے کسی کو مل جائیں لیکن ان میں سے کوئی بھی کامیاب نہ ہو سکا۔ میں نے نظر اٹھا کر دیکھا تو مجھے ایک جگہ پڑے وہ موتی دکھائی دیے۔ میں نے اٹھا لیے اور اس سے میں نے انعام مانگا تو اس نے انکار کر دیا۔ میں نے اس کی گود میں دینار دیکھے میں نے خود وہاں سے اٹھا لیے اور آگے چل پڑا۔ وہ میرے پیچھے پیچھے ہو لیا میں نے مڑ کر اس کی طرف دیکھا اور میں نے اللہ اللہ کہنا شروع کر دیا اور وہ چکر لگاتا رہا۔ اس کے ساتھ ساتھ اس کا قد اور چھوٹا ہوتا گیا حتیٰ کہ وہ بالکل فنا ہو گیا۔ پھر میں ایک عظیم الشان بڑے محل کی طرف چل پڑا۔ میرے پیچھے پیچھے پھر وہ چل پڑا۔ میں نے اسے پوچھا تو یہاں تک بھی آ گیا ہے پھر میں نے اس کی طرف ہمت اور عزم کے ساتھ دیکھا اور اللہ اللہ کہنا شروع ہو گیا۔ وہ پھر چھوٹا ہوتا گیا اور گھومتے ہوئے پگھلتا رہا۔ حتیٰ کہ اس کا اثر بھی باقی نہ رہا۔ میں نے پھر ذکر میں زیادتی کر دی اور اس قدر زیادہ ذکر کیا کہ مجھے اس کے معدوم ہونے کا یقین ہو گیا اور اس عظیم الشان محل سے نیچے اتر آیا۔ میں نے ایک سیڑھی دیکھی جو اس سیڑھی کے مقابل تھی جس پر سے نیچے اترا۔ میں نے اس مقابل سیڑھی کے پہلے زینہ پر اشرف الخلق جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو میں

آپ کے پیچھے پیچھے چل پڑا۔ آپ نے اس سیڑھی کے پہلے زینہ سے دوسرے تیسرے زینہ کی طرف چڑھنا شروع فرمایا۔ میں نے آپ کے پیچھے پیچھے زینوں پر چڑھنا شروع کر دیا۔ حتیٰ کہ ہم سیڑھی کے تمام زینے طے کر کے کھلی جگہ پہنچے تو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نظروں سے غائب ہو گئے۔ میرے شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے اس منظر کی تعبیر یہ بتائی کہ موتی دراصل توحید افعال، اسماء اور صفات تھے دینار عرفانی حقائق تھے۔ اس کا پگھلنا ذکر سے ہوا وہ ذکر کی عظمت کی وجہ سے چھوٹا ہوتا رہا۔ پھر پہلی سیڑھی خواہشات کی سیڑھی اور دوسری حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک قدموں کی اتباع تھی۔ اس شیطان لعنۃ اللہ علیہ سے امن صرف اس وقت ہوگا جب آدمی دار الامان (جنت) میں پہنچ جائے گا۔

اس کے بعد موصوف نے بڑے اہم فوائد ذکر فرمائے اور سیدی محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کی ان کی شان کے مطابق تعریف کی اور دوسرے عارفین نے جو حضرت ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں تعریفی الفاظ کہے انہیں نقل فرمایا۔ ان میں سے کچھ حضرات نے تو اس باب میں مستقل کتابیں لکھیں۔ ان میں سے شیخ نابلسی رحمۃ اللہ علیہ کی دو مشہور کتابیں ہیں: ایک کا نام الرد المتین علی منتقص العارف محی الدین ہے اور دوسری کا نام السر المختبی فی ضریح ابن العربی ہے۔ اس کے بعد شیخ مصطفیٰ بکری فرماتے ہیں میں نے آپ کے مشاہدہ کے وقت اپنے دل میں سرور پایا۔ آپ کا چہرہ مبارکہ نورانیت سے جھلملا رہا تھا اور اس سے نور پھوٹ رہا تھا۔ اچانک ایک شخص ہمارے پاس آیا اور دینار بانٹنے لگا۔ حاضرین میں سے بعض کو اس نے کوئی دینار نہ دیا تو جسے دینار نہ ملا شیخ ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے حصے کا دینار اسے عطا فرما دیا۔ میں نے بھی آپ کی اقتداء کی اور میں نے بھی اس شخص کے لیے اپنے حصہ کا دینار پھینک دیا۔ یعنی اسے دے دیا۔ اس شخص کو یہ پتہ نہ چل سکا کہ یہ دینار اس کی طرف کس نے پھینکا ہے۔ چنانچہ اس نے اسے اٹھالیا۔ سید مصطفیٰ بکری فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے دیکھا یہ وہ شخص تھا کہ جس کا ہمارے متعلق اعتقاد اچھا نہ تھا اور نہ ہی اس کی محبت ہم سے خالص تھی کہ وہ شخص شیخ ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کی قبر انور پر ہے۔ بیان کرتا ہے کہ جب میں نیچے اترا اور مقام میں داخل ہوا تو میں نے شیخ رحمۃ اللہ علیہ کو اس حالت میں بیٹھے ہوئے دیکھا جو قبر سے ملی ہوئی ہے۔ میں ان کے قریب گیا تو دیکھا کہ شیخ ابن عربی کی بجائے تم (مصطفیٰ بکری) وہاں ہو میں پھر واپس ہو گیا۔ میں نے واپس مڑ کر دیکھا تو شیخ نظر آئے۔ جب پھر آگے بڑھا تو دیکھا تم تھے یونہی کئی مرتبہ ہوا اور شیخ یہ سن کر مسکرا رہے تھے۔ فرمانے لگے میں نے شیخ ابن عربی کی بہت سی کتب سے استفادہ کیا ہے۔ میں نے ان کی غالب مدد بھی پائی ہے۔ آپ کی مشیخیت مجھ پر اس اعتبار سے ہے شیخ مصطفیٰ بکری فرماتے ہیں مجھے کئی راتیں آپ کی مسجد میں بسر کرنے کا اتفاق ہوا میں مسجد میں آپ کی دہلیز پر بیٹھا رہتا تھا اور وہاں بیٹھ کر آپ کی منور برکات کا سوال کرتا رہتا تھا اور میں نے آپ کو اس مرتبہ کے علاوہ بھی دیکھا اور میں نے اپنے صدیق شیخ ابراہیم بن اکرم مرحوم کو خبر دی۔ میں نے ان سے کہا کہ جب میں شیخ کی مسجد کے دروازے سے اندر جاتا ہوں تو یوں لگتا ہے کہ میں نے باطنی لباس پہن لیا ہے جو میرے اس لباس سے الگ اور لباس ہے جو میں نے پہن رکھا ہوتا اور جب میں وہاں سے باہر آ جاتا تو یوں محسوس ہوتا کہ وہ اتار لیا گیا ہے پھر موصوف نے فرمایا میں نے اس کا ادراک کیا اور میں گمان نہیں کرتا کہ ایسا میرے علاوہ کسی اور سے بھی وقوع پذیر ہوا ہوگا۔

اس کے بعد سیدی مصطفیٰ بکری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے شیوخ کا تذکرہ کیا اور ان بزرگوں کا بھی کہ جن سے آپ کی ملاقات ہوئی۔ ان میں سے سب سے مقدم ذکر سیدی عارف باللہ شیخ عبدالغنی نابلسی رحمۃ اللہ علیہ کا کیا ہے۔ اور ان کے ساتھ کچھ اپنے ذاتی واقعات و ماجرات کا تذکرہ بھی کیا۔ جو ان کی رفاقت میں دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ ان میں سے ایک واقعہ یہ بھی ذکر کیا کہ شیخ موصوف رحمۃ اللہ علیہ نے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی زیارت کی۔ آپ نے دونوں ہاتھ ملا کر کسی چیز سے بھرے ہوئے تھے، ان میں سے ایک کو اٹھایا اور مجھے فرمانے لگے اے عبدالغنی! یہ میری اولاد ہے اس کی حفاظت کرنا پھر دوسرے ہاتھ میں جو تھا وہ مجھے عنایت فرمادیا۔

شیخ مصطفیٰ بکری فرماتے ہیں سیدی عبدالغنی نابلسی رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے خواب میں اور جاگتے ہوئے دونوں حالتوں میں اپنی کتابوں اور تالیفات کی اجازت مرحمت فرمائی جو دوسو سے زائد ہیں اور نقشبندی اور قادری طریقہ کی اجازت بھی بخشی۔ فرماتے ہیں کہ میں نے شیخ موصوف کو بڑے سفر (سفر موت) میں یہ فرماتے ہوئے سنا کہ انہوں نے نقشبندی طریقت دو طرح سے حاصل کی ہے۔ ایک ظاہری طریقہ جو محمد باسعید نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کیا اور دوسرا طریقہ باطنی ہے جو سیدنا ابویزید بسطامی یا ان کے علاوہ دیگر اکابرین طریقت نقشبندیہ سے حاصل ہوا۔ سیدی مصطفیٰ بکری لکھتے ہیں میرا دل آپ سے دوسرے طریقہ کے متعلق خواہش مند ہوا۔ میں نے کچھ عرصہ بعد دیکھا کہ میں ایک جگہ چند لوگوں میں موجود ہوں جن میں اکثر کو میں جانتا ہوں۔ لیکن ہیں سبھی اولیاء کرام۔ میں تمام کو نہیں بلکہ ان میں سے بعض سے میری جان پہچان تھی۔ پھر وہ ادھر ادھر منتشر ہو گئے۔ میں نے اپنی بائیں جانب دیکھا تو ایک شخص سویا ہوا نظر آیا مجھے بتایا گیا یا میرے دل میں القاء ہوا کہ یہ ابایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ میں نے دل میں کہا اگر آپ ہیں تو میں پھر نقشبندی طریقت سیکھے اور حاصل کیے بغیر نہیں جاؤں گا۔ پھر تھوڑا سا وقت گزرا کہ آپ خواب سے اٹھ بیٹھے۔ میں آپ سے گفتگو کرنے کی ہمت نہ کر سکا۔ آپ کھڑے ہو گئے کچھ لوگ اور آ گئے انہوں نے آپ کو وضو کرایا اور خدمت میں مصروف ہو گئے۔ میں یہ سب کچھ دیکھ رہا تھا جب میں نے دیکھا کہ آپ وضو سے فارغ ہو چکے ہیں اور اپنی جگہ بیٹھ گئے ہیں میں اپنی جگہ سے اٹھا اور آپ کے ہاتھوں کو چوم لیا اور آپ سے نقشبندی طریقت طلب کی۔ فرمانے لگے کیا تجھے اس کی شیخ عبدالغنی نے خبر نہیں دی اور یہ طریقت اس نے تجھے تعلیم نہیں کی؟ میں نے عرض کیا حضور! ٹھیک ہے انہوں نے سکھائی ہے وہ اجازت طریقت تھی اور میں بالفعل چاہتا ہوں۔ اس پر شیخ ابویزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنا دست اقدس بڑھایا اور مجھے اپنی بیعت میں لے لیا اور میرے منہ سے ذکر کی تلقین کی۔ پھر تشریف لے گئے اور میرے پیچھے مجھے اپنے ہی ایک قریبی کے ساتھ بھیج دیا پھر چل پڑے میں ان کے پیچھے پیچھے ہولیا۔ میں نے دیکھا کہ آپ ایک غار میں تشریف لے گئے آپ اندر جا کر بیٹھ گئے۔ میں نے ارادہ کیا کہ میں بھی آپ کے پاس اندر چلا جاؤں تو فرمایا یہیں بیٹھ جاؤ۔ آپ نے غار کی ایک طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ میں تیری تکمیل میں مصروف ہوں اور وہ عنقریب ہو جائے گی۔ میں پھر ذکر میں مشغول ہو گیا جو ذکر آپ نے مجھے عطا فرمایا تھا اور آپ مشاہدہ میں مشغول ہو گئے۔ پھر مجھے ارشاد کیا کہ تیرے تکمیل کے دن پورے ہو گئے۔ غار سے باہر آئے کہیں اور چل دیے۔ میں بھی آپ کے پیچھے پیچھے ہولیا۔ پھر آپ

نے مجھے ارشاد فرمایا جب کہ آپ اپنا سر انور گھما رہے تھے فرمایا کہ تیرا مشہد وہ ہونا چاہیے اور اسے کھینچا۔ میں نے عرض کیا یا سیدی! بے شک مدت سے میرا یہی مشہد ہے۔ فرمانے لگے اس پر لگاتار قائم رہو۔ اس کے بعد میں خواب سے بیدار ہو گیا۔ جس جمعہ کو میں نے آپ کو خواب میں دیکھا۔ اسی جمعہ کو مجھے آپ کی زیارت بھی میسر ہو گئی۔ آپ کی قبر ایک بلند ٹیلے پر ہے اور شام سے وہ تقریباً چار گھنٹے کی مسافت پر واقع ہے۔ آپ کی قبر انور کی زیارت میں ہماری مدد کرنے والا ہمارا دینی اور فی سبیل اللہ بھائی شیخ عبدالرحمٰن سمان تھا۔ اس نے مجھے بتایا کہ ایک مرتبہ میں آپ کی زیارت کے لیے حاضر ہوا۔ میں اکیلا تھا تو میں نے دیکھا کہ آپ محراب میں کھڑے نماز ادا فرما رہے ہیں۔ یہ دیکھ کر مجھے قریب جانے کی ہمت نہ پڑی اور میری ران ایک دوسرے سے ٹکرانے لگی یعنی کانپنے لگی۔ پھر ہم نے سیدی شیخ عقیل منجی رحمۃ اللہ علیہ کی قبر انور پر حاضری دی۔ اندر جا کر ہم نے دو رکعت نماز نفل ادا کیے اور اللہ تعالیٰ سے جو یاد آیا، دعا مانگی پھر ہم شیخ حیات بن قیس حرانی رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کے لیے چل پڑے ہم ان کی جامع منبر میں داخل ہوئے، اور آپ کی منور قبر کی زیارت کی، وہاں ہم نے دو راتیں گزاریں پھر ہم اپنے وطن واپس آ گئے۔ ہمیں ان زیارتوں سے بہت وافر حصہ ملا اور کثیر بسیط ملی اور اتنا کچھ ملا کہ پیمانے بھر گئے۔ اس کے بعد شیخ مصطفیٰ بکری رحمۃ اللہ علیہ "بہجۃ الاسرار" سے نقل کیا کہ چار مشائخ وہ ہیں جو اپنی اپنی قبور میں ہوتے ہوئے بھی تصرف کرتے ہیں۔ ایسا تصرف، جیسا زندگی بھر کرتے تھے۔ وہ چار یہ ہیں (۱) سیدی شیخ عبدالقادر جیلانی (۲) شیخ معروف کرخی (۳) شیخ عقیل منجی (۴) شیخ حیات ابن قیس حرانی رحمۃ اللہ علیہم۔ اور چار بزرگ ولی وہ ہیں جو مادرزاد اندھے کو بینا اور کوڑھ کے مریض کو شفایاب کیا کرتے تھے۔ وہ چار یہ ہیں (۱) سیدی شیخ عبدالقادر جیلانی (۲) شیخ بقاء بن بطو (۳) شیخ ابوسعید قلیوبی (۴) شیخ علی بن ہیتی رحمۃ اللہ علیہم ہم پہلے لکھ چکے ہیں کہ سید مصطفیٰ بکری رحمۃ اللہ علیہ نے 1162ھ میں انتقال فرمایا۔

حضرت شیخ مصطفیٰ ابن عمر وخلوتی رحمۃ اللہ علیہ

شیطان کے بھگانے کا وظیفہ

سیدی مصطفیٰ بکری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "السیوف الحداد" میں تحریر فرمایا مجھے میرے دینی اور فی سبیل اللہ بھائی شیخ مصطفیٰ بن عمر وخلوتی (اللہ تعالیٰ ان کا خاتمہ بالخیر فرمائے اور اسی مقام کے طفیل ان کی آخرت بہتر بنائے: آمین) انہوں نے خواب میں ایک ڈراؤنی کیفیت اور دل دہلا دینے والا منظر دیکھا۔ یعنی ایک بدصورت اور مکروہ شکل والا شخص نظر آیا۔ اس کی حالت بہت آلودہ تھی وہ ان کے قدموں کے قریب بیٹھا ہوا ہے۔ فرماتے ہیں کہ مجھے کسی کہنے والے نے کہا کیا تم جانتے ہو یہ کون ہے؟ میں نے کہا نہیں۔ آواز آئی یہ شیطان ہے اور تیری مراد تجھ سے لینے آیا ہے۔ میں نے کہا ٹھیک ہے اسی لیے آیا ہو گا۔ آواز آئی، آیۃ الکرسی تین مرتبہ پڑھو اور تین مرتبہ ہی سورۃ اخلاص پڑھو۔ میں نے پڑھنا شروع کر دیا ابھی میں نے آیۃ الکرسی دوسری مرتبہ آدھی ہی پڑھی تھی تو مجھے جاگ آ گئی۔ تو میں نے دیکھا کہ جو خواب میں مجھے شکل نظر آئی تھی اس میں کچھ تغیر و تبدل نہ ہوا تھا۔ وہ اب شکل چھوٹی ہوتی جاتی یہاں تک کہ فنا ہو گئی اور اس کا کوئی نام ونشان باقی نہ رہا۔

قبر میں عبادت وغیرہ کیسے؟

اس کے بعد شیخ مصطفیٰ بکری رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا کہ مجھ سے میرے دینی اور طریقت کے بھائی شیخ مصطفیٰ بن عمرو خلوتی نے ایک مرتبہ پوچھا کہ کیا دار آخرت میں کسی بندے کے لیے یہ درست ہے کہ وہ نفل وغیرہ ادا کرے؟ میں نے جواب دیا کہ تکلیف کے اعتبار سے تو ایسا نہیں ہوگا۔ یعنی جس طرح دنیا میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں احکام شرعیہ بجالانے کا پابند بنایا ہے، کریں گے تو ثواب ورنہ عذاب، دار آخرت میں یوں تو نہ ہوگا کیونکہ وہ دار تکلیف نہیں ہے۔ وہ تو دار جزاء ہے اور اعمال کے نتائج کا مقام ہے۔ ہاں اگر کوئی بندۂ خدا حصول لذت اور اظہار عبودیت کے لیے ایسا کرنا چاہے اور اس کا نفس شریف ایسا کرنے کی خواہش کرے اور پھر مالک الملک اس پر مہربانی فرمادے تو ایسا کرنے میں کوئی رکاوٹ نہیں۔ شیخ مصطفیٰ بن عمرو خلوتی نے میرا یہ جواب سن کر فرمایا مجھے آپ کے جواب سے انتہائی مسرت ہوئی ہے۔ کیونکہ جب میں نے اس دنیا میں اپنے جسم کی کمزوریوں کو دیکھا کہ وہ ان کمزوریوں کی وجہ سے حقوق عبودیت صحیح طریقے اور مکمل طور پر ادا نہیں کرسکتا جس پر دارومدار ہے۔ اور عمر بھی تھوڑی ہے تو میں نے اللہ سے سوال کر رکھا ہے اے اللہ! مجھ پر احسان فرمانا اور مجھے پچیس ہزار سال کے برابر لمبے دن میں دو رکعت نماز ادا کرنے کی اجازت عطا فرمانا تاکہ میں اس مقام کی لذت سے بہرہ ور ہوسکوں۔ میں اس بارے میں شیخ قاسم مغربی رحمۃ اللہ علیہ سے دریافت کرچکا ہوں کہ کیا میرے سوال کا پورا ہونا ممکن ہے تو انہوں نے منع میں جواب دیا تھا۔ یعنی وہاں دار آخرت میں عبادت نہیں ہوگی۔ آپ نے گویا اس رات مجھے عظیم خلعت پہنادی ہے۔

شیخ مصطفیٰ بکری رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا کہ شیخ مصطفیٰ بن عمرو کا حال ان عارفین کا سا ہے جن کے بارے میں سیدی محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ''العبادلہ'' میں فرمایا ہے، عارفین کی عمریں ختم ہوگئیں اور وہ حق کے ساتھ ابھی پہلے قدم پر ہی رہے ان کی عمروں نے ان سے وفا نہ کی تاکہ وہ اللہ تعالیٰ کے حقوق جو ان پر لازم تھے، انہیں پورا کرسکتے۔ اگرچہ ان کی ہمتیں اور ارادے بہت کچھ کرنے کے تھے۔

مزید لکھتے ہوئے شیخ مصطفیٰ بکری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں مجھے شیخ مصطفیٰ بن عمرو خلوتی نے بتایا کہ انہوں نے 1131ھ شعبان المعظم کی سترہویں تاریخ بروز منگل صبح کے وقت حالت بیداری میں دیکھا کہ دمشق میں ہماری عبادت گاہ باذرائیہ کی شمالی دیوار بلند ہوگئی ہم اس وقت اوراد ختم کرکے ذکر میں مصروف ہوچکے تھے۔ میں نے دیکھا کہ پچاس کے لگ بھگ لوگ تھے انہوں نے ہمیں گھیرے میں لے لیا۔ کچھ ان میں سے رو رہے تھے کچھ مراقبہ میں اور کچھ خشوع وخضوع میں تھے۔ ان میں سے صرف ایک شخص کو پہچان سکا وہ ہمارا قریبی تھا اور اس کا نام محمد بن سعید ایوبی تھا۔ میں نے دیکھا کہ اس نے لمبا چوڑا سرمہ ڈال رکھا ہے اور مسکرا رہا ہے۔ ان تمام حضرات میں سے صرف یہی ایک مسکرا رہا تھا۔ ان حضرات کی اکثریت روم سے تھی۔ میں نے محمد بن سعید ایوبی سے کہا یہ حضرات طریقت کے آدمی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان سے نفع بخشے کیونکہ ہمارے طریقہ کے اکثر بزرگ رومی شہروں سے تعلق رکھتے تھے۔ پھر میرے دل میں اپنے اس قریبی شخص کو مذکورہ حالت میں دیکھنے سے یہ بات حاصل ہوئی یعنی اس سے میں نے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ دراصل یہ معاملہ مجھے اوراد کے بارے میں دکھایا گیا ہے۔ وہ یہ کہ ورد

پڑھنے والے کے لیے اس میں بشارت دی گئی ہے۔ کہ وہ سعید ہے اور یہ بات میں نے شخص مذکورہ کے نام سعید سے معلوم کی اور یہ کہ جو شخص اس ورد کو پڑھے گا اسے قلبی جلا حاصل ہوگی۔ یہ اشارہ میں نے اس شخص کے سرمہ لگائے ہوئے ہونے سے لیا اور یہ بھی کہ اس ورد رکھنے والا صفت ''اواب'' سے موصوف ہوگا۔ یہ میں نے ایوبی کی نسبت سے اخذ کیا۔ اگرچہ یہ بات سیدنا حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی ہے اور میں نے یہ اشارہ بھی اخذ کیا کہ اس کا پڑھنے والا ہمیشہ خوش رہے گا، انشاء اللہ تعالیٰ۔ اور یہ خوشی اسے اللہ تعالیٰ کی امداد کے شامل حال ہونے کی وجہ سے حاصل ہوگی۔ کیونکہ شخص مذکور مسکرا رہا تھا کہ ہمیں یہ اشارات قریبی کے ہاتھوں دیئے گئے ہیں کسی دوسرے کے ذریعے نہ دیئے گئے یہ اس لیے کہ قریب سے اشارہ صرف دکھائی دیتا ہے۔

اس کے بعد لکھتے ہوئے سیدی مصطفیٰ بکری مزید فرماتے ہیں مجھے شیخ موصوف مصطفیٰ بن عمرو نے بتایا میں ورد کے دوران نیا وضو بنانے کے لیے اٹھ کر جایا کرتا تھا۔ ایک مرتبہ جب میں نکلا تو تمہارے شیخ جناب شیخ عبداللطیف رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے۔ انہوں نے اپنا سفید لباس پہن رکھا تھا اور جبہ بھی پہنا ہوا تھا اور تمہاری جگہ پر بیٹھ گئے۔ آپ کا تشریف لانا اسم ''یا لطیف'' کے ورد کے دوران ہوا تھا۔ ہم اس اسم کی ہر رات کم از کم ایک سو انتیس مرتبہ تلاوت کرتے تھے۔ اس اسم کے ورد کے درمیان آپ کا تشریف لانا دراصل آپ کے نام اور اس اسم کے مابین مناسبت کی وجہ سے تھا۔ کیونکہ آپ کا اسم گرامی عبداللطیف تھا۔ لیکن دوران نشست آپ کی نظر قابونی کی طرف تھی۔ یہ قابون کا رہنے والا ایک شخص تھا اور وہ میری بائیں جانب بیٹھا ہوا تھا اور شیخ مصطفیٰ میری دائیں جانب تھے۔ بیان کرتے ہیں کہ آپ کا میری طرف توجہ نہ فرمانا اور نہ دیکھنا اس سے مجھے تعجب ہوا۔ میں نے عرض بھی کیا کہ ایسا کیوں ہے؟ فرمانے لگے تمہیں نظر کی ضرورت نہیں رہی اور قابونی چونکہ ابھی مقام تربیت میں ہے اس لیے اس کی نظر سے تربیت کی جا رہی ہے اور عارف لوگ اکثر تربیت نظر سے ہی کرتے ہیں۔ فرمایا پھر شیخ عبداللطیف رحمۃ اللہ علیہ یہاں سے نکل گئے۔ یہ کہتے ہوئے عبادت خانہ کے ایک راستہ کی طرف اشارہ فرمایا۔ پھر میں نے ان سے کہا کہ شیخ موصوف کے تشریف لانے میں اشارہ بھی ہے اور بشارت بھی۔ بشارت اس طرف ہے کہ میں تکلیف میں تھا تو مجھے حصول شفا کی بشارت مل گئی۔ گویا آپ عافیت کے بشیر بن کر تشریف لائے تھے۔ رہا اشارہ تو وہ اس طرف تھا کہ مرید یہ بات ذہن نشین کر لے کہ اس کا شیخ جب اپنی جگہ سے کہیں ادھر ادھر چلا جاتا ہے اور جگہ بظاہر خالی ہو جاتی ہے اس خالی جگہ کا بھی مرید کے لیے ادب کرنا ضروری ہوتا ہے۔ یہ کہ شیخ کی جگہ اس کے طریقت کے بزرگوں سے خالی نہیں رہتی۔ بلکہ کوئی نہ کوئی بزرگ مثلاً شیخ کا شیخ یا کوئی اور وہاں جلوہ فرما ہوتا ہے۔ تو اگر ہم فرض کر لیں کہ شیخ کی عدم موجودگی میں مریدان کی نشست گاہ پر بیٹھ جاتا ہے تو بسا اوقات چونکہ معزز شخصیت اس جگہ تشریف فرما ہوئی ہے (جو اسے نظر نہیں آ رہی) تو یہ بے ادب کہلائے گا اور بسا اوقات اللہ تعالیٰ شیخ کی روحانیت کو حاضر کر دیتا ہے۔ جب کہ شیخ کا قصد بھی ہو اور شیخ اس بات کو جانتا بھی ہو یا بغیر قصد و علم کے بھی شیخ کی روحانیت کو اللہ تعالیٰ وہاں حاضر کر دیتا ہے تاکہ اس فرصت کے وقت شیطان نہ آنے پائے۔ کیونکہ وہ اس تاڑ میں رہتا ہے کہ نماز کے دوران دو نمازیوں کے درمیان تھوڑی سی خالی جگہ پائے۔ یا حلقہ ذکر میں اسے داخل ہونے کی گنجائش ملے تاکہ وہ

داخل ہو کر نمازیوں اور ذاکروں کے دل میں نفاق اور پھوٹ ڈال دے۔ اور یہ نفاق اور پھوٹ محض اس کے داخل ہونے اور اس کے ساتھ جمع ہونے سے ہی حاصل ہو جاتا ہے کیونکہ اس کی طبیعت ہی اس بات کو چاہتی ہے۔ وجہ یہ ہے کہ شیطان اور اہل ایمان کے درمیان بہت فاصلہ ہوتا ہے۔ اور جب ایک جنس کے لوگوں میں دوسری جنس آ شامل ہو تو اس سے وحشت پیدا ہو جاتی ہے اور وحشت کے ساتھ ہی غالباً پھوٹ پڑ جاتی ہے (شیطان اور جنس ہے اور انسان دوسری جنس۔ اس لیے اس کے آ جانے سے ہی افراتفری پیدا ہو جائے گی) ہاں ایسے لوگ جو ایمان و طریقت میں نہایت مضبوط ہوں ان میں اس کا اثر نہیں ہوتا، عرض کیا گیا کہ شیخ کی عدم موجودگی میں ان کی جگہ پر بیٹھنا شیخ کی نافرمانی تو نہیں کہلاتا۔ فرمایا یہ احتمال تو ہے کہ اس جگہ خود شیخ یا اس سلسلہ کا کوئی دوسرا بزرگ تشریف فرما ہو جو بیٹھنے والے کو نظر نہ آئے تو احتمال بے ادبی تو ہے۔ یہ مذکورہ کشف اسی بات پر تنبیہ کے لیے دکھایا گیا ہے۔ پھر میں نے ان سے پوچھا کیا آپ نے ان کو جاگتے ہوئے دیکھا ہے کہنے لگا ہاں۔ جاگتے ہوئے اور میری آنکھیں کھلی ہیں۔ مجھے بھائی شیخ قابونی نے شیخ مصطفیٰ کے مذکورہ واقعہ سنانے کے بعد بتایا حالانکہ شیخ قابونی کو اس بات کا علم نہ تھا کہ ان کے اور شیخ مصطفیٰ بن عمرو کے درمیان کیا واقعہ ہوا۔ میں نے واقعی ایک شیخ (انسانی صورت) تمہاری جگہ بیٹھا ہو دیکھا تھا۔ جب تم باہر نکلے تھے دیکھ کر میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے تھے۔ اس سے شیخ مصطفیٰ بن عمرو کے دیکھے واقعہ کی تائید ہو جاتی ہے مجھے شیخ مصطفیٰ بن عمرو نے بتایا جس دن انہوں نے اپنا مذکورہ مکاشفہ مجھے سنایا ہم نے دوران ذکر لفظ ''الجلال'' دیکھا۔ جیسا کہ فستقی کپڑا ہے اور اس نے ہمیں چاروں طرف سے گھیرے میں لیا ہوا ہے۔ شیخ موصوف ہمارے ساتھ بیٹھے جب ورد میں مشغول ہوتے تو بہت سی اشیاء کا آپ کو دیدار ہوتا تھا۔

اس کے بعد شیخ مصطفیٰ بکری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں میرے دل میں خیال آیا کہ نماز کے بعد جو اوراد ہم پڑھتے ہیں، وہ طریقہ خلوتیہ کے مطابق پڑھوں۔ میں نے اپنے بھائی شیخ مصطفیٰ بن عمرو خلوتی سے کہا کہ میں نے جو نیت کی ہے اس کے بارے میں استخارہ کروں اور میں اس سے قبل اس بارے میں استخارہ کر چکا تھا۔ اور ایسا کرنے میں میرا سینہ کھول دیا گیا تھا۔ یعنی اجازت کا اشارہ مل گیا تھا لیکن میں نے شیخ مصطفیٰ بن عمرو کو نہ بتایا۔ صرف دیکھنا چاہتا تھا کہ ان کے کشف کا کیا مقام ہے۔ شیخ موصوف نے استخارہ کیا اور مجھے بتایا کہ وہ سوئے تھے تو دوران خواب بہت سے اشیاخ اندر آتے دیکھے۔ فرمایا اتنا دیکھنے کے بعد میری آنکھ کھل گئی میں پھر سو گیا میں نے یہی معاملہ تین مرتبہ دیکھا۔ میں نے شیخ مصطفیٰ بن عمرو سے پوچھا کہ ان بزرگوں نے آپ سے گفتگو کی؟ کہنے لگے نہیں۔ میں نے پھر کہا کہ میں نے ارادہ کیا تھا کہ نماز کے اوراد بطریقہ خلوتیہ الشام پڑھا کروں اس کے بارے کیا اشارہ ہوا کہنے لگے جو بزرگ مجھے تین مرتبہ نظر آئے یہ ان کی طرف سے اجازت کا اشارہ ہے کیونکہ خاموش رہنا اقرار کے قائم مقام ہوتا ہے۔ اگر وہ راضی نہ ہوتے تو کبھی خاموش نہ رہتے۔ پھر جب 1131ھ ذی القعدہ کی ابتدائی تاریخوں میں ہم نے بیت المقدس جانے کا ارادہ کیا تو شیخ موصوف بیمار ہو گئے میں ان کی عیادت کے لیے گیا۔ انہوں نے بوقت ملاقات مجھے بتایا کہ میں نے خواب دیکھا ہے کہ ایک جگہ فقیر بیٹھا ہوا ہے اور وہ میرے پاس ہے۔ فرمایا میں نے دیکھا کہ میرے اور تمہارے درمیان کھانے سے بھرا ایک بڑا تھال رکھا ہوا ہے۔ کہتے ہیں کہ میں نے شیخ سے پوچھا آپ

جانتے ہیں کہ یہ کیا اشارہ تھا۔ میں نے کہا نہیں۔ میں نے پھر کہا کہ اہل طریقت اکٹھے ہوئے ہیں اور کہتے ہیں کہ فلاں نے طریقت میں ایک نیا طریقہ اپنایا ہے جس پر وہ انعام کا مستحق ہے۔ پھر وہ کہنے لگے انعام کیا ہونا چاہیے؟ کہنے لگے ہم اسے جنت بطور انعام دیتے ہیں۔ پھر انہوں نے کہا کہ ہم اس کے ساتھ ابن عمرو کو بھی شریک کرتے ہیں اور ہر اس شخص کو بھی شریک کرتے ہیں جو ان کے نقش قدم پر چلا وہ جنت میں جائے گا۔ فرمایا پھر میں نے ان سے کہا یہ جو کچھ آپ نے بڑے تھال میں دیکھا یہ جنت ہے۔ لہٰذا اسے کھایئے میں نے کھایا۔ تو اس جیسا لذیذ کھانا میں نے زندگی میں نہیں کھایا۔ جب شیخ مصطفیٰ بن عمرو نے مجھے یہ خوش خبری سنائی تو میں نے ان سے اجازت لی خوش بھی ہوا اور اللہ تعالیٰ کا اس پر شکر ادا کیا۔

حضرت الشیخ مصطفیٰ ناطور مشہور جد بیروتی رحمۃ اللہ علیہ

ہم نے اپنے شیخ جناب علی عمری شامی رحمۃ اللہ علیہ سے سنا۔ جب آپ طرابلس میں تشریف فرما تھے اور آپ مشہور اور بڑے ولی اللہ تھے۔ فرمایا کرتے تھے کہ شیخ مصطفیٰ ناطور مذکور بہت خوبیوں کے مالک تھے۔ ان کی ولایت اور کرامات کی بھی آپ گواہی دیا کرتے تھے۔

عوام پر جان قربان کردی

آپ سے بہت سی کرامات لوگوں نے نقل کی ہیں۔ ان میں سے اس وقت مجھے صرف ایک یاد آ رہی ہے وہ یہ کہ 1282ھ میں بیروت کے اندر ایک وبا پھیلی تھی جسے ہوا اصفر کا نام دیا گیا۔ اس نے لوگوں کا جینا دوبھر کر دیا۔ روزانہ کئی لاشیں اٹھتی تھیں۔ اس سے لوگ نہایت پریشان تھے۔ آپ کو میرے سسر جناب محمد بک سجعان نے شکایت کی کہ حضرت لوگ پریشان ہیں کچھ کیجئے۔ فرمانے لگے کہ میں عنقریب اس بیماری سے مر جاؤں گا اور لوگوں پر فدا ہو جاؤں گا۔ اس کے بعد اس بیماری سے کوئی نہیں مرے گا۔ اس گفتگو کے بعد ایک یا دو دن گزرے تھے کہ آپ انتقال فرما گئے۔ بیماری اٹھ گئی اور فضا ٹھیک ہوگئی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے اولیاء سے مستفید ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔

حضرت شیخ مصطفیٰ رہوانجی رحمۃ اللہ علیہ

بیماری اپنے اوپر منتقل کرلی

آپ دمشق کے رہنے والے تھے اور 1310ھ میں دمشق شام میں ہی انتقال فرمایا اور مقبرہ دحداح میں دفن کیے گئے۔ آپ عجیب صاحب حال اور صاحب کرامات بزرگ تھے۔ جیسا کہ آپ کے بارے میں مجھے الحاج محمد سعید رباط دمشقی نے بتایا جو خود بھی نیک سیرت تاجر تھے اور بیروت میں مقیم تھے۔ بیان کیا کہ میں شیخ مصطفیٰ مذکور کی خدمت میں پندرہ سال رہا۔ اس دوران میں نے آپ سے بہت سی کرامات کا مشاہدہ کیا اور بکثرت خرق عادت کام دیکھے۔ ان میں سے ایک خود میرے ساتھ بھی واقعہ پیش آیا۔ وہ یہ کہ میں ایک دفعہ مرض خانوق میں مبتلا ہو گیا حتیٰ کہ میں زندگی سے ہاتھ دھونے لگا۔ اطباء نے مجھے لاعلاج قرار دے دیا۔ آپ میرے پاس تشریف لائے اور میں اسی پریشان کن اور مصیبت والی حالت میں تھا۔ میں چل پھر

بھی نہیں سکتا تھا اور نہ ہی طعام و کلام کی مجھ میں طاقت رہی۔ مجھے فرمانے لگے کیا تو یہ چاہتا ہے کہ تیری بیماری تجھ سے اٹھالی جائے میں نے اپنے سر سے اشارہ کیا جی حضور! میں یہ چاہتا ہوں۔ اسی وقت مجھ سے یہ بیماری اتر گئی اور شیخ موصوف کی طرف منتقل ہوگئی۔ پھر ہم نے آپ کا علاج کرانا شروع کر دیا۔ تین مہینے تک علاج کے بعد آپ کو بھی اللہ تعالیٰ نے شفا عطا فرمائی۔

حضرت مصلح الدین بن شیخ علاؤ الدین جراح زادہ رحمۃ اللہ علیہ

تصوف میں داخل ہونے کا عجیب واقعہ

''العقد المنظوم فی ذکر افاضل الروم'' میں لکھا ہے کہ موصوف کا نام علی بن بالی تھا۔ 992ھ میں آپ نے انتقال فرمایا۔ کتاب مذکور کے مصنف بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ شیخ موصوف سے ان کے سلوک اور طریقہ صوفیہ میں داخل ہونے کے متعلق پوچھا کہ آپ کا اس طرف آنا کیونکر ہوا؟ فرمانے لگے میں اپنے ابتدائی دور میں طریقہ صوفیہ سے بہت دور رہا کرتا تھا۔ کیونکہ مجھے یہ اچھا نہیں لگتا تھا۔ پھر اتفاق سے ایک رات میں اپنے بھائیوں اور دوستوں کے ساتھ ایک جگہ اکٹھا ہوا۔ ہم بیٹھے ادھر ادھر کی باتوں میں مصروف تھے اور گزری باتیں اور یادیں ایک دوسرے کو سنا رہے تھے۔ پھر مجلس میں موجود تمام لوگ سو گئے اچانک ایک بہت بڑی چیخ اور ڈراؤنی آواز آسمان کی طرف سے سنائی دی۔ میں نے سر اٹھا کر دیکھا تو کیا دیکھتا ہوں کہ ایک بہت بڑا پتھر اس مکان پر آن گرا جس میں ہم لوگ موجود تھے۔ اس نے مکان کی چھت توڑ پھوڑ دی اور مکان کے صحن میں آن گرا۔ زمین میں پڑنے کے بعد زمین میں دھنس گیا اور نظروں سے اوجھل ہو گیا اس ڈراؤنی آواز سے موجود تمام سوئے ہوئے آدمی جاگ گئے۔ پھر وہ اس کے متعلق ایک دوسرے سے معلوم کرنے لگے انہیں کچھ بھی علم نہ تھا۔ وہ دوبارہ سو گئے لیکن مجھے سخت دہشت نے گھیر رکھا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ابھی میرا دل ڈوب جائے گا۔ میں اس مجلس سے ڈرتے ہوئے اٹھا اس بات کا اثر مجھ پر لحہ بہ لحہ بڑھتا رہا۔ حتیٰ کہ میری عقل جواب دی گئی۔ اب مجھے بہت کم دکھائی دے رہا تھا کیونکہ آنکھوں کی بینائی بھی بہت متاثر ہو چکی تھی میں راستہ پر آگیا۔ میں نے اپنے تمام فخریہ کپڑے فروخت کر دیئے اور ابھی میں اپنی پہلی روش پر تھا یعنی طریقہ صوفیہ سے اعراض کرنے والا تھا۔ اسی کیفیت کے دوران مجھے میرے والد محترم نے طریقہ صوفیہ کی دعوت دی اور مجھ سے اس میں داخل ہونے کے بارے میں گفتگو فرمائی۔ میں نے اس کے جواب میں انکار و اعراض سے کام لیا۔ فرماتے ہیں کہ میری یادداشت کی کمزوری کے دوران میری آنکھوں سے پردہ اٹھا دیا گیا اور مجھے قبروں کے احوال دکھائی دینے لگے میں پھر قبرستان میں ہر وقت بیٹھا رہتا۔ وہیں رات بھی گزارتا۔ میرے تمام دوست اور رشتہ دار مجھے کہتے اٹھو اور گھر آجاؤ اور مجھے میرے حال پر ملامت بھی کرتے۔ لیکن مجھے ان کی باتوں کا کوئی اثر نہ ہوتا اور نہ ہی ان کی طرف سے التفات کرتا۔ میں نے ان سے پوچھا کہ اس دوران آپ کو قبروں میں کیا نظر آتا تھا اور قبروں والے لوگوں کو آپ کن حالات میں دیکھتے تھے؟ فرمانے لگے میں نے انہیں قبروں میں اس طرح بیٹھے ہوئے دیکھا جس طرح وہ گھروں میں بیٹھتے ہوتے تھے۔ ان میں کسی کی قبر بہت وسیع تھی تو وہ قبر والا اس میں بڑے سکون و آرام اور فارغ البالی میں ہوتا اور کچھ اصحاب

قبور قبر میں کھڑے ہونے کی قدرت نہ رکھتے۔ کیونکہ ان کی قبریں بہت تنگ تھیں۔ بعض کی قبریں دھوئیں سے بھری ہوئی تھیں بعض کی آگ سے سرخ ہو چکی تھی۔ میں نے بعض اصحاب قبور کو نہایت کمزور اور پریشانی میں دیکھا اور وہ سخت درد میں مبتلا اور پھڑ کتے ہیں، میں ان سے گفتگو کرتا۔ ان سے ان کے حالات دریافت کرتا ان سے ان کے مرنے کے اسباب پوچھتا۔ وہ مجھے میری باتوں کا جواب دیتے اور مجھ سے دعا کی درخواست کرتے اور میں اس دوران اپنے آپ کو کبھی تو قسطنطنیہ میں، کبھی بروسا اور کبھی ان کے علاوہ دیگر مقامات میں موجود پاتا جو میں نے کبھی دیکھے بھی نہ ہوتے تھے اور میں ان تمام حالات میں یوں لگتا کہ جیسے کسی کو جنات نے پکڑ رکھا ہے اور وہ اپنے آپ میں نہیں اور میری حالت یہ تھی کہ میں کھانا کھانے سے بھی تنگ آ گیا تھا۔ کیونکہ جب کوئی کھانا میرے سامنے آتا تو مجھ پر اس کی نجاست اور عدم طہارت منکشف ہو جایا کرتی تھی۔ یہ حالت مجھ پر سات ماہ تک رہی پھر میں ایک دن اپنے والد گرامی کے گھر مقیم تھا رات کے اندھیرے افق پر چھا چکے تھے اور گھر کے چھوٹے بڑے تمام افراد سو چکے تھے کہ اچانک ایک شخص آیا اس نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے ساتھ لے کر چل دیا۔ ہم دونوں چلتے گئے ہمارا گزر عجیب وغریب مقامات سے ہوا جو میں نے نہ دیکھے تھے اور ان کے بارے میں کچھ سن سنا کر معلومات تھیں۔ حتی کہ ہم ایک پہاڑ کی ہموار جگہ پر پہنچ گئے۔ میں نے وہاں ایک شخص بیٹھا ہوا دیکھا میرے ساتھ والا آدمی اس کی طرف گیا اور جا کر اس سے کہنے لگا میں تمہارے مطالبہ پر تمہارا طلب کردہ آدمی لے آیا ہوں پھر مجھے اس طرف آگے کیا۔ میں اس کے سامنے بیٹھ گیا اس نے میرا دایاں ہاتھ پکڑا۔ اس میں کوئی نشانی رکھی پھر اچانک ایک اور شخص آ گیا۔ اس نے میرے ساتھ جو کیا سو کیا۔ پھر ہمیں حکم ملا کہ یہاں ایک باڑہ ہے اس میں چلو جب ہم وہاں پہنچے تو باڑہ کا دروازہ ہمارے لیے کھول دیا گیا۔ ہم نے اس کے اندر دیکھا تو ہمیں اس میں ہر طرف ایسی آگ نظر آئی جس کا دھواں نہ تھا اور نہ ہی اس میں سیاہی تھی ہم نے اندر جانے سے انکار کر دیا۔ لیکن زبردستی ہمیں اندر لے جایا گیا اور ہمارے اندر جانے کے بعد دروازہ بند کر دیا گیا۔ پھر آگ نے ہمارے ساتھ وہ سلوک کیا جو آگ ہم جیسوں سے کرتی ہے ہم اس میں جل گئے ہمارے ظاہر و باطن میں کوئی جگہ نہ بچی جسے آگ نے چھوڑا نہ ہو۔ پھر دروازہ کھول دیا گیا اور ہمیں حکم ملا کہ باہر نکل جاؤ۔ وہ آدمی آیا اور اس نے میرا ہاتھ پکڑا اور اس نے مجھے اسی جگہ پہنچا دیا جہاں سے مجھے لے کر چلا تھا۔ جب میں صبح اٹھا اور میرے والد محترم نماز کے لیے اٹھے اور والد محترم میرے پاس تشریف لائے۔ مجھے پریشان دیکھا اور رات کے واقعات کی وجہ سے مجھے حیران دیکھا تو آپ نے مجھ سے میرا حال پوچھا میں نے آپ سے پورا واقعہ بیان کر دیا۔ فرمانے لگے وہ آگ جس نے تمہیں جلایا تھا وہ محبت اور عشق کے جذبہ کی آگ تھی اور دل میں عشق کا ایک شعلہ تھا۔ یہ واقعہ بتاتا ہے کہ تو عنقریب حق کا طالب ہوگا اور تصوف و اہل تصوف سے محبت کرے گا۔ موصوف نے فرمایا یہ رات گزری کہ جنون اور عشق نے مجھے گھیر لیا۔ ادھر آہستہ آہستہ وہ حالت کشف اور مخالف عادت حرکات مجھ سے دور ہونے لگیں اور میرا رجحان و میلان تصوف کی طرف ہونے لگا اور اللہ رب الارباب کی محبت میں وارفتگی بڑھنے لگی۔ اور میں نے بالآخر تسلیم و عبادت کے لیے گردن جھکا دی اور پھر میرے کام میں جو اللہ نے چاہا اور ارادہ فرمایا وہ ہوا۔ میں نے اپنے والد محترم کے ہاتھوں پر توبہ کی۔ مجاہدات کرنے شروع ہو گیا منزل بہ منزل ترقی کرتا گیا۔ ایک حال سے دوسرے

حال میں داخل ہو گیا پھر والد محترم نے مجھے قدوۃ ارباب تحقیق ولی اللہ صاحب کرامات مشہور و اخبار ماثورہ شیخ عبد الرحیم مویدی مشہور حاجی حلبی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت عالیہ میں بھیجا۔ میں آپ کے زیر سایہ کافی مدت رہا اور آپ کے ہاں مختلف علوم تصوف حاصل کیے پھر مجھ سے ہوا جو ہوا اور جو ممکن تھا مجھ سے سرزد ہوا۔ میں نے لگاتار بارہ سال صبر و مجاہدے میں گزارے۔ پھر مجھے ارشاد کی اجازت دے دی گئی میں (راوی مذکور) نے شیخ موصوف سے ان کے آخری حالات کے بارے میں پوچھا جو شیخ کے ہاں وقوع پذیر ہوئے تو مزید فرمایا میں شیخ عبد الرحیم رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ایک خلوت گاہ میں تھا۔ میں لگاتار ذکر اور توحید میں مشغول تھا۔ اچانک ایک عظیم اور بارعب شخص میرے پاس آیا اور اس نے میرے پورے جسم کے ریزے ریزے کر ڈالے۔ اور مجھے اس حال میں چھوڑ دیا۔ میرا جسم پھر سے پہلی حالت پہ آ گیا۔ اس نے پھر اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیے جونہی وہ چھوڑتا میں دوبارہ ٹھیک ہو جاتا۔ یہی سلسلہ کئی گھنٹے چلتا رہا اس سے مجھے سخت پریشانی اور اضطراب عظیم ہوا۔ اور پھر مجھے مقام فنا اور مقام سکون ایسا نصیب ہوا جس کی تعبیر ناممکن ہے۔ میں نے یہ واقعہ شیخ رحمۃ اللہ علیہ کو سنایا تو آپ مجھ پر بہت خوش ہوئے اور مجھے میرے مطلوب کے حاصل ہونے کی خوشی سنائی دی۔ اس کے بعد آپ نے مجھے ارشاد کی اجازت عطا فرمائی تھی اور والد محترم کے پاس بھیج دیا۔

شیخ علی مذکور نے موصوف کی بہت زیادہ تعریف و توصیف کے بعد لکھا ہے کہ آپ کے عجیب کشف تھے اور دلوں کے رازوں پر مطلع ہو جانا بھی عجیب قسم کا تھا۔ میرا گمان ہے کہ آپ تمام احوال کا احاطہ کرنے والی شخصیت ہیں۔ مریدوں کے دلوں میں تصرف کرنا اور رشد و ہدایت کے طالبین کی تربیت کرنے میں آپ کو ید طولیٰ حاصل تھا۔ اگر تزکیہ نفس کا معاملہ نہ ہوتا اور ریا اور خود ستائی کا معاملہ نہ ہوتا تو میں آپ سے وقوع پذیر ہونے والے وہ تمام واقعات سپرد قلم کر دیتا جو میں نے آپ کے عبادت خانہ میں رہنے کے دوران اپنی آنکھوں سے دیکھے کہ آپ کن انفاس طیبہ کے مالک اور کامیاب ہمت والی شخصیت ہیں۔

نظر سے تبدیلی

مجھے ایک باوثوق آدمی نے بتایا وہ بھی ایک شریف النفس تھا کہ میں کچھ دنوں سے شیخ موصوف کے ہاں اعتکاف کی حالت میں ٹھہرا ہوا تھا۔ میں نے ایک دن نماز فجر ادا کی اور مسجد میں بیٹھ گیا اور ذکر میں مشغول ہو گیا۔ میری دوسری جانب مسجد میں ہی شیخ موصوف رحمۃ اللہ علیہ تشریف فرما تھے۔ آپ قبلہ کی جانب منہ کیے بیٹھے تھے اور مراقبہ میں تھے۔ گاہے بگاہے آپ نظریں چرا کر مجھے دیکھتے۔ ایسا آپ نے کئی دفعہ کیا۔ میں ذکر میں مشغول تھا کہ مجھے ایک عظیم جذب کی کیفیت نے آگھیرا اور آپ کی توجہ تام میں آ گیا۔ مجھ پر حال اور وجد کا غلبہ ہو گیا۔ پھر مجھ سے بہت سے عجیب و غریب امور سرزد ہوئے۔ قریب تھا کہ میرا دل پھٹ جاتا۔ اللہ تعالیٰ نے اسی دوران مجھ پر احسان فرمایا جس کا میں ذکر نہیں کر سکتا۔ یہ کیفیت اس وقت تک مجھ پر طاری رہی جب تک شیخ موصوف مسجد میں تشریف فرما رہے۔

گمشدگی کی اطلاع اور اس کی مدد کرنا

شیخ موصوف رحمۃ اللہ علیہ کی عظیم کرامات ہیں اور عجیب و غریب افعال آپ سے دیکھنے میں آئے۔ بطور تبرک یہاں چند کا ذکر کرتا ہوں ایک کرامت آپ کی وہ ہے جسے فضل و اجادہ میں معروف ایک ولی کامل جناب شیخ محی الدین اخی زادہ نے بیان فرمائی۔ بیان کرتے ہیں کہ ہم چند آدمی ایک مرتبہ اپنے شہر سے کسی بستی میں جانے کے ارادہ سے نکلے جس دن ہم نے سفر شروع کیا، انتہائی گرم دن تھا۔ ہم راستہ بھول گئے جس کی وجہ سے ہم نہایت تنگی و پریشانی میں پڑ گئے۔ گرمی نے ہم پر زور کیا اور پیاس ہم پر ٹوٹ پڑی ہمارے پاس پانی ختم ہو چکا تھا اور نہ ہی کوئی شخص ایسا تھا جو کہیں پانی کا راستہ بتاتا۔ اس کے نتیجہ میں ہم سب کمزور پڑ گئے۔ چلنے میں دقت محسوس کرنے لگے اور پریشانی بڑھتی گئی۔ قریب تھا کہ ہم اس حالت کی وجہ سے مر جاتے۔ فرماتے ہیں کہ میں اپنی سواری سے نیچے اتر آیا اور اپنے بارے میں گہری سوچ وفکر میں پڑ گیا۔ اسی تفکر میں تھا کہ دور سے ایک شخص آتا دکھائی دیا۔ میں نے جب غور سے دیکھا تو مجھے یقین ہو گیا کہ وہ واقعی آدمی ہی ہے اور ہماری طرف آ رہا ہے۔ ہم میں سے ایک نے اس کا استقبال کیا اور اسے ہمارے پاس لے آیا۔ جب وہ ہمارے پاس پہنچ گیا تو اس نے اپنی پشت پر بندھا ہوا ایک تھیلہ کھولا۔ اس میں چند خربوزے نکالے اور میرے سامنے رکھ دیئے اور کہنے لگا شیخ مصلح الدین جراح زادہ نے تمہیں سلام کہا ہے اور تمہارے لیے یہ پیغام دیا ہے کہ ان خربوزوں میں سے جس قدر خواہش ہے، کھاؤ اور اپنے سفر پر روانہ ہو جاؤ۔ لیکن آئندہ جب بھی کہیں سفر کا ارادہ کرو تو راستہ کا خرچہ ضرور ساتھ لے لیا کرو۔ میں نے اس شخص سے اس کا مکان پوچھا اور اس کے آنے کا سبب دریافت کیا۔ کہنے لگا اس پہاڑ کے پیچھے شیخ مصلح الدین کا ایک بستی میں ساز و سامان ہے۔ آپ اس گاؤں میں اپنے مکان کے اندر موجود تھے جب میں وہاں سے چلا تھا۔ آپ نے مجھے فرمایا کہ فلاں مدرسہ کے مدرس مولانا محی الدین راستہ بھول گئے ہیں اور پیاس نے انہیں نڈھال کر دیا ہے اور وہ اس وقت بہت پریشان ہیں تم میں سے کوئی ایک اٹھے اور یہ خربوزے اٹھائے جس قدر اٹھا سکتا ہے اور جلدی سے ان کی طرف روانہ ہو جائے اور انہیں راستہ بھی بتا کر آئے۔ اس وقت وہ فلاں جگہ موجود ہیں میں نے آپ کا ارشاد قبول کیا اور خربوزے لے کر تمہاری طرف آیا۔ پھر ویسے ہی پایا جیسے شیخ نے بتایا تھا۔

مرید کے گھر کے حالات سے باخبر ہیں

آپ کے ایک مرید مسمی عثمان رومی نے اپنا ایک واقعہ سنایا کہ ایک رات میں نے شمع جلائی۔ میں اسے لے کر اپنے حجرہ میں داخل ہو گیا اسے ایک ستون پر رکھ دیا اور خود میں اپنے کام میں مشغول ہو گیا۔ مجھے نیند آ گئی اور اس وقت آنکھ کھلی جب ستون جل چکا تھا اور قریب تھا کہ حجرہ بھی جل جاتا۔ میں نے آگ پر بمشکل قابو پایا اور اس کے بجھ جانے پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔ اس بات کی کسی کو بھی اطلاع نہ کی اور نہ ہی خود کسی کو اس بارے میں کچھ علم تھا۔ جب میں صبح اٹھا اور شیخ موصوف کی مجلس میں حاضر ہوا۔ خود آپ نے مجھے ڈانٹ پلائی اور فرمایا قریب تھا کہ تمہارا سارا مکان جل کر خاکستر ہو جاتا۔ آئندہ ایسی غفلت نہ کرنا۔ آنکھیں کھول کر رہا کرو اور اپنے کام کی حفاظت اور نگرانی کیا کرو۔ شیخ موصوف نے ادرنہ شہر میں 983ھ میں انتقال فرمایا۔

حضرت مطرف بن عبداللہ بن شخیر رحمۃ اللہ علیہ

آپ تابعین کرام میں سے ہیں۔ سلف صالحین میں بہت بڑی بزرگ شخصیت تھے۔

آواز سے روشنی نکلتی

آپ کی کرامات میں سے ایک یہ ہے کہ آپ جب اپنے گھر میں داخل ہوتے تھے تو آپ کے ساتھ آپ کے گھر کے برتن بھی تسبیح کرتے تھے اور رات کو آپ جب کہیں جاتے تو آپ کی آواز شمع کی طرح روشنی دیتی۔ ایسا گھر کے مالک کی موجودگی میں ہوا تو وہ کہنے لگا کہ اگر ہم اس بات کو لوگوں کے سامنے بیان کریں تو وہ اسے جھٹلا دیں گے۔ آپ نے اسے فرمایا اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو جھٹلانے والا ہی اسے جھٹلائے گا۔ آپ کی تسبیح کی آواز لوگ سنتے تھے۔ یعنی آپ کے جسم میں سے تسبیح کی آواز سنائی دیتی تھی اور آپ مستجاب الدعوات بھی تھے۔

ایک شخص نے آپ کو اذیت پہنچائی تو آپ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی: ''اے اللہ! اسے اٹھالے'' وہ اسی وقت زمین پر گر کر مر گیا۔ آپ کے سامنے سے کتا گزرا۔ آپ اس وقت نماز ادا فرما رہے تھے تو فراغت پر آپ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی ''اے اللہ! اسے اس کے شکار سے محروم کردے''۔ اس کے بعد وہ شکار نہ کر سکا۔

فوت شدہ لوگوں سے گفتگو

آپ شہر سے باہر آبادی سے دور رہتے تھے۔ جب جمعہ کا دن آتا تو آپ سوار ہو کر شہر میں آجاتے تاکہ نماز جمعہ ادا کریں۔ قبرستان سے گزر ہوا گھوڑے پر بیٹھے بیٹھے آپ کو اونگھ آگئی۔ آپ نے اہل قبور کو سامنے دیکھا وہ کہنے لگے مطرف! جمعہ آگیا ہے۔ آپ نے ان سے پوچھا تم جمعہ کے دن کو جان لیتے ہو؟ انہوں نے جواباً کہا ہاں۔ ہم تو اس دن جو کچھ پرندے کہتے ہیں وہ بھی جانتے ہیں۔ پوچھا پرندے کیا کہتے ہیں؟ کہنے لگے کہتے ہیں: سلام سلام یوم صالح، سلامتی سلامتی، یہ دن نیک دن ہے۔

جناب مطرف رحمۃ اللہ علیہ اور آپ کی قوم کے ایک شخص کے درمیان کچھ لین دین تھا۔ اس شخص نے آپ کے بارے میں جھوٹ بولا یا آپ پر تہمت لگائی تو اسے جناب مطرف رحمۃ اللہ علیہ نے کہا اگر تو جھوٹا ہے تو اللہ تعالیٰ تیری موت جلد واقع کردے تو وہ شخص اسی جگہ مر گیا۔ 95ھ میں آپ نے انتقال فرمایا۔

حضرت مطر باذرائی رحمۃ اللہ علیہ

باذرائی سرزمین عراق میں موجود ایک علاقہ کی طرف نسبت ہے۔ عظیم مرد خدا اور بہت بڑے ولی اللہ ہوئے۔ تاج العارفین ابوالوفا رحمۃ اللہ علیہ سے طریقت حاصل کی۔ آپ مستجاب الدعوات تھے۔ آپ کی جب بھی کسی عاصی اور گناہ گار پر نظر پڑتی تو وہ فرمانبردار ہو جاتا۔ اور کسی بھولے بسرے (یعنی یاد خدا سے) پر نظر پڑتی تو وہ بیدار ہو جاتا اور جو یہودی یا نصرانی ہوتا وہ مسلمان ہو جاتا۔ آپ کردی تھے اور عراق کے علاقہ باذرای میں رہائش پذیر ہوئے یہیں فوت بھی ہوئے۔

نظام کائنات ولی کے سپرد ہوتا ہے

ایک مرتبہ باذرائی میں ٹڈی دل آیا جس نے پورا آسمان نظروں سے اوجھل کر دیا۔ ان ٹڈیوں کے آگے آگے ایک شخص ایک ٹڈی پر سوار آرہا تھا جو بلند آواز سے کہتا چلا آرہا تھا: لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ، کل نعمۃ فمن اللہ، ٹڈی دل اس کے پیچھے پیچھے آرہا تھا۔ شیخ مطر باذرائی رحمۃ اللہ علیہ اپنے عبادت خانہ سے باہر تشریف لائے اور آواز دی: یا جنود اللہ ارجعی من حیث جئت، اے اللہ کے لشکر! جہاں سے تو آیا، ادھر واپس لوٹ جا۔ چنانچہ ٹڈی دل واپس ہوگیا اور آسمان کھل گیا۔ ادھر وہ شخص عقاب کی طرح ہوا سے آپ کے سامنے آگرا۔ شیخ موصوف نے اسے کہا اے شخص! میرے شہر میں میری اجازت لیے بغیر تو نے گزرنے کی جرأت کیسے کی؟ وہ آپ کے پاؤں پڑ گیا اور پاؤں کو چومنے لگا۔ استغفار کی اور سوال کیا کہ میری چیز مجھے واپس کر دیجئے۔ آپ نے فرمایا اٹھ اور چلا جا۔ وہ اسی وقت اٹھا اور تیر کی طرح ہوا میں ادھر ادھر ہوگیا اور ٹڈی دل عراق کی زمین پر اترا۔ اور چند دن تک اس کی پیداوار کھاتا رہا۔ پھر شیخ نے فرمایا یہ دراصل اللہ تعالیٰ کا ارادہ تھا کہ یہاں کی کھیتی اور نسل کو ہلاک کر دے۔ لیکن میں نے اپنے رب سے اجازت مانگی تو اس نے مجھے اجازت عطا فرما دی۔ (قالہ السراج)

ولی اللہ سے خوشبو اور نور کا ظہور

شیخ جلیل جناب خلیل بن احمد صرصری رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد گرامی سے بیان کرتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا میں نے آج رات سحر کے وقت باذرائی سے ایک خوشبو محسوس کی کہ اس کی لذت و نفاست سے قریب تھا کہ روح پھڑک اٹھتی۔ پھر اس کے بعد نور کی ایک چمک میں نے دیکھی جس سے افق روشن ہوگیا۔ کسی کہنے والے نے مجھے کہا کہ آج رات اللہ کے بندے مطر پر تجلیات کا نزول ہوا ہے۔ پھر کہنے والا غائب ہوگیا۔ میں نے ٹھنڈی آہ بھری کہ کاش! ایسا منظر میں ہر وقت دیکھتا رہتا۔ وہ خوشبو شیخ مطر باذرائی کے سانس کی تھی اور انہوں نے حیرت کی آنکھ سے وجود کی طرف دیکھا۔ تاکہ وہ تجلی طلب کریں۔ تو وہ نور کی چمک آپ کی نظر کا نور تھا۔ میں صبح سویرے آپ کے ہاں گیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ آپ کے دروازے سے متصل خشک گھاس سرسبز ہو چکی ہے۔ میں اچھی طرح جانتا تھا کہ کل یہ گھاس سوکھی ہوئی تھی اور دو شخص جنہیں میں کل دیکھ چکا تھا ان میں سے ایک اندھا اور دوسرا مریض مرنے کے قریب تھا۔ آج دیکھا تو اندھے کی بینائی درست ہوگئی اور مریض بالکل صحت مند ہوگیا۔ آپ کے ساتھیوں نے انہیں بتایا کہ کل رات شیخ موصوف یہاں خشک گھاس کے درمیان تشریف فرما ہوئے تھے اور مریض کا بستر ہم نے رات کے پچھلے حصہ میں یہاں لگایا تھا اور اندھے نے رات یہیں بسر کی تھی۔ پھر جو حال ہوا تم نے دیکھ لیا۔

دودھ میں اضافہ ہوتا چلا گیا

جناب تاذفی بیان کرتے ہیں شیخ احمد بردہی نے بتایا میں ایک مرتبہ شیخ موصوف رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں حاضر ہوا۔ میرے ساتھ پانچ آدمی تھے۔ آپ نے ہمیں خوش آمدید کہا اور ہمارے لیے تین رطل برابر دودھ لائے ہم نے سیر ہو کر پیا۔ پھر سات آدمی اور آ گئے انہوں نے بھی وہی دودھ خوب سیر ہو کر نوش کیا۔ پھر دس اور آ گئے انہوں نے بھی پیٹ بھر کر دودھ پیا اور خدا کی قسم!

دودھ پہلے سے یقیناً زیادہ ہو چکا تھا۔

حضرت معبد بن محمد بن ابی بکر عرودک رحمۃ اللہ علیہ

قاتل کا پتہ نام اور انجام بتادیا

شیخ موصوف نے اپنے باپ دادا سے ولایت بطور وراثت پائی تھی۔ آپ کی ایک کرامت یہ تھی کہ آپ نے اپنے والد کے قاتل کا نام بتادیا۔ یعنی شیخ محمد رحمۃ اللہ علیہ کے قاتل کا تعلق تتر خاندان سے ہے، وہ عنقریب قتل کر دیا جائے گا۔ پھر جیسا کہ شیخ نے فرمایا وہ قتل کر دیا گیا۔ سراج بیان کرتے ہیں ہماری ملاقات معبد مذکور سے ہوئی۔ اس وقت ان کی حالت بہت اچھی ہے اور اپنے والد کی حالت کے بالکل قریب ہے۔

حضرت معتوق باعشقی رحمۃ اللہ علیہ

ولی اللہ نے مشکل حل کر دی

آپ بغداد میں تشریف فرماتے اور شیخ یونس قنی ماردینی رحمۃ اللہ علیہ کے اصحاب میں سے تھے۔ شیخ معتوق سے عظیم احوال دیکھنے میں آئے۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ صاحب الدیوان نے تا تاری بادشاہ ہلاکو کو اشارہ کیا کہ تا تاری فوج کے ساتھ اپنا نائب بنا کر اس کے بھائی منکوور کو بھیجا جائے۔ فوج بلاد شام کی طرف جارہی تھی۔ یہ 680ھ کا واقعہ ہے۔ پھر جب منکوو اپنے لشکر سمیت حمص کی زمین میں اسی سال رجب کے مہینہ میں شکست کھا گیا تو ہلاکو نے صاحب الدیوان سے کہا تو نے میرے بھائی کو دیر سے بھیجنے میں داؤ کھیلا ہے اور میرے لشکر کو مکر کر کے دیر سے روانہ کیا۔ چنانچہ ہلاکو نے صاحب دیوان اور اہل بغداد کو قتل کر دینے کا ارادہ بنالیا اور ابتداءً انہیں سزا دینے کا پروگرام بنایا تو صاحب الدیوان نے شیخ معتوق سے استغاثہ کیا اور اللہ تعالیٰ کے دربار میں ان کا وسیلہ پیش کیا۔ شیخ معتوق نے فرمایا معبود کی قسم! میں ان میں سے کسی کو تمہارے پاس آنے کے لیے نہیں چھوڑوں گا تا کہ وہ تمہیں کوئی تکلیف پہنچا سکیں۔ چنانچہ انہوں نے ان کی خلاصی کر دی۔ اور اللہ تعالیٰ نے اس کو اس کے رتبے اور عہدے پر زبردستی بٹھادیا۔ (قالہ السراج)

جناب سراج لکھتے ہیں ہمارے صالح ساتھیوں میں سے ایک نے ہم سے بیان کیا کہ دمشق میں مالکی مذہب کے صرف ایک مفتی صاحب تھے جن کا نام شیخ شمس الدین محمد بن احمد بن شبل مالکی جرزی بغدادی تھا۔ انہوں نے بیان کیا جب میں دو اور فقہاء کے ساتھ شیخ معتوق مذکور کی ملاقات کے لیے گیا تو راستہ میں انہوں نے کہا معلوم نہیں کہ شیخ معتوق ''صاحب الدیوان'' کا مال کیونکر کھاتے ہیں حالانکہ اس پر شبہ اور حرام بالکل واضح ہے جب یہ فقہاء جناب شیخ کی مجلس میں پہنچے تو موصوف نے فرمایا اے میری اولاد! تم میرے بارے میں فلاں فلاں بات کرتے ہو اس کے ساتھ ہی آپ نے ان کی تمام گفتگو بیان کر دی۔ پھر فرمانے لگے میرے لیے کوئی حیلہ نہیں۔ خدا کی قسم! اگر وہ مجھے رنڈی کا خراج بھی کھلائیں گے تو کھالوں گا یہ بات سن کر فقہاء کرام آپ کی ہمت سے شرما گئے اور بہت زیادہ معذرت کی۔

شیطانی مکر و فریب کا علاج

جناب سراج ہی نے بیان کیا ہے کہ شیخ معتوق موصوف کے زمانہ میں ایک مشہور واعظ تھے۔ وہ ایک مرتبہ شیخ موصوف کی زیارت کے لیے گئے۔ جب شیخ کو ان کی آمد کی اطلاع ملی تو اسے کوئی اہمیت نہ دی۔ جب واعظ صاحب اندر داخل ہوئے تو آپ نے کھڑے ہو کر استقبال بھی نہ کیا۔ حاضرین کو یہ بات بڑی عجیب معلوم ہوئی اور انہوں نے شیخ سے اس طریقہ کو ناپسند کیا۔ ادھر واعظ کو بھی شدید ذہنی صدمہ ہوا۔ اس پر شیخ موصوف نے اپنے اصحاب سے فرمایا عزت باری تعالیٰ کی قسم! میں نے واعظ کے اندر جھانک کر دیکھا تو مجھے نظر آیا کہ شیطان نے اس میں پھونک دیا ہے اور وہ بھی اتنا کہ واعظ اس سے ہلاک ہو جاتا۔ تو میں نے اس کی اس طریقہ سے دوا کی ہے۔ پھر جب وہ واعظ آپ سے مل کر واپس ہوئے تو وہ تکبر اور غرور کی بیماری سے شفا پا چکے تھے اور اسی وقت ضمیر درست ہو گیا تھا۔ حاضرین نے بعد میں واعظ صاحب سے پوچھا تو کہنے لگے خدا کی قسم! شیخ نے سچ کہا تھا۔ اللہ تعالیٰ انہیں ثواب عطا فرمائے۔ پھر واعظ آپ کے بہت زیادہ چاہنے والوں میں سے ہو گئے۔ باعشقی باعشقہ کی طرف نسبت ہے جو موصل کی ایک نواحی بستی ہے۔

حضرت ابو محفوظ معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ

آپ صوفیہ کرام کے امام اور امت محمدیہ کے یکتا افراد تھے۔ آپ کی شہرت اس سے بے پرواتھی کہ آپ کی بکثرت تعریف ہوئی۔ یعنی تعریف نہ بھی ہوتی تو بھی آپ کی شہرت لازماً ہوتی۔ امام قشیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں نے حمزہ بن یوسف سے سنا۔ فرمایا کہ میں نے ابو محمد غطریفی کو جناب سراج کے حوالہ سے اور یہ ابو سلیمان رومی سے اور وہ خلیل صیاد سے کہ انہوں نے بیان کیا کہ میرا بیٹا محمد کہیں مجھ سے غائب ہو گیا جس کی وجہ سے مجھے بہت صدمہ ہوا۔ میں حضرت معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آیا۔ میں نے عرض کیا اے ابو محفوظ! میرا بیٹا گم ہو گیا ہے اور اس کی والدہ صدمہ سے نڈھال ہو چکی ہے۔ پوچھنے لگے کیا چاہتے ہو میں نے عرض کیا اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ اللہ اسے واپس لوٹا دے۔ بس آپ نے یوں دعا فرمائی۔

اللهم إن السماء سماؤك والأرض أرضك وما بينهما لك إئت بمحمد

اے اللہ! آسمان تیرا آسمان ہے اور زمین تیری زمین ہے اور ان کے درمیان کی ہر چیز تیری ملکیت ہے۔ محمد کو لوٹا دے۔ جناب خلیل بیان کرتے ہیں میں باب الشام پر آیا تو اچانک اسے وہاں کھڑا پایا۔ میں نے اس سے کہا اے محمد! اس نے کہا ابا جان! میں کچھ لمحے پہلے انبار میں تھا۔

راتوں رات طواف کیا اور زمزم پیا

میں نے سراج کو یہ بیان کرتے پایا ہمیں محمد بن عبد اللہ صوفی نے بتایا کہ ہمیں علی بن ہارون، انہیں علی بن احمد تمیمی، انہیں جعفر بن قاسم خواص، انہیں محمد بن منصور طوسی نے بتایا کہ میں جناب ابو محفوظ معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس تھا۔ آپ نے میرے لیے دعا فرمائی میں واپس گھر آ گیا۔ دوسرے دن پھر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو دیکھا کہ آپ کے چہرے پر

نشان بنا ہوا ہے جیسے چوٹ لگی ہو۔ آپ نے ایک شخص سے پوچھا اے ابومحفوظ! ہم کل آپ کے پاس سارا دن رہے۔ آپ کے چہرے پر کوئی نشان نہ تھا۔ یہ کیا نشان ہے اور کیسے ہوا؟ آپ نے فرمایا اپنے مطلب کی بات کرو اسے چھوڑو یہ تمہارے مطلب کا سوال نہیں ہے۔ اس شخص نے عرض کیا آپ کو اپنے معبود کی قسم! آپ اس بارے میں کچھ بتائیں۔ اس پر آپ نے ارشاد فرمایا میں نے گزشتہ رات یہاں نماز ادا کی اور خواہش ہوئی کہ بیت اللہ کا طواف کرلوں۔ پس میں مکہ شریف چلا گیا طواف کیا پھر زمزم کی طرف چل پڑا تاکہ اس کا پانی بھی پی لوں تو میں دروازے پر پھسل گیا۔ گرنے کی وجہ سے میرے چہرے پر جو تم دیکھ رہے ہو، چوٹ آگئی۔

امام یافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں حضرت معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ دعا کی قبولیت میں مشہور تھے۔ آپ کی قبر کے نزدیک مانگی ہوئی دعا مستجاب ہوتی ہے۔ بغداد کے باشندے آپ کو تریاق مجرب کہا کرتے تھے۔ بغداد شریف میں آپ نے 201ھ میں انتقال فرمایا۔ میں نے آپ کی زیارت کی ہے۔ یہ 296ھ کا واقعہ ہے۔ میں نے آپ کی مبارک قبر کے قریب دعا مانگی اور اس کی برکتوں سے مستفید ہوا۔

حضرت شیخ مفرج بن موفق رحمۃ اللہ علیہ

آپ حبشی غلام تھے اور عظیم الشان ولی بھی تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں کسی سبب کے بغیر اپنا برگزیدہ بنایا اور آپ نے کوئی وظائف وغیرہ بھی نہیں کیے۔ انہوں نے محسوس حس سے سب کچھ حاصل کیا اس میں آپ چھ ماہ تک مصروف رہے۔ اس میں آپ نے قطعاً کچھ کھایا پیا نہیں۔ جب آپ کے سید (آقا) نے آپ کی یہ حالت دیکھی تو مار پیٹ کر درست کرنا چاہا۔ لیکن مار پیٹ کا آپ پر کوئی اثر نہ ہوا جس سے اس نے گمان کیا کہ آپ کو دیوانگی اور جنون کا مرض ہے اور کسی جن نے آپ کو دبوچ رکھا ہے۔ اس لیے اس نے ایک جن نکالنے والے عامل کی خدمات حاصل کیں۔ وہ آیا اور اس نے بھی جن نکالنے کے لیے آپ کو مارا تاکہ جن نکلنے کے بعد آپ کھانا پینا شروع کریں۔ مارنے والا مارتے وقت کہتا اے جن! دفع ہو جا اور نکل جا۔ شیخ مفرج اس کے جواب میں کہتے نکل گیا ہوں۔ یعنی میرا سانس باہر آ گیا ہے جب یہ حیلہ بھی کارگر نہ ہوا تو آپ کو زنجیروں میں جکڑ دیا گیا اور اسی حالت میں آپ کو چھوڑ کر لوگ چلے گئے پھر کچھ دیر بعد جب لوگ واپس آئے تو دیکھا کہ زنجیریں ایک کونے میں اور آپ دوسرے کونے میں بیٹھے ہوئے ہیں۔ اس کے بعد انہوں نے آپ کو قید خانہ میں بند کر دیا اور چلے گئے۔ دوبارہ آئے تو دیکھا کہ آپ اس مکان کے باہر بیٹھے ہوئے ہیں جس میں آپ کو بند کر دیا گیا تھا۔ جب آپ کی بکثرت کرامات دیکھ چکے تو آپ کو بھنے ہوئے مرغ لا کر دیئے گئے۔ جب آپ کے سامنے رکھے گئے تو آپ نے انہیں فرمایا اڑ جاؤ۔ چنانچہ وہ اللہ تعالیٰ کے اذن سے زندہ ہو کر اڑ گئے۔ یہ دیکھ کر لوگ خاموش ہو گئے۔ آپ سے متواتر کرامات کا صدور ہوا اور بالآخر آپ 698ھ میں انتقال فرما گئے۔ (قالہ الامام الیافعی)

حضرت ابو معاذ فضل بن فضالہ رحمۃ اللہ علیہ

آپ مصر میں تشریف فرما تھے اور اکابر تابعین کرام میں سے تھے۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ ایسے بزرگ نے آپ کی تعریف کی۔ جب کسی کو دیوانگی وغیرہ ذہنی مرض ہو جاتا یا جنات کا سایہ ہو جاتا تو اس مریض کو یا مرض کو آپ کی قسم دلاتے تو جنات اس شخص کو چھوڑ دیتے اور چلے جاتے۔ آپ ممنوع دنوں کے علاوہ ہر روز روزہ رکھتے تھے۔ دن کے وقت لوگوں کے مقدمات اور رات کے وقت جنات کے مقدمات کا فیصلہ فرمایا کرتے تھے۔ جنات آپ سے طریقت کے بارے میں گفتگو کیا کرتے تھے۔ صاحب ''مفتاح الدیاجی'' ذکر کرتے ہیں کہ شیخ موصوف کا ایک ہمسایہ یہودی تھا جو رات کے وقت آپ کو گالی دیا کرتا تھا۔ شیخ موصوف رحمۃ اللہ علیہ اپنے مکان کی کھڑکی سے اس کی گالیاں سنتے تھے۔ ایک دن آپ کی بیٹی نے عرض کیا۔ یہ یہودی آپ کو گالیاں دیتا ہے اور آپ خاموش سنتے رہتے ہیں؟ آپ نے صاحبزادی کو فرمایا بیٹی! میں رات کے ابتدائی حصے میں اس کی گالیاں سنتا ہوں۔ میں ارادہ کرتا ہوں کہ پچھلی رات اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے کچھ عرض کروں۔ جب میں ایک مرتبہ سویا تو خواب میں دیکھا کہ قیامت قائم ہے اور اچانک میری نظر اس یہودی پر پڑی۔ دیکھا کہ مجھ سے جنت میں پہلے جا رہا ہے۔ بیان کیا کہ یہ یہودی مرنے سے قبل اسلام لے آیا تھا۔ لوگ اس کے پاس حاضر ہوتے اور دعا کرنے کی درخواست کرتے۔ 181ھ میں شیخ موصوف نے انتقال فرمایا۔ (قالہ السخاوی)

حضرت مکارم بن ادریس نہر خالصی رحمۃ اللہ علیہ

سرزمین عراق میں ایک نہر جس کا نام خالص ہے، اس کی طرف نسبت سے خالصی کہلاتے ہیں۔ اکابر مردان خدا میں سے تھے۔ جلیل القدر شیخ اور صاحب تصرف بزرگ تھے۔ جناب تاج العارفین کے اصحاب سے طریقت حاصل کی۔ ان کے شیخ علی بن ہیتی رحمۃ اللہ علیہ ان کی افضلیت اور تقدم سے لوگوں کو آگاہ کیا کرتے تھے۔

صفات باری تعالیٰ کے منکر نے توبہ کی

شیخ ابو الحسن بن جوسقی رحمۃ اللہ علیہ سے حکایت کی گئی۔ فرماتے ہیں میں شیخ مکارم نہر خالصی کے پاس مسجد میں ایک مرتبہ حاضر ہوا۔ آپ اس وقت اپنے ساتھیوں سے شوق و محبت کے موضوع پر گفتگو فرما رہے تھے۔ آپ نے دیگر باتوں کے ساتھ یہ بات بھی ارشاد فرمائی محبت کرنے والوں کے اسرار جب ہیبت و جلال کے بادشاہ کے ظہور کے وقت یا ظہور کے سامنے زائل ہو جاتے ہیں تو جو نور ان کے سانس کے سامنے آتا ہے وہ بجھ جاتا ہے پھر آپ نے پھونک ماری اور سانس لیا۔ تو مسجد میں جلتے تیس سے اوپر چراغ بجھ گئے پھر کچھ دیر بعد آپ نے فرمایا جب اہل محبت کے اسرار، انس و جمال کی تجلی سے زندگی پاتے ہیں تو ان کی روشنی سے ہر ظلمت روشن ہو جاتی ہے۔ جو ان کے سانس کے سامنے آتی ہے پھر آپ نے سانس لیا تو مسجد کی تمام قندیلیں روشن ہو گئیں اور پہلے کی طرح روشنی دینے لگیں۔ شیخ مکارم موصوف رحمۃ اللہ علیہ نے ایک دن اپنے اصحاب سے گفتگو فرمانے کے دوران دوزخ کی آگ کا ذکر کیا اور دوزخیوں کے لیے اللہ تعالیٰ نے جو تیار کر رکھا ہے اس کا تذکرہ فرمایا تو حاضرین کے

دل کانپ اٹھے اور آنکھوں سے آنسو ٹپکنے لگے۔ مجلس میں ایک شخص وہ بھی تھا جو صفات باری تعالیٰ کا منکر تھا۔ وہ کہنے لگا یہ محض ڈرانے کی باتیں ہیں۔ جہنم نام کی کوئی چیز نہیں ہے۔ شیخ موصوف نے آیت کریمہ پڑھی۔ وَلَئِنۡ مَّسَّتۡهُمۡ نَفۡحَةٌ مِّنۡ عَذَابِ رَبِّكَ لَيَقُولُنَّ يَٰوَيۡلَنَآ إِنَّا كُنَّا ظَٰلِمِينَ (الانبیا) اگر تم سے اپنے رب کے عذاب کی لپک کے بارے میں پوچھیں تو وہ لازماً کہیں گے کہ ہم ہی ظالم ہیں۔ آیت کریمہ مذکور کی تلاوت کے بعد آپ خاموش ہو گئے اور حاضرین بھی چپ تھے۔ کچھ دیر بعد منکر صفات باری تعالیٰ نے چیخ ماری اور کہنے لگا: الغوث الغوث اور بہت پریشان نظر آ رہا تھا۔ حاضرین نے دیکھا کہ اس کی ناک سے دھواں نکل رہا ہے اور اس کی اس قدر بدبو ہے کہ دماغ پھٹا جا رہا تھا۔ شیخ موصوف نے پھر یہ آیت کریمہ پڑھی رَبَّنَا ٱكۡشِفۡ عَنَّا ٱلۡعَذَابَ إِنَّا مُؤۡمِنُونَ (الدخان) اے ہمارے پروردگار! ہم سے عذاب دور فرما دے۔ ہم بے شک ماننے والے ہیں۔ منکر شخص کو سکون آ گیا۔ وہ اٹھا اور شیخ موصوف کے مبارک قدم چوم لیے اور اسلام کی تجدید کی اور کہنے لگا میں نے اپنے دل میں آگ کا شعلہ اور اس کی تپش پائی۔ قریب تھا کہ اس سے میرا دل جل جاتا۔ میرے اندر بدبو اور تعفن پیدا ہو گیا جس سے میری روح نکلنے کے قریب ہو گئی۔ میں نے اپنے اندر سے کسی کہنے والے کو کہتے سنا: هَٰذِهِ ٱلنَّارُ ٱلَّتِي كُنتُم بِهَا تُكَذِّبُونَ ۝ أَفَسِحۡرٌ هَٰذَآ أَمۡ أَنتُمۡ لَا تُبۡصِرُونَ (الطور) یہی وہ آگ ہے جس کو تم جھٹلایا کرتے تھے کیا یہ جادو ہے یا تمہیں کچھ نظر نہیں آتا؟۔ اگر شیخ موصوف رحمۃ اللہ علیہ کی برکت میرے شامل حال نہ ہوتی تو میں ہلاک ہو جاتا شیخ موصوف رحمۃ اللہ علیہ نہر خالص کے قریب بستی دولاب میں رہائش پذیر رہے جو بغداد شہر سے ایک مرحلہ کے فاصلہ پر ہے۔ وہیں انتقال ہوا اور آپ کی قبر مشہور زیارت گاہ ہے۔ سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے ہم عصر تھے۔ (قالہ السراج)

جناب تاذفی بیان کرتے ہیں جناب ابوالمجد مبارک بن احمد نے بیان کیا کہ میں شیخ موصوف کے پاس تھا۔ میرے دل میں خیال آیا کہ کاش! میں شیخ موصوف سے کوئی کرامت دیکھ سکوں۔ آپ نے میری طرف دیکھا اور فرمانے لگے عنقریب پانچ آدمی ہمارے پاس آئیں گے۔ آپ نے ان کی صفات بھی بیان فرمائیں۔ اور یہ بھی ارشاد فرمایا کہ ان کی آئندہ زندگی میں ان پر کیا کیا واقعات گزریں گے اور یہ بھی کہ ان کی کتنی کتنی عمر ہو گی، اور ان کی پسند کیا ہے۔ پھر میں نے دیکھا کہ جو آپ نے بیان فرمایا ویسا ہی ہوا۔

حضرت شیخ ممدود رحمۃ اللہ علیہ

سیدی مصطفیٰ بکری نے اپنی کتاب "براء الاسقام فی زیارۃ برزۃ والمقام من مزارات الشام" میں شیخ علی صاحب بقرہ کی کرامت ذکر کرنے کے بعد لکھا ہے کہ میں جب شیخ علی صاحب بقرۃ کی زیارت سے فارغ ہوا تو اسی دن ہم نے شیخ ممدود صاحب حال مشہود کی بھی زیارت کی۔ اور ہم نے وہاں لوگوں سے پوچھا کہ ان کو ممدود کیوں کہتے ہیں۔ ہمیں بتایا گیا کہ لوگوں نے آپ کو اس کھلی جگہ میں ایک مرتبہ سانپ کی شکل میں دیکھا جو زمین پر لمبا ہوتا گیا اور پھیل گیا۔ یہ دیکھ کر لوگوں نے آپ کو ممدود کہنا شروع کر دیا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اپنے نیک بندوں کے طفیل اپنی مدد عطا فرمائے، اور ہمیں، ہمارے احباب اور

بھائیوں کو نجات یافتہ اشخاص میں داخل فرمائے، آمین

حضرت ممشاد دینوری رحمۃ اللہ علیہ

آپ بہت بڑے مشائخ عارفین میں سے تھے۔ جناب ابن جلاء اور ان سے بھی بڑے بڑے حضرات کی صحبت پائی اور زہد میں بہت دور تک گئے تھے۔

کلمہ سن کر کتا مر گیا

آپ کی ایک کرامت جناب مناوی نے ذکر فرمائی۔ وہ یہ کہ آپ ایک مرتبہ اپنے گھر سے باہر تشریف لائے تو کتے نے آپ پر بھونکنا شروع کر دیا۔ آپ نے پڑھا لآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ، کتا اسی وقت مر گیا۔ اسے امام ذہبی نے ''تاریخ الاسلام'' میں ذکر کیا ہے۔ آپ کا 299ھ میں انتقال ہوا۔

حضرت منصور بطائحی رحمۃ اللہ علیہ

آپ ان اکابر اولیاء کرام میں سے ہیں جن کی ولایت، جلالت قدر اور کثرت کرامات پر اجماع ہے۔

آسمانی عذاب ٹل گیا

جناب سراج بیان کرتے ہیں جناب شیخ ابو محمد عبدالرحمٰن طفسونجی رحمۃ اللہ علیہ سے ایک روایت ہم تک یہ پہنچی ہے فرماتے ہیں میں نے ایک مرتبہ آسمان سے عراق پر ایک بلا نازل ہوتے دیکھی جیسا کہ بادل کا ٹکرا ہو۔ وہ بلا یا عذاب الٰہی ہر جاندار کے لیے عام تھا۔ شیخ منصور بطائحی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے دفع کے لیے اللہ تعالیٰ نے اجازت مانگی۔ اللہ تعالیٰ نے اذن عطا فرما دیا تو آپ نے بادل کی طرح آنے والی بلا کی طرف ایک لکڑی سے اشارہ فرمایا۔ تو وہ بادل پھٹ گیا۔ آپ نے دعا کی اللھم اجعلہ علینا رحمۃ۔ اے اللہ! ہمارے لیے اسے رحمت بنا دے۔ تو وہ بادل بن کر برس پڑا اور لوگوں کو اس کے برسنے سے بہت نفع ہوا۔

ولی اللہ کے ہاتھ میں شکست و فتح ہوتی ہے

شیخ منصور موصوف ایک دن ایک اونچے ٹیلے پر اپنے احباب کے ساتھ تشریف فرما تھے۔ آپ نے اپنا دایاں ہاتھ بڑھایا اور فرمایا یہ ہاتھ عراقی فوج کے لیے ہے پھر بایاں ہاتھ بڑھایا اور فرمایا یہ عجم کے لشکر کے لیے ہے۔ پھر دونوں کو ملا دیا۔ یوں عراق اور عجم کی فوجوں میں تصادم ہو گیا۔ پھر آپ نے بایاں ہاتھ بند کر دیا اور اس کی انگلیوں کو زور سے اکٹھا کیا۔ تو عجمی لشکر نے عراقیوں پر غلبہ پالیا اور آپ نے اس کے بعد بایاں ہاتھ کھول دیا تو عراقی فوج کامیاب ہو گئی اور عجمی فوج کو رسوا کن شکست ہوئی۔

پیٹ میں موجود کا علم

امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں شیخ منصور موصوف رحمۃ اللہ علیہ کبیر عارفین کے امام تھے۔ آپ سیدی غوث کبیر جناب احمد رفاعی کے ماموں اور شیخ بھی تھے۔ ان کی والدہ جب وہ حاملہ تھیں، ان (شیخ منصور) کے شیخ جناب محمد شنبکی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آیا کرتی تھیں، تو آپ ان کا کھڑے ہو کر استقبال کرتے تھے۔ یہ بات آپ سے بار ہا دیکھنے میں آئی۔ لوگوں نے اس کی وجہ پوچھی تو موصوف رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا میں اس بچے کے لیے کھڑا ہوتا ہوں جو اس عورت کے پیٹ میں ہے۔ وہ یقیناً اللہ کے مقربین میں سے ہوگا اور صاحب مقامات بھی ہوگا اور بہت جلد عظیم شان والا بن جائے گا۔

ولی را ولی شناسد

جناب مناوی بیان کرتے ہیں شیخ منصور موصوف کا جب آخری وقت آیا تو ان کی بیوی نے ان سے کہا اپنے بیٹے کے لیے مشیخیت کی وصیت کر جائیں۔ فرمانے لگے یہ منصب میری بہن کے بیٹے کے لیے ہے۔ یہ سن کر ان کی بیوی نے اصرار کیا تو آپ نے اپنے بیٹے اور بھانجے دونوں سے فرمایا کہ جاؤ اور فلاں جگہ سے گھاس کے پتے توڑ کر لاؤ۔ دونوں گئے لیکن واپسی پر بھانجہ خالی ہاتھ آ گیا اور بیٹا اپنے ساتھ گھاس کی پتیاں لے آیا۔ آپ نے بھانجے سے پوچھا تم کیوں خالی ہاتھ آ گئے؟ کہنے لگا میں نے گھاس کی تمام پتیوں کو تسبیح کرتے پایا تو میں تسبیح کرتی پتیوں کو توڑنے سے ڈرا، اس لیے کاٹے بغیر واپس آ گیا۔ یہ دیکھ کر آپ کی بیوی سمجھ گئی کہ یہ معاملہ خواہش اور چاہت پر نہیں ہوتا بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے وعدہ ہوتا ہے۔

سبز درخت خشک ہو گیا

شیخ موصوف سے محبت کے بارے میں دریافت کیا گیا۔ فرمانے لگے محبت کرنے والا نشہ محبت میں دہت ہوتا ہے اس کے پینے سے حیران ہوتا ہے۔ وہ جب سکر سے نکلتا بھی ہے تو حیرت میں جا پڑتا ہے اور جب حیرت ختم ہوتی ہے تو وہ دوبارہ سکر میں چلا جاتا ہے۔ اس کے بعد آپ نے یہ تین اشعار پڑھے:

الحب سکر خمارہ التلف یحسن فیہ الذبول والدنف

والحب کالموت یفنی کل ذی شغف ومن تطعمہ أودی بہ التلف

لی الحب مات اللألی أصفوا محبتھم لولم یحبوا لما ماتوا وما تلفوا

محبت ایک نشہ ہے جس کا خمار جان کا چلے جانا ہے۔ اس میں جسم کی کمزوری اور لگا تار بیماری اچھی لگتی ہے اور محبت موت کی طرح ہر محبت والے کو مار ڈالتی ہے اور جس نے اسے چکھا وہ موت کی وادی میں چلا گیا۔ جن لوگوں کی محبت صاف اور سچی ہوتی ہے وہ محبت میں مر جاتے ہیں جن کو محبت نہیں ہوتی وہ نہ مرے اور نہ ضائع ہوئے۔

اس کے بعد آپ وہاں موجود ایک تر و تازہ سبز درخت کے پاس کھڑے ہوئے اس کے پاس کھڑے ہو کر آپ نے آہ بھری وہ درخت اسی وقت خشک ہو گیا اور اس کے پتے جھڑنے لگے۔ شیخ منصور رحمۃ اللہ علیہ نہر دقلا میں رہائش پذیر رہے جو پتھریلی

زمین میں ہے اور فوت ہونے تک یہیں رہے۔ آپ کی قبر مشہور زیارت گاہ ہے۔

حضرت ابوالخیر منصور شماخی سعدی رحمۃ اللہ علیہ

آپ یمن کے رہنے والے ہیں مشہور اولیاء و علماء کرام میں سے ہوئے۔ جناب فقیہ سلیمان علوی بیان کرتے ہیں کہ مجھے ایک نہیں بہت سے لوگوں نے بتایا کہ انہوں نے فقیہ ابوالخیر موصوف رحمۃ اللہ علیہ کی قبر سے نور بلند ہوتا دیکھا ہے جو آسمان کی طرف جاتا تھا۔ 680ھ میں آپ نے زبید میں انتقال کیا اور آپ کی قبر علماء صالحین اور مشائخ عظام کی قبور کے پہلو میں ہے۔ حتیٰ کہ آپ کی قبر نے دعا کی مقبولیت میں شہرت پائی۔ (قالہ الشرجی الزبیدی)

حضرت ابوالمظفر منصور بن جعدار رحمۃ اللہ علیہ

آپ کرامات کثیرہ اور عظیم الشان احوال کے مالک تھے۔ صاحب کرامت بزرگ تھے۔

شیر خدمت کرتا رہا

آپ نے ایک مرتبہ نہر کے پانی سے وضو فرمایا۔ وہاں ایک شیر بھی اس وقت موجود تھا۔ پھر آپ نے نماز مغرب ادا فرمائی اور عشاء تک وہیں ٹھہرے رہے۔ پھر عشاء ادا فرمائی اور بیٹھ گئے۔ حتیٰ کہ نیند کا غلبہ ہو گیا آپ جب بیدار ہوئے تو دیکھا کہ شیر آپ کے کپڑے درست کر رہا تھا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے زیارت کی

امام یافعی رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ انہوں (امام یافعی) نے خواب میں سرکار ابد قرار صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی۔ اور آپ سے عرض کیا حضور! یمن میں کن اولیاء کرام کی میں زیارت کروں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دس اولیاء کرام کی زیارت کا حکم دیا۔ ان میں سے پانچ بقید حیات تھے اور پانچ انتقال کر چکے تھے۔ بقید حیات جن پانچ کے نام حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمائے ان میں سے ایک شیخ منصور رحمۃ اللہ علیہ بھی تھے۔ امام یافعی رحمۃ اللہ علیہ ان کی زیارت کرنے ان کے پاس حاضر ہوئے اور زیارت سے مشرف ہوئے شیخ منصور موصوف کی اور بھی بہت سی کرامات اور حالات ہیں۔ آپ نے 753ھ میں انتقال فرمایا۔ (قالہ الشرجی)

حضرت سید منصور حلبی رحمۃ اللہ علیہ

آپ قادری اور خلوتی نسبت بھی رکھتے ہیں۔ سید محمد حفنی کے بزرگ خلفاء میں سے ہیں۔ جناب شیخ حسن شمہ بیان کرتے ہیں میں نے اپنے استاد محترم سے سنا یعنی عارف حفنی رحمۃ اللہ علیہ سے فرماتے سنا کہ سید منصور حلبی رحمۃ اللہ علیہ سرکار رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب تھے۔ شیخ حسن مذکور ہی فرماتے ہیں میں کہتا ہوں کہ ان کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا محبوب ہونا بایں وجہ ہے کہ شیخ موصوف کسی حال میں بھی خواہ جاگتے ہوں یا سوئے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ اقدس سے پردہ میں نہ ہوتے تھے۔ اور میں جب بھی ان کے پاس بیٹھتا تو اسی طرح بیٹھتا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سامنے موجود ہیں اور آپ کی صحبت میں بیٹھے ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے شیخ

موصوف کو یہ ادب اور عرفان عطا فرمایا تھا اور جب میں بھی ان کی مجلس اور صحبت میں بیٹھا تو روحانیت اور نور کا میرے دل میں وجدان ہوا۔ اور جب میں اٹھا تو مختلف قسم کے علوم سے میرا پیٹ بھرا ہوا تھا۔ شیخ موصوف کی تصوف کے موضوع پر بہت سی تصنیفات بھی ہیں۔

حضرت موسیٰ کاظم رحمۃ اللہ علیہ

آپ اہل بیت کرام کے سرداروں میں سے ہمارے عظیم سردار ہیں اور ہادیان اسلام میں سے عظیم ہادی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان کی برکات سے مستفیض و مستفید فرمائے اور ان کی محبت میں ہمیں موت عطا کرے اور ان کے جد امجد صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں ہمارا خاتمہ فرمائے۔ آمین

دل کے رازوں پر اطلاع

جناب شفیق بلخی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں میں 149ھ میں حج کرنے گھر سے نکلا۔ دوران سفر قادسیہ میں اترا اس دوران میں مختلف لوگوں کو دیکھ رہا تھا۔ وہ خوبصورت کپڑوں میں ملبوس تھے اور بڑی تعداد میں تھے۔ میں نے ان میں ایک حسین چہرے والا نوجوان دیکھا۔ اس نے تن ڈھانپنے والے کپڑوں پر صوف کا لباس پہن رکھا تھا جس میں اونی چادر بھی تھی۔ اس نے جوتیاں پہنی ہوئی تھیں اور اکیلا ہی بیٹھا تھا۔ میں نے دل میں خیال کیا یہ نوجوان صوفیہ میں سے نظر آتا ہے۔ اس کا ارادہ ہے کہ یہ لوگوں کے لیے دوران سفر ان پر بوجھ بنے۔ خدا کی قسم! میں اس کے پاس ابھی جاتا ہوں اور خوب اسے ڈانٹ ڈپٹ کرتا ہوں۔ میں اس کے قریب گیا اس نے مجھے اپنی طرف آتے دیکھا تو کہنے لگا اے شفیق! اجتنبوا کثیرا من الظن ان بعض الظن اثم۔ بہت سے گمانوں سے بچا کرو۔ کیونکہ بعض گمان یقیناً گناہ ہوتے ہیں۔ یہ کہہ کر اس نے مجھے وہیں چھوڑا اور میں خود چلا گیا۔ میں نے دل میں کہا یہ عظیم معاملہ ہوا۔ اس نے میرے دل کی بات کہہ ڈالی اور میرا نام بھی لیا، ہو نہ ہو یہ کوئی عبد صالح ہے۔ میں اسے ضرور بہ ضرور ملوں گا اور اس سے لازماً پوچھوں گا کہ مجھے وہ اپنی حالت سے آگاہ کرے میں تیزی سے اس کے پیچھے پیچھے ہولیا میں اسے نہ پا سکا اور وہ میری آنکھوں سے اوجھل ہو گیا۔ پھر جب ہم واقصہ کی سرزمین پر اترے۔ اچانک وہ وہاں نماز ادا کرتے نظر آیا اور اس کے اعضاء کپکپا رہے تھے آنسو بہہ رہے تھے۔ میں نے کہا یہی میرا ساتھی ہے اسی کی مجھے تلاش تھی۔ میں اس کے پاس چلتا ہوں اور اس سے اس کا حال دریافت کرتا ہوں۔ میں نے انتظار کیا حتیٰ کہ نماز ادا کر لینے کے بعد وہ بیٹھ گیا اور پھر میں اس کی طرف چل پڑا۔ جونہی اس نے مجھے دیکھا کہنے لگا اے شفیق! یہ آیت پڑھو وانی لغفار لمن تاب و امن و عمل صالحا ثم اهتدی۔ بے شک میں توبہ کرنے والوں کے لیے بخشش کرنے والا ہوں اور اس کے لیے جو صاحب ایمان اور صالح کاموں والا ہے۔ پھر اس نے ہدایت پائی یہ کہہ کر مجھے وہیں چھوڑ کر خود چل پڑا۔ میں نے کہا یہ نوجوان یقیناً ابدال ہے۔ اس نے میرے دل کی بات دو مرتبہ میرے سامنے کہہ ڈالی۔ پھر جب چلتے ہوئے ایک اور منزل پر اترے تو اچانک وہاں کنوئیں پر کھڑا یک نوجوان دکھائی دیا۔ اس نے ہاتھ میں چھوٹی سی ڈونگی پکڑی ہوئی تھی۔ وہ پانی

پینا چاہتا تھا اس کے ہاتھ سے ڈونگی کنوئیں میں گر گئی۔ میں یہ منظر دیکھ رہا تھا۔ میں نے دیکھا کہ اس نوجوان نے آسمان کی طرف نظر اٹھائی اور میں نے سنا وہ یہ کہہ رہا تھا:

أنت ربي إذا ظمئت من الماء وقوتي إذا أردت الطعاما

جب مجھے پانی کی پیاس لگے تو تو میرا رب ہے اور جب میرا ارادہ کسی چیز کے کھانے کا ہو تو یہی میری غذا ہے۔

اللهم أنت تعلم یا إلهي و سیدي مالي سواها فلا تعدمني إیاها۔ اے اللہ اے میرے معبود اور اے میرے آقا! تو بخوبی جانتا ہے کہ میرے پاس اس ڈونگی کے علاوہ کوئی برتن نہیں ہے تو مجھ سے اسے معدوم نہ فرما۔ جناب شقیق رحمۃ اللہ علیہ بیان فرماتے ہیں خدا کی قسم! میں نے دیکھا کہ کنوئیں کا پانی بلند ہوا۔ اس نے ہاتھ بڑھایا اور اپنی ڈونگی اٹھالی۔ اس میں پانی بھرا اس سے وضو کر کے چار رکعت نماز ادا کی۔ پھر ریت کے ایک ٹیلہ کی طرف متوجہ ہوا۔ وہاں بیٹھ کر ریت کی مٹی بھرتا اور اسے ڈونگی میں ڈال دیتا۔ ڈونگی کو پھر حرکت دیتا اور منہ لگا کر پی لیتا میں اس کے پاس گیا اور سلام کیا۔ اس نے میرے سلام کا جواب دیا۔ میں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے جو تمہیں نعمت عطا فرمائی ہے اس میں سے مجھے بھی کھلاؤ پلاؤ۔ وہ کہنے لگا اے شقیق! اللہ تعالیٰ کی ظاہراً و باطناً ہم پر ہمیشہ سے ہی نعمتوں کا نزول ہے۔ اپنے رب کے بارے میں حسن ظن رکھو پھر اس نے مجھے ڈونگی پکڑائی میں نے اسے پیا تو وہ ستو اور چینی تھی۔ خدا کی قسم! میں نے آج تک ایسا لذیذ اور ایسی خوشبو والا کوئی کھانا نہ کھایا اور نہ پیا۔ میں نے سیر ہو کر پیا پھر کئی دن مجھے پینے کی خواہش نہ ہوئی۔ پھر اس نوجوان کو میں نے نہ دیکھا جب ہم مکہ شریف پہنچے تو وہاں وہ نظر آیا۔ میں نے اس نوجوان کو ایک دن آدھی رات کے وقت پانی کی ٹینکی کے قریب دیکھا کہ وہ نہایت خشوع وخضوع کے ساتھ رو رو کر نماز ادا کر رہا ہے وہ رات گزرنے تک اسی کیفیت میں رہا۔ جب فجر ہوئی تو وہ مصلّی پر بیٹھ گیا۔ تسبیح پڑھنا شروع کی پھر اٹھ کر نماز فجر ادا کی۔ جب نماز صبح کا سلام پھیرا تو بیت اللہ کے اردگرد سات چکر لگا کر طواف مکمل کیا اور خانہ کعبہ سے باہر نکل گیا۔ میں بھی اس کے پیچھے پیچھے ہولیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ اس کے بہت سے خادم اور کافی مال واسباب بھی ہے اور اب وہ مجھے اس حالت کے خلاف دکھائی دیا جو راستہ میں میں نے دیکھی تھی (یعنی کھاتے پیتے گھرانے کا فرد ہے) اور لوگوں نے اس کے اردگرد دائرہ بنا لیا تاکہ اسے سلام کر سکیں۔ میں نے اس کے قریب کھڑے ایک شخص سے پوچھا یہ نوجوان کون ہے؟ اس نے جواب دیا یہ موسیٰ بن جعفر بن محمد بن علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب ہے رضوان اللہ علیہم اجمعین ہیں۔ میں نے کہا کہ ایسے عجائبات وشواہد صرف اسی قسم کے سید و سردار کے ہی ہو سکتے ہیں۔ اس سے میرا تعجب دور ہو گیا۔ امام یافعی نے یہ بیان کیا۔

حضرت موسیٰ کاظم کا تذکرہ شیخ عبداللہ شبراوی نے اپنی کتاب ''الاتحاف بحب الاشراف'' نے بھی کیا ہے۔ اس میں انہوں نے امام موصوف کے بہت سے مناقب دیگر ائمہ اہل بیت کی طرح ذکر کیے ہیں اور انہوں نے مذکورہ کرامت ابن جوزی اور رامہ حزی سے نقل کی ہے اور یہ بھی ذکر کیا ہے کہ سید موصوف کا انتقال 183ھ میں ہوا۔ اور کمال الدین بن طلحہ سے منقول ہے کہ موصوف کے سینتیس (37) بچے تھے جن میں لڑکے لڑکیاں دونوں تھے۔ ان میں سے جلیل القدر شخصیت علی رضا

رحمۃ اللہ علیہ کی تھی۔

حضرت موسیٰ بن ماہین ماردینی زولی رحمۃ اللہ علیہ

لکڑی کے ڈنڈے سے آگ بجھادی

ماردین شہر میں ایک مرتبہ بہت بڑی آگ لگ گئی پورے شہر کو اس نے اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ آگ کا معاملہ حد سے بڑھ گیا۔ لوگوں نے شیخ موسیٰ زولی رحمۃ اللہ علیہ سے استغاثہ (مدد طلب کرنا) کیا۔ آپ نے انہیں اپنی لاٹھی آگ میں پھینکنے کا حکم دیا جب لاٹھی پھینکی گئی تو آگ یوں بجھ گئی جیسے اس کا وجود ہی نہ تھا۔ پھر لوگوں نے آگ میں پھینکا گیا ڈنڈا نکالا تو دیکھا نہ تو اس میں آگ تھی نہ ہی وہ سیاہ ہوا تھا اور نہ ہی آگ کی تپش سے وہ گرم ہوا تھا۔ آپ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے ازراہ کرم یہ وعدہ فرمایا ہے کہ جسے میرے ہاتھ چھولیں آگ اسے نہیں جلائے گی۔ (قالہ السراج)

چار ماہ کا بچہ دوڑ پڑا اور سورۂ اخلاص بھی پڑھی

شیخ ناسک ابوالفداء اسماعیل بن ابراہیم بن درع بن ابی الحسن منذری مغربی اپنے والد و دادا جان سے بیان کرتے ہیں میں نے ایک عورت کو دیکھا کہ وہ ایک چھوٹا سا بچہ اٹھائے ہوئے شیخ موسیٰ موصوف کے پاس آئی اور کہنے لگی یہ بچہ فلاں کا ہے اس کی عمر چار ماہ ہے۔ آپ نے اس بچے کو اپنے پاس بلایا تو وہ دوڑتا ہوا حاضر خدمت ہوا۔ آپ نے اسے سورۂ اخلاص پڑھائی تو اس نے فصیح زبان سے اسے پڑھا پھر وہ اس طرح گفتگو بھی کرتا رہا اور چلتا پھرتا بھی رہا۔ میں نے اس بچے کو شیخ موصوف کے انتقال کے تیس سال بعد دیکھا۔ خدا کی قسم! اس نے جب پہلی مرتبہ گفتگو فرمائی تھی اس سے زیادہ اس کی فصاحت میں اضافہ نہ ہوا تھا۔ جناب سراج نے بیان کیا کہ مندرجہ بالا اسناد کے ساتھ ہمیں یہ بات پہنچی کہ شیخ موسیٰ موصوف بکثرت غیب کی خبریں دیا کرتے تھے اور جو بتاتے وہ اس طرح حرف بحرف پوری ہوتیں جس طرح صبح کا وقت سب کو نظر آتا ہے آپ مستجاب الدعوات بھی تھے۔ جب آپ نے کسی اندھے کے لیے دعا فرمائی تو وہ انکھیارہ بن گیا کسی فقیر و محتاج کے لیے دعا مانگی تو وہ غنی ہو گیا اور کسی غنی کے فقر کی دعا کی تو وہ فقیر ہو گیا اور اگر کسی دکھی اور بیمار کے لیے دعا کی تو وہ آسودہ حال اور تندرست ہو گیا۔ اور جس کے لیے جس بارے میں بھی دعا کی اس کا اثر فوراً اس میں نظر آیا۔ جناب سراج نے کہا شیخ موصوف اللہ تعالیٰ کے عظیم بندے، صوفیہ کے امام، محققین کے سردار اور جلیل القدر عارف تھے۔ سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ ان کی بہت تعریف کیا کرتے تھے اور ان کی تعظیم بجالایا کرتے تھے۔ اور آپ نے ان کے بارے میں جو ارشادات فرمائے تھے، ان میں سے یہ بھی ہے "اے اہل بغداد! عنقریب تم پر ایک سورج طلوع ہوگا۔ اس جیسا بعد میں کبھی طلوع نہ ہوگا"۔ آپ سے پوچھا گیا وہ کون ہے؟ فرمایا وہ شیخ موسیٰ زولی ہے۔ پھر آپ نے حکم دیا کہ دو دن کی مسافت پر ان کا استقبال کرو۔ جب شیخ موسیٰ بغداد شیخ کے پاس تشریف لائے تو ان کا بہت احترام و اکرام کیا۔ آپ شیخ کے ساتھ نہایت ادب سے پیش آتے تھے۔ آپ کا یہاں آنا حج کرنے کی غرض سے نکلتے وقت ہوا۔ شیخ موصوف وہ بزرگ تھے جنہیں سرکار ابد قرار صلی اللہ علیہ وسلم کا بکثرت

مشاہدہ ہوتا تھا۔ آپ کے اکثر احوال آپ کی توفیق کی بدولت تھے۔ آپ جب کسی لوہے کو ہاتھ لگاتے تو وہ نرم ہو جاتا۔ ماردین میں آپ نے سکونت رکھی اور کافی عمر پا کر یہیں انتقال فرمایا اور آپ کی قبر انور ماردین شہر سے نصف دن کے فاصلہ پر زیارت گاہ عوام وخواص ہے۔

جناب تاذفی بیان کرتے ہیں کہ آپ نے ماردین کو اپنا وطن بنا لیا اور یہیں انتقال بھی فرمایا اور آپ کی قبر انور مشہور زیارت گاہ ہے۔ آپ کو جب قبر میں رکھا گیا تو آپ فوراً کھڑے ہو گئے اور نماز ادا کرنے لگے قبر آپ کے لیے وسیع ہو گئی۔ اور جو لوگ آپ کو دفن کرنے قبر میں اترے تھے وہ سب یہ دیکھ کر بے ہوش ہو گئے۔

حضرت ابو عمران موسیٰ بن عمران مارتلی رحمۃ اللہ علیہ

آپ سیدی محی الدین رحمۃ اللہ علیہ کے مشائخ میں سے ہیں۔ سیدی محی الدین ابن عربی بیان کرتے ہیں میں نے ان کے بارے میں ایک خواب دیکھا جو اس پر دلالت کرتا تھا کہ آپ اس وقت جس مقام پر ہیں اس سے ترقی کریں گے اور اعلیٰ مقام پر فائز ہوں گے۔ شیخ موصوف نے مجھے فرمایا تم نے مجھے خوش خبری سنائی اور اللہ تعالیٰ تجھے جنت کی خوش خبری سنائے گا۔ پھر زیادہ زمانہ نہ گزرا تھا کہ آپ نے وہ مقام اعلیٰ پا لیا جو میں نے خواب میں دیکھا تھا۔ اس کے بعد ایک دن میں آپ کے پاس حاضر ہوا جب کہ آپ کو بہت سی خوشی حاصل ہو چکی تھی جس کے اثرات آپ کے چہرہ پر بھی دکھائی دے رہے تھے، مجھے دیکھتے ہی آپ کھڑے ہوئے اور مجھ سے معانقہ کیا۔ میں نے آپ سے عرض کیا یہ میرے دیکھے گئے خواب کی تعبیر ہے اور آپ کی خوش خبری ابھی باقی ہے۔ وہ یہ کہ مجھے اللہ تعالیٰ جنتی ہونے کی بشارت دے گا۔ فرمانے لگے انشاء اللہ تعالیٰ پوری ہوگی۔ ابھی اس بات کو ایک ماہ بھی نہ گزرا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے جنت کی بشارت عطا فرما دی ایک نشانی کے ذریعہ جو شیخ کے دعویٰ کی تصدیق کرنے والی تھی اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے جنت کی مبشر تھی۔ میں اس پر یقین کرتا ہوں اور مجھے اپنے جنتی ہونے پر کوئی شک نہیں۔ جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت میں کوئی شک نہیں ہاں اتنی بات ضرور ہے کہ میں نہیں جانتا کہ دوزخ کی آگ چھوئے گی یا سیدھا جنت میں چلا جاؤں گا۔ لیکن مجھے اللہ کے کرم سے امید ہے کہ جہنم کی آگ سے بچ جاؤں گا۔ ابن عربی نے یہ واقعہ ''روح القدس'' میں ذکر کیا۔

حضرت موسیٰ ابو عمران سیدرانی رحمۃ اللہ علیہ

دل کے ارادے پورے کر دیے

سیدی محی الدین ابن عربی فرماتے ہیں کہ جناب موسیٰ ابو عمران موصوف رحمۃ اللہ علیہ ابدال میں سے تھے لیکن غیر معروف تھے۔ ان کے عجیب وغریب واقعات ہیں۔ ان کے ساتھ میرے اکٹھے ہونے کا سبب یہ بنا کہ میں ایک مرتبہ اپنی منزل اشبیلیہ میں شیخ ابو مدین رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی میں نماز مغرب ادا کر کے بیٹھا ہوا تھا۔ میرے دل نے چاہا کہ کاش! میری ملاقات شیخ ابو مدین رحمۃ اللہ علیہ سے ہو جائے۔ شیخ موصوف ان دنوں بجایہ میں تھے جو میرے ہاں سے پینتالیس دن کی مسافت پر تھی جب میں نماز

مغرب ادا کر چکا تو میں نے دو رکعت نماز نفل ادا کی۔ جن میں میں نے مختصر تلاوت کی۔ جب سلام پھیرا تو یہی ابو عمران میرے پاس تشریف لائے اور مجھے سلام کیا۔ میں نے سلام کے جواب کے بعد انہیں اپنے پاس بٹھا لیا اور پوچھا آپ کون ہیں؟ فرمانے لگے بجایہ سے شیخ ابو مدین کی طرف آیا ہوں۔ میں نے پوچھا کہ انہیں دیکھے تمہیں کتنا عرصہ گزر چکا ہے یعنی کب سے وہاں سے گئے کہنے لگے میں نے یہ نماز مغرب ان کے ساتھ ادا کی ہے۔ نماز کے بعد انہوں نے میری طرف منہ پھیرا اور فرمایا کہ محمد بن عربی اسوقت اشبیلیہ میں ہے۔ اس کے دل میں فلاں فلاں خیال آیا ہے۔ تم اس کے پاس اسی وقت جاؤ اور اسے جا کر میری طرف فلاں فلاں خبر سنا دو۔ اور انہوں نے میری خواہش بھی بتائی کہ ابن عربی کو اپنے شیخ سے ملنے کی تمنا ہوئی تو شیخ موسیٰ بن ابو عمران نے ان کی طرف سے مجھے یہ پیغام دیا کہ ہم دونوں اس دنیا میں جسمانی طور پر ملاقات کریں اللہ تعالیٰ نے اس کی اجازت نہیں عطا فرمائی۔ رہا ہماری روحوں کا اکٹھا ہونا تو یہ میرے اور تیرے درمیان اعتبار کا مقام اللہ تعالیٰ کی رحمت کی جگہ ہوگا۔ کچھ باتیں ان کے خلاف بھی ذکر کیں اور پھر جناب ابو عمران اٹھ کر واپس روانہ ہو گئے۔ موسیٰ ابو عمران مذکور رضی اللہ عنہ دنیاوی اعتبار سے اچھے خاصے کھاتے پیتے آدمی تھے لیکن اسے خیر باد کہا اور اللہ نے اٹھارہ دنوں میں ان پر وہ فتوحات فرمائیں کہ یہ ابدال میں شامل ہو گئے۔

سانپ نے سلام کا جواب دیا

سیدی محی الدین ابن عربی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میرے شیخ ابو یعقوب کومی رضی اللہ عنہ نے شیخ ابو عمران سے بیان کیا۔ فرماتے ہیں شیخ موسیٰ ابو عمران جبل قاف پر تشریف لے گئے۔ اس پہاڑ نے تمام زمین کا احاطہ کیا ہوا ہے۔ آپ نے اس کے دامن میں نماز چاشت ادا فرمائی اور عصر کی نماز اس کی چوٹی پر ادا فرمائی۔ آپ سے پوچھا گیا کہ پہاڑ کتنا بلند ہے؟ فرمانے لگے تین سو سال کی مسافت کے برابر۔ اور آپ نے بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے اس پہاڑ کو ایک سانپ کے دائرے میں رکھا ہے جس کا سر اپنی دم سے ملا ہوا ہے۔ آپ سے آپ کے ایک ساتھی نے عرض کیا اس سانپ کو سلام کیجیے۔ آپ نے سلام کیا تو اس پہاڑ نے کہا:

وعليك السلام يا ابا عمران كيف حال الشيخ ابى مدين؟

اے ابو عمران! اور تم پر بھی سلام، شیخ ابو مدین کا کیا حال ہے؟ میں (شیخ ابو عمران) نے ہر پہاڑ سے پوچھا تمہیں ابو مدین کی جان پہچان کہاں سے ہوئی؟ پہاڑ بولا، تعجب کی بات ہے کیا روئے زمین پر کوئی ایسا ہے جو ابو مدین سے لاعلم ہو؟ بے شک اللہ تعالیٰ نے ان کی محبت زمین پر اتاری ہے اور ان کا ڈھنڈورا بھی پیٹ دیا ہے۔ لہٰذا میں اور میرے علاوہ سب کو ان کی پہچان ہے کوئی تر اور خشک چیز ایسی نہیں جو ابو مدین کو نہ جانتی ہو۔

جناب موسیٰ ابو عمران موصوف رحمۃ اللہ علیہ ایسی زمین پر تشریف لے گئے جس میں بکریوں کے برابر چیونٹیاں دیکھیں عجیب مخلوق تھی۔ آپ نے ایک خراسانی بڑھیا کو دریا کے کنارے کھڑا دیکھا اور موجیں اس کی پنڈلیوں پر تھپیڑے مار رہی تھیں۔ اور وہ اللہ کی تسبیح و تقدیس میں مشغول تھی آپ کی شان عظیم اور بات بڑی لمبی ہے۔

قید خانہ میں زنجیریں رہ گئیں اور آپ باہر آ گئے

سلطان کے پاس آپ کی چغلی کھائی گئی۔ اس نے آپ کو قید کرنے کا حکم دے دیا۔ آپ کو لوہے کی زنجیروں میں باندھ کر سلطان کے پاس لایا گیا جب آپ فاس کے قریب آئے تو آپ کو ایک بڑے مکان کے ایک کمرے میں ڈال دیا گیا اور باہر تالا لگا دیا گیا۔ چوکیدار رات بھر آپ کی نگرانی کے لیے مقرر کر دیا گیا۔ جب صبح اٹھے دروازہ کھولا گیا تو لوگوں نے زنجیریں کمرے میں پڑی ہوئی پائیں لیکن آپ کسی کو نظر نہ آئے۔ آپ فاس شہر میں داخل ہوئے اور حضرت ابو مدین شعیب کے گھر جانے کا ارادہ کیا۔ گھر پہنچنے پر دروازہ کھٹکھٹایا۔ شیخ ابو مدین خود باہر تشریف لائے اور ان سے پوچھا تم کون ہو؟ کہنے لگے میں موسیٰ ہوں۔ شیخ نے انہیں کہا کہ میں شعیب ہوں اندر آ جاؤ۔ لا تخف نجوت من القوم الظالمین، ڈرو نہیں ظالموں سے بچ گئے ہو۔

حضرت ابو عمران موسیٰ بن احمد یوسف تباعی حمیری یمنی رحمۃ اللہ علیہ

مناظرہ میں زیدی شیعوں کی شکست

آپ بہت بڑے امام، فقیہ، عارف اور محقق تھے۔ اصاب کی بستیوں میں سے ایک بستی کولفہ میں آپ کی رہائش تھی۔ جس دور میں آپ تشریف فرما تھے اس وقت زیدیہ (شیعوں کا ایک فرقہ) کا رعب داب تھا۔ کیونکہ صنعا میں اہل سنت کے علماء میں سے کوئی بھی ایسا عالم موجود نہ تھا جو ان کی تردید کرتا۔ ان کے امیر بدر الدین حسن بن علی بن رسول نے اپنے فرقہ کے لوگوں سے کہا تمہارے علماء کی ایک جماعت کو اصاب کے نواح میں جانا چاہیے۔ کیونکہ بتایا جاتا ہے کہ وہاں ایک عالم اور فقیہ رہتا ہے تمہیں اس سے مناظرہ کرنا چاہیے۔ اگر تم مغلوب ہو گئے تو ہمارے مذہب کی طرف لوٹ آنا اور تم اس پر غالب آ گئے تو ہم تمہارے مذہب کو قبول کر لیں گے۔ زیدیہ علماء نے اس پیشکش کو قبول کر لیا۔ ان میں سے ایک جماعت گئی جو مناظرہ کی طاقت نہ رکھتے تھے۔ امیر نے ان کی طرف اپنے بھائی نور الدین بن رسول جو اصاب کے گرد و نواح کا والی تھا ایک رقعہ لکھا اور ان سے مطالبہ کیا کہ مناظرہ اس کی موجودگی میں ہونا چاہیے۔ اور یہ بھی لکھا کہ جو مناظرہ کا فیصلہ ہو اس سے مجھے مطلع کیا جائے۔

جب نور الدین کے پاس ان کے بھائی بدر الدین کا رقعہ لے کر پہنچے تو وہ ان کے ساتھ فقیہ موسیٰ بن احمد مذکور کے پاس گیا۔ جب شیخ موصوف کے ہاں گئے تو دیکھا کہ آپ مسجد میں درس دے رہے ہیں انہوں نے شیخ پر اعتراض کرنے شروع کر دیئے۔ اور آپ ان کے ایسے جواب دیتے رہے جن سے ان کے اعتراض ساقط ہو جاتے تھے۔ جب آپ درس سے فارغ ہوئے تو آپ نے ان سے مذہب کے بارے میں مناظرہ کیا۔ ایسا مناظرہ جو ہر اعتبار سے مکمل تھا۔ آپ نے اس کے ذریعہ ان کے مذہب کو غلط ثابت کر دیا اور انہیں ان کی بے وقوفانہ رائے پر مطلع فرمایا اور ان کی حجت کے فساد پر آگاہی بخشی۔ وہ ٹوٹ پھوٹ گئے اور ان کی عاجزی ظاہر ہو گئی۔ آپ کی مجلس سے ذلیل و رسوا ہو کر باہر نکل آئے اور سراسیمگی ان پر چھائی ہوئی تھی۔ لوگ پہاڑوں کی چوٹیوں پر ان پر چیخیں مارتے، آوازے کستے اور انہوں نے ان کی لوٹ مار کا ارادہ کیا۔ اگر امیر الدین

ان کو نہ ہٹاتا تو وہ زیدی علماء سلامت نہ رہے۔ لوگوں میں زیدیوں کے مذہب کا فاسد اور باطل ہونا مشہور ہو گیا اور ان کے دلائل کی کمزوری سب پر واضح ہو گئی۔

مروی ہے شیخ موصوف کے کسی ساتھی نے خواب میں آپ کو وصال کے بعد دیکھا تو پوچھا اللہ تعالیٰ نے آپ سے کیا سلوک کیا ہے؟ فرمایا مجھے معاف کر دیا ہے۔ اور اصحاب کے باشندوں کے بارے میں میری شفاعت قبول فرمالی ہے یعنی قواریر سے سلطنین شہر تک یعنی بلاد عتمہ کے باشندوں کے لیے۔ شیخ نے 621ھ میں انتقال فرمایا۔

حضرت ابوعمران موسیٰ بن عمران بن مبارک جعفی ابن زعب رحمۃ اللہ علیہ

آپ نے فقیہ اسماعیل حضرمی وغیرہ سے فقہ پڑھی۔ پھر شیخ محمد بن صفیح کی صحبت میں رہے۔ انہوں نے ان کی تربیت فرمائی۔ اور انہیں سلوک وتصوف کے طریقہ کی پہچان کرائی۔ پھر انہوں نے انہیں اپنے شہر واپس چلے جانے کا حکم دیا۔ جب کہ ان کا کمال اور ان کی اہلیت متحقق ہو چکی ہے۔ آپ اپنے شہر میں قیام پذیر رہے اور بہت سی کرامات کا آپ سے ظہور رہا۔ بہت زیادہ مجاہدہ کرنے والی شخصیت تھے۔ کئی کئی سال کھانے کو ہاتھ نہ لگاتے۔ صرف نماز عشاء کے بعد تھوڑا سا دودھ نوش فرمالیا کرتے تھے اس میں تھوڑی سی برف کوٹ کر ملا لیتے۔

مروی ہے آپ نے جب اپنی مسجد تعمیر کرانے کا پختہ ارادہ کر لیا جو حصی بستی میں بنائی جانی تھی۔ آپ نے اپنے والد گرامی کے ساتھ مل کر یہ پروگرام بنایا۔ پھر کاریگر نے اس پر چھت ڈالنے کا ارادہ کیا۔ لیکن ایک کڑی لمبائی میں چھوٹی نکلی جو ایک دیوار سے دوسری تک نہ پہنچ سکتی تھی۔ دوپہر کے کھانے کا وقت ہو چکا تھا۔ آپ نے انہیں دوپہر کا کھانا دیا تاکہ وہ کھالیں۔ جب کھانے سے فارغ ہوئے اور اپنے کام پر شروع ہو گئے تو آپ نے ان کو فرمایا اس کڑی کو دیواروں پر رکھو۔ انہوں نے جب اسے رکھا تو وہ اس جگہ تک پہنچ گئی جہاں وہ پہنچانا چاہتے تھے ایک سوتر بھی کم نہ تھی۔

حضرت موسیٰ خادم شیخ ابی بکر یعفوری رحمۃ اللہ علیہ

شیخ ابوبکر یعفوری کے خادم جناب موسیٰ رحمۃ اللہ علیہ کی بکریاں بغیر کسی چرواہے کے خود بخود چرتیں اور واپس آجایا کرتی تھیں اور جو شخص ان بکریوں میں سے کوئی بکری ذبح کر کے پکا کر کھانے کے لیے چوری کرتا تو وہ ایسا کرنے میں ہرگز کامیاب نہ ہوتا۔ اسے واپس کرنے کے سوا کوئی چارہ نہ ہوتا۔ شیخ موصوف اپنے شیخ جناب ابوبکر یعفوری کے انتقال فرمانے کے بعد فوت ہوئے۔ ان کی قبر خربہ روحتہ میں ہے۔ جو مجدل عین الجر کے قریب اور دمشق سے ایک دن کی مسافت پر واقع ہے۔ آپ کی قبر مشہور زیارت گاہ ہے۔

حضرت موسیٰ ابوعمران رحمۃ اللہ علیہ

آپ امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ کے جد امجد ہیں۔ جب سیدی ابومدین رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے بہت سے اصحاب کو مصر کی طرف روانہ کیا تو ان میں سے ایک آپ بھی تھے۔ ان سے کہا جب تو مصر پہنچ جائے تو ناہور کی طرف چلے جانا جو دمشق کے قریب ہے کیونکہ تیری

قبر وہیں ہے۔ پھر ایسے ہی ہوا۔

ایک سال یا زیادہ کی مسافت سے مرید کی آواز سننا

آپ کو جب بھی آپ کا کوئی مرید آواز دیتا تو آپ اس کی آواز سن کر جواب دیتے۔ خواہ ایک سال یا اس سے زیادہ کی مسافت درمیان میں ہوتی۔ آپ نے اپنے اصحاب کو شیخ علی کے حالات کی خبر دی جو امام شعرانی کے ایک جد ہیں۔ 707ھ میں انتقال فرمایا۔

حضرت موسیٰ کناوی دمشقی رحمۃ اللہ علیہ

کناوی ان کے شہر کفر کنا کی طرف نسبت ہے جو صفد کا ایک شہر ہے۔ آپ صوفی، شیخ اور عارف باللہ تھے۔ علم اور تصوف بہت سے علماء اور اولیاء کرام سے حاصل کیا جن میں جمال الدین عبداللہ بن رسلان یونیقی بھی ہیں اور شیخ موسیٰ موصوف سے بہت سے لوگوں نے تصوف و دین سیکھا۔ ان کے شاگردوں میں شیخ عبدالقادر بن سوار عارف باللہ، شیخ محمد یتیم اور شیخ تقی الدین قرنی شامل ہیں۔ نجم غزی نے کہا کہ آپ سے مجھے الحاج حیدر رومی نے ایک بات سنائی۔ وہ یہ کہ آپ سے پوچھا گیا کہ کیا آپ سے کوئی کرامت یا خرق عادت کوئی کام ہوا ہے؟ کہنے لگے میں وہاں نہیں تھا۔ لیکن ایک مرتبہ جب کہ میں میدان حصا میں پھر رہا تھا۔ میں اپنے محلہ میں آیا رات کا وقت تھا میرے ساتھ کوئی بھی نہ تھا۔ مجھ پر ایک کتا بھونکا۔ اس وقت میں باب مصلی کے قریب تھا میں ڈر گیا۔ میں نے لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللهُ کہا۔ کتا گر کر مر گیا۔

حضرت موسیٰ ابدال رحمۃ اللہ علیہ

آپ مجذوب شیخ تھے اور سلطان اور خان کے ساتھ بروسا کی فتح میں شامل تھے۔ آپ کی قبر وہاں مشہور ہے۔

تسخیر آگ و حیوانات

آپ کی ایک کرامت ''الشقائق النعمانیہ'' میں مذکور ہے وہ یہ کہ آپ نے دہکتا ہوا کوئلہ پکڑا اسے روئی میں لپیٹ کر اپنے ایک ساتھی کے ہمراہ شیخ کیکلو بابا کے پاس بھیجا۔ جب شیخ نے دیکھا تو اسی آدمی کے ہاتھ واپسی پر پیالہ دیا جس میں دودھ تھا۔ جب یہ شخص پیالہ لے کر شیخ موسیٰ کے پاس واپس آیا تو اس پر بڑے حیران ہوئے اور اس شخص سے کہا دودھ یہاں بہت ہے ان کے دودھ بھیجنے کا کیا فائدہ اور کیا حکمت ہے؟ شیخ موسیٰ نے جواب دیا وہ مجھ پر غالب آ گئے ہیں۔ کیونکہ یہ دودھ ہرنی کا دودھ ہے اور حیوان کی تسخیر آگ کی تسخیر سے زیادہ مشکل ہے۔

حضرت موسیٰ سندھی رحمۃ اللہ علیہ

آپ سید صبغۃ اللہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ کے صحبت یافتہ حضرات میں سے ہیں۔ مدینہ منورہ میں قیام پذیر رہے۔ نجم غزی نے یہ بات اپنی تاریخ میں ان کے حالات بیان کرتے ہوئے لکھی ہے۔ مزید لکھا ہے کہ آپ صالح ولی اور فاضل یکتا تھے۔ مدینہ

منورہ میں مجاور بن کر رہے اور سیدنا اللہ کی ملازمت اختیار کی۔ آپ عرصہ دراز سے علم میں مشغول تھے پھر آپ نے مدینہ منورہ کا سفر کیا۔ ارادہ یہ تھا کہ حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کی زیارت کروں اور بیت المقدس بھی جاؤں۔ نجم غزی لکھتے ہیں ہم بھی آپ کے ساتھ مدینہ منورہ سے شام جاتے ہوئے شریک سفر ہو گئے۔ یہ 1011ھ کا واقعہ ہے۔ ہم نے دیکھا کہ آپ علوم تفسیر، معانی، بیان، منطق، حدیث، اور تصوف میں بہت بڑے فاضل ہیں۔ لطیف مزاج اور نہایت تیز فہم کے مالک ہیں۔ ہم دیکھتے تھے کہ جب آپ مدینہ منورہ سے نکل رہے تھے تو یوں لگتا تھا کہ زبردستی کوئی نکال رہا ہے اور آپ جانا نہیں چاہتے۔ کیونکہ آپ کا دل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ عالیہ میں ہی رہنا پسند کرتا تھا۔ لیکن جانا اس لیے پڑا کہ آپ کو ایک خواب آیا تھا جس میں کسی کہنے والے نے آپ کو بتایا کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام تجھے بلا رہے ہیں۔

ولی اللہ کسی سے ملنے آئے تو اس میں حکمت ہوتی ہے

نجم غزی ہی لکھتے ہیں کہ آپ ایک دفعہ مجھے حج کے دوران ملنے آئے۔ یہ صفر کی ابتدائی تاریخوں کا واقعہ ہے۔ میں اس وقت قیلولہ کے لیے لیٹ چکا تھا میں قیلولہ کرنے کا حریص تھا۔ کیونکہ تھوڑی دیر بعد سفر پر روانگی ہونے والی تھی راستہ میں سونا بہت مشکل ہوتا ہے۔ آپ تشریف لائے۔ ادھر مجھ پر نیند کا غلبہ تھا اور میں چادر اوڑھے ہوئے تھا۔ آپ کی آمد پر میں نہ اٹھا تا کہ آپ کو یہ تاثر دے سکوں کہ میں سویا ہوا ہوں۔ میں نے دل میں کہا آپ بیٹھیں گے پھر جب اپنے مقصد کی طرف جانے کے لیے اٹھیں گے تو میں آپ کو قہوہ اور کھانے کے لیے کوئی چیز پیش کر دوں گا۔ میری اس سوچ پر آپ نے فرمایا میں سیر ہوں۔ میں تو شیخ کی زیارت کے لیے آیا ہوں۔ آپ نے نہ کچھ کھایا اور نہ ہی پیا۔ میں نے دل میں سوچا اور اپنے آپ سے کہا کہ تجھے اللہ تعالیٰ سے حیا نہیں آتی۔ ایک مرد صالح تیری ملاقات کے لیے آیا ہے اور وہ بھی محض اللہ کی خاطر۔ اسے اس ملاقات سے کوئی دنیوی غرض نہیں اس سے بڑھ کر بڑی زیادتی اور جفا کیا ہوگی؟ پھر میں اٹھ کر بیٹھ گیا آپ کو سلام کیا اور تکیہ بستر وغیرہ اٹھا لیا۔ جب بستر اٹھایا تو اس کے نیچے بہت بڑا بچھو تھا ہم نے اسے مار ڈالا میں نے جان لیا کہ در اصل شیخ موسیٰ سندھی کی کرامت ہے۔ پھر ہم نے کچھ عرصہ دمشق میں ان کی صحبت میں گزارا۔ آپ نے وہاں چند دن ہی قیام فرمایا پھر بیت المقدس تشریف لے گئے۔ سیدنا حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کی زیارت کی اور قدس شریف میں قیام پذیر ہوئے۔ حتی کہ 1012ھ میں انتقال فرما گئے۔ قالہ المحبی

حضرت موسیٰ بن احمد مجب زیلعی عقیلی یمنی صاحب بلدہ لحیہ رحمۃ اللہ علیہ

آپ استاذ الاساتذہ اور شیخ الاولیاء العارفین تھے۔ آپ کے مشہور اور بکثرت مکاشفات مذکور ہیں۔ آپ علوم ظاہری کے ساتھ اپنے آپ کو چھپائے رکھتے تھے۔ کہا کرتے تھے کہ جو یہ کام کرے گا اسے فلاں تکلیف کا سامنا کرنا پڑے گا اور جو فلاں کام کرے گا اسے فلاں انعام وعطیہ ملے گا۔ پھر جو شخص آپ کے منع کرنے کے بعد ممنوع کام سے نہ رکتا تو اسے وہی پریشانی دیکھنا پڑتی جو آپ نے اس سے پہلے سے سنادی ہوتی۔ جو آپ کے کہنے پر عمل کرتا اسے وہ مل جاتا جو آپ نے اسے

ملنے کی خوش خبری دی ہوتی۔ آپ دریا اور سمندر میں سفر کرنے والوں کو بھی وقتاً فوقتاً ہدایات دیا کرتے تھے۔ کبھی فرماتے فلاں فلاں دن دریائی سفر پر نہ جانا یا فلاں فلاں جگہ نہ جانا۔ تو جو شخص آپ کے کہنے پر عمل نہ کرتا وہ ہلاک ہو جاتا اور جو مان لیتا وہ سالم رہتا۔ آپ کی اس بارے میں بہت سی حکایات منقول ہیں۔ آپ بذریعہ کشف اپنے ساتھیوں کے دل کی باتیں جان لیا کرتے تھے اور آپ ان کی عدم موجودگی کے واقعات وافعال بھی گاہے بگاہے بتا دیا کرتے تھے۔

ولی کی معمولی مخالفت بھی نہیں کرنی چاہیے

جناب شبلی بیان کرتے ہیں میرے ساتھ خود یہ واقعہ پیش آیا کہ میں ایک مرتبہ رمضان شریف میں نماز عصر کے بعد آپ کے ہاں حاضر ہوا۔ یہ میری آپ سے پہلی ملاقات تھی۔ مجھے آپ سے مل کر انتہائی مدد اور محبت وانس ملا۔ میرے ساتھ میرا چچا زاد بھائی بھی تھا جو عمر میں مجھ سے بڑا تھا۔ ہمارے پاس ہندوستان کے ایک شخص کا ہدیہ تھا جو اس نے اپنے شیخ موسیٰ مذکور کے لیے ہمیں دیا تھا۔ ہم نے رات کے کھانے کا ارادہ کیا تو میرے چچا زاد بھائی نے اس میں شرکت سے معذوری ظاہر کر دی۔ اس لیے معذرت سے اس کا مقصد یہ تھا کہ شیخ موصوف کو تکلیف نہ پہنچے کیونکہ افطار کا وقت قریب تھا۔ پھر اس نے کہا ہو سکتا ہے کہ تمہیں اس رات کھانے کو کچھ نہ ملے۔ پھر اتفاق سے ہم شہر بھر میں پھرے لیکن ہمیں رات کے کھانے کے لیے کہیں سے کچھ بھی نہ ملا۔ جس سے ہمیں پتہ چلا کہ یہ سب کچھ اس لیے ہوا ہے کہ ہم نے شیخ موصوف کی مخالفت کی ہے اور یقیناً یہ آپ کی کرامت ہے۔ لہٰذا ہم نے توبہ کی اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں شیخ موصوف کا وسیلہ پکڑا۔ اچانک ایک شخص ہم سے کہہ رہا تھا تم کیا چاہتے ہو؟ ہم نے کہا رات کا کھانا۔ وہ کہنے لگا میرے پاس ہے۔ پھر جب ہم صبح اٹھے اور شیخ موصوف کے پاس حاضر ہوئے تو آپ کو بذریعہ کشف ہمارے واقعہ کا علم ہو گیا۔ آپ نے ہمارے لیے بہتری کی دعا فرمائی۔ 1072ھ میں لحیہ شہر میں شیخ نے انتقال فرمایا۔

حضرت مبہم جیزی رحمۃ اللہ علیہ

قرافہ مصر میں آپ مشائخ زیارت میں سے ہیں۔ شیخ موصوف رحمۃ اللہ علیہ چلتے وقت اپنے ہونٹوں کو پھڑ پھڑایا کرتے تھے ایک مرتبہ رات کے وقت ایک شخص آپ کے پیچھے پیچھے چل پڑا۔ آپ نے اسے دیکھ لیا پھر جب آپ جامع کے دروازے پر پہنچے تو دیکھا کہ دروازہ بند ہے۔ تو بند دروازہ آپ کے لیے کھل گیا آپ اندر گئے اور نماز ادا فرمائی۔ پھر باہر تشریف لائے اور دروازہ بند ہو گیا۔ یہ دیکھ کر اس شخص نے جو آپ کے پیچھے پیچھے آیا تھا، کہنے لگا اے میرے آقا، خدا کی قسم! آپ نے کیا پڑھا؟ شیخ موصوف نے اسے کہا خاموش ہو جا کیا تیرے لیے کتوں کا بھونکنے سے چپ رہنا اور دروازے کا خود بخود کھل جانا کافی نہیں۔ (قالہ السخاوی)

حضرت میمونہ سوداء رحمۃ اللہ علیہا

دنیا میں جنتی کا جنتی کو پہچاننا

بیان کیا گیا ہے کہ جناب ربیع بن خثیم رحمۃ اللہ علیہ کو خواب میں کسی نے کہا کہ میمونہ سوداء جنت میں تمہاری بیوی ہوگی۔ جب صبح

اٹھے تو لوگوں سے پوچھنے لگے میمونہ سوداء کہاں رہتی ہیں؟ آپ کو اتہ پتہ بتایا گیا جب وہاں پہنچے تو دیکھا کہ میمونہ بکریاں چرا رہی ہے۔ آپ نے دل میں کہا کہ میں لازماً اس کے پاس ٹھہروں گا اور اس کے کام کو دیکھوں گا۔ چنانچہ آپ اس کے ہاں ٹھہر گئے تو دیکھا کہ میمونہ صرف فرض عبادت ہی ادا کرتی ہے اس میں زائد نہیں۔ پھر جب شام ہوئی تو اپنی بکری کے پاس آکر دودھ نکالا اور پی لیا پھر دوسری مرتبہ دودھ نکال کر مجھے دیا میں نے بھی پی لیا۔ یونہی جب تیسرا دن آیا تو میں نے اس سے کہا اے بی بی! اس بکری کے علاوہ مجھے کسی اور بکری کا دودھ آپ کیوں نہیں پلاتیں؟ کہنے لگیں اے اعبداللہ! یہ بکری میری نہیں ہے۔ میں نے پھر پوچھا اگر تمہاری نہیں تو پھر مجھے اس کا دودھ کیوں پلاتی ہو؟ یہ بکری مجھے بطور بخشش ملی تھی۔ میں اس کا دودھ پیتی ہوں اور جس کو چاہتی ہوں پلا بھی دیتی ہو۔ میں نے پوچھا اے بی بی! آپ کے اعمال صرف فرضوں تک محدود ہیں اس سے زیادہ مجھے دکھائی نہیں دیے۔ کہنے لگیں نہیں اور نہیں ہیں۔ میں ہر صبح اور شام ہر حال میں یہی تمنا رکھتی ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے جو میری قسمت میں لکھ دیا ہے اس پر راضی رہوں۔ میں نے پھر پوچھا اے بی بی! مجھے بتایا گیا ہے اور مجھے خواب میں دکھایا گیا ہے کہ تم جنت میں میری بیوی ہو؟ کہنے لگیں اچھا تو تم ربیع بن خثیم ہو؟ میں نے کہا جی۔

جناب عبدالواحد بن زید سے منقول ہے کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے تین رات متواتر یہ سوال کیا اے اللہ! مجھے جنت میں میری رفیقہ بتا دے؟ مجھے جواب دیا گیا کہ اے عبدالواحد! جنت میں تیری رفیقہ میمونہ سوداء ہے۔ میں نے پوچھا کہاں رہتی ہے؟ مجھے بتایا گیا کوفہ میں فلاں قوم میں رہتی ہے۔ میں کوفہ کی طرف چل پڑا وہاں پہنچ کر اتہ پتہ معلوم کرنے لگا۔ لوگوں نے مجھے بتایا کہ اس نام کی ایک دیوانی عورت بکریاں چراتی ہے۔ میں نے کہا میں اس سے ملنا چاہتا ہوں۔ لوگوں نے بتایا کہ ادھر میدان میں چلے جاؤ میں گیا جب دیکھا تو وہ کھڑی نماز ادا کر رہی تھی۔ اس کے سامنے ایک لاٹھی تھی۔ اس پر اونی جبہ لٹکا ہوا تھا جس پر یہ لکھا ہوا تھا لا تباع ولا تشتری، اس کی خرید و فروخت نہیں ہوگی۔ ادھر بکریاں اور بھیڑیے ایک ساتھ میدان میں تھے نہ بکریوں کو بھیڑیوں سے ڈر، نہ بھیڑیے بکریوں پر حملہ آور ہوتے تھے۔ جب اس نے میرا آنا معلوم کیا تو نماز میں اختصار کیا۔ سلام پھیرنے کے بعد کہنے لگی اے ابن زید! واپس چلے جاؤ یہ جگہ میرے اور تمہارے ملنے کی نہیں ہے۔ وعدہ کی جگہ کل ہے۔ میں نے پوچھا اللہ تم پر رحم فرمائے کس نے آپ کو بتایا کہ میں ابن زید ہوں؟ کہنے لگیں کیا تمہیں علم نہیں کہ روحیں ایک لشکر کی طرح اکٹھی ہوتی ہیں جن کا باہم تعارف ہوتا ہے، وہ ایک دوسرے سے محبت کرتی ہیں اور جو غیر متعارف ہوتی ہیں وہ باہم ملتی نہیں۔ میں نے اس سے کہا اچھا مجھے کوئی نصیحت کرو۔ کہنے لگیں افسوس! ایسے واعظ پر جو وعظ کرتا ہے کہ وہ مجھ تک پہنچ گیا ہے۔ کوئی بھی بندہ جسے دنیا کی کوئی شے عطا کر دی گئی ہو وہ دوبارہ اسے مانگے تو اللہ تعالیٰ اس سے تنہائی کی محبت چھین لیتا ہے اور اس کے بدلہ میں اسے دوری دے دیتا ہے۔ انس کی دوری کے بعد اسے وحشت ملتی ہے اس کے بعد اس نے کچھ شعر پڑھے۔ میں نے اس سے کہا میں ان بھیڑیوں کو بکریوں کے ساتھ دیکھ رہا ہوں نہ تو بکریاں ان سے ڈرتی ہیں اور نہ ہی بھیڑیے ان کا شکار کرتے ہیں۔ یہ کیونکر ہوا؟ کہنے لگیں تیری طرف یہ پیغام ہے کہ میں نے اپنے اور اپنے آقا کے درمیان صلح کر لی ہے تو اس نے بھیڑیوں اور بکریوں کے درمیان صلح کرا دی ہے۔ (قالہ الامام الیافعی)

حرف نون

حرف ''ن'' سے شروع ہونے والے اولیاء کرام کی بعض کرامات کا بیان۔

حضرت ناجی بن علی مرادی رحمۃ اللہ علیہ

آپ فقیہ اور عارف تھے۔ عبادت کا آپ پر غلبہ تھا۔ صلاح میں شہرت رکھتے تھے۔ آپ سے بہت سی کرامات منقول ہیں۔

دلوں کے خیالات کا انکشاف

ایک مرتبہ آپ سفر پر روانہ ہوئے اور لوگ بھی آپ کے ساتھ تھے۔ آپ نے کہا کہ تمہیں اپنے میں سے کسی کو امیر بنالینا چاہیے جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہے۔ لوگوں نے عرض کیا پھر آپ ہی ہمارے امیر ہیں۔ آپ نے ان سے پوچھا کیا تم سب میرے امیر بنائے جانے پر راضی ہو؟ کہنے لگے جی حضور! پھر ایک فقیر کا گزر ہوا تو آپ نے قافلہ کا زاد راہ اٹھانے والے سے فرمایا اسے ایک درہم دے دو۔ اس بات کو اکثریت نے دل میں اچھا نہ سمجھا۔ پھر کچھ دیر چلنے کے بعد ایک فقیر آیا اس نے اونی چادر اوڑھ رکھی تھی۔ اس نے آپ کے ہاتھ کو چوما اور آپ کے ہاتھ پر دس درہم رکھ دیے۔ پھر آپ نے فرمایا یہ تمہاری نیکی کا اجر ہے۔ میں نے چاہا کہ جلدی سے اس کا صلہ دے دوں۔ کیونکہ تمہارے دل متغیر ہو چکے ہیں اس سے قافلہ والوں کو معلوم ہوا کہ شیخ کو بذریعہ کشف ہمارے دل کی بات کا علم ہو گیا۔ پھر انہوں نے توبہ کر لی۔

جناب جندی بیان کرتے ہیں ایک عجیب وغریب آپ کی بات جو حکایت کی گئی ہے وہ یہ کہ آپ نے ایک مرتبہ اپنے بعض ساتھیوں کو کھانے کی دعوت کی۔ جب کھانے لگے تو ایک بلی نے بھی ان کے ساتھ چاٹنا شروع کر دیا۔ آپ نے اپنی مسواک سے اسے مارا بلی اچھلی اور کہنے لگی میں ابوالربیع ہوں۔ آپ مسکرا دیے اور فرمانے لگے مجھے دھوکہ مت دو۔ کیا تو نہیں جانتی کہ تیرا نام سلیمان ہے۔ اسے علامہ مناوی نے ذکر کیا اور زبیدی نے بھی اسے ذکر کیا اور لکھا کہ آپ نے چھٹی صدی کے بعد انتقال فرمایا۔

حضرت ناصر الدین جعبری رحمۃ اللہ علیہ

گمشدہ ہرنیاں واپس آگئیں

سروجی بھی آپ کی نسبت ہے۔ آپ اکابر رجال اولیاء کے سردار اور صالحین میں جلیل القدر شخصیت تھے۔ جناب سراج بیان کرتے ہیں سروج کے باشندوں نے ہم سے آپ کے بہت سے حالات نقل کیے۔ ان میں سے ایک بات یہ نقل کی کہ قلعہ جعبر میں آپ یا تو نقیب یا اس کے برابر منصب پر تھے۔ قلعہ کے حاکم کی دو ہرنیاں تھیں جن کو چاندی کے زیورات سے سجایا گیا تھا۔ حاکم قلعہ کو ان دونوں کی بڑی ضرورت تھی یا اپنے لیے یا اپنی اولاد کے لیے۔ اتفاق سے وہ شکار کے لیے باہر نکلا تو دونوں بھاگ گئیں۔ جب واپس آیا تو ہرنیاں گم تھیں۔ اس نے ناصر الدین موصوف سے کہا کہ لازماً ہرنیاں واپس لاؤ ورنہ قتل

کردوں گا۔ آپ شہر کی فصیل پر چڑھے اور ہرنیوں کو آواز دی۔ اس کے ساتھ ہی فضا گرد آلود ہوگئی۔ لوگ دیکھ رہے تھے جب گردوغبار ختم ہوا تو دونوں ہرنیاں موجود تھیں۔ انہیں پکڑا اور حاکم کے سپرد کردیا۔ پھر شیخ ناصر نے اپنا منصب چھوڑ دیا اور جو ذمہ داریاں تھیں وہ بھی ترک کردیں۔ پھر ان کی کسی کو کوئی خبر نہ ملی کہ کدھر گئے۔ یہ واقعہ آپ کے ابتدائی حالات کا تھا۔ پھر سروج تشریف لائے اور وہ بھی بیس سال سے زائد عرصہ کے بعد۔ آئے بھی تو عجیب شکل وصورت کے ساتھ کہ جو دیکھتا وہ یہ سمجھتا کہ یہ کوئی وحشی ہے اور آپ کو دیکھ کر بھاگ جاتا۔ آپ اسی کیفیت کے ساتھ وہاں کافی عرصہ رہے حتیٰ کہ آپ ایک انسان کی صورت میں ظاہر ہوئے۔ پھر آپ نے سروج سے باہر متصل ہی قیام فرمایا۔ آپ کا قیام ایک سرائے میں تھا کافی سال وہیں گزارے۔ یہاں آپ سے کرامات کا ظہور ہوا لیکن ہمارے ہاں اس بات کی تحقیق نہ ہوسکی کہ آپ نے سروج میں رہائش رکھنے کے دوران شیخ مسلمہ سروجی سے ملاقات کی یا نہیں؟ شیخ مسلمہ سروجی کا تذکرہ ہم پہلے کر چکے ہیں۔

جناب سراج بیان کرتے ہیں ہم سے روایت کیا گیا کہ سروج میں شیخ ندی یا کوئی اور تھا۔ اور سروج کے اکابرین میں سے ایک شخص جو محتسب تھا وہ فقراء اور صالحین سے بہت محبت رکھتا تھا۔ وہ یہ فیصلہ نہ کرسکا کہ دونوں شیخ (شیخ ندی اور شیخ ناصر الدین موصوف) میں سے کس کی شاگردی اختیار کرے؟ پھر اس بارے میں گفتگو چل نکلی جس سے ایک کرامت کا ظہور ہوا۔ ہم اسے ذکر کرتے ہیں وہ یہ کہ شیخ ناصر الدین موصوف نے اس بڑے آدمی سے کہا جاؤ اور جا کر شیخ ندی سے کہو کہ جس نے آج رات مجھے پکڑ لیا میں اس کا شاگرد بن جاؤں گا۔ پھر جب آدھی رات ہوئی تو شیخ ناصر الدین موصوف نے اپنی عبادت گاہ سے اسے آواز دی وہ امیر کبیر گھر سے باہر آیا۔ تو اس نے اپنے گھر اور شیخ ناصر الدین کے عبادت خانہ کے درمیان والی جگہ کو دیکھا کہ ایک میدان بن چکا ہے اور عمارتیں فصیل کے پیچھے چھپ گئی ہیں اور باغات بالکل اصل حالت میں ظاہر ہیں۔ روشنی ایسی کہ دن نکلا ہوا ہے اس کے ساتھ ساتھ قندیلیں اور شمعیں راستہ کی جانب چمک دمک رہی تھیں۔ کچھ لوگ بھی تھے جو ہر گزرنے والے سے انس ومحبت کرتے تھے۔ اتنے میں شیخ ناصر الدین موصوف نے دوسری مرتبہ اسے آواز دی اور کہا، اے فلاں! آواز سن کر یہ شخص آپ کی طرف چل پڑا۔ شیخ نے اس سے عہد لیا یہ پھر اپنے گھر واپس آگیا۔ یہ سب کچھ ایسے حال میں ہوا کہ کسی کو علم نہ ہوا۔ صرف خدا ہی جانتا تھا۔ قریب تھا کہ اس کی عقل اس کا ساتھ چھوڑ دیتی اور مکمل طور پر دیوانہ ہوجاتا۔ اس کی حقیقتاً یہ کیفیت ہو چکی تھی جب صبح اٹھا تو اس کے پاس شیخ ندی رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے اور بغیر کسی تمہید سے یہ کہنے لگے کل رات جو تمہارے ساتھ ہوا مجھے اس کا علم ہے۔ پھر سارا واقعہ سنا ڈالا پھر فرمانے لگے حق یہی ہے کہ بیٹا! تم ان کی شاگردی اختیار کرو۔ انہوں نے شیخ ناصر الدین کی بہت تعریف کی اور ان کے اوصاف بیان کرنے میں کافی وقت لگا یا۔ شیخ ناصر الدین موصوف بڑے بارعب تھے اور دل میں ان کی عظیم عظمت تھی۔ اس قدر کہ ہر وہ شخص جو اس سرزمین میں قیام کرتا وہ آپ سے خوارق عادت بیان کرتا اور لوگوں کو آپ کی قبر کے تعویذ کے پاس جانے سے بھی ڈر لگتا۔

حضرت ناصر الدین نحاس رحمۃ اللہ علیہ

قبل از وقت موت کا علم

امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں میں نے ایک بوڑھی چیل دیکھی جو آپ کے انتقال کے وقت آپ کے گھر میں مقیم تھی۔ جب ہم نے آپ کو غسل دیا اور میت اٹھائی تو آپ کی میت کے ساتھ ساتھ اڑتی ہوئی نظر آئی۔ حتیٰ کہ ہم نے آپ کو دفن کر دیا۔ آپ کو شیخ علی خواص رحمۃ اللہ علیہ کے زاویہ میں دفن کیا گیا جو مصر محروسہ کے باب الفتوح سے باہر ہے۔ آپ نے مصر سے تنہا پیدل سفر کیا۔ آپ کے پاس کوئی زادِ راہ بھی نہ تھا، نہ سواری تھی اور نہ ہی مکہ شریف تک کسی سے کوئی چیز قبول فرمائی۔ آپ نے مجھے میرے بھائی افضل الدین رحمۃ اللہ علیہ کی فوتیدگی کی اطلاع اسی دن دے دی جس دن ان کا انتقال ہوا۔ فرمانے لگے ہمارا بھائی افضل الدین آج فوت ہو گیا ہے اور کل بدر کے مقام پر دفن کیا جائے گا پھر جب حاجی صاحبان واپس آئے تو انہوں نے ہمیں خبر دی کہ تمہارا بھائی بدر میں داخل ہونے سے پہلے ہی فوت ہو گیا تھا۔ تقریباً ایک مرحلہ بدر سے دور تھا پھر اسے بدر تک اٹھا کر لایا گیا اور یہیں دفن کیا گیا۔ ان کی قبر شہداء بدر کی قبور کے قریب ہے۔ شیخ ناصر الدین موصوف نے 945ھ میں انتقال فرمایا۔

حضرت نجم الدین کبریٰ رحمۃ اللہ علیہ

آپ صوفیہ کرام کے امام اور بہت بڑے ولی ہونے کے ساتھ ساتھ سید الاصفیا تھے۔ آپ کی ایک کرامت یہ بیان کی گئی ہے کہ مغل بادشاہ جب بغداد کو تباہ و برباد کرنے کے لیے آیا تو بغداد سے باہر ہی کھڑا ہو گیا۔ اور کہنے لگا مجھے اس شہر میں سے ایک بہت بڑے محمدی کی خوشبو آ رہی ہے۔ لہٰذا اس سے اجازت مانگو۔ جب شیخ نجم الدین رحمۃ اللہ علیہ سے اجازت طلب کی گئی تو فرمایا وہ آ جائے اور آ کر سب سے پہلے میری گردن مارے پھر فلاں فلاں کی۔ پھر شہر کے دو تہائی انسانوں کی گردنیں مارے۔ اس فیصلہ پر تقدیر لکھ کر قلم خشک ہو گیا ہے۔ پھر جیسے آپ نے فرمایا ہے ویسے ہی ہوا۔ یہ کرامت امام شعرانی نے ''المنن'' میں ذکر فرمائی ہے۔

امام رازی طریقت کے متحمل نہ ہو سکے

امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ نے ''الاجوبۃ المرضیۃ'' میں لکھا ہے امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ ایک مرتبہ شیخ نجم الدین کبریٰ رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ پر طریقت کی تلاش و طلب کے لیے تشریف لائے۔ ان کے ساتھ ہزار طالب علم پیچھے پیچھے چلے آ رہے تھے اور امام موصوف رے سے آئے تھے۔ جب یہ خبر شیخ نجم الدین کو پہنچی تو فرمانے لگے انہیں طریقت برداشت کرنے کی طاقت و ہمت نہیں ہے۔ جب امام رازی رحمۃ اللہ علیہ شیخ موصوف کے مہمان خانے میں پہنچے ان کے ساتھ مذکورہ تعداد میں طلبہ بھی تھے۔ لوگوں نے گمان کیا کہ شیخ نجم الدین رحمۃ اللہ علیہ ان کے استقبال کے لیے کھڑے ہوں گے اور چند قدم ان کی طرف چلیں گے لیکن شیخ موصوف نے اٹھنا تو درکنار کوئی حرکت بھی ایسی نہ کی جس سے استقبال کرنا معلوم ہوتا ہو۔ امام رازی آئے اور آپ کو سلام کیا۔ سلام کا جواب دینے کے بعد پوچھا تمہیں کس بات نے اپنے شہر سے ہمارے شہر آنے پر مجبور کیا؟ میں اس لیے آیا

ہوں کہ اللہ تعالیٰ کی طرف طریقت طلب کروں۔ یہ سن کر شیخ موصوف نے فرمایا آپ اس کی طاقت نہیں رکھتے۔ امام رازی کہنے لگے انشاء اللہ مجھ میں طاقت ہوگی۔ آپ نے تین مرتبہ وہی بات دہرائی۔ اور امام فخر الدین رازی نے ہر مرتبہ انکار کیا اور کہا کہ میں ضرور آپ کی شاگردی اختیار کروں گا۔ چنانچہ شیخ نجم الدین نے نقیب سے کہا انہیں خلوت گاہ میں لے جاؤ اور ان سے کہو کہ اندر جا کر اللہ تعالیٰ کے ساتھ مشغول ہو جاؤ۔ امام رازی اندر چلے گئے شیخ نجم الدین نے اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ کی تو امام رازی کے تمام علوم سلب کر لیے۔ جب امام رازی کو اس کا پتہ چلا تو انہوں نے زوردار چیخ ماری اور کہا میں طاقت نہیں رکھتا، میں طاقت نہیں رکھتا۔ پھر شیخ موصوف نے انہیں باہر نکالا اور ان سے فرمایا تمہارے سچ نے مجھے تعجب میں ڈال دیا ہے اور فرمایا اے فخر الدین! تم اللہ تعالیٰ کی طرف سے طریقت کیسے طلب کر سکتے ہو جب کہ تمہیں اپنے ہم عصر علماء پر سرداری اور ان پر اپنی بڑائی جتانے سے بڑی محبت ہے؟ اور تمہیں اس میں کیا نقصان ہے کہ تو اللہ تعالیٰ کا ہو جائے اور تیرا جھکاؤ اس کے علاوہ کسی اور طرف نہ ہو اور موجودات میں سے کسی چیز کی ملکیت کا دعویٰ نہ ہو۔ یہ سن کر امام رازی رو پڑے اور فرمانے لگے قد خسرنا وفاز غیرنا، ہم گھاٹے میں رہے اور ہمارے غیر کامیاب ہو گئے۔ پھر شیخ نجم الدین کبریٰ نے فرمایا آپ ہمارے جاننے پہچاننے والے تو ہو گئے اور ہم چاہتے تھے کہ آپ ہمارے اصحاب میں سے بھی ہو جائیں گے۔ لیکن یہ مقدر میں نہ تھا اپنے شہر کو سلامتی سے روانہ ہو جاؤ۔ امام شعرانی لکھتے ہیں کہ اے بھائی! ذرا غور کر کہ امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ کہ جن کی جلالت علم اور ہر قسم کے علوم کے جامع ہونے پر امت کا اجماع ہے، ایسے علوم کہ کسی دوسرے کے پاس نہیں اتنی بڑی شخصیت نے کیسے اعتراف کیا کہ وہ طریقت کی صلاحیت نہیں رکھتی اور شیخ نجم الدین کبریٰ رحمۃ اللہ علیہ کو اس کا یقین بھی دلایا۔

حضرت نجیح شہید رحمۃ اللہ علیہ

سیدنا عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں ہمیں اطلاع ملی کہ مسلمانوں کی ایک قوم نے دشمن کے قلعوں میں سے ایک قلعہ پر حملہ کیا جب انہوں نے منجنیق سے پتھر پھینکا جو وہاں پڑے ایک پتھر پر لگا جس سے پتھر کی ایک کرچ اڑی اور سیدھی آ کر ایک شخص کے گھٹنے کو لگی اس کا نام نجیح تھا۔ وہ بے ہوش ہو گیا۔ بے ہوشی کے عالم میں لوگوں نے اسے اس قدر ہنستے دیکھا کہ اس کی ڈاڑھیں دکھائی دینے لگی۔ پھر رو پڑا کہ آنسو بہہ نکلے پھر آنکھیں کھلیں تو اس سے اس کی وجہ پوچھی گئی۔ کہنے لگا میں نے دیکھا کہ مجھے ایک سرخ یاقوت کے کمرے میں لے جایا گیا اچانک وہاں ایک عورت دیکھی جس کے نور جمال اور چمک سے میں تعجب میں پڑ گیا۔ وہ کہنے لگی خوش آمدید! اے وہ شخص جو دور رہنے والا ہے اور اللہ تعالیٰ سے ہمارے بارے میں سوال نہیں کرتا۔ میں تیری دنیا میں فلاں بیوی کی طرح نہیں جو تم سے یوں یوں سلوک کرتی ہے۔ یہ کہہ کر اس عورت نے وہ تمام باتیں مجھ سے کہہ ڈالیں جو میری دنیوی بیوی نے مجھ سے کہی ہوئی تھیں۔ میں یہ سن کر ہنس پڑا۔ پھر میں نے اس عورت کی طرف اپنا ہاتھ بڑھایا تو وہ کہنے لگی تم ہمارے پاس کل نماز ظہر کے وقت آؤ گے۔ اس پر میں رو پڑا کیونکہ اس وقت مجھے محرومی کا منہ دیکھنا پڑا۔ پھر آپ کو ظہر کے وقت شہید کر دیا گیا اور آپ اس سے جا ملے اسے امام ثعالبی نے بیان کیا ہے۔

حضرت نصر خراط رحمۃ اللہ علیہ

خضر علیہ السلام تشریف لے آئے

جناب قشیری فرماتے ہیں میں نے ابوعبدالرحمٰن سلمی سے کہتے سنا کہ میں نے محمد بن حسن بغدادی سے سنا۔ وہ فرماتے تھے جناب ابوالحدید نے کہا کہ میں نے مظفر جصاص سے کہتے سنا کہ میں اور نصر خراط ایک رات ایک موضع میں تھے۔ ہم نے علم کے بارے میں باہم گفتگو کی۔ دوران گفتگو خراط موصوف نے کہا بے شک اللہ تعالیٰ کے لیے ذکر کرنے والے کا اس کے اول ذکر میں فائدہ یہ ہے کہ وہ جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے یاد کیا ہے۔ سو وہ اللہ تعالیٰ کا ذکر اپنے ذکر سے کرتا ہے۔ میں (مظفر جصاص) نے اس کی مخالفت کی تو وہ کہنے لگے اگر خضر علیہ السلام یہاں ہوتے تو میری بات کے صحیح ہونے کی گواہی دیتے۔ بیان کرتے ہیں کہ ہم ابھی مذاکراہ میں تھے کہ اچانک ایک شیخ آسمانوں اور زمین کے درمیان سے ہماری طرف آتا دکھائی دیا۔ حتیٰ کہ جب وہ ہمارے پاس آ گیا تو اس نے سلام کیا اور کہنے لگا نصر خراط نے سچ کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لیے ذکر کرنے والا دراصل اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہی اس کا ذکر کرتا ہے اس سے ہمیں معلوم ہو گیا کہ یہ شخص خضر علیہ السلام ہیں۔

حضرت شیخ نصر رحمۃ اللہ علیہ

ولی اللہ کو لوگوں کے دل کے خیالات معلوم ہوتے ہیں

آپ ابوالبیان دمشقی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد ہیں۔ شیخ جلال الدین بصروی نے اپنی کتاب ''تحفۃ الانام فی فضائل الشام فی ترجمۃ الشیخ ابی البیان'' میں لکھا ہے کہ دمشق میں شیخ الطائفہ البیانیہ'' انہی کی طرف منسوب ہے۔ مزید لکھا ہے کہ یہ وقف مکانات جو شیخ ابوالبیان کی طرف منسوب ہیں یہ ان کی موت کے چار سال بعد تعمیر ہوئے تھے۔ شیخ ابوالبیان کی صحبت میں بیٹھنے والے حضرات نے اس کی تعمیر پر اتفاق کیا۔ لکھا کہ حکایت بیان کی جاتی ہے کہ جب انہوں نے اس کی تعمیر کے لیے اٹھ کیا تو ملک نورالدین شہید نے اپنا ایک ایلچی ان کی طرف بھیجا اور اس کی تعمیر سے منع کیا۔ جب ملک نورالدین شہید کا ایلچی ان کے پاس پہنچا تو ان میں سے ایک شخص جس کا نام نصر تھا، باہر نکلا اور ایلچی سے کہا تو محمود کا ایلچی ہے اور فقراء کو تعمیر کرنے سے روکتا ہے؟ وہ کہنے لگا ہاں۔ نصر نے کہا جاؤ واپس ملک نورالدین سے کہو اس علامت کے صدقہ جو رات کے وقت تم نے اللہ تعالیٰ سے سوال کیا تھا اور وہ بھی باطن میں کیا تھا کہ اے اللہ! مجھے میری فلاں بیوی سے لڑکا عطا فرما اس کے صدقہ تم شیخ کی جماعت سے چھیڑ چھاڑ نہ کرو اور نہ ہی ان کی تعمیر کرنے سے روکو۔ چنانچہ ایلچی واپس آیا اور ملک نورالدین کو یہ بات سنائی تو وہ کہنے لگا اللہ عظیم کی قسم! میں نے یہ بات کسی انسان سے ہرگز نہیں بیان کی تھی۔ پھر ملک موصوف نے دس ہزار درہم اور ایندھن و لکڑیوں کے سو بوجھ دینے کا حکم دیا۔ ان سے وہ مسافر خانہ یا وقف مکانات تعمیر ہوئے اور ملک نے جسرین میں موجود ایک مکان بھی وقف کر دیا۔

سیدہ نصرہ رحمۃ اللہ علیہا

موصوفہ ہمارے گاؤں اجزم میں رہائش پذیر تھی۔ صالحہ عورت تھی۔ عورتوں کو اللہ تعالیٰ کے ذکر کے لیے جمع کیا کرتی تھی۔ اس کی بہت سی کرامات اور خوارق عادت نے شہرت پائی۔ میں نے اس عورت کا نہ وقت دیکھا اور ملاقات نہ ہو سکی۔ ہاں میرے والد گرامی جناب شیخ اسماعیل نبہانی اور میری والدہ حاجن حاکمہ بنت محمد بن عبدالرحمن نبہانیہ نے اس سے ملاقات کی۔ دونوں اس وقت تقریباً نوے سال کی عمر میں موجود ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان دونوں کی حفاظت فرمائے اور مجھ پر ان کی رضامندی تا دیر رکھے۔ دونوں حضرات گاؤں کے دوسرے لوگوں کی طرح موصوفہ نصرہ کے بہت معتقد ہیں اور اسے اللہ تعالیٰ کی ولیہ سمجھتے ہیں۔

گائے چور کے لیے خنزیر بن گئی

موصوفہ کی کرامات میں سے ایک کرامت مجھے میرے والد گرامی نے بتائی۔ فرمایا کہ موصوفہ کا رنگ سیاہ تھا۔ اس کی زندگی میں اس کے پاس بکثرت گائیں تھیں۔ ایک رات چور آئے انہوں نے گائیوں میں سے چند گائیں پکڑ لیں۔ جب چوری کر کے موصوفہ کے مکان سے باہر نکلے تو دیکھا کہ گائیں نہیں ہیں بلکہ وہ تو خنزیر ہیں۔ انہوں نے انہیں وہیں چھوڑ دیا اور چلے گئے۔ پھر واپس آئے۔ اس طرح انہوں نے کئی مرتبہ گائیں چرانے کی کوشش کی لیکن ہر مرتبہ گائیں خنزیر کی صورت بن جاتیں۔ جب ناامید ہو گئے تو چھوڑ کر چلے گئے۔ یہ ایک عظیم کرامت ہے۔ اللہ تعالیٰ موصوفہ سے ہمیں بھی نفع بخشے۔

حضرت نضر بن شمیل رحمۃ اللہ علیہ

چادر کا کپڑا لمبا ہو گیا

جناب نضر بیان کرتے ہیں میں نے ایک چادر خریدی تو وہ چھوٹی نکلی۔ میں نے اپنے پروردگار سے سوال کیا کہ وہ میری خریدی ہوئی چادر کو لمبا کر دے اور وہ بھی صرف ایک گز۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان کا سوال پورا کر دیا۔ جناب نضر فرماتے ہیں اگر میں زیادہ لمبائی کی درخواست کرتا تو وہ زیادہ لمبی ہو جاتی۔ (قالہ القشیری)

حضرت نظام الدین خاموش رحمۃ اللہ علیہ

دل کے خیالات پر ولی مطلع ہوتا ہے

آپ شیخ محمد علاؤ الدین عطار نقشبندی کے خلیفہ ہیں۔ بعض اکابر نے ذکر فرمایا موصوف ایک مجلس میں تھے۔ وہاں سے ایک خوبصورت لونڈی جو شیخ نظام الدین کی لونڈیوں میں سے تھی کا گزر ہوا۔ اس بڑے آدمی کے دل میں خیال آیا یہ لونڈی میری طرف دیکھے گی یا نہیں؟ شیخ نظام الدین نے اسی وقت فرمایا اپنے دل کے خیالات کی حفاظت کیا کرو۔ تاکہ وہ گندگی اور نجاست سے آلودہ نہ ہوں، کیونکہ اولیاء کرام دلوں کے خیالات کے جاسوس ہوتے ہیں۔ تمہارے خطرات قلبیہ کو وہ جانتے

ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

بیماری اپنے اوپر ڈال لی

شیخ الاسلام عصام الدین مشہور نحوی ایک مرتبہ شدید بیمار پڑ گئے جس سے موت نظر آنے لگی۔ شیخ عصام الدین آپ کے معتقد تھے۔ ان کی اولاد شیخ نظام الدین کے پاس روتی ہوئی آئی۔ آپ کو دعوت دی کہ ہمارے والد بزرگوار کی عیادت کو تشریف لے چلیں۔ آپ گئے اور ان کی بیماری کو اپنے اوپر ڈال لیا۔

شیخ نظام الدین موصوف کا بیٹا جنات کی تسخیر میں مشہور تھا۔ سلطان کے گھر کی عورتیں اور دوسری مشہور شخصیات کی عورتیں اس کے پاس آتی جاتی تھیں۔ ایک حسد کرنے والے نے اس پر تہمت لگا دی کہ یہ شخص سلطان کی کسی عورت سے محبت کرتا ہے اور شکایت سلطان تک پہنچا دی۔ سلطان نے اس لڑکے کو شہر بدر کر دیا اور شیخ کو بھی اس حالت میں سلطان کے پاس لایا گیا جو ان کی شایان شان نہ تھی۔ جب شیخ موصوف سلطان کے پاس پہنچے تو اس نے انہیں چھوڑ دینے کا حکم دے دیا۔ اس میں انہیں قصوروار نہ سمجھا لیکن اس معاملہ کو مولانا، صام الدین نے کوئی اہمیت نہ دی۔ حالانکہ وہ اس وقت شیخ الاسلام تھے اور آپ کی بات سلطان مان لیتا تھا۔ اس رویہ کی وجہ سے شیخ نظام الدین موصوف نے مولانا عصام الدین کو اپنی ضمانت سے خارج کر دیا۔ حالانکہ اس سے قبل آپ مولانا کی بیماری خود اپنے ڈال چکے تھے۔ جونہی شیخ موصوف نے ضمانت واپس کی اسی وقت مولانا عصام الدین کا انتقال ہو گیا۔

ایک شخص نے شیخ موصوف سے کہا فلاں آدمی نے آپ کے بارے نازیبا الفاظ کہے ہیں آپ غصہ میں آ گئے اور دیوار پر ایک لکیر کھینچی وہ شخص اسی وقت مر گیا۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حمایت

لوگوں نے ایک مرتبہ ان کے شیخ کے سینہ کو ان کے خلاف گرمایا۔ تو شیخ نے انہیں سمرقند سے جغانیاں طلب کیا۔ جب وہاں پہنچے تو ان کے سامنے کافی دیر مراقبہ میں پڑے بیٹھے رہے۔ فرمایا تو نے مجھے کبوتر سمجھا۔ حالانکہ شیخ باز ہوتا ہے۔ میں شیخ سے بھاگتا رہا اور وہ میرے پیچھے تھے حتیٰ کہ میں ان کی گرفت سے بچ نکلنے میں عاجز آ گیا۔ میں فوراً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حمایت میں داخل ہو گیا اور آپ کے انوار میں چھپ گیا۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ عالیہ سے یہ آواز سنائی دی "نظام الدین مجھ سے ہے" پھر مجھ میں تصرف کی انہیں قوت نہ رہی اور گھر میں مقیم رہے۔ کئی دن بیمار رہے ان کی بیماری کا سبب کسی کو معلوم نہ ہوا۔

سیدنا حضرت امام ابو حنیفہ نعمان بن ثابت رحمۃ اللہ علیہ

حضرت امام اعظم سیدنا نعمان بن ثابت رحمۃ اللہ علیہ امام الائمہ و سراج الامت ہیں۔ ان چار اماموں میں سے ایک ہیں جن کے مذاہب پر جمہور امت محمدیہ ان کے دور سے آج تک کاربند ہے۔ اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوا۔

جیسا فرمایا ویسا ہی ہوا

ابن جوزی بیان کرتے ہیں خلیفہ منصور نے امام ابوحنیفہ، ثوری، مسعر اور شریک کو بلوایا تاکہ قضا کا عہدہ ان کے سپرد کیا جائے۔ امام ابوحنیفہ نے کہا میں تمہارے میں ایک تخمینہ لگاتا ہوں۔ وہ یہ ہے کہ میں اس عہدہ کو قبول کرنے سے حیلہ کروں گا اور چھٹکارا پالوں گا۔ رہے جناب مسعر وہ جان بوجھ کر احمق بن کر گلو خلاصی کر لیں گے اور جناب سفیان بھاگ جائیں گے۔ لیکن جناب شریک کو یہ ذمہ داری اٹھانی پڑے گی۔ پھر وہی ہوا جو امام موصوف نے فرمایا تھا۔

تقویٰ میں کمال

امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے مناقب میں سے یہ بھی ہے کہ آپ نے عشاء کے وضو سے صبح کی نماز چالیس سال متواتر ادا فرمائی۔ امام موصوف رحمۃ اللہ علیہ اس شخص کی دیوار کے سایہ میں آرام نہ کرتے جس سے آپ نے قرض وصول کرنا ہوتا۔ اور فرمایا کرتے تھے کل قرض جر نفعا فھو ربا، ہر وہ قرض جو نفع کو کھینچ کر لائے وہ سود ہوتا ہے۔ آپ عام راتوں میں ایک رکعت میں پورا قرآن کریم ختم کر دیا کرتے تھے۔ آپ اس قدر روتے کہ پڑوسیوں کو بھی ترس آ جاتا تھا۔ جس مکان میں آپ نے انتقال فرمایا اس جگہ آپ نے سات ہزار مرتبہ قرآن کریم پڑھا تھا۔

جناب عبداللہ بن مبارک امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرتے ہیں آپ نے چالیس سال تک پانچوں نمازیں ایک وضو سے ادا فرمائیں۔

امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ایک مرتبہ ایک شخص نے مجھے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے رد میں لکھی ایک کتاب پر مطلع کیا۔ میں نے اسی رات واقعتاً امام اعظم ابوحنیفہ کو دیکھا کہ آپ تقریباً ستر گز اسی دن پھیلے ہوئے ہیں۔ اور آپ کا نور ایسے تھا کہ سورج کا نور ہوتا ہے اور میں نے اس عالم کو بھی آپ کے سامنے دیکھا جس نے آپ کے رد میں کتاب لکھی تھی۔ اس کی شکل سیاہ چیونٹی کی طرح تھی۔ امام موصوف نے 150 ھ میں انتقال فرمایا۔

حضرت نعمت اللہ صفدی مجذوب رحمۃ اللہ علیہ

شیخ موسیٰ کناوی بیان کرتے ہیں آپ دراصل بنو صخر سے تھے جو غور بیسان میں ایک عرب قبیلہ کا نام ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر احسان فرمایا اور حالت جذب عطا کر دی۔ پھر آپ صفد شہر میں سکونت پذیر رہے۔ آپ گندمی رنگ کے طویل القامت بزرگ تھے۔ سخت مزاج بھی تھے۔ آپ کی بہت سی کرامات اور مشہور خوارق عادت ہیں۔

موت کی پہلے سے خبر دے دی

صفد شہر میں شیخ موصوف کے دور میں ایک شخص نائب سلطان تھا۔ اس نے ایک دن آپ سے کہا میں نے آپ کے لیے قبر بنوادی ہے۔ یہ سن کر شیخ نعمت نے فرمایا بلکہ تو نے تو اپنی تھوڑی کے لیے بنوائی ہے۔ پھر وہ نائب تھوڑے ہی عرصے بعد فوت ہو گیا اور اسی جگہ دفن کیا گیا جس کا اس نے شیخ کے لیے بطور قبر ذکر کیا تھا۔

لکڑی مار کر تالا کھول دیا

صفد شہر کا نائب (جس کا ذکر پچھلی کرامت میں ہوا) بڑا ظالم اور جابر تھا۔ اس نے ایک جماعت کو ظلماً پکڑ کر قید میں ڈال دیا۔ شیخ نعمت موصوف کا ان قیدیوں کے پاس سے گزر ہوا تو انہوں نے شیخ سے استغاثہ کیا اور مدد طلب کی۔ بیان کیا جاتا ہے کہ آپ کے ہاتھ میں لکڑی تھی بعض نے کہا کہ لکڑی کا پچھلا حصہ تھا۔ آپ نے وہ قید خانے کے دروازے پر مارا جس پر بہت بڑا تالا پڑا ہوا تھا تالا ٹوٹ گیا اور دروازہ کھل گیا۔ قیدی وہاں سے نکل کر بھاگ گئے اور اپنے اپنے شہر چلے گئے۔ لوگوں میں اس بات کا بہت چرچا ہوا اور شور مچا اور نائب پر خوف و ذلت طاری ہوگئی۔ 902ھ میں آپ نے صفد میں ہی انتقال فرمایا۔

علامہ مناوی بیان کرتے ہیں صفد میں مدفون نعمت ایک ایسے ولی تھے جو صاحب تصرف تھے۔ آپ کی بہت سی کرامات ہیں جن میں سے ایک یہ بھی ہے۔

قبر سے نکل کر چوروں کو بھگانا

آپ کی ایک کرامت یہ بھی ہے کہ آپ اپنی قبر سے باہر تشریف لایا کرتے اور چوروں کو بھگا دیا کرتے تھے اور چوری کیا ہوا سامان ان سے چھڑا لیا کرتے تھے۔ آپ کا آٹھویں صدی ہجری میں انتقال ہوا۔ بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ آپ وہی ''نعمت اللہ ہیں جن کا غزی نے ذکر کیا ہے۔ اشتباہ صرف تاریخ میں واقع ہوا ہے۔ واللہ اعلم

حضرت نعمت اللہ بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ

سلسلہ قادریہ کے عظیم بزرگ اور سرکار غوث جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے خاندان سے ہیں۔ آپ ان اکابر اولیاء کرام میں سے ہیں جن کی ولایت پر تمام کا اتفاق و اجماع ہے۔ آپ ہندوستان میں پیدا ہوئے پھر مکہ مکرمہ تشریف لے گئے اور وہاں کی مجاوری اختیار فرمائی جن شیوخ سے آپ نے طریقت حاصل کی ان میں شیخ ابوبکر بن سالم باعلوی بھی ہیں۔ آپ ابتداء میں ریاضت و مشقت کرتے رہے اور کئی کئی مہینے متواتر نہ کھاتے نہ پیتے۔ آپ غار میں چھپے رہتے۔ جب غار سے باہر آتے تو علوم و معارف بھری باتیں کرنے لگتے آپ کی کرامات اس قدر تواتر سے ہیں کہ ان کا شمار ناممکن ہے۔ علامہ ابراہیم دہان نے آپ کی کرامات جمع کرنے کے لیے ایک کتاب تصنیف کرنے کا پروگرام بنایا۔ اس کا انہوں نے کسی سے بھی تذکرہ نہ کیا تھا کچھ عرصہ بعد علامہ موصوف جناب نعمت اللہ مذکور کے گھر آئے۔ آپ نے فرمایا اے شیخ ابراہیم! کیا بارش کے قطرات کسی انسان کے لیے شمار کرنے ممکن ہیں؟ عرض کیا نہیں۔ فرمایا ہماری کرامات بھی اسی طرح ہیں۔ یہ سن کر علامہ ابراہیم نے کتاب لکھنے کا ارادہ تبدیل کر دیا یہ بھی آپ کی ایک کرامت ہے۔

بخار آپ کے قبضہ میں تھا

آپ کی ایک کرامت یہ ہے کہ بخار آپ کے قبضہ میں دے دیا گیا تھا۔ آپ جس منکر پر چاہتے ایک دن، دو دن یا کئی دن یا کئی مہینے بخار کو مسلط کر دیتے۔

اتفاق سے ایک مرتبہ ایک بڑے رومی آدمی کے پاس موسم میں تشریف لے گئے۔ اس نے آپ کی کوئی آؤ بھگت نہ کی۔ آپ کو غصہ آ گیا اور بخار کو حکم دیا اے بخار! اسے پکڑ لے اسی وقت بخار اس پر سوار ہو گیا اور وہ شخص اسی رات قبر میں پہنچ گیا۔

ایسا ہی ایک واقعہ یہ ہے کہ آپ ایک مرتبہ مصری حاجیوں کے امیر، امیر رضوان کے پاس گئے۔ اس وقت اس امیر کے ہاں مکہ شریف کے علماء میں سے شیخ مکی فروخ بھی تھے۔ آپ کو دیکھ کر شیخ مکی ادبا کھڑے ہو گئے لیکن امیر نہ اٹھا اور لا پروائی برتی۔ آپ اس سے ناراض ہو گئے اور اس سے چند کھری کھری باتیں کر کے باہر نکل گئے اور بخار کو حکم دیا اے بخار! اس پر سوار ہو جا۔ اسی وقت وہ بخار میں مبتلا ہو گیا پھر شیخ مکی نے آپ کی طرف معذرت کا پیغام بھیجا اور آپ سے معافی طلب کی۔ آپ نے فرمایا اگر واقعی ایسا ہے تو تین دن بخار رہے گا حتیٰ کہ یہ اپنے تکبر سے باز آئے اور تواضع اختیار کرے۔ پھر تین دن بخار رہا۔ جب اترا تو بہت کمزور ہو چکا تھا۔

اللہ کے حکم سے مار دینا

آپ اللہ کے اذن سے مار دیا کرتے تھے۔ اتفاق سے ایک شخص پر ناراض ہو گئے تو فرمایا مر جا وہ اسی وقت مر گیا۔

پچاس کے بدلہ پچاس ہزار

ایک متوسط قسم کا تاجر لباس وغیرہ کے ذریعہ آپ کی خدمت سرانجام دیا کرتا تھا۔ اس کے پاس آپ کے نام کے پچاس پیسے جمع ہو گئے۔ ایک دن آپ کے پاس آیا آپ نے اس سے پوچھا ہمارے ہاں تمہارے لیے کس قدر رقم جمع ہو چکی ہے؟ کہنے لگا پچاس پیسے۔ آپ نے فرمایا مذکورہ رقم لے لو یا چھوڑ دو اور ہم اس کے عوض تمہیں پچاس ہزار پیسے دیں گے؟ اس نے عرض کیا اس کا فیصلہ آپ کے ہاتھ میں ہے۔ آپ نے پوچھا تمہارا دل اس سے خوش ہے؟ کہنے لگا خوش ہے۔ آپ نے فرمایا جاؤ اور جا کر اس سے مشورہ کرو جس پر تمہیں اعتماد ہے۔ چنانچہ تاجر مذکور چلا گیا۔ اپنی پھوپھی کے پاس گیا جو اس سے محبت کرتی تھی اور اسے اس سے پیار تھا۔ اسے شیخ کی گفتگو سے آگاہ کیا اس نے مشورہ دیا کہ مطلوبہ رقم نہ لینا۔ تاجر واپس آیا اور عرض کرنے لگا یا سیدی! میں نے وہ رقم آپ کو چھوڑ دی ہے۔ فرمایا جاؤ ہم تمہارے ساتھ کیا گیا وعدہ پورا کریں گے۔ چنانچہ دنیا نے اس تاجر کی طرف رخ کر لیا۔ ابھی تھوڑی ہی مدت گزری تھی کہ وہ پچاس ہزار پیسے کے لگ بھگ کا مالک ہو گیا۔

ولی کی سفارش رد کرنے کی سزا

آپ شریف مکہ نامی بن عبدالمطلب کے پاس ایک شخص کی سفارش کے لیے تشریف لے گئے۔ اس نے آپ کی سفارش قبول نہ کی۔ آپ اس کے ہاں سے یہ کہتے ہوئے باہر تشریف لائے۔ ''اس نے ہماری سفارش قبول نہیں کی ہم اسے اور اس کے بھائی کو اسی جگہ پھانسی دیتے ہیں''۔ ابھی زیادہ عرصہ نہ گزرا تھا کہ مصر سے فوج آئی اور شریف مکہ کا منصب انہوں نے زید بن محسن کو دے دیا اور شریف نامی بن عبدالملطلب اس کے ساتھی اور اس کے بھائی کو گرفتار کر لیا اور ان دونوں کو مدعی کے پاس اسی مکان میں پھانسی دے دی جس کا ذکر شیخ نعمت اللہ موصوف نے کیا تھا۔

بھوک نہ آئے گی

ایک کرامت آپ کی یہ تھی جس کی خبر ہمیں ہمارے شیخ برکت العصر جناب حسن عجیمی رحمۃ اللہ علیہ نے دی۔ وہ یہ کہ شیخ حسن مذکور کے والد گرامی نے ایک دن شیخ نعمت اللہ موصوف سے عرض کیا یا سیدی! میں اپنی اولاد کے بارے میں بھوک کا خوف محسوس کرتا ہوں۔ آپ نے انہیں ارشاد فرمایا تمہاری اولاد بھوکی نہیں رہے گی۔ ہمارے شیخ فرماتے ہیں میں بحمد للہ کبھی ایسا بھوکا نہیں رہا اور نہ ہوں گا کہ جس سے مجھے مشقت برداشت کرنا پڑے۔ شیخ نعمت اللہ موصوف نے 1046ھ میں انتقال فرمایا۔ مکہ مکرمہ میں ہی فوت ہوئے۔ وصال کے وقت ان کی عمر 74 سال تھی۔

سیدہ نفیسہ بنت حسن بن زید بن حسن بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم

وضو کا پانی اسلام کا سبب بن گیا

آپ اپنے دور سے آج تک مصر کے لیے برکت ہیں۔ بیان کیا جاتا ہے کہ جب سیدہ موصوفہ رحمۃ اللہ علیہا مصر تشریف لائیں اور جمال الدین عبداللہ بن جصاص کے گھر قیام فرمایا اور کئی ماہ ٹھہریں۔ آپ کے ہمسائے یہودی تھے۔ ان میں سے ایک یہودی عورت کی لڑکی لنجی تھی جو چلنے پھرنے سے بالکل معذور تھی۔ اس کی ماں نے ارادہ کیا کہ حمام میں جائے۔ اس نے اپنی لنجی لڑکی سے کہا کہ تم بھی سوار ہو کر حمام میں چلو۔ لڑکی نے حمام میں جانے سے انکار کر دیا۔ اس کی والدہ نے کہا تو پھر گھر میں اکیلی ہی ٹھہری رہو۔ اس نے کہا میری خواہش ہے کہ میں اپنی نیک اور شریف ہمسائی کے پاس رہنا چاہتی ہوں۔ آپ مجھے وہاں چھوڑ جائیں اور واپس آ کر لے لیں۔ اس کی والدہ، سیدہ نفیسہ رحمۃ اللہ علیہا کے پاس آئی۔ آپ سے اس بات کی اجازت مانگی آپ نے اجازت دے دی۔ ماں نے اپنی لڑکی کو اٹھایا اور لا کر سیدہ نفیسہ کے گھر کے ایک کونے میں رکھ دیا اور چلی گئی۔ پھر سیدہ نفیسہ نے وضو کیا وضو کا پانی بہتے ہوئے اس لنجی لڑکی کی طرف گیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے دل میں یہ خیال ڈالا کہ اس وضو کے بہتے پانی سے کچھ ہاتھ میں لے اور اسے اپنے پاؤں پر تیل کی طرح مل لے۔ اس نے ایسا ہی کیا۔ فوراً تندرست ہو گئی اور اپنے پاؤں پر کھڑی ہو گئی۔ اور یوں چلنے پھرنے لگی گویا اسے کوئی بیماری تھی ہی نہیں۔ ادھر یہ ہو گیا ادھر سیدہ نفیسہ رحمۃ اللہ علیہا اپنی نماز میں مشغول ہیں۔ انہیں اس کا علم بھی نہ ہوا کہ کیا واقعہ ہو گیا۔ پھر جب اس یہودی لڑکی نے سنا کہ اس کی والدہ حمام سے آ چکی ہے تو وہ سیدہ نفیسہ کے گھر سے نکلی اور اپنی والدہ کے گھر آ گئی۔ دروازے پر دستک دی۔ اندر سے ماں نے پوچھا دروازے پر کون ہے؟ کہنے لگی آپ کی بیٹی۔ اس کو دیکھا کہ بالکل تندرست ہے۔ پوچھا یہ کیسے ہوا؟ اس نے جو کچھ کیا تھا وہ بتا دیا۔ سن کر اس کی ماں رو پڑی اور کہنے لگی خدا کی قسم! یہی (مسلمانوں کا) دین صحیح ہے اور جس دین پر ہم ہیں وہ برا دین ہے۔ پھر اس کی والدہ، سیدہ نفیسہ رحمۃ اللہ علیہا کے پاس آئی اور بڑھ کر سیدہ کے قدم مبارک چوم لیے اور آپ سے کہنے لگی اپنا ہاتھ بڑھائیے۔ پھر پڑھا انا اشھد ان لا الہ الا اللہ وان جدك محمد رسول الله، میں گواہی دیتی ہوں کہ معبود برحق صرف اللہ ہے اور تمہارے جد امجد جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔ یہ ماجرا دیکھ کر سیدہ نفیسہ نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور اس کی ہدایت پر اللہ کی تعریف کی

اور گمراہی سے اسے بچانے پر اس کی حمد بجالائیں۔ پھر یہ عورت اپنے گھر چلی گئی۔ جب لڑکی کا باپ آیا جس کا نام ایوب تھا اور لقب ابوالسرایا تھا اپنی قوم کی جانی پہچانی شخصیت تھا، اس نے دیکھا کہ اس کی لڑکی کی حالت ٹھیک ہوچکی ہے وہ خوشی سے بے خود ہوگیا۔ اپنی بیوی سے پوچھا یہ کیونکر ہوا؟ اس کی بیوی نے سیدہ نفیسہ کے ساتھ اس لڑکی کا ہونے والا واقعہ بیان کردیا۔ سن کر یہودی نے اپنا سر آسمان کی طرف اٹھایا اور کہنے لگا سبحانك هديت من تشاء و أضللت من تشاء والله هذا هو الدين الصحيح ولا دين الا دين الإسلام۔ اے اللہ! تو پاک ہے جسے تو چاہتا ہے ہدایت دے دیتا ہے اور جسے تو چاہتا ہے گمراہ کردیتا ہے۔ خدا کی قسم! یہی دین صحیح ہے اور دین اسلام کے سوا کوئی دین نہیں۔ پھر سیدہ نفیسہ کے گھر کی طرف آیا اور ان کی دہلیز پر اپنے رخسار رگڑے اور مسلمان ہوگیا۔ اور کہا اشهد ان لا اله الا الله وان جدك محمد رسول الله، میں گواہی دیتا ہوں کہ معبود برحق صرف اللہ ہے اور تمہارے جد امجد جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ پھر لڑکی کے اسلام لانے کی خبر مشہور ہوگئی۔ اسی طرح اس کی ماں اور اس کے باپ کا اسلام لانا بھی مشہور ہوگیا۔ اور سیدہ نفیسہ کے اور بھی بہت سے یہودی ہمسائے مسلمان ہوئے۔

گمشدہ قیدی واپس آگیا

سیدہ نفیسہ رحمۃ اللہ علیہا کی ایک کرامت یہ بیان کی گئی ہے کہ ایک شخص نے ایک ذمی عورت سے شادی کی اس سے ایک لڑکا پیدا ہوا تو سفر پہ نکلا دوران سفر دشمن نے پکڑ کر قید میں ڈال دیا۔ جب اس کی ماں کو علم ہوا تو وہ گرجا میں جاکر اس کی رہائی اور واپسی کی گڑگڑا کر دعا مانگنے لگی لیکن کامیابی نہ ہوئی۔ اس نے ایک دن اپنے خاوند سے کہا معلوم ہوا ہے کہ تم مسلمانوں میں ایک عورت ہے جس کا نام نفیسہ ہے جو امام حسن کی صاحبزادی ہے، اس کی طرف جاؤ۔ شاید وہ میرے بچے کے لیے دعا کرے اور بچہ آجائے۔ اگر دشمن کی قید سے نجات پاگیا تو میں اس بی بی کے ہاتھ پر مسلمان ہوجاؤں گی۔ چنانچہ اس کا خاوند گھر سے نکلا اور سیدہ نفیسہ کے گھر آیا اور اس کمرے میں گیا جہاں آپ عبادت کیا کرتی تھیں اور آپ کو واقعہ سنادیا۔ میری درخواست پر سیدہ نے دعا کی جب رات ہوئی تو اچانک کسی نے دروازے پر دستک دی۔ عورت اٹھی دروازہ کھولا تو اچانک اپنے سامنے اپنے لڑکے کو کھڑا پایا۔ اس سے پوچھنے لگی بیٹا! کیسے رہائی ملی؟ کہنے لگا مجھے خود معلوم نہیں۔ مگر اتنا جانتا ہوں کہ ایک قدرتی ہاتھ میری زنجیروں او ہتھکڑیوں پر پڑا اور کسی کہنے والے نے کہا کہ اسے چھوڑ دو۔ کیونکہ اس کی رہائی کی سفارش نفیسہ بنت حسن نے کی ہے۔ پھر مجھے صرف یہی پتہ چلا کہ میں اپنے دروازے پر موجود ہوں۔ یہ واقعہ اور کرامت دیکھ کر وہ عورت مسلمان ہو گئی اور خوب مسلمان ہوئی۔

دریائے نیل میں پانی بھر گیا

جناب قاضی ابن میسر رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے۔ فرمایا سیدہ نفیسہ رحمۃ اللہ علیہا کے دور میں دریائے نیل کا پانی بہت کم ہوگیا۔ بلکہ بالکل ٹھہر گیا۔ لوگ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی آپ نے انہیں اپنا دوپٹہ عطا فرمایا انہوں نے وہ دوپٹہ

دریائے نیل میں ڈالا تو اسی وقت دریا کا پانی بلند ہونا شروع ہو گیا اور دریا بھر گیا۔

موجودہ شکل نظر سے اوجھل کر دی

بعض مشائخ نے بیان فرمایا سیدہ نفیسہ کی زندگی میں ایک امیر بہت ظالم تھا۔ اس نے ایک آدمی کو طلب کیا تا کہ اسے ظلم کی چکی میں ڈالے۔ یہ شیخ سیدہ نفیسہ کے ہاں گیا اور درخواست کی کہ میری مدد اور پشت پناہی فرمائیں۔ آپ نے اس کے لیے خلاصی کی دعا مانگی اور دعا کے بعد فرمایا جاؤ اللہ تعالیٰ تمہیں ظالموں کی آنکھوں سے اوجھل رکھے گا۔ یہ شخص اس ظالم امیر کے اہل کاروں کے ساتھ روانہ ہو گیا۔ انہوں نے اسے لے جا کر امیر کے سامنے کھڑا کر دیا۔ امیر نے اپنے اہلکاروں سے پوچھا فلاں آدمی کہاں ہے؟ کہنے لگے حضور! یہ آپ کے سامنے کھڑا ہے۔ امیر نے کہا خدا کی قسم! مجھے دکھائی نہیں دیتا۔ کہنے لگے بات دراصل یہ ہے کہ یہ شخص سیدہ نفیسہ رحمۃ اللہ علیہا کے ہاں گیا تھا اور ان سے اس نے دعا کا سوال کیا تھا۔ انہوں نے دعا بھی فرمائی اور ساتھ یہ بھی فرمایا تھا کہ اللہ تعالیٰ تجھے ظالموں کی آنکھوں سے اوجھل رکھے گا۔ یہ سن کر امیر بولا اچھا۔ تو میرا ظلم یہاں تک بڑھ گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مظلوم کو دعا کی برکت سے مجھ سے اوجھل کر دیا۔ اے اللہ! میں تیری طرف توبہ کرتا ہوں پھر اس نے اپنے سر سے کپڑا اتارا جب توبہ کی اور اپنی توبہ میں خلوص دکھایا تو دیکھا کہ وہی شخص اس کے سامنے کھڑا ہے اسے بلایا اور اس کے سر پر بوسہ دیا۔ اسے بہترین کپڑے پہنائے اور اپنی طرف سے اس کا شکریہ ادا کیا۔ پھر اس امیر نے اپنا تمام مال جمع کیا اور فقراء و مساکین پر صدقہ کر دیا اور سیدہ نفیسہ کی طرف ایک لاکھ درہم بھیجے اور ساتھ یہ بھی پیغام بھیجا کہ یہ ہدیہ شکرانے کے طور پر ہے اور اس بندے کی طرف سے ہے جس نے اللہ تعالیٰ کے حضور توبہ کر لی ہے۔ سیدہ نے دراہم لے لیے ان کی تھیلیاں اپنے سامنے رکھیں اور دوسرے دراہم سے ان کو الگ رکھا۔ اس وقت آپ کے پاس چند عورتیں بیٹھی تھیں۔ ان میں سے ایک بولی یا سیدتی! اگر ان درہموں میں کچھ ہمارے لیے رہنے دیں تا کہ ہم ان سے افطار کے لیے کچھ خرید سکیں آپ نے فرمایا اپنے ہاتھ کا کاتا ہوا سوت لو اسے بیچو اور اس سے افطار کے لیے کچھ خرید لاؤ۔ وہ عورت گئی اور کاتا ہوا سوت بیچ کر افطار کے لیے کچھ خرید لائی آپ نے ان درہموں کو ہاتھ تک نہ لگایا۔

ولی کی دعا سے کئی گنا فائدہ لیا

ازہری نے ''الکواکب السیارۃ'' میں سیدہ نفیسہ رحمۃ اللہ علیہا کے مناقب بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ایک عجیب واقعہ ہوا۔ وہ یہ کہ ایک بوڑھی عورت کی چار بیٹیاں تھیں وہ بھی ایک جمعہ سے دوسرے جمعہ تک سوت کاتا کرتیں اور اسے بیچ کر ہفتہ بھر کے لیے کھانے پینے کی اشیاء لے آتیں۔ ایک مرتبہ ان کی والدہ نے کاتا ہوا سوت لیا تا کہ اسے بیچ کر آدھی رقم سے اشیائے خورد و نوش اور آدھی رقم سے روئی لے آئے۔ یہی ان کا ہر ہفتے کا معمول تھا۔ اس نے سرخ رنگ کے کپڑے میں سوت کو لپیٹا اور بازار کی طرف چل پڑی۔ ابھی راستہ میں تھی کہ ایک بہت بڑا پرندہ اس پر جھپٹا اور سوت کی گٹھڑی لے اڑا اور نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ جب بڑھیا نے یہ دیکھا تو بے ہوش ہو کر گر پڑی۔ جب ہوش میں آئی تو کہنے لگی ان یتیم بچیوں کا کیا بنے گا انہیں

غربت وفقیری ہلاک کردے گی۔ وہ یہ کہتے کہتے رو پڑی بہت سے لوگ ارد گرد جمع ہو گئے اور اس سے اصل بات پوچھنے لگے۔ اس نے واقعہ بیان کر دیا تو لوگوں نے کہا کہ سیدہ نفیسہ کے پاس چلی جاؤ وہیں تمہارا مسئلہ حل ہوگا۔ چنانچہ یہ سیدہ کے پاس آ گئی چند آدمی گھر بتانے والے بھی ساتھ تھے۔ سب نے سیدہ سے عرض کیا کہ اس کے حق میں دعا فرمائیں۔ آپ نے فرمایا میں دعا کرتی ہوں۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ اس کی پریشانی دور کرے گا۔ سیدہ نے شفقت فرماتے ہوئے یہ دعا کہی: اللھم یا من علا فاقتدر و ملك فقھر أجبر من أمتك ھذہ ما انکسر۔ اے اللہ! اے وہ ذات جو بلند و بالا ہے اور صاحب قدرت و اقتدار ہے اور بادشاہ ہے اور زبردست ہے۔ اپنی اس خادمہ کی کمی پوری فرمادے۔ فانھم خلقك و عیالك وانك علی كل شئ قدیر۔ یہ تیری مخلوق اور زیر کفالت ہیں اور بے شک تو ہر کام کر سکتا ہے۔ پھر سیدہ نے فرمایا بی بی بیٹھ جاؤ۔ اللہ تعالیٰ کو ہر چیز پر قدرت ہے۔ عورت بیٹھ گئی اور انتظار کر رہی تھی کہ کب دکھ دور ہوتا ہے۔ ادھر اس کے دل میں بچوں کی بھوک کی وجہ سے سخت تنگی بھی تھی۔ تھوڑی دیر گزرنے کے بعد اچانک چند آدمی جماعت کی شکل میں آئے تو کہنے لگے ہمارے ساتھ عجیب معاملہ ہوا ہم مسافر لوگ ہیں اور ہم مدتوں سے دریا وسمندر میں کام کرنے والے ہیں اور ہم اللہ تعالیٰ کے احسان سے بالکل سلامتی میں ہیں۔ لیکن اس دفعہ جب ہم تمہارے شہر کے قریب پہنچے تو جس کشتی میں ہم سوار تھے اس میں سوراخ ہو گیا اور پانی اس میں بھرنے لگا۔ ہم بالکل ڈوبنے کے قریب تھے ہم برابر سوراخ کو بند کرنے کی کوشش کر رہے تھے لیکن ہم سے وہ بند نہ ہو سکا۔ اچانک ایک بہت بڑا پرندہ اڑتا ہوا آیا اور اس نے ہم پر ایک سرخ رنگ کے کپڑے کی گٹھڑی پھینکی اس میں کاتا ہوا سوت تھا۔ اس سے اللہ تعالیٰ کے حکم سے سوراخ بند ہو گیا ہم اپنی سلامتی کے شکر کے طور پر پانچ سو دینار لائے ہیں۔ یہ سن کر سیدہ نفیسہ رحمۃ اللہ علیہا رو پڑیں اور عرض کرنے لگیں۔ إلھی و سیدی و مولائی ما أرحمك و ألطفك بعبادك۔ میرے اللہ! میرے مولا! میرے آقا! تو اپنے بندوں پر کس قدر مہربانی اور لطف فرمانے والا ہے۔ پھر سیدہ نے بڑھیا کو بلایا جو سوت کی گمشدگی سے پریشان تھی۔ اسے فرمایا تم سوت کتنے کا بیچتی تھی؟ کہنے لگی بیس درہم کا۔ آپ نے اسے پانچ سو دینار دیے اس نے لے لیے اور اپنی بچیوں کے پاس گھر واپس آ گئی اور انہیں سارا واقعہ کہہ سنایا۔ انہوں نے سوت کاتنے کا کام چھوڑ دیا اور سیدہ نفیسہ رحمۃ اللہ علیہا کی خدمت میں آئیں ان کے ہاتھوں کو چوما اور ان سے برکت حاصل کی۔ (قالہ السخاوی)

علامہ مناوی لکھتے ہیں کہ سیدہ نفیسہ رحمۃ اللہ علیہا 145 ھ میں مکہ شریف میں پیدا ہوئیں اور مدینہ منورہ میں عبادت وزہد میں پروان چڑھیں۔ دن کو روزہ اور رات کو اللہ تعالیٰ کی یاد میں قیام فرماتیں۔ اسحاق مؤتمن بن جعفر صادق سے شادی ہوئی۔ پھر آپ مصر تشریف لے آئیں اور یہاں 208ھ میں انتقال فرمایا۔ آپ کی ولایت اور کرامات شہرت یافتہ ہیں جب وفات کا وقت قریب آیا تو آپ روزہ سے تھیں۔ حاضرین نے روزہ توڑنے کے لیے اصرار کیا تو فرمایا ہائے افسوس! میں تیس سال سے اللہ تعالیٰ سے سوال کر رہی ہوں کہ میں جب اس سے ملوں تو روزہ سے ہوں۔ کیا اب میں روزہ توڑ دوں؟ یہ کبھی نہیں ہو سکتا۔ پھر سیدہ نے سورۂ انعام کی تلاوت شروع کی۔ جب اللہ تعالیٰ کے اس قول پر پہنچیں لھم دار السلام عند ربھم تو انتقال فرما گئیں۔ آپ نے اپنی قبر پہلے ہی سے کھدوا رکھی تھی۔ اس میں اترتیں اور نماز ادا کرتی تھیں۔ آپ نے اس میں چھ ہزار مرتبہ

قرآن کریم ختم کیا۔ جب انتقال فرمایا تو اردگرد کی تمام بستیوں کے لوگ جمع ہو گئے انہوں نے چراغ جلائے اور اس رات مصر کے ہر گھر سے رونے کی آواز آئی۔ آپ کے انتقال کا بہت افسوس کیا گیا۔ آپ کی نماز جنازہ میں اس قدر لوگوں کا اژدحام تھا کہ ایسا کبھی دیکھنے میں نہ آیا۔ تمام گلیاں، میدان اور دیگر جگہیں لوگوں سے بھری ہوئی تھیں۔ پھر آپ کو اسی قبر میں دفن کیا گیا جو پہلے سے تیار تھی۔ وہ آپ نے اپنے گھر میں بنوائی تھی۔ مراغہ میں درب السباع کے نام سے مشہور ہے۔ آپ کی ایک کرامت یہ بھی ہے کہ آپ کی خادمہ جو ہر رات کو اٹھ کر آپ کے لیے وضو کے لیے پانی لینے باہر نکلی۔ اس رات بہت بارش ہو رہی تھی وہ بارش میں ہی باہر نکل گئی جب واپس آئی تو اس کے قدم بھی گیلے نہ ہوئے تھے۔ سیدہ نفیسہ کی قبر قبولیت دعا کے لیے معروف ہے۔ اس پر رعب اور نور محسوس ہوتا ہے۔ ہر طرف سے لوگ زیارت کرنے آتے ہیں ان کے خاوند نے انہیں مدینہ منورہ لے جانے کا ارادہ کیا تا کہ جنت البقیع میں دفن کیا جائے۔ اہل مصر سے اس بارے میں پوچھا گیا تو ان سب نے آپ کے خاوند سے یہی سوال کیا کہ سیدہ کو حصول تبرک کے لیے یہیں مصر میں ہی رہنے دیا جائے۔ ان کے خاوند کو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت ہوئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابو اسحاق! نفیسہ کے بارے میں اہل مصر سے جھگڑا نہ کرو۔ اس کی برکت سے ان پر رحمتیں نازل ہوں گی۔

حضرت نور الدین شہید رحمۃ اللہ علیہ

ان کا ذکر ان کے نام محمود میں ہو چکا ہے۔

حضرت نور الدین طرابلسی رحمۃ اللہ علیہ

نام علی میں ان کا ذکر ہو چکا ہے۔

حضرت نور الدین شونی رحمۃ اللہ علیہ

ان کا ذکر بھی علی نام والے بزرگوں میں ہو چکا ہے۔

حضرت نور الدین زیادی رحمۃ اللہ علیہ

علی نام والے اولیاء کرام میں ان کے حالات بیان ہو چکے ہیں۔

حضرت نور الہدیٰ ابن ولی کبیر آق شمس الدین رحمۃ اللہ علیہ

لعاب دہن لگایا تو داڑھی اگ آئی

آپ مجذوب مغلوب العقل پیدا ہوئے۔ شیخ آق شمس الدین کے زمانہ میں ایک بہت بڑا امیر ابن عطار تھا اس کی داڑھی اور مونچھیں بالکل پیدا نہ ہوئی تھیں۔ اس کی شیخ آق شمس الدین سے ملاقات ہوئی۔ وہ اس وقت سلطان محمد خان کے پاس جا رہا تھا۔ گزرتے ہوئے تھوڑی دیر کے لیے ان کے پاس بیٹھ گیا اس دوران یہ شیخ کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ شیخ کا مجذوب بیٹا نور

الہدیٰ مذکور آیا۔ ہنس کر اس نے ابن عطار کی طرف دیکھا اور کہنے لگا یہ تو مرد نہیں بلکہ عورت ہے۔ شیخ یہ سن کر اپنے بیٹے پر بہت غصہ میں آئے۔ ادھر امیر نے شیخ سے التجا کی کہ وہ مجذوب بچے کو گفتگو کرنے سے نہ روکیں۔ پھر امیر نے مجذوب سے کہا میرے لیے دعا کرو کہ میری داڑھی اگ آئے۔ مجذوب نے اپنے منہ سے بہت سا تھوک لیا ہاتھ پر رکھ کر امیر کے چہرے پر مل دیا۔ اسی وقت اس کی داڑھی نکل آئی۔ جب سلطان سے ملاقات ہوئی تو اس نے وزراء سے کہا اس سے پوچھو یہ داڑھی کہاں سے حاصل ہوئی؟ امیر نے جو واقعہ ہوا تھا تمام بیان کر دیا۔ سلطان بڑا حیران ہوا اور اس نے اس مجذوب کے نام بہت سے اوقاف لگا دیے۔ صاحب ''الشقائق'' کہتے ہیں کہ وہ اوقاف اب تک شیخ موصوف کی اولاد کے پاس ہیں۔

ولی کی نیت معلوم کرلی

صاحب ''الشقائق'' بیان کرتے ہیں کہ میں نے شیخ آق شمس الدین کی اولاد میں سے ایک سے یہ بات سنی کہ ایک دن شیخ نے اپنے بارہ بیٹوں کو ایک گھر میں جمع کیا اور ان کے لیے کھانا لگایا۔ جب وہ ترتیب سے بیٹھ گئے تو ان میں سے ایک ایک کو دیکھا اور کہا الحمدللہ۔ روایت کرنے والا لڑکا بتاتا ہے کہ ہم نے گمان کیا کہ شیخ نے اللہ تعالیٰ کی تعریف اس بات پر کی کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اس قدر اولاد عطا فرمائی۔ پھر ان کے مجذوب بیٹے نے کہا کہ میں جانتا ہوں کہ انہوں نے کس بات پر الحمدللہ کہا ہے۔ شیخ نے پوچھا بتاؤ میں نے کس بات پر اللہ کی حمد کہی؟ مجذوب بیٹے نے کہا کہ آپ نے اس بات پر حمد کہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس قدر اولاد عطا فرمائی لیکن آپ کو ان میں سے کسی سے محبت نہیں۔ شیخ موصوف نے سن کر فرمایا بیٹا! تم نے خوب کہا اور سچ کہا۔ یعنی اللہ تعالیٰ سے مجھے جو محبت ہے اس میں کوئی دوسرا، حتیٰ کہ میری اولاد بھی شریک نہیں ہے۔

حضرت نور محمد بدوانی رحمۃ اللہ علیہ

آپ شیخ محمد سیف الدین فاروقی نقشبندی کے خلیفہ ہیں۔ آپ اکابر اولیاء کرام اور ائمہ صوفیہ میں سے ہوئے۔ آپ فرمایا کرتے تھے تیس سال ہوئے میرے دل میں کھانے کے بارے میں کوئی خیال نہیں آیا۔ بلکہ بوقت حاجت جو ملے کھا لیتا ہوں۔

بصر سے بصیرت زیادہ معتبر تھی

آپ کی بہت سی کرامات ہیں۔ ان میں سے ایک آپ کے جلیل القدر صحبت یافتہ شیخ حبیب اللہ مظفر نے بیان فرمائی۔ وہ یہ کہ شیخ حبیب اللہ فرمایا کرتے تھے کہ سید نور محمد موصوف کا کشف انتہائی صحیح ہوتا تھا اور آپ اپنی بصیرت سے وہ باتیں معلوم کر لیا کرتے تھے جو دوسرا نظر سے نہیں دیکھ سکتا تھا۔ ایک مرتبہ راستہ میں آپ کی نظر ایک اجنبی عورت پر پڑی۔ جب وہ آپ کے سامنے کھڑی ہوئی تو فرمایا مجھے تیرے اندر زنا کی ظلمت نظر آ رہی ہے۔

ایک دن میں ایک شرابی سے ملا جب میں آپ کے پاس آیا تو فرمایا میں تیرے اندر شراب کی بدبو محسوس کرتا ہوں۔

جنات بھی حکم مانتے ہیں

ایک کرامت یہ بیان کی گئی ہے کہ ایک دن ایک عورت آپ کے پاس آئی اور کہنے لگی اے میرے آقا! میری بیٹی کو جنات اٹھا کر لے گئے ہیں۔ میں نے اس کی واپسی کے لیے بہت سے عمل کیے لیکن کامیابی نہ ہوئی لہٰذا میری مدد کیجئے۔ آپ نے چند لمحے سوچا۔ پھر فرمایا تیری بیٹی فلاں وقت میں آجائے گی تو وہ اس مقررہ وقت پر آ گئی۔ لوگوں نے اس سے اس کے آنے کی کیفیت پوچھی تو کہنے لگی میں صحرا میں تھی۔ اچانک شیخ نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے یہاں پہنچا دیا۔ 1135ھ میں آپ نے انتقال فرمایا۔

حضرت امام نووی رحمۃ اللہ علیہ

ان کا نام یحییٰ ہے اور ان کا تذکرہ اسی نام کے اولیاء کرام میں مذکور ہے۔

حرف ہاء

چند کرامات ان چند اولیاء کرام کی جن کے نام کا پہلا حرف الہاء ہے۔

حضرت ہاشم شریف رحمۃ اللہ علیہ

آپ مصر کے رہنے والے اور مجذوب ولی تھے اور صاحب احوال و مکاشفات تھے۔ آپ کی کرامات میں سے یہ ہے کہ آپ لوگوں کے دلوں میں چھپی باتیں بتا دیا کرتے تھے جو کبھی غلط نہ ہوتیں اور آپ جس پر ناراض ہو جاتے وہ بربادی سے نہ بچتا۔ جب اصحاب نوبہ کے خواص نے آپ پر طعن کیا تو فرمایا اگر شریف نہ ہوتا تو میں قتل کر دیتا۔ اصحاب نوبہ آپ کی تعظیم کیا کرتے تھے۔

امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کی ایک کرامت یہ بیان فرمائی وہ یہ کہ انہوں نے ایک آدمی کے ہمراہ میرے لیے ایک روٹی بھیجی اور کہلا بھیجا اسے (امام شعرانی) کہنا کہ یہ روٹی کھا لینا۔ اس میں ستاون دن کی بیماری لپیٹ دی گئی ہے۔ میں نے وہ نہ کھائی اسے لانے والا قاصد رکھ گیا پھر وہ ستاون دن بیمار رہا۔ آپ نے قاصد سے کہا تم خوف نہ کرو انشاء اللہ دوسری مرتبہ اس کا میں شکار کروں گا۔ لیکن پھر اس کی ان میں ہمت نہ ہوئی۔ شیخ ہاشم موصوف رحمۃ اللہ علیہ بظاہر گھاس کھایا کرتے تھے۔ لوگوں نے ایک دن اسے حلوہ کی طرح میٹھا پایا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بدبخت اور نیک بخت کی اسی دنیا میں تمیز کرنے کی صلاحیت عطا فرمائی ہوئی تھی۔ سید علی خواص رحمۃ اللہ علیہ ان کی خدمت میں بھاری بوجھ کی اشیاء روانہ کرتے تھے جس سے موصوف اپنا گزر بسر فرماتے۔ جب اصحاب النوبہ نے ان پر طعن کیا تو شیخ شریف آئے اور انہوں نے طعنہ کو رد کر دیا۔ آپ اسے ہر وقت یاد رکھتے تھے پھر دوسری مرتبہ طعن کیا تو وہ انہیں پہنچ گیا بوجہ اس کے کہ آپ بکثرت اس کی سفارش کرتے تھے۔ 948ھ میں انتقال فرمایا۔ (قالہ الشعرانی)

حضرت ہبۃ متعالی رحمۃ اللہ علیہ

اپنی قبر کی جگہ پہلے ہی بتادی

آپ مصر کے رہنے والے تھے۔ آپ کی کرامات میں سے ایک یہ ہے کہ ایک دن آپ اپنے ساتھیوں کے ہمراہ باہر تشریف لائے چلتے چلتے ایک مکان سے گزر ہوا جہاں اب آپ مدفون ہیں جو قرافہ میں واقع ہے۔ فرمانے لگے یہاں آج مجھے دفن کیا جائے گا۔ پھر آپ ساتھیوں کے ہمراہ اس قبر پر پہنچے جس میں ابوالحسن علی مقری مدفون تھے۔ تو وہیں انتقال کر گئے۔ دوران وصال آپ صالحین کی زیارت کررہے تھے۔ پھر آپ کو اٹھا کر اس جگہ لایا گیا جہاں اب آپ کی قبر ہے اور دفن کر دیا گیا۔

حضرت ہلال مجذوب رحمۃ اللہ علیہ

آپ بہت زیادہ صاحب تصرف تھے۔ مناوی بیان کرتے ہیں شیخ موصوف کے صاحبزادے سیدی زین العابدین فرماتے ہیں میں ایک مرتبہ اباجان سے ملا۔ اس وقت میرے دل میں ایک دنیوی امید رچی بسی ہوئی تھی۔ آپ میرے سامنے سے گزرے اور آپ نے یہ کہنا شروع کر دیا الدنیا جیفۃ و طلابہا کلابہا۔ دنیا مردار ہے اس کے چاہنے والے اس کے کتے ہیں۔ آپ نے یہ جملہ بار بار دہرایا۔ آپ گیارہویں صدی کے ابتدائی سالوں میں انتقال فرما گئے۔

حضرت ہندو خواجہ ترکستانی رحمۃ اللہ علیہ

تکبر ناپسندیدہ خلق ہے

آپ سیدی عبید اللہ احرار کے اکابر اصحاب میں سے تھے۔ آپ کی کرامت یہ ہے کہ سیدی عبید اللہ مذکور نے انہیں دیکھا جب کہ آپ صحرا میں تھے کہ یہ ہوا میں پرندوں کے ساتھ اڑ رہے ہیں۔ یہ بات سیدی عبید اللہ احرار کو اچھی نہ لگی انہوں نے ان کی ولایت سلب کر لی فوراً زمین پر گر پڑے اور بعض اعضاء پر چوٹ بھی لگی اب بالکل خالی ہو گئے۔ نہ کوئی حال نہ کوئی مقام، بلکہ عام آدمی کی طرح۔ پھر انہوں نے سیدی عبید اللہ احرار کے سامنے رونا شروع کر دیا اور رات دن ان کی منت سماجت کرتے رہے۔ حتیٰ کہ اس کیفیت میں ایک پورا سال گزر گیا تکلیف اور تنگی کی زیادتی کی وجہ سے آپ آپے سے باہر ہو گئے اور بالآخر سیدی عبید اللہ احرار سے کہا۔ اگر آپ نے میرا حال مجھے واپس نہ کیا تو میں تمہیں بھی قتل کر دوں گا اور خود اپنے آپ کو بھی مار ڈالوں گا۔ مجھے اس کی کوئی پروا نہیں پھر بھی آپ اس سے منہ پھیرے ہی رہے ایک مرتبہ شیخ عبید اللہ احرار ایک تاریک راستے سے گزر رہے تھے تو آپ کے پیچھے آپ کا یہی ہندو مرید چھری ہاتھ میں لیے آ گیا اور چھری سے آپ پر وار کرنے کا ارادہ کیا۔ تو شیخ نے اپنی شکل و صورت ایک چرواہے میں تبدیل کر لی یہ ہندو اپنے ہوش و حواس کھو بیٹھا۔ پھر شیخ نے چھری ہاتھ میں لی اور اپنی اصلی شکل و صورت میں آ گئے اور مسکرا دیئے۔ فرمایا میرا یہ کام تو نہیں لیکن اگر میں تجھے چھری کے وار سے قتل کر دیتا تو تو کیا کر سکتا تھا؟ یہ سن کر ہندو نے اپنا سر آپ کے قدموں میں ڈال دیا اور رونا شروع کر دیا اور پشیمانی کا اظہار کرنے لگا۔ آپ نے

اس شرط پر معاف کر دیا کہ اپنا حال پوشیدہ رکھے گا۔

حرف واؤ

''واؤ'' سے شروع ہونے والے بعض اولیاء کرام کی چند کرامات۔

حضرت واصلان احدب رحمۃ اللہ علیہ

اللہ تعالیٰ پر توکل کا مظاہرہ

بیان کیا گیا ہے کہ واصلان احدب نے جب یہ آیت جب پڑھی (وفی السمآء رزقکم وما توعدون) آسمان میں تمہاری روزی ہے اور وہ بھی (یعنی جنت) جس کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے۔ تو کہا میرا رزق آسمانوں میں ہے اور میں زمین میں طلب کرتا پھروں؟ خدا کی قسم! میں کبھی بھی زمین سے روزی نہیں طلب کروں گا۔ پھر آپ ایک غیر آباد جگہ چلے گئے دو دن وہاں بسر کیے لیکن کوئی بھی بات ظاہر نہ ہوئی یعنی روزی کا معاملہ کہیں سے حل نہ ہوا۔ پھر بھوک نے آپ کو بہت تنگ کیا۔ جب تیسرا دن آیا تو اچانک آپ کو ایک کھجوروں کے پتوں کی بنی کھجوروں سے بھری زنبیل ملی۔ آپ کا ایک بھائی تھا جو رزق کے بارے میں اور توکل کے اعتبار سے ان میں سے بہت آگے تھا وہ بھی ساتھی بن گیا تو اس وقت دو زنبیلیں ہو گئیں پھر ہمیشہ کے لیے ان دونوں کا یہی حال رہا۔ حتیٰ کہ موت نے ان دونوں میں جدائی ڈال دی۔

حضرت وحیش مجذوب رحمۃ اللہ علیہ

آپ مشہور مجذوب ہوئے اور جانی پہچانی شخصیت کے ساتھ ساتھ صاحب احوال بھی تھے اور آپ سے بہت سی کرامات اور خوارق امور وقوع پذیر ہوئے۔

مکان گرنے کا پہلے ہی اعلان کر دیا

آپ ایک دن ایک سرائے میں آئے جہاں بدکار اور فاحشہ عورتیں ٹھہرتی تھیں۔ آپ نے انہیں فرمایا یہاں سے باہر نکل جاؤ تا کہ تم اس سرائے کی چھت کے نیچے نہ آ جاؤ۔ ان میں سے صرف ایک نے آپ کی بات پر عمل کیا اور باہر نکل آئی۔ چنانچہ ان تمام پر چھت آن گری اور وہ اس کے نیچے دب کر مر گئیں۔

ماننے والے کو فائدہ اور نہ ماننے والے کو نقصان

آپ جب شہر کے کسی بوڑھے یا اور آدمی کو دیکھتے کہ وہ گدھے پر سوار ہو کر آ رہا ہے تو اسے فرماتے اس کا سر میرے لیے روک رکھو حتیٰ کہ میں اس سے جو کرنا چاہتا ہوں کر لو۔ اگر وہ نہ مانتا تو اسے زمین میں گاڑ دیتے۔ اسے پھر ایک قدم بھی چلنے کی طاقت نہ رہتی اور اگر بات مان لیتا تو وہ بہت شرمندہ ہوتا اور راستہ گزرنے والوں سے اسے شرم آتی۔ آپ نے 917ھ میں انتقال فرمایا۔ اس کرامت کی ایک نظیر پہلے گزر چکی ہے۔

حضرت سید ولایت بن سید احمد شریف رحمۃ اللہ علیہ

آپ صحیح النسب، صوفی اور وسیع المشرب بزرگ تھے۔ 855ھ میں پیدا ہوئے۔ ولایت اناطولی کے ایک قصبہ کرماسیہ میں تولد ہوا اور شیخ احمد بن عاشق باشا کی بیٹی سے شادی کی اور اپنے سسر سے تصوف حاصل کیا۔ انہوں نے انہیں ارشاد کی اجازت دی پھر حج کیا اور مصر میں تشریف لائے۔ وہاں کے مشائخ سے طریقت حاصل کی اور واپس قسطنطنیہ آ گئے۔

اپنی موت کا علم

آپ کے احوال میں سے ایک حال یہ تھا کہ اپنے انتقال سے ایک سال پہلے سخت بیمار ہو گئے۔ آپ کے بعض دوستوں نے عیادت کی۔ فرمانے لگے اب بیماری کم ہو گئی ہے۔ آج علی الصبح عزرائیل علیہ السلام تشریف لائے تھے اور وہ مولیٰ علاؤ الدین جمال مفتی کی صورت میں تھے۔ میں نے گمان کیا کہ وہ روح قبض کرنے آئے ہیں۔ میں مراقبہ کی طرف متوجہ ہوا تو فرمانے لگے میں اس کے لیے نہیں آیا بلکہ زیارت کے لیے آیا ہوں۔

ایک یہ کہ سنبل سنان بیمار ہو گیا کسی نے خبر اڑائی کہ وہ مر گیا ہے۔ آپ نے فرمایا وہ نہیں مرا وہ تو میرے بعد مرے گا اور وہ تو مجھ پر نماز جنازہ بھی ادا کرے گا۔ پھر ویسے ہی ہوا۔

عبادت خانہ ہمیشہ کے لیے مدرسہ بن جائے گا

وزیر بیری باشا نے آپ کا عبادت خانہ قسطنطنیہ میں تعمیر کرایا۔ شیخ جمال خلیفہ وہاں بیٹھا ہوا تھا۔ وزیر موسم بہار میں مولد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی کتاب سننے حاضر تھے اور بہت سے مشائخ بھی موجود تھے۔ ان میں شیخ ولایت موصوف بھی تھے۔ یہ مسجد سے باہر چبوترہ پر بیٹھے ہوئے تھے۔ کچھ دیر سر جھکائے بیٹھے رہے پھر سر اٹھایا اور فرمانے لگے میں نے ابھی کشف کے طریقہ سے معلوم کیا ہے کہ یہ عبادت خانہ شیخ جمال کے بعد مدرسہ بنے گا اور پھر عبادت خانہ میں تبدیل ہو جائے گا۔ پھر ایسے ہی ہوا جیسے شیخ نے فرمایا۔

صاحب ''الشقائق النعمانیہ'' نے شیخ ولایت کا تذکرہ کرنے اور ان کی بعض کرامات ذکر کرنے اور مناقب بیان کرنے کے بعد اختتام پر یہی زاویہ والی کرامت ذکر کی۔ جس کے بارے میں فرمایا تھا کہ یہ مدرسہ بن جائے گا۔ پھر ایسے ہی ہوا۔ آپ کی اس قسم کی اور بھی بہت سی حکایات ہیں ہم نے طوالت کی خاطر انہیں چھوڑ دیا ہے۔

شیخ موصوف نے طریقت شیخ احمد وغیرہ سے حاصل کی۔ شیخ احمد مذکور شیخ زین الدین خافی کے خلیفہ تھے۔ قسطنطنیہ میں 929ھ میں انتقال فرمایا اور اپنے گھر کے قریب مسجد کے سامنے دفن کیے گئے۔

حاکم بننا اور کتنی دیر حکومت کرنا معلوم تھا

بیان کیا جاتا ہے کہ سلطان بایزید خان نے اپنے بیٹے سلطان سلیم خان کو قسطنطنیہ شہر میں بلایا تا کہ اسے فوج کا امیر بنایا جائے۔ سلطان سلیم خان نے اپنے والد کی زندگی میں مطالبہ کیا کہ ان کی زندگی میں ہی سلطنت میرے سپرد کر دی جائے۔

سلطان بایزید خان نے اس معاملہ میں اس پر کئی دن سوچ بچار کی۔ پھر اس کا سینہ اس بارے میں کھل گیا اور سلطنت اس کے سپرد کر دی۔ سوچ بچار اور تردد کے دوران سلطان سلیم خان نے صوفیہ سے التجا کی انہوں نے اسے سلطنت کی خوشخبری دی۔ جب اس نے سید ولایت مذکور کو طلب کیا تو آپ قطعی رائے تک نہ گئے۔ جب تشریف لے گئے تو سلطان سلیم خان نے سلطنت کے بارے میں پوچھا تو سید ولایت موصوف نے فرمایا تم بہت جلد سلطان بن جاؤ گے لیکن تمہاری عمر لمبی نہیں ہے۔ پھر وہی ہوا جو آپ نے کہا تھا کیونکہ وہ صرف آٹھ سال سلطان رہا۔

حضرت ابوزرعہ ولی الدین احمد رحمۃ اللہ علیہ

آپ کا تعارف یوں ہے: ابوزرعہ ولی الدین احمد ابن حافظ شیخ الاسلام الفضل زین الدین عبدالرحیم امام کبیر، شافعی، شارح ''البہجۃ''

جنات علم حاصل کرتے تھے

شیخ عبدالرؤف مناوی نے ''طبقات'' میں اپنے جدامجد شرف یحییٰ مناوی کے حالات ذکر کرتے ہوئے لکھا کہ میرے دادا محترم اس شخص کو سخت ڈانٹ پلایا کرتے تھے جو ان کے شیخ عراقی کے متعلق ادھر ادھر کی باتیں کرتا۔ آپ بہت زیادہ ان پر اعتماد کرتے تھے اور ان کے خوارق ذکر فرمایا کرتے تھے۔ ان میں سے ایک آپ نے یہ بیان فرمایا کہ جنات آپ سے علم حاصل کیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ ایک طالب علم جو آپ کے پاس خلوت میں بیٹھا ہوا تھا خلوت گاہ میں جب بہت بڑا سانپ داخل ہوا تو طالب علم ڈر گیا۔ شیخ اس کے دل کو تسلی دینے لگے اور اس کے اس فعل کو برا جانا۔ پھر آپ نے اس جن اور اس طالب علم کے درمیان بھائی چارہ قائم کر دیا۔ پھر جب اس جن نے اپنے مقام واقع بغداد یا عراق جانے کا ارادہ کیا تو طالب علم مذکور نے شیخ موصوف سے مطالبہ کیا کہ اسے بھی اس کے شہر جانے کی اجازت عطا فرمائیں تاکہ اس کے علاقہ میں سیر و تفریح اور دل خوش کر سکوں۔ شیخ موصوف نے طالب علم کو اجازت دے دی اور اسے اس کی وصیت بھی کر دی۔ وہ جن ایک اونٹ کی شکل میں بدل گیا اور اس طالب علم کو حکم دیا کہ اس پر سوار ہو جائے۔ آپ نے اسے فرمایا جب تجھے سردی محسوس ہو تو اس کی نکیل کھینچنا۔ جن اسے لے کر ہوا میں بلند ہو گیا حتیٰ کہ جب اس طالب علم کو سردی محسوس ہوئی تو اس نے اس کی نکیل کھینچی تو وہ اس مقام مقصود پر اتر آیا۔ یونہی یہ واقعہ امام سخاوی نے بھی ان سے نقل کیا ہے۔ 822ھ میں شیخ موصوف نے انتقال فرمایا۔

حضرت وہیب بن ورد رحمۃ اللہ علیہ

جس چیز کی خواہش ہوتی گھر سے مل جاتی

مکی اور مخزومی بھی آپ کی نسبت ہے۔ حضرات تابعین سے طریقت سیکھی۔ آپ کی ایک کرامت یہ تھی کہ آپ جب بھی کسی چیز کی خواہش کرتے تو اس چیز کو اپنے گھر میں کسی برتن میں موجود پا لیتے۔ برتن میں بقدر ضرورت ہوتی۔ آپ کے پاس ایک تھیلی تھی جس میں ستو تھے۔ چوہے نے اس تھیلی کو کاٹ کھایا آپ نے دیکھا تو کہا اے اللہ! چوہے کو ذلیل کر دے اس نے

ہمارا کام بگاڑ دیا ہے۔ چوہا باہر آیا آپ کے سامنے تڑپا اور مر گیا۔ آپ نے 153ھ میں انتقال فرمایا۔

حضرت وہیب رحمۃ اللہ علیہ

برشوم کبیرہ کے نواح میں مدفون ہیں آپ عارف بدوی رحمۃ اللہ علیہ کے اصحاب میں سے تھے۔ عبد العال نے آپ کو برشوم کے علاقہ میں بھیجا اور کہا وہاں ہی تمہاری قبر ہے۔ آپ کی بہت سی کرامات ہیں۔

ولی کے پاس رکھا مال محفوظ رہتا ہے

جب آپ کے شہر پر اچانک حملہ کرنے کا پروگرام بنایا گیا اور اس میں لوٹ مار مچانے کا دشمن نے ارادہ کیا تو لوگوں نے اپنا تمام سامان اور زیورات آپ کے گنبد کے نیچے جمع کر دیے۔ ظالموں میں سے کسی کو ہمت نہ ہوئی کہ وہاں داخل ہو سکے اور جو داخل ہونے کا ارادہ کرتا اس کے اعضاء خشک ہو جاتے۔

ایک مرتبہ ایک لومڑی اور ایک بھیڑیا آپ کے گھر آ گھسے۔ آپ نے ان دونوں کو دیوار میں جڑ دیا۔

ایک چور نے آپ کی اولاد میں سے کسی کا بیل چرا لیا اور اسے لے کر چل پڑا۔ عشاء کے بعد روانہ ہوا اور صبح تک چلتا رہا۔ صبح دیکھا تو وہ اسی شہر کے اردگرد پھر رہا تھا۔ اس کی حدود سے باہر نہ نکل سکا۔ شیخ موصوف نے آٹھویں صدی میں انتقال فرمایا۔

حرف یاء

حرف یاء سے شروع ہونے والے اولیاء کرام کی بعض کرامات کا بیان۔

حضرت امام یافعی رحمۃ اللہ علیہ

آپ کا اسم گرامی عبداللہ ہے، اس نام کے تحت آپ کا تذکرہ ہو چکا ہے۔

حضرت یاقوت عرشی رحمۃ اللہ علیہ

حبشہ کے رہنے والے تھے۔ بہت بڑے عارف اور مشہور ولی ہوئے۔ عارف مرسی کے جلیل القدر شاگرد ہوئے۔ جناب مرسی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ان کے آنے کا سبب یہ بنا۔

نذر ماننے سے ہلاکت سے بچ گیا

ایک تاجر نے بہت سے غلاموں کے ساتھ یاقوت کو بھی خریدا۔ جب تاجر اسکندریہ کے قریب پہنچا تو سمندر میں طغیانی آ گئی اور لانچ ڈوبنے لگی۔ اس تاجر نے نذر مانی کہ اگر میں نجات پا گیا تو یاقوت غلام شیخ مرسی کے حوالے کر دوں گا۔ جب اسکندریہ بخیر و عافیت پہنچا تو یاقوت کو خارش زدہ پایا۔ چنانچہ شیخ مرسی کے پاس ایک دوسرا غلام لے آیا۔ آپ نے اسے قبول نہ کیا اور فرمایا تم نے جو غلام فقراء کے لیے معین کیا تھا وہ یہ نہیں دوسرا ہے اسے لاؤ۔ تاجر کہنے لگا میں لے آتا ہوں۔ جب لے آیا اور دکھایا تو تاجر نے کہا کہ حضور! میں اسے اس لیے نہ لایا تھا کہ اسے خارش کی بیماری ہے جیسا کہ آپ بھی دیکھ رہے ہیں فرمایا

یہ وہ غلام ہے جس میں قدرت ہے پھر آپ نے اس کی تربیت فرمائی اور سلوک کی منازل طے کرائیں اور تربیت کرنے کی اجازت دی اور یاقوت عرشی اس کا نام رکھا۔

ایک مرتبہ ان (یاقوت عرشی) کے پاس ان کا پرانا آقا آیا۔ اس نے پھٹے پرانے کپڑے پہنے ہوئے تھے۔ اس نے دیکھا کہ آپ نے بہت قیمتی کپڑے پہن رکھے ہیں۔ پرانے آقا نے ان سے کہا اے بکھری پڑی چیزوں کو الٹ پلٹ کرنے والے، اے ننگے پاؤں ہونے کی وجہ سے پاؤں پھٹ جانے والے، تم اس حال میں اور میں اس حال میں؟ آپ نے فرمایا شاید تم میرے آباؤ اجداد کے راستے پر چلے ہو۔ تو انہوں نے تمہیں اپنے مرتبہ و مقام پر لا کھڑا کر دیا اور میں تمہارے آباؤ اجداد کے راستہ پر چلا تو انہوں نے مجھے اپنا سمجھ کر اپنے مقام و مرتبہ پر لا کھڑا کیا۔ یہ سن کر وہ رو پڑا اور آپ سے معذرت کی۔

دل کے خیالات پر مطلع ہونا

مصر سے سلطان حسن آیا تا کہ شیخ مرسی رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کرے۔ جب آپ کو دیکھا تو اس کے دل میں خیال آیا کہ کالے رنگ کے غلام کو یہ مقام دیا گیا۔ جب اور زیادہ قریب ہوا تو شیخ نے اس کے سر پر سات ضربیں لگائیں اور فرمایا اے حسن! ٹھیک ہے یہ غلام ہی ہے مگر ہمیں بطور انعام دیا گیا۔ پھر سلطان صرف سات ماہ زندہ رہا اور فوت ہو گیا۔

کھانے میں شبہ نظر آجاتا تھا

آپ کی ایک کرامت یہ تھی کہ جب آپ کے پاس کھانے کے لیے کوئی چیز لائی جاتی اور اس میں شبہ ہوتا تو آپ کو اس پر سیاہی بہتی نظر آتی پھر اسے چھوڑ دیتے۔ آپ کا نام عرشی اس لیے رکھا گیا کہ آپ کا دل ہر وقت عرش کو دیکھتا رہتا تھا۔ زمین پر صرف آپ کا بدن ہوتا اس لیے آپ عرش کو اٹھانے والے فرشتوں کی اذان سنتے تھے۔

پرندوں سے پیار

آپ حیوانات اور پرندوں کی بھی ازراہ شفقت سفارش کیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ کے کندھے پر ایک کبوتر آ بیٹھا۔ آپ اسکندریہ میں تھے کبوتر نے ہانپنا شروع کر دیا۔ آپ نے اسے فرمایا سر پر بیٹھ جاؤ۔ آپ اسی وقت سوار ہوئے اور مصر میں جامع عمرو میں تشریف لائے۔ مسجد کے مؤذن کو فرمایا یہ کبوتر تمہارے بارے میں شکایت کرتا ہے کہ تم نے اس کے بچے ذبح کرنے کے لیے پکڑ رکھے ہیں۔ ابھی جاؤ اور جا کر انہیں اڑا دو۔ چنانچہ موذن نے آپ کے حکم کی تعمیل کی۔ شیخ یاقوت عرشی رحمۃ اللہ علیہ سے ابن عطاء اللہ اسکندری نے طریقت حاصل کی۔ 707ھ میں آپ نے اسکندریہ میں انتقال فرمایا۔ ابن حجر کے بقول آپ کا انتقال 732ھ میں ہوا۔ یہ ان کا قول "اعیان المائۃ الثامنہ" میں ہے۔

حضرت یحییٰ بن حسن بھائی سیدہ رحمۃ اللہ علیہ

قبر سے ادب کی تعلیم دی

آپ عبد صالح تھے۔ مصر میں دفن کیے گئے۔ مصر میں سیدہ نفیسہ کا ان کے علاوہ اور کوئی رشتہ دار نہ تھا۔ آپ کی ایک

کرامت علامہ مناوی نے بیان کی۔ لکھتے ہیں کہ ابوالذکر نے بیان کیا کہ میں ایک مرتبہ شیخ موصوف کی قبر پر ان کی زیارت کے لیے حاضر ہوا۔ لیکن ادب و احترام کو اچھی طرح پیش نظر نہ رکھ سکا تو میں نے ان کی قبر سے یہ سنا: انما یرید الله لیذهب عنکم الرجس أهل البیت۔

حضرت یحییٰ صاحب ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ

آپ ایک بند بالا خانہ میں عبادت فرمایا کرتے تھے اس کی نہ کوئی سیڑھی تھی اور نہ ہی آنے جانے کا راستہ تھا۔ جب آپ طہارت کرنا چاہتے تو اس کے دروازے کی طرف آتے اور پڑھتے لاحول ولا قوۃ الا باللہ اور ہوا میں یوں گزرتے جیسے کوئی پرندہ جارہا ہو پھر طہارت کر لیتے۔ جب فارغ ہو جاتے تو پڑھتے لاحول ولا قوۃ إلا باللہ اور واپس بالا خانہ میں تشریف لے آتے۔ (قالہ القشیری)

حضرت یحییٰ بن سعید قطان رحمۃ اللہ علیہ

آپ مشہور امام ہوئے۔ آپ کی ایک کرامت علامہ مناوی نے یوں لکھی ہے کہ آپ کو اپنی فوتیدگی سے دس سال قبل خود ان کی قمیص پہ یہ لکھا دکھایا گیا: بسم الله الرحمٰن، براءة لیحیی بن سعید و بشارة بأمان من الله یوم القیامة۔ یحییٰ بن سعید کے لیے یہ دستاویز ہے کہ وہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی امان میں ہوں گے یہ خوشخبری اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ 198ھ میں آپ نے انتقال فرمایا۔

حضرت ابوالحسین یحییٰ ابن ابی الخیر بن سالم عمرانی یمنی رحمۃ اللہ علیہ

آپ اپنے دور میں امام اور اپنے زمانہ کی یکتا شخصیت تھے۔ قرآن کریم حفظ کیا مذہب امام شافعی کی کتاب ''المہذب'' زبانی یاد کی اور کچھ فرائض وغیرہ بھی از بر یاد کیے جب کہ آپ کی عمر صرف تیرہ برس کی تھی۔ آپ ہی ''کتاب البیان'' کے مصنف ہیں جو امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب پر لکھی گئی ہے۔ یہ ایسی عظیم کتاب ہے کہ اگر مذہب امام شافعی پر اس کے علاوہ اور کوئی کتاب نہ ہوتی تو بھی کافی تھی۔ آپ علم میں متجر ہوتے ہوئے ہی زاہد، عابد اور احکام الٰہیہ کے نہایت پابند تھے۔ آپ کا اگر کچھ وقت اللہ تعالیٰ کے ذکر یا مذاکرۂ علمی کے بغیر گزرتا تو آپ لاحول ولا قوۃ پڑھتے اور استغفار کرتے اور فرماتے ہم نے وقت ضائع کر دیا۔

آپ کی جائے سکونت سیر بستی تھی۔ پھر یمن کے دیہاتوں میں سے ذی سغال قصبہ میں منتقل ہو گئے اور وفات تک یہیں مقیم رہے۔ ان کے وہاں جانے سے پہلے ایک فقیہ نے خواب دیکھا۔ یہ خواب اس رات انہیں دکھائی دیا جس رات کے بعد آنے والے دن کو شیخ موصوف اس قصبہ میں تشریف لائے۔ خواب دیکھا کہ کوئی کہنے والا انہیں کہہ رہا ہے کل تمہارے ہاں معاذ بن جبل تشریف لا رہے ہیں۔ جب فقیہ موصوف صبح اٹھے انہوں نے اپنے ساتھیوں کو خواب کے بارے میں بتایا اور انہیں کہا کہ تمہارے پاس زمانہ بھر کے علماء میں سے بڑا عالم تشریف لائے گا۔ کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: معاذ بن

جبل اعلم أمتي بالحلال والحرام۔ معاذ بن جبل میری امت میں حلال وحرام کوسب سے زیادہ جاننے والے ہیں۔ اس دن کی صبح ان کے گاؤں میں شیخ یحییٰ مذکور تشریف لائے۔ شیخ رحمۃ اللہ علیہ اسی بستی میں 558ھ میں فوت ہوئے۔ آپ کی قبر یمن میں مشہور ومقصود زیارت گاہ ہے۔ لوگ برکت حاصل کرنے اور حاجات کی برآری کے لیے حاضر ہوتے ہیں اور یمن کے پہاڑی باشندوں کے ہاں آپ کی عظیم قدرومنزلت ہے اور بہت اچھا اعتقاد رکھتے ہیں۔ اور آپ کی بہت سی کرامات کی روایت کرتے ہیں اور اپنی مہمات ومشکلات میں ان کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور اپنی ضروریات ان پر پیش کرتے ہیں۔ امام شرجی کہتے ہیں کہ آپ اسی مقام ومرتبہ والے تھے بلکہ اس سے بھی زیادہ کے مالک تھے۔ مزید لکھتے ہیں میں نے شیخ موصوف رحمۃ اللہ علیہ کی قبر کی 855ھ میں زیارت کی۔ میں نے نور کا اثر اور قبر پر برکات ظاہری دیکھیں۔ میں نے ان کی قبر کے نزدیک اللہ تعالیٰ سے دعا کی میں نے اس میں قبولیت کا اثر پایا۔ والحمدللہ تعالیٰ

حضرت یحییٰ بن ایوب بصری رحمۃ اللہ علیہ

آپ صوفی اور عابد تھے۔ اور آپ کی زبان کسی وقت بھی ذکر سے خالی نہ رہتی تھی۔

سانپ قدم پر بیٹھا مگر پروانہ کی

آپ کی ایک کرامت علامہ مناوی رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر فرمائی۔ وہ یہ کہ آپ ایک مرتبہ نماز ادا فرما رہے تھے کہ سانپ آیا اور آپ کے قدم پر بیٹھ گیا۔ آپ نے نہ حرکت کی اور نہ ہی اس طرح دیکھا۔ پھر جب سجدہ میں گئے تو باہر نکل گیا اور مر گیا۔

حضرت محی الدین یحییٰ نووی رحمۃ اللہ علیہ

آپ مشہور ائمہ میں سے ہوئے ہیں۔ آپ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب کے امام تھے۔ وہ بھی ایسے کہ کوئی دوسرا ان جیسا فاضل نہ ہوا۔ اس کے ساتھ ساتھ آپ بہت بڑے ولی بھی تھے۔

فرش پر چیتے کی کھال حقیقتاً چیتا بن گئی

آپ کی بہت سی کرامات ہیں۔ ایک یہ ہے کہ آپ نے شام کے نائب کی بات نہ مانی بلکہ اس کی مخالفت کی۔ جب اس نے ارادہ کیا کہ جامع اموی کے کتب خانہ میں موجود کتابیں بلاد عجم میں منتقل کرے۔ آپ نے اس سے سخت گفتگو فرمائی۔ شام کے نائب نے ارادہ کیا کہ آپ کو گرفت میں لے۔ شام کے نائب کے فرش پر چیتے اور دیگر درندوں کی کھال رکھی ہوئی تھی۔ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کی طرف اشارہ فرمایا تو درندے اور چیتا اللہ تعالیٰ کی قدرت سے کھڑے ہو گئے اور اپنی کچلیاں نائب شام پر نکالیں۔ وہ یہ دیکھ کر بھاگتا ہوا باہر نکل گیا۔ اس کی جماعت بھی بھاگ گئی پھر اس نے شیخ موصوف سے صلح کر لی اور آپ کے پاؤں چوم لیے۔ یہ کرامت امام شعرانی نے "المنن" میں لکھی ہے۔

علامہ مناوی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ شیخ نووی رحمۃ اللہ علیہ نے حفاظت اور احتیاط میں نشوونما پائی۔ جب تمیز (بلوغ) کی عمر کو پہنچے تو آپ سے نور دیکھا جانے لگا۔ آپ کے ہم عمر بچے آپ کو اپنے ساتھ کھلانے میں کراہت سمجھتے تھے۔ وہ آپ کو دیکھ کر بھاگ

جاتے تھے۔ دمشق میں ایک شخص بہت نیک تھا۔ اس کا نام یاسین بن عبداللہ مغربی مراکشی تھا۔ اس کی باب جابیہ کے سامنے دکان تھی۔ وہ صاحب کشف و کرامت بھی تھا۔ وہ ایک مرتبہ نوی سے گزرا اور امام نووی کو اس نے دیکھا۔ آپ اس وقت بچے تھے۔ اس نے فراست سے معلوم کر لیا کہ یہ بچہ بہت اچھا انسان بنے گا۔ اس نے آپ کو قرآن کریم کے حفظ اور علم دین کے حصول پر برانگیختہ کیا۔ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ اس کے بعد اس کی ملاقات کو جایا کرتے تھے۔ اور بڑا ادب کرتے تھے۔ آپ نے اس سے طریقت بھی حاصل کی۔

بعض اہل کشف نے اس بات کی تصریح فرمائی ہے کہ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ ان کے مرنے سے پہلے مرتبہ قطبیت پر فائز ہو چکے تھے۔ شیخ صالح ابوالقاسم مری رحمۃ اللہ علیہ ذکر کرتے ہیں کہ انہوں نے خواب میں دیکھا کہ بہت سے جھنڈے موجود ہیں اور نوبت بجائی جا رہی ہے۔ پوچھا یہ کیا ہے؟ کہا گیا کہ آج رات نووی کو قطب بنایا جائے گا۔ پھر یہ صبح کو انہیں بتانے آئے۔ تو دیکھا کہ ان کے اردگرد بہت سے لوگ بیٹھے ہوئے ہیں۔ آپ (امام نووی) خود اٹھے اور اس کے پہنچنے سے پہلے جا ملے پھر اس نے اس بات کو چھپائے رکھا۔ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ سے بہت سی کرامات کا ظہور ہوا۔ مثلاً غائبانہ آواز سننا، تالہ لگے دروازے کا کھل جانا وغیرہ، جیسا کہ رات کے وقت دیوار کا پھٹ جانا۔ اس میں سے خوبصورت اور حسین شخص کا برآمد ہونا۔ اس کا آپ کے ساتھ دنیا و آخرت کی مصلحتوں کے بارے میں گفتگو کرنا اور آپ کا اولیاء کرام کے ساتھ اکٹھا ہونا۔ مدرسہ رواحیہ میں ایک بہت بڑے سانپ کا آپ کی ملازمت اختیار کرنا آپ کے یقین کی قوت کا مظہر ہے۔ آپ اس کے پاس تشریف لے جاتے اور گھاس یا اخروٹ کی گری وغیرہ اسے کھانے کے لیے دیتے وہ کھا لیتے۔

مستقبل کی خبر پہلے ہی بتادی

ابن وردی نے ابن نقیب سے روایت کی کہ وہ (ابن نقیب) ایک دن شیخ نووی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں گئے تو آپ نے ان سے کہا خوش آمدید قاضی القضاۃ! تشریف رکھیے۔ اے مدرس الشافعیہ! تو ابن نقیب ان دونوں عہدوں پر بعد میں فائز ہوئے۔

انتقال کے بعد علم کا باقی رہنا

آپ کی ایک کرامت بارزی نے نقل کی۔ وہ یہ کہ بارزی نے امام نووی کو خواب میں دیکھا تو ان سے پوچھا صوم دہر میں آپ کا پسندیدہ قول کیا ہے؟ فرمانے لگے اس کے بارے میں علماء کے بارہ اقوال ہیں۔ جب میں بیدار ہوا تو ایک سال مکمل مختلف کتب کی چھان بین کرتا رہا۔ بالآخر اسی پر پہنچا جو امام نے فرمایا تھا۔

حاضری سے تکلیف جاتی رہی

عارف، قدوۃ المسلک ابوالحسن رحمۃ اللہ علیہ جو دمشق میں مقیم تھے، واپس لوٹے۔ وہ پاؤں کے جوڑوں کی سوجن کی بیماری میں گرفتار تھے۔ یہ بزرگ جناب امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس بیٹھے تھے۔ آپ نے صبر کے موضوع پر گفتگو فرمانا شروع کی آپ کی گفتگو کے ساتھ آہستہ آہستہ ابوالحسن موصوف کی بیماری بھی ختم ہوتی گئی۔ یہ وہاں سے ابھی اٹھے نہ تھے کہ مکمل شفایاب ہو گئے۔

ولی کا امتحان نہیں لینا چاہیے

آپ امرد (جس لڑکے کی عمر قریب البلوغ ہو اور ابھی داڑھی مونچھیں نہ پھوٹی ہوں) کی طرف دیکھنے کی حرمت کے قائل تھے اگرچہ شہوت کے بغیر ہی کیوں نہ ہو۔ ایک امرد نے آپ کا امتحان لینا چاہا۔ وہ آپ کے خلوت کدہ کے اوپر چڑھ گیا اور پھر سر جھکا کر آپ کی طرف دیکھنے لگا۔ آپ نے سر اٹھا کر اس کی طرف دیکھا محض آپ کی نظر اس پر پڑنے کے ساتھ ہی اس کے چہرے کا گوشت گر گیا۔ نووی رحمۃ اللہ علیہ کے مناقب بہت ہیں جن کے لیے الگ مستقل کتاب چاہیے۔ 676ھ میں انتقال فرمایا اور اپنے شہر نوی میں ہی دفن کیے گئے جو شام کے شہروں میں ایک شہر ہے۔ آپ کی قبر سب جانتے ہیں مشہور زیارت گاہ ہے۔ لوگ حصول برکت کے لیے حاضر ہوتے ہیں۔ آپ کی مذہب امام شافعی میں بہت سی تالیفات ہیں۔ اور یہ کتابیں اس بارے میں نہایت عمدہ ہیں۔ آپ کی اس موضوع کے علاوہ دیگر موضوعات پر بہت نفع بخش تصنیفات ہیں جو اسلام کے مختلف مضامین پر رقم فرمائیں مثلاً مسلم شریف کی شرح، اذکار، ریاض الصالحین اور تہذیب الاسماء واللغات وغیرہ، آپ کی اس قدر تصانیف بھی کرامت کے ضمن میں آتی ہیں۔ کیونکہ آپ نے زیادہ عمر نہیں پائی۔ کہا جاتا ہے کہ اگر آپ کی عمر تصنیفات پر تقسیم کی جائے تو ایک دن میں کئی دفتر لکھے جانے سامنے آتے ہیں۔

حضرت یحییٰ قرشی رحمۃ اللہ علیہ

مرنے کے بعد غسل کے وقت ہنسنا

شیخ عبدالحق نے کہا کہ مجھے فقیہ ابوالقاسم عبدالرحمٰن بن یحییٰ قرشی رحمۃ اللہ علیہ نے بتایا کہ جب میرے والد گرامی کا انتقال ہوا تو انہیں مقری ابوالحسن بن عظیمہ نے غسل دینے کا ارادہ کیا۔ مجھے ابوالحسن مذکور نے بتایا جب میں نے موصوف کے چہرے پر سے کپڑا اتارا تاکہ میں غسل دوں تو آپ مجھ پر ہنس دیے۔ یہ بات میں کوئی شک وغیرہ سے نہیں بلکہ یقین سے کہہ رہا ہوں۔ (قالہ الامام الثعالبی)

حضرت ابوزکریا یحییٰ بن سلیمان صاحب الذہب رحمۃ اللہ علیہ

آپ بڑے بڑے اولیاء کرام میں سے تھے۔ صاحب کشف مشہور تھے ان کے اور شیخ طلحہ بن عیسیٰ ہتار کے درمیان دوستی اور پیار تھا۔ یونہی ان کے والد الشیخ عبداللہ بن یحییٰ بھی شیخ طلحہ کے ہاں اکثر جایا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ شیخ طلحہ نے آپ کے والد صاحب کو قمیص بھیجی جب قمیص کو ان کے بیٹے یحییٰ نے دیکھا تو کہنے لگے میں اس قمیص سے ولایت کی خوشبو محسوس کر رہا ہوں حالانکہ انہیں علم نہ تھا کہ یہ قمیص کس کی ہے۔ (قالہ الشرجی)

حضرت یحییٰ بن علی صنافیری رحمۃ اللہ علیہ

آپ اکابر اولیاء کرام میں سے تھے۔ رفیع الشان اور عالی البرہان تھے۔ آپ کی کرامات مشہور اور مکاشفات واضح تھے

مصر میں ان پر طریقت کی ریاست ختم تھی۔ حتیٰ کہ کوئی بھی صاحب حال مصر میں آپ کی اجازت لیے بغیر داخل نہ ہو سکتا تھا۔

اولاد نرینہ کی خوشخبری دی جو پوری ہو گئی

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ آپ کے مکاشفات اس قدر کثرت سے تھے کہ حد تواتر کو پہنچے ہوئے تھے۔ میں جس مصری سے بھی ملا جس نے آپ کو دیکھا اس نے آپ کے مکاشفات میں سے کوئی ایسا واقعہ مجھے بیان کیا جو دوسرے سے سننے میں نہ آیا۔ دوسرے نے نیا واقعہ سنایا یونہی ہر ایک نے انوکھا اور الگ الگ واقعہ بیان کیا۔ حتیٰ کہ موصوف کے بیٹے نے خود اپنی آنکھوں سے جو باتیں دیکھیں انہیں ایک دستاویز میں لکھ رکھا تھا اس میں آپ کی کرامات بھی مذکور تھیں۔ میرا ایک باپ کی طرف سے بھائی تھا۔ اس نے فقہ کا کافی علم پڑھ لیا تھا پھر فوت ہو گیا۔ میرے والد گرامی کو بہت افسوس ہوا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ پھر میرے والد گرامی جناب شیخ یحییٰ موصوف کے پاس حاضر ہوئے تو انہوں نے خوشخبری دی کہ اللہ تعالیٰ اس کے بعد اس کی جگہ تمہیں ایک اور بیٹا عطا فرمائے گا اور وہ کافی عمر پائے گا وغیرہ وغیرہ۔ پھر میری پیدائش ہوئی ابھی میرے بھائی کو فوت ہوئے زیادہ عرصہ نہ گزرا تھا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے جو فتوحات مجھ پر کیں وہ وہی جانتا ہے۔

مشہور ہے کہ آپ نے یبلغا کو چوکنا کر دیا جب اس نے اشرف پر خروج و بغاوت کا ارادہ کیا تھا۔ جس کی وجہ ایک واقعہ بنا تھا لیکن یبلغا نے آپ کا مشورہ قبول نہ کیا پھر اس کے ساتھ جو ہوا وہ ہوا۔

چھاج کو آگ پر رکھا لیکن آگ نے نہ جلایا

آپ کی ایک کرامت یہ ہے کہ آپ چھاج میں چاول ڈال کر آگ پر انہیں پکاتے تھے لیکن چھاج بالکل نہ جلتا۔ بعض حضرات نے ذکر کیا ہے کہ شیخ موصوف نے 772ھ میں انتقال فرمایا اور قرافہ میں اپنے شیخ جناب ابو العباس بصیر کے احاطہ میں دفن کیے گئے۔ (قالہ المناوی)

حضرت یحییٰ بن محمد شرف الدین مناوی حدادی رحمۃ اللہ علیہ

آپ شافعی المسلک تھے۔ بہت بڑے امام اور صوفی تھے۔ صرف دس سال کی عمر میں قرآن کریم حفظ کر کے نماز تراویح میں لوگوں کو قرآن کریم سنایا۔

مردوں سے ہم کلام ہونا

آپ کی ایک کرامت یہ تھی کہ آپ مردوں کی گفتگو سماعت فرماتے تھے اور مردے آپ سے اور آپ مردوں سے کلام فرمایا کرتے تھے۔ ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ ابو الخیر نحاس جو لوگوں سے زبردستی مال وصول کرنے کا عہدیدار بنا ہوا تھا، اس نے سلطان سے کہا کہ شیخ یحییٰ مناوی سے زبردستی مال وصول کرنا اچھا ہو گا آپ اس کی اجازت دیں۔ اس نے شکایت یہ کی کہ مختلف اطراف سے شیخ کے پاس بڑے بڑے امیر آتے ہیں اور انہیں بہت کچھ نذر و نیاز دے جاتے ہیں۔ بادشاہ نے اس کی اجازت دے دی۔ چنانچہ ابو الخیر نحاس آپ کے پاس آیا اور کہنے لگا سلطان نے تمہیں سلام کہا ہے اور آپ سے اس نے پندرہ

ہزار قرض مانگا ہے۔ اس وقت شیخ موصوف کے پاس پندرہ درہم بھی نہ تھے۔ آپ نے اسے جواب دیا اللہ مہربانی کرے گا۔
آپ کے ماننے والوں اور اتباع کرنے والوں میں سے ایک شخص قرافہ میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے پڑوس میں رہتا تھا۔ وہ دن بھر آپ کی خدمت میں رہتا اور رات اپنے گھر میں بسر کرتا۔ آپ نے اسے بلوایا اور کہا امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے قبہ میں داخل ہو جانا اور ان کے چہرے کی طرف باادب کھڑے ہو جانا اور ان سے عرض کرنا ''آپ کا خادم یحییٰ آپ کو وہ کچھ عرض کرتا ہے جو اس پر آن پڑا ہے''۔ پھر جو بھی تو ان سے جواب سنے اسے یاد رکھنا اور میرے پاس واپس آ جانا۔ اس شخص نے شیخ کے حکم کے مطابق عمل کیا۔ لیکن کوئی جواب نہ آیا اور نہ ہی کوئی بات سنی۔ بار بار ایسا کیا۔ لیکن اس کے باوجود کچھ محسوس نہ ہوا اور نہ کوئی خبر ملی۔ جب صبح ہوئی تو شیخ موصوف کے پاس حاضر ہوا تو دیکھا کہ شیخ بہت خوش ہیں۔ شیخ نے ان سے پوچھا کیا خبر لائے ہو؟ کہنے لگا میں نے تو کچھ بھی نہیں سنا۔ آپ نے کہا عزت باری تعالیٰ کی قسم! میں نے یقیناً آپ کے لیے جواب سن لیا ہے اور اسی مجلس میں سنا ہے۔ انہوں نے آپ کے لیے یہ حکم دیا ہے کہ انہیں بتا دو کہ پندرہ دن بعد ابوالخیر کو تمہاری مجلس میں لایا جائے گا۔ وہ ننگے سر، ننگے پاؤں اور پشت پر ہاتھ بندھے ہوگا۔ پھر آپ کو اختیار دیا جائے گا کہ تین باتوں میں سے جو چاہیں اس کے بارے میں اختیار کریں قتل، جلاوطنی اور سزا۔ پھر یونہی ہوا۔ سلطان کو ابوالخیر پر غصہ آیا۔ غصہ کا سبب کیا تھا کسی کو معلوم نہ تھا۔ ابوالخیر کو سلطان نے شیخ موصوف رحمۃ اللہ علیہ کے پاس بھیج دیا تاکہ اس کے ساتھ جو آپ چاہیں سلوک کریں آپ نے اس کی جلاوطنی کا حکم دے دیا چنانچہ اسے وطن سے نکال دیا گیا پھر مرنے تک ادھر ادھر دھکے کھاتا رہا۔

یہ بھی ایک مرتبہ واقعہ ہوا کہ آپ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے مولد میں حاضر تھے۔ جیسا کہ آپ کی عادت تھی کہ آپ اس میں ضرور حاضر ہوتے۔ اس دوران کہ آپ بیٹھے ہوئے تھے اور فقرا قرآن کریم پڑھ رہے تھے آپ اٹھ کھڑے ہوئے اور منادی کر دی کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ تمہیں فرما رہے ہیں تلاوت کے انداز میں پڑھو۔

پرندے آپ کی باتیں سمجھتے اور عمل کرتے تھے

آپ کی ایک کرامت یہ تھی کہ پرندے آپ کی گفتگو کو سمجھتے جو کچھ آپ فرماتے وہ بھی اور جو پرندے عرض کرتے وہ بھی۔
لوگ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن آپ اپنے راز و اسرار لکھنے والے خادم جناب شرف الدین انصاری کے گھر بولاق میں تشریف لے گئے۔ آپ اس کے ساتھ ایک منظرگاہ میں تشریف فرما تھے تو اس نے شکایت کی کہ پرندے بہت زیادہ نجاست ڈال کر میرے فرش اور کتابوں کو گندا کر دیتے ہیں۔ اس سے بچنا بہت مشکل ہے۔ یہ سن کر آپ نے اپنا سر اٹھایا اور فرمایا اے پرندو! یہاں سے واپس چلے جاؤ اور یہ کام بند کر دو۔ اس کے بعد پرندوں کی نجاست وہاں دیکھنے میں نہ آئی۔

اولیاء کرام میں سے ایک ولی نے ایک شخص کو ہوا میں زبرجد کی کرسی پر بیٹھے اڑتا دیکھا۔ کرسی پر اڑنے والا چوپٹ بیٹھا ہوا تھا۔ تو اس ولی اللہ نے کہا اس ذات کی قسم! جس نے تجھے یہ قدرت بخشی ہے جو میں دیکھ رہا ہوں مجھے بتا تو کون ہے؟ اس نے جواب دیا میں یحییٰ مناوی ہوں۔ اس نے کہا اللہ تعالیٰ کی امان میں سیر کرو اور مجھ پر مخفی رہو۔

نمکین سمندر میں ڈوبتوں کو بچالیا

آپ ایک مرتبہ اپنے حلقہ درس میں تشریف فرما تھے۔ آپ نے اپنی تقریر کے درمیان حکم دیا اور چپ چاپ کھڑے ہو گئے۔ پھر اپنے گھوڑے پر سوار ہوئے کچھ اور لوگ بھی اپنی اپنی سواریوں پر بیٹھ گئے اور آپ کے پیچھے پیچھے چل پڑے۔ حتیٰ کہ خانقاہ کے قریب ایک جگہ پر آ گئے۔ اچانک وہاں ایک بڑی کشتی چلتے راستہ پر اوندھے پڑی دکھائی دی۔ آپ اپنے گھوڑے سے نیچے اترے اور فرمایا! اے میرے ساتھیو! ہماری مدد کرو۔ ان سب نے مل کر بہت کوشش سے اسے کھڑا کیا۔ اس کے بعد آپ پھر سوار ہو گئے اور اپنی منزل پر واپس تشریف لے آئے۔ کچھ دنوں بعد خبر آئی کہ آپ کی جماعت کے بعض افراد نمکین سمندر میں سفر کر رہے تھے تیز ہوا نے ان کی کشتی کو الٹا دیا اور وہ سب ڈوبنے والے ہو گئے۔ ان میں ایک نے شیخ موصوف کی طرف توجہ کی اور ان سے مدد طلب کی پھر اس نے دیکھا کہ شیخ تشریف لائے ہیں اور کشتی کو سیدھا کر دیا یوں کشتی اور اس کے سوار باحفاظت کنارے لگ گئے۔

بدخواہوں پر دیوار گر گئی

جند کے دو بڑوں نے سلطان کے پاس آ کر شکایت کی کہ آپ ہم سے ہر چھوٹے موٹے کام میں اعانت کرنے کا ذکر فرماتے ہیں حالانکہ ہماری آمدنی بہت کم ہے۔ اس کے برخلاف ایک شخص جو اولاد عرب سے ہے وہ ہمارے سو آدمیوں کے برابر ہے۔ وہ نہ خود جاتا ہے اور نہ ہی کسی قسم کی مشقت اٹھاتا ہے۔ سلطان نے پوچھا وہ کون ہے؟ دونوں نے کہا شافعی مسلک کا قاضی امام مناوی۔ بادشاہ نے کہا ہم اس کے بارے میں سوچتے ہیں۔ دونوں بڑے سلطان سے واپس مڑے اور امام مناوی کے پاس آئے حتیٰ کہ جب دونوں سلطان حسن کے مدرسہ کے قریب رمیلہ پہنچے تو دونوں پر دیوار گری اور وہ مر گئے۔

آپ نے نواجی کے حق میں بددعا کی۔ کیونکہ اس نے آپ کے شیخ عراقی کے بارے میں ہجو کہی تھی تو نواجی کوڑھ کے مرض میں مبتلا ہو گیا۔

دل کے خیالات پر اطلاع

شیخ الاسلام شرف نور الدین سمہودی صاحب ''حاشیہ الروضۃ'' وغیرہا نے اپنی کتاب ''جواہر العقدین'' میں لکھا ہے کہ ایک مرتبہ میں سوار ہوا اور اپنے شیخ، شیخ الاسلام فقیہ العصر شرف یحییٰ مناوی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ ان کی منزل بالبند قانیین سے ان کی دوسری منزل واقع جزیرہ وسطیٰ کی طرف چل پڑا۔ ہمارا گزر بیٹھے ہوئے بہت سے آدمیوں سے ہوا۔ میرے دل میں ان کے متعلق کچھ خیال آیا۔ میرے شیخ موصوف نے بذریعہ کشف میرے دل کا خیال معلوم کر لیا۔ میں نے بالکل اس کا تذکرہ نہ کیا تھا۔ مجھے فرمانے لگے یہ سب لوگ ہماری ولایت کے معتقد ہیں۔

علامہ سمہودی رحمۃ اللہ علیہ ہی بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ میں آپ کی مجلس درس میں موجود تھا جو آپ کے مکان کے سامنے مدرسہ قطبیہ میں منعقد تھی۔ وہاں طالب علموں کا جم غفیر حاضر تھا۔ آپ نے اپنے شیخ عراقی رحمۃ اللہ علیہ کی گفتگو چھیڑ دی۔ ج

حاضرین نے بہت اچھا جانا۔ فرمانے لگے میں نے اپنے شیخ کی مثل نہیں دیکھی اور میں کہتا ہوں کہ انہوں نے خود بھی اپنی مثل نہیں دیکھی۔ میں (علامہ سمہودی) نے دل میں کہا زبان تک ایک حرف تک نہ لایا۔ شیخ موصوف یہ کیونکر فرما رہے ہیں کہ شیخ عراقی نے بھی اپنی مثل نہیں دیکھی۔ حالانکہ انہوں نے اپنے شیخ سراج بلقینی رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا اور وہ ان سے زیادہ فقیہ تھے۔ ابھی میرے دل میں یہ بات مکمل بھی نہ ہونے پائی تھی کہ شیخ مناوی رحمۃ اللہ علیہ نے میری طرف منہ کیا اور مجھ سے فرمایا۔ جناب بلقینی رحمۃ اللہ علیہ واقعی فقیہ تھے۔ اور شیخ عراقی رحمۃ اللہ علیہ کے والد گرامی محدث تھے۔ انہوں نے اول سے فقہ اور ثانی سے حدیث حاصل کی پھر یہ دونوں ان میں جمع ہو گئے۔ اس جمع میں ان کی مثل انہوں نے خود بھی نہیں دیکھی۔ گویا شیخ مناوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس بات کو بذریعہ کشف معلوم کر لیا۔ میں یہ سن کر شرمندہ ہوا اور مجھے حیاء آئی کہ میں اس بات کو جانتا بھی تھا کہ آپ دل کے خیالات معلوم کر لیتے ہیں پھر میرے دل میں یہ خیال کیوں آیا؟ جب ہم مجلس سے واپس لوٹے تو میں علامہ جوجری کے ساتھ چل پڑا۔ میں نے انہیں اس کی حکمت بتائی کہ شیخ مناوی رحمۃ اللہ علیہ نے میری طرف منہ کیوں کیا تھا اور خاص کر مذکورہ بات میں مجھے ہی کیوں مخاطب فرمایا تھا۔ علامہ جوجری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی مجھے امام مناوی کی بہت سی عجیب باتیں بتائیں جنہیں انہیں دیکھنے کا اتفاق ہوا اور یہ بھی بتایا کہ بسا اوقات شیخ مناوی رحمۃ اللہ علیہ مجھے میرے عزیز و اقارب سے پہنچنے والی تکلیف کا بتا دیا کرتے تھے پھر وہ تکلیف مجھے پہنچتی۔

ایک کرامت یہ ہے کہ ایک مرتبہ طاعون کی وبا بکثرت پھیل گئی۔ میں ان دنوں قاہرہ میں تھا میں نے پہلے والد گرامی سے ملاقات کے لیے زادِ راہ تیار کیا۔ لیکن مجھے اس بات نے روک رکھا کہ کہیں طاعون سے بھاگنے کے ڈر سے تو نہیں جا رہا۔ میں نے پختہ ارادہ کیا کہ اس بارے میں اپنے شیخ، شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ سے مشورہ طلب کروں گا۔ میں نے اس رات خواب دیکھا گویا میں ایک دیوار کے پیچھے کھڑا ہوں اور دیوار کے سامنے بہت سے لوگ دوسرے لوگوں پر تیر برسا رہے ہیں۔ میرے اور ان کے درمیان دیوار پردہ بنی ہوئی ہے۔ پھر میں نے ایک کتاب دیکھی۔ میں نے اسے اٹھا لیا دیکھا تو اس کے سرورق پر یہ لکھا ہوا تھا بذل الماعون فی دفع الطاعون۔ یہ نام میرے کانوں میں آج تک نہ پڑا تھا۔ جب میں صبح اٹھا تو درس کی طرف گیا میں نے ارادہ کیا کہ شیخ موصوف سے پہلے میں ملاقات کروں اور انہیں اپنے حالات و پروگرام بتاؤں۔ لیکن مجھ سے پہلے شیخ موصوف رحمۃ اللہ علیہ نے کلام کی ابتدا فرمائی۔ مجھے پوچھنے لگے اپنے والد کی ملاقات کے لیے تم سفر کیوں نہیں کرتے؟ ان کے پاس جاؤ۔ یہ کام تم پر بہت عظیم ہے اور یہ سفر ممنوع نہیں ہے۔ کیونکہ تمہارا ارادہ طاعون سے بھاگنے کا نہیں ہے۔ تم تو اپنے والد گرامی اور گھر والوں کے اطمینان قلبی کی خاطر جا رہے ہو۔ مزید فرمایا مجھے اطلاع ملی ہے کہ طاعون ان شہروں میں بھی پھیلا ہوا ہے جہاں تم جا رہے ہو اور بھاگنا تب ہو کہ اس جگہ جاؤ جہاں یہ بیماری نہ ہو۔ پھر میں نے آپ سے اپنا خواب بیان کیا تو آپ نے مجھے سلامتی کی خوشخبری سنائی۔ پھر آپ نے مجھے اس کتاب کے بارے میں پوچھا کیا تم اسے جانتے ہو؟ میں نے عرض کیا نہیں۔ فرمایا وہ حافظ ابن حجر کی تصنیف ہے میں نے اس کا خلاصہ بھی کیا ہے پھر میں نے آپ کو الوداع کہا اور سفر پر روانہ ہو گیا۔ جس کشتی میں میں سوار تھا اس میں موجود تمام مسافروں اور سواروں نے طعن کیا اور ان میں سے اکثر فوت ہو گئے۔

میرے سوا کوئی بھی ان میں سے طعن کی وجہ سے نہ بچا۔ جب میں والد گرامی کے پاس پہنچا تو وہ رو پڑے اور مجھ سے معانقہ کیا۔ حالانکہ آپ کی یہ عادت نہ تھی۔ میں نے دیکھا کہ ابا جان واقعی بہت پریشان تھے جیسا کہ ہمارے شیخ موصوف رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا تھا۔

علامہ سمہودی فرماتے ہیں میرا سفر سرزمین حجاز کی طرف جلد واقع ہوا۔ کیونکہ لوگوں کے اکٹھے ہونے کا تقاضا تھا۔ تو آپ نے فرمایا اے فلاں! جب کوئی شخص اللہ تعالیٰ کی طرف بڑھتا ہے تو لوگ اس کی طرف پہلے دوڑے چلے آتے ہیں۔ پھر اس سے منہ موڑ لیتے ہیں اور اسے تکلیف نہیں پہنچاتے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا یہ طریقہ ہے جو اس نے اپنے بندوں پر جاری فرمایا ہے وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ ان پر بلائیں اتارتا ہے اور ان کا امتحان لیتا ہے۔ یہ اس لیے کہ انہیں لوگوں کی طرف سے سکون سے پاک کر دے اور حق کے علاوہ کسی اور سے التجا کرنے میں ان کو خلوص عطا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ یُّتْرَكُوْۤا اَنْ یَّقُوْلُوْۤا اٰمَنَّا وَ هُمْ لَا یُفْتَنُوْنَ ۝ وَ لَقَدْ فَتَنَّا الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ الایہ (العنکبوت) کیا لوگ یہ گمان کیے بیٹھے ہیں کہ انہیں یونہی چھوڑ دیا جائے گا اس بات کے کہنے کے بعد کہ ہم ایمان لے آئے اور انہیں فتنوں میں نہیں ڈالا جائے گا۔ بے شک ہم نے ان سے پہلوں کو بھی آزمایا۔

جنات کو تعلیم دینا

شیخ مناوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے شیخ ولی عراقی رحمۃ اللہ علیہ کی طرح جنات کو ایک ایسی زمین پر پڑھایا کرتے تھے جہاں ٹیلہ کوئی نہیں تھا۔ وہاں غالباً کسی کو جانے کی ہمت نہ پڑتی۔ آپ سے یہ بھی مذکور ہے کہ آپ نے ان میں شادی بھی کی تھی۔ آپ جنات کی ہر سال ایک مرتبہ مہمان نوازی کرتے اس ضیافت میں جنات کی بہت زیادہ تعداد حاضر ہوتی۔ آپ ان کا انتظام اسی کھلی جگہ اور وہاں موجود ایک گھر میں فرماتے۔ صبح وہاں کوئی نشان نہ ملتا۔ آپ کے گھر کے افراد جنات کے ساتھ آپ کی گفتگو سنا کرتے تھے اور ان کے سوالات کے جوابات بھی سنتے تھے۔ اہل خانہ میں سے صغیر و کبیر سب اس کو جانتے تھے۔ آپ نے 871ھ میں انتقال فرمایا۔ (قالہ المناوی)

حضرت یحییٰ بن عمادی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ صالح، مقری جناب یحییٰ موصوف بچوں کے استاد تھے۔ نجم غزی نے کہا کہ قرآن کریم کی تعلیم میں موصوف ہمارے شیخ ہیں۔ آپ ان اولیاء کرام میں سے تھے جن کے لیے زمین سکڑ جاتی ہے۔ میں نے اس کا مشاہدہ بھی کیا۔ آپ نے اپنی موت سے پہلے ہی بتا دیا تھا کہ میری عمر کے صرف دو مہینے باقی ہیں۔ حالانکہ آپ اس وقت بالکل تندرست تھے۔ اس کے بعد آپ بیمار ہوئے اور دو ماہ مکمل ہونے پر انتقال فرما گئے۔ آپ نے اپنی وفات سے تھوڑا سا عرصہ پہلے مجھے بتایا کہ میں بھی اللہ تعالیٰ کے اولیاء میں سے ہوں۔ آپ کو اپنی موت کی پہلے سے اطلاع دے دی گئی تھی تاکہ اللہ تعالیٰ کی ملاقات کی تیاری کریں۔ نجم غزی کہتے ہیں کہ یہ بات بھی افضل الکرامات ہے۔ 989ھ میں آپ کا وصال ہوا اور دمشق میں باب الصغیر میں

دفن کیے گئے۔

حضرت سید یحییٰ حسنی مصری رحمۃ اللہ علیہ

آپ عابد اور راسخ القدم بزرگ تھے اور صاحب فتوت وحال تھے۔ بہت محنتی اور سخت جان تھے۔ قوم کے اکابر کے ساتھ ملنے کا انہیں اتفاق ہوا۔ جیسا کہ شیخ مرصفی وغیرہ جیسا کہ شیخ مرصفی وغیرہ رحمۃ اللہ علیہم۔ آپ ہر وقت باوضو رہتے تھے اور ذکر سے کبھی خالی نہ ہوتے۔ خود ان کی شخصیت گواہی دیتی ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کے ولی ہیں اور عنایات کے حق دار ہیں۔ آپ نے بتایا کہ میں نے حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی بار ہا جاگتے ہوئے زیارت کی۔ بالجملہ آپ مشہور اولیاء کرام میں سے ہوئے۔ 1015ھ میں انتقال فرمایا اور صحرا میں دفن کیے گئے۔

میت بالکل محفوظ

آپ عمر کے آخری حصہ میں بحری راستہ سے حج پر روانہ ہوئے اور کشتی میں ہی انتقال کر گئے۔ ملاحوں نے ارادہ کیا کہ آپ کی نعش کو پانی میں ڈال دیا جائے کیونکہ خشکی بہت دور تھی اتنے میں سخت ہوا چلی جس نے کشتی کی رسیاں کاٹ کر رکھ دیں۔ ملاحوں نے جان بچانے کے لیے نزدیک ترین خشکی کا ارادہ کیا اور انہوں نے اپنی کشتی کنارے پر پہنچائی۔ اس جدہ کا نام راس ابی محمد تھا۔ یہاں آپ کو دفن کر دیا گیا۔ پھر ان کے صاحبزادے شیخ عیسیٰ نے ان کے انتقال اور دفن کیے جانے کی خبر ملنے پر انہیں اس جدہ سے مصر منتقل کر دیا اور یہاں قرافہ کبریٰ میں دفن کیا۔ آپ کو جب مصر لایا گیا تو آپ کے جسم میں کوئی تغیر وتبدل نہ ہوا تھا۔ اتفاق کی بات ہے کہ جب ان کے صاحبزادے نے کچھ عرب لوگوں کو بھیجا تاکہ وہ شیخ موصوف کی قبر کا اتہ پتہ معلوم کریں۔ اور پھر ان کی میت کو نکال کر مصر لے آئیں تو وہ شیخ موصوف کی قبر تلاش کرتے چرتے تھے۔ اچانک ایک شخص پر نظر پڑی اس نے ان سے پوچھا کیا ڈھونڈ رہے ہو؟ انہوں نے کہا شیخ یحییٰ کی قبر تلاش کر رہے ہیں۔ تو اس نامعلوم متعارف نے ان قبر کی نشاندہی کی۔ ان عربوں نے اس کی مٹی ادھر ادھر کی۔ جب آپ کے جسم کو دیکھا تو وہ بالکل صحیح حالت پر تھا۔ انہوں نے اسے تابوت میں رکھا اور مصر لے آئے۔

حضرت یعقوب بن محمد بن کیست یمنی رحمۃ اللہ علیہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا سے خوراک ختم نہ ہوتی

آپ یمن کے رہنے والے تھے اور آپ فقیہ محمد ابو تربیہ کے والد تھے۔ بہت بڑے عالم، ناسک، عابد، زاہد اور صاحب کرامات ومکاشفات تھے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوئے تو آپ نے انہیں ارشاد فرمایا: خرچ کرتے رہا کرو جو تمہارے پاس ہے وہ ختم نہیں ہوگا۔ اس کے بعد آپ رات دن خرچ کرتے لیکن کھانے کا برتن کبھی خالی نہ ہوتا۔ آپ کے اور ابن عجیل وحضرمی کے درمیان یارانہ تھا۔ جناب حضرمی نے ان کے مرض موت میں ان سے ملاقات کی۔ بوقت ملاقات کہا مجھے آپ سے ملنے کا بہت شوق تھا۔ میں نے رب العزت کو دیکھا تو اس نے مجھے فرمایا: اے ابن کیست! اب تم

ہم نے احمد بن موسیٰ کو زمین میں خلیفہ بنایا ہے۔

کسی حج کے دوران جناب ابن عجیل کی ان سے ملاقات ہوئی تو ان سے کہا اے سلطان العصر! خوش آمدید۔ انہوں نے جواباً کہاہاں اور تم خلیفۃ اللہ ہو۔ آپ کسی ظالم کے گھر کے قریب سے گزرتے یا ظالم سامنے آجاتا تو اپنے چہرہ ڈھانپ لیا کرتے تھے۔ جب انتقال فرمایا تو ان کے دفن کے موقع پر جناب حضرمی تشریف لائے اور لحد میں انہیں اتارا۔ جب لحد میں رکھ چکے تو دیکھا کہ آپ نے منہ سے کفن ہٹالیا۔ پھر ان کے بیٹے سے فرمایا اے فلاں! اپنے باپ جیسا بننے کی کوشش کرنا۔ یہ دیکھو ان کا کفن ہے۔ حالانکہ آپ اللہ رب العزت کی بارگاہ میں جاچکے تھے۔ آپ کی اور بھی بہت سی کرامات ہیں۔ (قالہ الشرجی)

حضرت یعقوب بن سلیمان انصاری رحمۃ اللہ علیہ

آپ یمن کے رہنے والے تھے۔ عالم فاضل، فقیہ اور صالح مرد تھے۔ بہت سی کرامات کا آپ سے ظہور ہوا۔

موت کے بعد فتویٰ دیا

آپ نے اپنے انتقال کے بعد فتویٰ صادر فرمایا۔ ہوایوں کہ ایک شخص آپ کے پاس آیا۔ آپ اس وقت مرض موت میں مبتلا تھے۔ اس نے آپ سے کوئی مسئلہ پوچھا آپ نے اسے اسی حالت میں جواب دیا۔ اس وقت آپ کے پاس آپ کے اصحاب میں سے ایک شخص موجود تھا تو جب آپ انتقال فرما گئے۔ اس ساتھی نے آپ کو خواب میں دیکھا کہ آپ اس سے فرما رہے ہیں اے فلاں! اس شخص تک یہ بات پہنچادو۔ جس نے تمہاری موجودگی میں مجھ سے سوال پوچھا تھا کہ اس کے سوال کا جواب یوں یوں ہے۔ اس وقت یہ یہ جواب دیا تھا جب کہ میں اس وقت نزع کی حالت میں تھا اور صحیح ترین یہ ہے کہ اس کے سوال کا جواب یوں ہے۔ یہ واقعہ آپ کی بہت بڑی کرامات میں سے ہے اسے علامہ مناوی رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر فرمایا۔

حضرت ابویعزی یکنور بن خضر بن عبدالرحمٰن بن میمون مغربی رحمۃ اللہ علیہ

اندلس (مغرب) کے اولیاء کے امام تھے۔ وہ بھی ان اولیاء کرام کے کہ جن کی شہرت روئے زمین پر پھیلی تھی۔

درندوں پر حکم چلتا تھا

جناب سراج نے لکھا ہے کہ ہمیں بتایا گیا کہ شیخ ابویعزی مغربی قدس اللہ روحہ نے پندرہ سال متواتر جنگل (غیر آباد علاقہ) میں گزارے۔ اس دوران آپ کی خوراک صرف خبازی کے چند دانے تھی۔ شیر آپ کے پاس آکر پناہ لیتے اور پرندے آپ کے اردگرد پھرتے۔ ایندھن جمع کرنے والوں نے آپ سے شکایت کی کہ اس جنگل میں بہت شیر ہیں جن سے ہمیں ہر وقت خطرہ رہتا ہے۔ آپ نے اپنے خادم سے فرمایا بلند آواز سے جنگل کے راستہ میں اعلان کردو یا معشر الأسد یأمرکم ابویعزی أن ترحلوا من ھذہ الغابة، شیرو!! ابویعزی تمہیں حکم دیتا ہے کہ اس جنگل سے کوچ کر جاؤ۔ اس اعلان کے بعد دیکھا گیا کہ شیر اپنے بچے اٹھائے جنگل سے نکل کر جارہے ہیں۔ حتیٰ کہ وہ جنگل بالکل خالی کر گئے۔ اس کے بعد اس جنگل میں کوئی شیر نظر نہ آیا۔

امام شعرانی فرماتے ہیں ابویعزی مغربی وہ بزرگ ہیں جن پر مغرب میں صادقین کی زینت اختتام پذیر ہوگئی۔ ان سے اکابر مشائخ نے طریقت حاصل کی۔

درندوں اور پرندوں کو خوراک کی طرف بھیج دیا

شیخ ابومدین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں نے ایک مرتبہ شیخ موصوف کی صحرا میں زیارت کی۔ اس وقت آپ کے اردگرد شیر اور پرندے موجود تھے۔ اپنے اپنے حالات پر آپ سے مشورہ کر رہے تھے اس وقت قحط کا دور تھا۔ آپ انہیں فرماتے فلاں جنگل یا غیر آباد جگہ میں چلے جاؤ۔ وہاں تمہاری خوراک موجود ہے۔ پرندوں سے بھی اسی قسم کی گفتگو فرماتے۔ آپ کے حکم پر درندے اور پرندے سبھی عمل کرتے۔ پھر آپ نے مجھے کہا اے شعیب! یہ درندے اور پرندے میری ہمسائیگی پسند کرتے ہیں، اس وجہ سے انہیں بھوک و پیاس کا صدمہ برداشت کرنا پڑتا ہے۔

زمین پر بارش برسادی

جناب تاذفی بیان کرتے ہیں شیخ ابومدین کے اصحاب میں سے ایک شخص ابویعزی موصوف کے پاس آیا اس وقت بارش بالکل بند ہو چکی تھی۔ کھیتیاں خشکی کی وجہ سے برباد ہو رہی تھیں۔ اس شخص نے آپ سے درخواست کی کہ میری کچھ زمین ہے اسی کی پیداوار سے میں اور میرے بال بچے روزی حاصل کرتے ہیں اور بارش نہ ہونے کی وجہ سے وہ خشک ہوگئی ہے۔ شیخ موصوف رحمۃ اللہ علیہ اس کے ساتھ چل پڑے اور اس کی زمین پر تشریف لائے۔ زمین میں گھومے پھرے تو صرف اس کی زمین پر بارش ہوگئی۔ اتنی بارش ہوئی کہ زمین سیراب ہوگئی۔ پھر بارش بند ہوگئی۔ اس شخص کی زمین کے سوا کوئی دوسری زمین کاشت نہ ہو سکی۔ شیخ موصوف باعیث قصبہ میں رہائش پذیر رہے جو فاس کے پتوار میں ہے۔ وہیں انتقال بھی فرمایا۔

علامہ مناوی بیان کرتے ہیں جناب ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا جب کوئی شخص چوری کرتا یا گالی دیتا یا کوئی حرام کام کرتا پھر آپ کے پاس آتا تو اسے اپنا وہ عضو جس سے وہ ناجائز کام کیا ہوتا، سیاہ دھاریوں والا دکھائی دیتا۔

علامہ مناوی نے ہی ذکر کیا ہے کہ آپ کو جو شخص گہری نظر سے دیکھتا تو وہ آپ کے چہرے کے نور کی وجہ سے اندھا ہو جاتا تھا۔ شیخ ابومدین بھی ان لوگوں میں سے تھے جوان کے چہرے کی روشنی سے اپنی بینائی کھو بیٹھے تھے۔ آپ کو کچھ بھی دکھائی نہ دیتا تھا۔ بعد میں جناب ابویعزی کا ایک استعمال شدہ کپڑا ہاتھ لگا۔ اسے اپنے منہ پر پھیرا تو بینائی لوٹ آئی۔ اہل مغرب آپ کے وسیلہ سے بارش طلب کیا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ ان کو اس وسیلہ کی برکت سے بارش عطا فرمایا کرتا تھا۔

حضرت ابوالفتح قواص یوسف بن عمر رحمۃ اللہ علیہ

آپ ابدال میں سے تھے اور مستجاب الدعوات تھے۔ آپ ابھی بچے ہی تھے کہ لوگ آپ سے برکت حاصل کیا کرتے تھے۔

چوہا فوراً مر گیا

آپ کی ایک کرامت یہ ہے کہ آپ نے ایک دفعہ اپنی کتابوں میں سے ایک جلد نکالی تو اس میں دیکھا کہ چوہے نے

کاٹ کھائی ہے۔ آپ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ وہ چوہا جس نے اسے کھایا اللہ اس کی گرفت فرمائے۔ چنانچہ دعا کے ساتھ ہی چوہا چھت سے نیچے گرا اور تڑپ تڑپ کر مر گیا۔ اس کرامت کی سند امام بغوی اور ابن صاعد وغیرہ کی طرف کی گئی ہے موصوف نے 385ھ میں انتقال فرمایا۔

حضرت شیخ یوسف رحمۃ اللہ علیہ

آپ جناب عدی بن مسافر رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھیوں میں سے تھے۔ ابینا یوسف کے نام سے مشہور تھے۔ خود اپنی حکایت بیان فرماتے ہیں ایک رات مجھے بھوک لگی تو میں نے خواب میں جناب عدی بن مسافر رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا۔ میں نے سلام کیا آپ نے جواب دیا پھر آپ نے مجھے انگوروں سے بھرا ایک تھال عطا فرمایا۔ میں نے اس میں سے حسب ضرورت انگور کھائے پھر میں بیدار ہو گیا تو مجھے انگوروں کی مٹھاس منہ میں محسوس ہوئی۔ شیخ موصوف نے مصر میں انتقال فرمایا اور شیخ احمد بطائحی رفاعی رحمۃ اللہ علیہ کی قبر کے پڑوس میں قرافہ میں دفن کیے گئے۔ (قالہ السخاوی)

حضرت ابو یعقوب یوسف بن ایوب ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ

آپ یکتا امام طریقت تھے۔ خراسان میں مریدوں کی تربیت آپ پر اختتام پذیر ہوگئی۔

ولی کو بدعتی کہنے والے فقیہ کی شامت

جناب ابراہیم بن حوفی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں شیخ یوسف ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ لوگوں سے (اسلام پر) گفتگو فرمایا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ کی مجلس میں دو فقیہوں نے آپ سے کہا۔ اسکت فانما أنت مبتدع۔ (چپ کرو تم بدعتی ہو)۔ آپ نے ان دونوں سے کہا اسکتا لا عشتما تمہیں زندگی نصیب نہ ہو تم چپ کرو۔ وہ دونوں اسی جگہ مر گئے۔

فرنگیوں کی قید سے رہائی دلوا دی

آپ کی ایک کرامت یہ بیان کی گئی ہے کہ ہمدان سے ایک عورت آپ کے پاس روتی ہوئی آئی اور کہنے لگی فرنگیوں نے میرا بیٹا قیدی بنا لیا ہے۔ آپ نے اسے صبر کرنے کا فرمایا لیکن وہ صبر نہ کر سکی۔ تو آپ نے دعا فرمائی: اللھم فك اسرہ وعجل فرجه۔ اے اللہ! اس کی قید کھول دے اور اس کی رہائی جلد فرما۔ پھر آپ نے اس عورت کو کہا تم گھر چلی جاؤ، بیٹا تمہیں گھر ہی مل جائے گا۔ چنانچہ عورت گھر آئی تو اچانک اسے گھر میں اپنا بیٹا دکھائی دیا۔ یہ دیکھ کر وہ بہت حیران ہوئی اور بیٹے سے پوچھنے لگی تمہارا آنا کیسے ہوا؟ کہنے لگا میں ابھی تھوڑی دیر پہلے قسطنطنیہ میں تھا میرے پاؤں میں زنجیریں تھیں اور مجھ پر سخت پہرہ بھی تھا۔ ایک شخص آیا وہ مجھے یہاں پلک جھپکنے سے پہلے لے آیا۔ (قالہ الشعرانی)

مردہ کو زندہ کر دیا

علامہ مناوی نے بیان کیا ہے ایک کرامت یہ ہے کہ آپ کے بعض اصحاب میں سے ایک شخص فوت ہو گیا۔ اس کے ورثا

نے اس کی فوتیدگی پر بہت غم کیا۔ جب شیخ موصوف نے ان کا شدید غم دیکھا تو آپ میت کے پاس تشریف لائے اور میت کو کہا قم باذن اللہ، اللہ کے حکم سے کھڑی ہو جا، چنانچہ مردہ اٹھ بیٹھا اور اس کے بعد خدا نے جس قدر چاہا وہ زندہ رہا۔

بدخواہ کے بارے میں پیشگوئی

آپ کی جماعت کا ایک آدمی جماعت سے نکل گیا۔ اور پھر اس نے آپ کی شان میں ایسی باتیں کہنی شروع کر دیں جن سے آپ بری تھے۔ شیخ نے فرمایا یہ شخص قتل کر دیا جائے گا چنانچہ وہ قتل کر دیا گیا۔

کتاب کے مصنف نے خواب میں تعارف فرمایا

جناب خانی لکھتے ہیں شیخ نجیب الدین علی بن بزغش شیرازی قدس سرہ نے ذکر فرمایا کہ علم حقیقت کے موضوع پر مجھے کسی شیخ کی کتاب کا کچھ حصہ کہیں سے دستیاب ہوا۔ جب میں نے اسے پڑھا تو مجھے بڑی لذت حاصل ہوئی۔ میں نے اس کے مولف و مصنف کو تلاش کرنا شروع کیا اور ان کے بارے میں جاننا چاہا کہ کس کی یہ تصنیف ہے؟ لیکن میں معلوم نہ کر سکا اور نہ ہی مجھے اس کتاب کا باقی حصہ کہیں سے دستیاب ہوا۔ میں رات کو سو گیا تو مجھے خواب آیا کیا دیکھتا ہوں کہ ایک شخص سفید داڑھی والا بہت باوقار، ہیبت سے بھرپور اور انتہا درجہ کے منور رباط میں داخل ہوا اور وضو خانہ کی طرف چلا گیا۔ اس نے سفید رنگ کا کھلا جبہ پہن رکھا تھا۔ جس پر سونے کے پانی سے آیۃ الکرسی لکھی ہوئی تھی، موٹی موٹی لکھائی کی گئی تھی۔ جس سے تمام جبہ بھرا ہوا تھا۔ میں بھی اس بزرگ کے پیچھے پیچھے چل پڑا۔ اس نے جبہ اتارا اور مجھے پکڑا دیا اس کے اتارنے کے بعد اس شخص نے ایک اور جبہ اس کے نیچے پہن رکھا تھا جو سبز رنگ کا تھا۔ اور پہلے جبہ سے بھی زیادہ خوبصورت تھا اس پر اسی طرح آیۃ الکرسی لکھی ہوئی تھی۔ اس نے وہ بھی اتار کر مجھے پکڑایا اور کہا میرے وضو کرنے تک ان کی حفاظت کرنا۔ جب اس نے وضو مکمل کر لیا تو مجھے کہا میں چاہتا ہوں کہ دونوں میں سے ایک جبہ تمہیں دوں۔ تم کون سا پسند کرتے ہو؟ میں نے کہا پسند میری نہیں بلکہ آپ کا اختیار ہے جو آپ مجھے دیں گے، مجھے منظور ہوگا۔ اس نے مجھے سبز رنگ کا جبہ پہنا دیا اور خود اس نے سفید رنگ والا پہن لیا۔ پھر مجھ سے پوچھا کیا تم جانتے ہو کہ میں کون ہوں؟ میں نے کہا نہیں۔ کہنے لگے میں یوسف ہمدانی ہوں۔ اس کتاب کا مصنف ہوں جس کا کچھ حصہ تمہیں ملا اور تم نے اسے پڑھا تھا اور بقیہ کی تمہیں تلاش تھی اور وہ کتاب ''رتبۃ الحیاۃ'' کا حصہ ہے۔ میری اور بھی تصانیف ہیں جو بہت اچھی ہیں جیسا کہ ''منازل السائرین، منازل السالکین'' پھر میری آنکھ کھل گئی مجھے بہت زیادہ سرور حاصل تھا۔

مرید صادق کا مرتبہ

شیخ اکبر قدس سرہ نے اپنی کسی تصنیف میں لکھا ہے کہ 602ھ میں شیخ اوحد الدین حامد کرمانی قونیہ شہر میں اپنی منزل (گھر) تشریف لائے۔ ان سے کسی نے یہ واقعہ بیان کیا کہ شیخ یوسف ہمدانی ان کے شہروں میں مقام شیخیت و ارشاد پر مقیم ہیں۔ یہ مقام آپ کے پاس ساٹھ سال سے تھا۔ آپ حسب عادت اپنے عبادت خانہ میں تشریف فرما تھے۔ آپ کے دل میں

خیال آیا کہ ذرا باہر نکلنا چاہیے۔ حالانکہ آپ صرف جمعہ کے دن نماز جمعہ کے لیے تشریف لایا کرتے تھے۔ یہ خیال آپ کو بھاری لگا اور یہ بھی معلوم نہ تھا کہ کہاں جانا ہے۔ آپ گدھی پر سوار ہوئے اور اس کی لگام کھلی چھوڑ دی تا کہ جدھر اللہ تعالیٰ کا ارادہ ہو ادھر چلی جائے۔ چنانچہ گدھی چل پڑی حتیٰ کہ وہ آپ کو شہر سے باہر لے گئی۔ اور ایک خراب مسجد میں لے گئی جو جنگل میں تھی وہاں جا کر ٹھہر گئی۔ شیخ نیچے اترے اور مسجد میں تشریف لے گئے۔ دیکھا کہ وہاں ایک نوجوان سر جھکائے ہوئے بیٹھا ہے۔ بڑا بارعب اور صاحب جلالت ہے۔ کچھ دیر بعد اس نے سر اٹھایا اور شیخ کی طرف دیکھا اور کہا اے یوسف! مجھے ایک مسئلہ نے پریشان کر دیا ہے۔ اس نے وہ مسئلہ بیان کیا شیخ نے اسے حل کر دیا۔ پھر آپ نے اس نوجوان کو کہا بیٹا! جب کبھی تمہیں کوئی مسئلہ کوئی مشکل پڑا کرے تو میرے پاس زاویہ (عبادت خانہ) میں آجانا اور مجھ سے دریافت کر لینا۔ مجھے اپنے پاس آنے کی تکلیف نہ دینا۔ یہ بات شیخ قدس سرہ نے کہی۔ پھر غلام (اس نوجوان) کی طرف دیکھا۔ نوجوان نے کہا جب مجھے کوئی مشکل پڑی تو پتھروں میں سے ہر پتھر میرے لیے آپ کی مثل یوسف ہوگا۔ شیخ اکبر نے کہا میں نے اس سے یہ بات معلوم کی کہ مرید صادق اپنے صدق کی وجہ سے شیخ کو اپنی طرف کھینچ سکتا ہے۔

پیشگوئی درست ہوئی

شیخ یوسف ہمدانی مذکور رحمۃ اللہ علیہ وہ غوث ہیں جن کی طرف شیخ عبدالقادر جیلانی، ابن السقا اور ابن عصرون رحمۃ اللہ علیہ ایک مشہور قصہ میں متوجہ ہوئے تھے۔ جیسا کہ اس قصہ کو ابن خلکان نے اپنی تاریخ میں شیخ موصوف کی سوانح عمری میں بیان کیا۔ اس کے علاوہ اور بھی بہت سے حضرات نے اس قصہ کو بیان کیا ہے۔ ذکر کرنے والے حضرات میں امام شلی نے ''المشرع الروی'' میں اسے لکھا ہے۔ اپنے دور کے امام الشافعیہ ابو سعید عبداللہ بن ابی عصرون نے کہا میں علم کی تلاش میں بغداد گیا۔ نظامیہ مدرسہ میں ابن السقا میرا رفیق بن گیا۔ ہم صالحین کی زیارت کرنے جایا کرتے تھے۔ بغداد میں ایک مرد خدا تھا جسے لوگ ''غوث'' کہتے تھے۔ جب وہ چاہتا تو ظاہر ہوتا (یعنی دکھائی دیتا) ہم نے اس کی زیارت کا قصد کیا اور ہمارے شیخ عبدالقادر جیلانی بھی تھے۔ وہ ان دنوں بھرپور جوان تھا۔ ابن السقا نے کہا میں اس غوث سے ضرور ایک مسئلہ دریافت کروں گا جس کا اسے جواب معلوم نہ ہوگا اور میں (ابو عصرون) نے کہا کہ میں بھی لازماً ایک مسئلہ پوچھوں گا اور دیکھوں گا کہ وہ غوث کیا فرماتے ہیں۔ شیخ عبدالقادر جیلانی نے کہا اللہ کی پناہ کہ میں ان سے کچھ پوچھوں۔ میں تو ان کے سامنے ان سے حصول برکت کا منتظر رہوں گا۔ چنانچہ ہم تینوں ان کے پاس حاضر ہوئے ہم نے انہیں ایک ساعت (گھنٹہ) کے بعد دیکھا۔ انہوں نے ابن السقا کی طرف غصہ سے دیکھا اور کہنے لگے اے ابن السقا! تجھ پر افسوس ہے تو مجھ سے ایک مسئلہ پوچھنا چاہتا ہے کہ جس کا جواب میں نہیں جانتا۔ تمہارا مسئلہ یہ ہے اور اس کا جواب یوں ہے۔ بے شک میں کفر کی آگ تجھ میں شعلے مارتی دیکھ رہا ہوں۔ پھر انہوں نے میری طرف دیکھا اور فرمایا اے عبداللہ! تو بھی مجھ سے ایک مسئلہ پوچھنا چاہتا ہے تا کہ تو دیکھے کہ میں اس کے جواب میں کیا کہتا ہوں۔ تمہارا مسئلہ یہ ہے اور اس کا فلاں جواب ہے۔ بے ادبی کی وجہ سے دنیا تیرے کانوں تک آپہنچے گی۔ تو بہت بڑا دنیادار اور امیر ہوگا۔ پھر شیخ عبدالقادر جیلانی کی طرف دیکھا ان کے قریب آئے اور ان کی تعظیم و اکرام کیا اور ان

سے کہا اے عبدالقادر! تو نے ادب کر کے اللہ اور اس کے رسول کو راضی کر لیا ہے گویا میں تمہیں بغداد میں دیکھ رہا ہوں اور تم کرسی پر ملاء الاعلیٰ کی طرف گفتگو کرتے ہوئے چڑھ گئے۔ اور تم نے کہا قدمی ھذہ علی رقبۃ کل ولی۔ میرا یہ قدم ہر ولی کی گردن پر ہوگا۔ گویا میں تمہارے وقت کے تمام اولیاء کرام کو دیکھ رہا ہوں کہ انہوں نے تمہاری بزرگی کے سامنے اپنی گردنیں جھکا لیں۔ اس قدر گفتگو کے بعد وہ غوث ہم سے غائب ہو گئے پھر اس کے بعد ہم نے انہیں نہ دیکھا۔ مزید لکھا کہ شیخ عبدالقادر رضی اللہ عنہ سے قرب خداوندی کی نشانیاں ظاہر ہوئیں۔ خاص و عام آپ کے پاس جمع ہوئے اور آپ نے کہا قدمی ھذہ علی رقبۃ کل ولی اسی لمحہ دنیا کے تمام اولیاء کرام نے اس کو قبول کیا۔ کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ جنات میں سے جو اولیاء ہیں انہوں نے بھی اپنے سر جھکا لیے اور عاجزی وانکساری کی۔ صرف اصبہان میں ایک شخص تھا کہ اس نے آپ کے اعلان سے روگردانی کی۔ پھر اس کا حال چھین لیا گیا۔ جن اولیاء کرام نے اپنے سر جھکائے ان میں سے ابوالجنیب سہروردی، احمد رفاعی، ابو مدین، شیخ عبدالرحیم قناوی ہیں۔ ابن ابی عصرون بیان کرتے ہیں کہ ہم تینوں میں سے ابن السقاء کا معاملہ یوں ہوا کہ وہ علوم میں مشغول ہو گیا۔ حتیٰ کہ اپنے دور کے علماء سے فوقیت لے گیا اور اس بات میں شہرت پائی۔ کوئی شخص کسی علم میں اس سے مناظرہ کرتا تو اسے شکست دے دیتا۔ فصیح زبان والا تھا اور خوبصورت بھی تھا۔ خلیفہ نے اسے اپنے قریب کر لیا اور روم کے بادشاہ کے پاس اسے اپنا نمائندہ بنا کر بھیجا۔ اس نے دیکھا تو بڑا تعجب کیا۔ اس نے اپنے بڑے پادری اکٹھے کیے۔ انہوں نے ان سے مناظرہ کیا اس نے ان سب کو شکست دے دی۔ بادشاہ کے نزدیک اس کی عظمت ہوگئی اس نے آزمائش کرنے اور فتنہ میں ڈالنے کا ارادہ کیا۔ بادشاہ کی بیٹی نے اسے دیکھا چند مرتبہ دیکھا دیکھی سے اس پر عاشق ہو گیا اور بادشاہ سے سوال کر دیا کہ اپنی بیٹی کی مجھ سے شادی کر دو۔ اس نے کہا تمہارا مطالبہ صرف ایک طرح پورا ہو سکتا ہے وہ یہ کہ تم عیسائی ہو جاؤ پھر وہ عیسائی بن گیا (معاذ اللہ) اور اس سے شادی کر لی۔ پھر بیمار ہو گیا تو اسے بازار میں ڈال دیا گیا تاکہ کھانے پینے کی اشیاء مانگے اور کھائے۔ ایک جاننے والے کا اس کے قریب سے گزر ہوا تو اس نے پوچھا یہ کیا ہے؟ کہنے لگا ایک فتنہ اور امتحان ہے جو مجھ سے لیا گیا۔ اسی وجہ سے یہ سب کچھ ہو گیا جو تم دیکھ رہے ہو۔ اس نے پوچھا کیا تم قرآن کریم کے حافظ ہو؟ کہنے لگا نہیں۔ صرف یہ آیت یاد ہے رُبَمَا یَوَدُّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لَوْ کَانُوْا مُسْلِمِیْنَ (الحجر) کل قیامت میں کافر یہ تمنا کریں گے کہ کاش ہم مسلمان ہوتے۔ پھر وہ جاننے پہچاننے والا آگے گزر گیا، ادھر اس پر حالت نزع طاری ہوگئی اسے قبلہ کی طرف پلٹا گیا۔ یہ اس سے پھر گیا دوبارہ قبلہ رخ کیا گیا یہ دوبارہ پھر گیا۔ اسی دوران غیر قبلہ کی طرف منہ کیے ہوئے اس کی روح نکل گئی۔ اور یہ اس مذکور غوث کی گفتگو یاد کیا کرتا تھا اور جانتا تھا کہ اس پر یہ مصیبت اسی وجہ سے ٹوٹی ہے۔ ابن ابی عصرون کہتے ہیں کہ رہی میری بات تو میں دمشق گیا۔ تو سلطان نورالدین شہید نے مجھے بلوایا۔ میں گیا تو اوقاف کی ولایت قبول کرنے پر انہوں نے مجھے سختی سے کہا جسے مجبوراً مجھے قبول کرنا پڑا۔ پھر دنیا نے میری طرف منہ اٹھایا کہ ہر اعتبار سے میں مال دار ہو گیا۔ غوث مذکور نے ہم تینوں کے بارے میں جو فرمایا تھا وہ سچ ہو گیا۔ امام شبلی صاحب ''المشرع الروی'' لکھتے ہیں۔ یہ حکایت قریب ہے کہ باعتبار معنی کے متواتر کے درجہ والی ہو۔ کیونکہ اس کے نقل کرنے والے بکثرت ہیں اور ان کا عادل ہونا بھی واضح ہے۔ اس واقعہ میں یہ سبق بھی ملتا ہے

کہ اولیاء اللہ کے انکار پر سخت ڈانٹ اور بڑے انجام کا شدید خطرہ ہوتا ہے۔ جس طرح انجام بد کو ابن السقا پہنچا نعوذ باللہ من ذلک۔ تاذفی نے ''قلائد الجواہر'' میں لکھا ہے کہ شیخ یوسف ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ نے 535ھ میں انتقال فرمایا۔

حضرت ابوالحجاج یوسف سبریلی رحمۃ اللہ علیہ

اولیاءکرام کا باہم ملنا اور خبر گیری کرنا

سبریلی ایک بستی کی طرف نسبت ہے جو اشبیلیہ سے دو فرسخ جانب مشرق میں واقع ہے۔ سیدی محی الدین رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں موصوف عظیم شان والے بزرگ تھے۔ ہمارے شہروں میں طریقت کے امام جناب ابن مجاہد رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے ابوالحجاج سبریلی سے دعا کی درخواست کیا کرو۔ میں (سیدی محی الدین) ایک مرتبہ اپنے شیخ ابومحمد رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ ان سے ملنے حاضر ہوا۔ بوقت ملاقات میں نے ان سے کہا یا سیدنا یہ میرے ساتھ جو بزرگ ہیں، جناب ابومدین رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھیوں میں سے ہیں، یہ سن کر آپ مسکرا دیئے اور فرمانے لگے عجیب بات ہے کل رات ابومدین ہمارے پاس تھے وہ بہت خوب شیخ ہیں۔ حالانکہ جناب ابومدین اس وقت بجایہ میں تھے۔ ان دونوں حضرات کی قیام گاہ کے درمیان پینتالیس دن کی مسافت تھی۔ تو معلوم ہوا کہ ان دونوں حضرات کے مابین کشف کارگر تھا۔ یہ حالت بہت مرتبہ مجھے بھی جناب ابویعقوب کے ساتھ پیش آئی۔ یعنی یوسف بن یخلف کومی جو سیدی محی الدین رحمۃ اللہ علیہ کے شیخ اور ابومدین رحمۃ اللہ علیہ کے صحبت میں بیٹھنے والے ایک شخص تھے نے کہا کہ آپ کے پاس ایک شخص آیا میں ان کی جماعت میں اس وقت ان کے ہاں موجود تھا۔ اس شخص کی آنکھ میں سخت تکلیف تھی جیسا کہ عورت کو بوقت ولادت جنین ہوتی ہے۔ آپ تشریف لائے اس کی چیخ و پکار نے حاضرین کا ناک میں دم کر رکھا تھا۔ شیخ موصوف کا چہرہ زرد ہو گیا بیٹھ گئے اپنا ہاتھ مبارک بڑھایا اور اس کی آنکھ پر رکھا۔ درد اسی وقت تھم گیا اور وہ شخص مردوں کی طرح چپ لیٹ گیا پھر کھڑا ہوا اور جماعت کے ہمراہ واپس چلا گیا۔ گویا اسے تکلیف تھی ہی نہیں۔ آپ کی صحبت میں ایک نیک جن بھی رہتا تھا جو کسی وقت بھی غیر حاضر نہ ہوتا تھا۔ (قالہ فی روح القدس)

حضرت ابویعقوب یوسف بن یخلف کومی عیسیٰ رحمۃ اللہ علیہ

دل کی تربیت کا انوکھا طریقہ

سیدی محی الدین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں مجھے جو مشاہدات شیخ ابویعقوب موصوف سے دیکھنے کا موقع ملا، ان میں سے ایک مشاہدہ یہ ہے کہ میں نے ''رسالہ قشیریہ'' کو کبھی دیکھا تک نہ تھا اور نہ ہی کسی اور کتاب کو ہاتھ لگایا تھا اور نہ ہی میں لفظ تصوف سے آگاہ تھا کہ یہ کس پر بولا جاتا ہے۔ آپ ایک دن اپنے گھوڑے پر سوار ہوئے آپ نے مجھے اور اپنے دوسرے ساتھیوں کو حکم دیا کہ ہم منتیار پہنچ جائیں۔ یہ ایک پہاڑ کا نام ہے جو اشبیلیہ سے ایک فرسخ کے فاصلہ پر ہے۔ میں اور میرے ساتھی شہر کا دروازہ کھلنے پر مذکورہ مقام کی طرف روانہ ہوئے۔ میرے ساتھی کے ہاتھ میں ''رسالہ قشیریہ'' تھا۔ میں نہ تو رسالہ قشیریہ کو اور نہ ہی قشیری کو جانتا تھا ہم پہاڑ پر چڑھ گئے۔ ہم نے دیکھا کہ شیخ موصوف ہم سے پہلے وہاں پہنچ چکے ہیں اور وہاں آپ کے غلام

نے آپ کے گھوڑے کو تھام رکھا تھا۔ ہم پہاڑ کی بلند چوٹی پر موجود ایک مسجد میں داخل ہوئے۔ وہاں ہم نے نماز ادا کی۔ شیخ نے نماز کے بعد قبلہ سے رخ پھیرا اور ہماری طرف منہ کر کے بیٹھے اور مجھے "رسالہ قشیریہ" عطا فرمایا۔ اور فرمایا پڑھو مجھے یہ قدرت نہ تھی کہ میں ایک لفظ کو دوسرے لفظ کے ساتھ ملا سکوں اور کتاب بوجہ رعب میرے ہاتھ سے نیچے گر گئی۔ آپ نے میرے ساتھی سے فرمایا تم پڑھو۔ ساتھی نے کتاب پکڑی۔ اسے پڑھا اور شیخ نے اس پر کچھ گفتگو فرمائی۔ ہم اسی طرح نماز عصر ادا کرنے تک مصروف رہے۔ نماز عصر ادا کرنے کے بعد شیخ نے فرمایا ہم شہر کی طرف اب اتریں گے۔ آپ اپنے گھوڑے پر سوار ہو گئے اور میں نے آپ کی رکاب کو اپنے ہاتھ میں پکڑ لیا۔ آپ چلتے ہوئے مجھے شیخ ابو مدین رحمۃ اللہ علیہ کے فضائل بیان فرماتے رہے۔ ان کی کرامات بتاتے رہے۔ میں ان کی گفتگو میں ڈوبا ہوا تھا۔ مجھے اپنے آپ کی بھی خبر نہ تھی۔ میں اکثر اوقات اپنا منہ شیخ کی طرف اٹھاتا میں سمجھتا کہ آپ میری طرف دیکھ رہے ہیں۔ آپ مسکراتے اور اپنے گھوڑے کو مہمیز لگاتے وہ تیز ہو جاتا۔ پھر ایک جگہ ٹھہر گئے اور مجھ سے فرمانے لگے دیکھ پیچھے کیا چھوڑ آیا ہے؟ میں نے دیکھا تو مجھے طے کردہ تمام راستہ کانٹوں سے بھرا ہوا نظر آیا۔ وہ بھی اس قدر کہ میری کمر تک میدان کانٹوں سے اٹا ہوا تھا اور کچھ دوسرے کانٹے زمین پر پڑے تھے۔ پھر آپ نے فرمایا اپنے پاؤں کی طرف دیکھو۔ میں نے اپنے قدموں کی طرف دیکھا تو ان پر کانٹوں کا کوئی نشان نہ تھا۔ فرمایا اپنے کپڑے دیکھو۔ تو مجھے اپنے کپڑوں پر بھی کوئی نشان نظر نہ دکھائی دیا۔ یہ جناب ابو مدین کے ذکر کی برکت ہے۔ طریقت کو اپنے لیے لازم کر لے۔ بیٹا! کامیاب ہو جاؤ گے۔ یہ کہہ کر گھوڑے کو ایڑ لگائی اور مجھے چھوڑ دیا۔

ضروریات پوری کر دیں

سیدی محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ایک دفعہ میں آپ کے پاس نماز عصر کے بعد بیٹھا ہوا تھا تو آپ نے مجھے تاڑ لیا کہ میں یہاں سے اٹھنے اور گھر جانے کا ارادہ کر رہا ہوں۔ آپ نے پوچھا کیا بات ہے؟ میں نے عرض کیا حضور! مجھے چار ضروری کام کرنے ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ انہیں کر لوں۔ میرے پاس چند دن ہیں میں چاہتا ہوں کہ انہیں ضائع نہ ہونے دوں کچھ کر لوں۔ مجھے وہ لوگ بھی نہیں ملتے کہ جن سے میں اپنی ضروریات پوری کر سکوں۔ میری یہ بات سن کر آپ مسکرا دیئے اور فرمایا اگر تو نے مجھے چھوڑ دیا اور مجھے چھوڑ کر اپنی ضروریات پوری کرنے نکل گیا تو یاد رکھنا تیری ضروریات پوری نہ ہوں گی میرے ساتھ بیٹھ جا۔ میں تمہیں ابو مدین کے حالات سناتا ہوں اور میں تیری ضروریات کا ضامن بنتا ہوں۔ جب مغرب کا وقت آیا۔ آپ نے فرمایا ابھی فوراً اپنے گھر چلے جاؤ تو نے ابھی نماز مغرب ادا نہ کی ہوگی کہ تیری ضروریات پوری ہو جائیں گی۔ میں وہاں سے نکل آیا، سورج غروب ہو چکا تھا میں اپنے گھر پہنچا۔ موذن مغرب کی اذان دے رہا تھا۔ خدا کی قسم! ابھی میں نے نماز مغرب کی ادائیگی کے لیے تکبیر تحریمہ بھی نہیں کہی تھی کہ میری ضروریات پوری ہو گئیں۔ مجھے جو شیخ موصوف سے ساتھ سچی محبت تھی اس کا نتیجہ یہ تھا کہ میں اپنے گھر میں دل کے اندر کسی چیز کی تمنا کرتا تو آپ فوراً میرے سامنے آ جاتے پھر میں آپ سے دریافت کر لیتا آپ مجھے جواب عطا فرماتے اور واپس تشریف لے جاتے۔ میں نے اس کی خبر آپ کو صبح دی اور میرے ساتھ یہ اتفاق دن کے وقت ہوا میں نے تمنا کی آپ تشریف لے آئے۔

شیخ ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں نے شیخ موصوف کو خواب میں دیکھا کہ آپ کا سینہ چاک کیا گیا۔ اس میں ایک چراغ روشن ہے اس کی روشنی ایسی ہے جیسے آفتاب چمک رہا ہے۔ آپ نے فرمایا اے محمد! ادھر آؤ اور لے آؤ۔ میں آپ کے پاس سفید رنگ کے دو بڑے بڑے برتن لے آیا آپ نے ان میں دودھ کی الٹی کی۔ یہاں تک وہ دونوں برتن بھر گئے۔ مجھے فرمایا پی لو میں نے پی لیا مجھ میں جو بزرگی ہے وہ شیخ ابو یعقوب موصوف اور ابو محمد مروزی رحمۃ اللہ علیہ کی ہے۔

حضرت ابو الحجاج یوسف بن عبد الرحیم اقصری رحمۃ اللہ علیہ

ولی کے منہ سے نکلی بات پوری ہوگئی

آپ مشہور اولیاء کرام اور صوفیہ کرام کے سردار ہوئے ہیں اور عارفین میں مشہور شخصیت ہوئے ہیں۔ آپ کی ایک کرامت یہ ہے کہ امیر نے ایک مرتبہ آپ پر ناراضگی کی۔ آپ نے فرمایا تو مجھ پر انکار کرتا ہے اور ناراضگی کا اظہار کرتا ہے حالانکہ تو ناچا ہے۔ پھر اس امیر کو معزول کر دیا گیا اور رقاص (ناچا) بن کر مرا۔ جناب مناوی نے بیان کیا شیخ ابو الحجاج موصوف نے 643ھ میں انتقال فرمایا اور صعید میں اقصرین کے کونے میں دفن کیے گئے۔ آپ کی قبر وہاں مشہور زیارت گاہ ہے اور قضائے حاجات کے لیے مشہور ہے۔

حضرت شیخ یوسف قمیتی رحمۃ اللہ علیہ

آپ بہت بڑے مرد خدا اور اکابر اولیاء میں سے تھے۔ آپ سے بہت سے خوارق اور کرامات کا ظہور ہوا۔

حصول برکت کے مخالف کی توبہ

جناب سراج بیان کرتے ہیں، ہم سے یہ روایت ذکر کی گئی ہے کہ ایک دن صبح سویرے شیخ یوسف موصوف کا باب الزیارۃ کے بازار سے گزر ہوا۔ یہ بازار دمشق میں جامع معمور کے افتتاحی دروازہ والا ہے۔ گزرتے ہوئے ایک عورت نے آپ کے پرانے جبے پر ہاتھ لگا کر اپنے چہرے پر ہاتھ پھیرا تا کہ وہ حسب عادت اس سے برکت حاصل کرے۔ ایک جان پہچان والے نے کہا، جب کہ وہ دکان کھول رہا تھا، یہ کیا ہے؟ اس عورت نے ایک تو اپنا ہاتھ نجس کیا پھر اس کو منہ پر پھیر لیا۔ (مطلب یہ کہ اس کے نزدیک شیخ کے پرانے جبہ پر ہاتھ لگانے سے برکت کا حصول تو دور کی بات ہے خود ہاتھ ہی ناپاک ہو گیا) پھر دوسرے دن شیخ موصوف کا وہاں اس کی دکان کے سامنے سے گزر ہوا۔ اور آپ نے اس دکان والے سے پوچھا تو نے ہمارا مقام کل رات دیکھ لیا ہے۔ اے منحوس! یہ سنتے ہی وہ زمین پر گر گیا اور آپ کے قدم چومنے لگا پھر اس پر غشی طاری ہوگئی۔ اسے اٹھا کر اس کے گھر لے جایا گیا پھر تین دن بعد آرام آیا اور غشی جب ختم ہوئی تو لوگوں نے پوچھا تمہیں کیا نظر آیا تھا؟ کہنے لگا میں نے شیخ یوسف کو سمندر میں کھڑے دیکھا۔ سمندر ان کے ٹخنوں تک تھا آپ وضو کر رہے تھے اور آپ نے خوبصورت لباس پہن رکھا تھا اور آپ کا چہرہ ایسا تھا جیسے چودھویں رات کا چاند چمک رہا ہو۔

بیمار کو شفا مل گئی

جناب سراج ہی بیان کرتے ہیں شیخ موصوف کی ایک اور کرامت ہم سے لوگوں نے بیان کی وہ یہ کہ میرے دادا جان کے ساتھیوں میں سے ایک کا لڑکا سخت بیمار ہو گیا۔ لڑکا اپنے والد کو بہت عزیز تھا۔ کیونکہ اس کے اخلاق بھی اچھے اور صورت بھی اچھی تھی۔ اس قدر بیمار تھا کہ ابھی مرتا ہے۔ طبیب اس سے ناامید ہو گئے تھے۔ اس کو کسی باخبر عالم نے مشورہ دیا کہ تم شیخ یوسف موصوف کے پاس ضرور جاؤ۔ وہ صاحب کشف اور صاحب تصرف بزرگ ہیں۔ لڑکے کا والد آپ کے پاس حاضر ہوا۔ اور سب لوگوں کے پیچھے کھڑا ہو گیا لوگوں نے صفیں باندھ رکھی تھیں۔ ہر ایک کو کوئی نہ کوئی پریشانی اور مسئلہ درپیش تھا اور وہ باری باری اپنا مسئلہ پیش کرتے جا رہے تھے۔ شیخ ان کے درمیان تشریف فرما تھے۔ آپ وہاں سے اٹھے اور اس بیمار لڑکے کے والد کو ہاتھ سے اشارہ فرمایا اور کہا اے فلاں! اپنے لڑکے کو لے لو۔ ہم نے اس کی تمہاری خاطر گرہ کھول دی ہے۔ لے جاؤ اور ہم سے رخصت ہو جاؤ۔ لڑکے کا والد بیان کرتا ہے کہ میں گھر آیا تو لڑکے کو میں نے ایسا پایا جیسا کسی نے اونٹ کے گھٹنے کی رسی کھول دی ہے۔ اس سے تمام تکلیف زائل ہو چکی تھی اور اس قدر وہ ہشاش بشاش اور صحت مند ہو گیا کہ میں نے اول نظر میں اسے نہ پہچانا۔ میں اس کی بیماری کی تفتیش کرنے لگا۔ لڑکے نے مجھے کہا ابا جان! اللہ تعالیٰ نے مجھے شیخ یوسف موصوف کی برکت سے شفا عطا فرمائی ہے۔ مجھے شفا کی خبر اس وقت دی گئی جب میں سویا ہوا تھا۔ پھر جب میں جاگا تو جیسا آپ دیکھ رہے ہیں ایسا اٹھا۔ تمام جان پہچان والے اور ہمسائے اس سے بہت حیران ہوئے۔

غیب سے اشیاء کا حصول

جناب سراج ہی نے لکھا کہ شیخ یوسف موصوف دمشق کے کسی حمام میں آگ جلانے کے وقت تشریف لایا کرتے تھے۔ رمضان شریف کی ایک رات آپ نے حمام میں آگ جلانے والے اور اس کے مرتب سے فرمایا اے فلاں! تجھ پر افسوس ہے۔ عرض کرنے لگا میرے استاد محترم! میں حاضر ہوں۔ ارشاد فرمائیے کیا کام ہے؟ آپ نے فرمایا ہم اسی وقت چاہتے ہیں کہ ایک بہت بڑا تھال ہو جو مختلف قسم کی مٹھائیوں سے بھرا ہوا ہو اس میں اخروٹ اور عرق گلاب بھی ہو۔ یہ سب کچھ ایک کپڑے میں رکھ کر اسے بند کر دیا گیا ہو۔ اس نے گھر آ کر اپنی عورت سے کہا کہ میں یہ کام کیسے سرانجام دوں۔ میرے استاد اور میری برکت نے مجھے یہ حکم دیا اور میں تو ہر وقت ان کے فضل میں ہوں اور ہر قسم کی خیرات ان کے سبب سے مجھ تک آتی ہیں۔ مجھے کپڑا دے میرے پاس ان کپڑے کے سوا اور تھا بھی کچھ نہیں۔ تاکہ میں اس کپڑے کو شیخ موصوف کی مطلوبہ اشیاء کے عوض رہن رکھوں۔ شیخ نے فرمایا تجھ پر افسوس ہے ایسے مت کرو۔ میں نے آپ کی بات نہ مانی کپڑا لے کر باہر نکل گیا۔ چند قدم ابھی چلا تھا کہ مجھے ایک آدمی نظر آیا جس کے آگے آگے غلام تھے۔ جنہوں نے وہ سب کچھ اٹھا رکھا تھا جو شیخ نے طلب کیا تھا۔ میں بڑا خوش ہو کر واپس آ گیا۔ میں ان اشیاء مطلوبہ کو لے کر شیخ موصوف کے پاس آیا اور آپ کے سامنے رکھ دیں۔ آپ نے ان میں سے تین دانے کھائے۔ پھر فرمایا لے جاؤ اپنے گھر والوں کو کھلاؤ ہم نے تو تمہارے اہل خانہ کے لیے یہ منگوائے تھے بیوی

نے کہا خدا کی قسم! میرا کئی دنوں سے دل چاہ رہا تھا کہ مٹھائی کھاؤں۔ یہ مٹھائی ان کے لیے تین رات تک کافی ہوئی۔

مجرم کے عیب پر اطلاع

جناب سراج ذکر کرتے ہیں ایک اور کرامت ہم سے بیان کی گئی۔ وہ یہ کہ ایک شخص جسے شرف الاقطع کہا جاتا تھا۔ اس کا والد بہت بڑا تاجر تھا اس نے اس کی شادی کرا دی اور بہت سا مال و اسباب دیا۔ اس کے بعد یہ شخص (شرف الاقطع) گلیوں میں لوگوں کے کپڑے زبردستی چھین لیا کرتا تھا۔ کیونکہ بڑا مضبوط اور جابر آدمی تھا اس کا والد اسے منع کرتا لیکن وہ باپ کی ایک نہ سنتا۔ اس کا باپ کہا کرتا تھا کہ بے چارہ مسکین جب مرے گا تو اس کے ہاتھ کٹے ہوئے ہوں گے اس کے والد کا انتقال ہو گیا اور یہ ڈاکو بن گیا اس کے اور بھی بہت سے ساتھی تھے ان میں سے سردار ڈاکو نے اسے کہا کہ تمہارے فلاں ساتھی کو کچھ خطرہ سا محسوس ہوتا ہے۔ ہمیں اس سے خطرہ ہے کہ کہیں پکڑا گیا تو وہ ہمارے بارے میں حکومت کو سب کچھ بتا دے گا۔ لہٰذا تجھے چاہیے کہ اسے ٹھکانے لگا دے یہ کہتا ہے کہ میں نے ایک خالی مکان میں اسے آنے کے لیے کہا ہے تاکہ اس میں اس کا کام تمام کر دوں۔ وہ آیا اور میں نے قتل کر دیا پھر اپنے استاد کے پاس آ کر بتایا کہ راستہ کا کانٹا صاف کر آیا ہوں۔ استاد کہنے لگا کہ اس کی شناخت ہو جائے گی۔ لہٰذا جاؤ اور جا کر اس کا حلیہ بگاڑ آؤ۔ یعنی اس کے چہرے پر سے کھال اتار دو اس کی ناک کاٹ دو۔ تاکہ اس کی شناخت نہ ہو سکے اور ہم قتل میں پکڑے نہ جائیں۔ میں نے ایسا ہی کیا جب ہم شہر میں آئے تو اس کی بیوی اور بچوں نے مجھ سے اس کے بارے میں پوچھا تو میں نے کہا وہ آ رہا ہے۔ لیکن میرے دل میں بہت دکھ اور افسوس تھا۔ پھر میں نے شیخ یوسف کی ملازمت اختیار کر لی۔ آپ جہاں جاتے میں بھی پیچھے پیچھے چل پڑتا۔ آپ مجھ سے اعراض فرماتے اور کوئی توجہ نہ کرتے۔ حتیٰ کہ ایک دن مجھے تنہائی میں لے گئے اور فرمایا تجھ پر افسوس ہے۔ تیرے اور میرے درمیان اتحاد نہیں ہو سکتا۔ جا اور جا کر چھری لے کر اس سے اپنی بغلوں تک خود کو کاٹ، چہرے کا چمڑہ ادھیڑ اور ناک کاٹ کر پھر میرے پاس آنا اور ملازمت اختیار کرنا۔ یہ سن کر مجھ پر غشی طاری ہو گئی متواتر ایک دن ایک رات بے ہوش رہا۔

کھویا ہوا حال واپس دلوا دیا

جناب سراج فرماتے ہیں میرے والد محترم کا ایک ملازم تھا۔ جس کے پاس شیخ یوسف موصوف کا آنا جانا رہتا تھا۔ اس کے ہاتھ کا پکا کھانا بھی شیخ موصوف کھا لیا کرتے تھے۔ اس شخص نے ایک رات چاند کی روشنی، ستاروں کی چمک اور آسمان کے نیلے رنگ کو دیکھا۔ وہ اس وقت دمشق سے باہر ایک سرائے میں تھا تو اسے اس کو دیکھنے سے خشوع و خضوع حاصل ہوا۔ توبہ کی اور صبح کو بہت خوش اٹھا۔ پھر شیخ یوسف موصوف اس کے ہاں تشریف لائے اور فرمایا ''جو جھوٹ بولتا ہو اللہ تعالیٰ اسے قبیح کرے''۔ اس شخص نے اس پر آمین کہی۔ پھر کچھ عرصہ گزرنے کے بعد اس شخص کے پاس انسانی شیطان آنے جانے لگے اور اسے اس حال تک پہنچا کر چھوڑا کہ وہ اپنی پہلی حالت پر واپس آ گیا۔ پھر جب ایک دن صبح اٹھا تو شیخ موصوف تشریف لائے اور کہا اے منحوس! کیا ہم نے تمہیں نہیں کہا تھا۔ ''جو جھوٹ بولتا ہو اللہ تعالیٰ اسے برا کرے''۔ پھر آپ نے اسے کہا خدا کی قسم!

تیرا رأس المال نقصان پذیر ہوگا تیرا گھر برباد ہوگا اور تو بستر پر ایک سال تک پڑا رہے گا۔ یہ شخص بیان کرتا ہے کہ ابھی اس بات کو تھوڑا ہی عرصہ گزرا تھا کہ میں ٹوٹ پھوٹ گیا۔ بیوی فوت ہوگئی اور میری اولاد مختلف نیک لوگوں کے پاس چلی گئی جو ان کی تربیت کرتے تھے۔ میں ایک سال تک سخت بیمار رہا پھر میں نے اپنے ایک قریبی سے کہا مجھے اس راستہ میں ڈال آؤ جہاں سے شیخ یوسف کا گزر ہوتا ہے اس نے ایسا ہی کیا۔ آپ میرے قریب سے گزرے تو میں نے آپ سے فریاد کی، مدد طلب کی۔ تو آپ کھڑے ہوگئے اور فرمانے لگے تو نے اپنا حال کیسا پایا؟ اے مدبر! میں نے عرض کیا یا سیدی، توبہ۔ پوچھا دوبارہ ایسے کرے گا؟ میں نے عرض کیا خدا کی قسم! ہرگز نہیں۔ آپ نے فرمایا اچھا۔ میں اللہ تعالیٰ سے سوال کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ تجھے پھر سے تیرا حال تجھے عطا فرمادے جو پہلے تھا۔ یہ کہہ کر آپ تشریف لے گئے میں کھڑا ہوا اور اپنے گھر پیدل چل کر آیا۔ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر وہ فتوحات فرمائیں جن کا مجھے وہم و گمان بھی نہ تھا۔ اور شیخ موصوف رحمۃ اللہ علیہ نے پھر سے حسب سابق میرے پاس آنا جانا شروع کر دیا۔ سراج نے کہا میں نے شیخ یوسف مذکور کی زیارت کی آپ کا صغریٰ میں انتقال ہوا۔ سراج کہتے ہیں کہ مجھے شیخ موصوف کے اس قدر حالات و واقعات بیان کیے گئے کہ ان کے لیے کئی مجلدات کی ضرورت پڑتی ہے۔ شیخ یوسف موصوف رحمۃ اللہ علیہ نے 657ھ میں انتقال فرمایا اور مولبین کے احاطہ میں دفن کیے گئے۔ جو قاسیون پہاڑ کے دامن میں واقع ہے۔

حضرت یوسف بن احمد بقال بغدادی رحمۃ اللہ علیہ

عفیف الدین یوسف بن احمد موصوف امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے مقلد تھے آپ ان لوگوں میں سے ہیں جو معرفت، دیانت اور تصوف میں مشہور ہوئے۔ اپنے بارے میں فرماتے ہیں میں واقعہ بغداد کے وقت مصر میں موجود تھا۔ جب مجھے اس واقعہ کی اطلاع ملی تو میرے دل نے اسے اچھا نہ سمجھا اور میں نے کہا اے پروردگار! یہ کیسے ہوا؟ حالانکہ بغداد میں بچے بھی تھے اور ایسے لوگ بھی تھے جن کا کوئی قصور نہ تھا؟ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک ورق دیکھا جس میں میری بات کا جواب یوں مذکور تھا:

دع الاعتراض فما الأمرلك ولا الحكم فى حركات الفلك

ولا تسأل الله عن فعله ومن خاض لجة بحرهلك

اعتراض کرنا چھوڑ کیونکہ یہ کام تیرے اختیار میں نہیں۔ اور نہ ہی آسمان کی حرکات میں اس کام سے متعلق کوئی حکم ہے۔ اللہ تعالیٰ سے اس کے کام کے بارے میں سوال مت کر۔ جو شخص سمندر کی طغیانی میں گھس گیا وہ ہلاک ہوگیا۔

آپ نے 668ھ میں انتقال فرمایا۔ (قالہ المناوی)

حضرت یوسف بن نبہان ایلوحی رحمۃ اللہ علیہ

آپ عظیم مرد خدا، مشہور ولی اور طریقت کے سردار تھے۔

برتن ہوا میں اڑنے لگے

سراج بیان کرتے ہیں شیخ یوسف موصوف کے بکثرت احوال ہیں جو ہمارے نزدیک ثابت ہیں۔ ہم سے بیان کیا گیا کہ

آپ ایک دن اتفاقاً ترکمان کے گروہ کے پاس تشریف لے گئے یہ لوگ فقراء کے متعلق تمام لوگوں سے زیادہ غصیلے تھے۔ جب آپ تشریف لائے اور تقدیر نے آپ کو اور ان کو ایک جگہ جمع کر دیا تو ترکمانی ٹولہ بولا آج رات ہم لازماً محفل سماع منعقد کریں گے اور آپ کا حال دیکھیں گے کہ واقعی فقراء کس حال کے مالک ہوتے ہیں اور ہم پر تمہارا کوئی حال نہ کھلا۔ تو پھر ہم آپ کے ساتھ یوں یوں کریں گے۔ یعنی ایسا سلوک کریں گے جو آپ جیسے لوگوں کے لائق نہیں ہوتا۔ آپ نے ان کی دعوت قبول فرمائی۔ آپ نے مکان کی ایک طرف کچھ برتن پڑے دیکھے جو خالی تھے۔ آپ نے ان میں سے تین برتن طلب کیے جب برتن لائے گئے تو آپ نے ان میں پھونک ماری وہ آسمان کی طرف چڑھنا شروع ہو گئے پھر نیچے آئے پھر اوپر گئے۔ یوں ہوا میں ان کا آنا جانا ہوا۔ ایک نیزہ کی مقدار یا اس سے زیادہ بلندی پر جا کر پھر نیچے آ جاتے۔ یہ معاملہ رات کے شروع ہونے سے لے کر آخر رات تک جاری رہا اور آپ نے فرمایا جاندار چیز میں تاثیر ڈالنا یہ کوئی بہادری نہیں۔ بلکہ بہادری یہ ہے کہ میت (بے جان) میں تاثیر ہو۔ اس سے ترکمانی لوگ ڈر گئے اور انہوں نے شہادت کا اعلان کیا اور توبہ کی۔ ان میں سے کوئی مرد، عورت، چھوٹا، بڑا ایسا نہ رہا جو آپ کے پاس حاضر نہ ہوا ہو اور تجدید اسلام نہ کی ہو توبہ اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع نہ کیا ہو۔ یہ واقعہ تقریباً چھ صد پچاس کی دہائی میں ہوا۔

فرنگی بادشاہ کو مار ڈالا

جناب سراج بیان کرتے ہیں ایک دن آپ اپنی عبادت گاہ واقع ایلوح میں ظہر سے عصر تک کپڑے میں گوٹ لگاتے رہے یا رسی بٹتے رہے۔ پھر سر اٹھایا اور فرمایا مجھ سے پکڑ لو۔ میں یوسف بن مبہان ایلوحی ہوں۔ جماعت نے آپ سے اس بارے میں پوچھا اور بہت منت سماجت کی۔ جیسا کہ اس قسم کے کام کے بارے میں پوچھنے کی گھر والوں اور دائیں بائیں بیٹھنے والوں کی عادت ہوتی ہے۔ آپ نے فرمایا ابد افیرلس کو اسی وقت میں نے نیزہ مارا ہے۔ لوگوں نے یہ تاریخ اور دن وقت نوٹ کر لیا۔ بلکہ آپ نے خود نوٹ کروایا۔ پھر ابد افیرلس نے لوگوں سے نیزہ لگنے کا تذکرہ کیا۔ بہت سے لوگ اس کے سامنے لائے گئے۔ تاکہ وہ بتائے کہ ان میں سے کون تھا وہ کہ جس نے نیزہ مارا۔ کہنے لگا ان میں وہ نہیں ہے۔ پھر لوگوں نے غلبہ ظن کی بنا پر اور ایک حیلہ کر کے شیخ کو پکڑا جو حیلہ ابد افیرلس نے انہیں بتایا تھا۔ لوگوں نے اس حیلہ پر عمل کر کے آپ کو ابد افیرلس کے سامنے جب پیش کیا تو کہنے لگا وہ یہی ہے تاریخ کے مطابق بات صحیح نکلی۔ اس سے شیخ موصوف کی لوگوں میں عظمت کا چرچا ہو گیا۔ بادشاہ ملک معظم ابن ملک صالح نے شیخ موصوف کے نام ایلوح پوری بستی وقف کر دی اور ان کی اولاد کے لیے وقف کر دی۔ سراج بیان کرتے ہیں مجھے خبر ملی ہے کہ وہ وقف اب تک چلی آ رہی ہے۔ یہ بستی کیفا قلعہ کی مغرب میں ہے جو حلب کے تحت ہے اور جن ترکمانیوں نے آپ کا امتحان لیا وہ حشثارین مغربی قلعہ کے رہنے والے تھے۔ آپ کا ابد افیرلس کو نیزہ مارنا ایک مشہور واقعہ ہوا۔ جسے واقعہ منصورہ کہا جاتا ہے۔ اور یہ ابد افیرلس بہت بڑا فرنگی بادشاہ تھا۔ سراج نے ''تفاح الارواح'' میں یہ تحریر کیا ہے۔

کتاب ہذا کے مصنف جناب یوسف مبہانی کہتے ہیں مجھے معلوم نہیں کہ میرے اور شیخ موصوف یوسف بن مبہان کے

درمیان کوئی رشتہ داری ہے یا نہیں؟ ہر حال میں امید رکھتا ہوں کہ مجھے ان کی برکت ضرور حاصل ہوگی۔ کیونکہ میرا نام اور ان کا نام ملتا ہے۔ اور دونوں کی نسبت بھی ایک ہی ہے۔

حضرت یوسف بن عبداللہ بن عمر عجمی جمال الدین ابوالحسن کورانی مصری رحمۃ اللہ علیہ

آپ بہت بڑے عارف اور مشہور ولی ہو گزرے ہیں۔ انہوں نے نجم محمود اصفہانی اور بدرالشستری وغیرہ سے طریقت حاصل کی تھی۔

لوگوں کے انجام پر اطلاع

آپ کی کرامات میں سے ایک یہ ہے کہ ایک شخص آپ کے پاس تین سال تک قیام پذیر رہا اور اللہ تعالیٰ کی طرف طریقت چاہتا تھا لیکن شیخ اس کی طرف التفات نہ فرماتے۔ جب اس نے شیخ سے ضد کی کہ مجھے طریقت سکھاؤ تو آپ نے فرمایا میرے بیٹے! تو میرے نزدیک میرے اپنے بیٹے کی طرح ہے اور میرا مقصود ہے کہ تو میری پردہ پوشی کرے گا۔ میں نے اس رات ایک آدمی کو قتل کر دیا ہے جسے میں نے اپنے اہل وعیال میں اجازت لیے بغیر بیٹھے دیکھا اور اس کی نعش کھجوروں کے پتوں میں پڑی ہے۔ اسے آج رات ہی وہاں سے اٹھا کر باہر ٹیلے کی طرف لے جاؤ اور جا کر راتوں رات دفن کر دو۔ تمہیں میں اس کام کے لیے ایک دینار سونے کا عطا کروں گا۔ اس شخص نے یہ کام کر دیا۔ پھر شیخ موصوف اس شخص پر دوسرے دن غصہ ہو گئے اور حکم دیا کہ اس کو عبادت خانہ سے نکال دیا جائے اور اس کا سامان سڑک پر پھینک دیا جائے۔ پھر شیخ کو پتہ بھی نہ چلا کہ والی کا مقدم اور اس کا نائب شیخ کے پاس آگئے اور شیخ پر تہمت لگائی کہ فلاں مقتول کو تم نے قتل کیا ہے۔ اور کہنے لگے ہمارے پاس اس بات کی گواہی بھی موجود ہے جو مقتول کے دفن ہونے کی جگہ کی نشاندہی کر سکتی ہے۔ شیخ نے فقراء میں سے بعض سے کہا کہ ان کے ساتھ جاؤ اور ٹیلے کو کھود کر دیکھو۔ جب انہوں نے ٹیلہ کھودا تو کھجور کا بنا ہوا ایک ڈبہ نکلا۔ اسے کھولا تو اس میں سے مرا ہوا بکری کا بچہ نکلا۔ وہ شخص ذلیل ورسوا ہوا اور اس پر حکومت کو دھوکہ دینے کا الزام لگایا گیا۔ پھر اس جمعہ کے بعد پھانسی پر لٹکا دیا گیا۔

جس پر نظر پڑ جاتی وہ کیمیا ہو جاتا

آپ جب خلوت گاہ سے باہر تشریف لاتے تو آپ کی آنکھیں دھکتے کوئلوں کی طرح دکھائی دیتیں۔ پھر جس پر آپ کی نظر پڑ جاتی وہ کندن ہو جاتا۔ یعنی خالص سونا بن جاتا۔ ایک دن آپ کی نظر ایک کتے پر پڑ گئی تو تمام کتے اس کے مطیع وفرمانبردار ہو گئے۔ اگر یہ کتا کھڑا ہوتا تو وہ بھی کھڑے ہوئے اور اگر چل پڑتا تو وہ بھی چل پڑتے۔ جب یہ خبر شیخ موصوف کو پہنچی تو آپ کتے کے پاس آئے اور اسے کہا دور ہو جا۔ چنانچہ اس کے ساتھ ہی تمام کتے ادھر ادھر ہو گئے۔ ایک اور مرتبہ ایسا ہوا کہ آپ کی نظر ایک کتے پر پڑ گئی تو لوگ اپنی ضروریات اور حاجات میں اس کے لیے نذریں ماننے لگے۔ کتا بیمار ہو گیا تو تمام کتے اس کے ارد گرد جمع ہو گئے۔ وہ روتے تھے اور اظہار غم کرتے تھے۔ بالآخر وہ کتا مر گیا تو دیگر موجود کتوں نے بہت زیادہ بھونکنا اور افسوسناک

آوازیں نکالنا شروع کر دیں۔ کسی آدمی نے اس کتے کو دفن کر دیا تو جہاں اسے دفن کیا گیا کتے اس جگہ کو دیکھنے آتے تھے۔

شیخ موصوف کے مصر جانے کا سبب

آپ کو مصر میں جانے کا حکم ملا۔ ہوا یوں کہ آپ ایک رات سو رہے تھے۔ آپ کو صرف یہی معلوم ہوا کہ انہیں مصر کی طرف سفر کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور وہاں ٹھہرنے اور سلوک کی تعلیم کا اشارہ ہوا ہے۔ آپ جاگے اور استعاذہ کیا۔ (شیطان کے مکروفریب سے پناہ چاہی) استغفار کی اور طہارت کی اور دو رکعت نماز ادا کی۔ پھر لیٹ گئے اور دوسرے پہلو پہ سوئے۔ پھر ایک آنے والا آیا اور پہلے کی طرح حکم دیا۔ آپ نے اٹھ کر اس مرتبہ بھی استعاذہ، استغفار وغیرہ کیے۔ ایسا کئی بار ہوا تو آپ نے سمجھ لیا کہ اب روانگی لازمی ہے۔ اپنی گودڑی اور پیالہ لیا اور رات کے وقت ہی شہر سے نکل گئے جب صبح ہوئی اور روشنی پھیلی تو آپ اس وقت دجلہ کے کنارے موجود تھے۔ آپ اس میں اپنی آدھی پنڈلی تک اندر گئے اور کہا اے اللہ! اگر میرا خواب حق ہے تو مجھے اس پانی کو دودھ بنا کر دکھا۔ آپ نے پیالہ بھرا تو واقعی دودھ تھا آپ نے اسے گرا دیا۔ پھر دوسری مرتبہ وہی کیا۔ یونہی تین مرتبہ کیا اور تینوں مرتبہ پانی، دودھ بن جاتا۔ پھر آپ چلنے میں سنجیدہ ہو گئے اور مصر تشریف لے آئے۔ آپ کے متبعین کی تعداد بہت ہو گئی اور آپ کا چرچا ہو گیا اور دور دراز شہرت ہو گئی۔ معتقدین بہت ہو گئے۔ حافظ ابن حجر کہتے ہیں آپ سلوک طریقت میں اپنے دور کی عجیب شخصیت تھے۔ آپ کے پیروکار و معتقدین بکثرت تھے اور عام شہریوں اور انسانوں کو آپ سے نفع ملا۔

ولی ہر وقت اصلاح کرتا ہے

آپ کی ایک کرامت یہ تھی کہ سلطان ایک مرتبہ اپنے چند غلاموں پر ناراض ہوا۔ وہ بھاگ کر شیخ موصوف کے ہاں آگئے سلطان نے ان کی واپسی کا مطالبہ کیا تو آپ کو سلطان کے قاصد نے کہا اگر تم فقیر ہو تو سلطنت کے معاملہ میں دخل اندازی نہ کرو۔ آپ نے قاصد کو سخت الفاظ کہے اور غلام واپس نہ کیے پھر سلطان خود آیا اور کہنے لگا تم میرے غلاموں کو اپنی طرف مانوس کرتے ہو اور انہیں بگاڑتے ہو۔ آپ نے کہا بلکہ میں تو ان کی بہتری چاہتا ہوں اور ان کی اصلاح کرتا ہوں۔ ان میں سے ایک غلام کو آپ نے بلایا اور اسے حکم دیا کہ اس ستون کو حکم دو کہ سونا بن جائے۔ اس نے حکم دیا تو ستون سونا بن گیا۔ اس پر آپ نے سلطان سے پوچھا یہ اصلاح ہے یا فساد؟ سلطان پر دہشت طاری ہو گئی اور کہنے لگا ہم ان کو آپ کی عبادت گاہ کے لیے وقف کرتے ہیں۔ آپ نے قبول نہ کیا۔

قبر سے نکل کر گدھا تلاش کر کے لا دیا

ایک شخص آپ کے انتقال کے بعد آپ کی قبر پر حاضر ہوا۔ اس نے اپنا گدھا عبادت خانہ کے ایک کونہ میں کھڑا کر دیا۔ اور خود اندر آ گیا زیارت کی پھر واپس باہر آیا تو گدھا موجود نہ تھا۔ دوبارہ اندر آیا اور کہنے لگا میں آپ کی زیارت کے لیے حاضر ہوا ہوں اور میرا گدھا ضائع ہو گیا؟ اس کے ساتھ ہی قبر کھلی اور شیخ قبر سے باہر آئے۔ جنگل کی طرح چل پڑے واپس آئے تو

گدھا آپ کے ساتھ تھا۔ فرمایا جب تم آج کے بعد زیارت کرنے آؤ تو اپنے گدھے کو اچھی طرح باندھ لیا کرو اور ہمیں تکلیف مت دینا اور اگر تم نے گدھے کی حفاظت نہیں کرنی تو پھر ہماری زیارت کو نہ آنا۔ شیخ موصوف رحمۃ اللہ علیہ 768 ھ میں انتقال فرمایا اور قرافہ میں اپنی عبادت گاہ میں ہی دفن کیے گئے۔

حضرت یوسف ابن فقیہ ابوالقاسم بن یوسف اکسع رحمۃ اللہ علیہ

آپ فقیہ اور عالم تھے۔ علم فقہ آپ نے فقیہ علی صریدح اور فقیہ علی بن ابراہیم حلبی سے حاصل کیا۔ اور نحو زبید شہر میں پڑھی اور وہیں قاضی القضاۃ ریمی سے فقہ سیکھی۔ آپ صالح اور صاحب کرامات ہونے میں بہت مشہور تھے۔ آپ شیخ صیاد کی قبر واقع مقبرہ باب سہام کے قریب مدفون ہیں۔ یہ مقبرہ زبید شہر میں ہے اور بالکل جانب شام قریب واقع ہے۔ شیخ یوسف موصوف کی قبر کے سرہانے کے نزدیک ایک سبز رنگ کا پتھر ہے جس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ اسے عدن کے ایک باشندے نے چرایا تھا جو بطاطہ کا کام کرتا تھا اور اسے اٹھا کر یہاں تک لے آیا تھا۔ اس کے بعد اس کے ہاتھ کاٹ دیئے گئے کیونکہ اس نے ایک جرم کا ارتکاب کیا تھا۔ پھر پتھر واپس اپنی جگہ لایا گیا۔ آپ کی قبر مشہور زیارت گاہ اور متبرک ہے۔ شرجی کہتے ہیں شیخ موصوف کا خاندان بنو اکسع صاحب علم اور صلاح والے لوگوں کا خاندان ہے۔ آپ کی تاریخ وفات ذکر نہیں کی۔ ان کا ذکر ان کے والد گرامی جناب ابوالقاسم رحمۃ اللہ علیہ کے ضمن میں کیا۔

حضرت یوسف برسی رحمۃ اللہ علیہ

قبر سے نکل کر ڈاکوؤں کو بھگا دیتے

آپ صاحب خوارق و کرامات تھے۔ من جملہ کرامات کے ایک کرامت یہ تھی۔ بہت دفعہ مشاہدہ ہوا کہ آپ اپنی قبر سے باہر تشریف لاتے اور اس شخص کو رہائی دلا دیتے جو ڈاکوؤں کے قبضے میں آ جاتا اور ڈاکو بھاگ جاتے۔

بچھیرا قبر میں چلا گیا

ایک بدوی (گاؤں کا رہنے والا) نے آپ کے لیے بچھڑے کی نذر مانی۔ پھر واپس آیا اور آپ کی قبر شریف کے قریب سے گزرا تو بچھرا تیر کی طرح اس کے پاس سے بھاگا یہاں تک کہ شیخ کی قبر میں داخل ہو گیا۔ پھر معلوم نہیں کدھر گیا۔ شیخ موصوف رحمۃ اللہ علیہ نے آٹھویں صدی میں برلس کے کسی شہر میں انتقال فرمایا اور وہیں دفن کیے گئے۔ آپ کی قبر پر عظیم الشان عمارت بنائی گئی ہے آپ کی اولاد صالحین میں سے ہے۔ ان کی سفارش سے حکام، لوگوں کے کام کرتے دیتے ہیں۔ (قالہ المناوی)

حضرت یوسف بن ابی بکر مکدش یمنی رحمۃ اللہ علیہ

غیب سے درہم پانا

آپ بہت بڑے ولی ہوئے اور کرامات کثیرہ آپ سے ظاہر ہوئیں۔ ایک یہ ہے کہ فقراء آپ کے پاس آتے۔ آپ اپنا

ہاتھ اپنے پیٹ اور کپڑے کے درمیان داخل کرتے پھر باہر نکال کر فقراء کو درہم بانٹتے۔ حالانکہ آپ کے پاس کوئی شے نہ ہوتی۔ آپ غیب سے لیا کرتے تھے اور وہم یہ پڑتا کہ آپ کے کپڑے میں درہم ہیں۔

مرنے کے بعد گفتگو کی

آپ نے اپنے گاؤں سے باہر شادی کی تھی۔ سسرال کے گھر انتقال فرما گئے۔ آپ کی اولاد نے چاہا کہ آپ کی میت کو اٹھا کر اپنے گاؤں لے جائیں۔ لیکن جس شہر میں انتقال فرمایا وہاں کے لوگوں نے ایسا نہ کرنے دیا اور کہنے لگے شیخ کا صرف ہمارے ہاں ہی کفن و دفن ہوگا۔ کیونکہ ہم ان سے برکت حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ اس اختلاف کی وجہ سے دونوں فریقوں کے درمیان فتنہ کا خدشہ ہو گیا۔ حاضرین میں ایک صالح مرد بھی تھا۔ اس نے شیخ موصوف سے پوچھا آپ بتائیے کہ آپ کہاں دفن کیے جانا پسند کرتے ہیں؟ فرمایا اپنے آباؤ اجداد کے درمیان اس پر آپ کو وہاں سے اٹھا لیا گیا اور اپنے گاؤں کے قبرستان میں دفن کیے گئے۔

قبر میں گفتگو

آپ کے اور فقیہ اسماعیل خضرمی کے درمیان بہت دوستی اور پیار تھا۔ شیخ حضرمی کا جب اس بستی سے گزر ہوتا جہاں شیخ یوسف موصوف مدفون تھے تو ان کی زیارت کیے بغیر نہ گزر جاتے تھے۔ اتفاق سے ایک مرتبہ زیارت کے لیے گئے آپ کو سلام کیا۔ قبر میں سے آپ نے سلام کا جواب دیا اور ساتھ ہی فرمایا خوش آمدید! اے ادھر ادھر سے نکل جانے والے! آپ نے یہ الفاظ ڈانٹ کے سے انداز میں کہے۔ اس کے بعد بھی انہوں نے آپ کی زیارت کو منقطع نہیں کیا۔ آپ کی قبر ایسی ہے کہ جس شخص نے بھی اپنی کسی ضرورت و حاجت کی برآری کے لیے آپ کی زیارت کی اور اسے لازم پکڑا تو اس کی ضرورت پوری ہوگئی۔ (قالہ الشرجی)

حضرت یوسف بن عمر معتب رحمۃ اللہ علیہ

آپ صوفیہ کرام کے بہت بڑے شیخ تھے۔ صاحب مکاشفات و کرامات بھی تھے۔

قبر سے ولی کا وظیفہ بتانا

ایک امیر نے شیخ یوسف موصوف کی سخاوت اور مہمان نوازی کو ختم کرنے کی کوشش کی۔ آپ شیخ علی اہدل رحمۃ اللہ علیہ کی قبر پر حاضر ہوئے اور ان سے اس کی شکایت کی۔ وہیں بیٹھے بیٹھے اونگھ آئی تو شیخ علی اہدل نظر آگئے۔ فرمایا ان کے خلاف سورۂ حشر پڑھو۔ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا حضور! مجھے یہ سورت حفظ نہیں ہے۔ فرمایا میں تمہیں یہ سکھا دیتا ہوں پھر آپ نے مجھے یہ سورت پڑھائی حتیٰ کہ جب پڑھتے پڑھتے اس آیت پر پہنچے **يُخْرِبُونَ بُيُوتَهُم بِأَيْدِيهِمْ** (الحشر: 2) تو خود بیان کرتے ہیں کہ میں نے شیخ علی اہدل کے صاحبزادے جناب شیخ ابوزکریا کو یہ کہتے سنا ان کی قبر بھی ان کے والد گرامی کے ساتھ ہی ہے اے ابا جان! وہ انہیں ہلاک کر دے گا (امیر انہیں مار ڈالے گا) شیخ علی اہدل نے فرمایا وہ ان کے ساتھ کچھ نہیں کر سکتا۔ پھر اللہ تعالیٰ

نے اس امیر کی شرارت سے ان کو بچا لیا اور امیر معزول کر دیا گیا۔ اس کے بعد اس نے کسی سے اس قسم کی چھیڑ چھاڑ نہ کی۔

لڑی جانے والی لڑائی کا بتا دیا

آپ کو بذریعہ کشف اس لڑائی کا علم ہو گیا جو شیخ ابو القاسم جیلی اور بنو فیروز کے مشائخ کے درمیان ہوئی۔ آپ نے انہیں لڑتے دیکھا جب کہ آپ دوسرے شہر میں تھے۔ لوگوں کو آپ نے جو دیکھا اس کی خبر دی۔ پھر جو خبر آپ نے دی ویسے ہی نکلا۔ (قالہ المناوی)

شرجی نے بھی اسے کچھ اضافہ کے ساتھ ذکر کیا ہے اور کہا کہ شیخ نے 827ھ میں نوے سال کی عمر میں انتقال فرمایا۔

حضرت یوسف بن علی اشکل یمنی رحمۃ اللہ علیہ

بارش ہوئی اور مخالفین کو منہ کی کھانی پڑی

آپ بہت بڑے صالح تھے صاحب کرامات و مشاہدات تھے۔ آپ اصل میں ناشریہ بستی کے رہنے والے تھے جو مور وادی کے نواح میں ہے۔ عبادت کے لیے نکلے تنہائی پسند تھے مدت تک جبل ظاہر کی ایک غار میں رہے جو صہبان میں ظاہر نامی پہاڑ کے نام سے مشہور ہے۔ یہ پہاڑ جبل ملحان سے متصل ہے۔ اتفاق یہ ہوا کہ اس علاقہ کے رہنے والوں کو قحط کا سامنا کرنا پڑا اور قحط کا عرصہ طویل ہو گیا۔ تو لوگ آپ کے پاس حاضر ہوئے اور دعا کی درخواست کی۔ آپ نے دعا فرمائی تو بہت جلد اللہ تعالیٰ نے انہیں بارش سے سیراب کر دیا۔ انہوں نے کھیتی باڑی کی اور خوشحال ہو گئے۔ آپ وہاں سے کوچ کر گئے اور دوسری جگہ علیحدگی میں عبادت کرنے چلے گئے۔

پھر وہاں سے کہیں اور چلے گئے حتیٰ کہ وادی سرد کے نواح میں مشرق میں واقع ایک موضع بیت جحر میں ٹھہر گئے۔ وہاں آپ نے زمین خریدی اس میں کھیتی باڑی کیا کرتے تھے۔ پھر اتفاق ہوا کہ مجم شہر کے امیر نے آپ سے خراج طلب کیا آپ نے اسے مکروہ سمجھا اور نہ دیا۔ امیر نے آپ پر تشدد کرنا چاہا اور کہیں جانے سے روک دیا۔ (آپ کو امیر کے سامنے باندھ دیا گیا اور ادھر ادھر جانے سے منع کر دیا) لیکن لوگ آپ کو اپنے ساتھ تخت یا چارپایوں پر بیٹھا دیکھتے تھے۔ پھر جب یہ بات صحیح نکلی اور امیر نے تسلیم کر لی کہ آپ نے فلاں جگہ نماز جمعہ ادا کی تو امیر نے آپ کو چھوڑ دیا۔ اس کے بعد حکومت کے آدمی آپ کو کبھی تنگ کرنے کے درپے نہ ہوئے اور انہوں نے جان لیا کہ ایسا ہونا یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے انہیں کرامت ملی ہے۔ اس کے بعد آپ سے لگاتار کرامات کا ظہور رہا۔ (قالہ الامام الشرجی)

حضرت یوسف بن ابی بکر قلیصی یمنی رحمۃ اللہ علیہ

استخارہ کا جواب کپڑے پر نور سے لکھا ہوتا

آپ اکابر اولیاء صالحین میں سے تھے۔ صاحب احوال و کرامات تھے۔ آپ کی ایک کرامت جسے علامہ مناوی رحمۃ اللہ علیہ

نے ذکر کیا وہ یہ ہے کہ آپ سے جب بھی کوئی شخص کسی حاجت کے بارے میں سوال کرتا یا کسی کام کے متعلق مشورہ طلب کرتا تو آپ اسے فرماتے مجھے مہلت دو تا کہ میں استخارہ کرلوں۔ پھر استخارہ کے لیے نماز ادا کرتے اور سوال کرنے والے کو نہ اور ہاں میں جواب دے دیتے۔ آپ سے اس کے متعلق پوچھا گیا تو فرمایا جب میں استخارہ سے فارغ ہوتا ہوں تو مجھے اپنے کپڑے پر نور سے ہاں یا نہ لکھا ہوا دکھائی دیتا ہے۔ پھر جو لکھا نظر آتا ہے وہی جواب دیتا ہوں۔

حضرت یوسف بن ابراہیم بن احمد بن موسیٰ بن عجیل رحمۃ اللہ علیہ

آپ فاضل علماء کرام میں سے تھے اور آپ پر عبادت، ولایت اور صلاح تام کا غلبہ تھا۔

اپنی موت کی کیفیت پہلے ہی بتادی

آپ کی ایک کرامت علامہ مناوی نے لکھی کہ آپ فرمایا کرتے تھے کہ میں اونٹ کی پشت پر مروں گا۔ پھر جب آپ حج سے فارغ ہوئے اور مدینہ منورہ کے لیے روانہ ہوئے تو راستہ میں اونٹ پر ہی انتقال فرمایا۔ یہ 785ھ کا واقعہ ہے۔

حضرت یوسف دمشقی اندلسی رحمۃ اللہ علیہ

آپ بقول ابن داؤد کبار اولیاء میں سے تھے۔ سلسلہ طریقت شاذلی تھا مشرق سے اندلس تشریف لائے۔ کیونکہ یہاں آپ کے جان پہچان والے کچھ لوگ رہتے تھے۔ ان کی زیارت کے لیے آئے آپ ان بزرگوں میں سے تھے جنہیں اللہ تعالیٰ نے مخفی رکھا انہیں صرف وہی جانتے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ ان کی پہچان کرا دیتا ہے۔

مطلع ہو کر رہنمائی کردی

ابن داؤد بیان کرتے ہیں مجھے والد گرامی نے بتایا یہ 895ھ ربیع الاول شریف کا مہینہ ختم ہونے میں صرف بارہ دن باقی تھے اور پیر کا دن تھا اور ہم تلمسان میں تھے فرمایا شیخ موصوف میرے پاس اس وقت تشریف لائے جب میں عراض میں خطیب و امام تھا۔ عراض قصبہ وادی آش سے باہر واقع ہے۔ میں پہلی رات ان سے الگ مسجد اعظم واقع رباط مذکور میں مغرب اور عشاء کے درمیان بیٹھا تھا اور میں نے غور وفکر کیا کہ میں اس مبارک مہینہ (رمضان شریف) میں کوئی ایسا ذکر شروع کروں جو دنیا و آخرت کا جامع ہو۔ میں نے فیصلہ کیا کہ امام نووی کی ''حلیۃ'' پڑھنی چاہیے اس کا مطالعہ کرنا چاہیے یعنی ''کتاب الاذکار'' تا کہ اس میں سے مجھے جو میں چاہتا ہوں وہ وظیفہ اور ذکر مل جائے۔ جب میں صبح اٹھا اور شہر میں گیا میں نے اپنے غور وفکر پر کسی کو بھی مطلع نہ کیا تھا۔ میری ملاقات الحاج استاد ابو عبد اللہ بن خلف رحمۃ اللہ علیہ سے راستہ میں ہوگئی۔ مجھے فرمانے لگے سیدی یوسف دمشقی تمہیں سلام کہتے ہیں اور تمہارے لیے پیغام دیا ہے کہ اس فضیلت والے مہینہ میں جو ذکر تمہیں مرغوب ہے اور جو تم چاہتے ہو وہ یہ ہے اللھم ارزقنی الزھد فی الدنیا و نور قلبی بنور معرفتک۔ میرے والد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا یہ وجہ بنی کہ مجھے شیخ یوسف دمشقی رحمۃ اللہ علیہ کی پہچان ہوئی۔ اور ان سے ملاقات ہوئی میں ان سے پہلے ان کا منکر (ولی نہ ماننے والا) تھا۔ کیونکہ اس راستہ میں وہ بہت زیادہ دعوے کرتے تھے۔

حضرت یوسف حریثی رحمۃ اللہ علیہ

آپ شیخ محمد عثمان رحمۃ اللہ علیہ کے اصحاب میں سے ہیں۔ آپ اور آپ کے صاحبزادے ابوالعباس دونوں اکابر اولیاء عارفین میں سے ہیں۔ اور جب شیخ علی مرصفی رحمۃ اللہ علیہ اپنے صاحبزادے ابوالعباس کو اجازت دی۔ تو اب تم تلقین کی ذمہ داری اور تربیت کا کام سنبھالا۔ تو شیخ یوسف کو تشویش ہوئی اور کہنے لگے ہمیں اس کی ضرورت نہیں ہے۔ کیونکہ اس زمانہ میں طریقت کا نفع بہت تھوڑا اور فقراء کے لیے باعث ہتک کام ہے نہ ہی طریقت والے کے پاس کوئی سرمایہ ہوتا ہے کہ جس کی وجہ سے وہ اہل ظاہر سے حمایت حاصل کر سکے اور نہ ہی اہل باطن اس کی حمایت کرتے ہیں۔ یہ سن کر ان کے بیٹے ابوالعباس بولے میں حکم سے بندھا غلام ہوں۔ باپ کی بات نہ مانی اور غربیہ میں چلے گئے۔ انہیں اتنا صدمہ ہوا کہ قریب تھا کہ مرجاتے پھر انہیں خون کی الٹی ہوئی اور الٹی آنے کے ساتھ ہی بے سدھ ہو گئے۔ اچانک زعفرانی رنگ کا کمبل اوڑھے ایک سوئے ہوئے فقیر نے اپنے منہ سے کپڑا ہٹایا اور کہنے لگا اگر تو پردیسی نہ ہوتا تو میں دل کی رگیں کاٹ دیتا۔ تو لوگوں کے شہروں میں اجازت لیے بغیر داخل ہوتا ہے پھر وہ واپس آ گئے۔ آپ کے والد نے فرمایا بیٹا! میں نے تمہیں کیا کہا تھا۔ شیخ موصوف رحمۃ اللہ علیہ نے 924ھ میں انتقال فرمایا اور مصر میں برکہ رطلی میں موجود جامع بشیری میں دفن کیے گئے۔

حضرت یونس بن یوسف بن مساعد شیبانی رحمۃ اللہ علیہ

آپ سلسلہ یونسیہ کے شیخ الفقراء ہیں۔ آپ بہت بڑے صوفی اور مجذوب تھے ان کا شیخ (بظاہر) کوئی نہ تھا۔

پیغمبروں سے ملاقات

آپ کی ایک کرامت یہ بیان کی گئی ہے کہ ایک مرتبہ قافلہ کے ساتھ آپ سنجار اور عانہ کے درمیان سفر کر رہے تھے۔ راستہ نہایت ڈراؤنا تھا۔ شدت خوف کی وجہ سے کسی کو نیند نہ آئی لیکن شیخ موصوف مطمئن لوگوں کی طرح سو رہے تھے۔ جب آپ اٹھے تو آپ سے پوچھا گیا۔ فرمانے لگے خدا کی قسم! میری آنکھ لگتے ہی سیدنا حضرت اسماعیل بن ابراہیم علیہما السلام تشریف لائے اور ہم قافلہ والوں کی حفاظت فرمائی۔ اس کے بعد کسی کو بھی کوئی ضرر نہ پہنچا۔

موت کا پہلے سے علم

کچھ لوگوں نے نصیبین کی طرف سفر کا ارادہ کیا تو انہیں شیخ موصوف نے فرمایا جب تم شہر میں جاؤ تو ام مساعد یعنی ان کی ام ولد کے لیے کفن خرید کر لیتے آنا۔ اس وقت وہ صحت مند تھی۔ لوگوں نے عرض کیا اسے کیا ہوا کہ ہم اس کے لیے کفن خریدیں؟ فرمایا کوئی ضرر نہیں۔ جب وہ لوگ واپس آئے تو انہوں نے دیکھا کہ ان کی واپسی والے دن اس (ام ولد) کا انتقال ہو گیا تھا۔ شیخ موصوف رحمۃ اللہ علیہ کی اور بھی بہت سی کرامات اور حالات ہیں۔ 619ھ میں انتقال فرمایا۔ (قالہ المناوی)

حضرت یونس قنی رحمۃ اللہ علیہ

آپ ماردین کے علاقہ کے اکابر اولیاء عارفین میں سے تھے۔ عراق میں شہرت پائی اور بالاتفاق منصب ولایت پر فائز ہوئے۔ سراج بیان کرتے ہیں کہ ہم کو بتایا گیا کہ ایک مرتبہ ملک اشرف موسیٰ بن الملک عادل ابی بکر رحمہما اللہ شیخ موصوف کے پاس سلام کے لیے حاضر ہوئے۔ کیونکہ ملک موصوف کو آپ کی ولایت کی واضح نشانیاں لوگوں نے بتائی تھیں اور وہ آپ سے برکت کا ملتمس تھا۔ جب آیا تو آپ اس وقت نماز ادا فرما رہے تھے۔ اس لیے کچھ بے ادبی ہو گئی۔ اس وقت اس کی ناک سے خون بہنے لگا۔ اتنا خون نکلا کہ وہ مرنے کے قریب ہو گیا اور کپڑے خون میں لت پت ہو گئے۔ یونہی اس کے ساتھ آنے والے تمام حاضرین کے ساتھ یہی معاملہ پیش آیا اور سبھی زمین پر بے ہوش ہو کر گر گئے۔ ان کے گھوڑے، پرندے اور کتے وغیرہ سب بھاگ گئے۔ شیخ موصوف نے 619ھ میں انتقال فرمایا اور ماردین کی طرف قنیہ بستی میں دفن کیے گئے جو ماردین سے آدھے دن کی مسافت پر واقع ہے۔ آپ کی قبر مشہور زیارت گاہ ہے۔

الحمد للہ والصلوٰۃ والسلام علی حبیب اللہ أولا وآخرا۔

آج بروز جمعۃ المبارک 29 صفر المظفر 1415ھ بمطابق 28 جولائی 1995ء بوقت 9 بجے صبح انگلینڈ کے شہر کوونٹری میں قائم جامعہ اسلامیہ میں یہ ترجمہ اپنے اختتام کو پہنچا۔ اللہ تعالیٰ تمام اولیاء کرام کے فیوض و برکات سے ہمیں مستفیض و مستفید فرمائے اور ان کی برکات ہمارے شامل حال رہیں۔

اللھم اجعل لی من عبادك الصالحین، ومن اولیائك المقربین ومن المخلصین الذین لا خوف علیھم ولا ھم یحزنون بحق رسولك المصطفٰی و محبوبك المجتبی الذی کان عالما ما کان وما یکون آمین۔

گدائے اولیاء اللہ

محمد شرف الدین قادری اشرفی

خاتمہ کتاب

متفرقات

اب چند ایسے اولیاء کرام کی کرامات کا ذکر کیا جاتا ہے جن کے اسماء گرامی کا مجھے علم نہ ہو سکا۔ میں نے ان کرامات کو قابل اعتبار کتابوں سے نقل کیا ہے۔ اگر ان کتابوں کے مصنفوں کے نزدیک یہ کرامات صحیح نہ ہوتیں تو وہ انہیں اپنی کتابوں کی زینت نہ بناتے۔ ان کے اسماء گرامی یہ ہیں۔

حضرت ابو القاسم قشیری، امیر اسامہ ابن منقذ، سیدی محی الدین بن العربی، سراج دمشقی صاحب تفاح الارواح، امام یافعی، امام ثعالبی، شیخ علوان حموی، صاحب الشقائق النعمانیہ، سیدی عبدالوہاب شعرانی صاحب العقد المنظوم فی افضل الروم وغیرہم رحمۃ اللہ علیہم۔ میں اب انہیں اس ترتیب سے ذکر کروں گا کہ جس صاحب کتاب کا زمانہ پہلے ہوا اس میں مذکور کرامات پہلے ذکر ہوں گی پھر جو دوسرے اور تیسرے نمبر پر ہوگی یہی ترتیب ملحوظ رکھی گئی ہے۔ رہا ان حضرات مصنفین کے مابین فضیلت، معرفت اور عرفان میں کمی بیشی تو میرے سامنے یہ بات نہیں اس لیے اس فرق کا ترتیب سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

صاحب رسالہ قشیریہ جناب ابو القاسم قشیری رحمۃ اللہ علیہ سے منقول چند کرامات (میت نے غسل دینے والے کا انگوٹھا پکڑ لیا)۔

جناب قشیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں نے محمد بن عبداللہ صوفی کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ میں نے جناب حسین بن احمد فارسی سے اور انہوں نے دقی سے اور انہوں نے احمد بن منصور رحمۃ اللہ علیہم سے یہ کہتے ہوئے سنا کہ مجھے میرے استاد محترم جناب ابو یعقوب سوسی رحمۃ اللہ علیہ نے بتایا میں نے اپنے مرید کو جب وہ فوت ہو گیا غسل دیا دوران غسل اس نے میرا انگوٹھا پکڑ لیا۔ حالانکہ وہ اس وقت غسل دیے جانے والے تخت پر لٹایا ہوا تھا۔ میں نے جب یہ دیکھا تو کہا بیٹا! میرا ہاتھ چھوڑ دو۔ میں جانتا ہوں کہ تم میت نہیں ہو۔ یہ تو ایک گھر سے دوسرے گھر منتقل ہونا ہے۔ یہ سن کر اس نے میرا ہاتھ چھوڑ دیا۔

میت نے غلطی نکال دی

جناب قشیری رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں میں نے جناب محمد بن عبداللہ صوفی سے سنا وہ کہتے ہیں کہ میں نے ابوبکر احمد بن محمد طرسوسی سے انہوں نے جناب ابراہیم بن شیبان سے سنا وہ بیان کرتے تھے کہ ایک بہترین اور نوجوان مرید میری صحبت میں رہا پھر اس کا انتقال ہو گیا۔ اس کے مرنے سے میرا دل بہت پریشان ہو گیا۔ میں نے اس کے کفن دفن اور غسل دینے کا اہتمام کیا۔ جب میں نے اس کے ہاتھ دھونے کا ارادہ کیا تو میں نے اس کے بائیں ہاتھ کو غسل دینا چاہا یہ بے احتیاطی میں نے جان بوجھ کر نہ کی تھی بلکہ دہشت کی وجہ سے مجھ سے نادانستہ ایسا ہو گیا۔ اس مرید نے تخت پر پڑے ہوئے مجھ سے اپنا بایاں ہاتھ کھینچ لیا اور مجھے داہنا ہاتھ تھما دیا۔ یہ دیکھ کر میں نے کہا بیٹا! تو نے صحیح کیا ہے۔ غلطی میں نے ہی کی ہے۔

اشارہ سے زمین کو سونا بنا دیا

صاحب رسالہ قشیریہ ہی بیان کرتے ہیں میں نے محمد بن احمد صوفی سے سنا کہ مجھے جناب عبداللہ بن علی نے جناب ابو

الحسین بصری سے سنا ایک واقعہ بتایا۔ فرماتے تھے کہ عبادان میں ایک سیاہ رنگ کا مرد فقیر تھا جو عام طور پر غیر آباد جگہوں میں ڈیرہ ڈالے نظر آتا تھا۔ میں نے ایک مرتبہ چند کھانے پینے کی اشیاء ساتھ لیں اور اس کی تلاش میں نکل پڑا۔ جب ڈھونڈتے ڈھونڈتے اس کی نظر مجھ پر پڑی تو وہ مسکرا دیا اور اس نے زمین کی طرف ہاتھ کا اشارہ کیا۔ میں نے دیکھا کہ ارد گرد کی زمین سونا بن کر چمک رہی ہے پھر اس مرد فقیر نے مجھے کہا تم جو اپنے ساتھ لائے ہو مجھے دو۔ میں نے وہ اشیاء اسے پکڑا دیں میں اس کی حالت دیکھ کر ہیبت زدہ ہو گیا تھا اور اسے وہ اشیاء پکڑا کر بھاگ نکلا تھا۔

اللہ تعالیٰ سے بخشش کا پروانہ مل گیا

امام قشیری رحمۃ اللہ علیہ ذکر کرتے ہیں کہ جناب شیخ ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ کی بیان کردہ ایک کرامت میں نے محمد بن عبداللہ صوفی سے سنی۔ انہوں نے یہ کرامت بکران بن احمد جبلی سے اور انہوں نے جناب یوسف بن حسین سے سنی۔ فرماتے ہیں میں نے ایک نوجوان کو کعبہ مکرمہ میں دیکھا وہ بکثرت رکوع و سجود کر رہا تھا۔ میں اس کے قریب گیا اور اس سے پوچھا تم بہت زیادہ نمازیں ادا کر رہے ہو۔ اس کے بارے میں مجھے بھی کچھ بتاؤ۔ نوجوان بولا میں اپنے رب کی طرف سے واپسی کے اجازت نامہ کا منتظر ہوں۔ جناب ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں نے اس کے بعد ایک رقعہ اوپر سے اس نوجوان پر گرتے ہوئے دیکھا جس پر تحریر تھا: من العزیز الغفور إلی عبدی الصادق، انصرف مغفور لك ما تقدم من ذنبك وما تأخر۔ یہ رقعہ اللہ عزیز غفور کی طرف سے اپنے بندۂ صادق کی طرف ہے تم جا سکتے ہو۔ تمہارے اگلے پچھلے تمام گناہ معاف کر دیئے گئے۔

مردہ گدھا دعا سے زندہ ہو گیا

صاحب رسالہ قشیریہ ذکر کرتے ہیں جناب ابوالحسین محمد بن حسین قطان رحمۃ اللہ علیہ نے ہمیں بغداد شریف میں یہ کرامت سنائی۔ فرماتے تھے کہ ہمیں یہ کرامت ابو علی اسماعیل بن محمد بن اسماعیل صفار نے اور انہیں حسین بن عرفہ ابن یزید نے اور انہیں عبداللہ بن ادریس اودی نے اور وہ جناب اسماعیل بن ابی خالد سے اور وہ جناب ابو سبرہ نخعی سے بیان کرتے ہیں۔ فرمایا ایک شخص یمن کا رہنے والا گھر سے نکلا اور ابھی راستہ میں ہی تھا کہ اس کا گدھا ہلاک ہو گیا۔ وہ اٹھا اور وضو کر کے دو رکعت نماز ادا کی پھر دعا مانگی اے اللہ! میں یقیناً تیرے راستہ میں مجاہد بن کر نکلا میرے پیش نظر صرف تیری خوشنودی ہے اور میں اس بات کی بھی گواہی دیتا ہوں کہ تو مردوں کو زندہ کرتا ہے اور جو قبروں میں ہیں ان کو اٹھائے گا آج مجھ پر تو کسی کا احسان نہ ہونے دے۔ میں تجھ سے یہی طلب کرتا ہوں کہ میرے گدھے کو زندہ کر دے۔ دیکھا تو گدھا کان جھاڑتے ہوئے فوراً کھڑا ہو گیا۔

مردہ اونٹ زندہ ہو گیا

شیخ ابوالقاسم قشیری رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں میں نے جناب حمزہ بن یوسف سہمی جرجانی سے انہوں نے ابو احمد بن عدی حافظ سے انہوں نے احمد بن جمرہ سے مصر میں یہ کرامت سنی۔ فرماتے تھے کہ مجھے عبدالوہاب نے یہ کرامت سنائی تھی جو خود

بھی ایک صالح مرد تھا۔ جناب عبدالوہاب نے بیان کیا جناب محمد بن سعید بصری نے کہا میں ایک دفعہ بصرہ کے راستہ پر جا رہا تھا کہ اچانک میری نظر ایک اعرابی پر پڑی جو اونٹ کو ہانک رہا تھا۔ میں نے جب مڑ کر دیکھا تو اس کا اونٹ مر کر زمین پر گرا ہوا تھا اور اس کا کجاوہ اور پلان بھی زمین پر پڑا ہوا تھا۔ میں یہ دیکھ کر آگے چل دیا پھر اچانک میرے کانوں میں اس اعرابی کی آواز سنائی دی۔ وہ کہہ رہا تھا یا مسبب کل سبب و یا مولی من طلب، رد علی ما ذھب، من حمل یحمل الرحل والقتب۔ اے ہر سبب کے مسبب! اے ہر طالب کے مولیٰ! میری چلی گئی چیز مجھے لوٹا دے۔ یعنی اونٹ جو کجاوہ اور پالان اٹھالے۔ اس دعا کے ساتھ ہی یک دم وہ اونٹ کھڑا ہو گیا اور کجاوہ و پالان اس کی پشت پر ہی تھا۔

آسمان سے جنتی حوریں اترتی دیکھیں

جناب قشیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہمیں جناب ابو عبداللہ شیرازی نے ابو الفرج درشانی سے بتایا۔ انہوں نے کہا کہ میں نے دمشق میں جناب علی بن یعقوب سے سنا۔ فرمایا میں نے جناب ابوبکر محمد بن احمد سے اور انہوں نے جناب قاسم جرعی سے سنا۔ فرماتے ہیں میں نے ایک شخص کو طواف کرتے ہوئے دیکھا۔ وہ دوران طواف صرف یہی دعا کر رہا تھا۔ الٰھی قضیت حوائج الکل ولم تقض حاجتی۔ اے اللہ! تو نے سب کی حاجتیں پوری فرمادیں اور میری حاجت پوری نہیں فرمائی۔ میں نے اسے پوچھا تو اس دعا کے علاوہ اور کچھ کیوں نہیں مانگتا؟ انہوں نے جواباً کہا میں تمہیں اس کی اصل کہانی سناتا ہوں۔ سنو! ہم مختلف شہروں کے رہنے والے سات آدمی باہم اکٹھے تھے اور جہاد کے لیے گھروں سے نکلے ہوئے تھے۔ پھر ہمیں رومیوں نے قیدی بنالیا اور ہمیں قتل کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ میں نے دیکھا کہ آسمان میں سات دروازے کھلے ہیں۔ ہر دروازے پر ایک خوبصورت دوشیزہ کھڑی ہے جو جنتی حوروں میں سے تھی۔ ادھر ہم سے ایک کو باہر نکالا گیا تاکہ اس کو قتل کیا جائے۔ جب اس کی گردن کاٹی گئی تو میں نے دیکھا کہ ان سات حسین و جمیل عورتوں میں سے ایک نیچے زمین پر اتری اس کے ہاتھ میں ایک رومال تھا۔ اس نے ہمارے اس ساتھی کی روح اپنے قبضے میں لے لی۔ اسی طرح یکے بعد دیگرے چھ آدمیوں کی گردنیں مار دی گئیں۔ لیکن جب میری باری آئی تو مجھے قتل کرنے کی بجائے ان میں سے بعض کے کہنے پر میری جان بخشی کر دی گئی۔ اس پر ساتویں عورت بولی اے محروم! کون سی چیز تجھ سے رہ گئی تھی؟ اتنا کہا اور ساتوں دروازے بند ہو گئے۔ سو میں اے بھائی! اس وقت سے افسوس زدہ اور شکستہ دل ہوں کہ مجھے وہ سعادت کیوں نہ ملی۔ جناب قاسم جرعی (راوی کرامت) فرماتے ہیں میں سمجھتا ہوں کہ یہ شخص ان میں سے افضل تھا۔ کیونکہ اسے وہ کچھ دکھائی دیا۔ جو انہوں نے نہ دیکھا اور پھر جب تک زندہ رہا اس کا ہر عمل شوق سے بھرپور رہا۔

ریت ستو چینی میں تبدیل ہو گئی

امام قشیری رحمۃ اللہ علیہ بیان فرماتے ہیں جناب آدم بن ابی ایاس رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ ہم عسقلان میں تھے ایک نوجوان رات کے وقت ہمارے پاس آتا ہمارے ساتھ بیٹھتا اور ہم سے ادھر ادھر کی باتیں کرتا تھا۔ جب ہم فارغ ہو جاتے تو وہ نماز کے

لیے کھڑا ہو جاتا۔ بیان کرتے ہیں ایک دن اس نے مجھ سے الوداعی ملاقات کی اور کہنے لگا میرا ارادہ سکندریہ جانے کا ہے۔ میں نے یہ سن کر اسے چند درہم دینا چاہے اور اس کے ساتھ باہر خدا حافظ کہنے کے لیے نکلا۔ اس نے درہم لینے سے انکار کر دیا میں نے بہت اصرار کیا۔ تو اس نے ریت کی ایک مٹھی بھری اور توشہ دان میں ڈال دی اور دریا کا پانی توشہ دان میں ڈالا۔ تاکہ وہ توشہ دان میں موجود چیز کو گیلا کر دے۔ پھر وہ نوجوان مجھے کہنے لگا اسے کھا لیجئے میں نے جب اسے دیکھا تو وہ ریت کی بجائے ستو تھے جن میں شکر ملی ہوئی تھی۔ وہ کہنے لگا جس کے ساتھ ہم سفر کا یہ حال ہو کیا وہ درہموں کا محتاج ہوگا؟

کھینچنے سے لکڑی بڑی ہو گئی

امام ابو القاسم قشیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ جناب ابو عمرو انماطی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان فرمایا میں اپنے استاد محترم کے ساتھ جنگل میں تھا یا شہر سے باہر غیر آباد جگہ میں تھا کہ بارش شروع ہو گئی۔ ہم وہاں ایک مسجد میں داخل ہو گئے تاکہ اس میں اطمینان سے وقت گزاریں مسجد کی چھت بہت پرانی تھی۔ اس میں سے بارش کا پانی ٹپک رہا تھا۔ ہم نے مسجد کی چھت پر چڑھنے کا ارادہ کیا تاکہ چھت کے سوراخ وغیرہ بند کر دیں۔ ہمارے ہاتھ میں ایک لکڑی تھی جس سے ہم چھت کا مطلوبہ کام کرنا چاہتے تھے۔ لیکن وہ لکڑی بہت چھوٹی تھی جس کی وجہ سے ہم مسجد کی دیوار پر نہ چڑھ سکے۔ استاد محترم کو جب اس کا علم ہوا تو فرمانے لگے لکڑی کو کھینچو میں نے کھینچا تو بڑی ہو گئی اور ہم مسجد کی دیوار پر فلاں فلاں جگہ سے چڑھ گئے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جاگتے ہوئے زیارت

حضرت ابو بکر بن ابیض رحمۃ اللہ علیہ اکابر اولیاء کرام میں سے ہوئے ہیں ان کی حدیث پاک کے موضوع پر ایک کتاب بھی تصنیف کردہ ہے۔ اس کتاب میں انہوں نے ذکر کیا ہے کہ ہمارے بعض دوستوں نے بیان کیا کہ مکہ شریف میں ایک مرد خدا رہتا تھا جس کا نام ابن ثاقب تھا۔ اس نے مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ ساٹھ سال آمد و رفت رکھی۔ مدینہ منورہ جاتے وقت اس کی نیت صرف اور صرف یہ ہوتی تھی کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سلام عرض کیا جائے۔ لہٰذا وہ سلام عرض کر کے واپس مکہ مکرمہ آ جایا کرتا تھا۔ اتفاق سے ایک سال نہ جا سکا۔ پھر ایک دن وہ کعبہ معظمہ میں بیٹھا ہوا تھا۔ آنکھوں میں نیند اتری ہوئی تھی۔ نہ مکمل سویا ہوا اور نہ ہی پوری طرح بیدار تھا کہ اس دوران جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دکھائی دیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس وقت فرما رہے تھے لم تزرنا فزرناك. تم ہماری زیارت کرنے نہیں آ سکے تو ہم ہی تجھے ملنے آ گئے ہیں۔ علامہ نبہانی لکھتے ہیں مجھے اس وقت یاد نہیں رہا کہ میں نے یہ واقعہ کس کتاب سے نقل کیا تھا۔

''کتاب الاعتبار'' میں جناب اسامہ بن منقذ رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں مجھے شیخ ابو القاسم خضر بن مسلم بن قسیم حموی رحمۃ اللہ علیہ نے 570ھ میں حمات شہر میں بتایا کہ محمد بن مسعر رحمۃ اللہ علیہ کے باغ میں ایک شخص کام کیا کرتا تھا۔ وہ اپنے اہل و عیال کے پاس گھر آیا۔ اس وقت یہ لوگ معرات بستی میں اپنے اپنے گھروں کے دروازوں پر موجود تھے۔ تو اس کارندہ نے ان سے کہا کہ میں نے ابھی ابھی ایک عجیب واقعہ دیکھا ہے۔ اہل خانہ نے پوچھا وہ کیا؟ کہنے لگے واقعہ یہ ہے کہ میرے قریب سے ایک شخص کا

گزرہوا اس کے پاس توشہ دان تھا۔ مجھ سے اس نے اس میں سے پانی طلب کیا میں نے اسے توشہ دان پکڑا دیا۔ اس نے تازہ وضو بنایا پھر میں نے اسے دو خربوزے دینے چاہے لیکن اس نے لینے سے انکار کر دیا۔ میں نے اس سے کہا کہ اس باغ کا آدھا پھل میرا ہے جو میری محنت کا معاوضہ ہے۔ اور دوسرا آدھا محمد بن مسعر کا ہے جو اس کا مالک ہے۔ اس نے پوچھا کیا یہ حج کا سال ہے؟ میں نے کہا ہاں اس نے کہا کل دیکھا جائے گا کہ کل تم مر جاؤ گے اور ہم وقوف عرفہ کے دن جب واپس آئیں گے تو تمہاری نماز جنازہ میں شریک ہوں گے۔ میری یہ بات سن کر اہل خانہ اس شخص کی تلاش میں نکل کھڑے ہوئے اور جو ملتا اس سے اس کے بارے میں معلومات حاصل کرتے۔ بالآخر انہوں نے اسے اتنی دور سے دیکھ لیا کہ اس سے ملاقات نہ ہو سکتی تھی۔ لہٰذا وہ واپس آ گئے اور اس کی بات کی سچائی کا انتظار کرنے لگے پھر وہی ہوا جو وہ کہہ گیا تھا۔

سیدی محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب المسامرہ سے چند کرامات

دنیا اللہ والوں کی خادم ہوتی ہے

سیدنا حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے ہمیں یہ کرامت پہنچی۔ آپ نے فرمایا کہ میں ایک دفعہ طواف کر رہا تھا کہ اچانک مجھے ایک عمر رسیدہ عورت یاد الٰہی میں مصروف دکھائی دی۔ میں نے اس سے پوچھا تو کون ہے؟ کہنے لگی غسان کے بادشاہوں کی بیٹی ہوں۔ میں نے اس سے پوچھا تیرے کھانے پینے کا بندوست کیا ہے؟ کہنے لگی جب دن ڈھلتا ہے تو ایک عورت بن ٹھن کر میرے پاس آتی ہے وہ میرے سامنے پانی سے بھرا ایک کوزہ اور دو روٹیاں رکھ دیتی ہے۔ میں نے پھر اس بڑھیا سے پوچھا تو اس عورت کو جانتی پہچانتی ہے؟ کہنے لگی بخدا نہیں میں نے اسے بتایا وہ دنیا ہے۔ تو نے اپنے رب کی خدمت کی جس کا ذکر بہت بلند ہے تو اس نے دنیا تیرے پاس بھیج دی تا کہ وہ تیری خدمت کرے۔

رزق کا فرشتہ بلاواسطہ روزی دیتا ہے

سیدی محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب "المسامرہ" میں لکھا ہے کہ مجھ سے ایک عارف نے شیخ عارف کبیر ابوعبداللہ غزالی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ سے ایک واقعہ سنایا۔ عارف کبیر ابوعبداللہ غزالی رحمۃ اللہ علیہ مریہ شہر میں رہائش پذیر تھے۔ ان کے ہم زمانہ بزرگوں سے چند نام یہ ہیں: حضرت ابومدین، حضرت ابوعبداللہ ہواری، حضرت ابویعزی، حضرت ابوشعیب ساری، حضرت ابوالفضل سکری، حضرت ابوالنجار وغیرہم رضی اللہ تعالیٰ عنہم، جناب ابوعبداللہ غزالی مذکور فرماتے ہیں ہمارے شیخ جناب ابو العباس بن عریف رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں ایک شخص آیا کرتا تھا کسی سے گفتگو نہیں کرتا تھا۔ شیخ ابوالعباس موصوف اس طریقہ کے آخری بزرگ تھے جو مریدوں کی اعلیٰ تربیت فرمانے والے تھے۔ جب شیخ موصوف رحمۃ اللہ علیہ فارغ ہو جاتے تو وہ شخص چلا جاتا۔ میرے دل میں اس کی محبت پیدا ہو گئی۔ میں نے چاہا کہ اس کی جان پہچان حاصل کروں اور اس کی رہائش گاہ معلوم کروں۔ ایک رات میں اس کے پیچھے پیچھے چل پڑا جب ہم سب شیخ موصوف کی مجلس سے فارغ ہو گئے تھے۔ میرے اس طرح پیچھے آنے کا اسے علم نہ تھا۔ جب چلتے چلتے ہم شہر مریہ کے ایک بازار میں یا گلی میں داخل ہوئے۔ اچانک ایک شخص اس خاموش طبع

شخص سے ملا جو ہوا میں سے اڑ کر آیا تھا اور پرندوں کی طرح اس پر اترا۔ اس کے ہاتھ میں بہت اچھی حالت میں دو روٹیاں تھیں۔ وہ اس نے اس کو پکڑائیں اور خود چلتا بنا۔ میں نے اس شخص کو پیچھے سے آ دبوچا اور کہا السلام علیکم اس نے مڑ کر مجھے دیکھا تو پہچان لیا۔ وعلیک السلام کہا۔ پھر میں نے اس سے پوچھا اللہ تعالیٰ تمہیں عافیت میں رکھے یہ شخص کون تھا جس نے تمہیں روٹیاں دیں؟ میری یہ بات سن کر وہ خاموش ہو گیا۔ میں نے اسے قسم دلائی تو کہنے لگا اے بندۂ خدا! یہ رزق بانٹنے والا فرشتہ ہے میرے پاس روزانہ آتا ہے اور جس قدر رزق میری تقدیر میں لکھا ہوتا ہے وہ مجھے دے جاتا ہے، چاہے میں اپنے رب کی زمین پر کسی جگہ بھی ہوں۔

اہل اللہ کی حاضری کی اہمیت

سیدی محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہمیں جناب عبدالرحمن نے انہیں عمر بن ظفر نے انہیں جعفر بن احمد نے انہیں عبدالعزیز بن علی اور انہیں ابوالحسن لؤلؤی (رحمۃ اللہ علیہم) نے بتایا کہ میں (ابوالحسن لؤلؤی) دریا میں کشتی پر سوار جا رہا تھا کہ کشتی ٹوٹ گئی اور اس میں موجود تمام سامان ڈوب گیا۔ میرے سامان میں ایک موتی تھا جس کی قیمت چار ہزار دینار تھی۔ ادھر حج کے دن بھی قریب آ چکے تھے۔ مجھے حج کے فوت ہونے کا خطرہ ہوا۔ جب اللہ تعالیٰ نے کشتی کے ٹوٹنے کے باوجود اپنے فضل و کرم سے میری جان بچالی اور میں ڈوبنے سے بچ گیا تو میں حج کے لیے چل پڑا۔ میرے ساتھیوں نے مجھے کہا جو میرے ساتھ کشتی میں سوار تھے اگر تم کچھ انتظار کرو تو ہو سکتا ہے کہ کوئی شخص ہمیں ایسا مل جائے جو دریا میں سے ڈوبی اشیاء نکالنے کا ماہر ہو۔ وہ تمہیں بھی تمہاری اشیاء نکال دے۔ میں نے انہیں جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے جو میرے ساتھ ہوا۔ میرے سامان میں واقعی ایک ایسی چیز ڈوب گئی ہے جس کی قیمت چار ہزار دینار ہے۔ لیکن میں اسے حاصل کرنے کے لیے وقوف عرفہ چھوڑنا پسند نہیں کروں گا۔ لوگوں نے مجھے پوچھا وقوف عرفہ کو تم اس قدر قیمتی موتی پر ترجیح دے رہے ہو آخر اس کی کیا وجہ ہے؟ میں نے انہیں جواب دیا کہ میں ایک ایسا آدمی ہوں جو حج کرنے کا شیدائی ہوں۔ میں حج کے ذریعہ نفع بھی اور ثواب بھی حاصل کرتا ہوں۔ ایک سال حج پر جاتے جاتے میرے ساتھ ایک ایسا ہی واقعہ پیش آیا۔ وہ یہ کہ راستہ میں مجھے سخت پیاس لگی۔ میں نے اونٹ پر سوار اپنے دوسرے ساتھی کو کجاوہ کے درمیان بٹھا دیا اور خود پانی کی تلاش میں اونٹ سے نیچے اتر آیا۔ میرے ساتھی بھی پیاس سے نڈھال ہو رہے تھے۔ میں جس کو بھی ملتا اس سے ہی پانی کے بارے میں پوچھتا جو اونٹ سوار ملتا اس سے بھی میرا یہی سوال ہوتا۔ اس طرح میں نے قافلہ کے ہر آدمی سے پوچھا۔ پھر پانی کی تلاش میں میں قافلہ سے ایک یا دو میل پیچھے چلا گیا وہاں میرا گزر ایک حوض یا تالاب پر ہوا۔ وہاں مجھے ایک فقیر آدمی تالاب والی جگہ پر بیٹھا نظر آیا اور دیکھا تو اس کی لاٹھی رکھنے کی جگہ سے پانی کا چشمہ جاری تھا۔ وہ اس سے خود پی رہا تھا میں اس کے پاس گیا اور خوب سیر ہو کر پانی پیا۔ میں واپس قافلہ کے پاس آیا دیکھا تو قافلہ والے سواریوں سے اتر کر زمین پر بیٹھے ہوئے تھے۔ میں نے اپنے سامان میں سے ایک مشکیزہ نکالا اور وہیں پھر آ گیا۔ یہاں آ کر میں نے پانی سے اپنا مشکیزہ بھرا اور واپس آ گیا۔ جب لوگوں نے مجھے دیکھا تو سب کے سب پانی والی جگہ کی طرف دوڑے اپنے اپنے مشکیزے لیے وہاں پہنچے اور سب نے سیر ہو کر پانی پیا بھی اور

مشکیزے بھر کر ساتھ بھی لے آئے۔ پھر قافلہ چلنے لگا تو میں نے سوچا کہ مجھے ایک دفعہ اس جگہ جا کر دیکھنا چاہیے۔ جب آیا اور دیکھا تو تالاب پانی سے بھرا ہوا ٹھاٹھیں مارتا نظر آیا۔ اب تم ہی بتاؤ کہ ایسے بابرکت لوگوں کی حاضری چھوڑ کر میں موتی بیچنے کی امید پر یہاں ٹھہر جاؤں؟ وہ لوگ تو ایسے مبارک ہیں کہ ان کی دعا یہ ہوتی ہے اے اللہ! جو اس موقف (ٹھہرنے کی جگہ عرفات) میں حاضر ہے اس کے گناہ معاف فرما دے اور مسلمانوں کی جماعت کو بھی بخشش دے۔ خدا کی قسم! میں ان لوگوں میں حاضری کے مقابلہ میں دنیوی مال کے حصول کو ترجیح نہیں دے سکتا۔ یہ کہتے ہوئے اس نے وہ قیمتی موتی چھوڑ دیا۔ شیخ فرماتے ہیں مجھے یہ خبر پہنچی کہ اس کا جو مال غرق ہو گیا تھا اس کی مجموعی مالیت پچاس ہزار دینار کے لگ بھگ تھی۔

ستر ہزار کلمہ کے ایصال ثواب سے جہنم سے نجات

''الفتوحات المکیہ'' کے آخری وصایا میں سیدی محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ جن باتوں کی میں تجھے وصیت کرتا ہوں ان میں سے ایک یہ ہے کہ تو اللہ تعالیٰ سے اپنا آپ اس طریقہ پر خرید لے کہ تو اپنی گردن کو جہنم کی آگ سے آزاد کر لے اس کا طریقہ یہ ہے کہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ستر ہزار مرتبہ پڑھ لے۔ اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے تجھے جہنم کی آگ سے آزاد کر دے گا یا اس شخص کو جہنم سے نکال دے گا جس کے لیے تو نے اتنی مرتبہ یہ کلمہ پڑھا ہو گا۔ اس بارے میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث مبارک بھی وارد ہے۔ مجھے ابو العباس احمد بن علی بن میمون آب توزی امام قسطلانی نے مصر شہر میں اس کے متعلق یہ بات بتائی کہ جناب شیخ ابو ربیع کفیف مالقی ایک مرتبہ کسی دعوت میں شریک تھے۔ دستر خوان چنا گیا انہوں نے مذکورہ کلمہ ستر ہزار مرتبہ پڑھ رکھا تھا لیکن ابھی تک اس کا ثواب کسی کو ہبہ نہیں کیا تھا۔ دستر خوان پر ان کے ساتھ ایک نوجوان بھی بیٹھا ہوا تھا جو صالحین میں سے صاحب کشف تھا۔ جب اس نے کھانے کی طرف ہاتھ بڑھایا تو رونا شروع ہو گیا۔ حاضرین نے اس سے پوچھا کیوں روتے ہو؟ کہنے لگا یہ مجھے جہنم نظر آ رہی ہے اور اس میں پڑی مجھے اپنی والدہ بھی دکھائی دے رہی ہے۔ یہ کہہ کر اس نے کھانے سے انکار کر دیا اور لگاتار رونا شروع کر دیا۔ شیخ ابو ربیع فرماتے ہیں میں نے دل میں کہا اے اللہ! تو جانتا ہے کہ میں نے مذکورہ کلمہ ستر ہزار بار پڑھ رکھا ہے۔ میں اس کو اس نوجوان کی والدہ کی جہنم سے رہائی کے لیے اسے بخشتا ہوں۔ یہ سب کچھ میں نے دل ہی میں کہا۔ ادھر وہ نوجوان بولا اب میں دیکھتا ہوں کہ میری والدہ جہنم سے نجات پا چکی ہیں۔ لیکن اس کے باہر نکلنے کا سبب مجھے معلوم نہیں۔ نوجوان کا چہرہ کھل کھلا گیا اور خوشی خوشی اس نے حاضرین کے ساتھ کھانا کھایا۔ جناب ابو ربیع بیان کرتے ہیں اس سے مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس بارے میں حدیث پاک کی صحت کا علم ہو گیا اور یہ بھی صحیح و ثابت ہو گیا کہ وہ نوجوان واقعی صاحب کشف حضرات میں سے تھا۔ جس کے بارے میں پہلے محض گمان ہی تھا۔ میں نے ستر ہزار مرتبہ کلمہ مذکورہ پڑھنے کا پھر عمل کیا اور اسی حدیث کو سامنے رکھتے ہوئے اپنی بیوی کو اس کا ثواب بخشا جو فوت ہو چکی تھی تو اس کی برکت اس کے شامل حال ہو گئی۔

سورۂ یٰسین کا نورانی شکل اختیار کرنا

''الفتوحات المکیہ'' کے آخر میں شیخ محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان فرمایا اے مرید! جب تو کسی بیمار یا فوت شدہ

کے ہاں جائے تو وہاں سورۂ یٰسین پڑھا کر۔ میرے ساتھ ایک واقعہ پیش آیا جس میں سورۂ یٰسین ایک عجیب صورت بن کر میرے سامنے آئی۔ واقعہ یہ ہے کہ میں بیمار ہو گیا بیماری میں مجھ پر غشی کی ایسی حالت طاری ہوگئی کہ میرا شمار مردوں میں ہونے لگا۔ میں نے کچھ لوگ نہایت بدشکل دیکھے جو مجھے اذیت دینا چاہتے تھے۔ میں نے ایک طرف ایک خوبصورت خوشبو والا آدمی دیکھا جو بہت طاقتور تھا وہ انہیں پیچھے دھکیل رہا تھا۔ حتیٰ کہ ان کو پیچھے ہٹنے پر اس نے مجبور کر دیا۔ میں نے اس سے پوچھا آپ کون ہیں؟ کہنے لگا میں سورۂ یٰسین ہوں۔ تجھ سے انہیں بھگانے آیا ہوں میں اسی وقت اسی بے ہوشی سے افاقہ میں ہو گیا۔ جب دیکھا تو میرے سرہانے میرے والد گرامی کھڑے تھے۔ وہ رو رہے تھے اور سورۂ یٰسین کی تلاوت فرما رہے تھے اور وہ اس کی تلاوت مکمل کر چکے تھے۔ میں نے والد محترم کو جو دیکھا اس کی خبر دی۔ پھر کچھ مدت بعد میں نے خود ایک روایت پڑھی جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے مرنے والوں پر سورۂ یٰسین پڑھا کرو۔

سراج دمشقی کی ''تفاح الارواح'' سے چند کرامات

ولی کی خوراک نہایت پاکیزہ اور حلال ہوتی ہے

جناب سراج دمشقی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں امیر ناصح الدین سے ہمیں یہ کرامت سنائی گئی۔ امیر موصوف امیر حسام الدین کرموئی کے بھائی تھے جو حلب میں نائب سلطان تھا۔ امیر ناصح الدین صالح اور بہترین آدمی تھا۔ یہ کرامت اس نے ہمیں 700ھ میں سنائی کہا قونیہ کی آبادی سے باہر ایک مرد خدا تھا جو بظاہر عاشق سا نظر آتا تھا۔ لوگوں کی اکثریت اسے اچھا نہ سمجھتی تھی میں ایک دن اس کے قریب سے گزرا۔ قونیہ کا ایک بہت بڑا آدمی بھی میرا ساتھ تھا۔ بادشاہ یا نائب ہوگا ہم نے دیکھا کہ وہ عاشق مرد مردار کتے کا گوشت کھا رہا ہے گوشت بھی ایسا کہ وہ کیڑوں میں تبدیل ہو چکا تھا۔ اس قسم کے واقعات اس کی طرف سے ہم پہلے بھی سنا کرتے تھے۔ بہرحال ہم نے اس سے پوچھا اور کہا کہ ہمیں بھی اپنے کھانے میں سے کچھ کھانے کے لیے دو۔ اس نے اس میں سے کچھ ہمیں دے دیا۔ ہم نے وہ گوشت اپنے ایک ساتھی کی گودڑی میں چھپا لیا پھر وہاں سے واپس گھروں کو چل دیے۔ جب گھر پہنچے تو ہمیں یقین تھا کہ کھانا نجاست آلود ہو چکا ہوگا۔ ہم نے گودڑی میں سے اسے نیچے زمین پر پھینک دیا جب ہم نے زمین پر پڑا ہوا دیکھا تو ہمیں بہترین بھنا ہوا گوشت معلوم ہوا اور اس کے نیچے نہایت عمدہ قسم کے چاول بھی موجود تھے جنہیں تیل اور گھی میں پکایا گیا تھا۔ جب ہم نے وہ کھانا کھایا تو اتنا لذیذ تھا کہ آج تک ایسا لذیذ کھانا نہیں کھایا تھا۔ اس سے ہمارا یقین، ایمان اس مرد کی بزرگی پر پختہ ہو گیا اور ہم نے اپنے سابقہ دلی خیالات پر اللہ تعالیٰ سے استغفار کی۔

ولی کے لیے تمام زمین سمٹ جاتی ہے

شیخ سراج رحمۃ اللہ علیہ جناب شیخ ابو الحسن علی بن ابی الجبار رحمۃ اللہ علیہ سے بیان کرتے ہیں۔ انہوں نے اپنا واقعہ بیان کرتے ہوئے فرمایا میں بصرہ میں اپنے ایک ساتھی کے ساتھ ایک باغ میں تھا۔ ایک فقیر باغ میں داخل ہوا جس کے بال بکھرے ہوئے اور

چہرے پر دھول پڑی ہوئی تھی۔ مجھے کہنے لگا مجھ بھوکے کو کھانا کھلاؤ میں نے اسے کھانے کے لیے انجیر دیے۔ وہ سب کھا گیا اور کہنے لگا ابھی مجھے اور دو میری بھوک ختم نہیں ہوئی۔ اس طرح کئی مرتبہ میں نے اسے انجیر دیے اور وہ ہر مرتبہ کھا کر اور مانگتا حتی کہ ایک ہزار رطل انجیر کھا گیا۔ پھر نہر سے پانی پینے لگا بہت سا پانی پیا اور چلا گیا۔ پھر میرے ساتھی نے مجھے بتایا کہ اس سال انجیر کا پھل پہلے کی نسبت کئی گنا زیادہ پیدا ہوا ہے۔ شیخ ابوالحسن موصوف بیان کرتے ہیں پھر میں دوسرے سال حج کو گیا اس دوران کہ میں سواروں کے آگے آگے جا رہا تھا میرے دل میں آیا اور میں نے تمنا کی کہ کاش! وہ شخص مجھے کہیں نظر آ جائے (جس نے پچھلے سال باغ میں اس قدر انجیر کھائے تھے) اس خیال کے فوراً بعد میں کیا دیکھتا ہوں کہ وہی شخص میری دائیں جانب کھڑا ہے دیکھ کر میں دہشت زدہ ہو گیا اور خوشی بھی ہوئی کہ اللہ تعالیٰ نے میری تمنا فوراً پوری کر دی ہے۔ پھر ہم چلتے رہے اگر وہ کہیں بیٹھ جاتا تو ہم سوار اپنی سواریوں سے اتر جاتے اور جب چل پڑتا تو ہم بھی چل پڑتے۔ پھر پانی کے ایک تالاب کے پاس آیا جس میں بہت سا پانی تھا اور گار بھی بہت تھی۔ اس نے دونوں ہاتھوں سے گار اٹھانا شروع کی اور اٹھا کر منہ میں ڈالتا اور کھا جاتا جیسا کہ حلوہ کھایا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ بہت سی گار کھا گیا۔ مجھے بھی اس نے اس میں ایک لقمہ دیا۔ میں نے جب اسے کھایا تو وہ بہترین مٹھائی سے بھی زیادہ میٹھا تھی اور اس کی اذخر سے بڑھ کر خوشبو تھی۔ پھر اس نے اس تالاب میں سے کافی مقدار میں پانی پیا۔ پھر کہنے لگا اے علی! یہ لقمہ اور گھونٹ وہی ہیں ان دونوں کے درمیان کوئی چیز نہیں ہے۔ میں نے پھر پوچھا اے سیدی! یہ کہاں سے ہے؟ وہ کہنے لگا میرے شیخ جناب ابو محمد بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ نے میری طرف ایک نظر دیکھا تو ان کی محبت سے میرا دل لبریز ہو گیا اور میرا راز میرے رب تک پہنچ گیا۔ ساری کائنات میرے لیے سمیٹ دی گئی اور ہر چیز کی حقیقت تبدیل کرنے کی مجھے قوت دے دی گئی۔ دور کو میرے لیے قریب کر دیا گیا اور مراد مجھے عطا کر دی گئی اور مجھے ایسی حقیقت پہنا دی گئی کہ مجھے کھانے پینے سے مستغنی کر دیا۔ ہاں جب انسانی احکام میں میری واپسی ہوتی ہے تو پھر میں کھاتا پیتا ہوں۔ یہ کہہ کر وہ غائب ہو گیا اور مجھے نظر نہ آیا۔

ولی دل کی بات تک جانتا ہے

جناب سراج بیان فرماتے ہیں جناب یحییٰ بن معاذ رازی رحمۃ اللہ علیہ سے ہمیں ایک واقعہ سنایا گیا۔ وہ یہ کہ آپ نے فرمایا میں نے دوران سیاحت ایک جنگل میں کانے کی بنی کٹیا دیکھی۔ میں اسے دیکھنے کے ارادے سے اس کے قریب گیا۔ تو اچانک وہاں میری ایک بوڑھے شخص سے ملاقات ہوئی۔ جس کے جسم کا گوشت کیڑے کھا چکے تھے میں نے اس سے پوچھا اے بزرگ! کیا آپ پسند کریں گے کہ میں اللہ تعالیٰ سے آپ کی شفایابی کی دعا کروں؟ اس نے میری بات سن کر سر اٹھایا حالانکہ وہ اندھا تھا کہنے لگا اے یحییٰ بن معاذ رازی! اگر تیرا اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایسا معاملہ ہے تو پھر اس سے یہ سوال کیوں نہیں کرتا کہ وہ تجھے انار کی محبت سے چھٹکارا دے دے۔ جناب یحییٰ بن معاذ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے یہ وعدہ کر رکھا تھا کہ ہر قسم کی شہوات ترک کر دوں گا صرف انار کی چاہت رکھوں گا۔ کیونکہ میں انار کو بہت پسند کرتا تھا۔ پھر اس بزرگ نے کہا اے یحییٰ بن معاذ! اللہ تعالیٰ کے ولیوں کی باتوں میں پڑنے سے ڈر۔ ایسا نہ ہو کہ تجھے ان کے سامنے شرمندہ ہونا پڑے۔

اللہ کے ولی سے معاملہ درست رکھنا چاہیے

جناب سراج دمشقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ہمیں ایک عورت کا واقعہ لوگوں نے سنایا جس کی عمر بیس سال کے لگ بھگ تھی اور وہ دمشق شہر میں آبادی کے اندر باب توما میں رہائش پذیر تھی۔ ہم اس کی رہائش گاہ کو جانتے تھے اس عورت کو سیدی تاج الدین رحمۃ اللہ علیہ نے خواب میں اسرار و رازہائے باطنیہ میں سے اچھا خاصہ حصہ عطا فرما دیا۔ پھر یہ عورت مرقب قلعہ میں رہائش پذیر ہو گئی۔ فقراء حضرات اس کے مکان میں آنے جانے شروع ہو گئے۔ ایک مرتبہ دو فقیر اس کے ہاں آئے اور کچھ مدت انہوں نے اس کے ہاں قیام کیا دوران قیام اس عورت نے ان دونوں فقیروں کو عجیب غریب احوال و مکاشفات دکھائے۔ پھر ان دونوں میں سے ایک نے لالچ کیا اس کے دل نے یہ سکیم گھڑی کہ عورت بڑی احسان والی ہے، محبت والی ہے لہٰذا اس سے شادی کر لینی چاہیے۔ چنانچہ اس عورت نے ظاہری طور پر رضامندی کا اظہار کیا اور اس کا مطالبہ قبول کر لیا تاکہ اس کی غفلت کا اسے پتہ چل جائے۔ چنانچہ نکاح ہو گیا جب رات ہوئی تو اس سے ہم بستر ہونے کا ارادہ کیا لیکن وہ تو عورت کی بجائے خشک لکڑی بن چکی تھی۔ اس فقیر کو اس کے نفس امارہ نے کہا کہ عورت کے جسم میں اس کے پستان سب سے نرم چیز ہوتی ہے انہیں چھونا چاہیے۔ جب اس نے پستان کی طرف ہاتھ بڑھائے تو انہیں دو پتھروں کی مانند سخت پایا۔ پھر اس عورت کی ناک کو ہاتھ لگایا تو ناک غائب تھی۔ اس کے بعد اس فقیر کے رونگٹے کھڑے ہو گئے اور اس پر کپکپی طاری ہو گئی اور سمجھ گیا کہ اگر عورت باخلاق نہ ہوتی تو میری موت واقع تھی۔ پھر ایک کونے میں الگ جا کر استغفار کرنے لگا اور اللہ تعالیٰ سے معافی مانگنے لگا۔ پھر اس عورت نے اس سے توبہ لی، اس کی عزت کی۔ اسے زادِ راہ دیا۔ وہ اب بھی اس سے توبہ کرتا ہے یہ بات ہمیں خود اس فقیر نے سنائی جس کے ساتھ یہ واقعہ پیش آیا تھا۔ یعنی شیخ محمد کردی رحمۃ اللہ علیہ جو ہمارے ساتھی بھی تھے اور بالآخر ہمارے ہم مجلس بھی تھے۔

حضرت امام یافعی کی ''روض الریاحین'' سے چند کرامات

ولی کی دعا سے بارش ہو گئی

حضرت امام یافعی رحمۃ اللہ علیہ ''روض الریاحین'' میں ذکر فرماتے ہیں کہ مجھے ایک نہایت نیک اور صالح شخص نے بتایا جو کسی بستی میں رہا کرتا تھا کہ ایک مرتبہ ہم پر بارش برسنا رک گئی پانی بہت کم ہو گیا اور لوگ سخت پریشان ہو گئے۔ ہم میں سے ایک شخص پانی خریدنے کے لیے آبادی سے باہر نکلا اس نے وہاں سے بہت مہنگا پانی خریدا۔ اسے ایک فقیر ملا جسے جانتا نہ تھا۔ اس فقیر سے کہا کیا تمہیں ہماری موجودہ حالت نظر نہیں آتی؟ ہمارے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا کرو۔ فقیر نے پوچھا تمہارے لیے کس چیز کی دعا کروں؟ وہ آدمی کہنے لگا بارش کی دعا۔ چنانچہ یہ سن کر اس فقیر کا چہرہ سرخ ہو گیا اور کچھ دیر خاموش رہ کر زور سے چیخ ماری۔ پھر وہاں مجھے چھوڑ کر چلتا بنا۔ میں ابھی گھر پر بھی نہ پہنچا تھا اور نہ ہی میں نے اپنے ساتھی سے لیا پانی کسی برتن میں ڈالا تھا کہ بارش برسنا شروع ہو گئی۔ اس قدر بارش بری کہ نالے بہہ نکلے اور سیلاب کی سی کیفیت ہو گئی۔

اللہ تعالیٰ اپنے اولیاء کے رزق کا انوکھا انتظام فرماتا ہے

جناب ابراہیم خواص رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ سے سیدی امام یافعی ''روض الریاحین'' میں رقمطراز ہیں۔ جناب ابراہیم خواص فرماتے ہیں میں ایک مسجد میں تھا وہاں میں نے ایک فقیر دیکھا جو تین دن متواتر خاموش اور بے حرکت رہا۔ اتنے دن اس نے نہ کچھ کھایا نہ پیا۔ میں بھی اسے دیکھ کر ایسا کرنے لگا لیکن مجھ سے نہ ہو سکا۔ میں اس کے قریب گیا اور پوچھا آپ کی کیا خواہش ہے؟ وہ کہنے لگا گرم روٹی اور دودھ مجھے چاہیے میں وہاں سے اٹھ کر باہر نکلا۔ سارا دن ادھر ادھر تلاش میں گزار دیا تا کہ اس کی مطلوبہ اشیاء کہیں سے پا سکوں لیکن کہیں سے بھی نہ مل سکیں۔ میں دوبارہ مسجد میں آ گیا اور میں نے دروازہ بند کر دیا جب رات کا کچھ حصہ گزر چکا تو کسی نے دروازے پر دستک دی۔ میں نے اٹھ کر کھولا کیا دیکھتا ہوں کہ ایک آدمی اپنے ہاتھ میں گرم روٹی اور دودھ لیے کھڑا ہے۔ میں نے اس سے اس وقت آنے اور یہ اشیاء لانے کا سبب پوچھا تو وہ کہنے لگا میرے اس بچے نے میرے سامنے اپنی خواہش کا اظہار کیا اور یہ اشیاء کھانے کے لیے مجھے دینے کو کہا۔ ہم دونوں آپس میں الجھ پڑے اور ہم نے اٹھا لیں کہ ان اشیاء کو اگر کھائیں گے تو مسجد میں رہنے والے ہی کھائیں گے۔ جناب ابراہیم خواص کہتے ہیں میں نے اللہ تعالیٰ سے عرض کیا اے اللہ! جب تیرا ارادہ اس بندے کو کھلانے کا تھا تو پھر مجھے سارا دن کیوں مشقت میں ڈالے رکھا؟

لکڑی اور پتھر کو سونا بنا دیا

''روض الریاحین'' میں امام یافعی نے لکھا۔ جناب ابو القاسم جنید رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ میں شونیزیہ مسجد میں آیا وہاں میں نے فقراء کی ایک جماعت دیکھی جو آیات میں گفتگو کر رہی تھی یعنی کرامات میں۔ ان میں سے ایک فقیر بولا میں ایک ایسے مرد خدا کو جانتا ہوں جو اگر اس ستون کو حکم دے اے ستون! آدھا سونا اور آدھا چاندی بن جا تو یہ ستون اس کا حکم مانتے پردیس ہی ہو جائے۔ جناب جنید فرماتے ہیں میں نے اس ستون کی طرف دیکھا تو وہ واقعی آدھا سونا اور آدھا چاندی بن گیا تھا۔

''لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ'' ستر ہزار مرتبہ پڑھنے کا ثواب

امام یافعی رحمۃ اللہ علیہ روض الریاحین میں حضرت شیخ ابو یزید قرطبی رحمۃ اللہ علیہ سے بیان فرماتے ہیں جناب شیخ نے فرمایا میں نے ایک اثر (حدیث) سن رکھی تھی کہ جو شخص لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ستر ہزار مرتبہ پڑھے گا تو دوزخ کی آگ سے یہ اس کے لیے فدیہ بن جائے گا۔ میں نے اس بابرکت وعدے کے اپنے حق میں پورا ہونے کی امید پر مذکورہ کلمہ ستر ہزار مرتبہ پڑھ رکھا تھا۔ میں نے پھر اس کا ثواب اپنے اہل و عیال کو بخش دیا پھر اتنی تعداد مکمل کر لی اور اسے میں نے اپنے لیے ذخیرہ کر لیا کہ کل قیامت میں جہنم کی آگ سے رہائی کا سبب بنے گا۔ ان دنوں ہمارے ساتھ گھر میں ایک نوجوان بھی رہا کرتا تھا جس کے بارے میں مشہور تھا کہ وہ صاحب کشف ہے اور بعض دفعہ جنت و دوزخ بھی بذریعہ کشف نظر آ جاتے ہیں۔ ہم درویشوں کی جماعت اس کی کم عمری کے باوجود اسے صاحب فضل سمجھتے تھے۔ میرے دل میں اس نوجوان کے متعلق کچھ باتیں تھیں (یعنی مجھے اس کے کشف و فضل ہونے میں تردد تھا) اتفاق سے بعض ساتھیوں نے مجھے اپنے گھر دعوت کے لیے پیغام بھیجا۔ وہ بھی دوسرے

فقراء کے ساتھ موجود تھا۔ ہم جب کھانے پینے میں مصروف ہوئے تو اس نے یک لخت زور سے چیخ ماری جو بہت ڈراؤنی قسم کی تھی اور وہ اکٹھا ہو گیا۔ اس نے یہ کہنا شروع کر دیا اے چچا! دیکھو یہ میری والدہ جہنم میں پڑی ہوئی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ چیخ بھی رہا تھا۔ اسے ہر دیکھنے والا یہی سمجھتا کہ اس کا چیخنا از خود نہیں ہے۔ بلکہ کوئی خاص بات ہے۔ جب میں نے اس کی بے قراری دیکھی تو دل میں کہا آج میں اس نوجوان کے سچے جھوٹے ہونے کو آزماتا ہوں پھر اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں بطریقہ الہام یہ بات ڈالی کہ جو میں نے ستر ہزار مرتبہ کلمہ شریف پڑھ رکھا ہے وہ اس کی والدہ کو بخشتا ہوں۔ میرے اس کام کو صرف اور صرف اللہ تعالیٰ جانتا تھا۔ میں نے دل میں کہا کہ حدیث پاک بھی حق ہے اور جن حضرات سے ہم تک یہ روایت پہنچی وہ بھی سچے ہیں۔ اے اللہ! میں ستر ہزار مرتبہ پڑھا ہوا کلمہ اس نوجوان کی والدہ کو ایصال ثواب کرتا ہوں تو اسے جہنم کی آگ سے اس کے لیے بطور فدیہ قبول فرما۔ ابھی میں نے یہ دلی ارادہ مکمل بھی نہ کیا تھا کہ وہ نوجوان مجھ سے کہنے لگا چچا جان! یہ دیکھو میری والدہ جہنم کی آگ سے باہر نکل آئی ہے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ اس سے مجھے دو فائدے حاصل ہوئے ایک یہ کہ حدیث مذکور کے سچا ہونے کا مجھے یقین ہو گیا اور دوسرا اس نوجوان کی سلامتی و صدق کا بھی علم ہو گیا۔

اللہ تعالیٰ اپنے ولی کی دعا قبول فرماتا ہے

حضرت ابوالقاسم جنید رحمۃ اللہ علیہ سے امام یافعی رحمۃ اللہ علیہ نے "روض الریاحین" میں یہ واقعہ ذکر فرمایا ہے۔ جناب ابوالقاسم جنید موصوف فرماتے ہیں میں رات کو کچھ دیر کے لیے سو گیا۔ پھر اٹھ کر اپنا ورد وظیفہ پڑھنے لگا۔ لیکن آج مجھے وظیفہ کرنے میں وہ لذت و حلاوت محسوس نہیں ہو رہی تھی جو روزانہ ہوتی تھی۔ میں نے دوبارہ سو جانے کا ارادہ کیا لیکن مجھے نیند نہ آئی۔ میں پھر وظیفہ کے لیے بیٹھ گیا لیکن بیٹھنا میرے لیے مشکل ہو گیا۔ میں نے اٹھ کر دروازہ کھولا اور باہر نکل آیا۔ باہر نکلتے ہی مجھے ایک شخص دکھائی دیا جس نے گودڑی اوڑھی ہوئی تھی اور راستہ میں پڑا ہوا تھا۔ جب اسے میرے آنے کا علم ہوا تو سر اٹھایا اور کہنے لگا اے ابوالقاسم ابھی میرے پاس تشریف لاؤ۔ میں نے کہا یا سیدی! آپ ان جانے اور بن بلائے کون صاحب ہیں؟ وہ کہنے لگے ہاں ٹھیک ہے۔ لیکن ہوا یہ ہے کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے جو دلوں کو حرکت دینے والا ہے اس سے دعا کی تھی کہ تمہارا دل میری طرف متحرک کر دے۔ میں نے کہا اللہ تعالیٰ نے ایسا کر دیا ہے میں آ گیا ہوں۔ اب بتاؤ تمہاری حاجت کیا ہے؟ کہنے لگے بتاؤ کہ نفس کی بیماری کب اس کی دوا بن جاتی ہے؟ میں نے کہا جب نفس اپنی خواہشات کی مخالفت کرتا ہے تو اس وقت اس کی بیماری اس کا علاج بن جاتی ہے۔ یہ سن کر وہ اپنے نفس کی طرف متوجہ ہوا اور اسے کہنے لگا سن لیا۔ میں نے بھی تجھے یہی جواب سات مرتبہ دیا۔ لیکن تو نے کہا کہ میں اس وقت یہ جواب تسلیم کروں گا جب جنید سے سنوں گا۔ اب تو نے جنید سے بھی سن لیا ہے اس کے بعد وہ اٹھ کر چلا گیا۔ میں نہ اسے جانتا تھا اور نہ ہی اس کے بارے میں مجھے علم تھا کہ وہ کون ہے۔

اللہ تعالیٰ ولی کی حفاظت کرتا ہے

امام یافعی رحمۃ اللہ علیہ "روض الریاحین" میں لکھتے ہیں مجھے ایک میرے مخلص دوست نے بتایا کہ ایک دفعہ میں (یعنی دوست

اپنے نفس پر بہت ناراض ہوا اور اسے میں نے کہا آج میں تجھے ہلاکت وتباہی کی جگہ پھینکوں گا۔ میں اس وقت ایسی جگہ میں تھا جس کے قرب وجوار میں شیروں کا بسیرا تھا۔ میں اٹھا اور شیر کے دو بچوں کے درمیان جا کر لیٹ گیا جو ابھی بہت چھوٹے تھے۔ تھوڑی دیر بعد ان کا باپ شیر آیا اس نے منہ میں گوشت اٹھا رکھا تھا جب اس نے مجھے دیکھا تو منہ سے گوشت نیچے رکھ دیا اور ہٹ کر بیٹھ گیا۔ پھر ان کی ماں آئی اس نے بھی منہ میں گوشت اٹھا رکھا تھا جب اس کی نظر مجھ پر پڑی تو گوشت پھینک کر دھاڑی اور مجھ پر حملہ کر دیا شیر نے اسے پنجا مار کر مجھ سے روک دیا وہ بھی مجبوراً بیٹھ گئی۔ دونوں بالکل حرکت نہیں کر رہے تھے کچھ دیر بعد شیر آہستہ آہستہ چلتے ہوئے آیا اور چاپلوسی کرنے لگا پھر اس نے دونوں بچوں کو ایک ایک کر کے اٹھایا اور ان کی ماں کی طرف پھینک دیا۔

ولی کی ظاہری حالت نہ دیکھ

''روض الریاحین'' میں امام یافعی فرماتے ہیں بعض حضرات نے بیان کیا کہ ہم شیخ ابوسعید خراز رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ دریا کے کنارے شکار کرنے کی غرض سے چلتے جا رہے تھے۔ جناب ابوسعید موصوف نے دور سے ایک شخص کو دیکھا۔ فرمانے لگے بیٹھ جاؤ یہ شخص لازماً اولیاء اللہ میں سے ایک ولی ہے۔ ہم بیٹھ گئے وہ نوجوان ہمارے قریب آ گیا بہت خوبصورت تھا۔ ہاتھ میں کاسہ اور دوات تھی اور پیوند لگا کپڑا اوڑھ رکھا تھا۔ جناب ابوسعید نے اس کی طرف اس طرح دیکھا کہ آپ اسے ناپسند سمجھ رہے ہوں کیونکہ اس نے کاسہ کے ساتھ دوات بھی اٹھا رکھی تھی۔ جناب ابوسعید نے اس سے پوچھا اے نوجوان! اللہ تعالیٰ کی طرف راستہ کیسے ہوتا ہے؟ نوجوان بولا اے ابوسعید! مجھے اللہ تعالیٰ کی طرف جانے کے دو طریقے معلوم ہیں ایک خاص اور ایک عام۔ عام طریقہ وہ ہے جس پر تم اور تمہارے ساتھی ہیں اور خاص طریقہ دیکھنا ہو تو دیکھو۔ یہ کہہ کر وہ بزرگ پانی پر چلنے لگے۔ چلتے چلتے ہماری نظروں سے اوجھل ہو گئے۔ یہ دیکھ کر ابوسعید حیران کھڑا رہا کہ اللہ تعالیٰ نے کیسے کیسے صاحب کرامت لوگ پیدا فرمائے ہیں۔

نورانی دل کو ضروریات زندگی کی پروا نہیں ہوتی

امام یافعی رحمۃ اللہ علیہ نے ''روض الریاحین'' میں سیدنا ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ سے بیان کیا۔ فرماتے ہیں ہمارے ہاں ایک خراسانی نوجوان تھا وہ سات دن ہمارے ساتھ مسجد میں ٹھہرا۔ لیکن ان سات دنوں میں اس نے نہ کچھ کھایا نہ پیا۔ میں کھانے پینے کی اشیاء اس کے سامنے پیش کرتا لیکن وہ انکار کر دیتا۔ ایک دن ایک آدمی آیا جو کچھ کھانے پینے کے لیے مانگ رہا تھا۔ اسے اسی خراسانی نوجوان نے کہا اگر تو اللہ تعالیٰ کا قصد کرتا اور لوگوں سے منہ موڑ لیتا تو اللہ تعالیٰ تجھے بے پروا کر دیتا۔ چلو بتاؤ کیا چاہتے ہو؟ کہنے لگا بس صرف اس قدر جو میرا فاقہ مٹا سکے اور میرا ستر بن سکے۔ یہ سن کر خراسانی نوجوان محراب کی طرف اٹھ کر گیا دو رکعتیں پڑھیں۔ پھر اپنے ساتھ بالکل نیا کپڑا اور ایک تازہ پھلوں سے بھرا ہوا تھال لے کر آیا اور اس مانگنے والے کو دے دیا۔ حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں نے اسے (خراسانی نوجوان کو) کہا اے اللہ کے بندے! تمہارا

اللہ تعالیٰ کے ہاں یہ مقام و مرتبہ ہے اور تم نے سات دن ہوئے کچھ کھایا پیا نہیں؟ سن کر وہ گھٹنوں پر جھک گیا اور کہنے لگا اے ابوالفیض! زبانیں سوال کرنے میں کس طرح کھل سکتی ہیں جب کہ دل رضائے الٰہی کے انوار سے لبریز ہوں۔ میں نے اس سے پوچھا کیا اللہ تعالیٰ سے راضی رہنے والے لوگ اللہ تعالیٰ سے سوال نہیں کرتے؟ کہنے لگا ان میں سے کچھ تو از راہ عاجزی مانگتے ہیں، کچھ ان میں سے از راہ عنایت سوال کرتے ہیں اور کچھ ان میں دوسروں پر مہربانی اور عنایت کے لیے سوال کرتے ہیں۔ اس کے بعد وہ نوجوان نماز کے لیے کھڑا ہو گیا۔ نماز ادا کی پھر اپنا توشہ دان لیا اور مسجد سے چلا گیا۔ معلوم ہوتا تھا کہ وہ طہارت کرنے نکلا ہے لیکن واپس نہ آیا۔

ہوا سے شہد حاصل کیا

''روض الریاحین'' میں امام یافعی نے لکھا مجھے کسی بزرگ نے بتایا کہ وہ صالحین کی ایک جماعت کے ساتھ یمن میں تھا۔ ان میں سے ایک نے ہوا سے اپنے ہاتھ کے ذریعہ ایک چلو بھرا اور اسے منہ میں ڈال لیا۔ دیکھا تو وہ خالص شہد تھا۔

ولی کشف سے دل کے حالات جانتا ہے

امام یافعی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تصنیف ''روض الریاحین'' میں لکھتے ہیں مجھے شیخ عبدالعزیز درینی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک ساتھی نے بتایا کہ میں ایک مرتبہ شیخ عبدالعزیز موصوف کے ساتھ کسی سفر میں تھا۔ چلتے چلتے ہم جنگل میں ایک قبر کے پاس پہنچے تو شیخ عبدالعزیز اس قبر کے پاس بیٹھ کر زار و قطار رونے لگے۔ میں نے بعد میں ان سے اس کی وجہ پوچھی تو فرمایا یہ صاحب قبر ایک ولی اللہ تھا۔ میرے ساتھ ان کا ایک واقعہ پیش آیا تھا جو نہایت حیران کن تھا۔ میں نے پوچھا وہ کیا تھا؟ فرمانے لگے کسی شہر میں مجھے اپنی ایک ضرورت کی خاطر جانا پڑا۔ میرے ہمراہ کچھ اور بھی لوگ تھے۔ ضرورت و حاجت کے حصول کے لیے دوران سفر میں نماز مغرب کا وقت ہو گیا۔ میں راستہ سے ہٹ کر ایک مسجد کی طرف چلا گیا جب مسجد میں گیا تو وہاں ایک فقیر جماعت کرا رہا تھا۔ میں نے بھی اس کے پیچھے نماز ادا کی۔ لیکن دوران نماز جب میں نے اس کا قرآن سنا تو وہ اس میں لحن کر رہا تھا۔ (یعنی قرآن غلط پڑھ رہا تھا) مجھے اس پر بڑی تشویش ہوئی۔ میں نے دل میں کہا جب کہ میں ابھی نماز میں ہی تھا، میں یہیں ٹھہروں گا۔ اس فقیر کو قرآن پڑھنا سکھاؤں گا اور بتاؤں گا کہ نماز میں قرأت کیسے کی جاتی ہے۔ میں اپنی حاجت اور ضرورت کو فی الحال رہنے دوں گا۔ نماز کے بعد میں ان دونوں ارادوں میں سے ایک متعین کر لوں گا۔ جب ہم نے نماز سے سلام پھیرا تو وہ فقیر میری طرف متوجہ ہوا اور کہنے لگا اے شیخ عبدالعزیز! جس حاجت اور ضرورت کے لیے جا رہے ہو چلے جاؤ کیونکہ جس سے تمہیں اپنی ضرورت پوری کرنا ہے وہ ارادہ سفر کیے ہوئے ہیں لہٰذا اپنی ضرورت کے لیے جلدی سے پہنچو۔ رہا قرآن میرا لحن سے پڑھنا جو تم نے سنا اور مجھے تعلیم دینا جس کی تم نے نیت کی اس کی تم فکر نہ کرو۔ شیخ موصوف فرماتے ہیں کہ مجھے فقیر کے کشف پر بڑا تعجب ہوا۔ بہر حال میں اسی وقت وہاں سے اپنی ضرورت کے حصول کے لیے چل پڑا۔ کیونکہ اس فقیر نے یہی اشارہ کیا تھا۔ میں جس قدر جلدی ہو سکا بقیہ سفر طے کیا۔ جب میں اس شہر میں پہنچا جس میں مجھے کام تھا تو میں نے اس شخص کو دیکھا کہ وہ سفر کے ارادہ سے جانے کے لیے سواری پر سوار ہو چکا تھا۔ جب اس نے مجھے دیکھا تو کچھ دیر کے لیے ٹھہر گیا اور میری

ضرورت پوری کردی۔ اگر میں چند ساعت بھی دیر سے پہنچتا تو میں اپنا مقصد نہ پا سکتا۔ اس سے اس فقیر کے بارے میں میری حیرانی میں اور اضافہ ہو گیا اور اس کی حالت سے میں اور زیادہ تعجب میں پڑ گیا۔ میں نے یہ پکی نیت کر لی کہ اس کی برکات حاصل کرنے کے لیے میں اس کا ملازم بن کر رہوں گا۔ میں زیادہ دیر غیر حاضر نہ رہا کہ وہ فقیر انتقال کر گیا۔ یہ قبر اسی فقیر کی ہے۔

اللہ تعالیٰ پر توکل کا عجیب واقعہ

حضرت ابوالحسن دیلمی رحمۃ اللہ علیہ سے امام یافعی ایک واقعہ ''روض الریاحین'' میں ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں جناب دیلمی موصوف نے بیان کیا کہ انطاکیہ میں ایک حبشی کے بارے میں مجھے بتایا گیا کہ وہ لوگوں کی دل کی باتیں بتاتا ہے یہ سن کر میں نے بھی اس کو دیکھنے کا ارادہ کیا۔ جب میں نے اسے دیکھا تو اس کے پاس مجھے ایک چیز بھی دکھائی دی جسے وہ فروخت کرنا چاہتا تھا۔ لہٰذا میں نے اس چیز کی قیمت لگائی اور پوچھا کہ تم اسے کتنے میں بیچو گے؟ میری یہ بات سن کر اس نے میری طرف دیکھا پھر کہا بیٹھ جاؤ۔ میں اس کو فروخت کر لوں۔ میں اس کی قیمت میں سے کچھ تمہیں بھی دوں گا کیونکہ تم دو دن سے بھوکے ہو۔ بیان کرتے ہیں کہ میں واقعی دو دن سے بھوکا تھا لیکن میں نے اس کی بات سنی ان سنی کر دی۔ گویا میں نے سنی ہی نہیں۔ میں وہاں سے چلا گیا جا کر دوسری چیز خرید لی میں پھر واپس اس کے پاس آیا اور پوچھا آپ یہ چیز کتنے کی فروخت کریں گے؟ اس نے کہا، بیٹھ جاؤ تم دو دنوں سے بھوکے ہو۔ حتیٰ کہ ہم جب اسے فروخت کر لیں گے تو اس کی قیمت میں سے کچھ تمہیں بھی دے دیں گے۔ کہتے ہیں اس دفعہ میرے دل میں اس کی ہیبت چھا گئی۔ جب اس نے وہ چیز فروخت کر لی تو اس کی موصولہ قیمت میں سے کچھ مجھے بھی دی اور وہاں سے اٹھ کر وہ جانے لگا۔ میں بھی پیچھے پیچھے چل پڑا تا کہ اس کی باتوں سے کچھ استفادہ کر سکوں۔ اس نے مڑ کر دیکھا اور کہا جب تمہیں کوئی حاجت پیش آئے تو اسے اللہ تعالیٰ کے حوالے کر دیا کرو۔ ہاں اگر اس حاجت میں تمہارے نفس کا حصہ ہو تو اسے اللہ تعالیٰ کے سپرد نہ کرنا۔ اور جس کو اس بات کا یقین ہو جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کافی ہے وہ اس سے نہیں گھبراتا کہ لوگوں نے اس سے منہ موڑ لیا ہے اور نہ ہی لوگوں کے اس کی طرف متوجہ ہونے کی اسے خوشی ہوتی ہے وہ یقین رکھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو اس کی قسمت میں لکھا ہے وہ ہرگز فوت نہ ہو گا۔ اگرچہ لوگ اس کی طرف منہ بھی کریں اور جو قسمت میں نہیں وہ اسے نہیں مل سکتا اگرچہ خلق خدا اس کی طرف جوق در جوق آئے۔

مرنے کے بعد صاحب قبر کا عطا کرنا

''روض الریاحین'' میں ہے کہ میں (امام یافعی رحمۃ اللہ علیہ) نے ایک شہر میں قبر دیکھی جس کی زیارت کرنے لوگ آتے تھے۔ میں نے بھی اس کی زیارت کی میں نے شہر والوں سے اس قبر والے کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے بتایا کہ اس شہر میں ایک فقیر مرد رہا کرتا تھا وہ بیمار ہو گیا اور بالآخر فوت ہو گیا۔ اسی شہر کے ایک آدمی نے اسے کفن پہنایا جو اسے جانتا تھا۔ جب دفن کرنے کے بعد پہلی رات آئی تو کفن دینے والے انسان نے خواب میں دیکھا کہ وہ فقیر قبر سے باہر آیا اور اس کے ساتھ بڑھیا قسم کا ریشمی جبہ ہے۔ کہنے لگا یہ ریشمی جبہ اس کفن کے عوض میں لے لو جو تم نے مجھے پہنایا تھا۔ پھر اس شخص کی آنکھ کھل گئی اور ریشمی جبہ بدستور اس کے ہاتھ میں تھا۔ یہ واقعہ اس شہر اور اس کے گردونواح میں اس قدر مشہور ہے کہ بچہ بچہ اسے جانتا ہے۔

زیادہ گفتگو نیکیوں کے لیے اچھی نہیں ہوتی

حضرت ابوسلیمان مغربی کی زبانی امام یافعی ''روض الریاحین'' میں نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ جناب مغربی فرماتے ہیں میں پہاڑ سے ایندھن اکٹھا کر کے سر پر اٹھا کر لاتا اور انہیں فروخت کر کے جو ملتا اس سے اپنی روزی کا بندوبست کرتا تھا۔ میرا طریقہ اور راستہ بڑا محتاط اور پھونک پھونک کر پاؤں رکھنا تھا (یعنی میں کھانے پینے میں حلال وحرام کی بہت چھان بین کرتا تھا) میں نے خواب میں بصرہ کے چند حضرات کی زیارت کی جن میں حضرت حسن بصری، فرقد سنجی اور مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہم بھی تھے۔ میں نے ان حضرات سے اپنے حال کے متعلق دریافت کیا کہ میں عنداللہ کس حال میں ہوں؟ میں نے ان سے عرض کیا کیا آپ حضرات مسلمانوں کے امام ہیں، مجھے ایسا حلال کھانا بتاؤ جس میں خدا کے لیے کوئی مشقت بھی نہ ہو اور نہ ہی مخلوق میں سے کسی کا احسان مند ہونا پڑے ان حضرات نے میرا ہاتھ پکڑا اور طرطوس سے ایک برج کی طرف لے گئے۔ جس میں سرخاب بکثرت تھے۔ کہنے لگے یہ ایسا حلال ہے کہ اس میں کوئی مشقت بھی نہیں اور نہ خلق خدا کا احسان ہے۔ میں وہاں تین ماہ ٹھہرا اور مسافر خانہ میں بھنے ہوئے اور پکے ہوئے سرخاب کھاتا رہا۔ پھر مجھے اپنی بات یاد آ گئی۔ میں نے کہا یہ تو فتنہ ہے۔ میں مسافر خانہ سے نکل آیا وہاں باہر رہ کر پھر تین مہینے میں نے گزارے۔ میری خوراک بدستور سرخاب کا گوشت تھا پھر اللہ تعالیٰ نے مجھے قلب طیب بخشا۔ میں نے کہا اگر جنتی لوگ ایسے ہی دل کے ساتھ ہیں تو خدا کی قسم! وہ بہت طیب چیز میں ہیں۔ مجھے لوگوں کے ساتھ گفتگو کرنے سے کوئی انس نہ تھا۔ میں ایک دن ایک تالاب کی طرف نکل پڑا وہاں جا کر بیٹھ گیا اچانک وہاں مجھے ایک نوجوان دکھائی دیا جو لاش کی طرف سے آ رہا تھا اور طرطوس جا رہا تھا۔ میرے پاس چند پیسے بچے ہوئے تھے جو ایندھن کے فروخت میں مجھے دستیاب ہوئے تھے۔ میں نے دل میں کہا میں تو ان سرخابوں پر گزارا کر رہا ہوں مجھے اس رقم کی ضرورت نہیں۔ یہ رقم میں اس نوجوان کو دے دیتا ہوں۔ جب یہ طرطوس میں جائے گا تو کھانے پینے کے لیے کچھ خرید لے گا۔ جب وہ نوجوان میرے قریب آیا تو میں نے اپنی جیب میں ہاتھ ڈالا تا کہ وہ رقم اس کو دے دوں۔ دیکھا تو فقیر کے ہونٹ حرکت میں تھے (یعنی وہ کچھ کہہ رہا تھا) اسی وقت میرے چاروں طرف کی زمین سونا بن کر چمکنے لگی۔ اس کی چمک اس قدر زیادہ تھی قریب تھا کہ میری آنکھیں اچک لی جاتیں۔ یہ دیکھ کر مجھ پر اس قدر ہیبت و دہشت طاری ہوئی وہ فقیر گزر گیا لیکن میں اسے مارے دہشت کے سلام بھی نہ کر سکا۔ پھر کئی دن بعد میں نے اس فقیر کو طرطوس سے باہر دیکھا ایک برج (قلعہ) کے نیچے بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے سامنے زنبیل ہے جس میں پانی تھا میں نے اسے سلام کیا۔ پھر میں نے اسے درخواست کی کہ کوئی نصیحت کی بات فرمائیے۔ اس نے پاؤں پسارا اور زنبیل کا پانی زمین پر بہا دیا پھر کہنے لگا ''زیادہ گفتگو نیکیوں کو اس طرح چوس جاتی ہے جس طرح اس زمین نے یہ پانی چوس لیا ہے۔ جاؤ تمہارے لیے اتنی ہی نصیحت کافی ہے''۔

ولی کی جاندار اشیاء پر حکومت ہوتی ہے

امام یافعی رحمۃ اللہ علیہ ''روض الریاحین'' میں لکھتے ہیں شیخ ابوالعباس بن عریف رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا میں نے ایک ولی اللہ کو دیکھا جو ایک مسجد میں دیا جلایا کرتے تھے۔ جب ایک رات دیا روشن کر چکے تو ایک چوہا آیا اور اس نے دیے کا فیتہ باہر کھینچ لیا۔ اللہ

کے اس بندے کو اونگھ آ گئی تھی۔ وہ فوراً اٹھ بیٹھا اور چوہے کو مخاطب کر کے کہنے لگا اے فاسق! تو اس جگہ ایسا کام کرنا چاہتا ہے جس کا سارا الزام مجھ پر آئے گا۔ میں نے دیکھا کہ چوہا دوبارہ دیے کی طرف آیا اس ولی اللہ نے اسے روکا لیکن وہ نہ رکا ولی اللہ کو غصہ آ گیا اور چوہے کو کہا۔ ... میں گر پڑ اس میں گر پڑ۔ چوہا آیا اس نے اپنی سونڈ (منہ) آگ پر رکھی اور وہیں مر گیا۔ میں یہ دیکھ کر بہت حیران ہوا۔ پھر میں نے اس ولی اللہ سے اس بارے میں پوچھا وہ کہنے لگا تمہیں کس بات پر تعجب ہوا ہے؟ شریعت کا اس پر یہ حکم لاگو ہوا ہے۔ امام یافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ "شریعت کا حکم لاگو ہونے" کا مطلب ہو سکتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد شریف ہو خمس یقتلن فی الحل والحرم، پانچ چیزوں کو حل وحرم میں قتل کیا جانا جائز ہے۔ ان میں سے ایک چوہا بھی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان فویسق فرمایا ہے۔

ولی کے لیے زمین سکڑ جاتی ہے اور وقت تھم جاتا ہے

امام یافعی رحمۃ اللہ علیہ بعض حضرات کی زبانی اپنی تصنیف "روض الریاحین" میں یہ واقعہ ذکر کرتے ہیں۔ ایک ولی اللہ فرماتے ہیں میں ایک دفعہ مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں موجود تھا۔ اس وقت میرے ساتھ بحرین کا ایک آدمی بھی تھا جسے خیر کہا جاتا تھا۔ مسجد نبوی کے دروازے سے سات اشخاص داخل ہوئے جناب خیر نے مجھے کہا ان آنے والوں سے ملو۔ ایسا نہ ہو کہ تمہاری ملاقات سے پہلے ہی چلے جائیں تو تمہیں افسوس ہو۔ میں اٹھا ان کے پیچھے کھڑا ہو گیا۔ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ مقدسہ کے سامنے کھڑے ہو گئے۔ میں ان کی طرف بڑھا ان میں سے ایک نے میری طرف دیکھا مجھ پر اس قدر رعب چھا گیا کہ میں پسینے میں شرابور ہو گیا۔ وہ لوگ مسجد نبوی سے باہر نکلے تو میں بھی ان کے ساتھ باہر آ گیا۔ ان میں سے ایک نے مجھے دیکھ کر کہا تو کہاں تک آئے گا؟ واپس چلا جا۔ ہمارے ساتھ تو نہیں چل سکتا۔ اس کہنے والے کو ان میں سے ہی ایک نے کہا اسے چھوڑ دو اور آنے دو۔ شاید اللہ تعالیٰ اس کو ہمت دے دے۔ اس پہلے نے جواب دیا اس کی عمر ابھی چالیس برس نہیں ہوئی۔ اس دوسرے نے پھر کہا اسے چھوڑ دو شاید اللہ تعالیٰ اس کو ہمت دے دے۔ اور یہ بھی قوم کے درجہ اور مقام کو حاصل کر لے۔ میں ان کے ساتھ چل پڑا میں دیکھتا تھا ہم چل رہے تھے۔ گویا پہاڑ اور زمین لپیٹ دیے گئے ہیں۔ ہم دور سے ایک پہاڑ دیکھتے تھے پھر چند ہی لمحوں میں ہم اس سے آگے گزر جاتے تھے۔ اسی طرح بہت آگے زمین کی آواز سنتا جیسا کہ چکی کی آواز ہوتی ہے میں زمین کے خزانوں کو دیکھتا تھا۔ وہ ہمارے سامنے کر دیے گئے پھر نظروں سے اوجھل ہو جاتے حتیٰ کہ ہم ایک ایسی وادی میں پہنچے جہاں بہت زیادہ درخت تھے، بہت سی نباتات تھی۔ وہاں اچانک ہمیں ستر آدمیوں کی ایک جماعت دکھائی دی جو اس وادی میں نماز ادا کر رہے تھے۔ رات ہم نے اس وادی میں بسر کی جب صبح ہوئی اور سورج چمکا تو ہم اٹھ بیٹھے۔ اچانک ہم ایک شہر میں تھے جس کی چار دیواری سفید رنگ کی تھی اور ایک ہی پتھر سے بنائی گئی تھی۔ یعنی اس میں کوئی جوڑ نہ تھا ایک بڑی نہر اس شہر میں داخل ہوتی تھی۔ اس شہر کا دروازہ صرف وہی تھا جہاں سے نہر کا پانی اس میں داخل ہوتا تھا۔ اس کی کھڑکیاں سونے کی تھیں۔ ہم اس میں بھی داخل ہو گئے اس وقت ہماری تعداد ایک سو کے لگ بھگ تھی۔ اس میں ہمیں ایک سونے کا گنبد دکھائی دیا جس کے نیچے ستون سونے چاندی کے تھے۔ ان میں سونے کی نہریں تھیں جن میں پانی بہہ رہا تھا اور گنبدوں کے

درمیان بہت سے پھل دار درخت تھے اس کی زمین پر ریحان کے خوشبودار پودے تھے۔ ان میں ہر رنگ کے پرندے تھے اور بہت سے قسم قسم کے پھل تھے۔ ایک ایک سیب کا وزن تقریباً پانچ رطل بغدادی تھا۔ وہاں کے پھل اپنے رنگ، ذائقہ اور خوشبو میں دنیا کے پھلوں سے مختلف تھے۔ ہم نے وہاں سے سیب وغیرہ کھائے۔ ہم میں سے ایک آدمی ایک وقت میں سو یا دو سو سیب، سفرجل، انار، خربوزہ وغیرہ کھا جاتا تھا۔ وہاں کھجوریں نہیں تھیں ہم وہاں چالیس دن تک رہے۔ وہاں ہمارا کام صرف نماز پڑھنا اور وہاں کے پھل کھانا ہی تھا ہمیں وہاں نہ نیند آتی تھی نہ ہی وضو کی ضرورت پڑتی اور نہ ہی پانی پینے کو دل چاہتا۔ جب چالیس دن مکمل ہو گئے تو وہاں سے ہم نکل پڑے۔ میں نے چلتے ہوئے وہاں سے تین سیب اپنے ساتھ لے لیے۔ ساتھیوں میں سے کسی نے مجھے اس سے منع نہ کیا۔ ہم اس جگہ سے باہر آئے جہاں سے نہر کا پانی داخل ہوتا تھا۔ ہم اندر بھی وہاں سے ہی آئے تھے۔ باہر نکل کر کچھ دیر تک ہم چلے تو ساتھیوں نے مجھ سے پوچھا تمہارا کہاں جانے کا ارادہ ہے ہم تمہیں پہنچائے دیتے ہیں؟ میں نے کہا مجھے اسی جگہ پہنچا دیجئے جہاں سے آپ نے مجھے ساتھ لیا تھا۔ میں نے ان سے اس شہر کا نام پوچھا تو ان میں سے ایک صاحب نے کہا یہ مدینۃ الاولیاء ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے ولیوں کے لیے اسے دنیا میں پیدا فرمایا ہے۔ کبھی تو یہ شہر اولیاء کرام کے لیے یمن میں ظاہر کیا جاتا ہے کبھی شام اور کبھی کوفہ میں اور اس شہر میں صرف وہی شخص داخل ہو سکتا ہے جس کی عمر چالیس سال ہو چکی ہو۔ صرف تم تھے جو کم عمری میں یہاں آئے ہو کچھ ہی دیر بعد ہم ایک جگہ آ گئے۔ اس جگہ کے بارے میں میں نے پوچھا یہ کون سا موضع ہے؟ کہنے لگے یمن ہے۔ میں نے ہاتھ میں سیب کا ایک چھوٹا سا ٹکڑا پکڑا ہوا تھا۔ مجھے کئی دن تک کھانے پینے کی ضرورت محسوس نہ ہوئی۔ میرے پاس سیب کا وہ ٹکڑا ہر وقت موجود رہتا۔ اگر ضرورت پڑتی تو میں اس میں سے کچھ کھا لیتا حتیٰ کہ میں مکہ شریف آن پہنچا۔ وہاں میری ملاقات جناب کتانی سے ہوئی۔ میں نے انہیں تین سیبوں میں سے ایک سیب دیا جب دوسرا دن آیا تو ایک شخص مجھے ملا جس نے مجھے کہا تو نے ایسا کیوں کیا (یعنی کتانی کو سیب کیوں دیا) اور یہ واقعہ کیوں بیان کیا؟ تو نے جو سیب کتانی کو دیا تھا ہم نے وہ لے لیا ہے اور اسے اس کی جگہ پہنچا دیا ہے۔ پھر میں جناب کتانی سے ملا تو انہوں نے کہا سیب یقیناً میرے پاس تھا۔ جب شام ہوئی تو میں نے چاہا کہ اسے کھاؤں لیکن جب دیکھا تو وہاں سیب موجود نہ تھا۔

نوٹ: ریاض الریاحین میں یہ واقعہ اسی قدر مذکور ہے۔ علامہ نبہانی فرماتے ہیں یہی کرامت ہم نے شیخ قاسم ابو عبداللہ بصری رحمۃ اللہ علیہ کے اسم گرامی کے تحت بھی ذکر کی ہے۔ یہاں کی بہ نسبت اس جگہ زیادہ طویل ہے اور وہاں اس کے فوائد بھی کچھ زیادہ ہیں۔ اگر تم ان فوائد اور تفصیل کو دیکھنا پڑھنا چاہتے ہو تو مذکورہ نام کے تحت ایسا کر سکتے ہو۔

اولیاء کرام کو غیب سے روزی ملتی ہے

امام یافعی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں ایک سید صاحب نے مجھے بتایا کہ میں کافی مدت تک ایک ساحل پر رہا۔ وہاں شب و روز اللہ تعالیٰ کی بندگی میں گزارتا رہا۔ جب عید الفطر آئی تو میں قریب ایک بستی کی طرف گیا تا کہ عام مسلمانوں کے ساتھ مل کر میں بھی نماز عید ادا کر لوں۔ بیان کرتے ہیں کہ جب میں اس بستی کے لوگوں کے ساتھ نماز عید ادا کر چکا تو واپس اپنی جگہ پر آ گیا۔ میں

نے اپنی جگہ ایک آدمی دیکھا جو نماز ادا کر رہا تھا۔ اس کی آمد کا ریت میں کوئی نشان نہ تھا (یعنی پاؤں کے نشانات نہ تھے) حالانکہ جس جگہ تنہائی میں میرا عبادت خانہ تھا وہاں آنے کے لیے ریت پر سے گزرنا پڑتا تھا۔ یہ دیکھ کر مجھے تعجب ہوا کہ یہ شخص کدھر سے اندر آیا ہے پھر وہ بہت زیادہ رویا۔ میں نے سوچا کہ اس وقت میں اس کی کیا خدمت کر سکتا ہوں۔ کیونکہ آج دن بھی عید کا ہے اور میرے ہاں تشریف لایا ہے کچھ کھانے پینے کا انتظام کیسے کروں؟ میں نے بہت سوچا لیکن کچھ نہ ملا۔ اس نے میری طرف دیکھا اور کہنے لگا اے فلاں! اس بارے میں فکر نہ کرو غیب میں وہ کچھ ہے جو ہمیں معلوم نہیں۔ ہاں اگر تمہارے پاس پانی ہے تو وہ میرے قریب کر دو۔ میں اٹھا تا کہ لوٹا لے کر آؤں جب لوٹے کے پاس پہنچا تو وہاں مجھے دو بڑی بڑی روٹیاں ملیں جو گرم تھیں۔ جیسا کہ ابھی کسی نے تندور سے نکالی ہوں اور بہت سے بادام بھی تھے میں نے یہ سب اٹھایا اور اس کے پاس لے آیا۔ اس نے روٹی توڑی اور بادام میرے سامنے بکھیر دیے اور کہنے لگا کھاؤ وہ مجھے بادام دیتا میں کھالیتا۔ لیکن وہ خود میرے ساتھ کچھ بھی نہیں کھا رہا تھا۔ صرف ایک یا دو بادام کھائے ہوں گے۔ میں نے دل میں تعجب کیا اور اس کھانے کا موجود ہونا مجھے بہت عجیب سا لگا۔ وہ مجھے کہنے لگا اسے عجیب مت سمجھو۔ اللہ تعالیٰ کے کچھ بندے ایسے بھی ہوتے ہیں وہ یہاں جو چاہیں اللہ تعالیٰ انہیں وہیں وہ کچھ دے دیتا ہے۔ اس سے میرا تعجب اور بڑھ گیا اور میں نے دل میں کہا کہ اس شخص سے میں بھائی چارہ کی درخواست کروں گا۔ وہ کہنے لگا بھائی چارہ کی طلب میں جلدی نہ کرو۔ میں لازماً تیرے پاس واپس آؤں گا انشاء اللہ یہ کہہ کر وہ غائب ہو گیا۔ اور مجھے معلوم نہ ہو سکا کہ وہ کدھر گیا میں تعجب پر تعجب کرنے لگا۔ پھر جب شوال المکرم کی ساتویں رات آئی تو وہ میرے پاس آیا اور بھائی چارہ قائم کیا۔

اولیاء اللہ ایک دوسرے کو دور دراز سے بھی جانتے پہچانتے ہیں

امام یافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں مجھے سید مذکور (پچھلی کرامت بیان کرنے والے) نے ہی بتایا کہ میں تنہائی میں یاد خدا میں مصروف رہتا تھا۔ اس دوران ایک رات میں نے دیکھا جب کہ میں نماز عشاء ادا کرنے کے بعد بیٹھا جاگ رہا تھا کہ دو شخص میرے ساتھ خلوت کدہ میں موجود ہیں۔ حالانکہ خلوت کدہ کا دروازہ اندر سے بند تھا۔ مجھے نہیں معلوم ہو سکا کہ وہ دونوں کدھر سے اندر آئے؟ پھر ان دونوں نے میرے ساتھ کچھ دیر باتیں کیں اور ہم نے فقراء کے احوال پر بھی گفتگو کی۔ یہ واقعہ میرے ساتھ شام کے کسی شہر میں پیش آیا۔ ان دونوں نے شام کے ہی ایک آدمی کی مجھ سے بات کی اس کی دونوں نے بہت تعریف کی اور کہا کہ وہ بہت خوب آدمی ہے۔ کاش! کہ اسے علم ہوتا کہ وہ کہاں سے کھاتا ہے۔ پھر ان دونوں نے مجھ سے کہا اپنے فلاں ساتھی کو ہمارا سلام کہنا۔ ان دونوں نے کچھ لوگوں کے نام بھی لیے۔ فرماتے ہیں میں نے ان سے پوچھا آپ حضرات ان لوگوں کو کیسے جانتے ہیں حالانکہ وہ حجاز میں رہتے ہیں؟ دونوں نے جواب دیا ہم سے اوجھل نہیں۔ پھر وہ دونوں مسجد کے محراب کی طرف گئے میرا خیال تھا کہ نماز پڑھیں گے لیکن وہ دیوار سے باہر نکل گئے۔

مردان خدا ایک دوسرے سے ظاہری اسباب کے بغیر بھی ملتے جلتے ہیں

امام یافعی رحمۃ اللہ علیہ سید مذکور سے ہی بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں کہ سید مذکور نے فرمایا میں شام کے ساحلی مقام پر تھا اور خلوت گزین تھا۔ یہ 742ھ رجب شریف کا واقعہ ہے میں نماز عصر ادا کر چکا تھا کہ میرے پاس دو عمر رسیدہ بزرگ تشریف لائے۔ مجھے نہیں معلوم کہ وہ کدھر سے اندر آئے اور کس شہر کے رہنے والے تھے؟ ان دونوں کو دیکھ کر میرے دل میں عجیب و غریب خیالات آنے لگے۔ جب ان دونوں نے مجھے سلام کیا اور مصافحہ کیا تو مجھے ان سے انس ہو گیا اور جو دل میں خیالات تھے وہ ختم ہو گئے۔ میں نے ان دونوں سے پوچھا آپ کہاں سے تشریف لائے ہیں؟ کہنے لگے سبحان اللہ! آپ جیسے لوگ بھی ایسے سوالات کرتے ہیں؟ پھر میں نے ان کی خدمت میں جو کی روٹی کے خشک ٹکڑے پیش کیے۔ دونوں نے مجھے کہا کہ ہم اس کے لیے نہیں آئے۔ میں نے پوچھا پھر کس کام کے لیے تشریف لائے ہیں؟ کہنے لگے ہم تجھے وصیت کرتے ہیں کہ ہمارا سلام فلاں تک پہنچا دینا۔ انہوں نے اس شخص کا مجھے نام بھی بتایا جس کو سلام پہنچانا تھا اور مزید کہا کہ اسے خوشخبری بھی دے دینا۔ میں نے پوچھا کیا آپ دونوں اسے جانتے ہیں اور کبھی باہم ملاقات ہوئی؟ کہنے لگے ہاں ہم تو اسے ملے ہیں لیکن وہ ہمیں نہیں ملا۔ میں نے کہا اس خوشخبری میں پھر آپ کا بھی کچھ حصہ ہو گا۔ کہنے لگے ہاں۔ پھر ان دونوں نے کہا کہ ہم اپنے ایک دوست کے پاس سے آئے ہیں جو مشرق میں رہتا ہے۔ پھر اسی وقت وہ دونوں غائب ہو گئے۔ میں نے انہیں پھر نہ دیکھا۔

امام یافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کسی شیخ اور بہترین بزرگ نے ایک شخص کو حرم کعبہ میں دیکھا۔ اس کا سر کعبہ کی دہلیز کے ساتھ تھا۔ وہ کہنے لگا فلاں کو سلام کہہ دینا یعنی اس شخص کو جس کو خوشخبری دی گئی، اسے کہنا کہ صبر کرے حتیٰ کہ ہم بھی اس کے پاس آئیں گے۔ شیخ مذکور کہتے ہیں میں نے اس شخص سے پوچھا آپ کون ہیں؟ اس نے کہا میں خضر ہوں۔

امام یافعی رحمۃ اللہ علیہ سید مذکور سے ہی بیان کرتے ہیں فرمایا میں نے شام کے ساحلوں میں سے ایک پر ایک نوجوان کو اپنے قریب دیکھا۔ ہم دونوں ایک ساتھ تین دن تک رہے لیکن اس دوران نہ وہ میرے پاس آیا نہ میں اس کے پاس گیا۔ پھر میرے دل میں خیال آیا کہ میں ہی اس کے پاس جاتا ہوں اور جا کر اس سے بات چیت کرتا ہوں۔ چنانچہ میں اس کے پاس چلا گیا اسے سلام کیا اور دو رکعت نماز کے لیے تکبیر تحریمہ کہہ کر ہاتھ باندھے۔ میں آنکھ کے کنارے سے اسے دیکھے جا رہا تھا اس دوران کہ میں نماز میں ہی مصروف تھا وہ مجھ سے غائب ہو گیا پھر مجھے نماز کے بعد اس کی جگہ پر صرف مصلیٰ اور اس کی جوتیاں ہی نظر آئیں۔ سید مذکور فرماتے ہیں میں ان حضرات میں سے بعض کو غیر آباد جگہوں میں اکثر دیکھا کرتا تھا۔ کچھ تو ان میں اسی وقت اپنے حال کے اعتبار سے مجھ سے چھپ جاتے کچھ ظاہر ہو جاتے اور مجھ سے گفتگو کرتے۔ رضوان اللہ علیہم اجمعین

امام یافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں سید مذکور نے ایک وضو کے ساتھ بارہ دن تک نماز پڑھی اور اس کتاب (روض الریاحین) کی تالیف و تصنیف کے وقت پندرہ سال ہو گئے کہ انہوں نے زمین پر پہلو نہیں لگایا (یعنی سوئے نہیں) کئی کئی دن بغیر کھائے پیے گزار لیتے اور جب کھاتے بھی تو بالکل معمولی خوراک کھاتے۔ مثلاً روٹی کے خشک ٹکڑے۔ منیٰ میں انہوں نے میرے ساتھ گوشت کا ٹکڑا میری انتہائی دوستی کی وجہ سے کھایا۔ انہوں نے مجھ سے ذکر کیا کہ وہ کئی سالوں سے بغیر اختیار کے حج کر

رہے ہیں۔ کیونکہ بہت سی منکرات اور آفات دوران حج دیکھنے میں آتی ہیں جس کی وجہ سے حج کرنے کو دل نہیں چاہتا لیکن حج کا مجھے چونکہ حکم دیا گیا ہے اس لیے اس کی ادائیگی سے چھٹکارا نہیں ہو سکا۔

کبھی فرشتہ ولی کی صورت میں ہوتا ہے

''روض الریاحین'' میں امام یافعی رحمۃ اللہ علیہ ایک بزرگ کا واقعہ لکھتے ہیں بزرگ نے فرمایا میں مصر شہر میں تھا مجھے کچھ دنوں سے فاقہ تھا۔ چنانچہ میں ایک مسجد میں چلا گیا وہاں مجھے ایک نوجوان ملا۔ اس نے مجھے درہموں سے بھری ہوئی تھیلی دی اور کہا جاؤ جا کر اپنے بال کٹواؤ اور کپڑے دھوؤ۔ میں حجام کے پاس آیا بال ٹھیک کیے اور حجام کو میں نے ان درہموں میں سے دو درہم دیے۔ جب میں نے درہم اس کی ہتھیلی پر رکھے تو اس نے انہیں چوم لیا اور کہنے لگا مرحبا۔ میں تیس سال سے تیری تلاش میں ہوں تجھے یہ درہم کہاں سے ملے؟ یہ دنیا کے درہم نہیں ہیں؟ ان کا قدرت کی طرف سے عظیم نور ہے؟ میں نے اس حجام کو سارا واقعہ سنایا تو اس نے میرا ہاتھ پکڑا اور ہم دونوں اسی مسجد کی طرف چل پڑے۔ لیکن مسجد میں وہ جوان ہمیں نہ ملا اس کے بعد وہ حجام میرا دوست بن گیا۔ ایک دن مجھے کہنے لگا میں نے جناب سہل بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ سے سنا تھا فرمایا ولی کی تین نشانیاں ہیں پہلی یہ کہ وہ اگر کسی جگہ جانے کا ارادہ کرے تو حرکت کیے بغیر وہاں موجود ہوتا ہے۔ دوسری یہ کہ اگر کسی آدمی کو وہ بھائی چارہ یا اخوت میں شامل کرنا چاہے تو وہ آدمی خود بخود اس کے پاس کھچا چلا آتا ہے۔ تیسری یہ کہ جب وہ عبادت میں مشغول ہوتا ہے یا کسی اور سبب میں مصروف ہوتا ہے تو ایک فرشتہ اس کی مشابہت اور روپ دھار کر آ جاتا ہے۔ لوگ گمان کرتے ہیں کہ یہ وہی ولی ہے حالانکہ وہ فرشتہ ہوتا ہے۔ کہتے ہیں کہ کچھ دن ہمارے اسی طرح گزرے پھر ایک دن مجھے سہل بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا جب تو نماز ادا کر چکے تو میرے پاس آنا تا کہ میرے بال درست کرے اور میرا خون کم کرے۔ جب میں نے نماز عصر ادا کر لی تو میں اس کے ساتھ اس کی رہائش گاہ کی طرف چل پڑا۔ میں نے وہاں اس کے بال کاٹے اور خون کم کیا۔ پھر وہ اور میں دونوں بیٹھ گئے پھر ہم نے اس کے لیے ہنڈیا تیار کی۔ جب مغرب کی اذان ہوئی مجھے کہنے لگا جب مغرب ادا کر لو تو ہمارے پاس آ جانا ہم اکٹھے کھانا کھائیں گے۔ جب میں نے نماز مغرب ادا کر لی تو میرے پاس ان کا ایک ساتھی آیا۔ کہنے لگا تمہاری کون سی چیز فوت ہوگئی یعنی کھو گئی؟ سہل بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ نے آج عصر سے لے کر اس وقت جو باتیں ہم سے کیں میں نے ایسی گفتگو آج تک نہیں سنی۔ میں نے اس سے پوچھا تم نے جو کچھ سنا اسے یاد رکھنا۔ وہ سہل بن عبداللہ کی گفتگو نہ تھی بلکہ وہ فرشتہ باتیں کر رہا تھا۔ اس سے مجھے علم ہوا کہ حضرت سہل بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ کی جگہ ان کی شکل میں ایک فرشتہ ہم سے باتیں کر رہا تھا۔ امام یافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہ بالکل واضح ہے۔ کیونکہ جناب سہل بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ عصر سے مغرب تک اس حجام کے پاس تھے۔ اب وہی بات سامنے آئی جو سہل بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہی تھی۔ وہ یہ کہ جب ولی اللہ عبادت میں یا کسی کام میں مشغول ہوتا ہے تو فرشتہ اس کی شکل میں آ کر لوگوں سے گفتگو کرتا ہے۔ جیسا کہ بیان ہو چکا ہے۔

نصرانی کا اسلام لانا

امام یافعی رحمۃ اللہ علیہ نے ''روض الریاحین'' میں حضرت ابوجعفر حداد سے ایک واقعہ نقل فرمایا۔ ابوجعفر فرماتے ہیں میں کشتی

میں سوار بصرہ سے بغداد جا رہا تھا۔ میرے ساتھ کشتی میں ایک اور آدمی بھی تھا جو کھاتا اور پیتا تھا اور نہ ہی نماز ادا کرتا تھا۔ میں نے اس سے پوچھا تو کھاتا کیوں نہیں؟ کہنے لگا میں متوکل ہوں (اللہ پر بھروسہ کرنے والا ہوں) میں نے کہا میں بھی متوکل ہوں۔ جب ہم دونوں متوکل ہیں تو پھر ہم اس وقت یہاں کیوں بیٹھے ہیں ابھی یہ کشتی والے لوگ اپنے اپنے دسترخوان بچھائیں گے اور ہمیں کھانے کی دعوت دیں گے اٹھو اور ہم کشتی سے باہر نکل کر خشکی پر چلتے ہیں۔ نصرانی بولا ٹھیک ہے لیکن میری ایک شرط ماننی پڑے گی۔ میں نے پوچھا بتاؤ کہنے لگا وہ یہ ہے کہ جب ہم دونوں چلتے چلتے کسی شہر میں داخل ہوں گے تو تم مسجد میں داخل نہیں ہو گے اور میں گرجا میں نہیں جاؤں گا۔ میں نے اس کی یہ شرط مان لی۔ ہم شام کے وقت ایک بستی میں پہنچے تو ہم دونوں وہاں ایک کوڑا کرکٹ پھینکنے والی جگہ پر بیٹھ گئے۔ تھوڑی دیر بعد ایک سیاہ رنگ کا کتا آیا اس نے اپنے منہ میں ایک روٹی پکڑی ہوئی تھی۔ اس نے روٹی نصرانی کے سامنے رکھ دی جسے نصرانی نے اٹھا کر کھا لیا۔ کھانے کے دوران اس نے میری طرف نظر اٹھا کر بھی نہ دیکھا اور نہ ہی مجھے کھانے کی دعوت دی اس کے بعد ہم دونوں وہاں سے آگے چل دیے۔ تین دن تک یہی واقعہ پیش آتا رہا۔ ہر رات کتا اپنے منہ میں ایک روٹی اٹھائے ہوئے آتا اور نصرانی اسے اٹھا کر کھا لیتا۔ جب چوتھی رات ہوئی تو شام کے وقت ہم ایک اور بستی میں داخل ہوئے میں نماز مغرب ادا کرنے کے لیے اٹھا۔ ایک آدمی آیا جس کے پاس ایک تھال تھا اس میں کچھ کھانا اور ایک پانی کا پیالہ رکھا تھا۔ اس نے مجھے سلام کیا جب میں نماز سے فارغ ہوا تو اس نے وہ تھال میرے سامنے رکھ دیا۔ میں نے اس اجنبی سے کہا یہ اٹھاؤ اور فلاں (نصرانی) کے سامنے رکھ دو۔ یہ کہہ کر میں دوبارہ نماز ادا کرنے میں مصروف ہو گیا۔ جب میں فارغ ہوا تو نصرانی میرے قریب آیا اس نے وہی کھانے کا تھال اٹھا رکھا تھا۔ مجھے کہنے لگا مجھے اپنا دین بتاؤ میں اسے قبول کرنا چاہتا ہوں۔ کیونکہ تمہارا دین میرے دین سے کہیں بہتر ہے میں اس کو دیکھ چکا ہوں۔ میں نے اس سے پوچھا مجھے ذرا بتلاؤ تو سہی کہ تمہیں میرے دین کی بہتری کیسے معلوم ہوئی ہے؟ کہنے لگا بات یہ ہے کہ میرے پاس میرا رزق لانے والا میری طرح کا ہی ایک کتا تھا۔ وہ جو لاتا اسے میں اکیلا ہی کھا جاتا تھا لیکن تمہارے پاس تمہارا رزق ایک انسان کے ذریعہ پہنچا جو تمہاری طرح ہی تھا۔ اور وہ بھی تین دن کے بعد لایا لیکن تم نے پھر بھی خود کھانے کی بجائے مجھے دینا پسند کیا اس سے میں نے جان لیا کہ تمہارا دین میرے دین سے کہیں بہتر ہے۔ یہ کہہ کر وہ مسلمان ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ اس پر رحم فرمائے۔

ولی، ولی کے حالات پر پردہ ڈالتا ہے

''روض الریاحین'' میں امام یافعی لکھتے ہیں شیخ ابو یزید قرطبی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں ہم فقراء کی ایک جماعت سفر میں تھے۔ دوران سفر ہم سمندر کے کنارے پہنچے۔ ہم چلتے رہے حتیٰ کہ ہم پانی میں اتر گئے۔ جب پانی میں کافی آگے چلے گئے تو میں نے اپنی جماعت میں سے ہی ایک کو دیکھا کہ وہ سمندر کا پانی چلو سے پی رہا ہے۔ میں نے دل میں کہا کیا یہ پانی میٹھا ہے؟ میں نے اس سے پانی لیا اور اسے جب چکھا تو وہ سخت نمکین نکلا۔ میں نے اسے کہا بیٹا! مجھے بھی پلاؤ۔ وہ کہنے لگا چچا جان! پی لیجئے۔ میں نے کہا وہ تو گرم ہے یہ میں نے اس سے کہا تا کہ اس کا حال ظاہر نہ ہونے دوں چنانچہ میں نے اسے مٹی کا بنا ایک

برتن دیا۔ اس نے پانی کے درمیان سے اسے بھر کر مجھے دیا اور میں نے پی لیا میرے علاوہ تمام جماعت نے بھی اسے پیا۔

امام یافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں شیخ ابو یزید قرطبی نے جو یہ فرمایا کہ میں اس کا حال ظاہر نہ ہونے دوں اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کی اس کرامت کو اس سے مخفی رکھوں اور اسے یہ باور کراؤں کہ یہ پانی صرف تمہارے لیے ہی میٹھا نہیں ہوا بلکہ ہر پینے والے کے لیے میٹھا ہی محسوس ہوا۔ لیکن یہ گرم ہے اس لیے میں اسے مٹی کے برتن میں ڈال کر ٹھنڈا کرنا چاہتا ہوں۔ جیسا کہ عرف اور عادت بھی ہے کہ نوجوان ہی بزرگوں کی خدمت کیا کرتے ہیں اور پانی وغیرہ کھانا پلانا نوجوان ہی یہ کام سرانجام دیا کرتے ہیں۔ تو میں نے اس نوجوان سے کہا کہ تم اپنے ہاتھ سے جماعت کے افراد کو پانی پلاؤ۔ ایسا کرنے سے وہ خود بھی اپنے حال سے بے خبر رہے گا۔ کیونکہ اگر اس کو اپنی اس کرامت کا علم ہو جاتا تو وہ جماعت میں سے اپنے آپ کو اس کی وجہ سے ممتاز سمجھنے لگتا۔ حالانکہ وہ ابھی اس میدان میں نو وارد تھا اور خطرہ تھا کہ وہ خود پسندی اور خود نظری کا شکار نہ ہو جاتا۔

جو اللہ کا ہو جاتا ہے ہر چیز اس کی ہو جاتی ہے

امام یافعی رحمۃ اللہ علیہ ہی ''روض الریاحین'' میں بعض مشائخ کا واقعہ نقل فرماتے ہوئے لکھتے ہیں شیخ موصوف نے فرمایا ایک مرتبہ میں اور شیخ ابو علی بدوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے ایک ہم مشرب کی زیارت کے لیے نکلے۔ چلتے چلتے ہم ایک جنگل میں داخل ہوئے ہمیں بھوک نے آ ستایا۔ اچانک ایک لومڑی دکھائی دی وہ زمین کو کرید رہی تھی۔ اس نے زمین میں سے کماۃ (جسے کھمبی کہتے ہیں اور کھانے کے کام آتی ہے) نکال کر ہماری طرف پھینک دی۔ ہم نے بقدر ضرورت اسے کھایا اور آگے چل دیے چلتے چلتے اچانک ہمیں ایک درندہ دکھائی دیا جو سو رہا تھا جب ہم اس کے قریب پہنچے تو معلوم ہوا کہ وہ تو اندھا ہو چکا ہے۔ ہم اس کے قریب کھڑے ہو گئے اور اس کے معاملہ میں بہت حیران ہوئے تھوڑی ہی دیر میں ایک کوا اڑتا ہوا آیا۔ چونچ میں اس نے گوشت کا ایک بڑا ٹکڑا پکڑا ہوا تھا۔ اس نے درندے کے کانوں کے قریب آ کر پر پھڑ پھڑائے۔ آواز سن کر درندے نے منہ کھولا اور کوے نے گوشت کا ٹکڑا اس کے منہ میں ڈال دیا۔ یہ دیکھ کر شیخ ابو علی بدوی نے مجھے کہا یہ نشانی ہمارے لیے ہے درندے کے لیے نہیں۔ ہم اس جنگل میں کئی دن تک چلتے رہے۔ پھر ہمیں ایک کٹیا دکھائی دی ہم جب اس کے قریب پہنچے تو اس میں ہمیں ایک بوڑھی عورت نظر آئی جس کے پاس کسی قسم کا سامان نہ تھا اس کی کٹیا کے دروازے پر ایک پتھر تھا جس میں سوراخ بنا ہوا تھا ہم نے بڑھیا کو سلام کیا اور اس کے پاس بیٹھ گئے۔ وہ بدستور اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مصروف رہی جب سورج غروب ہوا تو وہ کٹیا سے باہر آئی۔ نماز مغرب اس نے اندر ہی ادا کر لی تھی۔ اس کے ہاتھ میں دو روٹیاں تھیں جن پر کھجوریں رکھی ہوئی تھیں۔ بولی تم بھی اس کٹیا میں داخل ہو جاؤ اور جو تمہارے لیے اس میں موجود ہے وہ اٹھا لاؤ ہم جب اندر گئے تو وہاں ہمیں چار روٹیاں اور کھجوروں کی دو گچھیاں نظر آئیں۔ اس جگہ جنگل میں نہ تو کھجور کا کوئی درخت تھا اور نہ ہی کھجوریں تھیں۔ بہر حال ہم نے وہ کھائیں کچھ ہی دیر گزری کہ ایک بادل کا ٹکڑا آیا اس سے پانی برسنے لگا۔ بادل سے پانی سیدھا پتھر پر پڑنے لگا۔ اتنا برسا کہ پتھر میں موجود سوراخ (گڑھا) بھر گیا۔ پتھر سے باہر ایک بوند بھی نہ گری۔ ہم نے یہ دیکھ کر بڑھیا سے پوچھا آپ کو یہاں رہتے ہوئے کتنا عرصہ ہو گیا ہے؟ کہنے لگی ستر سال سے میرے مولا کے ساتھ میرا یہی حال ہے۔ اس

طرح میرے کھانے پینے کا انتظام ہے۔ ہم نے پوچھا کیا بارش کا پانی بھی اس طرح روزانہ آتا ہے؟ کہنے لگی ہر رات بادل کی یہی ٹکڑی آتی ہے۔ خواہ گرمیوں کا موسم ہو یا سردیوں کا۔ اور روزانہ اسی طرح دو روٹیاں اور کھجوریں آتی ہیں۔ پھر اس نے ہم سے پوچھا تمہارا کہاں جانے کا ارادہ ہے۔ ہم نے کہا ہمارا ایک ساتھی ابونصر سمرقندی ہے ہم اس کی زیارت کے لیے جارہے ہیں۔ کہنے لگی اے نیک اور صالح مرد ابونصر! آؤ اور اپنے ساتھیوں سے ملاقات کرو۔ بڑھیا نے ابھی یہ الفاظ مکمل ہی کیے تھے کہ ابونصر سمرقندی ہمارے سامنے کھڑے تھے۔ اس نے ہمیں سلام کیا اور ہم نے اسے سلام کیا۔ پھر بڑھیا بولی جب بندہ اپنے مولیٰ کی اطاعت کر لیتا ہے تو مولیٰ بھی اس کی بات مان لیتا ہے۔

جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرے ہر چیز اس کی مطیع ہو جاتی ہے

''روض الریاحین'' میں امام یافعی نے لکھا ہے کہ حضرت سہل بن عبداللہ تستری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنا واقعہ کسی سے بیان فرمایا۔ فرماتے ہیں جمعہ کے دن میں نے وضو بنایا اور جامع مسجد کی طرف چل پڑا۔ یہ میرے ابتدائی ایام کا واقعہ ہے۔ جب میں مسجد میں داخل ہوا تو دیکھا کہ لوگوں سے کھچا کھچ بھری ہوئی ہے۔ اور امام صاحب نے منبر پر تشریف لانے کی تیاری کی میں نے بے ادبی کرتے ہوئے لوگوں کی گردنیں پھلانگ کر پہلی صف میں بیٹھنے کی جگہ بنالی جہاں مجھے جگہ ملی۔ وہیں میری داہنی جانب ایک نوجوان بیٹھا تھا جو شکل و شباہت میں بہت اچھا تھا اور اس سے خوشبو بھی آرہی تھی۔ اس نے اونی چادر اوڑھی ہوئی تھی جب اس نے مجھے دیکھا تو پوچھنے لگا اے سہل! تو اپنے آپ کو کس حال میں پاتا ہے؟ میں نے کہا اچھی حالت میں۔ اللہ تعالیٰ تجھے بھی صالح بنائے۔ لیکن میں اس بات پر حیران ہوا کہ اس نے مجھے کیسے پہچانا؟ کیونکہ میں نے تو اسے کبھی دیکھا تک نہ تھا نہ کوئی جان پہچان تھی۔ میں اسی فکر میں تھا کہ مجھے پیشاب کی سخت شکایت ہوگئی جس سے میں پریشان ہوگیا۔ میں اس خوف میں مبتلا ہوگیا کہ لوگوں کی گردنیں پھلانگ کر مسجد سے باہر نکل کر اپنی حاجت پوری کروں اور اگر ایسا نہیں کرتا تو میری نماز چلی جائے گی (یعنی پیشاب نکل جانے سے وضو جاتا رہے گا اور نماز بھی) چنانچہ اسی پریشانی کے عالم میں اس نوجوان نے میری طرف دیکھا اور پوچھا اے سہل! تمہیں سخت پیشاب آگیا ہے؟ میں نے کہا ہاں۔ اس نے اپنے کندھے سے چادر اتاری اور مجھ پر ڈال دی میں اس میں چھپ گیا۔ پھر اس نے کہا جلدی جلدی اپنی حاجت پوری کرلو اور نماز میں شامل ہو جاؤ۔ بیان کرتے ہیں کہ مجھ پر غشی سی طاری ہوگئی میں نے جب آنکھ کھولی تو کیا دیکھتا ہوں کہ ایک دروازہ کھلا ہوا ہے اور کوئی کہنے والا کہہ رہا ہے دروازے میں داخل ہو جاؤ (اللہ تم پر رحم کرے) میں دروازے میں داخل ہوگیا۔ اچانک میرے سامنے ایک بہت بڑا قلعہ نما مکان تھا جس کے ستون بڑے بڑے تھے پھر ایک کھجور کا درخت نظر آیا اور اس کے بالکل قریب طہارت کے لیے پانی سے بھرا ایک برتن پڑا تھا جو شہد سے زیادہ میٹھا تھا پانی بہانے کے لیے بھی جگہ بنی ہوئی تھی، تولیہ لٹکا ہوا تھا اور مسواک بھی موجود تھی۔ میں نے لباس اتارا پانی سے غسل کر کے تولیہ سے پونچھا اور وضو کیا۔ میں نے پھر سنا کہ کوئی مجھے آواز دے کر پوچھ رہا ہے کیا تم نے اپنی حاجت مکمل کر لی ہے؟ میں نے کہا ہاں۔ اس نوجوان نے پھر اپنی چادر مجھ پر سے اتارلی تو میں اسی مسجد میں اپنی پہلی جگہ پر موجود تھا۔ میرے متعلق کسی کو کچھ بھی معلوم نہ ہوسکا میں دل میں سوچتا رہا۔ کبھی میں کہتا کہ جو کچھ ہوا وہ صحیح ہے۔

کبھی کہتا جھوٹ ہے۔ بہرحال جماعت کھڑی ہوگئی۔ حاضرین نے نماز ادا کی میں نے بھی ان کے ساتھ نماز ادا کی۔ نماز کے بعد میرا ایک یہی کام تھا کہ اس نوجوان کے متعلق معلومات حاصل کروں۔ جب وہ نماز سے فارغ ہوگیا اور مسجد سے باہر نکلا تو میں اس کے پیچھے پیچھے ہولیا۔ چلتے چلتے وہ ایک مکان میں داخل ہوا اور میری طرف مڑ کر دیکھا اور کہنے لگا اے سہل! معلوم ہوتا ہے کہ تم نے جو کچھ دیکھا ہے اس پر تمہیں یقین نہیں آ رہا میں نے کہا ایسا ہرگز نہیں۔ کہنے لگا خدا تجھ پر رحم کرے۔ اس دروازے کے اندر آ جاؤ جب میں نے دیکھا تو وہ دروازہ بعینہ وہی تھا۔ میں اس میں سے گزر کر قلعہ نما کوٹھی میں داخل ہوا۔ میں نے کھجور کا درخت دیکھا اور طہارت کا برتن اور تولیہ وغیرہ بالکل وہی دیکھے۔ میں نے یہ دیکھ کر آمنت باللہ کہا۔ وہ نوجوان کہنے لگا اے سہل! جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کر لیتا ہے تمام اشیاء اس کی مطیع ہو جاتی ہیں۔ اے سہل! تو بھی اسے طلب کر انشاء اللہ پالے گا۔ یہ سن کر میری آنکھیں آنسوؤں میں ڈبڈبا گئیں۔ میں نے آنسو پونچھے اور آنکھیں کھولیں تو اب نہ وہ نوجوان موجود تھا اور نہ ہی وہ محل نما کوٹھی تھی۔ میں اس محرومی کی وجہ سے حسرت میں ڈوب گیا۔ میں اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مصروف ہوگیا۔

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو اپنے قرب کے اسباب مہیا فرماتا ہے

''روض الریاحین'' میں امام یافعی رحمۃ اللہ علیہ شیخ ابو عبداللہ قریشی رحمۃ اللہ علیہ سے ایک واقعہ نقل کرتے ہیں۔ شیخ موصوف فرماتے ہیں میں نے اپنے شیخ جناب ابو یزید قرطبی رحمۃ اللہ علیہ سے ایک دفعہ عرض کیا حضور! ذرا اپنے ابتدائی ایام کے بارے میں کچھ ارشاد فرمائیں تاکہ میں بھی اس سے مستفید ہوسکوں۔ میری عرض کے جواب میں فرمانے لگے بیٹا! مجھے اس راستہ میں جس سبب نے ڈالا ہے وہ نہایت عجیب اور دل ہلا دینے والا ہے۔ میں ایک تاجر تھا عطر فروشی کی میری دکان تھی میرا کام یہ تھا کہ ایسی خوشبو فروخت کرتا جو نایاب ہوتی اور بہت قیمتی ہوتی۔ میرا لباس بھی ویسا ہی تھا۔ ایک دن میں جامع مسجد میں نماز صبح قضا پڑھنے کے لیے داخل ہوا۔ جب نماز ادا کر چکا تو مجھے ایک بڑا حلقہ نظر آیا میں اس کی طرف گیا۔ اس وقت مجھے صالحین (اولیاء کرام) کے بارے میں بس اس قدر معلوم تھا جو عوام کہتے تھے یعنی یہ کہ صالحین کا بسیرا یا تو جنگلوں میں ہوتا ہے یا پھر پہاڑوں میں رہتے ہیں ان حلقے والوں کے پاس جا کر کھڑا ہوگیا۔ ان میں سے ایک کو میں نے سنا جو صالحین کے واقعات اور مجاہدات پڑھ رہا تھا۔ جیسا کہ ابو یزید رحمۃ اللہ علیہ کی حکایت ہے۔ میں نے آہستہ آواز میں کہا اتنی آہستہ کہ صرف میرے قریب والا ہی اسے سن سکتا تھا۔ سبحان اللہ! ایسے بزرگوں کے واقعات کتابوں میں چھپنے لگے۔ میرے قریب حلقہ میں بیٹھے ایک شخص نے میری بات سن لی۔ مجھے کہنے لگا کتابوں میں کیا چیزیں لکھی ہیں؟ میں نے کہا جو وہ واقعہ پڑھ کر سنا رہا ہے وہ جھوٹا سا معلوم ہوتا ہے۔ بھلا کوئی شخص سال بھر پانی نہ پیے اور پھر زندہ بھی رہے یہ کیسے ہوسکتا ہے؟ مجھے اس شخص نے کہا بزرگوں کی ایسی حکایت کا انکار نہ کرو۔ ابھی میں اور وہ باہم گفتگو میں مصروف تھے کہ حلقہ میں سے ہی ایک اور شخص نے سر اٹھا کر میری طرف دیکھا۔ اس کے جسم پر درختوں کی ٹہنیوں میں الجھ الجھ کر پھٹی ہوئی ایک گودڑی تھی۔ مجھے کہنے لگا تمہیں صالحین کے بارے میں ایسی باتیں کرتے ہوئے شرم نہیں آتی؟ میں نے اسے کہا صالحین ہیں کہاں؟ یہ کہہ کر میں وہاں سے آ گیا لیکن ان باتوں سے میں حیران ضرور تھا۔ جب ظہر کا وقت قریب آیا میں اپنی دکان میں بیٹھا ہوا تھا اور حسب عادت کاروبار میں مصروف تھا۔ اچانک دکان

کے سامنے سے وہی پھٹی گودڑی والا شخص گزرا۔ میں نے تو اسے دیکھ لیا لیکن وہ مجھے نہ دیکھ سکا۔ آگے گزر گیا چند لمحوں بعد پھر واپس آ گیا اور میری دکان کے سامنے آ کر کھڑا ہو گیا۔ یوں معلوم ہوتا تھا کہ اسے میری تلاش تھی مجھے دیکھ کر اس نے سلام کیا۔ میں نے سلام کا جواب دیا۔ پھر اس نے مجھ سے میرا نام پوچھا میں نے بتایا میرا نام عبدالرحمٰن ہے۔ پوچھنے لگا مجھے پہچانا ہے؟ میں نے کہا ہاں۔ آپ وہی ہیں جنہوں نے حلقہ سے میرے ساتھ ایک بات کی تھی۔ وہ مجھ سے پوچھنے لگا کیا تم اب بھی پہلے عقیدہ پر ہو یا اس سے توبہ کر لی ہے؟ میں نے کہا میں اپنا ایسا کوئی عقیدہ نہیں جانتا جس سے میں توبہ کروں۔ اس کے بعد وہ دکان کے سامنے پڑے ایک پتھر کے ساتھ سینہ لگا کر بیٹھ گیا اور کہنے لگا اے ابو یزید! صالحین کے کام کے متعلق کیا کہتے ہو؟ میں نے کہا وہ ہیں کہاں؟ کہنے لگا ہاں! اسی بازار میں کچھ ایسے مرد ہیں اگر وہ یوں کہہ دیں یہ کہتے ہوئے اس نے میری دکان میں پڑے میرے قریب ایک پتھر کو اشارہ کیا وہ فوراً حرکت میں آ گیا۔ اس سے دو دروازے کھل گئے جن میں لوگوں کی اشیاء میرے پاس گروی رکھی ہوئی تھیں۔ میں نے چھلانگ لگائی اور ان دونوں کو بند کر دیا اور انہیں اپنی اپنی جگہ پر رکھ دیا۔ پھر میں نے پوچھا کیا انسان کو اس جیسی قدرت عطا کی جاتی ہے؟ وہ کہنے لگا یہ کون سی قدرت ہے اصل قدرت تو اس سے کہیں زیادہ عطا ہوتی ہے۔ میں نے پوچھا اچھا۔ تو اس کے علاوہ قدرت انسانی کا کوئی نمونہ دکھاؤ؟ اس نے کہا کہ اگر اللہ تعالیٰ کا ولی تمہاری اس دکان کو حکم دے کہ اپنی جگہ چھوڑ دے تو یہ اس کا حکم مان کر جگہ چھوڑ دے گی۔ میں نے دیکھا کہ دکان نے دو مرتبہ جنبش کی جس کی وجہ سے دکان میں موجود ہر شیشی اور خوشبو کا برتن حرکت میں آ گیا۔ اس قدر کہ میں نے یہ خطرہ محسوس کیا کہ دکان مجھ پر آن گرے گی میں ہکا بکا رہ گیا اور وہ شخص مجھے چھوڑ کر چلتا بنا۔ مجھ میں عقل کی گرمی اور جوش تھا۔ میں نے دل میں کہا کہ جو مجھ جیسے کی عمر اسی دکان میں بسر ہوئی ہے ایسے کے لیے ان بزرگوں کے ساتھ اجتماع کیسے ممکن ہوگا۔ بہر حال دوسرا دن آیا میں پھر حلقہ کی طرف گیا تا کہ ان لوگوں کی کچھ اور باتیں سنوں۔ خدا کی قسم! مجھے اب مزید سننے کی ضرورت نہ رہی حتیٰ کہ میں دکان پر آیا۔ اسے بند کر کے اس کی چابیاں اپنے ماموں کے سپرد کیں۔ کیونکہ دکان کے مالک وہی تھے۔ مجھ سے پوچھنے لگے کہاں جا رہے ہو؟ میں نے جواب دیا انشاء اللہ آ جاؤں گا۔ لیکن میرا ارادہ کیا تھا ماموں کو اس کی خبر نہ تھی۔ میں اس واقعہ کے بعد دکان کی طرف لوٹ کر نہ آیا (یعنی مذکورہ کاروبار نہ کیا)

ولی اللہ ہر حال میں خوش رہتا ہے

''روض الریاحین'' میں ہی مذکور ہے کہ حضرت ابراہیم خواص رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں ایک دفعہ لکام پہاڑی سلسلہ میں تھا۔ تو مجھے وہاں ایک انار کا درخت دکھائی دیا میں نے اس سے کھانے کی تمنا کی۔ میں اس کے قریب گیا اور اس کا ایک انار اتار کر توڑا تا کہ اپنی خواہش پوری کروں تو مجھے وہ کھٹا لگا۔ میں نے اسے وہیں چھوڑا اور آگے چل دیا۔ آگے مجھے ایک زمین پر پڑا ہوا ایک شخص نظر آیا۔ جس کے ارد گرد اور جسم پر بھڑیں جمع تھیں۔ میں نے قریب جا کر اسے السلام علیک کہا۔ اس نے جواب دیا اے ابراہیم! وعلیک السلام۔ میں نے پوچھا آپ نے مجھے کیسے پہچانا؟ کہنے لگا جس کو اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل ہو جاتی ہے اس پر کوئی چیز مخفی نہیں رہتی۔ میں نے کہا میں آپ کا اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایک خاص حال (قرب) دیکھ رہا ہوں۔ اگر آپ اس

سے سوال کریں کہ وہ آپ کو ان بھڑوں سے بچائے اور اپنی حفاظت میں لے لے سن کر وہ بولا میں بھی تمہارا اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایک خاص حال دیکھ رہا ہوں۔ اگر تم بھی اس سے سوال کرو کہ وہ تمہیں انار کی خواہش سے بچائے اور اپنی حفاظت میں لے لے۔ انار کی خواہش ایسی خواہش ہے جس کا دکھ انسان کو آخرت میں ستائے گا اور بھڑوں کا کاٹنے کی تکلیف تو صرف دنیوی زندگی تک ہی محدود ہے۔ جناب ابراہیم خواص رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اس گفتگو کے بعد میں اسے وہیں چھوڑ کر آگے روانہ ہو گیا۔

ولی اللہ کی برکت سے ڈاکو کچھ نہ بگاڑ سکے

صاحب ''روض الریاحین'' امام یافعی رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابو یزید قرطبی رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ نقل کرتے ہیں۔ جناب ابو یزید نے فرمایا میں ایک دفعہ کچھ لوگوں کے ہمراہ جنگل میں سفر پر جا رہا تھا۔ ہمارے ساتھ ایک دیہاتی بھی تھا جو نہایت صالح شخص تھا۔ چلتے چلتے ہم ایک خندق میں پہنچے جس میں بہت زیادہ درخت تھے۔ ہمارے اس دیہاتی شخص کو پاؤں وغیرہ کے نشانات کا بہت تجربہ تھا۔ وہ کہنے لگا یہ خندق غیر آباد نہیں بلکہ یہاں کسی کا بسیرا ہے۔ چنانچہ ہم خندق میں داخل ہوئے اور اس کی ایک طرف چلنا شروع کر دیا۔ جب درختوں سے ہم گزر چکے تو ہمیں تین شخص ہاتھوں میں ہتھیار اٹھائے نظر آئے۔ وہ اپنی جگہ سے باہر آئے تاکہ ہم پر ڈاکہ ڈالیں۔ ہم سب اکٹھے ہو گئے اور کہا اب کیا کرنا چاہیے ہمیں اس دیہاتی نے کہا اس معاملہ کو اپنے اصل کی طرف لوٹا دو۔ کیا تم اللہ تعالیٰ کے لیے گھر سے باہر نہیں نکلے؟ (مطلب یہ کہ جس کے لیے سفر کر رہے ہو وہ جانے اور ڈاکو جانیں) ہم نے کہا ٹھیک ہے اس نے کہا کہ معاملہ جوں کا توں رہنے دو۔ اور میرے پیچھے پیچھے آ جاؤ لیکن میرے پیچھے چلنے کے دوران تم میں سے کوئی بھی دائیں بائیں مڑ کر نہ دیکھے۔ وہ دیہاتی آگے اور ہم اس کے پیچھے پیچھے چل پڑے۔ ادھر تینوں ڈاکو ہمارے سامنے دوسرے راستہ پر چل پڑے جو ہمارے بالکل برابر تھا۔ چلتے چلتے ہم انہیں پیچھے چھوڑ گئے۔ اب وہ ہمارے پیچھے آ رہے تھے۔ میں اپنے ساتھیوں کے سب سے آخر میں تھا جب میں نے مڑ کر دیکھا تو وہ ہم سے صرف ایک نیزے کی دوری پر پہنچ چکے تھے۔ میں نے اپنے ساتھیوں کو اس کی اطلاع دی کہ ابھی تھوڑی ہی دیر میں ڈاکو تم پر قابو پا لیں گے۔ وہ دیہاتی قطعاً ادھر ادھر نہ دیکھتا تھا جب اس نے میری بات سنی تو کھڑا ہو گیا اور مڑ کر دیکھا جب اسے ڈاکو نظر آئے تو کہنے لگا لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم اے اللہ! ان ڈاکوؤں کی شرارت کو ہم سے دور رکھ۔ میں نے دیہاتی سے کہا سوچ کر فوراً بتاؤ کہ اب ہمیں کیا کرنا چاہیے؟ کہنے لگا کیا کرنا چاہیے؟ میں نے کہا اب چاشت کا وقت ہو چکا ہے اور نفل نماز با جماعت ادا کرنے کو جائز بھی کہا گیا ہے میں آگے کھڑا ہوتا ہوں تمہیں نماز پڑھاتا ہوں انشاء اللہ یہ ڈاکو ویسے ہی گزر جائیں گے۔ دیہاتی بولا اے ابو یزید! ہم نے ان کو نظر نہ آنے کا طریقہ معلوم کر لیا ہے کیا اس پر عمل نہ کریں؟ میں نے کہا آپ زیادہ باخبر ہیں۔ اس نے ہاتھ بلند کیا اور دو انگلیوں یعنی شہادت کی انگلی اور درمیانی انگلی سے اشارہ کیا اور کہا ''یہیں رک جاؤ'' میں نے دیکھا کہ ان الفاظ کے ساتھ ہی تینوں ڈاکو وہیں رک گئے۔ کسی ایک کو بھی ان میں سے آگے بڑھنے کی ہمت نہ رہی اور نہ ہی وہ آپس میں ایک دوسرے کے قریب ہو سکتے تھے۔ ہم آگے چل پڑے اس دیہاتی نے اس کے بعد کوئی بات چیت نہ کی۔ حتیٰ کہ چلتے چلتے ہم ایک گھاٹی میں داخل ہو گئے جو اس خندق سے الگ تھی۔ ڈاکو ہم پر ڈاکہ ڈالنے سے عاجز آ گئے۔ اس جگہ وہ

دیہاتی بھی کھڑا ہو گیا اور ہم بھی کھڑے ہو گئے۔ کہنے لگا ان شیاطین کو دیکھو ابھی تک وہ جوں کے توں کھڑے ہیں۔ خدا کی قسم! اگر اللہ تعالیٰ کا ڈر نہ ہوتا تو میں انہیں اس طرح کھڑا چھوڑ کر چلا جاتا لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمائی ہے یا ان کو توبہ کا موقع عطا فرما دیا ہے۔ یہ کہہ کر اس دیہاتی نے ان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا جاؤ چلے جاؤ۔ میں کیا دیکھتا ہوں کہ ان میں سے ہر ایک زمین پر بیٹھ کر اپنے ساتھی سے گفتگو کرنے لگا۔ اس کے بعد اس دیہاتی کی برکت سے وہ جہاں سے آئے تھے واپس وہیں چلے گئے۔

ولی اللہ شاہین ہوتے ہیں

امام یافعی رحمۃ اللہ علیہ ''روض الریاحین'' میں شیخ ابو محمد حریری رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ ذکر کرتے ہیں شیخ موصوف نے فرمایا میرے گھر ایک شاہین آیا جسے میں شکار نہ کر سکا یعنی اسے رام کرنے کی کوئی تجویز کارگر نہ ہو سکی۔ میں چالیس سال متواتر اسے پھاندنے کے لیے پھندہ لگاتا رہا۔ اس امید پر کہ وہ یا اس جیسا کوئی دوسرا شاہین میرے جال میں آجائے لیکن ناکامی کے سوا کچھ حاصل نہ ہوا۔ آپ سے پوچھا گیا وہ شاہین کون تھا؟ فرمانے لگے نماز عصر کے بعد ہمارے گھر ایک نوجوان آیا۔ رنگ زرد، بکھرے بال اور سر ننگا تھا، پاؤں میں جوتی بھی نہ تھی اس نے تازہ وضو بنایا، نماز پڑھی اور بیٹھ گیا اور مغرب تک اس نے اپنا سر اپنے گریبان میں ڈالے رکھا۔ جب اس نے ہمارے ساتھ نماز مغرب ادا کر لی تو پھر اسی حالت میں بیٹھ گیا۔ اس وقت خلیفہ کا ایلچی ہمیں ایک دعوت کی اطلاع کرنے آگیا۔ وہ یہ کہ خلیفہ نے تمہیں دعوت پر بلایا ہے۔ میں اس نوجوان کے پاس اٹھ کر گیا اور کہا کیا آپ خلیفہ کے گھر تک جانے اور وہاں دعوت کھانے کے لیے ہمارا ساتھ دے سکتے ہیں؟ میری یہ بات سن کر اس نے سر اٹھایا اور کہنے لگا خلیفہ کے گھر جانے کے لیے میرا دل نہیں مانتا۔ ہاں مجھے گرم گرم حلوا دے سکتے ہو تو دے دو۔ میں نے اس کی یہ بات سنی ان سنی کر دی۔ کیونکہ ایک تو اس نے ہم فقراء کی جماعت کے ساتھ جانے سے انکار کر دیا تھا اور دوسرا ساتھ ہی اپنی خواہش بھی پیش کر دی۔ میں نے دل میں کہا یہ بے چارہ نیا نیا اس راستہ پر چلا ہے ابھی تک اس کو اس کے آداب کا علم نہیں ہوا۔ بہر حال میں خلیفہ کے گھر روانہ ہو گیا وہاں ہم سب نے کھانا بھی کھایا اور سماع میں بھی شرکت کی اور رات اپنے اپنے گھر روانہ ہو گئے۔ جب میں واپس مسافر خانہ میں آیا تو میں نے اس نوجوان کو اسی حالت میں پایا میں اپنے سجادہ (مصلیٰ) پر بیٹھ گیا کچھ ہی دیر میں میری آنکھوں میں نیند اتر آئی۔ دوران نیند مجھے ایک جماعت نظر آئی اور کوئی کہنے والا کہہ رہا تھا۔ یہ ہیں جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر تمام انبیاء کرام علیہم السلام، میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب گیا تا کہ آپ کو سلام عرض کروں۔ لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے چہرہ مبارک دوسری طرف کر لیا میں نے دوسری طرف سے حاضر ہو کر سلام عرض کرنے کی کوشش کی۔ لیکن آپ نے اس طرف سے بھی منہ موڑ لیا۔ نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم میری طرف دیکھتے اور نہ ہی سلام کا جواب عنایت فرماتے۔ میں اس سے خوفزدہ ہو گیا اور عرض کیا یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے کیا گناہ سرزد ہو گیا ہے کہ آپ نے اپنا چہرہ اقدس مجھ سے پھیر لیا ہے؟ جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر ارشاد فرمایا میری امت کے ایک فقیر نے تجھ سے اپنی خواہش پوری کرنے کا کہا لیکن تو نے اسے کوئی اہمیت نہ دی۔ اس کے بعد میں ڈرتے ہوئے اٹھ بیٹھا اور اس فقیر کو تلاش کرنے نکل کھڑا ہوا۔ لیکن وہ

نہ ملا میں نے دروازہ کھلنے اور بند ہونے کی آواز سنی۔ جس سے معلوم ہوا کہ وہ ابھی دروازے سے باہر نکلا ہے۔ میں باہر اس کی تلاش کے لیے نکلا وہ تو نکل چکا تھا۔ دور سے جاتے ہوئے میں نے اسے دیکھ لیا۔ آواز دی اے نوجوان! ٹھہرو تمہاری خواہش میں پوری کیے دیتا ہوں۔ اس نے مڑ کر میری طرف دیکھا اور کہنے گا جب ایک فقیر نے تجھ سے اپنی خواہش کے پورا کرنے کا تقاضا کیا تھا تو تو نے اسے جواب دے دیا تھا۔ اب جب کہ اس کی خواہش کو پورا کرنے کے لیے ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کرام نے سفارش کی ہے تو اس کی کوئی ضرورت نہیں۔ یہ کہا اور مجھے چھوڑ کر اپنے راستے پر چل پڑا۔

بیس سال کی دعا قبول ہوگئی

''روض الریاحین'' میں امام یافعی نے لکھا کہ سیدنا حضرت ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں ایک شہر میں گیا اور اس کی ایک مسجد میں قیام کیا۔ جب عشاء کی نماز ہو چکی اور نمازی حضرات نماز سے فارغ ہو گئے اور جب تمام نمازی اپنے اپنے گھر چلے گئے تو امام مسجد تشریف لائے۔ کہنے لگے اٹھو اور باہر نکل جاؤ کیونکہ مجھے مسجد کا دروازہ بند کرنا ہے۔ میں نے کہا حضرت! میں مسافر ہوں یہیں رات گزاروں گا۔ فرمانے لگے مسافر اس مسجد کی قندیلیں چوری کر لیتے ہیں اور چٹائیاں تک نہیں چھوڑتے۔ لہٰذا یہاں کسی کو بھی رات بسر کرنے کی اجازت نہیں مل سکتی اگرچہ وہ ابراہیم بن ادہم ہی کیوں نہ ہو۔ میں نے ان سے کہا میں ہی ابراہیم بن ادہم ہوں۔ رات سردی کے موسم کی تھی۔ امام صاحب کہنے لگے تمہارا خود اپنے متعلق کہنا ہے کہ میں ابراہیم بن ادہم ہوں قابل اعتبار نہیں۔ ہو سکتا ہے تم جھوٹ کہتے ہو؟ پھر انہوں نے کہا بہت سے لوگوں نے مجھ سے ایسا ہی وعدہ کیا لیکن وقت آنے پر اسے توڑ دیا۔ مختصر یہ کہ امام صاحب نے مجھے ایک حمام کے تندور پر پہنچا دیا اور مجھے چھوڑ کر خود واپس گھر چلے گئے۔ میں وہیں ٹھہر گیا وہاں مجھے تندور یا بھٹی میں جلائے جانے والا ایندھن دکھائی دیا۔ میں نے دل میں کہا کہ رات اسی ایندھن کے قریب بسر کروں گا۔ میں ایندھن کے قریب گیا تو مجھے وہاں ایک آدمی ملا جس نے موٹے موٹے دو کپڑے اوڑھے ہوئے تھے۔ میں نے اسے سلام کیا لیکن اس نے کوئی جواب نہ دیا بلکہ مجھے بیٹھ جانے کا اشارہ کیا۔ میں بیٹھ تو گیا لیکن جب میں نے اسے دیکھا تو وہ ڈرا سہا کبھی دائیں اور کبھی بائیں دیکھتا ہے۔ تو مجھے بھی اس سے ڈر آنے لگا جب میں تندور یا بھٹی میں ایندھن جھونک کر فارغ ہوا تو مڑ کر میری طرف دیکھا اور وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہا میں نے پوچھا تعجب کی بات ہے کہ جب میں نے سلام کیا تھا تو اس وقت تم نے جواب کیوں نہ دیا؟ کہنے لگا اے بندہ خدا! میں اجرت پر یہاں کام کرتا ہوں۔ میں نے سوچا کہ اگر تمہارے سلام کا جواب دینے میں مشغول ہو گیا تو کہیں گنہگار اور خیانت کرنے والا نہ ہو جاؤں۔ میں نے اس سے پوچھا، اچھا یہ بتاؤ کہ تم دائیں بائیں کیا دیکھتے تھے کیا تمہیں ڈر لگتا ہے؟ کہنے لگا ہاں مجھے ڈر ہے۔ میں نے پوچھا کس چیز کا؟ کہنے لگا موت کا۔ نہ معلوم وہ کدھر سے آ جائے دائیں یا بائیں طرف سے؟ میں نے اسے پوچھا تمہاری یومیہ مزدوری کس قدر مقرر ہے؟ کہنے لگا ایک درہم اور کچھ اوپر۔ میں نے پوچھا اس مزدوری کی رقم کا کیا کرتے ہو؟ کہنے لگا درہم سے جو اوپر ہوتی ہے اس سے میں اور میرے اہل خانہ خوراک کا انتظام کرتے ہیں اور بقیہ درہم میں اپنے بھائی کی اولاد پر خرچ کرتا ہوں میں نے پوچھا وہ بھائی تمہارا ماں یا باپ کس طرف سے ہے؟ کہنے لگا نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے راستہ کا

دوست بھائی تھا، اس کا انتقال ہو گیا ہے۔ اس کے انتقال کے بعد اس کے اہل و عیال کے کھانے پینے کی ذمہ داری میں نے اٹھائی ہوئی ہے۔ میں نے اس سے پوچھا کیا تم نے کبھی اللہ تعالیٰ سے دعا کی جو اس نے منظور کر لی؟ کہنے لگا میری ایک حاجت ہے بیس سال ہو گئے، اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے دعا کر رہا ہوں لیکن ابھی تک وہ پوری نہیں ہوئی۔ میں نے پوچھا وہ کون سی حاجت ہے؟ کہنے لگا مجھے یہ خبر ملی کہ عرب کی سرزمین میں ایک مرد رہتا ہے جو زاہدوں پر ممتاز اور عبادت گزاروں پر فوقیت رکھتا ہے، اسے ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں۔ میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ جیتے جی اس کی زیارت کر لوں اور اس کے سامنے فوت ہو جاؤں۔ میں نے اسے کہا بھائی خوش ہو جا۔ اللہ تعالیٰ نے تمہاری حاجت پوری کر دی ہے اور تمہاری دعا منظور کر لی ہے۔ میں تمہارے پاس آنے میں راضی نہ تھا لیکن مجھے چہرے کے بل گھسیٹ کر یہاں پہنچایا گیا۔ فرماتے ہیں یہ سن کر وہ اپنی جگہ سے کودا اور میرے گلے لگ گیا میں نے سنا کہ وہ یہ کہہ رہا تھا اے اللہ! بے شک تو نے میری حاجت پوری فرما دی اور میری دعا منظور کر لی۔ اے اللہ! اب مجھے اپنے پاس بلا لے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی دوسری دعا اسی وقت منظور کر لی وہ نیچے گرا اور روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔

ولی کی فراست غلط نہیں ہوتی

''روض الریاحین'' میں حضرت ابراہیم خواص رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ مذکور ہے۔ فرماتے ہیں میں بغداد میں مقیم تھا۔ وہاں فقراء کی ایک جماعت بھی تھی۔ ایک خوبصورت نوجوان خوش طبع خوشبو لگائے آیا۔ میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا واقعہ یہ ہے کہ یہ نوجوان یہودی ہے۔ ساتھیوں نے میری بات کو اچھا نہ مانا۔ میں باہر گیا اور وہ نوجوان بھی باہر گیا وہ پھر واپس آیا اور ساتھیوں سے پوچھنے لگا شیخ صاحب نے کیا کہا تھا؟ انہوں نے ٹال مٹول کی۔ لیکن اس نے زور دے کر پوچھا کہ صحیح صحیح بتاؤ چنانچہ انہوں نے کہا کہ شیخ نے تمہیں یہودی کہا تھا۔ جناب ابراہیم خواص فرماتے ہیں یہ سن کر وہ نوجوان میرے پاس آیا اور میرے ہاتھوں پر جھک کر اسلام لے آیا۔ اسے اس کے متعلق جب پوچھا گیا تو کہنے لگا ہم یہودی اپنی کتابوں میں یہ تحریر پڑھتے ہیں صدیق کی فراست کبھی غلط نہیں ہوتی۔ میں نے دل میں سوچا کہ مسلمانوں کا امتحان لینا چاہیے۔ میں نے خوب غور کیا اور فیصلہ کیا کہ اگر مسلمانوں میں کوئی صدیق ہو سکتا ہے تو ضرور اس گروہ میں ہوگا کیونکہ یہ حضرات ماسوی اللہ کے ترک کی دعوت و تبلیغ کرتے ہیں۔ جب یہ شیخ میرے سامنے آئے اور انہوں نے میرے عقیدہ کے بارے میں فراست کو دوڑایا اور بتا دیا کہ میں یہودی ہوں۔ تو میں نے جان لیا کہ یہ شخص صدیق ہے مسلمان ہونے کے بعد وہ نوجوان اپنے دور کا ایک بہت بڑا صوفی (ولی اللہ) ہوا۔

ولی کی فراست کا ایک اور واقعہ

حضرت ابو العباس بن مسروق رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ صاحب ''روض الریاحین'' ذکر کرتے ہیں۔ شیخ موصوف نے بتایا ہمارے پاس ایک عمر رسیدہ شخص آیا وہ ہم سے اس موضوع پر بہت خوبصورت گفتگو کرتا تھا اور ہمیں یہاں تک کہا کرتا تھا کہ تمہارے دل میں جو خیالات اور باتیں آئیں وہ مجھ سے کہہ دیا کرو۔ میرے دل میں خیال آیا کہ یہ بوڑھا یہودی ہے اور میرا یہ دلی خیال بہت مضبوط تھا اور دل سے نکلتا نہ تھا۔ میں نے اس کا جناب حریری سے ذکر کیا۔ اس نے یہ سن کر ''اللہ اکبر'' کہا (یعنی اس خیال

کو غلط کہا) میں نے کہا کہ میں اس خیال کی لازماً بوڑھے کو اطلاع کروں گا۔ میں نے اسے پوچھا کہ آپ نے ہمیں یہ کہہ رکھا ہے کہ جو تمہارے دل میں آئے وہ مجھے بتا دینا۔ میرے دل میں یہ بات ہے کہ تم یہودی ہو۔ میری یہ بات سن کر بوڑھے نے کچھ دیر کے لیے سر جھکائے رکھا۔ پھر اٹھایا اور کہنے لگا تم نے سچ کہا ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔ مزید کہنے لگا کہ میں نے تمام مذاہب چھان مارے ہیں۔ میں کہا کرتا تھا کہ اگر کسی قوم کے پاس صدق نام کی کوئی چیز ہے تو وہ ان لوگوں کے پاس ہے۔ لہٰذا میں تم میں اس لیے شامل ہوا تھا کہ تمہارا امتحان لوں۔ میں نے تمہیں حق پر پایا ہے۔ بہر حال وہ بوڑھا بہت اچھا مسلمان ہو گیا۔ رحمۃ اللہ علیہ

ولی کی ہر چیز پر حکومت ہوتی ہے

''روض الریاحین'' میں امام یافعی لکھتے ہیں جناب عبدالواحد بن زید رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں ایک مرتبہ میں اور جناب ایوب سختیانی رحمۃ اللہ علیہ سفر میں تھے۔ دوران سفر شام کے ایک راستہ میں اچانک ایک کالا آدمی (حبشی) ہم نے اپنی طرف آتے دیکھا جس نے لکڑیوں کا گٹھا اٹھایا ہوا تھا۔ جب قریب آیا تو میں نے اس سے پوچھا اے حبشی! تیرا رب کون ہے؟ کہنے لگا مجھ جیسے سے تم یہ سوال کرتے ہو۔ پھر اس نے آسمان کی طرف سر اٹھایا اور کہا اے اللہ! اس ایندھن کو سونا بنا دے وہ اسی وقت سونا بن گیا۔ پھر اس نے کہا کیا تم نے یہ دیکھ لیا ہے؟ ہم نے کہا ہاں دیکھ لیا ہے پھر دعا کی اے اللہ! اسے پہلے کی طرح ایندھن میں تبدیل فرما دے۔ اسی وقت وہ ایندھن بن گیا جیسا پہلے تھا۔ پھر اس نے کہا عارف لوگوں سے پوچھو کیا پوچھنا چاہتے ہو؟ ان کے عجائب فنا (ختم) نہیں ہوتے۔ جناب ابو سختیانی فرماتے ہیں میں اس حبشی غلام سے اس قدر شرمندہ ہوا کہ ایسی شرمندگی مجھے کسی سے نہیں ہوئی تھی۔ میں ہکا بکا کھڑا رہا۔ میں نے پھر اس سے پوچھا تمہارے پاس کھانے کو کچھ ہے؟ اس نے ہاتھ سے اشارہ کیا تو اسی وقت ہمارے سامنے ایک جام (پیالہ) آ گیا جو برف سے زیادہ سفید اور مشک سے زیادہ خوشبو والا شہد سے بھرا ہوا تھا۔ وہ بولا کھاؤ۔ اس کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں یہ شہد، شہد کی مکھیوں نے نہیں بنایا ہم نے کھایا تو اس قدر میٹھا کہ ایسی مٹھاس ہم نے شہد میں نہ دیکھی۔ ہم حیران ہو گئے۔ وہ پھر بولا جو اللہ تعالیٰ کی آیات (ولی کی کرامات) پر تعجب کرتا ہے وہ عارف نہیں ہو سکتا اور جو تعجب کرتا ہے وہ اللہ تعالیٰ سے بہت دور ہے اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی عبادت اس کی آیات کو دیکھ کرتا ہے وہ اللہ تعالیٰ سے جاہل ہے۔

ذکر نظر سے اور وعظ زبان عمل سے

''روض الریاحین'' میں حضرت عبداللہ بن احنف کا واقعہ مرقوم ہے۔ فرماتے ہیں میں ایک دفعہ مصر سے رملہ جانے کے لیے نکلا۔ مقصد یہ تھا کہ رملہ پہنچ کر حضرت روز باری رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت سے مشرف ہوں۔ جناب عیسیٰ بن یونس مصری رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے دیکھ لیا فرمانے لگے کیا میں تمہاری رہنمائی کروں؟ میں نے عرض کیا ضرور۔ فرمانے لگے تمہارے لیے ضروری ہے کہ صور جاؤ۔ وہاں ایک بوڑھا اور ایک نوجوان ملیں گے دونوں مراقبہ کے حال میں وہاں اکٹھے ہوئے ہیں اگر تم انہیں ایک نظر دیکھ لو

گے تو یہی ایک نظر تمہیں باقی عمر کے لیے کافی ہو گی۔ فرماتے ہیں کہ میں ان دونوں کے پاس حاضر ہوا اس وقت مجھے سخت بھوک پیاس لگی ہوئی تھی اور دھوپ سے بچنے کے لیے میرے پاس کوئی ذریعہ بھی نہ تھا۔ میں نے دیکھا کہ وہ دونوں قبلہ رو بیٹھے ہوئے ہیں۔ میں نے انہیں سلام کیا اور گفتگو کرنا چاہی لیکن انہوں نے کوئی جواب نہ دیا۔ میں نے انہیں کہا کہ تمہیں اللہ تعالیٰ کی قسم ہے اگر تم مجھ سے نہ بولو۔ یہ سن کر بوڑھے نے سر اٹھایا اور کہنے لگا اے ابن احنف! تیرا شغل کس قدر کم ہے کہ تجھے ہمارے ساتھ ملاقات کرنے کی فراغت مل گئی۔ یہ کہہ کر وہ پھر سر جھکا کر بیٹھ گیا۔ میں ان دونوں کے سامنے رہا حتیٰ کہ ہم نے ظہر اور عصر ادا کی میری بھوک پیاس ختم ہو گئی۔ میں نے پھر نوجوان سے کہا مجھے کوئی نصیحت کرو جس سے مجھے نفع ملے۔ کہنے لگا ہم مصیبت والے ہیں ہماری زبان نصیحت کی زبان نہیں۔ میں نے ان کے پاس تین دن رات قیام کیا۔ اس عرصہ میں نے نہ کچھ کھایا اور نہ ہی پیا جب تیسرے دن کی شام ہوئی میں نے دل میں کہا کہ آج میں ضرور ان سے عرض کروں گا کہ مجھے کوئی ایسی وصیت کریں جو زندگی بھر میرے لیے نفع بخش ہو۔ نوجوان نے سر اٹھایا اور کہا تم پر ایسے لوگوں کی صحبت میں رہنا لازم ہے جو اللہ تعالیٰ کا ذکر نظر سے کرتے ہوں اور نصیحت اپنے فعل کی زبان سے تمہیں کریں۔ اپنے قول کی زبان سے نہیں اس بات کو سننے کے بعد میں نے ان کی طرف نظر اٹھائی تو وہ نظروں سے اوجھل ہو چکے تھے۔ (رضی اللہ تعالیٰ عنہما)

اعلیٰ مرتبہ کو بہت محتاط ہونا چاہیے

حضرت ابو القاسم جنید رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ صاحب ''روض الریاحین'' نقل کرتے ہیں فرمایا میں ایک مرتبہ مسجد شونیزیہ میں بیٹھا جنازہ کا انتظار کر رہا تھا تاکہ نماز جنازہ ادا کروں۔ بغداد کے لوگ اپنے اپنے طبقہ میں بیٹھے اسی انتظار میں تھے۔ میں نے ایک فقیر کو دیکھا جس پر عبادت کے اثرات نمایاں تھے۔ لیکن وہ لوگوں سے مانگ رہا تھا۔ میں نے یہ دیکھ کر دل میں کہا اگر یہ شخص کوئی چھوٹا موٹا کام کر لیتا جس سے مانگنے کی ذلت سے یہ اپنے آپ کو بچا لیتا تو بہت اچھا ہوتا۔ جب میں واپس اپنی رہائش گاہ پر آ گیا۔ رات کے وقت میرے کچھ اوراد و وظائف تھے۔ جن میں خوف خدا میں رونا اور نفلی نماز ادا کرنا بھی تھا۔ جب میں نے ان وظائف کو ادا کرنا چاہا تو مجھے بوجھ سا محسوس ہوا اور کوئی وظیفہ بھی دل جمی سے نہ کر سکا۔ میں بیٹھا جاگتا رہا بیٹھے بیٹھے آنکھوں پر نیند غالب آ گئی۔ میں سو گیا کیا دیکھتا ہوں کہ اس فقیر کو کچھ لوگ دستر خوان پر لے آئے جو زمین پر بچھا ہوا تھا اور مجھے کہنے لگا اس فقیر کا گوشت کھاؤ کیونکہ تم نے اس کی غیبت کی ہے۔ اسی وقت فقیر نے میرے دل کی بات بذریعہ کشف جان لی تھی۔ میں نے کہا میں نے غیبت تو نہیں کی تھی صرف دل میں ایسا خیال آیا تھا۔ مجھے جواب دیا گیا تو ان لوگوں میں سے نہیں جن سے اس قدر بات ہمیں پسند ہو۔ جاؤ اور جا کر فقیر سے معافی مانگو۔ میں صبح اٹھا اور ادھر ادھر لگا تار اسے تلاش کرتا رہا حتیٰ کہ وہ مجھے ایک پانی پر ملا۔ جہاں وہ سبزیوں کے دھونے کے بعد رہ گئے پتے چن رہا تھا۔ میں نے اسے سلام کیا۔ کہنے لگا اے ابو القاسم! دوبارہ ایسی حرکت کرو گے؟ میں نے عرض کیا نہیں۔ کہنے لگا اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اور تمہیں بھی معاف فرمائے۔ رضی اللہ عنہم

ابلیس بھی ولی اللہ سے ڈرتا ہے

امام یافعی نے ''روض الریاحین'' میں حضرت ابو القاسم جنید رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ لکھا ہے۔ فرماتے ہیں میں نے خواب میں ابلیس

ملعون کو دیکھا وہ برہنہ تھا۔ میں نے اسے کہا کیا تجھے انسانوں سے شرم نہیں آتی؟ کہنے لگا کیا یہ لوگ تمہارے نزدیک انسان ہیں؟ میں نے کہا ہاں۔ کہنے لگا اگر یہ انسانوں میں سے ہوتے تو میں ان سے یوں نہ کھیلتا جس طرح بچے گیند سے کھیلتے ہیں۔ لیکن انسان ان کے علاوہ اور ہیں۔ میں نے پوچھا وہ کون ہیں؟ کہنے لگا مسجد شونیزیہ میں وہ موجود ہیں۔ انہوں نے تو میرا ستیا ناس کر دیا ہے میرا جسم کمزور و لاغر کر دیا اور میرا جگر جلا کر راکھ کر دیا ہے۔ میں جب بھی ان کا قصد کرتا ہوں اور بہکا وادینے کی سوچتا ہوں تو وہ اس کے مقابلہ میں فوراً ذکر خدا کو اختیار کر لیتے ہیں۔ پھر ایسا ذکر کرتے ہیں کہ میں جل جانے کے قریب ہو جاتا ہوں۔ جناب جنید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ جب میں بیدار ہوا تو اس مسجد میں گیا وہاں مجھے تین مرد خدا ملے جنہوں نے اپنے سروں کو اپنی اپنی گودڑی میں چھپا رکھا تھا۔ جب انہیں میرے آنے کا احساس ہوا تو ان میں سے ایک نے گودڑی سے سر نکالا اور کہنے لگا اے ابوالقاسم! ابلیس خبیث کی بات سے دھوکہ نہ کھانا۔ یہ کہا اور پھر اپنا سر گودڑی میں چھپا لیا۔ بہجۃ الاسرار

اللہ کی عطا چھوٹے بڑے جس پر ہو جائے

''روض الریاحین'' میں امام قشیری رحمۃ اللہ علیہ کا ایک واقعہ منقول ہے۔ فرماتے ہیں میں نے ابو عبد اللہ شیرازی سے انہوں نے عبد الواحد بن بکر ورشانی سے انہوں نے محمد بن علی بن حسین مقری سے طرطوس میں سنا۔ وہ فرماتے ہیں میں نے ابو عبد اللہ بن جلا سے سنا کہ میری والدہ محترمہ نے ایک دن میرے والد محترم سے مچھلی کی خواہش کی۔ والد محترم بازار تشریف لے گئے میں بھی ان کے ساتھ تھا۔ آپ نے مچھلی خریدی اور انتظار میں تھا کہ کوئی اٹھانے والا مل جائے۔ آپ نے ایک بچہ دیکھا جو ان کے سامنے کھڑا تھا اس کے ساتھ اور بھی بہت سے بچے کھڑے تھے۔ اس سے پوچھا چچا جان! آپ کسی اٹھانے والے (مزدور) کا انتظار کر رہے ہیں؟ والد صاحب نے فرمایا ہاں چنانچہ اس نے مچھلی اٹھائی اور ہمارے ساتھ چل پڑا۔ راستہ میں ہم نے اذان کی آواز سنی بچہ کہنے لگا موذن نے اذان کہی ہے۔ اور مجھے ابھی طہارت (وضو) بھی کرنا ہے اور نماز بھی ادا کرنی ہے اگر آپ راضی ہیں تو ٹھیک ورنہ اپنی مچھلی خود اٹھا کر لے جاؤ میں نہیں جاؤں گا۔ یہ کہہ کر بچے نے مچھلی وہیں رکھ دی اور نماز ادا کرنے چلا گیا۔ میرے والد صاحب نے کہا کہ مچھلی کے بارے میں خدا پر بھروسہ کرنے میں ہم بچہ سے زیادہ حق رکھتے تھے۔ ہم بھی مسجد میں گئے اور نماز ادا کی۔ بچہ بھی آیا اور نماز ادا کی جب ہم مسجد سے باہر نکلے تو دیکھا کہ مچھلی اسی جگہ پڑی ہوئی ہے جہاں ہم نے رکھی تھی بچے نے اسے اٹھایا اور ہمارے ساتھ ہمارے گھر کی طرف چل پڑا۔ جب ہم گھر داخل ہوئے تو میرے والد صاحب نے یہ قصہ میری والدہ محترمہ کو بتایا۔ والدہ فرمانے لگیں بچہ سے کہیے کہ وہ ہمارے ہاں ٹھہرے اور ہمارے ساتھ کھانا کھائے ہم نے بچہ کو جب یہ کہا تو وہ بولا میں روزہ سے ہوں۔ ہم نے کہا اچھا۔ پھر رات کے کھانے کے لیے ہمارے گھر آ جانا۔ کہنے لگا میں جب دن میں ایک مرتبہ مزدوری کر لیتا ہوں تو دوبارہ نہیں کرتا۔ میں شام کو مسجد جاؤں گا۔ پھر اس کے بعد تمہارے پاس آؤں گا۔ یہ کہہ کر بچہ چلا گیا۔ جب رات ہوئی تو حسب وعدہ بچہ آیا اور ہم سب نے مل کر کھانا کھایا۔ جب فارغ ہوئے تو ہم نے اسے وضو کرنے کی جگہ بتائی۔ ہم نے اندازہ لگایا کہ وہ تنہائی چاہتا ہے۔ اس لیے ہم نے اسے الگ ایک کمرہ دے دیا جب رات کا کچھ حصہ گزرا۔ ہمارے پڑوس میں ایک لنجی لڑکی رہتی تھی۔ وہ دوڑتی ہوئی آئی ہم نے اس سے اس کا

حال (واقعہ) پوچھا۔ کہ تو کس طرح تندرست ہوئی ہے؟ تو وہ بولی میں نے دعا کی تھی اے اللہ! ہمارے مہمان کی حرمت سے مجھے تندرستی عطا فرما دے۔ پس دعا مانگی تھی کہ میں تندرست ہو کر اپنی ٹانگوں پر کھڑی ہو گئی۔ فرماتے ہیں اس بات کے سننے کے بعد ہم اس بچہ کی تلاش میں نکلے۔ دیکھا کہ دروازہ بند ہے جیسا کہ بند ہوتا ہے۔ لیکن بچہ ہمیں دکھائی نہ دیا۔ یہ واقعہ دیکھ کر والد محترم فرمانے لگے اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے کچھ صغیر اور کچھ کبیر ہوتے ہیں۔

غلام بھی اور اللہ تعالیٰ کا قرب بھی

امام یافعی رحمۃ اللہ علیہ نے ''روض الریاحین'' میں حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کا ایک واقعہ ذکر فرمایا۔ حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں مکہ شریف میں مقیم تھا کہ ان دنوں لوگ قحط کا شکار ہو گئے۔ بارش کافی عرصہ سے نہ ہوئی تھی لوگ نماز استسقاء کے لیے بیت اللہ شریف میں جمع ہوئے مکہ شریف کے تمام چھوٹے بڑے باسی جمع تھے۔ میں ان لوگوں میں سے تھا جو باب بنی شیبہ کے قریب تھے۔ اچانک ایک حبشی غلام ہماری طرف آیا اس نے دو پھٹے پرانے کپڑے اوڑھ رکھے تھے۔ ایک کو بطور تہبند باندھ رکھا تھا اور دوسرا کندھے پر ڈالا ہوا تھا۔ وہ میرے بالکل سامنے والی جگہ پر آ کر رک گیا۔ میں نے سنا کہ وہ اللہ تعالیٰ سے یوں عرض کر رہا تھا ''اے اللہ! گناہوں کی کثرت نے چہرے فق کر دیے ہیں اور برے اعمال سے منہ کی رونقیں اڑ گئیں ہیں تو نے آسمان سے بارش لوگوں کو ادب سکھانے کے لیے روک دی ہے۔ اے حلیم! اے امیدوں کے مرکز! اے وہ ذات جس کو بندے ہر اچھے کام سے پہچانتے ہیں تو ان لوگوں کو ابھی سیراب فرما دے''۔ وہ لفظ الساعۃ (یعنی ابھی سیراب کر دے) بار بار دہرا رہا تھا۔ حتیٰ کہ آسمان بادلوں سے بھر گیا اور چاروں طرف سے بارش برسنا شروع ہو گئی۔ وہ اپنی جگہ بیٹھا تسبیح میں مشغول رہا۔ یہ دیکھ کر میں نے رونا شروع کر دیا۔ جب وہ اپنی جگہ سے اٹھا تو میں نے اس کا پیچھا کیا۔ حتیٰ کہ اس کی رہائش گاہ کا مجھے علم ہو گیا۔ میں حضرت فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آیا۔ انہوں نے مجھ سے پوچھا میں تمہیں پریشان اور غمناک کیوں دیکھ رہا ہوں؟ میں نے عرض کی اس کام (بارش مانگنے اور اسے حاصل کرنے) میں ہمارے علاوہ کوئی شخص سبقت کر گیا ہے۔ اور ہمارے سوا یہ کام اس نے سرانجام دے دیا ہے۔ جناب فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا وہ کون ہے؟ میں نے انہیں پورا واقعہ سنا ڈالا۔ سن کر آپ نے چیخ ماری اور خاموش ہو گئے۔ بعد میں کہنے لگے تجھ پر افسوس اے ابن مبارک! مجھے اس کے پاس لے چلو۔ میں نے عرض کیا وقت بہت تنگ ہے۔ میں اس کے بارے میں مزید تحقیق و تفتیش کروں گا۔ دوسرے دن صبح ہوئی میں نے نماز چاشت ادا کی اور اس غلام کی رہائش گاہ پر گیا۔ وہاں دروازے پر مجھے ایک شیخ (بوڑھا) ملا جس کے لیے بیٹھنے کا اہتمام کیا گیا تھا۔ اور وہ کروفر کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ جب اس نے مجھے دیکھا تو پہچان لیا۔ کہنے لگا اے ابو عبدالرحمٰن! خوش آمدید کس کام کے لیے تشریف لائے ہو؟ میں نے اسے کہا مجھے ایک حبشی غلام چاہیے۔ کہنے لگا میرے پاس کئی حبشی غلام ہیں۔ ان میں سے جو پسند آئے وہ لے جاؤ۔ اس نے آواز دے کر غلاموں کو بلایا۔ ایک ایک غلام نکلتا رہا۔ سب سے پہلے جو غلام آیا وہ اچھا صحت مند اور طاقتور تھا۔ کہنے لگا یہ غلام انجام کار بہت مفید رہے گا۔ میں تمہارے لیے یہی پسند کرتا ہوں۔ میں نے کہا یہ میرے کام کا نہیں۔ پھر ایک ایک کر کے غلام میرے سامنے آتے رہے حتیٰ کہ وہ غلام آ

گیا جس کا ذکر ہو چکا ہے۔ جب میں نے اسے دیکھا تو دیکھنے کے ساتھ ہی میری نظر چندھیا گئی۔ بوڑھا بولا کیا تمہارا پسندیدہ غلام یہی ہے؟ میں نے کہا ہاں یہی ہے۔ بوڑھے نے کہا میں اسے فروخت نہیں کرنا نہیں چاہتا۔ میں نے پوچھا کیوں؟ کہنے لگا میں اس کی رہائش گاہ سے پورے مکان کے لیے برکت حاصل کرتا ہوں یہ میرے گھر بار کے لیے متبرک ہے اور یہ کسی قسم کا مجھ پر بوجھ نہیں اور نہ ہی اس کے بارے میں مجھے کوئی شکایت ہے میں نے بوڑھے سے پوچھا اس کے کھانے کا انتظام کیا ہے؟ کہنے لگا رسیاں بن کر یہ نصف دانق (سکہ) یا کم وبیش کم لیتا ہے اور اس سے اپنا کھانا مہیا کرتا ہے۔ اگر اسی دن وہ بک جائے تو بہتر ورنہ اس دن کھائے پیے بغیر گزارا کرتا ہے۔ دوسرے غلاموں نے مجھے اس کے بارے میں یہ بھی بتایا ہے کہ رات گئے تک سوتا نہیں نہ ہی ان کے ساتھ میل جول رکھتا ہے۔ بس وہ اپنے آپ میں مگن رہتا ہے ان باتوں کی وجہ سے میرے دل میں اس کی محبت بس گئی ہے۔ میں نے کہا کیا پھر میں سفیان ثوری اور فضیل بن عیاض (رحمۃ اللہ علیہ) کے پاس خالی ہاتھ جاؤں؟ یہ سن کر بوڑھا بولا تمہارے ہاں میرے پاس تشریف لانا معمول کی بات نہیں جو چاہتے ہو وہ لے لو میں نے وہ غلام خرید لیا اور اسے لے کر حضرت فضیل بن عیاض (رحمۃ اللہ علیہ) کے گھر کی طرف روانہ ہوا۔ میں کچھ دیر ہی چلا تھا کہ غلام نے مجھ سے کہا اے میرے مولیٰ! میں نے کہا کہو کیا کہنا چاہتے ہو جواب میں میں نے اسے لبیک کہا۔ کہنے لگا آپ مجھے لبیک کے لفظ سے جواب نہ دیں۔ غلام کے لیے جواباً یہ لفظ کہنا اچھا ہوتا ہے۔ میں نے اس سے پوچھا میرے دوست! تمہاری کیا حاجت ہے؟ کہنے لگا میں کمزور بدن کا مالک ہوں خدمت کرنے کی طاقت نہیں رکھتا اور آپ کی میرے علاوہ اور غلام خریدنے کی گنجائش بھی ہے۔ بوڑھے مالک نے آپ کو ایسے غلام بھی دکھائے جو مجھ سے زیادہ طاقت ور تھے۔ آپ ان میں سے کسی کو خرید لیں۔ میں نے اسے کہا اللہ نہ کرے، میں نے تمہیں اپنی خدمت سرانجام دینے کے لیے نہیں خریدا بلکہ میں نے اس لیے خریدا ہے کہ تمہاری اپنے ہاں رہائش کا بندوبست کروں تمہاری شادی کا انتظام کروں۔ اور میں خود تمہاری خدمت بجا لاؤں یہ سن کر وہ بہت رویا۔ میں نے پوچھا تمہیں کس نے رلایا ہے؟ اس نے کہا کہ آپ نے جو کچھ یہ کیا ہے، اس وقت کیا جب تمہیں اللہ تعالیٰ کے ساتھ میرے تعلق کا بخوبی مشاہدہ ہو گیا۔ اگر تم یہ نہ دیکھتے تو ہرگز مجھے ان غلاموں کو چھوڑ کر نہ خریدتے؟ میں نے کہا مجھے اس کی حاجت نہیں۔ اس نے مجھے کہا کہ تمہیں اللہ کی قسم ہے مجھے صحیح صحیح بات بتاؤ۔ میں نے کہا اصل بات تمہاری دعا کی قبولیت ہے۔ اس پر وہ بولا میرا خیال ہے کہ ان شاء اللہ تم بھی صالح مرد ہو۔ اللہ تعالیٰ کے جو اچھے بندے ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کی اچھائی اور ان کے حالات صرف انہی لوگوں پر منکشف کرتا ہے جو اسے محبوب ہوتے ہیں اور ان بندوں کی اطلاع انہی لوگوں کو ہوتی ہے جو مخلوق میں سے اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ ہوتے ہیں۔ پھر کہنے لگا آپ مجھے تھوڑی سی مہلت دیں گے۔ کیونکہ میری کل رات کی کچھ رکعات ادا کرنے سے رہ گئی تھیں میں وہ ادا کر لوں۔ میں نے کہا دیکھو جناب فضیل بن عیاض کا گھر بالکل قریب ہے۔ کہنے لگا نہیں نہیں، میں یہیں ادا کرنا پسند کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ کے کام کو موخر نہیں کرنا چاہیے۔ وہ مسجد میں گیا۔ لگاتار نماز ادا کرنے لگا۔ حتیٰ کہ جو ارادہ تھا وہ پورا کر لیا پھر میری طرف دیکھا اور کہنے لگا اے ابو عبدالرحمٰن! کوئی حاجت ہو تو بتایئے؟ میں نے پوچھا کیوں کیا بات ہے؟ کہنے لگا میں واپس جا رہا ہوں۔ میں نے پوچھا کہاں جا رہے ہو؟ کہنے لگا آخرت کی طرف۔

میں نے کہا ابھی نہ جاؤ مجھے تم سے کچھ راز کی باتیں کرنی ہیں۔ کہنے لگا زندگی اس وقت بھلی تھی جب معاملہ صرف میرے اور میرے رب کے درمیان تھا۔ جب اس پر آپ بھی مطلع ہو گئے تو بہت جلد دوسرے بھی اسے جان لیں گے اور مجھے ضرورت نہیں۔ پھر وہ منہ کے بل لیٹ گیا اور یہ کہنا شروع کر دیا ''اے اللہ! اسی وقت مجھے اپنے پاس بلا لے''۔ میں جب اس کے قریب گیا تو وہ اللہ کو پیارا ہو گیا تھا۔ خدا کی قسم! مجھے جب بھی اس کی یاد آتی ہے تو میرا غم طویل ہو جاتا ہے اور دنیا مجھے بہت چھوٹی دکھائی دیتی ہے۔

دنیا کی ہر چیز اللہ کے بندے کے پیچھے پیچھے پھرتی ہے

''روض الریاحین'' مصنف رقمطراز ہیں کہ کسی صالح (ولی اللہ) نے مجھے بتایا وہ اپنی کیفیت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں بیس سال سے متواتر دنیا میرے پاس بہت عمر کی بوڑھیا کی شکل میں آتی رہی۔ اس کا چہرہ مہرہ نہایت مکروہ اور ڈراؤنا تھا۔ ایسا کہ مجھے اسے دیکھنے کی ہمت نہ پڑتی تھی۔ وہ میرے لیے کھانے پینے کا سامان اٹھا کر لاتی۔ میں نے اس جیسا ذائقہ دار کھانا کبھی نہ دیکھا۔ نہ ہی مجھ میں یہ قدرت ہے کہ میں اس کھانے کا ذائقہ، خوشبو اور رنگ بیان کرسکوں۔ نہ ہی اس کھانے کے برتنوں کا حسن و جمال مجھ سے بیان ہوسکتا ہے۔ فرماتے ہیں میں ان کھانوں کے ہر ایک کھانے میں حلوے کی مٹھاس، شہد، گوشت اور دودھ وغیرہ کا ذائقہ پاتا۔ حالانکہ وہ نہ حلوہ ہوتا نہ شہد اور نہ ہی گوشت و دودھ ہوتا۔ میرے پاس جنگلی درندے آئے۔ شیر، چیتا وغیرہ اور وہ میرے قریب آ کر بیٹھ جاتے۔ ہر درندہ میرے ساتھ موافقت کرتا۔ یعنی اگر میں بیٹھا ہوتا تو وہ بھی بیٹھا رہتا اور اگر لیٹ جاتا تو وہ بھی لیٹ جاتا۔ ہرنیوں کا شکار کرتے اور انہیں میرے پاس لا کر کھاتے اگر رات کے وقت میرا کوئی مہمان آ جاتا تو وہ بتانے کے لیے زمین پر پنجہ مارتے۔ حتیٰ کہ میں مہمان کے پاس چلا جاتا۔ بعض اوقات میرے پاس جنات اور انسانوں میں کثیر تعداد میں اولیاء کرام تشریف فرما ہوتے۔ ہر رات نماز عشاء کے بعد ہم پر بہت بڑا دستر خوان اترتا جس پر ایسے ایسے کھانے چنے ہوتے جن کی تعریف کرنے والے تعریف نہ کر سکتے۔ ان میں ہر پاکیزہ اور حلال چیز کا ذائقہ ہوتا ہم اکٹھے ہو جاتے۔ کبھی کبھی تو ہماری تعداد چار سو کے لگ بھگ ہو جاتی اس کے باوجود ہمارے کھانے میں سے کچھ بھی کم نہ ہوتا اور تمام موجود حضرات پیٹ بھر کر کھاتے۔ فرماتے ہیں فاقہ کے دوران مجھ پر ہوا سے دستر خوان اترا کرتا تھا۔ اگر میں اس کی طرف نظر اٹھاتا تو وہ واپس ہو جاتا اور اگر میں عبادت میں مشغول رہتا اور اس کی طرف نہ دیکھتا تو لگا تار وہ اترتا رہتا۔ حتیٰ کہ میرے سامنے آ گرتا پھر میں اس سے بقدر حاجت کھا لیتا۔ فرماتے میرے ابتدائی دور میں جب میں سب سے کٹ کر اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو گیا تھا سب سے پہلی مرتبہ مائدہ (پکا پکایا کھانا) ساتویں دن اترا تھا۔ جب کہ مجھے بہت سخت بھوک لگی ہوئی تھی اور پانچویں رات تو میرے لیے انتہائی مشکل تھی۔ اس کے بعد کچھ آسانی ہو گئی پھر مائدہ کے ساتھ نور عظیم بھی اترا جس سے تمام وجود بھر گیا۔ فرماتے ہیں شیاطین میرے پاس آتے، مجھے ڈراتے دھمکاتے اور بڑے بڑے خوفناک منظر دکھاتے، ان کا سردار یا بادشاہ بہت سی فوج کے ہمراہ آتا جو مسلح ہوتی اور کثیر تعداد میں ہوتی۔ اس کے سامنے ڈھول پیٹے جاتے۔ وہ فوج کے سامنے سے گزرتا۔ تمام فوجیوں نے تمکین قسم کا لباس پہن رکھا ہوتا۔ فرماتے ہیں یونہی بعض دفعہ میرے سامنے سے بڑی

بڑی خطرناک چیزیں گزرتیں جن کے ستر سر ہوتے۔ موصوف نے اور بھی بہت سے عجائبات کا ذکر کیا اور کرامات بیان فرمائیں۔

ولی کی موت بھی عجیب ہوتی ہے

''روض الریاحین'' میں حضرت ابوسعید خراز رحمۃ اللہ علیہ کا ایک واقعہ مذکور ہے۔ فرماتے ہیں میں مکہ شریف میں تھا ایک دن میں باب بنی شیبہ سے گزرا تو مجھے ایک نوجوان مرا ہوا دکھائی دیا جس کا چہرہ بہت حسین تھا۔ میں نے جب اس کے چہرے کو دیکھا وہ مسکرا دیا اور مجھے کہنے لگا اے ابوسعید! کیا تم نہیں جانتے کہ احباب (اللہ تعالیٰ کے دوست) زندہ ہوتے ہیں اگرچہ فوت ہو جائیں۔ وہ تو ایک گھر سے دوسرے گھر منتقل ہوتے ہیں۔

ولی ضرورت مند کی ضرورت بھانپ جاتے ہیں

امام یافعی رحمۃ اللہ علیہ ''روض الریاحین'' میں جناب ابوجعفر صفار رحمۃ اللہ علیہ کا ایک واقعہ نقل کرتے ہیں۔ فرمایا میں کئی دنوں سے جنگل میں تھا مجھے عرصہ تک پیاس نے ستایا اور کمزور کر دیا۔ میں نے ایک کمزور اور دبلا پتلا آدمی دیکھا۔ جس نے منہ کھولا ہوا تھا اور آسمان کی طرف دیکھ رہا تھا۔ میں نے اس سے پوچھا کھڑے ہو کر یہ کیا کر رہے ہو؟ کہنے لگا مولیٰ اور بندے کے درمیان تم کون ہو دخل اندازی کرنے والے؟ پھر اس نے اپنے ہاتھ سے اشارہ کرتے ہوئے کہا یہ راستہ ہے ادھر چلے جاؤ میں اس کے اشارہ کی جانب چل پڑا۔ ابھی تھوڑا سا ہی چلا تھا کہ مجھے دو روٹیاں دکھائی دیں۔ ان میں سے ایک پر گرم گرم گوشت کا ٹکڑا رکھا ہوا تھا اور وہیں پانی سے بھرا ایک کوزہ بھی تھا۔ میں نے روٹیاں کھائیں پیٹ بھر گیا اور خوب جی بھر کر پانی پیا۔

ولی اللہ کی خدمت قیامت میں کام آتی ہے

''روض الریاحین'' میں شیخ ابوعلی روذباری رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ منقول ہے۔ آپ کے پاس فقراء کی ایک جماعت آئی ان میں سے ایک فقیر بیمار ہو گیا۔ اور اسی بیماری میں کئی دن گزارے اس کے ساتھی اس کی خدمت اور تیمارداری سے تنگ آ گئے۔ اور اس بات کی انہوں نے شیخ ابوعلی موصوف سے ایک دن شکایت بھی کر دی۔ شیخ ابوعلی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے نفس کی مخالفت کرتے ہوئے قسم اٹھائی کہ میرے سوا اس فقیر کی خدمت اور تیمارداری کوئی نہیں کرے گا۔ آپ کئی دن اس کی تیمارداری کرتے رہے پھر اس فقیر کا انتقال ہو گیا۔ آپ نے خود اپنے ہاتھوں سے اسے غسل دیا کفن پہنایا اور نماز جنازہ پڑھ کر دفن کر دیا۔ جب قبر میں رکھ کر اس کے کفن کا سرا کھولنے لگے تو دیکھا کہ اس کی دونوں آنکھیں کھلی ہیں۔ اور وہ انہیں دیکھ رہا ہے۔ پھر اس فقیر نے آپ سے کہا اے ابوعلی! میں اپنے مقام و مرتبہ کی بدولت کل قیامت کے دن تیری مدد کروں گا۔ جیسا کہ تو نے اپنے نفس کی مخالفت کر کے میری مدد کی۔

کبھی مدفون ولی سے بھی کرامت واقع ہو جاتی ہے

امام یافعی لکھتے ہیں ایک گورکن نے ہمیں واقعہ سنایا کہ ایک دفعہ میں نے ایک شہر میں قبر کھودی۔ تو مجھے وہاں قبر میں تخت پر بیٹھا ایک انسان دکھائی دیا۔ اس نے ہاتھ میں قرآن کریم پکڑا ہوا تھا اور اس کی تلاوت کر رہا تھا۔ گورکن نے یہ بھی بیان کیا کہ

اس کے پاس نہر بھی بہہ رہی تھی۔ یہ دیکھ کر گورکن بے ہوش ہو گیا۔ لوگوں نے اسے قبر سے باہر نکالا لیکن کسی کو معلوم نہ تھا کہ اسے کیا ہوا ہے۔ پھر دوسرے یا تیسرے دن جب اسے ہوش آیا تو اس نے لوگوں کو جو دیکھا تھا وہ بیان کیا۔ کسی نے اس سے پوچھا کہ مذکورہ قبر کی نشاندہی کرو۔ چنانچہ گورکن نے اسے قبر بتانے کا ارادہ کیا۔ جب رات ہوئی تو صاحب قبر اس کے خواب میں آیا اور کہا کہ تمہیں میں اللہ تعالیٰ کی قسم دیتا ہوں اگر تم نے میری قبر کی کسی کو نشاندہی کی تو فلاں فلاں مصیبت میں تم گرفتار ہو جاؤ گے۔ وہ جب جاگا تو اپنے ارادے سے توبہ کی۔ یوں لوگوں کو قبر معلوم نہ ہو سکی، ان پر مخفی کر دی گئی۔ لہٰذا اس ولی اللہ کا کوئی سراغ نہ لگا سکے۔

اولیاءکرام کے ساتھ چلنے کے لیے صفائی ضروری ہے

''روض الریاحین'' میں امام یافعی نے شیخ عبداللہ بن عبید عبادانی رحمۃ اللہ علیہ سے ایک واقعہ نقل کیا ہے۔ شیخ موصوف فرماتے ہیں میں مسجد عبادان میں نماز عشاء ادا کرنے کے بعد بیٹھا ہوا تھا۔ پہلی صف کے اندر تین آدمیوں نے میرے ساتھ ہی نماز ادا کی۔ پھر وہ تینوں مسجد سے نکل کر دریا کی طرف روانہ ہوئے۔ میرے دل میں آیا کہ یہ حضرات اولیاء اللہ ہیں۔ لہٰذا میں ان کے پیچھے پیچھے چل پڑا۔ جب وہ دریا پر پہنچ گیا تو ان کے لیے دریا کی سطح پر چاندی کا چوڑا انگڑا بچھا دیا گیا وہ اس پر سوار ہو گئے۔ میں نے بھی اس پر پاؤں رکھا تا کہ ان کے ساتھ ساتھ جاسکوں۔ لیکن وہ پانی میں کہیں گم ہو گیا میں یہ دیکھ کر وہاں بیٹھا رہا۔ وہ چلے گئے میں واپس مسجد میں آ گیا جب صبح ہوئی تو میں نے انہیں پہلے کی طرح جماعت کی پہلی صف میں کھڑے دیکھا نماز سے فارغ ہو کر وہ مسجد میں ہی بیٹھ گئے اور عشاء کی نماز تک وہیں رہے۔ عشاء ادا کرنے کے بعد پھر دریا کی طرف روانہ ہو گئے۔ دریا پر آج بھی ان کے لیے چاندی کا چوڑا انگڑا بچھا دیا گیا۔ وہ اس پر سوار ہو گئے لیکن میں نے جب پاؤں رکھا تو وہ پانی میں گم ہو گیا میں پھر بیٹھ کر رونے لگا۔ وہ چلے گئے اور میں واپس مسجد میں آ گیا۔ جب تیسرا دن آیا تو وہ پہلی صف میں مجھے دکھائی دیے۔ میں نے دل میں کہا اے نفس! یہ محرومی تیری وجہ سے مجھے دیکھنی پڑی۔ اگر تجھ میں بھلائی ہوتی تو میں ضرور ان کے ساتھ دریا سے گزر جاتا۔ اللہ تعالیٰ میری سچائی سے بخوبی واقف ہے۔ بہر حال آج سے وہ پھر جانب دریا روانہ ہوئے اور بعینہ اسی وقت نکلے جب روزانہ نکلتے تھے۔ آج بھی ان کے لیے چاندی کا چوڑا انگڑا بچھایا گیا۔ وہ اس پر سوار ہو گئے میں نے بھی اس پر پاؤں رکھا۔ لیکن آج مجھے کامیابی حاصل ہو گئی۔ ان میں سے ایک نے میرا ہاتھ پکڑا۔ جب میں نے غور سے دیکھا تو وہ تعداد میں سات تھے۔ ہر رات ان کو سات مچھلیاں عطا کی جاتیں۔ آج تیسری رات تھی اور میں بھی ساتھ تھا۔ اس لیے آج دستر خوان پر سات کی بجائے آٹھ مچھلیاں تھیں۔ میں ان کے ساتھ بیٹھ کر کھانے میں مشغول ہو گیا۔ میں نے ان میں سے ایک سے کہا کاش! کہ کچھ تھوڑا سا نمک بھی ہمیں مل جاتا۔ میری یہ بات سن کر اس نے مجھے کہا اوہ! تو تو واقعی ان میں سے ہے اس نے میرا ہاتھ پکڑا۔ میں کیا دیکھتا ہوں کہ اس وقت میں ایک بڑے راستہ پر کھڑا ہوں۔ اس کے بعد وہ مجھے نظر نہ آئے میں اللہ تعالیٰ سے حسن توفیق چاہتا ہوں۔

ولی قیامت میں کام آئیں گے

امام یافعی نے ''روض الریاحین'' میں حضرت ابراہیم خواص رحمۃ اللہ علیہ کی ایک حکایت ذکر فرمائی۔ فرماتے ہیں میں نے بصرہ میں ایک غلام دیکھا جس کے بارے میں اعلان کیا جارہا تھا۔ اس غلام کو اس کے عیبوں سمیت کوئی خریدنے والا ہے؟ اس کے عیب تین ہیں رات کو جاگتا رہتا ہے دن کو کھاتا نہیں اور ضرورت کے بغیر بات نہیں کرتا۔ جناب ابراہیم خواص فرماتے ہیں میں نے غلام سے کہا مجھے تو عارف باللہ دکھائی دیتا ہے۔ غلام بولا اگر میں عارف ہوتا تو اس کے سوا کسی اور سے میرا کوئی تعلق نہ ہوتا۔ فرماتے ہیں مجھے ان باتوں سے معلوم ہوگیا کہ وہ واقعی ولی اللہ ہے۔ میں نے سوداگر سے کہا اس غلام کے کتنے دام ہیں؟ اس نے کہا آپ جو بھی دے دیں یہ تو مجنوں ہے۔ میں نے اس کی قیمت اس کے مالک کو دی۔ دل میں میں نے کہا، اے اللہ! میں نے اس غلام کو تیرے لیے آزاد کردیا ہے۔ اس نے مڑ کر میری طرف دیکھا اور کہنے لگا اے ابراہیم! اگر تو نے مجھے دنیا میں غلامی سے آزاد کردیا ہے تو یقیناً اللہ تعالیٰ نے تجھے جہنم کی آگ سے آزاد کردیا ہے۔ پھر وہ غلام مجھ سے غائب ہوگیا اور میں اسے نہ دیکھ سکا۔

جو اللہ کا خادم دنیا اس کی خادم

''روض الریاحین'' میں منقول ہے کہ شیخ ابوالفوارس شاہ بن شجاع کرمانی رحمۃ اللہ علیہ ایک مرتبہ شکار کے لیے نکلے۔ ان دنوں آپ کرمان کے حاکم تھے۔ شکار کی تلاش میں بہت دور نکل گئے۔ حتیٰ کہ بے آب و گیاہ میدان میں اکیلے رہ گئے۔ اچانک انہیں درندے پر سوار ایک نوجوان دکھائی دیا۔ اس کے اردگرد اور بھی بہت سے درندے تھے جب درندوں نے شاہ کو دیکھا تو اس پر حملہ آور ہونے لگے۔ لیکن نوجوان نے انہیں ڈانٹ کر ٹھنڈا کردیا جب نوجوان ان کے قریب گیا۔ سلام کیا اور کہنے لگا بادشاہ سلامت! اللہ تعالیٰ سے یہ غفلت کیسی ہے؟ آپ آخرت کو بھلا کر دنیا میں دل لگا بیٹھے ہیں۔ اپنے مولیٰ کی خدمت کی بجائے دنیوی لذتوں اور خواہشات میں عمر بسر کردی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تو تمہیں دنیا اس لیے دی تھی تاکہ اس کے ذریعہ اللہ کی خدمت کرے لیکن تم نے تو اسے اس سے منہ موڑنے کا ذریعہ بنالیا ہے۔ ابھی نوجوان کی گفتگو جاری تھی کہ ایک بڑھیا ہاتھ میں پانی لیے آگئی اس نے نوجوان کو پانی دیا۔ نوجوان نے پی کر بقیہ پانی شاہ موصوف کو دیا جسے انہوں نے پی لیا۔ بیان کرتے ہیں کہ اس پانی جیسا لذیذ پانی میں نے کبھی نہ پیا نہ ہی اس سے زیادہ ٹھنڈا اور میٹھا پانی کبھی میسر آیا۔ اس کے بعد بڑھیا غائب ہو گئی نوجوان نے بتایا کہ بڑھیا دراصل دنیا تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اسے میری خدمت کے لیے مقرر کیا ہوا ہے۔ میں جب بھی کسی چیز کی ضرورت محسوس کرتا ہوں اسی وقت یہ حاضر کردیتی ہے۔ کیا تمہیں یہ بات نہیں پہنچی کہ جب اللہ تعالیٰ نے دنیا کو پیدا کیا تھا تو فرمایا تھا اے دنیا! جو میری خدمت کرے تو اس کی خادم بن جانا اور جو تیرا خادم بنے اس سے خوب خدمت کرانا۔ جب شاہ موصوف نے یہ ماجرا دیکھا تو توبہ کی۔ پھر ان سے جو ہوا سو ہوا (یعنی اللہ تعالیٰ کا قرب میسر آیا)

نفس کی مخالفت سے خدا راضی ہوتا ہے

''روض الریاحین'' میں جناب شبلی رضی اللہ تعالیٰ کا ایک واقعہ مذکور ہے۔ فرماتے ہیں ایک دن مجھے میرے دلی خیال نے کہا کہ تو بخیل ہے۔ میں نے اسے کہا کہ میں بخیل نہیں ہوں۔ دل پھر بولا بلکہ تو بخیل ہے میں نے نیت کر لی کہ مجھے اس کے بعد سب سے پہلی جو چیز ملے گی میں وہ اس فقیر کو دے دوں گا جس سے سب سے پہلے ملاقات ہوگی۔ ابھی میں انہی خیالات میں تھا کہ فلاں آدمی (جس کا آپ نے نام بتایا) پچاس دینار لیے میرے پاس آیا۔ میں نے وہ لے لیے اور گھر سے باہر نکل گیا سب سے پہلے جس فقیر سے میری ملاقات ہوئی وہ آنکھوں سے محروم تھا یا مادر زاد اندھا تھا۔ وہ ایک حجام کے سامنے بیٹھا سر منڈوا رہا تھا۔ میں نے پچاس دینار اسے دینے چاہے۔ کہنے لگا حجام کو دے دو۔ میں نے اسے کہا بھائی! دینار ہیں (اچھی خاصی رقم ہے یہ حجام کو کیوں دے دوں؟) میری یہ بات سن کر اس نے سر اٹھایا اور مجھے کہنے لگا ''ہم نے نہیں کہا تھا کہ تو بخیل ہے''۔ میں نے وہ دینار حجام کو دینے چاہے۔ حجام بولا جب یہ فقیر میرے سامنے حجامت بنوانے بیٹھا تھا۔ اسی وقت میں نے اللہ تعالیٰ سے یہ وعدہ کر لیا تھا کہ میں اس کی حجامت کا معاوضہ بالکل نہیں لوں گا۔ جناب شبلی فرماتے ہیں میں نے وہ دینار لیے اور دریا کی طرف روانہ ہو گیا۔ وہاں پہنچ کر میں نے انہیں دریا میں پھینک دیا اور کہا اللہ تعالیٰ نے جو میرے ساتھ کیا وہ کیا۔ تجھ سے جو پیار کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے ذلیل کر دیتا ہے۔

ولی اللہ کی عبادت بے مثل ہوتی ہے

امام یافعی لکھتے ہیں حجۃ الاسلام امام ابو حامد غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں نے امام الحرمین رحمۃ اللہ علیہ سے سنا۔ فرمایا استاذ ابو بکر یعنی امام ابن فورک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا میرا زمانہ طالب علمی کا ایک ساتھی تھا۔ وہ حصول تعلیم کے لیے انتھک محنت کرتا تھا متقی و عبادت گزار بھی تھا۔ لیکن بسیار کوشش کے باوجود اسے بہت کم حاصل ہوتا تھا۔ ہم اس کی حالت پر تعجب کیا کرتے تھے۔ اتفاق سے وہ بیمار ہو گیا۔ اس نے بیماری کے دوران اپنے آپ کو اولیاء کرام کے ساتھ مسافر خانے میں پابند کر لیا، ہسپتال ہرگز نہ گیا۔ بیماری کے ہوتے ہوئے بھی وہ مجاہدہ کرتا۔ اس کی حالت بہت نازک ہو گئی۔ میں اس کے قریب ایک طرف بیٹھا تھا۔ اسی دوران اس نے آسمان کی طرف ٹکٹکی باندھی۔ پھر کہا اے ابن فورک! لِمِثْلِ هٰذَا فَلْيَعْمَلِ الْعٰمِلُوْنَ ﴿۶۱﴾ (الصافات) کام کرنے والوں کو ایسے ہی کام کرنے چاہئیں یہ کہا اور فوت ہو گیا۔

اللہ تعالیٰ کی محبت میں سب کچھ بھول گیا

شیخ صفی الدین رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ صاحب روض الریاحین لکھتے ہیں۔ فرماتے ہیں میں نے مصر کی بارونق جگہ میں ایک مست (عاشق) عورت کو دیکھا جو تیس سال سے لگاتار پاؤں پر کھڑی تھی اور ایک ہی جگہ گزارے۔ نہ دن کو بیٹھی اور نہ رات کو، نہ گرمیوں میں اور نہ ہی سردیوں میں دھوپ اور بارش سے بچاؤ کے لیے اس کے پاس کوئی چیز نہ تھی جس کو اوپر اوڑھ لیتی یا اس کا سایہ کر لیتی۔ سانپ اور بچھو وغیرہ نے اس کے قریب گھر بنا رکھے تھے۔ بہرحال اس کا معاملہ بہت ہی عجیب تھا۔

دریا و سمندر کی مخلوق ولی کا حکم مانتی ہے

حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ کا ایک واقعہ امام یافعی نے ''روض الریاحین'' میں ذکر کیا۔ فرماتے ہیں ہم ایک مرتبہ کشتی میں سوار ہوئے۔ ہمارے ساتھ خوبصورت اور چمکتے چہرے والا ایک نوجوان بھی سوار ہو گیا۔ جب ہم دریا کے درمیان پہنچے تو کشتی کے مالک کی تھیلی گم ہو گئی جس میں بہت سامال تھا۔ اس نے کشتی میں سوار ہر شخص کی تلاشی لی۔ تلاشی لیتے لیتے جب باری اس نوجوان کی آئی تو اس نے کشتی سے چھلانگ لگا دی اور دریا کی موجوں پر جا بیٹھا۔ جس موج پر بیٹھا وہ اس کے لیے تھم گئی ایسی کہ گویا تخت بن گئی ہے۔ ہم اس کی طرف دیکھ رہے تھے اس نے دعا کی اے میرے مولی! ان لوگوں نے مجھ پر تہمت باندھی ہے۔ میں تجھے اے میرے دل کے حبیب! قسم دیتا ہوں کہ تو اس جگہ دریا میں موجود ہر مخلوق کو حکم دے کہ وہ اپنا سر باہر نکالے اور ان میں سے ہر ایک کے منہ میں موتی ہو۔ حضرت ذوالنون رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ابھی اس کی دعا مکمل بھی نہ ہوئی تھی ہم نے دیکھا تمام دریائی مخلوق کشتی کے سامنے اپنے سر نکالے اور اپنے اپنے منہ میں موتی تھامے موجود ہے۔ ہر ایک کا موتی دمک رہا تھا۔ پھر اس نوجوان نے موج سے دریا میں چھلانگ لگا دی اور پانی کی سطح پر اکڑ کر چلنے لگا۔ اور کہہ رہا تھا اِیَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ ۝ (الفاتحہ) حتیٰ کہ میری نظروں سے اوجھل ہو گیا۔

ولی مشکل ٹال دیتا ہے

شیخ عبدالواحد بن زید رحمۃ اللہ علیہ سے ایک واقعہ مروی ہے۔ جسے صاحب ''روض الریاحین'' نے نقل کیا۔ شیخ موصوف فرماتے ہیں میں نے ایک مرتبہ بیت المقدس جانے کا قصد کیا لیکن راستہ بھول گیا۔ اچانک میرے سامنے ایک عورت آ گئی میں نے اس سے پوچھا۔ اے مسافر عورت! کیا تو بھی راستہ بھولی ہوئی ہے؟ کہنے لگی جو اللہ کا عرفان رکھتا ہو وہ غریب (مسافر) کب ہو سکتا ہے اور جو اس سے محبت کرتا ہو وہ راستہ کیسے بھول سکتا ہے؟ پھر کہنے لگی میری اس لاٹھی کا سرا پکڑو۔ وہ میرے آگے آگے چل پڑی میں نے لاٹھی پکڑی اور اس کے ہمراہ اندازاً سات قدم چلا ہوں گا کہ اچانک میرے سامنے مسجد بیت المقدس آ گئی۔ میں نے اپنی آنکھیں ملنا شروع کر دیں اور دل میں سوچا شاید مجھے مغالطہ لگا ہے۔ وہ کہنے لگی اے مرد خدا! تمہاری سیر زاہدوں کی سی سیر ہے اور میری سیر عارفین کی سی سیر ہے۔ زاہد سیر کرتا ہے اور عارف اڑتا ہے۔ پیدل چلنے والا (سیر کرنے والا) اڑنے والے سے کب مل سکتا ہے؟ پھر وہ مجھ سے غائب ہو گئی اس کے بعد مجھے وہ نظر نہ آئی (رحمۃ اللہ علیہا)

مرنے کے بعد ولی کا تصرف

حضرت ابو اسحاق فزاری رحمۃ اللہ علیہ کی حکایت روض الریاحین میں مذکور ہے۔ فرماتے ہیں ایک شخص کا ہمارے ساتھ اٹھنا بیٹھنا بکثرت تھا لیکن اس نے اپنا آدھا چہرہ ہر وقت ڈھانپا ہوتا۔ میں نے ایک دفعہ اس سے پوچھا آپ بکثرت ہم سے ملتے جلتے ہیں۔ ہمارے ساتھ اٹھتے بیٹھتے ہیں لیکن تمہارا آدھا چہرہ ہر وقت پردہ میں ہوتا ہے۔ مجھے اس کا راز بتاؤ کہنے لگا تم مجھے امان دو گے؟ میں نے کہا ضرور۔ کہنے لگا بات یہ ہے کہ میں کفن چور تھا۔ ایک عورت کو جب دفن کر دیا گیا تو میں اس کی قبر پر

گیا۔ میں نے اس کی قبر کھودنی شروع کی۔ کھودتے کھودتے جب کچی اینٹوں تک پہنچ گیا تو میں نے ان کو بھی ایک طرف کر دیا۔ پھر میں نے اس عورت کی چادر (کفن) پر ہاتھ ڈالا لفافہ پر ہاتھ ڈالا میں نے اسے کھینچ کر اتارنے کی کوشش کی۔ میں اپنی طرف کھینچتا تھا اور مردہ عورت اسے اپنی طرف کھینچتی تھی۔ میں نے اسے مخاطب کر کے کہا کیا تم مجھ پر غالب آ جاؤ گی؟ میں اس کے بعد گھٹنوں کے بل بیٹھ گیا اور پورے زور سے کفن کھینچ لیا۔ اس نے قبر میں سے ہاتھ اٹھایا اور زور سے میرے منہ پر دے مارا۔ یہ کہہ کر اس نے اپنے چہرے سے کپڑا ہٹایا تو دیکھا کہ اس کے چہرہ پر پنجہ کا نشان اب بھی موجود تھا۔ میں نے پھر اس سے پوچھا تو نے پھر کیا کیا؟ کہنے لگا میں نے اس عورت کا جو کفن اتارا تھا وہ بھی اور جسے کھینچ رہا تھا وہ بھی دوبارہ اس کو پہنا دیے۔ پھر اینٹیں درست کیں اور مٹی ڈالی اور میں نے اپنے دل میں عہد کر لیا کہ جب تک زندہ ہوں کسی مردہ کا کفن نہیں چراؤں گا۔

ولی کو ولی ہی پہچانتا ہے

امام یافعی رحمۃ اللہ علیہ ''روض الریاحین'' میں حضرت احمد بن ابی حواری رحمۃ اللہ علیہ سے ایک واقعہ ذکر کرتے ہیں۔ موصوف فرماتے ہیں، ایک مرتبہ میں مکہ شریف کے راستہ میں حضرت ابوسلیمان درانی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ تھا کہ میرا توشہ دان گر گیا۔ میں نے اس کی خبر جناب ابوسلیمان درانی کو دی تو انہوں نے یوں دعا کی یا راد الضالة اردد علینا الضالة۔ اے گمشدہ کو لوٹانے والے! ہماری گم شدہ چیز ہمیں لوٹا دے۔ دعا کے تھوڑی ہی دیر بعد ایک شخص آیا۔ اس نے آتے ہی ہم سے پوچھا کسی کی زنبیل گری ہے؟ میں نے دیکھا تو وہ زنبیل میری ہی تھی۔ میں نے اسے لے لیا۔ جناب ابوسلیمان موصوف نے فرمایا وہ پانی کے بغیر ہمارے لیے چھوڑ گیا ہے۔ اے احمد! ہم تھوڑی دور چلے سخت سردی تھی اور ہم پر پریشانی بھی تھی ہمیں ایک شخص دکھائی دیا جس پر دو پرانی چادریں تھیں اور وہ پسینے میں شرابور تھا۔ اسے جناب سلیمان نے فرمایا تم ہمارے ساتھی ہی معلوم ہوتے ہو؟

اس نے کہا سردی اور گرمی اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سے دو پیدا کردہ اشیاء ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ انہیں حکم دے کہ مجھ پر چھا جائیں اور مجھے ان کا احساس ہو تو ایسا ہی ہوتا ہے۔ اور اگر حکم دے کہ اسے چھوڑ دو تو مجھے قطعاً گرمی سردی کا احساس نہیں ہوتا۔ میں اس جنگل میں عرصہ تیس سال سے چل رہا ہوں۔ اس عرصہ میں میں نے نہ تو کبھی گرمی کی وجہ سے پھونک ماری اور نہ ہی سردی سے کبھی کپکپی طاری ہوئی۔ سردیوں میں اس کی محبت کی تپش میرا لباس ہوتی ہے اور وہ گرمیوں میں مجھے اپنی محبت کی ٹھنڈک کا لباس مرحمت فرما دیتا ہے۔ اے درانی! تم زہد و عبادت کو چھوڑتے ہو اور کپڑوں کی طرف متوجہ ہوتے ہو۔ تبھی تمہیں سردی ستاتی ہے۔ اے درانی! تم روتے اور چلاتے ہو اور آرام دہ چیزوں میں آرام تلاش کرتے ہو۔ اس کے بعد جناب ابو سلیمان چلے گئے اور فرمایا مجھے اس کے سوا کسی نے نہیں پہچانا۔

عارف کی پہچان

''روض الریاحین'' میں ہی منقول ہے کہ حضرت ابراہیم بن شیبان رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے عارف کی تعریف پوچھی۔ آپ نے

فرمایا میں طور پہاڑ پر اپنے شیخ جناب ابوعبداللہ مغربی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ تھا۔ ہمارے ساتھ اس وقت ستر اور بھی مردان خدا تھے۔ وہاں ہمارے پاس ایک دن ایک نوجوان آیا جس پر خشوع وخضوع کے اثرات تھے۔ جب ہم نماز پڑھتے تو وہ بھی ہمارے ساتھ نماز ادا کرتا۔ پھر جب ہم باہم علمی گفتگو کرتے تو وہ خاموش بیٹھا سنتا رہتا۔ ہم ایک دن ایک درخت کے نیچے ایسی جگہ بیٹھے ہوئے تھے جہاں لکڑیاں پڑی تھیں۔ بہار کا موسم تھا۔ ہمارے شیخ جناب ابوعبداللہ مغربی نے علم معرفت کے متعلق ہم سے گفتگو فرمائی۔ میں نے دیکھا کہ اس نوجوان نے پھونک ماری اور اس کے سامنے پڑی تمام لکڑیاں اس سے جل اٹھیں۔ اس کے بعد وہ نوجوان ایسا غائب ہوا کہ کہیں بعد میں نظر نہ آیا۔ اس پر شیخ موصوف نے فرمایا یہ تھا عارف اور یہ تھی عارف کی نشانی۔

تیس سال تک روٹی نہیں کھائی

شیخ ابوعبداللہ دینوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ایک دن میرے ہاں ایک فقیر آیا جس پر تنگ دستی کے آثار تھے۔ میرے نفس نے مجھ سے مطالبہ کیا کہ اسے کچھ نہ کچھ دینا چاہیے۔ تو میں نے ارادہ کیا کہ میں اپنی جوتی کسی کے پاس گروی رکھ کر اس کے بدلے میں اسے کچھ دے دیتا ہوں۔ میرے نفس نے اس سے مجھے روکا اور کہا کہ ننگے پاؤں طہارت کس طرح مکمل کرو گے؟ میں نے کہا میں اپنا لوٹا گروی رکھ دیتا ہوں۔ نفس نے پھر مجھے روکا کہنے لگا اگر لوٹا نہ رہا تو وضو کس برتن سے کرو گے؟ میں نے پھر ارادہ کیا کہ اپنا رومال گروی رکھ دیتا ہوں۔ اس مرتبہ بھی نفس نے روکا اور کہا اس صورت میں تم ننگے سر رہ جاؤ گے۔ میں نے پھر کہا اس میں (ننگے سر رہنے میں) کیا خرابی ہے؟ میں اسی خیال کو بار بار لا تا رہا ادھر فقیر اٹھا۔ اس نے کمر باندھی اپنی لاٹھی ہاتھ میں تھامی پھر میری طرف دیکھا اور کہا اے ہمت کے کمزور! اپنا رومال سنبھال کر رکھ میں جا رہا ہوں۔ کہتے ہیں کہ اس واقعہ کے بعد میں نے اللہ تعالیٰ سے عہد کیا کہ جب تک یہ شخص پھر نہیں ملتا اس وقت تک میں روٹی نہیں کھاؤں گا۔ بیان کیا گیا ہے کہ اس کے بعد آپ نے تیس سال تک روٹی کھائے بغیر گزارے، رحمۃ اللہ علیہ۔ یہ واقعہ بھی روض الریاحین میں بھی مذکور ہے۔

منکر کو بوقت ضرورت کرامت دکھائی جاتی ہے

امام یافعی نے ''روض الریاحین'' میں لکھا ہے مجھے ایک ولی نے بتایا کہ اس ولی اللہ نے ایک دوسرے ولی اللہ کی زیارت کی۔ زیارت کی غرض سے جب میں جانے لگا تو ایک آدمی میرے ساتھ ہولیا۔ جب ہم اس ولی اللہ کے حضور پہنچے، سلام کیا تو ہماری خاطر ایک بہت بڑے تھال میں کھانا لایا گیا ہم جس مکان میں تھے اس کے دو دروازے تھے ایک بڑا اور دوسرا چھوٹا۔ کھانا لانے والا چھوٹے دروازے سے اندر آنے لگا تو تھال بڑا ہونے کی وجہ سے اندر نہ آسکا۔ ولی اللہ نے زوردار چیخ ماری ہم نے دیکھا کہ تھال سکڑ گیا اور جس طرح کپڑے کو لپیٹا جائے تو اس میں بل پڑ جاتے ہیں اس طرح اس تھال میں بل پڑ گئے پھر وہ اندر آیا اور کھانا ہمارے سامنے رکھ دیا۔ جب تھال ہمارے سامنے رکھا گیا تو وہ پھر کھل کر پہلے کی طرح وسیع ہو گیا۔ اللہ کا یہ بندہ چھوٹے دروازے سے اس لیے آیا تھا اور اس نے یہ واقعہ ہمارے سامنے اس لیے پیش فرمایا تاکہ ہم اس کی کرامت دیکھ سکیں۔ کیونکہ میرا ساتھی کرامات کا منکر تھا۔ یہ دیکھ کر میرے ساتھی نے استغفار پڑھی اور اپنے پہلے عقیدہ سے توبہ کی۔

ڈاکو کو جلال میں آکر زمین سے باندھ دیا

امام یافعی فرماتے ہیں مجھے یمن کے رہنے والے ایک باوثوق شخص نے بتایا کہ وہ ایک مرتبہ اپنے شہر کے چند صالحین کے ہمراہ حج کے لیے نکلا۔ جب ہم جدہ پہنچے تو ہم نے اونٹ کرایہ پر لیے تاکہ سوار ہو کر مکہ شریف پہنچیں۔ ہم قافلہ کے ساتھ چل پڑے۔ راستہ میں مکہ کے سلطان کی اولاد میں سے ایک نے ہمارا راستہ روک لیا اور قافلہ والوں سے جگا ٹیکس (زبردستی کی رقم) مانگا سب نے دے دیا لیکن صرف ہم چند آدمی باقی تھے جو یمن سے آئے تھے۔ اس نے ہم سے بھی مطالبہ کیا اور ہمارے اونٹ پکڑ لیے۔ شیخ صالح (جو ہمارے قافلہ میں تھے) نے کہا اونٹوں کو چھوڑ دو وہ نہ مانا۔ آپ نے بار بار اسے یہی کہا لیکن وہ ہر مرتبہ انکار کر دیتا اسے غصہ آ گیا اور کہنے لگا مجھے اپنے باپ کی قسم! میں تمہیں اتنا اتنا مال لیے بغیر ہرگز نہیں چھوڑوں گا۔ اس نے اپنے مطالبہ کی اشیاء بھی گن کر بتا دیں۔ اس پر شیخ موصوف نے اسے کہا مجھے اپنے مولا کی قسم! ہم تمہیں ایک پھوٹی کوڑی تک نہ دیں گے۔ پھر شیخ نے کہا ساتھیو! منزل کی طرف چل پڑو۔ واقعہ بیان کرنے والا کہتا ہے کہ ہم چل پڑے اور وہ شاہی ڈاکو اپنے گھوڑے پر ایسا پکڑا گیا کہ حرکت تک نہ کر سکتا۔ پھر اس نے شیخ موصوف کی طرف اپنا ایک غلام روانہ کیا تاکہ معافی مانگے اور اس کی بندش کو ختم کیا جائے اور جس سزا میں وہ گرفتار ہے وہ معاف کر دی جائے۔ غلام نے آکر شیخ کی منت ساجت کی تو شیخ کو ترس آ گیا اور اسے معاف کر دیا۔ معافی ملنے کے ساتھ ہی وہ چلنے پھرنے لگا اور گھوڑا بھی اسے لے کر دائیں بائیں چلنے لگا۔ حالانکہ چند لمحے پہلے وہ زمین کے ساتھ کیلا جا چکا تھا۔ رحمۃ اللہ علیہ

ولی مرنے کے بعد بھی باخبر ہوتا ہے

''روض الریاحین'' میں مذکور ہے کہ ایک نیک اور صالحہ عورت کا انتقال ہو گیا۔ اسے غسل دینے والی بھی صالحہ عورت تھی۔ اس نے غسل دیتے وقت دیکھا کہ مرنے والی مسکرا رہی ہے اور اس کا چہرہ دمک رہا ہے۔ اس غسل دینے والی نے اس کے ناخن تراشنے تھے۔ اس نے ایک ناخن پر سے پردہ اٹھایا تو فوت شدہ عورت نے اپنی انگلی کھینچ لی۔ امام یافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اس بات کو مجھ سے اسی غسل دینے والی عورت نے ذکر کیا۔

ولی کا اللہ پر توکل ہوتا ہے

''روض الریاحین'' میں جناب بنان حمال رحمۃ اللہ علیہ کا ایک واقعہ منقول ہے۔ فرماتے ہیں میں مصر سے جانب مکہ روانہ ہوا۔ راستہ میں ہی تھا میرے پاس زادِ راہ بھی تھا۔ ایک عورت ملی۔ کہنے لگی اے بنان! تو تو بوجھ اٹھانے والا ہے تو نے اپنی پشت پر بوجھ اٹھا رکھا ہے اور تیرا وہم ہے کہ اللہ تعالیٰ تجھے رزق نہیں دے گا؟ فرماتے ہیں میں نے اس کی یہ بات سن کر زادِ راہ پھینک دیا پھر تین دن متواتر گزرے کہ میں نے کچھ بھی نہ کھایا مجھے راستہ میں پڑی ہوئی پازیب ملی۔ میں نے دل میں کہا اسے اٹھا لیتا ہوں۔ اس کا مالک آئے گا تو ہو سکتا ہے کہ وہ مجھے کچھ انعام و اکرام دے۔ اچانک وہی عورت پھر میرے سامنے آ گئی اور کہنے لگی تم تاجر ہو۔ کہتے ہو کہ اس کا مالک آئے گا اور اس سے میں کچھ انعام و اکرام لوں گا۔ یہ کہہ کر اس عورت نے میری طرف

کچھ درہم پھینکے اور کہنے لگی انہیں خرچ کرلو۔ مصر کے قریب آنے تک وہی درہم میری ضرورت پوری کرتے رہے۔

اللہ کا بندہ دلوں کے خطرات بھی جانتا ہے

امام یافعی لکھتے ہیں حضرت ابو سعید خراز رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا میں ایک مرتبہ مسجد حرام میں داخل ہوا تو وہاں مجھے ایک فقیر دکھائی دیا جس نے دو خرقے اوڑھ رکھے تھے اور لوگوں سے مانگ رہا تھا۔ میں نے دل میں کہا اس قسم کے لوگ دوسرے لوگوں پر بوجھ ہوتے ہیں۔ میرے اس خیال کے ساتھ ہی اس نے میری طرف دیکھا اور کہا واعلموا ان اللہ یعلم ما فی انفسکم فاحذروہ، جان لو کہ اللہ تعالیٰ یقیناً وہ سب کچھ جانتا ہے جو تمہارے دلوں میں ہے۔ میں نے اندر ہی اندر توبہ واستغفار کی تو اس نے مجھے آواز دی اور کہا۔ وھو الذی یقبل التوبہ عن عبادہٖ و یعفو عن السیات۔ وہ وہی ہے جو اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے اور ان کی خطائیں مٹا دیتا ہے۔

پیدل چل کر حج کرنے کی برکت

حضرت علی بن موفق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں نے ایک سال حج کیا۔ دوران سفر میں سواری پر تھا مجھے کچھ لوگ نظر آئے جو پیدل چل رہے تھے۔ میں نے بھی ان کے ساتھ پیدل چلنا اچھا جانا۔ میں اپنی سواری سے اتر آیا اور ان میں سے ایک کو اپنی سواری پر بٹھا دیا اور خود ان کے ساتھ پیدل چلنے لگا۔ چلتے چلتے ہم ایک میدان میں آ گئے وہاں ہم سو گئے۔ میں نے خواب دیکھا کہ بہت سی نوجوان لڑکیاں ہاتھ میں سونے کے تھال اور چاندی کے لوٹے لیے موجود ہیں۔ وہ پیدل چلنے والوں کے پاؤں دھوتی ہیں جب میرے سوا تمام حضرات کے پاؤں دھو چکیں تو ایک نے اپنی سہیلیوں سے پوچھا کیا یہ شخص ان میں سے نہیں ہے؟ انہوں نے جواب دیا اس کی تو سواری ہے۔ وہ بولی بلکہ یہ ان پیدل چلنے والوں میں سے ہی ہے کیونکہ اس نے بھی ان کے ساتھ پیدل چلنے کو پسند کیا ہے۔ اس کے بعد انہوں نے میرے پاؤں بھی دھوئے۔ اس کے ساتھ ہی میری تمام تھکاوٹ دور ہو گئی جو مجھے محسوس ہو رہی تھی۔

کبھی ولایت پل بھر میں مل جاتی ہے

''روض الریاحین'' میں امام یافعی ذکر فرماتے ہیں حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ایک مرتبہ میں جامع مسجد میں تھا۔ اچانک ایک شخص ہمارے پاس آیا۔ اس نے دو رکعت نماز ادا کی پھر مسجد کے ایک کونے میں جا بیٹھا وہاں سے مجھے اشارہ کیا۔ جب میں اس کے پاس پہنچا تو مجھ سے کہنے لگا اے ابو القاسم! اب اللہ تعالیٰ سے ملاقات اور دوستوں سے ملاقات کا وقت آ گیا ہے (یعنی میں فوت ہونے والا ہوں) جب میرے فوت ہو جانے کے بعد تم میرے کفن دفن وغیرہ سے فارغ ہو جاؤ گے تو جلدی ہی ایک نوجوان گویا تمہارے پاس آئے گا۔ اسے میری گوڈری، عصا اور لوٹا دے دینا۔ میں نے کہا گویے کو، یہ کیونکر ہو سکتا ہے؟ کہنے لگا وہ اللہ تعالیٰ کی خدمت سرانجام دینے میں میرے مقام پر پہنچ گیا ہے۔ جناب جنید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جب اس شخص کا انتقال ہو گیا اور ہم اس کے کفن دفن سے فارغ ہو گئے اسی وقت ایک مصری نوجوان ہمارے پاس آ گیا اس نے سلام

کیا اور پوچھا اے ابو القاسم! امانت کہاں ہے؟ میں نے اس سے پوچھا ذرا ہمیں بتاؤ تو سہی کہ تمہیں کیسے پتہ چلا کہ تمہاری امانت میرے پاس ہے؟ کہنے لگا میں فلاں لوگوں کے شراب خانہ میں تھا۔ وہاں کسی آواز دینے والے نے مجھے آواز دی اور کہا اٹھو اور جنید کے پاس جاؤ۔ وہ تمہیں تمہاری امانت دے گا جو ایسی ایسی ہے۔ کیونکہ تجھے فلاں ابدال کی جگہ قائم مقام کر دیا گیا ہے۔ حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں نے اس کی امانت اسے دے دی اس نے اپنے کپڑے اتارے، غسل کیا اور گودڑی پہن لی اور سیدھا شام کی طرف روانہ ہو گیا۔

اللہ کا بندہ دنیا سے مستغنی ہوتا ہے

امام یافعی رحمۃ اللہ علیہ نے ''روض الریاحین'' میں حضرت ابراہیم بن شبیب رحمۃ اللہ علیہ کی ایک حکایت ذکر فرمائی۔ جناب ابراہیم موصوف فرماتے ہیں ہم چند ساتھی جمعہ کے دن نماز جمعہ ادا کرنے کے بعد باہم گفتگو کر رہے تھے۔ اچانک ایک شخص آیا جو صرف ایک کپڑے میں لپٹا ہوا تھا۔ آ کر ہمارے پاس بیٹھ گیا اور اس نے ایک مسئلہ دریافت کیا ہم فقہ کے موضوع پر گفتگو کر رہے تھے حتیٰ کہ وہ اٹھ کر چلا گیا۔ جب دوسرا جمعہ آیا تو وہ پھر آیا ہم نے اسے بہت چاہت سے بٹھایا۔ اس کا گھر بار پوچھا اس نے ہمیں بتا دیا ہم نے اس کی کیفیت پوچھی کہنے لگا میری کنیت ابو عبداللہ ہے۔ ہمیں اس کے ساتھ بیٹھنے میں خوشی محسوس ہوتی تھی۔ کافی عرصہ یونہی معاملہ گزرتا رہا۔ پھر وہ ہم سے جدا ہو گیا۔ ہم اکٹھے ہو کر اس کے گھر کی طرف چلے جو گاؤں اس نے بتایا تھا۔ وہاں جا کر اس کا نام و پتہ دریافت کیا۔ لوگوں نے جواب دیا وہ ابو عبداللہ جس کی تمہیں تلاش ہے، وہ شکاری آدمی ہے اس وقت شکار کھیلنے گیا ہے جلدی ہی آ جائے گا۔ ہم اس کے انتظار میں بیٹھ گئے تھوڑی دیر میں وہ ہمیں آتا ہوا دکھائی دیا۔ اس وقت ایک چھوٹے سے کپڑے کا تہبند باندھ رکھا تھا۔ اس کے کندھے پر ایک چھوٹا سا اور کپڑا تھا اور اس نے کچھ ذبح شدہ پرندے اٹھا رکھے تھے۔ جب اس نے ہمیں دیکھا تو مسکرا دیا۔ ہم نے اس سے پوچھا اتنی دیر آپ ہماری مجلس میں شریک ہوتے رہے۔ اب کس چیز نے تمہیں ہم سے غائب کر دیا؟ کہنے لگا ابھی میں تمہیں سچی سچی بات بتاتا ہوں میرا ایک پڑوسی تھا میں نے اس سے وہ کپڑا ادھار لے رکھا تھا جو پہن کر میں تمہاری مجلس میں آیا کرتا تھا۔ اب وہ یہاں سے کہیں اور چلا گیا ہے اور اپنا ادھار دیا کپڑا واپس لے گیا ہے۔ پھر کہنے لگا کیا آپ حضرات میرے غریب خانہ تشریف لائیں گے تاکہ اللہ کے رزق سے کھائیں؟ ہم اس کے گھر گئے جا کر بیٹھ گئے۔ وہ اندر اپنی بیوی کے پاس گیا اور ذبح کیے ہوئے پرندے اس کے سپرد کیے اور زندہ پرندوں کو بازار میں بیچنے کے لیے گیا۔ بیچ کر اس کے داموں سے روٹیاں خرید لیں۔ ادھر اس کی بیوی نے سالن وغیرہ تیار کر لیا تھا۔ پھر اس نے گوشت اور روٹیاں کھانے کے لیے ہمارے سامنے رکھیں۔ نمک بھی حاضر کیا۔ ہم نے کھایا پھر گھر سے باہر نکل آئے۔ ہماری جماعت میں سے بعض نے بعض سے کہا تم اس آدمی کا حال دیکھ ہی چکے ہو کہ یہ کس قسم کے فقر کی زندگی بسر کر رہا ہے۔ حالانکہ فضل و صلاح ہے تم اس کی قدرت رکھتے ہو کہ اس کے لیے اس قدر اکٹھا کریں جس سے اس کی حالت سدھر جائے۔ فرماتے ہیں کہ ہم سب نے اس پر اتفاق کیا کہ اس کی اس قدر ضرور مدد کرنی چاہیے جو اس کی حالت سدھر سکے اور اس کی ضروریات مہیا ہو سکیں۔ ہم وہاں سے یہ پختہ ارادہ لے کر واپس لوٹے کہ ہم اس کی حسب وعدہ پانچ ہزار درہم مدد

کریں گے۔ جب ہم واپسی پر مرید (گھر کے قریب میدان) سے گزرے تو امیر بصرہ جناب محمد بن سلیمان اس وقت بالکونی میں بیٹھے نظارہ کررہے تھے انہوں نے اپنے غلام کو حکم دیا کہ جاؤ اور جاکر ابراہیم بن شبیب کو میرے پاس لے آؤ۔ فرماتے ہیں میں امیر بصرہ کے پاس آگیا۔ اس نے مجھ سے واقعہ پوچھا اور پوچھا کہ کہاں سے آرہے ہو؟ میں نے اسے صحیح صحیح بات بتا دی۔ کہنے لگا نیکی میں تم سے میں سبقت کرتا ہوں۔ یہ کہہ کر اس نے دس ہزار درہم منگوائے اور غلام کو دیئے جس کا نام فراش تھا اور اسے حکم دیا کہ وہ میرے ساتھ اس فقیر کے گھر جائے۔ میں یہ دیکھ کر بہت خوش ہوا اور جلدی جلدی اٹھ کر اس کے گھر کی طرف روانہ ہوگیا۔ جب اس کے دروازے پر پہنچے تو میں نے سلام کیا۔ ابوعبداللہ نے جواب دیا پھر وہ گھر سے باہر آیا۔ جب اس کی نظر غلام پر پڑی اور گردن پر رکھی دراہم کی تھیلی دیکھی تو اس کا رنگ تبدیل ہوگیا (یعنی غصہ آگیا) اور کہنے لگا اے دوست! کیا ہوا تجھے تم مجھے آزمائش میں ڈالنا چاہتے ہو؟ میں نے کہا اے ابوعبداللہ! بیٹھو تو سہی میں تمہیں ساری بات بتاتا ہوں کہ کیسے کیسے ہوئی۔ اور تو یہ بھی جانتا ہے کہ یہ رقم ایک جابر آدمی یعنی امیر بصرہ نے بھیجی ہے۔ خدا کے لیے اپنے آپ پر رحم کھاؤ۔ فرماتے ہیں میں ادھر یہ باتیں کررہا تھا ادھر اس کا غصہ بڑھتا جارہا تھا وہ اٹھا اور اندر داخل ہوکر دروازہ بند کر دیا۔ میں مجبور ہوکر واپس امیر کے پاس آگیا۔ یہاں آکر مجھے سچ بولنے کے علاوہ کوئی راستہ نظر نہ آیا۔ جب میں نے ساری بات بتائی تو امیر کہنے لگا خدا کی قسم! وہ حروری ہے (یعنی ہمارا مخالف ہے) غلام! تلوار لاؤ۔ پھر غلام کو حکم دیا کہ اس (ابراہیم بن شبیب) کے ساتھ اس (ابوعبداللہ) کے گھر جاؤ اور اس کی گردن اتار کر میرے پاس لاؤ۔ میں نے امیر سے عرض کیا اللہ تعالیٰ امیر کی زندگی دراز کرے آپ اس آدمی کے بارے میں خدا خوفی سے کام لیں۔ خدا کی قسم! ہم اسے اچھی طرح جانتے ہیں وہ خارجی نہیں ہے لیکن میں اکیلا جاتا ہوں اور اسے آپ کے پاس حاضر کردیتا ہوں فرماتے ہیں میری اس پیشکش کا مطلب یہ تھا کہ اس کی جگہ میں جان دینے کے لیے تیار ہوں۔ امیر نے جب یہ سنا تو اسے اطمینان آگیا۔ میں اس کی طرف چل پڑا جب اس کے گھر پہنچا تو سلام کیا۔ اندر سے اس کی بیوی روتی ہوئی باہر آئی۔ کہنے لگی جب سے آپ یہاں سے گئے ہیں اور ابوعبداللہ اندر آیا تو اس نے کپڑے اتار دیے تھے۔ پھر وضو کیا اور نماز ادا کی۔ میں سن رہی تھی کہ وہ دعا مانگ رہا تھا اے اللہ! میری روح قبض کرلے مجھے آزمائش میں نہ ڈال۔ پھر وہ لیٹ گیا اور یہی دعا مانگے جارہا تھا۔ میں جب اس کے پاس گئی تو وہ اللہ کو پیارا ہو گیا تھا۔ ہاں یہ دیکھو! یہ ہے اس کی میت۔ میں نے اس کی بیوہ سے کہا خدا کی بندی! عجیب قصہ ہوا ہے اس میں کسی قسم کا اضافہ اور جھوٹ موٹ نہیں۔ میں واپس امیر بصرہ کے پاس آیا اور سارا واقعہ اسے سنایا۔ کہنے لگا میں ابھی سواری منگواتا ہوں اور اس مرد خدا کی نماز جنازہ میں بھی شریک ہوں گا۔ بصرہ میں اس کے انتقال کی خبر پھیل گئی۔ چنانچہ امیر بصرہ اور بصرہ کے عوام اس کی نماز جنازہ میں شریک ہوئے۔

ولی اللہ بھی الزام سے نہ بچایا گیا

امام یافعی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں جناب معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا میں نے آبادی سے دور ایک جگہ ایک نوجوان دیکھا۔ بہت خوبصورت تھا اور دو خوبصورت زلفیں بھی سر پر تھیں، چادر اوڑھے ہوئے اور روئی کی قمیص پہنے ہوئے تھا۔ اس کے پاؤں میں

صرف ایک جوتی تھی۔ کہتے ہیں مجھے اس کو دیکھ کر تعجب ہوا اور ایسی جگہ اس کا ایسا لباس بھی میرے لیے باعث تعجب ہوا۔ میں نے اسے ''السلام علیک و رحمۃ اللہ برکاتہ'' کہا۔ اس نے کہا چچا جان! وعلیک السلام و رحمۃ اللہ و برکاتہ میں نے اسے پوچھا نوجوان! تم کہاں کے رہنے والے ہو؟ کہنے لگا دمشق شہر کا باسی ہوں۔ میں نے پوچھا وہاں سے کب نکلے تھے؟ کہنے لگا آج دن چڑھے۔ فرماتے ہیں مجھے اس کی بات سے اور تعجب بڑھا کیونکہ جس جگہ میں نے اسے دیکھا تھا۔ وہاں سے دمشق تک کئی مراحل کا سفر تھا میں نے پھر پوچھا کہاں کا ارادہ ہے؟ کہنے لگا انشاء اللہ مکہ شریف۔ اس سے میں نے جان لیا کہ اسے کوئی اٹھا کر لے جا رہا ہے۔ میں اس سے رخصت ہوا اور وہ بھی چلا گیا۔ پھر وہ مجھے نظر نہ آیا حتی کہ تین سال گزر گئے۔ تین سال بعد ایک دن میں اپنے گھر میں اسی نوجوان کے بارے میں سوچ و بچار میں ڈوبا ہوا تھا اور اس سے ملاقات کے بعد جو ہوا، اس پر غور کر رہا تھا۔ اچانک کسی نے سلام کیا اور اسے اندر گھر لے آیا وہ ننگے پاؤں اور ننگے سر تھا اور بالوں کی بنی ایک چادر اس نے اوڑھی ہوئی تھی۔ میں نے اس سے پوچھا کیا خبر ہے؟ کہنے لگا اے استاد! اس نے مجھے وہ نہیں بتایا جو کچھ وہ میرے ساتھ معاملہ کرتا ہے کبھی تو وہ چاپلوسی کرتا ہے اور کبھی توہین۔ کبھی کھلاتا ہے اور کبھی بھوکا رکھتا ہے۔ کاش! کہ وہ مجھے اپنے ولیوں کے بعض اسرار کی واقفیت عطا فرما دیتا پھر جو چاہتا میرے ساتھ کرتا۔ یہ کہہ کر وہ رو دیا۔ جناب معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اس کی باتوں نے مجھے بھی رلا یا۔ میں نے اس سے پوچھا جب میری تمہاری ملاقات ہوئی اور اس کے بعد ہم ایک دوسرے سے جدا ہو گئے۔ اس جدائی کے عرصہ کی کوئی بات سناؤ۔ کہنے لگا افسوس ہے کہ میں اس بات کو ظاہر کروں جس کے متعلق اس کا ارادہ مخفی رکھنے کا ہے لیکن میرے مولا اور سید نے میرے ساتھ جو کیا ایسے ہی ہونا لازمی تھا۔ میں نے پوچھا اس نے تیرے ساتھ کیا کیا؟ کہنے لگا مجھے اس نے تیس دن بھوکا رکھا۔ پھر میں ایک گاؤں میں گیا اس میں ککڑیاں نظر آئیں میں ان کو کھانے کے لیے بیٹھ گیا۔ ککڑیوں کے مالک نے مجھے دیکھ لیا درہ لے کر میری طرف آیا اور آ کر میرے پیٹ اور میری پشت پر مارنا شروع کر دیا۔ مارتا بھی تھا اور ساتھ یہ بھی کہتا جاتا تھا اے چور! آج تو موقع پر پکڑا گیا ہے۔ وہ مجھے مارے جا رہا تھا کہ ایک گھوڑے پر سوار آیا اور جلدی سے اس نے اس کے ہاتھ سے درہ پکڑ لیا اور کہا تو اللہ کے ولی کو زدوکوب کر رہا ہے اس کی اہانت کر رہا ہے اور اسے چور کہے جا رہا ہے جب ککڑیوں کے مالک نے اس کی طرف دیکھا تو میرا ہاتھ پکڑ لیا اور اپنے گھر لے گیا۔ پھر اس نے ہر قسم کی عزت افزائی کی۔ معافی مانگی اور ککڑیاں مجھے حلال کر دیں۔ دیکھو کہ چند منٹ پہلے میں اس کے نزدیک چور تھا اور اس کے بعد ولی ہو گیا۔ جیسا کہ آپ سے میں نے ابھی بیان کیا ہے۔ جناب معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ابھی اس نے اپنی گفتگو مکمل نہ کی تھی کہ ککڑیوں کے مالک نے دروازے پر دستک دی اندر آیا۔ مالی حالت بہت اچھی تھی اس نے اپنا فالتو مال و اسباب نکالا اور فقراء پر تقسیم کر دیا۔ خود اس نوجوان کی صحبت اختیار کی۔ دونوں حج کرنے گئے اور راستہ میں جنگل کے اندر ہی دونوں کا انتقال ہو گیا۔

پتھر پر عصا مار کر پانی نکالنا

حضرت ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ بیان فرماتے ہیں میرا ایک چرواہے سے گزر ہوا۔ میں نے اس سے پوچھا کیا تمہارے

پاس پانی یا دودھ کا گھونٹ ہے؟ کہنے لگا ہاں دونوں ہیں۔ تمہیں کون سا پسند ہے؟ میں نے کہا پانی۔ اس نے اپنی لاٹھی ایک سخت پتھر پر ماری جس میں کوئی سوراخ نہ تھا، لاٹھی لگنے کے ساتھ ہی اس سے پانی پھوٹ پڑا۔ فرماتے ہیں میں نے پیا تو وہ برف سے زیادہ ٹھنڈا اور شہد سے زیادہ میٹھا تھا۔ میں یہ دیکھ کر حیران رہ گیا۔ چرواہا بولا حیران مت ہو۔ بندہ جب اپنے مولی کی اطاعت کر لیتا ہے تو ہر چیز اس کی اطاعت میں آجاتی ہے۔ یہ واقعہ ''روض الریاحین'' میں بھی مذکور ہے۔

اولیاء اللہ باہم حالات سے واقف ہوتے ہیں

امام یافعی لکھتے ہیں حضرت ابراہیم خواص رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں ایک مرتبہ جنگل میں داخل ہوا۔ وہاں مجھے ایک سخت تکلیف آئی جس پر میں نے صبر وشکر کیا۔ اور اسے کسی پر آشکارا نہ کیا۔ جب میں مکہ شریف آیا تو میرے دل میں کچھ غرور سا داخل ہوا (یعنی یہ کہ میں بڑا صابر شاکر ہوں وغیرہ وغیرہ) طواف کرتے ہوئے ایک بڑھیا نے آواز دے کر مجھے کہا اے ابراہیم! جنگل میں میں بھی تیرے ساتھ تھی۔ میں نے تجھ سے گفتگو نہ کی کیونکہ گفتگو کر کے میں نہیں چاہتی تھی کہ تمہارا راز جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہے اس سے تمہاری توجہ دوسری طرف موڑوں، اس شیطانی خیال کو دل سے نکال دو۔

رات کی تنہائی میں خدا کے بندے خدا سے باتیں کرتے ہیں

حضرت عبدالواحد بن زید رحمۃ اللہ علیہ کی حکایت امام یافعی نے ''روض الریاحین'' میں کچھ یوں ذکر فرمائی۔ فرماتے ہیں میں (عبدالواحد بن زید) نے خدمت کے لیے ایک غلام خریدا جب رات کا اندھیرا چھا گیا تو میں نے اسے اپنے گھر میں تلاش کیا لیکن وہ موجود نہ تھا اور دروازے بدستور بند تھے۔ جب میں صبح اٹھا تو غلام آیا اور مجھے اس نے ایک درہم دیا جس پر سورۃ اخلاص نقش کی گئی تھی۔ میں نے اس سے پوچھا یہ درہم تجھے کہاں سے ملا ہے؟ کہنے لگا اے آقا! آپ کو میں روزانہ اسی قسم کا منقش درہم دیا کروں گا۔ لیکن شرط یہ ہے کہ آپ رات کے وقت مجھے تلاش نہ کیا کریں میں نے اسے تسلیم کر لیا۔ چنانچہ وہ ہر رات غائب ہو جاتا اور صبح کے وقت آجاتا اور ایک درہم لا کر مجھے دیتا۔ کچھ دنوں بعد میرے ہمسائے آئے اور کہنے لگے اے عبدالواحد! اپنے غلام کو فروخت کر دو کیونکہ وہ کفن چور ہے۔ ان کی بات نے مجھے سخت پریشان کر دیا۔ میں نے انہیں جواب دیا آپ حضرات ابھی واپس چلے جائیں میں اس کی آج رات نگرانی کروں گا اور دیکھوں گا کہ وہ رات کدھر جاتا اور کیا کرتا ہے۔ جب نماز عشاء وہ ادا کر چکا تو باہر جانے کے لیے اٹھا اس نے بند دروازے کی طرف اشارہ کیا وہ فوراً کھل گیا۔ پھر باہر نکل کر اسے بند ہو جانے کا اشارہ کیا وہ بند ہو گیا۔ پھر دوسرے اور تیسرے دروازے کے ساتھ اس نے یہی طریقہ اختیار کیا۔ میں اس کی طرف دیکھ رہا تھا جب گھر سے بالکل باہر آ گیا تو میں بھی اس کے پیچھے پیچھے چل پڑا۔ حتیٰ کہ وہ پتھریلی زمین پر آ گیا۔ یہاں آ کر اس نے پہنے ہوئے کپڑے اتار کر درویشانہ کپڑے پہنے اور صبح تک نماز میں مصروف رہا۔ آسمان کی طرف سر اٹھا کر اللہ تعالیٰ سے عرض کی ''اے بڑے مالک! مجھے میرے چھوڑنے کے لیے مقرر کردہ اجرت عطا فرما آسمان سے ایک درہم گرا''۔ اس نے اٹھا کر جیب میں ڈال لیا۔ میں اس کے اس کام کو دیکھ کر حیران ہو گیا اور اس کے حال نے مجھے دہشت زدہ

کر دیا۔ میں اٹھا وضو کیا دو رکعت نماز ادا کی اور اللہ تعالیٰ سے استغفار کی کہ وہ مجھے میری غلط فہمی معاف کر دے۔ میں نے نیت کر لی کہ اس غلام کو آزاد کر دوں گا۔ پھر میں نے وہاں اس غلام کو ڈھونڈا لیکن وہ وہاں موجود نہ تھا میں غمزدہ واپس پلٹا۔ مجھے اس زمین اور علاقہ کا قطعاً علم نہ تھا۔ اچانک مجھے ایک شخص تازی گھوڑے پر سوار نظر آیا۔ اس نے قریب آ کر مجھے پوچھا اے عبدالواحد! یہاں کیوں بیٹھے ہو؟ میں نے کہا کہ یہ روگ ہے۔ کہنے لگا کیا تم جانتے ہو کہ اس جگہ اور تمہارے شہر کے درمیان کتنی مسافت ہے؟ میں نے کہا معلوم نہیں۔ کہنے لگا یہاں تمہارا شہر تیز رفتار گھوڑے پر سوار شخص کے دو سال تک چلنے سے بھی زیادہ مسافت ہے۔ اس جگہ سے ادھر ادھر نہ جانا حتیٰ کہ تمہارا غلام یہاں آئے گا۔ وہ اس رات یہاں ضرور آئے گا۔ فرماتے ہیں جب اندھیرا چھا گیا تو میں نے دیکھا کہ میرا غلام میری طرف آ رہا ہے۔ اس کے پاس کھانوں سے بھرا تھال تھا۔ آ کر مجھے کہنے لگا اے میرے آقا! کھا لیجئے اور آئندہ ایسی حرکت نہ کرنا۔ میں نے کھانا کھایا وہ کھڑے ہو کر نماز ادا کرنے لگا۔ صبح تک ایسے ہی وقت گزرا صبح ہونے کے بعد اس نے میرا ہاتھ پکڑا اور کچھ باتیں کیں جو میری سمجھ میں نہ آ سکیں۔ میرے ساتھ چند قدم چلا۔ اچانک میں دیکھتا ہوں کہ میں اپنے مکان کے دروازے پر کھڑا ہوں۔ غلام کہنے لگا اے آقا! کیا آپ نے مجھے آزاد کر دینے کی نیت نہیں کی تھی؟ میں نے کہا ہاں کی تھی۔ کہنے لگا پھر آپ مجھے آزاد کر دیں۔ میری قیمت مجھ سے لے لیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو مزید اجر عطا فرمائے پھر اس نے پتھر اٹھایا اور مجھے پکڑا دیا۔ میں نے دیکھا تو وہ پتھر نہیں بلکہ سونا تھا۔ اس کے بعد غلام چلا گیا اور میں اس کی جدائی پر کف افسوس ملتا رہ گیا۔ پھر میں اپنے ہمسایوں کے پاس گیا۔ انہوں نے پوچھا کفن چور کا کیا کیا ہے؟ میں نے انہیں بتایا کہ وہ کفن چور نہیں بلکہ نور چور تھا۔ پھر میں نے انہیں اس کی وہ کرامات سنائیں جن کو میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا۔ سن کر سبھی رونے لگے اور سب نے اپنے غلط خیال کی توبہ کی۔

ولی اللہ مرنے کے بعد بھی صاحب کرامت ہوتا ہے

امام یافعی لکھتے ہیں جناب ابوتراب نخشبی نے فرمایا میں نے ایک میت دیکھی جو جنگل میں قبلہ رخ کھڑی تھی۔ کسی چیز پر اس نے سہارا بھی نہیں لے رکھا تھا۔ میں نے ارادہ کیا کہ اسے اٹھا کر مٹی میں دفن کر دوں۔ لیکن بہت کوشش کے باوجود میں اسے وہاں سے اٹھا نہ سکا۔ میں نے ہاتف سے یہ کہتے سنا دع ولی اللہ مع اللہ۔ اللہ تعالیٰ کے ولی کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہی چھوڑ دو۔

اللہ کے بندے ہر رنگ میں ہوتے ہیں

صاحب ''روض الریاحین'' امام یافعی رحمۃ اللہ علیہ شیخ ابوالحسین مزین (حجام) رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ ذکر کرتے ہیں کہ شیخ موصوف نے فرمایا میں ایک مرتبہ جنگل میں گیا اور بالکل خالی ہاتھ، ننگے سر اور ننگے پاؤں تھا۔ میرے دل میں آیا کہ اس جنگل میں اس سال مجھ سے زیادہ بے سر و سامان کوئی آدمی نہیں ہو گا۔ اس خیال کے آتے ہی پیچھے سے ایک آدمی نے مجھے کھینچا اور کہنے لگا اے حجام! کب تک تمہارا نفس باطل باتیں کرتا رہے گا۔

ولی اللہ شیروں کے شیر

یہ واقعہ بھی امام یافعی نے ''روض الریاحین'' میں ذکر فرمایا ہے۔ فرماتے ہیں میں نے ایک صالح دوست سے ایک مرتبہ پوچھا جو جنگلوں میں الگ تھلگ رہا کرتا تھا۔ تمہارا شیروں کے ساتھ کیا حال ہوتا ہے؟ کہنے لگا اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنی ہیبت کا لباس پہنا دیا ہے۔ اس لیے میں شیروں کا بھی شیر ہوں۔ جب شیر مجھے دیکھتے ہیں تو بھاگ اٹھتے ہیں۔

اللہ کے کچھ بندے نہایت مخفی ہوتے ہیں

امام ثعالبی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ''العلوم الفاخرۃ'' میں یہ واقعہ نقل کیا ہے اور لکھا ہے میں نے یہ واقعہ جناب یحییٰ بن محمد رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ''مطالع الاہلۃ'' سے نقل کیا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں نے کعبہ کی چار دیواری کے باہر ایک نوجوان کو دیکھا وہ بیٹھا رو رہا تھا۔ میں نے اس سے پوچھا کیوں رو رہے ہو؟ کہنے لگا ''میں مسافر اور مطلوب ہوں'' میں نے اس کی اس بات کا مطلب سمجھ لیا میں نے بھی اس کے ساتھ بیٹھ کر رونا شروع کر دیا۔ اس کی سانس اکھڑی جا رہی تھی میں اس کے پاس ہی تھا کہ وہ فوت ہو گیا۔ میں بازار گیا تاکہ اس کے کفن و دفن کا بندوبست کروں۔ جب مطلوبہ اشیاء خرید کر میں واپس آیا تو وہ مجھے نظر نہ آیا۔ میں نے افسوس کرتے ہوئے کہا سبحان اللہ! اس شخص کے کفن و دفن سے جو مجھے ثواب ملنا تھا نہ جانے وہ کون مجھ سے پہلے لے گیا۔ اسی وقت ہاتف نے آواز دی اے ذوالنون! یہ وہ مسافر ہے جسے ابلیس نے دنیا میں تلاش کیا لیکن اسے نہ مل سکا۔ منکر نکیر نے اسے ڈھونڈا وہ ناکام رہے۔ خازن جنت رضوان اس کا اتہ پتہ لگانے سے قاصر رہا۔ میں نے ہاتف سے پوچھا اے آقا! پھر وہ کہاں ہے؟ آواز آئی فی مقعد صدق عند ملیث مقتدر۔ اللہ قدرتوں والے کے پاس سچی جگہ میں ہے۔

اللہ کے بندے کا معاملہ اللہ کے سپرد ہوتا ہے

''علوم فاخرہ'' میں امام ثعالبی نے لکھا ہے یہ حکایت جناب ابن سماک رحمۃ اللہ علیہ سے بیان کی گئی ہے۔ فرماتے ہیں مجھے ایک خدا خوف آدمی کے بارے میں تعریفی باتیں سنائی گئیں جو شام کے کسی پہاڑ میں رہتا تھا۔ میں اس کی زیارت کے لیے گیا۔ جب اس کے پاس پہنچا تو مجھ سے اس نے پوچھا تمہیں کیا چیز اس جگہ لائی ہے؟ میں نے کہا کہ آپ کے متعلق میں نے کچھ باتیں سنی تھیں۔ جس کے بعد مجھے آپ کو دیکھنے کی تمنا ہوئی اور یہاں آ گیا۔ وہ کہنے لگا جس نے تجھے میرے متعلق باتیں بتائیں اس نے تجھے فریب دھوکہ دیا ہے۔ میں خود جانتا ہوں کہ میں کیا ہوں۔ بہر حال میں اس کے پاس کچھ دنوں کے لیے ٹھہر گیا۔ جب میں نے واپسی کا ارادہ کیا تو اس سے پوچھا کہ کیا تمہیں کسی چیز کی ضرورت ہے جسے میں سرانجام دے سکوں؟ مجھے جواب دیا اے ابن سماک! جس نے اپنے آپ کو اس جگہ پابند کر رکھا ہو اسے کسی اور مکان و شے کی ضرورت نہیں رہتی۔ ہاں تم بتاؤ تمہیں کوئی ضرورت ہو؟ میں نے کہا مجھے ضرورت ہے۔ وہ یہ کہ آپ مجھے بتائیں کہ آپ کو امور دنیا میں سے کون سا امر پسند ہے اور امور آخرت میں کون سا؟ یہ سن کر وہ رو دیا اور پھر مجھے کہا اے بھائی! آپ یہ سوال کیوں پوچھ رہے ہیں؟ میں نے

جواب دیا اس لیے تا کہ آپ سے کچھ ایسی باتیں سن سکوں جو مجھے نفع دیں۔ بولا اے بھائی! دنیا کا پسندیدہ کام میرے نزدیک یہ ہے کہ بندگی اور عمل کی ہر ممکن طاقت ہو۔ نفس سستی، لہو ولعب اور امیدوں سے دور ہو۔ دل میں خوف خدا اور کپکپی بھری ہوئی ہو۔ اور اخروی پسندیدہ کام یہ ہے کہ میں اللہ تعالیٰ سے یہ اعلان سن لوں جاؤ تمہیں معاف کر دیا ہے اور مغفرت عطا کر دی ہے۔ اس کے بعد میں راکھ بن جاؤں لوگوں کی پھونکیں مجھے اڑائیں۔ یہ اس دن ہو جس دن وہ بول نہ سکیں گے نہ ان کو اجازت دی جائے گی کہ وہ عذر بہانے بنائیں۔ اس کے بعد وہ زمین پر گر گیا دیکھا تو وہ فوت ہو چکا تھا۔ یہ بات مجھے سخت گراں گزری۔ اس کی موت سے میں وحشت زدہ ہو گیا اور کفن ودفن کے معاملہ میں حیران ہو گیا۔ اسی دوران کسی آواز دینے والے نے آواز دی جو پہاڑوں سے آ رہی تھی۔ شخصیت تو نظر نہیں آ رہی تھی لیکن آواز بالکل صاف سنائی دے رہی تھی۔ کوئی کہہ رہا تھا اے مرد خدا! اپنے بوجھ کو اتار پھینکو۔ اس مرنے والے کا معاملہ تمہارے سپرد نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس سے وعدہ کیا ہوا ہے کہ فرشتے اس کے معاملات سرانجام دیں گے۔ پھر میرے اور اس مرنے والے کے درمیان غیب سے ایک پردہ ہو گیا اور میں پھر اسے نہ دیکھ سکا۔

جلتے لوہے پر گندم کا خوشہ اُگ گیا

شیخ عارف جناب عبدالغنی نابلسی رحمۃ اللہ علیہ نے ''شرح الطریقۃ المحمدیہ'' میں تحریر فرمایا اسے شیخ اکبر جناب محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ''الوصیۃ الیوسفیہ'' میں ذکر فرمایا۔ فرماتے ہیں فاس شہر میں ہمیں جناب محمد بن عبدالکریم عدل نے بتایا فرماتے ہیں مجھے ابوالحسن حرازم رحمۃ اللہ علیہ نے بتایا کہ میں چھوٹی عمر کا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے لوگوں پر بارش بھیجنا بند کر دی یعنی خشک سالی پڑی۔ جبل زیتون میں ایک شخص کے بارے میں مشہور تھا کہ وہ ولی اللہ ہے۔ میرے والد گرامی اس سے ملنے گئے میں بھی ساتھ تھا۔ جب ہم اس کے پاس پہنچے تو دیکھا کہ اس کے سامنے لوہے کا توا (جس پر روٹیاں پکائی جاتی ہیں) پڑا ہوا ہے۔ وہ اسے پکانے کے لیے گرم کر رہا تھا۔ قریب گوندھا ہوا آٹا بھی پڑا تھا میرے والد محترم نے بارش بند ہونے کی بات کی اور اس سے استسقاء کی دعا کا سوال کیا۔ اس نے کہا قحط سالی بارش نہ ہونے کی وجہ سے نہیں اور یہ بھی نہیں کہ زمین تبھی پیداوار اگائے جب اس پر بارش پڑے۔ اگر اللہ تعالیٰ اس گرم گرم توے پر چاہے تو گندم کا خوشہ اگا دے، یہ کوئی بڑی بات نہیں۔ ابن حرازم کہتے ہیں میں نے دیکھا کہ توے پر گندم کا خوشہ اگ آیا حالانکہ وہ آگ پر تھا۔ ہم نے اسے لیا دانہ اور بھوسہ علیحدہ کیا اور اسے کھا لیا۔ شیخ نے فرمایا میں نے صرف تمہیں ایک مثال دے کر سمجھایا ہے۔ اس کے باوجود یہ بات عقل سے دور نہیں کہ اللہ تعالیٰ کسی چیز کی طبیعت کو حکم دے کہ وہ فلاں چیز ظاہر کرے اور وہ ظاہر کر دے۔ اس کا امر ہمیں معلوم نہیں ہوتا اور جو قوتیں اس کے حکم کی حامل ہوتی ہیں وہ تو ہم سے بہت مخفی ہیں۔ ابن حرازم فرماتے ہیں ہم واپس فاس شہر میں آ گئے بارش نہ ہوئی لیکن اللہ تعالیٰ نے وہاں کے باشندوں کے دلوں میں سیری اور استغناء ڈال دی۔ جس سے آسودگی اور کاروبار زندگی اچھا ہو گیا اور قحط اور کم یابی ختم ہو گئی۔ دیہاتوں میں بہت برکت ہو گئی۔ ہم نے اس سال کو اس قدر کشائش رزق اور آسودگی کا پایا کہ کوئی دوسرا سال ایسا نہ تھا حالانکہ بارش بھی نہیں پڑی تھی اور گرانی کے اسباب بھی موجود تھے۔ یہ اس مرد خدا کی بات کی تصدیق میں اللہ

تعالیٰ نے سب کچھ کر دکھایا۔

مردہ مٹی جھاڑ کر اٹھ بیٹھا

''العلوم الفاخرۃ'' میں امام ثعالبی نے اور ''التحف والظرف'' میں قاضی عبداللہ محمد بن احمد مقری رحمۃ اللہ علیہم نے لکھا۔ فرماتے ہیں مجھے بارگاہ متوکلیہ کے خطیب جناب شیخ ابواسحاق ابراہیم بن عبداللہ بن عباد رندی رحمۃ اللہ علیہ نے بتایا کہ میں زندہ میں اپنے ایک قریبی کے جنازے پر حاضر ہوا۔ میں اس کی قبر میں اترا تاکہ میت کو قبر میں رکھا جائے۔ میت رکھنے کے بعد جب ہم نے لحد پر پھٹے لگانے شروع کیے اور ابھی تک ہم نے قبر پر مٹی نہ ڈالی تھی کہ میں نے دو پھٹوں کے درمیان خالی جگہ سے اندر دیکھ تو صاحب قبر مجھے بیٹھا ہوا نظر آیا۔ اور دیکھا کہ وہ اپنے بالوں سے مٹی جھاڑنے کے لیے اپنے سر کو دائیں بائیں حرکت دے رہا ہے۔ میں نے باہر آ کر اپنے والد محترم کو یہ بات بتائی۔ والد محترم مجھے فرمانے لگے چھوڑ دو بیٹا تمہیں جو کچھ نظر آیا وہ خیالات تھے حقیقت نہ تھی۔ میں والد محترم کی اس بات سے سمجھ گیا کہ آپ یہ اس لیے فرما رہے ہیں تاکہ مجھ سے اس واقعہ کے دیکھنے کا خوف دور ہو جائے اور میں کسی انہونی مصیبت میں گرفتار نہ ہو جاؤں۔ حالانکہ مجھے یقین تھا کہ میں نے جو کچھ دیکھا وہ حقیقت تھا۔

ڈوبا ہوا آواز دینے سے باہر آ گیا

کتاب ''العلوم الفاخرۃ'' میں اور ابن جوزی کی کتاب ''الصفوۃ'' میں مذکور ہے۔ لکھتے ہیں جناب سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ کے صحبت یافتہ بزرگ جناب غیلان نے بتایا کہ حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں ایک عورت بحیثیت شاگرد پڑھتی تھی اور اس کا بیٹا کسی استاد کے پاس تعلیم حاصل کرتا تھا۔ استاد محترم نے اس بچے کو پن چکی پر بھیجا۔ بچہ وہاں گیا، پانی میں گھس گیا اور ڈوب گیا۔ جب استاد محترم کو پتہ چلا تو وہ سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آئے اور آ کر یہ واقعہ بیان کیا۔ جناب سری سقطی نے فرمایا اٹھو کہ ہم اس بچے کی ماں کے پاس چلیں۔ وہاں پہنچے اور بیٹھے۔ حضرت سری سقطی نے اسے صبر کی تلقین کی پھر آپ نے خدا کی رضا پر گفتگو فرمائی۔ آپ کی باتیں سن کر وہ بولی اے استاد! آپ جو یہ صبر و رضا کی باتیں فرما رہے ہیں ان سے آپ کا مطلب کیا ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ بیٹی! تمہارا فرزند ڈوب گیا ہے۔ یہ بات سن کر اس نے پوچھا میرا بیٹا؟ جناب سری نے فرمایا ہاں تیرا بیٹا۔ کہنے لگی آپ حضرات میرے ساتھ تشریف لے چلیں۔ چنانچہ یہ حضرات دریا پر آ گئے وہاں پہنچ کر عورت نے پوچھا میرا بیٹا کس جگہ ڈوبا ہے؟ بتایا گیا یہاں۔ وہاں کھڑے ہو کر وہ زور سے چلائی بیٹا محمد! بیٹے نے پانی میں سے جواب دیا لبیک امی جان! وہ پانی میں اتری بیٹے کا ہاتھ پکڑا اور باہر نکال کر گھر لے آئی۔

ولیہ کی میت ہوا میں بلند ہوگئی

''العلوم الفاخرۃ'' میں ہے کہ جناب یوسف بن یحییٰ بازلی نے اپنی کتاب ''التشوف إلى رجال التصوف'' میں ذکر فرمایا۔ انہوں نے جناب داؤد بن عبدالخالق سے سنا اور انہوں نے حضرت فقیہ یغمور بن خالد کے بہت سے ساتھیوں سے سنا۔ مجھے فرمانے لگے اے یغمور! میرے ساتھ ہسکوریہ ایک بچی کی زیارت کرنے چلو جو ابھی بالغ نہیں ہوئی۔ وہ اللہ تعالیٰ کی ولیہ

ہے۔ ہم ددن پہاڑ میں موجود ایک غار میں پہنچے وہ وہاں لوگوں سے الگ تھلگ قیام پذیر تھی۔ بوقت ملاقات اس نے میرے ساتھ کچھ ایسے علوم کی باتیں کیں جنہیں میں نہ جانتا تھا۔ وہ اس وقت بیمار بھی تھی ہم ملاقات کر کے واپس آ گئے۔ پھر دوسرے دن دوبارہ اس کی زیارت کرنے گئے۔ جب غار کے قریب پہنچے تو مجھے جناب ابومہدی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا قریب البلوغ یہ بچی حالت نزع میں ہے۔ میں نے دیکھا کہ غار سے نور کی شعاعیں پھوٹ رہی تھیں۔ ہم غار میں داخل ہوئے تو واقعی وہ آخری سانس لے رہی تھی۔ اس آخری وقت اس نے جناب ابومہدی سے کہا جب میں فوت ہو جاؤں تو مجھے میرے اسی پھٹے پرانے کپڑے سے ڈھانپ دینا۔ اور فلاں جگہ میرے والدین رہتے ہیں ان کے پاس جانا میرا اسلام دینا اور میرا حال بتانا پھر وہ فوت ہوگئی۔ اور ہم نے جو وصیت اس نے کی تھی اس کے مطابق کیا۔ جب ہم غار سے باہر نکلے تو ہم نے دیکھا کہ وہ ہوا میں بلندی پر اٹھائی لے جائی جا رہی ہے۔ ہم نے اس کے والدین کا نام دریافت کیا۔ ان کے گھر پہنچے تو مرحومہ کی والدہ نے ہم سے کہا میں گمان کرتی ہوں کہ ابھی ابھی تم میری بچی کا کوئی پیغام لے کر آ رہے ہو؟ بہر حال ہم نے ان دونوں کو اس کی فوتیدگی کی اطلاع دی ان سے تعزیت کی اور واپس آ گئے۔

دفن ہونے کے بعد ولی اللہ نے شکریہ ادا کیا

''العلوم الفاخرۃ'' میں ہے شیخ ابو محمد نے ''العاقبۃ'' میں کہا اور عمرو بن عثمان بن شعبہ سے مروی ہے۔ کہتے ہیں میں نے ایک رات خواب دیکھا کہ کوئی کہنے والا ہے مجھے کہہ رہا ہے جب کل دن چڑھے تو تم خولان کی جنازہ گاہ پہنچ جانا۔ تمہیں ایک ولی اللہ کی نماز جنازہ پڑھنا ہے۔ فرماتے ہیں میں طلوع فجر سے بھی پہلے جنازگاہ آ گیا تا کہ کہیں مجھ سے یہ موقع چھوٹ نہ جائے۔ پھر میں سورج غروب ہونے کے قریب تک انتظار میں وہیں بیٹھا رہا لیکن کوئی میت نہ لائی گئی۔ کہتے ہیں میں نے واپسی کا ارادہ کیا ابھی میں جنازگاہ کے احاطہ میں ہی تھا کہ ایک شخص میت اٹھائے دروازے سے داخل ہوتا نظر آیا اس پر گودڑی تھی۔ مجھے اٹھانے والے نے کہا اے بندہ خدا! یہ غریب آدمی کی میت ہے کیا تم اس کی نماز جنازہ پڑھو گے؟ میں نے دل میں کہا میں تو آج صبح سے اس کی خاطر بیٹھا ہوا ہوں۔ کہتے ہیں میں نے اس کی نماز جنازہ ادا کی پھر مجھے اٹھانے والے نے کہا میرے ساتھ چلو تا کہ ہم اسے قبر میں دفن کر آئیں۔ میں اس کے لیے کھودی گئی قبر میں اترا۔ دوسرے نے مجھے اس کی میت دی تا کہ اسے لحد میں رکھوں۔ میں نے اس کی میت کو زمین پر رکھ کر کفن کی گرہ کھولی تو اس نے میری طرف منہ کر کے مجھے کہا سوف اشکرت عندہ غدا یا عمرو، کل قیامت میں اللہ تعالیٰ کے ہاں شکریہ ادا کروں گا، انشاء اللہ۔ یہ کہا اور پھر اس کا سر اپنی جگہ لوٹ گیا۔

فوت شدہ ولی اللہ بیٹھ گیا اور نصیحت آموز باتیں کیں

''العلوم الفاخرۃ'' میں امام ثعالبی نے لکھا ہے مجھے ایک باوثوق سچے آدمی نے جب فقیہ صالح عمر بن موسیٰ رجراجی رحمۃ اللہ علیہ سے بتایا کہ جناب رجراجی موصوف نے شیخ ولی اللہ محمد ہواری رحمۃ اللہ علیہ کو خط لکھا جس میں کہا گیا تھا کہ مجھے آپ شیخ کبیر بکثرت

تلاوت قرآن کرنے والے جن کا اسم گرامی علی ابن عمر ہے، ان کے بارے میں اطلاع کریں۔ وہ ان دنوں مکہ شریف آئے ہیں تا کہ امام المقام جناب ابو عبد اللہ طبری کی زیارت سے مشرف ہوں۔ فرماتے ہیں میں جب شیخ طبری کے پاس حاضر ہوا تو ہم نے انہیں حالت نزع میں پایا اسی حالت میں شیخ موصوف نے ہمیں کہا کہ میں تمہیں اس قاری قرآن علی بن عمر کی بات بتاتا ہوں۔ اگر میں حالت نزع میں نہ ہوتا تو کبھی یہ بات تم سے بیان نہ کرتا۔ وہ پردیسی قاری ہمارے ہاں فوت ہو گیا۔ ہم اس کی میت کو باب المعلیٰ کی طرف لے گئے جہاں قبرستان ہے۔ ہم نے اس کی قبر درست کرنے کے لیے اسے کچھ دیر کے لیے اپنے کندھوں سے اتار کر زمین پر رکھ دیا اور ہم بیٹھ گئے۔ پھر دیکھا تو وہ بھی اٹھ کر سیدھا بیٹھا ہوا ہے۔ ہم نے اس سے پوچھا اے فلاں! کیا تو فوت نہیں ہوا؟ کہنے لگا ہاں فوت ہو چکا ہوں لیکن واپس آیا ہوں تا کہ تمہیں ایک بات بتاؤں اور خوشخبری بھی دوں۔ وہ یہ ہے انفع ما عندنا صحبة الصالحين وموالاتهم، صالحین کی صحبت اور ان کی دوستی ہمارے لیے کس قدر نفع بخش ہے۔ یہ کہا اور پھر میت بن گیا۔ یہ واقعہ سنا کر جناب طبری رحمۃ اللہ علیہ نے ہمیں فرمایا اللہ تعالیٰ میرے لیے کافی ہے اگر میں نے اس شخص کے بارے میں یہ جھوٹا واقعہ بیان کیا ہو اور مجھے علی بن عمر نے کہا اللہ میرے لیے کافی ہے اگر میں نے طبری پر جھوٹ باندھا ہو۔ کہتے ہیں میں بھی کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ میرے لیے کافی ہے کہ اگر میں نے علی بن عمر پر جھوٹ باندھا ہو۔ انہوں نے بارہا یہ واقعہ مجھ سے بیان فرمایا۔

صاحب قبر، قبر سے باہر آ گیا

کتاب ''العلوم الفاخرۃ'' میں ہے کہ ایک ولی صالح علی نے فرمایا میں آبادی سے ذرا دور بطور مہمان تھا۔ نماز مغرب میں نے ادا کی۔ بیٹھ کر سورۂ یٰسین کی تلاوت شروع کی میرے بالکل سامنے ایک قبر تھی۔ اچانک صاحب قبر اپنی قبر سے باہر آیا اور میرے سامنے بیٹھ گیا۔ میری قراءت سنتا رہا اور اس وقت تک وہ میری تلاوت سنتا رہا جب تک گھر والے نے مجھے کھانے کے لیے آواز نہ دی۔ جب صاحب خانہ نے مجھے زور سے آواز دی اور کہا آؤ کھانا تیار ہے تو صاحب قبر پھر اپنی قبر میں چلا گیا۔

ولی دفناتے وقت بول اٹھا

حضرت ابو علی روذباری رحمۃ اللہ علیہ کی ایک حکایت ''العلوم الفاخرۃ'' میں مذکور ہے۔ فرماتے ہیں ہمارے پاس ایک فقیہ کہیں سے آیا اور یہیں انتقال کر گیا۔ میں نے اسے دفن کیا۔ دفن کرتے وقت اس کے رخسار سے کفن سرکایا اور اسے مٹی پر رکھ دیا تا کہ اللہ تعالیٰ اس کی غربت پر رحم فرمائے۔ اس نے آنکھیں کھولیں اور کہنے لگا اے ابو علی! تو مجھے اس کے سامنے ذلیل کرنا چاہتا ہے جو مجھے ذلیل نہیں کرنا چاہتا اور نہ ہی کرے گا؟ میں نے اس سے پوچھا میرے آقا! کیا موت کے بعد زندگی؟'' اس نے جواب دیا'' بلکہ میں تو اللہ تعالیٰ کا محب ہوں اور اللہ تعالیٰ کا ہر محب زندہ ہے۔ اے روذباری! میں کل قیامت میں تیری اپنی جاہ کی وجہ سے لازماً مدد کروں گا''۔

قبر میں تلاوت قرآن

امام ثعالبی نے اپنی کتاب ''العلوم الفاخرۃ'' میں لکھا ہے کہ جناب شیخ صالح ابو عبداللہ محمد بن مالک انطا کی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں ایک مرتبہ عبادان شہر میں گیا۔ وہاں ایک بدوی شخص سے میری جان پہچان تھی۔ اس کے متعلق میں نے لوگوں سے پوچھا تو مجھے بتایا گیا کہ وہ انتقال کر گیا ہے۔ عبادان میں ہی ایک شخص محض ثواب کی خاطر قبریں کھودا کرتا تھا۔ اس نے مجھے بتایا جب مذکور بدوی کا انتقال ہوا تو میں اس کے لیے قبر کھودنے لگا۔ جب لحد تک پہنچا اور لحد بنانے کا ارادہ کیا تو سامنے ایک قبر سے مٹی کا ڈھیلا گرا جس سے سوراخ ہو گیا۔ میں نے اس قبر کی طرف دیکھا جس کا ڈھیلا گرا تھا تو اس میں مجھے ایک شیخ دکھائی دیا اس نے سفید کپڑوں کا جھرمٹ مارا ہوا تھا اور اس کی گود میں سونے سے لکھا ہوا سونے کا قرآن مجید تھا جسے وہ پڑھ رہا تھا۔ اس نے سر اٹھا کر میری طرف دیکھا اور مجھ سے پوچھا کیا قیامت قائم ہو گئی؟ میں نے کہا نہیں۔ کہنے لگا تو پھر میری قبر کا ڈھیلا جہاں سے گرا ہے وہیں رکھ دو۔ میں نے وہاں رکھ دیا اور خود وہاں سے باہر آ گیا۔

مرتے وقت اخروی سلوک کا مشاہدہ

جناب اسماعیل بن حیان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ہم نے ایک قلعہ کا محاصرہ کیا ہوا تھا۔ ہم میں سے دو آدمی قلعہ کی طرف جانے لگے۔ ان میں سے ایک نے دوسرے سے کہا کیا تم غسل کرو گے ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں شہادت عطا فرمائے۔ اس کے ساتھی نے جواب دیا میں تو غسل کرنے کا ارادہ نہیں کرتا۔ دوسرے نے غسل کر لیا جب غسل سے فارغ ہوا تو قلعہ سے ایک پتھر آیا جو اسے لگا اور وہ بے ہوش ہو کر زمین پر گر گیا۔ میں اس کے قریب گیا دوسرے ساتھی اسے اٹھا کر خیمہ کی طرف لا رہے تھے۔ میں نے اس کا واقعہ پوچھا تو لوگوں نے جو کچھ ہوا مجھے بتایا۔ میں اپنے دوستوں اور ساتھیوں کی طرف واپس آیا اور انہیں اس کا سارا واقعہ سنایا۔ میں واپس ان کی طرف گیا وہ اس وقت اس کی موت کے بارے شکوک میں مبتلا تھے۔ یعنی کیا واقعی فوت ہو گیا یا ابھی زندہ ہے اور بے ہوش ہے؟ ہم اسی معاملہ میں غور و فکر کر رہے تھے کہ وہ ہنس پڑا۔ ہم نے ہنسی سن کر کہا خدا کی قسم! وہ زندہ ہے ہم کچھ دیر ٹھہرے۔ اس نے دوسری دفعہ قہقہہ لگایا ہم نے تھوڑی دیر بعد دیکھا کہ وہ ہنس رہا ہے۔ اب اس نے آنکھیں کھول دیں ہم نے اسے کہا تمہیں خوشخبری ہے۔ اب تمہیں کوئی خطرہ نہیں ہے ہم نے پھر اس سے پوچھا کہ ہم نے تم سے عجیب بات دیکھی ہے۔ ہمارا گمان تھا تو فوت ہو گیا ہے پھر ہم نے تمہیں ہنستا ہوا دیکھا۔ پھر کچھ دیر بعد دوبارہ ہنسا پھر کچھ دیر تو رو پڑا۔ یہ کیا تھا؟ کہنے لگا بات یہ ہے کہ جب مجھے پتھر لگا اور میں بے ہوش ہو گیا تو میرے پاس ایک آدمی آیا تھا۔ اس نے میرا ہاتھ پکڑا اور یاقوت کے بنے ایک محل کی طرف لے گیا۔ اس نے مجھے اس محل کے دروازے پر کھڑا کر دیا۔ اندر سے دو غلمان (لڑکے) چادر گھسیٹتے ہوئے آئے۔ ایسے خوبصورت لڑکے میں نے کبھی نہ دیکھے۔ وہ کہنے لگے اے ہمارے آقا! خوش آمدید۔ میں نے ان سے پوچھا تمہیں اللہ کی قسم! تم کون ہو؟ کہنے لگے ہمیں سبحانہ وتعالیٰ نے تمہارے لیے پیدا کیا ہے۔ پھر وہ شخص مجھے آگے ایک اور محل کی طرف لے گیا۔ اس میں سے دو غلمان ایسے باہر آئے جو پہلے دونوں سے کہیں خوبصورت

تھے۔ انہوں نے بھی مجھے کہا اے ہمارے آقا! خوش آمدید۔ میں نے ان سے پوچھا تم کون ہو؟ کہنے لگے اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے ہمیں پیدا کیا ہے وہ شخص مجھے اور آگے لے گیا اور ایک مکان کے سامنے کھڑا کر دیا۔ میں نہ جان سکا کہ وہ مکان یاقوت، زمرد یا موتی میں سے کس کا بنا ہوا تھا۔ اس میں سے دو غلمان دامن گھسیٹتے باہر آئے۔ جن کی خوبصورتی نے مجھے چاروں غلمان بھلا دیے۔ انہوں نے بھی مجھے خوش آمدید کہا۔ ان سے میں نے پوچھا تم کون ہو؟ ایک اور گھر لے گئے جن میں قالین بچھے تھے اور بعض بعض سے بلند تھے عمدہ قسم کے غالیچے موجود تھے۔ مجھے اس شخص نے اس گھر میں داخل کیا۔ اس کے دو دروازے تھے ایک دائیں اور دوسرا بائیں جانب۔ میں نے اپنے آپ کو غالیچوں پر گرا لیا تو وہ شخص مجھے کہنے لگا میں تجھے قسم سے کہتا ہوں کہ تو ضرور ان غالیچوں پر آرام کرے گا۔ لیکن صرف آج کا دن تمہیں تکلیف برداشت کرنا پڑے گی۔ میں نے اس کے بعد اپنے آپ کو وہاں موجود قالینوں پر گرا لیا۔ اس قدر نرم کہ میں نے آج تک اپنا پہلو کسی ایسے نرم قالین پر نہ رکھا۔ میں نے اسی دوران دونوں دروازوں میں سے ایک کھسر پھسر سنی۔ میں نے جب ادھر دیکھا تو وہاں ایک ایسی عورت نظر آئی جس کا حسن و جمال بے مثال تھا اور اس کا لباس اپنی مثال آپ تھا۔ وہ آگے بڑھی اور میرے قریب آکر کھڑی ہو گئی۔ اس نے سلام کیا میں نے جواب دیا۔ میں نے اس سے پوچھا اللہ تمہیں برکت دے تو کون ہے؟ کہنے لگی میں حور العین میں سے تیری بیوی ہوں۔ میں یہ دیکھ کر اور سن کر ہنس دیا۔ وہ مجھ سے دنیا کی عورتوں کے بارے میں بات چیت کرنے لگی۔ اس طرح ان کی باتیں کرتی گویا اس کے پاس ان کی باتوں کی کتاب ہے۔ اسی دوران میں نے دوسرے دروازے سے کھڑکھڑاہٹ سنی۔ جب دیکھا تو وہاں پہلی عورت سے بھی زیادہ حسین و جمیل عورت کھڑی تھی۔ وہ بھی میرے قریب آ گئی اور پہلی عورت کی طرح باتیں کرنے لگی۔ میں اس کی طرف متوجہ ہوا اور پہلی اس کی خاطر چھوڑ دی۔ میں نے ان میں سے ایک کی طرف ہاتھ بڑھایا تو وہ کہنے لگی ٹھیک ہے کہ تم جیسے بھی ہو لیکن ابھی تمہارا وقت نہیں آیا۔ اس بات کا وقت نماز ظہر کے بعد آئے گا۔ پھر وہ دونوں مجھ سے غائب ہو گئیں تو مجھے رونا آ گیا۔ جناب ابن حیان فرماتے ہیں خدا کی قسم! ہم نے ابھی نماز ظہر ادا نہیں کی تھی کہ وہ فوت ہو گیا اور جنت میں ان کو جا ملا۔

شراب طہور کے گھونٹ سے کھانے پینے کی حاجت ختم ہو گئی

''العلوم الفاخرۃ'' میں ہے کہ جناب ابو عبداللہ محمد مادن انطا کی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے رسالہ میں یہ واقعہ لکھا کہ مجھے جناب علی معصری رحمۃ اللہ علیہ نے بتایا میں بلاد روم میں تھا ہمارے ساتھ ایک ایسا آدمی شامل ہو گیا جو نہ کھاتا اور نہ پیتا تھا۔ میں نے اس سے پوچھا میں تمہیں کسی قسم کی غذا کھاتے نہیں دیکھتا لوگ تو ایک دن، دو دن، تین دن تک کھائے پیے بغیر بمشکل گزارا کرتے ہیں۔ اور تمہیں گیارہ دن ہو گئے کہ کھانے پینے کی کسی چیز کو ہاتھ تک نہیں لگایا؟ کہنے لگا جب میری تم سے جدائی کا وقت آئے گا تو اس وقت اس سوال کا جواب دوں گا۔ جب ہم سد الحوارث کی طرف روانہ ہونے لگے تو میں نے اسے کہا اپنے وعدہ کے مطابق ہمیں اپنے بارے میں بتاؤ۔ کہنے لگا ٹھیک ہے سنو میں تقریباً چار سو مردوں کے ساتھ ایک جنگ میں شریک تھا۔ دشمن نے ہم پر حملہ کر دیا۔ میرے تمام ساتھی شہید ہو گئے صرف میں زخمی ہو کر زندہ رہا۔ میں ان شہیدوں کے درمیان پڑا تھا۔ جب

سورج غروب ہونے کا وقت آیا تو میں نے ہوا میں بھینی بھینی خوشبو محسوس کی۔ جب میں نے آنکھیں کھولیں تو مجھے دوشیزائیں نظر آئیں۔ انہوں نے جو کپڑے پہن رکھے تھے، میں نے ایسے کپڑے ہرگز نہ دیکھے اور نہ ہی ایسی دوشیزائیں کبھی دیکھنے میں آئیں۔ ان کے ہاتھوں میں پانی کے بھرے پیالے تھے۔ جن سے وہ شہدا کو پلا رہی تھیں میں نے آنکھیں بند کرلیں حتیٰ کہ وہ مجھ تک پہنچیں۔ ان میں سے ایک بولی اس کے حلق میں بھی پانی ڈالو اور جلدی کرو۔ ایسا نہ ہو کہ آسمانی دروازے بند ہو جائیں پھر ہم زمین پر ہی رہ جائیں۔ ان میں سے ایک نے کہا کیا ہم اسے پانی پلائیں حالانکہ ابھی اس میں زندگی کے آثار باقی ہیں؟ دوسری بولی بہن! پلا دو کوئی حرج نہیں۔ اس نے میرے گلے میں پانی ڈالا میں نے جب سے وہ پانی پیا ہے اس وقت سے نہ تو مجھے کھانے کی ضرورت رہی ہے اور نہ ہی پینے کی۔

صاحب فراست کوئی کوئی ہوتا ہے

شیخ علوان حموی رحمۃ اللہ علیہ نے ''شرح تائیہ ابن حبیب صفدی'' میں لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہم پر خاص کرم فرمایا کہ ہمیں ایک صاحب فراست کی معرفت عطا فرمائی۔ یہ صاحب فراست بکثرت ہماری مجلس میں تشریف لاتے اور فقراء کے ساتھ ان کا سلوک بہت مہربانہ اور مشفقانہ تھا۔ ایک دن تشریف لائے ایک نوجوان اپنے سابقہ حالات سے توبہ کر چکا تھا۔ اس کا ظاہر بہت اچھا اور ذکر میں کافی محنت کرتا تھا۔ اسے صاحب فراست بزرگ نے تکلیف دہ دھکا مارا اور فقراء میں سے نکال دیا۔ اس کے ساتھ ساتھ بہت ڈانٹ ڈپٹ بھی کی۔ میں یہ دیکھ کر بہت حیران ہوا لیکن اسی وقت ہمیں معلوم ہو گیا کہ اس نوجوان نے ایک بہت برا کام کیا ہے اور گناہ کبیرہ کا ارتکاب کیا اسی بزرگ نے ایک سرکردہ فقیر کو دیکھا کہ وہ کھڑے نماز ادا کر رہا ہے اسے کھینچ کر صف اول سے باہر کر دیا۔ یہ دیکھ کر قریب تھا کہ ہمارے دل اس بزرگ کی بزرگی کا انکار کر دیتے تھوڑا سا زدوکوب بھی کیا۔ بعد میں ہم پر حقیقت کھلی کہ وہ سرکردہ فقیر بھول کر بے وضو نماز پڑھ رہا تھا۔

حضرت خضر کے ساتھ مکالمہ

شیخ علوان نے ''نسمات الاسحار'' میں لکھا ہے کہ صاحب ''البہجہ'' جناب ابو محمد قاسم بن عبد اللہ بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں مجھ سے ایک مرتبہ کسی نے پوچھا کہ خضر علیہ السلام زندہ ہیں یا فوت ہو چکے ہیں؟ میں نے جواب دیا کہ ایک مرتبہ مجھے حضرت ابو العباس خضر علیہ السلام کے ساتھ ملاقات کا شرف حاصل ہوا تو میں نے ان سے پوچھا آپ کوئی عجیب سا واقعہ سنائیں جو آپ کو کسی ولی اللہ کے ساتھ پیش آیا ہو۔ فرمانے لگے میں ایک دفعہ بحر محیط کے کنارے کنارے جا رہا تھا جہاں کوئی آدمی نظر نہ آتا تھا۔ میں نے ایک شخص کو گودڑی میں لپٹے سویا ہوا دیکھا۔ میرے دل میں آیا کہ یہ ولی اللہ ہے۔ میں نے اپنے پاؤں سے اسے ہلایا۔ اس نے سر اٹھایا اور کہنے لگا کیا چاہتے ہو؟ میں نے کہا خدمت کے لیے اٹھو۔ کہنے لگے جاؤ، اپنا کام کرو مجھے اپنے حال پر چھوڑ دو۔ میں نے اس سے کہا اگر تم خدمت کے لیے نہیں اٹھو گے تو میں تیرے متعلق لوگوں میں ضرور ڈھنڈورا پیٹوں گا کہ یہ ولی اللہ ہے۔ وہ کہنے لگا اگر تم یہاں سے نہ گئے تو میں بھی شور مچاؤں گا کہ یہ خضر ہے۔ میں نے اس سے پوچھا کہ تو نے مجھے کیسے پہچانا کہ میں خضر ہوں؟ کہنے لگا اچھا تو تم ابو العباس خضر نہیں ہو؟ ہاں تم بتاؤ کہ میں کون ہوں؟ میں نے اللہ تعالیٰ کی

طرف اپنی ہمت کو بلند کیا اور پوشیدہ راز کے طور پر اللہ تعالیٰ سے عرض کیا اے اللہ! میں نقیب الاولیاء ہوں۔ آواز آئی اے ابو العباس! تو ان ولیوں کا نقیب ہے جو ہم سے محبت کرتے ہیں اور یہ شخص ان میں سے ہے جس سے ہم محبت کرتے ہیں۔ پھر وہ شخص میری طرف آیا اور کہنے لگا اے ابو العباس! تو نے میری بات اللہ تعالیٰ کے ساتھ سن لی ہے؟ میں نے کہا ہاں سن لی ہے۔ اس کے بعد اس نے مجھ سے دعا کی درخواست کی اور کہا اے ابو العباس! میرے لیے دعا کرو۔ میں نے کہا ضرور۔ پھر اس نے کہا تشریف لے جایئے۔ اللہ تعالیٰ تمہیں تمہارا نصیب عطا فرمائے میں نے کہا اس سے زیادہ دعا کرو پھر وہ مجھ سے غائب ہو گیا۔ حالانکہ اولیاء کرام مجھ سے غائب ہونے کی قدرت نہیں رکھتے۔ پھر میں نے بقیہ سفر طے کرنے کا ارادہ کیا۔ میں دوبارہ کنارے پر چل پڑا حتیٰ کہ ریت کے ایک بہت بڑے ٹیلے پر آ گیا۔ میرے دل نے کہا کہ اس ٹیلہ پر چڑھنا چاہیے۔ جب میں اس کی چوٹی پر پہنچا تو میں نے گمان کیا کہ میں آسمانوں کے برابر بلند ہو گیا ہوں۔ میں نے اس ٹیلے کی پشت پر نور دیکھا جس سے آنکھیں چندھیا جاتی ہیں میں نے اس نور کے پاس جانے کا ارادہ کیا۔ جب وہاں پہنچا تو وہاں ایک عورت نظر آئی جو گودڑی اوڑھے سو رہی تھی گودڑی بالکل اس شخص کی گودڑی سے ملتی تھی جسے میں پہلے مل چکا تھا اور وہ غائب ہو گیا تھا۔ میں نے اس عورت کو پاؤں مار کر جگانے کا ارادہ کیا تو مجھے آواز دی گئی جس سے ہم محبت کرتے ہیں اس کا ادب کرو۔ میں بیٹھ گیا اور اس کے خود بخود جاگنے کا انتظار کرنے لگا۔ وہ نماز عصر کے وقت اٹھی اور اٹھتے ہی اس نے یہ دعا پڑھی۔ الحمد لله الذی احیانی بعد ما اماتنی والیه النشور۔ سب تعریف اس اللہ کے لیے جس نے مجھے موت دینے کے بعد زندگی بخشی اور اس کی طرف قبروں سے اٹھ کر جانا ہے۔ الحمد لله الذی آنسنی به واوحشنی من خلقه۔ سب تعریف اس اللہ کے لیے جس نے مجھے اپنی محبت بخشی اور اپنی مخلوق سے بے گانہ کیا۔ پھر اس نے میری طرف دیکھا اور کہنے لگی خوش آمدید ابو العباس! اگر تم منع کیے جانے کے بغیر میرا ادب کرتے تو یہ بہت اچھا ہوتا۔ میں نے کہا تمہیں خدا کا واسطہ مجھے بتاؤ کہ تم فلاں مرد کی بیوی ہو؟ کہنے لگی ہاں میں اس کی بیوی ہوں۔ اس غیر آباد جگہ میں ایک ابدال عورت کا انتقال ہو گیا تھا اور اللہ تعالیٰ نے مجھے اس کی طرف بھیجا میں نے اسے غسل دے کر کفن پہنایا۔ جب تجہیز و تکفین سے فارغ ہوئی وہ میرے سامنے آسمان کی طرف اٹھ گئی۔ حتیٰ کہ میری نظروں سے اوجھل ہو گئی۔ میں نے اس عورت سے کہا میرے لیے دعا میں اضافہ کرو۔ کہنے لگی اللہ تعالیٰ تمہیں تمہارا نصیب زیادہ عطا فرمائے۔ میں نے کہا اور زیادہ دعا کرو۔ کہنے لگی اگر ہم تم سے چھپ جائیں تو ہمیں ملامت نہ کرنا۔ میں نے جب دیکھا تو وہ موجود نہ تھی۔

اندھا ہونے کے باوجود دیکھ لیا

''الشقائق النعمانیہ'' میں لکھا ہے۔ اولیاء کرام میں سے ایک ولی تھا جن کا اسم گرامی عالم فاضل حسیب نسیب مولی سید ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ تھا۔ ان کے والد گرامی سادات عجم میں سے تھے۔ وہاں سے بلاد روم تشریف لے آئے اور اماسیہ کے ایک گاؤں میں مستقل رہائش اختیار کر لی جس کا نام بلیجہ تھا۔ وہ بہت بڑے ولی اللہ تھے اور بلند و بالا کرامات کے مالک تھے۔ ان سے بکثرت خوارق عادات اشیاء منقول ہیں۔ ہم ان کی تفصیل میں نہیں جاتے کیونکہ کتاب کی ضخامت بڑھ جائے گی۔ ان میں

ایک کرامت یہ ہے کہ موصوف آخر عمر میں آنکھوں کی روشنی سے محروم ہو گئے تھے۔ ان کے بیٹے مذکور نے ایک دفعہ ان کے قریب جاتے ہوئے اپنے سر سے کپڑا اتارا تو آپ نے فرمایا اے ابراہیم! اپنے سر کو ننگا نہ رکھو کہیں ٹھنڈی ہوا نقصان نہ پہنچا دے۔ یہ بات سن کر بیٹے نے پوچھا آپ نے کیسے دیکھ لیا کہ میں ننگے سر ہوں حالانکہ آپ کی بینائی ختم ہو چکی ہے؟ کہنے لگے میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تھی کہ وہ مجھے تمہارا چہرہ دکھائے۔ تو اس نے مجھے یہ قدرت عطا فرما دی اور جونہی میری نظر درست ہوئی تو عین اس وقت تمہارا سر ننگا تھا اب میری نظر پھر بند ہو گئی ہے اور پہلی حالت میں آ گئی ہے۔ سید موصوف کے صاحبزادے نے 935ھ میں انتقال فرمایا۔ یہ کرامت ان کے والد گرامی کی ہے جن کا اسم گرامی مذکور نہیں اسی وجہ سے میں نے اسے یہاں ذکر کیا ہے۔

لعاب دہن سے برص کا داغ مٹ گیا

''الاجوبۃ المرضیۃ'' میں امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں: صوفیہ جن باتوں کی وجہ سے فقہاء کرام سے ممتاز ہوتے ہیں ان میں سے ایک مستقبل کے امور کے بارے میں صحیح کشف بھی ہے اور بھی بہت سی باتیں ما بہ الامتیاز ہوتی ہیں۔ کشف صحیح کی وجہ سے صوفیہ کرام ماؤں کے پیٹ میں موجود بچہ کے متعلق بتا دیتے ہیں کہ یہ لڑکا ہے یا لڑکی ہے یا خسرہ ہے اور لوگوں کے دلی خیالات پر واقف ہوتے ہیں اور عام لوگ گھروں میں چھپ کر جو کرتے ہیں ان پر آشکار ہو جاتا ہے۔ امام الحرمین اس بات کا انکار کیا کرتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ ان (صوفیہ) کا کام صرف کھانا اور مسجدوں اور سرائے خانوں میں رقص کرنا ہی ہے۔ اتفاق سے ایک دن امام الحرمین ایک دعوت میں شریک تھے وہاں قوال نے کچھ اشعار پڑھے۔ فقراء میں سے ایک فقیر پر وجد طاری ہو گیا۔ امام الحرمین نے دل میں اسے برا جانا جب فقیر وجد کی کیفیت سے باہر نکلا تو اس نے امام الحرمین کی طرف دیکھا اور کہنے لگا اے فقیہ! آپ اس شخص کے بارے میں کیا کہتے ہیں جو فجر، ظہر اور عصر کی نماز حالت جنابت میں پڑھے اور مسجد میں لوگوں کو علم دین سکھانے کے لیے اسی حالت میں بیٹھا رہے۔ پھر اسی حالت میں وہ اہل اللہ کی مجلس میں بھی آ جائے اور اہل اللہ کی باتوں کو برا سمجھے اور ان کی غیبت کرے؟ امام الحرمین نے اپنے دل میں سوچا تو پتہ چلا کہ یہ تمام باتیں انہوں نے خود کی ہیں۔ وہ اٹھے اور غسل کیا پھر نمازیں لوٹائیں اور اللہ تعالیٰ سے استغفار کی۔ اس کے بعد ان کا صوفیہ کرام کے متعلق عقیدہ صحیح ہو گیا اور تا دم مرگ صوفیہ کرام کی مجالس میں حاضر ہوتے رہے۔

پھٹے پرانے کپڑے اور صاحب تصوف

امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ نے ''العہود'' میں لکھا ہے۔ یہ حکایت شیخ محمد طلخی رحمۃ اللہ علیہ نے جامع سانود کے امام صاحب سے بیان کی ہے۔ امام صاحب فرماتے ہیں ایک شخص مسجد مذکور کے محراب میں پھٹے پرانے اور میلے کپڑے پہنے سویا کرتا تھا میں جب بھی امامت کرانے مسجد کے محراب میں داخل ہوتا تو وہ وہاں اسی حالت میں سویا نظر آتا۔ اس کا نام میں نے عجل المحراب یعنی محراب کا بچھڑا رکھ دیا۔ ایک دن امام صاحب تشریف لائے تو اس کے پہلو میں اپنے پاؤں سے ٹھوکر لگائی۔ وہ اٹھ کھڑا ہوا اس کی آنکھیں خون کی طرح سرخ تھیں۔ اس نے امام صاحب کو پکڑا اور محراب میں دھکیل دیا۔ امام مسجد نے محراب میں جانے

کے بعد دیکھا کہ وہ ایک ایسی جگہ پر جہاں کانٹے اور چھوٹے چھوٹے پتھر ہیں۔ وہ چلنے لگے چلنے کی وجہ سے ان کے پاؤں زخمی ہو گئے انہوں نے پگڑی کا کچھ حصہ پھاڑا اور اپنے پاؤں پر لپیٹا۔ جب تھک کر چور ہو گئے تو انہیں ایک درخت دکھائی دیا اس تک پہنچنا چاہا۔ جب وہاں گئے تو وہاں پانی کا ایک چشمہ نظر آیا اور کسی کے پاؤں کے نشانات بھی نظر آئے جس نے وہاں وضو کیا اور گیلے پاؤں وہاں سے روانہ ہوا تھا۔ امام صاحب ان نشانات کے پیچھے پیچھے چل پڑے۔ آگے انہیں ایک بڑی جماعت دکھائی دی جو پہاڑ کی گھاٹی میں تھی۔ جب اس جماعت کے قریب گئے تو اس جماعت کا شیخ اسی شخص کو پایا جو محراب میں سویا کرتا تھا۔ اب اس کے جسم پر نہایت ستھرے اور عمدہ کپڑے تھے اس نے اپنے ساتھیوں کی طرف دیکھ کر پوچھا کیا تم میں سے کسی نے آج مجھے گائے کے بچھڑے کے روپ میں دیکھا ہے؟ کہنے لگے نہیں۔ پھر اس نے کہا کہ اس (امام سے) پوچھو اور اسے بتاؤ کہ میں گائے کا بچھڑا نہیں ہوں۔ امام صاحب نے استغفار کی اور توبہ کی پھر اسی شیخ نے جماعت میں سے ایک کو اشارہ کیا کہ اسے جامع سانو د پہنچا دو۔ وہ اٹھا اور تھوڑا سا لے کر چلا کہ امام صاحب نے اپنے آپ کو مسجد کی محراب کی دیوار سے باہر آتے دیکھا اور لوگ نماز عصر کی امامت کے لیے ان کا انتظار کر رہے تھے۔ امام صاحب نے ان کو اپنے ساتھ پیش آنے والا واقعہ بتایا اور یہ کہ وہ زمین جس پر پتھر اور کانٹے تھے وہ مصر سے مکمل ایک سال کی مسافت پر واقع ہے۔ یہ حکایت شیخ شمس الدین طنتی کی ہے جسے انہوں نے صاحب واقعہ کی زبانی بیان فرمایا۔

عالم کا عمل مرغ کے دل میں رکھ دیا

''العہود'' میں امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں مجھے یہ حکایت شیخ الاسلام محدث شیخ امین الدین امام جامع غمری مصر نے شیخ الاسلام صالح بلقینی کی زبانی سنائی کہ بلقینی موصوف کے والد شیخ سراج الدین رحمۃ اللہ علیہ کا باب اللوق سے ایک مرتبہ گزر ہوا تو آپ نے وہاں بہت سے لوگ جمع دیکھے۔ پوچھا یہ بھیڑ کیسی ہے؟ لوگوں نے بتایا ایک شخص جو اولیاء اللہ میں سے ہے، وہ حشیش بیچ رہا ہے۔ یہ سن کر انہوں نے کہا اگر اس وقت مصر سے دجال نکل آئے تو مصری لوگ شدید جہالت کی وجہ سے اس کے بھی معتقد ہو جائیں گے۔ حشیش فروخت کرنے والا اولیاء اللہ میں سے کیسے ہو سکتا ہے؟ وہ تو ٹھگ اور شعبدہ باز ہے۔ یہ کہہ کر آپ واپس چلے گئے۔ شیخ (حشیش بیچنے والے) نے ان کی تمام یادداشت علمی سلب کر لی حتیٰ کہ سورۂ فاتحہ بھی انہیں بھول گئی۔ اس کی وجہ سے ان کے احوال بہت خراب ہو گئے لوگ اپنے مسائل لکھ کر ان سے فتویٰ کے لیے ارسال کرتے لیکن انہیں تو کچھ بھی یاد نہ رہا تھا۔ اور انہیں حشیش بیچنے والے کے بارے میں اپنی کہی بات ہی بھول گئی۔ آپ اسی کیفیت سے اپنے مدرسہ حارہ بہاؤ الدین میں تین دن تک رہے۔ ایک فقیر ان کے پاس آیا آپ نے اس سے اپنی حالت بیان کی۔ اس فقیر نے کہا یہ اس حشیش بیچنے والے کا کام ہے جس پر آپ نے اعتراض و انکار کیا تھا۔ کیونکہ فقراء نے اسے یہاں خود بٹھایا ہے اور اس لیے بٹھایا ہے تاکہ لوگوں کو حشیش کی عادت سے اس کے ہاتھوں توبہ نصیب ہو۔ حقیقت یہ ہے کہ جو شخص ایک مرتبہ اس سے حشیش کھا لیتا ہے وہ مرنے تک دوبارہ حشیش کے قریب نہیں جاتا۔ لہٰذا آپ کسی کو اس کے پاس بھیج کر معافی مانگیں وہ معاف کر دے تو آپ کی حالت لوٹ آئے گی۔ شیخ نے کسی کو بھیجا جب یہ ایلچی حشیش فروخت کرنے والے کے سامنے آیا تو اس نے یہ

شعر پڑھے:

نحن الحرافیش لا نسکن علالی الدور　ولا نرائی ولا نشهد شهادة زور

نقنع بلقمة و خرقة فی مسجد مهجور　من کان ذاالحال حاله ذنبه مغفور

ہم تو شعبدہ باز ہیں۔ اونچے اونچے مکانات ہیں، رہائش سے ہمیں کیا واسطہ۔ ہم جھوٹی گواہی نہ خود دیتے ہیں اور نہ ہی اسے اچھا جانتے ہیں۔ ہم تو غیر آباد مسجد میں ایک آدھ لقمہ اور پھٹے پرانے کپڑے کے ساتھ گزر اوقات کرتے ہیں جس کی یہ حالت ہو وہ صاحب حال ایسا ہے کہ اس کے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔

اگر ہم حشیش فروخت کرنے والے فاسق فاجر ہوتے تو شیخ الاسلام کی یادداشت سلب کرنے کی طاقت نہ پاتے۔ پھر اس نے ایلچی کو کہا جاؤ اور جا کر شیخ الاسلام کو میرا اسلام کہو اور کہو کہ چار سو روٹیاں تیار کر کے میرے پاس آ کر بیٹھ جاؤ اور ہر وہ شخص جس کو میں حشیش کا ٹکڑا بیچتا ہوں اسے ایک رطل اور ایک روٹی دینا۔ ایلچی نے جا کر جب یہ بات شیخ الاسلام کو بتائی تو انہیں ایسا کرنا بڑا مشکل نظر آیا لیکن ان کے دوستوں نے انہیں ایسا کرنے پر مجبور کیا۔ حتیٰ کہ آپ تیار ہو گئے پھر ہر ایک گاہک کو ایک رطل تول کر اور ایک روٹی نکال کر دیتے رہے۔ اور شیخ (حشیش فروخت کرنے والا) مسکراتا رہا اور کہتا ہم ان لوگوں کے باطن کو سنوارتے ہیں آپ ان کی ظاہری حالت درست کر رہے ہیں۔ یہ کام اس وقت جاری رہا جب تک تمام روٹیاں ختم نہ ہو گئیں۔ فراغت پر شیخ نے فرمایا اب جاؤ اور تمہارے مدرسہ کی چھت پر جو مرغ ہے اسے ذبح کرو اور اس کا دل کھاؤ تمہارا علم واپس آ جائے گا۔ خدا واسطے سوچو تم اس علم کے بل بوتے پر مسلمانوں پر تکبر کرتے اور شیخی بگھارتے ہو جسے ایک مرغ نے اپنے دل میں سمو لیا؟ یہ دن جائے شیخ بلقینی نے کسی بھی صاحب حال پر اعتراض نہ کیا اور نہ ہی ان کی باتوں کو برا جانا۔ یہ شیخ امین الدین کی حکایت ہے انہوں نے یہ شیخ الاسلام صالح بلقینی سے بیان کی اور انہوں نے اپنے والد جناب سراج الدین سے۔ سیدی شیخ عثمان خطاب رحمۃ اللہ علیہ کے شیخ جناب شیخ ابوبکر قدوسی رحمۃ اللہ علیہ کے اس حشیش بیچنے والے فقیر کے ساتھ بہت سے عجیب و غریب واقعات پیش آئے۔ آپ اس کے ہاں بکثرت آیا جایا کرتے تھے اور حاجت مندوں کو بھی اس کے پاس روانہ فرماتے۔ وہ ان ضرورت مندوں کی حاجات صاحب حال ہوتے ہوئے پورا فرما دیتے اور کہا کرتے تھے جس نے ان کے ہاتھوں ایک مرتبہ حشیش لے کر کھالی دوبارہ تا مرگ اس نے حشیش کا ذائقہ تک نہ لیا۔

لمحوں میں طویل مسافت طے کرادی

امام شعرانی ''العہود'' میں لکھتے ہیں مجھے شیخ صالح احمد ابن شیخ شربینی رحمۃ اللہ علیہ نے حکایت سنائی کہ میں خود ایک مرتبہ مکہ شریف کا مجاور تھا۔ مجھے شربین قصبے میں رہتی اپنی والدہ سے ملاقات کا شوق ہوا لیکن نہ تو میرے پاس درہم تھے کہ کرایہ دے کر جاتا اور نہ ہی سواری تھی کہ اس پر بیٹھ کر مصر جاتا۔ میں اسی شش و پنج میں تھا کہ اچانک سعی میں مجھے لوگوں میں گھرا ایک شخص دکھائی دیا۔ مکہ شریف کے لوگ اس سے سخت انکار اور نفرت کرتے تھے۔ اس نے یک لخت یہ جملہ کہا تو مصر جانا چاہتا ہے؟ میں نے کہا ہاں جانا چاہتا ہوں۔ اس نے مجھے دھکا دیا تو میں نے اپنے آپ کو شربین اپنے گھر کے دروازہ پر پایا۔ یہ تو تھی ان کی

حکایت انہوں نے مزید فرمایا کہ یہ شخص 923ھ میں اہل موقف (حاجی صاحبان) کا صاحب شفاعت تھا۔ (یعنی اس کی شفاعت کی وجہ سے حجاج کا حج قبول ہوا)

ولی کے علاقہ میں غفلت سے نہیں چلنا چاہیے

امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ نے ''المنن'' میں لکھا ہے کہ ایک واقعہ میرے ساتھ بھی پیش آیا وہ یہ کہ میں ایک دفعہ سوق الصاغۃ میں دو محلات کے درمیان والی گلی میں سے گزر رہا تھا۔ میں اس وقت غافل تھا میں نے فوراً محسوس کیا کہ میرا ہر بال کھڑا ہو گیا ہے یعنی رونگٹے کھڑے ہو گئے اور میں نے یہ بھی محسوس کیا کہ میرے پیچھے بہت بڑا مگرمچھ آ رہا ہے جو مجھے نگلنا چاہتا ہے۔ میں نے مڑ کر دیکھا تو مجھے ایک شخص نظر آیا جس کے بال بکھرے ہوئے اور آنکھیں سرخ تھیں۔ قریب تھا کہ اس کا منہ میرے کندھے کو چھوتا اس نے مجھے کہا میرے علاقے میں دوبارہ غافل ہوتے ہوئے نہ آنا۔ ورنہ تمہاری خیر نہ ہو گی اس دن سے آج تک مجھے یہ یاد نہیں پڑتا کہ میں کبھی اس جگہ سے غفلت کی حالت میں گزرا ہوں۔ فافہم ذلک والحمدللہ

ولی کے علاقہ میں داخلہ کے لیے اجازت ضروری ہے

امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ ''المنن'' میں رقمطراز ہیں۔ مجھے میرے بھائی شیخ ابوالعباس حریثی رحمۃ اللہ علیہ نے خبر دی۔ فرمایا جب میں نے بلاد غربیہ کا چکر لگایا تو میں جامع اصطنھا میں داخل ہوا میں بیٹھا ہوا تھا اور لوگ میرے اردگرد تھے۔ اچانک میں نے اپنے پیٹ میں بوجھ محسوس کیا۔ قریب تھا کہ میں ہلاک ہو جاتا میں نے ساتھیوں سے کہا کوئی برتن لاؤ میں قے کرنا چاہتا ہوں وہ بہت بڑا پیالہ لائے میں نے قے کی۔ وہ پیالہ پیٹ اور خون کی قے سے بھر گیا۔ پھر ایک شخص نے جامع مسجد کی ایک طرف سے حرکت کی جو زعفرانی رنگ کی چادر اوڑھے سو رہا تھا۔ کہنے لگا خدا کی قسم! اگر تو حال کا کمزور نہ ہوتا تو واقعی ضعیف ہے۔ تو میں جامع مسجد سے تیری میت اٹھنے دیتا اور تجھے سیدھا قبر میں لے جاتا تو نے ہم لوگوں کے علاقوں میں کیسے آنے کی جرأت کی۔ جب کہ تو نے ان کی اجازت لینے میں غفلت سے کام لیا چار پایوں کی طرح آ گیا؟ فرماتے ہیں میں نے اسے کہا میری توبہ، اس نے میری توبہ قبول کر لی اس دن سے میں کسی ولی کے علاقہ میں اس کی اجازت حاصل کیے بغیر داخل نہیں ہوا۔

کھائیں گھاس اور نماز مکہ میں

''المنن'' میں امام شعرانی لکھتے ہیں مجھے شیخ حسن ریحانی رحمۃ اللہ علیہ نے بتایا کہ ایک مرتبہ بحر سویس کے کنارے واقع مقطم پہاڑ سے میرا گزر ہوا۔ وہاں پہاڑ میں مجھے کچھ لوگ نظر آئے جو بارش سے اگی گھاس کھاتے تھے اور بعض ان میں سے نسیم سحر بطور غذا استعمال کرتے تھے۔ یہ تمام لوگ ہر رات مغرب کی نماز مکہ شریف میں قطب کی اقتداء میں ادا کیا کرتے تھے۔

''المنن'' میں ہے امام شعرانی فرماتے ہیں مجھے سیدی علی بدوی شاذلی رحمۃ اللہ علیہ کی یہ حکایت پہنچی آپ نے فرمایا ایک دن میں نے نواتیہ مسلک کے فقراء پر انکار کیا یعنی ان کو اچھا نہ جانا۔ یہ لوگ اس دن ساحل رشید پر تھے۔ جب میں نے انہیں دیکھا تو انہوں نے ایک مذہب کے مطابق اپنی شرمگاہیں بے پردہ کی ہوئی تھیں۔ اچانک مجھے ایک آدمی ہوا میں نظر آیا جو کہہ

رہا تھا اے علی! تو نواتیہ پر اعتراض کرتا ہے میں بھی ان میں سے ہی ہوں؟ شرمگاہ کے بارے میں مذاہب مختلف ہیں۔ میں اس کی ہیبت سے کانپ اٹھا قریب تھا کہ ہلاک ہو جاتا۔ میں نے اللہ تعالیٰ سے استغفار کی۔

سیدی علی بدوی شاذلی مذکور فرماتے ہیں ایک واقعہ مجھے قلندریہ درویشیوں کے ساتھ بھی پیش آیا جو عمود السواری کے قریب مقیم تھے۔ میں ایک دن ان کے پاس گیا تو مجھے ان میں ایک بات ظاہراً شریعت کے خلاف نظر آئی جسے بعض ائمہ خلاف شریعت کہتے ہیں۔ اس سے میرے سینے میں گھٹن محسوس ہوئی۔ میں نے آسمان کی طرف نظر اٹھائی تو مجھے ہوا میں بیٹھا ایک شخص دکھائی دیا جو وضو کر رہا تھا۔ کہنے لگا تم قلندریہ پر اعتراض کرتے ہو میں بھی ان کا ہی ایک فرد ہوں۔ کہتے ہیں میں نے اللہ تعالیٰ سے استغفار کی اور پھر عموماً لوگوں پر اعتراض کرنا ترک کر دیا۔

''المنن'' میں امام شعرانی ذکر کرتے ہیں میں نے سیدی علی خواص رحمۃ اللہ علیہ سے بارہا سنا۔ فرماتے تھے تم میں سے کوئی شخص بازار میں وضو کے بغیر نہ جایا کرے کیونکہ اصحاب نوبہ اس شخص سے محبت کرتے ہیں جو ان سے ملتے وقت باوضو ہو۔

''العہود'' میں امام شعرانی لکھتے ہیں ایک ولی اللہ ایسے تھے جو ٹوٹے ہوئے ہاتھ پر اپنا لعاب لگاتے تو وہ جڑ جاتا۔ ایک مرتبہ ایک آدمی کے ہاتھ پر انہوں نے لعاب لگایا تو وہ عرض کرنے لگا خدا کے لیے مجھے بھی یہ وظیفہ سکھا دیں۔ انہوں نے فرمایا میں بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ پڑھتا ہوں۔ وہ کہنے لگا یہ نہیں بلکہ آپ کچھ اور پڑھتے ہیں اس کے ساتھ اس کا ہاتھ ٹوٹ کر گر گیا۔

ولی کی ہر چیز بابرکت ہوتی ہے

امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ ''العہود'' میں لکھتے ہیں سیدی علی خواص رحمۃ اللہ علیہ ہر ضرورت مند اور محتاج کو ایک شخص کے پاس بھیجا کرتے تھے جو جامع ازہر کے دروازے پر مولیاں بیچتا تھا۔ تو وہ شخص اس کی حاجت اسی وقت پوری کر دیتا۔ ایک مرتبہ ان کے پاس ایسا شخص آیا جس کے گلے میں مچھلی کی طرح گوشت بن گیا تھا جس سے کھانے پینے اور بولنے میں اسے انتہائی تکلیف ہوتی تھی۔ امام شعرانی نے اسے فرمایا اس شخص کے پاس جاؤ جو جامع ازہر کے دروازے پر مولیاں بیچتا ہے اسے سکہ رائج الوقت دینا اور مولی کی ایک گٹھڑی خرید لینا۔ اس نے امام موصوف کے کہنے پر عمل کیا ابھی اس نے اس مولی کا ایک ہی پتا کھایا تھا کہ اسے چھینک آئی جس سے اس کے گلے میں بنا گوشت باہر نکل آیا۔ فرماتے ہیں شیخ نے ہمیں بتایا کہ شخص مذکور ایسا صاحب تصرف تھا کہ جو بھی اس کی مولی سے پتا کھاتا اسے اگرچہ جذام، برص یا کوئی اور دیرینہ اور پیچیدہ مرض ہوتا تو شفا ہو جاتی تھی۔ میں نے اسے یہ کہتے ہوئے سنا ''اللہ تعالیٰ نے بے شک ارباب احوال کو اس دنیا میں تقدیم، تاخیر، ولایت، عزل، قہر اور تحکم علی اللہ عطا فرمایا ہوتا ہے۔ ایسا جو کہ وہ لازما کرتا ہے اور جس کام کا یہ حضرات ارادہ کریں اس میں ان کا حکم چلتا ہے۔ لہٰذا تم ان حضرات پر اعتراض کرنے اور انکار کرنے سے بچو اگر انکار کرنا ہی ہو تو پہلے سرکار ابد قرار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی توجہ چاہو پھر اس طرف آؤ۔ یہ اس لیے تاکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس شخص سے جس کا تم انکار کرنا چاہتے ہو تمہیں حفاظت میں لے لیں گے ورنہ وہ ناراض ہو گئے تو بعض دفعہ ہلاکت کا منہ دیکھنا پڑتا ہے''۔ میں نے سیدی عبدالقادر دشطوطی رحمۃ اللہ علیہ سے سنا۔ فرمایا ارباب احوال کا اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق یوں سمجھو کہ جیسے ان کا حال کائنات پیدا کرنے اور شریعتیں نازل کرنے سے پہلے اس کے ساتھ تھا۔ علامہ مبہانی

فرماتے ہیں واقعہ مذکور میں جو ولی اللہ کا ارشاد ہم نے نقل کیا۔ اس میں ایک بات "تحکم علی اللہ" تھی جس کا ایک مفہوم یہ ہے کہ ارباب احوال اللہ تعالیٰ پر اپنا فیصلہ مسلط کرتے ہیں، یہ درست بات نہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ صاحب احوال اللہ تعالیٰ کو کسی کام کے سرانجام دینے پر آمادہ کر لیتے ہیں خواہ کسی بنا پر ہو۔ حقیقت میں مختار و فاعل مطلق تو اللہ تعالیٰ ہی ہے لیکن صورۃ ظاہر بین یہ سمجھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو مجبوراً یہ بات ماننا پڑتی ہے۔

اللہ کے بندے ظلم برداشت کرتے ہیں اور بدلہ نہیں لیتے

امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ "العہود" میں فرماتے ہیں سیدی علی خواص رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے بتایا میرا ایک دوست صاحب حال تھا۔ وہ اپنا حکم نافذ کرنے میں کمال کا آدمی تھا۔ حتیٰ کہ بادشاہ وغیرہ تک میں اپنا حکم نافذ کر دیتا تھا لیکن ایسا کرتا نہ تھا۔ وہ مزدوری کیا کرتے تھے مزدوری یہ کہ اس نے ایک گدھا پال رکھا تھا۔ اس پر ضرورت مند کو کرایہ مقرر کر کے جہاں وہ کہتا پہنچا دیا کرتا تھا۔ ایک مرتبہ سلطان قایتبائی کا ایک فوجی اس کے گدھے پر قنطرہ موسکی سے سوار ہوا۔ مصر سے روضہ پھر جیزہ اور پھر اہرام کے ارد گرد گیا۔ گدھے کا مالک بوڑھا ہو چکا تھا۔ فوجی گدھے کو ہانک رہا تھا۔ شیخ مذکور ساتھ ساتھ پیدل چل رہا تھا۔ شیخ نے اسے کہا بیٹا ذرا آہستہ چلو۔ میں بوڑھا ہوں میرا بھی خیال کرو۔ لیکن فوجی نے اس کی کوئی پروا نہ کی جب وہ ربیع الخیل پہنچے تو بوڑھے شیخ نے کرایہ طلب کیا، تو اس نے کرایہ دینے کی بجائے کوڑا نکالا اور شیخ کو اس قدر زدوکوب کیا کہ اس کے ہاتھ اور انگلیاں تقریباً ٹوٹ گئیں۔ شیخ کرائے کے بغیر ہی واپس آ گیا اور ایک ماہ تک کمزوری کی وجہ سے بستر پر پڑا رہا۔

امام شعرانی فرماتے ہیں شیخ نورالدین شونی رحمۃ اللہ علیہ نے حکایت بیان کی کہ ایک شخص قنطرہ موسکی میں لوگوں کو کرایہ پر ادھر ادھر لے جایا کرتا تھا (جس کی خاطر اس نے گدھا پال رکھا تھا) بنات الخطا (جسم فروش عورتیں) میں سے جو چاہتی اسے جہاں وہ کہتی کرایہ لے کر پہنچا دیتا تھا۔ لوگ اس کام پر اسے گالی دیا کرتے تھے اور دیوث کہا کرتے تھے۔ حالانکہ وہ ولی اللہ تھا اور حقیقت یہ تھی کہ فاحشہ عورتوں میں جو ایک دفعہ اس کے گدھے پر سوار ہو کر کہیں جاتی وہ تازندگی بدکاری سے توبہ کر لیتی تھی۔ شیخ نورالدین شونی موصوف نے ایک دفعہ اس بزرگ سے پوچھا آپ نے یہ منزلت و مقام کیسے پایا؟ کہنے لگا اذیت و ظلم برداشت کرنے سے۔ پھر اس نے فوجی کے ساتھ ہوا واقعہ (جو اوپر گزرا ہے) بیان کیا۔ یہ بات اس بزرگ نے خود شیخ نور الدین شونی سے بیان کی۔ شیخ شونی فرماتے ہیں یہ شخص ایسا صاحب قدرت و اختیار تھا اگر اللہ تعالیٰ سے سوال کرتا کہ وہ فوجی زمین میں دھنس جائے تو زمین اسے نگل جاتی۔

امام شعرانی فرماتے ہیں شیخ نورالدین شونی رحمۃ اللہ علیہ نے ہی مجھے اس بزرگ کے بارے میں بتایا کہ ایک شخص نے اسے کہا۔ مجھے مسجد خلفاء تک لے چلو، جو قنطرہ موسکی کے قریب خط حارہ عبدالباسط میں ہے۔ اس نے اسے بطور کرایہ تین چاندی کے روپے دیے۔ اس شخص کے پاس ٹوکری تھی جس میں بھنی ہوئی تازہ مچھلی تھی۔ یہ بزرگ اسے گدھے پر سوار کر کے اس کے پیچھے پیچھے چلے۔ ابھی چند قدم ہی چلے ہوں گے کہ بزرگ نے سوار سے کہا اتر جاؤ۔ مسجد خلفاء آ گئی ہے۔ اس شخص نے دیکھا تو وہ اس وقت مدینہ منورہ میں باب السلام کے سامنے کھڑا تھا۔ پھر اس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، ابوبکر صدیق اور عمر بن خطاب رضی اللہ عنہما

کی زیارت کی، جنت البقیع گیا۔ شیخ موصوف باب السلام پر کھڑا انتظار کرتا رہا۔ مچھلی بھی شیخ کے پاس تھی جب وہ باہر واپس آیا تو شیخ نے اسے کہا اگر تم چاہو تو یہیں ٹھہرو۔ حتیٰ کہ حجاج کرام آ جائیں۔ اور اگر میرے ساتھ ابھی جانا چاہتے ہو تو آ جاؤ۔ اس نے کہا میں آپ کے ساتھ جاؤں گا۔ چنانچہ دونوں واپس آ گئے۔ شیخ نے اس سے واپسی کے ساتھ یہ شرط باندھی تھی کہ اس واقعہ کی کسی سے گفتگو نہیں کرو گے۔ اس نے یہ شرط تسلیم کر لی اور جب تک شیخ زندہ رہے اس نے یہ واقعہ کسی کو نہ بتایا۔ شیخ کے انتقال کے بعد پھر اس کا لوگوں سے تذکرہ کیا اور اس شخص نے یہ بھی بتایا کہ مذکورہ فوجی کا واقعہ مجھے خود شیخ نے سنایا تھا۔ واقعہ سن کر میں نے کہا یا سیدی! اگر آپ کی جگہ میں ہوتا تو اس ظالم کو قتل کر دیتا۔ فرمانے لگے بیٹا! نہیں اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس دنیا میں صبر کا حکم دیا ہے۔ ظالم خواہ کیسا ہی ظلم کرے، ہم تو یہ سمجھتے ہیں کہ اگر کوئی ظلم کرتا ہے تو اس کے پیچھے ہماری ہی کوئی غلطی ہوتی ہے جس کی وجہ سے ہم اس زیادتی کے مستحق قرار پاتے ہیں۔

میں (علامہ نبہانی) نے ''روض الریاحین'' میں اسی حکایت کے ساتھ ملتی جلتی ایک حکایت دیکھی ہے جس میں اولیاء کرام کے صبر کا عظیم مقام مذکور ہے۔ حالانکہ عبرت دلانے کی خاطر وہ ظالم کو اگر انتقام کا نشانہ بناتے تو انہیں اس پر قدرت تھی۔ امام یافعی نے حکایت 393 کے تحت لکھا ہے کہ کوئی فقیر ایسے بزرگ اور شیخ کے پاس آیا جو اسم اعظم جانتا تھا۔ اس سے عرض کیا مجھے اسم اعظم سکھایئے۔ بزرگ نے فرمایا کیا تمہارے اندر اسم اعظم کی اہلیت ہے؟ کہنے لگا جی ہے۔ بزرگ نے فرمایا شہر کے دروازے تک جاؤ وہاں جا کر بیٹھ جاؤ۔ پھر وہاں تمہارے سامنے جو واقعہ ہو آ کر مجھے بتانا۔ فقیر اس جگہ جا کر بیٹھ گیا تھوڑی ہی دیر بعد ایندھن والا ایک بوڑھا آیا اس کے ساتھ گدھا بھی تھا۔ جس پر اس نے ایندھن لادا ہوا تھا۔ ایک سپاہی اس کے آڑے آ گیا اور اس سے ایندھن بھی چھینا اور زدوکوب بھی کیا۔ یہ دیکھ کر فقیر واپس شیخ کے پاس آ گیا بڑا غمزدہ تھا۔ آ کر سارا واقعہ بیان کیا۔ شیخ نے پوچھا اگر تجھے اسم اعظم معلوم ہوتا تو تو اس سپاہی کے ساتھ کیا سلوک کرتا؟ کہنے لگا میں اس کے مرنے کی دعا کرتا۔ شیخ نے فرمایا ایندھن والا بوڑھا ہی وہ شخص ہے جس نے مجھے اسم اعظم سکھایا تھا۔ امام یافعی واقعہ لکھ کر فرماتے ہیں شیخ کے فرمانے کا مطلب یہ تھا کہ اسم اعظم کا اہل وہ ہوتا ہے جس میں یہ صفت پائی جائے۔ یعنی صبر و حلم، خلق خدا پر مہربانی اور وہ تمام اچھی صفات جو پسندیدہ افراد میں پائی جاتی ہیں۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم ونفعنا بہم آمین

ولی دلوں کی بات جان جاتا ہے

علامہ مناوی نے ''طبقات'' میں اپنے والد گرامی شیخ الاسلام شرف الدین یحییٰ مناوی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات لکھتے ہوئے ایک واقعہ تحریر کیا ہے۔ فرماتے ہیں مجھے میرے شیخ حافظ ولی الدین عراقی رحمۃ اللہ علیہ نے باہم گفتگو کے دوران بتایا میں ایک دفعہ ایک شخص کی سواری پر سوار ہوا جو کرایہ پر لے جاتا اور لاتا تھا۔ فرماتے ہیں میں نے دل میں خیال کیا کہ جب کہ میرا دل مختلف امیدوں میں ڈوبا ہوا تھا کاش! کہ میری چار بیویاں ہوں اور چاروں کے لیے الگ الگ مکان ہو ہر مکان میں وہ تمام کتب موجود ہوں جن کی مجھے ضرورت ہو۔ میرے اس خیال آنے پر اس کرایہ پر لے جانے والے نے اپنا سر اٹھایا اور میری طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا اور حرف ''قاف'' کو اس نے ''کاف'' پڑھا۔ اے فکیہ! یہ کیسی تمنا ہے چار بیویاں، چار مکان اور ہر مکان

میں کتا ہیں؟ فرماتے ہیں یہ بات سن کر میں سواری سے نیچے اتر آیا پیدل چلنے لگا اور اس آدمی سے میں نے کہا آپ سوار ہونے کے زیادہ حق دار ہیں میں آپ کی خدمت کے لیے پیدل چلوں گا۔ وہ بزرگ بولا اگر تم سوار نہ ہوئے تو میں چلا جاؤں گا میں پھر سوار ہو گیا۔ جب ہم رملہ پہنچے کہنے لگا اے فقیہ! میرے ساتھ ایک مرتبہ ایک ترکی سوار ہوا جب وہ اس جگہ جہاں اب ہم ہیں پہنچا تو گدھے سے نیچے اتر آیا۔ میں نے اس سے کرایہ طلب کیا اس نے ڈنڈا اٹھایا اور مجھے دے مارا۔ خدا کی قسم! اگر میں زمین کو حکم دیتا کہ اسے نگل جا تو وہ نگل جاتی۔ لیکن میں نے چھوڑ دیا اور وہ کرایہ دیے بغیر چلتا بنا۔ پھر فرماتے ہیں مجھے میرے شیخ نے فرمایا کرایہ پر لے جانے والوں میں ولی اللہ بھی ہوتے ہیں۔ یونہی باقی لوگوں میں جو مختلف کام کرتے ہیں۔ ہر ایک کے بارے میں حسن ظن باعث نفع ہے اور بدظنی نقصان اور گھاٹا لاتی ہے۔ اس نے میرے دل کی بات بذریعہ کشف بالکل دو ٹوک بتا دی۔

شہید کا اپنے گھر والوں کو خط لکھنا

صاحب ''العقد المنظوم'' رقمطراز ہیں۔ شیخ محی الدین احمد بن ابراہیم نحاس دمشقی اپنی کتاب ''مشارع الاشواق'' میں ذکر فرماتے ہیں میں ایک مرتبہ 801ھ میں اسکندریہ گیا راستہ میں مقام رشید سے میرا گزر ہوا تو وہاں سے چیدہ چیدہ لوگ بھی میرے ساتھ ہو گئے۔ پھر ہم ایک ٹیلے کے قریب سے گزرے جسے تل بوری کہتے ہیں۔ اس جگہ مسلمانوں اور فرنگیوں کے درمیان جنگ ہوئی تھی مسلمان کافی تعداد میں شہید ہوئے تھے میرے ساتھیوں نے رشید کے رہنے والوں میں سے ایک بوسی کا تذکرہ کیا اور اس کی بہت صفت کی۔ بتایا کہ شخص مذکور ایک رات اس ٹیلہ پر سے گزرا تو اسے یہاں بہت بڑی فوج خیمے اور آگ جلتی نظر آئی۔ اس نے گمان کیا کہ یہ لشکر شاید قاہرہ سے آیا ہے اور یہاں اس نے پڑاؤ ڈالا ہے۔ بیان کرتے ہیں کہ یہ شخص ان فوجیوں میں گیا انہوں نے اس سے پوچھا کہاں جانے کا پروگرام ہے؟ اس نے انہیں بتایا کہ میں قاہرہ جا رہا ہوں ان فوجیوں میں سے ایک نے اسے کہا میں اپنے گھر والوں کے لیے تیرے ہاتھ رقعہ بھیجنا چاہتا ہوں تو انہیں پہنچا دینا۔ اس نے رقعہ لکھ کر مجھے دے دیا۔ اور اپنے گھر بار کی نشانیاں بھی بتائیں اور رشتہ داری بھی بتائی۔ جب میں قاہرہ پہنچا تو میں نے اس کے گھر کا اتہ پتہ معلوم کیا۔ میں چلتے چلتے اس کے بتائے ہوئے گھر پر پہنچا اور دستک دی۔ اندر سے گھر والے باہر آئے پوچھنے لگے کیا چاہتے ہو؟ میں نے کہا میرے پاس فلاں آدمی کا رقعہ ہے اس نے آپ کے لیے لکھا ہے۔ گھر والے بولے تو مجنوں ہے۔ جس کا تم نام لے رہے ہو وہ تو واقعہ رشید میں قتل کر دیا گیا تھا۔ اس بات کو کئی سال ہو گئے ہیں۔ میں نے جب اس کی علامات بیان کیں تو پھر انہیں میری بات کے سچے ہونے کا یقین ہوا۔ میں نے انہیں رقعہ دیا وہ اس پر بہت زیادہ حیران ہوئے۔

حق پر ہونے کا فیصلہ آگ نے کر دیا

میں (نبہانی) نے اپنی کتاب ''حجۃ اللہ علی العالمین'' میں شہر بن حوشب کا واقعہ لکھا ہے۔ کہتے ہیں میں جبانہ کی طرف جایا کرتا تھا اور وہاں آنے والے فوت شدہ لوگوں کی نماز جنازہ ادا کیا کرتا تھا۔ وہاں اس وقت تک رہتا جب تک کسی جنازے

کے آنے کی امید ہوتی۔ اس کے بعد میں گھر آ جاتا ایک دن میں حسب معمول گھر سے نکلا۔ راستہ میں مجھے دو آدمی لڑتے ہوئے نظر آئے ان دونوں نے صوف کے کپڑے پہن رکھے تھے۔ لڑتے لڑتے ایک نے دوسرے کو خون آلود کر دیا۔ میں نے ان میں گھس کر دونوں کو الگ الگ کیا پھر میں نے انہیں مخاطب کر کے کہا میں تم دونوں کے کپڑے تو نیک لوگوں سے دیکھتا ہوں لیکن کام تمہارے برے لوگوں والے ہیں۔ اس پر ان میں سے وہ بولا جس نے دوسرے کو خون آلود کر دیا تھا کہنے لگا مجھے چھوڑ دیجئے آپ نہیں جانتے کہ یہ کیا کہتا ہے؟ میں نے پوچھا کیا کہتا ہے؟ کہنے لگا یہ کہتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد سب سے افضل اور بہتر شخصیت حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ ہیں اور ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما تو اسلام لانے کے بعد پھر مرتد ہو گئے تھے (معاذ اللہ) انہوں نے مسلمانوں کو قتل کیا اور یہ شخص تقدیر کو جھٹلاتا ہے۔ اس کے عقائد خارجیوں والے ہیں۔ دین میں بدعات کا ماننے والا ہے۔ میں نے اس سے پوچھا کیا تو واقعی اسی طرح کہتا ہے؟ کہنے لگا ہاں کہتا ہوں۔ میں نے دوسرے سے کہا دفع کرو، چھوڑ اسے۔ تیرا اور اس کا رب گھات میں ہے۔ کہنے لگا اسے میں نہیں چھوڑوں گا یا پھر تم میرے اور اس کے درمیان فیصلہ کرو۔ میں نے اس سے کہا میں تم دونوں میں کس طرح فیصلہ کروں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دنیا سے تشریف لے گئے ہیں سلسلہ وحی منقطع ہو گیا ہے۔ میری یہ بات سن کر اس نے ایک بھٹی کی طرف دیکھا جو بالکل سامنے تھی۔ اس کے مالک نے اسے خوب گرم کیا ہوا تھا وہ اس پر ڈھکنا رکھنا چاہتا تھا۔ کہنے لگا ہم دونوں اس بھٹی میں داخل ہوتے ہیں جو ہم میں سے حق پر ہوا وہ نجات پا جائے گا جو باطل پر ہوا وہ جل جائے گا۔ میں نے دوسرے سے پوچھا کیا تم یہ کام کرنے پر راضی ہو؟ کہنے لگا ہاں اب دونوں چل کر بھٹی کے مالک کے پاس آئے اور کہنے لگے ابھی اس پر ڈھکنا نہ رکھو کیونکہ ہم اس میں داخل ہونا چاہتے ہیں۔ اس نے ان دونوں کو منع کیا لیکن یہ دونوں نہ مانے اور کہنے لگے ہمیں لازماً اس میں داخل ہونا ہے۔ اس نے پوچھا تم دونوں یہ کام کیوں کرنا چاہتے ہو، تمہارا کیا جھگڑا ہے؟ دونوں نے اسے اپنا واقعہ سنایا۔ اس نے پھر ان دونوں کو قسم دلانے کی کوشش کی کہ وہ یہ کام نہ کریں لیکن وہ دونوں نہ مانے۔ اب سنی نے بدعتی سے کہا کیا تو پہلے داخل ہوتا ہے یا میں پہلے اس میں جاؤں؟ کہنے لگا تم پہلے جاؤ۔ سنی آگے بڑھا اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کی اور یوں دعا کی۔

اے اللہ! تو خوب جانتا ہے کہ میرا دین اور میرا عقیدہ یہ ہے کہ تیرے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد تمام لوگوں سے بہتر شخصیت حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔ جنہوں نے تیرے رسول کی مدد کی اپنے مال، نفس اور مدد سے ان کی موافقت کی۔ سب سے پہلے اسلام لائے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بوجھ اٹھانے والے ہیں آپ پر ایمان لائے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو کچھ لے کر آئے اس پر ایمان لائے اس شان کا دوسرا اور کوئی نہیں۔ ثانی اثنین اذھما فی الغار اذ یقول لصاحبہ لا تحزن ان اللہ معنا۔ پھر اس نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے فضائل بیان کیے۔ دوسرا درجہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا ہے جن سے اللہ تعالیٰ نے اسلام کو عزت و وقار عطا فرمایا اور حق و باطل کے درمیان تفریق کی۔ تیسرا درجہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یکے بعد دیگرے دو صاحبزادیوں کے خاوند ہیں۔ اور جن کے بارے میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے اگر ہماری تیسری صاحبزادی ہوتی تو اس کی شادی بھی تم سے کر دیتے۔ آپ نے لشکر اسلام کے لیے سامان حرب وخوراک میں

بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق آپ کے نائب کے طور پر کام سرانجام دیے اور بھی فضائل ذکر کیے۔ پھر چوتھے درجہ پر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فائز ہیں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا کے بیٹے، آپ کی صاحبزادی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے خاوند ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مقدسہ سے پریشانیوں کو دور کرنے والے ہیں۔ اس کے علاوہ بہت سے فضائل بیان کیے۔ پھر یہ بھی کہا کہ میں تقدیر و خیر و شر پر ایمان رکھتا ہوں اور ہر اس حکم پر ایمان ہے جس کا اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے کرنے یا نہ کرنے کا حکم دیا۔ میرا عقیدہ خارجیوں کا سا عقیدہ نہیں ہے۔ قبروں سے اٹھنے اور حشر و نشر پر میں ایمان رکھتا ہوں اور اس پر بھی کہ اللہ تعالیٰ حق مبین اور لیس کمثلہ شی کی شان والا ہے اور یہ بھی کہ اللہ قبروں سے مردوں کو دوبارہ زندہ کر کے نکالے گا۔ میں اس کے دین کی اتباع کرتا ہوں نہ کہ بدعت کے جاری کرنے والا یا پیروہوں۔ پھر اس نے یوں کہا اے اللہ! یہ جو کچھ میں نے عرض کیا یہی میرا دین اور یہی میرا عقیدہ ہے۔ اگر میں حق پر ہوں تو اس آگ کو مجھ پر ٹھنڈا کر دے جیسے کہ تو نے حضرت ابراہیم علیہ السلام پر ٹھنڈی کی۔ اس کی گرمی، شعلے اور اذیت مجھ سے دور فرما دے۔ تجھے تیری قدرت اور قوت کا واسطہ ہے۔ میں نے یہ اقدام صرف تیرے دین کی غیرت اور تیرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے دین کی غیرت کے لیے اٹھایا ہے۔ میں اللہ پر ایمان رکھتا ہوں۔ یہ کہہ کر وہ بھٹی میں داخل ہو گیا اب بدعتی آگے بڑھا۔ اس نے بھی اللہ کی حمد و ثنا کی جیسا سنی نے کی تھی۔ پھر کہا میرا دین یہ ہے کہ تیرے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے افضل انسان علی ابن ابی طالب ہیں۔ پھر اس نے آپ کے فضائل اسی طرح بیان کیے جس طرح سنی نے کیے تھے اور کہنے لگا میں حضرت علی کے سوا کسی کا کوئی حق تسلیم نہیں کرتا اور نہ ہی میں ایسے کسی حق کو جانتا مانتا ہوں۔ کیونکہ ابوبکر نے اسلام کے بعد کفر اپنا لیا تھا مسلمانوں سے جنگ کی تھی اور دین سے پھر گیا تھا۔ یونہی عمر اور عثمان نے بھی کیا۔ پھر اپنا بدعتی مذہب ذکر کیا اور سنی کے عقائد کی تکذیب کی۔ پھر کہنے لگا اے اللہ! یہ ہے میرا دین و اعتقاد۔ پھر وہی کہا جو دوسرے ساتھی نے کہا تھا اب یہ بھی بھٹی میں داخل ہو گیا اور بھٹی کے مالک نے ان کے داخلہ کے بعد ڈھکن دے کر بند کر دیا اور چلا گیا۔ اس لیے کہ ان دونوں نے جان بوجھ کر اپنے آپ کو آگ میں جلایا تھا۔ میں وہاں اکیلا ہی رہ گیا۔ میرا وہاں سے واپس آنے کا ارادہ نہ تھا۔ بلکہ مجھے انتظار تھا کہ ان دونوں کا معاملہ کیا رنگ لاتا ہے۔ میں کبھی ایک چیز کے سائے میں کبھی دوسرے کے سائے میں بیٹھتا۔ میری آنکھیں بھٹی پر لگی ہوئی تھیں حتیٰ کہ دوپہر ڈھل گئی اور ڈھکنا گر گیا۔ سنی باہر نکلا۔ اس کی پیشانی پسینہ سے شرابور تھی میں اس کی طرف گیا۔ اس کے چہرے کو چوما اور اس سے پوچھا تم کیسے رہے؟ کہنے لگا بالکل خیر و عافیت سے۔ جب بھٹی میں داخل ہوا تو فوراً بچھا ہوا فرش نظر آیا جس پر رنگ برنگے قالین بچھے ہوئے تھے مختلف قسم کی خوشبوئیں تھیں اور کئی ایک خادم بھی تھے۔ میں اس وقت اس فرش پر سو گیا۔ پھر ایک آنے والا آیا اور مجھے کہنے لگا اٹھو اب یہاں سے باہر جانے کا وقت ہو چکا ہے اور نماز کا وقت بھی ہو گیا ہے۔ لہٰذا اٹھو اور نماز ادا کرو میں باہر آ گیا۔ میں نے پھر اسے ٹھہرنے کو کہا پھر ہم بھٹی کے مالک کی طرف گئے وہ ہمارے پاس آیا اس کے پاس لوہے کی کھونٹی بھی تھی۔ وہ بھٹی میں کھونٹی ڈال کر بدعتی کو تلاش کرنے لگا تلاش کرتے کرتے کھونٹی اس کے جسم کے کسی حصہ پر لگی اس نے وہ حصہ باہر کھینچا تو وہ جل کر کوئلہ ہو چکا تھا۔ صرف اس کی پیشانی بچی تھی وہ سپید رہی اس پر دو سطریں لکھی ہوئی تھیں جنہیں آنے جانے

والے پڑھتے۔ سطریں یہ تھیں ھذا عبد طغی و بغی و کفر ابا بکر وعمر ایس من رحمۃ اللہ، اس نکمے نے سرکشی کی، بغاوت کی، ابوبکر و عمر کی تکفیر کی۔ اللہ کی رحمت سے ناامید ہوا لوگوں نے اس واقعہ کے بعد تین دن تک اپنی دکانیں بند رکھیں۔ لوگ جوق در جوق آتے اسے دیکھتے اور سنی سے بیاں سنتے۔ اور حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہ کو گالی دینے سے توبہ کرتے۔ اس واقعہ کی وجہ سے تقریباً چار ہزار آدمیوں نے اس عقیدہ باطلہ سے توبہ کی۔

سمندری بیڑا ولی کی وجہ سے روانہ نہ ہوسکا

اس کتاب کا جامع فقیر یوسف نبہانی رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہے کہ ان دنوں ایک مسافر شخص کی عجیب وغریب کرامت دیکھنے میں آئی۔ ہوا یوں کہ 1321ھ میں بیروت میں ایک بہت بڑا بحری بیڑا آکر رکا جس میں حجاج کرام سوار تھے۔ جب لنگرانداز ہو گیا تو بہت سے سوار شہر میں ضروریات زندگی خریدنے کے لیے گئے۔ خرید وفروخت کے بعد واپس آگئے دن قریب اختتام تھا۔ بحری بیڑا روانگی کے لیے تیاری میں تھا اور جدہ جانے کے لیے سبھی اس پر سوار ہو گئے۔ اسے چلانے کے لیے آگ جلادی گئی اور دوسرے آلات بھی حرکت میں لائے گئے جن کی مدد سے وہ بیڑا چلتا تھا لیکن مکمل تیاری کے باوجود اس نے حرکت نہ کی ملاحوں نے سرتوڑ کوشش کی لیکن کوئی فائدہ حاصل نہ ہوا وقت کافی گزر گیا۔ تمام سوار یہ سب کچھ دیکھ رہے تھے۔ ان کے علاوہ دوسرے بیڑے والے اور چھوٹی موٹی کشتیوں والے بھی دیکھ رہے تھے اور خشکی پر کھڑے قریب لوگ بھی دیکھ رہے تھے۔ سبھی حیران تھے کہ ایسی حالت انہوں نے آج تک کبھی نہ دیکھی تھی معاملہ جوں کا توں رہا۔ سبھی بیڑے کو چلانے کی سرتوڑ کوششوں میں مصروف ہیں لیکن وہ ہلنے کا نام ہی نہیں لیتا۔ حالانکہ تمام آلات استعمال کیے جارہے تھے اور آگ بھی جلائی ہوئی تھی اسی دوران ایک غریب مسافر لیکن ولی اللہ جو اپنی ضروریات کی وجہ سے شہر میں رک گیا تھا واپس آیا اس کے ساتھ بیروت کے کچھ اشخاص بھی آئے تھے، انہوں نے بیڑے کو دیکھ کر دوڑ لگائی تاکہ انہیں چھوڑ کر روانہ نہ ہوئے۔ اس درویش نے ساتھیوں سے کہا فکر نہ کرو گھبرانے کی کوئی ضرورت نہیں جب تک میں اس میں نہیں بیٹھ جاتا یہ کہیں نہیں جائے گا۔ جب وہ مسافر بیڑے میں بیٹھ گیا تو اس کے اندر پاؤں رکھنے کے ساتھ ہی وہ چل پڑا۔ لوگوں کو اس سے بہت حیرانی ہوئی اور مسلمان سواروں کو اس مسافر کی ولایت کا اعتقاد ہو گیا۔ اور کافر سواروں نے اسے عجیب وغریب واقعہ قرار دیا۔ یہ قصہ بیروت میں آگ کی طرح پھیل گیا اسے جاننے والے بیروت کے مرد، عورتیں اور بچے بکثرت ہیں۔ وہ اب تک اسے بیان کرتے ہیں۔ والحمد للہ الذی جلعنا من اھل الایمان

ولی کی میت بول پڑی

تقریباً بیس سال ہوئے مجھے (علامہ نبہانی) لاذقیہ کے مشہور شیخ جناب ابراہیم قواف نے بتایا میں ان دنوں لاذقیہ میں حکومت کی طرف سے محکمہ اطلاعات میں ملازم کے طور پر مقیم تھا۔ مجھے بتانے لگے کہ جامع السوق میں ایک فقیر مسافر رہتا تھا ہمیں معلوم نہ تھا کہ وہ کہاں سے آیا ہے کچھ عرصہ بعد اس کا انتقال ہو گیا۔ جب غسل دینے والے نے اس کی میت تختے پر رکھی

تو اس کے پاؤں پر بہت سا میل دیکھا۔ کہنے لگا معلوم ہوتا ہے کہ تو نے کبھی نماز نہیں ادا کیا یا یہ کہا کہ اس نے تو کبھی نماز نہیں پڑھی۔ یہ مجھے شک ہے کہ ان دونوں باتوں میں سے کون سی اس نے کہی بہر حال جب غسل دینے والے نے یہ الفاظ کہے تو تختہ پر پڑی فقیر کی میت نے فصیح زبان میں کہا۔ مت مسلما ولا تبالی میں مسلمان فوت ہوا ہوں تو فکر نہ کر۔ یہ کہہ کر پھر میت ہو گیا جیسے پہلے تھا۔

یہ آخری الفاظ ہیں جو اللہ تعالیٰ نے کرامات اولیاء کے سلسلے میں لکھنے کی مجھے قدرت بخشی اور یہ تحریر اس کتاب کے جامع عبد فقیر یوسف بن اسماعیل نبہانی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھوں سے مکمل ہوئی اور میں بحمد اللہ تعالیٰ بزرگوں کا عقیدت مند ہوں۔ ان کی کرامات کی تصدیق کرنے والا ہوں خواہ ان کا تعلق ان کی ظاہری زندگی سے ہو یا انتقال کے بعد۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ان حضرات کی مدد کا طلب گار ہوں اور ان کے علاوہ اللہ تعالیٰ کے تمام صالح بندوں کی مدد کا طالب ہوں۔ خاص کر ان حضرات کے آقائے اعظم، سید المرسلین، حبیب رب العالمین افضل الخلق اجمعین سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد مجھے اخروی اور دنیوی حاجات کے لیے مطلوب ہے۔ میرا دین ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی بارگاہ کے "اقرب الوسائل" ہیں آپ ہی دنیوی و اخروی سعادت کے منفرد و یکتا واسطہ ہیں اور جو بھی اس سے روکتا ہو وہ محروم اور ذلیل و رسوا لوگوں میں سے ہے۔

سبحان ربك رب العزة عما يصفون و سلام على المرسلين والحمد لله رب العالمين

اس کتاب کا مسودہ لکھ کر جب میں فارغ ہوا اس وقت بیروت میں میں اپنے گھر پر مقیم تھا۔ جمعہ کی شام ماہ ربیع الاول 1324ھ کو یہ سعادت میسر آئی

مترجم نے آج انگلینڈ کے ایک چھوٹے سے ٹاؤن بمبری (Bambury) میں نماز عصر کے وقت بروز جمعۃ المبارک 19 رمضان المبارک 1416ھ کو یہ ترجمہ مکمل کیا۔ اللہ تعالیٰ ان اولیاء کرام کے صدقے اسے مقبول و مشہور فرمائے۔ بجاہ حبیبہ ومحبوبہ صلی اللہ علیہ وسلم

حاضری کے آداب

(۱) جب شیخ کی خدمت میں حاضر ہوں تو باوضو ہوں اور سر ڈھانپ کر حاضر ہونے کی کوشش کریں۔

(۲) شیخ کی موجودگی میں دوزانو بیٹھنے کی کوشش کرنی چاہیے اگر کسی وجہ سے دوزانو نہ بیٹھ سکتے ہوں تو چار زانو بیٹھ سکتے ہیں۔

(۳) شیخ کی موجودگی میں محفل میں کسی دوسرے آدمی سے گفتگو نہ کریں بلکہ شیخ کی گفتگو کو غور سے سننے کی کوشش کریں۔

(۴) اگر شیخ محفل میں تشریف فرما ہوں اور کچھ نہ فرما رہے ہوں تو یہ تصور کریں کہ میرے پیر کے قلب سے میرے قلب میں نور داخل ہو رہا ہے۔ کیونکہ متقدمین و متاخرین بزرگان حق کا فیصلہ ہے کہ شیخ کی خدمت میں حاضر ہونا اور ان کی زیارت کرنا بھی بے ریا عبادت ہے۔

(۵) شیخ کی طرف پشت کرنا خلاف ادب ہے۔ پشت کرنے کی کوشش نہ کریں۔

(۶) جب شیخ کسی جگہ پر تشریف فرما ہوں تو ان سے اونچا نہ بیٹھنا چاہیے۔

(۷) شیخ کی آواز سے اپنی آواز کم ہونی چاہیے۔

(۸) جب راستے میں شیخ کو آتے دیکھیں تو مرید کو چاہیے کہ خود بھاگ کران کے پاس جانے کی کوشش کرے۔

(۹) مرید کو اپنے شیخ کا برتن یا بستر استعمال میں نہیں لانا چاہیے۔

(۱۰) جب شیخ اپنے کھانے کا تبرک عنایت فرمائیں تو مرید کو چاہیے کہ کھڑے ہو کر استعمال کرے۔

(۱۱) شیخ سے ظاہر اور باطن ہر طرح سے محبت رکھنی چاہیے۔

(۱۲) اگر شیخ کوئی ایسا تبرک مثلاً اپنا کپڑا مبارک یا کوئی ایسی چیز عطا فرمائیں تو اسے استعمال میں نہیں لانا چاہیے، بلکہ مشکل وقت میں پہن کر دعا مانگیں تو اللہ تعالیٰ اس کی دعا کو منظور فرمائے گا۔

(۱۳) جب اپنے شیخ کی خدمت میں حاضر ہوں تو اپنے گناہوں کو یاد کرتے ہوئے حاضر ہوں۔

(۱۴) اگر شیخ کے ساتھ محو سفر ہوں تو ہمیشہ بائیں ہاتھ چلیں اور ان کے قدم کے آگے اپنا قدم کبھی نہیں بڑھانا چاہیے۔

(۱۵) اپنے شیخ کی خدمت میں کوئی چیز پیش کریں تو عاجزی کے ساتھ پیش کریں اور شیخ کوئی چیز عطا فرمائیں تو عاجزی سے حاصل کریں۔

حرف آخر

کتاب ''جامع کرامات الاولیاء'' جس کا آپ ترجمہ اب تک پڑھتے رہے ہیں، اپنے موضوع پر انتہائی جامع کتاب ہے۔ حضرت امام علامہ محمد یوسف مبہانی رحمۃ اللہ علیہ نے پوری امت کی تاریخ ولایت چھان ڈالی ہے، مراکش سے لے کر برصغیر اور مشرقی علاقوں تک کے اولیائے ملت کا بھرپور تذکرہ کر دیا ہے، اس کتاب سے پہلے اور اس کی تالیف کے بعد بھی ایسی اور کوئی کتاب نہیں ملتی جو اس قدر جامع ہو۔ ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء

عزت مآب سیادت پناہ سیدی علامہ سید شاہ حسین الدین صاحب مدظلہ العالی ناظم اعلیٰ جامعہ رضویہ سبزی منڈی راولپنڈی کے فرمان ذیشان پر جب اس کا ترجمہ شروع کیا تو گمان غالب یہی تھا کہ میری مصروفیات مجھے دور تک نہیں بڑھنے دیں گی اور میں صرف مقدمہ کا ہی ترجمہ کر سکوں گا اور حقیقت یہ ہے کہ اس کتاب کا مقدمہ اپنے موضوع پر اتنا جامع و مانع ہے کہ حق طالب نگاہیں وہاں ہی مرکوز ہو کر رہ جاتی ہیں۔ میں اسے بھی اولیائے امت سرکار رسالت، مرکز نبوت، امام امت صلوات اللہ وسلامہ علیہ کا تصرف سمجھتا ہوں کہ انہوں نے مجھ جیسے مصروف، بے مایہ، گنہگار اور بیمار انسان سے اتنا بڑا کام لے لیا کہ آج ہزار صفحات سے زائد یہ کتاب قارئین کے ہاتھوں میں ہے۔

میں سمجھتا ہوں کہ مسئلہ ولایت پر اتنا یکجا مواد کسی بھی اردو میں مطبوعہ کتاب میں نہیں۔ ہم نے جہد مقل اہل سنت کی خدمت میں خصوصاً اور اہل اسلام کی خدمت میں عموماً پیش کر دی ہے یہ فقیر تو نظر ثانی تک نہیں کر سکا مصروفیات سے جتنا وقت مل سکا بس چھین کر ہی لیا اور جو کچھ لکھا قلم برداشتہ لکھا قرآنی آیات کا ترجمہ تبرکاً حضرت امام اہل سنت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا نقل کیا شاید ہی دو چار آیتیں ایسی ہوں جن کا ترجمہ حضرت کا نہ ہو۔

مجھے زیادہ وقت ملتا تو میں کتاب کو خالص ادبی رنگ دے دیتا مگر اب تو صرف یہ کوشش رہی ہے کہ ترجمہ میں سلاست و روانی ہو۔ قاری کے سامنے مولویانہ زبان نہ آئے، ترجمہ آپ نے پڑھ لیا آپ کی پسند ہی ہمارا حوصلہ بڑھا سکتی ہے اور ترجمہ کو آگے بڑھانے میں مدد ہو سکتی ہے۔ ہم آپ سے درخواست کرتے ہیں کہ اگر اس کتاب کو مسلک و مذہب کے لئے مفید پائیں تو ہمیں اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں، ہم دعا کرتے ہیں کہ اللہ کریم ان اولیائے امت، شمع رسالت کے پروانوں اور عشق مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کے مدح خوانوں کے صدقے میں ہمیں شفاعت محبوب کبریا علیہ الصلوٰۃ والسلام سے نوازے۔ جن کا ذکر خیر اس کتاب گوہر نایاب میں ہوا ہے۔

تمنا درد دل کی ہو تو خدمت کر فقیروں کی نہیں ملتا یہ گوہر بادشاہوں کے خزینوں میں

فقیر بے نوا محمد ذاکر شاہ چشتی سیالوی